[illegible]

لله الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد ز پسِ پردۂ تقدیر پدید

یعنی اردو ترجمہ

مکتوباتِ امامِ ربّانی رحمۃ اللہ علیہ

جلد اول

تالیف

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح وحواشی وترجمہ

مولانا محمد سعید احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

سابق خطیب جامع مسجد داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

پروگریسو بکس

صُحُفٌ مُّطَهَّرَةٌ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست

آخر آمد ز پس پردۂ تقدیر پدید

یعنی

اُردو ترجمہ

مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ

جلد اوّل

دفتر اوّل ---- حصہ اوّل

تالیف

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

تصیح وحواشی وترجمہ

مولانا محمد سعید احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سابق خطیب جامع مسجد داتا گنج بخش

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ اُردو بازار ○ لاہور
042-7352795 - 7124354
پروگریسو بکس

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ

مصنف : مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم : مولانا محمد سعید احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سابق خطیب جامع مسجد داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

جلد : اول

تاریخ اشاعت بار اول : ستمبر 2006ء

تاریخ اشاعت بار دوم : مئی 2012ء

تعداد : 1100

ناشر : چوہدری غلام رسول

میاں جواد رسول، میاں شہزاد رسول

طباعت : زاہد بشیر

قیمت ——— =/ روپے

ملنے کے پتے

اسلام بک ڈپو
۱۲ گنج بخش روڈ لاہور 042-37112941

ملت پبلی کیشنز
فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

شوروم ملت پبلی کیشنز دوکان نمبر 5 مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور
فون 042-37239200 فیکس 042-37239201

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

قارئین کرام!

آپ کا یہ ادارہ جو پروگریسو بکس لاہور کے نام سے آپ حضرات کے تعاون سے بفضلہ تعالیٰ مذہبی اور اخلاقی کتب کی اشاعت میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے' ۲۶'۲۵ سال سے گراں قدر خدمات سرانجام دینے میں مشغول ہے اور بفضلہ تعالیٰ اس ادارے نے اس مدت میں صالح اور پاکیزہ ادب پیش کرنے میں جو گرانقدر مساعی انجام دی ہیں وہ آپ سے پوشیدہ نہیں ہے۔

آپ کی توجہ اور معاونت سے اسلامیات کے متعدد شعبوں مثلاً تاریخ اسلام' سیرت النبی ﷺ تاریخ تصوف' تذکرہ صوفیائے کرام' ملفوظات ومکتوبات گرامی پر جو بیش قیمت اور گراں مایہ کتابیں ہم نے پیش کی ہیں وہ آپ سے خراج تحسین حاصل کر رہی ہیں اور الحمد للہ کہ قارئین کی پسند وطلب کے باعث ہم ان کتب کے متعدد ایڈیشن شائع کر رہے ہیں' ان مطبوعات میں اصل متن بھی شامل ہیں اور مشہور زمانہ کتب کے تراجم بھی۔

غنیۃ الطالبین' عوارف المعارف' نفحات الانس (جامیؒ) تاریخ الخلفاء کے تراجم آپ سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں' ارشادات رسول اکرم ﷺ (مجموعہ احادیث نبوی ﷺ) تاریخ اسلام سے اصل متون' آپ سے پسندیدگی کی سند حاصل کر چکے ہیں۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یّشآء

تصوف واخلاق کی کتابوں میں احیاء العلوم' کیمیائے سعادت کے بعد مکتوبات امام ربانی جو کہ بلند پایہ اور مشہور زمانہ کتاب ہے' قارئین کرام کی فرمائش تھی کہ مجدد الف ثانی کی یہ کتب مولانا سعید احمد نقشبندی (خطیب جامع مسجد داتا گنج بخش' لاہور) شائع کریں۔ آپ کے برخوردار سے آپ کی کتب کی اجازت لی ہے آپ نے ہماری گزارش کو قبول فرمالیا ہے اور یہ کتب مارکیٹ میں لائے ہیں اور امید ہے کہ آپ حوصلہ افزائی فرماتے رہیں گے۔ بہرحال ہم مسرور ہیں کہ تاخیر سہی لیکن صاحب موصوف کے قلم سے اس ترجمہ کا تکملہ ہوا اور نابغۂ دوران مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات امام ربانی اور آپ کی تصانیف پر تبصرہ بھی آپ نے حکیم موسیٰ امرتسریؒ کی قلم سے فرمایا تھا جس کے لیے آپ کے ممنوع ہیں۔ جنہوں چند سطور لکھ کر کتاب کی اہمیت کو دوبالا کر دیا۔

آپ کے تعاون کے خواستگار

چوہدری غلام رسول' میاں جواد رسول

پروگیسو بکس' لاہور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ العزیز (م ۱۰۳۴ھ) وہ لافانی کتاب ہے جس نے زمان و مکان کی حدود و قیود کو توڑ کر لاکھوں افراد کے دلوں کو یاد الٰہی اور اتباع شریعت کے جذبے سے سرشار کر دیا۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی نے ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کے حوالے سے لکھا ہے:

> شیخ (احمد سرہندی، امام ربانی) کے اثرات مغرب میں افغانستان، وسط ایشیا اور سلطنت عثمانیہ (ترکی) تک اور مشرق میں ملایا اور انڈونیشیا تک پھیل گئے۔(۱)

علامہ سید محمود الوسی بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر روح المعانی میں بہت سی جگہوں پر مکتوبات کے حوالے دیئے ہیں اور علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شاہ غلام علی نقشبندی کے مرید زور خلیفہ حضرت مولانا خالد نقشبندی کی تائید اور حمایت میں ایک رسالہ "سل الحسام الہندی لنصرۃ الشیخ خالد النقشبندی" لکھا تھا۔ اس سے امام ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اثرات دور دراز تک پہنچنے کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اکبر نے دین الٰہی کے نام سے ایک نئے دین کی بنیاد رکھی تھی، جس کا مقصد مسلمانوں اور ہندوؤں کو ملا کر ایک نئی قوم کا تیار کرنا تھا امام ربانی نے اس فتنے کے خلاف زبردست جدوجہد کی، آپ نے جہانگیر کے دربار کے امراء و اراکین مثلاً خانِ خاناں، خانِ اعظم، خانِ جہاں، مرزا داراخاں، قلیچ خاں، خواجہ جہاں، لالہ بیگ اور سید فرید بخاری گورنر لاہور کے نام خطوط لکھے اور سب سے زیادہ خطوط لاہور کے گورنر سید فرید بخاری ہی کے نام ہیں، ان مکتوبات کا مقصد یہ تھا کہ آپ لوگ شعائر اسلام کے احیاء کے لئے کوشش کریں اور اسلام کے مخالف رائج کردہ خرافات کا قلع قمع کریں۔

امام ربانی کی انقلاب آفریں کوششیں کامیاب ہوئیں اور جہانگیر کے زمانے میں زمیں بوس کے نام سے بادشاہ کو کیا جانے والا سجدہ تعظیمی ختم کر دیا گیا، گائے کی قربانی عام ہوگئی، سب سے پہلے خود جہانگیر نے قلعہ کانگڑاں میں حضرات مجدد کی موجودگی میں گائے ذبح کرائی، شراب پر پابندی لگا دی گئی اور بے شمار اصلاحات ہوئیں۔(۱)

امام ربانی قدس سرہ کے مکتوبات کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے ایک قومی نظریہ کے خلاف دو قومی نظریئے (مسلمان اور غیر مسلم دو الگ الگ قومیں ہیں) کا پرچم بلند کیا، امراء سلطنت کے ذریعے بادشاہِ وقت پر دباؤ ڈالا کہ یہاں غیر اسلامی رسوم ختم کر کے مکمل طور پر نظام مصطفےٰ نافذ کیا جائے، بدعات کے خاتمے اور

---

(۱) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر: مجدد ہزارہ دوم ص ۲۵

(۱) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر: مجدد ہزارہ دوم ص ۲۷

Marfat.com

سنت کے احیاء کے لئے زبردست مہم چلائی' فقہ حنفی کی بھرپور تائید وحمایت کی۔ علماء سوء اور صوفیائے خام کی سخت گو شالی کی' یہ سب کچھ آپ کے مکتوبات میں ملے گا' ہاں ان مکتوبات میں تصوف معرفت کے اسرار پر بھی گفتگو ملے گی جو عوام تو کیا اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگوں کے سر کے اوپر سے گزر جائے گی' اس کے لئے یا تو کوئی صاحب کمال اُستاذ تلاش کیا جائے یا پھر اس وقت کا انتظار کیا جائے جب اللہ تعالیٰ ان اسرار کو ہم پر منکشف فرما دے' وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

اوپن یونیورسٹی کی طرز پر آج سے چار سو سال پہلے امام ربانی نے فاصلاتی تعلیم وتبلیغ کا سلسلہ قائم کیا تھا' الحمد للہ' وہ مکتوبات آج بھی ہمارے سامنے موجود ہیں اور موجودہ دور کے اٹھنے والے نئے نئے فتنوں اور روشن خیالی کے اندھیروں کا سدباب کرنے کے لئے کافی ہیں بشرطیکہ ہم انہیں پڑھیں اور ان پر عمل پیرا ہوں۔

مکتوبات شریف فارسی زبان میں تھے' ان کا عربی مین بھی ترجمہ ہو چکا ہے اور اردو میں بھی' مولانا عالم دین نقشبندی مجددی نے مکمل مکتوبات کا ترجمہ کیا تھا جو اللہ والے کی قومی دکان' لاہور سے چھپا تھا' مولانا زوّار حسین نقشبندی نے بھی ترجمہ کیا تھا جو کراچی سے چھپا تھا' اس وقت مدینہ پبلشنگ کمپنی' کراچی کا چھپا ہوا ترجمہ راقم کے سامنے ہے' یہ ترجمہ ۱۹۷۰ء میں چھپا تھا اور ترجمہ کرنے کی سعادت حضرت علامہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے حصے میں آئی تھی۔

حضرت مولانا محمد سعید احمد نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ عالم جلیل حضرت مولانا علامہ سید جلال الدین شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ بھکھی شریف کے شاگرد' حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرید اور ٹھوس قابلیت رکھنے والے مدرس اور استاذ تھے' وہ دار العلوم نعمانیہ' لاہور میں ایک عرصہ تک صدر مدرس رہے' پھر حزب الاحناف' لاہور میں فرائض تدریس انجام دیتے رہے' جامعہ نعمانیہ' لاہور کے ناظم تعلیم تو آخر حیات تک رہے۔ کئی سال تک حضرت شاہ محمد غوث قادری لاہوری کی مسجد میں خطیب رہے' پھر حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ تعالیٰ کی مسجد میں آخر دم تک خطیب رہے' راقم پر خصوصی طور پر شفقت فرماتے تھے۔

۱۰ جولائی ۱۹۳۳ء کو ان کی ولادت ہوئی اور ۱۶' ۱۷ دسمبر ۱۹۸۶ء/ ۱۴۱۷ھ کی درمیانی شب اس دار فانی سے رحلت فرما گئے' اس وقت حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری کے احاطے میں شمالی جانب آرام فرما ہیں۔

بانی مجلس رضا لاہور حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس ترجمے پر مغز اور معلومات مقدمہ لکھا ہوا ہے' اس کے ہوتے ہوئے مجھ ایسے کم سواد کی تحریر کی ضرورت نہیں تھی' تاہم حضرت مترجم کے صاحبزادے جناب حافظ عبد الرؤف صاحب کی فرمائش پر چند سطریں لکھ دی ہیں' وہ ایسے ایک دفعہ پھر شائع کرنا چاہتے ہیں' اور جو کہ پروگیسو بکس لاہور شائع کر رہے ہیں انہیں چاہیے کہ اپنے والد مکرم کی دوسری تصانیف اور خاص طور پر مسلک امام ربانی بھی شائع کریں۔

محمد عبد الحکیم شرف قادری

۲ نومبر ۲۰۰۶ء — بانی مکتبہ قادریہ' لاہور

Marfat.com

فہرست کتاب مستطاب مکتوباتِ امام ربّانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ حصہ اوّل از دفتر اوّل

مضمون	صفحہ
عرض ناشر: محمد اقبال مجددی	ا،ب
مقدمہ: از حکیم محمد موسیٰ امرتسری	۱۸
خطبہ کتاب مستطاب	۳۷
مکتوب نمبر (۱)	۳۸
اپنے پیر بزرگوار کی طرف۔ ان حالات کے بیان میں جو اسم الظاہر سے مناسب رکھتے ہیں۔	......
تمام اشیاء کے اندر تجلی اسم الظاہر میں حق کا ظہور۔ خصوصاً عورتوں کے لباس میں بلکہ ان کے اجزاء میں۔	......
پرتکلف اور لذیذ کھانے میں حسن ولطافت کا مشاہدہ	......
باطن کا ان تجلیات کی طرف متوجہ نہ ہونا۔	......
اس تجلی کا نسبت تنزیہی کے مخالف نہ ہونا۔	۳۹
ان تجلیات کا روپوش ہو جانا۔	......
ایک خاص فنا کا رونما ہونا اور آثار اسلام کا ظہور اور شرک خفی کے نشانات کا مٹنا۔	......
مُحدِد یعنی عرش عظیم کے اوپر عروج۔	......
مرتبہ اوّل	
مرتبہ دوم	......
مشائخ دائمہ اہل بیت اور حضور علیہ السلام کے مقام خاص اور دیگر انبیاء کرام و ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ و السلام کے مقامات کا مشاہدہ۔	
عرش سے اوپر عروج کی مقدار کا بیان اور مشائخ اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات کا بیان۔	......
میں جب چاہتا ہوں عروج واقع ہو جاتا ہے	
ملا قاسم علی کا حال	۴۰
دوسرے دوستوں کے احوال	
مکتوب نمبر (۲)	۴۰
اپنے پیر بزرگوار ہی کی طرف ترقیات کے حصول کے بیان میں۔	۴۰
استخارہ کا حکم	......
عنایات خدا تعالی۔	......
عالم صحو کی ابتداء اور بقاربیع الآخر کے اخیر سے ہے۔	۴۱
حضرت شیخ محی الدین قدس سرہٗ کی تجلی ذاتی کی ابتداء۔	......
عجیب وغریب علوم اور عروج ونزول۔	......
جس قدر بقا اکمل ہوگی صحو زیادہ ہوگا۔	......
کمال صحو انبیاء کرام کا حصہ ہے۔ اوران کے معارف شرائع اور عقائد کہلاتے ہیں۔	......
حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ کے معارف معارف شرعیہ کی تفصیل ہے۔	......
مکتوب نمبر (۳)	
اپنے پیر بزرگوار ہی کی طرف دوستوں کے مقام خاص میں محبوس اور بند ہو جانے کے بیان میں۔	......
حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے خویشوں میں سے ایک شخص کے حال کے بیان میں۔	......
میر سید شاہ حسین نے اپنی مشغولیت میں یوں دیکھا الخ۔	۴۲
مکتوب نمبر (۴)	......
اپنے پیر بزرگوار ہی کی طرف ماہ عظیم القدر	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
رمضان المبارک اور حقیقت محمدی کے بیان میں۔	۴۲
اس ماہ مبارک کی قرآن مجید کے ساتھ خاص مناسبت ہے اور قابلیت اولیٰ قرآن کا ظل ہے۔	......
رمضان شریف میں نزول قرآن کا سبب۔	......
اس ماہ مبارک کے تمام خیرات و برکات کے جامع ہونے کی وجہ۔	۴۳
جس کسی کو بھی جو خیر و برکت پہنچتی ہے وہ اس ماہ مبارک کی برکات کے دریا کا ایک قطرہ ہے۔	......
اس ماہ میں جمعیت کا حصول تمام سال جمعیت کے حصول کا ذریعہ ہے اور اس ماہ میں تفرقہ سارے سال کے تفرقے کا باعث ہے۔	......
اس میں ختم قرآن کی سنت کی وجہ۔	......
اس ماہ میں افطاری میں تعجیل اور سحری میں تاخیر کی وجہ۔	......
قابلیت اُولیٰ کا بیان۔	
محمدی المشرب جماعت کے حقائق۔	......
قابلیت محمدیہ کی برزخیت۔	......
اس طرح کے علوم جن کا منشا اصالت کی اور ظلیت کی جامعیت ہے۔ بہت وارد ہوتے ہیں۔	......
قطبیت کا مقام مقام ظلیت کے دقیق علوم کا منشا ہے۔ اور فردیت کا مرتبہ دائرہ اصل کے معارف کے ورود کا واسطہ ہے۔	......
وہ رسالہ جس کے لکھنے کا حکم ہوا تھا اس کے لکھنے کی توفیق نہ مل سکی۔	۴۴
مکتوب نمبر (۵)	
اپنے پیر بزرگواری کی طرف برھان کی سفارش کے سلسلے میں	......
ایک رسالہ سلسلۃ الاحرار نظر پڑا الخ۔	......
خواجہ برھان نے اس عرصہ میں خوب کام کیا ہے اور تیسری سیر سے حصہ پالیا ہے۔	......
مکتوب نمبر (۶)	......
نیز اپنے پیر بزرگوار کی طرف جذبہ اور سلوک کے حصول اور جمال و جلال دونوں صفتوں کے ساتھ تربیت پانے اور فنا و بقا اور نسبت نقشبندیہ کی فوقیت کے بیان ہیں۔	......
جذبہ اور سلوک اور جمال و جلال کے ساتھ تربیت پانا اور دونوں کا ایک دوسرے کے عین ہونے کا بیان	......
محبت ذاتی فنا کی علامت ہے۔	۴۵
فنا کے وجود کے وقت کا بیان۔	......
اس کے باوجود اگر علم ہو تو وہ بھی اپنے میں ہے اور اگر شہود ہے تو وہ بھی اپنے میں۔	......
حضرت خواجہ بزرگ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ الخ	......
جب تک ان تین میں سے کسی ایک سے بھی باہر سے فنا سے حصہ نہیں پا سکتا۔	......
اگرچہ اس سلسلہ کے اکابر سے بہت صدیوں کے بعد الخ	......
یہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کی نسبت ہے۔	......
اس کو مکمل اور تمام کرنے والے حضرت خواجہ بہاؤ الدین قدس سرہٗ ہیں۔	......
عجب معاملہ ہے پہلے ہر بلا و مصیبت جو واقع ہوتی تھی سرور فرحت کا باعث تھی۔ مگر اب جبکہ عالم اسباب کی طرف نیچے لائے ہیں الخ	۴۶
اسی طرح اگر دعا کرتا تھا تو اس سے مقصود رفع بلا نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اب دعا سے مقصود بلا اور مصائب کا رفع کرنا ہے۔	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعا کس قبیل میں سے ہے۔	۴۶
مکتوب نمبر (۷)	......
اپنے پیر بزرگوار ہی کی طرف اپنے بعض احوال غریبہ کے بیان میں اپنے کچھ استفسارات کے ساتھ جو مقام (محدد) عرش سے اوپر تھا اپنی روح کو عروج کے طور پر اس مقام میں پایا۔	......
اس مقام میں یوں تخیل ہوا۔ کہ یہ سارا جہان الخ مختصر یہ کہ جو حالت پہلے کبھی کبھی نصیب ہوتی تھی اب ہر وقت حاصل ہے	......
اس کے بعد ایک بلند محل تھا۔	۴۷
تحیۃ الوضو کی نماز ادا کرنا۔	......
ایک نہایت ہی بلند مقام ظاہر ہوا چار اکابر نقشبند کو اس مقام میں دیکھا۔	......
اپنے آپ کو اول اس مقام سے دور پایا پھر آخر کو اس کے مناسب پایا۔	......
اس مقام تک پہنچنا اس واقعہ کے نتائج سے ہے کہ حضرت امیر کو دیکھا تھا۔	......
پھر اس طرح ظاہر ہوا کہ بُرے اخلاق ہر گھڑی الگ ہو رہے ہیں۔	......
دوسری عرض۔	......
تیسری عرض۔	......
چوتھی عرض۔	۴۸
پانچویں عرض۔	......
مکتوب نمبر (۸)	
نیز اپنے پیر بزرگوار کی طرف ان حالات کے بیان میں جو صحو اور بقا سے تعلق رکھتے ہیں۔	......
وحدت الوجود اور اس کے توابع سے مشرف کرنا	

مضمون	صفحہ
استطاعت مع الفعل کا منکشف ہونا۔	......
اس مقام میں اپنے آپ کو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے قدم پر پاتا ہے۔	......
کام علاج معالجہ سے گزر چکا ہے۔ اب اس کی بزرگی ہی نجات ہے۔	۴۹
علماء کے عقائد کی درستی کی صوفیہ کے ریاضات و مجاہدات پر فضیلت۔	......
علماء اور طلبۃ العلوم کے ساتھ محبت کا اظہار اور توضیح تلویح کے مطالعہ کی چاہت۔	۵۰
حق سبحانہ وتعالیٰ کو جہان کا نہ عین جانتا ہے۔ اور نہ اس سے متصل اور نہ منفصل۔	......
مخلوق کی ذوات اور ان کے افعال و صفات کو حق تعالیٰ کا مخلوق جانتا ہے۔	......
بندے کی قدرت کس معنی سے ہے۔	......
قضا و قدر کے مسئلے کو علماء کے طور پر جاننا۔	......
قابلیت اور استعداد کو کچھ دخل نہیں دیتا۔ کہ یہ ایجاب تک لے جاتی ہے۔	......
مکتوب نمبر (۹)	......
اپنے پیر بزرگوار کی طرف ان حالات کے بیان میں جو نیچے آنے کے مقام سے مناسبت رکھتے ہیں۔	......
اپنی ذلت، کوتاہی اور انکساری کے دیکھنے کے بیان میں اور اعمال میں کوتاہ ہونے کے بیان میں	۵۱
شر خیر کا آئینہ ہے۔	......
عجیب کاروبار ہے اس مذمت نے مدح کے معنی پیدا کر دیے۔	......
مقام عبدیت تمام مقامات سے اوپر ہے۔	......
بندگی سے لذت گیر ہونا محبوبوں کا خاصہ ہے۔	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
محبوں کو مشاہدہ محبوب سے انس ہوتا ہے۔	۵۲
میدانِ محبوبیت اور بندگی کے شہسوار سردارِ دین و دنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔	
کمالِ شرونقص سے مراد اس کا علم ذوقی ہے الخ۔	......
جب تک اس طرح اپنے آپ کو زمین پر نہ ڈالے اپنے مولا کے کمالات سے بے نصیب رہتا ہے۔	......
ہر جذبہ میں محبوبیت کے کچھ معنی پائے جاتے ہیں۔	۵۳
یہ بات نہیں کہ ہر شخص جس کا جذبہ سلوک پر مقدم ہے وہ ضرور محبوبوں میں سے ہے۔	۵۳
مکتوب نمبر (۱۰)	......
اپنے پیر بزرگوار کی طرف۔ قرب وبُعد کے حصول کے بیان میں اور فرق و وصل کے غیر مشہور معنی۔	......
نہایت بُعد کا نام قرب رکھا ہوا ہے۔	۵۴
مراد کو بھی مرید بننا پڑتا ہے۔	
وہ دین و دنیا کے سردار امرادیت کے باوجود مریدین میں سے تھے۔	۵۴
مکتوب نمبر (۱۱)	
اپنے پیر بزرگوار کی طرف بعض کشفوں اور اپنے اعمال کو کم دیکھنے اور اعمال واقوال میں اپنے آپ کو عیب ناک جاننے کے بیان میں۔	۵۴
بے مناسبتی دو قسم پر ہے۔ ایک تو طریقوں میں سے کسی طریقے کے ظاہر نہ ہونے کے باعث ہوتی ہے۔ اور دوسری مطلق بے مناسبتی ہے۔	۵۵
وہ راستے جو اس مقام تک پہنچاتے ہیں دو ہیں ایک اپنی کوتاہیوں کو دیکھنا اور دوسرا شیخ کی	

مضمون	صفحہ
صحبت۔	۵۵
پیرو دستگیر کی عنایت کے طفیل بقدرِ استعداد طریق اوّل کا حصول۔	......
کوئی بھی نیک عمل وقوع پذیر نہیں ہوسکتا جب تک بندہ اس میں اپنے آپ کو متہم اور کوتاہ تصور نہ کرے۔	......
جو کچھ بھی جہان میں ہے حتیٰ کہ کافر فرنگ ملحد زندیق بندہ اپنے آپ سے اسے کئی طریقے بہتر جانتا ہے۔	......
خواجہ احرار کی گفتگو کی مراد کا بیان۔	
ان مقامات کا ظہور جو ایک دوسرے سے اوپر ہیں۔	۵۶
حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ کے مقام کا مشاہدہ۔	......
حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے مقام کا مشاہدہ۔	......
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام کا مشاہدہ۔	......
حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کا ہر مقام میں ہمراہ ہونا۔	
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام سے اوپر کوئی مقام معلوم نہیں ہوتا سوائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام کے	......
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام کے بالمقابل ایک عجیب نورانی مقام تھا کہ ہرگز اس طرح کا مقام دیکھنے میں نہیں آیا۔ اپنے آپ کو بھی اس مقام کے عکس کے طور پر رنگین اور منقش پایا۔	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام میں ہونا۔	......
ایک دوسری عرض اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں۔	۵۷
شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہٗ کے اس قول کی تشریح کی عین باقی نہیں رہتا اثر کہاں باقی رہے۔	......
اس بات کے راز کا انکشاف اور اس کا دوام۔	......
دوسری عرض کہ کوئی کتاب دیکھنے کو دل نہیں چاہتا سوائے اکابر کے اقدام کے ذکر کے۔	......
رفع امراض کے لیے توجہ کے اثر کا ظہور۔ اور برزخ میں بعض مُردوں کے حالات دریافت کرنا۔	......
آپ کی اور آپ کے متعلقین کی طبائع عالیہ کا بعض لوگوں کی طرف سے تکالیف پہنچانے کے باوجود مکدر نہ ہونا۔	......
بعض دوستوں کے حالات بزرگوار کی خدمت میں عرض کرنا۔	......
شیخ نور کے حالات کا بیان۔	......
سید شاہ حسین کے حالات کا بیان۔	......
میاں جعفر کے حالات کا بیان۔	......
میاں شیخن، شیخ عیسیٰ، شیخ کمال اور شیخ ناگوری کے حال کا بیان۔	۵۹
خواجہ ضیاء الدین کے حال کا بیان۔	......
مولانا شیر محمد کے لڑکے کا ذکر۔	......
ایک خاص کیفیت کے ظہور اور فنائے ارادہ کا بیان۔	......

مضمون	صفحہ
وحدت سے ماوراء ایک نظر اور اس کی تمثیل اصل صفات کا برطرف ہونا۔ اور حدیث کا غلبہ اور کان اللہ ولم یکن معہ شئی کا حال کے مطابق ہونا۔	۶۰
مولانا قاسم علی اور دوسرے دوستوں کو تکمیل کے مقام سے حصہ ہے۔	......
مکتوب نمبر (۱۲)	......
اپنے پیر بزرگوار کی طرف فنا اور بقا کے حصول اور وجہ خاص کے ظہور کے حصول۔ اور سیر فی اللہ اور تجلی ذاتی برقی وغیرہ کی حقیقت کے بیان ہیں۔	......
ان علوم کا انکشاف جو مقام فنا فی اللہ اور بقاء باللہ سے تعلق رکھتے ہیں۔	......
ہر شے کی وجہ خاص کا ظہور اور سیر فی اللہ کا معنی۔ اور تجلی ذاتی برقی کی حقیقت اور یہ کہ محمدی المشرب کون ہوتا ہے۔	......
ہر مقام کے لوازمات اور ضروریات کا ظہور اور اولیاء اللہ کے معلومات و مشاہدات پر اطلاع۔	......
اشیاء کی ذوات اور ان کی قابلیات کو خدا تعالیٰ کی مخلوق جاننا۔	......
وہ سبحانہٗ وتعالیٰ استعداد اور قابلیت کے تابع نہیں ہے۔	......
مکتوب نمبر (۱۳)	۶۱
اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔ اس راہ کی بے نہایت علوم حقیقت کی علوم شریعت کے ساتھ مطابقت کے بیان میں۔	......
مشائخ کے اس قول کے بیان میں کہ	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
سیر الی اللہ پچاس ہزار سالہ راہ ہے۔ اور اشیاء میں سیر کے واقع ہونے۔ اور طالب ارشاد لوگوں کے غلو کرنے اور ان کے کام میں شروع ہونے کے بیان میں۔	٦١
ہمہ از دست کا پلہ مقولہ ہمہ اوست سے بھاری جاننا۔	......
تمام کشفیات کا ظاہر شریعت کے مطابق ہونا۔	......
صوفیا کے بعض کشوف کا خلاف شرع ہونا یا سہو کی بنا پر ہے یا سکر کے باعث اور یہ دونوں درمیان راہ کی باتیں ہیں۔ انتہاء راہ کی نہیں۔	......
علماء اور صوفیہ کے درمیان فرق کا بیان۔	٦٢
مکتوب نمبر (١٤)	......
اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا۔ ان واقعات کے حصول کے بیان میں جو دورانِ راہ پیش آئے۔ اور بعض مسترشدین کے حالات کے بیان میں۔	......
مرتبہ وجوب کا ظہور بد صورت سیاہ رنگ عورت کی صورت میں۔ اور مرتبہ احدیت کا ظہور دراز قامت سرد کی صورت میں۔	......
موت کی آرزو کا پیدا ہونا۔ اور نظر میں ایسا محسوس ہوا کہ گویا میں ایک ایسا شخص ہوں۔ جو دریائے محیط کے کنارے کھڑا ہو۔ اس ارادے سے کہ اپنے آپ کو اس میں گرا دے۔	......
ایک خاص کیفیت کا ظاہر ہونا اس میں ذوق سے یوں محسوس کرنا کہ دل کو غیر حق کی چاہت نہیں رہی۔	٦٣
اس وقت نہ عرش رہا اور نہ فرش۔	......

مضمون	صفحہ
صفات کلیہ وجوبیہ کا نظر آنا۔	......
اپنے یقین کا پرانے کپڑے کے رنگ میں نظر آنا ایک واقعہ کی تعبیر۔	......
جو چیز دائما حاصل ہے وہ حیرت و اجنبیت ہے۔	......
بعض وقائع کی تعبیر سے عاجز رہنا۔	
اس طریقہ علیہ سے شیخ طٰہٰ فرزند شیخ عبداللہ نیازی کا جو شاہیر مشائخ سرہند میں سے ہیں۔	٦٤
اظہار جذبہ عنایت بعض دوستوں کا بطریق رابطہ راہ فقر میں جانا۔	......
ملّا قاسم، ملّا مودود محمد و عبدالرحمٰن، شیخ نور اور ملّا عبدالرحمٰن کا نقطہ فوق تک پہنچنا۔	......
ملّا عبدالباری نے اس میں استغراقی پیدا کر لیا ہے۔ اور وہ مطلق منزہ ذات کو اشیاء میں صفت تنزیہی سے دیکھتا ہے۔	......
پیر دستگیر کی دولت ہے جو طالبوں تک پہنچتی ہے۔	......
اس کمینہ کا اس فیض رسانی میں کچھ حصہ نہیں	......
حضرت پیر دستگیر کے حضرت مجدد صاحب میں۔ معنی محبوبیت ثابت کرنے کے بیان میں۔	......
مکتوب نمبر (١٥)	٦٥
یہ خط بھی اپنے مرشد بزرگ کو لکھا۔ ان احوال کے بیان میں جو ہبوط ونزول کے مقامات سے متعلق رکھتے ہیں۔ نیز بعض پوشیدہ اسرار کا بیان۔	......
مدت تک اسے تلاش کرتا رہا لیکن اپنے آپ کو ہی پاتا رہا۔ بعد کو اس کا کام اس جگہ جا پہنچا کہ اگر اپنے آپ کو پایا تو بھی اسے ہی پایا۔	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
عین بقا میں فانی ہے۔اور عین فنا میں باقی۔ لیکن الخ۔	......
روح و نفس دونوں جہتوں کی جامعیت کے بیان میں۔	......
اوپر سے فائدہ حاصل کرنا اور نیچے والوں کو فائدہ پہنچانا۔اس برزخیت کے واسطہ سے عطا کیا گیا ہے۔	......
بائیں ہاتھ سے مراد کے بیان میں	
مقلب قلوب تک پہنچنا سلوک سے وابستہ ہے	۶۶
کسی شخص کے ساتھ مقام کے تعلق کے معنی ایک رکے ہوئے عزیز کے حال کا بیان۔	......
مقامات جذبہ وسلوک کے درمیان منافات اور عدم منافات کا بیان۔	......
مکتوب نمبر (۱۶)	۶۷
یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔عروج ونزول وغیرہ کے حالات کے بیان میں۔	......
اس رسالہ کے بیان میں جو بعض دوستوں کی فرمائش سے میسر آیا۔اور حضرت خاتمیت رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی بارگاہ میں اس کی مقبولیت۔	......
مجلس میں لوگوں کا شیر ببر کی طرح نظر آنا۔	
مدارج قرب میں عروج اور مشائخ کرام کی روحانیت اور عنایات خداوندی کے طفیل تمام مشائخ کے مقامات پر سے گزارنا۔اور وجوہ ولایت کا ظہور اور مقام قلب تک نزول۔	۶۸
مراد ہونے کے باوجود اس قدر زیادہ منازل طے کرنا ہوتی ہیں کہ مرید ساری عمر میں بھی معلوم نہیں کہ طے کرسکیں۔	......

مضمون	صفحہ
افراد کے نہایت عروج کا بیان۔	......
اہل اللہ کے بارے میں بدگمانی رکھنے سے ضرر ونقصان کا احتمال غالب ہے۔	......
غیرت خداوندی سے ڈرنا چاہیے۔	......
فرق وجمع کا معنی۔	۶۰
فرق وجمع کے معنی میں اہل سکر کو خاطی قرار دینا۔	......
مکتوب نمبر (۱۷)	......
یہ خط بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔بعض ایسے احوال کے بیان مین جو عروج ونزول کے تعلق رکھتے ہیں۔	......
مکتوب نمبر (۱۸)	......
یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا اس تمکن کے بیان میں جو تلوین کے بعد حاصل ہوتی ہے۔	......
جب بھی سبحانہٗ وتعالیٰ نے یہ برکت توجہات علی احوال کی رقیت سے آزادی عطا کی۔تو حیرت و پریشانی کے سوا کچھ ہاتھ میں نہ رہا۔	۷۰
حق الیقین سے مشرف کرنا۔اور علم وعین کا ایک دوسرے کے لیے حجاب وپردہ نہ ہونا۔	......
ولایت' شہادت اور صدیقیت کے مقامات میں فرق۔	......
اس امر کی تحقیق کہ صدیقیت اور نبوت کے درمیان ایک مقام ہے جس کو قربت کہتے ہیں۔	......
یہ مقام برزخیت کی لیاقت رکھتا ہے یا نہیں مقام قربت کی بلندی اور اس مقام میں وجود کا ذات پر زائد ہونا۔	۷۱
مقام صدیقیت مقام بقا میں سے ہے۔	......
سلوک سے کیا مقصود ہے۔	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
مسئلہ قضا و قدر پر آگاہ ہونا۔ اور اصول شریعت کے ساتھ اس کی عدم مخالفت علوم و معارف کا بارش کی طرح برسانا اور افاضہ علوم کے مقصد کا بیان۔	۷۲
اللہ تعالیٰ کے قول لیس کمثلہ شی وھو السمیع البصیر کا معنی۔	......
ذوات مخلوقات کا جماد ہونا۔	......
مخلوقات کی صفات کا جماد ہونا۔	۷۳
مخلوقات کے افعال کا جماد ہونا۔	۷۴
بندوں کے اعمال پر ثواب و عتاب کے مسئلے پر ایک سوال اور اس کا جواب۔	۷۵
گفتگو کے دراز ہو جانے پر اپنے پیر و مرشد سے عذر خواہی۔	......
میاں شاہ حسین کے حال کا بیان۔	......
حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے اور شیخ نور اور اپنے ایک رشتہ جوان کا حال۔	......
مکتوب نمبر (۱۹)	۷۶
یہ مکتوب بھی اپنے پیر و مرشد کو لکھا۔	......
بعض صاحب حاجت لوگوں کی سفارش کے سلسلہ میں۔	......
مکتوب نمبر (۲۰)	......
یہ مکتوب بھی بعض صاحب حاجت لوگوں کی سفارش کے سلسلہ میں اپنے پیر دستگیر کی خدمت میں لکھا۔	......
مکتوب نمبر (۲۱)	۷۶
شیخ محمد مکی کی طرف۔ درجات ولائیت خصوصاً ولایت محمدی اور نسبت نقشبندیہ کی	

مضمون	صفحہ
بلندی اور ان کے دوام حضور کے بیان میں۔	......
فنا اور موت کے بغیر جو موت جسمانی سے قبل ہے۔ جناب قدس جل وعلا تک رسائی میسر نہیں آسکتی اور نہ باطل انہوں نے نجات مل سکتی ہے۔ اور نہ حقیقت اسلام اور کمال ایمان نصیب ہوسکتا ہے۔ اور یہ فنا ولایت میں قدم اوّل ہے۔	۷۷
ولایت کے کئی درجے ہیں۔ اور ہر نبی کے قدم پر ایک مخصوص ولایت ہے۔	......
اعلیٰ ترین ولایت وہ ہے جو ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم پر ہے۔	......
بلا اعتبار شے دیگر تجلی ذات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور تمام حجابات کا اٹھنا اور وصل عریان اور وجد حقیقی یہاں متحقق اور اس نادر الوجود مقام سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل پیروی والوں کو حصہ وافر حاصل ہے۔ یہ تجلی ذاتی اکثر مشائخ کے نزدیک برقی ہے۔ الخ۔	......
مشائخ نقشبندیہ کے نزدیک تجلی ذاتی کا دائمی حضور ان بزرگوں کے نزدیک ابتداء انتہا میں درج ہے۔	......
اس معاملہ میں ان بزرگوں کی اقتداء صحابہ کرام سے ہے۔ جس طرح ولایت محمدی تمام انبیاء کرام کی ولایتوں سے فوقیت رکھتی ہے۔ اسی طرح ان اکابر کی ولایت تمام اولیاء کی ولایتوں سے فائق اور اعلیٰ ہے۔	۷۸
دوسرے سلسلے والوں کے بعض اکابر کو	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
یہ ولایت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن ولایت صدیقیہ سے اخذ کرے۔	۷۸
اس طریقہ علیہ کے بعض کمالات کے اظہار کی غرض وغایت۔	......
مکتوب نمبر (۲۲)	۷۹
شیخ عبدالمجید کی طرف۔	......
روح اور نفس کے تعلق اور عروج ونزول اور فنا و بقا روحی و جسدی اور مقام دعوت کے بیان میں اور فانی اور مخلوق کی طرف لوٹائے گئے۔	......
اولیاء کرام کے درمیان فرق اور خدا تعالیٰ کے نور کو ظلمت اور لامکانی کو مکانی کے ساتھ جمع کرنے کا بیان۔ اور ان دونوں کے درمیان دوستی کا پیدا کرنا اور اس کا نتیجہ۔	......
اس نور کا اپنے مقام اصلی کو بھول جانا اور اس کا نتیجہ۔	......
اس نور کا اپنے مقام اصلی کی طرف رجوع کرنا اور اس کا ثمرہ اور ظلمت کا اس نور کے تابع ہونا۔	۸۰
اس نور کا مطلوب حقیقی میں مستغرق ہونے کے بعد اپنے ظلمانی متعلق کو بھول جان۔	......
فنا کے بعد بقا کے حصول اور اسم ولایت کے اطلاق و استعمال کے جواز کی صورت میں یا تو استغراق تمام ہوتا ہے۔ یا دعوت وارشاد کے لیے مخلوق کی طرف رجوع ہوتا ہے۔	......
روح کے لیے نہ داہنا ہے اور نہ بایاں۔ لیکن داہنا اس کے حلال کے زیادہ لائق اور انسب ہے۔	
نور وظلمت سے مراد۔	۸۰
سوال باوجود بقا و شعور اور توجہ و اختلاط الخ۔	۸۰

مضمون	صفحہ
اس بات کا بیان کہ نفس مجمل ہے۔ اور حواس وغیرہ اس کی تفصیل ہیں۔	......
جاننا چاہیے کہ مستغرقین ارباب سکر سے ہیں الخ۔	۸۱
مکتوب نمبر (۲۳)	......
خان خاناں کی طرف۔	......
شیخ ناقص سے اخذ طریقہ سے منع کرنے کے بیان میں۔	......
خداوند تعالیٰ حال سے خالی قال اور عمل سے خالی علم سے نجات عطا کرے۔	......
اے برادر دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔	......
جاننا چاہیے کہ بیج کا ضائع کرنا دو طرح ہے الخ۔	......
تو شیخ کامل اس طالب کی تربیت کرنے کے وقت الخ۔	۸۲
صحبت کامل کبریت احمر ہے۔ اس کی نظر دوا اور اس کا کلمہ شفا ہے۔	......
تتمہ۔ کفریہ لقب رکھنے سے روکنے کے بیان میں۔	۸۳
مسلمانوں کو اہل کفر سے دشمنی رکھنے کا حکم ہے۔	
بعض مشائخ کی عبارات میں غلبہ سکر کے باعث مدح کفر میں جو کچھ وارد ہوا ہے۔ وہ ظاہر پر محمول نہیں۔	......
کفر حقیقت نقص ہے۔	
ہوش والوں کو مستوں کی تقلید روا نہیں ہر چیز کا ایک موسم اور وقت ہے کہ اسی موسم میں وہ چیز موزوں ہوتی ہے۔	......
لقب کفریہ کے تبدیل کرنے کا حکم	......
مواضع تہمت سے بچنے کا حکم	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
مکتوب نمبر (۲۴)	۸۴
محمد قلیج خان کی طرف۔ اس بیان میں کہ صوفی کائن و بائن ہوتا ہے۔	......
اور اس امر کے بیان میں کہ دل ایک سے زیادہ اشیاء سے تعلق نہیں رکھ سکتا۔	......
اور یہ کہ محبت ذاتی کا ظہور الخ۔	......
مقربین و ابرار کی عبادت کے درمیان فرق اس امر کی تشریح اور اثبات۔	......
بندہ اور رب تعالیٰ کے درمیان حجاب صرف نفس ہے۔	......
محبت ذاتی موجود ہونے کی صورت میں محبوب کا انعام اور اس کی طرف سے تکلیف دونوں برابر ہو جاتے ہیں۔	۸۵
ابرار حق تعالیٰ کی عبادت، خوف عذاب اور طمع ثواب کے لیے کرتے ہیں۔	......
ابرار کی نیکیاں مقربین کی نسبت سیئات میں داخل ہیں۔	......
بعض مقربین بھی عبادت خوف عذاب اور امید ثواب کے لیے کرتے ہیں لیکن الخ	......
ایسے لوگوں کو کمالات نبوت سے بھی حصہ حاصل ہے۔	......
مکتوب نمبر (۲۵)	۸۶
خواجہ جہان کو لکھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین کی متابعت کی ترغیب کے بیان میں	۸۶
تمام کمالات روح و سر وغیرہ حضور کی متابعت سے وابستہ ہیں۔	۸۶
شیخ سلطان کے دو لڑکوں کے لیے سفارش۔	۸۶

مضمون	صفحہ
مکتوب نمبر (۲۶)	۸۶
حاجی محمد لاہوری کی طرف۔ اس بیان میں کہ شوق ابرار کو ہوتا ہے۔ مقربین کو نہیں ہوتا۔	......
حدیث قدسی الا طال شوق الابرار کا معنی۔	
اجرار سے کون لوگ مراد ہیں۔	......
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس قول کا معنی هکذا کنا و لکن قست قلوبنا	...... ۸۷
اپنے شیخ قدس سرہ کے اس قول کا نقل کرنا کہ واصل منتہی کو بھی کبھی گزشتہ شوق کی تمنی ہوتی ہے۔	......
رفع شوق کا دوسرا مقام۔	
واصل کے شوق کی طرف رجوع نہ کرنے پر سوال اور اس کا جواب۔	......
سیر تفصیلی کی نہایت کسی کے لیے مقصود نہیں۔	......
بیان عدم تصور توقع در حق منتہی واصل جس نے ان مراتب کو اجمالی طور پر طے کیا ہے۔	...... ۸۸
سالک لوگ سیر تفصیلی میں ہمیشہ تجلیات صفاتیہ میں بند رہتے ہیں۔	......
حق تعالیٰ کی طرف مشتاق ہونے سے کیا مراد ہے۔ اس کا جواب۔	......
مکتوب نمبر (۲۷)	......
خواجہ عمک کو لکھا۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی مدح وثنا میں۔	......
اس سلسلہ کے اکابر کے اس قول سے مراد کہ ہماری نسبت تمام کی نسبت سے فائق ہے۔	۸۹
یادداشت کے معنی۔ تجلی ذاتی کا معنی اور حضور بے غیبت کے معنی۔	......
یہ نسبت نہایت ہی نایاب ہے۔	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
مکتوب نمبر (۲۸)	۹۰
خواجہ عمک کی طرف صادر فرمایا۔	......
حال کی بلندی کے بیان میں ایسے الفاظ سے جو تنزل وبعد کا وہم ڈالتے ہیں۔	......
مکتوب نمبر (۲۹)	......
شیخ نظام تھانیسری کی طرف۔	......
ادائے فرائض کی ترغیب اور سنن و مستحبات کی رعایت اور اس امر کے بیان میں کہ فرائض کے سامنے ادائے نوافل کو کم اہمیت دی جائے اور رات کے نصف اخیر میں نماز عشاء ادا کرنے سے روکنے اور وضو کا مستعمل پانی پینے سے روکنے اور مریدوں کے پیروں کو سجدہ کرنے سے روکنے وغیرہ کے بیان میں۔	۹۱
ادائے فرائض میں سنت و مستحب کی رعایت کرنا ہزار رسالہ نوافل سے بہتر ہے۔	......
منقول ہے کہ ایک روز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز با جماعت ادا کرنے کے بعد نمازیوں کو دیکھا ایک شخص کو نماز میں نہ پایا الخ۔	......
آداب کی رعایت اور مکروہات سے بچنا اگرچہ تنزیہی ہی ہو۔ ذکر وفکر اور مراقبہ وتوجہ سے کئی مرتبے بہتر ہے۔	......
بطور زکوٰۃ ایک ٹکہ صدقہ کرنا پہاڑوں برابر صدقہ کرنے سے کئی درجے زیادہ بہتر ہے۔	......
نماز عشاء نصف شب اخیر وادا کرنا اور اسے نماز تہجد کا ذریعہ بنانا بہت ناپسندیدہ ہے حنفیہ کے نزدیک نماز عشاء رات کے نصف اخیر میں ادا کرنا مکروہ تحریمہ ہے۔	......
شوافع کے نزدیک رات کے نصف آخر میں ادا کرنا جائز ہی نہیں۔	......
صرف وتر کی تاخیر سے بھی قیام لیل اور بیداری وقت سحر میسر آ سکتی ہے۔	......
عشاء کی جو نمازیں رات کے نصف اخیر میں ادا کی ہیں انہیں قضا کرلیں۔	......
امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستحب رہ جانے کی بنا پر چالیس سال کی نمازیں قضا کیں	......
وضو کا مستعمل پانی امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نجس غلیظ ہے۔ فقہاء کرام نے اس کے پینے سے منع کیا ہے۔	۹۲
وضو کے بچے ہوئے پانی کو شفا کہا گیا ہے وہ اگر کسی کو دیا جائے تو جائز ہے۔	......
بعض دوستوں نے واقعہ میں دیکھا کہ حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ کے وضو کا مستعمل پانی صرف پئیں ورنہ ضرر عظیم لاحق ہوگا الخ۔	......
مریدوں کے اپنے پیروں کو سجدہ کرنے کی مذمت و شناعت۔ اور اس سے سختی سے روکنا۔	......
صوفیاء کے علوم احوال ہیں۔ اور احوال اعمال کے نتائج وثمرات ہیں۔ اعمال کی درستی کے بغیر احوال کا حصہ نہیں مل سکتا الخ۔	......
جس طرح مجالس اہل سلسلہ میں کتب تصوف پڑھی جاتی ہیں کتب فقہ بھی پڑھی جانی چاہئیں۔	......
تصوف جبکہ احوال سے تعلق رکھتا ہے اور قال میں نہیں آ سکتا اگر اس کی کتابوں کا مطالعہ نہ بھی کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔	......
....	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
مکتوب نمبر (۳۰)	۹۳
شیخ نظام تھانیسری کو لکھا۔ شہود آفاقی اور انفسی وغیرہ کے بیان میں۔	......
اس کی جناب کبریا اس سے بلند تر ہے کہ مجھ جیسا اس کا کچھ بیان کر سکے۔ چون بے چوں کے متعلق کیا اظہار خیال کر سکتا ہے۔	۹۴
حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے اہل اللہ فنا اور بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے اندر دیکھتے ہیں	۹۵
تجلی صوری جیسی بھی ہو سیر آفاقی میں داخل ہے۔ الخ۔	......
وجود عدم کی تعریف اکابر نقشبندیہ کے نزدیک وبقا جو فنا اتم کے بعد ہے۔ زوال اور خلل سے محفوظ ہے۔	......
وہ فنا اور بقاء جو زوال پذیر ہے احوال اور تلونیات میں سے ہے۔	......
انسان کی پیدائش سے مقصود بندگی کے وظائف ادا کرنا ہے۔	......
عشق ومحبت بھی مقاصد میں سے نہیں ہیں	......
مراتب ولایت کی نہایت مقام عبدیت ہے۔	......
اس کے اوپر کوئی مقام نہیں الخ۔	......
حضرت خواجہ نقشبند کا اس شخص کو جواب دینا جس نے دریافت کیا تھا کہ سلوک سے کیا مقصود ہے۔	......
بعض زائد امور دوران راہ سامنے آتے ہیں نہایت پر پہنچ کر وہ سب غبار کی طرح اڑ جاتے ہیں۔	۹۶
جس طرح نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے	

مضمون	صفحہ
یہ علوم وحی سے اخذ کیے اولیاء کرام نے وہی علوم بذریعہ الہام اخذ کیے۔	......
علماء دین نے یہ علوم شرائع سے بطریق اجمال اخذ کیے ہیں۔	۹۷
مکتوب نمبر (۳۱)	......
شیخ صوفی کی طرف لکھا۔ توحید وجودی کی حقیقت کے ظہور اور قرب ومعیت ذاتی کے بیان میں اور بعض سوالات و جوابات کے بیان میں جو اس مقام سے تعلق رکھتے ہیں۔	......
مسئلہ توحید وجودی کی تحقیق۔	......
فقیر اس توحید کے مشرب سے ازروئے علم حصہ وافر اور لذت عظیم رکھتا تھا۔	......
حضرت شیخ مجدد قدس سرہٗ کا حضرت خواجہ محمد الباقی کی خدمت میں حاضر ہونا۔	......
حضرت شیخ قدس سرہٗ پر ازروئے حال اس توحید کا منکشف ہونا اور اس مقام کے علوم و معارف و دقائق کا ظہور۔	۹۸
شیخ محی الدین عربی کے دقائق معارف کو ظاہر کرنا۔ الخ۔	......
اس توحید میں سکر وقت اور غلبہ حال کا بیان یہ حال مدت دراز تک رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس حال سے نکالا اور ترقی عطا کی۔	۹۹
نسبت احاطہ اور سریان اور قرب ومعیت ذاتی کا پوشیدہ ہو جانا۔	......
حق سبحانہٗ وتعالیٰ کسی شے سے اتحاد نہیں رکھتا۔	......
انقلاب حقائق عقلاً اور شرعاً محال ہے۔	......
تعجب ہے کہ شیخ محی الدین اور ان کے	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
تعین ذات واجب تعالیٰ کو مجہول مطلق کہتے ہیں الخ	
توحید وجودی کے منافی علوم و معارف کے ظہور کے وقت فقیر کو اضطراب تام لاحق تھا الخ	١٠٠
اس مبحث کو ایک مثال سے واضح کرنا۔	......
توحید وجودی کے قول کے اسباب دو وجوہ۔	......
سبب اوّل و ثانی کا بیان۔	......
تیسرے سبب کا بیان۔	......
توحید کی قسم ثالث کا بیان جو پہلی دونوں سے اعلیٰ ہے۔	......
خطائے کشفی خطائے اجتہادی کا حکم رکھتی ہے۔	
اس خطا پر کوئی عتاب و ملامت نہیں۔ بلکہ ایک درجہ ثواب ہے۔	......
مجتہد کی تقلید کرنے والے مجتہد کے حکم میں ہیں۔	......
اور خطا کی صورت میں ایک درجہ ثواب پاتے ہیں۔	......
اور اہل کشف کی تقلید کرنے والے معذور ہیں اور خطا کی صورت میں ثواب سے محروم ہیں۔	......
الہام دوسرے کے حق میں حجت نہیں لیکن مجتہد کا قول دوسرے پر حجت ہے۔	......
اہل کشف کی تقلید خطا کی صورت میں جائز نہیں اور مجتہد کی تقلید خطا کی صورت میں بھی جائز بلکہ واجب ہے۔	......
کائنات کے آئینوں میں بعض سالکوں کا شہود الخ۔	١٠١
کثرت میں وحدت کے شہود اور احدیت کے کثرت میں شہود کا بیان۔	......
لامکانی کو مکان سے باہر تلاش کرنا چاہیے	......
جو کچھ آفاق اور انفس میں دکھائی دیتا ہے وہ اس کے نشانات ہیں۔	......
بمشائخ نقشبندیہ وغیر نقشبندیہ کی ان عبارات کا جواب جو وحدت وجود اور قرب و معیت ذاتی میں صریح ہیں	......
سوال۔ جب نفس الامر میں وجود متعدد ہیں۔ الخ۔	......
سوال مذکور کا جواب اور اس کی وضاحت	......
وحدت الوجود کا قبول کرنا کشف کی بنا پر تھا اور اگر اس کا انکار ہے تو وہ الہام کی بنا پر ہے۔	......
سوال مذکور کا ایک دوسرا جواب	......
مکتوب نمبر (۳۲)	١٠٢
مرزا حسام الدین کی طرف لکھا۔ اس کمال کے بیان میں جو صحابہؓ کے ساتھ مخصوص ہے۔	......
اور اولیاء کرام میں سے کم ہی لوگ اس کمال سے مشرف ہوئے ہیں اور حضرت امام مہدی میں یہ کمال بر وجہ اتم ظہور کر گیا۔	١٠٢
اس بات کا بیان کہ فن کا کمال بہت سے افکار کے ملنے سے ہوتا ہے۔	......
پیر کی نسبت اگر ایک ہی حال پر رہے تو موجب نقصان ہے۔ دانش مند مرید کو چاہیے کہ اُسے کامل کرے۔	......
آپ نے پیر دستگیر کی نسبت کے دریافت نہ ہونے کے متعلق پوچھا تھا الخ۔	١٠٣
ہر مقام الگ اپنے علوم و معارف رکھتا ہے۔	......
صحابہ کرام کا مقام ہر دو جہت سے الگ تھا۔	......
ابتداء میں اس نسبت کا ظہور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی برکت کے ساتھ مخصوص تھا۔	......
عام دوستوں کی لغزشوں سے عموماً اور شیخ الہداد کی لغزشوں سے خصوصاً درگزر کرنا۔	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
عارضی باتوں سے ہم پیر ہونے کی نسبت اور علاقہ محبت ٹوٹ نہیں جاتا۔	۱۰۴
معانی اور درگزر اس صورت میں ہے کہ وہ جماعت ان چیزوں کو خود بھی بُرا جانے۔	......
شیخ الہداد کو خلافت اور جانشین بنانے کا بیان اور اس کی تفصیل۔	......
اس تبلیغ کا بیان جو سفارت محض کی جنس سے ہے الخ۔	......
فن کی تکمیل بہت سے افکار جمع ہونے سے ہوتی ہے۔	۱۰۵
وہ نسبت فقر جو حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ رکھتے ہیں۔ حضرت خواجہ عبدالخالق کے زمانہ میں نہیں تھی۔ واقعات پر کوئی اعتماد نہ کریں۔ کیونکہ یہ محض خیالات ہیں۔	......
بعض اہل نسبت کی نسبت سلب کرنے کا بیان۔	......
مکتوب نمبر (۳۲)	۱۰۶
ملا حاجی محمد لاہوری کو لکھا۔	......
علماء سوء کی مذمت کے بیان مین جو محبت دنیا میں گرفتار ہیں اور جنہوں نے علم کے حصول کو دنیا کا بذریعہ بنا رکھا ہے۔ اور علماء زہاد کی مدح میں جو دنیا سے بے رغبت ہیں۔	
دین کی تائید وتقویت بعض اوقات اہل فجور اور ارباب فتور سے بھی ہو جاتی ہے۔	......
یہ علم ان کے حق مضر ہے جنہوں نے اس کو کمینی دنیا کے حصول کا ذریعہ بنا لیا ہے۔	
دنیا حق تعالیٰ کے نزدیک ذلیل وخوار ہے۔	......
ایک بزرگ نے شیطان لعین کو فارغ دیکھا	۱۰۷

مضمون	صفحہ
تو اس کا راز دریافت کیا۔ الخ	......
بلاشبہ اس زمانہ میں جو سستی اور مداہنت امور دین میں ہو رہی ہے۔ وہ علماء سوء کی وجہ سے ہے۔	......
وہ علماء جو دنیا سے بے رغبت ہیں وہی علماء آخرت اور وارث انبیاء ہیں۔	......
کل قیامت کے روز ان کی سیاہی کا خون شہداء کے مقابلے میں وزن کریں گے تو ان کے خون سے ان کی سیاہی زیادہ وزن رکھے گی۔	......
”علماء کا سونا بھی عبادت ہے“ یہ علماء آخرت کے حق میں ہے اگر دنیا عزیز ہے تو آخرت خوار ہے الخ۔	......
مشائخ کی ایک جماعت نے حقانی نیتوں کے تحت اہل دنیا کی بظاہر صورت اختیار کر رکھی ہے۔ لیکن حقیقت میں دنیا سے فارغ اور آزاد ہیں۔	۱۰۸
حضرت خواجہ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہ کا بازار منٰی میں ایک تاجر کو دیکھنا۔ الخ	......
مکتوب نمبر (۳۳)	
یہ مکتوب بھی حاجی محمد لاہوری کو لکھا۔	......
ممکن حد تک عالم امر کے جواہر خمسہ کا تفصیلی بیان۔	......
فلسفی کہ شریعت سے بے بہرہ ہے عالم امر کی حقیقت سے بالکل نابینا ہے۔ وہ جو جواہر خمسہ ثابت کرتا ہے عالم خلق سے تعلق رکھتے ہیں۔	۱۰۹
عقل اور نفس کا حال جسے فلاسفہ مجردات میں شمار کرتے ہیں۔	......
عالم امر کی ابتداء مرتبہ قلب سے ہے اور	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
اس کی انتہا مقام اخفٰی پر ہے الخ	۱۰۹
ان جواہر خمسہ سے واقف ہونا اور ان کے حقائق سے مطلع ہونا حضور علیہ السلام کے کامل تابعین کو نصیب ہوتا ہے۔	......
عالم صغیر یعنی انسان میں ان تمام چیزوں کا نمونہ موجود ہے جو عالم کبیر میں پائی جاتی ہیں۔	......
عالم کبیر کے ان جواہر کا مبدء عرش مجید ہے جس طرح انسان کا دل ہے اسی لیے دل کو عرش اللہ کہتے ہیں۔	......
عالم کبیر میں عالم خلق اور عالم امر کے درمیان عرش برزخ ہے۔	......
عالم صغیر میں قلب دونوں عالموں کے درمیان برزخ ہے۔	
ان جواہر خمسہ سے واقفیت کامل اولیاء اللہ کو حاصل ہے۔	......
جس شخص کی نظر مرتبہ وجوب تک پہنچ جاتی ہے اسے ان جواہر خمسہ کے اصول بھی نظر آ جاتے ہیں۔	......
عالم امر کے حقائق ظاہر کرنے سے منع کرنے کا سبب جواہر خمسہ مقدسہ کا کچھ قدرے بیان۔	......
ان بلند جواہر کی ابتداء صفات اضافیہ سے ہوتی ہے۔ اور قلب کا ان کے ساتھ تعلق ہے۔ ان سے اوپر صفات حقیقہ ہیں اور وہ دائرہ ذات میں داخل ہیں۔	۱۱۰
تجلیات ذاتیہ کی تعریف۔	......
مکتوب نمبر (۳۵)	
یہ مکتوب بھی حاجی محمد لاہوری کو لکھا۔	......

مضمون	صفحہ
محبت ذاتی کے بیان میں۔ اس مقام میں انعام وایلام برابر ہے۔	......
سیر وسلوک سے مقصود نفس امارہ کا تزکیہ ہے تاکہ آلہٰ باطلہ کی عبادت سے نجات میسر آئے۔	......
مقربین تعذیب سے بھی اسی طرح لذت گیر ہوتے ہیں جس طرح انعام سے۔ اگر بہشت کی طلب ہے تو اس وجہ سے کہ وہ محل رضا ہے۔	......
جو چیز محبوب کی طرف سے آتی ہے وہ ان بزرگوں کو دل و جان سے مرغوب ہے اور عین مطلوب۔ اخلاص کی حقیقت اس مقام پر میسر آتی ہے۔	۱۱۱
محبت ذاتی کا بیان جس کے بغیر معاملہ خرابی میں ہے۔	......
مکتوب نمبر (۳۶)	......
یہ مکتوب بھی حاجی محمد لاہوری کو لکھا۔	......
اس بیان میں کہ شریعت تمام اخروی اور دنیوی سعادتوں کی کفیل ہے۔	......
شریعت کے تین جزو ہیں۔ علم، عمل، اخلاص جب تک یہ موجود نہ ہوں شریعت کا وجود نہیں ہوسکتا۔	۱۱۲
طریقت اور حقیقت جس کے ساتھ صوفیا ممتاز ہیں دونوں شریعت کی خادم ہیں۔	......
تینوں قسم کی تجلیات سے گزار کر ہزاروں میں سے ایک کو اخلاص اور رضا کے مقام تک پہنچاتے ہیں۔	......
کوتاہ اندیش لوگ احوال و مواجید کو مقاصد خیال کرتے ہیں۔ اور کمالات شریعت سے محروم رہتے ہیں۔ الخ	۱۱۳

Marfat.com

مضمون	صفحہ
مکتوب نمبر (۳۷)	۱۱۳
شیخ محمد چتری کو لکھا۔	......
اتباع سنت سنیہ کی تحریض و ترغیب کے بیان میں۔	......
ان بزرگوں کا طریقہ کبریت احمر ہے۔	......
مدت دراز تک علوم و معارف اور احوال و مقامات بارش کی مانند برستے رہے الخ	......
اب سنتوں میں سے کسی ایک سنت کے احیا اور زندہ کرنے کی ہی صرف آرزو ہے۔	......
اپنے باطن کو خواجگان نقشبند کی نسبت سے معمور رکھنا چاہیے۔ اور اپنے ظاہر کو سنن ظاہرہ کی متابعت سے آراستہ رکھنا چاہیے۔	......
پانچوں نمازیں اوّل وقت میں ادا کریں۔ سوائے موسم سرما کی عشاء کے۔	......
مکتوب نمبر (۳۸)	۱۱۴
یہ مکتوب بھی شیخ محمد چتری کو لکھا۔	......
واجب تعالیٰ کی ذات محبت میں گرفتاری کے بیان میں جو اسماء و صفات کے اعتبار اور شیون و اعتبارات سے منزہ ہے۔	......
اور نا رسیدہ جماعت کی مذمت میں متکلمین کے قول لا ہو و لا غیر کا معنیٰ اس ذات کو سلوب کے علاوہ کسی اور طرح تعبیر نہیں کیا جا سکتا ہے۔	......
فارسی زبان میں خدا تعالیٰ کے قول لیس کمثلہ شے کا ترجمہ	......
علم شہود اور معرفت کے لیے اس ذات سبحانہ کی طرف کوئی راہ نہیں۔	......
جو کچھ بھی لوگ جانتے یا دیکھتے یا پہچانتے	

مضمون	صفحہ
ہیں وہ سب غیر خدا ہے اس کی نفی لازم ہے۔	......
یہ نفی اولاً تقلیداً اور آخر میں جا کر تحقیقاً	......
جن ارباب سلوک نے نہایت کار تک نہ پہنچنے کے باعث چوں کو بے چوں تصور کر لیا ہے ارباب تقلید کئی مرتبے ان سے بہتر ہیں۔	......
ان کا مقتداء غیر صحیح کشف ہے۔	......
یہ جماعت فی الحقیقت ذات کی منکر ہے۔	......
امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول ماعبدناک حق عبادتک ولکن عرفناک حق معرفتک کا معنی	......
عام و خاص اور مبتدی اور منتہی کے درمیان فرق۔	۱۱۵
معرفت میں منتہی لوگوں کے قدموں کی ایک دوسرے پر فضیلت۔	......
میں چاہتا تھا کہ اپنی بے حاصلی اور نامرادی اور بے استقامتی کو لکھوں۔	......
بلند ہمت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ سفلی مرتبوں کی طرف توجہ کرے۔	......
بندہ اگر کچھ کہتا ہے تو اسی کی طرف سے لکھتا ہے۔ اگرچہ کچھ نہیں کہتا۔	......
شہود ذاتی جو بعض اکابر کی عبارات میں واقع ہوا ہے۔ نارسیدہ لوگوں کے لیے اس کا سمجھنا محال ہے۔	۱۱۶
الفاظ ہو الظاہر ہو الباطن سے توحید وجودی نہ سمجھنے کا بیان۔ اور اس معنی میں علماء کے ساتھ موافقت۔	......
جو کچھ ان لوگوں پر لازم و ضروری ہے یہ ہے کہ اوامر و نواہی کی بجا آوری میں کوشاں رہیں۔	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
فنا اور محبت ذاتی کے بغیر اخلاص میسر نہیں آ سکتا۔	......
مقامات عشرہ کو حاصل کرنے چاہیئے۔	۱۱۷
فنا ہی چیز ہے مگر اس کے مقدمات اور مبادی کسب سے تعلق رکھتے ہیں۔	......
بعض حضرات کو ریاضات و مجاہدات اور کسب مقدمات کے بغیر بھی حقیقت فنا سے مشرف کر دیا جاتا ہے۔ پھر نہایۃ النہایات پر روک دیتے ہیں یا تکمیل کی خاطر عالم کی طرف واپس کرتے ہیں۔	......
کیا وہ علماء اور صلحاء جو فنا سے مشرف نہیں ترک اخلاص سے گناہ گار ہونگے۔ اس شبہ کا جواب۔	۱۱۷
مکتوب نمبر (۳۹)	
یہ مکتوب بھی شیخ چتری کو لکھا۔ کام کا دارو مدار قلب کی اصلاح پر ہے۔ صوری اعمال اور رسمی عبادات سے حقیقت معاملہ کشف نہیں ہوتی۔	......
دل کی سلامتی اور اعمال صالحہ دونوں درکار ہیں	......
قلبی احوال اعمال صالحہ کے بغیر میسر نہیں آ سکتے۔ بغیر اعمال صالحہ دل کی درستی کا دعویٰ ملحد لوگ کرتے ہیں۔	......
مکتوب نمبر (۴۰)	۱۱۸
یہ مکتوب بھی شیخ محمد چتری کو لکھا۔	......
مقام اخلاص کے حاصل کرنے کے بیان میں منازل جذبہ و سلوک طے کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس سیر و سلوک سے مقصود مقام اخلاص کا حاصل کرنا ہے۔	......
شریعت کے تین اجزاء ہیں۔ علم، عمل اور اخلاص۔ طریقت و حقیقت تیسرے جزو کی تکمیل میں شریعت کے خادم ہیں اصل بات یہی ہے لیکن ہر ایک کی سمجھ یہاں نہیں پہنچتی اکثر لوگ خواب و خیال میں آرام کر رہے ہیں۔ کمالات شریعت کو کیا جانیں۔	......
و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و علی اٰلہٖ و صحبہ اجمعین۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العلمین۔	......
آمین۔	......

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

(از حکیم محمد موسیٰ امرتسری)

امام ربانی مجددِ الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی' نقشبندی' سرہندی قدس سرہ' السامی۔ (متوفی ۱۰۳۴ھ) کے مکتوبات شریف' کتب تصوف میں نہایت بلند درجہ رکھتے ہیں۔حضرت شیخ نے ان کو مجددانہ شان اور مجتہدانہ انداز میں تحریر فرمایا ہے۔اور ان میں بیان فرمودہ اسرار و معارف کو ملاحظہ کر کے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ حضرت شیخ اس فن میں درجۂ امامت و مقامِ اجتہاد[1] پر فائز ہیں۔

مکتوبات قدسیہ میں زیادہ تعداد ایسے مکاتیب کی ہے' جو مسائل شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت پر مشتمل ہیں۔اور بعض میں مصلحانہ اور مجددانہ انداز میں جادۂ شریعت سے ہٹے ہوئے صوفیہ خام کی غلط روش اور ان کے ناپسندیدہ افعال پر تنقید کی گئی ہے۔علماء سو کی جاہ پسندی سے اسلام کو جو نقصان عظیم پہنچ رہا تھا' اس پر اظہار تاسف کیا گیا ہے۔اکبر بادشاہ اور اس کے ملحد امراء کے کفریہ عقائد کی وجہ سے دین مبین پر جو مصیبتیں نازل ہو رہی تھیں' ان کے دفعیہ کے لیے امراء علماء اور صوفیہ کو متوجہ کیا گیا ہے۔ہندوؤں کے میل جول سے مسلمانوں میں جو قبیح رسوم رائج ہو گئی تھیں' ان سے اجتناب اور بدعت کو محو کر کے سنت کو زندہ کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔غیر مقلد شیخ مبارک کے بیٹوں ابوالفضل اور فیضی کے ملحدانہ خیالات اور ناپاک عزائم کے اثراتِ بد' روافض' خوارج' نواصب و دیگر فرق باطلہ کے بُرے عقائد کے مفاسد و مضار کے استیصال کی کوشش کی گئی ہے۔تفضیلیہ کو اہل سنت و جماعت سے خارج بتایا گیا ہے۔عقائد اہل سنت پر پختگی سے کاربند رہتے ہوئے حضرت اہل بیت' شیخین' حسنین اور جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت و احترام کا سبق دیا گیا ہے۔غرض کہ سینکڑوں مسائل شریعت و طریقت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اور ہر مکتوب کا لب لباب یہی ہے کہ اسلام کو زندگی کے ہر شعبہ پر مکمل طور پر نافذ کیا جائے۔شریعت کو طریقت پر مقدم رکھا جائے۔جو طریقت مخالفِ شریعت ہے وہ الحاد و زندقہ ہے۔[2]

حضرت شیخ مجدد علیہ الرحمۃ والغفران کی تصانیف اور علوم و معارف کے مختلف مدارج ہیں۔اور مکتوبات شریف میں بھی یہ مدارج موجود ہیں' جو مکاتیب تبلیغی اور دعوتی ہیں' وہ عام فہم ہیں اور جو مسائل تصوف پر لکھے گئے

۱۔ مسائل تصوف میں۔ ۲۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے تجدیدی کارناموں کی اہمیت و عظمت' مرتب

Marfat.com

ہیں' ان میں سے بعض بہت زیادہ دقیق ہیں............اس سلسلے میں شیخ بدرالدین سرہندی [3] رحمہ اللہ کا تبصرہ نہایت بصیرت افروز ہے وھوہذا:

"واضح ہو کہ مبداء فیاض سے باطن شریف آنجناب پر جو کچھ معارف و اسرارِ مخصوصہ وارد ہوتے تھے' ان کی چند قسمیں ہیں:۔

......ایک قسم ایسی ہے کہ آنجناب قُدِّس سِرہ کبھی ان کو زبان فیض ترجمان پر نہ لائے' اور رمز واشارہ سے بھی کبھی ظاہر نہ کیا۔ مثلاً تاویل مقطعات و متشابہات قرآنی کہ آنجناب پر منکشف ہوئے تھے۔ ......دوسری قسم وہ ہے کہ اُن کا اظہار صرف اپنے صاحبزادوں سے خاص طور پر فرمایا' دوسرے اشخاص کو اس میں شریک نہیں فرمایا' اور نہ ہی وہ معرض تحریر میں لائے گئے۔

تیسری قسم کے وہ معارف ہیں' جن کو آپ نے اپنے ان مریدوں سے جو محرمان راز و کاملین اصحاب تھے' بیان کیا۔ اور ان کے اظہار کے وقت خلوتِ خاص ہوتی تھی اور دروازے بند کر لیے جاتے تھے' اور اگر اتفاقاً کوئی اور شخص آجاتا تو سکوت اختیار فرماتے اور روئے سخن بدل دیتے اور بقیہ اسرار کو اور کسی وقت بیان فرماتے تھے۔ یہ معارف حتی الامکان تحریر نہیں کیے جاتے تھے۔ مگر جب کوئی محرم راز التماس کرتا تو بہ لحاظ اجابت سوال ایسے طریقے سے تحریر فرماتے کہ ہر کوئی شخص اس کا ادراک نہ کر سکے۔

چوتھی قسم یہ ہے کہ یہ التماس سائل یہ بہ نیت افادۂ طالبان عموماً و شمولاً تحریر کیے گئے۔

رسائل و مکاتیب و دفاتر ثلثہ وافر البرکات ان ہی اسرارِ قسم چہارم پر مشتمل ہیں اور ہر معرفت دل کے ہی پورے طور پر واضح ہو سکتی ہے' جبکہ اکبری دور کے ملحدانہ عقائد اور ماحول سے کماحقہ' واقفیت حاصل کر لی جائے اس موضوع پر محب محترم پروفیسر محمد اسلم صاحب استاذ شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی کی تحقیقی کتاب "دین الٰہی اور اس کا پس منظر" جو حال ہی میں دہلی اور لاہور سے شائع ہوئی ہے کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔ فاضل مؤلف نے اس دور کے متجددین بالخصوص شیخ محمد اکرام کے مجدد صاحب پر اعتراضات کے شافی جوابات دے دیے ہیں۔ پروفیسر محمد اسلم صاحب نے یہ کتاب لکھ کر تاریخ اور دین اسلام کی بڑی خدمت کی ہے جزاہ اللہ۔۱۲

بیماروں کے لیے شفا اور مجبوروں کے لیے وصال ہے۔" [4]

---

[3]۔ شیخ بدرالدین سرہندی خلیفہ حضرت شیخ مجدد کے حالات کے لیے (۱) حضرات القدس دفتر دوم اور روضۃ القیوم ملاحظہ ہو۔

[4] حضرات القدس مترجم اردو دفتر دوم ص ۱۰۸۔

Marfat.com

ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں:

نیز آپ کے رسائل مثل "مبداء و معاد" اور "معارف لدنیہ" کہ آپ کے احوال و مقامات خاصہ کو متضمن ہیں...... اور رسالہ "مکاشفات غیبیہ" رسالہ "اثبات النبوت" رسالہ "آداب المریدین" "شرح رباعیات حضرت خواجہ" "تعلیقات عوارف" اور "رسالہ در ردِ شیعہ" وغیرہ بھی اسرارِ قسم چہارم میں سے ہیں۔"

اس کے بعد قسم چہارم کی پُر معارف تصانیف، جن میں مکاتیب قدسیہ بھی شامل ہیں، کے علوشان اور ان کی جامعیت کو اس طرح بیان کیا ہے:۔

"یہ ملحاظ مطالب کی باریکیوں اور عبارتوں کے دقائق اور اسرار کی تحقیق اور حالات و اشارات کی تدقیق آں جناب قُدِّس سرہ کے علوِ شان اور رفعت مکان و بلندی مراتب پر کرامتِ ساطعہ اور آیہ قاطعہ ہیں۔ کشف حقائق الٰہی میں جو کچھ باریکیاں اور نازک بیانیاں آں جناب قُدِّس سرہ نے کی ہیں۔ اکابر علماء و مشائخ اس کے شیفتہ ہیں۔ اور جو کچھ دقائق متعلق بہ حضرات خمس اور توحید وجودی و شہودی اور مشاہدہ و مکاشفہ اور ایقان و ایمان، غیب و بیان، اطوار سبعہ و ظہور انوار مختلفہ و تجلیات متکیفہ و غیر متکیفہ و جمع بین التشبیہ والتنزیہ، و تنزیہہ صرفہ اور خفا باقی اطلاق و محال تعینات و تجلی برقی و دوامی و معاملہ وراء تجلی، سکر و صحو و علوم وراثت و غیر وراثت اور ولایت کی قسموں کی تحقیق یعنی صغریٰ و کبریٰ و علیا و مقام نبوت و رسالت و صدیقیت و قربت و تدلی و تدنّی و محبت و خلّت اور درجاتِ سبعہ متابعت وحدِ صباحت و ملاحت و جمع درمیان ہر دو اور سیر آفاقی و انفسی اور سیر ماوراء آفاق و انفس میں آنجناب نے بیان فرمائے ہیں وہ عقل مندوں پر ظاہر و ہویدا ہیں۔ صرف یہی علوم و معارف جو تحریر فرمائے گئے وہ علو مقال، فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے مرتبہ اعجاز میں داخل ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ابنائے روزگار اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں...... اور جب خلوت میں زبانِ الہام ترجمان سے بیان کرتے تھے تو اور ہی حال وارد ہوتا تھا۔ گویا مرقومات "قال" ہیں۔ اور ملفوظات "حال" دیبان معرفت ہیں اور یہ اتقاء نسبت و اعطا نعمت ہیں۔" ۵

شیخ بدرالدینؒ کے بیان بالا کے مطابق خواجہ محمد ہاشم کشمی نے بھی مکتوبات کو قسم چہارم کے اسرار و معارف میں شمار کیا ہے ۶...... حقیقت یہ ہے ولایت کے بلند درجات "بقا باللہ" اور "ظہور من اللہ" پر فائز شخص جس کی پرواز

۵۔ حضرات القدس دفتر دوم۔ ص ۱۰۹۔

۶۔ زبدۃ المقامات فارسی مطبوعہ نولکشور۔ ص ۱۲۴

Marfat.com

ہمیشہ بلند رہتی ہو۔ اور ہر آن اس پر حقائق الٰہیہ منکشف رہتے ہوں، وہ اپنے مقام سے ارادۃً خواہ کتنا بھی نزول کر کے اسرار و رموز بیان کرے، وہ پھر بھی علماء ظاہر اور ابتدائی مدارج کے صوفیہ کے فہم و ادراک سے بالا ہوں گے۔
اگر چہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ مکتوبات اسرار قسم چہارم میں سے ہیں۔ لیکن ان میں بیشتر وہ مکاتیب بھی شامل ہیں، جن میں تیسری قسم کے اسرار و معارف مندرج ہیں۔ جیسا کہ تیسری قسم کے معارف کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

''مگر جب کوئی محرم راز التماس کرتا تو بہ لحاظ اجابتِ سوال ایسے طریقے سے تحریر فرماتے کہ ہر کوئی شخص اس کا ادراک نہ کر سکے۔''

اس قسم کے دقیق اور عسیر الفہم مکاتیب کے بارے میں حضرت شاہ احمد سعید مجدّدی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۲۷۷ھ) فرماتے ہیں:۔

''فہمیدن تدقیقاتِ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نہایت مشکل است کسیکہ در علوم ظاہر یہ ید طولانی داشتہ باشد و سلوک و مقاماتِ مخصوصۂ آں جناب ہم بوجہ لائق نمودہ البتہ او را منا سبتے بہ فہم آں معارف پیدا خواہد شد و الّا فلا...... این فقیر مکتوباتِ قدسی آیاتِ ایشاں را از جناب شاہ صاحب قبلہ (شاہ غلام علی دہلویؒ متوفی ۱۲۴۰ھ) خواندہ و سالہا در خدمتِ ایشاں حل مواضع مغلقۂ آں نمودہ و شنیدہ و بعد وفاتِ ایشاں تا ایں دم کہ قریب چہل سال شدہ گاہے درس و مطالعہ آں موقوف نہ داشتہ فی الجملہ قدرت در حلِ آں بدست آوردہ است از دیگراں چہ گوید۔'' [۷]

مکتوبات کی تعداد اور ترتیب و تدوین کی کیفیت

پہلا دفتر ''دار المعرفت ۱۰۲۵'' کے تاریخی نام سے موسوم ہے، اس میں ۳۱۳ مکتوبات ہیں۔ اس دفتر کو خواجہ یار محمد جدید [۸] بدخشی طالقانی رحمہ اللہ مرید حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ نے ۱۰۲۵ھ میں جمع کیا۔ مکتوب ۱۱۳ میں حضرت شیخ مجدد کا ارشاد نقل ہے کہ اس دفتر کو اسی مکتوب پر ختم کریں اور ۳۱۳ کے عدد کی رعایت کریں، کیونکہ پیغمبرانِ مرسل، صحابۂ اہل بدر کی تعداد کے مطابق ہے اور دفتر دوم کے دیباچے میں تحریر ہے:۔

''چوں جلد اوّل مکتوبات بہ عددِ سہ صد و سیزدہ ۳۱۳ مکتوب رسید حضرت ایشاں سلمہ اللہ تعالیٰ فرمودند کہ برہمیں عدد ختم کنند کہ موافق عدد پیغمبران مرسل است صلوٰت اللہ تعالیٰ علیٰ نبینا

[۷] مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ مولفہ شاہ محمد مظہر مجددی مطبوعہ ۱۲۸۲ھ در اکمل المطابع دہلی۔ ص ۱۳۶۔
[۸] ان کے نام کے ساتھ ''جدید'' اس لیے لکھتے ہیں کہ ان کے ہم نام ایک اور بزرگ ان سے قبل حضرت شیخ کے مرید ہو چکے تھے۔ فرق و امتیاز کی خاطر مرید سابق کو ''قدیم'' اور ان کو ''جدید'' لکھتے ہیں طالقان ایران کے ایک شہر کا نام ہے۔

Marfat.com

وَ عَلَیْهِم و نیز موافقِ عدد اہل بدر است رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِم اَجْمَعِیْنَ تبرکاً و تیمناً بر آں عدد ختم نمودہ آمد۔"

مکتوب ۳۱۳ میں جو خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمہ اللہ کے نام ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ اس کے بعد صاحبزادہ محمد صادق علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۰۲۵ھ فرزند اکبر حضرت مجددؒ) قدس سرہٗ کے وہ تین عریضے، جو انہوں نے حضرت مجدد کی خدمت عالیہ میں لکھے تھے، وہ بھی شامل کر دیے جائیں۔ تاکہ ان عرائض کے پڑھنے والے صاحبزادہ محمد صادق کے حق میں دعائے خیر کریں۔ حضرت کے ارشاد گرامی کے مطابق دفتر اوّل کے آخر میں یہ تین عریضے بھی شامل کر دیے گئے۔

دوسرا دفتر جس کا تاریخی نام "نور الخلائق" ۱۰۲۸ ہے۔ اس میں اسماء حسنیٰ کے مطابق کل ۹۹ مکتوبات ہیں۔ اس دفتر کے جامع خواجہ عبدالحی ابن خواجہ چاکر حصاری (رحمہا اللہ) ہیں۔ جناب مرتب دیباچہ دفتر دوم میں لکھتے ہیں کہ اس دفتر کی تدوین و ترتیب کا کام میں نے حضرت خواجہ محمد معصوم (متوفی ۱۰۷۹ھ) کے حکم سے کیا ہے...... دفتر سوم کے دیباچے میں لکھا ہے:۔

"چوں آں جلد بہ نود و نہ مکتوب رسید کہ مطابق اسماء حسنی است برہماں ختم شد در سالے (سال) کہ تاریخ آں از "نور الخلائق" ۱۰۲۸ ہویدا است"

تیسرا دفتر "معرفت الحقائق" کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے جامع خواجہ محمد ہاشم کشمی برہان پوری رحمہ اللہ مرید حضرات امام ربانی قدس سرہ ہیں۔ انہوں نے اس دفتر کو حضرت امام ربانی کی خدمت میں رہ کر مدوّن کیا۔ اس کے دیباچے میں لکھا ہے کہ مطابق عددِ سُورِ قرآنی ۱۱۴ مکتوبات ہیں سال اتمام جلد ثالث لفظ "ثالث" ۱۰۳۱ سے برآمد کیا ہے۔ مگر واقعۃً اس دفتر میں ۱۲۴ مکاتیب ہیں۔ اور بعض نسخوں میں کم ہیں مطبع نولکشور ۱۱۳ کے چھپے ایڈیشن میں صرف ۱۲۲ ہیں۔ اور ایک میں ۱۲۳۔

اس دفتر کے مکتوب ۱۱۵ کے حاشیہ میں حضرت مولانا نور احمد مرحوم محشی مکتوبات لکھتے ہیں:

"بداں کہ در خطبۂ ایں جلد مصرح ست کہ جملہ مکاتیب ایں جلد یک صد و چہاردہ اند مطابق عددِ سُورِ قرآنی، پس این نہ مکاتیب اخیرۂ ایں جلد شاید بعد ازاں بمعرضِ تسوید آمدہ باشد و ملحق شدہ فافہم واللہ اعلم۔" [9]

پھر مکتوب ۱۲۴ کے حاشیہ میں یہ لکھا ہے:۔

"بداں کہ ایں مکتوب در بعضے نسخ خطیہ یافتہ شد فالحقناہ وجعلناہ خاتمۃ المکاتیب و حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ نسبت بایں مکتوب فرمودہ اند کہ آں مکتوب داخل جلد ہائے مکتوبات

9۔ دفتر سوم (معرفۃ الحقائق) حصہ نہم مکتوب ۱۱۵۔ ص ۱۰۴ طبع امرت سر۔

Marfat.com

فارسی آیات نہ شدہ۔'' ۱۰

حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مکتوب ۱۲۴ حقیقتِ کعبہ کے اسرار کے بیان میں ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ نے بھی اسی مضمون کا ایک خط مرزا امان اللہ برہان پوری کے نام لکھا ہے۔ اس میں اپنے گرامی کے مذکورہ بالا مکتوب کا حوالہ دیتے ہوئے یہ تحریر کیا ہے:۔

''حضرت ایشانِ ما...... قَدَّسَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ بِسِرِّہِ الْاَقْدَس ۔ در مکتوبیکہ داخل سہ جلد مکتوبات نیست نوشتہ اند......'' ۱۱

حضرت مولانا نور احمد نے حضرت خواجہ کے اس ارشاد سے یہ اخذ کیا ہے کہ یہی مکتوب خاتمۃ المکاتیب ہے جو شامل ہونے سے رہ گیا تھا۔ لیکن سمجھنا یہ چاہیے کہ دفتر سوم کے جو ۱۲۴ مکتوبات ہیں ان میں یہ شامل نہیں۔

دفتر سوم کے ساتھ ملحق ہونے والے مکاتیب کے بارے میں دفتر سوم کے جامع خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمہ اللہ کا بیان بہت واضح ہے۔ وھو ہذا

''بعد از اتمامے جلد ثالث و مجوری ۱۲ بندہ از آستان بعضے مکاتیب دیگر کہ شروع دفتر چہارم بود بہ ظہور آمدہ بود و ہنوز بہ چہاردہ ۱۴ مکتوب نہ رسیدہ کہ آں ماہ چہاردہ آسمانِ قطبیت رو در نقاب مغرب تراب کشیدہ قَدَّسَ اللّٰہُ تَعَالٰی سِرَّہُ الْاَنْوَر وَ نَوَّرَ مَضْجَعَہُ المعطر بحرمة سيد البشر و الصلوة و السلام عليهِ وَ عَلٰى الہ و اصحابِہ احبائِہ الٰى يوم المحشر ناچار آں مکتوب را داخل جلدِ ثالث نمودہ شد۔'' ۱۳

خواجہ محمد ہاشم کے مندرجہ بالا بیان کی روشنی میں یہ سمجھنا چاہیے کہ تین مکتوب اور بھی ہیں، جو مکتوبات کے اکثر خطی نسخوں میں شامل نہیں ہو سکے واللہ اعلم بالصواب...... اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جس اہتمام کے ساتھ حضرت شیخ کی زندگی میں مکتوبات کے تین دفتروں کو محفوظ کیا گیا۔ بعد میں معرضِ تسوید میں آنے والے مکاتیب کو اُس اہتمام کے ساتھ جملہ خطی نسخوں کے آخر میں شامل نہیں کرایا جا سکا وگرنہ کسی نسخہ میں کم اور کسی میں زیادہ کا معاملہ نظر نہ آتا۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ اور صاحب ''روضۃ القیومیہ'' خواجہ کمال الدین محمد احسان اللہ کے بیانات جو آئندہ اوراق پر نقل ہوں گے۔ ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خاتمۃ المکاتیب وہ مکتوب ہے جو امرت سر والے ایڈیشن اور پیشِ نظر ترجمہ میں نمبر ۱۲۳ بنام نور محمد تہاری ہے۔ مگر نور احمدؒ نے مکتوب ۱۲۴ کو جو انہیں بعد میں ملا

۱۰۔ دفتر سوم (معرفۃ الحقائق) حصہ نہم مکتوب ۱۲۴۔ ص ۱۴۶ طبع امرت سر

۱۱۔ مکتوبات خواجہ محمد معصوم مطبوعہ ۱۸۸۷ء در مطبع نظامی کانپور مکتوب ۲۴ ص ۴۱

۱۲۔ دفتر سوم کی تکمیل کے بعد یہ سرہند شریف سے چلے گئے تھے۔

۱۳۔ زبدۃ المقامات مطبوعہ نولکشور لکھنو ص ۲۴۱

Marfat.com

خاتمۃ المکاتیب قرار دیا ہے۔ یہ تقدم و تاخر بے اہتمامی کی دلیل ہے۔

ہر سہ دفتر مکتوبات شریف کی کل تعداد ۵۳۶ ہے۔ پہلے دفتر کے بیس مکتوبات وہ ہیں جو حضرت شیخ مجدد نے اپنے مرشد خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۲ھ) کی خدمت میں ارسال کیے دو مکتوب حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کے نام ہیں اور ان کے بیٹے مولانا نور الحق کے نام ایک طویل مکتوب ہے۔ ایک جہانگیر بادشاہ کے نام لکھا ہوا ہے۔ دو مکتوب کسی معتقد خاتون اور ایک ہردے رام ہندو کے نام ہے۔ جہانگیر کے دربار کے ممتاز اُمراء و ارا کین کے نام بہت زیادہ خطوط ہیں' جن میں سے خان خاناں' خانِ اعظم' خانِ جہاں' مرزا داراب خاں' قلیج خاں' خواجہ جہان' لالہ بیگ اور سید فرید بخاری گورنر لاہور کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ امراء میں سے سب سے زیادہ خطوط نواب سیّد فرید بخاری کے نام ہیں۔ بقیہ اپنے فرزندانِ گرامی قدر' مریدین' معتقدین' معاصر علماء اور مشائخ کو لکھے ہوئے ہیں۔

مکتوبات مختصر مضامین پر مشتمل بھی ہیں اور اکثر بے حد طویل مباحث کا احاطہ کیئے ہوئے ہیں۔ یہ طویل مکتوبات رسائل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور حضرت مجدد کے انداز تحریر اور زور بیان کا یہ عالم ہے کہ فیضان نسبتِ فاروقی کے دھارے بہہ رہے ہیں۔ ہر ایک سطر سے عیاں ہوتا ہے کہ رگ فاروقی جنبش میں اور غیرتِ ایمانی جوش میں ہے۔

استدراک

جناب ملک حسن علی صاحب بی۔ اے جامعی نے لکھا ہے:

''آخری مکتوب ۱۲۳ جو نور محمد تہاری کے نام ہے' بعض مبصرین ۱۳ اسے جعلی اور مصنوعی قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ اس مضمون اور مکتوب کی بعض باتیں خلاف شرع اور خلاف مشرب حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔'' ۱۴

ملک صاحب جو علامہ ابن تیمیہ کی تعلیمات کے عاشق صادق ہیں' نے محض اپنے ذاتی خیالات و معتقدات کی بنا پر اس پُر حقائق و معارف مکتوب کو جعلی اور خلاف شریعت لکھ دیا ہے۔ ملک صاحب کو یہ مکتوب اس لیے خلاف شریعت نظر آیا کہ اس میں مدراج ولایت بیان کرتے ہوئے حضرات آئمہ ان حضرات کے بعد حضرت

۱۳۔ راقم نے ملک صاحب کو خط لکھ کر دریافت کیا کہ اُن ''مبصرین'' کے نام بتایئے' جنہوں نے اس مکتوب کو جعلی اور خلاف شریعت قرار دیا ہے؟ ملک صاحب نے جواب میں لکھا کہ ''مولانا کریم بخش صاحب پروفیسر عربی گورنمنٹ کالج لاہور نے اپنی کتاب تعلیمات امام اہل سنت میں یہ تحقیق پیش کی ہے۔''...... ایک مولوی کریم بخش ''مبصرین'' ہو گئے یا للعجب!

۱۴۔ تعلیمات مجددیہ۔ ص ۴۸۔

Marfat.com

غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ مقام و منصب عطا ہوا۔ اور تا ایں دم تمام واصلین و کاملین کو ان ہی کے ذریعے فیض پہنچتا ہے۔ اور شیخ مجدد رحمہ اللہ حضرت شاہ جیلان قدس سرہ کے نائب مناب ہیں۔ یہ حقائق حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ علیہ کی بیت

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَ شَمْسُنَا

اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَا تَغْرُبُ

(ترجمہ: پہلوں کے آفتاب غروب ہوگئے اور ہمارا آفتاب انتہائی بلندیوں پر ہے۔ اور کبھی غروب نہ ہوگا۔)

کی تشریح کرتے ہوئے بیان کیے ہیں۔ علامہ ابن تیمیہ کے "نظریہ مخدومیت"[15] اور "توحید خالص" کیقائل شخص کو ایسی باتیں ضرور خلاف شرع نظر آئیں گی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلے کو جملہ سلاسل کے اولیاء اللہ اور علماء اہل سنت نے تسلیم کیا ہے۔ اور تمام مشائخ سلسلۂ مجددیہ نے شیخ مجدد قدس سرہٗ کے اس کلام کو دل و جان سے مانا ہے۔ اور کسی نے بھی حضرت کے اس خط کو جعلی اور خلاف شریعت قرار نہیں دیا صاحب "روضۃ القیومیہ" اور حضرت خواجہ معصوم رحمہ اللہ نے اس مکتوب کے ظہور میں آنے کا سبب بتایا ہے۔ پہلے "روضۃ القیومیہ" کی تصریح ملاحظہ ہو:۔

"ایام مرض (وفات) میں ایک روز آں حضرت نے فرمایا کہ آج حضرت غوث الاعظم تشریف فرما ہو کر فرماتے ہیں کہ لوگ میرے اس شعر:

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَ شَمْسُنَا

اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَا تَغْرُبُ

کے معنوں کی بابت حیران ہیں.......... اگر آپ اس کا حال لکھیں تو آپ کو اس مرض سے

15۔ شیخ ابن تیمیہ حرانی کے "نظریہ مخدومیت" پر علامہ مناظر احسن گیلانی نے خوب تبصرہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو "مقالات احسانی" مطبوعہ کراچی۔ اس نظریہ کے تحت حضرت شیخ مجدد کے اکثر وہ نظریات جن کی بنیاد کشف و مشاہدے پر ہے غلط ٹھہرتے ہیں۔ اور ان کی کرامات و خوارق عادات جو ان کے خلفاء نے بیان کی ہیں وہ بے حقیقت ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اور دیگر تحقیقات بھی علامہ کی "نکھری ہوئی توحید" کے معیار پر ہرگز پوری نہیں اترتیں۔ چنانچہ علامہ مسعود عالم ندوی نے جرأت رندانہ سے کام لیتے ہوئے صاف لکھا ہے:۔

"تصوف و سلوک و تزکیہ کے بارے میں عاجز نے مطالعہ کے بعد اور انشراح صدر کے ساتھ ایک مسلک اختیار کیا ہے۔ اپنی طبیعت و مزاج کے لحاظ سے صرف امام ابن تیمیہ (ف ۷۲۸ھ) کے ہاں بھی کمزور محسوس ہوتی ہے۔"

دیباچہ مکاتیب سید سلیمان ندوی بنام مسعود عالم ندوی مطبوعہ لاہور ص ۱۴) حق یہ ہے کہ مسعود عالم ندوی صاحب نے جملہ مقلدان ابن تیمیہ کے ضمیر کی ترجمانی کردی ہے۔ اور جب یہ معیار قائم کرلیا گیا ہے تو حضرت مجدد کا نام کیوں لیا جاتا ہے؟

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش من انداز قدت را می شناسم۔

Marfat.com

صحت ہو جائے گی۔ چونکہ حضرت قیوم اول رضی اللہ عنہ کو لقائے پروردگار کا شوق بہت تھا۔
اس لیے بہ کثرتِ شوق آپ آب دیدہ ہوئے۔ اور یہ دعا اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی بار بار
پڑھتے اور فرماتے کہ طبیب کہہ دے کہ تم لاعلاج ہو تو میں بہت سا روپیہ راہ خدا میں صرف
کروں۔ مرض موت میں آں حضرت نے قیوم ثانی معصوم زمانی کو وصیت فرمائی کہ مذکورہ
بالا شعر کا حل ضرور لکھنا اور خود زبان مبارک سے اس کی تشریح کر دی۔ حضرت قیوم ثانی رضی
اللہ عنہ نے آنجناب کی اس وصیت کو آپ کی عزاداری کے دنوں میں پورا کیا اور مکتوبات کی
تیسری جلد میں داخل کر دیا چنانچہ اس جلد کے اخیر میں درج ہے۔ جو مکتوب شیخ نور محمد تہاری
کے نام ہے.......... اس کے بعد آں حضرت کو چند روز کے لیے صحت ظاہری نصیب ہوئی
جو صحت میں بھی حاصل نہ تھی۔'' [16]

اب حضرات خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ کے اپنے بیان پر غور کیا جائے۔ وھو ہذا:۔

در ایام نقاہت مرض پیشین می فرمودند کہ من مستغرق کمالاتِ اہل بیت رسول ﷺ و دراں
ضعفہا با کمال استبشار بیان می فرمودند کہ مرا در باغ اہل بیت سر دادہ اند و بہ عجائب و غرائب
آں موطن مشرف می سازند و شطری ازاں در معرض اظہار نیز آوردند و بعضے خصائص و کمالاتِ
حضرت امیر را کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کہ دیدۂ فکر و وہم اندیشہ ازاں خیرہ و در راہ است' مشروح
ساختند و ہم چنیں کمالاتِ سائر دوازدہ ائمہ را فرمودند' باریں تقریب کمالات و خصائص
حضرات شیخین و حضرت ذی النورین را بیان نمودند و نسبت و منزلت ہر کدام ازیں خلفائے
اربعہ و اہل بیت را بآں سرور علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ الصلوٰۃ والسلام مشروح ساختند و بعضے از
خدمات شائستہ خود را کہ بوقوع آمدہ نیز درمیان آوردند و قدرے از کمالات حضرت شیخ
عبد القادر جیلانی را ہم بیان کردند' چنانچہ در مرض اخیر ایں ذرہ حقیر را وصیت بہ نوشتن بعضے
ازیں اسرار کہ قابل اظہار بود نمودند۔ چنانچہ ایں فقیر بہ مقتضائے وصیت در ایام عزای آں
حضرت بحسب فہم قاصر خویش با چشم گریاں و دلِ ریش موجہ روضۂ منورہ نشستہ آں دُرہائے
ناسفتہ را در سلک نظم (یعنی ترتیب دادہ) کشید و داخل مکتوبات قدسی آیاتِ آں حضرت
گردانید۔ چنانچہ ختم مکتوبات بہ ہماں مرقومات مقرر گشت۔'' [17]

مؤلف روضۃ القیومیہ کی صراحت اور خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ کی شہادت سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے کہ

[16] روضۃ القیومیہ۔
[17] مکتوبات خواجہ محمد معصوم مکتوب ۱۹۳۔ ص ۳۷۷ (مطبوعہ مطبع نظامی کانپور)

Marfat.com

اس مکتوب شریف کے معارف حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے بیان فرمودہ ہیں اور خواجہ محمد معصوم نے حسب وصیت ان کو مرتب کر کے مکتوبات کے آخر میں شامل کر دیا تھا۔ اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت کا یہ مکتوب بالکل آخری ہے۔ لہٰذا اسے سب سے آخر میں درج ہونا چاہیے اور حضرت شیخ قدس سرہٗ کا یہ کلام اس وقت کا ہے جبکہ آپ کے مدارج علیہا عین نقطۂ عروج پر تھے..........اس خط کو جو نور محمد تہاری [18] کے نام لکھا گیا ہے۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے بھی حضرت غوث اعظم کی مذکورہ صدر بیت کے معنی دریافت کیے ہوں گے۔ لہٰذا ان ہی کو مکتوب الیہ قرار دے دیا گیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت نے کسی اور جگہ ان معارف کو بیان کیا ہے یا نہیں؟

''مکاشفات [19] غیبیہ'' مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ مرتبہ خواجہ محمد ہاشم کشمی، جس کے شروع میں جامع نے لکھا ہے کہ ''معارف آں اوراق از علوم سابقہ اند''..........اس کے مکاشفہ ۱۶ کے اندر مشروح ہے:

''باید دانست کہ واصلانِ ذات ازیں بزرگواران کو بہ 'افراد' ملقب اند نیز اقل قلیل اند و اکابر صحابہ و ائمہ اثناعشر از اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بایں دولت فائض اند و از اکابر اولیاء اللہ قطب غوث الثقلین قطب ربانی محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی است قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ الاقدس بایں دولت ممتاز اند و دریں مقام شان خاص دارند کہ اولیاء دیگر ازاں خصوصیت قلیل النصیب اند ہمیں امتیاز فضلے باعثِ علو شان ایشان شدہ است۔ فرمودہ اند قدمی ھذہ علٰی رقبۃ کلّ ولی اللّٰہ......اگرچہ دیگراں را ہم فضائل و کرامات بسیار است لما قرب ایشاں بآں خصوصیت از ہمہ زیادہ تر است، درعروج بآں کیفیت کسے بہ ایشاں نمی رسد، با اصحاب و آئمہ اثناعشر دریں باب مشارک اند......ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ، وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ [20]

حضرت شیخ مجدد رضی اللہ عنہ کے اس مکاشفہ کے نقل کیے جانے کے بعد مزید کسی وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ تاہم اس مسئلے میں چند اور بزرگوں کے حوالے اور آراء نقل کی جاتی ہیں۔ تاکہ ثابت ہو جائے کہ یہ اجماعی

۱۸۔ شیخ نور محمد کے حالات روضۃ القیومیہ میں بایں الفاظ مرقوم ہیں! ''آپ آنحضرت رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہیں، سلوک باطنی حاصل کر کے خلافت پائی۔ تیسری جلد کا آخری مکتوب آپ کے نام لکھا گیا ہے، جس میں مرض موت کے وقت حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شعر کی جو شرح بیان فرمائی، مندرج ہے۔'' (ص ۳۳۹) بعض مکتوبات میں آپ کے نام کے ساتھ ''تہاری'' لکھا ہے۔ مگر روضۃ القیومیہ مترجم اور بعض دوسری کتابوں میں ''بہاری'' تحریر ہے۔ بہاری صحیح معلوم ہوتا ہے۔

۱۹۔ سب کتابوں میں ''مکاشفات غیبیہ'' نام لکھا ہے۔ مگر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب کا خیال ہے۔ ''عینیہ'' صحیح ہے۔

۲۰۔ مکاشفات غیبیہ (عینیہ) شائع کردہ ادارہ مجددیہ کراچی۔ ص ۴۰۔

Marfat.com

مسئلہ ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے نامور خلیفہ اور بانی سلسلہ آدمیہ حضرت سیّد آدم بنوری رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۵۳ھ) نے اپنی تصنیف "خلاصۃ المعارف" میں وہی کچھ لکھا ہے جو اُن کے مرشد نے ارشاد فرمایا ہے۔ ۲۱

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۷۶ھ) نے "القالۃ الوضیہ فی النصیحہ والوصیہ" میں اپنے مشاہدے کو اسی طرح بیان کیا ہے۔ اور حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۲۵ھ) نے حضرت شاہ صاحب کے کلام کی تائید و تشریح اس طرح کی ہے:۔

"آں چہ حضرت شیخ در قطبیت آئمہ اثناعشر نوشتہ ایں مضمون را حضرت امام ربانی قطب صمدانی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ در شرح بیت حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نوشتہ این ست بیت:

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَ شَمْسُنَا

اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَا تَغْرُبُ

وفقیر آن را در "شمشیر برہنہ" (تصنیف قاضی صاحب) نوشتہ" ۲۲

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم پیشوا شاہ غلام علی دہلوی رحمہ اللہ (متوفّی ۱۲۴۰ھ) نے حضرت شیخ مجدد کے اس مکتوب کا خلاصہ شیخ مجدد کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ ۲۳

عارف باللہ شاہ فقیر اللہ علوی نقشبندی شکارپوری رحمہ اللہ (متوفّی ۱۱۹۵ھ کے مکاتیب میں مکتوب ہفتم ہشتم و چہل و نہم اسی مسئلے پر ہیں اور ہر مکتوب ایک رسالے کی حیثیت رکھتا ہے۔ ۲۴

حاجی فضل اللہ نقشبندی قندہاری قدس سرہٗ الباری (متوفّی ۱۲۳۸ھ) نے اپنی تالیف "عمدۃ المقامات" (فارسی) میں حضرت شیخ مجدد کے زیر بحث مکتوب کی عبارت نقل کر کے اس مسئلے کو موکد کیا ہے۔ ۲۵

۲۱۔ خلاصۃ المعارف بحوالہ مکتوبات شاہ فقیر اللہ نقشبندی شکارپوری۔ ص ۲۰۵..... خلاصۃ المعارف ابھی تک طبع نہیں ہوئی۔ اس کے مخطوطات بھی کم یاب ہیں۔ اس کی پہلی قسم (جلد) میرے ذاتی کتب خانے میں موجود ہے جس کے ۱۴۴ اوراق ہیں۔ محولہ بالا مضمون دوسری قسم (جلد) میں مسطور ہے۔ جیسا کہ پہلی قسم کے ورق ۱۳۲ پر لکھا ہے:۔

"بیان ایں چہار ولایت در باب دوم در فصل دوم در قول ثانی از قسم ثانی ایں کتاب واضح و مفصل شدہ است۔"

خلاصۃ المعارف کا ایک قلمی نسخہ ذخیرہ شیرانی دانش گاہ پنجاب ۳۴۱۲ / ۲۰۷ ف میں بھی موجود ہے۔ مگر میں یہ نسخہ اس وقت دیکھ نہیں سکا۔

۲۲۔ مجموعہ وصایا اربعہ مرتبہ محترم پروفیسر محمد ایوب قادری ایم۔ اے شائع کردہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد..... ص ۶۵۔ ۴۹۔

۲۳۔ درالمعارف فارسی (ملفوظات شاہ غلام علی) مرتبہ شاہ رؤف احمد شائع کردہ مکتبہ اسلامیہ گجرات ضلع مظفر گڑھ۔ صفحہ ۲۳۱۔ اور شاہ صاحب نے اسی مکتوب کا خلاصہ رسائل سبع سیارہ میں اپنے قلم سے نقل کیا ہے۔

۲۴۔ مکتوبات شاہ فقیر اللہ مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور

۲۵۔ عمدۃ المقامات شائع کردہ خانقاہ مجددیہ ٹنڈو سائیں داد (حیدرآباد) مطبوعہ ۱۳۵۵ھ ص ۱۴۰۔

Marfat.com

اس مسئلے پر نقشبندی صوفیہ کی متعدد تحریریں اس وقت میرے پیش نظر ہیں۔ جن کے حوالے طوالت کا باعث ہوں گے۔ لہٰذا ذیل میں حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے ارشادات نقل کر دینے کافی سمجھتا ہوں۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۱۹۵ھ) فرماتے ہیں:۔

"صوفیہ اہل سنت بر قطعیت دوازدہ امام صلوٰۃ اللہ علیہم متفق اند۔" ۲۶

یہ ملحوظ رہے کہ جس طرح اہل رفض نے حضرت علی اور حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حالات اور تعلیمات کو اپنی کتابوں میں بالکل غلط انداز میں پیش کیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے آئمہ اثنا عشر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعلیمات کو تبدیل کر دیا ہوا ہے۔ اور لاتعداد من گھڑت روایتیں ان کی طرف منسوب کر دی ہوئی ہیں۔ مگر اہل سنت و جماعت ان کے دعویٰ جب اہل بیت اور ان کی وضعی روایات کے پس منظر سے پورے طور پر واقف ہونے کے بنا پر ان کر کان نہیں دھرتے اور اہل بیت رسول (ﷺ) اور اولاد علی رضی اللہ عنہم کی محبت کا دم بھرتے ہیں...... یہ بھی واضح رہے کہ صوفیہ کے عقائد پر تاریخ اثر انداز نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ اپنے مشاہدات و مکاشفات کو نظر انداز نہیں کر سکتے اور حصولِ فیوض اور وصولِ مقام قرب ان کے مدنظر رہتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۳۹ھ) کا محدثانہ وصوفیانہ ارشاد ملاحظہ ہو:۔

"نیز آئمہ پسین مثل حضرت سجاد و باقر و صادق و کاظم و رضا ہمہ مقتدایانِ و پیشوایاں اہل سنت بودہ اند کہ علماء ایشاں مثل زہری و امام ابوحنیفہ و امام مالک تلمذ از انجناب کردہ اند و صوفیہ آں وقت مثل معروف کرخی وغیرہ از انجناب فیض اندوختہ و مشائخ طریقت سلسلۂ آنحضرات راسلسلۃ الذہب نامیدہ و محدثین اہل سنت زاں بزرگواراں در ہر فن خصوصاً در تفسیر و سلوک دفتر دفتر احادیث روایت کردہ......" ۲۷

مندرجہ بالا ارشاداتِ اولیاء و علماء جملہ اہل سنت کا عقیدہ ہیں۔ البتہ نواصب کے لیے ضرور خلاف شریعت ہیں۔

مکتوبات کی مقبولیت

فارسی زبان میں تصوف کی سب سے پہلی مستند کتاب حضرت شیخ علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی قریب ۲۸ بہ ۴۹۰ھ) کی "کشف المحجوب" ہے اور اس کو جو مقبولیت و شہرت

۲۶۔ مقامات مظہری مؤلفہ شاہ غلام علی دہلوی۔ مطبوعہ مطبع احمد دہلی ۱۲۶۹ھ۔ ص ۱۲۷

۲۷۔ تحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ مطبع حسنی دہلی ۱۲۷۱ھ۔ ص ۴۸۱

Marfat.com

حاصل ہوئی وہ اظہر من الشمس ہے۔ اس کے ۵۳۵ سال بعد منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونیوالی کتاب مجموعہ مکاتیب حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ کو وہی مقبولیت وشہرت حاصل ہوئی۔ اوّل الذکر تصنیف منیف پاک وہند کے اولین مبلغ وداعی اسلام پر دارد شدہ رموز واسرار طریقت وحقیقت ومعرفت کا بیش بہا گنجینہ ہے تو ثانی الذکر یہاں کے مجدد اسلام کے بیان فرمودہ حقائق شریعت وطریقت کا بہترین مجموعہ اور دقائق وغوامض حقیقت ومعرفت کا نہایت اعلیٰ خزینہ ہے...... پاک وہند ماوراء النہر اور دیار عرب کے علماء وفضلاء اور اصفیاء عرفا نے اسے مرشد طریق قرار دیا۔ قریباً پونے تین سو سال تک طالبانِ حق اس کے خطی نسخوں سے مستفید ومستفیض ہوتے رہے اور دل دادگان تصوف ومعرفت اور سالکانِ ہویت بحتہ اپنی عمر عزیز کے قیمتی اوقات اس کی نقول لینے میں صرف کرتے رہے۔ چنانچہ اس کے خطی نسخے بہت جلد عالم اسلام میں پھیل گئے تھے۔

مطابع وجود میں آ گئے تو مکتوبات قدسیہ کو متعدد مطابع نے طبع کر کے شائع کیا۔ اور سب سے بہتر طریق پر حضرت مولانا الحاج نور احمد نقشبندی مجددی امرتسری علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۳۴۸ھ) مرید ومجاز شیخ العرفا حضرت ابوالخیر مجددی دہلوی قدس سرہٗ (متوفی ۱۳۴۱ھ) نے نہایت تصحیح اور بلیغ تحشیہ کے ساتھ نو حصوں میں منقسم کر کے ۱۳۲۷ھ تا ۱۳۳۴ھ میں امرت سر سے طبع وشائع کیا۔ حق یہ ہے کہ مولانا مرحوم نے یہ عظیم کارنامہ سرانجام دے کر حضرت امام ربانی سے اپنی سچی عقیدت اور روحانی تعلق کا حق ادا کر دیا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ ۲۹

مکاتیب کی افادیت واہمیت کے پیش نظر عربی میں اس کے کئی ترجمے ہوئے۔ کتب خانہ اوقات بغداد شریف میں دو عربی ترجموں کے خطی نسخے موجود ہیں:۔

۱۔ تعریب المکتوبات الصوفیہ۔ لاحمد النقشبندی الفاروقی ۹۷۷۲ = ۲۱x۱۴ س مؤلفہ الشیخ یونس النقشبندی۔

الحمد للہ رب العٰلمین...... و بعد فیقول اسیر الذنوب سمی صاحب الحوت...... طالما کنت اطلب مجلدات رسائل غوث المحققین......

۲۸۔ حضرت داتا گنج بخش کا سال وصال عام طور پر ۴۶۵ھ مشہور ہے لیکن کشف المحجوب کی عبارتیں اس کے خلاف شہادتیں پیش کرتی ہیں۔ اس مسئلے میں عبدالحی حبیبی نے بڑی عمدہ تحقیق کی ہے۔ ملاحظہ ہو مقدمہ طبقات صوفیہ امالی خواجہ عبداللہ انصاریؒ مطبوعہ افغانستان۔

۲۹۔ مولانا نور احمد کے مصحح ومحشّٰی یہ مکتوبات ۱۹۶۴ء میں دوبارہ نور کمپنی انارکلی لاہور نے چھاپ دیئے ہیں ان کے شروع میں مولانا کے حالات زندگی وخدمات علمی کا اجمالی تعارف۔ میرا لکھا ہوا موجود ہے میں نے مولانا کے حالات پر ایک کتاب بھی لکھی ہے جو آں مرحوم کے فرزند مخدومی مولانا محمد سلیمان کی عدم توجہ کی بنا پر حلیہ طبع سے آراستہ نہیں ہو سکی۔

۳۰۔ الکشاف عن مخطوطات خزائن الاوقاف صفحہ ۱۳۶۔

تالیف محمد اسعد طلس مطبوعہ العانی بغداد ۱۳۷۲/۱۹۵۳ منشورات مدیریۃ الاوقاف العامۃ بغداد

Marfat.com

احمد النقشبندی...... ولما ظفرت و بعد مدة ۳۰

۲۔ مکاتیب الشیخ احمد النقشبندی ۲۷۵۲۔۱۸x۲۸ اس۔

انشأها الشیخ احمد النقشبندی الاحراری.

رسائل بعث بها الی بعض الصوفیه. اولها مکتوب فی بیان احوال تناسب اسم الظاهر و الظهور قسم خاص من التوحید و بیان عروجات وقعت...... کتبه الی مرشد الکبیر ...... الشیخ محمد بن الباقی النقشبندی الاحراری ۳۱

(۳) تیسرا ترجمہ علامہ محمد مراد مکی کا ہے۔ اس ترجمے کی مقبولیت اور اس کے اثرات پر علامہ مناظر احسن گیلانی صاحب کا تبصرہ ملاحظہ ہو:

"سلسلہ مجددیہ کی ایک بڑی شاخ خالدیہ سلسلہ کے نام سے عراق و شام عرب خصوصاً ترکی ممالک میں بہت زیادہ مقبول ہوئی اور ہے۔ نیز آپ کے "مکاتیب طیبہ" خود براہ راست اُن ممالک میں بکثرت پڑھے گئے اور پڑھے جاتے ہیں، جہاں کے باشندے فارسی زبان سمجھتے ہیں اور جو اس زبان سے ناواقف ہیں۔ ان تک آپ کے مکتوبات عربی اور اُردو زبانوں میں پہنچائے گئے۔ غالباً روس کے رہنے والے ملا مراد جو مہاجر ہو کر بالآخر مکہ معظمہ میں رہ پڑے تھے، انہوں نے مکاتیب کا ترجمہ عربی میں کیا۔ اور مصری ٹائپ میں چھپ کر سارے عربی ممالک پھیل گیا۔ یہ خداداد بات تھی کہ اس کے بعد حدیث و تفسیر میں جتنی اچھی کتابیں لکھی گئیں ان میں ایسی معتدبہ کتابیں مل سکتی ہیں، جن میں "مکتوبات" کے مضامین نقل کیے گئے ہیں خصوصاً عصر جدید کی مشہور تفسیر "روح المعانی" جو سلطان عبدالحمید خاں مرحوم خلیفہ ترکی کے عہد میں لکھی گئی، اس میں علامہ شہاب محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے گویا اس کا التزام کر رکھا ہے۔ کہ جہاں بھی ذکر کا موقع میسر آئے، وہاں "قال المجدد الفاروقی رحمۃ اللہ علیہ" کے نام سے وہ آپ کے خاص خاص نظریات اور جدید تعبیرات کو پیش کرتے ہیں اور بڑے افتخار و ناز سے پیش کرتے ہیں، اہم مسائل کے تصفیہ میں سند کے طور پر پیش کرتے ہیں۔" ۳۲

پھر اُردو تراجم کا سلسلہ شروع ہوا۔ اُردو ترجمہ پیش کرنے کی ایک کوشش مولوی محمد حسین ابن مولوی قادر

۳۱۔ ایضاً، ص ۱۴۸، ۱۴۹

۳۲۔ مضمون "ہزارہ دوم یا الف ثانی کا تجدیدی کارنامہ" مشمولہ تذکرہ مجدد الف ثانی مرتبہ محمد منظور نعمانی مطبوعہ کتب خانہ الفرقان لکھنؤ ۱۹۵۹ء، ص ۲۸۔

Marfat.com

بخش ساکن احمد آباد ضلع جہلم نے کی' اس ترجمے کا پہلا حصہ "الطاف رحمانی ترجمہ اُردو مکتوبات امام ربانی" کے نام سے مولوی امام الدین تاجر کتب راولپنڈی نے ۱۳۱۴ھ میں طبع کیا' جو صرف پہلے بیس مکتوبات کا ترجمہ ہے۔ اس کے اگلے حصے کبھی دیکھنے میں نہیں آئے۔

مولوی عبدالرحیم نائب مدیر اخبار وکیل امرت سر نے مکتوبات کے ترجمے کا کام شروع کیا تھا' پہلا حصہ خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ کے نام لکھے گئے مکتوبات کو چھوڑ کر آگے کے ۷۱ مکتوبات کے ترجمہ اور تشریحی حواشی پر مشتمل تھا' جو روز بازار اسٹیم پریس امرت سر میں ۱۳۳۰ھ میں طبع ہوا مگر یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا...... "گنجینہ انوار رحمانی اُردو ترجمہ مکتوبات امام ربانی" کے نام سے ابتدائی چالیس مکتوبات کا ترجمہ اسلامی دکان کشمیری بازار لاہور نے ۱۳۳۰ھ میں چھاپا تھا۔ مگر یہ کام بھی یہیں رُک گیا...... مکمل مکتوبات شریف کا اُردو ترجمہ پیش کرنے کا سعادت مولانا عالم دین نقشبندی مجدّدی کے حصے میں آئی۔ ان کے مترجمہ مکتوبات اللہ والے کی قومی دکان لاہور سے دوبار شائع ہو کر نایاب ہو چکے ہیں۔

کئی حضرات نے مکتوبات قدسیہ کے فارسی اُردو انتخاب اور خلاصے شائع کیے۔ اس انداز کا سب سے اچھا کام شاہ ہدایت علی نقشبندی مجددی مرحوم (متوفی ۱۳۷۰ھ) کا ہے۔ انہوں نے "دُر لا ثانی" کا نام سے مکمل مکتوبات کی اُردو تلخیص کی جسے "اعلیٰ کتاب خانہ" کراچی نے "انتخاب مکتوبات" کے نام سے ۱۹۶۱ء میں دوبارہ شائع کیا۔ غرض کہ علماء اور صوفیہ نے مکتوبات پر بہت زیادہ کام کیا ہے۔

مکتوبات کی ایک غیر مطبوعہ فارسی شرح "ضیاء المقدمات فی توضیح المکتوبات" درود جلد از مولوی ضیاء الدین' اچکزئی (متوفی شصت سال قبل) شارح کے فرزند مولوی محمد ساکن قصبہ نواز د ضلع قندھار کے پاس محفوظ ہے۔ ۳۳ ...... مولانا شمس الدین ۳۴ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۸۷ھ) تاجر کتب نادرہ لاہور کے ذاتی کتب خانے میں' دو ایسی کتابیں میں نے دیکھی تھیں' جن میں مکتوبات قدسی آیات کی روایات کی تخریج کی گئی ہے۔ ان دو میں سے ایک کا نام "تشئید المبانی فی تخریج احادیث مکتوبات امام ربانی" حافظے میں محفوظ رہ گیا ہے۔

بایں ہمہ ابھی مزید کام کی ضرورت ہے۔ حضرت شیخ مجدد کے کشوف اور متشابہ کلام پر اعتراضات کے سلسلے میں خاص طور پر تحقیقی کام کی ضرورت ہے۔ اس موضوع پر نقشبندی بزرگوں نے اگرچہ بہت کچھ لکھا ہے مگر تحقیق سے زیادہ عقیدت سے کام لیا گیا ہے۔ ۳۵ عزیزی محمد اقبال مجدّدی سلمہ اللہ مکتوب الیہم

۳۳۔ مکتوب حاجی عبدالغنی قندھاری بنام راقم الحروف۔

۳۴۔ مولانا شمس الدین نور اللہ مرقدہ کو حضرت شیخ مجدد قدس سرہٗ کی تعلیمات سے عشق تھا۔ انہوں نے تصوف اور بالخصوص سلسلہ مجددیہ کی نادر و نایاب کتابوں کو بڑے شوق سے جمع کیا تھا۔ اگر مولانا اس وقت زندہ ہوتے تو میں ان کے کتب خانے سے کما حقہٗ فائدہ اُٹھاتا۔ وَکَمْ حَسَرَاتٍ فِیْ بُطُوْنِ الْمَقَابِرِ۔

Marfat.com

حضرات کے حالات زندگی جمع کرنے میں مصروف ہیں۔ خدا کرے کہ وہ جلد از جلد اپنی اس تحقیقی کتاب کو منظر عام پر لا سکیں۔ ان کی یہ پیشکش خاصے کی چیز ہو گی۔ اِن شاء اللہ...... حضرت مجدد الف ثانی نے بڑی فراخ دلی سے اپنی بعض ابتدائی تحقیقات سے رجوع فرمایا ہے۔ مثلاً دفتر اوّل حصہ سوم کے مکتوب ۲۰۹ میں مبداء و معاد کی ایک عبادت سے رجوع کا اعلان کیا ہے۔ ۳۶ اسی طرح اور مکاتیب میں بھی بعض کشفی تحقیقات سے رجوع فرمایا ہے۔ ان رجوع نمودہ عبارات کی نشان دہی کی ضرورت ہے۔ اور بعض کشفی مشاہدات آخر عمر میں

۳۵۔ چند مکتوبات کی بعض عبارتوں پر اعتراضات کے سلسلے میں تذکرہ نگاروں نے جو کچھ لکھا ہے اس کو نا کافی سمجھ کر براہ راست معترضین کی کتب کو دیکھنے کی کوشش کی۔ معارج الولایت (قلمی) مخزونہ دانش گاہ پنجاب نسخہ ذخیرہ آذر ورق ۵۸۶ ب بعد میں معاندانہ اور گستاخانہ انداز میں جو کچھ جمع کیا گیا ہے وہ دیکھا۔ اور فہرست مخطوطات کتب خانہ آصفیہ کے ذریعے سید محمد برزنجی اور ابو علی حسن بن علی عجمی مکی کے رسائل کے بے ہودہ مضامین سے آگاہی حاصل کی تو اندازہ ہوا کہ اس موضوع پر سینکڑوں صفحات لکھنے کی ضرورت ہے۔ اور یہ مقدمہ ان مباحث کی طوالت کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ توفیق ایزدی شامل حال رہی تو اس موضوع پر پھر بھی لکھا جائے گا۔ اس موقع پر برزنجی کی تحریرات کی حقیقت واضح کرنے کے لیے فہرست مذکور میں درج' ملخص رسالہ ایک عبارت نقل کی جاتی ہے:۔

> "در سال یک ہزار و نود و سہ ہجری در شہر جمادیالآخر از ہندوستان...... خیالات شیخ احمد سرہندی بطور استفتاء و در یار عرب رسید کہ او دعوی رسالت کردہ است" (فہرست مشروح بعض کتب نفسیہ قلمیہ حصہ دوم مخزونہ کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی۔ مطبوعہ دار الطابع سرکار عالی حیدر آباد ۱۳۵۷ھ ص ۳۶۳'۳۶۴)

نوٹ: یہ فہرست فارسی میں لکھی گئی ہے۔

بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ برزنجی کے رسالے کا رد علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے "الکلام المنجی فی ایراد البرزنجی" کے نام سے لکھا تھا۔ برزنجی نے ایک نہیں' دس رسالے لکھے تھے۔ اور یہ علامہ کی وفات کے بعد لکھے گئے۔ برزنجی کے آخری دو رسائل ۱۰۹۳ھ میں معرض تسوید میں آئے اور علامہ ۱۰۶۷ء میں وفات پا چکے تھے۔

حضرت شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت شیخ مجدد سے عارضی طور پر کچھ اختلاف پیدا ہو گئے تھے۔ جو جلد ہی رفع ہو گئے۔ اس پر بھی مفصل گفتگو کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ بعد متجددین شیخ عبدالحقؒ کے عقیدت مند ہونے کے باوجود اس مخلصانہ اور برادرانہ "اختلاف" کو "خلاف" بنا کر پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ شیخ اور مجدد صاحب ہم عقیدہ اور پیر بھائی تھے۔ اس مقام پر یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب نے "حیات شیخ عبدالحق" میں شیخ کا وہ رسالہ جس میں مجدد صاحب پر تنقید کی گئی ہے۔ معارج الولایت سے لے کر شامل کیا ہے۔ اس کا متن مخدوش ہے۔ محققین کو شیخ عبدالحق کا وہ رسالہ تلاش کرنا چاہیے۔ جو اغلاط سے پاک ہو۔

۳۶۔ رجوع کی قوت صرف عظیم انسانوں میں ہوئی ہے۔ چھوٹے آدمی رجوع کو کسر شان سمجھتے ہیں۔ حضرت شیخ مجدد کا رجوع کرنا جہانگیر سے ٹکر لینے سے زیادہ ہمت کا کام ہے۔

Marfat.com

ابتدائی مشاہدات سے قدرے مختلف یا واضح ہو گئے ہیں' اس پر بھی کام ہونا ضروری ہے اور یہ تبدیلی خیالات اُن کے مدراج عالیہ میں ہر دم عروج و ترقی کی بنا پر ہے۔

اُردو ترجمے کی ضرورت

حضرت مولانا نور احمد مرحوم کے محشّٰی مکتوبات کی اشاعت ثانی سے عربی اور فارسی کے ماہرین کے ذوق کی تسکین کا سامان تو ہو گیا ہے۔ مگر اُردو ترجمے کے نایابی کی بنا پر فارسی سے ناواقف لوگ حضرت امام ربانی کے فیوض و برکات علمیہ اور معارف لدنیہ سے بہرہ یاب ہونے سے محروم ہیں۔

اکبری دور کی پیدا کردہ بداعتقادیوں اور بداعمالیوں اور ہمارے زمانے کے دینی اور اعتقادی فتنوں میں بہت زیادہ مماثلت پائی جاتی ہے۔ اس زمانے کے ''لصوص دین'' ۳۷ اکبری دور کے ''لصوص دین'' کے زلہ ربا اور خوشہ چین ہیں۔ اُس وقت اگر تارکِ تقلید ملا مبارک اور اس کے ملحد و زندیق بیٹے ابوالفضل اور فیضی دین اسلام کی بنیادیں کھوکھلی کرنے میں مصروف تھے تو آج ان کے شاگرد ان رشید دین کے نام پر دین میں تحریفات کرنے میں کوشاں ہیں۔ مسٹر غلام احمد پرویز' ڈاکٹر فضل الرحمٰن اور کانگرسی ملاؤں کے ممدوح و مربی مسٹر مسعود سابق ناظم محکمہ اوقاف کی مکروہ تحریروں اور کارنیوالوں سے اہل حق کے دل مجروح ہیں اور اسی قبیل کے لصوص دین کا ایک بہت بڑا گروہ پیدا ہو چکا ہے۔ شیخ محمد اکرم جو سر سید کے مکتبہ فکر سے متعلق ہیں' نے بھی اپنی کتابوں کے ذریعے اہل حق کو بدنام کرنے کی پوری سعی کی ہے۔

گر بگویم شرح ایں بیحد شود ۳۸

مکتوبات قدسی آیات میں ہر دو اور ہر ایک کے مسلمانوں کے ہر طبقے کے لیے تعلیمات و ہدایات موجود ہیں۔ جس دور میں یہ لکھے گئے تھے وہ چونکہ ہمارے دَور سے بہت زیادہ ملتا جلتا ہے۔ اس لیے ان میں خاص طور پر ہمارے لیے فوز و فلاح کی تعلیم موجود ہے۔ اس بے دینی والحاد کے دور میں جب کہ بداعتقاد لوگ گمراہ کن لٹریچر بہ کثرت پھیلا چکے اور پھیلا رہے ہیں...... مجدد اعظم کی تحریریں بلاشبہ تریاق کا حکم رکھتی ہیں۔

۳۷۔ لصوص ''لص'' کی جمع ہے۔ جس کے معنی ڈاکو اور چور کے ہیں۔ مجدد صاحب فرماتے ہیں...... طالب علمان بے باک و آزاد (خیال علماء) از ہر فرقہ کہ باشند لصوص دین اند اجتناب از صحبت ایں ہا نیز از ضروریات دین است'' (دفتر اوّل مکتوب ۲۱۲) بددینوں سے اجتناب کرنے والوں کو تنگ نظر کہنے والے حضرت شیخ مجدد کے اس ارشاد پر غور کریں۔

۳۸۔ ان ہی لوگوں میں سے ایک پروفیسر محمد حبیب ہیں۔ جو ہندوستان میں ان کی نیابت کا حق ادا کر رہے ہیں۔

Marfat.com

مقام صد شکر ہے کہ ہمارے فاضل دوست حضرت مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مجددی زید علمہ ومجدہ نے فارسی سے ناواقف لوگوں کو حضرت شیخ مجدد کی تعلیمات سے آگاہ کرنے کے لیے مکمل مکتوبات شریف کا ترجمہ کرنے کی طرف توجہ مبذول کی ہے۔

فاضل مترجم نے حضرت سید نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۷۲ھ) ساکن حضرت کیلیانوالہ خلیفہ ارشد شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرق پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۳۴۸ھ) سے روحانی فیض پایا ہے۔ ظاہری علوم کے بھی ماہر ہیں۔ دار العلوم نعمانیہ لاہور میں صدر مدرس رہ چکے ہیں۔ چھ سات سال سے دار العلوم حزب الاحناف لاہور میں صدر مدرس کے منصب پر فائز ہیں۔ اولیاء کرام کی ان پر خصوصی توجہ ہے۔ کئی برس تک مسجد شاہ محمد غوث قادری لاہوری قدس سرہ میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے ہیں۔ اب حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ کی مسجد مبارک میں امامت وخطابت کے فرائض باحسن وجوہ انجام دے رہے ہیں۔

سلسلہ نقشبندیہ سے انہیں والہانہ عقیدت ہے۔ تعلیمات صوفیہ علیہ بالخصوص افادات مجددیہ کی اشاعت میں کوشاں رہتے ہیں۔ مولانا نور احمد کے محشی مکتوبات دوبارہ ان ہی کی تحریک ومساعی سے زیور طباعت سے آراستہ ہوئے ہیں۔ انہوں نے بڑی محنت وجانفشانی سے ان کی کاپیاں اور پروف پڑھے اور پلیٹیں بھی دیکھیں...... حضرت امام غزالی قدس سرہ کی تصانیف بدایۃ الہدایہ اور منہاج العابدین کے انہوں نے ترجمے کیے ہیں، جو طبع ہو کر شائع ہو چکے ہیں۔ ان کا قابل ذکر ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ جناب ملک حسن علی صاحب جامعی کی کتاب "تعلیمات مجددیہ" کے جواب میں "مسلک امام ربانی" لکھی جو بے حد مقبول ہوئی۔ دو ہزار کا ایڈیشن چند مہینوں میں ختم ہو گیا۔ اب یہ کتاب دوبارہ مع اضافات کے آرہی ہے۔ ۳۹

جناب فاضل مترجم کی علمی کاوشوں اور روحانی نسبتوں کے ذکر کی ضرورت یوں محسوس کی گئی کہ قارئین کرام کو اطمینان ہو جائے کہ مترجم حضرت امام ربانی اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے قوی نسبت رکھنے کی وجہ کلام مجدد کو سمجھنے کی استعداد رکھتے ہیں۔ ایسی کتابوں کا ترجمہ کرنے کے لیے علم اور نسبت دونوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ بفضلہ تعالیٰ جناب مترجم ان دونوں نعمتوں سے سرفراز ہیں۔

اس عظیم وقیم کتاب کی طباعت کے لیے بھی کسی بہت اچھے ادارے کی ضرورت تھی۔ یہ فضل ایزدی یہ مسئلہ بھی از خود حل ہو گیا۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی کو پہلی بار چھاپنے کا شرف حاصل ہوا اس کے بعد اب اس کی

۲۶۔ ملک صاحب مسلکاً غیر مقلد ہیں۔ انہوں نے مجدد صاحب" کے نام پر علامہ ابن تیمیہ کا پروپیگنڈا کرنے کے لیے "تعلیمات مجددیہ" لکھی ہے۔

Marfat.com

پبلی کیشنز پروگیسو بکس اُردو بازار لاہور کے حصے میں آئی ہیں اس کے مالک چوہدری غلام رسول اس کو بہ صد ذوق و شوق چھاپ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جناب مترجم کی یہ کوشش مقبولیت دوام کا درجہ حاصل کرے اور قارئین کو عمل کی توفیق ملے۔ جناب ناشر بھی جزائے خیر سے نوازے جائیں۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

یہاں عزیزی محمد اقبال مجددی سلمہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ آں عزیز نے کئی نایاب کتابیں اپنے کتب خانے سے لا کر مجھے دیں۔ اور بعض حوالے تلاش کرنے میں میری مدد کی...... جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

محمد موسیٰ عفی عنہ

لاہور

یکم محرم الحرام ۱۳۹۰ھ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ ربّ العالمین' اضعاف ماحمدہ' جمیع خلقه کما یحبّ ربّنا و یرضیٰ' والصّلوٰۃ والسلام علیٰ من ارسله' رحمة للعالمین' کلما ذکرہ الذاکرون و کما غفل عن ذکرہ الغافلون کما ینبغی له و یَحریٰ وعلیٰ اٰله و اصحابه البررۃ التقیٰ و النُقیٰ.

تمام تعریفیں اللہ ربّ العالمین کے لیے' ان تمام تعریفوں سے دُگنی جو اس کی سب مخلوق نے کی ہیں۔ ایسی تعریفیں جو ہمارے رب تعالیٰ کو پسند اور محبوب ہیں اور درود وسلام اس ہستی پر جسے اس نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا جب تک ذکر کرنیوالے اس کے ذکر میں مصروف رہیں اور جب تک غافل لوگ اس کے ذکر سے غافل رہیں۔ ایسا درود وسلام جو آپ کی ذات کے لائق ومناسب ہے۔ اور آپ کی آل واصحاب پر جو نیک اور متقی اور پاک ہیں

☆☆☆☆

حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ یہ حضرت امام ربانی کے مکتوبات قدسی آیات کا دفتر اوّل ہے۔ وہ امام ربانی جو محققین کے غوث' عارفین کے قطب' ولایت محمدیہ کی برہان' شریعت مصطفوی کی دلیل وحجت' اسلام اور مسلمانوں کے شیخ ہیں۔ یعنی ہمارے شیخ اور امام الشیخ احمد فاروق نقشبندی اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت اور قائم رکھے۔ جسے یہ حقیر قلیل البضاعۃ اس درگاہ کے خاک نشینوں میں سے کمترین خاک نشین یار محمد جدید بدخشی طالقانی جمع کر کے اس امید پر احاطہ تحریر میں لایا کہ اس سے طالبان حق جل وعلا کو نفع پہنچے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے حفاظت اور توفیق کی درخواست ہے۔

==============

Marfat.com

مکتوبات اوّل

ان حالات کے بیان میں جو اسم مبارک اَلظَّاهِرُ سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور توحید کی قسم خاص کے ظہور اور اُن عروجات کے بیان میں جو مُحدّد (عرش) سے اوپر واقع ہوئے۔ اور بہشت کے درجات کے انکشاف اور بعض اہل اللہ کے مراتب کے ظہور کے بیان میں اپنے پیرو مرشد کو لکھا جو بزرگ' کامل کرنے والے' درجات ولایت تک پہنچانے والے' اس طریقے کی ہدایت کرنے والے جس میں ابتداء انتہاء میں درج ہے' پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ وامام الشیخ محمد الباقی نقشبندی' احراری قدس اللہ تعالیٰ سرّہ الاقدس۔ اور اللہ انہیں ان کی آرزو کے اقصیٰ مقام تک پہنچائے۔

عرضداشت۔ کمترین بندگان احمد حضور کی خامت میں عرض اور حسب حکم مبارک گستاخی کرتا ہے اور اپنے احوال پریشان بیان کرتا ہے کہ دورانِ راہ وہ ذات اسم الظاہر میں اس قدر تجلی ہوئی کہ خاص خاص تجلی میں علیحدہ علیحدہ ظہور فرمایا۔ خصوصاً عورتوں کے لباس میں' بلکہ ان کے الگ الگ اجزاء میں ظہور فرمایا۔ اور اس وقت میں اس گروہ مستورات کا اس قدر مطیع ومنقاد ہوا کہ کیا عرض کروں۔ اور میں اس انقیاد واطاعت میں بے اختیار تھا۔ وہ ظہور جو عورتوں کے لباس میں وہ کسی اور جگہ نہیں تھا۔ خصوصی لطائف اور حُسن و جمال کے عجیب وغریب نظارے جو اس لباس میں ظاہر ہوئے کسی اور مظہر میں ظاہر نہ ہوئے۔ میں ان کے آگے اپنے آپ کو پانی کی طرح پگھلا ہوا محسوس کرتا تھا۔ اسی طرح کھانے اور پینے کی ہر چیز میں علیحدہ علیحدہ ظہور ہوا۔ وہ لطافت اور حسن جو لذیذ اور پُرتکلف کھانے میں تھی اس کے ماسوا میں نہ تھی۔ اور میٹھے پانی اور غیر میٹھے پانی میں بھی ایسا ہی فرق تھا۔ بلکہ ہر لذیذ اور شیریں چیز میں اپنے اپنے درجات کے مطابق خصوصی کمال کا ظہور تھا۔ اس تجلی کی خصوصیات کو تحریر میں نہیں لا سکتا۔ اور اگر حاضر خدمت ہوتا تو شاید عرض کرتا۔ لیکن ان تجلیات کے دوران رفیق اعلیٰ (محبوب حقیقی) کی آرزو رکھتا تھا۔ اور ان تجلیات کی طرف اپنی وسعت کے مطابق توجہ نہیں کرتا تھا۔ لیکن غلبہ حال کی وجہ سے کوئی چارہ نہیں پاتا تھا۔ اس اثناء میں معلوم ہوا کہ یہ تجلی خدا تعالیٰ کی نسبت تنزیہی سے کوئی مخالفت نہیں رکھتی۔ اور یہ کہ باطن اسی طرح اس نسبت تنزیہی کا گرفتار ہے۔ ظاہر کی طرف بالکل متوجہ نہیں۔ اور میرے ظاہر کو بھی جو اس نسبت سے خالی اور معطل تھا' اس تجلی سے مشرف فرمایا۔ میں نے بالیقین ایسا پایا کہ باطن بالکل کج نظری میں مبتلا نہیں ہے۔ بلکہ تمام معلومات اور ظہورات سے اعراض کیے ہوئے ہے۔ اور ظاہر جو کثرت اور دوئی کی طرف متوجہ تھا وہ بھی ان تجلیات سے بہرہ ور ہوا ہے۔ کچھ وقت کے بعد یہ تجلیات خفا اور پوشیدگی میں چلی گئیں۔ اور وہی حیرت و نادانی کی حالت قائم اور موجود رہی۔ اور وہ تجلیات اس طرح معدوم ہو گئیں گویا وہ کبھی مذکور بھی نہیں ہوئی تھیں۔ اس کے بعد

Marfat.com

ایک خاص فنا رونمائی ہوئی۔اور غالب گمان ہے کہ وہ یقین علمی جو تعین کے عود کرنے کے بعد پیدا ہوا وہ اس فنا میں گم ہو گیا۔اور نفسانیت وانانیت کے گمان کا کچھ اثر باقی نہ رہا۔اس وقت اسلام کے نشانات ظاہر ہونا اور شرک خفی کے نشانات مٹنا شروع ہوئے۔اسی طرح اپنے اعمال کی کوتاہی اور اپنی نیتوں اور خیالات کو لائق ملامت جاننے کا احساس شدت سے ظاہر ہوا۔بالجملہ کچھ نشانات عبودیت اور نیستی کے پھر ظاہر ورونما ہوئے۔خدا سبحانہٗ وتعالیٰ آپ کی توجہ کی برکت سے بندگی کی حقیقت تک پہنچائے۔

عرش پر بہت سے عروجات واقع ہوئے۔

مرتبہ اوّل: مسافت طے کرنے کے بعد جب عرش پر پہنچا تو یہ ایسا عروج تھا جہاں دار خلد (جنت) نیچے محسوس ہوتی تھی۔اس دوران دل میں آیا کہ اس جگہ بعض لوگوں کے مقامات دیکھوں۔جب اس طرف متوجہ ہوا تو ان کے مقامات نظر پڑے اور ان اشخاص کو بھی ان کے تفاوت درجات کے مطابق ان مقامات میں پایا۔

مرتبہ دوم: پھر ایک اور عروج واقع ہوا۔جس میں مشائخ عظام' آئمہ اہل بیت' خلفاء راشدین کے مقامات اور حضرت رسالت پناہ ﷺ کا مقام خاص اسی طرح اپنے اپنے درجات کے مطابق تمام باقی انبیاء و رُسل اور فرشتوں کے بلند ترین گروہ کے مقامات عرش سے اوپر مشہور ہوئے۔

اور عرش سے اوپر اس مقدار میں عروج واقع ہوا کہ مرکز خاک سے عرش تک یا اس سے کچھ نیچے۔اور حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس کے مقام تک منتہی ہوا۔اور اس مقام سے اوپر کچھ مشائخ تھے بلکہ اسی مقام میں یا ذرا اوپر جیسے شیخ معروف کرخی' اور شیخ ابو سعید خراز۔اور باقی کچھ مشائخ کے مقامات کچھ نیچے اور بعض وہی مقامات رکھتے تھے۔نیچے تو شیخ علاؤ الدولہ اور شیخ نجم الدین کبریٰ جیسے مشائخ کے مقامات کچھ نیچے اور بعض وہی تھے' اور ان سے اوپر خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔اور باقی انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام سے الگ ایک طرف تھے۔اسی طرح بلند ترین گروہ ملائکہ کے مقامات بھی علیحدہ ایک طرف کو تھے' علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔لیکن حضور سرور کائنات علیہ السلام کے مقام کو سب سے فوقیت اور سرداری حاصل تھی۔واللہ سبحانہ اعلم بحقائق الامور کلھا (اللہ تعالیٰ ہی تمام امور کے حقائق کو بہتر جانتا ہے۔)

اور میں جب بھی چاہتا ہوں عروج واقع ہو جاتا ہے۔اور بعض اوقات چاہنے کے بغیر بھی واقع ہوتا ہے۔اور بعض دوسری چیزیں بھی دکھائی جاتی ہیں' اور بعض عروجوں پر اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں۔اور بہت سی باتیں بھول جاتی ہیں اور میں بہت کوشش کرتا ہوں کہ بعض حالات لکھوں اور کوشش کرتا ہوں کہ آپ کی خدمت میں عرضداشت کے وقت یاد آئیں' لیکن یاد نہیں آتے۔اس لیے کہ یہ بات حقیر محسوس ہوتی ہے۔یہ تو استغفار کا موقعہ ہے' کچھ لکھنے کا نہیں۔اس عریضہ کی تحریر کے دوران بعض باتیں یاد تھیں' آخر حافظے نے وفا نہ کی اور کچھ نہ لکھ

Marfat.com

سکا۔ زیادہ گستاخی کی جرأت نہیں۔

ملا قاسم علی کا حال بہتر ہے۔ استہلاک و استغراق کا غلبہ ہے اور تمام مقامات جذبہ سے اوپر قدم رکھ چکا ہے۔ پہلے صفات کو اصل دیکھتا تھا' اب باوجود صفات کے اپنے سے جدا دیکھتا ہے اور اپنے کو خالی محض پاتا ہے۔ بلکہ وہ نور جس سے صفات قائم ہیں اسے اپنے سے جدا دیکھتا ہے اور خود کو اس نور سے الگ ایک طرف پاتا ہے۔ دوسرے دوستوں کے حالات بھی روز بروز بہتر ہو رہے ہیں۔ دوسری عرضداشت میں ان شاء اللہ تعالیٰ تفصیل سے عرض کیا جائے گا۔

مکتوب نمبر (۲)

ترقیوں کے حصول اور عنایات خداوندی جل سلطانہ پر فخر کرنے کے بیان میں۔

یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار قدس سرہٗ کو لکھا۔

عرضداشت۔ کمترین بندگانِ احمد بلند بارگاہ کی خدمت میں عرض کرتا ہے۔ ماہ رمضان مبارک کے متصل استخارہ کا حکم مولانا شاہ محمد نے پہنچایا۔ ماہ رمضان تک اتنی فرصت نہ مل سکی کہ اپنے آپ کو آستانہ بوسی کے شرف سے مشرف کر سکتا۔ لاچار اس مدت کے گزر جانے سے اپنے آپ کو تسلی دی۔ آپ کی بلند توجہات کی برکت سے مسلسل اور متواتر جو عنایاتِ خداوندی اس ناچیز پر فائض اور وارد ہو رہی ہیں ان کے متعلق کیا عرض کرے۔

من آں خاکم کہ ابرِ نو بہاری — کنداز لطف برمن قطرہ باری
اگر بر روید از تن صد زبانم — چو سبزہ شکر لطفش کے توانم

میں وہ خاک ہوں کہ موسم بہار کا بادل اپنے لطف و کرم سے مجھ پر برس رہا ہے۔ سبزے کی طرح میرے جسم پر اگر سو زبانیں بھی اُگ آئیں پھر بھی میں اس کی مہربانیوں کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔

اگرچہ اس قسم کے حالات کا اظہار گستاخی کا وہم ڈالتا ہے' اور اس سے فخر و مباحات کا احساس ہوتا ہے۔

ولے چوں شاہ مرا برداشت از خاک — سزد گر بگذرانم سراز افلاک

لیکن جب شاہ مجھے سے اوپر اُٹھائے تو لائق ہے کہ میں اپنا سر افلاک سے بھی اوپر لے جاؤں۔

عالم صحو و بقا کی ابتداء اواخر ماہ ربیع الآخر سے شروع ہے اور اس وقت تک بقاء خاص سے ہر لحہ مشرف کر رہے ہیں۔ حضرت شیخ محی الدین قدس سرہٗ کی تجلی ذاتی کی ابتداء ہو چکی ہے۔ مجھے صحو میں لاتے ہیں اور پھر سکر کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور اس عروج و نزول میں علوم غریبہ اور معارف عجیبہ فائض کر رہے ہیں۔ اور ہر مرتبہ میں خاص احسان و شہود سے جو اس مقام بقا کے مناسب ہے مشرف کر رہے ہیں۔ ماہِ رمضان مبارک کی چھ تاریخ کو ایک ایسے بقا اور احسان سے مشرف فرمایا گیا ہے جس کے متعلق بندہ کیا عرض کرے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نہایت

Marfat.com

استعداد اسی مقام تک تھی۔ اور وہ وصل جو اس مقام کے مناسب تھا اس سے بھی مشرف فرمایا گیا۔ جذبہ کی جہت اب تمام ہو چکی ہے اور سیر فی اللہ جو اس مقام جذبہ کے مناسب ہے اس کے آغاز کا وقوع ہو چکا ہے۔ جس قدر فنا اکمل ہو گی اس پر بقا بھی ویسی ہی مرتب ہو گی۔ اور جس قدر بقا اکمل ہو گی حالت صحو بھی زیادہ حاصل ہو گی۔ اور جس قدر حالت صحو زیادہ ہو گی اسی قدر علوم کا افاضہ بھی شریعت غرا کے مطابق زیادہ ہو گا۔ کیونکہ کامل صحو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے۔ اور وہ علوم جو ان سے صادر ہوتے ہیں وہ سراسر شریعت اور عقائد ہیں جو ذات وصفات کے بیان میں ہیں۔ اور ان علوم کے ظاہر کی مخالفت بقیہ سکر سے واقع ہوتی ہے۔ اس وقت جو معارف اس کمینہ پر فائض و وارد ہوتے ہیں اکثر معارف شرعیہ پر مشتمل ہیں۔ اور ان میں انہی کا بیان ہے اور علم استدلالی کشفی اور بدیہی اور مجمل مفصل ہو جاتا ہے۔ ع

گر بگویم شرح ایں بیحد شود

یعنی اگر ان کی شرح کی جائے تو بے حد ہو جائے۔ میں ڈرتا ہوں کہ مبادا معاملہ گستاخی تک پہنچ جائے۔ مصرع۔

بندہ باید کہ حد خود داند

بندے کو چاہیے کہ حد کے اندر رہے

مکتوب نمبر (۳)

بعض دوستوں کے مقام مخصوص میں بند ہو جانے اور بعض کے ترقی کر کے تجلی ذاتی کے مقامات تک پہنچنے کے بیان میں اپنے پیر بزرگوار کو لکھا:

عرضداشت: جو دوست یہاں ہیں نیز وہ دوست جو وہاں ہیں ایک مقام میں محبوس و بند ہو چکے ہیں۔ ان کے ان مقامات سے نکلنے کا راستہ مشکل ہو چکا ہے۔ وہ قوت مخدرت جو اس مقام کے مناسب ہے بندہ اپنے اندر نہیں پاتا۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ آپ کی توجہات عالیہ کی برکت سے ترقی عطا کرے۔ اس کمینہ کے خویشوں میں سے ایک شخص اس مقام سے گزر چکا ہے اور تجلیات ذاتی کی ابتداء تک پہنچ گیا ہے۔ اس کا حال بہت اچھا ہے۔ اس حقیر کے قدم پر قدم رکھ رہا ہے۔ دوسروں کے متعلق بھی پرامید ہے۔

وہاں کے کچھ دوست مقربین کے راستہ سے مناسبت نہیں رکھتے۔ ان کے موافق حال طریقہ ابرار رہے۔ تاہم جس قدر ان کو دولت یقین حاصل ہو چکی ہے وہی غنیمت ہے۔ اسی طریقہ پر ان کو حکم فرمانا چاہیے۔ ع

ہر کسے را بہر کارے ساختند

ہر ایک کو اس کے مناسب حال کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

Marfat.com

ان کے نام ظاہر کرنے کی گستاخی نہیں کی۔ آپ سے وہ مخفی نہیں ہوں گے۔ زیادہ گستاخی کی جرأت نہ کی۔

اس عرضداشت کی تحریر کے دن میر سید شاہ حسین نے اپنی مشغولی باطن میں یوں دیکھا گویا بڑے دروازہ تک پہنچ گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ دروازہ حیرت ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اس دروازے کے اندر نگاہ ڈالتا ہوں تو اندر آپ کو اور مجھے (حضرت مجدد قدس سرہٗ کو) دیکھتا ہوں۔ ہر چند کوشش کرتا ہوں کہ اندر قدم رکھوں لیکن پاؤں میری موافقت نہیں کرتے۔

مکتوب نمبر (۴)

عظیم القدر ماہ مبارک رمضان شریف کے فضائل اور حقیقت محمدیہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان میں...... یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔

حقیر ترین خادم کی عرضداشت یہ ہے کہ ایک مدت سے بذریعہ خط مبارک اُس بلند آستانہ کے خادموں کے متعلق بندہ کچھ اطلاع اور واقفیت نہیں رکھتا۔ ہر وقت منتظر ہے۔

ماہ رمضان مبارک کی آمد آمد ہے۔ اس ماہ مبارک کی قرآن مجید کے ساتھ جو تمام کمالات ذاتی اور شیونی کا جامع ہے اور دائرہ اصل میں اس طرح داخل ہے کہ ذرہ برابر ظلیت اس کی طرف راہ نہیں پا سکتی۔ اور حقیقت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کا ظل اوّل ہے، مکمل مناسبت رکھتا ہے۔ اسی مناسبت کی بنا پر اس مقدس کتاب کا نزول اس ماہ مبارک میں واقع ہوا۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ ۔ رمضان المبارک وہ مہینہ ہے کہ اس میں قرآن حکیم کا نزول ہوا۔

اس بات کا مصداق ہے۔ اور اسی مناسبت کی وجہ سے یہ مہینہ تمام خیرات و برکات کا جامع ہے۔ ہر طرح کی خیر و برکت تمام سال میں جس کسی کو پہنچتی ہے۔ جس راہ سے بھی پہنچتی ہے، اس عظیم القدر ماہِ مبارک کی بے نہایت برکات کا ایک قطرہ ہے۔ اگر اس ماہِ مبارک میں جمعیت نصیب رہی تو سارا سال جمعیت حاصل رہے گی۔ اور اگر اس ماہ مبارک میں پراگندگی رہی تو سارا سال پراگندگی پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ تو کتنا مبارک ہے وہ شخص جس کے پاس یہ مہینہ آیا اور اس سے راضی اور خوش گیا۔ اور خرابی ہے اس شخص کے لیے جس سے یہ مہینہ ناراض گیا اور اس کی برکات و خیرات سے محروم رہا۔ اور اس ماہ مبارک میں قرآن مجید کے ختم کی سنت بھی اسی تعلق کی بنا پر معلوم ہوتی ہے۔ تاکہ تمام اصلی کمالات اور ظلی برکات میسر ہوں۔ تو جس نے ان دونوں کو جمع کر لیا، امید ہے کہ وہ اس کی برکات سے محروم نہیں رہے گا اور اس کی خیرات سے روکا نہیں جائے گا۔ وہ برکات جو اس مبارک مہینہ کے ایام سے متعلق ہیں

Marfat.com

اور ہیں' اور وہ خیرات جو اس کی راتوں سے وابستہ ہیں کچھ اور ہیں۔ اسی راز کے باعث شاید یہ بات ہے کہ جلدی روزہ افطار کرنے کا حکم ہے اور سحری میں تاخیر کرنے کے متعلق وارد ہوا ہے۔ تاکہ دن رات کے دونوں وقتوں کے اجزاء میں امتیاز وفرق حاصل ہو۔ قابلیت اولیٰ جس کا اوپر ذکر ہوا' اور حقیقت محمدیہ علیٰ مظہر ہا الصلوات والتسلیمات کہ اس سے عبارت ہے وہ قابلیت ذات نہیں جو صفات سے متصف ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا ہے۔ بلکہ عزّ سلطانہٗ کی ذات کی قابلیت مراد ہے جو اعتبار علمی کے ساتھ ملحوظ ہے اور جو تمام کمالات ذاتی اور شیونی سے متعلق ہے۔ یہی حقیقت قرآن مجید کو حاصل ہے۔ باقی رہی انصاف کی قابلیت جو خانہ صفات سے تعلق رکھتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کے درمیان برزخ اور پردہ ہے۔ یہ دوسرے انبیاء کرام علیٰ مینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی حقیقت ہے۔ یہی قابلیت بعض اعتبارات کے لحاظ سے جو اس میں پائے جاتے ہیں متعدد حقیقتوں کی شکل اختیار کر چکی ہے حقیقت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی گو ظلیت رکھتی ہے تاہم صفات کا رنگ اس سے آمیزش نہیں رکھتا اور کوئی واسطہ درمیان میں حائل نہیں۔ اور محمدی المشرب جماعت کی حقیقتیں ذات عزّ شانہ کی قابلیات ہیں اعتبار علمی کے ساتھ جو بعض ان کمالات سے متعلق ہے۔ اور محمدی قابلیت ذات واجب تعالیٰ اور ان قابلیات متعددہ کے درمیان برزخ وپردہ ہے۔ اور ان بعض کا حکم اس واسطہ سے ہے کہ ان کا قدم خانہ صفات میں ہے اور بس۔ اور اس خانہ صفات کا نہایت عروج اس قابلیت تک ہے۔ تو ضروری طور پر اس کی نسبت آنحضرت ﷺ کی طرف کی گئی ہے۔ اور چونکہ یہ قابلیت انصاف ہرگز مرتفع نہیں ہو سکتی۔ تو ان بعض نے بھی یہ حکم لگا دیا کہ قابلیت محمدی علیٰ مظہر ہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ ہمیشہ حائل رہتی ہے۔ ورنہ قابلیت محمدیہ کو علیٰ مظہر ہا الصلوٰۃ والسلام جو صرف ایک اعتبار ہے' اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی ذات میں نظر سے ارتفاع ممکن ہے بلکہ اس کا وقوع بھی ہو چکا ہے۔ اور انصاف کی قابلیت بھی اگرچہ ایک اعتبار ہے۔ لیکن برزخیت کی وجہ سے صفات کا رنگ اختیار کر چکا ہے جو خارج میں زائد وجود کے ساتھ موجود ہیں اور جن کا ارتفاع غیر ممکن ہو چکا ہے۔ لہٰذا ضروری طور پر یہ انصاف دائماً بیچ میں حائل رہتا ہے۔

اس قسم کے علوم جن کا منشا اصالت اور ظلیت کی جامعیت ہے' بہت وارد اور فائض ہوتے ہیں۔ ان میں سے اکثر کاغذ پر لکھ لیے جاتے ہیں۔ قطبیت کا مقام جو دقیق علوم کا منشا ہے ظلی مقام ہے اور فردیت کا مقام دائرہ اصل کے معارف کے ورود کا واسطہ ہے۔ ان دو دولتوں (مقام قطبیت اور مقام فردیت) کے حصول کے بغیر ظل اور اصل کے درمیان فرق وامتیاز نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا بعض مشائخ قابلیت اولیٰ کو جسے تعین اوّل بھی کہتے ہیں ذات سے زائد نہیں مانتے۔ اور اس قابلیت کے شہود کو ہی تجلی ذاتی خیال کرتے ہیں۔ لیکن حق بات وہی ہے جو میں نے بیان کی اور جس کی میں نے وضاحت کر دی ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ حق کو حق ظاہر کرتا ہے اور وہی سیدھے راستے کا ہادی ہے۔

Marfat.com

جس رسالے کی تحریر کا بندہ کو حکم ہوا تھا اس کے مکمل کرنے کی توفیق میسر نہیں آسکی اور جتنی لکھ چکا تھا اتنی ہی تحریرات پڑی ہیں۔ پتہ نہیں اس توقف میں خدا تعالیٰ جل سلطانہٗ کی کیا حکمت پوشیدہ ہے۔ زیادہ گستاخی ادب سے دور ہے۔

مکتوب نمبر (۵)

خواجہ برہان الدین کی سفارش کے سلسلہ میں جو آپ کے مخلصوں میں تھے اور کچھ دوسرے حالات کے بیان میں...... یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔

کمترین خادم کی عرضداشت یہ ہے کہ حضرات خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی طریقت کے بارے میں لکھ کر ارسال خدمت کیا ہے' آپ کی نظر مبارک سے گزرے گا۔ ابھی مسودہ ہے۔ خواجہ بُرہان آپ کی طرف جلد ہی چل پڑے' نقل مسودہ کی فرصت نہ مل سکی۔ اس امر کا احتمال ہے بعض دوسرے علوم بھی اس سے لاحق کر دیے جائیں۔ ایک روز رسالہ سلسلۃ الاحرار نظر سے گزرا اور اس کے مطالعہ سے میرے دل سُست میں گزرا کہ حضرت کی خدمت میں عرض کروں آپ خود اس رسالہ کے علوم کے بارے میں کچھ تحریر فرمائیں یا اس فقیر کو حکم دیں' تا کہ بندہ اس سلسلہ میں کچھ لکھ سکے۔ یہ خیال کافی قوت پکڑ گیا تو اس کے ساتھ ہی اس مسودہ سے متعلق بعض مزید علوم کا فیضان و ورود ہوا۔ بہر حال اس رسالہ کے بعض علوم کی وضاحت ہو سکی۔ اگر اس مسودہ کو تکملہ تصور کر لیں تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ اور اگر بعض مناسب کو منتخب کر کے اس رسالہ سے ملحق کر دیں تو یہ صورت بھی ٹھیک ہے۔ زیادہ جرأت ادب سے دور ہے۔

خواجہ برہان نے اس مدت میں خوب کام کیا ہے اور تیسری سیر سے جو مقام جذبہ سے تعلق رکھتی ہے اس سے بھی ان کو حصہ مل چکا ہے۔ صوبہ مالوہ میں معاش کے لحاظ سے ان کا وقت پراگندہ اور مشوش ہو گیا ہے۔ ملازمت کے لیے حاضر ہو رہے ہیں۔ آپ جو حکم بھی فرمائیں گے مبارک ہو گا۔

مکتوب نمبر (۶)

جذبہ اور سلوک کے حصول کے بیان ہیں' اور جمال و جلال دونوں صفتوں کے ساتھ تربیت پانے اور فنا و بقا اور ان کے متعلقات اور نسبت نقشبندیہ کے فائق اور اعلیٰ ہونے کے بیان میں...... یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔

کمترین غلام احمد کی عرضداشت یہ ہے کہ مرشد علی الاطلاق (اللہ تعالیٰ) جل شانہٗ نے آپ کی توجہ کی برکت سے جذبہ اور سلوک دونوں طرح پر (اس ناچیز کی) تربیت فرمائی ہے اور جمال و جلال دونوں صفتوں کی

Marfat.com

تربیت کے ساتھ نوازا ہے۔ اب جمال عین جلال اور جلال عین جمال ہے۔ رسالہ قدسیہ (مصنفہ حضرت خواجہ نقشبند یہ رحمۃ اللہ علیہ) کے بعض حواشی کی اس عبارت کو اپنے مفہوم صریح سے بدل دیا گیا ہے۔ اور ایک موہوم معنی پر حمل کرلیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ عبارت اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے' اس میں تاویل وانحراف کی گنجائش نہیں۔ اور اس تربیت کی علامت یہ ہے کہ مجھے محبت ذاتی سے متحقق کر دیا گیا ہے۔ محبت ذاتی کے ساتھ موصوف ہونے سے قبل اس کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ اور محبت ذاتی فنا کی علامت ہے۔ اور فنا ماسوی اللہ کو بھول جانے کا نام ہے تو جب تک تمام علوم سینہ سے دور نہ ہو جائیں اور انسان جہل مطلق سے موصوف نہ ہو جائے فنا سے حصہ نہیں پا سکتا۔ اور یہ حیرت اور جہل دائمی ہے اس کے زوال کا امکان نہیں۔ اور یہ بات ہے کہ کبھی زائل ہو جائے اور حاصل ہو جائے۔ غایۃ درجہ یہ بات ہے کہ بقا سے پہلے محض جہالت ہوتی ہے اور بقا کے بعد جہالت اور علم دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔ عین نادانی میں شعور ہوتا ہے اور عین حیرت میں شہود حاصل ہوا ہوتا ہے۔ اور یہ حق الیقین کا مقام ہے' جہاں علم اور عین ایک دوسرے کے لیے حجاب نہیں ہیں۔ اور وہ علم جو اس جہالت سے پہلے حاصل ہوا ہوتا ہے وہ درجۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے اگر علم ہے تو اپنے میں ہے۔ اگر شہود ہے تو وہ بھی اپنے اندر ہے۔ اور اگر معرفت یا حیرت ہے تو وہ بھی اپنے ہی اندر ہے۔ جب تک نظر باہر ہے' بے نتیجہ ہے۔ اگر چہ اپنے اندر ہی نظر ہو اِدھر اُدھر سے نظر کو بالکل منقطع کرنا ضروری ہے۔ حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ بہاؤالدین نقشبندہ قدس سرہٗ) فرماتے ہیں کہ اہل اللہ فنا اور بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے اندر دیکھتے اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنے اندر پہچانتے ہیں۔ ان کو اپنے وجود میں حیرت ہوتی ہے۔ اس سے بھی صریحاً معلوم ہوتا ہے کہ شہود' معرفت اور حیرت' یہ سب چیزیں صرف نفس میں ہیں' باہر کہیں بھی نہیں ہیں۔ جب تک ان تینوں سے باہر ہے چاہے اپنے اندر ہی ہو فنا سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا' تو بقا سے کیسے حصہ پا سکتا ہے۔ فنا اور بقا کا نہایت مرتبہ یہی ہے۔ اور یہ فنا مطلق ہے اور مطلق فنا عام ہے۔ بقا فنا کے اندازے کے مطابق ہوتی ہے۔ لہٰذا بعض اہل اللہ فنا اور بقا سے موصوف ہونے کے باوجود باہر کا بھی مشاہدہ کرتے ہیں۔ لیکن ان حضرات نقشبندیہ قدس سرہم کی نسبت تمام سے فائق ہے۔

نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند　　نہ ہر کہ سر بتر اشد قلندری داند

ہر آئینہ رکھنے والا سکندری کے اسرار و رموز سے واقف نہیں ہوتا۔ اور نہ ہر سر تراشنے والا قلندری ہی جانتا ہے۔

جب اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اکابر میں سے صدیوں کے بعد صرف ایک یا دو کو اس نسبت سے مشرف کرتے ہیں تو دوسرے سلاسل میں تو اس نسبت کے حصول کا تناسب بہت ہی کم ہے' یہ نسبت دراصل حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ کی نسبت ہے۔ اور نسبت کو تمام و کمال تک پہنچانے والے خواجہ خواجگان حضرت خواجہ بہاؤالدین المعروف نقشبند قدس سرہم ہیں۔ اور آپ کے خلفاء میں سے حضرت خواجہ علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ اس

Marfat.com

دولت سے مشرف ہوئے ہیں۔

ایں کار دولت است کنوں تا کراد ہند

یہ ایک عظیم دولت ہے۔ اب دیکھیے یہ کسے عطا ہوتی ہے

عجیب بات ہے پہلے ہر بلا و مصیبت جو واقع ہوتی تھی فرحت و سرور کا باعث تھی۔ اور یہ ناچیز مزید کا مطالبہ کرتا تھا۔ اور جس قدر سامان دنیوی کم ہوتا تھا اس سے خوشی ہوتی تھی اور اسی طرح کہ آرزو رکھتا تھا۔ لیکن اب جب کہ پھر عالم اسباب کی طرف لایا گیا ہے تو نظر اپنے عجز اور اپنی محتاجی پر پڑی۔ اگر تھوڑا سا ضرور لاحق ہوتا ہے تو فوراً ہی ایک درجہ غم وحزن محسوس ہوتا ہے اگر چہ وہ جلد زائل بھی ہوتا ہے اور اس کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا۔ اسی طرح پہلے جب بارگاہ الٰہی میں دفع بلا و مصیبت کے لیے دعا کرتا تھا تو اس سے مقصود اس کا رفع اور ازالہ نہیں ہوتا تھا بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم اُدْعُونِی کی بجا آوری مقصود ہوتی تھی۔ لیکن اب دعا سے مصائب و بلیات کا رفع مفقود ہوتا ہے اور وہ خوف و غم جو زائل ہو چکا تھا واپس لوٹ آیا ہے۔ اور معلوم ہوا ہے کہ یہ سب کچھ سُکر کی وجہ سے تھا۔ حالت صحو میں جس طرح عوام الناس کو خوف، غم، عجز محتاجی اور خوشی کے عوارض لاحق ہوتے ہیں اسی طرح اس بندہ خدا کو بھی ہوتے ہیں۔ ابتداء میں بھی جب دعا سے مقصود رفع بلا و مصیبت نہیں تھی دل کو یہ بات اچھی نہیں لگتی تھی۔ لیکن غلبہ حال کے باعث دل میں یہ بات گزرتی تھی کہ انبیاء کرام کی دعائیں بھی حصول مراد کے لیے نہیں ہوتی تھیں۔ اب جبکہ اس حالت سے مشرف کیا گیا ہے اور معاملہ کی اصل حقیقت واضح کر دی گئی ہے تو پتہ چلا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں عجز و محتاجی خوف و غم کے تحت تھیں صرف حکم کی بجا آوری مقصود نہ تھی۔

بعض باتیں جو وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتی رہتی ہیں ان کے پیش خدمت کرنے کی گستاخی کر جاتا ہوں۔

مکتوب نمبر (۷)

اپنے بعض عجیب و غریب حالات اور ضروری امور کے استفسار کے بیان میں یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا۔

کمترین غلام احمد کی عرضداشت یہ ہے کہ وہ مقام جو عرش سے اوپر تھا یہ ناچیز اپنی روح کو بطریق عروج اس مقام میں پاتا تھا۔ اور وہ مقام حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ) کے ساتھ خاص تھا۔ ایک زمانہ کے بعد اپنے بدن عنصری کو بھی اسی مقام میں پایا۔ اور اس وقت خیال میں یوں گزرا کہ تمام عالم عنصریات و فلکیات نیچے کو چلا گیا ہے اور اس کا کوئی نام و نشان باقی نہیں رہا۔ اور جبکہ اس مقام میں صرف بعض اکابر اولیاء تھے۔ اب تمام عالم کو اپنے سمیت اس مقام میں پا کر حیرت ہوتی ہے کہ مکمل بیگانگی کے باوجود اپنے آپ کو ان کے ساتھ پاتا ہے الغرض وہ حالت جو کبھی کبھی رونما ہوتی تھی اور اس میں بندہ نہ اپنے آپ کو دیکھتا تھا نہ جہان کو

Marfat.com

نہ نظر سے کچھ دیکھتا تھا اور نہ علم میں کوئی چیز تھی۔ وہ حالت اب دائمی ہو چکی ہے اور خلقت عالم کا وجود دید و دانش سے باہر ہو چکا ہے۔

اس کے بعد اس مقام میں ایک بلند محل ظاہر ہوا کہ اس کو سیڑھیاں لگی ہوئی ہیں۔ بندہ ان سیڑھیوں سے باہر آیا۔ اس کے بعد وہ مقام بھی باقی جہان کی مانند آہستہ آہستہ لحہ بہ لحہ نیچے چلا گیا' اور فقیر نے اپنے آپ کو بلندی پر پایا۔ بندہ اتفاق سے تحیۃ الوضو کے نفل ادا کر رہا تھا کہ ایک بہت ہی اونچا مقام نمایاں ہوا اور چار اکابر نقشبندیہ کو اس مقام میں دیکھا۔ اور دوسرے مشائخ بھی جیسے سید الطائفہ جنید بغدادی وغیرہ کو اس مقام میں پایا۔ اور بعض دوسرے مشائخ اس سے اوپر کے مقام میں ہیں۔ لیکن ان کے پائے پکڑے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور بعض نیچے میں اپنے اپنے درجات کے مطابق۔ اور اپنے آپ کو ان سے بہت دور پایا۔ بلکہ ان سے کچھ نسبت ہی نہ دیکھی۔ اس واقعہ سے سخت پریشانی اور اضطراب ہوا۔ قریب تھا کہ دیوانہ ہو جاؤں۔ اور غم و غصہ کی زیادتی سے جسم کو ہی خالی کر دے۔ کچھ وقت ایسے ہی گزرا۔ آخر آپ کی توجہات سے اپنے آپ کو بھی اس مقام کے مناسب پایا۔ پہلے میرا سر اس مقام کے برابر ہوا۔ پھر بتدریج اوپر بلند ہوتا گیا اور اس مقام بلند میں بیٹھ گیا۔ توجہ کے بعد یوں دل میں گزرا کہ وہ مقام تکمیل نام کا مقام ہے۔ کہ تمام سلوک طے کرنے کے بعد اس مقام پر پہنچتے ہیں۔ سلوک پورا نہ کرنے والے مجذوب سالک کو اس مقام سے حصہ مل سکتا۔ اور اس وقت یہ بھی خیال میں گزرا کہ اس مقام پر پہنچنا اس واقعہ کے نتائج سے ہے جو حضور کی خدمت میں رہنے کے زمانہ میں دیکھا تھا۔ اور خدمت اقدس میں عرض بھی کیا تھا کہ حضرت امیر (علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ) تشریف لائے اور فرمایا کہ میں تجھے آسمانوں کا علم سکھانے آیا ہوں۔ جب خوب توجہ سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ تمام خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے یہ مقام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خاص ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

دوسری بات یہ ظاہر ہوئی کہ بُرے اخلاق و عادات ہر گھڑی مجھ سے الگ ہو رہے ہیں۔ بعض اوقات یوں خیال گزرتا ہے کہ سب الگ ہو گئے ہیں اور دوسرے وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی اور شے ظاہر ہوئی ہے اور وہ بھی الگ ہو گئی ہے۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ بعض امراض اور شدائد کو دور کرنے کی غرض سے توبہ کرنے کے لیے کیا یہ شرط ہے کہ مرضی خدا تعالیٰ معلوم ہو کہ اس معاملہ میں توجہ چاہیے یا نہ چاہیے یا یہ شرط نہیں؟ رشحات کی ظاہر عبارت سے جو حضرت خواجہ عبید اللہ الاحرار) سے نقل کی ہے معلوم ہوتا ہے کہ پیشگی جاننا شرط نہیں۔ لہٰذا اس مسئلہ میں آپ کا کیا ارشاد ہے۔ حالانکہ مجھے توجہ کرنا اچھا بھی نہیں لگتا۔

تیسری گزارش یہ ہے کہ طالبوں کہ حضور میسر آ جانے کے بعد ذکر سے روک دینا اور حضور کی نگہداشت کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور پھر وہ کونسا مرتبہ حضور ہے جس میں ذکر نہیں کرتے۔ لیکن بعض ایسے بھی ہیں جو اول

Marfat.com

سے آخر تک ذکر میں مصروف رہتے ہیں اور انہیں ذکر سے کسی وقت بھی نہیں روکا گیا۔ اور اپنا کام نہایت کے قریب پہنچا چکے ہیں۔ اصل حقیقت کیا ہے؟ اس بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟

چوتھی گذارش یہ ہے کہ حضرت خواجہ (عبید اللہ احرار قدس سرہٗ) نے اپنے ملفوظات میں فرمایا ہے کہ آخر میں بھی ذکر کا حکم دیا جاتا ہے۔ کیونکہ بعض مقاصد ایسے ہیں کہ وہ اس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے۔ ان مقاصد کا تعین فرمایا جائے۔

خدمت اقدس میں پانچویں گذارش یہ ہے کہ بعض طالب طریقہ نقشبندیہ کی تعلیم کی طلب کا اظہار کرتے ہیں لیکن غذا میں احتیاط سے کام نہیں لیتے۔ لیکن اس بے احتیاطی کے باوجود حضور قلب اور قدرے استغراق پیدا کر لیتے ہیں۔ اور غذا کے متعلق تاکید سے کام لیا جائے تو سستی اور کاہلی کے باعث بالکلیہ طریقہ ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں کیا حکم ہے؟ اور کچھ ایسے بھی ہیں جو ارادت کے ساتھ اس سلسلہ سے صرف اتصال چاہتے ہیں' ذکر کی تعلیم نہیں چاہتے۔ کیا اس قسم کا اتصال جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اس کا کیا طریقہ ہے؟ اس سے زیادہ طویل سلسلہ کلام گستاخی اور بے ادبی ہے۔

مکتوب نمبر (۸)

ان حالات کے بیان میں بقا اور صحو سے تعلق رکھتے ہیں...... یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔

کمترین غلام' احمد کی عرضداشت یہ ہے کہ جب سے مجھے صحو میں لائے ہیں اور بقا سے نوازا ہے علوم غریبہ اور معارف نادرہ غیر متعارفہ مسلسل اور لگاتار فائز اور وارد ہو رہے ہیں۔ ان میں سے اکثر کے بیان اور ان کی مستعمل اصطلاح سے موافقت نہیں رکھتے۔ جو کچھ مسئلہ وحدت وجود اور اس کے متعلقات کے بارے میں کہا گیا ہے' مجھے اوّل حال ہی میں اس سے مشرف کر دیا گیا ہے۔ اور کثرت میں وحدت کا مشاہدہ میسر آ چکا ہے۔ پھر اس مقام سے کئی درجے بلند مجھے ترقی عطا فرمائی گئی ہے اور اس ضمن میں انواع واقسام کے علوم عطا فرمائے گئے ہیں۔ ان مقامات و معارف کی صریحاً تصدیق قوم کے کلام میں نہیں پائی جاتی۔ اجمالی اشارات و رموز بعض بزرگوں کے کلام مبارک میں پائے جاتے ہیں لیکن ان علوم و معارف کی صحت کا گواہ حال یہ ہے کہ علوم و معارف ظاہر شریعت' اجماع علماء اہل سنت کے بالکل موافق و مطابق ہیں' روش شریعت کے ظاہر سے ذرہ بھی مخالفت نہیں رکھتے' اور حکماء اور اصول عقلیہ سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے۔ بلکہ علماء اسلام میں وہ جماعت جو اصول اسلام میں مخالفت رکھتی ہے ان کے اصولوں سے بھی ان علوم کی کوئی موافقت نہیں۔

یہ بھی انکشاف ہوا ہے کہ استطاعت فعل کے ساتھ ہوتی ہے۔ فعل سے قبل انسان قدرت نہیں رکھتا

Marfat.com

قدرت فعل کے ساتھ بخشتے ہیں اور احکام شریعت کی تکلیف اسباب اور اعضاء کی سلامتی پر دیتے ہیں جیسا کہ علماء اہل السنۃ نے اس کی تحقیق کی ہے۔اور فقیر اس مقام میں اپنے آپ کو حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرّہٗ کے قدم مبارک پر پاتا ہے۔آپ اسی مقام میں تھے۔اور حضرت علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس مقام سے حصہ ملا ہے۔اس سلسلہ عالی کے بزرگوں میں سے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس اللہ سرہ الاقدس اور پہلے مشائخ میں سے حضرت معروف کرخی، امام داؤد طائی، حضرت خواجہ حسن بصری اور حضرت حبیب عجمی قدس اللہ تعالیٰ اسراہم المقدسہ بھی اسی مقام میں تھے۔

ان سب مقامات اور علوم و معارف کا حاصل و خلاصہ بعد اور بیگانی ہے۔علاج معالجہ سے کام گزر چکا ہے۔جب تک پردے لٹکے ہوئے تھے انہیں اٹھانے کے لیے سعی اور اہتمام کی گنجائش تھی۔اس وقت تو اس کی بزرگی اس کا حجاب ہے۔

فَلا طَبِيبَ لَهَا وَلَا رَاقِيْ!

اب نہ تو اس کا کوئی معالج ہے اور نہ جھاڑ پھونک کرنے والا۔

مگر نہایت ہی عجیب معاملہ ہے کہ کمال بے مناسبتی اور بیگانگی کا نام وصل و اتصال رکھا ہوا ہے۔وہی کتاب یوسف زلیخا کا ایک بیت مناسب حال ہے۔

درافگندہ دف ایں آواز دوست
کز و بردست دف کوباں بود پوست

دف نے دوست کی طرف سے آواز بلند کر رکھی ہے۔مگر اس دوست کی طرف سے دف بجانے والے کے ہاتھوں میں سوائے ہاتھ کے پوست اور چمڑے کے اور کوئی شے نہیں۔

شہود کہاں ہے، شاہد کون ہے اور مشہور کیا ہے۔ ع

"خلق را روے کے نماید او" (وہ مخلوق کو کب چہرہ دکھاتا ہے)

مـا لـلتـراب و رب الارباب یعنی "چہ نسبت خاک را با عالم پاک"

فقیر خود کو بندۂ مخلوق بے قدرت تصور کرتا ہے اور اسی طرح تمام جہان کو خالق اور قادر اللہ تعالیٰ ہی کو جانتا اور مانتا ہے۔اس کے سوا اور کوئی نسبت ثابت نہیں کرتا۔ماسوا اللہ کو اس کا عین اور مراۃ بننے کی کہاں گنجائش ہے۔ع

در کدام آئینہ در آید او
وہ کس آئینہ میں آ سکتا ہے

فرقہ صحیحہ اہل سنت و جماعت کے علماء ظاہر اگر بعض اعمال میں کوتاہی کر جاتے ہیں لیکن ذات و صفات سے متعلق ان کے عقائد کی درستی کا جمال اس قدر نورانیت رکھتا ہے کہ ان کی کوتاہی اس نورانیت کے آگے مضمحل

Marfat.com

اور ناچیز ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس بعض صوفی ریاضات و مجاہدات کے باوجود چوں کہ ذات وصفات سے متعلق عقائد میں وہ درستی نہیں رکھتے تو علماء ظاہر جیسا جمال و نورانیت بھی نہیں رکھتے۔ علماء کرام اور دینی طلبہ کے ساتھ بہت محبت پیدا ہو چکی ہے۔ ان کی روش بہت اچھی لگتی ہے۔ فقیر آرزو کرتا ہے کہ علماء اور طلبہ علوم کے گروہ میں بیٹھا ہو اور (اصول فقہ کی آخری اور مشہور کتاب) تلویح کے مقدمات اربعہ کا کسی طالب سے تکرار کر رہا ہو۔ نیز (فقہ حنفی کی مشہور کتاب) ہدایہ کا تکرار بھی شروع کر رکھا ہو۔ اور یہ فقیری معیت اور احاطہ علمی کے مسئلہ میں علماء کے ساتھ شریک ہے۔

اسی طرح یہ فقیر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو نہ عین عالم جانتا ہے اور نہ عالم سے متصل نہ عالم سے منفصل اور نہ عالم کے ساتھ اور نہ اس سے جدا اور نہ محیط اور نہ سرایت کیے ہوئے ہے۔ اور تمام ممکن اشیاء یا ان کی صفات اور ان کے افعال کو مخلوق جانتا ہے اور یہ اعتقاد نہیں رکھتا کہ ممکنات کی صفات اس کی صفات ہیں اور ان کے افعال اس کے افعال ہیں۔ بلکہ ہر شے کے افعال میں اسی ذات واحد کی قدرت کو موثر جانتا ہے ممکنات کی قدرت میں فی الحقیقۃ اثر نہیں جانتا۔ جیسا کہ حکماء اور متکلمین کا مذہب ہے۔

اسی طرح سات صفات حقیقیہ واجب تعالیٰ کو موجود جانتا ہے اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو ہر شے کا ارادہ کرنے والا جانتا ہے۔ اور قدرت بمعنی صحت فعل اور ترک فعل بالیقین تصور کرتا ہے۔ قدرت بمعنی

ان شاء فعل فان لم یشاء لم یفعل — اگر چاہے کرے اگر نہ چاہے نہ کرے

نہیں مانتا۔ کیونکہ جملہ شرطیہ ثانیہ ممتنع ہے۔ جیسا کہ بعض حکماء اور صوفیہ مانتے ہیں۔ کیونکہ اس معنی سے واجب تعالیٰ پر وجوب لازم آتا ہے۔ اور یہ لزوم تسلیم کرنا حکماء کے اصولوں کے موافق ہے۔ اور قضا وقدر کے مسئلے کو علماء کے طور پر مانتا ہے۔ تو مالک کو اس بات کا مل اختیار ہے کہ اپنی ملک میں جس طرح چاہے تصرف کرے۔ اور قابلیت اور استعداد کا کچھ دخل نہیں مانتا۔ کیونکہ اس سے بھی وجوب لازم آتا ہے۔ اور وہ سبحانہٗ وتعالیٰ مختار ہے جیسا چاہے کرے۔ اسی طرح اور سب باتیں۔ چونکہ ان حالات کا عرض کرنا ضروری امور میں سے ہے اس لیے ان کے عرض کرنے کی جرأت اور گستاخی کی ہے۔ ع

بندہ باید کہ حدِ خود داند

بندے کو چاہیے کہ اپنی حد کے اندر رہے

مکتوب نمبر (۹)

ان حالات کے بیان میں جو نیچے آنے کے مقام سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا۔

Marfat.com

بدقسمت، سیاہ رُو، کوتاہی میں مبتلا، بدخو، وقت و حال کے مغرور اور وصل وکمال کے قریب خوردہ کی عرضداشت، جس کا ہر کام مولیٰ کریم کی نافرمانی ہے۔ اور اس کا سارا عمل عزیمت اور اولیٰ کا ترک ہے، اپنے ظاہر کو آراستہ کر رکھا ہے۔ اور خداتعالیٰ کی نظارہ گاہ باطن کو خراب اور ویران کر رکھا ہے۔ اس کی ہمت نے ظاہر آرائی پر ہی کفایت کر رکھی ہے اور باطن ہمیشہ اس راستے سے رسوائی میں مبتلا ہے۔ اس کا قال حال کے منافی ہے، اور حال خواب وخیال پر مبنی ہے۔ اس خواب وخیال سے کیا حاصل ہوسکتا ہے اور ایسے قال وحال سے کیا عقدہ کشائی ہوسکتی ہے۔ بے نصیبی اور خسارہ نقد وقت ہے۔ غباوت وضلالت ہاتھ میں ہے فساد وشرارت کا مبداء اور ظلم ومعصیت کا منشا ہے۔ مختصر یہ کہ مجسمہ عیوب اور مجمع ذنوب ہے۔ اس کی نیکیاں لعنت ورد اور اس کی حسنات طعن ودفع کردینے کے لائق ہیں۔

رُبّ قاری القران والقران یلعنہ، — بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہوتے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔

حدیث کا یہ مضمون اس کے حق میں گواہ عادل ہے۔

وکم من صائم لیس لہ من صیامہ الظماء والجوع. — کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں جنہیں روزہ سے سوا پیاس اور بھوک کے کچھ حاصل نہیں ہوتا

اس حدیث کا مضمون بھی اس کے حال پر شاہد صادق ہے۔ تو اس شخص پر افسوس جس کا یہ حال ہو، اور یہ مرتبہ اور یہ کمال اور یہ درجہ ہو۔ اس کا استغفار کرنا بھی اس کے گناہوں کی طرح گناہ ہے، بلکہ ان سے بدتر ہے اور اس کی توبہ اس کے دوسرے معاصی کی طرح سراسر معصیت ہے۔ بلکہ ان سے قبیح تر۔ قبیح جو فعل کرتا ہے وہ بھی قبیح ہوتا ہے۔ ناچیز اس کا مصداق بن چکا ہے۔ ع

زگندم جوز جو گندم نیاید

گندم سے جو اور جو سے گندم حاصل نہیں ہوسکتی

اس ناکارہ کا مرض ذاتی ہے، علاج پذیر نہیں، اور اس کی بیماری اصلی (پختہ) ہے۔ علاج کو قبول نہیں کرتی۔ جو چیز خلقت اور ذات میں داخل ہو وہ اس سے جدا نہیں ہوسکتی۔ ع

سیاہی از حبشی کے رود کہ خود رنگ است

حبشی سے سیاہی دور نہیں ہوسکتی، کیونکہ یہ اس کا طبعی رنگ ہے

کیا کیا جائے۔ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

ان سب خرابیوں کے باوجود اتنی بات ضروری ہے کہ خیر محض کے ساتھ ساتھ شر محض بھی چاہیے، تاکہ خیر کی حقیقت واضح ہوسکے۔ اشیاء ضد سے پہچانی جاتی ہیں۔ خیر وکمال کے ساتھ شر ونقص بھی چاہیے حسن وجمال کے

Marfat.com

لیے آئینہ درکار ہے اور آئینہ نئے کے مقالب ہوتا ہے۔ لہٰذا خیر کے لیے شر اور کمال کے لیے نقص کا آئینہ ضروری ہے۔ تو ہر وہ شے جس میں نقص و شرارت زیادہ ہوگی وہ خیر و کمال کی نمائندگی بھی زیادہ کرے گی۔ عجیب کاروبار ہے کہ ذم نے مدح کے معنی پیدا کر دیے اور یہ شرارت و نقصان خیر و کمال کا محل بن گیا۔ اسی وجہ سے مقام عبدیت تمام مقامات سے بلند ہے۔ کیونکہ یہ معنی مقام عبدیت میں اتم و اکمل ہے۔ محبوبوں کو ہی اس مقام سے مشرف کرتے ہیں، اور محب ذوق شہود سے لذت لیتے ہیں۔ بندگی میں لذات اور اس سے اُنس محبوبوں کے ساتھ خاص ہے۔ محبوں کا اُنس محبوب کے مشاہدہ سے ہے، مگر محبوبوں کو محبوب کی بندگی میں انس نصیب ہوتا ہے۔ اس اُنس میں سے اُس دولت (دید تصور) تک پہنچاتے ہیں اور اس نعمت سے سرفراز فرماتے ہین۔ اس میدان میں یکہ دوڑانے والے شہسوار سرورِ دنیا و دین اور سید اوّلین، و آخرین حبیب ربّ العالمین ہیں علیہ من الصلوات اتمها و من التحیات اکملها۔ آپ کے علاوہ جسے چاہتے ہیں کہ اپنے فضل سے نوازیں تو اسے یہ دولت حضور کی کمال متابعت کی برکت سے عطا کرتے ہیں۔ اس کمال سے اسے موصوف کر دیتے ہیں اور اس متابعت کے ذریعہ بلند مقام تک پہنچا دیتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم کا مالک ہے۔

(صوفی میں کمال شر کے پائے جانے سے مراد) شر و نقص کا علم ذوقی ہے۔ یہ مراد نہیں کہ وہ شر و نقص سے متصف بھی ہوتا ہے۔ اس علم والا متخلق باخلاق اللہ ہوتا ہے۔ یہ علم ذوقی بھی اُس تخلق کے ثمرات میں سے ہے۔ ورنہ شرارت و نقص کی وہاں کیا گنجائش ہے۔ اس سے صرف علمی تعلق ہوتا ہے۔ یہ علم خیر محض کے شہودِ تام کے واسطہ سے ہے۔ جو اس تمام خیر کے پہلو میں شر محض دکھائی دیتا ہے۔ اور یہ نفس مطمئنہ کے اپنے مقام پر نیچے اُتر آنے کے بعد ہوتا ہے، اسے یاد رکھو۔ ایسا شخص جب تک اپنے آپ کو زمین پر نہیں مارے گا اور اس کا کام یہاں تک نہیں پہنچے گا۔ اپنے مالک و مولیٰ جل شانہٗ کے کمال سے بے نصیب رہے گا۔ تو وہ شخص کیونکر بے نصیب نہیں رہیگا جو اپنے آپ کو عین مولیٰ خیال کرے اور اپنی صفات کو اس کی صفات تصور کرے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔ یہ تو اسماء و صفات واجب تعالیٰ میں کج روی کا راستہ ہے۔ اس عقیدہ کے لوگ

وذروا الذین یلحدون فی اسمائه — ان لوگوں سے الگ رہو جو اس کے نام میں الحاد کی رہ چلتے ہیں۔

میں داخل ہین یہ بات نہیں ہے کہ ہر وہ شخص جس کا جذبہ اس کے سلوک سے مقدم ہے وہ محبوبوں میں سے ہے۔ ہاں اتنی بات ہے کہ محبوبیت کے لیے جذبے کا مقدم ہونا شرط ہے۔ اور یہ بات بھی ہے کہ ہر جذبہ میں محبوبیت کے کچھ معنی پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ جذب محبوبیت کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ لیکن اس قسم کی محبوبیت عارضی ہے ذاتی نہیں۔ محبوبیت ذاتی بلاغت ہے۔ جس طرح ہر منتہی کو آخر کار جذبہ میسر آ جاتا ہے۔ لیکن یہ مجہول کے زمرہ میں ہی رہتا ہے (محبوبین کے زمرہ میں شامل نہیں ہوسکتا) عارضی طور پر اس میں محبوبیت کے معنی پیدا ہو جاتے

Marfat.com

ہیں۔ اور محبوبیت ذاتی کے لیے یہ معنی کافی نہیں اور وہ معنی عارضی تزکیہ اور تصفیہ ہے بعض مبتدی حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کے باعث اگرچہ بعض امور میں ہی اتباع ہو کسی حد تک اس معنی کو حاصل کر لیتے ہیں۔ بلکہ منتہی میں بھی اتباع ہی کو ہونا ضروری ہے اور بس۔ محبوبوں میں اس معنی (محبوبیت ذاتی فضلی) کا ظہور بھی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی اتباع سے وابستہ ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ وہ معنی ذاتی بھی آپ کے ساتھ مناسب ذاتی اور اسم کی بنا پر ہے جو اس کا رب ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ وہ معنی ذاتی بھی آپ کے ساتھ مناسبت ذاتی اور اس اسم کی بنا پر ہے جو اس کا رب ہے۔ اور اس اسم کی آنحضرت ﷺ کے اس اسم کے ساتھ مناسبت کی بنا پر ہے جو آپ کا رب ہے۔ اس وجہ سے یہ خصوصیت اس میں پیدا ہوئی ہے۔ اور وہاں سے یہ سعادت حاصل کی ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب واللہ یحق الحق وھو یھدی السبیل.

مکتوبات نمبر (۱۰)

قُرب و بُعد کے حصول اور فرق و وصل بمعنی غیر مشہور اور اس سے مناسب بعض علوم کے بیان میں...... یہ خط بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا۔

حقیر ترین خادم کی عرضداشت یہ ہے کہ ایک مدت سے اس بلند آستانہ کے خادموں کے حالات سے کوئی اطلاع نہیں رکھتا۔ منتظر ہے۔

عجبے نیست اگر زندہ شود جان عزیز
چوں ازاں یار جدا ماندہ پیامے برسد

کوئی عجب نہیں کہ اگر جان عزیز زندہ ہو جائے جب اس جدا شدہ دوست کا پیغام پہنچے۔

بندہ جانتا ہے کہ حاضر درگاہ ہونے کی دولت و نعمت کے لائق نہیں۔ ع

ایں بسکہ رسد ز دور بانگِ جرسم
یہ کافی ہے کہ دور ہی سے جرس (گھنٹی) کی آواز آتی رہے

عجیب کاروبار ہے۔ نہایت بُعد کا نام قرب رکھا ہوا ہے اور غایت فراق کو وصل و ملاقات کہا جاتا ہے۔ گویا فی الحقیقت اس کے ضمن میں قرب و وصال کی نفی کی طرف اشارہ ہے۔

کیف الوصول الی سعاد و دونھا
قلل الجبال و دونھن خیوف

سعاد (معشوقہ) کا وصل کیسے نصیب ہو سکتا ہے۔ حالانکہ میرے اور اس کے درمیان پہاڑوں کی

Marfat.com

بلند چوٹیاں اور ان چوٹیوں تک پہنچنے سے پہلے دشوار گزار نشیب و فراز واقع ہیں۔ تو حزن ابدی اور فکر دائمی دامن گیر ہو چکا ہے۔

مراد کو بھی آخر الامر مرید کے ارادہ سے مرید ہونا پڑتا ہے۔ اور محبوب کو بھی محب کی محبت میں محب بننا پڑتا ہے۔ دین و دنیا کے سردار علیہ الصلوات اکملہا و من التحیات افضلہا مرادیت اور محبوبیت کے مقام کے باوجود محبین اور مریدین میں سے تھے۔ اسی لیے آپ کے حال کی یوں خبر آئی ہے کہ:

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم متواصل الحزن دائم الفکر	حضور ﷺ ہمیشہ غمگین اور متفکر رہتے تھے۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمایا:

مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ مِثْلَ مَا اُوْذِیْتُ	کسی نبی کو اتنی اذیت نہیں پہنچائی گئی جتنی مجھے پہنچائی گئی ہے۔

محب لوگ تو محبت کا بوجھ اُٹھا سکتے ہیں۔ محبوبوں کے لیے اس بوجھ کا اٹھانا دشوار ہے۔ یہ قصہ بڑا دراز ہے۔ ع

قصّة العشق لا انفصَام لَها

قصہ عشق ختم نہیں ہوسکتا

اس عرضداشت کا حاصل و خلاصہ یہ ہے کہ شیخ اللہ بخش قدرے جذب و محبت رکھتا ہے۔ مجبور کر کے یہ چند کلمات آپ کے خادموں کی طرف لکھوائے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ ملازمت کا شوق ظاہر کر کے ان حدود کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اول کچھ مخصوص ارادوں کا اظہار کیا مگر میری طرف سے ان کے متعلق عدم دلچسپی محسوس کر کے اب صرف ملاقات پر راضی ہو گیا ہے۔ اور یہ چند کلمات لکھوائے۔

زیادہ گستاخی ادب سے دور ہے۔

مکتوب نمبر (۱۱)

بعض مکاشفات، اپنے قصور دیکھنے کے مقام کے حصول اور تمام اعمال و اقوال میں اپنے آپ کو عیب ناک جاننے اور شیخ ابو سعید ابو الخیر کے اس کلام "عین نمی ماند اثر کجا ماند" کے راز کے ظاہر ہونے اور بعض دوستوں کے حالات کے بیان میں...... یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔

کمترین غلام احمد کی عرضداشت یہ ہے کہ جس مقام میں ناچیز نے اپنے آپ کو پہلے دیکھا تھا آپ کے

Marfat.com

حکم عالی کے مطابق جب دوبارہ اس کا ملاحظہ کیا تو خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عبور اس مقام میں دکھائی دیا۔ مگر چونکہ اس مقام میں قیام و استقرار نہ تھا اس وجہ سے پہلی دفعہ نظر نہ پڑے۔ جس طرح آئمہ اہل بیت میں سے سوائے امامین کریمین اور امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اس میں ستقرار نہ رکھتے تھے۔

اور وہ جو پہلی دفعہ اپنے آپ کو اس مقام کے مناسب نہ پایا' یہ بے مناسبتی دو طرح کی ہے۔

ایک تو یہ کہ طریقہ میں سے کسی طریقہ کے ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے بے مناسبتی طاری ہوتی ہے۔ جب اس طرف راستہ دکھا دیتے ہیں تو وہ بے مناسبتی ایک طرف کو ہٹ جاتی ہے۔

دوسری قسم وہ ہے جسے بے مناسبتی مطلق کہتے ہیں۔ یہ کسی طرح بھی قابل زوال نہیں ہے۔ اور وہ راستے جو اس مقام تک پہنچاتے ہیں صرف دو ہیں۔ تیسرا کوئی راستہ نہیں۔ یعنی نظر میں ان دو طریقوں کے علاوہ اور کوئی طریقہ ظاہر نہیں ہوتا۔

ایک تو اپنے نقص اور قصور کو دیکھنا اور خیرات اور نیک کاموں میں اپنے آپ کو متہم اور عیب ناک تصور کرنا ہے۔

دوسرا اس شیخ کامل مکمل مجذوب کی صحبت ہے جس نے سلوک مکمل کر لیا ہو۔

حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے آپ کی عنایت و مہربانی کی طفیل پہلا راستہ بقدر استعداد عنایت فرما دیا ہے۔ چنانچہ کوئی عمل اعمال خیر میں سے واقع نہیں ہوتا مگر ناچیز اپنے آپ کو اس میں متہم اور عیب ناک تصور کرتا ہے۔ جب تک کسی طرح سے اپنے آپ پر تہمت اور عیب نہیں رکھتا بے قرار اور بے آرام رہتا ہے۔ اپنے خیال میں میں یہ جانتا ہے کہ اپنے سے کوئی بھی ایسا عمل صادر نہیں ہوتا جو نیکیاں لکھنے والے فرشتوں کے لکھنے کے قابل ہو۔ اور ایسا جانتا ہے کہ نیکیوں کا اعمال نامہ اعمال خیر سے خالی ہے' اور انہیں لکھنے والے کراماً کاتبین معطل اور بے کار ہیں۔ خدائے جل و علا کے لائق ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور جو کچھ جہاں میں ہے حتیٰ کہ کافر فرنگ اور ملحد زندیق' سب کو اپنے سے کئی اعتبار سے بہتر جانتا ہے اور ان سب سے بدترین خیال کرتا ہے۔ اور جذبے کی جہت سے اگرچہ سیر الی اللہ مکمل اور تمام ہو چکی ہے لیکن اس کے بعض لوازم اور توابع باقی تھے جو اس فنا کے ضمن میں جو سیر فی اللہ کے مرکز کے مقام میں واقع ہوئی ہے تمام اور مکمل ہو گئے ہیں۔ اور اس فنا کے حالات اس سے پہلی عرضداشت میں تفصیلاً لکھ دیے ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے اس فنا کو نہایت کام جو کہا ہے اس سے مراد وہی فنا ہو جو تجلی ذات اور سیر فی اللہ کے تحقق و وجود کے بعد متحقق ہوتی ہے۔ اور ارادے کی فنا بھی اسی فنا کے شعبوں میں سے ہو۔

ہیچکس راتا نگر دو او فنا — نیست راہ دربار گاہ کبریا

کوئی شخص بھی جب تک فنا نہ ہو بارگاہ خداوندی کی طرف اسے راستہ نہیں مل سکتا۔ اور اس مقام سے

Marfat.com

مناسبت نہ رکھنے والے دو گروہ بھی نظر میں ہیں:

ایک جماعت اس مقام کی طرف متوجہ اور وصول کے راستے کی متلاشی ہے۔ اور ایک گروہ اس مقام کی طرف کچھ التفات اور توجہ نہیں رکھتا۔ اس مقام تک وصول کے طریقوں میں سے طریقہ دوم آپ کی توجہ سے زیادہ ظاہر ہوتا ہے اور مناسب بھی اسی طریقہ سے محسوس کرتا ہے چونکہ آپ کی جانب سے مامور تھا اس لیے تعمیل حکم کے طور پر بعض امور کے بیان میں جرأت وگستاخی کی ہے۔ ورنہ ع

من هماں احمد پارینہ کہ هستم هستم

میں وہی پُرانا احمد ہوں جو تھا

دوسری عرض یہ ہے کہ اس مقام کو دوبارہ ملاحظہ کرنے سے کچھ اور مقامات اوپر نیچے ظاہر ہوئے۔ عاجزی اور شکستگی کے ساتھ توجہ کرنے کے بعد جب اس مقام پر جو مقام سابق سے فوق اور اوپر تھا پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ہے۔ اور دوسرے خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی اس مقام سے عبور حاصل ہو چکا ہے۔ اور یہ مقام بھی تکمیل و ارشاد کا مقام ہے اسی طرح اوپر دو اور مقام بھی جن کا ابھی ذکر ہوگا۔ اور اس مقام سے اوپر ایک مقام دکھائی دیا۔ جب اس مقام پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا مقام ہے۔ اور دوسرے خلفاء کو بھی اس مقام سے عبور حاصل ہو چکا ہے۔ اور اس مقام سے بھی اوپر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ظاہر ہوا۔ اس مقام تک بھی پہنچنا نصیب ہوا۔ اور مشائخ میں سے حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس کو ہر مقام میں اپنے ساتھ پایا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرے خلفاء کو بھی اس مقام سے عبور واقع ہو چکا ہے۔ فرق صرف عبور اور قیام اور گذرنے اور ٹھیرنے کا ہے۔ اور اس سے اوپر کوئی مقام محسوس نہیں ہوتا سوائے حضرت رسالت خاتمیت کے مقام کے علیہ من الصلوات اتمہا ومن التحیات اکملہا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام کے بالکل مقابل ایک اور مقام ظاہر ہوا جو نہایت ہی نورانی تھا۔ ایسا نورانی مقام کبھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام سے کچھ بلند تھا۔ جس طرح چبوترے کو زمین سے قدرے بلند بناتے ہیں۔ اور معلوم ہوا کہ وہ مقام مقام محبوبیت ہے۔ اور یہ مقام رنگین اور منقش تھا۔ میں نے اس کے پرتو سے اپنے آپ کو بھی رنگین اور منقش پایا۔

اس کے بعد اسی کیفیت میں اپنے آپ کو لطیف پایا اور ہوا کی طرح یا قطعہ بادل کی طرح آفاق میں منتشر دیکھا اور بعض کناروں کو پکڑے ہوئے پایا۔ اور حضرت خواجہ بزرگ (شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ) صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام میں اپنے آپ کو ان کے مقابل پاتے ہیں۔ اس کیفیت کے مطابق جو عرض کی گئی ہے۔

دوسری عرض یہ ہے کہ تلقین و ارشاد کو ترک کر دینا اچھا نہیں لگتا۔ اور یہ بات اچھی بھی کیسے لگ سکتی ہے

Marfat.com

جس طرح سارا عالم گرداب ضلالت و گمراہی میں غرق ہو رہا ہو۔ ایک شخص اگر اپنے اندر انہیں نکالنے کی قوت و طاقت رکھتا ہو تو کیسے بری الذمہ تصور کر سکتا ہے۔ اگر چہ دوسرے کاموں کی بھی مشغولیت ہے مگر وعظ وارشاد میں مشغول رہنا بھی ضروری اور پسندیدہ ہے۔ لیکن شرط یہ کہ دورانِ عمل جو وساوس و خطرات پیش آتے ہیں ان سے تو یہ واستغفار لازم رکھے۔ اس شرط کے ملحوظ رکھنے سے رضا کے دائرہ میں داخل ہو سکتا ہے۔ اس شرط کو ملحوظ رکھنے کی صورت میں رضا میں داخل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ نیچے تہ میں ہی کھڑا رہتا ہے۔ لیکن حضرت خواجہ نقشبند اور حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہما کے بارے میں اس شرط کے لحاظ کے بغیر ہی پسندیدگی ہے۔ اور اس (مجدد صاحب) کم درجہ حال کا عمل اس شرط کے لحاظ کے بغیر داخل ہوتا ہے اور کبھی نیچے تہ میں کھڑا رہتا ہے۔

ایک اور عرض یہ ہے کہ کتاب نفحات الانس (مصنفہ مولانا جامی قدس سرہٗ) میں حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں آیا ہے کہ "عین نمی ماند اثر کجا ماند" (عین باقی نہیں رہتی تو اثر کیسے باقی رہ سکتا ہے) لَا تُبۡقِیۡ وَلَا تَذَرُ۔ آتش عشق کسی شے کو باقی نہیں چھوڑتی۔ یہ بات پہلی نظر میں تو مشکل محسوس ہوئی۔ کیونکہ حضرت شیخ محی الدین اور ان کے متبعین اس بات پر ہیں کہ کسی معلوم چیز کا اللہ تعالیٰ کے معلومات میں سے زائل ہو جانا محال ہے۔ ورنہ واجب تعالیٰ کے لیے علم کے بجائے جہل لازم آئے گا۔ اور ذات ہی زائل نہ ہو تو اثر کہا جائے گا۔ اسی طور پر یہ بات ذہن میں بیٹھی ہوئی تھی۔ حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر رضی اللہ عنہ کے کام کے مفہوم کا عقدہ حل نہیں ہو رہا۔ لیکن کامل توجہ کے بعد حق تعالیٰ نے اس کلام کو راز بھی منکشف کر دیا اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ نہ ذات رہتی ہے اور نہ اثر۔ اور میں نے اپنے اندر بھی یہی معنی پایا' اور کوئی مشکل باقی نہیں رہی۔ اس معرفت کا مقام بھی دکھائی دیا۔

یہ نہایت ہی بلند مقام ہے جو حضرت شیخ اور ان کے متبعین کے بیان میں بھی اونچا ہے۔ یہ دو باتیں باہم مختلف اور متناقض نہیں بلکہ دونوں الگ الگ جگہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کو تفصیل سے بیان کرنا طوالت اور رنج ملال کا باعث ہے۔

اور حضرت شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کے دوام اور ہمیشگی کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کا بھی پتہ چلا کہ بات سے کیا مراد ہے اور دوام سے کیا مراد ہے۔ اور اپنے اندر بھی یہ کیفیت دائماً محسوس کرتا ہے۔ اگر چہ یہ بات نوادرات سے ہے۔

ایک گزارش یہ ہے کہ کتاب دیکھنے کو طبیعت بالکل نہیں چاہتی۔ ہاں اکابر کے مقامات و مراتب عالیہ اگر کسی جگہ درج ہوں تو انہیں دیکھنے سے طبیعت بہت خوش ہوتی ہے۔ مشائخ متقدمین کے حالات بڑے مرغوب ہیں۔ حقائق و معارف سے متعلق کتابیں علی الخصوص توحید اور تنزلات مراتب سے متعلق مضامین کا مطالعہ نہیں کر سکتا۔ بندہ اپنے آپ کو اس باب میں حضرت شیخ علاؤ الدولہ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت مناسبت پاتا ہے۔ اور اس

Marfat.com

مسئلہ میں ذوق و حال کے اندر شیخ مذکور علیہ الرحمۃ سے متفق ہے لیکن سلسلہ میں سابق علم اس کام کی طرف اور اس بارہ میں شدت کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ بعض امراض کے دفع کرنے کی توجہ کی گئی اور اس کا اثر بھی ظاہر ہوا۔ اسی طرح بعض فوت شدگانہ جو عالم برزخ سے تعلق رکھتے ہیں کے حالات بھی ظاہر ہوئے۔ ان کے عالم برزخ کے آلام و شدائد کے رفع کرنے کے لیے توجہ کی گئی۔ لیکن اب توجہ پر قدرت نہیں۔ صورت حال یہ ہے کہ آج کل میں کسی ایک کام پر بھی اپنے آپ کو جمع اور حاضر نہیں کر سکتا۔ لوگوں کو کچھ سختیاں فقیر پر گزری ہیں اور مجھے اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا ہے۔ اور مجھ سے تعلق رکھنے والے بہت سے لوگوں کا ناحق خرابی و بربادی میں ڈالا ہے اور جلاوطن کیا ہے۔ اس کے باوجود دل پر اس سے ذرا سا غبار یا بے چینی تک محسوس نہیں ہوئی۔ دل میں ان کے متعلق برائی کا گزرنا تو بہت دور ہے۔

بعض دوستوں نے اس مقام جذبہ سے شہود و معرفت حاصل کی ہے لیکن اب تک انہوں نے سلوک میں قدم نہیں رکھا۔ ان کے کچھ حالات بھی عرض خدمت کیے ہیں۔ امید ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ جذبہ کے پہلو کی تکمیل کے بعد انہیں دولتِ سلوک سے بھی مشرف کرے گا۔

شیخ نور اسی مقام میں بند ہے۔ نقطۂ فوق تک جو مقام جذبہ سے تعلق رکھتا ہے ابھی تک نہیں پہنچا۔ حرکات وسکنات سے آزار دیتا ہے۔ خرابی اور قباحت کو محسوس نہیں کرتا تو بے اختیار اس کا کام توقف اور رکاوٹ کا شکار رہتا ہے۔ اسی طرح اور بہت سے دوست بھی جو آداب کی رعایت ملحوظ نہیں رکھتے ان کا کام بھی توقف میں پڑا رہتا ہے۔ اس بارے میں حیران ہے کہ میری طرف سے کوئی ارادہ توقف نہیں' بلکہ ان کی ترقی کا ارادہ ہے۔ بے اختیار کام میں رکاوٹ واقع ہو جاتی ہے۔ ورنہ قرب کا راستہ بہت قریب ہے۔

مولانا معہود نیچے کے نقطے تک نیچے پہنچ چکے ہیں۔ جذبہ کے کام کو انجام تک پہنچا دیا ہے' اور اس مقام کی برزخیت تک پہنچ گئے ہیں' اور فوق کو بھی من وجہ نہایت تک لے گئے ہیں۔ پہلے تو صفات کو بلکہ میں نور کو جس کے ساتھ صفات قائم ہیں اپنے سے جدا محسوس کیا اور اپنے آپ کو شیخ فانی پایا پھر صفت کو ذات سے جدا دیکھا اور احدیت کی اس دید کے ذریعے مقام پر پہنچے۔ اب میرے حال اور اپنے حال کو اس قدر گم کر چکا ہے کہ نہ احاطہ کا قائل ہے اور نہ معیت کا خیال کو ابطن بطون (مرتبہ وحدت صرفہ) کی طرف توجہ کر لیا ہے کہ حیرت اور نادانی کے سوا کچھ ہاتھ میں نہیں رکھتا۔

اور سید شاہ حسین بھی مقام جذبہ کے ذریعہ آخری نقطہ تک پہنچ گیا ہے اور ان کا سر آخری نقطہ تک پہنچ چکا ہے۔ اسی طرح صفات کو ذات سے جدا دیکھا۔ لیکن ذات احد کو ہر جگہ پاتا ہے اور ظہور سے محظوظ ہوتا ہے۔

اسی طرح یہاں جعفر بھی آخری نقطہ کے قریب پہنچ چکا ہے اور بہت شوق و ولولہ ظاہر ہوتا ہے۔ یہ بھی شاہ

Marfat.com

حسین کے قریب ہے۔ دوسرے دوستوں میں بھی فرق و تفاوت ظاہر ہوتا ہے۔

میاں شیخی اور شیخ عیسیٰ اور شیخ کمال جذبہ میں نقطۂ فوق تک پہنچ گئے ہیں۔ شیخ کمال بھی نزول کی طرف متوجہ ہے۔ اور شیخ ناگوری بھی نقطۂ فوق کے نیچے آچکا ہے۔ لیکن ابھی کافی مسافت درپیش ہے۔ اور اس جگہ کے دوستوں میں سے اس وقت تک آٹھ یا نو بلکہ دس افراد نقطۂ فوق کے نیچے آچکے ہیں۔ بعض نقطہ سے واصل ہو چکے ہیں اور نزول کی طرف رُخ کرتے ہیں اور کچھ قریب ہیں اور کچھ ابھی دور ہیں۔

میاں شیخ مزمل اپنے کو گم پاتا ہے اور صفات کو اصل سے دیکھتا ہے۔ اور مطلق کو تمام جگہوں میں پاتا ہے۔ اور اشیاء کو سراب کی طرح بے اعتبار جانتا ہے۔ بلکہ کچھ بھی نہیں پاتا۔

مولانا معہود کے متعلق ایسا خیال ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اگر لوگوں کو تعلیم دینا شروع کر دیں تو یہ ایک پسندیدہ بات ہے لیکن وہی اجازت جو مقام جذبہ سے مناسب رکھتی ہے۔ اگرچہ بعض امور ابھی رہتے ہیں ان کا استفادہ اور حصول ہونا چاہیے۔ لیکن اس نے جانے میں جلدی کی توقف نہ کیا۔ حضور اقدس کی خدمت میں آرہا ہے۔ جو مناسب جانیں اس کا حکم فرمادیں۔ اس کمینہ کے ظلم میں جو کچھ تھا عرض کر دیا ہے۔ اصل حکم آپ کا ہے۔

خواجہ ضیاء الدین محمد چند روز یہاں رہے۔ قدرے حضور اور جمعیت قلب پیدا کر لی تھی۔ آخر کار اسباب معاش کی قلت کی بنا پر یہاں رہنے میں اپنا خاطر جمع نہ رکھ سکے اور فوج کی ملازمت کی طرف متوجہ ہو گئے۔

مولانا شیر محمد کا لڑکا بھی ملازمت کی طرف میلان رکھتا ہے۔ قدرے حضور جمعیت قلب اسے بھی حاصل ہے بعض رکاوٹوں کے باعث خاص ترقی نہیں کر سکا۔ زیادہ گفتگو گستاخی ہے۔ ع

بندہ باید کہ حدِ خود داند!

غلام کو اپنی حد کے اندر رہنا چاہیے

اس عراضداشت کے بعد ایک اور کیفیت رونما ہوئی۔ اور ایک حال پیش آیا تحریر اجس کے بیان کی گنجائش نہیں ہے۔ اس جگہ ارادے کی فنا متحقق ہوئی۔ جس طرح سابقاً مرادوں سے ارادے کا تعلق برطرف تھا ایسا ہی ہوا۔ مگر اصل ارادہ ابھی باقی تھا۔ جیسا کہ عراضداشت میں عرض کیا جا چکا ہے۔ اب ارادے کی بھی بیخ کنی ہو گئی ہے۔ اب نہ تو کوئی مراد ہے نہ ارادہ۔ اور اس فنا کی صورت بھی دکھائی دی۔ اور بعض علوم جو اس مقام سے مناسبت رکھتے تھے۔ وہ بھی فائض اور وارد ہوئے۔ ان علوم کے دقیق اور مشکل ہونے کے باعث چونکہ انہیں تحریر میں لانا مشکل تھا اس لیے اشب قلم کی باگ ان علوم سے پھیر لی ہے۔ اس فنا کے تحقق اور علوم عطا کیے جانے کے وقت ایک خاص نظر وحدت سے اوپر بھی پہنچی۔ اگرچہ یہ بات طے شدہ کہ وحدت سے اوپر کوئی نظر نہیں جا سکتی۔ بلکہ اس سے اوپر کوئی نسبت نہیں لیکن بندہ کو جو کچھ پیش آتا ہے عرض خدمت کرتا ہے۔ اور جب تک یقین نہ ہوا لکھنے کی جرأت نہ کی۔

Marfat.com

اور اس مقام کی صورت کو وحدت سے اوپر اس طرح دیکھتا ہے جس طرح آگرہ دہلی سے آگے ہے۔ اور اس راہ میں کچھ شک وشبہ نہیں پاتا۔ اگرچہ نظر میں نہ وحدت ہے اور اس سے اوپر کوئی شے اور نہ کوئی مقام جسے حقیقت کے عنوان سے جان سکے' یا حق کو اس سے اوپر تصور کرے۔ حیرت وجہل پورے طور پر موجود ہیں اور اس دید سے کچھ فرق نہیں پڑا۔ میں نہیں جانتا کہ کیا عرض کروں۔ سب تناقض در تناقض ہے۔ معاملہ گفتگو میں نہیں آسکتا اور حال بے شبہ متحقق اور موجود ہے۔ میں اللہ کے حضور میں استغفار کرتا ہوں اور قول' فعل' خیال اور نظر میں سے ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے میں اس سے توبہ کرتا ہوں۔

نیز اس وقت یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ قبل ازیں میں جو صفات کا فنا جانتا تھا وہ در حقیقت صفات کا فنا نہیں بلکہ خصوصیات صفات اور ما بہ الامتیاز کی فنا تھی جو وحدت میں مندرج تھی' اور خصوصیات زائل ہو جاتی ہیں۔ اب اصل صفات ایک دوسری میں خلط اور درج ہو کر ایک طرف ہو گئی ہیں۔ اب احدیت کے غلبہ نے کچھ بھی باقی نہیں چھوڑا۔ اور وہ تمیز جو مرتبہ علم اجمالی یا تفصیلی میں حاصل تھی' باقی نہیں رہی۔ اور نظر مکمل طور پر خارج پر آچکی ہے۔ اللہ کی ذات تھی اور اس کے ساتھ کچھ نہ تھا۔ اور وہ اب بھی ایسا ہی ہے جیسا پہلے تھا۔ اور اب علم حال کے مطابق ہو چکا ہے۔ پہلے اس مضمون کا صرف علم تھا' حال نہیں تھا۔ میں امید رکھتا ہوں کہ درستی یا خرابی پر متنبہ فرمائیں گے۔

دوسری بات یہ نظر آتی ہے کہ جس طرح مولانا قاسم علی کو مقام تکمیل میں حصہ ہے اسی طرح یہاں کے اور دوستوں کا حصہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ وَاللّٰہ سُبْحَانَہ اعلمُ بحقیقۃ الحال۔

مکتوب نمبر (۱۲)

مقام فنا و بقا کے حصول اور ہر شے کے وجہ خاص کے ساتھ حصول اور سیر فی اللہ کی حقیقت اور تجلی ذاتی برقی وغیرہ کے بیان میں...... یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔

کمترین غلام احمد درگاہِ عالی میں عرض کرتا ہے کہ اپنی تقصیرات کیا عرض کرے۔ جو اللہ نے چاہا وہ ہوا اور جو نہ چاہا نہ ہوا۔ **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

وہ علوم جو مقام فنا اور بقا باللہ سے تعلق رکھتے تھے حق سبحانہ کی مہربانی سے منکشف ہو چکے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہر شے کی وجہ خاص کیا ہے۔ اور سیر فی اللہ کس معنی میں ہے۔ اور تجلی ذاتی برقی کسے کہتے ہیں۔ اور محمدی المشرب کون ہوتا ہے۔ اور اسی طرح کے اور علوم۔ اور ہر مقام میں اس کے لوازم وضروریات بھی دکھاتے ہیں۔ اور کم ہی ایسے شے باقی رہی ہے جس کا اولیاء اللہ نے نشان بتلایا ہے اور جو انہیں راہ میں پیش آتی ہے مجھے نہ دکھائی گئی ہو۔ جو مقبول ہوتا ہے بلا علت اور بلا سبب ہی مقبول ہوتا ہے۔ اور جس طرح ذوات اشیاء کو مجعول ومخلوق جانتا ہے۔ ان کی اصل قابلیتوں اور استعدادوں کو بھی مصنوع ومخلوق ہی جانتا ہے۔ خدا تعالیٰ قابلیت کے تابع

Marfat.com

نہیں۔ اور ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی شے اس پر حاکم ہو۔ زیادہ گستاخی نہ کی۔ ع

بندہ وباید کہ حد خود داند

بندے کو چاہیے کہ اپنی حد میں رہے

مکتوب نمبر (۱۴)

راہ عرفان کی بے نہایتی اور علوم حقیقت کے علوم شریعت کے مطابق ہونے کے بیان میں...... یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کو لکھا۔

کمترین غلام احمد عرض کرتا ہے' اس راہ کی بے نہایتی پر آہ ہزار آہ۔ اس جلدی سے سیر اور اس قدر واردات اور عنایات! نہایت ہی حیرانی کی بات ہے۔ یہی وہ مقام ہے جس کے متعلق مشائخ عظام نے فرمایا ہے کہ سیر الی اللہ پچاس ہزار سال کا راستہ ہے۔

تعرج الملئکة والروح الیه فی یوم کان مقداره خمسین الف سنة	چڑھتے ہیں ملائکہ اور روح اس کی طرف ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔

اس آیت میں شاید اسی طرف اشارہ ہے۔ جب کام ناامیدی کو پہنچا اور تمام امیدیں منقطع ہوگئی تو:

هو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا و ینشر رحمة'	وہی ذات ہے جو ناامیدی کے بعد بارش برساتی ہے اور اپنی رحمت بکھیر دیتی ہے۔

تو اس نے کام بنا دیا۔

چند روز ہوئے ہیں کہ اشیاء میں سیر واقع ہوئی ہے۔ رشد و ہدایت کے طالبوں نے پھر غلو اور زور دینا شروع کر دیا ہے۔ لہٰذا قدرے ان کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ لیکن اس وقت تک اپنے آپ کو رشد و تکمیل کے قابل نہیں پاتا۔ لیکن لوگوں کے اصرار کے باعث بتقاضائے مروت و حیا کچھ نہیں کہتا۔ مسئلہ توحید وجودی میں جیسا کہ سابقاً متوقف و متردد تھا جیسا کہ مکرر عرض کیا جا چکا ہے اور افعال و صفات کو اصل سے ملاتا تھا۔ جب حقیقت حال معلوم ہوگئی وہ توقف اور تردد اب ختم ہوگیا ہے اور ہمہ از دست کا پلہ بھاری ہو چکا ہے۔ یافت اور کمال کو اس میں بہت پایا ہے۔ مقولہ ہمہ اوست اور افعال و صفات کو اور رنگ میں معلوم کیا ہے۔ ہر ایک ایک سے گزار کر آگے اوپر کی طرف لے گئے ہیں۔ اور ہر طرح کا شبہ بالکلیہ زائل ہوگیا ہے۔ تمام مکاشفات ظاہر شریعت کے مطابق ہو چکے ہیں۔ بال برابر ظاہر شریعت سے مخالف نہیں رکھتے۔ بعض صوفیہ جو خلاف ظاہر شریعت مکاشفے بیان کرتے ہیں' یہ بات یا تو سہو و فراموشی کے باعث ہے یا سکر کی بنا پر۔ ورنہ باطن ظاہر کے ہرگز مخالف نہیں۔ راستے کے دوران مخالفت محسوس ہوتی ہے' اور جمع اور توجیہہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ حقیقۃً انتہاء کو پانے والا باطن کو ظاہر شریعت کے

Marfat.com

مطابق پاتا ہے۔

علماء اور ان بزرگواروں کے درمیان صرف اسی قدر فرق و تفاوت ہے کہ علماء دلیل اور علم سے جانتے ہیں اور یہ بزرگ اسی شے کو کشف و ذوق سے پالیتے ہیں۔ اور ان کے صحت حال پر اس مطابقت سے بڑی اور کوئی دلیل نہیں ہوسکتی:۔

یضیق صدری و لا ینطلق لسانی — میرا سینہ تنگی محسوس کرتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی

نقد وقت ہے۔ میں نہیں جانتا کہ کیا عرض کروں۔ بعض احوال کو لکھ کر رکھنے کی توفیق نہیں پاتا اور آپ کی خدمت میں عرض کرنے کی گنجائش بھی نہیں ہے۔ شاید اس میں کوئی حکمت ہو۔ اس محروم جدا ماندہ کو غریب پروری کی توجہ سے محروم نہ رکھیں اور راہ میں ہی نہ چھوڑ دیں۔

ایں سخن راچوں تو مبدأ بودۂ — گر فزوں گردد تو اش افزودۂ

اس بات کا محل آغاز آپ ہی بنے ہیں۔ لہٰذا یہ اگر دراز ہو جائے تو اس کے دراز کرنے والے آپ ہی ہیں زیادہ گستاخی نہ کی۔ ع

بندہ باید کہ حد خود داند

بندے کو چاہیے کہ اپنی حد کو پہچانے

مکتوب نمبر (۱۴)

ان واقعات کے حاصل ہونے میں جو دوران راہ پیش آئے ہیں اور بعض طالبوں کے حالات کے بیان میں...... یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔

کمترین غلام احمد کی عراضداشت یہ ہے کہ وہ تجلیات جو مخلوقات کے مراتب میں ظاہر ہوئی تھیں ان کا کچھ حصہ گزشتہ عرضداشت میں عرض کیا جاچکا ہے۔ اس کے بعد مرتبۂ وجوب جو تمام صفات کا جامع ہے ظاہر ہوا اور بدصورت سیاہ رنگ عورت کی شکل میں سامنے آیا۔ اس کے بعد مرتبہ احدیت دراز قد مرد کی شکل میں نمودار ہوا جو کشادہ اور چھوٹی دیوار پر کھڑا ہو۔ اور یہ دونوں تجلیات حقانیت کے عنوان میں ظاہر ہوئیں بخلاف پہلی تجلیات کے کہ وہ دوسرے عنوان میں ظاہر ہوئیں۔

اسی اثناء میں موت کی آرزو پیدا ہوئی اور یوں نظر میں آیا کہ گویا میں ایک شخص ہوں جو تمام زمین کا احاطہ کیئے ہوئے دریا کے کنارے کھڑا ہے اس ارادے سے کہ اپنے آپ کو اس میں پھینک دے۔ لیکن ایسا بھی محسوس کیا کہ اسے پیچھے سے مضبوط رسی سے باندھا ہوا ہے کہ دریا میں گر نہیں سکتا۔ اور وہ رسیاں بدن عنصری کے

Marfat.com

ساتھ تعلق سے عبارت ہے۔اور میں نے آرزو کی کہ رسیاں ٹوٹ جائیں اور ایک خاص کیفیت بھی رونما ہوئی کہ اس وقت ذوق کے طور پر جانا کہ سوائے حق سبحانہ کے کوئی حاجت نہیں رہی۔اس کے بعد صفات کلیہ وجوبیہ جو اپنے جائے نزول اور مظاہر خصوصیات کے اعتبار سے ظاہر تھیں نظر پڑیں۔

اس کے بعد وہ تمام خصوصیات نیچے چلی گئیں اور الکلیۃ الوجوبیہ کے عنوان کے سوا کچھ باقی نہ رہا اور ان کے خصوصیات سے خالی ہونے کی حالت بھی دکھائی دی۔اور اس وقت معلوم ہوا کہ اب درحقیقت صفات کو اصل کے ساتھ ملایا گیا ہے۔اور خصوصیات سے خالی ہونے سے پہلے صفات کو اصل کے ساتھ ملانے کا کچھ معنی نہیں تھا۔ مگر مجازی طور پر جس طرح کہ تجلی صوری والوں کا حال ہے۔اور حقیقی فنا اس وقت متحقق ہوئی۔

اس حالت کے موجود ہونے کے بعد اپنے اور دوسروں میں پائی جانے والی صفات سب کو ایک ہی طرح پر پایا اور مقامات کا امتیاز اٹھ گیا۔اس وقت شرک خفی کے بعض باریک اور دقیق اقسام سے بھی خلاصی اور نجات میسر آ گئی۔اس وقت نہ عرض رہا نہ فرش۔نہ زمان رہا نہ مکان' اور نہ ہی جہات اور حدود۔اگر سالہا غور کرتا رہوں تو بھی یہ بات ہرگز علم میں نہیں آتی کہ عالم کا ایک ذرہ بھی پیدا اور مخلوق ہوا ہے۔

اس کے بعد اپنا تعین نظر آیا اور اپنی وجہ خاص بھی نظر آئی۔اپنا تعین تو بوسیدہ اور پارہ پارہ کپڑے کی شکل میں جسے کسی شخص نے پہن رکھا ہو دکھائی دیا۔اور میں نے اس شخص کو وجہ خاص جانا۔لیکن یہ حقانیت کے عنوان سے متصور نہ ہوا۔

اس کے بعد اس شخص کے نزدیک ہی باریک چمڑا نظر آیا۔میں نے اپنے آپ کو عین وہ چمڑا محسوس کیا اور اس تعین کے کپڑے کو اپنے سے الگ دیکھا۔اور وہ نور جو اس چمڑے میں تھا نظر آیا۔ایک گھڑی بعد وہ فوراً نظر سے غائب ہو گیا اور یہ پوست اور کپڑا بھی نظر سے اوجھل ہو گئے۔اور وہی پہلی جہالت ہی باقی رہ گئی۔

اس واقعہ مذکورہ کی صورت جو علم میں آئی عرض کرتا ہے' تاکہ اس کی صحت وسقم معلوم ہو جائے۔اور وہ یہ ہے کہ یہ صورت مذکورہ صورت علمیہ ہے۔جس طرح وجوب اور امکان کے درمیان واسطہ۔کہ اس کی ہر طرف ایک دوسری سے الگ ہے اور درمیان میں مکمل اور پورا فرق موجود ہے۔اور وہ پوست (چمڑا) جو اس پرانے کپڑے اور نور کے درمیان واقع ہے وہ عدم اور وجود کے درمیان واسطہ ہے۔میں نے اپنے آپ کو اس پوست کے آخر پر جو دیکھا' تو اس سے اس برزخ (واسطے) تک پہنچ جانے کی طرف اشارہ ہے۔اور اس سے پہلے میں نے اپنے آپ کو واقعات میں عدم اور وجود کے درمیان برزخ اور واسطہ محسوس کیا۔لیکن ظاہراً وہ آفاق کی نظر سے تھا اور یہ انفس کی نظر سے اور اس وقت ایک فرق اور بھی ظاہر ہوا تھا بوقت تحریر یاد نہ رہا۔اسے ذہن میں رکھیں۔

جو کچھ دائما اور ہمیشہ حاصل ہے وہ تو حیرت اور نادانی ہے۔ہاں کبھی کبھی اس طرح کے شعبدے ظاہر ہوتے ہیں اور پھر ختم ہو جاتے ہیں' اور ان کی صرف معرفت باقی رہ جاتی ہے۔اور بعض واقعات کے بیان سے عاجز

Marfat.com

ہے۔ اگر کوئی چیز علم میں آتی ہے تو اس پر اعتماد نہیں کرتا۔ اس مناسبت سے عرضداشتوں میں گستاخی کر بیٹھتا ہے۔ ممکن ہے آپ کے بتانے سے کسی امر کا یقین حاصل ہو جائے۔ اس بات کا امیدوار ہے کہ آپ کی بلند توجہات سے کمینے اور فضول تعلقات کی گرفتاری سے نجات حاصل ہو جائے۔ ورنہ کام بہت مشکل ہے۔

بے عنایت حق و خاصانِ حق! مگر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

اللہ تعالیٰ اور اس کے بندگان خاص کی عنایات کے بغیر اگر کوئی فرشتہ سرشت بھی ہو تو اس کا نامہ عمل سیاہ ہی ہے

شیخ عبدالقادر نیازی کا بیٹا شیخ طٰہٰ جو سرہند کے مشہور مشائخ میں سے ہے اور حاجی عبدالعزیز بھی اس سے پوری واقفیت رکھتا ہے۔ قدم بوسی اور نیاز مندی عرض کرتا ہے۔ اور اسے بھی اس بلند اور شریف طریقہ کی طرف رجوع اور تقاضا پیدا ہو چکا ہے۔ صدق و نیاز سے التجا کرتا ہے۔ میں نے اسے استخارہ کرنے کو کہا ہے۔ ویسے ظاہراً وہ اس طریقہ سے مناسبت رکھتا ہے۔ اور وہ دوست جنہوں نے یہاں سے ذکر کی تعلیم حاصل کی ہے' ان میں سے اکثر رابطہ کے طریقہ پر مشغول ہیں۔ ان میں سے بعض تو واقعات میں دیکھ کر رابطہ اختیار کر چکے ہیں اور ساتھ ساتھ آتے ہیں۔ اور بعض دہلی سے آنے سے پیشتر رابطہ کا تعلق رکھتے تھے اور پہلے سے حضور و استغراق کے ساتھ چل رہے ہیں۔ ان میں سے بعض صفات کو اصل سے دیکھتے ہیں اور بعض اصل سے نہیں دیکھتے۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ ان میں سے کوئی بھی توحید وجودی کے انوار و مکاشفات کے راستے پر نہیں چل رہا۔

ملّا قاسم علی ملا مودود محمد اور عبدالمومن مقام جذبہ سے بظاہر نقطہ فوق تک پہنچ چکے ہیں۔ لیکن ملّا قاسم علی ارشاد و تکمیل کے لیے مخلوق کی طرف توجہ رکھتا ہے۔ دوسرے دو کے متعلق معلوم نہیں کہ اس طرف توجہ ہے یا نہیں۔

شیخ نور ابھی نقطہ تک پہنچا نہیں' اسکے نزدیک ہے ملا عبدالرحمٰن بھی نقطہ کے نزدیک ہے تھوڑی سی مسافت درمیان میں باقی ہے۔

ملّا عبدالہادی نے حضور میں استغراق پیدا کر لیا ہے' اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ ذات مطلق جل شانہٗ کو میں اشیاء کے اندر صفت تنزیہ کے ساتھ دیکھتا ہوں اور افعال کو بھی اس ذات مقدس کی طرف سے جانتا ہوں۔ یہ آپ کے گھر کی دولت ہے جو طالبوں اور سعادت مندوں پر فائض اور وارد ہو رہی ہے۔ اور اس کمینے کا اس فیض رسانی میں کچھ حصہ نہیں۔ ع

مرزا ہماں احمد پارینہ کہ ہستم ہستم

میں تو وہی پرانا احمد ہوں جو کہ تھا

آپ نے ایک روز واقعات میں سے ایک واقعہ کے درمیان فرمایا تھا کہ اگر اس (مجدد صاحب قدس

Marfat.com

سرہٗ) میں محبوبیت کے معنی نہ ہوتے تو مقصد تک پہنچنے میں بہت دیر لگتی۔ اور اس (مجدد صاحب قدس سرہ) کی محبوبیت بھی اپنی عنایت و مہربانی سے بیان کی تھی۔ اس بات سے پوری امید ہے۔ اور یہ جرأت اور گستاخی اسی بنا پر ہے۔

مکتوب نمبر (۱۵)

ان حالات کے بیان میں جو ہبوط اور نزول سے مناسب رکھتے ہیں۔ تیز بعض مخفی اسرار کے بیان میں...... یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔

اس بندے کی عرضداشت جو حاضر بھی ہے اور غائب بھی' جو پانے والا بھی ہے اور نہ پانے والا بھی اور رجوع کرنے والا بھی ہے اور اعراض کرنے والا بھی۔

عرض یہ ہے کہ مدت دراز تک وہ مطلوب حقیقی کی تلاش کرتا رہا مگر اس کے باوجود اس نے اپنے آپ ہی کو پایا۔ اس کے بعد اس کام اس مقام کو پہنچا کہ اگر اس نے اپنی تلاش کی تو پھر بھی بجائے اپنے مطلوب حقیقی کو ہی پایا۔ اب اس کو گم کر چکا ہے اور اپنے آپ ہی کو پاتا ہے اور اس کو گم کرنے کے باوجود اس کا متلاشی نہیں رہا۔ اور مطلوب حقیقی کے فقدان کے باوجود اس کا خواہاں نہیں۔ علم کے لحاظ سے حاضر' پانے والا اور رجوع کرنے والا ہے' اور ذوق کے لحاظ سے غائب۔ گم کرنے والا اور اعراض والا ہے۔ اس کا ظاہر بقا ہے اور اس کا باطن فنا۔ عین بقا میں فانی ہے اور عین فنا میں باقی۔ لیکن فنا علمی ہے اور بقا ذوقی۔

اس کا کاروبار ہبوط و نزول (نیچے کے مقام میں) قرار پا چکا ہے۔ اور عروج و بلندی سے رہ چکا ہے۔ اور جس طرح اسے دل سے دلوں کے پھیرنے والے (حق جل وعلا) کی طرف لے گئے تھے۔ اب دلوں کے پھیرنے والا (حق تعالیٰ) سے پھر مقام قلب کی طرف نیچے لے آئے ہیں۔

روح کے نفس سے نجات پا جانے اور اطمینان کے بعد نفس کے نکل جانے کے باوجود غالب آنے والے انوار سے اس کی روح و نفس دونوں جہتوں کا جامع کر دیا گیا ہے' اور ان دونوں کی برزخیت اور واسطے سے مشرف کر دیا گیا ہے۔ اوپر کی طرف سے فائدہ حاصل کرنے اور نیچے والوں کو فائدہ پہنچانے والا۔ اس واسطہ برزخیت کے حصول کی وجہ سے مجھے اوپر سے فیض لینے اور نیچے والوں کو فائدہ پہنچانے کا مرتبہ بھی عطا کر دیا گیا ہے۔ عین فائدہ حاصل کرنے کی حالت میں فائدہ پہنچا بھی رہا ہے۔ اور عین فائدہ پہنچانے کی حالت میں استفادہ بھی کر رہا ہے۔

Marfat.com

گر بگویم شرح ایں بیحد ور نویسم بس قلمہا بشکند

اگر میں اس کی شرح کروں تو بہت دراز ہو جائے۔ اور اگر لکھنے لگوں تو کتنی ہی قلمیں ٹوٹ جائیں۔

بعد ازیں عرض کرتا ہوں کہ دست چپ مقام قلب سے عبارت ہے۔ جو مقلب قلب یعنی واجب تعالیٰ تک عروج کرنے سے پہلے حاصل ہے۔ اوپر سے نزول کے بعد جب مقام قلب پر آتے ہیں یہ دوسرا مقام ہے جو چپ وراست کے درمیان برزخ واسطہ ہے جیسا کہ اس کے واقف کار لوگوں پر ظاہر وواضح ہے۔ اور سلوک نامکمل کردہ مجذوب اصحاب قلب ہیں۔ مقلب قلوب (حق تعالیٰ) تک پہنچنا سلوک سے وابستہ ہے۔ اور کسی شخص کے ساتھ مقام کا تعلق اس کے اس مقام میں شان خاص حاصل ہونے سے کنایہ ہے۔ اور کسی شخص کے ساتھ مقام کا تعلق اس کے اس مقام میں شان خاص حاصل ہونے سے کنایہ ہے۔ اور اس مقام کے اصحاب میں اس کی امتیازی اور علیحدہ حیثیت کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس کی امتیازی حیثیتوں میں ہماری اس بحث میں انجذاب کی سبقت اور بقا خاص ہے۔ جو اس مقام کے مناسب علوم ومعارف کا منشا ہے۔ مقام قلب کے علوم اور جذبہ سلوک' فنا وبقا وغیرہ کی حقیقت اس رسالہ میں تفصیل سے لکھ دی گئی ہے جس کا وعدہ ہو چکا ہے۔

میر سید شاہ حسین پریشانی کے عالم میں روانہ ہو گئے۔ ان علوم وحقائق کے نقل کرنے کی فرصت نہ ملی۔ اِن شاءاللہ جلد ہی ان کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوگا۔

ایک عزیز جو مقام فوق میں رکا ہوا تھا نیچے مقام جذبہ میں آ چکا ہے۔ لیکن عالم (جہان) کی طرف اس کی کوئی توجہ نہیں۔ فوق کی طرف ہی توجہ رکھتا ہے چونکہ اوپر کی طرف عروج بے اختیار تھا اس لیے وہ بالطبع مقام جذبہ سے مناسبت رکھتا تھا۔ اوپر سے نیچے آنے کے وقت اپنے ساتھ بہت کم چیزیں لایا ہے۔ اس نسبت کا سرمایہ جو توجہ بلا اختیار اور اس کے عروج کا اثر تھا اب بھی باقی ہے جذبہ کی نسبت میں جسم میں روح اور ظلمت میں نور کی طرح ہے۔ لیکن یہ جذبہ حالی حضرات خواجگان قدس اسراہم کے جذبہ سے علاوہ ہے۔ بلکہ یہ وہ جذبہ ہے جو حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے آباء کرام کی طرف سے ملا ہے اور اس میں انہیں خاص شان حاصل ہے۔ اور ایک واقعہ میں بعض طالبوں کو جو دکھائی دیا کہ حضرت خواجہ احرار اس طرح دکھائی دیے کہ اس عزیز متوقف (رُکے ہوئے) نے کھایا ہے' اس کا اثر اس مقام میں ظاہر ہوا ہے۔ یہ جذبہ مقام ادارہ سے مناسبت نہیں رکھتا۔ اس مقام میں رُخ ہمیشہ فوق کی طرف ہے اور سکر دائمی ہمیشہ اس کو لازم ہے۔

جذبہ کے بعض مقامات ان میں داخل ہونے کے بعد سلوک کے منافی ہیں۔ اور کچھ دوسرے مقامات سلوک کے منافی نہیں۔ بلکہ ان میں داخل ہونے کے بعد سلوک کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ یہ جذبہ ایسا ہے کہ ان میں داخلے کے بعد منافی سلوک ہے۔

اس عریضہ کی تحریر کے دوران بندہ اس مقام کی طرف متوجہ ہوا تو اس کے بعض دقائق ظاہر ہوئے۔ جب

Marfat.com

تک کوئی سبب پیش نہ آئے توجہ میسر نہیں آتی۔ واللہ سُبحَانہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

چند ماہ ہوئے کہ وہ عزیز نیچے آچکا ہے۔ البتہ مکمل طور پر مقام جذبہ مذکورہ میں داخل نہیں ہوا۔ اس مقام کی شان کا علم نہ ہونا اور توجہات کا منتشر ہونا اس کا مانع ہے۔ امید ہے کہ ان بے جوڑ اور بے ربط کلمات کے مطالعہ کے وقت اس مقام میں مکمل دخول میسر آجائے گا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ کو وہ عزیز مکمل طور پر نیچے لے آئے گا۔

مکتوب نمبر (۱۶)

عروج ونزول وغیرہ کے رات کے بیان میں.......... یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔

احقر الطلبہ کی عرضداشت یہ ہے کہ مولانا علاؤالدین نے آپ کے نوازش نامے پہنچائے۔ ان نوازش ناموں کے ہر ایک مقدمہ کی وضاحت وشرح وقت کے مطابق کی گئی ہے۔ ان تحریر شدہ علوم کے بعض متممات ومکملات بھی دل میں آئے۔ ان کی تحریر کی فرصت نہ ملی۔ میری طرف سے عریضہ دینے والا صرف عریضہ لے کر ہی روانہ ہو گیا۔ ان شاءاللہ تعالیٰ بعد کو جلد ہی خدمت اقدس میں ارسال کیے جائیں گے۔ اس وقت وہ رسالہ جو تیار ہو چکا تھا ارسال خدمت کیا ہے۔ اور وہ رسالہ بعض دوستوں کی فرمائش پر میسر آیا ہے۔ ان دوستوں نے فرمائش کی تھی کہ بعض ایسے نصائح لکھو جو اس طریقہ میں نفع مند ثابت ہوں اور ان کے مطابق زندگی بسر کی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ رسالہ ہذا بے نظیر اور کثیر البرکات ہے۔ رسالہ ہذا کی تحریر کے بعد یوں معلوم ہوا کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام اُمت کے مشائخ کی جماعت کثیرہ کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور یہ رسالہ دست مبارکہ میں پکڑا ہوا ہے۔ اور کمال کرم ومہربانی سے اسے بوسہ دے رہے ہیں اور مشائخ کو دکھا رہے ہیں کہ اس طرح کے عقائد رکھنے چاہئیں۔ اور مشائخ کی وہ جماعت جو اس رسالہ کے علوم سے سعادت مند تھی وہ بہت نورانی اور ممتاز تھی اور نادر الوجود تھی۔ اور حضور اقدس ﷺ والتحیۃ کے روبرو کھڑی تھی۔ یہ قصہ بہت دراز ہے۔ اور اسی مجلس میں اس واقعہ کی اشاعت کا بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس احقر کو حکم دیا۔ ع

با کریماں کارہا دشوار نیست

کریم لوگوں کے لیے کوئی کام مشکل نہیں

جس روز سے بندہ ملازمت سے الگ ہوا ہے مقام فوق کی طرف رغبت کے سبب مقام ارشاد سے چنداں مناسبت نہیں رکھتا۔ چند بار یہ ارادہ اور قصد بھی کیا کہ کسی گوشہ میں الگ بیٹھ رہے۔ ہم نشینی کرنے والے لوگ ببر اور شیر کی طرح نظر آتے تھے۔ عزلت اور گوشہ نشینی کا ارادہ پختہ ہو چکا تھا۔ لیکن استخارہ اس کے موافق نہ آیا۔

Marfat.com

مدارج قرب میں عروج انتہاء کی انتہاء کو پہنچ چکا ہے جس کی کوئی حدو غایت نہیں' یہ بھی میسر ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے۔ مجھے لے جاتے ہیں اور لے آتے ہیں۔ ہر دن وہ نئی شان و حالت میں ہے۔ تمام مشائخ کرام الا ماشاء اللہ کے مقامات سے بھی گزر واقع ہو چکا ہے۔

بردست والا درگاہِ بداں پست دہلیزۂ زیں بردند گلے

اس پست دہلیز سے ایک خاک کو اس درگاہ والا میں ہاتھوں ہاتھ لے گئے۔

اس دوران میں اگر مشائخ کرام کی روحانیات کی وساطت و مدد کا شمار کروں تو بات بہت لمبی ہو جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اصل کے تمام مقامات سے ظل کے مقامات کی طرح گزار کر لے گئے۔ عنایات ربانی کے متعلق کیا لکھے۔ جو بھی مقبول و منظور ہوا' بلا علت و بلا سبب ہی منظور و مقبول ہوا۔ ولایت کے طریقے اور اس کے کمالات اس قدر دکھائے گئے ہیں کہ انہیں کس طرح تحریر میں لائے۔

ذوالحجہ شریف کے مہینہ میں مدراج نزول کی طرف مقام قلب تک نیچے آنا ہوا۔ یہ مقام تکمیل وارشاد کا مقام ہے۔ لیکن ابھی تک مکمل اور پورا کرنے والی چیزیں جو اس مقام سے تعلق رکھتی ہیں' مزید درکار ہیں۔ دیکھیے کب میسر ہوں۔ معاملہ آسان نہیں ہے۔ مراد ہونے کے باوجود اس قدر منازل طے کرنے پڑتے ہیں کہ مریدوں کو اگر عمر نوح بھی مل جائے تو شاید طے نہ کر سکیں اور نہیں یہ میسر نہ آ سکے۔ بلکہ یہ وجوہ اور طریقے مراد لوگوں کے ساتھ خاص ہیں۔ مریدوں کے لیے ان میں قدم رکھنے کی کوئی جگہ نہیں۔ افراد کا انتہائی عروج مقام اصل کی ابتدا تک ہے۔ بہت سے لوگ ادھر گزر نہیں سکتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے' اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم کا مالک ہے۔

مراتب تکمیل وارشاد میں توقف اور رکنے کی وجہ یہ ہے۔ اور نورانیت کا حاصل نہ ہونا غیب کی ظلمت کے نور کے ظاہر ہونے کی وجہ سے اور کسی بنا پر نہیں۔ لوگ اپنے خیالات میں بہت کچھ پکاتے رہتے ہیں۔ ان کا کچھ اعتبار نہیں۔

در نیابد حال پختہ ہیچ کام پس سخن کوتاہ باید والسلام

ناقص انسان پختہ شخص کے حال سے واقف نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا بات ختم کرنی چاہیے۔ والسلام۔

اس قسم کے ظنی امور میں نقصان کا احتمال غالب ہے۔ اس جماعت کو فرمادیں کہ اس خستہ دل سے اپنے خیالات کی نظر پوشیدہ کر لیں۔ نظر دوڑانے کی جگہیں اور بہت ہیں۔

من گم شدہ ام مرا مجوئید با گم شدگان سخن مگوئید

میں گم ہو چکا ہوں مجھے تلاش نہ کرو۔ اور گم شدہ لوگوں سے بات نہ کرو

غیرت خداوندی سے ڈرنا چاہیے۔ وہ کام جسے حق تعالیٰ کمال قرار دے اس کی تنقیص کرنا بہت ہی

Marfat.com

نامناسب ہے' بلکہ فی الحقیقت خدا تعالیٰ کے ساتھ معارضہ اور مقابلہ ہے۔ اور مقام قلب میں نزول کرنا در حقیقت یہ مقام فرق میں آنا ہے' جو مقام ارشاد ہے۔ اس جگہ مقام فرق سے مراد نفس کا روح اور روح کا نفس سے جدا ہونا ہے۔ اس کے بعد کہ نفس روح کے نور میں داخل اور جمع تھا۔ جمع اور فرق کے بیان میں جو مفہوم اس سے زائد ہو وہ سکر کی وجہ سے ہے۔ خدا تعالیٰ کو مخلوق سے جدا دیکھنا جسے اہل سکر مقام فرق خیال کرتے ہیں کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ روح کو حق خیال کرتے ہیں اور روح کو نفس سے جدا اور الگ دیکھنے کو حق تعالیٰ کا دیکھنا خیال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خلق سے پاک و منزہ ہے۔

ارباب جذبہ کے اکثر علوم کا یہی حال ہے۔ کیونکہ ان کے ہاں حقیقت معاملہ مفقود و معدوم ہے اور معاملہ سب کا سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ایک دوسرے رسالہ میں ارباب جذبہ اور سلوک کے علوم اور ان دونوں کی حقیقت بہ تفصیل تحریر کر دی گئی ہے' آپ کی نظر مبارک سے ان شاء اللہ تعالیٰ گزرے گا۔

مکتوب نمبر (۱۷)

بعض ایسے حالات کے بیان میں جو عروج و نزول سے تعلق رکھتے اس کے علاوہ۔ کچھ اور باتوں کے بیان میں...... یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔

ادنیٰ ترین خادم کی عرضداشت یہ ہے کہ وہ عزیز جو ایک عرصہ سے رُکا ہوا تھا' تحریر کے دن ایسا ظاہر ہوا کہ اسے اس مقام سے قدرے عروج حاصل ہوا ہے۔ اور بہت نیچے لائے ہیں۔ لیکن مکمل طور پر نزول نہیں کیا۔ اور دوسرے لوگ جو اس مقام کے نیچے تھے انہوں نے بھی عروج حاصل کر کے اسی مقام فوق کے راستے نزول کی طرف رُخ کر لیا ہے۔ اس کے بعد جو کیفیت بھی ظاہر ہوگی عرض خدمت کر دی جائے گی۔

اگر صاحب معاملہ اپنے انکشاف حال کے بعد کچھ لکھے تو درستی کے بہت قریب ہے۔

چونکہ اس قضیہ نزول کا ظہور فوری تھا اور اس حقیر کو جُلاب لینے کی وجہ سے لاغری اور ضعف طاری تھا۔ آخر کار اس نزول کو اختیار نہ کر سکا۔ امید ہے کہ ان شاء اللہ اس کا ظہور بھی ہو جائے گا۔

مکتوب نمبر (۱۸)

تمکین کے بیان میں جو تلوین کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ اور ولایت کے تین مراتب کے بیان میں اور اس امر کے بیان میں کہ واجب تعالیٰ کا وجود اس کی ذات سے زائد ہے۔ وغیر ذالک کے بیان میں...... یہ مکتوب بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا۔

کمترین غلام پر تقصیر احمد عبدالاحد کی عرضداشت یہ ہے کہ جب تک احوال و واردات رُخ دکھاتے رہے

Marfat.com

تو ان کے عرض کرنے کی گستاخی اور جرأت کرتا رہا۔ جب خدا تعالیٰ سبحانہٗ نے آپ کی بلند توجہات سے احوال کی غلامی سے آزادی عطا کی اور تلوین کے بعد تمکین سے مشرف فرمایا..... تو حاصل کار یہ ہے کہ سوائے حیرت و پریشانی کے کچھ ہاتھ میں نہیں آیا۔ اور وصل سے فصل کے سوا اور قرب سے بُعد کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا۔ اور معرفت سے نادانی اور علم سے جہل کے سوا کسی بات میں اضافہ نہیں ہوا۔ اس بنا پر عریضے ارسال کرنے میں توقف و رکاوٹ ہوگئی۔ اور صرف روزہ مرہ کی خبریں لکھنے کی جرأت نہیں کی۔ اس کے ساتھ ساتھ دل پر انجماد دوسری اس قدر غالب ہو چکی ہے کہ کسی بھی کام میں سرگرمی نہیں ہے اور بے کار لوگوں کی طرح کوئی کام نہیں کر سکتا۔

من ہیچم وکم ز ہیچ ہم بسیارے

وز ہیچ وکم از ہیچ نیاید کارے

میں بالکل ہیچ بلکہ ہیچ سے بھی بہت ہی کم ہوں، ہیچ اور ہیچ سے بھی کم شخص سے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

اصل بات کی طرف آتا ہوں:۔

عجب بات ہے کہ اب حق الیقین سے مجھے مشرف کیا گیا ہے کہ اس مقام میں علم اور عین ایک دوسرے کے لیے حجاب اور پردہ نہیں ہیں۔ اور فنا اور بقا اس مقام میں جمع ہیں۔ یہ ناچیز عین حیرت اور بے نشانی میں علم و شعور سے متصف ہے۔ اور عین غیبت حضور کا حکم رکھتی ہے۔ علم و معرفت کے باوجود جہل و نادانی کے علاوہ کچھ اضافہ نہیں ہوا۔ ع

عجب انیست کہ من واصل و سرگردانم

تعجب تو یہ ہے کہ میں واصل بھی ہوں اور سرگردان بھی

خدا تعالیٰ نے محض اپنی عنایت بے کراں سے مدارج کمالات میں ترقیات عطا فرما دی ہیں۔

مقام ولایت سے اور مقام شہادت ہے۔ ولایت کی نسبت شہادت کی نسبت کے سامنے اس طرح ہے جس طرح تجلی صوری تجلی ذاتی کے سامنے۔ بلکہ ان دو نسبتوں میں بُعد و فاصلہ ان دو تجلیوں کے بعد و فاصلہ سے کئی مرتبہ زیادہ ہے۔ اور شہادت کے مقام کے بعد صدیقیت کا مقام ہے اور وہ فرق و تفاوت جو ان دو مقاموں کے درمیان ہے وہ اس کے سے زیادہ ہے کہ اسے کسی عبارت سے تعبیر کیا جا سکے اور اس سے بڑھ کر ہے کہ اس کی طرف اشارہ کیا جا سکے۔ اور اس مقام صدیقیت سے اوپر کوئی مقام نہیں۔ مگر مقام نبوت حضور سرور کائنات علیہ الصلوات والتسلیمات۔ صدیقیت اور نبوت کے درمیان اور کوئی مقام نہیں ہے۔ بلکہ کسی اور مقام کا ہونا محال ہے۔ اور اس کے محال ہونے کا حکم کشف صریح صحیح سے معلوم ہو چکا ہے۔ بعض اہل اللہ نے جو ان دو مقاموں کے درمیان واسطہ بیان کیا ہے اور اس کا نام قربت رکھا ہے، فقیر کو اس سے بھی مشرف کیا گیا ہے۔ اور اس مقام کی حقیقت پر بھی مطلع

Marfat.com

کیا گیا ہے۔

بہت توجہ اور بے شمار تضرع اور عاجزی کے بعد پہلے تو صرف اسی قدر ظاہر جس قدر بعض اکابر نے بیان کیا ہے۔ آخر الامر حقیقت کا علم بھی دے دیا گیا۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اس مقام کا حصول عروج کے وقت مقام صدیقیت کے حصول کے بعد ہے لیکن اس کا واسطہ بننا محل تامل ہے۔ ظاہری ملاقات کے وقت ان شاء اللہ تعالیٰ حقیقت کو تفصیل سے عرض کرے گا۔ وہ مقام قرب نہایت ہی بلند مقام ہے۔ منازل عروج میں اس مقام سے اوپر کوئی مقام معلوم نہیں ہوتا۔ وجود کے ذات واجب تعالیٰ پر زائد ہونے کی کیفیت اس مقام میں ظاہر ہوتی ہے۔ جیسا کہ علماء حق شکر اللہ تعالیٰ سیعھم کی تحقیق ہے۔ اس جگہ وجود بھی راہ میں ہی رہ جاتا ہے۔ اور عروج اس سے بھی اوپر واقع ہو جاتا ہے۔

ابو المکارم رکن الدین شیخ علاؤ الدولۃ اپنی بعض تصانیف میں فرماتے ہیں فوق عالم الوجود عالم ملک الودود یعنی عالم وجود سے اوپر ملک الودود (حق تعالیٰ) کا عالم ہے۔ صدیقیت کا مقام مقامات بقا میں سے ہے جس کا رُخ عالم کی طرف ہے۔ اس سے بھی بہت نیچے مقام نبوت ہے جو فی الحقیقت بہت بلند ہے اور کمال صحو و بقا کا مقام ہے۔ قرب کا مقام مقام صدیقیت اور مقام نبوت کے درمیان برزخیت اور واسطہ کی لیاقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس کا رُخ صرف تنزیہہ کی طرف ہے اور تمام عروج سے اس کا تعلق ہے اور ان دونوں میں بہت فرق ہے۔

در پسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
ہر چہ استادِ ازل گفت میگویم

مجھے طوطی کی طرح آئینے کے پیچھے بٹھا دیا گیا ہے۔ جو کچھ استادِ ازل کہتا ہے کہ کہو میں وہ کہتا ہوں۔

علوم شرعیہ نظریہ استدلالیہ کو فقیر کے لیے ضروریہ کشفیہ کر دیا گیا ہے۔ علماء شریعت کے اصولوں سے بال برابر بھی مخالفت نہیں ہے۔ انہیں علوم اجمالیہ کو تفصیلی کر دیا گیا ہے اور نظریت (محتاج غور وفکر) سے ضروریت و بداہت کی طرف لایا گیا ہے۔

کسی شخص نے حضرت خواجہ بزرگ قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس سے پوچھا کہ سلوک سے مقصود کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا تا کہ اجمالی معرفت تفصیلی معرفت کی شکل اختیار کرلے اور علوم استدلالی کشفی ہو جائیں یہ نہیں فرمایا کہ ان کے سوا کچھ اور علوم حاصل ہو جائیں۔ ہاں یہ بات الگ ہے کہ راہ سلوک میں بہت سے علوم و معارف رونما ہوتے ہیں جن سے گزرنا پڑتا ہے جب تک نہایۃ النہایۃ تک جو مقام صدیقیت ہے کوئی نہ پہنچے ان علوم سے حصہ نہیں پا سکتا۔ کاش! میں جان لیتا کہ بعض اہل اللہ اس بات کے قائل ہیں کہ انہیں یہ مقام شریف حاصل ہو چکا ہے۔ حالانکہ فی الواقع انہیں اس مقام کے علوم و معارف سے کوئی مناسبت نہیں۔ تو وہ کس طرح اس کے قائل ہیں۔ اور ہر علم والے سے اوپر علم والا موجود ہے۔

Marfat.com

اور مجھے مسئلہ قضاء قدر کے راز پر بھی اطلاع بخشی گئی ہے۔اور یہ مسئلہ اس طرح مجھے بتایا گیا ہے کہ روش شرع سے ذرہ بھی مخالفت نہیں رکھتا۔اور اس کی اس سے کوئی منافات لازم نہیں آتی۔اور پھر یہ مسئلہ جس طرح مجھے بتایا گیا ہے وہ ایجاب کے نقص اور جبر کے شائبہ تک سے میرا اور منزہ ہے۔اور اس طرح ظاہر و باہر ہے جیسے چودھویں رات کا چاند۔

تعجب کی بات ہے کہ اصول شریعت سے مخالفت نہ ہونے کے باوجود اسے کیوں پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ اگر مخالفت کا شائبہ ہوتا تو البتہ اخفا اور پوشیدگی مناسب تھی۔اور اللہ تعالیٰ سے اس کے افعال کے متعلق باز پرس نہیں ہو سکتی۔

کرا زہرہ آنکہ زبیم تو کشاید زباں جذبہ تسلیم تو

کس کی طاقت وقدرت ہے کہ تیرے خوف وہیبت کے باعث تسلیم کے سوا اعتراض کی زبان کھولے۔

علوم ومعارف موسلا دھار بارش کی طرح برسا رہے ہیں قوت مدرکہ ان کے اُٹھانے سے عاجز ہے قوت مدرکہ تو محض تعبیر ہے۔ورنہ بادشاہ کی عطاؤں کو بارشوں کی سواریاں ہی اٹھا سکتی ہیں۔

پہلے پہلے یہ شوق تھا کہ ان علوم غریبہ کو قید کتابت میں لے آئے۔لیکن توفیق نہ مل سکی اور اس راہ میں بوجھ محسوس کیا۔آخر الامر تسلی دی گئی کہ ان علوم کے افاضہ سے مقصود حصول ملکہ ہے' یاد کرنا مقصود نہیں۔جس طرح طالب علم تحصیل علوم اس مقصد کے لیے کرتے ہیں کہ مولویت کا ملکہ حاصل کرلیں۔صرف ونحو وغیرہ علوم کے قواعد و اصول ضبط کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ان علوم میں سے کچھ علوم عرض کرتا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

لَيۡسَ كَمِثۡلِهِ شَىۡءٌ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ اس کی مثل کوئی شے نہیں اور وہ سمیع و بصیر ہے

اس کلام کا ابتدائی حصہ تو تنزیہہ محض کے اثبات کے لیے ہے' جیسا کہ خود ظاہر ہے۔اور ھو السمیع البصیر کے الفاظ تنزیہہ کی تکمیل واتمام کے لیے ہیں۔

اس کا بیان اس طرح ہے کہ جب ثبوت سمع وبصر عالم کے ساتھ ثبوت مماثلت کا وہم ڈالتا ہے۔اگرچہ کچھ قدرے ہی ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس وہم کو دفع کرنے کے لیے مخلوقات سے سمع وبصر کی نفی فرمادی یعنی صرف وہی ذات جل شانہ' سمیع وبصیر ہے۔وہ سمع وبصر جو مخلوق میں پائی جاتی ہے اس کا دیکھنے اور سننے میں کچھ دخل نہیں۔مخلوق میں ان دو صفات کو پیدا کرنے کے بعد جس طرح خدا تعالیٰ سمع وبصر پیدا کرتا ہے مخلوق سننے اور دیکھنے کا کام لیتی ہے۔اور یہ بھی عادتِ الٰہی کے جاری ہونے کے مطابق ہے۔بغیر اس کے کہ مخلوقات کی صفات کی اس میں تاثیر ہو۔اور اگر تاثیر تسلیم بھی کی جائے تو وہ بھی حق تعالیٰ ہی کی پیدا شدہ ہے۔لہٰذا جس طرح مخلوق کی ذوات جماد محض

Marfat.com

ہیں اسی طرح ان کی صفات بھی جماد محض ہیں اسی طرح ان کی صفات بھی جماد محض ہیں۔ جس طرح صاحب قدرت محض اپنی قدرت سے پتھر میں صفت کلام پیدا کر دے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ فی الحقیقہ پتھر کلام کر رہا ہے اور اس میں صفت کلام موجود ہے۔ جس طرح پتھر جماد محض ہے اسی طرح یہ صفت اگر فرض کر لی جائے تو وہ بھی جماد محض ہی ہے۔ حروف و آواز کے پیدا ہونے میں اس کا کوئی دخل نہیں۔ تمام صفات اسی طرح کی ہیں۔ غایۃ مافی الباب اتنی بات ہے کہ یہ دو صفات چونکہ زیادہ ظاہر تھیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی نفی خصوصیت سے فرمائی۔ اس سے باقی صفات کی نفی بطریق اولیٰ ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے صفت علم پیدا فرمائی' اس کے بعد اس کی معلوم کی طرف توجہ پیدا فرمائی۔ اس کے بعد معلوم کے ساتھ اس کا تعلق پیدا فرمایا۔ اس کے بعد معلوم کو اس پر منکشف کر دیا۔ پھر اس میں صفت علم پیدا فرمانے کے بعد اپنی عادت کے مطابق اس میں انکشاف پیدا فرمایا تو اس سے ثابت ہو گیا کہ علم کا انکشاف میں کیا دخل ہے۔

اسی طرح پہلے صفت سمع پیدا فرمائی' پھر کان لگانا' پھر مسموع کی طرف توجہ' پھر سننا' پھر مسموع شے کا ادراک۔

اسی طرح پہلے بصر کو پیدا فرمایا' پھر پتلی کا گھمانا' پھر دکھائی دینے والی چیز کی طرف توجہ۔ اس کے بعد دیکھنا پیدا فرمایا۔ پھر اس دیکھی جانے والی شے کا ادراک۔ علی ہذا القیاس۔

سمیع و بصیر در حقیقت وہ ذات ہے جس کے سماع اور رویت کا مبدأ یہ دو صفات ہوں اور مخلوق میں ایسا کوئی نہیں تو مخلوق میں کوئی در حقیقت سمیع و بصیر میں نہیں۔

اس گفتگو سے ثابت ہو گیا کہ مخلوق کی صفات بھی اس کی ذوات کی طرح جماد محض ہیں۔ تو آیہ کریمہ کے آخری الفاظ سے مقصود مخلوقات کی صفات کی بالکلیہ نفی ہے۔ یہ مقصود نہیں کہ ان کی بھی صفات ہیں اور یہ صفات اللہ تعالیٰ کے لیے بھی ثابت ہیں تاکہ تشبیہ و تنزیہہ کا اجتماع لازم آئے بلکہ تمام آیۃ کریمہ مکمل طور پر تنزیہہ کے اثبات اور تشبیہ کی نفی کے لیے ہے۔

علم اوّل یعنی ان کی صفات کا حق سبحانہ و تعالیٰ کے لیے اثبات اور ان کی ذوات کو جماد محض جاننا اور ذوات کو برتالے اور کوزے کی طرح تصور کرنا کہ ان سے پانی صرف ظاہر ہوا ہے مقام ولایت سے مناسب رکھنے والے علوم میں سے ہے۔ اور علم ثانی یعنی ان کی صفات کو بھی جماد کی طرح جاننا اور ان کو مکمل طور پر بے علم جاننا جب کہ وارد ہوا ہے:۔

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ — تو بھی میت ہے اور وہ بھی مردے ہیں۔

یہ علم ثانی مقام شہادت سے مناسبت رکھنے والے علوم میں ہے۔

Marfat.com

اس جگہ بھی کچھ فرق دونوں مقاموں کے درمیان سمجھا جاتا ہے۔ تھوڑی چیز زیادہ پر دلالت کرتی ہے اور ایک گھونٹ بڑے سمندر پر دلالت کرتا ہے۔ ع

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

سال کا اچھا ہونا اس کے موسم بہار کے اچھا ہونے کی وجہ سے ہے

اسی طرح اس بلند مقام والے افعال مخلوقات کو بھی میت اور جماد کی طرح پاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ ان کے افعال کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ ملاتے ہیں' اور ان افعال کا فاعل حق سبحانہٗ کو جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بہت بلند و برتر ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص پتھر کو حرکت دے اور اس کو جنبش میں لائے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ شخص جنبش و حرکت میں ہے۔ بلکہ یہ کہا جائے گا یہ شخص پتھر میں حرکت کا موجد ہے اور حرکت پتھر میں ہے۔ اس کے ساتھ جس طرح پتھر جماد محض ہے اس کی حرکت بھی جماد محض ہے۔ بالفرض اگر کوئی شخص اس پتھر کی حرکت سے ہلاک ہو جائے تو یہ نہیں کہتے کہ اس پتھر نے ہلاک کیا ہے۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اسے ہلاک کیا ہے۔ اور علمائے شریعت شکر اللہ تعالٰی سعیھم کا قول اس علم کے موافق ہے۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ مخلوق سے افعال کا صدور اگرچہ ارادہ اور اختیار سے ہے مگر ان کا مفعول حق تعالیٰ کا مخلوق و مصنوع ہے اور ان کے افعال کو اس کی مصنوعیت و مخلوقیت میں کچھ دخل نہیں۔ ان کے افعال محض چند حرکات ہیں۔ مخلوق و مجعول کی مجعولیت میں ان کی قطعاً کوئی تاثیر نہیں اس پر اگر یہ شبہ وارد کیا جائے کہ اس صورت میں افعال مخلوقات کو ثواب و عذاب کا باعث قرار دینا غیر معقول بات ہے۔ یہ تو بالکل اس طرح ہوا جیسے پتھر کو کسی امر کا مکلف قرار دیں اور اس کے فعل پر اس کی مدح یا مذمت کریں۔

اس شبہ کے ازالے کے لیے میں کہتا ہوں کہ پتھر اور مکلفین میں فرق ہے۔ کیونکہ مدار تکلیف قدرت و ارادہ ہے۔ اور پتھر میں کوئی ارادہ نہیں۔ لیکن چونکہ مکلفین میں بھی ارادہ حق تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے۔ حصول مراد میں ان کے ارادے کی کوئی تاثیر نہیں تو وہ ارادہ بھی میت کی طرح ہے۔ اس نے صرف اتنا کام کیا کہ ارادہ کے موجود ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حسب عادت اس شے کو پیدا فرما دیا۔ اور اگر قدرت کو کسی قدر مؤثر مان بھی لیں جیسا کہ علماء ماوراء النہر شکر اللہ سَعْیَھُمْ نے فرمایا ہے جب بھی ان میں تاثیر تو خدا تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے۔ جس طرح بھی اس نے پیدا کی ہے۔ تو اس کی تاثیر بھی بالکل بلا اختیار ہے تو اس کی تاثیر بھی جماد کی طرح ہے۔

مثلاً ایک شخص نے ایک پتھر کسی کی حرکت دینے سے اوپر سے نیچے آتے ہوئے دیکھا۔ وہ پتھر کسی حیوان کو لگا اور اسے ہلاک کر دیا۔ تو وہ شخص جس طرح اُس حیوان کو جماد جانتا ہے بالکل اسی طرح اس کی حرکت کو بھی

Marfat.com

جماد ہی جانتا ہے اور اس سے جو اثر مرتب ہوا ہے یعنی ہلاک کرنا اسے بھی جماد ہی جانتا ہے۔ لہٰذا ذوات صفات اور افعال مخلوقات سب کے سب جماد محضہ اور اموات صرفہ ہیں پس وہی ذات حی و قیوم اور سمیع و بصیر ہے۔ اور علیم و خبیر اور اپنے ارادے کے مطابق جو چاہے کرنیوالی ہے۔ آپ فرمادیں:

''اگر تمام سمندر میرے رب کے کلمات کے لیے سیاہی بن جائیں تو سمندر ختم ہو جائیں گے مگر میرے رب کے کلمات ختم نہ ہوں گے۔ اگر اتنے ہی اور سمندر مدد کو لائے جائیں۔''

بہت گستاخی کر دی ہے اور بے حد جرأت واقع ہوگئی ہے۔ کیا یہ بات کی اچھائی نے جو جمیل مطلق (حق تعالیٰ) کی طرف سے ہے۔ اس بات پر آمادہ کر دیا ہے کہ سخن اور سلسلہ کلام جس قدر روانہ ہو جائے اچھی ہی ہے۔ اور یہ فقیر اس ذات کی طرف سے جو کچھ کہتا ہے بہت خوب دکھائی دیتا ہے۔ اس کے باوجود اپنے آپ کے لیئے کچھ مناسبت نہیں پاتا کہ اس کی طرف سے بات کرے یا اس کا نام زبان پر لائے۔

هزار بار بشستم دهن بمشک وگلاب
هنوز نام تو گفتن مرا نمے شاید

میں نے ہزار بار اپنا منہ مشک و گلاب سے دھولیا۔ پھر بھی میں تیرا نام لینے کے لائق نہیں۔ ع

بنده باید که حد خود داند

بندہ کو چاہیے کہ اپنی حد کو پہچانے

عنایت اور توجہ کا امیدوار ہے۔ اپنی خرابی کے متعلق کیا عرض کرے۔ اپنے اندر جو عنایات بھی پاتا ہے' آپ کی توجہ عالی سے ہی پاتا ہے۔ ورنہ۔ ع

من ہماں احمد پارینہ کہ ہستم ہستم

میں وہی پرانا احمد ہوں جو تھا

میاں شاہ حسین توحید وجودی کا راستہ رکھتا ہے اور اس میں خط اٹھاتا ہے۔ دل میں آتا ہے اسے نکال کر حیرت کی طرف لایا جائے' جو مقصود ہے۔

محمد صادق بچپن کی وجہ سے اپنے آپ کو ضبط نہیں کر سکتا۔ اگر کسی سفر میں ہمراہ رہے تو بہت ترقیات حاصل کرے۔ دامن پہاڑ کی سیر میں ہمراہ تھا تو اسے بہت ترقی حاصل ہوئی۔ مقام حیرت میں غوطہ لگا چکا ہے۔ اور حیرت میں فقیر کے ساتھ پوری مناسبت رکھتا ہے۔ شیخ نور بھی اسی مقام میں ہے۔ بہت ترقی کر چکا ہے۔

اس فقیر کے خویشوں میں سے ایک نوجوان ہے جس کا حال بہت اچھا ہے۔ تجلیات برقیہ کے نزدیک ہے اور پوری طرح مستعد ہے۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۱۹)

بعض حاجت مندوں کی سفارش کے سلسلہ میں یہ مکتوب بھی اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا:

حقیر ترین خادم کی عرضداشت یہ ہے کہ ایک شخص لشکر سے آیا ہے۔ اس نے بتایا ہے دہلی اور سرہند کے وظیفہ لینے والے فقراء کے وظائف کی مقدار جو فصل خریف سے تعلق رکھتی ہے' اس بلند درگاہ کے ملازموں کے حوالے کر دی گئی ہے۔ تحقیق حق کے بعد مستحقین تک پہنچا دیں۔ اس بنا پر یہ گستاخی کی جا رہی ہے کہ فصل لانے کے ہزار ٹکے شیخ ابوالحسن حافظ اور صاحب علم کے لیے اور ہزار ٹکے شیخ شاہ محمد حافظ کے نام پر سرکار نواب شیخ کی طرف سے مقرر ہیں۔ یہ دونوں مذکورہ حضرات زندہ اور قائم ہیں۔ ان کے بارے میں کوئی شبہ نہیں۔ انہوں نے اپنا کوئی آدمی بھیجا ہے۔ جو باعتماد ہے اگر اس خبر کو سچ تسلیم کر لیں تو ان دونوں کے وظیفے کی رقم اس عریضہ لانے والے کے حوالے کر دیں۔ یہ دونوں حضرات اس وقت سرہند میں ہیں۔

مکتوب نمبر (۲۰)

یہ خط بھی بعض حاجت مندوں کی سفارش کے سلسلہ میں اپنے مرشد بزرگوار کو لکھا۔

احقر ترین خادم کی عرضداشت حبیب اللہ سرہندی کی والدہ اور اس کی زوجہ منکوحہ اور دوسرے خادموں کے وظائف کے بارے میں تحریر کردہ عریضہ کے اندر اس بلند درگاہ کے خادموں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اگر ان کے وظائف کی رقم دہلی میں آ چکی ہو تو مولانا علی کو فرما دیں کہ ان کی تسلی کر دیں۔ ان میں سے بعض وکالۃً اور اصالۃً آ چکے ہیں۔ اگر مبلغات نہ آئے ہوں تو بھی چونکہ مذکورہ حضرات زندہ اور قائم موجود ہیں' ان کے پروانجات کی تصحیح فرما دیں...... زیادہ گستاخی ہے۔

مکتوب نمبر (۲۱)

درجاتِ ولایت خاص کر ولایت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے بارے میں۔ نیز طریقہ نقشبندیہ علیہ قدس سرہم کی مدح وثنا اور ان کی نسبت کی بلندی اور دوسرے تمام سلاسل سے افضل ہونے اور اس بیان میں کہ ان کا حضور دائمی ہے۔ شیخ محمد کی ولد حاجی قاری موسیٰ لاہوری کی طرف لکھا گیا۔

آپ کا مکتوب شریف ولطیف اس عبد ضعیف ونحیف کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اجر وثواب کو عظیم کرے' تمہارے کام آسان کرے' تمہیں شرح صدر نصیب فرمائے اور تمہارے عذر قبول کرے محترمہ سید البشر جو بصر کے

Marfat.com

کجی سے پاک و مطہر ہیں۔ علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا۔

میرے بھائیو! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جب تک وہ موت جو حسی موت سے پہلے ہے جسے اہل اللہ کے ہاں فنا سے تعبیر کرتے ہیں حاصل نہ ہو اس پاک جناب تک وصول میسر نہیں آ سکتا۔ بلکہ آفاق سے تعلق رکھنے والے معبودان باطلہ اور نفسانی خواہشات کے الٰہوں کی عبادت سے نجات حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ اس وقت تک حقیقتِ اسلام اور کمال ایمان میسر آ سکتا ہے۔ تو مقبول بندوں کے گروہ اور اوتاد کے درجے میں بندہ کیسے داخل ہو سکتا ہے۔ حالانکہ اطوار ولایت میں یہ فنا پہلا قدم ہے جو رکھا جاتا ہے۔ اور یہ سب سے پہلا کمال ہے جو ابتدا میں حاصل ہوتا ہے' اوّل ولایت سے اس کے آخر کا حال اس کی ابتداء سے اس کی انتہاء کو قیاس کرنا چاہیے۔ فارسی میں کیا ہی اچھا کہا گیا ہے۔ ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

میرے باغ کی رعنائی سے میری بہار کا اندازہ کر لو

اور فارسی میں یوں بھی کہا گیا ہے۔

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

سال کی خوبی اس کی بہار کی خوبی کی وجہ سے ہے

اوپر نیچے ولایت کے بہت سے درجات ہیں۔ کیونکہ ہر نبی کے قدم پر ایک ولایت ہے جو اس سے خاص ہے۔ اور سب سے اعلیٰ درجے کی ولایت وہ ہے جو ہمارے نبی وعلیٰ جمیع اخوانہ من الصلوات اتمہا ومن التحیات ایمنہا۔ اس لیے کہ تجلی ذاتی جس میں اسماء صفات شیون واعتبارات کا نہ بطور ایجاب اور نہ بطور سلب کوئی اعتبار نہیں۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت کے ساتھ مخصوص ہے' اور علم وعین ہر لحاظ سے تمام وجودی اور اعتباری حجابات کا اٹھ جانا اسی مقام میں حاصل ہوتا ہے۔ اس وقت وصل پوری طرح نصیب ہوتا ہے اور وجد درجہ گمان میں نہیں بلکہ حقیقتاً حاصل ہو جاتا ہے۔ حضور ﷺ کی اتباع کرنے والوں میں سے کاملین کو نصیب کامل اور حصہ وافر اس نادر الوجود مقام سے عطا ہوتا ہے۔

تو اگر تم لوگ اس بلند درجہ دولت اور اس درجہ علیا کے حصول کی توجہ رکھتے ہو تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع و پیروی کو مضبوط پکڑو۔

اور اکثر مشائخ رحمہم اللہ کے نزدیک یہ تجلی برقی ہے۔ یعنی حضرت ذات جل سلطانہٗ سے تمام حجابات کا اُٹھ جانا۔ بجلی کی طرح تھوڑے سے وقت کے لیے ہوتا ہے' پھر اسماء وصفات کے پردے لٹکا دیے جاتے ہیں اور انوار ذات کی شعاعیں پھر پوشیدہ ہو جاتی ہیں۔ تو حضور ذاتی بجلی کی مانند ایک لمحہ کے لیے ہوتا ہے۔ اور اکثر اوقات

Marfat.com

غیبت ذاتی ہی رہتی ہے۔ اور ان مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے نزدیک حضور ذاتی دائمی کا اعتبار ہے۔ زائل ہونے اور غیبت سے بدل جانے والے حضور کا کوئی اعتبار نہیں۔ لہٰذا ان اکابر کا کمال کمالات سے بڑھ کر ہے اور ان کی نسبت تمام نسبتوں سے فوقیت رکھتی ہے۔ جیسا کہ ان کی عبارات میں واقع ہو چکا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے اوپر ہے۔ اور نسبت سے ان کی مراد حضور ذاتی دائمی ہے۔

اور زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ ان کاملین کے طریقہ میں ابتداء انتہاء میں درج ہے۔ اور اس معاملہ میں ان کی اقتداء حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام کے ساتھ ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی صحبت میں وہ کچھ پا گئے جو دوسروں کو نہایت میں جا کر میسر آتا ہے۔ اور نہایت کے ہدایت میں درج ہونے سے ہوتا ہے۔ تو جس طرح محمد رسول اللہ ﷺ کی ولایت تمام انبیاء و رسل علیہم الصلوات والتسلیمات کی ولایتوں سے فائق و اعلیٰ ہے اسی طرح ان اکابر کی ولایت تمام اولیاء قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی ولایتوں سے فائق و اعلیٰ ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو' حالانکہ ان اکابر نقشبندیہ قدس اسرارہم کی ولایت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

ہاں دوسرے سلاسل کے بعض کاملین کو بھی یہ نسبت نصیب ہوئی ہے۔ لیکن وہ بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولایت سے اخذ کر کے۔ جیسا کہ حضرت ابوسعید خراز نے اس نسبت کے دوام حصول کی خبر دی ہے۔ کیونکہ اس شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جبہ شریف پہنچا تھا۔ جیسا کہ صاحب نفحات (مولانا جامی قدس سرہٗ) نے نقل کیا ہے۔

اس طریقہ نقشبندیہ عالیہ کے ان بعض کمالات کے اظہار سے مقصود طالبانِ فقر کو اس طریقہ کی طرف رغبت دلانا ہے۔ ورنہ میں اس سلسلہ کے کمالات کی شرح کہاں کر سکتا ہوں۔ مولوی معنوی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

شرح او حیف است با اہل جہاں ہمچوں رازِ عشق باید درنہاں
لیک گفتم وصف اوتاراہ برند پیش ازاں کز فوت او حسرت خورند

اس کی شرح اہل جہان کے سامنے کرنا ظلم وستم ہے۔ جس طرح رازِ عشق پوشیدہ ہی رہے تو بہتر ہے۔ لیکن اس کی صفت اس لیے بیان کر دی ہے تا کہ لوگ اس راہ کو اختیار کریں۔ اس سے قبل کہ اس کے فوت اور ہاتھ سے نکل جانے کے بعد حسرت اور افسوس کریں۔

آپ کو سلام علیکم اور ان تمام کو جو ہدایت کے پیرو کار ہیں۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۲۲)

روح اور نفس کے درمیان وجہ تعلق اور ان کے عروج و نزول اور فنا جسدی و روحی اور ان دونوں کے بقا اور مقام دعوت اور اولیاء کرام میں سے ذات حق میں ہی مستعلک اور مستغرق شدہ اور دعوت کی طرف رجوع کرنے والے اولیاء کرام کے درمیان فرق کے بیان میں...... شیخ عبدالمجید بن شیخ محمد مفتی لاہوری کی طرف لکھا۔

وہ ذات پاک ہے جس نے نور و ظلمت کو جمع کر دیا۔ اور لا مکانی جہت سے مبرا کو ممکن شے کے ساتھ جو جہت میں موجود ہے ملا دیا تو نور کے لیے ظلمت کو محبوب بنا دیا' اور نور کو ظلمت پر عاشق کر دیا۔ نور کا ظلمت کے ساتھ کمال محبت کے ساتھ تعلق اور ربط قائم کر دیا' تا کہ اس طرح نور کی جلاء میں مزید نورانیت پیدا ہو جائے۔ اور ظلمت کے ساتھ پڑوس کے باعث نور کی صفائی درجہ کمال کو پہنچ جائے جس طرح آئینہ کو جب خوب صاف اور صیقل کرنا اور اس کی لطافت کا اظہار کرنا چاہتے ہیں تو اوّلاً شیشہ پر مٹی ڈالتے ہیں۔ تا کہ مٹی کی ظلمت اس کے ساتھ لگنے سے اس کی خوب صفائی ہو۔ اور کثافت طینی کے تعلق سے اس کی رونق دوبالا ہو۔

تو اس نور کو پہلے جو شہود قدسی حاصل تھا یہ اس کو بھول گیا۔ بلکہ اپنے معشوق ظلمانی میں استغراق اور ہیکل جسمانی کے ساتھ تعلق کی وجہ سے یہ نور اپنی ذات اور توابع وجود کو بھی فراموش کر گیا۔ اور اس کے ساتھ صحبت اور ہم نشینی کے باعث اصحاب مشئمہ میں سے ہو گیا۔ اور اس کی محاورت اور پڑوس کی وجہ سے اصحاب میمنہ کی کرامات کو بھی ضائع کر گیا۔ تو اگر اسی استغراق کی تنگی میں پڑا رہا' اور فضا اطلاق کی طرف نہ نکلا تو اس پر افسوس اور بہت افسوس' کیونکہ اسے مقصود میسر نہ آ سکا اور اپنی استعداد کا جوہر ضائع کر دیا۔ تو دور کی گمراہی میں جا پڑا۔ اور اگر نیکی اس کی طرف سبقت کر کے آ گئی۔ اور اعلیٰ درجے کی عنایت اس کے شامل حال ہو گئی۔ اور اس نے سر اُٹھا لیا۔ اور جس کو گم کر چکا تھا پا لیا اور یہ کہتے ہوئے اُلٹے پاؤں لوٹ آیا۔

الیک یا منیتی حجی و معتمری ان حج قوم الیٰ ترب و الحجار

اے میری آرزو! میرا حج اور عمرہ تیری ہی طرف ہے۔ اگر چہ دوسرے لوگ خاک اور پتھروں کی عمارت کی طرف حج کو جاتے ہیں۔

اور اگر احسن طریقہ پر مطلوب مقدس کے مشاہدہ میں دوبارہ استغراق حاصل ہو گیا۔ تو اس وقت ظلمت نور کے تابع ہو جاتی ہے۔ اور نور کے غالب انور میں درج ہو جاتی ہے۔ جب یہ استغراق اس حد کو پہنچتا ہے کہ اپنے ظلماتی متعلق کو بالکل فراموش کر دیتی ہے اور ایسا شخص اپنے نفس اور اس نے توابع وجود سے بھی کلیۃً بے خبر ہو جاتا ہے۔ اور نور الانوار کے مشاہدہ میں ہلاک ہو جاتا ہے اور پردوں کے پیچھے کے مطلوب کا حضور نصیب ہو جاتا ہے تو

Marfat.com

فنا جسمانی اور روحانی سے مشرف ہو جاتا ہے۔ اور اگر اسے فنا کے بعد اس مشہود کے ساتھ بقا میں حاصل ہو جاتی ہے تو اس کے لیے فنا و بقا کی دو جہتیں حاصل ہو جاتی ہیں اور اس وقت ہر ولایت کا اطلاق درست ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کا حال دو باتوں سے خالی نہیں ہوتا۔ یا تو بالکلیہ دائماً مشہور میں استغراق و استہلاک ہو جاتا ہے' یا مخلوق کو خدا کی طرف دعوت دینے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ اس طرح کہ اس کا باطن تو خدا کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کا ظاہر مخلوق کے ساتھ۔ اس وقت نور اس میں پائی جانے والی ظلمت سے خلاصی پا جاتا ہے اور مطلوب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ اور اس خلاصی کے باعث وہ اصحاب یمین اس کے حال و کمال کے زیادہ مناسب و اولیٰ ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ جہت خیر کا جامع ہے۔ ویسے اللہ تعالیٰ کے یمین و شمال یمن و برکت دونوں میں مشترک ہیں۔ جیسا کہ واجب تعالیٰ عز شانہ کی شان میں واقع ہو چکا ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ یمین ہیں۔ اور یہ ظلمت اس نور سے مقام عبادت اور ادائے طاعت کے مقام میں اتر آتی ہے اور نور لامکانی سے ہماری مراد روح ہے بلکہ اس کا خلاصہ اور ظلمت جو جہت سے مقید ہے اس سے نفس مراد ہے۔ اسی طرح باطن سے روح اور ظاہر سے نفس مراد ہے۔

اگر کوئی یہ شبہ پیش کرے کہ اولیاء مستہلکین (ذات حق میں مستغرق) کو بھی اس عالم کا شعور ہوتا ہے اور ان کی بھی اس جہان کی طرف توجہ ہوتی ہے اور وہ بھی اپنے بنی نوع سے خلط ملط اور میل جول رکھتے ہیں پھر استہلاک اور عالم قدس کی طرف دائماً بالکلیہ توجہ رہنے کے کیا معنی ہیں اور ان اولیاء مستہلکین اور دعوت و ارشاد کے لیے رجوع کردہ اولیاء کرام کے درمیان کیا فرق ہوا؟

تو ہم اس شبہ کو جواب میں کہتے ہیں کہ استہلاک اور بالکلیہ توجہ نفس کے انوار روح میں درج ہونے کے بعد نفس اور روح کی دونوں توجہ سے عبارت ہے' جیسا کہ اس کی طرف اشارہ گزر چکا ہے۔ اور جہاں اور اس جیسی چیزوں کا شعور حواس' قویٰ اور جوارح سے ہوتا ہے جو نفس کے لیے بمنزلہ تفصیل ہیں تو ان اولیاء مستہلکین کا مجمل اور خلاصی یافتہ باطنی حصہ تو مطالعہ مشہود کے اندر انوار روح کے ضمن میں مستہلک و فانی ہوتا ہے اور ان کی تفصیل شعور سابق پر ہی باقی رہتی ہے۔ اس میں کوئی فتور لاحق نہیں ہوتا۔ بخلاف اس اولیاء کرام کے جو دعوت و ارشاد کی خاطر جہان کی طرف رجوع کیے ہوئے ہیں۔ کہ ان کا نفس مطمئنہ ہونے کے بعد دعوت کے لیے انوار روح سے نکل آتا ہے اور اسے اس وقت اس عالم سے مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس مناسبت کے سبب اس کی دعوت مقام اجابت میں آ جاتی ہے۔ لیکن یہ بات کہ نفس درجہ اجمال میں ہے اور حواس وغیرہ درجہ تفصیل میں' تو اس کی وجہ یہ ہے کہ نفس کا تعلق قلب صنوبری سے ہے۔ اور حقیقت جامعہ قلبیہ کے واسطے سے روح کا تعلق اس سے ہے۔ اور روح کی طرف سے وارد ہونے والے فیوض اوّلاً نفس پر وارد ہوتے ہیں۔ پھر اس سے تفصیل کے ساتھ قویٰ اور جوارح تک پہنچتے ہیں۔ تو ان حواس و قویٰ کا اجمالی طور پر خلاصہ نفس میں موجود ہوتا ہے۔ لہٰذا اس تحقیق سے دونوں قسم کے اولیاء کرام کے درمیان فرق ظاہر و واضح ہو گیا۔

Marfat.com

اور یہ بات بھی جاننے کے لائق ہے کہ پہلا گروہ اربابِ سکر میں سے ہے اور دوسرا اصحاب صحو میں سے۔ شرافت پہلے کو حاصل ہے اور فضیلت دوسرے کو۔ پہلا مقام ولایت کے مناسبِ حال ہے اور دوسرا نبوت کے مناسب حال۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کراماتِ اولیاء سے مشرف کرے اور کمال متابعت انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیٰ نبینا وعلیہم وعلیٰ جمیع اخوانہ من الملئکۃ المقربین والعباد الصالحین الیٰ یوم الدین پر ثابت قدمی نصیب کرے۔ آمین۔

کاتب الحروف اگرچہ عجمی ہونے کی وجہ سے عربی جیسی چاہیے نہیں جانتا۔ لیکن چونکہ آپ کا مکتوب شریف عربی میں تھا، تو اس طرف سے بھی آپ کے طریقۂ املا پر ہی تحریر کر دیا گیا۔ سلام ہے مُہر کلام۔

مکتوب نمبر (۲۳)

پیر ناقص سے طریقہ اخذ کرنے سے روکنے اور اس کے نقصان وضرور اور اہل کفر سے مشابہ القاب سے منع کرنے کے بیان میں...... عبدالرحیم المشہور بخان خاناں کے خط کے جواب میں اس کی طرف ارسال کیا گیا۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں ایسی قیل وقال سے نجات دے جو حال سے خالی ہے اور اس علم سے بھی نجات عطا فرمائے جو عمل سے محروم ہے۔ بحرمۃ سید البشر جو ہر کالے اور گورے کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ علیہ وعلیٰ الہ من الصلوات افضلها و من التسلیمات اکملها ......اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر بھی رحم فرمائے جو اس پر آمین کہے۔

باسعادت وباصداقت برادر نے تمہارا خط پہنچایا۔ اور زبان ترجمان سے تمہاری جناب کا حال نقل کیا جو نقل کیا۔ تو میں نے یہ شعر پڑھا۔

اھلا لسُعدیٰ والرسول و حبّذا   وجه الرسول لحبّ وجد المُرسل

ترجمہ: اے سُعدیٰ (معشوقہ) اور اے اس کے قاصد! تم اپنے اہل میں تشریف لائے ہو۔ اور تمہاری طرف سے آنے والے قاصد کا چہرا کس قدر حسین ہے۔ کیونکہ روانہ کرنے والے کا چہرہ بڑا محبوب ہے۔

اے ظہور کمالات کے لائق برادر عزیز! اللہ تعالیٰ تمہیں قوت سے فعل کی طرف لائے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ تو اس شخص پر افسوس جس نے اس میں کچھ نہ بویا اور زمین استعداد کو خالی رکھا اور تخم اعمال کو ضائع کر دیا۔

اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ زمین کو ضائع کرنا اور خالی رکھنا دو طرح پر ہے۔ ایک یہ کہ اس میں کچھ نہ

Marfat.com

بوئے۔ دوسرا مسئلہ یہ کہ اس میں خبیث اور ردی تخم ڈالے۔ بیج ضائع کرنے کی یہ دوسری قسم ضرر و فساد میں پہلی قسم سے بہت زیادہ ہے' جیسا کہ مخفی اور پوشیدہ نہیں۔ اور بیج کی خرابی اور فساد یہ ہے کہ انسان پیر ناقص سے اخذ طریقہ کرے اور اس کے راستہ پر چلے۔ کیونکہ پیر ناقص اپنی خواہش نفس کا تابع اور پیروکار ہوتا ہے۔ اور جس چیز میں خواہش اور ہوائے نفسانی کی آمیزش ہو وہ موثر نہیں ہو سکتی۔ اور اگر اثر کرے گی بھی تو خواہش نفس کی ہی معاونت کرے گی۔ تو اس طرح تاریکی پر تاریکی میں اضافہ ہوگا۔

دوسری خرابی یہ ہے کہ پیر ناقص اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ تک پہنچانے والے راستوں اور نہ پہنچانے والے راستوں میں تمیز و فرق نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ خود اب تک غیر واصل ہے۔ نیز یہ پیر ناقص طالبوں کی مختلف استعدادوں میں تمیز نہیں کر سکتا۔ اور جب طرق جذبہ (سیر انفسی) اور طریق سلوک (سیر افاقی) میں تمیز نہیں کر سکتا تو عین ممکن ہے کہ ایک طالب کی استعداد طریق جذبہ سے مناسبت رکھتی ہو' اور ابتدائے حال میں طریق سلوک سے مناسبت نہ ہو۔ اور پیر ناقص طرق مختلفہ اور استعدادات مختلفہ میں تمیز نہ کر سکنے کی وجہ سے ابتداء سے طریقہ سلوک پر چلا دے' تو طالب کو بھی گمراہی میں ڈال دے۔ جس طرح خود گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔

پس شیخ کامل' کامل کرنے والا جب اس طالب کی تربیت کا ارادہ کرے گا' اور اسے راہِ عرفان پر چلانا چاہے گا' تو اوّلاً اسے پیر ناقص کی پیدا کردہ خرابی اور پیر ناقص کے سبب پیدا شدہ فساد کی اصلاح کی ضرورت پڑے گی۔ اس کے بعد اس کی زمین استعداد کے مطابق صالح اور مناسب بیج ڈالے گا تب جا کر اچھے پودے اُگیں گے۔

مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۨ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ؕ	خبیث و ردی کلمہ کا حال خبیث اور ردی درخت کی طرح ہے جو زمین کے اوپر ہی سے اکھیڑ لیا گیا ہو' اس کے لیے کوئی قرار و استحکام نہ ہو۔
وَمَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ؕ	اور اچھے کلمے کا حال اچھے درخت کی طرح ہے جس کی جڑ زمین میں مضبوط اور ثابت ہو اور اس کی شاخیں آسمان میں ہوں۔

پس کامل' کامل بنانے والے شیخ کی صحبت کبریت احمر (سُرخ گندھک) ہے۔ اس کی نظر دوا اور اس کی باتیں شفا ہیں۔ اور اس کے بغیر تو خار دار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ پر قائم اور ثابت رکھے۔ کیونکہ متابعت شریعت ہی اصل کار اور مدار نجات' مناط سعادت ہے۔ فارسی میں کیا ہی اچھا کہا گیا ہے۔

Marfat.com

محمد عربی کاروئی ہر دو سر است
کسیکہ خاک درش نیست خاک برسر او

محمد عربی ﷺ جو دنیا اور آخرت دونوں کے سردار ہیں۔ جو شخص آپ کے دروازے کی خاک نہیں بننا چاہتا اس کے سر پر خاک پڑے (وہ ذلیل و نامراد ہو۔)

ہم اس مقالے کو حضور سیّد المرسلین کی صلوات پر ختم کرتے ہیں۔ آپ پر تسلیمات' تحیات اور برکات کا نزول ہوتا رہے۔

التّمہ:

کمال تعجب کی بات یہ ہے کہ برادر باسعادت نے نقل کیا ہے کہ اس کے ہمنشینوں میں سے بعض ایسے فاضل شعراء ہیں جنہوں نے اشعار میں اپنا لقب کفری رکھا ہوا ہے۔ حالانکہ یہ شاعر سادات عظام اور نقبائے (بہتر) کرام میں سے ہے۔ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ اسے اس بین الشناعۃ بُرے اسم پر کس چیز نے برانگیختہ کیا ہے۔ مسلمان کے لیے مناسب ہے کہ اس بڑے نام سے شیر سے بھی زیادہ بھاگے اور اس سے پوری طرح نفرت و کراہت کرے۔ کیونکہ یہ اسم اور اس کا مسمّٰی دونوں اللہ سبحانہٗ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں ناپسند و مبغوض ہیں۔ مسلمانوں کو تو حکم ہے کہ اہل کفر سے عداوت رکھیں اور ان پر سختی کریں۔ لہٰذا ایسے بُرے اسم سے احتراز و پرہیز ضروری اور واجب ہے۔

اور بعض مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی عبارات میں غلبہ سکر ہیں جو کفر کی مدح اور زنار وغیرہ باندھنے کی ترغیب واقع ہوئی ہے' اس کے ظاہری معنی مراد نہیں ہیں اور ان کی تاویل کی گئی ہے۔ کیونکہ مستوں کا کلام ٹھیک معنی پر محمول کیا جاتا ہے۔ اور ظاہری اور قریب الفہم معنی پر محمول نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ وہ غلبہ سُکر کے باعث ان ممنوعات کے ارتکاب میں معذور ہیں۔ کیونکہ ان بزرگواروں کے نزدیک کفر حقیقت اسلام حقیقی کی نسبت سراسر نقص اور خراب ہے۔ اور غیر مست اور غیر مغلوب الحال لوگ ان کی تقلید کرنے میں ان کے نزدیک اور اہل شرع کے نزدیک بھی قطعاً غیر معذور ہیں۔ کیونکہ ہر شے کا ایک موسم اور وقت خاص ہوتا ہے۔ کہ اس وقت میں وہ شے اچھی اور گوارا ہوتی ہے۔ اور دوسرے وقت میں وہی شے قبیح ہو جاتی ہے۔ اور عقلمند ایک وقت کو دوسرے وقت پر قیاس نہیں کرتا۔ لہٰذا میری طرف سے انہیں کہیں کہ وہ اس لقب کو بدل کر کوئی اچھا اور اسلامی لقب اختیار کریں۔ کیونکہ مسلمان کے حال وقال کے موافق کوئی اسلامی لقب ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پسندیدہ دین کی طرف منسوب کرنا چاہیے۔ اور تہمت اور بُرائی کے مقامات سے اجتناب کرنا چاہیے۔ جیسا کہ ہمیں اس کا حکم ہے:-

Marfat.com

اِتَّقُوْا مِنْ مَوَاضِعِ التُّهَمِ تہمت کے مقامات سے بچو۔

نہایت سچا اور بے غبار کلام اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ مومن غلام مشرک آزاد سے بہتر ہے۔

والسّلام علیٰ من اتبع الھُدیٰ ہر متبع ہدایت پر سلامتی کا نزول ہو۔

مکتوب نمبر (۲۴)

اس امر کے بیان میں کہ صوفی کائن ہے اور بائن ہے۔ اور دل کا تعلق ایک سے زیادہ کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ اور محبت ذاتی کا ظہور محبوب کی طرف سے آنے والے رنج و انعام کو برابر کر دیتا ہے۔ اور مقربین اور ابرار کی عبادت کے فرق اور اولیاء مستہلکین اور دعوت و ارشاد پر مامور اولیاء کرام کے درمیان فرق و امتیاز کے بیان میں......... محمد قلیچ خان کی طرف ارسال فرمایا:

بحرمۃ حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ تمہیں سلامت رکھے اور خیر و عافیت عطا فرمائے۔

انسان اس کے ساتھ ہوتا ہے جس کے ساتھ اس کی محبت ہوتی ہے۔ تو وہ شخص بہت ہی مبارک ہے جس نے اپنے قلب میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے علاوہ کسی کی محبت باقی نہیں رکھی۔ اور جس کی مراد اور مقصود وہ بلند و مقدس ذات ہو چکی ہے۔

تو ایسا شخص فی الحقیقۃ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے' اگرچہ بظاہر مخلوق کے ساتھ ہو اور صورتاً مخلوق کے ساتھ مشغول و مصروف ہو۔ یہی کائن بائن صوفی کی شان ہے۔ کائن یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے والا۔ بائن یعنی حقیقۃ مخلوق سے جدا اور الگ ہونے والا۔ یا کائن سے مراد ہے صورتاً مخلوق کے ساتھ ہونے والا' اور بائن یعنی فی الحقیقۃ ان سے الگ اور جدا۔ اور قلب کی محبت ایک سے زیادہ اشیاء کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔ تو جب تک اس کا تعلق حُبی اس ایک کے ساتھ رہے گا اس کے ماسوا کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔

اور یہ جو انسان کی بہت مرادیں اور کثیر اشیاء مثلاً مال' اولاد' سرداری' مدح' لوگوں کے سامنے بلندی رتبہ کے ساتھ تعلق محبت محسوس ہوتا ہے' تو یہاں بھی فی الواقع اس کا محبوب ایک ہی شے ہے' اور وہ اس کا نفس ہے۔ اور ان سب کے ساتھ محبت اپنے نفس کے ساتھ محبت کی فروعات ہیں۔ کیونکہ ان اشیاء کی چاہت اپنے نفس کے لیے ہوتی ہے' نہ کہ بذاتِ خود ان اشیاء کے ساتھ تو جب اس کی اپنے نفس سے محبت ختم ہو گئی تو بالتبع ان اشیاء کے ساتھ محبت بھی ختم ہو گئی۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ بندے اور رب کے درمیان انسان کا اپنا نفس ہی حجاب ہے۔ دوسری کائنات حجاب نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کائنات بندے کی مراد و مطلوب نہیں تا کہ حجاب بنے۔ بلکہ بندے کی مراد اور اس

Marfat.com

کا مطلوب خود اس کا اپنا نفس ہے۔ لہٰذا فی الواقع وہی حجاب بھی ہے۔ تو جو شخص اپنے نفس کی چاہتوں سے بالکلیۃ خالی نہ ہو رب تعالیٰ کو اپنا مطلوب و مراد نہیں بنا سکتا۔ اور نہ اس کے دل میں حق تعالیٰ کی محبت کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ اور یہ اعلیٰ درجہ کی دولت فناء مطلق کے ساتھ ہی متحقق و موجود ہو سکتی ہے۔ اور یہ فنا مطلق تجلی ذاتی سے وابستہ ہے۔ کیونکہ ظلمات اور تاریکیوں کا مکمل طور پر اُٹھنا اسی وقت متصور ہو سکتا ہے جب سورج پورے طور پر طلوع ہو کر چمکنا شروع کر دے۔ تو جب یہ محبت جسے محبت ذاتی سے تعبیر کرتے ہیں' حاصل ہو جاتی ہے' تو محبت کے نزدیک محبوب کی طرف سے ہونے والے انعامات اور اس کی طرف سے آنے والے مصائب و آلام برابر حیثیت اختیار کر جاتے ہیں اور اس وقت اخلاص کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ اب وہ خدا تعالیٰ کی عبادت و بندگی صرف اس کی رضا کے لیے کرتا ہے' طلب انعام یا دفع آلام کے لیے نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں اس کے نزدیک برابر ہو چکی ہیں۔ یہ مقربین کا مرتبہ ہے۔ کیونکہ ابرار تو اس کی عبادت طمع اور خوف کی بنا پر کرتے ہیں۔ اور طمع اور خوف کا تعلق اور واسطہ خود ان کی اپنی ذوات سے ہوتا ہے۔ اور یہ کوتاہی اس بنا پر ہے کہ انہیں محبت ذاتی کی سعادت نصیب نہیں ہوتی۔

اس تحقیق سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ ابرار کی نیکیاں مقربین کے لیے برائیوں کا حکم رکھتی ہیں۔ تو ابرار کی حسانات ایک لحاظ سے حسنات ہیں اور ایک لحاظ سے سیئات۔ اور مقربین کی حسنات من کل الوجوہ حسنات ہیں۔

ہاں کچھ مقربین ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کی عبادت و بندگی طمع اور خوف کے تحت کرتے ہیں۔ بقاء اکمل اور عالم اسباب کی طرف نزول کرنے کے بعد۔ لیکن ان کے خوف اور طمع کا تعلق ان کی اپنی ذوات کے ساتھ نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے طمع اور اس کی ناراضگی کے خوف سے عبادت و بندگی کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر وہ جنت طلب کرتے ہیں تو اپنے حظوظ نفسانی کے لیے نہیں بلکہ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا مقام ہے۔ اور اگر دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں تو اپنے نفوس سے دفع عذاب والم کے لیے نہیں' بلکہ اس لیے کہ وہ حق تعالیٰ کی ذات کے لیے ہو چکے ہیں۔ اور مقربین میں سب سے اعلیٰ مرتبہ اور اس مرتبہ والے کو مرتبہ ولایت خاصہ کے حصو کے بعد مقام نبوت کے کمالات سے پورا حصہ ملتا ہے۔ اور ان مقربین میں سے جو اولیاء ارشاد و دعوت کی غرض سے عالم اسباب کی طرف نزول نہیں فرماتے وہ اولیاء مستہلکین میں ہیں (یعنی ذات ہی میں منہمک و مستغرق)۔ ان کو مقام نبوت کے کمالات سے کچھ حصہ نہیں ملتا۔ اور یہ تکمیل کے اہل بھی نہیں ہوتے' بخلاف پہلے گروہ کے۔ کہ وہ تکمیل کی اہلیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اکابر کی محبت و عقیدت عطا کرے۔ بحرمۃ سید البشر علیہ و علی الہ و اتباعہ من الصلوات افضلھا و من التسلیمات اکملھا۔ کیونکہ انسان اس کے ساتھ شمار ہوتا ہے جس سے محبت رکھتا ہے۔ اول و آخر سلام۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۲۵)

حضور سید المرسلین اور آپ کے خلفاء راشدین علیہ وعلیہم من الصلوات اکملہا ومن التسلیمات اتمہا کی متابعت کی ترغیب وتحریض کے بیان میں...... خواجہ جہاں کو لکھا گیا۔

اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو سلامتی عطا کرے۔ تمہارے سینہ کو کشادہ کرے۔ تمہارے نفس کو پاکیزگی عطا کرے اور تمہارے پوست بدن کو نرم کرے۔ یہ سب کچھ بلکہ روح، سر، خفی اور اخفیٰ کے تمام کمالات کا حصول حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی متابعت اور پیروی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ لہٰذا تم پر حضور سرور کائنات اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء راشدین جو ہدایت دینے والے اور ہدایت یافتہ ہیں، کی متابعت لازم وضروری ہے کیونکہ خلفاء راشدین ہدایت کے ستارے اور ولایت کے آفتاب ہیں۔ تو جس کو ان کو پیروی کا شرف نصیب ہوگیا وہ عظیم کامیابی سے ہمکنار ہوگیا۔ اور جس کی سرشت میں ان کی مخالفت ڈال دی وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

بقیہ مقصود یہ ہے کہ مرحوم الشیخ سلطان کے دونوں بیٹے پریشانی اور تنگی معاشی میں مبتلا ہیں۔ آپ سے التماس ہے کہ ان کی مدد واعانت فرمائیں۔ ان کی امداد آپ کے شایان شان ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام لوگوں کی حاجت برآری کی توفیق بخشی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی توفیق میں مزید اضافہ کرے۔ اور خیر وبھلائی کو آپ کا رفیق وساتھی بنائے۔ آپ کو اور ہر متبع ہدایت کو سلام۔

مکتوب نمبر (۲۶)

اس امر کے بیان میں کہ شوق ابرار کو ہوتا ہے۔ مقربین کو نہیں ہوتا۔ اور اس مقام کے مناسب علوم کے بیان میں...... دانش مند شیخ مولانا حاجی محمد لاہوری کو لکھا گیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے طریقہ پر قائم وثابت رکھے۔

حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے کہ ابرار کو میری ملاقات کا شوق عرصہ دراز سے دامن گیر ہے اور میں ان کی ملاقات کا شوق ان سے بھی زیادہ رکھتا ہوں۔ اللہ سبحانہٗ نے اس کلام میں ابرار کے لیے شوق ثابت کیا ہے۔ کیونکہ مقربین واصلین کو کوئی شوق نہیں ہوتا۔ کیونکہ شوق کسی شے کے گم ہونے کا متقاضی ہے۔ اور گم ہونا مقربین کے حق میں مفقود ہے۔ دیکھتے نہیں کہ انسان اپنی ذات کا مشتاق نہیں ہوتا۔ حالانکہ اسے اپنی ذات سے انتہا درجہ کی محبت ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ انسان کی اپنی ذات مفقود نہیں۔ تو مقرب واصل کا حال جو حق تعالیٰ کے ساتھ باقی اور

Marfat.com

اپنے نفس سے فانی ہو چکا ہے۔ حق تعالیٰ کے ساتھ بالکل اسی طرح ہوتا ہے جس طرح انسان کا اپنی ذات کے ساتھ تعلق ہے۔ لہٰذا مشتاق صرف ابرار ہی ہیں۔ کیونکہ یہی لوگ محب فاقد گم کردگان مطلوب ہیں۔ اور ابرار سے مراد غیر واصل اور غیر مقرب میں خواہ وہ ابتداء میں ہوں یا درمیان میں اگرچہ وسط سے ایک رتی کے دانہ برابر کچھ ہی قبی ہو۔ فارسی میں کیا ہی اچھا کہا گیا ہے۔

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست

درونِ دیدہ اگر نیم موست بسیار است

دوست کا فراق اگر تھوڑا بھی ہو تو وہ تھوڑا نہیں ہے۔ آنکھ میں آدھا بال بھی پڑ جائے تو

بہت ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ قرآن مجید پڑھتا ہے اور روتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہم لوگ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ لیکن اب ہمارے دل سخت ہو چکے ہیں۔ آپ کا یہ ارشاد مدح مشابہ ذم کے قبیل سے ہے۔ میں نے اپنے شیخ (خواجہ محمد الباقی) قدس سرہ سے سنا آپ فرماتے تھے۔ منتہی واصل بہت دفعہ اس شوق اور طلب کی آرزو کرتا ہے جو اسے ابتداء میں حاصل تھی۔

اور اس شوق کے زائل ہو جانے کا مقام اور ہے' جو اول سے اکمل اور اتم ہے۔ اور ادراک سے عاجز اور ناامید ہونے کا مقام ہے۔ کیونکہ شوق متوقع چیز کا ہوتا ہے۔ جب کسی شے کی توقع اور امید نہ ہو تو اس کا شوق بھی نہیں ہوتا۔

تو جب یہ کامل جو نہایت کمال کو پہنچ چکا ہوتا ہے اس عالم کی طرف رجوع قہقری کرتا ہے تو رجوع کی وجہ سے مطلوب کے مفقود ہونے کے باوجود وہ شوق عود نہیں کرتا۔ کیونکہ شوق کا زوال مطلوب کے گم ہونے کی بنا پر نہیں تھا' بلکہ اس کا زوال یاس اور ناامیدی کے حصول کی بنا پر تھا۔ اور وہ رجوع الی الخلق کے بعد بھی موجود ہے۔ لیکن اس کے برعکس کامل اول کا شوق عالم کی طرف رجوع کرنے سے واپس عود کرتا ہے۔ کیونکہ وہی مطلوب کی گمشدگی پھر اسے حاصل ہو جاتی ہے جو پہلے زائل ہو چکی تھی۔ تو جب رجوع کے باعث مطلوب کا فقدان پایا گیا تو وہ شوق پھر حاصل ہو جاتا ہے جو اس کے زوال کے باعث زائل ہو چکا تھا۔

یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ وصول کے مراتب تو کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا وصول کے بعض مراتب کی توقع اور امید تو رہتی ہی ہے۔ اس وجہ سے واصل مقرب کے لیے بھی شوق مذکور متصور ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ ہم اس اعتراض کے جواب میں کہتے ہیں کہ مراتب وصول کا منقطع نہ ہونا سیر تفصیلی پر مبنی ہے۔ جس کا تعلق اسماء' صفات' شیون اور اعتبارات سے ہے۔ اور سیر تفصیلی طے کرنے والے سالک کے لیے انتہاء متصور نہیں ہو سکتی' اور شوق مذکور کبھی بھی اس سے زائل نہیں ہو سکتا۔ اور جس واصل کامل کے متعلق ہم گفتگو کر رہے ہیں' اس سے انتہا کو پہنچ جانے

Marfat.com

والا واصل مراد ہے جو مراتب کو بطریقِ اجمال طے کر چکا ہے۔ اور اس مقام تک پہنچ چکا ہے جسے نہ تو کسی عبارت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے' اور نہ اس مقام پر کسی قسم کی توقع باقی ہے۔ لہٰذا اس سے کلیۃً شوق وطلب زائل ہو جاتے ہیں اور یہ خواص اولیاء کرام کا حال ہے۔ کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو صفات کی تنگی سے نکل چکے ہیں اور ذات اور شیونات میں ترتیب سے سیر کرنے والے ہیں۔ کیونکہ یہ حضرات تجلیات صفاتیہ میں ہی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محبوس ومقید رہتے ہیں۔ اور ان کے حق میں مراتب وصول سے مراد یہی ہے کہ وہ صفات تک ہی پہنچتے ہیں۔ اور حضرت ذات واجب تعالیٰ تک عروج صفات اور اعتبارات میں سیر اجمالی کے بغیر متصور نہیں۔ اور جس شخص کی سیر اسماء میں تفصیلی ہوتی ہے وہ صفات اور اعتبارات ہی میں محبوس رہتا ہے اور اس سے شوق وطلب زائل نہیں ہوتا۔ اور نہ وجد وتواجد ان سے جدا اور الگ ہوتا ہے۔ لہٰذا ارباب شوق وتواجد تجلیات صفاتیہ والے ہی ہیں۔ اور جب تک یہ لوگ شوق ووجد میں رہتے ہیں انہیں تجلیات ذاتیہ سے کچھ حصہ نہیں ملتا۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ خدا تعالیٰ کے شائق ہونے کا کیا مطلب ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی شے بھی مفقود نہیں ہو سکتی۔ تو میں اس سوال کے جواب میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے شوق کا ذکر صنعت مشاکلت کے طور پر ہو۔ اور اس میں شدت کا ذکر اس وجہ سے ہو کہ جو شے عزیز وجبار ذات کی طرف منسوب ہوتی ہے وہ بھی شدید وغالب ہوتی ہے۔ جس طرح عبد ضعیف کی طرف جو شے منسوب ہوتی ہے وہ بھی ضعیف اور مغلوب ہوتی ہے۔ یہ جواب طریقہ علماء کے مطابق ہے۔ اور اس عبد ضعیف کے پاس اور بھی بہت سے جوابات ہیں جو طریقہ صوفیہ سے مناسبت رکھتے ہیں۔ وہ جوابات کچھ سکر چاہتے ہیں۔ سکر کے بغیر وہ جوابات مستحسن نہیں۔ بلکہ جائز ہی نہیں۔ کیونکہ مست لوگ معذور ہیں۔ مگر ارباب صحو سے باز پرس ہو سکتی ہے۔ اور میرا حال اس وقت خالص صحو ہے' لہٰذا ان جوابات کا ذکر میرے حال کے لائق ومناسب نہیں۔ اسے ذہن نشین کر لو۔ الحمد للّٰہ اوّلاً و اٰخراً والصّلوٰۃ والسّلام علٰی نبیّہ دائماً و سرمداً۔

مکتوب نمبر (۲۷)

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی مدح وثنا اور ان بزرگوں قدس سرّہم کی نسبت کی بلندی کے بیان میں .... خواجہ عمک کی طرف صادر فرمایا۔

الحمد للّٰہ و سلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی۔

مرحمت نامہ گرامی جو از روئے کرم اس مخلص کے نام لکھا تھا۔ یہ حقیر اس کے ورود سے مسرور اور خوش ہوا۔ آپ سلامت رہیں۔ بندہ آپ کے دردسر کا باعث نہیں بننا چاہتا۔ صرف سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی مدح وثنا میں لکھتا ہے۔

Marfat.com

مخدوم ومحترم! اس سلسلہ عالیہ کے اکابر قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی عبارات ہیں جو واقع ہوا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے فائق ہے۔ اس سے مراد حضور وآ گاہی کی نسبت ہے۔ جو حضور ان کے ہاں معتبر ہے وہ حضور بے غیبت ہے۔ جس کو انہوں نے ''یادداشت'' سے تعبیر کیا ہے۔ لہٰذا ان عزیزوں کی نسبت یادداشت سے عبارت ہے۔ اور یادداشت جو اس فقیر کے فہم قاصر میں قرار پا چکی ہے وہ اسی تفصیل پر مبنی ہے۔

اور تجلی ذاتی حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کے ظہور' نیز حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے اسماء' صفات' شیون اور اعتبارات کے ملاحظہ کے بغیر حضور ذات سے عبارت ہے۔ اور اسی تجلی کو تجلی برقی کہتے ہیں۔ یعنی لمحہ بھر کے لیے شیون واعتبارات اُٹھ جاتے ہیں۔ پھر شیون واعتبارات کے پردہ میں وہ ذات پوشیدہ ہو جاتی ہے۔

اس تقریر وبیان کے مطابق حضور بے غیبت متصور نہیں ہو سکتا۔ بلکہ لمحہ بھر کے لیے حضور نصیب ہوتا ہے۔ اور اغلب واکثر اوقات غیبت رہتی ہے۔ اس طرح کی وقتی نسبت ان بزرگوں کے ہاں کوئی اعتبار نہیں رکھتی۔ ہاں جب یہ حضور دوام اختیار کر لے اور پوشیدہ ہونے کو بالکل قبول نہ کرے اور ہمیشہ اسماء' صفات' شیون اور اعتبارات کے پردہ کے بغیر ہی ظاہر اور متجلی رہے۔ تو یہ حضور بے غیبت کہلائے گا۔ تو ان اکابر نقشبندیہ قدس سرہم کی نسبت کو دوسروں کی نسبتوں پر قیاس کر کے موازنہ کرنا چاہیے۔ اور بے تکلف تمام نسبتوں سے فائق واعلیٰ جاننا چاہیے۔

اس قسم کا حضور اگرچہ اکثر لوگوں کے نزدیک بعید امر ہے۔ لیکن ۔

هنيئا لارباب النعيم نعيمها

وللعاشق المسكين ما يتجرع

یعنی ارباب نعمت کو نعمتیں گوارا ہیں عاشقِ مسکین کے لیے صرف وہی ہے جو گھونٹ گھونٹ پی رہا ہے۔

یہ بلند نسبت اس حد تک اور اس طور پر ندرت وقلت اختیار کر چکی ہے کہ اگر بالفرض اس بزرگ سلسلہ کے لوگوں کے سامنے بیان کی جائے تو احتمال ہے کہ اکثر اس کا انکار ہی کر جائیں۔ اور یقین نہ کریں۔ وہ نسبت جو آج کل اس بزرگ خانوادہ کے اصحاب میں مشہور ومتعارف ہے وہ حق تعالیٰ کے اس شہود سے عبارت ہے۔ جو شاہدی اور مشہودی کے وصف سے پاک ومنزہ ہے۔ اور وہ ایک توجہ ہے جو چھ جہات متعارفہ سے خالی اور معرا ہے۔ اگرچہ جہت فوق کا وہم پڑتا ہے۔ اور بظاہر دائمی ہوتی ہے۔ اور جہت صرف مقام جذبہ میں پائی جاتی ہے۔ اور اس جہت کی فوقیت کی کوئی وجہ ظاہر ہے۔ بخلاف یادداشت کے جو بمعنی سابق ہے۔ کیونکہ اس کا حصول جہت جذبہ اور مقامات سلوک کے بعد ہے اور اس کے درجے کی بلندی کسی بھی شخص پر مخفی نہیں ہے۔ اور خفا ہے تو وہ صرف اس کے حصول میں ہے۔ حاسد اگر حسد کی وجہ سے اس کا انکار کرے۔ اور ناقص رہنے کے باعث نہ مانے تو معذور ہے۔

Marfat.com

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن قصور حاش للہ کو برآدم بزباں ایں گلہ را

ہمہ شیران جہاں بستہ بایں سلسلہ اند روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

کوئی قاصر شخص اس طائفہ پر قصوروار ہونے کا عیب رکھے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ میں اس گلہ کو زبان پر لاؤں۔ تمام جہان کے شیر اس سلسلہ کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں۔ لومڑی حیلہ بہانہ کے ذریعہ اس سلسلہ کو کس طرح توڑ سکتی ہے۔

مکتوب نمبر (۲۸)

بلندی حال کے بیان میں مگر ایسی عبارت سے جس سے تنزل اور دوری کا وہم ہوتا ہے...... یہ مکتوب بھی خواجہ عمک کو لکھا۔

رحمت نامہ گرامی جو از روئے کرم اس مخلص کے نام لکھا تھا' بندہ اس کے ورود مسعود سے مسرور ہوا' اور اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا...... کیا ہی عمدہ نعمت ہے کہ آزاد گرفتاروں کو یاد کریں۔ اور کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی دولت ہے کہ پہنچے ہوئے لوگ ہجر میں پڑے ہوئے لوگوں کی غمخواری کریں۔

جدائی اور ہجر میں پڑے ہوئے جب اپنے آپ کو وصال کے قابل نہ پایا تو گم نامی کی حالت میں ہجر کے گوشے میں جا بیٹھا اور قرب سے بھاگ کر بُعد اور دوری کے ساتھ آرام جا پکڑا' اور ایصال کے بجائے انفصال کے ساتھ قرار پکڑ لیا۔ اور جب آزادی کے اختیار کرنے میں گرفتاری دیکھی تو گرفتاری کے احسان کے نیچے آ گیا۔

چوں طمع خواہد زمن سلطان دیں خاک برفرق قناعت بعد ازیں

دین کا سلطان جب مجھ سے طمع کا طالب ہے' تو اس کے بعد قناعت کے سر پر خاک پڑے۔

غیر مربوط عبارتوں اور پراگندہ اشاروں کے ساتھ اس سے زیادہ کیا دردسری کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں حضور سید المرسلین علیہ و علی الہ من الصلوات افضلها و من التسلیمات اکملها کی متابعت پر ثابت اور قائم رکھے۔

مکتوب نمبر (۲۹)

ادائے فرض کی ترغیب' سنن و آداب کی رعایت' فرائض کے سامنے ادائے نوافل کی کم پرواہ کرنے' اور رات کے نصف اخیر میں نماز عشاء ادا کرنے سے روکنے' اور مستعمل پانی کے پینے کو جائز رکھنے سے منع کرنے اور مریدوں کو سجدہ کرنے سے منع کرنے کے بیان میں...... شیخ نظام تھانیسری کی

Marfat.com

طرف لکھا:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں طرف داری کرنے اور بے راہ روی اختیار کرنے سے بچائے اور ہمیں اور تمہیں افسوس اور غم کھانے سے نجات دے' بحرمۃ سید البشر جو نظر کی کجی سے پاک تھے۔ علیه و علی اله من الصلوات اتمها و من التسلیمات اکملها۔

حق تعالیٰ کی طرف قریب کرنے والے اعمال یا فرائض ہیں یا نوافل۔ نوافل کی فرائض کے سامنے کچھ حیثیت نہیں۔ کسی وقت میں فرائض میں سے ایک فرض کو ادا کرنا ہزار سال نوافل ادا کرنے سے بہتر ہے۔ اگرچہ نفل عبادت نیت خالص سے ادا کی جائے۔ جو بھی نفل عبادت ہو جیسے نماز' زکوٰۃ' روزہ' اور ذکر و فکر وغیرہ۔ بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ ادائے فرائض کے دوران ایک سنت کی رعایت اور مستحبات میں سے ایک مستحب کی نگہداشت کا بھی یہی حکم ہے۔

منقول ہے کہ ایک روز امیر المومنین حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز فجر با جماعت ادا فرمائی۔ نماز سے فارغ ہو کر قوم پر نگاہ ڈالی۔ اپنے اصحاب میں سے ایک صاحب کو نہ پایا۔ دریافت فرمایا کہ فلاں شخص جماعت میں حاضر نہیں۔ حاضرین نے عرض کیا کہ وہ شخص رات کا اکثر حصہ بیدار رہتا ہے۔ شاید اس وقت سویا ہوا ہو۔ آپ نے فرمایا اگر وہ ساری رات سویا رہتا اور فجر کی نماز جماعت سے ادا کرتا تو وہ بہتر تھا۔

لہٰذا ایک مستحب کی رعایت اور مکروہ سے بچنا' اگرچہ تنزیہی ہی ہو' اور مکروہ تحریمی تو بطریق اولیٰ کئی مرتبے ذکر فکر اور مراقبہ و توجہ سے بہتر ہے۔ ہاں ہاں اگر یہ امور اس رعایت اور اس اجتناب کے ساتھ جمع کرے تو عظیم کامیابی حاصل کر لی۔ اس کے بغیر خار دار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔

مثلاً ایک دو پیسے زکوٰۃ کے ادا کرنا بطریق نفل پہاڑوں جتنا سونا صدقہ کرنے سے کئی مرتبے بہتر ہے۔ تو نماز عشاء رات کے نصف اخیر میں ادا کرنا اور اسے نوافل تہجد کی ادائیگی کی تاکید کا وسیلہ بنانا بہت برا ہے۔ اس لیے حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک نماز عشاء نصف اخیر میں ادا کرنا مکروہ ہے (کذا فی بحر الرائق) ظاہراً اس سے ان کی مراد کراہت تحریمہ ہے۔ اس لیے کہ فقہائے حنفیہ نے نماز عشاء کو نصف رات تک ادا کرنے کو مباح رکھا ہے' اور اس سے آگے مکروہ کہا ہے۔ لہٰذا جو مکروہ مباح کے مقابلے میں آتا ہے وہ مکروہ تحریمی ہے۔ اور فقہائے شافعیہ کے نزدیک تو نصف اخیر میں نماز عشاء ادا کرنا جائز ہی نہیں۔ تو ادائے تہجد اور ذوق و جمعیت کے حصول کے لیے اس وقت میں اس امر کا مرتکب ہونا بہت ناپسندیدہ ہے اس غرض کے لیے وتر کی ادائیگی میں تاخیر کرنا کافی ہے۔ اور یہ تاخیر مستحب ہے۔ وتر اچھے وقت میں ادا بھی ہو جائیں گے اور سحری کے وقت بیدار ہونے اور تہجد ادا کرنے کی غرض بھی حاصل ہو جائے گی۔ لہٰذا یہ کام چھوڑ دینا چاہیے اور گزشتہ نمازوں کی قضا کرنی چاہیے۔

امام عظیم کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کے مستحبات میں سے ایک مستحب چھوٹ جانے سے چالیس

Marfat.com

سال کی نمازیں قضا کیں۔

لہٰذا وہ پانی جس سے ازالہ حدث کیا گیا ہو یا بہ نیت عبادت وثواب وضو کے لیے استعمال کیا گیا ہو لوگوں کے لیے اس کا پینا جائز نہ قرار دیں۔ کیونکہ یہ پانی سیّدنا حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک نجاست غلیظہ کا حکم رکھتا ہے۔ اور فقہاء نے اس پانی کے پینے سے منع کیا ہے اور اس کا پینا مکروہ قرار دیا ہے۔ ہاں وضو سے بچے ہوئے پانی کو انہوں نے شفا کہا ہے۔ اگر عقیدت کے طور پر کوئی طلب کرے تو وضو سے بچے ہوئے پانی میں سے دیں۔

اس فقیر کو اس دفعہ دہلی میں یہ آزمائش پیش آ گئی۔ بعض دوستوں کو واقعہ میں دکھایا گیا کہ وہ فقیر کے وضو کا مستعمل پانی پئیں۔ ورنہ ضرر عظیم لاحق ہوگا۔ ہر چند اسے اس سے باز رہنے کی کوشش کی لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ کتب فقہ کی طرف رجوع کیا تو خلاصی کی ایک صورت نکل آئی۔ کہ اگر تین بار اعضاء دھو لینے کے بعد چوتھی بار بغیر نیت عبادت اعضاء پر پانی پھیر دیں تو وہ مستعمل نہ ہوگا۔ اس حیلہ سے بے نیت قربت اعضاء پر پانی چلا کر اسے پینے کے لیے دیا۔

نیز بعض معتمد لوگوں نے نقل کیا ہے کہ آپ کے بعض خلفاء کے مرید خلفاء کو سجدہ کرتے ہیں اور زمین بوسی پر کفایت نہیں کرتے۔ اس فعل کی بُرائی اظہر من الشمس ہے۔ انہیں اس سے سختی سے منع کیجیے اس قسم کے افعال سے سب کو پرہیز کرنا چاہیے اور ان لوگوں تو خاص کر جو مخلوق کی پیشوائی کے لیے نمایاں ہو چکے ہیں۔

ایسے افعال سے ان لوگوں کے لیے اجتناب کرنا اشد ضروری ہے۔ کیونکہ پیروکار لوگ ان کے افعال کی اقتداء کیا کریں گے اور فتنے میں مبتلا ہوں گے۔

نیز اس گروہ صوفیہ کے علوم علوم احوال ہیں۔ اور احوال اعمال کے نتائج وثمرات ہیں۔ اور علومِ احوال سے عطا ہوتے ہیں جس کے اعمال درست ہوں اور اعمال کا حق ادا کیا ہو۔ اور اعمال کی درستی اس وقت میسر آتی ہے جبکہ اعمال کو پہچانے اور ہر عمل کی کیفیت سے واقف ہو۔ اور اعمال کو جاننا اور ان کی کیفیت سے واقف ہونا احکام شرعیہ کا علم ہے۔ جیسے نماز، روزہ اور باقی فرائض اور معاملات کا علم اور نکاح وطلاق اور بیع وشراء کا علم۔ اور ہر اس شے کا علم جو اللہ تعالیٰ نے بندے پر واجب کی ہے اور جس کی بندے کو دعوت دی ہے۔ اور یہ علوم کسب وسعی سے حاصل ہوتے ہیں ان کے سیکھنے کے بغیر چارہ نہیں۔

اور علم دو مجاہدوں کے درمیان واقع ہے۔ ایک اس کے حصول سے پہلے اس کی طلب کا مجاہدہ دوسرا حاصل کر لینے کے بعد اس پر عمل کرنے کا مجاہدہ۔ لہٰذا یوں چاہیے کہ جس طرح آپ کی مجلس شریف میں کتب تصوف کا ذکر مطالعہ ہوتا ہے اسی طرح کتب فقہ کا بھی ذکر ومطالعہ ہو۔ اور زبان فارسی میں فقہ کی بے شمار کتابیں موجود ہیں۔ جیسے مجموعہ خانی، عمدۃ الاسلام اور کنز فارسی۔ بلکہ اگر آپ کی مجلس شریف میں کتب تصوف کا ذکر ومطالعہ نہ

Marfat.com

بھی ہو تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ تصوف کا احوال سے تعلق ہے۔ وہ قال میں نہیں آ سکتا۔ لیکن کتب فقہ کے زیر مطالعہ نہ ہونے سے ضرر و نقصان کا احتمال ہے۔ بات زیادہ لمبی کیا کرے۔ تھوڑی چیز زیادہ پر دلالت کرتی ہے۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

تیرے سامنے میں نے بہت تھوڑا غم دل بیان کیا ہے۔ مجھے ڈر محسوس ہوا کہ تو دل آزردہ ہوگا۔ ورنہ باتیں بہت ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اپنے حبیب پاک علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی کامل اتباع نصیب فرمائے۔

مکتوب نمبر (۴۰)

شہود آفاقی اور انفسی، اور تجلی صوری اور شہود انفسی کے درمیان فرق۔ اور مقام عبدیت کے شان کی بلندی، اور اس مقام کے علوم کی علوم شریعہ کے ساتھ مطابقت اور دیگر اس سے مناسبت رکھنے والے امور کے بیان میں .... ملا محمد صدیق صاحب جو اس درگاہ مجددیہ کے قدیم خادموں میں سے ہیں وہ فرماتے تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مکتوب بھی شیخ نظام تھانیسری کو لکھا۔

اللہ تعالیٰ تمہیں کامل اتباع محمدی سے مشرف کرے اور بلند مصطفوی لباس سے مزین کرے علیہ و علیٰ آلہ من الصلوات افضلھا و من التحیات اکملھا۔

میں نہیں جانتا کہ کیا لکھوں۔ اگر اپنے مولائے پاک کی جناب کی بات زبان پر لاؤں تو وہ میرا محض کذب و افترا ہوگا۔ اس کی جناب کبریائی اس سے بلند تر ہے کہ میرے جیسے بیہودہ گو کی زبان اس کے لائق ہو۔ مثل رکھنے والی شے (ممکن) بے مثل ذات کے متعلق کیا کہہ سکتی ہے اور حادث قدیم کو کیا تلاش کر سکتا ہے۔ اور مکانی شے لامکانی ذات تک کب تک دوڑ سکتی ہے۔ بیچارے کے پاس اپنے سے باہر کوئی شے نہیں اور اپنی بساط سے اوپر اس کا گزر نہیں ہو سکتا۔

ذرہ گر بس نیک ور بس بد بود!
گرچہ عمرے تگ زند در خود بود

ذرہ کتنا ہی اچھا یا کتنا ہی برا ہو۔ ساری عمر دوڑتا رہے تو اپنی بساط کے اندر ہی رہے گا۔

Marfat.com

یہ معنی بھی سیر انفسی میں جو نہایت پر جا کر میسر آتی ہے' میسر ہے۔ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرّہ الاقدس نے فرمایا ہے۔ ''اہل اللہ فنا اور بقا کے بعد جو دیکھتے ہیں اپنے اندر دیکھتے ہیں' اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنے اندر ہی پہچانتے ہیں۔ ان کی خیرت اپنے وجود میں ہی ہوتی ہے:

وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ یعنی تمہاری اپنی ذات میں بھی نشانات موجود ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں۔

اس سے قبل جو سیر بھی ہے وہ سیر آفاقی میں داخل ہے کہ اس کا حاصل و نتیجہ بے حاصل ہے۔ بے حاصلی کے لفظ کا اطلاق اصل مطلوب کے حصول کی نسبت سے ہے۔ ورنہ وہ بھی شرائط و معدات (آمادہ کرنے والی اشیاء) میں سے ہے۔

شہود انفسی سے کوئی وہم میں نہ پڑے۔ اور اسے شہود تجلی صوری کی مانند جو متجلی لہٗ کی ذات میں ہوتی ہے خیال نہ کرے۔ حاشا و کلا تجلی صوری جس قسم کی بھی ہو سیر آفاقی میں داخل ہے۔ اور اس کا حصول علم الیقین کے مرتبہ میں ہے۔ اور حق الیقین کا مرتبہ شہود انفسی میں داخل ہے جو مراتب کمال کی نہایت ہے۔ اور لفظ شہود کا اطلاق و استعمال میدان عبارت کی تنگی کے باعث ہے۔ ورنہ جس طرح ان کا مطلوب و مقصود بے مثل و بے نمونہ ہے۔ اس مطلب سے ان کی نسبت بھی بے مثل و بے نمونہ ہے۔ چوں (ممکن) کے لیے بے چون کی طرف کوئی راہ نہیں۔

اتصالے بے تکیف و بے قیاس ہست رب الناس را با جان ناس

لیک گفتم ناس رانسناس نہ ناس غیر از جانِ جاں اشناس نہ

لوگوں کے رب کا لوگوں کے ساتھ بے کیف اور عقل و قیاس میں نہ آنے والا اتصال و تعلق ہے۔

لیکن میں نے بزرگوں کے ساتھ اتصال کا ذکر کیا ہے' حیوان کے ساتھ نہیں۔ ناس یعنی کاملین و عارفین اور واصلین تو صرف جان جاں (محبوب حقیقی) کے ساتھ ہی آشنائی رکھتے ہیں۔

شہود صوری کے ساتھ شہود انفسی کے اتحاد کے وہم کا منشا ہر دو مقام میں شخص کے بقا کا حصول ہے۔ کیونکہ تجلی صوری متجلی لہٗ (جس پر تجلی پڑے) کو فنا نہیں کرتی۔ اگرچہ کچھ نہ کچھ قیود کو اٹھا دیتی ہے لیکن فنا کی حد تک نہیں پہنچا سکتی۔ اس لیے سالک کا بقیہ وجود اس تجلی میں موجود رہتا ہے۔ اس کے برعکس سیر انفسی فنا اتم اور بقائے اکمل کے بعد ہے۔ تو اس بنا پر قلت معرفت کی وجہ سے ان دو قسم کی بقا میں فرق کرنا مشکل ہوتا ہے۔ لہٰذا ان دونوں کو ایک ہی سمجھ لیا جاتا ہے۔ اگر یہ جان لیں کہ بقائے ثانی جسے بقا باللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے' اس کے وجود کو حق تعالیٰ کا عطا کردہ وجود کہتے ہیں۔ تو شاید اس وہم سے نجات پا جائیں۔

یہاں کوئی شخص یہ سوال نہ کرے کہ بقا باللہ تو اپنے آپ کو حق تعالیٰ و تقدس کا عین دیکھنا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ اگر یہ معنی اس قوم (صوفیہ) کی بعض عبارات سے سمجھے جاتے ہیں تو ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ

Marfat.com

یہ بقا جذبہ کے مقام میں بعض کو فنا اور نیست ہونے کے بعد جو فنائے اتم کے مشابہ ہے۔ حاصل ہوتی ہے۔ اکابر نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم اسے وجود عدم سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور یہ فنا سے پہلے ہے۔ اس کا زوال متصور ہے۔ بلکہ واقع بھی ہے کبھی تو اس سے لے لیتے ہیں اور کبھی واپس دے دیتے ہیں' لیکن وہ بقا جو اتم و اکمل ہے۔ وہ زوال و خلل سے محفوظ ہے۔ ان اکابر کی فنا دائمی ہے۔ عین بقا میں فانی ہے اور عین فنا میں باقی۔ وہ فنا و بقا جو زوال پذیر ہیں احوال و تلوینات کے قبیلہ سے ہیں' اور جس میں ہم بحث کر رہے ہیں وہ اس طرح نہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ فرماتے ہیں کہ وجود عدم وجود بشریت کی طرف لوٹ آتا ہے۔ لیکن وجود فنا (اتم) وجود بشریت کی طرف عود نہیں کرتا۔ لہٰذا ان کا وقت دائمی اور ان کا حال سرمدی (ہمیشہ) ہے۔ ان کا کوئی مخصوص وقت اور حال نہیں۔ ان کا کام تو وقت مقرر کرنے والے (حق تعالیٰ) کے ساتھ ہے۔ اور ان کا معاملہ تو حالات کو بدلنے والے کے ساتھ ہے' لہٰذا زوال کا آنا وقت و حال کے ساتھ خاص ہے۔ اور جو حال اور وقت سے گزر چکا ہے وہ زوال سے محفوظ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے' جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم والا ہے۔

کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ دوام وقت کا اطلاق و استعمال اس وقت کے اثر یعنی تعین وغیرہ کی بقا کے اعتبار سے ہے۔ یہ بات نہیں بلکہ دوام عین وقت کی وجہ سے ہے۔ اور استمرار نفس حال کی وجہ سے ظن حق کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ بعض ظن گناہ ہیں۔

بات لمبی ہوگئی' ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ کی فضائے قدس میں مجال سخن نہیں تو ہمیں اپنے مقام بندگی اور ذلت و انکسار کی بات کرنی چاہیے۔

پیدائش انسانی سے مقصود وظائف بندگی کا ادا کرنا ہے۔ اور اگر ابتداء اور درمیان راہ میں عشق و محبت عطا کر دیا گیا ہے۔ تو اس سے مقصود یہ ہے کہ بندہ جناب قدس جل سلطانہ کے ماسوائے ہر طرح کا تعلق قطع کر لے۔ عشق و محبت بھی مقاصد میں سے نہیں ہیں بلکہ عبودیت کے مقام کے حصول کے لیے ہیں۔ انسان خدا تعالیٰ کا بندہ اس وقت کہلانے کا مستحق ہوتا ہے جب غرض کی بندگی و گرفتاری سے پوری طرح نجات پا جائے۔ اور عشق و محبت کی حیثیت قطع تعلقات ماسوا سے زیادہ نہیں۔ لہٰذا مراتب ولایت کی انتہاء مقام عبدیت ہے۔ ولایت کے درجات میں مقام عبدیت سے اوپر کوئی مقام نہیں بندہ اس مقام پر پہنچ کر اپنے مولیٰ تعالیٰ کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں پاتا۔ سوائے اس کے کہ وہ اپنے آپ کو اس کا محتاج پاتا ہے۔ اور واجب تعالیٰ و تقدس کی جانب سے ذات اور صفت کے لحاظ سے مکمل استغنا ہوتا ہے۔ یہ بات بھی نہیں ہوتی کہ اپنی ذات کی اس سبحانہ و تعالیٰ کی ذات کے ساتھ اور اپنی صفات کی اس ذات عز سلطانہ کی صفات کے ساتھ اور اپنے افعال کی اس حق سبحانہ کے افعال کے ساتھ کسی وجہ کی مناسبت محسوس کرتا ہے۔ ظلیت کا اطلاق بھی مناسبات میں سے ہے۔ وہ اس سے بھی منزہ ہونے کا اظہار کرتے

Marfat.com

ہیں۔ وہ اس سبحانہٗ وتعالیٰ کو خالق اور اپنے آپ کو مخلوق جانتے ہیں۔ اس سے زیادہ کسی طرح کی جرأت نہیں کرتے۔

توحید فعلی جو بعض بزرگوں کو راستے میں حاصل ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کو فاعل نہیں جانتے۔ نقشبندی سلسلہ کے بزرگ تو جانتے ہیں کہ ان افعال کا خالق ایک ہی ہے۔ ہاں وہ ان افعال کا کاسب و مباشر نہیں۔ کیونکہ یہ قول بھی زندقہ اور الحاد کے قریب پہنچا دیتا ہے۔

ہم اسے ایک مثال سے واضح کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک شعبدہ باز پردہ کے پیچھے بیٹھ کر پتھر کی چند صورتوں کو حرکت دے۔ اور عجیب وغریب کے افعال ان میں ایجاد کر دے۔ دور بین لوگ جان لیں گے کہ ان جمادی صورتوں کے افعال کا موجود وہ پردہ نشین شخص ہے لیکن صورتوں کے افعال کی کاسب خود وہ صورتیں ہیں۔ لہٰذا کہتے یہ ہیں کہ صورت متحرک ہے۔ یہ نہیں کہتے کہ وہ شعبدہ باز متحرک ہے۔

فی الواقع اس حکم میں وہ سچے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی شریعتیں بھی یہی کہتی ہیں۔ وحدت فعل کا حکم لگانا سکریات میں سے ہے۔ حق صریح یہ ہے کہ فاعل متعدد ہیں اور خالق افعال صرف ایک ذات ہے۔ اسی قسم کا کلام لوگوں نے توحید وجودی کے بیان میں بھی کیا ہے۔ اس کی بنیاد بھی سکر وقت اور غلبہ حال ہے۔

علوم لدنیہ کی درستی وصحت کی علامت یہ ہے کہ وہ علوم شرعیہ کے ساتھ صریح مطابقت وموافقت رکھتے ہوں۔ اس سے اگر بال برابر بھی تجاوز ہے تو وہ سکر کی وجہ سے ہے اور حق وہی ہے جو علمائے اہل سنت وجماعت نے کہا ہے۔ اس کے ماسوا یا زندقہ اور الحاد ہے اور یا سکر وقت اور غلبہ حال ہے۔ اور یہ مطابقت پوری طرح مقام عبدیت میں میسر آتی ہے۔ اس کے سوا کچھ نہ کچھ سکر موجود رہتا ہے۔ ع

گر بگویم شرح ایں بے حد شود

اگر میں اس کی شرح کروں تو بے حد ہی ہو جائے

ایک شخص نے حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس سے سوال کیا کہ سلوک سے کیا مقصود ہے؟ آپ نے جواب دیا تاکہ اجمالی معرفت تفصیل کے درجے کو پہنچ جائے۔ اور استدلالی معرفت کشف کے درجے کو پہنچ جائے۔ آپ نے یہ نہ فرمایا تاکہ معارف شرعیہ سے زائد کچھ حاصل کر لے۔ اگرچہ راہ میں علوم شرعیہ سے زائد کچھ امور سامنے آتے ہیں۔ لیکن اگر کسی کو نہایت کام تک پہنچا دیں تو وہ تمام زائد امور بکھرے ہوئے ذرات کی طرح ختم ہو جاتے ہیں اور وہی معارف شرعیہ تفصیل کے رنگ میں علم ودانش میں باقی اور محفوظ رہتے ہیں۔ اور استدلال کے تنگ مقام سے نکل کر کشف کی فراخ اور کشادہ فضا میں آ جاتے ہیں یعنی جس طرح حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان علوم شرعیہ کو وحی سے حاصل کرتے تھے یہ بزرگوار انہی علوم کو الہام کے طریقہ سے حق تعالیٰ سے اخذ کرتے ہیں۔ علماء نے یہ علوم بطریق اجمال شرائع انبیاء کرام علیہم السلام سے اخذ کیے ہیں۔ وہی علوم

Marfat.com

جو انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کو تفصیلاً اور کشفاً ہوئے تھے ان کو بھی اسی طور پر حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن اصل اور تابع ہونے کی حیثیت درمیان میں موجود ہے۔ اس قسم کے کمال کے لیے کاملین اولیاء کرام میں سے بعض کو بڑی صدیوں اور ازمنۂ دراز کے بعد منتخب کرتے ہیں۔

دل میں تھا کہ ایک اجمالی استدلالی مسئلہ کو مفصل لکھوں مگر کاغذ کم تھا۔ شاید خداوند جل شانہ کی حکمت اسی میں ہو۔ والسلام۔

مکتوب (۳۱)

توحید وجودی کی حقیقت کے ظہور اور خدا تعالیٰ و تقدس کے قرب اور معیت ذاتی اور اس مقام سے آگے گزر جانے اور بعض سوالات و جوابات کے بیان میں جو اس مقام کی تحقیق سے تعلق رکھتے ہیں۔ شیخ صوفی کو لکھا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور سید المرسلین علیہ وعلی الہ وعلیہم وعلی الھم من الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا کی متابعت پر قائم و ثابت رکھے۔

وہ شخص جو آپ کی مجلس میں تھا اس نے بتایا ہے کہ میاں شیخ نظام تھانیسری کے کسی درویش نے اس مجلس میں میرا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ (مجدد صاحب) وحدت وجود کا منکر ہے۔

اس ناقل نے مجھ سے التماس کیا ہے کہ اس باب میں جو حقیقت ہے شیخ صوفی کے خدام کو لکھ بھیجوں تا کہ لوگ اس نقل سے کچھ اخذ کر لیں اور بدگمانی میں نہ پڑیں۔ کیونکہ بعض ظن گناہ ہیں۔ ان کے اس مطالبے کے جواب میں آپ کی سر دردی کرتا ہے۔

مخدوم و مکرم! کم عمری کے زمانہ میں فقیر کا اعتقاد بھی توحید وجودی والوں کے مشرب جیسا تھا۔ فقیر کے والد صاحب قدس سرہ بھی بظاہر اسی مشرب پر تھے۔ اور باطن کی پوری نگرانی کے باوجود جو بے کیفی کے مرتبہ کی طرف رکھتے تھے ہمیشہ اسی طریقہ کے مطابق مشغول رہے۔ اور فقیہ کا بیٹا بھی نصف فقیہ کے مطابق فقیر بھی اس مشرب سے ازروئے علم حظ وافر اور لذت عظیم رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ارشاد پناہ حقائق و معارف آگاہ پسندیدہ دین کے مؤید ہمارے شیخ و مولی اور قبلہ محمد الباقی قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ آپ نے فقیر کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی تعلیم فرمائی اور اس فقیر کے حال کی طرف بلیغ مبذول فرمائی۔

اس طریقہ عالیہ میں محنت کرنے بعد تھوڑی مدت کے بعد ہی توحید وجودی منکشف ہو گئی اور اس کشف میں غلو پیدا ہو گیا، اور اس مقام کے علوم و معارف کثرت سے ظاہر فرمائے گئے، اور اس مرتبے کی باریکیوں میں سے

Marfat.com

کوئی کم ہی باریکی ہوگی جو منکشف نہ کی گئی ہو۔شیخ محی الدین ابن العربی کے معارف کے دقائق پورے طور پر ظاہر واضح کیے گئے۔اور تجلی ذاتی جسے صاحبِ فصوص نے بیان فرمایا ہے اور نہایت عروج اسی کو قرار دیا ہے۔اور اس تجلی کی شان میں فرماتے ہیں:۔

وما بعد هذا الا العدم المحض اور اس کے بعد صرف عدم محض ہے

مجھے اس تجلی ذاتی سے بھی مشرف فرمایا۔اور اس تجلی ذاتی کے علوم و معارف جنہیں شیخ نے خاتم الولایۃ کے ساتھ مخصوص کیا ہے' وہ تفصیل سے معلوم ہوئے۔اور سکر وقت اور غلبہ حال اس توحید وجودی میں اس حد تک پہنچ گیا کہ بعض خطوط میں جو حضرت خواجہ کی خدمت میں لکھے گئے' یہ دو بیت بھی جو سراسر سکر ہیں لکھ ڈالے۔

اے دریغا کیں شریعت ملت اعمائی است ملت ما کافری و ملتِ ترسائی است

کفر وایماں زلف وروئ آں پری زیبائی است کفر و ایماں ہر دو اندر راہِ ما یکتائی است

افسوس! یہ شریعت نابینوں کی شریعت ہے ہماری ملت تو کفر اور عیسائیت کی ملت ہے

کفر وایمان اس زیبا شکل پری کی زلف وچہرہ ہیں کفر اور ایمان دونوں ہمارے راہ میں برابر ہیں

یہ حال مدت دراز تک رہا' اور مہینوں سے سالوں تک پہنچ گیا۔اچانک حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی عنایت بے نہایت غیب کی کھڑکی سے ظہور کے میدان میں آئی اور بے چون و بے چگون کی روپوشی کے پردہ کو اٹھا دیا۔پہلے علوم جو اتحاد اور وحدت وجود کی خبر دیتے تھے زائل ہونا شروع ہو گئے۔اور احاطہ اور ذاتِ حق کا قلب مومن میں سما جانا اور قرب و معیت ذاتی' یہ سب کچھ جو اس مقام میں منکشف ہوئے تھے پوشیدہ ہو گئے۔اور پورے یقین سے معلوم ہو گیا کہ صانع عالم جل شانہ کے لیے عالم کے ساتھ ان مذکورہ نسبتوں میں سے کوئی نسبت بھی ثابت نہیں۔ذات حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا احاطہ اور قرب ذاتی نہیں بلکہ علمی ہے' جیسا کہ اہل حق شکر اللہ سعیھم کے ہاں قرار پا چکا ہے۔اور وہ سبحانہ وتعالیٰ کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں۔اور خدا خدا ہے اور عالم عالم ہے۔وہ سبحانہ وتعالیٰ بے مثل و بے مثال ہے اور عالم سارے کا سارا مثل و مثال کے داغ سے داغدار ہے۔بے مثل و بے کیف ذات کو ذی مثل و ذی کیف کا عین نہیں کہا جا سکتا۔واجب تعالیٰ کو ممکن کا عین نہیں کہہ سکتے اور قدیم حادث کا عین ہرگز نہیں ہو سکتا۔ممتنع العدم ذات جائز العدم کا عین نہیں ہو سکتی۔انقلاب حقائق عقلاً اور شرعاً محال ہے۔ایک کا حمل دوسرے پر بالکل ممتنع ہے۔

تعجب ہے کہ شیخ محی الدین اور اس کے پیروکار ذات واجب تعالیٰ کو مجہول مطلق کہتے ہیں۔اور اس کے لیے کسی حکم کا ثبوت بھی نہیں کرتے۔اس کے باوجود اس کے لیے احاطہ اور قرب اور معیت ذاتی بھی ثابت کرتے ہیں۔حالانکہ یہ بھی تو ذات واجب تعالیٰ کے لیے حکم ہی کا ثبوت ہے۔تو درست اور صواب وہی ہے جو علماء اہل سنت نے کہا ہے کہ قرب اور احاطہ علمی ہے۔

Marfat.com

اور جس وقت توحید وجودی کے مشرب کے خلاف علوم و معارف حاصل ہوتے تھے تو فقیر کو بڑا اضطراب اور بے چینی لاحق ہوتی تھی۔ کیونکہ اس وقت یہ فقیر اس توحید وجودی سے بلند تر کچھ نہیں جانتا تھا۔ اور بڑے عجز وزاری کے ساتھ دعا کرتا تھا کہ یہ معرفت کہیں زائل نہ ہو۔ یہاں تک کہ معاملہ کے چہرے سے تمام حجابات دور ہو گئے اور حقیقت جس طرح کہ چاہیے تھی منکشف اور ظاہر ہوگئی اور معلوم ہو گیا کہ عالم اگرچہ کمالات صفاتی کے آئینے اور اسماء کے ظہور کی جلوہ گاہ ہے۔ لیکن مظہر عین ظاہر نہیں۔ اور ظل عین اصل نہیں۔ جس طرح توحید وجودی والوں کا مذہب ہے۔ یہ بحث ایک مثال سے واضح ہو جاتی ہے۔

مثلاً ایک ماہر عالم نے چاہا کہ اپنے گونا گوں کمالات کو میدانِ ظہور میں جلوہ گر کرے اور اپنے پسندیدہ مخفی امور کو معرض وضاحت میں لائے۔ اس نے حروف اور آوازوں کو ایجاد کیا اور حروف واصوات کے آئینوں میں ان مخفی کمالات کو ظاہر کر دیا۔ اس صورت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ حروف اور آوازیں جو ان مخفی کمالات کی جلوہ گاہ اور آئینے ہیں وہ اس کے کمالات کا عین ہیں یا بالذات اس کے کمالات کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ یا بالذات اس کے قریب ہیں یا معیت ذاتی رکھتے ہیں۔ بلکہ ان دونوں کے درمیان والیت اور مدلولیت والی نسبت ہے۔ حروف اور آوازیں صرف ان کمالات پر دلالت کرتے ہیں۔ اور وہ کمالات خالص مطلق حالت پر موجود ہیں۔ عینیت' اتحاد اور احاطہ وغیرہ کی جو نسبتیں پیدا ہوئی ہیں وہ اوہام اور خیالات کی بنا پر ہیں۔ فی الحقیقت ان نسبتوں میں سے کوئی نسبت بھی ثابت نہیں۔ لیکن چونکہ ان کمالات اور ان حروف واصوات کے درمیان ظاہریت اور مظہریت اور مدلولیت اور والیت متحقق ہے۔ اسی مناسبت کے باعث بعض لوگوں کو بعض عوارض کے باعث وہ وہمی نسبتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ نفس الامر میں وہ کمالات ان تمام نسبتوں سے معرّا اور مبرا ہیں۔ اور جس نسبت میں ہم گفتگو کر رہے ہیں یعنی خالق اور مخلوق کے درمیان نسبت تو یہاں والیت اور مدلولیت و ظاہریت و مظہریت کے سوا اور کوئی علاقہ نہیں۔ عالم اپنے صانع تعالیٰ و تقدس کے وجود کی علامت ہے اور اس کے کمالات اسمائی اور صفاتی کے ظہور کا مظہر ہے۔ اور یہی تعلق بعض لوگوں کے لیے بعض عوارض کے واسطے بعضے احکام وہمیہ کا باعث بن جاتا ہے۔

بعض لوگوں کو توحید سے متعلق کثرت مراقبات ان احکام کی طرف کھینچ لاتے ہیں۔ کیونکہ ان مراقبات کی صورت قوت خیالیہ میں نقش ہو جاتی ہے۔ اور کچھ دوسرے لوگوں کو علم توحید اور اس کا تکرار ان احکام کا کسی قدر ذوق عطا کر دیتا ہے۔ لیکن توحید کی یہ دونوں صورتیں ضعیف ہیں اور دائرہ علم میں داخل ہیں۔ حال سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اور بعض اور لوگوں کے لیے ان احکام کا منشا غلبہ محبت ہے کہ محبوب کے غلبہ محبت کی وجہ سے محب کی نظر سے غیر محبوب ہٹ جاتا ہے۔ اور محبوب کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔ یہ بات نہیں کہ نفس الامر میں محبوب کے سوا کچھ ہے ہی نہیں۔ کیونکہ یہ بات حس' عقل اور شرع کے خلاف ہے۔ اور بعض اوقات یہی محبت اور قرب ذاتی کے حکم لگانے کا باعث بن جاتی ہے یہ توحید پہلی دونوں قسموں سے اعلیٰ ہے اور دائرہ حال میں داخل ہے۔ اگرچہ نفس الامر اور

Marfat.com

شریعت کے مطابق و موافق نہیں۔ اور اس کی شریعت اور نفس الامر کے ساتھ مطابقت کرنا محض تکلف ہے۔ جس طرح دوسرے بہت سے بیکار فلسفی تکلفات ہیں جن کے متعلق فلاسفہ اسلام چاہتے ہیں کہ اپنے فاسد اصولوں کو قوانین شرعیہ کے مطابق کرلیں۔ ''اخوان الصفا'' اور اس طرح کی کتابیں اسی طرح کی ہیں۔

اس بات میں آخری بات اتنی ہے کہ خطاء کشفی خطائے اجتہادی کا حکم رکھتی ہے۔ کہ اس پر ملامت و عتاب نہیں ہے۔ بلکہ درجات صواب میں سے ایک درجہ صواب کا ثابت ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ مجتہدین کے مقلد مجتہد کا حکم رکھتے ہیں اور خطا کی صورت میں بھی درجات صواب میں ایک درجہ صواب کا پاتے ہیں۔ بخلاف ان لوگوں کے جو اہل کشف کی تقلید کرتے ہیں۔ کہ یہ معذور قرار نہیں پاتے اور خطا کی صورت میں درجہ صواب سے محروم رہتے ہیں۔ کیونکہ کشف والہام دوسرے کے لیے حجت نہیں ہوسکتا۔ لیکن مجتہد کا قول دوسرے کے لیے حجت اور دلیل ہے۔ لہٰذا اہل کشف کی تقلید احتمال خطا کی صورت میں جائز نہیں ہے اور مجتہد کی تقلید احتمال خط کی صورت میں بھی جائز اور درست ہے۔ بلکہ واجب ولازم ہے۔

اور بعض سالکوں کا شہود جو تعینات کونیہ کے آئینوں میں ہوتا ہے وہ بھی گذشتہ احکام کے قبیلہ میں سے ہے۔ اور اس شہود کو شہود وحدت در کثرت یا شہود احدیت در کثرت کے نام دیتے ہیں کیونکہ واجب تعالیٰ وتقدس جو بے مثل و بے مثال ہے' صاحب مثل اشیاء کے آئینوں میں نہیں سما سکتا اور کیفیات ممکنہ رکھنے والی اشیاء میں جلوہ گر نہیں ہوسکتا۔ لامکانی ذات مکان میں نہیں آسکتی۔

بے چون ذات کو چون کے دائرہ سے باہر تلاش کرنا چاہیے اور لامکانی ذات کو مکان سے ماوراء میں طلب کرنا چاہیے۔ آفاق وانفس میں جو کچھ دکھائی دیتا ہے وہ اس سُبحانہٗ وتعالیٰ کے نشانات ہیں۔ دائرہ ولایت کے قطب یعنی حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس نے فرمایا ہے:

''جو کچھ دیکھا' یا سنایا جانا گیا ہے وہ خدا تعالیٰ کا غیر ہے۔ کلمہء لا کی حقیقت سے اس کی نفی کرنی چاہیے۔''

در تنگنائے صورت معنی چگونہ گنجد — در کلبہ' گدایاں سلطان چہ کاروارد
صورت پرست غافل معنی چہ داند آخر — کو با جمال جاناں پنہان چہ کاروارد

صورت کے تنگ مقام میں معنی کیسے آسکتا ہے؟ اور گداؤں کے حجرہ میں بادشاہ کا کیا کام ہے؟
صورت پرست غافل شخص معنی کو کیا جان سکتا ہے؟ یہ معشوق کے جمال پوشیدہ سے کیا تعلق قائم کرسکتا ہے؟

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اکثر مشائخ طریقت کی عبارات میں چاہے وہ نقشبندی ہوں یا غیر نقشبندی صریح طور پر وحدتِ وجود اور احاطہ اور قرب ومعیت ذاتی اور شہود وحدت در کثرت اور احدیت در کثرت وارد اور موجود

Marfat.com

ہے۔ میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ یہ شہود واحوال راستے کے وسط میں ان کے سامنے آئے ہیں۔ اس کے بعد انہیں اس مقام سے آگے گزار لیا گیا جیسا کہ فقیر نے گزشتہ صفحات میں اپنے حالات کا ذکر کیا ہے۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ کچھ حضرات کو احدیت صرف کی جانب باطن میں پوری نگرانی کے باوجود ان کے ظاہر کو جو کثرت بین ہے ان احکام اور اس شہود کے ساتھ مشرف کرتے ہیں' باطن میں احدیت کے نگران رہتے ہیں اور ظاہر کے لحاظ سے کثرت میں مطلوب کا مشاہدہ کرتے ہیں' جیسا کہ اس فقیر نے اس مکتوب کے ابتداء میں اپنے حال کی خبر دی ہے۔ اور اس جواب کی تحقیق تفصیل کے ساتھ اس رسالہ میں جو وحدت وجود کے مراتب میں لکھا گیا ہے لکھ دی گئی ہے۔ یہ مقام اس مذکورہ گفتگو کی گنجائش نہیں رکھتا۔

یہ نہ کہا جائے کہ جب نفس الامر میں متعدد وجود ہیں اور قرب واحاطہ ذاتی نہیں ہے۔ نیز وحدت کا شہود کثرت میں مطابق واقع نہیں ہے۔ لہٰذا ان بزرگواروں کا حکم کذب پر مشتمل ہوگا۔ کیونکہ نفس الامر اور واقع کے مطابق نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ ان بزرگوں نے اپنے اندازے کے مطابق حکم لگایا ہے۔ جس طرح ایک شخص یہ بات کہے کہ میں نے آئینے میں زید کی صورت دیکھی ہے۔ یہ حکم بھی واقع کے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ آئینے میں اس کی صورت کو نہیں دیکھا۔ کیونکہ آئینے میں کوئی صورت اصلاً ہے ہی نہیں جسے دیکھا جاسکے۔ اس شخص کو بھی عرف میں کاذب نہیں کہتے۔ اگرچہ اس کی یہ بات نفس الامر کے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ وہ یہ حکم لگانے میں معذور ہے۔ جھوٹ بولنے کی ملامت کا وہ مستحق نہیں ہے' جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

جن حوال کو پوشیدہ رکھنا چاہیے ان کے ظاہر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اگر اس فقیر نے وحدت وجود کو قبول کیا تھا تو وہ کشف کی بنا پر تھا' تقلید کی بنا پر نہیں تھا۔ اب اگر اس کا انکار کر رہا ہوں تو وہ بھی الہام کے باعث۔ اور الہام انکار کی گنجائش نہیں رکھتا۔ اگرچہ دوسرے کے لیے حجت بھی نہیں۔

جھوٹ کا شبہ دور کرنے کا دوسرا جواب یہ کہ عالم کے افراد بعض باتوں میں ایک دوسرے کے ساتھ مشترک ہیں اور بعض باتوں میں ایک دوسرے سے ممتاز اور جدا ہیں۔ بعض امور عرضیہ میں ممکن کا واجب تعالیٰ وتقدس کے ساتھ بھی اس قسم کا اشتراک ہے۔ اگرچہ ممکن واجب ذات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے ممتاز ہیں۔ غلبہ محبت کی بنا پر مابہ الامتیاز چیز نظر سے پوشیدہ ہو جاتی ہے اور مابہ الاشتراک نظر کے سامنے رہتی ہے۔ لہٰذا اس صورت میں ایک دوسرے کے عین ہونے کا حکم لگا دیں تو یہ واقع کے مطابق ہے۔ اس میں کذب کی بالکل کوئی مجال وگنجائش نہیں۔ اور احاطہ ذاتی وغیرہ کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔ والسلام۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۳۲)

اس کمال کے بیان میں جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اولیاء میں سے کم ہی کسی کو اس کمال سے مشرف کیا گیا ہے۔ اور حضرت امام مہدی میں اتم طریقے سے اس کا ظہور ہوگا۔ اور وہ کمال نسبت جذبہ وسلوک سے فائق ہے۔ اور اس بات کے بیان میں کہ پیشہ اور کار کا کمال ایک دوسرے کے افکار کے آپس میں ملنے سے ہوتا ہے۔ اور اس میں زیادتی اور اضافہ مسلسل نظر وفکر سے ہوتا ہے۔ پیر کی نسبت اگر اسی صرافت پر رہے تو موجب نقصان ہے۔ لائق مرید کو چاہیے کہ اسے کمال تک لے جائے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں...... مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا۔

آپ کا التفات نامہ گرامی وارد ہوا۔ اللہ کی حمد اور اس کا احسان کہ دور افتادہ لوگ یاد سے اوجھل نہیں ہوئے اور کسی نہ کسی وقت ان کا ذکر ہو جاتا ہے۔ ع

بارے بہیچ خاطر خود شادی کنم

پیر دستگیر علیہ الرحمۃ کی نسبت خاصہ کے حاصل نہ ہونے کے متعلق آپ نے لکھا تھا اور اس کا سبب دریافت کیا تھا۔

مخدوم گرامی! اس قسم کی باتوں کی شرح بطور تحریر بلکہ بطور تقریر اور زبانی بیان بھی مناسب معلوم نہیں ہوتی۔ تاکہ کسی فہم میں اور کچھ اور نہ آئے اور کچھ اور ہی مطلب نہ اخذ کرے۔ حسن ظن کے ساتھ پیر کی خدمت میں حاضری یا صحبت دراز جس طرح بھی ہو درکار ہے۔ اس کے بغیر رنج ومحنت اٹھانے کے سوا کچھ حاصل نہیں۔

آسودہ شبے باید و خوش مہتابے   تابا تو حکایت کنم از ہر بابے

آرام دہ رات ہو اور خوش طبع چاند جیسا معشوق۔ تاکہ تجھ سے ہر بات کی حکایت بیان کروں۔

لیکن سوال کا جواب چاہنے کے مطابق فقیر اتنی بات عرض کرتا ہے کہ ہر مقام کے علوم ومعارف جداگانہ ہیں اور احوال ومواجید بھی الگ ہیں۔ ایک مقام کے مناسب ذکر اور توجہ ہے اور دوسرے مقام کے مطابق کتاب اللہ شریف کی تلاوت اور نماز ہے۔ ایک مقام نسبت جذبہ سے مخصوص ہے اور دوسرا سلوک سے۔ اور ایک مقام میں ان دونوں دولتوں کی آمیزش ہے۔ اور ایک وہ مقام ہے جو جہت جذبہ اور سلوک دونوں سے جدا ہے۔ نہ جذبے کا اس سے کوئی تعلق ہے اور نہ سلوک کا اس سے کوئی علاقہ۔ یہ مقام نہایت ہی اعلیٰ ہے۔ حضور نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا اسی مقام کے ساتھ ممتاز ہیں اور اسی دولت عظمیٰ سے مشرف ہیں۔ دوسرے مقامات والوں سے اس مقام والا مکمل امتیاز رکھتا ہے۔ اور اس مقام کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ

Marfat.com

ت کم مشابہت رکھتے ہیں۔اس کے خلاف دوسرے مقامات والے حضرات ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں اگر چہ کسی وجہ کی مشابہت ہو۔یہ نسبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد حضرت امام مہدی علیہ السلام میں ان شاء اللہ تعالیٰ تم طریقہ پر ظاہر ہوگی۔

مختلف سلاسل کے مشائخ رحمہم اللہ سبحانہ میں سے کسی نے کم ہی اس کی خبر دی ہے۔تو اس مقام کے علوم و معارف کے متعلق کیا گفتگو کر سکتے ہیں۔یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

اس باب میں انتہائی بات یہ ہے کہ صحابہ کرام کے لیے یہ نادر الوجود نسبت اوّل قدم میں ہی ظاہر ہوگئی اور ایک مدت گزرنے پر کمال کو پہنچ گئی۔اور دوسرے کسی کو اگر اس دولت سے مشرف کرتے ہیں اور صحابہ کرام کے قدم کی نسبت پر تربیت کرتے ہیں تو جذبہ اور سلوک کی منزلیں قطع کرنے اور منازل کے علوم و معارف طے کرنے کے بعد سعادت مند کرتے ہیں۔

ابتدا میں ہی اس نسبت کا ظہور خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتحیات والبرکات والتسلیمات کی برکت سے ہے۔لیکن یہ ہوسکتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے پیروکاروں میں سے بھی کسی کو مشرف کر دیں یہاں تک کہ اس کی صحبت سے بھی ابتداء میں ہی اس بلند نسبت کا ظہور ہو جائے۔

فیض روح القدس از باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

روح القدس (جبریل علیہ السلام) اگر پھر مدد کرے تو دوسرے بھی وہ کام کر سکتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کرتے تھے۔

اس وقت اس نسبت میں ابتدا کا انتہا میں اندراج حاصل ہوجاتا ہے۔جس طرح جذبہ کے سلوک پر مقدم ہونے کی صورت میں ہوجاتا ہے۔اس سے زیادہ بیان کی گنجائش نہیں۔

ومن بعد ھذا ما یدق صفاتہ
وما کتمہ احظی لدیہ و اجمل

(ترجمہ) اس کے بعد وہ چیز ہے جس کا بیان نہایت دقیق اور لطیف ہے۔اور وہ چیز ہے جس کا چھپانا نہایت ہی لذیذ ہے اور اس کا پوشیدہ رکھنا بہت ہی بہتر ہے۔

اس کے بعد اگر ملاقات ہوئی اور سامعین کی طرف سے خیال سے سننے کا گمان ہوا تو اس مقام کا کچھ حصہ معرض ظہور میں لایا جائے گا۔اور توفیق عنایت کرنے والا وہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے۔

بعض دوستوں کے بارے میں آپ نے کچھ لکھا ہے۔فقیر نے ان کی لغزشیں معاف کر دی ہیں اور حق

Marfat.com

سبحانہ وتعالیٰ ارحم الراحمین ہے۔ وہ بھی معاف فرمائے گا۔ لیکن دوستوں کو نصیحت کر دیں کہ موجودگی اور عدم موجودگی میں تکلیف دینے اور آزار پہنچانے کے مقام میں نہ رہیں اور اپنے حالات کو تبدیل نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حالات نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے آپ کو نہ بدلیں۔ اور جب اللہ کسی قوم کے متعلق برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کوئی دور نہیں کر سکتا۔ اور اس کے سوا کوئی ان کا کارساز نہیں ہوتا۔

میاں شیخ الہ داد کے بارے میں آپ نے خاص طور پر لکھا تھا۔ فقیر کو کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن خود اسے اپنی تبدیلی وضع پر ندامت ہونی چاہیے۔ ندامت بھی توبہ ہے۔ شفاعت چاہنا ندامت کی فرع ہے۔ بہر حال فقیر اپنی طرف سے معاف کر چکا ہے، دوسری طرف کو وہ جانیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ سرہند کو اپنی منزل تصور کریں۔ ہم پیر ہونے کا تعلق محبت و نسبت ایسا نہیں ہے کہ ایسی عارضی باتوں سے ٹوٹ جائے۔ زیادہ کیا لکھے۔ والسلام۔

مخدوم زادے! اور باقی اہل خانہ کے لیے خصوصی دعا کی جاتی ہے۔ یہ رقعہ لکھنے کے بعد دل میں آیا کہ دوستوں کی لغزشوں اور انہیں معاف کر دینے کے بارے میں زیادہ وضاحت سے لکھے۔ کیونکہ اجمال میں ابہام ہوتا ہے اور خطرہ ہوتا ہے کہ کوئی کچھ اور سمجھ لے۔

مخدوم گرامی! عفو و درگزر اس صورت میں مطلوب و متصور ہے کہ وہ جماعت بھی اپنے حالات کو برا جانے اور ندامت و پشیمانی محسوس کریں، ورنہ درگزر کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ پیر دستگیر قدس سرہٗ نے خلافت کے مقام کو ایک جماعت کے روبرو شیخ اللہ داد کے سپرد کیا تھا۔ اس بات کی وضاحت ہونی چاہیے۔ اگر سپرد کرنے سے یہ مراد ہے کہ فقراء اور آنے جانے والوں کی خدمت کریں اور ان کے کھانے پینے کی خبر رکھیں، تو یہ بات تسلیم کرنے کے قابل ہے۔ اور اگر اس سے یہ مراد ہے کہ طالبوں کی تربیت کریں اور مشیخیت کے مقام میں بیٹھیں تو یہ بات ماننے کے لائق نہیں۔

آخری بار کی ملاقات میں پیر دستگیر قدس سرہٗ نے فقیر کو فرمایا تھا کہ تمہیں اس امر کی تجویز کرنی چاہیے کہ شیخ الہ داد ہماری طرف سے جا کر بعض طالبوں کو مشغول و مصروف رہنے کی تلقین کرے اور بعض کے حالات ہم تک پہنچائے۔ کیونکہ ہم کو انہیں اپنے روبرو طلب کرنے اور شغل باطن کی تلقین کرنے اور ان کے حالات دریافت کرنے کی طاقت نہیں۔

فقیر اس بارے میں متوقف تھا۔ جب ضرورت محسوس ہوئی تو فقیر نے بھی اتنا اندازہ اس بات کو تجویز کر لیا۔ اس قسم کی تبلیغ سفارت محض کی جنس سے ہے۔ خاص کر جب کہ ضرورت پر مبنی ہو اور ضرورت کی چیز باندازہ ضرورت اختیار کی جاتی ہے۔ لہٰذا وہ سفارت بھی حضرت قبلہ پیر و مرشد قدس سرہ کے زمانہ حیات ظاہری کے ساتھ خلوص تھی۔ آپ کی رحلت کے بعد مشغولی باطن کا سبق دینا اور طالبوں کے حالات دریافت کرنا خیانت میں داخل

Marfat.com

ہے۔

آپ نے دریافت کیا تھا کہ پیر دستگیر قدس سرہٗ کی نسبت باقی ہے۔ یعنی زیادتی اور نقصان کو قبول نہیں کرتی۔

مخدوم گرامی! علم و حرفت کی تکمیل مختلف افکار کے باہم ملنے سے ہوتی ہے۔ وہ قواعد نحو جنہیں سیبویہ نے مقرر کیا تھا' متاخرین کے افکار نے اسے کس قدر زیادہ کر دیا۔ اسی حالت میں رہنا نقص تھا۔ وہ نسبت جو حضرت خواجہ نقشبندیہ قدس سرہٗ رکھتے تھے۔ وہ حضرت خواجہ عبدالخالق قدس سرہٗ کے زمانے میں نہیں۔ اسی پر دوسروں کو بھی قیاس کرو۔

ہمارے خواجہ تو خاص کر اس نسبت کی تکمیل کے درپے تھے۔ اور وہ نسبت جو حاصل ہو چکی تھی اسے کامل خیال نہیں کرتے تھے۔ اور زندگی وفا کرتی تو بارارادہ خداوندی جل سلطانہ اس نسبت کو کہاں تک لے جاتے یہ سعی و کوشش کرنا کہ اس میں زیادتی او راضافہ نہ ہو' مناسب نہیں۔ فقیر نہیں جانتا کہ یہ نسبت کہاں تک باقی رہے گا۔ آپ خود ایک علیحدہ نسبت رکھتے ہیں۔ پیر و مرشد علیہ الرحمۃ کی نسبت سے آپ کی نسبت کا کوئی تعلق نہیں۔ اور یہ بات بار بار آپ کے سامنے کہی گئی تھی۔

بے چارہ شیخ الہہ داد نسبت کو کیا جانے کہ کیا ہے۔ اسے صرف ایک گونہ حضور قلبی حاصل ہے۔ دوسروں کو بھی معلوم ہے کہ ان کی کیا حالت ہے۔ اس نسبت کو سنبھالنے اور قائم رکھنے والا کون ہے؟ ظاہر کریں' تاکہ فقیر بھی اس کی مدد کرے۔ واقعات کا اعتبار نہ کریں' یہ محض خیالات ہیں' ان میں صداقت کچھ نہیں۔ شیطان بڑا طاقت ور دشمن ہے۔ اس کی فریب کاریوں سے بچنا مشکل ہے۔ وہی شخص بچ سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ بچائے۔

حاصل کردہ نسبتوں کے سلب ہونے کے بارے میں آپ نے لکھا تھا۔ مخدوم گرامی! وہ سلب کرنا اختیاری طور پر نہ تھا' جیسا کہ بوقت حاضری ذکر کیا تھا۔ اب تک وہ سلب اپنے حال پر ہے۔ زائل نہیں ہوا۔ اسے زائل تصور کرنا خیال ہے۔ وہ آواز جو آپ اپنے دل سے سنتے ہیں' حالت باطن کا اس سے کوئی کام نہیں۔ اگر آپ کے انگارے کو سرد کریں اور بجھا دیں' پھر اس پر پانی ڈالیں تو اس سے آواز نکلتی ہے اس آواز کی بنا پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ ابھی تک اس میں آگ موجود ہے۔ یاد رکھیے واقعات کا کچھ اعتبار نہیں۔ یہ بات اگر پوشیدہ ہے تو انتظار میں رہیں۔ ان شاء اللہ کل اس کی حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔

چونکہ آپ نے بطور مبالغہ لکھا تھا۔ اس بنا پر اس کے جواب میں چند باتیں لکھ دی ہیں۔ ورنہ بلا ضرورت بات کرنے کا موقع ہی نہیں۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۳۳)

علماء سوء کی مذمت کے بیان میں جو محبت دنیا میں گرفتار ہیں اور علم کو حصول دنیا کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔
اور زاہد علماء کی مدح وثنا کے بیان میں جو دنیا سے بے رغبت ہو چکے ہیں۔
ملا حاجی محمد لاہوری کی طرف لکھا۔

گروہ علماء کے لیے دنیا کی محبت اور اس کی طرف رغبت کرنا ان کے چہرۂ جمال پر بدنما داغ ہے۔ مخلوق کو اگر چہ ان سے فائدے پہنچتے ہیں لیکن خود ان کی ذات کے لیے ان کا علم کچھ بھی نفع مند نہیں ہے۔ اگر چہ شریعت کی تائید اور ملت کی تقویت ان پر مبنی اور مرتب ہوتی ہے لیکن کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ یہ تائید وتقویت فتور اور فجور والے لوگوں سے بھی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ سید الانبیاء علیٰ ہو علیہم وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات نے ایک فاجر شخص کی تائید کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

ان اللّٰــہ لیؤیّـد ھٰـذا الـدین بالرجل الفاجر — بیشک اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید فاجر شخص سے بھی کر لیتا ہے

علماء سوء پارس کے پتھر کی طرح کہ لوہا اور تانبا وغیرہ جو بھی اس کے ساتھ ملتا ہے سونا بن جاتا ہے مگر وہ خود پتھر کا پتھر ہی رہتا ہے۔ اسی طرح وہ آگ جو پتھر اور بانس میں پوشیدہ ہوتی ہے جہان کو اسے منافع حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن خود وہ پتھر اور بانس اپنی اندرونی آگ سے بے نصیب رہتے ہی ہیں۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ علم ان کے لیے مضر اور نقصان دہ ہے کہ ان کے علم نے ان پر حجت مکمل کر دی۔

ان اشـد الـنـاس عذابا یوم القیمة عالم لم ینفعه اللّٰه بعلمه — سب سے زیادہ عذاب قیامت کے روز اس شخص کو ہوگا جسے اللہ نے اس کے علم سے نفع نہ دیا۔

ان کا علم ان کے لیے کیوں مضر اور نقصان دہ نہ ہو۔ حالانکہ وہ علم جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذی عزت چیز اور موجودات میں اشرف شے ہے۔ اسے انہوں نے کمینی دنیا اور مال وجاہ اور سرداری حاصل کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ بنالیا ہے۔ حالانکہ دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل وخوار اور ساری مخلوق سے بدترین شے ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت والی شے کو ذلیل کرنا اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ہے اسے عزت دینا نہایت ہی برا ہے اور فی الحقیقۃ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ مقابلہ ہے۔ درس وتدریس اور فتویٰ دینا اس وقت نفع مند ہے جبکہ خالص اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کے لیے ہو اور جاہ وسرداری اور حصول مال وزر اور بلند چاہنے کے شائبہ سے خالی ہو۔ اور اس کی علامت ونشانی یہ ہے کہ دنیا کی چیزوں میں زہد اختیار کرے اور دنیا و مافیہا سے بے رغبت رہے۔ وہ علماء جو اس بلا میں مبتلا ہیں اور اس کمینی دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں' دنیا دار علماء ہیں۔ یہی لوگ علماء سوء سب لوگوں سے بُرے

Marfat.com

اور دین کے چور ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ اپنے کو دین کا مقتداء اور سب مخلوق سے بہترین خیال کرتے ہیں:

وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ اَلَا اِنَّهُمْ	وہ گمان رکھتے ہیں کہ کسی قابل قدر چیز پر ہیں۔
هُمُ الْكَاذِبُوْنَ. اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ	سن لو یہی جھوٹے ہیں۔ ابلیس ان پر غالب آ گیا
الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ	ہے۔ اس نے انہیں اللہ کی یاد بھلا دی۔ ہے۔
حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ	یہی ابلیس کا گروہ ہے۔ سن لو ابلیس کا گروہ ہی
الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ط	خسارے میں ہے۔

اکابرین میں سے کسی نے دیکھا کہ ابلیس لعین فارغ بیٹھا ہے اور گمراہ کرنے اور دلوں کو بہکانے سے بے فکر ہے۔ اس بزرگ نے اس لعین سے اس کا راز دریافت کیا تو شیطان نے جواب دیا کہ علماء سوء اس وقت میرے اس کام میں میری زبردست مدد کر رہے ہیں اور انہوں نے مجھے اس مہم سے فارغ کر دیا ہے۔

حق بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں ہر سستی اور مداہنت جو امور شرعیہ میں واقع ہو چکی ہے۔ اور ہر فتور جو دین و ملت کی ترویج و اشاعت میں پیدا ہو چکا ہے سب علماء سوء کی شومی کے باعث ہے اور ان کی نیتوں کے فساد کی وجہ سے ہے۔ ہاں وہ علماء جو دنیا سے بے رغبت اور جاہ و ریاست اور مال کی محبت سے آزاد ہیں وہی علمائے آخرت اور انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے وارث ہیں۔ یہی لوگ بہترین مخلوق ہیں۔ کل قیامت کے دن ان کی سیاہی کو اللہ کو راہ میں شہید ہونے والوں کے خون کے ساتھ وزن کریں گے اور ان کی سیاہی کا پلہ بھاری ہوگا۔ اور نوم العلماء عبادۃ یعنی علماء کا سونا بھی عبادت ہے۔'' انہیں کی شان میں وارد ہے۔ یہی وہ علماء ہیں کہ آخرت کا جمال ان کی نظروں میں اچھا لگتا ہے۔ دنیا کی قباحت اور برائی کا انھیں مشاہدہ ہو چکا ہے۔ انہوں نے آخرت کی بقا کی نظر سے دیکھا ہے' اور دنیا کو زوال و فنا کے داغ سے داغ دار پایا ہے۔ اس لیے انہوں نے اپنے آپ کو باقی رہنے والی آخرت کے حوالے کر دیا ہے اور فانی دنیا سے الگ ہو گئے ہیں۔ آخرت کی عظمت کا مشاہدہ خدائے لایزال کی عظمت کے مشاہدے کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔ اور دنیا و مافیہا کو ذلیل و خوار جاننا آخرت کی عظمت کے مشاہدہ کے لوازمات میں سے ہے۔

لان الدنيا و الأخرة ضرتان ان	کیونکہ دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں۔ اگر ایک
رضيت احد اهما سخطت الأخرىٰ	راضی ہوتی ہے تو دوسری ناراض ہو جاتی ہے۔

اگر دنیا عزیز ہے تو آخرت خوار ہے۔ اور اگر دنیا خوار ہے تو آخرت عزیز ہے۔ ان دونوں کا جمع ہونا اضداد کے جمع ہونے کے قبیلہ میں سے ہے۔ ؏

ما احسن الدين و الدنيا لو اجتمعا

کیا ہی اچھا ہوتا اگر دین و دنیا دونوں جمع ہو جاتے

Marfat.com

ہاں مشائخ کرام میں سے ایک گروہ نے جو اپنے آپ اور اپنے ارادہ سے پوری طرح باہر آ چکے ہیں بعض حقانی نیتوں کے باعث اہل دنیا کی صورت اختیار کی رکھی ہے اور بظاہر دنیا کی طرف راغب نظر آتے ہیں۔ لیکن فی الحقیقت انہیں اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اور سب سے فارغ اور آزاد ہیں:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ — ایسے مردان حق ہیں جنہیں سوداگری اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کرسکتی۔

تجارت اور بیع وشرا وغیرہ ان کے لیے ذکر حق سے مانع نہیں ہے۔ ان امور دنیا کے ساتھ عین تعلق کے اندر بھی بے تعلق ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس نے فرمایا ہے کہ میں نے منیٰ کے بازار میں ایک تاجر دیکھا جو کم وبیش پچاس ہزار دینار کی خرید وفروخت کر رہا تھا۔ مگر اس کا دل ایک لحظہ کے لیے بھی یاد حق سے غافل نہ تھا۔

مکتوب نمبر (۴۴)

حسب گنجائش بسط وتفصیل کے طریقہ پر عالم امر کے جواہر خمسہ کے بیان ہیں۔ یہ مکتوب بھی ملا حاجی محمد لاہوری کی طرف لکھا۔

سعادت دارین کا ہاتھ آنا سید کونین علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلھا ومن التسلیمات اکملھا کی اتباع کے ساتھ وابستہ ہے۔ فلسفی جس کی بصیرت کی آنکھ صاحب شریعت علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی متابعت کے سرمہ سے محروم ہے عالم امر کی حقیقت سے نابینا ہے۔ چہ جائیکہ اسے مرتبہ وجوب تعالیٰ و تقدس کا شعور ہو۔ اس کی کوتاہ نظر عالم خلق پر ہی رُکی ہوئی ہے اور اس میں بھی ناتمام ہے۔

فلاسفہ نے جو جواہر خمسہ ثابت کیے ہیں سب عالم خالق میں ہیں۔ نفس اور عقل کو جو مادہ سے مجرد شمار کرتے ہیں یہ ان کی نادانی کے باعث ہے۔ نفس ناطقہ تو یہی نفس امارہ ہے جو تزکیہ کا محتاج ہے اس کی توجہ اور ہمت بالذات کمینگی اور پستی کی طرف ہے۔ اسے عالم امر سے کیا نسبت اور مادہ سے مجرد ہونے کے ساتھ اسے کیا مناسبت ہے؟

رہی عقل تو معقولات میں سے بھی صرف ان امور کا ادراک کرسکتی ہے جو محسوسات سے مناسبت رکھتے ہیں۔ بلکہ جو محسوسات کے حکم میں ہیں۔ لیکن وہ چیز جو محسوسات سے مناسبت نہیں رکھتی اور مشاہدہ میں آنے والی اشیاء میں سے جن کا کوئی شبہ اور مثال نہیں ہو عقل کے ادراک میں نہیں آسکتیں۔ اور ان کا بند عقل کی چابی سے نہیں کھل سکتا۔ لہٰذا عقل کی نظر بے مثال اشیاء کے احکام سے کوتاہ ہے۔ اور غیب کے میدان میں تو بالکل گمراہ ہے۔ اور یہ اس کے عالم خلق میں سے ہونے کی علامت ہے۔ عالم امر کا رُخ بے چونی اور اس کی توجہ بے چگونگی کی طرف

Marfat.com

ہے۔عالم امر کی ابتداء میں مرتبہ قلب سے ہے۔قلب سے اوپر روح ہے روح سے اوپر سرّ اور سر سے اوپر خفی ہے اوراخفی۔عالم امر کے ان پانچ امور کو اگر جواہر خمسہ کہیں تو اس کی گنجائش ہے۔کوتاہ نظری کے باعث چند خذف ریزوں کو اکٹھا کر کے جواہر خمسہ گمان کر لیا ہے۔

عالم امر کے ان جواہر خمسہ کا ادراک اور ان کے حقائق پر اطلاع حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامل اتباع کرنے والوں کو نصیب ہوتی ہے۔جس طرح عالم صغیر یعنی انسان میں جوان تمام چیزوں کا نمونہ ہے جو عالم کبیر میں پائی جاتی ہیں۔اسی طرح عالم کبیر میں بھی ان جواہر خمسہ کے اصول موجود و ثابت ہیں۔عرش مجید عالم کبیر کے جواہر کا مبدأ ہے۔جس طرح انسان کے دل کی انسان میں یہ حیثیت ہے اور اس مناسبت کی بنا پر قلب کو عرش اللہ کہہ دیتے ہیں۔اور جواہر خمسہ کے باقی مراتب عرش سے اوپر ہیں۔

عالم کبیر میں عرش عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ واسطہ ہے۔جس طرح عالم صغیر یعنی انسان میں قلب انسان عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ و واسطہ ہے۔قلب اور عرش اگرچہ عالم خلق میں سے ہیں لیکن عالم امر کی بے چونی اور بے چگونی کا حصہ بھی رکھتے ہیں۔ان جواہر خمسہ کی حقیقت پر آگاہ اور مطلع ہونا اولیاء کرام میں سے کامل افراد کے لیے تسلیم کیا گیا ہے۔جو مراتب سلوک تفصیل سے طے کر کے نہایت کی نہایت تک پہنچ چکے ہیں۔

ہر گدائے مرد میداں کے شود پشہ آخر سلیماں کے شوہ

ہر گدا مرد میدان کب ہو سکتا ہے مچھر سلیمان کی ہمنوائی کب کر سکتا ہے

اور اگر محض فضل خداوندی سے کسی صاحب دولت کی نظر بصیرت کے لیے حتی الامکان مرتبہ وجوب تفصیل کے ساتھ ظاہر کر دیں تو وہ اس مقام میں ان جواہر کے اصول کا مطالعہ کر لیتا ہے اور ان چھوٹے اور بڑے جواہر کو اس حقیقت کے جواہر کے ظل و سایہ کی مانند معلوم کرتا ہے۔ ع

ایں کار دولت ست کنوں تا کرا دہند

یہ دولت عظمیٰ کا معاملہ ہے۔دیکھیے اب یہ کسے عطا کرتا ہے

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

عالم امر کے حقائق کا اظہار اس بنا پر ممنوع ہے۔کیونکہ اس کے معانی و مطالب پوشیدہ نہایت دقیق اور باریک ہیں۔تاکہ ہر کوتاہ نظر شخص کچھ اور ہی نہ سمجھ لے۔علم میں راسخ لوگ جو:

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا نہیں تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔

کے شرف سے مشرف ہیں وہ اس ماجرا سے آگاہ ہیں۔

Marfat.com

ع هَنِيئًا لاَربابِ النعيمِ نعيمها

نعمت والوں کو نعمتیں مبارک اور خوشگوار ہیں۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز　　　ورنہ در محفل رنداں خبرے نیست کہ نیست

یہ مصلحت کے خلاف ہے کہ راز پردے سے باہر آئے۔ ورنہ رندوں کی محفل میں کوئی ایسی خبر نہیں جس کی ان کو خبر نہ ہو۔

آپ کو السلام علیکم اور ان سب کو جو ہدایت کی پیروی کریں اور مصطفیٰ علیہ و علیهم من الصلوات والتسلیمات اتمها و ادومها کی متابعت اپنے اوپر لازم کرلیں۔

دل میں آیا کہ ان بلند اور مقدس جواہر کا تھوڑا سا حال تحریر میں لایا جائے۔

جاننا چاہیے کہ ان جواہر کی ابتدا صفات اضافیہ سے ہے جو وجوب اور امکان کے درمیان برزخ واسطہ کی مانند ہیں' اور ان سے اوپر صفات حقیقیہ ہیں' کہ روح سے ان کو حصہ ملتا ہے۔ اور قلب صفات اضافیہ سے تعلق رکھتا ہے' اور ان کی تجلیات سے مشرف ہوتا ہے۔ اور باقی ماندہ بلند جواہر جو صفات حقیقیہ سے بھی اوپر ہیں' حضرت ذات اقدس تعالیٰ و تقدس کے دائرہ میں داخل ہیں اس لیے ان تین (سر' خفی' اخفی) کی تجلیات کو تجلیات ذاتیہ کہتے ہیں۔ بات کو اس سے آگے چلانا مصلحت نہیں ہے۔ ع

قلم اینجا رسید و سر بشکست

قلم یہاں پہنچا اور ٹوٹ گیا

مکتوب نمبر (۳۵)

محبت ذاتی کے بیان میں جس میں انعام و تکلیف دونوں برابر ہیں...... یہ مکتوب بھی میاں حاجی محمد لاہوری کو لکھا۔

اللہ سبحانہ' و تعالیٰ ہمیں اور تمہیں بحرمة سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات نظر کی کجی سے نجات عطا کرے۔

سیر و سلوک سے مقصود نفس امارہ کا تزکیہ اور تطہیر ہے۔ تاکہ باطل انہوں کی عبادت سے جو خواہشات نفسانی سے وجود میں آتی ہے نجات میسر آ جائے۔ اور حقیقت میں سوائے ایک معبود برحق تعالیٰ و تقدس کے اور کچھ بھی قبلہ توجہ نہ رہے۔ اور دینی و دنیاوی مقاصد میں سے کسی بھی مقصد کو اس ذات کی عبادت کے سوا اختیار نہ کرے۔

دینی مقاصد اگرچہ حسنات میں سے ہیں لیکن ان کا تعلق بھی ابرار کے کام سے ہے۔ مقربین انہیں بھی

Marfat.com

برائیوں میں سے ہی جانتے ہیں۔ اور ایک ذات کے سوا کسی چیز کو مقصود نہیں گردانتے۔ یہ دولت حصول فنا سے وابستہ ہے اور محبت ذاتی پیدا ہو جانے کے بعد ہے جہاں انعام و تکلیف دونوں مساوی ہیں۔ تکلیف و رنج سے بھی ایسے ہی لذت گیر ہوتے ہیں جیسے نعمتوں سے۔ اگر بہشت چاہتے ہیں تو اس لیے چاہتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی رضا کا مقام و محل ہے اور اسے طلب کرنے میں اس کی رضا اور خوشنودی ہے اور اگر دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں تو اس لیے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ناراضی کا مقام ہے۔ نہ بہشت سے حظ نفس مطلوب ہے اور نہ دوزخ سے فرار اختیار کرنا اور پناہ مانگنا رنج اور محبت کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ محبوب کی طرف سے جو چیز بھی آتی ہے وہ ان بزرگوں کو مرغوب اور پسند اور عین مطلوب ہے۔

کل ما یفعله المحبوب محبوب — محبوب جو کچھ بھی کرتا ہے وہ محبوب اور پسندیدہ ہی ہوتا ہے

اخلاص کی حقیقت اس جگہ ہاتھ آتی ہے اور باطل الٰہوں سے نجات بھی اسی جگہ حاصل ہوتی ہے اور کلمہ توحید بھی اس وقت ہی درست ہوتا ہے۔ اس کے سوا محض رنج و تکلیف اٹھانے کی بات ہے۔

محبت ذاتی کے بغیر جو اسماء اور صفات اور محبوب کے انعام و تکلیف کے ذریعہ کے بغیر ہے۔ عیب والی بات ہے۔ فناء مطلق اس شرکت سوز محبت کے بغیر ہاتھ میں آتی۔

عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت — ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لا در قتل غیر حق براند — در نگر زاں پس کہ بعد از لا چہ ماند
ماند الا اللہ باقی جملہ رفت — شاد باش اے عشق شرکت سوز رفت

عشق وہ شعلہ ہے کہ جب روشن ہو جاتا ہے تو معشوق کے سوا ہر شے کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے۔ غیر حق پر لا کی تلوار چلا دیتا ہے۔ یہ تلوار چلنے کے بعد پھر دیکھ کہ لا کے بعد کیا ہے۔
صرف اللہ رہتا ہے باقی سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ اسے شرکت کو پوری طرح جلا دینے والے عشق تو شاد اور خوش رہ۔

مکتوب نمبر (۳۶)

اس بیان میں کہ شریعت تمام دُنیوی اور اُخروی سعادتوں کی ضامن و کفیل ہے اور کوئی مطلب و مقصود ایسا نہیں جس کے حصول کیلئے شریعت کے ماسوا کسی اور چیز کی طرف انسان محتاج ہو۔
محبت و حقیقت اسی شریعت کی خادم ہیں اور اس کے مناسب باتوں کے بیان میں...... یہ خط بھی ملا حاجی محمد لاہوری کو لکھا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی حقیقت سے متصف کرے۔اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر بھی رحم کرے جو آمین کہے۔

شریعت کے تین جزو ہیں: علم۔عمل۔اخلاص۔جب تک یہ تینوں جزو نہ پائے جائیں شریعت متحقق نہیں پاتی۔اور جب شریعت متحقق ہوگئی تو حق تعالیٰ سبحانہ کی رضا جو تمام دنیوی و اُخروی سعادتوں سے فائق و اعلیٰ ہے، بھی متحقق ہوگئی:

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ	اللہ تعالیٰ کی تھوڑی رضامندی بھی بہت ہے

اس لیے شریعت تمام دنیوی اور اخروی سعادتوں کی ضامن و کفیل ہے۔اور کوئی ایسا مطلب و مقصود نہیں جو شریعت سے الگ ہو اور انسان کو اس کی محتاجی ہو۔طریقت و حقیقت جس کے ساتھ صوفیہ کرام ممتاز ہیں دونوں شریعت کی خادم ہیں۔ان دونوں نے شریعت کے تیسرے جز یعنی اخلاص کی تکمیل ہوتی ہے۔لہٰذا ان دونوں سے مقصود بھی شریعت کی تکمیل ہے نہ کوئی اور امر جو شریعت کے علاوہ ہو۔

احوال، مواجید اور علوم و معارف جو صوفیہ کو راستے میں ہاتھ آتے ہیں وہ مقاصد نہیں ہیں بلکہ اوہام و خیالات ہیں، جن سے اطفال طریقت کی تربیت مطلوب ہوتی ہے۔ان تمام سے گزر کر مقام رضا میں پہنچنا چاہیے جو جذبہ اور سلوک کے مقامات کی انتہا ہے۔کیونکہ طریقت و حقیقت کے منازل طے کرنے سے اخلاص کا حاصل کرنا مقصود ہے جو رضا کو مستلزم ہے۔تینوں قسم کی تجلیات اور عارفانہ مشاہدات سے گزر کر ہزاروں سے کسی ایک کو اخلاص کی دولت اور رضا کے مقام تک پہنچاتے ہیں۔کوتاہ اندیش لوگ احوال و موجید کو مقاصد اور مشاہدات و تجلیات کو مطالب شمار کرتے ہیں۔اس لیے وہم خیال سے زندان خانہ میں گرفتار رہتے ہیں اور شریعت کے کمالات سے محروم رہتے ہیں:

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ	مشرکین کو وہ بات بڑی ناگوار ہے جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے
اَللّٰهُ يَجْتَبِىْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ	اللہ تعالیٰ منتخب کر لیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے ہی اپنی طرف ہدایت دیتا ہے جو رجوع کرتا ہے۔

ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اخلاص کا مقام حاصل کرنے اور رضا کے مرتبہ تک پہنچنے کے لیے ان احوال و مواجید کا طے کرنا ضروری ہے اور ان علوم و معارف کے ساتھ وابستہ ہے۔

پس یہ امور مطلوب کے اسباب و وسائل اور مقصود کے مقدمات ہیں۔

اس معنی کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے حبیب پاک علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کے صدقہ سے

Marfat.com

پورے دس سال بعد اس فقیر پر منکشف و واضح ہوئی ہے اور معشوق شرع پوری طرح جلوہ گر ہوا ہے۔ اگرچہ ابتداء میں بھی یہ فقیر احوال و مواجید میں گرفتار نہیں تھا۔ اور شریعت کی حقیقت کے تحقق و ثبوت کے سوا میری نظر میں کوئی اور مطلوب و مقصود نہ تھا۔ لیکن اس امر کی حقیقت پورے دس سال بعد کامل طور پر ظاہر ہوئی ہے۔ الحمد للّٰہ علی ذٰلک حَمۡدًا کثیرا طیّبًا مبارکا فیہ مبارکا علیہ۔

میاں شیخ جمال مرحوم و مغفور کی وفات تمام اہل اسلام کے لیے حزن و پراگندی کا باعث ہے۔ ان کے مخدوم زادوں کو میری طرف سے صبر و تحمل کی تلقین کریں۔ اور فاتحہ خوانی کریں۔ والسلام

مکتوب نمبر (۴۷)

بلند سنت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی اتباع پر ابھارنے اور اکابر نقشبندیہ قدس سرہ اللہ تعالیٰ اسرار ہم کی نسبت کے حصول کی طرف راغب کرنے کے بیان میں ...... شیخ محمد چتری کو لکھا۔

مراسلہ شریفہ اور مکاتبہ لطیفہ جواز روئے کرم و مہربانی صادر فرمایا تھا' بندہ اس کے مطالعہ سے مسرور اور خوش ہوا۔ اس طریقہ عالیہ نقشبندیہ پر اپنی استقامت و پختگی کا آپ نے لکھا۔ الحمد للہ سُبحانہٗ علی ذٰلک۔ اللہ تعالیٰ اس طریقہ عالیہ کے اکابر کی برکت سے آپ کو بے انتہا ترقیاں عطا فرمائے۔ ان کا طریقہ کبریت احمر (سرخ گندھک یعنی اکسیر) ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی اتباع سنت پر مبنی ہے۔

فقیر کو اس وقت تک جو کچھ ہاتھ آیا ہے اس کے متعلق لکھتا ہے کہ مدت دراز تک اس ناچیز پر علوم و معارف اور احوال و مقامات موسلا دھار بارش کی طرح برساتے رہے۔ اور جو کام کرنا چاہیے تھا۔ اللہ سبحانہٗ کی عنایت سے کر لیا گیا۔ اب کوئی آرزو باقی نہیں رہی۔ سوائے اس کے کہ مصطفیٰ ﷺ کی سنتوں میں سے کسی ایک سنت کا احیاء (زندہ کرنا) ہو جائے۔ اور احوال و مواجید ارباب ذوق کے حوالے ہو جائیں۔

چاہیے یہ کہ باطن خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم کی نسبت سے معمور ہو۔ اور ظاہر کو کلی طور پر سنن ظاہرہ کے ساتھ مزین اور آراستہ رکھیں۔ ع

کار این است غیر ایں ہمہ ہیچ

اصل کام یہی ہے اس کے علاوہ سب ہیچ ہے

موسم سرما کی عشاء کے سوا باقی تمام نمازیں اوّل وقت میں ادا کریں۔ سردیوں کی عشاء میں تیسرے حصے رات تک تاخیر مستحب ہے اس بارے میں فقیر بے اختیار ہے۔ نہیں چاہتا کہ بال برابر بھی ادائے نماز میں تاخیر واقع ہو۔ ہاں بشری عوارض مستثنیٰ ہیں۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۳۸)

ذات بحت تعالیٰ وتقدس کی محبت میں گرفتار ہونے کے بیان میں جو اسماء صفات اور شیون و اعتبارات سے منزہ اور پاک ہے۔ اور منزل مقصود تک نہ پہنچنے والی جماعت کی مذمت میں جو چون کو بے چوں تصور کر کے اسی کے گرفتار ہو گئے ہیں۔ اور اہل فنا کے اقدام کے فرق کے بیان میں۔ اور اسی تفاوت پر علوم و معارف وغیرہ مرتب ہوتے ہیں...... یہ مکتوب بھی شیخ محمد چتری کی طرف لکھا۔

آپ کا مکتوب شریف ملا۔ فرحت وخوشی کا موجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے اور ایک لحظہ کے لیے بھی غیر کے سپرد نہ کرے۔

جو کچھ ذات بحت سبحانہٗ وتعالیٰ کے سوا ہے اس کو غیر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگرچہ اسماء وصفات ہی ہوں۔ اور متکلمین نے جو صفات کو لاھو و لا غیر کہا ہے اس کا معنی کچھ اور ہے۔ انہوں نے غیر سے غیر اصطلاحی مراد لیا ہے اور اس معنی کے مطابق نفی کی ہے۔ غیر بمعنی مطلق مراد نہیں لیا۔ اور خاص کی نفی عام کی نفی کو مستلزم نہیں ہے۔ اور اس ذات عز سلطانہٗ کو نفی کے سوا کسی طریقہ سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ مرتبہ ذات میں جو کچھ ثابت کیا جائے گا وہ صراط مستقیم سے انحراف ہو گا۔ اور بہترین تعبیر اور جامع ترین عبارت یہ ہے:

لَیۡسَ کَمِثۡلِهٖ شَیۡءٌ — اس کی مثل کوئی شے نہیں

فارسی میں اس کا ترجمہ بے چون و بے چگون ہے۔ اور علم شہود اور معرفت کو اس ذات سبحانہ کی طرف راستہ نہیں مل سکتا۔ جو کچھ لوگ دیکھتے ہیں یا جانتے ہیں یا پہنچانتے ہیں سب اس ذات مقدس کا غیر ہے۔ اس میں گرفتاری غیر میں گرفتاری ہے۔ لہٰذا اس کی نفی کرنا لازم ہے اور کلمہ لَآ اِلٰـهَ کے نیچے لا کر اس بے چون و بے چگون ذات کا اثبات کلمہ اِلَّا اللّٰہ سے کرنا چاہیے۔ یہ اثبات ابتدا میں تقلیداً ہوتا ہے اور آخر میں تحقیقاً۔

بعض ارباب سلوک سے جو نہایت کار تک نہ پہنچنے کے باعث چوں کو بے چوں تصور کر بیٹھے ہیں اور شہود و معرفت کا اس کی طرف راستہ نکالتے ہیں، ارباب تقلید ان سے بدرجہا بہتر ہیں۔ کیوں کہ ان کی تقلید نور نبوت علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات سے حاصل ہوئی ہے کہ سہو وخطا کو اس طرف راستہ نہیں مل سکتا۔ اس نہ پہنچنے والی جماعت کا مقتدا اور پیشوا غیر صحیح کشف ہے۔ ع

بہ بیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بہ کجا

دیکھ لے ایک راستے کا دوسرے راستے سے کتنا فرق ہے

فی الحقیقت یہ جماعت ذات کی منکر ہے۔ اگرچہ ذات کے مشاہدے کا اثبات کرتے ہیں، لیکن نہیں

Marfat.com

جانتے کہ یہی اثبات عین انکار ہے۔ امام مسلمین امام اعظم کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

سبحنک ما عبدناک حق عبادتک ولکن عرفناک حق معرفتک۔

تیری ذات پاک ہے۔ جیسا تیری عبادت کا حق ہے۔ ہم اس طرح تیری عبادت کا حق ادا نہیں کر سکے لیکن جیسا تجھے پہچاننے کا حق ہے اس طرح ہمیں تیری معرفت حاصل ہو چکی ہے۔

عبادت کا حق ادا نہ کرنا تو ظاہر ہے۔ لیکن پوری معرفت کا حصول اس بنا پر ہے کہ اس ذات تعالیٰ شانہٗ کی نہایت معرفت صرف یہ ہے کہ اس ذات کو بے چونی اور بے چگونی کے ساتھ پہچان لیں۔

کوئی نادان یہ گمان نہ کرے کہ عام وخاص اور مبتدی ومنتہی معرفت میں مساوی اور برابر ہیں۔

میں کہتا ہوں یہ نادان علم ومعرفت میں فرق نہیں کر سکا۔ مبتدی کو علم ہے اور منتہی کو معرفت۔ اور معرفت فنا کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور یہ دولت فانی کے سوا کسی کو میسر نہیں آتی۔ مولوی روم مثنوی میں فرماتے ہیں۔

ہیچ کس راتا نگرد و اوفنا نیست راہ دربارگاہِ کبریا

کوئی شخص بھی جب تک فنا نہ ہو بارگاہِ کبریا تک راہ نہیں پا سکتا

تو یہ معرفت علم کے علاوہ ہے۔

جاننا چاہیے کہ علم متعارف سے اوپر ایک شے ہے۔ جسے معرفت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اسے ادراک بسیط بھی کہتے ہیں۔

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست
ہم قصہ غرب و حدیثِ عجیب ہست

حافظ کی یہ سب فریاد بیہودہ نہیں' بلکہ قصہ بھی غریب اور بات بھی عجیب ہے

اتصالِ بے تکیف و بے قیاس ہست رب الناس رابا جانِ ناس
لیک گفتم ناس رانسناس نہ ناس غیر از جا ن جان اشناس نہ

رب تعالیٰ کا لوگوں کی جان کے ساتھ عقل میں نہ آنے والا اور بے کیف اتصال وتعلق ہے۔

لیکن میں نے لوگوں کے ساتھ اتصال کا ذکر کیا ہے' حیوان کے ساتھ نہیں۔ ناس یعنی کاملین و عارفین تو صرف جان جاں (محبوب حقیقی) کے ساتھ ہی آشنائی رکھتے ہیں۔

اور چونکہ فنا میں لوگوں کے قدم متفاوت ہیں' تو ضرور منتہی لوگوں کے لیے معرفت میں بھی ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے۔ جس کی فنا اتم ہے اس کی معرفت بھی اکمل ہے۔ اور جو فنا میں کم درجہ ہے اس کی معرفت بھی کم درجے کی ہے۔ اسی طرح اور مراتب بھی۔

Marfat.com

سبحان اللہ! بات کہاں پہنچ گئی۔ مجھے تو چاہیے تھا کہ اپنی بے حاصلی، نامرادی، بے استقامتی اور بے ثباتی کا تذکرہ کرتا اور دوستوں سے مدد واعانت طلب کرتا۔ مجھے اس قسم کی باتوں سے کیا مناسبت۔

آ کہ از خویشتن چونیست جنیں   چہ خبردار داز چنان و چنیں

ماں کے شکم میں پڑا ہوا بچہ جب اپنی ذات سے بھی واقف نہیں تو اِدھر اُدھر کی کیا خبر رکھے گا۔

لیکن بلند پایہ ہمت اور سرمایہ والی فطرت اجازت نہیں دیتی کہ انسان ادنیٰ قسم کی چیزوں اور سفلی قسم کے سرمایہ کی طرف اُتر آئے۔ بلکہ اس طرف توجہ اور التفات بھی کرے۔ بلند پایہ ہمت انسان اگر بات کرتا ہے تو اسی کی بات کرتا ہے، اگرچہ وہ بھی اس ذات حق کی شان کے سامنے کچھ نہیں ہوتی۔ اور اگر تلاش کرتا ہے تو اسی کو تلاش کرتا ہے، اگرچہ کچھ بھی نہیں پاتا۔ اگر کچھ حاصل کرتا ہے تو اسی کو حاصل کرتا ہے اگرچہ کچھ بھی حاصل نہیں کرتا۔ اور اگر اسے وصال نصیب ہوتا ہے تو اسی کا وصال نصیب ہوتا ہے، اگرچہ پھر بھی بے حاصل ہی رہتا ہے۔

لیکن اکابر قدس اللہ تعالیٰ اسراہم العالیہ کی بعض عبارات میں شہود ذاتی کا جو ذکر واقع ہوا ہے اس کے معنی ارباب کمال کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ نارسیدہ لوگوں کے لیے اس معنی کا سمجھنا محال اور ناممکن ہے۔

درنیابد حال پختہ ہیچ خام!   پس سخن کوتاہ باید والسلام

پختہ آدمی کے حال تک خام آدمی نہیں پہنچ سکتا لہٰذا بات مختصر ہی کرنی چاہیے والسلام

آپ نے مکتوب کا عنوان ھو الظاھر ھو الباطن کے کلمہ سے مزین و آراستہ کیا تھا۔ مخدوم گرامی ھو الظاھر ھو الباطن بالکل درست ہے۔ لیکن کچھ عرصہ سے فقیر اس عبارت سے توحید کے معنی نہیں سمجھتا۔ اور اس معنی کے سمجھنے میں میں علماء کے ساتھ موافق ہے۔ اور علماء کے معنی کی درستی ارباب توحید کے معنی کی درستی سے فوقیت رکھتی ہے:

کل میسر لما خلق له   ہر شخص کو وہی چیز میسر ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے

ع   ہر کسے را بہر کارے ساختند

کارکنان قضا وقدر نے ہر کسی کو کسی کام کے لیے پیدا کیا ہے۔

جو چیز اس فقیر پر لازم و ضروری ہے اور جس کا وہ مکلف ہے وہ اوامر کی بجا آوری اور ممنوعات سے بچنا ہے۔

مَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ   جو چیز رسول تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے روکے اس سے رُک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو

اور چونکہ انسان کو اخلاص پیدا کرنے کا حکم ہے۔ اور وہ فنا اور محبت ذاتی کے بغیر متصور نہیں، اس لیے فنا کے مقدمات کا حاصل کرنا جنہیں مقامات عشرہ کہتے ہیں، ضروری ہے۔ فنا اگرچہ محض خدا تعالیٰ کی عطا ہے، لیکن اس کے مقدمات اور مبادی کسب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگرچہ بعض کو کسب مقدمات اور ریاضات و مجاہدات کے ذریعہ مصفا کرنے کے بغیر ہی فنا کی حقیقت سے مشرف کر دیتے ہیں۔ اس صورت میں اس کا حال دو صورتوں سے خالی

Marfat.com

نہیں۔ یا تو اسے معرفت کے آخری مقام پر ہی کھڑا کر دیتے ہیں۔ یا ناقص (۲) لوگوں کی تکمیل کے لیے اسے جہان کی طرف واپس کر دیتے ہیں۔ تقدیر اول پر اسے مقامات عشرہ مذکورہ کی سیر حاصل نہیں ہوتی۔ اور اسماء اور صفات کی تجلیات کی تفصیلات سے بے خبر رہتا ہے۔ اور دوسری تقدیر پر جب اسے جہان کی طرف واپس کرتے ہیں تو اسے مقامات عشرہ مذکورہ کی سیر تفصیل سے حاصل ہوتی ہے اور بے انتہاء تجلیات سے اسے مشرف کرتے ہیں۔ صورت تو مجاہدہ کی ہوتی ہے لیکن حقیقت میں کمال ذوق ولذت میں ہوتا۔ ع

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند

یہ دولت عظمیٰ کا معاملہ ہے۔ دیکھیے اب یہ دولت کسے عطا کرتے ہیں

یہ نہ کہا جائے کہ جب اخلاص ان مامورات میں ہے جن کا بجالانا واجب اور ضروری ہے اور اس کی حقیقت فنا کے بغیر میسر نہیں آ سکتی۔ تو علماء نکوکار اور صالحین نیک اطوار جو حقیقت فنا سے مشرف نہیں ہیں اخلاص حاصل نہ کرنے پر عاصی اور گنہ گار متصور ہوں گے۔ کیونکہ میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ نفس الاص انہیں بھی حاصل ہے اگرچہ اخلاص کے بعض افراد کے ضمن میں ہو۔ اور فنا کے بعد کمال اخلاص حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اس کے تمام افراد کو شامل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ فنا کے بغیر حقیقت اخلاص کے حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ یہ نہیں کہا کہ نفس اخلاص بھی فنا کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

مکتوب نمبر (۳۹)

اس بیان میں کہ کام کا دارومدار قلب پر ہے۔ صرف اعمال کی صورتوں اور رسمی عبادتوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ اور اسی طرح کی اور باتوں میں ...... یہ مکتوب بھی شیخ محمد چتری کو لکھا۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ حضور سید بشر علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کی حرمت کے طفیل جو نظر کی کجی سے آزاد تھے اپنے ماسوائے سے روگردانی اور جناب قدس کی طرف توجہ نصیب فرمائے۔

کام کا دارومدار دل پر ہے۔ اگر دل حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے غیر کے ساتھ گرفتار ہے تو خراب اور ابتر ہے۔ صرف ظاہری اعمال اور رسمی عبادتوں سے کام مکمل نہیں بن سکتا۔ دل کو غیر حق تعالیٰ کی طرف توجہ سے سالم و محفوظ رکھنا اور اعمال صالحہ جو بدن سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کے ادا کرنے کا شرعاً حکم ہے دونوں درکار ہیں۔ اعمال صالحہ بدنیہ کی بجا آوری کے بغیر دل کی سلامتی کا دعویٰ باطل ہے جس طرح اس جہان میں بدن کے بغیر روح غیر متصور ہے قلبی احوال کا حصول بھی بدنی اعمال صالحہ کے بغیر محال ہے۔

اس وقت کے بہت سے ملحد اور بے دین اس قسم کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے صدقے ان کے اعتقادات سے نجات دے۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۴۰)

مقام اخلاص کے حاصل کرنے کے بیان میں جو شریعت کے تین اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ اور اس جزو کے کامل کرنے میں طریقت اور حقیقت دونوں شریعت حقہ کی خادم ہیں اور اسی طرح کے دوسرے مسائل میں...... شیخ محمد چتری کی طرف لکھا۔

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی نَبِیِّہٖ وَنُسَلِّمُ۔

مخدوم گرامی! منازل سلوک اور مقامات جذبہ کے طے کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس سیر و سلوک سے مقصود مقام اخلاص کا حاصل کرنا ہے۔ جو بیرونی اور اندرونی خداؤں کے فنا ہونے سے وابستہ ہے۔ اور یہ اخلاص شریعت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ کیونکہ شریعت حقہ کے تین جزو ہیں۔ علم[1]۔ عمل[2]۔ اخلاص[3]۔

تو طریقت اور حقیقت دونوں اس جزو اخلاص کو کمال تک پہنچانے میں شریعت کی خادم ہیں۔ اصل بات یہی ہے لیکن ہر شخص کا فہم و ادراک یہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ اکثر مخلوق خواب و خیال میں آرام کر رہی ہے اور اکھروٹ و ناریل (معمولی چیزوں) پر کفایت کر چکی ہے۔ شریعت کے کمالات کو کیا جانے طریقت و حقیقت کی ماہیت کو کیا پائے؟ اکثر لوگ شریعت کو پوست اور حقیقت کو مغز خیال کرتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ صوفیوں کی سکر و مستی میں نکلی ہوئی باتوں کے دھوکے میں آ چکے ہیں اور احوال و مقامات سے فتنہ میں پڑ چکے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ انہیں راہِ راست پر چلنے کی ہدایت دے۔ ہم پر اور تمام صالحین پر سلامتی کا نزول ہو۔

☆☆☆

اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کے حسن توفیق سے دفتر اوّل کے حصہ اول کا ترجمہ اختتام کو پہنچا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمّد و علیٰ الہ و اصحبہ اجمعین و علینا معھم برحمتہ و هو ارحم الراحمین ٥

☆☆☆

Marfat.com

قطعہ تاریخ طباعت

اُردو ترجمہ مکتوبات قدسی آیات حصّہ اوّل دفتر اوّل

نتیجہ فکر

جناب مولانا سیّد شریف احمد صاحب شرافتؔ نوشاہی مدظلہ سجادہ نشین ساہن پال شریف ضلع گجرات

بحمد اللہ از لطفِ پاکِ خدا ۔ بپایاں شد ایں نسخۂ باصفا
نہ تصنیفِ آں قطب والا خطاب ۔ جنابِ مجدد ولایت مآب
کہ در انکشافِ علوم شہود ۔ باقرانِ خود مثل وے کس نبود
بسعی مبارک محمد سعید ۔ کہ در عہد خود ہست مردِ فرید
بعلم و عمل مشتہر در جہاں ۔ بیانش نمودہ باردو زباں
چوشد چاپ ایں حصۂ اوّلیں ۔ مکاتیب فخر زمان و زمیں

شدہ از شرافتؔ سن او ظہور
کلام ِ تصوف ' شراب طہور

کتبہٗ محمد یوسف خوشنویس ساکن حضرت کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ ۱۳ اپریل ۱۹۷۰ء

Marfat.com

صُحُفٌ مُّطَهَّرَةٌ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست

آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

یعنی

اُردو ترجمہ

مکتوباتِ امامِ ربّانی رحمۃ اللہ علیہ

دفترِ اوّل ———●●●●●●●●●——— حصہ دوئم

تالیف: مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح و حواشی و ترجمہ: مولانا محمد سعید احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سابق خطیب جامع مسجد داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ ٥ غزنی سٹریٹ اُردو بازار ٥ لاہور

042-7352795 - 7124354

پروگریسو بکس

Marfat.com

فہرست مضامین اُردو ترجمہ مکتوبات دفتر اوّل حصہ دوئم

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
مکتوب نمبر (۴۱)	۱۴۲	بلاشبہ اس کی ذات بے کیف بے مثال ہے اس پر کوئی حکم نہیں لگ سکتا۔ وہاں حیرت اور نادانی ہے۔ تعین اوّل جو وحدت سے عبارت ہے تمام ممکنات میں پایا جاتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ اس کی ذات تعالیٰ وتقدس علمائے اہل حق کے نزدیک بے کیف اور بے مثال ہے۔ اس کے ماسوا جو کچھ ہے زائد ہے۔	......
سنت کی متابعت کی ترغیب اور اس بیان میں کہ طریقت و حقیقت شریعت کو مکمل کرنے والی ہیں اور مقام صدیقیت میں پہنچ کر علوم شرعیہ اور علوم صوفیہ میں کوئی مخالفت نہیں رہتی۔	......	مقام صدیقیت میں جو ولایت کا سب سے اونچا مقام ہے علوم باطن کی علوم شرعیہ کے ساتھ پوری طرح موافقت ہو جاتی ہے۔	۱۴۴
محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ربّ العالمین کے محبوب ہیں، جو چیز اچھی اور مرغوب ہوتی ہے وہ مطلوب ومحبوب کو عطا کرتے ہیں۔ اسی لیے آپ کی ملت کو صراط مستقیم فرمایا اور باقی کو مختلف راستے قرار دیا۔ آپ نے فرمایا بہترین سیرت محمد کی سیرت ہے۔ نیز آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ادب سکھایا، پس بہت ہی اچھا ادب سکھایا۔	......	مقام نبوت مقام صدیقیت سے اوپر ہے نبی کے علوم اور صدیق کے علوم میں وحی اور الہام کا فرق ہے۔	......
مثال کی روشنی میں شریعت، طریقت اور حقیقت کے معنی کا بیان۔ سلوک کے راستے کے دوران جو خلاف شریعت امور ظاہر ہوتے ہیں وہ سکر وقت کی بنا پر ہوتے ہیں۔ جب اس مقام سے گزار کر آگے لاتے ہیں اور مقام صحو میں لاتے ہیں تو وہ مخالفت زائل ہو جاتی ہے۔ صوفیہ کی ایک جماعت سکر کے باعث احاطہ ذاتی کی قائل ہوتی ہے۔ علماء احاطہ علمی کے قائل ہیں۔ علماء کی رائے صواب کے قریب ہے۔	۱۴۳	صدیقیت کے نیچے جتنے بھی مقامات ہیں ان میں قدرے سکر موجود ہوتا ہے	......
		نبی اور صدیق کے علوم میں دوسرا فرق قطعی اور ظنی کا ہے۔ نفس کے مطمئنہ ہو جانے کے باوجود نفس کی صفات باقی رکھنے میں بہت سے فوائد پنہاں ہے۔	......
		حدیث رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاكبر.	......
		ترک اولیٰ کے اخادے سے بھی اس قدر	

Marfat.com

مضمون	صفحہ

پشیمانی اور ندامت لاحق ہوتی ہے کہ ایک سال کا کام ایک گھڑی میں میسر آتا ہے۔ ۱۴۵

جس چیز میں بھی محبوب کے اخلاق پائے جائیں گے وہ بھی محبوب کے تابع ہونے کی وجہ سے محبوب قرار پائے گی۔ ......

مکتوب نمبر (۴۲)

اس بیان میں کہ دل کو غیر حق کی محبت سے صاف کرنے کا بہترین آلہ اتباع سنت ہے۔ ......

انسان جب تک پراگندہ تعلقات سے آلودہ رہتا ہے محروم اور مقصد سے دور جدا رہتا ہے۔ الخ ۱۴۶

مکتوب نمبر (۴۳)

توحید شہودی اور توحید وجودی کے بیان میں اور توحید شہودی کا عقل و شرع کے خلاف نہ ہونا۔ اور مشائخ کے اقوال کو توحید شہودی پر محمول کرنا۔ اور توحید شہودی کا عین الیقین کے مرتبہ میں ہونا۔ توحید شہودی اور وجودی کے درمیان فرق اور ہر ایک کے معنی کا بیان' اور مثال سے دونوں کی وضاحت ......

حسین بن منصور کے قول انا الحق اور ابو یزید بسطامی کے قول سبحانی الخ کا معنی

سوال و جواب ......

اس زمانہ میں بہت سے صوفیوں کا لباس پہننے والے توحید وجودی کو شائع کرنے میں مصروف ہیں اور صرف اسی کو کمال جانتے ہیں۔ مشائخ کے ان اقوال کو جو توحید وجودی میں صریح ہیں ان کے ابتدائے حال پر محمول کرنا چاہیے اور ایسے کلمات انہوں نے علم الیقین کے مقام میں کہے ہیں۔ ۱۴۸

سوال و جواب ......

توحید وجودی والا عین الیقین کے مقام سے بہرہ ور نہیں ہوتا۔ ایک مثال سے اس کی وضاحت ......

اکثر اہل زمانہ نے توحید وجودی کا دامن پکڑا ہوا ہے۔ بعض نے تقلیداً بعض نے صرف علمی طور پر بعض نے علم اور ذوق دونوں لحاظ سے اور بعض نے الحاد و زندقہ کے طور پر۔ ۱۴۹

طریقت اور شریعت ایک دوسرے کا عین ہیں صرف اجمال و تفصیل اور کشف و استدلال کا فرق ہے۔ ......

ہمارے خواجہ قدس سرہٗ کا مشرب ایک عرصہ تک توحید وجودی رہا۔ آخر کار اس مقام سے آپ کو آگے گزار لیا گیا۔ ......

میاں عبدالحق کی نقل سے اس آگے گزرنے کی تصدیق۔ اس حقیر کا مشرب بھی ایک عرصہ تک توحید وجودی ہی رہا۔ ......

مکتوب نمبر (۴۴)

خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح میں اور اس امر کے بیان میں کہ آپ کی شریعت کی تصدیق کرنے والے خیر الامم ہیں اور اس کی تکذیب کرنے والے

Marfat.com

مضمون	صفحہ
بدترین ہی آدم ہیں۔اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی متابعت کی ترغیب میں۔	۱۵۰
احادیث مدحیہ کا اردو ترجمہ	......
لو لاہ لماخلق اللہ سبحانہ الخلق الخ	۱۵۱
آج عمل قلیل کو جو دین کی حقیقت کے ساتھ ہے عمل کثیر کی طرح قبول فرماتے ہیں۔	۱۵۲
اصحاب کہف نے یہ تمام درجات ایک نیکی یعنی ہجرت سے حاصل کیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار آپ کی متابعت کی برکت سے مرتبہ محبوبیت تک پہنچتے ہیں۔ اگر ہجرت ظاہری میسر نہ ہوتو ہجرت باطنی ہی کامل طریقہ پر حاصل کرنی چاہیے۔ ظاہراً اللہ کے بندوں سے دور رہنے کے باوجود رابطہ قلبی کے طور پر ان کے ساتھ رہنا چاہیے۔	......
مکتوب نمبر (۴۵)	
اس بیان میں کہ انسان کی جامعیت جس طرح اس کے کمال کا سبب ہے اسی طرح اس کے نقصان کا باعث بھی ہے۔اور رمضان شریف کے فضائل کے بیان میں	......
خدا تعالیٰ کے دوست اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔بدن کے ساتھ تعلق بھی حق تعالیٰ کی معیت میں ایک طرح کی رکاوٹ ہے۔اس ڈھانچے سے جدا ہونے کے بعد قرب ہی قرب اور اتصال ہی اتصال ہے۔	۱۵۳
آدمی کو جس طرح جمیعت باطنی کی ضرورت ہے، جمیعت ظاہری کی بھی ضرورت ہے۔	......
بہترین مخلوقات بھی انسان ہے اور بدترین مخلوق بھی انسان ہے۔محمد ﷺ بھی نوع انسان میں سے ہیں اور ابوجہل لعین بھی انسانوں میں سے ہی ہے۔	۱۵۴
ماہ رمضان المبارک کے فضائل	......
مکتوب نمبر (۴۶)	
اس بیان میں کہ باری تعالیٰ کا وجود اس کی وحدت، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت بلکہ جو کچھ نبی کریم علیہ السلام لے کر آئے سب بدیہی ہے لیکن اس وقت جبکہ قوت مدرکہ باطنی امراض سے محفوظ ہو۔	۱۵۵
نظر و فکر کی طرف وہ محتاج جو کسی مرض کے باعث ہو ہدایت کے مخالف نہیں۔ایمان یقینی کے حاصل کرنے میں مرض قلبی کے ازالے کی فکر ضروری ہے۔تزکیے کے بغیر یقین کا حاصل ہونا مشکل ہے۔شریعت و ملت کا منکر مصری کے مٹھاس کے منکر کی طرح ہے۔	۱۵۶
سیر و سلوک اور تزکیہ و تصفیہ سے مقصود آفات معنویہ اور امراض قلبیہ کا ازالہ۔	۱۵۷
آفات و امراض کے باوجود اگر ایمان ہے تو صرف ظاہری ہے۔	......
مکتوب نمبر (۴۷)	
گذشتہ صدی کے بعد کی شکایت کے بیان	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
میں جو غلبہ حاصل کر چکے ہیں اور اہل اسلام کو خوار اور بے اعتبار رکھتے ہیں۔ اور ابتدائے بادشاہت کے وقت ہی ترویج دین کی ترغیب میں۔	......
بادشاہ جہان کے لیے اس طرح ہے جس طرح دل بدن کے لیے۔ بادشاہ کی صلاح اور درستی میں جہان کی درستی اور اس کے خراب ہونے میں جہان کی خرابی ہے۔	......
آج جبکہ بادشاہِ اسلام کے تخت نشین ہونے کی بشارت خاص وعام کے کانوں تک پہنچ چکی ہے سب اہل اسلام پر اس کی مدد واعانت لازم ہے اور بہترین مدد مسائل شرعیہ کی وضاحت اور عقائد کلامیہ کا اظہار ہے۔	۱۵۸
اس قسم کی مدد علماء اہل حق کے ساتھ مخصوص ہے۔	......
علمائے دنیا کی صحبت زہر قاتل ہے اور ان کا فساد متعدی ہے۔ گزشتہ صدی میں دین پر جو بلا مصیبت بھی ٹوٹی اس جماعت کا علماء دنیا کا شومی اور بدی سے ہی ٹوٹی۔	۱۵۹
اس زمانہ کے اکثر جہلاء صوفی نما علماء سوء کا حکم رکھتے ہیں۔	......
اپنے آپ کو اس بڑھیا کی طرح تصور کریں جو سوت کی انٹی لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں جا شامل ہوئی۔	......
مکتوب الیہ کو ترویج شریعت پر ابھارنا۔	......
مکتوب نمبر (۴۸)	
علماء اور طلبہ علوم کی تعظیم کی ترغیب کے بیان میں۔	......
کل قیامت کو شریعت کے متعلق سوال ہوگا' تصوف کے متعلق نہیں ہوگا۔	۱۶۰
جنت میں داخلہ اور دوزخ سے نجات شریعت کی بجا آوری سے وابستہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے شرائع کی دعوت دی ہے۔	......
اعلیٰ ترین نیکی شریعت کی ترویج میں کوشش اور اس کے احکام میں سے کسی کا زندہ اور جاری کرنا ہے۔	......
راہ خدا میں کروڑ ہا روپے خرچ کرنا اتنا ثواب نہیں رکھتا جتنا مسائل شرعیہ میں سے ایک مسئلے کو رواج دینے کا ثواب ہے۔	......
وہ مال جو تائید شریعت میں خرچ کیا جائے بہت اونچا درجہ رکھتا ہے اور اس نیت سے ایک ٹکہ خرچ کرنا لاکھوں روپے خرچ کرنے کے برابر ہے۔	......
نفس میں گرفتار طالب علم کی فضیلت نجات یافتہ صوفی پر اور اس پر استدلال	......
دعوت وارشاد کے لیے مخلوق کی طرف لوٹائے گئے صوفی کو نبوت کے فیضان سے حصہ ملتا ہے اور وہ بھی علمائے شریعت میں داخل ہے۔	۱۶۱
مکتوب نمبر (۴۹)	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
دو قسم کی دولت جمع کرنے کی ترغیب میں یعنی ظاہر کو احکام شرعیہ کے ساتھ آراستہ کرنا اور باطن کو غیر حق سبحانہ کی گرفتاری سے آزاد کرنا۔	......
مکتوب نمبر (۵۰)	
کمینی دنیا کی مذمت کے بیان میں	......
اگر کسی نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میرا مال زمانے میں سب سے عقلمند انسان کو دینا تو وہ زاہد کو دینا چاہیے۔	۱۶۲
مکتوب نمبر (۵۱)	
ترویج شریعت کی ترغیب میں	......
مکتوب نمبر (۵۲)	
نفس امارہ کی مذمت اور اس کے مرض ذاتی اور اس کے ازالے کے علاج کے بیان میں	۱۶۳
نفس امارہ کے دعویٰ الوہیت اور شرکت کا بیان اور اس بے سعادت نفس کا شرکت پر راضی نہ ہونا۔	......
حدیث قدسی عاد بنفسک الخ	۱۶۴
نفس کی پرورش دراصل خدا کے دشمن کی پرورش ہے۔	......
حدیث قدسی الکبریاء الخ	۱۶۴
دنیا کے ملعون ہونے کا راز	......
فقر کو فخر محمدی ہونے کا شرف حاصل ہے۔	......
اس کی وجہ انبیاء کی بعثت سے مقصود اور تکالیف شرعیہ میں حکمت نفس امارہ کو عاجز کرنا اور اسے ویران کرنا ہے۔	......
احکام شرعیہ میں سے ایک حکم کو بجا آوری خواہشات نفسانی کے مٹانے میں اپنی طرف سے ہزار سالہ ریاضات ومجاہدات سے بہتر ہے۔	......
برہمنوں اور جوگیوں نے ریاضات کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی لیکن بے فائدہ ہے۔	......
حکم شرع کے مطابق بطور زکوۃ ایک درہم ادا کرنا نفس کی ویرانی میں اپنی طرف سے ہزار دینار صرف کرنے سے بہتر ہے۔	......
شریعت کے حکم کے مطابق عید فطر کے روز کھانا کھانا اپنی طرف سے ہزار ہا سال کے روزوں سے بہتر ہے۔	۱۶۵
فجر کی دو رکعت نماز باجماعت ادا کرنا اس سے بہتر ہے کہ انسان ساری رات نفل میں گزارے اور نماز بے جماعت ادا کرے۔	......
جب تک نفس پاک نہ ہو اپنے بہتر ہونے کے مالیخولیا سے آزاد نہیں ہو سکتا۔	......
تزکیہ نفس میں کلمہ طیبہ نافع ترین شے ہے	......
جب نفس سرکشی کے مقام میں اُتر آئے تو تو کلمہ طیبہ کے تکرار سے اپنے ایمان کی تجدید کرنی چاہیے۔	......
مکتوب نمبر (۵۳)	
اس بیان میں کہ علماء سوء کا اختلاف فساد عالم کا موجب ہے۔	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
دیندار علماء بہت ہی قلیل ہیں۔	......
گزشتہ صدی میں علماء کا اختلاف جہان کو بلاؤ مصیبت میں گرفتار چکا ہے۔	۱۶۶
جس طرح جہان کی نجات اور صلاح علماء سے وابستہ ہے جہان کا فساد بھی انہی سے تعلق رکھتا ہے۔	......
ایک بزرگ نے ابلیس کو فارغ بیٹھا دیکھا تو اس کا راز دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا میرا کام اس وقت کے علماء کر رہے ہیں۔	......
مکتوب نمبر (۵۴)	
اس بیان میں کہ مبتدع کی صحبت سے بچنا ضروری ہے اور بدترین بدعتی فرقہ شیعہ شنیعہ ہے۔	۱۶۷
بدعتیوں کی صحبت کا فساد کافر کی صحبت سے زیادہ ہے۔	
تمام بدعتی فرقوں میں بدترین وہ جماعت ہے جو اصحاب پیغمبر سے بغض رکھتی ہے۔	۱۶۸
صحابہ کرام سے بغض رکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کافر کیا ہے۔	......
صحابہ کرام پر اعتراض قرآن و شریعت پر اعتراض ہے۔	......
حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کا مخالف خطا پر تھا۔	......
یزید بے دولت اصحاب میں سے نہیں ہے۔	......
اس کی بدبختی میں کسے کلام ہے۔	......
یزید پر لعنت میں توقف کی وجہ	......
قطب زماں حضرت مخدوم جہانیاں کی کتابوں کے مطالعہ کی ترغیب میں۔	۱۶۹
مکتوب نمبر (۵۵)	
اپنے بعض دوستوں کے ساتھ اظہار محبت کے بیان میں	......
حدیث من احبّ اخاه فليعلم اياه	......
اس محبت کے باعث جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقرباء کے ساتھ پیدا ہو چکی ہے بندہ کو بہت امید ہاتھ میں آچکی ہے	......
مکتوب نمبر (۵۶)	
ایک سید صاحب کی سفارش کے سلسلے میں	......
مکتوب نمبر (۵۷)	
نصیحت کے بیان میں	
حقیقت اور طریقت حقیقتِ شریعت سے عبارت ہے اور اس حقیقت کا راستہ	......
مکتوب نمبر (۵۸)	
اس بیان میں کہ یہ سارا راستہ کل سات قدم ہے۔ اور مشائخ نقشبندیہ نے عالم امر سے ابتدا اختیار کی ہے۔ اور ان بزرگوں کا طریقہ صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔	......
ہمارا راستہ صرف سات قدم ہے دو قدم عالم خلق میں اور پانچ عالم امر ہیں۔ ان سات	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
قدموں میں سے ہر قدم میں دس ہزار حجابات راستے سے ہٹتے ہیں۔	۱۷۱
اول قدم میں افعال کی تجلی رونما ہوتی ہے دوسرے میں تجلی صفات اور تیسرے قدم میں تجلیات ذاتیہ کا آغاز ہو جاتا ہے۔	......
دوسروں کی نہایت ان کی ابتداء میں درج ہے۔	......
صحابہ کرام کو خیر البشر علیہ السلام کی پہلی صحبت میں ہی وہ کچھ میسر آ گیا جو کامل اولیاء کو نہایت پر پہنچ کر بھی کم ہی نصیب ہوتا ہے۔	......
ابن مبارکؒ سے لوگوں نے پوچھا معاویہؓ افضل ہیں یا ابن عبدالعزیزؒ؟ آپ نے فرمایا حضورؐ کی معیت میں حضرت معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوئی وہ کئی مرتبے عمر بن عبدالعزیزؒ سے افضل ہے۔	۱۷۲
مکتوب نمبر (۵۹)	
اس بیان میں کہ انسان کے لیے نجات ابدی حاصل کرنے کے لیے تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ اور اہل سنت کی اتباع کے بغیر نجات محال ہے اور علم و عمل شریعت سے مستفاد ہیں اور اخلاص کا حصول طریقہ صوفیہ کے طریق پر چلنے سے حاصل ہوتا ہے۔	۱۷۳
اگر اہل سنت کی اتباع سے بال برابر بھی مخالفت ہے تو خطرہ ہی خطرہ ہے۔	......
اہل سنت کے مخالف دیدار باری تعالیٰ اور شفاعت کے منکر ہیں۔ یہ لوگ صحبت کی فضیلت سے بے خبر ہیں۔ اور اہل بیت رسول علیہ اسلام کی محبت سے محروم ہیں۔	......
صحابہ کرام کا ابوبکرؓ پر متفق ہونا اور انہیں آسمان کے نیچے ابوبکرؓ سے بہتر کوئی شخص نہ ملنا۔	
اہل بیت حضرت نوحؑ کی کشتی کی طرح ہیں، اور صحابہ ستاروں کی مانند ہیں اور اس راز کا بیان	۱۷۴
بعض صحابہ کا انکار تمام صحابہ کا انکار ہے	......
پیغمبر علیہ السلام کی صحبت کی فضیلت تمام فضائل سے اوپر ہے۔	......
اویس قرنی ادنیٰ درجہ صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکے۔	......
صحابہ کا ایمان شہودی تھا۔	......
صحابہ کرام کے آپس میں جھگڑے اور اختلافات صحیح توجیہات پر محمول ہیں اور ان کی خطا اجتہادی خطا تھی۔	......
اہل سنت کا طریقہ افراط و تفریط سے محفوظ ہے	......
علم و عمل تو شرع سے مستفاد ہے اور ان دونوں میں اخلاص طریق صوفیہ سے وابستہ ہے۔	......
سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ کے حصول کے بغیر بندہ حقیقت خلاص سے دور رہتا ہے۔ یعنی تمام اعمال و اقوال میں اخلاص نصیب نہیں ہوتا۔	۱۷۵
اولیاء اللہ جو کچھ کرتے ہیں صرف حق جل وعلا	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
کے لیے کرتے ہیں۔	......
مخلص اور مخلَص کے درمیان فرق علوم صوفیہ سے نفع کا بیان	......
مکتوب نمبر (٦٠)	
نفی خواطر اور دفع وساوس کے بیان میں	......
دفع وساوس طریقہ حضرات نقشبندیہ میں مکمل طور پر حاصل ہے۔	......
بعض مشائخ نے دفع خواطر کے لیے چلہ کشی کی ہے۔	......
خواجہ احرار قدس سرہ کے کلام میں خواطر سے مراد	١٧٦
اس سلسلہ کے مخلصوں میں سے ایک درویش اپنا حال یوں بیان کرتا ہے کہ بالفرض اگر عمر نوح بھی اسے مل جائے تو ساری عمر میں کوئی وسوسہ دل پر سے نہیں گزر سکتا۔ بلکہ وسوسہ دل میں لانے کے لیے اگر سالہا سال تکلف بھی کرے تو نہیں آ سکتا۔	......
وساوس کو دس دن یا چالیس دن کے چلے کے ذریعے بتکلف روکنے سے مطلوب کی طرف دوام توجہ محال ہے۔	......
دائمی حفاظت جو اس سلسلہ کے مبتدیوں کو میسر آتی ہے وہ ایک دوسری شے ہے۔	......
دوام توجہ جسے ہم بیان کر رہے ہیں اس سے مراد یادداشت ہے جو مرتبہ کمال کی نہایت ہے۔	......
مکتوب نمبر (٦١)	
شیخ کامل کی صحبت اختیار کرنے اور ناقص کی صحبت میں اجتناب کرنے کے بیان میں	١٧٧
طلب کا ہونا حصول مطلوب کی بشارت دیتا ہے۔	......
دولت طلب کو نعمتِ عظمیٰ تصور کرتے ہوئے ہر مخالف امر سے بچنا چاہیے۔	......
اگر حقیقت التجاء میسر نہ ہو تو اس کی صورت کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔	......
شیخ کامل کی ذات تک وصول کے بعد تمام مراد آپ اس کے سپرد کرنی چاہئیں جس طرح میت غسال کے ہاتھ میں آتا ہے۔	......
فناء اوّل فنا فی الشیخ ہے۔	......
ابتداء طالب کمال خست اور کمینگی کی حالت میں ہوتا ہے۔ جناب قدس خداوندی سے کچھ مناسبت نہیں رکھتا۔ لہٰذا دو طرف تعلق رکھنے والا واسطہ درمیان میں چاہیے۔ اور وہ واسطہ شیخ کامل کامل کرنے والا ہے۔	......
طلب میں سب سے زیادہ فتور ڈالنے والی چیز یہ ہے کہ طالب شیخ ناقص کی طرف رجوع کرے جس نے ابھی کام مکمل نہ کیا ہو اور مسند شیخی پر بیٹھ جائے۔ اس کی صحبت زہر قاتل ہے۔	......
راستے کا دار و مدار صحبت پر ہے گفت و شنید سے کام نہیں بنتا۔	١٧٩
مکتوب نمبر (٦٢)	
اس بیان میں کہ جو جذبہ سلوک سے پہلے	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
ہوتا ہے وہ مقاصد میں سے نہیں ہے بلکہ جو جذبہ سلوک کے بعد ہے مقاصد میں سے وہ ہے۔	......
نہایت کے بدایت میں درج ہونے سے مراد	......
مکتوب نمبر (۶۳)	
اس بیان میں کہ انبیاء علیہم السلام اصول میں متفق ہیں اوران کے بعض متفق کلمات کا بیان	۱۸۰
انبیاء کرام علیہم السلام سراسر رحمت ہیں۔اگر ان کا وجود شریف نہ ہوتا تو حق سبحانہ جہان کو اپنی ذات وصفات سے واقف نہ کرتا۔	......
یہ بزرگ گروہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات حشر ونشر ارسال رسل' فرشتہ کے نزول اور جنت و دوزخ میں اتفاق رکھتا ہے۔صرف بعض فروع میں مختلف ہے۔	......
احکام شرعیہ میں نسخ وتبدیلی حق تعالیٰ کی حکمتوں اور مصالح میں سے ہے۔انبیاء علیہم السلام اور کفار بدکردار کے سرداروں میں فرق	۱۸۱
مکتوب نمبر (۶۴)	
جسمانی اور روحانی لذات والم کے بیان میں اور جسمانی آلام و مصائب کے برداشت کرنے کی ترغیب میں۔	۱۸۲
ہر چیز جس میں جسم کے لیے لذت ہے روح کے لیے اس میں الم اور تکلیف ہے۔وبالعکس	......
اس عالم دنیا میں عوام کالانعام کی روح بھی جسم کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔افسوس ہزار	

مضمون	صفحہ
افسوس اگر روح اس گرفتاری سے آزاد ہو کر اپنے وطن اصلی کی طرف رجوع نہ کرے۔	۱۸۳
اگر دنیا میں درد والم نہ ہوتا تو جو برابر اس کی قیمت نہ ہوتی۔	......
حوادث زمانہ کی تلخی کڑوی دوا کی طرح نافع ہے	......
عام دعوتوں میں لوگ جو کھانا بے خلوص بچاتے ہیں اور کھانے والوں کا طعام کے متعلق شکوہ شکایت صاحب طعام کی شکستہ دلی کا سبب بنتا ہے۔یہی شکستہ دلی طعام کی اس ظلمت کو زائل کر دیتی ہے۔اور وہ کھانا قبولیت کے مقام میں پہنچ جاتا ہے۔	......
عبادت تذلل اور انکسار کا نام ہے۔	۱۸۴
پیدائش انسانی سے مقصود اس کی خواری اور اظہار عجز ہے۔خاص کر اہل اسلام	......
مکتوب نمبر (۶۵)	
اسلام کے کمزور ہونے پر افسوس کرنے اور تقویت اسلام اور اجراء احکام کی ترغیب کے بیان میں۔	......
حدیث الاسلام بدء غریباً الخ	......
اسلام کی بے کسی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ کفار اعلانیہ اسلام پر نکتہ چینی کرتے ہیں اور مسلمانوں کو اسلامی احکام کے اجراء سے رُوک دیا گیا ہے۔	......
حدیث میں وارد ہے لن یؤمن احدکم	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
حتی یقال انه مجنون	۱۸۵
اصحاب کہف سے سوائے ہجرت کے اور کوئی	
نمایاں عمل صادر نہیں ہوا۔	......
قولی جہاد	......
حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کا قول کہ اگر میں	
پیری مریدی کروں تو کسی پیر کو جہان میں مرید نہ	
ملے۔ لیکن ہمارے ذمہ ایک اور کام لگایا گیا ہے اور	
وہ شریعت کی ترویج ہے۔	۱۸۶
حدیث مَنْ احبَّ اخاه فلیعلم ایاه	......
مکتوب نمبر (۶۶)	
طریقہ نقشبندیہ کی مدح اور دوسروں پر اس کی	
افضلیت کے بیان میں	۱۸۷
حضرت خواجگان کا طریقہ نہایت کے بدایت	
میں درج ہونے پر مبنی ہے۔	......
یہ طریقہ بعینہٖ صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔	
اصحاب کرام کو خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی	......
اوّل صحبت میں وہ کچھ میسر آ گیا کہ دوسرے	
اولیائے اُمّت کو نہایۃ النہایہ پر پہنچ کر بھی اس کا ایک	
شمہ نصیب ہوتا ہے۔	......
حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل	
صحبتِ خیر البشر علیہ السلام کے سبب اویس قرنی سے	
افضل ہے۔	......
بہترین زمانہ اصحاب کرام کا زمانہ ہے۔	......
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے	

مضمون	صفحہ
گھوڑے کی ناک کا غبار عمر بن عبد العزیز سے کئی	
مرتبے بہتر ہے۔	......
حضرات خواجگان کا سلسلہ سلسلۃ الذہب ہے	......
ان بزرگوں کے طریقہ کی فضیلت دوسرے	
طریقوں پر اس طرح ہے جس طرح صحابہ کے	
کرام کے زمانہ کی فضیلت دوسرے زمانوں پر	
ہے۔	......
حضرت خواجہ نقشبند رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں	
ہمارا کام اللہ کے فضل سے وابستہ ہے۔	۱۸۸
مکتوب نمبر (۶۷)	
ایک محتاج کی سفارش کے سلسلہ میں	......
اظہارِ حق میں ایک طرح کی تلخی ہوتی ہے۔	......
احوال کے تلونیات امکان کے لوازم میں سے	
ہیں۔ بے چارہ ممکن کبھی جلال کا مغلوب ہوتا ہے۔	......
اور کبھی اس پر جمال کی حکمرانی ہوتی ہے۔	......
قلب المؤمن بین اصبعین من اصابع الرحمن الخ	......
مکتوب نمبر (۶۸)	
اس بیان میں کہ تواضع ارباب غنا کر زیب دیتی	
ہے اور استغناء ارباب فقر کو	۱۸۹
اتقیاء امت تکلف اور بناوٹ سے بری ہیں	......
التکبر مع المتکبر صدقة	......
خواجہ نقشبند کو ایک شخص نے کہا کہ آپ متکبر	
ہیں۔ آپ نے فرمایا میرا تکبر رب تعالیٰ کی	
کبریائی کی وجہ سے ہے۔	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
حدیث رب اشعث	......
فقراء سے آشنائی سے مقصود اپنے پوشیدہ عیوب سے واقفیت اور ان میں موجود برائیوں کا ظہور ہے۔	۱۹۰
مکتوب نمبر (۶۹)	
تواضع کے بیان میں جو موجبِ رفعت ہے اور اس بیان میں کہ نجات اہل سنت کی متابعت سے وابستہ ہے۔	......
مکتوب نمبر (۷۰)	
اس بیان میں کہ آدمی کی جامعیت جس طرح اس کی دوری کا سبب ہے اسی طرح اس کے قرب کا سبب بھی ہے۔	۱۹۱
حدیث لا یسعنی ارضی ولا سمائی	۱۹۲
بہترین موجودات بھی انسان ہے اور بدترین موجودات بھی وہی ہے۔	......
اموال نامیہ اور چرنے والے مویشیوں کی زکوٰۃ ادا کرنا	......
لذیذ کھانا کس نیت سے کھانا درست ہے اور نفیس لباس کس ارادے کے تحت پہننا ٹھیک ہے۔	۱۹۳
اگر حقیقت نیت میسر نہ آسکے تو تکلف کے ساتھ اس نیت پر اپنے آپ کو لانا چاہیے۔	......
حدیث فان لم تبکوا فتباکوا	
تمام امور میں علمائے دیندار کے فتووں کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہیے۔	......
مکتوب نمبر (۷۱)	

مضمون	صفحہ
اس بیان میں کہ نعمت عطا کرنے والے کا شکر نعمت والے پر لازم و ضروری ہے۔	......
اغنیاء پر فقرا کی نسبت کئی گنا زیادہ شکر ضروری ہے۔	۱۹۴
اس اُمت کے فقراء اغنیاء کی نسبت پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے۔	......
منعم تعالیٰ کا شکر اوّلاً تصحیح عقائد اہل سنت کی آراء کے مطابق ضروری ہے۔ اور ثانیاً احکام شرعیہ کی بجا آوری کی صورت میں اور ثالثاً سلوک صوفیہ کے طریقہ کے مطابق تزکیۂ نفس کے ساتھ	......
آخری رکن کا وجوب استحسانی ہے۔ مگر پہلے دو ارکان کا وجوب استحسانی نہیں۔ ردعمل ہوا ان تین طریقوں کے خلاف ہے معصیت اور نافرمانی میں داخل ہے۔	......
ہندوستان کے برہمنوں اور یونان کے فلاسفر کی ریاضتیں کچھ قدر و قیمت نہیں رکھتیں۔	......
مکتوب نمبر (۷۲)	
دین کے ساتھ دنیا کا جمع کرنا مشکل ہے اگر حقیقتاً دنیا میسر نہ آئے تو حکماً ہی ترک کرنا چاہیے۔	
اگر ترک حکمی بھی میسر نہ ہو تو ایسا شخص منافق کے حکم میں ہے۔	......
مکتوب نمبر (۷۳)	
دنیا اور اہل دنیا کی خدمت اور غیر منافع علوم کی تحصیل کی مذمت اور فضول مباحات	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
سے بچنے اور نیک کاموں پر اُبھارنے کے بیان میں	۱۹۶
دنیا فی الحقیقت شکر چڑھا ہوا مردار اور کیڑوں اور مکھیوں سے بھری ہوئی روڑی ہے۔	......
حدیث ما الدنيا والاخرة الاضرتان	......
وہ علوم جو آخرت میں کام نہیں آئیں گے دنیا میں داخل ہیں۔	......
علوم نجوم، منطق وفلسفہ اور ان کے مناسب علوم کے حاصل کرنے کا حکم	......
فضول مباحات سے بچنا چاہیے۔	۱۹۸
مشائخ نقشبندیہ نے عزیمت پر عمل کرنا اختیار کیا ہے اور رخصت سے اجتناب کیا ہے۔	......
پاؤں دائرہ مباحات سے باہر نہیں رکھنا چاہیے محرمات ومشتبہات تک نہیں جانا چاہیے۔	......
اس کے برابر اور کون سی عیش ہو سکتی ہے کہ بندے کا رب اس کے اعمال وکردار سے راضی ہو۔	
اور اس سے زیادہ اور کیا بُرائی ہو سکتی ہے کہ بندے کا آقا اس کے اعمال سے ناراض ہو۔	......
والدین کا وجود اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ہے۔	......
جوانی کے وقت تھوڑے عمل کی وہ قدر وقیمت ہے کہ بڑھاپے میں اس سے کئی گنا زیادہ کی بھی وہ قدر وقیمت نہیں۔	......
وہ عبادت جس کا شرع محمدی نے حکم دیا ہے اور اس سے مقصود بھی بندوں ہی کا نفع ہے۔ حق تعالیٰ کی طرف اس کا نفع نہیں لوٹتا۔	۱۹۹
اگر دنیاداروں میں سے کوئی اپنے ماتحت کو کسی کام کا حکم کرے اور کوئی خدمت ذمے لگائے تو وہ ماتحت کس قدر پھرتی اور چستی سے وہ خدمت بجا لاتا ہے۔ کتنی بری بات ہے کہ رب تعالیٰ کی عظمت اس دنیادار کی عظمت سے بھی نظر میں کم محسوس ہو۔ ایسی روش سے شرم کرنی چاہیے۔	......
ازسرنو ایمان کی تجدید کرنی چاہیے	۲۰۰
ادائے زکوٰۃ کا آسان طریقہ	......
نفس بالذات سخت کنجوس ہے	۲۰۱
بندوں کے حقوق کی ادائیگی میں پوری کوشش کرنی چاہیے۔	......
احکام شرعیہ علمائے آخرت سے معلوم کرنے چاہییں۔	......
علمائے دنیا سے جنہوں نے علم کو مال و جاہ کا وسیلہ بنایا ہوا ہے دور رہنا چاہیے۔	......
مقصود عمل ہے نہ کہ صرف علم	۲۰۲
حدیث اشد الناس عذابا یوم القیمة الخ	......
اس گروہ کی محبت کا رشتہ ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے۔	......
مکتوب نمبر (۴۷)	
فقراء کی محبت پر اُبھارنے اور اتباع شریعت کی نصیحت کے بیان میں۔	......
لانهم جلساء الله الخ	۲۰۳
كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يستفتح الخ	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
قال صلی اللّٰه علیه وسلم رب اشعث الخ	......
ان زلزلة الساعة شيء عظيم	۲۰۴
دراں روز کز فعل پرسند الخ	......
دنیا رب تعالیٰ کو ناپسند ہے اور بے قدر	......
مکتوب نمبر (۷۵)	
سید کونین کی متابعت پر اُبھارنے کے بیان میں۔ اوّلاً تصحیح عقائد کی صورت میں، دوم احکام شرعیہ اور علم حلال، حرام، فرض و واجب اور سنت کے حاصل کرنے کے ساتھ۔ اس کے بعد عالم قدس کی طرف پرواز نصیب ہوسکتی ہے۔	......
قبلہ توجہ متعدد نہیں ہونا چاہیے۔	۲۰۵
مکتوب نمبر (۷۶)	
اس بیان میں کہ ترقی تقویٰ سے وابستہ ہے اور فضول مباحات کے ترک پر ابھارنے اور اس بیان میں کہ حرام سے بچنا دو قسم ہے۔	......
مدار نجات دو باتوں پر ہے: اوامر کو بجالانا اور ممنوعات سے بچنا۔ اور ورع کا بیان	۲۰۶
فرشتے پر انسان کی فضیلت کا سبب مباحات میں کھلی آزادی مشتبہات تک اور شبہ حرام تک پہنچا دیتا ہے۔ پس کمال ورع و تقویٰ کے حصول کے لیے مباحات میں بھی بقدر ضروریات پر اکتفا کرنا چاہیے۔	......
حرام سے اجتناب کو لازم جانتے ہوئے فضول مباحات کا دائرہ بھی تنگ رکھنا چاہیے۔	۲۰۷
انکسار العاصین احب الی من صولة المطیعین	......
حرام سے بچنا دو قسم ہے۔ ایک قسم حقوق اللہ سے تعلق رکھتی ہے اور دوسری قسم حقوق العباد سے	......
حدیث من کانت له مظلمة لاخیه من عرضه الخ	......
حدیث لایزال طائفة مِنْ اُمَّتِیْ ظاهرین الخ	۲۰۸
مکتوب نمبر (۷۷)	
اس بیان میں کہ بے کیف اور بے مثال خدا تعالیٰ کی عبادت کب میسر آتی ہے۔	۲۰۹
وہ عبادت جو رغبت و خوف کے تحت ہے فی الحقیقت اپنی عبادت ہے۔	......
ولایت میں رُخ حق تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے اور نبوت کے ساتھ نیچے لاتے ہیں۔ اور اس کمال کو خلق کی طرف توجہ کے ساتھ جمع کر دیتے ہیں۔	......
بعض نے کہا ہے نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔	۲۱۰
ہر پیغمبر کی شریعت اس کی نبوت کے مناسب ہوتی ہے۔	......
سوال وجواب	......
مکتوب نمبر (۷۸)	
سفر در وطن اور سیر آفاقی اور انفسی کے بیان میں اور اس بیان میں کہ اس دولت کا حصول صاحب	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
شریعت کی اتباع سے وابستہ ہے	۲۱۱
حبّ الوطن من الایمان نقذوقت ہے	......
سفر در وطن اصول نقشبندیہ میں سے ہے	......
ایک جماعت کو اگر چاہتے ہیں تو مجذوب سالک بنا دیتے ہیں اور بیرونی سیر میں ڈال دیتے ہیں اور اس سیر کے مکمل ہونے کے بعد سیر انفسی کی طرف لاتے ہیں۔	
اس دولت تک وصول سید اولین و آخرین کی اتباع سے وابستہ ہے۔	......
شریعت کی مخالفت کے باوجود بالفرض اگر احوال و مواجید حاصل ہوں تو وہ استدراج میں داخل ہیں۔	......
مطابق حدیث جَدِّ دُوْا اِیْمَانَکُمْ الخ	۲۱۲
حدیث هلک المسوفون	......
جب تک ایک بال برابر بھی شریعت کی مخالفت کی راہ کھلی رہے خطرہ موجود ہے۔	......
اہل اللہ پر اعتراض خصوصاً جہاں درمیان میں پیری مریدی کا تعلق ہو ہرگز نہیں ہونا چاہیے اور اسے زہر قاتل جاننا چاہیے۔	......
مکتوب نمبر (۷۹)	
اس بیان میں کہ یہ شریعت تمام پہلی شریعتوں کی جامع ہے۔	......
قرآن مجید تمام آسمانی کتابوں کا خلاصہ ہے	......
آں سرور علیہ السلام کی شریعت تمام پہلی شریعتوں کا خلاصہ ہے۔	......
اس شریعت کی تصدیق اور اس کے اعمال کی بجا آوری تمام گزشتہ شریعتوں کی تصدیق ہے۔	......
آں سرور علیہ السلام کا انکار تمام کمالات کا انکار ہے۔ اور آپ کی تصدیق تمام کمالات کی تصدیق ہے۔	
آں سرور علیہ السلام کا منکر سب سے بدتر ہے۔	......
مکتوب نمبر (۸۰)	
اس بیان میں کہ تہتر فرقوں میں ناجی فرقہ اہل سنت و جماعت ہیں	۲۱۵
فرقہ ناجیہ کی تمیز کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی الذین هم علی ما انا علیه و اصحابی	......
اپنے ذکر کے ساتھ صحابہ کرام کا ذکر آپ نے اس لیے کہ تا کہ واضح ہو کہ حضور کا طریقہ وہی ہے جو صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔	......
اور نجات ان کی اتباع کے ساتھ وابستہ ہے اور بس	......
رسول کی اطاعت عین حق تعالیٰ کی اطاعت ہے اور رسول کی نافرمانی عین خدا تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔	......
جس جماعت نے خدا کی اطاعت کو رسول کی اطاعت کے خلاف تصور کیا ہے ان کے حق میں وارد ہے یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ الخ۔	
آں سرور علیہ السلام کی اطاعت کا دعویٰ کرتا	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
اور صحابہ کی اتباع کی مخالفت کرنا' ایسا دعویٰ بالکل باطل ہے	......
اس میں شک نہیں صحابہ کرام کی اتباع کو لازم جاننے والے صرف اہل سنت و جماعت ہیں	......
شیعہ اور خوارج اتباع صحابہ سے محروم ہیں	......
فرقہ معتزلہ کا مذہب نیا ایجاد شدہ مذہب ہے	......
صحابہ کرام پر نکتہ چینی نبی کریم علیہ السلام پر نکتہ چینی ہے۔ شرعی احکام جو قرآن و حدیث کے راستے ہم تک پہنچے ہیں صحابہ کرام کے واسطہ سے پہنچے ہیں۔ اگر وہ مطعون ہیں تو ان کی نقل کی ہوئی چیز بھی مطعون ہوگی۔	۲۱۷
صحابہ کرام پر نکتہ چینی کرنے والوں کی طرف سے سوال اور اس کا جواب	......
اسد اللہ کی ذات میں تقیہ کا احتمال ماننا کم عقلی ہے۔	......
وہ عزت و توقیر جو پیغمبر علیہ السلام اصحاب ثلاثہ کرتے تھے اس کا جواب یہ لوگ کیا دیں گے۔	۲۱۸
قرآن مجید حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمع فرمایا ہے۔	۲۱۹
ایک شخص کا شیعہ مجتہد سے سوال کرنا اور اس کا جواب	......
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے دن تینتیس ہزار صحابہ کرام مدینہ منورہ میں موجود تھے اور ان سب نے رضا و رغبت حضرت صدیق	

مضمون	صفحہ
اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔	......
حضرت امیر کرم اللہ وجہہٗ کے ابتداء میں بیعت کرنے میں توقف کی وجہ	......
صحابہ کرام کے درمیان واقع ہونے والے اختلافات خواہش نفسانی کے تحت نہیں تھے بلکہ وہ اجتہاد پر مبنی تھے۔	۲۲۰
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	......
مکتوب نمبر (۸۱)	
ترویج اسلام کی ترغیب اور اسلام اور مسلمانوں کے ضعف و بے کسی کے بیان میں	۲۲۱
گائے کی قربانی ہندوستان میں اسلام کے اعظم شعائر میں سے ہے۔	......
مکتوب نمبر (۸۲)	
اس بیان میں کہ دل کی سلامتی خدا تعالیٰ کے ماسوا کے نسیان کے بغیر ممکن نہیں۔	......
مکتوب نمبر (۸۳)	
شریعت و حقیقت کے ذریعے جمعیت ظاہر و باطن کے جمع کرنے کی ترغیب کے بیان میں	۲۲۲
مکتوب نمبر (۸۴)	
اس بیان میں کہ شریعت و حقیقت ایک دوسرے کا عین ہیں۔ الخ	۲۲۳
مقصودی بات یہ ہے کہ شریعت و حقیقت ایک دوسرے سے جدا نہیں۔ فرق اجمال و تفصیل کا ہے۔	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
حق الیقین کی حقیقت تک وصول کی علامت الخ	......
علم وعمل میں شریعت کے خلاف جس سے بھی کوئی بات صادر ہو سکر کے باعث ہے۔	......
بعض مشائخ کی عبارت میں واقع ہے کہ شریعت حقیقت کا پوست ہے۔ الخ	۲۲۴
ایک سائل نے حضرت خواجہ سے سوال کیا کہ سیر وسلوک سے کیا مقصود ہے؟ اس کا جواب	......
مکتوب نمبر (۸۵)	
اعمال صالحہ کے بجالانے کی ترغیب کے بیان میں	......
آدمی کے لیے جس طرح درستی عقیدہ ضروری ہے اعمال صالحہ کی بجا آوری بھی ضروری ہے۔	......
جامع ترین عبادت نماز ہے۔	......
حدیث عبادة فی الهرج کهجرة الیّ	۲۲۵
دولت ونعمت والوں کی صحبت زہر قاتل ہے	۲۲۶
حدیث مَنْ تواضع لغنی لغناه الخ.	......
مکتوب نمبر (۸۶)	
دل کو ماسوائے حق تبارک وتعالیٰ سے سالم ومحفوظ رکھنے کے بیان میں	......
مکتوب نمبر (۸۷)	
اس بیان میں کہ یہ کتنی بڑی سعادت ہے کہ خدا تعالیٰ کے دوست کسی کو قبول کرلیں۔	......
هم قوم لا یشقی جلیسهم الخ	......
مکتوب نمبر (۸۸)	
اس بیان میں کہ یہ کس قدر عظیم نعمت ہے کہ بندے کے بال ایمان اور نیکی کی حالت میں سفید ہوں اور جوانی میں خوف کو غالب پائے اور بڑھاپے میں امید کو	......
حدیث مَنْ شاب شیبة فی الاسلام غفرله	......
مکتوب نمبر (۸۹)	
ماتم پرسی میں	۲۲۸
انسان کے لیے مطابق حکم کل نفس ذائقة الموت موت سے چارہ نہیں	......
حدیث المیت کالغریق	......
دوسروں کی موت سے عبرت پکڑنی چاہیے	......
دنیوی ساز وسامان کی اگر کچھ بھی قیمت ہوتی تو کفار بدکردار کو ایک بال برابر بھی نہ ملتا۔	......
مکتوب نمبر (۹۰)	
اس امر کی ترغیب میں کہ کلیۃً حق سبحانہ کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔ آج اس دولت کا حصول اس بلند مرتبہ طبقہ نقشبندیہ کی توجہ سے وابستہ ہے ان بزرگوں کے طریقہ میں نہایت بدایت میں درج ہے۔	۲۲۹
مکتوب نمبر (۹۱)	
اس بیان میں کہ تصحیح عقائد اور اعمال صالحہ کی بجا آوری عالم قدس کی طرف پرواز کرنے کے دو پر ہیں۔	۲۳۰
اعمال صالحہ سے مقصود تزکیہ نفس ہے۔	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
مکتوب نمبر (۹۲)	
اس بیان میں کہ اطمینان قلب ذکر سے ہوتا ہے استدلال سے نہیں ہوتا	۲۳۰
ذکر سے خدا تعالیٰ کے ساتھ مناسبت پیدا کی جاتی ہے۔ اگرچہ کچھ بھی مناسبت نہیں	۲۳۱
مکتوب نمبر (۹۳)	
اس بیان میں کہ ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہنا چاہیے۔	......
مکتوب نمبر (۹۴)	
اس بیان میں کہ بندے پر تصحیح عقائد اور اعمال صالحہ کی بجاآوری لازم ہے۔	۲۳۲
مکتوب نمبر (۹۵)	
اس بیان میں کہ انسان ایک جامع نسخہ ہے اور اس کا قلب بھی اسی جامعیت پر پیدا ہوا ہے اور بعض مشائخ کے اقوال جو وسعتِ قلب کے بارے میں واقع ہوئے ہیں حالتِ سکر میں واقع ہوئے ہیں اور ان کی مناسب توجیہات اور یہ کہ صحو سکر سے افضل ہے۔	......
حدیث انّ اللّٰہ خلق ادم علی صورتہ	۲۳۳
بعض مشائخ کا قول کہ اگر عرش کو عارف کے دل کے ایک کونے میں ڈال دیا جائے تو اس کا کچھ پتہ نہ چلے گا۔ کیونکہ الخ	......
لیکن مشائخ میں سے ارباب صحو جانتے ہیں کہ یہ حکم سکر پر مبنی ہے۔	۲۳۴

مضمون	صفحہ
وسعت قلب کے بارے میں ارباب سکر کی غلطی کا منشا۔	......
یہ قول بھی غلبہ سکر کے باعث ہے کہ محمدی جمع اللہ کی جمع سے زیادہ جامع ہے۔	۲۳۴
معلوم ہونا چاہیے کہ جو کچھ سکر میں سے ہے وہ مقام نبوت میں سے ہے۔	۲۳۵
بایزید بسطامی کے پیروکار سکر کو صحو پر فضیلت دیتے ہیں۔ چنانچہ شیخ بسطام فرماتے ہیں لوائی ارفع من لواء محمد۔	......
اس فقیر کے نزدیک اس طرح کی باتیں دُور از کار ہیں۔	......
نبوت بہر صورت ولایت سے افضل ہے	......
علوم شرعیہ سراسر صحو ہیں۔ اور جو کچھ بھی ان کے خلاف ہے سکر میں داخل ہے۔	۲۳۶
معنی حدیث لا یسعنی ارضی و لا سمائی الخ	......
مکتوب نمبر (۹۶)	
نیک کام میں تاخیر اور ٹال مٹول سے منع اور زجر اور متابعت شریعت پر اُبھارنے کے بیان میں	......
حرام اور مشتبہ امور سے اجتناب کرنا چاہیے	
نصاب مکمل ہونے کی صورت میں زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے۔	......
جوانی میں تھوڑے عمل کو زیادہ عمل کی طرح قبول فرماتے ہیں۔	۲۳۷

Marfat.com

مضمون	صفحہ
آج شیطان خدا کے عفو وکرم کے غرور میں مبتلا کر کے مداہنت اور معاصی میں ڈالتا ہے۔	......
دنیا کا گھر آزمائش کا مقام ہے۔ یہاں پر دوست ودشمن خلط ملط ہیں۔ روز قیامت الخ	......
مکتوب نمبر(۹۷)	
اس بیان میں کہ عبادات شرعیہ سے مقصود یقین کا حاصل کرنا ہے۔	۲۳۸
فنا اور بقا سے یقین ہی مقصود ہے معنی فنا اور بقا میں ابراہیم بن شیبان کا قول	۲۳۹
مکتوب نمبر(۹۸)	
احادیث شریفہ لا کر زہد کی ترغیب اور سختی سے روکنے کے بیان میں	......
دنیا کی بقا چند روز ہے۔ اور آخرت کا عذاب شدید ہے۔	۲۴۴
مخبر صادق علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا ہے نفس الامر کے عین مطابق ہے۔ لاف وگزاف نہیں ہے۔	......
خواب خرگوش میں کب تک	......
مکتوب نمبر(۹۹)	
ایک استفسار کے جواب میں۔	۲۴۵
جواب اشکال کے لیے تمہید مقدمہ	......
حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس جوہر نورانی کو اس تاریک پیکر کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔	......
جب تک نفس وروح کا اجتماع موجود ہے الخ	......
مبتدی اور منتہی مرجوع برائے دعوت میں فرق۔	۲۴۷
مقامِ دعوت کے تعین میں مشائخ کے اقوال	......
حدیث تنام عيناي ولا ينام قلبي لاخ	......
حدیث لی مع اللہ وقت الخ	۲۴۸
مکتوب نمبر(۱۰۰)	
شیخ عبدالکبیر یمنی کے قول کہ "خدا تعالیٰ غیب کا عالم نہیں" پر سوال اور اس کا جواب ہمیں کلام محمدی درکار ہے۔ الخ	......
خدا تعالیٰ سے غیب کی نفی کرنا فی الحقیقت رب تعالیٰ کے حکم کی تکذیب ہے۔	۲۴۹
منصور اگر انا الحق اور بسطامی سبحانہ کا غلبات احوال میں نعرہ لگائیں تو معذور ہیں۔	......
اگر اس کلام کے متکلم نے خلق کی ملامت اور ان سے نفرت مراد لی ہے تو بھی قبیح ہے۔	......
شیخ عبدالکبیر یمنی کے قول کی توجیہ اوّل	......
دوسری توجیہ اور اس پر دو اشکال کا وارد کرنا۔	......
تیسری توجیہ اور اس پر اعتراض	۲۵۰
مکتوب نمبر(۱۰۱)	
اس جماعت کے رد میں جو کاملوں کو ناقص تصور کرتی ہے۔	......
بسا اوقات جاہل نفس مطمئنہ کو نفس امارہ خیال کر کے اس پر الخ	۲۵۱

Marfat.com

مضمون	صفحہ
کفار انبیاء کرام کو دوسرے انسانوں کی طرح جان کر ان کے کمالات کے منکر ہوئے ہیں۔	......
مکتوب نمبر (۱۰۲)	
اس بیان میں کہ سودی قرضے میں اصل اور سود دونوں حرام ہو جاتے ہیں۔ صرف سود حرام نہیں۔	۲۵۲
کتب فقہ کی طرف رجوع کرنے کے بعد ظاہر ہوا کہ ہر عقد جس میں زیادتی ہے اس میں ربا بھی ہے۔	......
سود کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے	......
منیہ کی بہت سی روایات اعتماد کے لائق نہیں ہیں۔	......
اور اگر محتاج سے عام محتاج مراد لیا جائے	۲۵۳
عموم احتیاج کو تسلیم کرتے ہوئے میں کہتا ہوں۔ الخ	......
میت کے ترکے میں میت کی محتاجی کو کفن میں منحصر کیا ہے۔	......
ایصال ثواب کے طور پر کھانا پکانے کو احتیاجی میں داخل نہیں کیا۔	......
حلال کو حلال جاننا اور حرام کو حرام جاننا حلال و حرام بھی قطعی ہے۔	......
اہل ورع رخصت کی اجازت نہیں دیتے بلکہ عزیمت کی تاکید کرتے ہیں۔	۲۵۴
لاہور کے مفتیوں نے احتیاج کا دخل تسلیم کر کے حلت کا حکم دیا ہے۔	......
بہر حال قنیہ کی روایات سودی قرض کی حلت کو ظاہر کرتی ہیں۔	......
مکتوب نمبر (۱۰۳)	
عافیت کے معنی کے بیان میں	۲۵۵
مکتوب نمبر (۱۰۴)	
ماتم پرستی کے بیان میں	......
یہاں رہنے کے لیے نہیں لایا گیا بلکہ کام کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔ لہٰذا کام کرنا چاہیے۔	......
الموت جسرٌ یوصل الحبیب الی الحبیب	......
مردوں کی دُعا، استغفار اور صدقہ کے ذریعہ مدد کریں۔	......
حدیث ما المَیت فی القبر الخ	۲۵۶
مکتوب نمبر (۱۰۵)	
اس بیان میں کہ مریض جب تک مرض سے نجات نہ پائے اسے کوئی غذا فائدہ نہیں دیتی۔	......
آدمی جب تک مرض قلبی میں مبتلا ہے کوئی عبادت اسے نفع نہیں دیتی، بلکہ مضر پڑتی ہے۔	۲۵۷
حدیث رُبَّ تالِ القرآن الخ	......
حدیث رب صائم لیس له، الخ	......
مرض قلبی غیر حق کے ساتھ گرفتاری کا نام ہے	......
ہر شخص جو کچھ چاہتا ہے اپنے لیے چاہتا ہے۔ الخ	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
مکتوب نمبر (۱۰۶)	
اس بیان میں کہ اس گروہ کی محبت خدا تعالیٰ کی اجل نعمتوں میں سے ہے۔	......
شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں	......
اس گروہ سے بغض رکھنا زہر قاتل ہے	۲۵۸
شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں: "الٰہی! تو جسے برباد کرنا چاہتا ہے اسے ہم سے اُلجھا دیتا ہے۔	......
مکتوب نمبر (۱۰۷)	
سوالات وجوابات میں۔	......
پہلا سوال: اس کا کیا سبب ہے کہ اولیاء متقدمین سے کرامات کا صدور کثرت سے ہوا بخلاف اس زمانہ کے بزرگوں کے؟	......
جواب: اگر اس سوال سے مقصود الخ	......
خوارق نہ تو ارکان ولایت میں سے ہیں الخ	......
خوارق کی کثرت فضیلت پر دلالت نہیں کرتی۔	......
ہوسکتا ہے کہ ولی اقرب سے کرامات کا صدور کم ہو۔	۲۵۹
وہ خوارق جن کا صدور اولیاء امت سے ہوالخ	
ظہور خوارق پر نظر کوتاہ نظر ہے۔	......
نبوت ولایت کے فیوض کے لائق الخ	......
اکثر متقدمین سے ساری عمر میں صرف پانچ چھ کرامات سے زیادہ کا صدور نہیں ہوا۔	......
خدا تعالیٰ نے حضرت کلیم کے بارے میں یوں خبر دی۔ لَقَدْ اٰتَیْنَا الخ	......
اولیاء اللہ سے چاہے متقدم ہو یا متاخر، ہر وقت ظہور خوارق ہوتا ہے۔	......
دوسرا سوال: کشف میں القاء شیطانی کا دخل ہوسکتا ہے یا نہیں الخ	......
دوسرے سوال کا تفصیلی جواب	۲۶۰
کوئی بھی القاء شیطانی سے محفوظ نہیں لیکن انبیاء کو اس القاء پر متنبہ کر دیا جاتا ہے۔ اولیاء کے لیے یہ لازم نہیں۔ ولی نبی کے خلاف جو کچھ پائے گا اسے رد کر دیا جائے گا۔	......
غلط کشف القاء شیطانی میں ہی منحصر نہیں الخ	......
علماء کا مختار مذہب یہ ہے کہ شیطان خیر البشر علیہ السلام کی صورت نہیں بن سکتا۔	......
تیسرا سوال: جب کرامات کا تصرف اور تاثیرات کا استدراج دیکھنے میں برابر معلوم ہوتے ہیں تو مبتدی الخ	......
اس سوال کا جواب پوری تفصیل سے	......
تخلق باخلاق اللہ کے معنی کا تفصیلی بیان الخ	۲۶۱
خوارق وکرامات زندہ کرنے اور مارنے میں منحصر نہیں ہیں۔	۲۶۲
علوم الہامیہ کی صحت کی علامت	......
حضرت خواجہ باقی باللہ کا قول "حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے علوم سب صحیح ہیں۔	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
ہر برائی کے ساتھ ایک خوبی بھی لگی ہوئی ہے۔	......
مکتوب نمبر (۱۰۸)	
اس بیان میں کہ نبوت ولایت سے افضل ہے۔	۲۶۳
مکتوب نمبر (۱۰۹)	
سلامتی قلب اور اس کے ماسوائے حق تعالیٰ کو بھلا دینے کے بیان میں۔	۲۶۴
اہل اللہ امراض قلبیہ کے اطباء میں	
هم قوم لا يشقىٰ جليسهم	......
هو جلساء الله	......
بهم يمطرون وبهم يرزقون	......
باطنی امراض میں سب سے بڑا مرض غیر حق تعالیٰ کے ساتھ دل کی گرفتاری ہے۔	......
غیر حق کی محبت کا غالب ہونا نہایت بے حیائی کی بات ہے۔	......
الحياء شعبة من الايمان سے مراد	......
دل کی غیر حق سے گرفتاری سے آزادی کی علامت الخ	......
مکتوب نمبر (۱۱۰)	
اس بیان میں کہ پیدائش انسانی سے مقصود وظائف بندگی کا ادا کرنا ہے۔ الخ	۲۶۵
الدنيا ملعونة و ملعون مافيها الا ذكر الله الخ	
مکتوب نمبر (۱۱۱)	
اس بیان میں کہ توحید دل کا غیر حق سے نجات پانے کا نام ہے۔ جب تک دل غیر حق کی گرفتاری میں مبتلا ہے اہل توحید میں سے نہیں ہے۔	......
ایک جاننا جو ایمان میں معتبر ہے دوسرے معنی میں ہے۔	......
تصدیق ایمانی اور تصدیق وجدانی میں فرق	......
مشائخ کی ایک جماعت نے جو اس بارے میں باتیں کہی ہیں دو حال سے خالی نہیں۔	......
مکتوب نمبر (۱۱۲)	
اس بیان میں کہ اصل کام یہ ہے کہ ہم اہل سنت کے عقائد سے آراستہ ہوں۔	۲۶۷
اگر اہل سنت کے اعتقادات نصیب نہ ہوں تو احوال وغیرہ سب استدراج ہیں۔	......
غلبۂ حال میں بعض مشائخ سے آرائے اہل سنت کے خلاف کچھ باتیں صادر ہوئی ہیں الخ	......
کشف والہام کی صورت کی علامت الخ	......
مکتوب نمبر (۱۱۳)	
مبتدی اور منتہی کے جذبہ میں فرق کے بیان میں	۲۶۸
ان اللہ خلق ادم علی صورتہ	......
حق کا شہود فنائے مطلق کے بغیر متصور نہیں ہوسکتا	......
دو شہودوں کے درمیان فرق	......
مکتوب نمبر (۱۱۴)	
سید المرسلین کی متابعت پر ابھارنے کے بیان میں	۲۶۹
فضیلت متابعت سنت سے وابستہ ہے	......
اہل ضلالت اور اہل ہدایت کی مثال	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
مکتوب نمبر (۱۱۵)	
اس بیان میں کہ یہ راستہ صرف سات قدم ہے دو عالم خلق میں اور پانچ عالم امر میں	۲۷۰
مکتوب نمبر (۱۱۶)	
اس بیان میں کہ دل کی سلامتی ماسوائے حق کو بھلانے پر موقوف ہے۔	۲۷۱
دولت مندوں کی صدر نشینی سے درویشوں کی جاروب کشی کئی مرتبہ بہتر ہے	......
ساری ہمت اس پر مرکوز کرنی چاہیے کہ یہ چند روزہ زندگی فقر و نامرادی میں گزرے۔	......
مکتوب نمبر (۱۱۷)	
اس بیان میں کہ ابتداء میں قلب جس کے تابع ہوتا ہے۔	۲۷۱
من لم یملک عینه فلیس القلب عنده	۲۷۲
انتہا پر پہنچ کر قلب جس کے تابع نہیں رہتا۔	......
مشائخ طریقت نے مبتدی اور متوسط کے لیے شیخ کامل کی صحبت سے جدا ہونے کو جائز نہیں رکھا۔	......
ناجنس کی صحبت سے اجتناب سخت ضروری ہے۔	......
مکتوب نمبر (۱۱۸)	
اس جماعت کے خسارہ کے بیان میں جو اہل اللہ پر اعتراض کرتے ہیں۔	......
خواجہ عبداللہ انصاری فرماتے ہیں الخ۔	......
مکتوب نمبر (۱۱۹)	
شیخ مقتدا کی صحبت کی ترغیب کے بیان میں الخ	۲۷۳
حدیث لن یؤمن احدکم حتّٰی یقال انه مجنون	......
اس گروہ کی جمعیت عام لوگوں کی جمعیت سے الگ ہے۔	......
مشائخ طریقت نے طریقہ تمام ہونے سے پہلے بھی بعض مریدوں کو تعلیم طریقت کی اجازت دی ہے۔	......
مکتوب نمبر (۱۲۰)	
اربابِ جمعیت کی صحبت کی ترغیب کے بیان میں الخ۔	۲۷۵
بیان فضیلت صحبت۔	......
مکتوب نمبر (۱۲۱)	
اس بیان میں کہ یہ راستہ سات قدم ہے۔	۲۷۶
مکتوب نمبر (۱۲۲)	
بلند ہمتی کی ترغیب اور جو کچھ ہاتھ میں آجائے اس کی طرف توجہ نہ کرنے کے بیان میں۔	......
واقعات پر چنداں اعتبار نہ کریں۔ تاویل کا میدان بڑا وسیع ہے۔	۲۷۷
خواب و خیال سے ہرگز مغرور نہ ہوں۔	......
وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ o	......
☆☆☆	

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُردو ترجمہ

مکتوبات امام ربّانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

جلد اوّل..........حصہ دوم ۲

مکتوب نمبر (۴۱)

شیخ درویش کے نام صادر فرمایا:

بلند مرتبہ سنت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی متابعت کی ترغیب کے بیان میں اور اس کے بیان میں کہ طریقت وحقیقت شریعت کو مکمل کرنے والی ہیں۔ نیز اس امر کے بیان میں کہ علوم شرعیہ اور صوفیہ کے اُن علوم کے درمیان جو مقام صدیقیت میں جو ولایت کا اعلیٰ ترین مرتبہ ہے فائض اور وارد ہوتے ہیں آپس میں بالکل مخالف نہیں ہیں۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ ظاہر و باطن کو بلند مرتبہ سنت مصطفویہ علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ سے بطفیلِ حضور نبی کریم اور آپ کی بزرگ اولاد علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات سے آراستہ اور مزین فرمائے۔ محمد رسول اللہ ﷺ رب العالمین کے محبوب ہیں۔ جو چیز پسندیدہ اور مرغوب ہے وہ مطلوب اور محبوب کے لیے ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے کلام مجید میں فرماتا ہے:۔

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ؕ یعنی (اے محمد ﷺ) تم خلق عظیم کے مالک ہو۔

نیز اللہ تعالیٰ اور تقدس میں فرماتا ہے:

اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ؕ اے نبی! آپ رسولوں میں سے ہیں اور سیدھے راستے پر قائم ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے:

اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ ؕ بیشک یہی میرا سیدھا راستہ ہے تو اسی کی پیروی کرو۔ اس کے علاوہ دوسرے مختلف راستے اختیار نہ کرو۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ملت کو صراط مستقیم فرمایا۔ آپ کی ملت کے سوا دوسرے تمام راستوں کو سُبُل (مختلف راستے) قرار دیا۔ اور ان کی اتباع اور پیروی سے منع فرمایا۔ اور خود حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اظہارِ شکر اور مخلوق کو بتانے اور ان کی ہدایت کے لیے فرمایا:

خَیْرُ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ بہترین سیرت محمد کی سیرت ہے (ﷺ)

حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ مجھے میرے رب نے ادب سکھایا اور بہت ہی اچھا سکھایا

اور یاد رکھو کہ باطن ظاہر کو تمام و کمال تک پہنچانے والا ہے۔ ظاہر و باطن آپس میں بال برابر بھی ایک دوسرے کے ساتھ مخالفت نہیں رکھتے۔ مثلاً زبان سے جھوٹ نہ بولنا شریعت ہے۔ اور دل سے جھوٹ کا خیال دور رکھنا طریقت اور حقیقت ہے۔ اگر دل سے یہ نفی تکلف اور مشقت سے ہے تو طریقت ہے۔ اور اگر بے تکلف میسر ہے تو حقیقت ہے۔ تو فی الحقیقت باطن جسے طریقت اور حقیقت سے تعبیر کرتے ہیں' ظاہر کو ہی جو شریعت ہے تمام و کمال تک پہنچانے والا ہے۔ تو طریقت و حقیقت کے راستوں پر چلنے والوں کو اگر دورانِ راہ ایسے امور پیش آئیں اور سامنے لائیں جائیں جو بظاہر شریعت کے مخالف ہوں تو وہ امور سُکرِ وقت اور غلبۂ حال پر مبنی ہیں۔ اگر اس مقام سے گزر کر آگے لے جائیں' اور صحو و ہوش میں آئیں تو مخالفت بالکلیہ زائل ہو جاتی ہے اور وہ مخالفِ شریعت علوم غبار کی طرح اُڑ جاتے ہیں۔

مثلاً' ایک جماعت سکر کے باعث احاطہ ذاتی کی قائل ہوتی ہے' اور ذات حق تعالیٰ و تقدس کو عالم کا محیط جانتی ہے۔ یہ حکم علماء اہل حق کی آراء کے خلاف ہے۔ علماء حق احاطہ علمی کے قائل ہیں فی الحقیقت علماء کی آراء صواب کے زیادہ قریب ہیں۔ جبکہ یہی صوفیہ اس امر کے قائل ہیں کہ ذاتِ حق تعالیٰ و تقدس پر کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اور کسی بھی علم کے ذریعہ وہ ذات معلوم نہیں ہو سکتی تو پھر اس کی ذات کے بارے میں یہ حکم لگانا کہ وہ ذات سے کائنات کا احاطہ اور اشیاء میں سرایت کیے ہوئے ہے' خود ان کے اپنے قول کے خلاف ہے۔ حق یہی ہے کہ اس کی ذات بے چون و بچگون ہے۔ اس ذات تک کسی بھی حکم کو راستہ نہیں مل سکتا۔ وہاں تو صرف حیرت و نادانی ہے۔ اور اس مقام میں صرف جہل ہی جہل اور سرگردانی کی حالت ہے۔ احاطہ ذاتی اور سرایت و حلول کا اس بلند و پاکیزہ ذات سے کیا تعلق۔

ہاں ان صوفیہ کی طرف سے جو احاطہ ذاتی وغیرہ کے قائل ہیں یہ عذر پیش کیا جا سکتا ہے کہ ذات سے ان کی مراد تعین اوّل ہے۔ اور جب وہ اسے متعین کرنے والی ذات (واجب تعالیٰ) سے زائد نہیں مانتے بلکہ تعین اوّل کو عین ذات کہتے ہین۔ اور وہ تعینِ اوّل جسے "وحدت" سے تعبیر کیا جاتا ہے تمام ممکناتِ میں سیرات کیے ہوئے ہے۔ تو اس لحاظ سے احاطہ ذاتی کا حکم درست ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

یہاں ایک باریک بات ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ و تقدس کی ذات علماء اہل حق کے نزدیک بے چون و بے چگون ہے۔ اس کے سوا جو کچھ ہے اس سے زائد ہے۔ وہ تعین اوّل بھی اگر ان کے ہاں ثابت تسلیم کیا جائے تو وہ بھی زائد ہی ہوگا۔ اور ذاتِ کے دائرہ بے چون سے بھی اس کو باہر ہی مانیں گے۔ لہٰذا اس احاطہ کو ذات کا احاطہ نہیں کہہ سکتے۔

پس علماء حق کی نظر ان صوفیہ کی نظر سے بلند ہے۔ اور جو چیز صوفیہ کے نزدیک ذاتِ حق ہے وہ ان علماء کے نزدیک ماسوی اللہ میں داخل ہے۔ قرب و معیت ذاتی بھی اسی قیاس پر ہے۔ اور معارف باطن کی شرع کے ظاہر علوم کے ساتھ اس حد تک کامل و مکمل موافقت کہ حقیر و معمولی درجہ کی مخالفت بھی باقی نہ رہے' مقام صدیقیت میں جا کر ہوتی ہے' جو مقامات ولایت کا بلند ترین مقام ہے۔ اور مقام صدیقیت سے اوپر مقام نبوت ہے۔ وہ علوم جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی کے ذریعہ حاصل ہوئے صدیق پر بطریقہ الہام منکشف ہوئے ہیں۔ ان دونوں علوم کے درمیان وحی اور الہام کے سوا کچھ فرق نہیں۔ تو پھر دونوں علموں میں مخالفت کی گنجائش کہاں ہو سکتی ہے۔ اور مقام صدیقیت سے نیچے جو مقام بھی ہے اس میں قدرے سکر موجود ہوتا ہے۔ ہوش اور صحو تام مقام صدیقیت میں ہے اور بس۔

ان دونوں علموں کے درمیان دوسرا فرق یہ ہے کہ وحی قطعی اور یقینی چیز ہے اور الہام ظنی۔ کیونکہ وحی فرشتہ کے واسطہ سے ہوتی ہے۔ اور ملائکہ معصوم ہیں۔ ان میں احتمال خطا نہیں ہو سکتا۔ اور الہام کا محل و مقام اگرچہ بلند ہے' اور وہ دل ہے۔ اور دل عالم امر سے ہے۔ لیکن اس کا تعلق عقل اور نفس سے بھی کچھ قدرے ہے۔ اور نفس اگرچہ مطمئنہ ہو چکا ہوتا ہے۔ لیکن ؎

ہر چند کہ مطمئنہ گردد　ہرگز صفاتِ خود نگرد

یعنی نفس اگرچہ مطمئنہ ہو جاتا ہے لیکن اپنی صفات سے ہرگز باز نہیں آتا۔

لہٰذا خطا اور غلطی کی اس مقام میں گنجائش اور مجال ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ مطمئنہ ہو جانے کے باوجود نفس کو اس کی صفات پر باقی رکھنے میں بہت سے فوائد و منافع ہیں۔ نفس اگر بالکل اپنی صفات کے ظہور سے روک دیا جائے تو اس کی ترقی کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ اس طرح روح فرشتے کے مانند ہو جاتی ہے اور اپنے مقام میں بند ہو کر رہ جاتی ہے۔ روح کی ترقی نفس کی مخالفت کے باعث ہے۔ اگر نفس میں مخالفت نہ رہے تو ترقی کیسے ہو۔

حضور سرور کائنات علیہ من التحیات اتمہا و التسلیمات اکملہا ایک دفعہ جہاد کفار سے واپس تشریف لائے تو فرمایا:

رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر.　ہم لوگ چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ کر آئے ہیں۔

Marfat.com

اس ارشاد مبارک میں آپ نے جہاد بالنفس کو جہاد اکبر فرمایا۔

مطمئنہ کی صفت اختیار کر لینے کے بعد اس کی مخالفت یہ ہوتی ہے کہ وہ ترک عزیمت اور ترک اولیٰ کا مرتکب ہونا چاہتا ہے۔ بلکہ مقام میں ترک اولیٰ کا ارادہ بھی مخالفت میں شمار ہوتا ہے۔ لیکن حتیٰ الامکان ترک اولیٰ کا وجود اس سے متصور نہیں ہوتا۔ اور صرف ترک اولیٰ کے ارادے پر اس قدر ندامت و پشیمانی اور بارگاہ قدس خداوندی میں التجاء وزاری ظہور میں آتی ہے کہ ایک سال کا کام ایک ساعت میں میسر آ جاتا ہے۔

ہم پھر اصل بات کی طرف آتے ہیں .... یہ طے شدہ بات ہے کہ ہر وہ چیز جس میں محبوب کے اخلاق و عادات پائے جاتے ہوں، محبوب کے ساتھ وابستگی اور اس کے تابع ہونے کی وجہ سے محبوب اور پیاری ہو جاتی ہے۔ اس بیان کی طرف اشارہ اس آیہ کریمہ میں ہے:

فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ	تم لوگ میری پیروی اختیار کرو' اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔

لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت اور پیروی میں کوشش کرنا بندے کو مقام محبوبیت تک لے جاتا ہے' تو ہر عقلمند اور دانش مند پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع میں ظاہراً اور باطناً پوری سعی اور کوشش کرے۔

بات لمبی ہوگئی۔ مجھے معذور سمجھیں۔ کلام کا جمال چونکہ جمیل مطلق (رب تعالیٰ) کی طرف سے ہے۔ اس لیے سلسلۂ گفتگو جس قدر دراز ہو خوب اور زیبا ہی ہے۔

لَوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادَ الْکَلِمَاتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمَاتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ط	اگر میرے پروردگار کی باتیں لکھنے کے لیے سمندر سیاہی بن جائے تو سمندر ختم ہو جائے گا اس سے پہلے کہ میرے رب کی باتیں ختم ہوں۔ اگرچہ ہم لے آئیں اس سمندر کی مانند اور سمندر بھی مدد کے طور پر

اب دوسری طرف بات لے جانی چاہیے:

اس دعائیہ رقعہ کے حامل مولانا محمد حافظ اہل علم ہیں اور کثیر العیال ہیں۔ اسباب معیشت کی قلت کی بنا پر فوج کی (ملازمت کی) طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اگر سرکار نصرت آثار سیادت و نقابت دستگاہ شیخ جیو سے کچھ وظیفہ یا امداد مولانا موصوف کے لیے حاصل اور جاری کرا دیں تو یہ آپ کا عین کرم ہوگا آپ کی زیادہ دردسری ختم کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر (۴۲)

شیخ درویش کی طرف صادر فرمایا:

اس امر کے بیان میں کہ حقیقت جامعہ قلبیہ سے غیر حق سبحانہ' کی محبت دو اور پاک کرنے کا بہترین

Marfat.com

آلہ متابعت سنت ہے۔ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔

حق تعالیٰ وسُبحانہ تمہیں سلامت اور باقی رکھے۔

آدمی جب تک پراگندہ تعلقات کی میل کچیل سے ملوث ہے مطلوب سے محروم اور دور ہے۔ حقیقت جامع (قلب) کے آئینے کو اس ذات عزوجل کے غیر کی محبت کے زنگ سے صاف کرنا ضروری ہے۔ اور اس زنگ کو دور کرنے کا بہترین آلہ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی روشن سنت کی متابعت ہے۔ کیونکہ اس میل کو دور کرنے کا دارومدار عاداتِ نفسانی کے اُٹھنے اور رسوم ظلمانی کے دفع ہونے پر ہے۔

فَطُوبیٰ لِمَنْ شُرِّفَ بِهٰذِهِ النِّعْمَةِ الْعُظْمیٰ — تو کتنا ہی خوشحال ہے وہ شخص جو اس نعمتِ عظیم سے مشرف ہوگیا۔

وَوَيْلٌ لِّمَنْ حُرِمَ مِنْ هٰذِهِ الدَّوْلَةِ الْقُصْوىٰ — اور افسوس اس شخص پر جو اس بلند درجہ سے محروم رہا۔

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ جناب اخوی اعزی میاں مظفر ولد شیخ گھورن مرحوم اشراف اور بزرگ زادہ لوگوں میں سے ہے۔ جماعت (عیال) کثیر اس سے وابستہ ہے۔ رحم وشفقت کا مستحق ہے۔ آپ کی زیادہ دردسری کیا کرے۔ والسّلام علیکم و علیٰ من اتبع الھدیٰ.

مکتوب نمبر (۴۳)

سیادت پناہ خوبیوں کے مالک شیخ فرید بخاری کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ توحید دو قسم ہے۔ شہودی اور وجودی۔ اور جو ضروری ہے وہ توحید شہودی ہے کیونکہ اس سے متعلق ہے۔ نیز توحید شہودی عقل وشرع کے خلاف نہیں بخلاف توحید وجودی کے۔ اور مشائخ کے وہ اقوال جو توحید کے بارہ میں ہیں انہیں توحید شہودی پر محمول کرنا چاہیے تاکہ مخالفت کی گنجائش نہ رہے۔ اور توحید شہودی مرتبہ عین الیقین تک پہنچاتے ہیں تو انسان اس طرح کے حالات سے ایک طرف ہوجاتا ہے۔ اور اس کے مناسب سوالات و جوابات اور واضح کرنے والی تمثیلات کے بیان میں۔

سلّمکم اللّٰہ تعالیٰ و سبحانہ و عصمکم عما یصمکم و صانکم عما شانکم (اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمہیں سلامت اور داغدار کرنے والی چیزوں سے محفوظ رکھے اور تمہیں عیب کی باتوں سے بچائے۔)

وہ توحید جو اس بلند گروہ صوفیہ کو راہ سلوک وفقر میں میسر آتی ہے دو قسم ہے:

توحید شہودی اور توحید وجودی۔

توحید شہودی ایک ذات کو دیکھنا ہے یعنی سالک کا مشہود صرف ایک ہی ذات ہو۔ اور توحید وجودی ایک

Marfat.com

ذات کو موجود جاننا ہے۔ اور اس کے غیر کو معدوم خیال کرنا۔ اور معدوم خیال کرنے کے باوجود کائنات کے آئینوں اور مظاہر کو ایک جاننا۔ پس توحید وجودی علم الیقین کے قبیلہ سے ہے اور توحید شہودی عین الیقین کی قسم سے۔ اور عین الیقین کی (دولت) بھی اس کے بغیر میسر نہیں آتی۔ کیونکہ ایک ذات کے غلبے کے باعث صرف اسے ہی دیکھنا اس کے ماسوا کو نہ دیکھنے کو مستلزم ہے۔ بخلاف توحید وجودی کے کہ وہ اس طرح نہیں یعنی ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ علم الیقین توحید وجودی کی معرفت کے بغیر بھی حاصل ہے۔ کیونکہ علم الیقین اس ذات کے ماسوا کی نفی کو مستلزم نہیں۔ نہایت درجہ یہ ہے کہ اس کے ماسوائے علم کی نفی کو مستلزم ہے۔ جبکہ اس ایک کے علم کا غلبہ اور زور ہو۔

مثلاً ایک شخص کو وجود آفتاب کا یقین ہو۔ اس یقین کا غلبہ اس امر کو مستلزم نہیں کہ ستاروں کو اس وقت منفی اور معدوم جانے۔ لیکن جب آفتاب کو دیکھا تو ستاروں کو نہیں دیکھے گا۔ اور اس کے مشاہدہ میں صرف ایک آفتاب ہی ہوگا۔ لیکن اس وقت کہ ستاروں کو نہیں دیکھ رہا' یہ ضروری جانتا ہے کہ ستارے معدوم نہیں ہیں۔ بلکہ یہ جانتا ہے کہ موجود تو ہیں مگر پوشیدہ ہیں اور نور آفتاب کے پرتو کے آگے مغلوب ہیں۔ یہ شخص اس جماعت کے ساتھ جو اس وقت ستاروں کے وجود کی نفی کر رہی ہے' مقام انکار میں ہے اور جانتا ہے کہ ستاروں کے وجود کی نفی کرنا غیر واقعی بات ہے۔ تو توحید وجود جو ایک ذاتِ تعالیٰ و تقدس کے ماسوا کی نفی پر مبنی ہے عقل و شرع کے خلاف ہے۔ بخلاف توحید شہودی کے کہ ایک ذات دیکھنے میں کچھ مخالفت نہیں۔ مثال کے طور پر طلوع آفتاب کے وقت ستاروں کے وجود کی نفی کرنا اور معدوم جاننا خلاف واقع ہے۔ لیکن ستاروں کو اس وقت نہ دیکھنے میں کچھ مخالفت نہیں۔ بلکہ ستاروں کو نہ دیکھنا نور آفتاب کے ظہور کے غلبہ کے راستہ سے دیکھنے والے کے ضعف بصارت کی بنا پر ہے۔ اگر دیکھنے والے کی آنکھ اسی آفتاب کے نور سے سرگیں ہو جائے' اور اپنے اندر قوت و استعداد پیدا کرے تو عین اسی وقت ستاروں کو بھی آفتاب سے جدا دیکھے گی۔ اور یہ دید حق الیقین کے مرتبہ پر ہے۔

پس بعض مشائخ کے اقوال جو بظاہر شریعت حقہ کے مخالف معلوم ہوتے ہیں اور بعض لوگ انہیں توحید وجودی پر محمول کرتے ہیں۔ جیسے ابن منصور الحلاج کا قول انا الحق اور ابو یزید البسطامی کا سبحانی کہنا اور اس طرح کے اور اقوال۔ اولیٰ اور انسب یہ ہے کہ انہیں توحید شہودی پر محمول کیا جائے اور عقل و شرع کے ساتھ مخالفت کو دور کیا جائے۔ چونکہ غلبۂ حال میں ماسوائے حق سبحانہٗ کے ہر شے ان کی نظر سے پوشیدہ تھی تو ایسے الفاظ ان سے صادر ہو گئے۔ اور انہوں نے حق سبحانہٗ کے سوا اور کسی شے کو ثابت و موجود نہ مانا۔ انا الحق کا معنی ہے ''حق ہے میں نہیں ہوں۔'' جبکہ وہ اپنے آپ میں بھی نہیں دیکھتے تو اپنے آپ کو ثابت نہیں کرتے۔ یہ مطلب نہیں کہ یہ بزرگ اپنے آپ کو دیکھتا ہے اور خود اپنے کو حق کہتا ہے۔ یہ مفہوم تو صریح کفر ہے۔

یہاں کوئی یہ سوال نہ کرے۔ غیر حق کا اثبات نہ کرنا نفی کی طرف ہی لے جاتا ہے۔ اور وہ بعینہٖ توحید وجودی ہے۔ کیونکہ ہم کہیں گے کہ ثابت نہ کرنے سے نفی لازم نہیں آتی۔ بلکہ اس مقام میں حیرت ہی حیرت ہے۔

Marfat.com

تمام احکام وہاں ساقط ہو چکے ہیں۔اور لفظ سُبحانی میں بھی حق تعالیٰ کی تنزیہ ہے نہ کہ اپنی تنزیہ۔کیونکہ وہ تو مکمل طور پر اس کی نظر سے اُٹھ چکی ہے۔کوئی حکم اس سے متعلق نہیں ہوسکتا۔اور اس قسم کی باتیں عین الیقین کے مقام میں جو مقام حیرت ہے بعض کو رونما ہوتی ہیں۔اور جب ان حضرات کو اس مقام سے آگے گزار دیتے ہیں اور حق الیقین تک پہنچا دیتے ہیں تو پھر ایسے کلمات اجتناب کرتے ہیں اور حد اعتدال سے تجاوز نہیں کرتے۔

ہمارے زمانہ میں اس گروہ کے بہت سے لوگ جو صوفیاء کے لباس میں اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں توحید وجودی کو عام کرنے میں مصروف ہیں اور اس عام کرنے کو ہی کمال تصور کرتے ہیں۔اور عین الیقین کے بجائے علم میں ہی رُکے ہوئے ہیں۔اور مشائخ کے ان اقوال مذکورہ کو اپنے خیالی معانی پر چسپاں کر رہے ہیں اور اپنے آپ کو مقتداء زمانہ بنائے بیٹھے ہیں' اور اپنے بے رونق بازار کو ان کو تخیلات کے ذریعہ سے چمکا رہے ہیں۔

اور اگر بالفرض مذکورہ بعض مشائخ کی عبارتوں میں ایسے الفاظ بھی ہوں جو توحید وجودی پر صراحتاً دلالت کرتے ہوں تو ان الفاظ کو ابتدائی زمانہ اور علم الیقین کے مقام پر محمول کرنا چاہیے۔اور یہ تصور کرنا چاہیے کہ یہ کلمات ان سے اُس وقت صادر ہوتے ہیں۔آخر کار ان کو اس مقام سے آگے گزار لیا گیا اور علم سے عین تک پہنچا دیے گئے ہیں۔

یہاں کوئی شخص یہ سوال نہ کرے کہ توحید وجودی والے بھی جس طرح ایک جانتے ہیں ایک ہی دیکھتے بھی ہیں۔لہٰذا وہ بھی عین الیقین سے کچھ حصہ رکھتے ہیں۔کیونکہ ہم جواب میں کہیں گے کہ اس توحید والوں نے توحید شہودی کی مثالی صورت کو دیکھا۔اس توحید شہودی سے متصف نہیں ہوئے۔توحید شہودی کو اپنی اس صورت مثالی کے ساتھ فی الحقیقت کچھ مناسبت نہیں۔کیونکہ توحید شہودی کے حصول کے وقت صرف حیرت ہی موجود ہوتی ہے۔اس مقام میں کسی قسم کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔اور توحید وجودی والا توحید شہودی کی صورت مثالی کے مشاہدے کے باوجود دارِ ارباب عالم میں سے ہے۔کیونکہ وہ ماسوا کے وجود کی نفی کر رہا ہے۔اور نفی جنس احکام میں سے ایک حکم ہے۔حیرت اور علم ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔پس اس تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ توحید وجودی والا عین الیقین کے مقام سے کچھ حصہ نہیں رکھتا۔ہاں توحید شہودی والے کو مقام حیرت کے بعد اگر ترقی واقع ہو تو مقام معرفت میں جو حق الیقین کا مقام ہے پہنچا دیتے ہیں اور اس جگہ علم اور حیرت دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔اور وہ علم جو حیرت کے بغیر ہے اور حیرت سے پہلے ہے علم الیقین ہے۔

یہ جواب ایک مثال سے واضح ہو جاتا ہے۔مثلاً ایک شخص خواب میں اس مناسب کے واسطے سے جو وہ بادشاہت سے رکھتا ہے۔اپنے آپ کو بادشاہ دیکھا۔اور بادشاہت کے لوازمات اپنے اندر دیکھے۔اور یہ بات معلوم ہے کہ وہ شخص بادشاہ نہیں بن گیا ہے بلکہ بادشاہت کی مثالی صورت کو اپنے اندر دیکھا ہے۔اور فی الحقیقت بادشاہت کو اس مثالی صورت کے ساتھ کچھ مناسب نہیں ہاں' یہ شہود اگرچہ مثالی صورت میں ہے لیکن اس شخص کے

Marfat.com

اس صورت کی حقیقت کے ساتھ متصف ہونے کی استعداد کی خبر ضرور دیتا ہے۔ اگر مشقت کرے اور عنایت خداوندی جل سلطانہ اس کے شامل ہو جائے تو وہ بادشاہت کے مقام تک پہنچ سکتا ہے۔ قوت سے فعل تک بڑا فرق ہے۔ بہت سے لوہے شیشہ بننے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ لیکن جب تک آئینہ بن نہیں جاتے بادشاہوں کے ہاتھ میں نہیں پہنچ سکتے اور ان کے جمال سے بہرہ ور نہیں ہوتے۔

میں کس طرف چلا گیا۔ مگر ان دقیق علوم کی تحریر کا باعث اور سبب یہ ہے کہ اس وقت کے بہت سے لوگ بعض تقلیداً، بعض علم کے باعث اور بعض علم اور کچھ قدرے ذوق کی بنا پر اور بعض الحاد اور زندقہ کے باعث ان توحید وجودی کے دامن سے چمٹے ہوئے ہیں اور سب کو حق کی طرف سے جانتے ہیں بلکہ حق جانتے ہیں۔ اور اپنی گردنوں کو تکلیف شرعی کی رسی سے اس بہانے کے ساتھ باہر نکال رہے ہیں اور احکام شرعیہ میں سستیوں کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اور اس حالت پر خوش وقت اور مسرور ہیں اور شرعی احکام کی بجا آوری کا اگر اعتراف بھی کرتے ہیں تو اسے طفیلی جانتے ہیں۔ مقصود اصلی شریعت کے علاوہ کسی اور شے کو خیال کرتے ہیں۔

حَاشَا وَكَلَّا ثُمَّ حَاشَا وَكَلَّا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ سُبْحَانَهٗ مِنْ هٰذَا الْاِعْتِقَادِ السُّوْءِ۔ خدا کی پناہ پھر خدا کی پناہ' ہم اللہ سبحانہٗ کے پاس پناہ لیتے ہیں اس برے اعتقاد سے۔

طریقت اور شریعت ایک دوسرے کا عین ہیں' ان کے درمیان بال برابر بھی مخالفت نہیں۔ فرق صرف اجمال و تفصیل اور استدلال اور کشف کا ہے۔ جو چیز بھی شریعت کے خلاف ہے مردود ہے۔

کل حقیقۃ ردتہ الشریعۃ فھو زندقۃ ہر حقیقت جسے شریعت رد کر دے مردود اور باطل ہے۔

شریعت کو قائم رکھتے ہوئے حقیقت کو طلب کرنا مردوں کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ ہمیں اور تمہیں سید البشر علیہ وآلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات کی ظاہر و باطن میں متابعت پر استقامت نصیب فرمائے۔

معرفت پناہ قبلہ گاہ ہمارے خواجہ (حضرت باقی باللہ صاحب) قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کچھ عرصہ تک توحید وجودی کا مشرب ہی رکھتے تھے۔ اور اپنے رسائل و مکتوبات میں خود اس کا اظہار فرماتے تھے۔ لیکن آخر کار اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے انہیں اس مقام سے ترقی عطا فرمائی۔ اور اس توحید وجودی کی معرفت کی تنگی سے کھلی شاہراہ پر ڈال دیا۔

میاں عبدالحق نے جو حضرت خواجہ کے مخلصین میں سے ہیں نقل کیا ہے کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے اپنی مرض موت سے ایک ہفتہ پہلے فرمایا کہ مجھے عین الیقین کے ساتھ معلوم ہو گیا ہے کہ توحید وجودی تنگ کوچہ ہے۔ شاہراہ دوسری ہے۔ اس سے پہلے میں بھی یہی جانتا تھا۔ لیکن اب ایک اور یقین حاصل ہو گیا ہے۔ اور یہ حقیر بھی کچھ عرصہ تک حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں یہی توحید وجودی کا مشرب رکھتا تھا۔ اور اس توحید کی

Marfat.com

تائید میں بہت سے کشفی مقدمات ظاہر ہوتے تھے۔لیکن خداوند تعالیٰ جل سلطانہٗ کی عنایت و مہربانی نے اس مقام سے گزار کر جس مقام سے چاہا مشرف کر دیا۔اس سے زیادہ گفتگو طوالت کا موجب ہے۔

میاں شیخ زکریا اپنے ضلع سے بار بار لکھتے ہیں اور آپ کے بلند آستانہ سے نسبت نیازمندی کا اظہار کرتے ہیں۔اور تحصیلداروں کے عہدہ سے خائف اور ہراساں ہیں۔عالم اسباب میں آپ سے ہی التجاء اور وابستگی رکھتے ہیں۔آپ کی توجہ عالی کے سوا بظاہر کوئی جائے پناہ نہیں رکھتے۔وہ امیدوار ہیں کہ جس طرح آپ نے ان کو نوازا' آخر تک ان کی دستگیری فرماتے رہیں گے اور حوادثِ زمانہ کے بھیڑیوں سے محفوظ رکھیں گے۔کمال ادب کے باعث آپ کی خدمت عرض کرنے کی جرأت نہیں کرتے۔اس لیے سفارش کے لیے فقیر کی طرف رجوع کیا ہے اور اپنے حالات کا اظہار کرنا چاہا ہے۔امید ہے کہ ان کی درخواست شرف قبولیت سے ہمکنار ہوگی۔

مکتوب نمبر (۴۴)

یہ مکتوب بھی سیادت و بزرگی کے مالک شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا۔

حضور نبی کریم خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح وثنا اور اس امر کے بیان میں کہ آپ کی شریعت کو ماننے والے اور اس کی تصدیق کرنے والے سب امتوں سے بہتر امت ہیں اور آپ کی شریعت کی تکذیب کرنے والے بدترین بنی آدم ہیں۔اور آپ ﷺ کی روشن سنت کی پیروی کی ترغیب کے بیان میں۔

آپ کا عالی مرتبہ گرامی نامہ عزیز ترین اوقات میں تشریف لایا۔بندہ اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ اللہ سبحانہٗ کی حمد وثنا اور اس کا احسان ہے کہ آپ کو فقیر محمدی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی میراث ہاتھ آچکی ہے۔فقراء سے محبت اور ان کے ساتھ تعلق اور ارتباط اسی کا نتیجہ ہے۔نہیں جانتا کہ یہ قصوروار بے سروسامان اس کے جواب میں کیا لکھے۔مگر یہ کہ احادیث وکتب سیر میں چند نقل شدہ عربی فقرے جو آپ کے جد بزرگوار اور خیر العرب ہیں کہ فضائل ومناقب میں لکھے۔ علیہ و علیٰ الہ من الصلوات اتمها و من التحیات اکملها. اور اس سعادت نامے کو اپنی نجات اُخروی کا وسیلہ بنائے۔یہ مقصد نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کی مدح وثنا کرے۔بلکہ اپنے کلام کو آپ کے ذکرِ شریف سے مزین وآراستہ کرے۔

ما ان مدحت محمدا بمقالتی

لکن مدحت مقالتی بمحمد

میں اپنے کلام سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح وثنا نہیں کرتا۔بلکہ اپنے کلام کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر سے آراستہ کرتا ہوں۔

Marfat.com

تو میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے حفاظت و توفیق کا طالب ہوں کہ بیشک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں، تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں۔ قیامت کے روز سب سے زیادہ پیروکار آپ ہی کے ہوں گے۔ آپ بارگاہِ ایزدی میں سب پہلوں اور پچھلوں سے اکرم و بزرگ ہیں۔ آپ ہی سب سے پہلے قبر سے باہر تشریف لائیں گے، آپ ہی سب سے پہلے شفاعت کریں گے اور آپ ہی کی شفاعت سب سے پہلے مقبول ہوگی، اور آپ ہی سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے لیے دروازہ بہشت کھول دے گا۔ قیامت کے روز لواء حمد آپ ہی اُٹھائے ہوں گے۔ حضرت آدم اور ان کے سوا سب اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ آپ ہی وہ ذات ہیں کہ خود آپ نے فرمایا ہم دنیا میں آمد کے لحاظ سے سب سے پیچھے ہیں مگر قیامت کے روز سب سے آگے اور پہلے ہوں گے۔ اور آپ نے فرمایا میں بغیر فخر کے کہتا ہوں کہ میں ہی اللہ کا حبیب ہوں، اور میں ہی تمام انبیاء کا پیشوا ہوں اور میں ہی سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والا ہوں، اور محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے ان بہتر مخلوق میں رکھا۔ پھر اللہ نے انسانوں کے دو گروہ کیے تو مجھ بہتر گروہ میں کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مختلف قبائل میں تقسیم کیا تو مجھے ان میں سے بہتر قبیلے میں کیا۔ پھر تعالیٰ نے لوگوں کو مختلف گھروں میں تقسیم کیا تو مجھے سب سے بہتر گھر میں پیدا کیا۔ تو میں ذات میں سب سے بہتر ہوں اور گھر کے لحاظ سے سب سے بہتر ہوں۔ اور محشر میں جب لوگ اُٹھیں گے تو میں سب سے پہلے اٹھوں گا۔ اور جب لوگ بارگاہِ خداوندی کی طرف چلیں گے تو میں ان کا قائد ہوں گا۔ اور جب لوگ خاموش ہوں گے تو میں ان کو خطبہ دوں گا۔ اور جب وہ روک لیے جائیں گے تو میں ان کی شفاعت طلب کروں گا۔ اور جب وہ مایوس ہوں گے تو میں ان کو بشارت دوں گا۔ بزرگی اور ہر چیز کی چابیاں اس روز میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام اولادِ آدم سے اکرم واشرف ہوں۔ میرے اردگرد میری خدمت اور خاطر داری کے لیے ایک ہزار خادم گھومتا ہوگا جو حسن و جمال میں پوشیدہ رکھے ہوئے انڈوں کی طرح ہوگا۔ اور جب قیامت کا دن ہوگا تو میں امام الانبیاء اور ان کا خطیب ہوں گا۔ اور میں ان کا صاحب شفاعت ہوں گا اور کوئی فخر نہیں۔

اگر حضور نے دنیا میں جلوہ فرمانہ ہونا ہوتا تو اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا نہ کرتا اور نہ اپنی ربوبیت ظاہر کرتا۔ اور آپ اس وقت نبی تھے جب حضرت آدم ابھی پانی اور مٹی میں تھے۔

نماند بعصیاں کسے درگرو — کہ دارد و چنیں سید پیشرو

کوئی شخص بھی گناہوں کی وجہ سے گرو نہیں رہے گا جبکہ وہ آپ جیسا سردار پیشوار کھتا ہے۔

پس یہ بات ضروری ہے کہ ایسے پیغمبر سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کرنے والے خیر الامم ہوں۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ — تم بہترین امت ہو جو ظاہر کیے گئے ہو۔

ان کا نقدِ وقت ہے۔ اور آپ کے مکذب بدترین بنی آدم ہوں۔

Marfat.com

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا دیہاتی لوگ کفر ونفاق میں بہت سخت ہیں۔
ان کے حال کا نشان ہے۔دیکھیے کس صاحب قسمت کو آپ کی روشن سنت کی پیروی سے نوازتے ہیں اور آپ کی پسندیدہ شریعت کی متابعت سے سرفراز کرتے ہیں۔آج تھوڑے سے عمل کو جو آپ کے دین کو حق جاننے کی تصدیق سے ملا ہوا ہے عمل کثیر کے مقابلے میں قبول کرتے ہیں۔اصحاب کہف نے جو اس قدر درجات پائے صرف ایک نیکی کے واسطہ سے پالیے۔اور وہ ہجرت کی نیکی تھی جو انہوں نے نور ایمانی کے ساتھ غلبہ کفار کے وقت اختیار کی۔مثلاً سپاہی دشمنوں اور مخالفوں کے غلبہ کے وقت اگر تھوڑا سا تردد بھی کریں تو ان کا وہ قدر اور وہ لحاظ ہوتا ہے جو امن کی حالت میں اس سے کئی گنا زیادہ پر بھی نہیں ہوتا۔

نیز چونکہ سرور دو عالم محبوب رب العالمین ہیں' تو آپ کی متابعت کرنے والے بھی آپ کی متابعت کے واسطہ سے مرتبہ محبوبیت تک پہنچ جاتے ہیں۔کیونکہ محب جس میں بھی اپنے محبوب کے شمائل اور عادات واخلاق پاتا ہے انہیں بھی اپنا محبوب بنالیتا ہے۔اس سے مخالفین کی برائی کا قیاس بھی کر لینا چاہیے۔

محمد عربی کا بروے ہر دو سرا ست کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

محمد عربی (ﷺ) جو دونوں جہاں کی آبرو ہیں جو شخص آپ کے دروازے کی خاک نہیں بنتا اس کے سر پر خاک پڑے۔

اگر ظاہری ہجرت میسر نہ آئے تو ہجرت باطنی ہی کی کامل طور پر رعایت کرنی چاہیے۔ظاہراً لوگوں کے ساتھ رہتے ہوئے باطناً ان سے الگ رہنا چاہیے۔شاید اس کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی صورت نکال دے۔

نوروز کا موسم آچکا ہے اور معلوم ہے کہ یہ ایام وہاں کے رہنے والوں کے معاملے کو پراگندگی اور تفرقے میں ڈال دیتے ہیں۔ہنگامے کے ان ایام کے گزر جانے کے بعد اگر ارادۂ خداوندی جل سلطانہٗ نے مدد فرمائی تو اس امر کا امیدوار ہے کہ ملاقات گرامی کے شرف سے مشرف ہوگا۔

گفتگو کو زیادہ دراز کرنا موجب پریشانی ہے۔اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ آپ کو آپ کے آباء کرام کے راستے پر ثابت رکھے۔والسلام علیکم وعلیہم الیٰ یوم القیام۔

مکتوب نمبر (۴۵)

یہ مکتوب بھی سیادت وبزرگی والے شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا:۔

یہ مکتوب آپ نے اپنے پیر دستگیر قدس سرہٗ کے اس عالم فانی سے رحلت فرمانے کے بعد لکھا۔

چونکہ خانقاہ کے فقراء کی ظاہری تقویت جناب سیادت پناہ کی طرف منسوب تھی اس لیے اس مکتوب میں اظہار شکر کیا ہے۔اور انسان کی جامعیت جس طرح اس کے کمال کا سبب ہے اسی طرح اس

Marfat.com

کے نقصان کا بھی سبب ہے اس کا تذکرہ بھی اس خطہ میں کیا ہے۔ اور ماہ رمضان شریف کے فضائل اور دیگر مناسب امور بیان کیے ہیں۔

اللہ سبحانہٗ آپ کو آپ کے آباء کرام کے طریقہ پر ثابت و قائم رکھے۔ اور زندگی کے مہینوں اور ایام میں آپ کو صدمات اور غم کے اسباب سے سالم اور محفوظ رکھے۔

خدائے عزوجل کے دوست مطابق حدیث المرء مع من احبّ (مرد اس کے ساتھ ہوتا ہے جس کے ساتھ اسے محبت ہو) خدائے تعالیٰ و تقدس کے ساتھ ہیں۔ بدن کا ساتھ ہونا اس معیت و اتصال میں قدرے مانع ہے۔ اس مادی صورت اور تاریکی سے لبریز شکل سے مفارقت اور جدائی کے بعد سب قرب ہی قرب اور اتصال ہی اتصال ہے۔

الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب.	موت ایک پل ہے جو دوست کے دوست سے ملا دیتا ہے

اس عبارت میں اسی معنی کا بیان ہے۔ اور آیۃ کریمہ:

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ	جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا ارادہ رکھتا ہے تو جان لے کہ اللہ کا وعدہ آنے والا ہے۔

میں مشتاق لوگوں کے لیے تسلی بھی ہے اور بیان سابق کی طرف اشارہ بھی فرماتی ہے لیکن ہم پیچھے رہ جانے والوں کا حال بزرگوں کی حاضری کی دولت کے بغیر خراب و ابتر ہے۔

اکابر قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی روحانیات سے فیض و برکت حاصل کرنا بہت سے شرائط کے ساتھ مشروط ہے، جن کے پورا کرنے کی ہر کسی کی مجال اور ہمت نہیں۔ لیکن صاحب انعام رب تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ اس ہولناک حادثے (پیر و مرشد کی رحلت) اور وحشتناک واقع کے باوجود ان بے سروپا فقراء کا مربی اور مددگار دین و دنیا کے سردار علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کے اہل بیت میں سے ہی بن گیا ہے۔ جو اس بلند سلسلے کے انتظام کا سبب اور نسبت نقشبندیہ کی جمعیت کا واسطہ اور ذریعہ ہو چکا ہے۔ اس کی وجہ سے یہ ہے کہ چونکہ ان بلاد میں یہ نسبت بہت ہی نادر و غریب ہے۔ اور اس نسبت والے ان ممالک میں بہت ہی کم ہیں۔ کیونکہ یہ اہل بیت کی نسبت ہے تو اس کا مربی اور اس کو تقویت دینے والا بھی اہل بیت سے ہی ہونا چاہیے۔ تاکہ اس دولت عظمیٰ کی تکمیل کسی اور کے ذمے نہ پڑے۔ تو جس طرح نسبت نقشبندیہ کی نعمت قصویٰ کا شکر فقراء پر لازم ہے۔ اس دولت کا شکر بھی ان پر ضروری ہے۔ انسان جس طرح جمعیت باطن کا محتاج ہے اسی طرح ظاہری جمعیت کا بھی محتاج ہے۔ بلکہ یہ محتاجی مقدم ہے۔ بلکہ انسان تمام مخلوق سے زیادہ محتاج ہے۔ اور اس کی یہ شدید محتاجی اس کی جامعیت کی بنا پر ہے۔ جو ضروریات ساری مخلوقات کو فرداً فرداً درکار ہیں تنہا انسان کو درکار ہیں۔ اور انسان جس

Marfat.com

جس شے کا محتاج ہے۔اس کے ساتھ اس کا تعلق بھی ضروری ہے۔اس لحاظ سے اس کے تعلقات سب سے زیادہ ہیں۔اور یہ تعلق جناب قدس خداوندی جل سلطانہ سے روگردانی کا سبب ہے۔اس بنا پر تمام مخلوقات سے محروم ترین شے انسان ہی ہے۔

پایہ آخر آدم است و آدمی! گشت محروم از مقامِ محرمی
گر نہ گردد بار مسکیں زیں سفر نیست ازوے ہیچکس محروم تر

آخری مرتبہ انسان ہی کا ہے۔لیکن آدمی حق تعالیٰ کے محرم راز ہونے کے مقام سے سے محروم ہو چکا ہے۔یہ مسکیں اگر سفر سے واپس نہ لوٹا اور محرم ہونے کے مقام کو نہ پایا تو پھر اس سے زیادہ کوئی محروم اور بدقسمت نہیں۔

حالانہ تمام مخلوقات سے افضل ہونے کی علت بھی انسان کی یہی وصف جامعیت ہے۔اسی بنا پر اس کا آئینہ سب سے زیادہ مکمل ہے۔اور جو کچھ کائنات کے شیشوں میں فرداً فرداً ظاہر ہے وہ سب کچھ صرف اکیلے انسان کے آئینہ میں ظاہر ہے۔تو اس لحاظ سے بہترین خلائق بھی انسان ہی ہے اور گزشتہ اعتبار سے بدترین مخلوق بھی انسان ہی ہے۔اس لیے کہ نوع انسان سے حضرت محمد مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات بھی ہیں اور ابو جہل علیہ اللعنۃ بھی۔اور اس بات میں کچھ شک نہیں کہ توفیق خداوندی عزوجل سے ان فقراء کی جمعیت ظاہری کے کفیل آپ ہی ہیں۔اور الولد سرّ لابیہ (بیٹا) اپنے باپ کا راز ہوتا ہے۔) کے مطابق باطنی جمعیت کے کفیل ہونے کی مکمل امیدواری بھی آپ سے ہی ہے۔

اور چونکہ آپ کا صحیفہ گرامی اور بلند مرتبہ عنایت نامہ ماہ رمضان المبارک میں موصول ہوا' دل ست میں گزرا کہ اس عظیم القدر مہینے کے فضائل ومناقب احاطہ تحریر میں لائے۔

جاننا چاہیے کہ ماہ رمضان شریف بہت فضیلت والا مہینہ ہے۔نفلی عبادات' نماز' ذکر' صدقہ وغیرہ جو اس ماہ میں ادا ہوں دوسرے ایام کے فرائض کے برابر ہیں۔اور اس مہینہ میں ایک فرض ادا کرنا دوسرے مہینوں میں ستر فرض ادا کرنے کے برابر ہے۔جو شخص اس مہینہ میں کسی کا روزہ افطار کرائے اسے بخش دیا جاتا ہے اور اس کی گردن کو آتشِ دوزخ سے آزادی مل جاتی ہے اور اسے اس روزہ دار کا اجر وثواب عطا ہوتا ہے' بغیر اس کے کہ خود اس روزہ دار کا ثواب کم ہو۔

اسی طرح جو شخص اس ماہ میں اپنے غلاموں اور نوکروں سے کام لینے میں تخفیف کرے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے اور اسے آتش دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے۔اور رمضان شریف کے مہینے میں حضور علیہ الصلوۃ والتحیۃ ہر قیدی کو آزاد کر دیتے تھے اور جو چیز بھی کوئی آپ سے مانگتا اور سوال کرتا آپ سے دیتے تھے۔اگر کسی کو اس ماہ میں خیرات اور اعمال صالحہ کی توفیق مل گئی تو تمام سال اسے یہ توفیق ملی رہے گی۔اور اگر یہ مہینہ تفرقہ اور

Marfat.com

پراگندگی میں گزرا تو سارا سال وہ تفرقے کا ہی شکار رہے گا۔ حتی المقدور جس قدر میسر آسکے اس ماہ میں جمعیت کے ساتھ کوشش کرنی چاہیے اور اس مہینہ کو غنیمت جاننا چاہیے۔

اس ماہ کی ہر رات میں ہزار شخص کو جو دوزخ کا مستحق ہوتا ہے آزادی ملتی ہے۔ اس مہینہ میں بہشت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ کر ڈال دیتے ہیں اور رحمت کے دروازے کھول دیتے ہیں۔

افطار میں جلدی اور سحری کھانے میں دیر کرنا سنت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس میں مبالغہ کرتے تھے اور اس پر زور دیتے تھے۔ شاید سحری میں تاخیر اور افطار میں جلدی کرنے میں اپنے عجز و محتاجی کا اظہار ہے جو مقام بندگی کے مناسب ہے۔

روزہ کھجور سے افطار کرنا سنت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام افطار کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی — پیاس چلی گئی، رگیں تر ہو گئیں اور اجر و ثواب ان شاء اللہ تعالیٰ ثابت ہو گیا۔

ادائے تراویح اور ختم قرآن اس ماہ میں موکدہ سنتوں میں سے ہے اور بے شمار اچھے نتائج لاتا ہے۔ اللہ سبحانہٗ اپنے حبیب علیہ و آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات کی حرمت کے صدقے توفیق بخشے۔

آپ کی دردسری کے لیے دوسری بات یہ ہے کہ آپ کا عنایت نامہ عین رمضان شریف میں پہنچا۔ ورنہ حکم کی بجا آوری میں اپنے آپ کو معاف نہ کرتا۔ اس ماہ مذکور کے بعد بات کرنا غیب پر حکم لگانا ہے اور درازی امید سے خبر دیتا ہے۔ بالجملہ جو کچھ جناب کی مرضی ہو فقیر اس میں اپنے آپ کو معاف نہیں رکھے گا۔ کیونکہ آپ کے ظاہری اور باطنی حقوق ان فقراء پر ثابت ہیں۔ حضرت قبلہ گاہی (پیر و مرشد) قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ "شیخ جیو (شیخ فرید) کے حقوق تمام پر ثابت اور مقرر ہیں۔ اس جمعیت کے باعث وہی ہیں۔" حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیشہ پسندیدہ اعمال کی توفیق سے سرفراز رکھے۔ نبی کریم اور آپ کی آل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی حرمت کے صدقے۔

اس سے زیادہ سراسر دردسری ہے۔

مکتوب نمبر (۴۶)

یہ مکتوب بھی سیادت و بزرگی کے مالک شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ باری تعالیٰ وتقدس کا وجود بلکہ اس کی وحدت بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت بلکہ وہ تمام چیزیں جنہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے پاس سے لے آئے سب کی سب

Marfat.com

بدیہی ہیں۔ دلیل اور فکر کی محتاج نہیں۔ علماء کرام نے ان مذکورہ مقدمات کے بدیہی ہونے پر بہت لکھا ہے۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ آپ کو آپ کے آبائے کرام کے طریقہ پر قائم رکھے۔ آپ کے سب سے پہلے اور افضل باپ جناب نبی کریم پر اوّلاً اور باقی پر ثانیاً صلوٰۃ وسلام کا نزول ہو۔

باری تعالیٰ و تقدس کا وجود اسی طرح اس ذات سبحانہٗ کی وحدت بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت بلکہ وہ تمام چیزیں جو آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے سب بدیہی ہیں قوت مدرکہ کی آفات رویہ اور امراض معنویہ سے محفوظ ہونے کی صورت میں کسی فکر و دلیل کی طرف محتاج نہیں۔ ان میں نظر و فکر کی ضرورت وجود مرض اور ثبوت آفت کے زمانہ تک ہے۔ مرض قلبی سے ناجت اور پردہ بصری کے اُٹھ جانے کے بعد یہ سب چیزیں بدیہی ہو جاتی ہیں۔ جس طرح صفراوی مرض والا شخص جب تک مرض صفراء میں گرفتار ہے' گڑ اور مصری کا میٹھا ہونا اس کے نزدیک محتاج دلیل ہے۔ لیکن اس مرض سے خلاصی پانے کے بعد وہ دلیل کا کچھ محتاج نہیں رہتا۔ وہ احتیاج جس کا منشاء وجود مرض ہے' اس کی بداہت سے کوئی ٹکر نہیں۔ بھینگا بے چارہ جسے ایک شخص دو نظر آتے ہیں' اور وہ ایک کو ایک نہیں جانتا' معذور ہے۔ بھینگے آدمی میں مرض کا پایا جانا وحدتِ شخص کو ہدایت سے نہیں نکالتا۔ اور نظر و فکر کا محتاج نہیں بنا دیتا۔

اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ استدلال کی جولانگاہ بہت ہی تنگ ہے اور دلیل کے ذریعے یقین کا حاصل ہونا بہت دشوار ہے۔ لہٰذا ایمان سے تعلق رکھنے والے یقین کو حاصل کرنے کے لیے مرض قلبی کے ازالے کی فکر کرنا ضروزی ہے۔ مرض صفراء میں مبتلا آدمی کے لیے مصری کے میٹھا ہونے پر دلیل قائم کرنے کی نسبت اس کے مٹھاس کا یقین حاصل کرنے کے لیے مرض صفراء کا ازالہ زیادہ ضروری ہے۔ دلیل سے کیا یقین حاصل ہوگا جبکہ اس کا وجدان اور ذوق مرض صفراء کے باعث مصری کے کڑوا ہونے کا فیصلہ کر رہا ہے۔

اسی طرح ہمارے اس مسئلہ میں نفس امارہ اپنی ذات کے لحاظ سے احکام شرعیہ کا منکر ہے اور اپنی افتادِ طبع کے باعث ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہے۔ لہٰذا دلیل پیش کرنے والے کے وجدان کے انکار کے ہوتے ہوئے ان احکام صادقہ شرعیہ کے بارے میں یقین کا حاصل ہوجان بہت مشکل ہے۔ اس لیے سب سے پہلے نفس کا تزکیہ کرنا ضروری ہے۔ بغیر تزکیہ نفس دولت یقین کا میسر آنا دشوار ہے:۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ‘ وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۞ بیشک فلاح پا گیا وہ جس نے تزکیہ نفس کر لیا' اور نامراد ہو گیا وہ جس نے نفس کو برائیوں میں چھپا دیا۔

اس بحث سے واضح ہو گیا کہ اس غالب شریعت اور اس ظاہر و طاہر ملت کا منکر ویسا ہی ہے جیسا مصری کے مٹھا کا منکر۔

Marfat.com

ع خورشید نہ مجرم ار کسے بینان نیست

سورج کا کیا جرم ہے اگر کوئی خود ہی نابینا ہو

تو سیر و سلوک اور تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب سے مقصود آفات معنوی اور امراض قلبی کا ازالہ ہے۔ جس کی طرف آیۃ کریمہ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (ان کے دلوں میں مرض ہے) اشارہ کر رہی ہے۔ اصل بات یہی ہے کہ ازالہ امراض کے بعد ہی انسان حقیقتِ ایمان سے موصوف ہوتا ہے۔ آفات و امراض کی موجودگی میں جو ایمان ہے وہ صرف ظاہری ایمان ہے۔ کیونکہ نفس امارہ کا وجدان و ذوق ایمان کے خلاف اور حقیقت کفر پر مصر رہتا ہے۔ اس قسم کا ایمان اور اس قسم کی تصدیق محض ظاہری ہے اور مرض صفراء میں مبتلا شخص کی طرح ہے۔ جو قند و نبات کی حلاوت کا اقرار تو کرتا ہے، لیکن اس کا وجدان اس کے اقرار کے خلاف ہوتا ہے۔ شکر کی حلاوت کا حقیقی یقین مرض صفراء کے زائل ہونے کے بعد ہی میسر آ سکتا ہے۔ اس لیے نفس کے مطمئنہ ہو جانے اور تزکیہ کے بعد ہی حقیقتِ ایمان اپنی صورت دکھلاتی ہے اور اس وقت ہی ایمان وجدانی کیفیت کے سانچے میں ڈھلتا ہے۔ اور اس قسم کا ایمان زوال کے خطرہ میں محفوظ ہوتا ہے۔ اور آیت:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ سن لو کہ جو اللہ کے ولی ہیں انہیں نہ کسی طرح کا خوف ہے اور نہ غم

انہیں کی شان پر صادق آتی ہے۔

اللہ سبحانہ ہمیں اس کامل اور حقیقی ایمان سے بحرمت نبی امر قرشی علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا مشرف ہوئے۔

مکتوب نمبر (۴۷)

یہ مکتوب بھی سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا۔

پہلے زمانے کی شکایت کے سلسلے میں جب کہ کفار نے غلبہ حاصل کر لیا تھا اور اہل اسلام خوار اور بے اعتبار ہو چکے تھے۔ اور اس بات کی ترغیب میں کہ ابتدائے حکومت میں ہی اگر دین کی ترویج و اشاعت میسر آ جائے تو بہتر ہے۔ تا کہ ایسا نہ ہو جائے کہ کوئی گمراہ اور گمراہ کنندہ درمیان میں آ کو دے اور کارخانہ اہل اسلام کو درہم برہم کر دے۔ جیسا کہ اس سے قبل ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے آباء سے کرام کے طریقہ پر ثابت رکھے۔ ان آبائے کرام میں سب افضل سردار دو جہان پر پہلے اور باقی پر بعد میں صلوٰۃ و سلام اور تحیہ کا نزول دوروہ ہوتا رہے۔

بادشاہ جہان کے لیے اس طرح ہے جس طرح دل بدن کے لیے۔ اگر دل ٹھیک ہے تو بدن ٹھیک ہے۔

Marfat.com

اور اگر دل خراب ہے تو سارا بدن خرابی کا شکار ہوگا۔ بادشاہ کی درستی جہان کی درستی ہے اور بادشاہ کا خراب ہونا ملک کو خرابی میں ڈال دیتا ہے۔

آپ جانتے ہوں گے کہ گزشتہ زمانے میں اہل اسلام کے سروں پر کیا کچھ گزر چکا ہے۔ ابتدائے اسلام کے وقت جبکہ مسلمان تعداد میں بہت تھوڑے تھے اس وقت بھی اہل اسلام کی کس مپرسی اس حد کو نہیں پہنچی تھی۔ کیونکہ مسلمان اپنے دین پر قائم تھے اور کفار اپنے طریقہ پر۔ آیت کریمہ:

لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ   تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔

اسی معنی کو بیان کرتی ہے۔

اس سے قبل کفار علانیہ غلبہ اور زور کے ساتھ دار اسلام میں کفر کے احکام جاری کرتے رہے ہیں۔ اور مسلمان اسلامی احکام کے اظہار سے عاجز اور بے بس تھے۔ اگر مسلمان ایسا کرنے کی جرأت کرتے تھے تو قتل کر دیے جاتے۔

ہائے ہلاکت! ہائے مصیبت!! ہائے افسوس اور غم، محمد رسول اللہ ﷺ جو رب العالمین کے محبوب ہیں ان کے ماننے والے تو ذلیل و خوار ہوں لیکن آپ کے منکروں کی عزت اور ان کا لحاظ ہو۔

مسلمان زخمی دلوں کے ساتھ اسلام کے ماتم میں تھے۔ اور معاند اور مخالف لوگ تمسخر اور استہزاء کے ذریعہ ان کے زخموں پر نمک پاشی کرتے تھے۔ ہدایت کا آفتاب گمراہی کے پردوں میں روپوش ہو چکا تھا، اور حق کا نور باطل کے حجابات میں ایک طرف الگ ہو کر رہ گیا تھا۔

آج جبکہ دولت و نعمت اسلام کے آگے رکاوٹوں کے زوال کی خوشخبری اور اسلامی بادشاہ کے بیٹھنے کی بشارت خاص و عام کے کانوں تک پہنچ چکی ہے، اہل اسلام اپنے اوپر لازم کر لیں کہ بادشاہ کے مدد و معاون بنیں۔ اور ترویج شریعت اور تقویت دولتِ اسلام کی طرف رہنمائی کریں۔ یہ امداد و تقویت خواہ زبان سے میسر آئے خواہ ہاتھ سے۔ نعمت اسلام کی سب سے اولیں مدد یہ ہے کہ مسائل شرعیہ کی وضاحت کی جائے۔ اور کتاب و سنت اور اجماع کے عقائد کلامی کا اظہار کیا جائے تا کہ کوئی بدعتی اور گمراہ درمیان میں پڑ کر راستہ نہ روک دے اور کام کو خرابی اور فساد میں نہ ڈال دے۔ اس قسم کی امداد علمائے حق کے ساتھ مخصوص ہے جن کا رجحان آخرت کی طرف ہے۔ دنیا پرست علماء جن کا مقصود کمینی دنیا ہے۔ ان کی صحبت زہر قاتل ہے اور ان کی بدی کا فساد دوسروں کو بھی لپیٹ میں لیے ہوئے۔

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند   او خود گم است کرا رہبری کند

جو عالم اپنے مقصود کی پوجا اور تن پروری میں مصروف ہو وہ خود گم کردہ رہا ہے۔ دوسرے کی کیا راہبری کرے گا۔

Marfat.com

زمانہ ماضی میں جو بلا و آفت بھی اسلام کے سر پر ٹوٹی ہو وہ انہیں علماء سوء کی شومی کی بدولت تھی۔ بادشاہوں کو بھی علماء سوء راہ راست سے بھٹکاتے ہیں۔ بہتر فرقے جو گمراہی کی راہ اختیار کر چکے ہیں' ان کے مقتداء بھی علماء سوء ہیں۔ علماء کے ماسوا گمراہوں کی گمراہی دوسروں تک کم ہی تجاوز کرتی ہے۔ ظاہری لحاظ سے ہر قسم کی مدد کی استطاعت رکھنے کے باوجود جو شخص خدمتِ اسلام میں کوتاہی کرے اور اس کوتاہی کے سبب کارخانہ اسلام میں فتور اور خلل واقع ہو تو ایسا شخص لائق عتاب ہے۔ اس بنا پر یہ حقیر کم مایہ بھی چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو اسلام کی معاونت کرنے والی جماعت میں ڈال دے اور حسبِ استطاعت اپنے ہاتھ پاؤں کو حرکت دے۔ اور مطابق:

مَنْ کَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُم۔ جو شخص کسی جماعت کے زیادہ ہونے کا باعث بنتا ہے وہ انہیں میں شمار ہوتا ہے۔

احتمال ہے کہ اس بے استطاعت کو بھی اس عزت والی جماعت میں داخل کر لیں۔ اپنے آپ کو اس بڑھیا کی طرح تصور کرتا ہے جو سوت کی چند تاریں تیار کر کے لائی اور اپنے آپ کو حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے خریداروں میں شامل کر لیا تھا۔

امید ہے کہ اس نزدیکی میں ان شاء اللہ العزیز شرف حضور سے مشرف ہوگا۔ آپ کی بزرگ جناب سے توقع ہے کہ جب آپ کو مکمل طور پر بادشاہ کا قرب اور اس کی استطاعت میسر ہے تو خلوت و جلوت میں شریعت محمدی علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا کی پوری کوشش کریں گے اور مسلمانوں کو ذلت و خواری سے باہر نکالیں گے۔

اس رقعہ نیاز کا حامل مولانا حامد کا سرکار اقبال آثار سے وظیفہ مقرر ہے۔ گزشتہ سال اس نے حاضر ہو کر حاصل کر لیا تھا۔ اس سال بھی امید لے کر آیا ہے۔ حقیقی اور مجازی دولت میسر اور نصیب ہو۔

مکتوب نمبر (۴۸)

یہ مکتوب بھی سیادت و بزرگی کے مالک شیخ فریدی بخاری کی طرف صادر فرمایا:

علمائے کرام اور دینی طلبہ کی عظمت نگاہ رکھنے کی ترغیب کے بیان میں جو شریعت کے حامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ سبحانہٗ آپ کو بحرمتِ سیّد انبیاء علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات دشمنوں پر غلبہ و نصرت عطا فرمائے۔

مرحمت نامہ گرامی جس سے فقراء کو نوازا تھا فقیر اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ آپ نے مولانا محمد قلیج موفق کے خط میں لکھا تھا کہ کچھ خرچ طالب علموں اور صوفیوں کے لیے روانہ کر دیا گیا ہے۔ آپ نے جو دینی طلبہ کا ذکر خط میں صوفیوں سے پہلے کیا نظر ہمت میں بہت ہی اچھا لگا۔ مطابق الظاھر عنوان الباطن (ظاہر باطن کا

Marfat.com

عنوان ہے) امید ہے کہ آپ کے باطن شریف میں بھی اس بزرگ جماعت کی تقدیم پیدا ہو چکی ہو گی۔

کل اناء یترشح بما فیه. ہر برتن سے وہی کچھ نمودار ہوتا ہے جو اس میں موجود ہوتا ہے

ع از کوزہ ہماں تراود کہ در وست

کوزے سے وہی چیز ٹپکتی ہے جو اس میں ہوتی

طالب علموں کو مقدم کرنے میں شریعت کی ترویج ہے۔ یہی لوگ شریعت کے حامل ہیں۔ ملت مصطفویہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات ان ہی سے قائم ہے۔ کل قیامت کو شریعت کے بارے میں سوال کریں گے' تصوف کے متعلق نہیں پوچھیں گے۔ جنت میں داخلہ اور دوزخ سے بچنا شریعت پر عمل کرنے سے ہوگا۔ انبیاء کرام صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیہم جو افضل اور بہترین کائنات ہیں انہوں نے شریعت کی ہی لوگوں کو دعوت دی ہے۔ اور نجات بھی اس شریعت پر ہی موقوف ہے۔ اور ان اکابر انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی بعثت اور تشریف آوری سے مقصود بھی تبلیغ شرائع ہے۔ لہٰذا اعلیٰ ترین نیکی یہ ہے کہ شریعت کی ترویج میں سعی اور کوشش کی جائے۔ اور احکام شرع میں ایک حکم کو جاری اور زندہ کرنا خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ اسلامی شعائر مٹائے جا رہے ہوں' خدائے تعالیٰ عزوجل کے راہ میں کروڑ ہا روپیہ خیرات کر دینا بھی اس کے برابر نہیں جس طرح مسائل شرعیہ میں سے ایک مسئلے کو رواج دینا۔ کیونکہ اس فعل میں انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی اقتداء ہے جو تمام مخلوقات سے افضل واعلیٰ ہیں۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ اعلیٰ درجہ کی نیکیاں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو نصیب ہوتی ہیں۔ اور کروڑوں روپے خرچ کرنا تو غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی میسر آ جاتا ہے۔ پھر شریعت مطہرہ کی پیروی میں نفس کی پوری مخالفت ہے۔ اور نفس کی سرشت شرع شریف کی مخالفت پر ہے۔ اور مال خرچ کرنے میں بعض اوقات نفس موافق بھی ہوتا ہے۔ ہاں مال خرچ کرنا تائید وتقویت شرع اور ترویج ملتِ اسلام کی خاطر ہونا چاہیے۔ اور یہ بلند ترین درجہ ہے۔ اور ایک کوڑی اس نیت سے خرچ کرنا اس کے ماسوا میں لاکھوں روپے خرچ کرنے کے برابر ہے۔

یہاں کوئی شخص یہ سوال نہ کرے کہ غیر حق تعالیٰ میں گرفتار طالب علم اس صوفی سے کیسے بہتر ہو سکتا ہے جو غیر حق کی گرفتاری سے آزاد ہو چکا ہے۔ کیونکہ ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ سائل بات کی تہ تک نہیں پہنچا۔ طالب علم غیر حق میں گرفتاری کے باوجود مخلوقات کی نجات کا سبب اور ذریعہ ہے کیونکہ احکام شرع کی تبلیغ اسے میسر ہے۔ اگرچہ خود اس سے فائدہ نہیں اٹھا رہا۔ اور صوفی اپنے آپ کو غیر حق آزاد کر لینے کے باوجود مخلوق کی نجات سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔ وہ شخص جو بہت سے لوگوں کی نجات اور خلاصی کا سبب ہوا اس کا اس شخص سے بہتر اور افضل ہونا بالکل واضح ہے۔ جو صرف اپنی نجات کے سامان میں ہی مصروف ہو۔

Marfat.com

ہاں وہ صوفی جس کو فنا اور بقا اور سیر عن اللہ اور سیر باللہ کے بعد عالم کی طرف لایا گیا ہو اور مخلوق کو راہِ راست کی طرف لانے کا فریضہ اسے تفویض کیا گیا ہو وہ مقام نبوت سے حصہ پا چکا ہے۔ ایسا صوفی مبلغین شریعت میں داخل ہے اور علماء شریعت کا ہی حکم رکھتا ہے۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ	یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے' جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

مکتوب نمبر (۴۹)

یہ مکتوب بھی سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا:

ان دو نعمتوں کو جمع کرنے میں کہ ظاہر کو احکام شرع سے آراستہ کیا جائے اور باطن کو حق سبحانہٗ کے ماسوا سے آزاد کیا جائے۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ دولت ظاہری اور سعادت معنوی سے سرفراز فرمائے۔

ظاہری دولت درحقیقت یہ ہے کہ انسان کا ظاہر احکام شرعیہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ سے آراستہ ہو۔ اور معنوی سعادت یہ ہے کہ بندے کا باطن حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ماسوا کی گرفتاری سے نجات یافتہ ہو۔ دیکھیے کس صاحب نصیب کو ان دونوں نعمتوں سے سرفراز کرتے ہیں۔ ع

کار این ست وغیر ایں ہمہ ہیچ

اصل کام یہی ہے۔ اس کے سوا سب کچھ ہیچ ہے۔

زیادہ گفتگو دردسری ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۵۰)

یہ مکتوب بھی سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا:

دنیا کمینی کی مذمت کے بیان میں

حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے ماسویٰ کی گرفتاری سے آزادی عطا کرے اور مکمل طور پر اپنی ذات کا گرفتار بنائے' اس سید بشر نبی کی حرمت سے جو غیر حق کی طرف نظر اُٹھانے کی کجی سے آزاد تھے' علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات۔

دنیا بظاہر شیریں ہے اور صورت میں تروتازہ دکھائی دیتی ہے۔ لیکن حقیقت میں زہر قاتل اور بے کار

Marfat.com

سامان ہے اور اس میں گرفتاری بے فائدہ بات ہے۔ دنیا کی نظر میں مقبول در حقیقت خوار ہے اور اس پر فریفتہ ہونے والا دیوانہ ہے۔ یہ سونا چڑھائی ہوئی نجات کی طرح اور شکر ملے ہوئے زہر کی مانند ہے۔ عقلمند وہ ہے جو اس بے رونق سامان پر فریفتہ نہ ہو اور اس خراب سامان میں گرفتار نہ ہو۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر ایک شخص وصیت کر گیا کہ میرا مال صاحب عقل کو دینا' تو اس وقت کے زاہد کو دینا چاہیے جو دنیا سے بے رغبت ہے۔ اس کی یہ بے رغبتی اس کی کمال زیرکی کے باعث ہے۔ اس سے زیادہ فضول گوئی میں داخل ہے۔

دوسری تکلیف یہ دی جاتی ہے کہ فضائل مآب شیخ زکریا اس عمر اور اس سال میں ملازمت تحصیلداری میں گرفتار ہے۔ اس گرفتاری کے باوجود ہر وقت دنیوی محاسبے کو بہ نسبت اُخروی محاسبے کے بہت آسان جانتا ہے اور اُخروی محاسبے سے ہر وقت ہراساں رہتا ہے۔ اس عالم اسباب میں وسیلہ عظمیٰ آپ کی توجہ شریف کو ہی جانتا ہے اور اس بات کا امیدوار ہے کہ نئے کاغذات میں بھی اس کا نام درج کر لیا جائے گا۔ کیونکہ شیخ مذکور آپ کی درگاہِ عالی کے خادموں میں سے ہے۔

تو مرا دل دہ و دلیری بیں　　روبہ خویش خوان وشیری بیں

آپ مجھے دل عطا کریں پھر دلیری دیکھیں۔ مجھے اپنی لومڑی کہہ کر پکاریں اور پھر میری شیری دیکھیں۔

بحرمت نبی امی اور بحرمت آپ کی آل بزرگ کے علیہ وعلیہم من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا آپ کو ظاہری و باطنی دولت و نعمت حاصل ہو۔

مکتوب نمبر (۵۱)

یہ مکتوب بھی سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا۔

روشن شریعت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی ترویج و اشاعت کی ترغیب کے بیان میں

حق سبحانہٗ و تعالیٰ سے درخواست ہے کہ خلاصہ بزرگان عظام کے وجود مبارک کے وسیلہ سے روشن شریعت کے ارکان اور پرنور ملت اسلام کے احکام قوت پکڑیں اور رواج پذیر ہوں۔ ؏

کار این ست وغیر ایں ہمہ ہیچ

اصل کام یہی ہے۔ اس کے سوا سب کچھ ہیچ ہے

آج غرباء اہل اسلام کو اس طرح کے گرداب ضلالت میں نجات کی امید بھی اہل بیت خیر البشر علیہ و علیٰ آلہ من الصلوات اتمہا ومن التحیات والتسلیمات اکملہا کے سفینہ سے ہی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

Marfat.com

مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِى كَمَثَلِ سَفِيْنَةِ نُوحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَاوَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ [1]

میرے اہل بیت کا حال کشتی نوح کی طرح ہے۔ جو شخص اس میں آ گیا نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے ہٹ گیا ہلاک ہو گیا۔

اپنی بلند ہمت کو مکمل طور پر اس بات پر لگا دیں کہ اس سعادت عظمیٰ کو حاصل کر لیں۔ اللہ سبحانہٗ کی عنایت و مہربانی سے جاہ و جلال عظمت و شوکت سب کچھ آپ کو حاصل ہے۔ ذاتی شرافت کے ساتھ ترویج شریعت کی سعادت بھی اگر مل جائے تو سبقت کا گیند سعادت کی چوگان کے ساتھ آپ سب سے آگے لے جا سکتے ہیں۔ یہ حقیر تائید و ترویج شریعت حقہ کی خاطر اس طرح کی باتیں ظاہر کرنے کے ارادے سے آپ کی خدمت شریف کی طرف متوجہ ہوا۔ رمضان شریف کا چاند دہلی میں دیکھا۔ حضرت والدہ بزرگوار کی مرضی یوں محسوس کی کہ میں رُک جاؤں۔ اس ضرورت کے تحت پورا قرآن مجید سن لینے تک رُک جانے کا پروگرام بنانا پڑا۔ ہر کام اللہ سبحانہٗ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ آپ کو سعادت دارین نصیب ہو۔

مکتوب نمبر (۵۲)

یہ مکتوب بھی سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف صادر ہوا۔

نفس امارہ کی مذمت اور اس کی مرض ذاتی اور اس مرض کے ازالے کے علاج کے بیان میں

آپ کا مرحمت نامہ گرامی جس سے از روئے شفقت و مہربانی آپ نے اس مخلص دعا گو کو ممتاز و مشرف فرمایا تھا' بندہ اس کے مضمون کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ آپ کے اجر و ثواب کو عظیم کرے۔ آپ کی قدر و منزلت بلند کرے۔ آپ کو شرح صدر نصیب فرمائے' اور آپ کے کام آسان کرے آپ کے جد امجد کی حرمت سے علیہ وعلیٰ آلہٖ من الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا۔ اللہ ہم سب کو ظاہراً باطناً ان کی متابعت پر ثابت و قائم رکھے۔ اور اس دعا پر آمین کہنے والے پر رحم فرمائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بُرے دوست اور بد خو ہمنشیں (نفس) کی شکایت کے طور پر چند فقرے لکھ کر روانہ کیے جا رہے ہیں۔ امید ہے کہ قبول کر لینے والا کانوں سے ان کو سنیں گے۔

مخدوم مکرما! انسان کا نفس امارہ جاہ اور سرداری کی محبت پر پیدا کیا گیا ہے اس کا ارادہ ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ اپنے اقران اور ہمعصر لوگوں پر بلندی اور فوقیت حاصل کرے۔ اور اس کی ذات کا تقاضا یہ ہے کہ ساری مخلوق اس کی محتاج ہو اور اس کے احکما کی اطاعت اور پیروی کرے' اور وہ خود کسی کا محتاج نہ ہو اور نہ اس پر کوئی حکم چلائے۔ یہ دراصل اس کی طرف سے دعویٰ خدائی ہے' اور وحدہٗ لاشریک ذات جل سلطانہٗ کے ساتھ دعویٰ ہمسری ہے۔ بلکہ یہ

[1] مشکوٰۃ' بروایت ابوذر غفاری' ومسند احمد و بزار' بروایت ابن عباس و ابن الزبیر' اور حاکم از ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

Marfat.com

بے سعادت نفس شرکت پر بھی راضی نہیں۔ یہ چاہتا ہے کہ صرف وہی حاکم ہو اور باقی سب اس کے محکوم و تابع ہوں۔ حدیث قدسی[1] میں آچکا ہے:۔

عَادِ نَفْسَکَ فَاِنَّهَا انْتَصَبَتْ بِمُعَادَاتِیْ اپنے نفس سے عداوت رکھ کیونکہ یہ میری دشمنی پر کمربستہ ہے۔

تو اپنے نفس کی پرورش کرنا' اس کی مرادیں حاصل کرنا' مرتبہ' سرداری' بڑائی اور تکبر وغیرہ فراہم کرنا' دراصل اللہ تعالیٰ کے دشمن کی امداد کرنا اور اس کو تقویت پہنچانا ہے۔ اس کی قباحت اور برائی اچھی طرح محسوس کرنی چاہیے۔ حدیث قدسی میں وارد ہے:

اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَآئِیْ وَالْعَظَمَةُ اِزَارِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ فِیْ شَیْءٍ مِّنْهُمَا اَدْخَلْتُهٗ فِی النَّارِ وَلَا اُبَالِیْ[2] بڑائی میری چادر ہے' اور عظمت اور بلند قدری میری شلوار ہے۔ تو جو شخص ان دونوں میں سے کسی کے بارے میں بھی مجھ سے جھگڑے گا (لینے کی کوشش کرے گا۔) میں اُسے آگ میں داخل کروں گا اور مجھے کچھ پرواہ نہیں۔

کمینی اور خسیس دنیا حق سبحانہٗ کے نزدیک اس بنا پر ملعون اور مبغوض ہے کہ دنیا کا حصول نفس کی مرادیں حاصل ہونے میں اس کا ممدو معاون ہے۔ تو جو دشمنِ خدا کی مدد کرے وہ ضرور لعنت کا سزاوار ہے اور فقر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فخر ہے۔ کیونکہ فقر میں نفس کے لیے نامرادی ہے اور یہ اسے عاجز و بے بس کرتا ہے۔

انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کو بھیجنے سے مقصود اور احکام شرعیہ کا مکلف بنانے میں حکمت اس نفس امارہ کو عاجز اور خراب کرنا ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعتیں نفسانی خواہشات کو دور اور زائل کرنے کے لیے وارد ہوئی ہیں۔ جس قدر شریعت کے تقاضوں کے مطابق عمل ہوگا اسی قدر نفسانی خواہشات زوال پذیر ہوں گی۔ لہٰذا احکام شرعیہ میں سے ایک حکم کو بجالانا خواہش نفسانی کو زائل کرنے میں ان ہزار سالہ ریاضتوں اور مجاہدوں سے بہتر ہے جو اپنے طور پر کیے جائیں۔ بلکہ یہ ریاضتیں اور مجاہدے جو روشِ شرع کے مطابق واقع نہیں ہوئے نفسانی خواہشات کے مؤید بنتے ہیں اور ان کو تقویت پہنچاتے ہیں۔ برہمنوں اور جوگیوں نے بھی ریاضتوں اور مجاہدوں میں کمی اور کوتاہی نہیں کی لیکن یہ سب کچھ ان کے لیے کچھ بھی سودمند ثابت نہ ہوا۔ اور انہیں ان سے نفس کی تقویت و تربیت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔

مثال کے طور پر ایک دام ادائے زکوٰۃ کے طور پر جس کا شریعت نے حکم دیا ہے نفس کی خواہشات کی ویرانی میں بے حکم شرع ہزار دینا صرف کرنے سے زیادہ فائدہ مند ہے۔ اور شریعت کے حکم کے مطابق عید الفطر کے

[1] یہ الفاظ دراصل حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات قدسیہ میں سے ہیں۔
[2] مشکوٰۃ شریف بحوالہ مسلم۔

Marfat.com

دن کھانا کھانا خواہش نفس کو زائل کرنے میں اپنے طور پر کئی سال روزہ رکھنے سے زیادہ نفع دیتا ہے۔ اور فجر کی دو رکعت فرض نماز با جماعت ادا کرنا جو سنت ہے اس سے کئی مراتب بہتر ہے کہ انسان ساری رات نفل پڑھنے میں گزارے اور فجر کی نماز با جماعت سے ادا نہ کرے۔

مختصر یہ کہ جب تک نفس کا تزکیہ نہ ہو وہ اپنے آپ کو بزرگ جاننے کے مالیخولیا کی خباثت سے نکل نہیں سکتا۔ اور ایسی صورت میں نجات ناممکن ہے۔ اس مرض کے ازالے کی فکر بہت ضروری ہے۔ تاکہ ایسا نہ ہو جائے کہ یہ مرض موت ابدی (آخرت میں نجات سے محرومی) کی نیند سلا دے۔

کلمہ طیبہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ جو اندرونی اور بیرونی خداؤں کی نفی اور انہیں مٹانے کے لیے وضع کیا گیا ہے نفس کے تزکیے اور اس کی تطہیر کے لیے بہت ہی نافع اور مناسب ہے۔ اکابر طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے تزکیہ نفس کے لیے اسی کلمہ طیبہ کو اختیار فرمایا ہے۔

تا بجا روب لا نروبی راہ   نرسی در سرا ے اِلَّا اللّٰـہ

یعنی جب تک تم لا کے جھاڑو سے راستہ صاف نہیں کرو گے اِلَّا اللہ کی سراء میں قدم نہیں رکھ سکتے۔

چونکہ نفس سرکشی کے مقام میں رہتا ہے اور عہد توڑنے میں چست ہے اس لیے اس کلمہ طیبہ کے بار بار تکرار سے ایمان کی تجدید کرتے رہنا چاہیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ بِقَوْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ[1]   کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ سے اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہو۔

بلکہ ہر وقت اس کلمہ طیبہ کا تکرار رہنا چاہیے۔ کیونکہ نفس امارہ ہر وقت خباثت کرنے پر تلا رہتا ہے۔

حدیث شریف[2] میں اس کلمہ مبارکہ کے فضائل میں وارد ہوا ہے کہ اگر تمام آسمانوں اور تمام زمینوں کو ایک پلہ میں رکھیں اور اس کلمہ کو دوسرے پلہ میں تو اس کا پلہ دوسرے پلہ پر غالب رہے گا۔

سلامتی کا نزول ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت کو اپنا شعار بنائے اور اپنے اوپر لازم جانے۔

مکتوب نمبر (۵۳)

یہ مکتوب بھی سیادت انتساب شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ علمائے سوء کا اختلاف جہان کی بربادی کا باعث ہے۔ اور اس کے مناسب امور

---

1. احمد و طبرانی بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

2. یہ حدیث ابن حبان اور نسائی میں بروایت حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مسند بزار میں بروایت حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مسند بزار میں بروایت حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما موجود ہے۔

Marfat.com

کے بیان میں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے آباء کرام کے راستہ پر قائم اور ثابت رکھے۔

یہ بات سننے میں آئی ہے کہ بادشاہِ اسلام نے دیندارانہ فطرت کی خوبی کے باعث جو ان میں پائی جاتی ہے آپ کو حکم دیا ہے کہ چار دیندار علماء مہیا کریں' جو ہر وقت دربار شاہی میں حاضر رہیں' اور احکام شرعی بیان کرتے رہیں' تاکہ کوئی امر خلاف شرع واقع نہ ہو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ ۔مسلمانوں کے لیے اس سے بہتر کیا خوشخبری ہو سکتی ہے' اور ماتم زدوں کو اس سے اچھی کیا بشارت ہو سکتی ہے۔لیکن چونکہ یہ حقیر اسی غرض کے لیے آپ کی خدمتِ عالی کی طرف متوجہ ہے' جیسا کہ اس کا متعدد بار اظہار کر چکا ہے۔ضرورت کے مطابق اس بارے میں بھی کچھ کہنے اور لکھنے میں اپنے آپ کو کوتاہی میں نہیں ڈالے گا۔امید ہے کہ بوجھ محسوس نہیں کریں گے۔

غرض مند دیوانہ ہوتا ہے' چنانچہ عرض کرتا ہے کہ دیندار علماء بلاشبہ بہت کم ہیں جن کے دلوں سے مرتبہ اور سرداری کی محبت نکل چکی ہو اور جن کا مطلب و مدعا اس کے سوا کچھ نہ ہو کہ شریعت کی ترویج اور ملتِ اسلام کی تائید وتقویت ہو۔طلب جاہ کی صورت میں ان علماء میں سے ہر ایک الگ الگ پہلو اختیار کرے گا اور اپنی فضیلت اور بزرگی کا اظہار کرے گا۔اور اختلافی باتیں درمیان میں لائے گا' اور اس روش کو بادشاہ کی نزدیکی کا ذریعہ بنائے گا۔ اس صورت میں تبلیغ دین کی فہم ابتری اور خرابی کا شکار ہو گی۔گزشتہ زمانے میں بھی علماء کے اختلافات عالم اسلام کو بلا اور فتنے میں مبتلا کر چکے ہیں۔ایسی ہی صورت اب بھی درپیش آ سکتی ہے۔اس طرح دین کی ترویج کیا ہو گی' اُلٹی دین کی تخریب ہو گی۔اللہ سبحانہٗ کی اس سے پناہ' اور علماء سُوء کے فتنے سے بھی خدا کی پناہ۔اس غرض کے لیے اگر ایک عالم منتخب کریں تو بہتر ہو گا۔اگر علمائے آخرت میں سے کوئی میسّر آ جائے تو یہ کتنی بڑی سعادت ہو گی کیونکہ ایسے عالم کی صحبت کبریتِ احمر ہے۔اور اگر ایسا نیک پرہیزگار عالم نہ مل سکے تو صحیح سوچ بچار کے بعد اس جنس میں سے سب سے بہتر کا انتخاب کر لیں۔اگر ایک چیز مکمل طور پر میسر نہ آ سکے تو اسے بالکل ہی تو نہیں چھوڑ دینا چاہیے۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا لکھوں۔جس طرح لوگوں کی نجات علماء کے وجود سے وابستہ ہے' لوگوں کی بربادی کا باعث بھی یہی علماء ہی ہیں۔بہترین مخلوق بھی علماء ہی ہیں اور بدترین مخلوق بھی علماء ہی ہیں۔لوگوں کی ہدایت اور ان کی گمراہی انہیں سے وابستہ ہے۔

کسی بزرگ نے ابلیس لعین کو دیکھا کہ فارغ اور بے کار بیٹھا ہے۔اس کا راز دریافت کیا' تو ابلیس نے بتایا کہ اس وقت کے علماء ہمارے کام کو انجام دے رہیں اور بہکانے اور گمراہ کرنے کے لیے کافی ہیں۔(مجھے تگ و دو کرنے کی ضرورت نہیں)

Marfat.com

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند
او خویشتن گم است کرا رہبری کند

جو عالم غرض پرستی اور تن پروری کرے وہ خود ہی گم کردہ راہ ہے دوسرے کی رہبری کیا کرے گا؟

غرض یہ ہے کہ اس معاملہ میں فکر صحیح اور سچے غور کو ملحوظ رکھ کر اقدام کریں۔ جب بات ہاتھ سے نکل جاتی ہے تو پھر اس کا کچھ علاج نہیں ہوسکتا۔ اگرچہ آپ جیسے دانا اور زیرک لوگوں کے سامنے ایسی باتوں کے اظہار میں شرم بھی آتی ہے لیکن اس مقصد کو اپنی سعادت کا ذریعہ اور موجب خیال کرتے ہوئے آپ کو تکلیف دینے کا باعث بنا ہے۔

مکتوب نمبر (۵۴)

یہ مکتوب بھی سیادت و بزرگی کے مالک شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ بدعتی کی صحبت سے بچنا لازم وضروری ہے۔ بدعتی کی صحبت کا نقصان کافر کی صحبت کے نقصان سے بھی زیادہ ہے۔ اور بدعتی فرقوں میں سب سے بدترین فرقہ شیعہ شنیعہ ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اجر عظیم عطا کرے۔ تمہاری قدر اور منزلت بلند کرے اور تمہارے کام آسان کرے، بحرمت سید بشر، جو نظر کی کجی سے پاک ومنزہ تھے۔ علیہ و علی آلہ من الصّلوات افضلھا و من التسلیمات اکملھا۔

[1]من لا یشکر الناس لم یشکر اللہ — جو شخص لوگوں کا شکر گزار نہیں ہوتا وہ خدا تعالیٰ کا شکر بھی نہیں کرتا۔

تو ہم فقیروں پر آپ کے احسانات کا شکر لازم ہے۔ اول اول ہمارے خواجہ (حضرت پیر دستگیر خواجہ محمد الباقی قدس سرہٗ) کی ظاہر دل جمعی کا سبب آپ ہی بنے تھے۔ آپ کے طفیل اس جمعیت میں ہم لوگ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی طلب میں مصروف رہے اور اس کا وافر حصہ ہم لوگوں نے حاصل کرلیا۔

پھر دوبارہ مطابق کَبِرتُ بِمَوْتِ الْکُبَرَاءِ (بڑوں کے فوت ہوجانے کے باعث مجھے بڑا بنادیا گیا) جب نوبت اس طبقہ تک آپہنچی تو فقراء کے جمع ہونے کا ذریعہ اور طالبان حق کے انتظام کا باعث بھی آپ ہی ہیں۔ جزاکم اللہ سبحانہٗ عنا خیر الجزاء۔

گر برتن من زبان شود ہر موی — یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

---

[1] ترمذی شریف ابواب البر والصلۃ بروایت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حدیث درجہ حسن میں ہے۔

Marfat.com

اگر میرے جسم کا ہر بال زبان بن جائے تو میں ہزار میں سے آپ کا ایک شکر بھی ادا نہیں کر سکتا۔

میری یہ آرزو ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ آپ کو دنیا و آخرت میں آپ کے جدِ مکرم سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم من الصلوات والتسلیمات کے طفیل ہر نامناسب بات سے محفوظ رکھے۔

یہ فقیر آپ کی صحبت گرامی سے دور پڑا ہوا ہے۔ مجھے علم نہیں کہ آپ کی مجلس شریف میں کس قسم کے لوگ آتے جاتے ہیں۔ اور خلوت و جلوت میں آپ کے مونس کیسے لوگ ہیں۔

خوابم بشد از دیدہ دریں فکر جگر سوز
کاغوش کہ شد منزل و آسائش خوابت

جگر کو جلا دینے والے اس فکر سے میری آنکھوں سے نیند اُڑ گئی ہے۔ کہ کس شخص کی آغوش آپ کی منزل اور آپ کی نیند کی آرام گاہ بنی ہوئی ہے۔

اس بات پر یقین رکھیں کہ بدعتی کی صحبت کی خرابی کافر کی صحبت کی خرابی اور نقصان سے زیادہ ہے۔ اور تمام بدعتی فرقوں میں سے بدترین وہ گروہ ہے۔ جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بغض و عناد رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں خود اس گروہ کو کفار کے نام سے یاد کرتا ہے:۔

لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ — اللہ تعالیٰ غصے میں مبتلا کرتا ہے صحابہ کرام کو دیکھنے سے کفار کو

قرآن مجید اور شریعت مطہرہ کی تبلیغ و اشاعت صحابہ کرام نے کی ہے۔ اس مبارک گروہ پر طعن و اعتراض لازم آتا ہے۔ قرآن حکیم کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمع کیا ہے۔ اگر حضرت عثمان مطعون و قابلِ اعتراض ٹھیریں تو قرآن کو بھی غلط کہنا پڑے گا۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں زندیق و بے دین لوگوں کے عقائد سے پناہ میں رکھے۔)

وہ اختلاف اور جھگڑے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان میں واقع ہوئے۔ خواہش نفسانی کے باعث ہرگز نہیں تھے۔ یہ حضرات خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت پاک میں تزکیہ کے مقام میں پہنچ چکے تھے اور امارگی سے انہیں آزادی مل گئی تھی۔

میں اس قدر جانتا ہوں کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہٗ اس باب میں حق پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر تھے۔ لیکن ان کی یہ خطا خطاء اجتہادی ہے جو حد فسق تک نہیں پہنچاتی۔ بلکہ اس طرح کی خطا میں ملامت کی بھی گنجائش نہیں۔ کیونکہ خطا اجتہادی میں مخطی کے لیے بھی ایک درجہ ثواب ہے۔ اور یزید بدقسمت صحابہ کرام میں سے نہیں۔ اس کی بدبختی میں کسے کلام ہو سکتا ہے۔ اس بدبخت نے جو کام کیا وہ کوئی کافر فرنگ بھی نہیں کر سکتا۔

بعض علمائے اہل سنت نے اس پر لعنت کرنے میں جو توقف کیا ہے، اس پر راضی ہونے کی بنا پر نہیں کیا بلکہ رجوع اور توبہ کے احتمال کی رعایت کے باعث کیا ہے۔

Marfat.com

آپ کی مجلس شریف میں قطب زمان بندگی مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کی معتبر کتابوں میں سے ہر روز کچھ نہ کچھ حصہ پڑھا جانا چاہیے۔ تاکہ یہ معلوم ہو کہ انہوں نے صحابہ پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی کس طرح صفت وثنا کی ہے اور کیسے ادب سے ان کو یاد کیا ہے تاکہ مخالف لوگ شرمندہ اور ذلیل ہوں۔

آج کل اس بدخواہ گروہ نے بہت غلو کرنا شروع کر رکھا ہے اور ملک کے اطراف و جوانب میں پھیل چکے ہیں۔ اسی بنا پر اس بارے میں چند کلمات لکھے گئے ہیں' تاکہ آپ کی صحبت اور مجلس شریف میں اس طرح کے بدخواہوں کو جگہ نہ مل سکے۔ ثبتکم اللّٰہ تعالیٰ علی الطریقۃ المرضیۃ اللہ تعالیٰ آپ کو پسندیدہ طریقہ پر قائم رکھے۔

مکتوب نمبر (۵۵)

اظہار محبت میں سیادت پناہ شیخ عبدالوہاب بخاری کی طرف صادر فرمایا:

کچھ عرصہ سے' پہلے ربط و تعلق کے علاوہ دل کو آپ سے مزید محبت پیدا ہو چکی ہے۔ اس بنا پر فقیر آپ کے لیے غائبانہ دعا میں مشغول و مصروف ہے۔ اور جب کہ سرور کائنات' مفخر موجودات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات و التسلیمات نے فرمایا ہے:

من[1] احب اخاہ فیعلم ایاہ۔ (جو مسلمان بھائی سے دوستی رکھتا ہو تو چاہیے کہ اسے اس سے واقف کر دے۔)

آپ سے اپنی محبت کا اظہار کرنا مناسب اور بہتر خیال کیا۔ اور اس محبت کے سبب جو حضور ﷺ نے کا اقرباء (سادات کرام) سے پیدا ہو چکی ہے' امیدواری کا رشتہ پورے طور پر ہاتھ میں لا چکا ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ان (سادات کرام) کی محبت پر استقامت نصیب فرمائے' بحرمۃ سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام۔

مکتوب نمبر (۵۶)

ایک سید صاحب کی سفارش کے سلسلے میں یہ مکتوب بھی شیخ عبدالوہاب بخاری کی طرف صادر فرمایا۔

سادات کرام کی ذوات جو کثیر البرکات ہیں' سرور دین و دنیا سے جزئیت (نسبی تعلق) کی بنا پر اس سے بلند تر ہیں کہ یہ فقیر زبان قاصر کے ساتھ ان کی فضیلت اور صفت وثنا کرے۔ صرف اپنی سعادت کا ذریعہ جانتے ہوئے اس باب میں جرأت کرتا ہے۔ بلکہ اس وسیلہ سے اپنی ستائش کرتا ہے۔ اور ان کے ساتھ دوستی کا اظہار کرتا ہے جس کا مامور ہے۔

اے اللہ' ہمیں بطفیل حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سادات کرام کے ساتھ محبت

---

1 مسند احمد' بخاری ادب مفرد' ترمذی' ابن حبان و حاکم۔

Marfat.com

کرنے والوں میں سے کر۔

اس عریضۂ نیاز کا حامل میر سید احمد سادات سامانہ[1] میں سے ہے۔ اور طالب علم اور نیک آدمی ہے۔ اسباب معاش کی تنگی کا شکار ہے۔ اسی بنا پر اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا ہے۔ اگر سرکار عالی میں گنجائش ہو تو شخص مذکور اس کا اہل ہے اور اگر آپ کے گنجائش نہ ہو تو اپنے مخلصین میں سے کسی کو سفارش کریں تاکہ یہ شخص تنگی معاش کے اسباب سے بے فکر ہو جائے۔ جبکہ یقین تھا کہ خود آنجناب فقراء اور محتاج لوگوں کی طرف پوری توجہ رکھتے ہیں۔ خاص کر سادات عظام کی امداد کی طرف زیادہ توجہ فرماتے ہیں تو یہ چند کلمے لکھنے کی جرأت کی۔ روانگی کے وقت یہ شخص اگرچہ رخصت کی سعادت سے سعادتمند نہیں ہوا' تاہم مخلصین کے گروہ میں شامل ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ سادات کرام کی محبت اور اخلاص پر استقامت عطا فرمائے۔ زیادہ گستاخی کی جرأت نہیں کرتا۔

مکتوب نمبر (۵۷)

نصیحت کے متعلق شیخ محمد یوسف کی طرف صادر فرمایا۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ بطفیل حضور سید المرسلین علیه و علیٰ اله وعلیهم من الصلوات افضلها و من التسلیمات اکملها آپ کو آپ کے آباء کرام کے طریقۂ مستقیمہ پر استقامت عطا فرمائے۔

آپ کے خاندان میں بزرگی موروثی شے ہے۔ ایسے طریقہ پر زندگی گزاریں کہ یہ وراثت میسر آ جائے۔ ظاہر کو ظاہر شریعت کے ساتھ اور باطن کو باطن شریعت کے ساتھ جو حقیقت سے عبارت ہے' آراستہ اور مزین رکھیں۔ کیونکہ حقیقت و طریقت حقیقتِ شریعت اور اس حقیقت کے راستے سے عبارت ہیں۔ یہ بات نہیں کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت و حقیقت امر دیگر ہے۔ کیونکہ یہ تو الحاد اور زندقہ ہے۔ آپ کے متعلق فقیر کا گمان بہت نیک ہے۔ بعض واقعات کو بھی اس معنی کا گواہ پاتا ہے۔ اور اس ماجرے کا کچھ قدرے بیان آپ کے والد بزرگوار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے بھی کیا تھا۔

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ شیخ عبدالغنی درستی ہے آراستہ اور نیک فطرت ہے۔ اگر آپ کی بلند خدمت میں کام کے سلسلے میں رجوع کرے تو ضرور اس کی طرف التفات اور توجہ فرمائیں۔ والسلام والاکرام

مکتوب نمبر (۵۸)

سیادت مآب سید محمود کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ جس راہ کے طے کرنے کے ہم درپے ہیں وہ سارے کا سارا سات قدم ہے۔ اور

[1] سامانہ ہندوستان میں سرہند شریف کے قریب ایک شہر ہے۔

Marfat.com

اس امر کے بیان میں کہ دوسرے سلاسل کے مشائخ کے بخلاف مشائخ نقشبندیہ نے سیر کی ابتداء عالم امر سے کی ہے۔ اور اس بیانؐ میں کہ ان بزرگوں کا طریقہ صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔ اور جو اس کے مناسب باتیں ہیں۔

التفات نامہ گرامی وارد ہوا۔ چونکہ اس سے بلند گروہ (نقشبندیہ) کی باتیں سننے کا شوق معلوم ہوتا تھا' اس بنا پر سوال کا جواب دینے اور مطلوب و مدعا کی طرف رغبت دلانے کے لیے ناچار چند باتیں تحریر میں لائی ہیں۔

مخدوم گرامی! جس راستے کو ہم طے کرنے کے درپے ہیں وہ سارا سات قدم ہے۔ جس طرح انسان کے سات لطیفے ہیں۔ دو قسم تو عالم خلق میں ہیں جو قالب (بدن) اور نفس سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور پانچ قدم عالم امر میں ہیں' جو قلب' روح' سرّ' خفی اور اخفی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان سات قدموں میں سے ہر قسم میں دس ہزار حجابات اُٹھاتے ہیں۔ یہ حجابات نورانی ہوں یا ظلمانی (سیاہ):

ان[1] لِلّٰــه سبعین الف حجاب من نور و ظلمة	بیشک اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ستّر ہزار پردے ہیں نور اور ظلمت کے۔

اول قدم میں جو عالم امر میں رکھتے ہیں تجلی افعال ظاہر ہوتی ہے۔ دوسرے قدم میں تجلی صفات' تیسرے قدم میں تجلیات ذاتیہ کا آغاز ہو جاتا ہے۔ پھر تجلیات کے فرق کے مطابق آگے ترقی کرتا چلا جاتا ہے' جیسا کہ اہل معرفت سے پوشیدہ نہیں۔ اور ان سات قدموں میں سے ہر قسم میں بندہ اپنے سے دور اور حق سبحانہ کے نزدیک ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ان قوموں کے مکمل ہونے کے ساتھ قرب الٰہی بھی مکمل ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ فنا اور بقا سے مشرف کر دیے جاتے ہیں اور ولایت خاصہ کے درجے تک پہنچا دیے جاتے ہیں۔

طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ نے اس سیر کی ابتداء عالم امر سے اختیار کی ہے اور عالم خلق کو بھی اس سیر کے ضمن میں طے کر لیتے ہیں۔ بخلاف دوسرے سلسلوں کے مشائخ قدس سرہم کے۔ لہٰذا طریقہ نقشبندیہ وصول کے لیے دوسرے سب طریقوں سے زیادہ قریب ہے۔ تو ضروری طور پر دوسروں کی انتہا ان کی ابتداء میں درج ہے۔ ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا
میرے گلستاں سے میری بہار کا اندازہ کر لو

ان بزرگوں کا طریقہ بعینہٖ صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ کیونکہ ان بزرگوں (صحابہ کرام) کو حضور خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی پہلی صحبت میں ہی بطریق اندراج نہایت و

[1] مشکوٰۃ شریف

Marfat.com

وہ کچھ میسر آ گیا جو کامل اولیاء امت کو نہایت پر پہنچ کر بھی بہت کم ہی میسر آیا ہے۔ لہٰذا[1] وحشی علیہ الرحمۃ قاتل سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صرف ایک بار صحبتِ خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پہنچا' حضرت اویس[2] قرنی سے جو خیر التابعین ہیں' افضل قرار پایا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک[3] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا حضرت معاویہ افضل ہیں' یا حضرت عمر[4] بن عبدالعزیز؟ تو آپ نے جواب دیا۔ ''وہ غبار جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوا وہ کئی درجے عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔ تو سوچنا چاہیے کہ جس گروہ کی ابتداء میں دوسروں کی نہایت درج ہے' ان کی نہایت کیسی ہوگی؟ اور دوسروں کے علم میں ان کی نہایت کیسے آ سکتی ہے؟

وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا هُوَ — اللہ کے لشکروں کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

قاصرے گر کند ایں طائفہ راطعن قصور — حاش للہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیرانِ جہاں بستۂ ای سلسلہ اند — روبہ از حیلہ چسا بگسلد ایں سلسلہ را

اگر کوئی کوتاہ نظر اس گروہ کو قصوروار ٹھیرائے تو حاش اللہ کہ میں زبان پر اس گلہ کو لاؤں۔ جہان کے سارے شیر اس سلسلہ سے منسلک ہیں۔ لومڑی حیلے بہانے سے اس سلسلے کو کس طرح توڑ سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اس نادر الوجود گروہ کی محبت نصیب فرمائے۔

کاغذ پر لکھی ہوئی یہ تحریر اگرچہ مختصر ہے لیکن اس میں بلند معارف اور اعلیٰ درجے کے حقائق درج ہیں۔ امید ہے کہ ان کو عزت وعظمت سے رکھیں گے۔ والسلام۔

---

[1] وحشی بن حرب۔ آپ حضرت جبیر بن معظم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ نے بحالتِ کفر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غزوۂ احد میں شہید کیا۔ لیکن بعد میں حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئے۔ اور خلافت صدیقی کے زمانہ میں آپ نے مسلیمہ کذاب مدعی نبوت کو قتل کر کے واصل جہنم کیا۔

[2] حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا آپ فرماتے تھے تابعین میں سب سے بہتر ایک مرد ہے جس کو اویس کہتے ہیں الخ۔ مشکوٰۃ۔

[3] حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ دین کے سرداروں اور فقہاء امت میں سے ہیں۔ آپ کی ذات مجمع خیرات اور مصدر برکات تھی۔

[4] عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن حکم بن ابی العاص۔ آپ خاندان اموی سے ہیں اور امیر المومنین ہیں اور اپنے وقت کے قطب ہوئے ہیں۔ آپ کے فضائل ومناقب کتب تاریخ میں مذکور ہیں۔ عدل وانصاف اور زہد وتقویٰ کی وجہ سے آپ کو عمر ثانی کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۵۹)

یہ مکتوب بھی سید محمود کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ نجات ابدی میسر آنے کے لیے تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ اور اس بیان میں کہ اہل سنت و جماعت کی اتباع کے بغیر نجات متصور نہیں۔ اور اس بیان میں کہ علم و عمل تو شریعت سے مستفاد ہیں اور اخلاص کا حصول طریق صوفیہ کے سلوک پر موقوف ہے۔ نیز اس بیان میں کہ اخلاص عمل اولیائے کرام کے لیے تمام اعمال افعال اور حرکات و ممکنات میں حاصل ہے۔

حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی شاہراہ پر استقامت عطا فرمائے اور کلی طور پر اپنی جناب قدس کی گرفتاری نصیب فرمائے۔

آپ کا مکتوب شریف اور مراسلہ لطیف وارد ہو کر جب فرحت ہوا اور فقراء سے محبت کے اسباب اور اس بلند درجہ گروہ کے ساتھ آپ کا اخلاص وعقیدت وضاحت کو پہنچا۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ (اے اللہ اس محبت اور اخلاص میں زیادتی کر۔)

آپ نے مفید اور نصیحت کی باتوں کا مطالبہ کیا ہے۔ مخدوم گرامی! آدمی کے لیے تین چیزوں سے چارہ نہیں' تاکہ نجات ابدی میسر آئے۔ علم' عمل اور اخلاص۔

پھر علم دو قسم ہے۔ ایک وہ علم جس سے عمل مقصود ہے۔ اس علم کے بیان کی کفیل فقہ ہے۔

دوسری قسم وہ ہے جس سے مقصود صرف اعتقاد اور یقین قلبی ہے۔ اس علم کی تفصیل مطابق آرائے صائبہ اہل سنت و جماعت علم کلام میں آ چکی ہے اور اہل سنت ہی ناجی فرقہ ہے۔ ان بزرگوں کی اتباع کے بغیر نجات[1] متصور نہیں۔ اگر بال برابر بھی مخالفت ہے تو خطرہ ہی خطرہ ہے۔ یہ بات کشف صحیح اور الہام صریح سے یقین کے درجہ تک پہنچ چکی ہے۔ اس میں غلطی کا احتمال نہیں۔

تو کس قدر مبارک ہے وہ شخص جسے ان کی متابعت کی توفیق مل گئی اور ان کی تقلید کا شرف حاصل ہو گیا۔ اور خرابی ان کے لیے جو ان کی مخالف راہ چلے۔ اور ان سے الگ ہو گئے اور ان کے اصول چھوڑ گئے اور ان گروہ سے نکل گئے تو خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہی کے راستے پر ڈالا۔ اور رویت حق تعالیٰ اور شفاعت کے منکر ہوئے۔ اور ان پر صحبت کی فضیلت اور صحابہ کے فضائل پوشیدہ رہے۔ اور اہل بیت کی محبت اور حضرت فاطمہ

[1] مسلمانوں کو چاہیے کہ حضرت شیخ مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد پر عمل کرتے ہوئے سنی عقائد پر قائم و ثابت رہیں۔ اور دوسرے گمراہ فرقوں کی طمع سازیوں کا شکار ہو کر اپنی آخرت برباد نہ کریں۔

Marfat.com

زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد پاک سے دوستی سے محروم رہ کران بے شمار بھائیوں کے حصول سے روک دیے گئے جو اہل سنت و جماعت کو حاصل ہوئی ہیں۔

اور تمام صحابہ کرام کا اتفاق ہے کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ کرامؓ سے افضل ہیں۔امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حالات صحابہ کے بہت بڑے جاننے والے ہیں' فرماتے ہیں کہ "لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال شریف کے بعد مجبور ہوئے۔تو انہیں اس نیلے آسمان کے نیچے ابوبکر صدیق سے بہتر کوئی شخص نہ ملا تو انہوں نے اپنی گردنوں کا والی انہیں بنالیا۔"

یہ امام شافعی کی طرف سے تصریح ہے کہ تمام صحابہ کرام افضیلت صدیق پر متفق تھے۔تو یہ صدر اول (دور صحابہ) کا صدیق اکبر کی افضیلت پر اجماع ہے۔لہٰذا یہ افضیلت کا مسئلہ قطعی ہے' جس کے انکار کی گنجائش نہیں۔

اور اہل بیت رسول علیہ السلام کا حال حضرت نوح کی کشتی کی طرح ہے۔جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا' اور جو اس سے دور رہا ہلاک ہو گیا۔

بعض عارفین کا قول ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ارشاد میں صحابہ کرام کو ستارے قرار دیا۔اور ستاروں سے لوگ راستہ پاتے ہیں۔اور اہل بیت کو سفینہ نوح سے تشبیہ دی۔اس طرف اشارہ کرنے کے لیے کہ کشتی پر سوار ہونے والے کے لیے ستاروں کو رعایت ضروری ہے تا کہ ہلاکت سے بچار ہے۔ستاروں کا لحاظ کیے بغیر اس کے لیے نجات ممتنع اور ناممکن ہوتی ہے۔

اور ضابطے کی جو بات ذہن میں ہونی چاہیے' یہ ہے کہ بعض صحابہ کرام کا انکار کل انکار ہے۔کیونکہ خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی فضیلت میں یہ سب حضرات مشترک ہیں۔اور صحبت کی فضیلت سب فضائل و کمالات سے فائق اور بلند ہے۔اسی بنا پر حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو خیر التابعین ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی کے ادنیٰ مرتبہ تک بھی نہیں پہنچ سکے۔لہٰذا صحبت کی فضیلت کا کوئی شے بھی مقابلہ نہیں کر سکتی۔کیونکہ ان صحابہ کا ایمان صحبت اور نزول وحی کی برکت سے شہودی ہو چکا ہے۔اور ایمان کا یہ رتبہ صحابہ کرام کے بعد کسی کو بھی نصیب نہیں۔اور اعمال ایمان پر متفرع ہوتے ہیں۔اعمال کا کمال ایمان کے کمال کے مطابق ہے۔

اور لڑائیاں جھگڑے جو ان کے درمیان واقع ہوئے' وہ نیک مرادوں اور بلیغ حکمتوں پر محمول ہیں۔وہ جہالت یا خواہش نفسانی کے تحت نہیں تھے۔بلکہ اجتہاد اور علم کی بنا پر تھے۔اگرچہ بعض کے اجتہاد میں غلطی واقع ہو گئی۔ایسے خطا کار کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں ثواب کا ایک درجہ ہے۔یہی افراط اور تفریط کے درمیان راہ ہے جس کو اہل سنت و جماعت نے اختیار کیا ہے' اور یہی محفوظ اور مضبوط راستہ ہے۔

مختصر یہ کہ علم و عمل تو شرع سے حاصل ہوتا ہے۔اور اخلاص جو علم و عمل کے لیے روح کی مانند ہے' اس کا حصول طریقہ صوفیہ کے سلوک سے وابستہ ہے۔جب تک سیر الی اللہ قطع نہ کرے اور سیر فی اللہ سے موصوف نہ ہو'

Marfat.com

اخلاص کی حقیقت دور رہتی ہے اور مخلص لوگوں کے کمالات سے انسان الگ رہتا ہے۔ ہاں عام مومنوں کو بھی تکلف و مشقت سے بعض اعمال میں اگرچہ کچھ قدرے ہی ہو اخلاص میسر آجاتا ہے۔

لیکن وہ اخلاص جس کا ہم بیان کرتے ہیں وہ تمام اقوال وافعال اور حرکات و سکنات میں بے تکلف اور بے مشقت اخلاص ہے۔ اور اس اخلاص کو حصول آفاقی اور انفسی الٰہوں کی نفی سے وابستہ ہے اور فنا اور بقا پر موقوف ہے۔ اور ولایت خاصہ تک وصول سے میسر آتا ہے۔ وہ اخلاص جو تکلف اور کوشش کا محتاج ہے ہمیشہ نہیں رہتا۔ حصول دوام کے لیے بے تکلف میسر آنا درکار ہے۔ اور یہ مرتبہ حق الیقین میں جاکر نصیب ہوتا ہے۔ پس اولیاء اللہ جو کچھ کرتے ہیں صرف حق عزّ وجلّ کے لیے کرتے ہیں اپنے نفس کے لیے کچھ نہیں کرتے۔ کیونکہ ان حضرات کے نفس حق تعالیٰ کی ذات پر فدا ہو چکے ہیں۔ حصول اخلاص کے لیے انہیں نیت درست کرنے کی حاجت نہیں۔ (یعنی ان کی نیتیں خود بخود ہی درست رہتی ہیں) کیونکہ ان کی نیت فنافی اللہ اور بقاباللہ کے باعث درست ہو چکی ہے۔

مثلاً جو شخص اپنے نفس کا گرفتار ہے۔ وہ جو کچھ کرے اپنے نفس کے لیے ہی کرتا ہے۔ چاہے نیت کرے یا نہ کرے۔ اور جب اس کی یہ گرفتاری دور ہو جائے اور حق تعالیٰ کی گرفتاری نصیب ہو جائے تو ایسی جگہ پر پہنچ جاتا ہے کہ جو کچھ کرتا ہے ناچار حق تعالیٰ کے لیے ہی کرتا ہے۔ نیت حاضر ہو یا نہ ہو۔ نیت اس کام میں درکار ہوتی ہے جو درجہ احتمال میں ہو اور جو چیز متعین ہو نیت کے ذریعہ اس کی تعین کی ضرورت نہیں۔ اور اس مقام کا حصول اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ دوام اخلاص والا شخص مخلص کہلاتا ہے۔ اور جس شخص کا اخلاص دائمی نہیں، بلکہ کسب اخلاص کا محتاج ہے وہ مخلص بکسر لام ہے۔ اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اور طریقہ صوفیہ اختیار کرنے سے علم و عمل کو جو نفع پہنچتا ہے، یہ ہے کہ علوم کلامیہ استدلالیہ کشفیہ ہو جاتے ہیں۔ اور تمام اعمال کی ادائیگی میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور وہ سستی جو نفس اور شیطان کی طرف سے طاری ہوتی ہے زائل اور معدوم ہو جاتی ہے۔ ع

ایں کار دولت است کنوں تا کرا رسد

مکتوب نمبر (٦٠)

یہ مکتوب بھی سیادت پناہ سید محمود کی طرف صادر فرمایا۔

خطرات اور وساوس کے بالکلیہ دفع اور دور ہو جانے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنی ذات قدس کے ساتھ دوام گرفتاری کی نعمت سے مشرف فرمائے کیونکہ حقیقی آزادی اسی گرفتاری میں ہے۔ خطرات نفسانی کا رُک جانا اور وسوسوں کا جانا حضرات خواجگان نقشبندیہ قدس سرہم کے طریقہ میں مکمل طور پر حاصل ہے۔ حتّٰی کہ اس بزرگ۔ وارده کے بعض مشائخ نے خطرات نفسانی کا چلہ کاٹا ہے اور

Marfat.com

اس پورے چلے میں اپنے باطن کو خطروں اور وسوسوں کے آنے سے دور رکھا ہے۔ حضرت خواجہ احرار قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ نے اس مقام میں فرمایا ہے کہ خطروں اور وسوسوں کے دور ہونے سے وہ خطرے اور وسوسے مراد ہیں جو مطلوب کی طرف دوام توجہ میں مانع اور رکاوٹ بنیں۔ مطلق دفعہ خواطر مراد نہیں۔

اور اس بلند سلسلے کا ایک درویش واما بنعمۃ ربک فحدث (اپنے رب کی نعمت کا چرچا کرو) کے مطابق اپنے حال کی یوں خبر دیتا ہے کہ:

"دل سے خواطر اور وسوسے اس حد تک دور ہو چکے ہیں کہ اگر بالفرض عمر نوح کا علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس صاحبِ قلب کو دے دیں، تو بھی ہرگز اس کے دل پر کسی خطرے کا گزر نہیں ہو سکتا۔"

یہ نہیں کہ اسے ان خواطرہ و وساوس کے دور کرنے میں تکلف کی ضرورت پڑے۔ کیونکہ جو شے تکلف سے وجود میں آتی ہے وقتی اور عارضی ہوتی ہے، ہمیشہ اور دائمی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس درویش کی حالت تو یہ ہے کہ اگر سالہا سال خواطر اور وسوسوں کو دل میں لانے کی کوشش کرتا رہے تو بھی وسوسوں کا گزر اس کے دل پر نہیں ہو سکتا۔ صرف چالیس دن کے چلے کی تعین تکلف اور تصنع کی خبر دیتی ہے۔ تعمل اور تکلف مرتبہ طریقت میں ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تکلف اور تصنع سے چھوٹ جائے۔ یاد کرو[1] مرتبہ طریقت میں ہے اور یادداشت درجہ حقیقت ہیں۔

پس یہ ثابت ہوگئی کہ خواطر اور وساوس کو تکلف سے روکنا وقتی شے ہے۔ جس طرح انہیں روکنے کے لیے دس روز یا چالیس روز کا چلہ اس طرح سے مطلوب کی طرف دوام توجہ محال ہے کیونکہ تکلف مرتبہ طریقت میں ہے۔ اور طریقت میں دوام متصور نہیں۔ اور یہ دوام جو مرتبہ حقیقت میں نصیب ہوتا ہے اس بنا پر ہے کہ مقام حقیقت میں تکلف محال ہے۔ پس مرتبۂ تکلف میں خطرے کا آنا دوام توجہ سے مانع ہے۔ اور اس بلند سلسلہ کے مبتدیوں کو جو دوام نگرانی نصیب ہوتی ہے وہ ایک امر دیگر ہے اور وہ دوام توجہ جسے ہم بیان کر رہے ہیں وہ یادداشت سے عبارت ہے اور نہایت مرتبہ کمال ہے۔ حضرت خواجہ عبدالخالق[2] غجدوانی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ نے فرمایا ہے کہ یادداشت

---

[1] سالک جب تک طریقت و تصنع کے مقام میں رہتا ہے اور حقیقت اور ملکہ حضور تک نہیں پہنچتا یاد کرو کے مقام میں ہوتا ہے۔ اور جب حضور اور دوام تک پہنچ جاتا ہے اور یاد کرو کے مقام سے نکل جاتا ہے اور یہ حضور ملکہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے کہ دور کرنے سے دور نہ ہو تو یہ یادداشت کا مقام ہے۔

[2] آپ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ کے چار خلفاء میں سے ایک ہیں۔ آپ سلسلہ خواجگان نقشبندیہ قدس سرہم کے سردار ہیں۔ آپ کا مقام ولادت اور مزار شریف قصبہ غجدوان میں ہے جو شہر بخارا شریف سے ۶ فرسنگ پر واقع ہے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم مبارک عبدالجمیل ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ آپ نے ابتدائی علوم شہر بخارا میں حاصل کیے۔ بوقت وصال شریف آپ نے چار حضرات کو خلافت عطا فرما کر دعوت ارشاد کا کام ان کے ذمہ کیا اور اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ آپ راہ صدق و صفا، متابعت شرع اور سنت مصطفیٰ ﷺ میں کوشاں رہے۔ بدعات و خواہشات سے دور رہتے تھے۔ اپنی روش و طریقہ لوگوں سے پوشیدہ رکھتے تھے۔ رشحات ملخص۔

Marfat.com

سے اوپر پنداشت[1] ہے۔ یعنی اور کوئی مرتبہ نہیں۔

اس قسم کے احوال کے اظہار سے مقصود اس بلند طریقہ کے طالبوں کو مزید رغبت دلانا ہے۔ اگرچہ منکر لوگوں کے انکار میں ہی اضافہ ہوگا:

یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا — اللہ تعالیٰ اس سے بہت کو گمراہ کرتا ہے اور بہت کو ہدایت کرتا ہے۔

مثنوی:

ہر کس افسانہ بخواند افسانہ است — وانکہ دیدش نقد خود مردانہ است

آب نیل است و بقبطی خوں بود — قوم موسیٰ را نہ خوان بود آب بود

یعنی جو شخص اس کو افسانہ اور بے اصل کہتا ہے وہ خود بے اصل اور غیر معتمد ہے۔ اور جس نے اس کو اپنا نقد سرمایہ قرار دیا وہ مرد ہے۔ دریائے نیل پانی ہے مگر قطبیوں (فرعونیوں) کے لیے خون تھا لیکن قوم موسیٰ کے لیے خون نہیں تھا۔ بلکہ پانی تھا۔

والسلام والاکرام۔

مکتوب نمبر (٦١)

یہ مکتوب بھی سیادت مآب سید محمود کی طرف صادر فرمایا۔

کامل اور کامل کرنے والے شیخ کی صحبت اختیار کرنے کی ترغیب اور ناقص کی صحبت سے اجتناب کرنے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں

اللہ تعالیٰ نظر کی کجی سے آزاد اور تمام انسانوں کے سردار نبی اکرم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کے طفیل اپنی ذات کی طلب میں زیادتی اور اضافہ نصیب فرمائے۔ اور جو چیزیں مطلب و مقصد تک پہنچنے میں رکاوٹ اور منافی ہیں ان سے کامل اجتناب عطا فرمائے۔

التفات نامہ گرامی نے اپنی آمد سے مشرف کیا۔ چونکہ آپ کے مکتوب گرامی سے طلب و شوق اور درد و پیاس کا اظہار ہوتا تھا اس لیے نظر کو بہت اچھا لگا۔ کیونکہ یہ چیز حصول مطلب کی بشارت دیتی ہے۔ اور درد مقصود کو پانے کا مقدمہ اور سبب ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ "اگر اللہ تعالیٰ نے کچھ نہ دینا ہوتا تو وہ چاہت اور طلب عطا نہ کرتا۔

دولتِ طلب کے حصول کو نعمتِ عظمیٰ جانتے ہوئے جو کچھ اس کے مخالف ہے اس سے پرہیز کرنا

[1] پنداشت یعنی محض وہم و گمان اور خیال ہے یعنی کوئی چیز نہیں ١٢

Marfat.com

چاہیے۔ تاکہ اس طلب میں سستی راہ نہ پائے۔ اور اس حرارت میں ٹھنڈک اثر نہ کر جائے۔ اور اس طلب کی حفاظت کے اسباب میں سب سے بڑا اس دولت کے حصول کے شکر کے ساتھ قائم ہونا ہے۔

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ — اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں ضرور اور زیادہ عطا کرونگا۔

اور جناب قدس خداوندی جل سلطانہٗ میں ہر وقت التجا اور تضرع ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے چہرۂ طلب کو اپنے کعبۂ جمال لازوال سے پھیر نہ دے۔ اور اگر حقیقت التجا و تضرع میسر نہ آئے تو صورت التجا و تضرع کو ہاتھ سے نہیں کھونا چاہیے۔

وَاِنْ[1] لَّمْ تَبْکُوْا فَتَبَاکُوْا — اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت ہی بناؤ۔

میں اسی معنی و مطلب کا بیان ہے۔

شوق و درد کی یہ حفاظت شیخ کامل مکمل کی خدمت میں پہنچنے کے وقت تک ہے۔ اس کی خدمت اقدس میں پہنچ جانے کے بعد اپنی تمام مرادیں اس کے حوالے کر دے جس طرح میت غسال کے ہاتھ میں فناء اول فنافی الشیخ ہے۔ پھر یہی فنا فنافی اللہ کا ذریعہ اور وسیلہ بن جاتی ہے۔

زاں روی کہ چشم تست احول — معبود تو پیر تست اول

چونکہ تیری نظر اوّل میں احول (ایک کو دو دیکھنے والی ہے) اس لیے اوّلاً تیرا قبلہ گاہ تیرا پیر و مرشد ہے۔

کیونکہ افادے اور استفادے کا راستہ طرفین کی مناسبت پر مبنی ہے۔ ابتداء میں طالب کو اس کی کمال پستی اور کمینگی کے باعث جناب اقدس عز سلطانہٗ کے ساتھ مناسبت نہیں ہوتی۔ اس وقت درمیان میں دو جہتوں والا واسطہ اور برزخ درکار ہے۔ اور وہ شیخ کامل و مکمل کی ذات ہے۔

اور سستی اور خرابی کا قوی ترین سبب شیخ ناقص کی طرف طلب و رجوع ہے جس نے ابھی سلوک و جذبہ کا کام مکمل نہیں کیا اور اپنے آپ کو مسند شیخی کی طرف کھینچ لایا ہے۔ طالب کے لیے اس کی صحبت زہر قاتل ہے اور اس کی طرف رجوع مہلک مرض ہے۔ طالب کی بلند استعداد کو اس طرح کی صحبت پستی کی طرف لے آتی ہے اور بلندی سے نیچے گرا دیتی ہے۔ مثلاً وہ مریض جو طبیب ناقص سے علاج کرائے وہ درحقیقت اپنے مرض میں زیادتی کی کوشش کر رہا ہے اور اپنی ازالہ مرض کی قابلیت و استعداد کو ضائع کر رہا ہے۔ اگرچہ اس کی دوا ابتدائے مرض میں قدرے تخفیف پیدا کرتی ہے مگر فی الحقیقت وعین نقصان اور ضرر ہے۔ بالفرض یہ مریض اگر طبیب حاذق تک پہنچ جائے تو طبیب حاذق پہلے طبیب ناقص کی دوا کے اثرات زائل کرنے کی فکر کرے گا اور مسہلات کے ساتھ اس کا علاج کرے گا۔ اس کے اثرات کے ازالے کے بعد مرض کے دور کرنے کی طرف توجہ کرے گا۔

---

[1] یہ حدیث مشکوۃ شریف میں شرح السنۃ سے بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ مذکور ہے۔

Marfat.com

ان بزرگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقے کا دارومدار صحبت پر ہے کہنے سننے سے کام نہیں بنتا بلکہ یہ چیز طلب میں سستی پیدا کر دیتی ہے۔ احتمال ہے کہ چند روز تک دہلی اور آگرہ کی طرف میرا جانا ہوگا۔ اگر آپ اکیلے ادھر آ جائیں اور روبرو ہو کر جلدی سے کچھ اخذ کر لیں تو اس کی گنجائش ہے۔ اس سے زیادہ گفتگو تکلیف دہ امر ہے۔

باقی سوالات جو پوچھے گئے تھے' ان کا جواب یہ ہے کہ جناب مشیخت پناہ' معارف دستگاہ شیخ تاج کا وجود اُس صوبہ میں غنیمت ہے۔ وہ بزرگ شخصیت ہے لیکن آپ کی استعداد کو ان کے طریقہ سے مناسبت کم ہے۔ رابطہ کے حصول کے بغیر مطلوب کا حصول مشکل و دشوار ہے۔ آگے آپ مختار ہیں۔ اگر کبھی کبھی اپنے حالات لکھ بھیجا کریں' تا کہ اس طرح اس طرف سے بھی کچھ لکھ بھیج دیا جایا کرے تو مناسب ہے۔ کیونکہ اس طرح اخلاص و عقیدت کا سلسلہ ہر وقت حرکت میں رہتا ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۶۲)

جناب مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ جو جذبہ سلوک سے پہلے ہے وہ مقاصد میں سے نہیں' بلکہ وہ آسانی کے ساتھ منازل سلوک طے کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور جو جذبہ سلوک کے بعد نصیب ہوتا ہے وہ مقاصد میں ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

الحمد للّٰہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

حق تعالیٰ تک وصول کے راستے کے دو جزو ہیں۔ جذبہ[1] اور سلوک[2]۔ یا تصفیہ اور تزکیہ[3]

وہ جذبہ جو سلوک سے پیشتر ہے مقاصد میں سے نہیں ہے۔ اور وہ تصفیہ جو تزکیہ سے پہلے نصیب ہوتا ہے وہ بھی مطالب میں سے نہیں ہے۔ ہاں وہ جذبہ جو سلوک کو مکمل کرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ تصفیہ جو تزکیہ کے حصول کے بعد میسر آتا ہے اور سیر فی اللہ[1] سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ البتہ مقاصد مطلوبہ میں سے ہے۔ وہ جذبہ اور تصفیہ جو سلوک سے پہلے ہے وہ سلوک کے راستوں پر آسانی سے چلنے کے لیے ہے۔ سلوک کے بغیر کام نہیں بنتا۔ اور منازل طے کرنے کے بغیر مطلوب کا جمال سامنے نہیں آتا۔ پہلا جذبہ دوسرے جذبے کے لیے صورت کی مانند ہے۔ فی الحقیقت ایک کو دوسرے سے کوئی مناسبت نہیں۔ پس نہایت کے بدایت میں اندراج سے مراد جو اس بلند سلسلہ کے مشائخ کی عبارات میں واقع ہے یہ ہے کہ نہایت کی صورت بدایت میں درج ہے۔ ورنہ

---

[1] سیر فی اللہ اور سیر الی اللہ نیز سیر عن اللہ باللہ اور سیر فی الاشیاء کے معانی۔ حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ نے جلد اوّل مکتوب نمبر ۱۴۴ میں تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔ یہ مکتوب آپ نے حافظ محمود لاہوری کی طرف صادر فرمایا ہے۔

Marfat.com

حقیقت نہائی بدایت میں سما نہیں سکتی۔ نہایت کی بدایت سے کوئی مناسبت نہیں۔ اس بحث کی تحقیق اس رسالہ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہو چکی ہے جو حقیقت جذبہ و سلوک وغیرہ میں تحریر کیا گیا ہے۔

الغرض صورت سے حقیقت کی طرف عبور کرنا ضروری ہے۔ اور حقیقت کی طرف بڑھنے کے بجائے صورت پر ہی اکتفا کرنا دور رہنے کی بات ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نبی مختار اور آپ کی نیک اولاد علیہ وعلیہم من الصلوات کملہا ومن التحیات افضلہا کے طفیل ہم سب کو حقیقت حقہ سے موصوف فرمائے اور صورت باطلہ سے بچائے۔

مکتوب نمبر (۶۴)

یہ مکتوب سیادت و بزرگی کے مالک شیخ فرید کی خدمت میں صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ تمام انبیاء کرام صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیہم اصول دین میں متفق ہیں۔ ان بزرگوں کا آپس میں اختلاف صرف فروع میں ہے۔ اور ان کے کچھ متفقہ کلمات کے بیان ہیں۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں اور تم سب کو آپ کے آباء کرام کے طریقہ پر ثابت رکھے۔ آپ کے آباء کرام میں سب سے افضل نبی کریم پر اصالۃً اور باقی پر ماتحت ہونے کے طور پر صلوٰۃ وسلام کا نزول ہوتا رہے۔

انبیاء کرام (ان سب پر عموماً اور ان سب سے افضل پر خصوصاً اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلامتی اور تحفے اور برکتیں نازل ہوتی رہیں) کائنات کے لیے رحمت ہیں۔ انہی بزرگوں کے ذریعہ جہان کو نجات ابدی کی سعادت نصیب ہوئی ہے اور غیر حق سے گرفتاری سے خلاصی حاصل ہوئی ہے۔ اگر ان کا وجود شریف نہ ہوتا تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ جو غنی مطلق ہے اپنی ذات اور صفات تعالیٰ وتقدس سے واقف نہ کرتا' اور اپنے تک راستہ نہ دکھاتا۔ اور کوئی بھی اس ذات کو نہ پہچان سکتا۔ اور شرع شریف کے اوامر ونواہی جن کا اس نے محض اپنے فضل وکرم اور بندوں کے نفع کے لیے مکلف کیا ہے' مکلف نہ کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ باتیں غیر پسندیدہ سے ممتاز اور جدا نہ ہوتیں۔

تو اس نعمت عظمیٰ کا شکر کس زبان سے ادا ہو سکتا ہے اور کس کی مجال ہے کہ شکر کی اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے۔ اس ذات کی حمد وثنا جس نے ہمیں اپنے انعامات سے نوازا اور اسلام کی دولت عطا فرمائی۔ اور ہمیں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کرنے والوں میں سے کیا۔

یہ سب بزرگ احوال دین میں متفق ہیں اور حق تعالیٰ وتقدس کی ذات وصفات' حشر ونشر' انبیاء کے بھیجے' نزول ملائکہ' وحی کے وارد ہونے اور جنت کی نعمتیں اور دوزخ کے دائمی اور ابدی عذاب کے بارے میں ایک ہی بات کہتے ہیں۔ ان کا آپس میں بعض احکام میں اختلاف فروع سے تعلق رکھتا ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہر زمانہ میں ہر اولوالعزم پیغمبر پر اس زمانے کے لوگوں کے لیے بعض مناسب احکام نازل فرمائے اور مخصوص احکام سے مکلف کیا۔ احکام شرعیہ میں نسخ وتبدیلی حق تعالیٰ کی حکمتوں اور مصلحتوں کے تحت ہے بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک

Marfat.com

ہی صاحب شریعت نبی پر مختلف اوقات میں متضاد احکام نسخ وتبدیلی کے طور پر وارد و نازل ہوتے ہیں۔

جن بعض کلمات میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہ بزرگ گروہ متفق ہے ان میں سے بعض یہ ہیں:

غیر حق سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کی نفی۔ اس ذات تعالیٰ وتقدس کے ساتھ شرک کی ممانعت اور مخلوق کے لیے حق تعالیٰ کی ذات پاک کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو رب اور الٰہ بنا لینے کا عدم جواز۔

یہ حکم اور یہ تعلیم انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پیروکاروں کے علاوہ کوئی بھی اس دولت ونعمت سے مشرف نہیں ہوا' اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ کسی نے بھی ایسی گفتگو نہیں فرمائی۔

منکرین نبوت اگرچہ خدا تعالیٰ کو ایک کہتے ہیں مگر ان کا معاملہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو اہل اسلام کی تقلید کے طور پر ایسا کہتے ہیں' اور یا واجب الوجود ہونے میں تو اس کو ایک تسلیم کرتے ہیں مگر استحقاق عبادت میں وحدہٗ لاشریک نہیں مانتے۔ اور اہل اسلام کے نزدیک اللہ تعالیٰ وجود وجود اور استحقاقِ عبادت دونوں میں وحدہٗ لاشریک ہے۔ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ سے مراد باطل الٰہوں کی عبادت کی نفی اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی معبودیت کا اثبات ہے۔

دوسری بات جو ان بزرگوں کے ساتھ خاص ہے' یہ ہے کہ یہ حضرات دوسرے لوگوں کی طرح اپنے آپ کو بشر ہی کہتے ہیں۔ الٰہ اور معبود حق سبحانہٗ کی ذات کو ہی مانتے ہیں اور ذات کی طرف ہی دعوت دیتے ہیں۔ اور اس ذات سبحانہٗ کو حلول واتحاد سے منزہ جانتے ہیں۔

لیکن منکرین نبوت کی یہ حالت نہیں۔ بلکہ منکرین کے سرداروں نے تو الوہیت اور خدائی کا دعویٰ کیا ہے۔ حق سبحانہٗ کا اپنے اندر حلول مانتے ہیں۔ اور استحقاق عبادت اور الوہیت کا نام اپنے آپ پر استعمال کرنے سے پرہیز نہیں کرتے۔ تو لامحالہ اس وجہ سے انہوں نے اس کی بندگی سے پاؤں باہر نکال لیے ہیں' اور بُرے افعال اور قبیح اعمال میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ اس طرح ان پر اباحتِ اشیاء کا راستہ کھل جاتا ہے اور گمان کر لیے ہیں کہ ان خداؤں کے لیے کوئی چیز ممنوع نہیں۔ یہ جو کچھ کہتے ہیں ٹھیک کہتے ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں سب درست اور مباح ہے۔ تو خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ تو افسوس ہے ان پر اور ان کے متبعین اور ان کے پیروکاروں پر۔

دوسری بات جس پر انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات متفق ہیں اور ان کے منکرین اس سے بے نصیب ہیں' یہ ہے کہ یہ بزرگ گروہ نزول ملائکہ کا جو معصوم مطلق ہیں اور کچھ تعلق اور آلودگی نہیں رکھتے' قائل ہے' اور وحی کے امین اور کلام ربانی کے حامل ہیں۔ پس یہ بزرگ گروہ جو کچھ کہتا ہے حق تعالیٰ وتقدس کی طرف سے کہتا ہے۔ اور جو کچھ پہنچاتا ہے خدا کی طرف سے پہنچاتا ہے اور ان کے اجتہادی احکام بھی وحی سے مؤید ہیں۔ اگر بالفرض ان سے کچھ لغزش ہو جائے' تو خدائے سبحانہٗ وتعالیٰ فوراً وحی قطعی سے اس کا تدارک کر دیتا ہے۔

Marfat.com

اور منکرین کے سردار اور رئیس جو اپنے لیے دعویٰ خدائی کیے ہوئے ہیں' جو کچھ کہتے ہیں اپنے پاس سے کہتے ہیں۔ اور اپنے زعم الوہیت کی بنا پر اسی کو ٹھیک اور درست قرار دیتے ہیں۔

تو انصاف سے کام لینا چاہیے کہ جو شخص کمال بے عقلی کے باعث اپنے آپ کو اللہ کہے اور مستحق عبادت جانے۔ اور اس فاسد اور غلط گمان کے تحت ناشائستہ افعال کا ارتکاب کرے' اس کی باتوں کا کیا اعتبار ہوسکتا ہے؟ اور اس کی اتباع اور پیروی پر کونسی بھلائی موقوف ہوسکتی ہے؟ ع

سالیکہ نکوست از بہارش پیداست

سال کی خوبی اس کے موسم بہار کے دم قدم سے ہے

اس قسم کی باتوں کا اظہار مزید وضاحت کے لیے ہے۔ ورنہ حق باطل سے بالکل جدا اور ممتاز ہے۔ اور نور ظلمت کے مقابلے میں بالکل نمایاں ہے:

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل مٹنے ہی والی چیز ہے۔

اے اللہ! ہم کو ان اکابر انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی متابعت پر ثابت قدم رکھ۔

بقیہ المقصود یہ بات ہے کہ سیادت پناہ میاں پیر کمال کو آپ بہتر جانتے ہیں۔ اس بارے میں کچھ لکھنے کی کیا حاجت ہے۔ اتنی بات ہے کہ یہ حقیر ان کی آشنائی سے کچھ عرصہ سے محظوظ ہے۔ مدت کی بات ہے کہ انہوں نے آستانہ بوسی کا اشتیاق ظاہر کیا تھا۔ لیکن اس دوران ان پر ضعف طاری ہوگیا۔ اور ایک عرصہ تک صاحب فراش رہے ہیں۔ فراغت وصحت کے بعد آپ کی خدمت میں حاضری کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ آپ کی مہربانی کے امیدوار ہیں۔

مکتوب نمبر (٦٤)

سرداری اور بزرگی کی پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا:

جسمانی اور روحانی لذت اور جسمانی آلام ومصائب برداشت کرنے کی ترغیب اور اس کے مناسب اُمور کے بیان میں۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ تمہیں دارین میں بحرمۃ سید ثقلین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات دراین میں سلامتی اور عافیت نصیب فرمائے۔

دنیا کی لذت اور اس کا الم دو قسم ہے: روحانی اور جسمانی۔ ہر وہ چیز جس میں جسم کے لیے لذت ہے' روح کے لیے اس میں تکلیف ہے۔ اور جس سے بدن کو تکلیف پہنچے رُوح کو اسے لذت حاصل ہوتی ہے۔ رُوح

Marfat.com

اور جسم ایک دوسرے کی نقیض ہیں۔ اور اس جہان میں کہ روح جسم کے مقام میں نزول کر چکا ہے اور جسم و جسمانیات کا گرفتار ہو چکا ہے' جسم کے حکم میں ہو چکا ہے۔ جسم کی لذت سے یہ بھی لذت اُٹھاتا ہے اور جسم کو تکلیف پہنچنے سے اس کو بھی تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ یہ مرتبہ عوام کالانعام کا ہے۔ آیۂ کریمہ:

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ — پھر ہم نے اس کو سب نیچوں سے نیچے کر دیا۔ [1]

انہی عوام کے حال پر صادق آتی ہے۔

ہزار بار افسوس اگر روح اس گرفتاری سے نجات حاصل کر کے اپنے وطنِ اصلی کی طرف رجوع نہ کرے۔

پایہ آخر آدم است و آدمی — گشت محروم از مقامِ محرمی
گر نہ گردد باز مسکیں زیں سفر — نیست از وے ہیچ کس محروم تر

آخری مرتبہ آدم کا ہے' اور آدمی محرم راز ہونے کے مقام سے محروم ہو چکا ہے۔ یہ مسکین انسان اگر اس سفر (مشغول مخلوقات) سے واپس نہ لوٹا تو اس زیادہ محروم اور کوئی نہیں۔

یہ روح کا مرض ہے کہ وہ اپنی تکلیف کو لذت گمان کرتا ہے اور لذت کو درد و الم تصور کرتا ہے۔ جس طرح صفراوی مزاج انسان مرض صفراء کے باعث شیریں چیز کو کڑوا محسوس کرتا ہے۔ تو اہل عقل پر اوّلاً اس مرض کا ازالہ ضروری ہے۔ تاکہ جسمانی آلام و مصائب کے باوجود اپنی خوش و خرم بسر کریں۔

از پئے ایں عیش و عشرت ساختن — صد ہزاراں جاں بباید باختن

اس عیش و عشرت (رنج و غم دنیوی میں بھی خوش رہنا) کو حاصل کرنے کے لیے ہزاروں جانیں قربان کرنا پڑتی ہیں۔

اگر اچھی طرح حالاتِ دنیا کا ملاحظہ کیا جائے تو یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ اگر دنیا میں رنج و مصیبت نہ ہوتی تو اس کی جو برابر بھی قیمت نہ ہوتی۔ دنیا کی تاریکیوں کو واقعات و حوادث آ کر زائل کر دیتے ہیں۔ حوادث زمانہ کی تلخی کڑوی دوا کی طرح نافع ہے۔ جس سے مرض زائل ہوتا ہے۔

فقیر کو اس طرح محسوس ہوا ہے کہ لوگ جو ایک دوسرے کی عام کھانے کی دعوتیں کرتے ہیں اور اس میں خلوص نیت ملحوظ نہیں رکھتے۔ اور دعوت کھانے والوں میں سے بعض لوگ شکوے اور شکایت کی زبان کھولتے ہیں اور طعام و صاحب طعام کا عیب نکالتے ہیں۔ اور دعوت کرنے والا ان کے اس رویتے سے دل شکستہ ہوتا ہے۔ اور یہی شکستہ دلی صاحب دعوت کی اس ظلمت (نیت کی خرابی) کو جو دعوت طعام میں پائی جاتی ہے' قبولیت کے مقام میں لے آتی ہے۔ اگر وہ جماعت شکوہ شکایت نہ کرتی' اور اس سے صاحب طعام کو شکستہ دلی لاحق نہ ہوتی تو وہ طعام ظلمت و کدورت سے پُر ہوتا۔ اس صورت میں اس طعام کی قبولیت کے احتمال کی کوئی گنجائش نہ ہوتی۔ پس کام کا

[1] یعنی جب انسان نے کفر اختیار کیا اور اپنی فطرت سلیمہ کو ضائع کر دیا۔ (سورہ تین۔ پارہ ۳۰)

Marfat.com

مدار شکستگی اور آوارہ دلی پر ہے۔ اور ہم ناز پردہ اور عیش و نعمت کے دلدادگان کے لیے کام بڑا مشکل ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

نص قطعی ہے۔ اور عبادت تذلل اور شکستگی سے عبارت ہے۔ تو انسان کی پیدائش سے مقصود اس کی عاجزی اور انکساری ہے۔ خاص کر مسلمانوں اور دینداروں کی پیدائش و خلقت کہ ان کے لیے تو دنیا ہے ہی قید خانہ [1]۔ اور قید خانہ میں عیش و آرام تلاش کرنا عقل سے بعید بات ہے۔ پس آدمی کے لیے محنت و کوشش اور جدوجہد کے بغیر چارہ نہیں۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ہم بے طاقتوں کو اس معنی و حقیقت پر استقامت نصیب کرے۔ آپ کے جد امجد کی حرمت سے علیه و علیٰ آله من الصلوات اتمها و من التحيات اكملها۔

مکتوب نمبر (٦٥)

خان اعظم کی طرف صادر فرمایا:

مسلمانوں کی بے چارگی اور ضعف اسلام پر غم کھانے اور اہل اسلام کی تقویت اور شرعی احکام کے اجراء پر ابھارنے اور ترغیب دینے کے بیان میں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کی تائید فرمائے اور اسلامی احکام کی بلندی میں آپ کو دشمنانِ اسلام پر فتح و نصرت عطا فرمائے۔

مخبر صادق حضور نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا نے فرمایا ہے۔

اَلْاِسْلَامُ بَدَءَ غَرِيْبًا وَّ سَيَعُوْدُ كَمَا بَدَءَ فَطُوْبیٰ لِلْغُرَبَآءِ

اسلام مسافر کی طرح ظاہر ہوا۔ (یعنی سے بہت کم لوگوں نے پہچانا) اور عنقریب اپنی ابتدائی غربت کی طرف لوٹ جائے گا۔ پس خوشحالی ہے غرباء کے لیے۔ یعنی اس کی مدد کرنے والوں کے لیے۔ (صحیح مسلم شریف، ابن ماجۃ طبرانی بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

غربت اسلام اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ کفار علانیہ اسلام پر اعتراضات اور مسلمانوں کی مذمت کرتے ہیں۔ اور بے تحاشا کفر کے احکام کا اجراء اور کوچہ و بازار میں کفار کی مدح و ثناء کرتے پھر رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کو اسلامی احکام کے اجراء سے روک دیا گیا ہے اور احکام شرعیہ کے بجالانے میں ان کی مذمت اور ان پر طعن و تشنیع کر

[1] صحیح حدیث کی طرف اشارہ ہے جو اس باب میں وارد ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں الدنیا سجن المومن و جنۃ الکافر۔ "دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔" مسلم شریف بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مترجم عفی عنہ۔

Marfat.com

جاتی ہے۔

پری نہفتہ رُخ ودیو در کرشمہ و ناز
بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

پری تو اپنا منہ چھپائے رکھے اور شیطان کرشمہ وناز دکھائے۔ حیرت سے عقل جل جاتی ہے کہ یہ کیا عجیب معاملہ ہے۔

سبحان اللّٰہ و بحمدہٖ مقولہ ہے کہ الشرع تحت السیف (شرع تلوار کے نیچے ہے) اور شرع شریف کی رونق بادشاہانِ اسلام سے وابستہ ہے۔ یہ جملہ اُلٹ ہو چکا ہے ا رمعاملے میں انقلاب آ چکا ہے۔ واحسرتا واندامتا' واویلا۔ (ہائے' ہائے ندامت' ہائے افسوس)

آج ہم آپ کے وجود شریف کو ہی غنیمت جانتے ہیں۔ اور اس کمزور اور شکست خوردہ معرکہ میں مرد میدان صرف آپ کی ذات کو ہی تصور کرتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ بحرمت نبی کریم اور آپ کی بزرگ اولاد کے آپ کا موید اور مددگار ہو۔ علیہ و علیٰ الہ الصلوات و التسلیمات و التحیات و البرکات۔ ایک حدیث میں وارد ہے:۔

لَنْ یُّؤْمِنَ [3] اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُقَالَ اِنَّہٗ مَجْنُوْنٌ تم میں سے ہرگز کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اسے دیوانہ نہ کہا جائے۔

آج وہ جنون جس کا مبنی اسلامی غیرت ہے آپ کی طبیعت میں محسوس ہو رہا ہے۔ الحمد للہ علی ذلک۔ یہ وہ دن ہے کہ بالکل تھوڑے عمل کو عظیم ثواب اور پوری اہمیت کے ساتھ قبول فرماتے ہیں۔ ہجرت کے سوا اصحاب کہف کا کوئی عمل نمایاں نہیں۔ مگر دیکھ لو کہ اس کا کس قدر اعتبار اور لحاظ کیا گیا ہے۔ سپاہی دشمنوں کے غلبے کے وقت تھوڑا سا تردد کریں تو اس کی دشمنوں کے سکون اور امن کے وقت کی نسبت بہت زیادہ قدر ہوتی ہے۔ اور یہ قولی جہاد جو اس وقت آپ کو میسر ہے جہاد اکبر ہے' اس کو غنیمت جانیں۔ اور ھَلْ مِنْ مَّزِیْد کا نعرہ لگائیں' اور زبان کے اس جہاد کو جہادِ قتل سے بہتر جانیں۔ ہمارے جیسے بے دست وپا فقراء اس دولت سے محروم ہیں۔

ھنیئاً لارباب النعیم نعیمھا و للعاشق المسکین ما یتجرع

نعمت والوں کو نعمتیں گوارا ہیں۔ اور عاشق مسکین کے حصے وہی ہے جو غم واندوہ کے گھونٹ گلے سے اتار رہا ہے۔

دادیم تراز گنج مقصود نشاں گرما نرسیدیم تو شاید برسی

ہم نے تجھے مقصود کے خزانے کا نشان بتا دیا ہے۔ اگر ہم نہیں پہنچ سکے تو شاید تو ہی اس تک پہنچ سکے۔

---

[3] حصن حصین' ابن حبان' احمد' ابویعلی وابن سنی بروایت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ باختلاف یسیر ۱۲ مترجم عفی عنہ

Marfat.com

حضرت خواجہ احرار اقدس اللہ تعالیٰ سرہ فرمایا کرتے تھے: اگر میں پیری مریدی کروں تو کسی بھی پیر اور شیخ کو جہان میں مرید نہ ملے۔ سب کو میں ہی اپنی طرف کھینچ لوں۔ مگر میرے ذمے ایک دوسرا کام لگایا گیا ہے۔ اور وہ شریعت کی ترویج اور ملت اسلام کی تائید وتقویت ہے۔'' اس بنا پر آپ سلاطین وقت کے پاس تشریف لے جاتے اور اپنے تصرف[1] سے ان کو اپنا مطیع بناتے اور اس ذریعہ سے شریعتِ حقہ کی ترویج فرماتے۔

آپ سے التماس ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بزرگ خانوادہ (مشائخ نقشبندیہ) قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے ساتھ محبت وعقیدت کی برکت سے آپ کی باتوں پر اثر بخشا ہے اور آپ کی عظمت مسلمانی کو آپ کے ہمعصر لوگوں پر نمایاں اور ظاہر کر دیا ہے تو سعی اور کوشش کریں کہ اہل کفر کی بڑی بڑی کافرانہ باتیں جو اہل اسلام میں پھیل چکی ہیں ویرانی کا شکار ہو جائیں اور ہٹ جائیں اور اہل اسلام خلاف شرع امور سے محفوظ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری اور تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس سے پہلی بادشاہی میں تو دینِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ عناد اور مخالفت صریح محسوس ہوتی تھی۔ اس بادشاہی میں ظاہراً عناد محسوس نہیں ہوتا۔ اگر ہے بھی تو عدم علم کے باعث ہے۔ لیکن اس بات کا ڈر ہے کہ اب بھی معاملہ عناد تک نہ پہنچ جائے اور مسلمانوں کا معاملہ زیادہ تنگ ہو جائے۔ ع

چون بید بر سر ایمان خویش می لرزم

میں اپنے ایمان کے بارے میں درخت کی طرح کانپ رہا ہوں

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت و پیروی پر ثابت قدم رکھے۔

فقیر ایک تقریب کے سلسلے میں یہاں آیا تھا۔ آپ کو اپنی آمد سے بے خبر رکھنا مناسب خیال نہ کیا' اور یہ بھی مناسب نہ جانا کہ بعض مفید اور نافع باتیں آپ کو نہ لکھے۔ اور طبعی محبت سے جو بندہ کو فطری مناسبت کے طور پر آپ سے ہے واقف نہ کرے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

[2] مَنْ اَحَبَّ اَخَاهُ فَلْيُعْلِمْ اِيَّاهُ. جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے محبت رکھتا ہو تو چاہیے کہ اسے بتادے۔

آپ پر اور تمام متبعین ہدایت پر سلامتی کا نزول ہو۔

---

[1] اولیاء اللہ کے تصرف کے منکران الفاظ پر غور فرمائیں۔ مترجم عفی عنہ۔
[2] مسند احمد/ ادب المفرد للبخاری/ ترمذی/ ابن حبان وحاکم۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۶۶)

یہ مکتوب بھی خانِ اعظم کی طرف صادر فرمایا۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی مدح و ثنا اور اس طریقہ صحابہ کرام ان کے صاحب اوران پر صلوٰۃ وسلام کے ساتھ مناسبت اور صحابہ کرام کی باقی تمام دوسروں پر افضیلت کے بیان ہیں اگرچہ اویس قرنی یا عمر بن عبدالعزیز مروانی ہی کیوں نہ ہو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

حضرت خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ سرّہم کا طریقہ نہایت کے ابتداء میں اندراج پر مبنی ہے۔ اور یہ طریقہ بعینہٖ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریقہ ہے۔ کیونکہ ان بزرگوں (صحابہ کرام) کو حضور سرور عالم وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی پہلی ہی صحبت میں وہ کچھ میسر آ گیا کہ اولیاء امت کو نہایۃ النہایۃ میں جا کر اس کا کمال کا تھوڑا سا حصہ ہاتھ آتا ہے۔ لہٰذا وحشی رحمۃ اللہ علیہ قاتل حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جسے ایک ہی مرتبہ ابتدائے اسلام میں صحبت سید اولین وآخرین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کا شرف نصیب ہوا۔ اویس قرنی سے جو خیر التابعین سے افضل قرار پایا۔ اور وحشی کو حضور خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی اول صحبت میں جو کچھ میسر آیا' اویس قرنی کو اپنی خصوصیات کے باوجود انتہاء میں میسر نہ ہوا۔ تو لازمی طور پر زمانوں میں بہترین زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے۔ کلمہ ثُمَّ نے دوسروں کو پیچھے ڈال دیا ہے۔ اور ان کے درجے کی دوری کی طرف اشارہ کرتا ہے۔[1]

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارک قدس سرہٗ سے سوال کیا: "امیر معاویہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز؟" تو آپ نے جواب دیا "وہ غبار جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوا وہ کئی مرتبے عمر بن عبدالعزیز سے افضل و بہتر ہے۔ تو ناچار ان حضرات کا سلسلہ سلسلۃ الذہب قرار پایا۔ اور اس طریقہ (نقشبندیہ) عالی کی فضیلت و بزرگی دوسرے تمام سلسلوں پر صحابہ کرام کے زمانے کی دوسروں کے زمانہ پر فضیلت کی طرح مضبوط دلائل سے ثابت ہو چکی ہے۔

وہ جماعت جسے آغاز ہی میں کمال فضل سے حصہ عطا کر دیا گیا ہو ان کے کمالات کی حقیقت پر دوسروں کا

---

[1] عن عمران بن حصین قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر امتی قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم. (بخاری و مسلم)

حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بہترین امت میرے صحابہ ہیں۔ ان کے بعد بہترین وہ لوگ ہیں جن کا زمانہ ان سے ملتا ہے پھر ان کے بعد بہترین اُمت وہ لوگ ہیں جن کا زمانہ ان سے متصل ہے۔

تو کلمہ ثُمَّ نے جو اس حدیث میں وارد ہوا ہے دوسروں کے کام کو پیچھے ڈال دیا ہے۔ کیونکہ یہ کلمہ جس طرح تراخی زمانہ کے لیے آتا ہے تراخی مرتبہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

Marfat.com

مطلع اور آگاہ ہونا مشکل ہے۔ان کی نہایت تمام دوسروں کی نہایت سے فائق و اعلیٰ ہے۔ ع

قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا

میرے باغ کی رعنائی سے میری بہار کی اچھائی کا اندازہ کرلو

ع سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

یعنی سال کی خوبی اس کی بہار کے باعث ہے۔

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم والا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند فرماتے تھے ہمارا سب کام اللہ تعالیٰ کے فضل سے وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ بحرمت نبی قرشی علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا و من التحیات اکملہا ہمیں اور تمہیں ان اکابر سے دوستی رکھنے والوں اور ان کے نقش قدم کی پیروی کرنے والوں میں سے کرے۔

مکتوب نمبر (۶۷)

ایک محتاج آدمی کی سفارش کے بارے میں خان خاناں کی طرف صادر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں ظاہراً باطناً حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت پر ثابت و قائم رکھے۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے جو اس پر آمین کہے۔

دو ضروری اور اہم کام بے اختیار آپ کو تکلیف دینے کا باعث بنے ہیں۔ ایک رنج و آزاد کا گمان رفع کرنے کا اظہار۔ بلکہ آپ سے دوستی اور اخلاص کا ہونا۔ اور دوسرا ایک محتاج آدمی کی محتاجی کی طرف اشارہ جو فضیلت اور نیکی سے آراستہ ہے اور معرفت و شہود سے مزین ہے جو نسب کے لحاظ سے کریم اور حسب کے اعتبار سے شریف ہے۔

مخدوم گرامی! اظہارِ حق میں قدرے تلخی ضرور ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ تلخی زیادتی اور کمی کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔ بہت ہی بلند حوصلے والا سعادت مند ہونا چاہیے جو اس تلخی کو شہد کی طرح پی جائے اور ھل من مزید کہتا ہوا آگے بڑھے۔ حالات کا اختلاف امکان کی صفت کے لوازمات میں سے ہے۔ وہ جماعت جو تمکین و اطمینان کے مقام تک پہنچی ہے۔ دراصل تلوین و اختلاف اس کی طبیعت و سرشت میں بھی ہوتا ہے۔ ممکن بے چارہ کبھی صفات جلالیہ کے غلبے کے نیچے مغلوب ہوتا ہے اور کبھی اس پر صفات جمالیہ کا حکم نافذ ہوتا ہے۔ نیز یہ ممکن کبھی قبض کا محل ہوتا ہے اور کبھی بسط کے مقام میں ہوتا ہے۔ اور ہر موسم و وقت کے احکام و تقاضے جدا ہوتے ہیں۔ کل وہ تھا' آج یہ ہے۔ حدیث میں ہے:

قلب المؤمن بین اصبعین من اصابع الرحمن' یقلبها کیف یشاء والسلام	مومن کا دل خدائے رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ اسے جیسے چاہتا ہے پھیرتا ہے۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۶۸)

یہ مکتوب بھی خان خاناں کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ دولت مندوں کو تواضع اور انکساری زیب دیتی ہے اور فقراء کو بے نیازی

الخیر فیما صنع اللہ سبحانہ‘　بہتری اور خیر اسی میں ہے جو اللہ سبحانہ کرے۔

مخدوم گرامی!

من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم
تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ، ملال!

تبلیغ کی شرط کے تحت جو کچھ ہے وہ میں نے تجھے کہہ دیا ہے۔ آگے میری باتوں سے نصیحت حاصل ہو یا رنج وملال۔ (وہ تو جانے)

آپ کے تینوں خطوں سے بے نیازی ہی ٹپکتی تھی۔ اگرچہ آپ کا مقصود تواضع تھا۔ مثلاً آخری خط میں یوں تحریر تھا:

''بعد الحمد والصلوٰۃ عرض ہے کہ اس عبارت میں اچھی طرح غور کریں کہ اسے کہاں لکھا جائے۔''

یہ ٹھیک ہے کہ آپ نے فقراء کی خدمت بہت کی ہے۔ لیکن ساتھ ہی فقراء کے آداب کا لحاظ بھی ضروری ہے تاکہ اس پر ثمرہ اور نتیجہ برآمد ہو۔ اور اس کے بغیر تو خاردار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔ یعنی کچھ فائدہ نہیں۔ ہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے متقی لوگ تکلف سے بری ہیں۔ لیکن متکبروں کے ساتھ تکبر کرنا بھی ایک قسم کا صدقہ اور نیکی ہے۔ حضرت خواجہ نقشبندہ قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کو ایک شخص نے متکبر کہا۔ آپ نے فرمایا میرا تکبر خدا کے لیے ہے اس گروہ فقراء کو ذلیل خوار خیال نہ کریں۔ کیونکہ حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے:

رُبَّ[۱] اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ‘.　بہت سے پراگندہ بال گرد آلود‘ دروازوں سے دھکیلے جانے والے‘ باطن میں ایسا بلند مقام رکھتے ہیں‘ کہ اگر خدا پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کی قسم پوری کرتا ہے۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

میں نے تیرے سامنے اپنا غم دل بہت تھوڑا بیان کیا ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ تو دل آزردہ ہوگا ورنہ

[۱] مشکوٰۃ شریف بحوالہ مسلم

Marfat.com

باتیں بہت ہیں۔

آپ کے عزیز دوستوں اور مخلصوں کو چاہیے کہ سچائی اور حقیقت معاملہ کو سامنے رکھیں۔ اور جو کچھ آپ تک پہنچائیں صحیح اور درست پہنچائیں۔ اور جو مشورہ بھی آپ کو دیں اس میں آپ کی بھلائی کو مدنظر رکھیں' اپنی اغراض اور مصلحتوں کو سامنے نہ رکھیں کہ یہ سراسر خیانت ہے۔

بعض منافع اس سفر کے آپ کے لیے علت غائی کی حیثیت رکھتے تھے (مگر کیا کیا جائے۔) اس عالم اسباب میں آپ کے "دوستوں اور مخلصوں" نے آپ کو نہ چھوڑا (تاکہ وہ منافع آپ تک پہنچتے) اس طرح سے کوتاہی کا خیال نہ کریں۔ اگرچہ یہ مقدمات (باتیں) تلخی نما ہیں۔ لیکن آپ کی خوشامد و چاپلوسی کرنے والے بہت ہیں' آپ اسی پر اکتفا کریں۔ فقراء سے آشنائی اور ملاقات سے مقصود یہ ہے کہ انسان اپنے پوشیدہ عیوب اور مخفی کمینی حرکات سے واقف اور مطلع ہو۔ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اس قسم کی باتوں سے آزاد اور تکلیف دینا مقصود نہیں' بلکہ یہ باتیں خیر خواہی اور دلسوزی کے طور پر ہیں۔ آپ یقین کریں۔

خواجہ محمد صدیق اگر ایک روز پہلے آ جاتا تو احتمال تھا کہ بندہ اپنے آپ کو آپ کی خدمت میں لے آتا۔ مگر وہ تو سرہند کے راستے میں ملا۔ لہٰذا معذور جانیں۔

الخير فيما صنع الله سبحانه. بہتری اسی میں ہے جو خدا تعالیٰ کرے۔

مکتوب نمبر (۶۹)

اس بیان میں کہ تواضع دارین کی بلندی کا باعث ہے۔ نیز اس بیان میں کہ نجات فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی متابعت سے وابستہ ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ

التفات نامہ گرامی جو آپ نے برادرِ عزیز مولانا محمد صدیق کے ہمراہ روانہ کیا تھا' موصول ہوا۔ آپ نے کرم فرمایا۔ جزاکم اللہ سبحانہ عنا خیر الجزاء

چونکہ آپ نے فقراء کے آداب کا لحاظ رکھا ہے اور باتوں میں تواضع اختیار کی ہے۔ اس کے مطابق

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ[1] جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اسے بلندی و رفعت عطا کرتا ہے۔

امید ہے کہ آپ کا یہ عجز و تواضع آپ کی دینی و دنیوی رفعت کا سبب بنے۔ بلکہ بن چکا ہے۔ آپ کو بشارت ہو۔[2]

---

[1] ابو نعیم نے حلیہ میں اسناد حسن کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

[2] "لوح محفوظ است پیشِ اولیاء۔" مترجم عفی عنہ۔

Marfat.com

چونکہ آپ درمیان میں رجوع اور انابت کے الفاظ لے آئے ہیں اس لیے یوں تصور کریں کہ آپ کا یہ رجوع درویشوں میں سے کسی درویش کے ہاتھ پر واقع ہو چکا ہے' لہٰذا اچھے نتائج وثمرات کے منتظر رہیں۔لیکن حتی الامکان درویشوں کے حقوق وآداب کا لحاظ ضرور رکھیں۔

وصیتوں اور نصیحتوں میں سے کیا لکھے۔اور علوم ومعارف کا کیا اظہار کرے۔علماء مجتہدین اور صوفیہ محققین شکر اللہ تعالیٰ سعیہم نے بسط وتفصیل کے ساتھ سب کچھ لکھ دیا ہے۔کوئی کمی باقی نہیں چھوڑی۔اور اس کم مایہ بندے کی تحریرات کا کچھ حصہ بھی ظاہراً آپ کے دوستوں نے آپ کی خدمت میں پہنچا دیا ہے۔آپ کی نظر شریف سے گزر چکا ہوگا۔

مختصر یہ ہے کہ نجات کا راستہ اہل سنت و جماعت کی متابعت ہے۔(اللہ تعالیٰ اس گروہ کو اور زیادہ کرے۔)اقوال میں بھی' افعال میں بھی' اور احوال وفروغ میں بھی۔کیونکہ نجات پانے والا فرقہ صرف یہی ہے۔[1] باقی تمام فرقے زوال اور ہلاکت کے کنارے کھڑے ہیں۔آج کسی کے علم میں یہ بات آئے یا نہ آئے۔لیکن کل (قیامت) کو ہر ایک جان لے گا۔مگر اس وقت جاننا بے سود ہوگا۔

اے اللہ! اس سے قبل کہ موت آکر ہمیں جگائے اور ہوشیار کرے اس وقت بیداری اور ہوشیاری کی نعمت نصیب فرما۔

سیادت مآب سید ابراہیم آپ کے بلند آستانہ سے قدیمی تعلق ونسبت رکھتا ہے اور آپ کے دعا گوؤں میں شامل ہے۔آپ کے ذمہ کرم پر لازم ہے کہ اس کی دستگیری فرمائیں۔کہ اس فقر اور بڑھاپے کے وقت اپنے اہل وعیال میں فراغت وسکون سے اپنا وقت گزاریں اور آپ کے لیے دونوں جہان کی سلامتی کی دعائیں مشغول رہیں۔والسلام۔

مکتوب نمبر (۷۰)

اس بیان میں کہ انسان کی جامعیت راہِ راست سے اس کی دوری کا سبب بن جاتی ہے جس طرح یہی جامعیت اس کے قرب کا سبب ہے۔اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

یہ مکتوب بھی خانِ خاناں کی طرف صادر فرمایا:

اللہ تعالیٰ آپ کو شریعت حقہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ پر قائم وثابت رکھے۔

---

[1] آج فتنہ اور گمراہی کے تاریک دور میں اہل اسلام پر لازم ہے کہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے مسلک حقہ اہل سنت وجماعت پر قائم وثابت رہیں۔نجات یافتہ گروہ صرف یہی ہے۔دوسرے تمام فرقے اس نعمت وسعادت سے محروم ہیں۔مترجم عفی عنہ۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اس بندے پر بھی رحم فرمائے جو اس پر آمین کہے۔

انسان کے لیے اس کی جامعیت جس طرح قربِ حق، بزرگی اور فضیلت کا موجب ہے اسی طرح اسے گمراہ اور جاہل رکھنے کا سبب بھی ہے۔ قرب کا سبب تو اس طرح ہے کہ انسان کا شیشہ فطرت سب مخلوق کی نسبت کامل تر ہے۔ اور تمام اسماء وصفات بلکہ تجلیاتِ ذاتیہ کے ظہور کی قابلیت بھی اس میں ہے۔ حدیث قدسی:[1]

لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَآءِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ — میری وسعت نہیں رکھتے نہ میری زمین اور نہ میرا آسمان، بلکہ میری وسعت و گنجائش میرے بندہ مومن کا دل رکھتا ہے۔

میں اسی بیان کی طرف اشارہ ہے۔

اور راہ راست سے اس کی دوری کا سبب جہان کی ہر شے کی طرف اس کا احتیاج ہے۔ کیونکہ انسان کے لیے ہر چیز درکار ہے۔

خَلَقَ لَکُمْ مَّافِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ط — اللہ تعالیٰ نے زمین میں سب کچھ تمہارے لیے پیدا کیا ہے

اس احتیاج کے سبب اسے ہر شے میں گرفتار ہونا پڑتا ہے۔ اور یہی گرفتار اس کے بُعد اور اسے گمراہ کرنے کا باعث بن جاتی ہے۔

پایہ آخر آدم است و آدمی — گشت محروم از مقام محرمی
گر نہ گردد باز مسکیں زیں سفر — نیست ازدے ہیچکس محروم تر

انسان بلندی کے سب سے آخری مرتبہ پر ہے۔ لیکن انسان محرم راز ہونے کے مقام سے محروم ہو چکا ہے۔ اگر یہ مسکین اس (گرفتاری اشیاء) کے سفر سے واپس نہ لوٹا تو پھر اس سے زیادہ کوئی بھی محروم نہیں۔ پس تمام موجودات میں بہترین بھی انسان ہی ہے۔ اسی نوع انسانی میں سے محمد ﷺ بھی ہیں جو رب العالمین کے حبیب ہیں۔ اور آسمانوں اور زمینوں کے رب کا دشمن ابوجہل لعین بھی اس نوع میں سے ہوا ہے۔ تو لازمی بات ہے کہ جب تک انسان کو تمام گرفتاریوں سے نجات میسر نہ آئے سب عیوب و نقائص سے منزہ ذاتِ بحت حق تعالیٰ کی گرفتاری اور اس سے وابستگی حاصل نہیں ہو سکتی۔ غیر حق میں گرفتاری خرابی ہی خرابی ہے۔ لیکن بتقاضائے ما لایدرک کلہ لایترک کلہ (جو چیز پوری طرح حاصل نہ ہو سکے اس بالکل ہی ترک نہیں کرنا چاہیے) چندہ روزہ زندگی صاحب شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتحیۃ کی اتباع کے موافق بسر کرنا چاہیے۔ کیونکہ عذاب آخرت سے نجات اور دائمی نعمتوں (جنت) کا حصول اسی اتباع کی سعادت سے وابستہ ہے۔

پس بڑھنے والے مال اور چر کر پیٹ بھرنے والے مویشیوں کی زکوٰۃ کما حقہٗ ادا کرتے ہیں۔ اور اس

[1] احیاء العلوم طبرانی، دیلمی در مسند الفردوس بروایت انس رضی اللہ عنہ۔ وامام احمد از وہب منبہ بالفاظ مختلفہ۔

Marfat.com

ادائے زکوٰۃ کو اموال اور مویشیوں میں دل نہ لگانے کا وسیلہ بنانا چاہیے۔ اور لذیز کھانوں اور نفیس ملبوسات میں حظِ نفس ملحوظِ خاطر میں نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ کھانے پینے کی اشیاء میں ادائے طاعات کی نیت کے سوا اور کچھ نیت نہیں ہونی چاہیے۔ اور نفیس لباس مطلق آیتہ۔

خُذُوْا[1] زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ اَىْ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ — یعنی اختیار کرو اپنی زینت ہر مسجد یعنی ہر نماز کے وقت

حکم ربی کی زینت کے تحت پہننا روا ہے۔ اور کوئی نیت نہیں ہونی چاہیے۔ اور اگر حقیقت میسر نہ آئے تو تکلف سے یہ نیت دل میں لانی چاہیے۔

فان[2] لم تبکوا فتباکوا — اگر رونا نہ آئے تو رونے کی شکل ہی بنالو۔

اور ہمیشہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی بارگاہ میں التجا اور تضرع کرتے رہنا چاہتے تاکہ حقیقت نیت نصیب ہو اور کلف سے نجات ملے۔

می تو اند کہ دہد اشک مرا حُسنِ قبول! — آنکہ دُر ساختہ است قطرۂ بارانی را

ممکن ہے کہ وہ ذات میرے آنسوؤں کو حسن قبول کے شرف سے نواز دے جس نے بارش کے قطے کو موتی کی صورت عطا کر دی ہے۔

اسی طرح تمام کاموں میں ان دیندار علماء کرام کے فتویٰ کے مطابق جنہوں نے عزیمت کا راستہ اختیار کر رکھا ہے اور رخصت سے اجتناب کرتے ہیں زندگی بسر کرنا چاہیے۔ اور اس کو نجات اُخروی ابدی کا وسیلہ قرار دینا چاہیے:

مَا[3] يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْ — اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب کیوں دے گا جبکہ تم لوگ شکر گزار اور مومن بنو۔

مکتوب نمبر (۷۱)

یہ مکتوب مرزا داراب ابن خانِ خاناں کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ نعمتوں سے مالا مال انسان پر نعمت فرمانے والے رب تعالیٰ کا شکر ادا کرنا واجب ضروری ہے۔ اور شکر کی ادائیگی صرف احکام شریعت کی بجا آوری کی صورت میں ہے۔

---

1. پارہ ولو اننا (۸) سورۂ اعراف
2. شرح السنہ بروایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
3. پارہ والمحصنت (۵) سورۂ نساء

Marfat.com

اللہ تعالیٰ تمہاری تائید و نصرت فرمائے۔

نعمت والے پر نعمت عطا کرنے والے رب تعالیٰ کا شکر از روئے عقل و شرع ضروری ہے۔ اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ شکر کا وجوب نعمتوں کی مقدار کے مطابق ہوتا ہے۔ پس جس قدر نعمتیں زیادہ ہونگی شکر کا وجوب بھی زیادہ ہوگا۔ تو دولت مندوں پر ان کے درجات کے مطابق فقراء کی نسبت کئی درجے شکر کی ادائیگی ضروری ہے۔ لہٰذا اس اُمت کے فقراء اغنیاء کی نسبت پانچ سو سال پہلے جنت میں چلے جائیں گے۔

اور نعمتیں عطا کرنے والے رب تعالیٰ کے ادائے شکر کا پہلا درجہ یہ ہے کہ بندہ اپنے عقائد فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی آراء کے مطابق صحیح اور درست رکھے۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس بلند مرتبہ گروہ کے مجتہدین کی آراء کے مطابق احکام شرعیہ بجالاتا رہے۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ بلند درجہ گروہ صوفیہ کے سلوک کے موافق اپنے نفس کا تصفیہ اور تزکیہ کرے۔

اس آخری رکن کا وجوب درجہ استحسان میں ہے۔ بخلاف پہلے دو رکنوں کے۔ کیونکہ اصل اسلام پہلے دو رکنوں کے ساتھ وابستہ ہے، اور کمال اسلام تیسرے رکن سے متعلق ہے۔ اور وہ عمل جو ان تین ارکان کے خلاف ہے، اگرچہ ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ کی جنس سے ہو، معصیت، نافرمانی اور حق تعالیٰ کی ناشکری میں داخل ہے۔

ہندو برہمنوں اور فلاسفۂ یونان نے کیا کم ریاضتیں اور مجاہدے کیے ہیں؟ لیکن چونکہ ان کی ریاضتیں انبیاء کرام (ان سب سے افضل نبی پر خصوصاً اور باقی پر عموماً اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور سلامتیوں کا نزول ہو) کی شریعتوں کے مطابق واقع نہیں ہوئیں، اس لیے سب مردود ہیں۔ اور یہ لوگ نجاتِ اُخروی سے محروم ہیں۔

تو تم پر ہمارے سردار و مولیٰ اور ہمارے گناہ بخشوانے والے اور ہمارے دلوں کے طبیب حضرت جناب محمد رسول اللہ ﷺ اور حضور کے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی متابعت اور پیروی لازم و ضروری ہے۔

مکتوب نمبر (۷۲)

خواجہ جہاں کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ دین و دنیا دونوں کا جمع کرنا دشوار و مشکل ہے۔ پس طالب آخرت کے لیے ترک دنیا کے بغیر چارہ نہیں۔ اور اگر ترک حقیقی میسر نہ آئے تو کم از کم ترک حکمی تو ضرور ہونا چاہیے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے اور عافیت عطا فرمائے۔

مَا اَحْسَنَ الدِّیْنَ وَالدُّنیا لَوِ اجْتَمَعَا کیا ہی اچھا ہوتا اگر دین و دنیا دونوں اکٹھی ہو سکتیں۔

Marfat.com

دین و دنیا دونوں کو جمع کرنا دو ضدوں کے جمع کرنے کے قبیلہ میں سے ہے۔ پس طالب آخرت کے لیے دنیا کو چھوڑنا ضروری ہے۔ اور جب اس وقت حقیقۃً ترک دنیا میسر نہیں بلکہ مشکل ہے۔ تو کم از کم ترک حکمی و صوری تو ضرور ہونا چاہیے۔

اور ترک حکمی سے یہ مراد ہے کہ دنیوی امور میں بندہ روشن شرع کے تقاضوں کے مطابق اس کے احکام کی پابندی کرے۔ اور کھانے پینے اور لباس وغیرہ میں حدود شرعیہ کی رعایت ملحوظ رکھے اور ان حدود سے تجاوز کرنے کو روا اور جائز نہ رکھے۔ اور سونے چاندی اور مال تجارت وغیرہ اور مویشیوں میں نصاب مکمل ہونے کی صورت میں فریضہ زکوٰۃ ادا کرے۔ جب احکام شرعیہ کی ادائیگی کے ساتھ انسان مزین و آراستہ ہو گیا تو دنیا کی مضرتوں سے نجات حاصل ہو گئی۔ اور دنیا آخرت کے ساتھ جمع ہو گئی۔ اور اگر اس طرح کا ترک حکمی بھی میسر نہ آئے تو ایسا شخص بحث سے خارج ہے اور منافق کے حکم میں ہے' جو صرف صورت ایمان رکھتا ہے۔ اور منافق کا ایمان آخرت میں کچھ نفع نہیں دے گا۔ ایسے آدمی کے ایمان کا نتیجہ اور ثمرہ صرف اس قدر ہے کہ دنیا میں اس کے مال اور اس کی جان کا تحفظ ہو جاتا ہے۔

من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم
تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال!

شرط تبلیغ کے تحت جو کچھ میرے ذمے تھا وہ میں نے تجھ سے کہہ دیا ہے۔ آگے میری باتوں سے تجھے چاہے نصیحت حاصل ہو چاہے رنج و ملال۔

دیکھئے! کون صاحب دولت ایسا نکلتا ہے جو اس دُنیوی کرّ و فر اور ان نوکروں چاکروں اور ان لذیذ و چرب کھانوں اور لباسہائے فاخرہ امیرانہ کے باوجود کلمۂ حق قبول کر لینے والے کانوں کے ساتھ سنتا ہے۔

گوشش از بارِ دُرگراں شدہ است تشود نالہ و فغان مرا

اس کے کان موتیوں کے بوجھ سے بھاری ہو چکے ہیں۔ لہٰذا میرے نالہ و فغاں کو کہاں سن سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں سب کو شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی متابعت کی توفیق عطا کرے۔

باقی ایک لائق گزارش بات یہ ہے کہ میاں شیخ زکریا جو پہلے عہدہ تحصیلداری پر فائز تھا آج کل محبوس اور بند ہے۔ شومی اعمال کے باعث مدت سے قید خانہ میں بند ہے۔ ضعف پیری' تنگی معاش اور قید خانہ میں عرصہ سے پڑا رہنے کی وجہ سے بالکل تنگ اور پریشان ہے۔ اس نے مجھے لکھا تھا کہ لشکر میں آ کر میری رہائی کی کوشش کریں۔ راستے کی لمبی مسافت وہاں تک آنے میں مانع ہوئی۔ برادر عزیز خواجہ محمد صادق آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہے تھے۔ ضرورت کے ان چند کلمات کی تکلیف دی ہے۔ امید ہے کہ اس بوڑھے اور ضعیف شخص کے بارہ میں توجہ عالی

Marfat.com

کریں گے۔ کیونکہ وہ عالم بھی ہے۔ اور اس ضعف پیری بھی لاحق ہے......... والسّلام اوّلاً و آخرًا۔

مکتوب نمبر (۷۳)

دنیا اور اہل دنیا کی مذمت اور غیر نفع مند علوم کو حاصل کرنے کی برائی اور فضول مباحات سے بچنے اور خاص کر عنوان جوانی میں خیرات اور اعمال صالحہ کی ترغیب وتحریض میں۔

قلیج اللہ بن قلیج خاں کی طرف صادر فرمایا۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ روشن شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات والتحیات الابدیہ والسرمدیہ کے طریقہ پر استقامت نصیب فرمائے۔

اے فرزند! دنیا آزمائش اور ابتلا کا مقام ہے۔ اس کے ظاہر کو مختلف ملمع سازیوں اور زینتوں سے آراستہ اور مزین کیا گیا ہے۔ اس کی صورت کو موہوم خال وخط اور زلف ورخسار سے خوبصورت کیا گیا ہے۔ دیکھنے میں شیریں اور طراوت وتازگی کا خیال آتا ہے۔ لیکن حقیقت میں عطر لگا ہوا مردار اور مکھیوں اور کیڑوں سے بھرا ہوا ٹٹی خانہ اور آب نماریت اور زہر سے لبریز شکر ہے۔ اس کا باطن سراسر خراب اور ابتر ہے۔ اس کا معاملہ اپنے طالبوں کے ساتھ اس گندگی اور غلاظت کے ساتھ جس قدر تم برا خیال کر سکتے ہو اس سے بھی بدتر ہے۔ اس دنیا پر فریفتہ ہونے والا دیوانہ اور مسحور (جادو کیا ہوا) ہے۔ اس کا گرفتار مجنون اور فریب خوردہ ہے۔ جو اس کے ظاہر پر فریفتہ ہوگیا اور نقصان ابدی کے ساتھ داغدار ہوگیا۔ جس نے بھی اس کی حلاوت وطراوت پر نظر کی دائمی ندامت و شرمندگی اس کے حصہ میں آ گئی۔ سرور کائنات حبیب رب العالمین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتحیات نے فرمایا ہے:

مَا[1] الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ اِلَّا ضَرَّتَانِ اِنْ رَضِیَتْ اِحْدٰھُمَا سَخِطَتِ الْاُخْرٰی — یعنی دنیا اور آخرت دو سوکنوں کی طرح ہیں۔ اگر ایک راضی ہوتی ہے تو دوسری ناراض ہوتی ہے۔

تو جس نے دنیا کو راضی کیا اس سے آخرت ناراض ہوگئی۔ اور آخرت کی نعمتوں سے بے نصیب ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں دنیا اور اہل دنیا کی محبت سے پناہ میں رکھے۔

اے بیٹے! تو کچھ جانتا ہے کہ دنیا کیا چیز ہے؟ دنیا وہ چیز ہے جو تجھے خدا تعالیٰ سے[2] دور کر دیتی ہے۔ لہٰذا بیوی، اولاد، مال وجاہ، سرداری اور لہو ولعب اور لایعنی چیزوں میں اشتغال سب دنیا میں داخل ہے (اگر خدا سے دور کر دے)۔ وہ علوم جو آخرت میں کام نہیں آئیں گے وہ بھی دنیا میں داخل ہیں۔ اگر علوم نجوم، منطق، ہندسہ اور حساب وغیرہ بے فائدہ علوم کا حاصل کرنا کارآمد چیز ہوتی تو فلاسفہ اہل نجات میں سے ہوتے۔

---

1. احمد، حاکم، طبرانی اور ابن حبان بالفاظ مختلفہ۔

2. عارف رومی فرماتے ہیں: چیست دنیا از خدا غافل شدن۔

Marfat.com

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں:

[1]علامة اعراضه تعالیٰ عن العبد اشتغاله بما لا یعنیه. اللہ تعالیٰ کے بندے سے اعراض کرنے کی علامت یہ ہے کہ بندہ لایعنی کاموں میں مشغول ہوجائے۔

ہر چہ جز عشق خدائے احسن است
گرشکر خوردن بود جاں کندن است

خدائے احسن کے عشق ومحبت کے سوجو کچھ بھی چاہے شکر ہی کیوں نہ کھائی جائے اس میں بھی جان کی ہلاکت ہی ہے۔

اور وہ جو کہا گیا ہے کہ نماز کے اوقات معلوم کرنے کے لیے علوم نجوم درکار ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس علم کے بغیر اوقات نماز کی پہچان نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اوقات نماز پہچاننے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ علم بھی ہے۔ ایسے بہت لوگ ہیں جو علم نجوم بالکل نہیں جانتے لیکن نماز کے اوقات ماہرین نجوم سے بھی بہتر جانتے ہیں۔ اسی کے قریب وہ وجہ ہے کہ جو علوم منطق اور حساب وغیرہ جن کی بعض علوم شرعیہ میں ضرورت پڑتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بہت سے تکلفات اور تحملات اختیار کر کے ان علوم میں مشغول ہونے کا جواز نکلتا ہے۔ ان علوم کے پڑھنے اور حاصل کرنے سے اگر مقصود صرف احکام شرعیہ کی معرفت اور علم کلام کی دلیلوں کی تقویت ہو تو صرف اس قصد کے تحت ان علوم کے حصول کا جواز ہے۔ ورنہ ان کی تحصیل اور ان کا پڑھنا پڑھانا جائز ہی نہیں۔ انصاف کرنا چاہیے کہ اگر ایک امر مباح کا ارتکاب بہت سے واجب امور کے فوت ہوجانے کا باعث بنتا ہو وہ حد جواز سے خارج ہوجائے گا یا نہیں یعنی ضرور خارج ہوجائے گا۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ان علوم میں مشغولیت بہت سے ضروری شرعی علوم کے حصول واشتغال کو فوت کردیتی ہے۔

اے فرزند! حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے محض اپنی عنایت بے عنایت سے تجھے ابتدائے جوانی میں ہی توبہ کی توفیق نصیب فرمائی تھی۔ اور اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے درویشوں میں سے ایک درویش کے ساتھ رجوع کی نعمت عطا فرمائی تھی۔ میں نہیں جانتا کہ نفس وشیطان نے تجھے اس توبہ پر قائم وثابت رہنے دیا یا نہیں۔ توبہ پر استقامت مشکل ہی نظر آتی ہے۔ آپ کا آغاز جوانی کا وقت ہے۔ تمام دنیوی اسباب ووسائل مہیا ہیں۔ اور نامناسب وناپسندیدہ ہمنشین اور ساتھی بھی آپ کے اردگرد جمع ہیں۔

---

[1] علی متقی نے جوامع الکلم میں اور ابن حجر نے شرح اربعین میں اور ترمذی وابن ماجہ نے بالفاظ مختلفہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

Marfat.com

ہمہ اندر زمن بتو این است — کہ تو طفلی و خانہ رنگین ست

میری طرف سے تجھے ساری نصیحت یہی ہے کہ تو بچہ ہے اور مکان بڑا رنگین اور خوشنما ہے (کہیں اس کے نقش ونگار میں کھو کر مقصد کو ہی نہ بھول جائے۔)

اے فرزند! کرنے کا کام یہی ہے کہ انسان فضول مباحات سے بھی بچے اور مباحات میں سے صرف قدرِ ضرورت پر اکتفا کرے۔ وہ بھی اس نیت سے کہ وظائف بندگی ادا کرنے کی ہمت و طاقت بحال اور موجود رہے۔ مثلاً خوراک سے مقصود ادائے طاعات کی قوت ہے۔ اور لباس سے ستر شرمگاہ اور گرمی و سردی کا دفاع ہے۔ اسی قیاس پر باقی مباحات ضروریہ ہیں۔ اکابر نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے ہم عزیمت کو اپنا معمول بنایا ہے اور رخصت سے حتی الامکان اجتناب کیا ہے۔ اور یہ بھی عزیمت میں داخل ہے کہ بقدر ضرورت پر اکتفا کی جائے۔ اور اگر عزیمت کی یہ دولت میسر نہ ہو تو مباحات کے دائرہ سے قدم باہر نہیں رکھنا چاہیے۔ اور حرام اور مشتبہ امور کا مرتکب نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مباحات کے اندر ہی اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتوں کو اتم و اکمل طور پر جائز قرار دے دیا ہے اور اسی دائرہ کو بہت وسیع کر دیا ہے۔ تمام تنعمات سے قطع نظر کونسی آسائش اس کے برابر ہو سکتی ہے کہ اس کا مولیٰ اس کے اعمال پر راضی اور خوش ہو جائے۔ اور کونسی سختی اس کے برابر ہو سکتی ہے کہ انسان کا آقا اس کے اعمال سے ناراض اور ناخوش ہو۔ خدا تعالیٰ کی رضا جنت میں جنت سے بہتر ہے اور دوزخ میں اللہ کی ناراضگی نار دوزخ سے بُری ہے۔

یہ انسان بندہ محکوم ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری کا پابند ہے۔ اسے شتر بے مہار کی طرح کھلا نہیں چھوڑا گیا کہ جو دل میں آئے کرے۔ غور و فکر سے کام لینا چاہیئے۔ اور عقل دور اندیش سے سوچنا چاہیے۔ ورنہ کل قیامت کو سوائے ندامت اور خسارہ کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ کام کرنے کا وقت یہی جوانی کا موسم ہے۔ جوان مرد وہی ہے جو اپنا وقت ضائع نہ کرے۔ اور فرصت کے لمحات کو غنیمت جانے۔ ممکن ہے کارکنان قضا و قدر اسے بڑھاپے تک دنیا میں نہ رہنے دیں۔ اور اگر بڑھاپے تک عمر وفا بھی کرے تو شاید اس وقت دل جمعی اور سکون نصیب نہ ہو۔ نہ اگر اس وقت سکون میسر بھی ہو تو وہ ضعف اور پیری کا وقت ہے کام کچھ نہیں ہو سکے گا۔ اس وقت جبکہ دل جمعی اور سکون کے اسباب مہیا ہیں اور والدین کا وجود بھی اللہ تعالیٰ کے انعامات میں ہے کہ فکر معاش ان کے سر پر ہے۔ اور فرصت کا موسم ہے اور قوت و استطاعت کا زمانہ ہے۔ تو پھر کس عذر کے تحت آج کا کام کل پر ڈالا جائے۔ اور ''اچھا کل کر لیں گے۔'' پر عمل کیا جائے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

Marfat.com

هَلَکَ الْمُسَوِّفُوْنَ[1]　ہلاک ہو گئے وہ لوگ جو کہتے ہیں عنقریب ہم یہ کام کرلیں گے۔یعنی آج کا کام کل پر ڈالنے والے۔

ہاں اگر کمینی دنیا کے کام کل پر ڈالیں اور آخرت کے کاموں کو آج سرانجام دیں تو یہ بہت ہی بہتر ہے جس طرح اس کا الٹ نہایت قبیح ہے۔اس آغاز جوانی کے وقت میں کہ دشمنوں یعنی نفس اور شیطان کا غلبہ ہے تھوڑے عمل کا اس قدر اعتبار اور اس قدر وقعت ہے کہ دشمنوں کے غلبہ نہ ہونے کے وقت کئی گناہ زیادہ عمل کا بھی اتنا اعتبار اور اتنی قدر و قیمت نہیں۔فوجی قاعدہ اور دستور کے مطابق دشمنوں کے غلبہ کے وقت سپاہیوں کی کارگزاری کی بڑی قدر ہوتی ہے اور ان کا تھوڑا سا تردد بھی بڑی وقعت اور نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔اور دشمنوں سے امن وامان کے وقت وہ قدر و قیمت نہیں ہوتی۔

اے فرزند! پیدائش انسانی سے مقصود جو خلاصہ کائنات ہے لہو ولعب اور کھانا اور سونا نہیں۔بلکہ انسانی خلقت و پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ بندہ وظائف بندگی ادا کرے۔اور ذل وانکسار عجز ومحتاجی اور ہمیشہ جناب قدس خداوندی جل سلطانہٗ میں التجاء اور تضرع کا تعلق قائم رکھے۔

وہ عبادات جو شرع محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان کی ہیں۔اور ان عبادات سے مقصودات بھی بندوں کے منافع اور مصالح ہیں۔اور جناب قدس خداوندی عز شانہٗ کی طرف کوئی نفع عائد نہیں ہوتا ان سب کو جان و دل سے ممنون ہو کر ادا کرنا چاہیے اور پوری تسلیم واطاعت سے تمام مامورات کی فرمانبرداری اور تمام ممنوعات سے رکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔اللہ تعالیٰ نے کامل بے نیازی کے باوجود اپنے بندوں کو مامورات اور ممنوعات سے سرفراز فرمایا ہے۔ہم محتاجوں کو اتم طریقہ پر اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے اور پوری احسان مندی کے ساتھ احکام کی فرماں برداری میں کوشاں رہنا چاہیے۔

وہ فرزند جانتا ہے کہ اگر اہل دنیا میں سے ظاہری شوکت ومرتبے والا شخص اپنے ماتحت متعلقین میں سے کسی کو کسی خدمت کے ساتھ سرفراز کرے اور اس خدمت میں خدمت سپرد کرنیوالے صاحب شوکت شخص کا نفع بھی ہو تو یہ ماتحت انسان اس کے حکم کو کس قدر عزیز خیال کرتا ہے۔اور جانتا ہے کہ ایک عظیم القدر شخص نے اسے اس خدمت پر مامور کیا ہے۔تو یہ ماتحت انسان پوری احسان مندی کے ساتھ اس خدمت کے بجالائیگا۔تو بڑے تعجب اور افسوس کی بات ہے کہ خداوند تعالیٰ جل سلطانہ کی عظمت اس دنیادار شخص کی عظمت سے بھی نظر میں کم محسوس ہو کر خدا تعالیٰ کے احکام اور اس کے وظائف زندگی کی ادائیگی میں کوشش نہ کی جائے۔شرم آنی چاہیے۔اور خواب خرگوش سے بیدار ہونا چاہیے۔

---

[1] دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت بالفاظ التسویف شعار الشیطان یلیقه فی قلب المؤمن اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بالفاظ ایاک والتسویف بالتوبۃ نقل کی۔اور امام بخاری نے تاریخ میں حضرت عکرمہ سے بطریق ارسال روایت کی۔اور خطیب نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بالفاظ لعن اللہ المسوفات روایت کی۔مترجم عفی عنہ

Marfat.com

خدا تعالیٰ جل سلطانہ کے احکام بجا نہ لانا دو وجہ سے ہوتا ہے۔ یا تو اس بنا پر کہ اخبارات شرعیہ کو جھوٹا خیال کیا جائے۔ اور ان پر یقین نہ ہو اور یا اس بنا پر کہ اللہ تعالیٰ و تقدس کے حکم و فرمان کو دنیاداروں کے حکم سے بھی حقیر اور کم تر خیال کیا جائے۔ اس صورتِ حال کی شناخت اور بڑائی آپ خود ملاحظہ کر لیں۔

اے فرزند! جس شخص کے جھوٹ کا بارہا تجربہ ہو چکا ہو وہ اگر یہ اطلاع دے کہ فلاں قوم پر ان کے دشمن فلاں رات شب خون ماریں گے۔ تو اس قوم کے عقل مند لوگ اپنی حفاظت کے لیے چارہ جوئی کریں گے اور مصیبت کے دفاع کی فکر کریں گے۔ باوجودیکہ جانتے ہیں کہ اطلاع دینے والا شخص جھوٹ بولنے کا عادی ہے۔ لیکن پھر بھی کہتے ہیں کہ عقلمندی یہی ہے کہ خطرے کے وہم سے بھی پرہیز کرنا اور بچنا ضروری ہے۔

(اس بات پر قیاس کرتے ہوئے جاننا چاہیے کہ) مخبر صادق جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ نے پورے مبالغے کے ساتھ عذاب اُخروی کے بارے میں خبر دی ہے۔ لیکن آپ کی باتوں سے بالکل متاثر نہیں ہوتے کیونکہ اگر متاثر ہوتے اس کے ازالے کی فکر کرتے۔ حالانکہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کا علاج بھی معلوم کر چکے ہیں۔ تو یہ کیا ایمان ہوا کہ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر کو جھوٹے آدمی کی خبر جتنی اہمیت بھی نہ دی جائے۔ اسلام کی صرف رسمی صورت نجات کے لیے کافی نہیں یقین درکار ہے۔ اور یقین کہاں ہے بلکہ وہم بھی نہیں۔ کیونکہ عقلمند لوگ خطرے کے مقامات میں وہم کو بھی اہمیت دیتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کلام مجید میں فرماتا ہے۔

وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ[1] ○ اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔

اس ارشاد خداوندی کے باوجود لوگ اعمال قبیحہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اگر یہ جانتے ہوں کہ ایک ادنیٰ اور حقیر شخص ان کے اعمال قبیحہ سے باخبر ہے تو ہرگز یہ بُرے اعمال اس کے سامنے نہ کریں۔

ایسے لوگوں کا حال دو حالتوں سے خالی نہیں۔ یا تو اللہ تعالیٰ کے علم کا ان کو یقین نہیں۔ یا اللہ تعالیٰ کے مطلع ہونے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ تو ایسا کردار ایمان میں داخل ہے یا کفر سے تعلق رکھتا ہے۔ تو اس فرزند پر لازم ہے کہ نئے سرے سے ایمان کی تجدید کرے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

جددوا[2] ایمانکم بقول لا الہ الا اللہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ سے اپنے ایمان کو تازہ کرو۔

اور اعمال ناپسندیدہ سے توبہ خالص کا اعادہ کرنا چاہیے۔ وہ امور جن سے روکا گیا ہے اور جو شرع میں حرام ہیں ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔ پانچ وقت کی نمازیں باجماعت ادا کریں۔ اگر قیام لیل اور نماز تہجد بھی میسر آئے تو زہے سعادت۔

مالِ زکوٰۃ ادا کرنا بھی ارکان اسلام میں سے ہے اسے بھی ضرور ادا کیا جائے۔ ادائیگی زکوٰۃ کا آسان

---

[1] سورۂ حجرات پارہ حم (۲۶)

[2] احمد و طبرانی بالفاظ مختلفہ

Marfat.com

طریقہ یہ ہے کہ سال کے اندر فنڈ زکوٰۃ کے طور پر جو حصہ فقراء کا بنتا ہے اسے باقی مال سے الگ کر لے۔ اور ذہن میں رکھے۔ اور سارا سال مصارف زکوٰۃ میں ادا کرتا رہے۔ اس طرح ہر بار دیتے وقت نئی نیت کی ضرورت نہیں۔ جدا کرتے وقت جو نیت کی تھی وہی کفایت کرے گی۔ اور اس کا اندازہ تو آپ کو ہوگا ہی کہ سارا سال فقراء اور مستحقین پر آپ کتنا خرچ کرتے ہیں۔ لیکن جو مال بہ نیت زکوٰۃ ادا نہ کیا جائے وہ زکوٰۃ میں شمار نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہماری بیان کردہ صورت میں زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے اور کافی مقدار میں مال زکوٰۃ نکالنے سے خلاصی ہو جاتی ہے۔ اور بالفرض متفرق طور پر زکوٰۃ کا مال سارے سال میں ادا نہ ہو تو بچا ہوا زکوٰۃ نکالنے سے خلاصی ہو جاتی ہے۔ اور بالفرض متفرق طور پر زکوٰۃ کا مال سارے سال میں ادا نہ ہو تو بچا ہوا زکوٰۃ کا روپیہ الگ رکھیں اور ادا کریں۔ اسی طرح ہر سال کرتے رہیں۔ فقرا کے لیے مال زکوٰۃ جو الگ کیا گیا اگر اس وقت اس کی ادائیگی نہ ہو سکے ممکن ہے کل ہو جائے۔

اے فرزند! جبکہ نفس فطرتاً سخت بخیل اور کنجوس ہے اور احکام خداوندی جل سلطانہ کی ادائیگی میں سرکش واقع ہوا ہے۔ اس لیے تاکید و مبالغہ کے طور پر یہ الفاظ لکھے گئے ہیں۔ ورنہ فی الحقیقت تمام اموال واملاک کا ملک حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہے۔ کس کی مجال ہے کہ ادائیگی میں دیر کر سکے۔ لہٰذا پوری اللہ تعالیٰ کی پوری احسان مندی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کیا کریں۔ اسی طرح باقی تمام عبادات میں کسی طور پر بھی اپنے آپ کو معاف اور مستثنیٰ قرار نہ دیں اور حق العباد کی ادائیگی میں تو بہت زیادہ توجہ مبذول کرنی چاہیے اور پوری کوشش کرنی چاہیے کہ کسی کا حق اپنے ذمہ نہ رہے۔ دنیا میں اس حق کی ادائیگی آسان ہے۔ نرمی اور چاپلوسی سے بھی دوسرے کا حق رفع ہو سکتا ہے (کہ اس کی منت خوشامد کر لی جائے)۔ آخرت میں مشکل ہے وہاں ادائیگی کا کچھ علاج نہ ہو سکے گا۔

احکام شرعیہ کی صحیح نوعیت علمائے آخرت سے معلوم کیا کریں۔ ان کے کلام میں ایک تاثیر ہے۔ شاید ان کے مبارک کلمات کی برکت سے عمل کی توفیق بھی مل جائے۔

علمائے دنیا سے جنہوں نے علم کو مال وجاہ کے حصول کا ذریعہ بنا رکھا ہے دور رہنا چاہیے۔ مگر جبکہ متقی اور پرہیز گار عالم نہ ملے تو ضرورت کے تحت بقدر ضرورت علمائے دنیا کی طرف رجوع کیا جائے۔ وہاں آپ کے پاس حاجی محمد اُخرہ دیندار علماء میں سے ہیں۔ اور یہاں شیخ علی اُخرہ سے تو آپ کی شناسائی بھی ہے غرضیکہ یہ دونوں حضرات ان علاقوں میں غنیمت ہیں۔ مسائل شرعیہ کی تفتیش میں ان کی طرف رجوع کرنا بہت مناسب ہے۔

اے فرزند! ہم فقراء کو ابنائے دنیا سے کیا تعلق و مناسبت کہ ان کی اچھی و بری بات زبان پر لائیں اس باب میں نصائح شرعیہ اتم و اکمل طریقہ پر وارد ہو چکی ہیں۔ فَلِلّٰہِ الحجۃ البالغۃ (اللہ ہی کے لیے مکمل حجت ہے)۔

لیکن اُس فرزند یعنی تم نے فقراء کی طرف رجوع کیا تھا۔ اس مناسبت کے باعث اکثر اوقات دل کی توجہ

Marfat.com

اُس فرزند کی طرف مبذول رہتی ہے۔ اور وہی توجہ اس گفتگو کا بھی باعث اور سبب ہے۔ میرا یقین ہے کہ ان نصائح اور مسائل میں سے اکثر تمہارے کان تک پہنچ چکی ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ مقصود عمل ہے صرف علم مقصود نہیں۔ بیمار اگر اپنے مرض کا علاج جانتا ہو جب تک دوا استعمال نہیں کرے گا صحت نہیں ہوگی۔ دوا کا صرف علم کچھ فائدہ نہ دے گا۔ یہ سب تاکید و مبالغہ ترغیب عمل کے لیے ہے۔ علم ان پر حجت مکمل کر دیتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

ان اشد الناس عذابا یوم القیمة عالم لم ینفعه الله بعلمه [1]	قیامت کے روز سب لوگوں سے زیادہ عذاب اس عالم کو ہوگا جسے اللہ نے اس کے علم سے نفع نہ دیا۔

وہ فرزند جانتا ہے کہ سابقہ رجوع ہے اہل اللہ کے صحبت کم نصیب ہونے کے باعث کوئی نتیجہ نہیں نکالا۔ کہیں اس فرزند کے جوہر استعداد کی نفاست سے ضرور خبردار کرتی ہے۔ امید ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس رجوع کی برکت سے اپنے پسندیدہ کاموں کی توفیق بخشے گا اور اہل نجات میں سے کرے گا۔

بہر حال اس گروہ اہل اللہ سے اپنا رشتۂ محبت نہ توڑے اور ان پاک لوگوں کے حضور میں التجا اور عاجزی کو اپنا شعار اور دستور بنا رکھے۔ اور منتظر رہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس گروہ اہل اللہ کی محبت و عقیدت کے وسیلہ [2] سے اپنی محبت سے مشرف فرمائے اور پوری طرح اپنی طرف کھینچ لے۔ اور ان دینوی تعلقات کے خرخشوں سے پورے طور پر نجات عطا کرے۔

عشق آں شعلہ ست کو چوں برفروخت ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لا در قتل غیر حق براند! درنگرزاں پس کہ بعد لا چہ ماند
ماند الا اللہ باقی جملہ سوخت شاد باش اے عشق شرکت سوز وقت

عشق وہ شعلہ ہے کہ جب روشن ہوا تو اس نے معشوق کی ہستی کے سوا باقی سب کچھ جلا کر رکھ دیا۔ غیر حق کو قتل کرنے کے لیے اس عشق نے تلوار چلائی تو دیکھو کہ لا کے بعد کیا باقی رہا۔ صرف الا اللہ باقی رہا اس ذات کے علاوہ سب کچھ ختم ہو گیا۔ اے مضبوط طریقہ پر شرکت کی جلا دینے والے عشق تو ہمیشہ خوش رہ۔

مکتوب نمبر (۷۴)

---

[1] ابن عساکر از ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور طبرانی نے صغیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں، اور ابن عدی اور حاکم نے مستدرک میں اس حدیث کو نقل کیا، بالفاظ مختلفہ۔ (مترجم عفی عنہ)

[2] جو لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں اور اس کا پرچار کرتے ہیں کہ بزرگوں سے عقیدت و محبت اور ان کا وسیلہ کوئی چیز نہیں ان کو حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ پر غور کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ صحیح عقیدہ کی نعمت عطا فرمائے۔ (مترجم عفی عنہ)

Marfat.com

فقراء (اہل اللہ) کی محبت پر ابھارنے ان کی طرف متوجہ رہنے اور صاحب شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع و پیروی کی نصیحت کے بیان میں۔

میرزا بدیع الزمان کی طرف صادر فرمایا۔

آپ کا مراسلہ شریفہ اور مفاوضہ لطیفہ وارد ہوا۔ حَمْدًا لِلّٰہِ سبحانہٗ کہ اس کے مضمون و معانی سے فقراء سے محبت اور درویشوں کے ساتھ عقیدت و توجہ ظاہر ہو رہی تھی جو تمام سعادتوں کا سرمایہ ہے۔

[1] لِاَنَّهُمْ جُلَسَاءُ اللّٰهِ سُبْحَانَه‘. وَهُمْ [2] قَوْمٌ لَّا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ

بیشک اللہ تعالیٰ کے بندے اللہ کے ہمنشین ہیں یہ ایسے بابرکت لوگ ہیں کہ ان کا ہمنشین بدبخت نہیں۔

[3] وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِيْكِ الْمُهَاجِرِيْنَ

اور حضور نبی کریم ﷺ فقراء مہاجرین کے طفیل اور وسیلہ سے کفار پر نصرت و کامیابی طلب کرتے ہیں۔

[4] وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِيْ شَانِهِمْ رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّه‘ [5]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل اللہ کی شان میں فرمایا: بہت سے پراگندہ بال دروازوں سے دھکیلے جانے والے اگر اللہ پر کسی کام کی قسم کھالیں تو وہ ان کی قسم پوری کرتا ہے۔

اے سعادت آثار آپ کے مکتوب گرامی میں میرے متعلق ایک فقرہ یہ تھا خداوند دو نشاتین یعنی مالک دو جہان۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ صفت ذات حضرت واجب الوجود کے ساتھ خاص ہے جل سلطانہٗ بندہ مملوک جو کسی شے پر قادر نہیں۔ اس کے لیے کہاں گنجائش ہے کہ کسی بھی وجہ سے اپنے خداوند جل سلطانہٗ کے ساتھ مشارکت ڈھونڈے اور اپنے خدا ہونے کے راستے پر دوڑ پڑے۔ خاص کہ آخرت کے جہان میں جہاں مالکیت اور ملکیت کیا حقیقی اور کیا مجازی ذات مالک یوم الدین کے ساتھ خاص ہوگی۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ندا فرمائے گا۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ یعنی آج سلطنت کس کی ہے؟ اور خود ہی جواب میں فرمائے گا۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ

---

[1] یہ مضمون بخاری و مسلم کی اس حدیث سے ماخوذ ہے و انا معه اذ ذکرنی "اور جب میرا بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اسکے ساتھ ہوتا ہوں۔" اور اللہ کا بندہ کسی وقت بھی یاد حق سے غافل نہیں ہوتا۔

[2] بخاری و مسلم بالفاظ متفاوتہ۔ [3] مشکوٰۃ بحوالہ شرح السنۃ

[4] مسلم شریف بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[5] حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے یہ احادیث یہاں نقل فرما کر دراصل مسئلے کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اولیاء کرام کو وسیلہ جاننے کا عقیدہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل سے ثابت ہے۔ اور اس عقیدہ کو شرک و بدعت قرار دینا گمراہی ہے۔ منکرین وسیلہ غور فرمائیں۔ (مترجم عفی عنہ)

Marfat.com

اَلْقَهَّارُ یعنی صرف اللہ واحد قہار کے لیے ہے۔ اس روز بندوں کے لیے دہشت اور خوف کے سوا کچھ ثابت نہیں ہوگا اور حسرت وندامت کے سوا کچھ متصور نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے قرآن مجید میں اس روز کی شدت وسختی اور اس دن کے مخلوق کے انتہائی اضطراب سے خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے:۔

اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ. یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰی وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰی وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ ط (پ ۱۷۔ سورہ حج)	بیشک قیامت کے دن کا زلزلہ عظیم شے ہے اس روز تم دیکھو گے کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی۔ اور ہر حاملہ عورت اپنا حمل گرادے گی۔ اور تم لوگوں کو بیہوشی کی حالت میں دیکھو گے وہ فی الحقیقت بیہوش نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

دراں روز کز فعل پرسند وقول
اولو العزم رادل بلرز دز ہول

بجائیکہ دہشت بر اندا بنیاد
تو عذار گنہ راچہ داری بیا

اس روز جبکہ قول وفعل سے باز پرس ہوگی، اولوالعزم انبیاء کرام کا دل بھی خوف سے لرز رہا ہوگا۔ وہ جگہ جہاں انبیاء پر بھی دہشت جاری ہوگی تو بتا اپنے گناہوں کا کیا عذر پیش کرے گا۔

ایک ضروری نصیحت یہ ہے کہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی اتباع اپنے اوپر لازم پکڑو۔ اس کے بغیر نجات محال ہے۔ اور دنیا کی زیبائش وآرائش کی طرف مطلقاً التفات اور توجہ نہ کرو۔ اور اس کے ہونے نہ ہونے کو کچھ اہمیت نہ دو۔ کیونکہ دنیا اللہ سبحانہٗ کی نظر میں مبغوض ومردود ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کچھ قدر ومنزلت نہیں۔ لہٰذا بندوں کو چاہیے کہ دنیا کے ہونے کی نسبت نہ ہونے کو بہتر جانیں۔ اور دنیا کی بے وفائی اور اس کے جلد فنا ہوجانے کا قصہ مشہور بلکہ مشاہدے میں آچکا ہے تم دنیا چاہنے والے ان لوگوں کے حال سے عبرت پکڑو جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کی توفیق عطا کرے۔

مکتوب نمبر (۷۵)

یہ مکتوب بھی میرزا بدیع الزمان کی طرف صادر فرمایا۔

حضور سیّد کونین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی پر ابھارنے کے بیان میں۔ اوّلاً تصحیح عقائد کے ساتھ اور ثانیاً فقہ کے ضروری احکام کے ساتھ۔ اور اس بات کے بیان میں کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے اس کی ذات کو بوسیلہ یا بے وسیلہ طلب کرنا چاہیے۔

Marfat.com

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ تمہیں سلامتی اور عافیت عطا کرے۔

سعادت دارین کی دولت سیّد کونین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات اتمہا واکملہا کی اس متابعت پر موقوف ہے جس کی وضاحت اور جو طریقہ علمائے اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سعیھم نے بیان کیا ہے سب سے پہلے ان اہل سنت بزرگوں کی آراء کے مطابق اپنے عقائد کی درستی ہے۔ دوسرے نمبر پر حلال وحرام فرض وواجب' سنت و مستحب اور مباح ومشتبہ کا علم حاصل کرنا چاہیے۔ اور اس علم کے تقاضے کے مطابق عمل بھی درکار ہے۔

یہ دو اعتقادی اور عملی بازو حاصل کر لینے کے بعد اگر سعادت ازلی مدد فرمائے تو عالم قدس کی طرف پرواز میسر آسکتی ہے۔ اور اس کے بغیر خاردار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔ کمینی دنیا اس لائق نہیں کہ اسے اپنا مطلوب بنالیں۔ اور نہ مال و جاہ کو یہ حیثیت حاصل ہے کہ اسے اپنے مقاصد قرار دے لیا جائے بلند ہمت ہونا چاہیے اور حق تعالیٰ کی ذات سے بے وسیلہ یا باوسیلہ اسی کی ذات کو طلب کرنا چاہیے۔ ع

کار این ست وغیر ایں ہمہ ہیچ

اصل کام یہی ہے' اس کے سوا سب ہیچ ہے۔

جب تم نے پوری توجہ اور اخلاص کے ساتھ ہم سے دعا کی درخواست کی ہے تو آپ کو بشارت ہو کہ آپ باسلامت اور غنیمت کے ساتھ واپس لوٹیں گے۔ لیکن ایک شرط خاص طور پر ملحوظ رکھیں کہ قبلہ توجہ صرف ایک ذات ہونی چاہیے (اپنا مرشد کامل) اپنے قبلہ توجہ متعدد افراد کو قرار دینا اپنے آپ کو تفرقے اور انتشار کا شکار کرنا ہے۔ مشہور مثل ہے:

"ہر کہ یک جا ہمہ جا و ہر کہ ہمہ جا ہیچ جا"

یعنی جو ایک جگہ قائم ہے ہر جگہ ہے اور جو ہر جگہ ہے ایک جگہ بھی نہیں

حضرت' سبحانہٗ وتعالیٰ شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی راہ پر استقامت عطا فرمائے۔ ان تمام پر جو متبع ہدایت ہیں اور مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتحیات کی متابعت کو لازم جانتے ہیں' سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

مکتوب نمبر (۷۶)

قلیج خاں کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ ترقی ورع اور تقویٰ سے وابستہ ہے۔ اور فضول مباحات کو ترک کرنے کی ترغیب میں۔ اور اگر یہ میسر نہ ہو تو حرام چیزوں سے بچتے ہوئے فضول مباحات کے دائرے کو تنگ تر رکھنا چاہیے۔ اور اس امر کے بیان میں کہ حرام اشیاء سے بچنا دو قسم ہے۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَبِہٖ نَسْتَعِیْن ۔ "ہم اللہ تعالیٰ ہی کے نام سے شروع کرتے ہیں اور اسی سے مدد کے طلبگار ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو ہر عیب سے بچائے اور ہر داغدار کرنے والی شے سے محفوظ رکھے بطفیل حرمت سید بشر جن سے کجی نظر کی نفی ہو چکی ہے۔علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات اکملہا ومن التسلیمات افضلہا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[1] مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا	جو چیز تمہیں رسول دے اسے لے لو اور جس چیز سے منع کرے اس سے رُک جاؤ۔

نجات کا دارومدار دو چیزوں پر ہے۔اوامر کی بجا آوری اور ممنوعات سے باز رہنا۔اور ان دو میں جز خیر کو زیادہ اہمیت وعظمت حاصل ہے' جسے ورع اور تقویٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔حدیث میں وارد ہے:

[2] ذکر رجل عند رسول اللہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ و علیٰ الہ وسلم بعبادۃ و اجتہاد و ذکر اخر برعتہ فقال النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و علیٰ الہ و سلم لا تعدل بالرعتہ شیئا یعنی الورع	حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا جو عبادت گزار تھا اور اوراد وظائف میں بہت کوشش کرتا تھا۔ اور ایک دوسرے کا ذکر کیا گیا جو ورع سے موصوف تھا یعنی خلاف شرع امور سے بچتا تھا۔تو آپ نے فرمایا ورع کے برابر کسی شے کو نہ سمجھو

اور حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ بھی ارشاد ہے:

[3] مِلَاکُ دِیْنِکُمُ الْوَرَعُ	تمہارے دین کا دارومدار ورع وتقویٰ پر ہے۔

اور انسان کو فرشتے پر فضیلت اس ورع وتقویٰ کے سبب ہے اور مدارج قرب کی طرف ترقی بھی اس دوسرے جزء ورع وتقویٰ کے باعث ہے۔کیونکہ ملائکہ جزء اول (عبادت) میں انسان کے ساتھ شریک ہیں۔مگر ان میں ترقی مفقود ہے۔پس ورع وتقویٰ کے جزء کی رعایت اسلام میں سب سے اعلیٰ ترین مقاصد میں سے ہے اور دین کے نہایت ضروری امور میں داخل ہے۔اور اس جزء کی رعایت جس کا مدار حرام چیزوں سے بچنے پر ہے' کامل طور پر اسی وقت میسر آ سکتی ہے جبکہ فضول مباحات سے بھی اجتناب کیا جائے اور مباحات میں سے بقدر ضرورت پر کفایت کی جائے۔کیونکہ ارتکاب مباحات میں باگ کا ڈھیلا کرنا مشتبہ امور کے ارتکاب تک پہنچا دیتا

[1] سورہ حشر۔پارہ قد سمع اللہ (۲۸)
[2] ترمذی شریف بروایت حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ باسناد حسن۔
[3] مشکوٰۃ شریف۔

Marfat.com

ہے اور مشتبہ سے تجاوز کر کے انسان حرام تک جا پہنچتا ہے۔

[1] مَنْ حَامَ حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَقَعَ فِيْهِ

جو چراگاہ کے گرد گھومتا ہے قریب ہے ایک روز چراگاہ میں گھس جائے۔

پس کامل ورع و تقویٰ کے حصول کے لیے مباحات میں سے بھی بقدر ضرورت پر کفایت کرنا ضروری ہے۔ اور مباح بقدر ضرورت بھی اس وقت مثمر نتائج ہے جبکہ وظائف بندگی کی ادائیگی کی نیت سے ہو ورنہ بقدر ضرورت مقدار بھی وبال ہے۔ اور با مقصد تھوڑی مقدار میں مباح کا استعمال بھی زیادہ کے حکم میں داخل ہے۔

اور جب فضول مباحات سے بالکلیہ اجتناب خصوصاً آج کل بہت کمیاب ہے۔ تو حرام چیزوں سے اجتناب کرتے ہوئے بقدر طاقت فضول مباحات کے ارتکاب کو تنگ تر کرنا چاہیے۔ اور اس ارتکاب مباحات میں ہمیشہ شرمندہ اور استغفار کرتے رہنا چاہیے۔ اور فضول مباحات کے ارتکاب کو محرمات میں داخلے کی کھڑکی تصور کرتے ہوئے ہمیشہ حق سبحانہ سے التجاء اور زاری میں مشغول رہنا چاہیے۔ ممکن ہے یہ ندامت و استغفار اور التجاء و تضرع اس اجتناب کا کام دے سکے جو فضول مباحات سے تعلق رکھتی ہے۔ اور طرح بندہ فضول مباحات کے ارتکاب کی آفت سے محفوظ و مامون رہ سکے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں گنہ گاروں کی عاجزی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اطاعت گزار لوگوں کی جدوجہد سے زیادہ محبوب ہے۔

اور محرمات سے بچنا بھی دو قسم پر ہے۔ ایک قسم وہ ہے جس کا تعلق اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے حقوق کے ساتھ ہے۔ اور دوسری قسم وہ ہے جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔

دوسری قسم کی رعایت زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ غنی مطلق ذات اور ارحم الراحمین ہے۔ اور بندے سے فقیر اور محتاج اور فطرتاً بخیل اور کنجوس ہیں۔ لہٰذا ان کے حقوق کی ادائیگی زیادہ ضروری ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

[2] مَنْ كَانَتْ لَهٗ مَظْلِمَةٌ لِّاَخِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ فِيْهِ الْيَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَّلَا دِرْهَمٌ اِنْ كَانَ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهٖ وَاِنْ لَّمْ تَكُنْ لَّهٗ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّاٰتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَ عَلَيْهِ

جس شخص کے ذمے اس کے بھائی کا کوئی حق از قسم بے آبروئی وغیرہ ہو تو چاہیے کہ آج ہی اس کو معاف کروا لے اس سے پہلے کہ اس کے پاس نہ کوئی دینار رہے اور نہ درہم۔ کیونکہ قیامت کے روز اس حق کے بدلے اس کی نیکیاں لی جائیں گی اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو حق والے کی بدیاں لیکر اس پر ڈال دی جائیں گی۔

---

[1] بخاری شریف و مسلم بروایت حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[2] بخاری شریف بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

Marfat.com

حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے:

[1] اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ؟ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهٗ وَ لَا مَتَاعَ. فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْ يَّاْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلٰوةٍ وَّ صِيَامٍ وَّ زَكٰوةٍ وَّ يَاْتِيْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَ قَذَفَ هٰذَا وَ اَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَافَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ

جانتے ہو مفلس اور قلاش کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا ہم میں مفلس وہ شخص ہوتا ہے جس کے پاس نہ درہم ہو نہ سامان۔ آپ نے فرمایا میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے روز نماز، روزہ، زکوۃ لے کر آئے گا۔ لیکن اس کے ساتھ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی۔ کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا۔ اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا۔ تو اس شخص کی نیکیاں لے کر ان کو دے دی جائیں گی۔ پھر اگر اس کی نیکیاں اس کے ذمے حقوق کی ادائیگی سے پہلے ختم ہو گئیں تو ان حقداروں کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی اور پھر اس شخص کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے بالکل سچ اور حق فرمایا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بندہ ان حضرات کی حمد وستائش اور شکر گزاری کرتا ہے کہ ان کے دم قدم سے بلدہ معظمہ لاہور میں اس گئے گزرے زمانہ میں احکام شرعی رواج پذیر ہیں اور اس جگہ دین کی تقویت اور ملت کی ترویج حاصل ہے۔ فقیر کے نزدیک یہ شہر لاہور تمام ہندوستان کے شہروں میں قطب ارشاد کی طرح ہے۔ اس شہر کی خیر وبرکت تمام بلاد ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے۔ اگر اس شہر میں دین رواج پذیر ہوگا تو باقی علاقوں میں بھی دینی شعائر کا رواج متحقق رہے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کا موید و ناصر ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔

[2] لَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَّنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ

میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ مخالفین اسلام پر غالب اور دین حق پر قائم رہے گا۔ ان کی امداد کرنے والے انہیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ قیامت آجائے اور وہ اپنے حال پر قائم ہوں گے۔

---

1. مسلم شریف بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
2. حاکم نے حضرت عمرو نیز حاکم اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نیز ابن ماجہ نے مغیرہ بن شعبہ اور ابوداؤد نے عمران بن حصین سے بالفاظ مختلفہ یہ حدیث روایت کی۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۷۷)

جباری خاں کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کے بیان میں کہ خدائے بے مثل و بے کیف کی صحیح عبادت و بندگی کب میسر آتی ہے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی.

بعد از خدائے ہر چہ پرستند ہیچ نیست
بے دولت است آنکہ ہیچ اختیار کرد

خدا تعالیٰ کے سوا جس شے کی بھی پرستش کی جائے بالکل ہیچ ہے۔ وہ شخص بے نصیب ہے جو بے کار کام کو پسند کرتا ہے۔

بے مثل و بے کیف خدائے جل سلطانہٗ کی عبادت اس وقت میسر آتی ہے جبکہ ماسوی اللہ کی بندگی سے آزاد ہو کر صرف ذاتِ احد کو قبلہ توجہ بنا لیا جائے۔ اور اس توجہ کی نشانی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہونے والی نعمت یا تکلیف دونوں برابر ایک سے محسوس ہوں۔ بلکہ اس مقام کے ابتداء حصول کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی تکلیف انعام کی نسبت زیادہ مرغوب و پسندیدہ محسوس ہوتی ہے۔ اگرچہ آخرکار معاملہ تفویض (سب کچھ اللہ کے حوالے کرنا) تک جا پہنچتا ہے۔ اور انعام و تکلیف جو کچھ ملتا ہے بہتر اور بہت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ عبادت جو رغبت جنت یا خوف دوزخ کے تحت ہوتی ہے۔ فی الحقیقت یہ عبادت اپنی عبادت ہے۔ اس سے مقصود اپنی نجات اور اپنا سرور ہے۔

تا تو دربندِ خویشتن باشی عشق گوئی دروغ زن باشی

جب تک تو اپنی اغراض کی بندش میں ہے۔ تیرا دعویٰ عشق دروغ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

اس دولت کا حصول فنائے مطلق سے وابستہ ہے۔ اور صرف ذات احدیت کی طرف توجہ محبت ذاتی کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔ اور ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے ظہور کا مقدمہ ہے۔ اس ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی نعمت عظمیٰ کا حصول نبی اکرم علیہ من الصلوات اتمہا و من التحیات اکملہا کی کمال اتباع پر موقوف ہے۔ کیونکہ ہر نبی علیہم الصلوات والتسلیمات کی شریعت جو از راہ نبوت اس کو عطا کی جاتی ہے اس کی ولایت کے مناسب ہوتی ہے۔ کیونکہ ولایت میں کلیۃً رُخ حق سبحانہٗ کی طرف ہوتا ہے۔ اور جب سے نبوت کے ساتھ دعوت و ارشاد کے لیے نیچے لاتے ہیں تو وہ اسی نور کے ساتھ نیچے تشریف لاتا ہے اور اسی کمال کی توجہ کے ساتھ جمع کرتا ہے۔ اور مقام نبوی کے کمالات کے حصول کا سبب بھی وہی نور ہوتا ہے۔ اسی بنا پر

Marfat.com

کہا گیا ہے کہ "نبی کی ولایت[1] اس کی نبوت سے افضل ہے۔"

اس گفتگو سے بہر حال یہ بات ثابت ہوگئی کہ ہر نبی کی شریعت اس کی ولایت کے مناسب ہوتی ہے۔ اوراس شریعت کی اتباع وپیروی اس نبی کی ولایت تک پہنچادیتی ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے بعض پیروکاروں کو آپ کی ولایت سے کوئی حصہ نہیں ملتا۔ بلکہ وہ دوسرے انبیاء کرام کے قدموں پر ہوتے ہیں اوران کی ولایت سے حصہ پاتے ہیں۔ تواس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت تمام انبیاء کرام کی شریعتوں کی جامع ہے۔ اور جو کتاب (قرآن مجید) آپ پر نازل ہوئی ہے وہ تمام آسمانی کتابوں کو شامل ہے۔ پس اس شریعت کی اتباع تمام پہلی شریعتوں کی اتباع ہے۔ تو اپنی استعداد کی مناسبت کے اندازہ کے مطابق جو بعض انبیاء کے ساتھ ہوتی ہے' بعض حضرات ان انبیاء سے ولایت اخذ کرتے ہیں اوراس میں کچھ حرج نہیں۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت بھی تمام انبیاء کی ولایتوں کو حاوی ہے۔ علیہم الصلوات والتسلیمات۔

تو ان ولایتوں تک پہنچنا درحقیقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خصوصیت رکھنے والی ولایت کے اجزاء میں سے ایک جزو تک پہنچنا ہے۔ اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت تک نہ پہنچنے کا سبب آپ کی کمال متابعت میں کمی کے سبب ہوتا ہے۔ اوراس کمی کے بہت سے درجات ہیں۔ اس لیے ولایت کے درجات میں بھی فرق وتفاوت ہوتا ہے۔ اوراگر آپ کا کمال اتباع میسر آجاتا تو آپ کی ولایت تک وصول ممکن ہوجاتا۔ یہ اعتراض اس وقت واقع ہوتا ہے جبکہ دوسر انبیاء کرام کی شریعتوں کے پیروکاروں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت خاصہ حاصل ہوجائے۔ علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات۔ اور جب یہ بات نہیں تو اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے جس نے ہم پر انعام فرمایا' ہمیں صراط مستقیم اور دین قویم کی طرف ہدایت ورہنمائی فرمائی۔ صراط مستقیم دین کے مضبوط راستے اور روشن شریعت سے عبارت ہے:

اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○ آپ رسولوں میں سے ہیں اور صراط مستقیم پر ہیں۔

اس معنی ومضمون کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت حقہ کی کامل اتباع آپ کے کامل متبعین اور معظم اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طفیل نصیب فرمائے۔

اس رقعہ دعا کو آپ کے پاس لانے والا چونکہ آپ کی طرف جارہا تھا' تو سلسلہ محبت ان چند کلمات کے لکھنے کا محرک بن گیا۔ والسلام علیکم و رحمة الله سبحانه لدیکم۔

---

[1] جاننا چاہیے کہ یہ اہل سکر کا مقولہ ہے جیسا کہ امام ربانی قدس سرہ نے متعدد مکاتیب میں تصریح کی ہے۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۷۸)

یہ مکتوب بھی جباری خاں کی طرف صادر فرمایا:

سفر در وطن کے معنی اور سیر آفاقی و انفسی اور اس بیان میں کہ اس دولت کا حصول صاحب شریعت علیٰ مصدر ہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی اتباع کے ساتھ وابستہ ہے۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ شریعت حقہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ اور راستہ پر استقامت نصیب فرمائے۔

چند روز کی بات ہے کہ بندہ دہلی اور آگرہ کے سفر سے واپس لوٹا ہے اور اپنے وطن مالوف میں آرام پذیر ہوا ہے۔ اس وقت حُبّ الوطن من الایمان نقد وقت ہے۔ وطن مالوف میں آنے کے بعد اگر سفر ہے تو اپنے وطن ہی میں ہے۔ ''سفر در وطن'' اس خانوادہ علیہ نقشبندیہ کے اکابر کے اصول مقررہ میں سے ہے۔ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔

اس طریقہ میں اس سفر کی چاشنی ابتداء ہی میسر آ جاتی ہے اور نہایت کے بدایت میں درج ہونے کے طور پر حاصل ہوتی ہے۔ کارکنانِ قضاء وقدر اگر چاہتے ہیں تو اس گروہ کی ایک جماعت کو مجذوب سالک بناتے ہیں اور بیرونی سیر میں ڈال دیتے ہیں۔ اس سیر آفاقی کے مکمل ہونے کے بعد سیر انفسی میں جو سفر در وطن سے عبارت ہے آرام عطا کرتے ہیں۔ ع

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند

یہ کام دولت ہے۔ دیکھیے اب یہ کسے عطا کرتے ہیں۔

ع هَنِیاءً لِاَرْبَابِ النَّعِیْمِ نَعِیْمَهَا

ترجمہ: نعمت والوں کو نعمتیں خوشگوار رہیں۔

اس نعمت عظمیٰ تک وصول سید اولین وآخرین علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التحیات اکملہا کی اتباع سے وابستہ ہے۔ بندہ جب تک اپنے آپ کو پورے طور پر شریعت میں گم نہ کر دے۔ اور اوامر کی بجا آوری اور ممنوعات سے رُکنے کے ساتھ مزین و آراستہ نہ کرے۔ اس دولت ونعمت کی خوشبو بندے کی روح سونگھ نہیں سکتی۔ شریعت کی مخالفت کے باوجود اگرچہ بال برابر ہی ہو اگر احوال ومواجید حاصل ہوں تو وہ استدراج میں داخل ہیں۔ آخر اسے رسوا اور ذلیل کریں گے۔ محبوب ربّ العالمین علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات

Marfat.com

کملہا کی اتباع اور پیروی کے بغیر عذاب اُخروی سے خلاصی اور نجات ناممکن ہے۔ چند روزہ زندگی کو حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں میں صرف کرنا چاہیے وہ کیا زندگی اور کیا عیش ہے اگر بندے کا مالک و مولیٰ اس کے اعمال و افعال کی بنا پر اس سے ناراض ہو۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ بندے کے جُزی اور کُلی حالات سے واقف و آگاہ ہے اور حاضر و ناظر ہے۔ ایسی عظیم و برتر ہستی کے سامنے افعال قبیحہ کا مرتکب ہونا بڑے شرم کی بات ہے۔

مثال کے طور پر لوگوں کو اگر یہ معلوم ہو کہ کوئی شخص ان کے عیوب و ناپسندیدہ افعال پر مطلع ہو جائیگا تو ایسی صورت میں کوئی ناشائستہ حرکت کرنے کو ہرگز تیار نہیں ہوتے اور نہیں چاہتے کہ وہ ان کے بُرے اعمال سے آگاہ ہو۔ تو کیا مصیبت ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے علم و اطلاع کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ یہ کیا اسلام ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا اس بندے کے برابر بھی لحاظ اور اعتبار نہیں کرتے۔ نعوذ باللّٰہ سبحانہ من شرور انفسنا و من سیات اعمالنا۔ "ہم اللہ سبحانہ کے پاس پناہ لیتے ہیں اپنے نفس کی شرارتوں اور اپنے برے اعمال سے مطابق حدیث مبارک:

جَدِّدُوْا اِيْمَانَكُمْ بِقَوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ — اپنے ایمان کو کلمہ لا الٰہ الا اللہ سے تازہ کرتے رہو۔

اس کلمہ عظیم الشان کے ساتھ ہر آن تجدید ایمان کرتے رہنا چاہیے۔ اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی بارگاہ میں تمام ناپسندیدہ افعال سے توبہ اور رجوع کرتے رہنا چاہیے۔ شاید دوسرے وقت تک توبہ کی فرصت و مہلت نہ دیں۔

هَلَكَ الْمُسَوِّفُوْنَ ٥ — یعنی "ابھی کر لیں گے" کہنے والے ہلاک ہو چکے ہیں۔

حدیث نبوی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات یعنی نیک کام میں تاخیر کرنے والے ہلاکت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ فرصت کو غنیمت جاننا چاہیئے اور حق تعالیٰ کی مرضی کے کاموں میں اپنے لمحاتِ زندگی صرف کرنے چاہیں۔ توبہ کی توفیق حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی عنایات میں سے ہے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ سے ہمیشہ اس بات کے خواہاں رہیں۔ اور وہ درویش جن کا قدم شریعت میں راسخ اور پختہ ہے اور جو عالم حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں ان کی دعا و ہمت و توجہ کا طالب رہنا چاہیے۔ اور ان سے مدد[1] طلب کرنی چاہیے تا کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت و مہربانی ان کی مدد و دعا کی کھڑکی سے ظاہر ہو کر جناب قدس خداوند تعالیٰ کی طرف کھینچ لے۔ اور اس میں مخالفت کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ جب تک ایک بال برابر بھی شریعت سے مخالفت کی راہ کھلی ہے بدستور خطرے کا محل موجود ہے۔ مخالفت کے تمام راستے بند اور مسدود ہونے ضروری ہے۔

---

1. معلوم ہوا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ بھی اولیاء اللہ سے مدد طلب کرنے کا عقیدہ رکھتے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ عقیدہ مشرکانہ کیسے ہو سکتا ہے؟ (مترجم)

Marfat.com

محال است سعدی کہ راہ صفا توان رفت جز در پئے مصطفےٰ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں کو چھوڑ کر صفائی اور ہدایت کے راستے پر اے سعدی چلنا محال اور ناممکن ہے۔

اہل اللہ پر اعتراض کرنا خصوصاً جہاں درمیان میں پیری مریدی کا تعلق ہو اور درمیان میں راہِ افادہ کھلا ہوا ہو ہرگز نہ چاہیے۔ اعتراض اور نکتہ چینی کو زہر قاتل تصور کرنا چاہیے۔ اس سے زیادہ گفتگو بے مقصد اور اطناب میں داخل ہے۔

یہ چند حروف رابطۂ محبت و اخلاص کی بنا پر لکھے گئے ہیں۔ امید ہے کہ ملال کا باعث نہیں بنیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ملا عمر اور شاہ حسن شریف زادے ہیں۔ ملازمت و نوکری کے طلبگار ہیں۔ امید ہے کہ انہیں اپنے خاص ملازمین میں داخل کرلیں گے۔ اسماعیل بھی یہی ارادہ لے کر حاضر خدمت ہوا ہے۔ اگرچہ پیادہ ہے مگر امید رکھتا ہے کہ اپنے حال کے مطابق ضرور حصہ پائے گا۔ زیادہ دردسری ٹھیک نہیں۔ والسلام والاکرام۔

مکتوب نمبر (۷۹)

یہ مکتوب بھی جباری خاں کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ یہ روشن شریعت تمام پہلی شریعتوں کی جامع ہے۔ اس شریعت پر عمل کرنا تمام پہلی شریعتوں پر عمل کرنے کے مترادف ہے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ تعالیٰ شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے طریقہ اور راستہ پر ثبات و استقامت عطا فرما کر مکمل طور پر اپنی جناب قدس کی طرف کھینچ لے۔

جبکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ تمام اسمائی اور صفاتی کمالات کے جامع ہیں۔ اور وہ کتاب جو آپ پر نازل ہوئی ہے بطریقہ اعتدال تمام آسمانی کتابوں کی جو تمام انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات پر نازل ہوئی ہے بطور خلاصہ ان کی جامع اور اسمائی و صفاتی کمالات کی مظہر ہے۔ نیز وہ شریعت جو سرور دین و دنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائی گئی ہے تمام پہلی شریعتوں کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ اور وہ اعمال جو اس شریعت حقہ کے مطابق ادا ہوں تمام ماسبق شریعتوں کا انتخاب ہیں بلکہ اعمال ملائکہ کا بھی انتخاب ہیں۔ کیونکہ بعض ملائکہ حالت رکوع میں رہنے پر مامور ہیں، بعض کو سجود میں رہنے کا حکم ہے اور بعض قیام میں ہیں۔ اسی طرح پہلی

Marfat.com

امتوں میں بعض پر نماز فجر فرض تھی اور بعض دوسری امتوں پر دوسری نمازیں۔[1] اس شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ و السلام والتحیہ میں امم سابقہ اور ملائکہ مقربین کے اعمال کا خلاصہ اور نچوڑ نکال کر ان کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس شریعت کی تصدیق اور اس کے مطابق اعمال صالحہ کا بجالانا در حقیقت تمام شریعتوں کی تصدیق اور تمام شریعتوں کے مطابق اعمال کا بجالانا ہے۔ اسی بنا پر اس شریعت کی تصدیق کرنیوالے خیر الامم کہلائے۔

اسی طرح اس شریعت کی تکذیب کرنا اور اس کے مطابق اعمال بجانہ لانا تمام پہلی شریعتوں کی تکذیب ہے۔ اور تمام پہلی شریعتوں کے مطابق عمل نہ کرنا ہے۔ اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ کا انکار تمام اسمائی اور صفاتی کمالات کا انکار ہے۔ اور آپ کی تصدیق ان سب کی تصدیق ہے۔ تو لازمی طور پر آپ کے منکر اور اس شریعت کے منکر بدترین امم ہیں۔ اسی وجہ سے قرآن مجید میں فرمایا گیا:

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ کُفْرًا وَّ نِفَاقًا — گنوار لوگ کفر و نفاق میں بہت سخت ہیں۔

محمد عربی کار برئے ہر دوسرا است
کسیکہ خاک درش نیست خاک برسراو

محمد عربی ﷺ جو دو جہاں کی عزت و آبرو ہیں۔ جو شخص آپ کے در کی خاک نہیں بنتا اس کے سر پر خاک پڑے۔ یعنی وہ ذلیل و خوار ہو۔

اللہ صاحب انعام اور صاحب احسان ہی کی حمد و ثنا ہے کہ اس شریعت اور صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے متعلق آپ کو حسنِ اعتقاد اور کمال یقین آپ پر ثابت ہو چکا تھا۔ اور آپ کو اپنے نامناسب حالات پر ہمیشہ ندامت دامنگیر رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس کیفیت میں مزید اضافہ فرمائے۔

دوسرا التماس یہ ہے کہ اس رقعہ دعا کا حامل میاں شیخ مصطفےٰ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کی نسل سے ہے۔ ہندوستان میں ان کے بزرگ بزرگوں کی حیثیت میں تشریف لائے۔ ان کے بزرگوں کے ذرائع معاش اور بہت

---

[1] حضرت ملا علی قاری رحمۃ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبید اللہ بن محمد سے انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ جب فجر کے وقت حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ قبول ہوئی تو آپ نے فجر کی دو رکعت ادا کیں۔ اس طرح نماز فجر کا آغاز ہوا۔ اور بوقت ظہر جب حضرت اسحاق ؑ حضرت اسماعیل کا مینڈھے کی شکل میں ذبح قبول ہوا تو آپ نے ظہر کی چار رکعت ادا کیں اس طرح نماز ظہر کی ابتداء ہوئی۔ اور جب حضرت عزیز علیہ السلام سو سال کے بعد دوبارہ زندہ ہوئے تو ان سے کہا کَمْ لَبِثْتَ یعنی کتنی دیر یہاں پڑے رہے۔ آپ نے کہا ایک روز۔ تو آپ نے سورج دیکھا تو فرمایا ایک دن یا دن کا بعض حصہ۔ تو آپ نے چار رکعت عصر کی پڑھیں تو اس طرح نماز عصر شروع ہوئی۔ اور حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مغفرت بوقت مغرب ہوئی۔ تو آپ چار رکعت ادا کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تین رکعت پڑھ کر شدت غم اور رونے کے باعث تھک گئے۔ تو اس طرح مغرب کی نماز تین رکعت قرار پائی۔ اور عشاء کی نماز سب سے پہلے حضور نبی اکرم ﷺ نے ادا فرمائی۔ پہلی امتوں میں نماز عشاء نہیں تھی۔

Marfat.com

سے وظائف مقرر تھے شیخ مصطفےٰ مذکور بے معاشی کے سبب فوج کی ملازمت کی طرف متوجہ ہوئے ہیں اور اپنی اسناد اور متعلقہ احکام اپنے ہمراہ لائے ہیں۔ انہیں امید ہے کہ آپ کے توسل سے ان کو دل جمعی اور سکون نصیب ہو جائے گا۔ شخص مذکور کے لیے بڑے آفیسروں کی خدمت میں اس طرح سفارش فرمائیں کہ موثر ثابت ہو۔ اور معاشی پریشانیوں کے ستائے ہوئے افراد کے لیے سکون قلب کا سبب ہو۔ والسلام والاکرام۔

مکتوب نمبر (۸۰)

میرزا فتح اللہ حکم کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ تہتر فرقوں میں سے صاحب فرقہ صرف اہل سنت و جماعت ہیں۔ اور بدعتی فرقوں کی مذمت اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے راستہ اور طریقہ پر قائم رکھے۔

ع کار این ست غیر ایں ہمہ ہیچ

اصل کام یہی ہے۔ باقی سب کام ہیچ ہیں۔

تہتر (۷۳) فرقوں میں سے ہر فرقہ اتباع شریعت کا مدعی اور اپنی نجات پر یقین رکھتا ہے:۔

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ہر گروہ اپنے مشرب وطریقہ پر خوش ہے۔

سب کا نقد وقت ہے۔ لیکن جو دلیل پیغمبر صادق علیہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا نے فرقہ ناجیہ (نجات پانے والا) کی تمیز کے لیے بیان فرمائی ہے یہ ہے:

اَلَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى مَآ اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِىْ یعنی فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ جو نجات پائے گا وہ ہے جو اس طریقے پر قائم ہے جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ

اس مقام پر صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کافی ہونے کے باوجود کرام کا ذکر ممکن ہے یہ ظاہر کرنے کے لیے ہو کہ میرا طریقہ وہی ہے جو میرے صحابہ کا ہے۔ اور نجات کا طریقہ صرف ان کی اتباع کے طریقہ سے وابستہ ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ جس نے رسول کی اطاعت کی۔ اس نے در حقیقت خدا تعالیٰ کی اطاعت کی۔

پس رسول کی اطاعت عین خدا تعالیٰ کی اطاعت ہے اور رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کے خلاف چلنا عین خدا تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی ہے۔ جن لوگوں نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کو رسول کی اطاعت کے خلاف اور الگ کوئی چیز تصور کیا ہوا ہے اللہ تعالیٰ ان کے حال کی قرآن مجید میں خبر دیتا ہے اور ان پر حکم کفر لگاتا

Marfat.com

ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

۱؎ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا٥	بے ایمان لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق ڈالیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض سے کفر کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان کا راستہ اختیار کریں ایسے ہی لوگ درحقیقت پکے کافر ہیں۔

پس ہمارے زیر بحث مسئلے میں گزشتہ بیان سے واضح ہوگیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریقے کی پیروی سے مخالفت کرتے ہوئے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع و پیروی کا دعویٰ کرنا سراسر باطل دعویٰ ہے۔ بلکہ ایسی اتباع درحقیقت رسول اکرم ﷺ کی عین معصیت اور نافرمانی ہے۔ لہٰذا اصحابہ کرام سے مخالف طریقہ اختیار کر کے نجات کی مجال و گنجائش اور نجات کا امکان کہاں ہے۔

۲؎ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰی شَیْءٍ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ.	ان گمراہوں کا گمان ہے کہ وہ بھی کسی (صحیح شی (مسلک) پر ہیں۔ سن لو بیشک یہی لوگ جھوٹے ہیں۔

اور اس میں ذرہ بھر شک نہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اتباع کا پابند صرف اہل سنت و جماعت کا گروہ ہے۔ شکر اللّٰہ تعالیٰ سعیھم۔ لہٰذا نجات پانے والا بھی یہی فرقہ ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر طعن و تشنیع کرنے والے فرقے صحابہ کرام کی اتباع سے محروم ہیں۔ جیسے شعیہ، خارجی اور معتزلہ۔ یہ سب نو پیدا شدہ فرقے ہیں۔

ان کا رئیس و سردار واصل ۳؎ بن عطا امام اہل سنت امام حسن ۴؎ بصری رحمۃ اللہ کے شاگردوں میں سے

۱؎ سورہ نساء۔ پارہ لا یحب اللہ (۶) ۲؎ سورہ مجادلہ۔ پارہ قد سمع اللہ (۲۸)

۳؎ یہ شخص ۸۰ھ ہجری میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوا اور ۱۳۱ھ ہجری میں مر گیا۔ اس شخص کی کچھ تصانیف بھی ہیں جیسے کتاب اصناف المرجہ۔ کتاب التوبہ کتاب معانی القرآن۔ یہ شخص واقعہ جمل میں شرکت کرنے والے لوگوں کے عادل ہونے میں توقف کرتا تھا۔

۴؎ آپ طبقہ ثالثہ کے سردار ہیں۔ ۱۱۰ھ ہجری میں آپ نے وصال فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک ستر سال کے قریب تھی۔ علامہ ابن حجر نے ان کی یوں تعریف کی ہے۔ آپ فقیہ ہیں فاضل ہیں اور شہرت دوام کے مالک ہیں۔ کتابوں کے اوراق اور تمام ممالک اسلامیہ میں آپ کے مناقب جلیلہ اور محامد جمیلہ ثبت ہیں۔ آپ کے تذکروں سے کتب سیر و رجال بھری پڑی ہیں۔ آپ صوفیہ صافیہ کے سردار اور رئیس اور ان کے پیشرو ہیں اور صوفیہ کے سلسلے آپ پر منتہی ہوتے ہیں۔ مترجم۔

Marfat.com

ہے۔ ایمان اور کفر کے درمیان واسطہ ثابت کرنے کی بنا پر امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے الگ ہو گیا۔ آپ نے اس کے متعلق فرمایا اِعْتَزَلَ عَنَّا ''یہ شخص ہم سے جدا ہو گیا'' اسی طرح باقی فرقے بھی اہل سنت سے الگ مسلک و عقیدہ رکھتے ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں عیب نکالنا درحقیقت پیغمبر خدا جل وعلا کی ذات میں عیب نکالنے کے مترادف ہے:

ما اٰمن برسول اللہ من لم یؤتر اصحابہ۔	اس شخص کا رسول خدا پر بھی کوئی ایمان نہیں جو صحابہ کرام کی تعظیم و توقیر کا منکر ہے۔

کیونکہ صحابہ کرام میں خبث و خرابی کا پایا جانا درحقیقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات میں خبث و خرابی ہونے کا باعث ہے۔ نعوذ باللہ سبحانہ من ھذا الاعتقاد السُّوء۔ ''ہم ایسے برے اعتقاد سے اللہ تعالیٰ کے پاس پناہ لیتے ہیں۔

نیز قرآن و احادیث کے احکام شرعیہ جو ہم تک پہنچے ہیں صحابہ کرام کی نقل و روایت اور واسطہ سے پہنچے ہیں۔ جب صحابہ کرام مطعون ہوں گے تو ان کی نقل و روایت بھی مطعون متصور ہوگی۔ اور احکام شریعہ کی نقل و روایت چند صحابہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ تمام صحابہ کرام عدالت' صدق اور تبلیغ دین میں برابر ہیں۔ پس کسی ایک صحابی میں طعن و عیب دین میں طعن و عیب تسلیم کرنے کو مستلزم ہے۔ والعیاذ باللہ سبحانہ' و تعالیٰ

اور اگر صحابہ کرام پر نکتہ چینی کرنے والے یہ لوگ یہ کہیں کہ ہم بھی صحابہ کرام کی متابعت کرتے ہیں۔ اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم تمام کی متابعت و پیروی کریں۔ بلکہ سب کی متابعت ممکن ہی نہیں ہے۔ کیونکہ بہت سے مسائل میں صحابہ کرام کی آپس میں آراء مختلف اور متناقض ہیں اور الگ مشرب رکھتے ہیں۔

اس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ بعض کی متابعت اس وقت سود مند ہو سکتی ہے جبکہ اس کے ساتھ بعض دوسرے صحابہ کرام کا انکار نہ ہو۔ بعض کے انکار کی صورت میں بعض دوسروں کی متابعت کا وجود متصور نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ حضرت امیر علی کرم اللہ وجہہ' نے خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعظیم و توقیر کی ہے۔ اور انہیں اپنا مقتدا اور پیشوا بننے کا اہل تصور کرتے ہوئے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے پس خلفائے ثلاثہ کے انکار کے ساتھ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ' کی متابعت کا دعویٰ کرنا محض افترا ہے۔ بلکہ خلفائے ثلاثہ کا یہ انکار حقیقت میں حضرت امیر کا انکار ہے اور حضرت امیر کے اقوال و افعال کا صریح رد ہے۔

شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات میں تقیہ کا احتمال ماننا بھی کم عقلی کے باعث ہے۔ عقل صحیح اس بات کو ہرگز جائز نہیں رکھتی کہ حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمال معرفت و شجاعت کے باوجود تیس سال تک خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بغض اپنے سینے میں چھپائے رکھا اور اپنے ضمیر کے خلاف ظاہر کرتے رہے اور اتنا

Marfat.com

عرصہ نفاق کے ساتھ ان کی صحبت ومجلس قائم رکھی۔ اہل اسلام میں سے ادنیٰ مسلمان سے بھی ایسا نفاق متصور نہیں ہو سکتا۔ اس فعل کی بدی اور شناعت کا تصور کرنا چاہیے کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ایسی بے بسی، ایسے فریب اور ایسے نفاق سے موصوف تھے۔

اور اگر بفرض محال یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعظیم وتوقیر تقیہ کے تحت از روئے نفاق کرتے تھے۔ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اول سے آخر تک تعظیم وتوقیر کرتے تھے اور انہیں بزرگ جانتے تھے۔ اس کا کیا جواب ہوگا؟ آپ کی ذات کی طرف تو تقیہ کی نسبت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حق کی تبلیغ واشاعت پیغمبر پر واجب ضروری ہوتی ہے۔ آپ کے لیے تقیہ جائز جاننا زندقہ اور بے دینی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[1] یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ.	اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے۔ اسے لوگوں تک پہنچا دیں اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے خدا کی رسالت کی تبلیغ نہیں کی۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائیگا۔

کفار کہا کرتے تھے کہ محمد (ﷺ) وحی میں سے جو اس کے موافق ہوتا ہے اسے ظاہر کرتا ہے اور جو اس کے موافق نہیں ہوتا اسے ظاہر نہیں کرتا بلکہ اسے چھپائے رکھتا ہے۔ اور یہ امر طے شدہ ہے کہ نبی کا خطا پر قائم رہنا ناجائز اور ناممکن ہے۔ ورنہ اس کی شریعت میں خلل اور نقص لازم آئے گا۔ تو جب خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعظیم وتوقیر کے خلاف نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے کچھ بھی ظاہر نہیں ہوا۔ تو قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ ان کی تعظیم وتوقیر کرنا خطا سے محفوظ اور زوال سے مامون ہے۔

اب ہم پھر اصل بات کی طرف رُخ کرتے ہیں اور ان کے اعتراض کے جواب کو مزید منقح اور صاب کرتے ہیں۔ کہ اصول میں تمام صحابہ کرام کی متابعت ضروری ہے اور ان کا آپس میں اصول کے اندر قطعاً کوئی اختلاف نہ تھا۔ ان کا آپس کا اختلاف صرف فروع سے تعلق رکھتا ہے۔ اور وہ شخص جو بعض صحابہ میں عیب نکالتا ہے سب کی متابعت سے محروم ہے۔

بلاشبہ تمام صحابہ کرام اصول میں باہم بالکل متفق تھے۔ لیکن ان کا اکابر دین کے انکار کی نحوست انسان کو اختلاف میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اور اتفاق سے دور پھینک دیتی ہے۔ بلکہ قائل کا انکار اس کی بات کے انکار تک پہنچا

---

[1] پارہ لا یحب اللہ (۶) سورۃ مائدہ

Marfat.com

دیتا ہے۔

نیز شریعت حقہ کے مبلغ تمام صحابہ کرام ہیں۔ جیسا کہ پیچھے مذکور ہوا۔ کیونکہ تمام صحابہ رعدول ہیں۔ ہر ایک کی نقل دروایت کے ذریعے شریعت کا کچھ نہ کچھ حصہ ہم تک پہنچا ہے۔ اسی طرح ہر ایک سے قرآن مجید کی ایک ایک یا زیادہ آیات جمع کی گئی ہیں۔ تو صحابہ کرام کے انکار سے ان سے نقل شدہ اس آیت یا آیات کا انکار ہے۔ لہٰذا منکر کے لیے پوری شریعت پر عمل پیرا ہونا ممکن ہے تو نجات اور فلاح کیسے نصیب ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَفَتُؤمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰى اَشَدِّ الْعَذَابِ[1]

تو کیا تم لوگ کتاب کے کچھ حصے پر ایمان رکھتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو تو تم میں سے ایسا کرنے والے کی سزا اس کے سوا کچھ نہیں کہ اسے دنیا کی زندگی میں بھی ذلت پہنچے اور آخرت میں ایسے لوگ سخت عذاب کی طرف دھکیلے جائیں گے۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ موجود قرآن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جمع کیا ہوا ہے بلکہ فی الحقیقت قرآن کے جامع حضرت صدیق و حضرت فاروق ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے کوئی اور قرآن جمع کیا ہوگا (بزعم شیعہ) تو سوچنا چاہیے کہ ان کا اکابر انکار فی الحقیقت قرآن کا انکار ہے۔ عیاذاً باللہ سبحانہ۔

کسی نے اہل تشیع کے ایک مجتہد نے سوال کیا کہ یہ قرآن تو حضرت عثمان کا جمع کیا ہوا ہے۔ آپ کا اس قرآن کے متعلق کیا عقیدہ ہے؟ تو اس مجتہد نے جواب دیا کہ انکار میں کوئی مصلحت ہم کو نظر نہیں آتی۔ کیونکہ اس کے انکار سے تمام دین کا معاملہ درہم برہم ہو جائے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ کوئی عقلمند انسان اس بات کو ہرگز جائز قرار نہیں دے سکتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی رحلت کے روز تمام صحابہ کرام ایک امر باطل پر جمع تھے۔ اور یہ ثابت شدہ امر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے وقت تینتیس ہزار صحابہ کرام مدینہ شریف میں حاضر اور موجود تھے۔ اور سب نے خوشی و رغبت سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی۔ ان تمام صحابہ کرام کا گمراہی و ضلالت (بیعت صدیق بزعم شیعہ) پر جمع ہونا محالات میں سے ہے۔ حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِيْ عَلَى الضَّلَالَةِ[2] — میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔

اور ابتدا میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرنے میں جو دیر ہوئی وہ اس بنا پر تھی کہ آپ کو مشورہ خلافت میں طلب نہیں کیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں خود حضرت علی رضی اللہ

---

1. پارہ اول سورہ بقرہ
2. مشکوٰۃ شریف بحوالہ ترمذی شریف بروایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

Marfat.com

تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے:

۱ مَاغَضِبْنَا اِلَّا لِتَاَخَّرْنَا عَنِ الْمَشُوْرَةِ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ خَيْرٌ مِّنَّا۔

ہمیں کسی بات سے رنج نہیں پہنچا مگر اس بات سے کہ ہمیں مشورہ میں نہیں بلایا گیا۔اور بیشک ہمارا یقین ہے کہ ابوبکر صدیق ہم سب سے بہتر ہیں۔

اور صحابہ کرام کا آپ کو مشورہ خلافت میں نہ بلانا ایک مصلحت پر مبنی تھا۔اور وہ یہ تھی کہ آپ اہل بیت میں موجود رہ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال مبارک کے حادثہ اور مصیبت میں صدمہ اولیٰ کے وقت ان کو تسلی اور صبر جمیل کی تلقین میں مصروف تھے۔وغیر ذالک۔

اور وہ اختلافات جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام میں واقع ہوئے ہرگز خواہش نفس کے تحت نہیں تھے۔کیونکہ اُن بزرگوں کے نفوس تزکیہ حاصل کر چکے تھے اور امارگی سے نکل کر اطمینان کے مقام پر فائز ہو چکے تھے۔ان کی خواہشات شریعت کے تابع ہو چکی تھیں۔بلکہ وہ اختلاف اجتہاد اور حق کی سربلندی پر مبنی تھا۔لہٰذا جو خطا پر تھے ان کے لیے ایک درجہ ثواب ہے۔اور جو حق پر تھے انہیں دو درجہ ثواب حاصل ہوگا۔اس لیے زبان کو ان کی شان کے خلاف کچھ کہنے سے روکنا چاہیے اور سب کو اچھائی سے یاد کرنا چاہیے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:''یہ ایسے خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا تو ہمیں اپنی زبانیں بھی ان سے پاک رکھنی چاہییں۔''

امام شافعی ہی ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

''لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال شریف کے بعد مجبور اور پریشان ہوئے تو انہیں اس آسمان کے نیچے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بہتر کوئی شخص نہ ملا تو انہوں نے اپنی گردنوں کا والی ان کو بنا لیا۔''

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ قول اس امر کی تصریح ہے کہ وہاں کوئی تقیہ نہیں تھا اور حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت صدیق کی بیعت پر راضی اور خوش تھے۔

باقی ماندہ ایک مقصودی بات یہ ہے کہ میاں سیدن ولد میاں شیخ ابوالخیر بزرگ زادہ لوگوں میں سے ہے۔سفر دکن میں وہ آپ کے ساتھ گیا تھا۔آپ کی عنایت والتفات کا امیدوار ہے۔مولانا محمد عارف بھی طالب علم اور بزرگ زادہ ہے۔اس کا باپ ایک عالم دین شخص تھا۔معاشی مدد کے سلسلے میں آپ کی توجہ کا امیدوار ہے۔والسلام والاکرام۔

---

۱ تاریخ الخلفاء۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۸۱)

لالہ بیگ کی طرف صادر فرمایا:

اسلام کی ترویج پر ابھارنے اور اسلام اور مسلمانوں کی پستی اور ضعف اور ذلیل کفار کے غلبہ کے بیان میں۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہماری اور تمہاری غیرتِ اسلامی میں اضافہ کرے۔ قریباً ایک صدی سے اسلام کی غربت اور پستی اس حد تک کو پہنچ چکی ہے کہ بلاد اسلام میں کفار صرف احکام کفر کے اجراء پر راضی نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ اسلامی احکام بالکل مٹ جائیں اور مسلمانوں اور مسلمانی کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔ اور ان کی جرأت و بے باکی یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اگر کوئی مسلمان شعار اسلام کے اظہار کی دلیری کرتا ہے تو قتل کر دیا جاتا ہے۔ ذبیحہ گاؤ جو ہندوستان میں اسلام کے اعظم شعائر میں سے ہے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ کفار شاید جزیہ ادا کرنے پر راضی ہو جائیں مگر ذبح گائے پر کبھی راضی ہونے کو تیار نہیں۔

ابتدائے بادشاہت ہی میں اگر مسلمانی رواج پذیر ہوگئی اور مسلمانوں نے کچھ حیثیت پیدا کرلی تو فبہا اور اگر عیاذاً باللہ سبحانہ معاملہ سستی اور توقف میں پڑ گیا تو مسلمانوں پر سخت برے دن آجائیں گے۔ الغیاث الغیاث ثم الغیاث الغیاث۔ ''اللہ کی بارگاہ میں فریاد۔ فریاد۔ پھر فریاد۔ فریاد'' دیکھیے کون صاحب قسمت اس دولت (ترویج اسلام) سے سرفراز ہوتا ہے۔ اور کس شہباز کا ہاتھ اس دولت تک پہنچتا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۸۲)

سکندر خاں لودھی کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ دل کی سلامتی ماسوائے حق کے بھلانے کے بغیر میسر نہیں آسکتی۔ اور ماسوا کے بھلانے کا نام ہی فنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نظر کی کجی سے پاک سید بشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کے طفیل ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے اور غیر کے حوالے نہ کرے۔

وہ چیز جو ہم اور تم سب پر لازم ہے یہ ہے کہ غیر حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے اپنے دل کو محفوظ رکھا جائے۔ اور یہ

Marfat.com

سلامتی اس وقت میسر آتی ہے جبکہ غیر حق تعالیٰ کا دل پر گزر نہ رہے۔ اور غیر حق کا دل پر نہ گزرنا غیر حق کے نسیان اور بھول جانے پر مبنی ہے جسے فنا سے تعبیر کرتے ہیں۔

اس بلند گروہ کے نزدیک غیر حق کا خیال بالفرض تکلف سے بھی دل میں لانا چاہیں تو ہرگز ہرگز نہیں گزر سکتا۔ کام جب تک یہاں تک نہ پہنچے سلامتی محال اور ناممکن ہے۔ آج یہ نسبت کوہِ قاف کے عنقا کی طرح نایاب ہے بلکہ وجود تو کجا' اگر اس نسبت کا تذکرہ بھی کیا جائے تو لوگوں کو یقین نہ آئے۔

هنيئاً لارباب النعيم نعيمها   وللعاشق المسكين ما يتجرع

اربابِ نعمت کو جنت کی نعمتیں دل پسند رہیں۔ عاشق مسکین کے لیے وہی ہے جو وہ گھونٹ گھونٹ رنج والم کی شراب پی رہا ہے۔

اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔ والسلام اوّلاً وآخراً

مکتوب نمبر (۸۴)

بہادر خاں کی طرف صادر فرمایا۔

شریعت وحقیقت اپنے ظاہر وباطن کی جمعیت کو شریعت وحقیقت کے ساتھ جمع کرنے پر ابھارنے میں:

حق سبحانہ وتعالیٰ متفرق تعلقات سے نجات عطا کر کے مکمل طور پر اپنی جناب قدس کا گرفتار کرے۔ بحرمۃ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا۔

ہر چہ جز عشق خدائے احسن ست
گر شکر خوردن بود جاں کندن ست

خدائے احسن کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے' اگرچہ شکر ہی کھانا ہو در حقیقت جان کو ہلاک کرنے والی بات ہے۔

ظاہر کو ظاہر شریعت غرا (روشن) سے آراستہ کرنا اور باطن کو ہمیشہ حق تعالیٰ کے ساتھ رکھنا بہت بڑا کام ہے۔ دیکھیے کس صاحبِ قسمت کو ان دونوں عظیم نعمتوں سے مشرف کرتے ہیں۔ آج ان دو نسبتوں کا جمع ہونا بلکہ صرف ظاہر شریعت پر استقامت نہایت ہی نادر بات ہے۔ یہ چیز کبریت احمر سے بھی زیادہ نایاب ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کمال کرم سے ظاہراً باطناً حضور سید اولین وآخرین کی متابعت پر استقامت نصیب فرمائے۔ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۸۴)

سید احمد قادری کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کے بیان میں کہ شریعت و حقیقت ایک دوسرے کا بالکل عین ہیں۔ اور حق الیقین تک پہنچنے کی علامت یہ ہے کہ اس مقام کے علوم و معارف علوم و معارف شرعیہ کے مطابق ہو جائیں اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

حق سبحانہٗ و تعالیٰ راہِ شریعت پر استقامت عطا کر کے اور مکمل طور پر اپنی جناب قدس کی طرف ہماری توجہ بندوں کراتے ہوئے ہمیں ہمارے وجود بشری سے آزادی عطا کرے۔ اور غیر حق سے بالکلیہ اعراض اور روگرانی میسر فرمائے۔ بطفیلِ کجی نظر سے پاک سید بشر علیہ من الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا۔ ع

از ہر چہ می رود سخن دوست خوشتر ست

دوست کی بات جس طرف سے بھی ہو بہت ہی اچھی ہے

اگر چہ دوست کے متعلق جو کچھ کہا جائے وہ دوست کے مقام سے بہت ہی نیچے ہے لیکن ایسی گفتگو کو جناب حق تعالیٰ و تقدس کے ساتھ قدرے مناسبت ہوتی ہے۔ اس معنی کو غنیمت شمار کرتے ہوئے اس باب میں جرأت و دلیری کرتا ہے۔

اصل اور با مقصد بات یہ ہے کہ شریعت و حقیقت ایک دوسرے کا بالکل عین ہیں اور حقیقت میں ایک دوسرے سے الگ اور جدا نہیں ہیں۔ فرق صرف اجمال و تفصیل، کشف و استدلال، غیبت و شہادت اور تکلف اور عدم تکلف کا ہے۔

وہ علوم و احکام جو روشن شریعت کے مطابق علم میں آئے ہوئے ہیں حق الیقین کی حقیقت سے موصوف ہونے کی بعد بھی وہی احکام و علوم تفصیل سے منکشف ہوتے ہیں اور غیبت سے شہادت کی طرف لے آتے ہیں۔ اور کسب کی مشقت اور تکلف کے ساتھ عمل کی دقت رفع ہو جاتی ہے۔ اور حق الیقین کی حقیقت تک وصول کی علامت یہ ہے کہ اس مقام کے علوم و معارف شرعی علوم و معارف کے بالکل مطابق ہو جاتے ہیں۔ جب تک ایک بال برابر بھی مخالفت باقی ہے۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابھی تک حقیقت الحقائق تک وصول حاصل نہیں ہوا۔ اور شریعت کے خلاف علم و عمل مشائخ طریقت میں سے جس سے بھی واقع ہو وہ سکر وقت پر مبنی ہے۔ اور سکر وقت دوران راہ کی بات ہے۔ نہایۃ النہایۃ تک پہنچ جانے والے ارباب صحو ہیں۔ وقت ان کے آگے مغلوب ہے۔ حال اور مقام ان کی شان کے تابع ہیں۔

صوفی ابن الوقت آمد در مثال ‏ ‏ لیک صافی فارغ است از وقت و حال

Marfat.com

صوفی تو حال و وقت کا تابع ہوتا ہے' مگر صافی (حق الیقین تک پہنچ جانے والا بزرگ) وقت اور حال سے فارغ ہو چکا ہوتا ہے۔

تو ثابت ہو گیا کہ شریعت کی مخالفت حقیقت کا رتک عدم وصول کی علامت ہے۔

بعض مشائخ کی عبارات میں یوں واقع ہوا ہے کہ شریعت حقیقت کا پوست اور چھلکا ہے۔اور حقیقت شریعت کا مغز ہے۔یہ عبارت اگرچہ متکلم کی بے استقامتی کی خبر دیتی ہے۔لیکن ممکن ہے اس کی مراد یہ ہو کہ مجمل مفصل کے سامنے پوست کی حیثیت رکھتا ہے۔اور کشف کے سامنے استدلال چھلکے کا حکم رکھتا ہے۔لیکن مستقیم الاحوال اکابر اس قسم کی موہم عبارات کا لانا جائز نہیں رکھتے۔اور اجمال و تفصیل اور کشف و استدلال کے سوا کچھ فرق بیان نہیں کرتے۔

ایک سائل نے حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرّہ الاقدس سے سوال کیا کہ سیر و سلوک سے کیا چیز مقصود ہے؟ آپ نے جواب دیا" تا کہ اجمالی معرفت تفصیل کی شکل اختیار کرے' اور استدلال کشف کی صورت میں بدل جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم و عمل میں شریعت پر ثبات و استقامت عطا فرمائے۔صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ' علی صاحبہا۔

ایک تکلیف آنجناب کو یہ دی جاتی ہے کہ حامل رقعہ' دعا میاں شیخ مصطفےٰ شریحی قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ان کے آباء و اجداد معاش کے بہت ذرائع اور وسائل رکھتے تھے اور ان کے وظائف مقرر تھے۔شخص مذکور اسباب معاش کے فقدان کے باعث پریشان ہے۔متعلقہ اسناد اور احکام اپنے ساتھ لے کر لشکر کی ملازمت کے لیے متوجہ ہوا ہے۔التفات و مہربانی فرما کر اس طرح توجہ فرمائیں کہ سکون قلبی حاصل ہو جائے اور اضطراب و پراگندگی سے نجات پا جائے۔زیادہ دردسری ٹھیک نہیں۔

مکتوب نمبر (۸۵)

میرزا فتح اللہ حکیم کی طرف صادر فرمایا۔

اعمال صالحہ کے بجالانے خصوصاً سب نمازیں با جماعت ادا کرنے کی ترغیب اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی پسندیدہ باتوں کے بجالانے کی توفیق عنایت کرے۔

آدمی کے لیے جس طرح درستی عقائد ضروری ہے۔اعمال صالحہ کا بجالانا بھی ضروری ہے۔اور تمام عبادتوں میں جامع تر اور طاعات میں سب سے زیادہ خدا کے قریب کرنے والی طاعت نماز کا ادا کرنا ہے۔حضور

Marfat.com

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

^1 اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ فَمَنْ اَقَامَھَا فَقَدْ اَقَامَ الدِّیْنَ وَمَنْ تَرَکَھَا فَقَدْ ھَدَمَ الدِّیْنَ	نماز دین کا ستون ہے۔ تو جس نے اسے قائم کیا اس نے اپنے دن کو قائم کرلیا۔ اور جس نے اس کو چھوڑ دیا اس نے دین کی عمارت کو گرادیا۔

اور جس شخص کو ہمیشہ پابندی سے نماز ادا کرنے کی توفیق عطا کر دیتے ہیں اسے فحشاء اور منکر سے بھی بچا لیتے ہیں۔ آیۂ کریمہ:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ	بیشک نماز بے حیائی اور بُرائی سے روکتی ہے۔

اس بات کی تائید کرتی ہے۔ اور وہ نماز جو فحشاء اور منکرات سے نہیں روکتی صرف صورت نماز ہے اور حقیقتِ نماز سے خالی ہے۔ لیکن حقیقت کے ہاتھ آنے تک صورت کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہیے جو مکمل طور پر حاصل نہ ہو سکے اسے مکمل طور پر ہی ترک نہیں کرنا چاہیے۔ خدائے اکرم الاکرمین اگر صورت کو ہی حقیقت کا درجہ دیدے تو کوئی بعد نہیں۔ لہٰذا تم پر لازم ہے کہ پورے خشوع وخضوع کے ساتھ باجماعت پوری نمازیں ہمیشہ پابندی وقت کے ساتھ ادا کرتے رہو۔ کیونکہ نماز فلاح اور نجات کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

^2 قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ خَاشِعُوْنَ ○	بیشک فلاح پا گئے وہ ایمان دار جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔

کام وہی ہے جو خطرے کے وقت بھی جاری رکھا جائے۔ سپاہی غلبہ دشمن کے وقت اگر تھوڑا سا تردد بھی کریں تو اس کی بہت قدر و قیمت ہوتی ہے۔

جوانوں کی خوبی اس وجہ سے ہے کہ شہوت نفسانی کے غلبہ کے باوجود اپنے آپ کو درستی پر قائم رکھیں۔ اصحاب کہف نے یہ سب فضیلت و بزرگی مخالفِ دین لوگوں کے پاس سے ہجرت کر جانے کے سبب حاصل کی۔ حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں وارد ہے:

^3 عِبَادَۃٌ فِی الْھَرَجِ کَھِجْرَۃٍ اِلَیَّ	فتنہ کے وقت عبادت میں مصروف رہنا میری طرف ہجرت کرنے کا ثواب رکھتی ہے۔

پس عبادت سے روکنے والے اسباب درحقیقت عبادت پر راغب کرنے والے اسباب ہیں اس سے

---

1. دیلمی نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ سے اور بیہقی نے شعب الایمان میں مرفوعاً روایت کی۔
2. پارہ ۱۸۔ سورہ مومنون
3. مسلم و ترمذی و ابن ماجہ بروایت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

Marfat.com

زیادہ کیا لکھا جائے۔

فرزند شیخ بہاؤ الدین کو فقراء کی صحبت سے کوئی رغبت نہیں۔ دولت مند اور اہل نعمت کی طرف مائل اور کشش رکھتا ہے۔ نہیں جانتا کہ ان کی صحبت زہر قاتل ہے اور ان کا لقمہ تر ظلمت اور سیاہی میں زیادتی اور اضافہ کرتا ہے۔ اَلْحَذَر اَلْحَذَر ثُمَّ اَلْحَذَر اَلْحَذَر ''ڈرو ڈرو پھر ڈرو اور ڈرو۔'' حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیث صحیح میں وارد ہے۔

[1] مَنْ تَوَاضَعَ لِغَنِيٍّ لِغِنَاهُ ذَهَبَ ثُلُثَا دِيْنِهٖ	جو شخص کسی دولت مند کی اس کی دولت کی وجہ سے تواضع کرتا ہے اس کا دو تہائی دین تباہ ہو جاتا ہے۔

تو اس شخص پر افسوس جو دولت کی بنا پر دولت مندوں کی تواضع کرتا ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی توفیق خیر عطا کرنے والا ہے۔

مکتوب نمبر (۸۶)

ضلع جرک کے ایک حاکم کی طرف صادر فرمایا:

غیر حق سبحانہ سے اپنے قلب کو سالم رکھنے کے بیان میں۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ بطفیل حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم من الصلوات افضلہا ومن التحیات والتسلیمات اکملہا حد اعتدال اور مرکز عدالت پر استقامت کی توفیق عنایت کرے۔

جو چیز ہم اور تم سب پر لازم ہے یہ ہے کہ دل کو غیر حق کے خیالات سے پاک اور سالم کر لیں۔ اور اس طرح سلامتی اس کی ہونی چاہیے کہ غیر حق کا دل پر بالکل گزر نہ رہے۔ اگر ہزار سال بھی زندگی وفا کرے تب بھی غیر حق کا خیال دل پر نہ گزرے۔ اس نسیان کے باعث جو غیر حق سے حاصل ہو چکا ہو۔ ع

کار این ست غیر ایں ہمہ ہیچ

اصل کام یہی ہے۔ اس کے سوا سب ہیچ ہے۔

آپ نے ملاقات کے وقت از روئے کرم نوازی فرمایا تھا کہ اگر کسی مہم اور کام میں رجوع کی ضرورت پڑے تو ہمیں لکھنا۔ اس بنا پر بندہ ایک تکلیف دیتا ہے کہ شیخ عبداللہ صوفی نیک لوگوں میں سے ہے۔ بعض حاجات کی بنا پر قرضدار ہو چکا ہے۔ امید ہے کہ اسے قرض سے نجات دلانے میں مدد فرمائیں گے والسلام۔

---

[1] امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور خطیب نے بروایت ابن مسعود اور دیلمی نے بروایت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کی۔ امام سیوطی فرماتے ہیں ابن جوزی کا اسے موضوعات میں داخل کرنا درست نہیں۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۸۷)

پہلوان محمود کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ کس قدر سعادت کی بات ہے کہ خدائے جل وعلا کے دوست کسی کو قبول فرمالیں۔

اللہ تعالیٰ تمہیں سلامت رکھے اور راہِ شریعت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ پر ثابت وقائم رکھے۔

آپ کے خاندان کے لیے سب سے پہلی بشارت یہ ہے کہ میاں شیخ مزمل تمہارے پاس تشریف لائے ہیں۔ بندہ ان کی صحبت کی برکات کی کیا شرح کرے۔

کس قدر سعادت ہے کہ خدائے جل وعلا کے دوست کسی کو قبول فرمالیں۔ چہ جائیکہ اُسے اپنی قربت و محبت سے ممتاز کریں اور نوازیں۔

هُمْ قَوْمٌ لَّا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ یہ ایسی قوم ہے کہ ان کے ہمنشین بدبختی سے محفوظ ہیں۔

مختصر یہ کہ ان کی صحبت کو غنیمت شمار کریں اور صحبت کے آداب کی رعایت ملحوظ رکھیں تا کہ مؤثر ثابت ہو۔ زیادہ کیا لکھے۔ والسلام اوّلاً وآخراً

مکتوب نمبر (۸۸)

یہ مکتوب بھی پہلوان محمود کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ کس قدر نعمت ہے کہ بندہ ایمان اور نیکی میں اپنے سیاہ بال سفید کرے۔ اور جوانی میں خوف غالب رہے اور بڑھاپے میں رجا۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے۔ خدا تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے کہ بندہ ایمان اور نیکی میں اپنے جوانی کے سیاہ بال سفید کر لے۔ حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں وارد ہے:

[1] مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ غُفِرَ لَهٗ جو شخص اسلام کی پابندی میں بوڑھا ہوا اُس کی مغفرت ہو جائے گی۔

جانب امید کو ترجیح دیں اور مغفرت کا ظن غالب رکھیں۔ کیونکہ جوانی میں خوف زیادہ درکار ہے اور بڑھاپے میں رجا اور امید کا غلبہ زیادہ ہونا چاہیے۔ والسلام اوّلاً وآخراً

---

1 ابوداؤد بروایت عمرو بن شعیب اور ترمذی ونسائی بروایت کعب بن مرہ بالفاظ مختلفہ۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۸۹)

ماتم پرسی کے متعلق میرزا علی خاں کی طرف صادر فرمایا۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ راہِ شریعت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ پر استقامت نصیب فرمائے۔ انسان کے لیے مطابق فرمان خداوندی:

۱ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ. ہر جان نے موت کا مزا چکھنا ہے۔

موت سے چارہ نہیں۔

۲ فَطُوْبٰى لِمَنْ طَالَ عُمْرُهٗ وَكَثُرَ عَمَلُهٗ تو مبارک ہے وہ شخص جس کی عمر زیادہ ہو اور نیک اعمال بھی زیادہ ہوں۔

یہ موت ہی ہے جو مشتاق لوگوں کو تسلی دیتی ہے، اور دوست کو دوست سے ملنے کا ذریعہ بنتی ہے۔

۳ مَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ جو شخص خدا تعالیٰ سے ملاقات کا امیدوار ہو تو بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ ملاقات ضرور آنے والا ہے۔

ہاں، پس ماندگان اور حضور کی دولت سے محروم غیر حق تعالیٰ میں گرفتار لوگوں کا حال موت کے ذریعہ اپنے مطلوب تک پہنچ جانے والوں اور قید دنیا سے رہائی پانے والوں کے مقابلہ میں بہت ہی خراب اور ابتر ہے۔ آپ کی ولی نعمت مرحومہ کا وجود اس زمانے میں بسا غنیمت تھا۔ اب تم پر لازم ہے کہ احسان کا بدلہ احسان سے دو اور دعا و صدقہ کے ذریعہ ہر آن مدد کرتے رہو۔

ا فَاِنَّ الْمَيِّتَ كَالْغَرِيْقِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهٗ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِيْقٍ بیشک میت ڈوبتے ہوئے انسان کی طرح ہے وہ ہر وقت دعا کا منتظر رہتا ہے جو اسے باپ یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہے۔

نیز یہ بھی چاہیے کہ ان کی موت سے اپنے مرنے کی عبرت پکڑیں۔ اور اپنے آپ کو مکمل طور پر حق تعالیٰ کی رضا کے کاموں کے حوالے کر دیں اور دنیا کی زندگی کو سامان غرور کے ماسوا کچھ شمار نہ کریں۔ اگر دنیوی ساز وسامان کی کچھ بھی قدر و قیمت ہوتی تو کفار بد کردار کو ایک بال برابر بھی دنیا کی کوئی چیز نہ دی جاتی۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں ماسواء اللہ تعالیٰ سے اعراض اور اپنی جناب قدس کی طرف توجہ کی سعادت نصیب فرمائے۔ بحرمۃ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا۔ والسلام والاکرام۔

---

۱ سورۂ آل عمران پارہ ۴۔

۲ ابوداؤد، مشکوٰۃ۔ احمد و ترمذی۔

۳ سورۂ عنکبوت پارہ ۲۰۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۹۰)

خواجہ قاسم کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کی ترغیب میں کہ مکمل طور پر حق سبحانہ کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔ اور آج اس دولت کا حصول اس طبقہ علیہ نقشبندیہ کے ساتھ اخلاص اور ان کی طرف توجہ اور رجوع کے ساتھ وابستہ ہے۔ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔

حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس کمینی دنیا کو آپ کی نظر میں خوار و بے اعتبار کردے اور آخرت کے حسن و جمال کو آئینہ باطن میں آراستہ اور مزین کردے۔ بحرمۃ سید بشر جو نظر کی کجی سے پاک و طاہر تھے علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا۔

آپ کا التفات نامہ گرامی معزز ہدیوں کے ساتھ موصول ہوا۔ آپ نے کرم نوازی فرمائی۔ جزاکم اللہ سبحانہٗ خیر الجزاء

جو نصیحت محبوں اور مخلصوں کو کی جاتی ہے سب کی سب یہی ہے کہ مکمل طور پر پوری توجہ اور رجوع جناب قدس خداوندی عزشانہٗ کی طرف میسر آنا چاہیے اور غیر حق تعالیٰ سے اعراض حاصل ہونا چاہیے۔ ع

کار این ست غیر ایں ہمہ ہیچ

کرنے کا کام یہی ہے۔ اس کے سوا سب ہیچ ہے

آج اس دولت عظمیٰ کا حصول اس بلند طبقہ نقشبندیہ کے ساتھ کامل اخلاص اور اس کی طرف توجہ اور رجوع کے ساتھ وابستہ ہے۔ ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ سے بھی وہ چیز میسر نہیں آسکتی جو ان بزرگوں کی ایک صحبت سے میسر آجاتی ہے۔ کیونکہ ان بزرگوں کے طریقے میں نہایت بدایت میں درج ہے۔ یہ بزرگ پہلی صحبت میں وہ کچھ عطا کر دیتے ہیں جو منتہیوں کو انتہاء پر جا کر میسر آتی ہے۔ ان بزرگوں کا طریقہ صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔ کہ صحابہ کرام کو خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی اوّل صحبت میں وہ کمالات میسر آگئے جو اولیاء امت کو نہایت پر پہنچ کر بھی شاید ہی میسر ہوں۔ اور یہ چیز نہایت کے ہدایت میں درج ہونے کے طور پر ہے۔ تو تم پر ان اکابر کے ساتھ محبت و عقیدت رکھنا لازم ہے۔ کیونکہ اس محبت پر ہی معاملے کا دارومدار ہے۔ آپ پر اور تمام ہدایت کے پیروکاروں اور مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کرنے والوں پر رحمت و سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

لے یہ قول اس حدیث کی طرح اشارہ ہے جو مشکوٰۃ میں بیہقی سے بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ معلوم ہوا کہ مردوں کو ایصال ثواب کا عقیدہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ نیز تمام اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کما فی الہدایہ۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۹۱)

شیخ کبیر کی طرف صادر فرمایا
اس امر کے بیان میں کہ عالم قدس کی طرف پرواز کرنے کے لیے دو پر ضروری ہیں۔ ایک تصحیح عقائد اور دوسرا اعمال صالحہ کی بجا آوری۔ اور اعمال شریعت اور احوال حقیقت سے مقصود و تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب ہے۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں روشن سنت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی متابعت و استقامت نصیب فرمائے۔

کرنے والا ضروری کام یہ ہے کہ اولاً علمائے اہل سنت و جماعت کی آراء کے مطابق عقائد درست کیے جائیں۔ کیونکہ فرقہ ناجیہ (نجات پانے والا) یہی گروہ ہے۔ پھر اس کے بعد احکام فقہیہ کے مطابق علم وعمل کو اپنے پر لازم کر لینا چاہیے۔ ان دو اعتقادی اور عملی پروں کے حاصل ہونے کے بعد عالم قدس کی طرف پرواز کرنا چاہیے۔ ع

کار این ست وغیر ایں ہمہ ہیچ

کرنے کا کام یہی ہے اس کے سوا سب ہیچ ہے

اعمال شریعت اور احوال طریقت وحقیقت سے مقصود اور غرض وغایت تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب ہے۔ جس تک نفس تزکیہ پذیر نہیں ہوگا اور قلب کو سلامتی نصیب نہیں ہوگی۔ ایمان حقیقی جس پر نجات کا انحصار ہے میسر نہیں آ سکتا۔ سلامتی قلب اس وقت وجود میں آتی ہے جبکہ دل پر غیر خدا تعالیٰ کے خیالات کا گزرنا بالکل بند ہو جائے۔ اگر ہزار برس بھی گزر جائیں دل میں غیر خدا کا گزر نہ ہو۔ کیونکہ اسی وقت ہی دل کو غیر خدا کا نسیان پورے طور پر میسر آتا ہے۔ اور اس کی نشانی یہ ہے کہ اگر غیر خدا کو تکلف اور کوشش سے بھی دل میں لانا چاہیں تو نہ آ سکے۔ اس حالت کو لفظ فنا سے تعبیر کرتے ہیں، اور یہ اس راستے میں پہلا قدم ہے۔ اس کے بغیر خار دار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔ والسلام اوّلاً وآخراً۔

مکتوب نمبر (۹۲)

یہ مکتوب بھی شیخ کبیر کی طرف صادر فرمایا۔
اس امر کے بیان میں کہ اطمینان قلب ذکر سے نصیب ہوتا ہے۔ نظر واستدلال سے حاصل نہیں ہوتا۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ پر ثابت وقائم رکھے۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ. سُن لو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ (پارہ ۱۳۔ سورہ رعد)

اطمینان قلب کا راستہ اللہ سبحانہ کا ذکر ہے۔ نظر و استدلال اس کا راستہ نہیں۔

پائے استدلالیاں چوبیں بود پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

اپنے مسلک کی بنیاد صرف دلائل پر رکھنے والوں کے پاؤں لکڑی کے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ لکڑی کے پاؤں بالکل کمزور ہوتے ہیں۔

کیونکہ ذکر کے ذریعے جناب قدس خداوندی کے ساتھ ایک گونہ مناسبت پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ وہ کچھ بھی مناسبت نہیں۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

تاہم ذکر کے ذریعہ ذاکر اور مذکور کے درمیان ایک قسم کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے جو محبت کا موجب بنتا ہے اور جب محبت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو دل سے اطمینان کے سوا سب کچھ نکل جاتا ہے۔ اور جب معاملہ اطمینانِ قلب کے حصول تک پہنچ گیا تو ایسے شخص کو دولتِ ابدی حاصل ہو گئی۔

ذکر گو ذکر تا تراجان ست پاکی دل ز ذکر یزدان ست

جب تک تم میں جان ہے اس کے ذکر میں مصروف رہو۔ دل کی طہارت اللہ کے ذکر ہی سے نصیب ہوتی ہے۔

والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب نمبر (۹۴)

یہ مکتوب سکندر خان لودھی کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کے بیان میں کہ تمام اوقات ذکر الٰہی جل شانہٗ میں مصروف رہنا چاہیے۔

پانچوں نماز با جماعت ادا کرنے اور مستحب اوقات میں سنن موکدہ ادا کرنے کے بعد اپنے تمام اوقات کو ذکرِ الٰہی جل شانہٗ میں مصروف رہنا چاہیے۔ کھانے، سونے، آنے اور جانے غرض تمام اوقات میں ذکر سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔

ذکر کا طریقہ تمہیں بتا دیا گیا ہے اس کے مطابق ذکر کرتے رہیں۔ اگر ذکر اور جمعیت میں فتور اور خلل محسوس کریں تو اوّل اس فتور کا سبب معلوم کرنا چاہیے۔ پھر بارگاہِ خداوندی میں التجاء اور زاری کے ذریعے اس کوتاہی کی

Marfat.com

تلافی کرنی چاہیے۔اور اس ظلمت اور تاریکی کو دور کرنے کی کوشش اور سعی کرنا چاہیے۔اور اس میں شیخ اور پیر و مرشد کو وسیلہ بنانا چاہیے جس سے ذکر کی تعلیم حاصل کی ہو۔اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ہی تمام مشکل امور کو آسان کرنے والا ہے۔والسلام۔

مکتوب نمبر (۹۴)

خضر خاں لودھی کی طرف صادر فرمایا:

اس امر کے بیان میں کہ انسان کے لیے عقائد کی درستی اور اعمال صالحہ کا بجالانا بہت ضروری ہے۔

تا کہ ان دو بازوؤں کے ساتھ عالم حقیقت کی طرف پرواز کر سکے۔

حق سبحانہٗ و تعالیٰ شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے راستے پر استقامت نصیب فرمائے۔

وہ چیز جو ضروری ہے اور جس کے بغیر چارہ کار نہیں' یہ ہے کہ اولاً مطابق آرائے صحیحہ اہل سنت و جماعت جو فرقہ ناجیہ ہے' اپنے عقائد درست کرنے چاہییں۔پھر احکام فقہ کے موافق فرائض' سنتیں' واجبات' مستحبات' حلال و حرام اور مکروہ و مشتبہ سب ضروری احکام کو علم حاصل کرنے کے بعد ان پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔جب یہ دونوں اعتقادی اور عملی بازو میسر آ جائیں تو پھر اگر توفیق خداوندی جل سلطانہٗ دستگیری کرے۔تو ممکن ہے عالم حقیقت کی طرف پرواز نصیب ہو جائے۔ان دو بازوؤں کے مہیا ہوئے بغیر عالم حقیقت کی طرف پرواز ناممکن اور محال ہے۔

محال ست سعدی کہ راہِ صفا توان رفت جز در پئے مصطفےٰ

اے سعدی! یہ بات ناممکن ہے کہ صفائی اور ہدایت کا راستہ مصطفےٰ ﷺ کے نقشِ قدم پر چلے بغیر نصیب ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں حضور ﷺ کی اتباع نصیب فرمائے۔

مکتوب نمبر (۹۵)

سید احمد بجواڑہ کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ انسان ایک نسخہ جامعہ ہے۔اور انسان کا قلب بھی صفت جامعیت پر پیدا ہوا ہے۔ اور بعض مشائخ کے اقوال جو وسعتِ قلب وغیرہ کے بارے میں حالِ سکر میں صادر ہوئے ہیں انہیں صحیح توجیہات پر محمول کیا جائے۔اور امر کے بیان میں کہ صحو سکر سے افضل ہے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

Marfat.com

انسان ایک نسخہ جامع ہے۔ جو کچھ ساری موجودات میں ہے وہ سب کا سب تنہا انسان میں موجود ہے۔ لیکن عالم امکان کی اشیاء اس میں بطورِ حقیقت موجود ہیں' اور مرتبہ وجوب بطور صورت۔

[1] اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔

اور اسی جامعیت پر انسان کے دل کو پیدا کیا گیا ہے۔ کہ جو کچھ پورے انسان میں ہے تنہا دل میں موجود ہے۔ لہٰذا قلب انسانی کو حقیقتِ جامعہ کہتے ہیں۔ قلب کی اسی وسعت و کشادگی کے متعلق بعض مشائخ نے جامعیت و وسعتِ قلب کے متعلق یوں خبر دی ہے کہ:

''اگر عرش اور جو کچھ اس میں ہے قلب عارف کے ایک کونے میں ڈال دیں تو کچھ محسوس نہ ہو۔'' کیونکہ قلب اربعہ عناصر' افلاک' عرش' کرسی' عقل' نفس اور مکانی اور لامکانی اشیاء سب کا جامع ہے۔

---

[1] یہ دراصل بخاری اور مسلم شریف میں مذکور طویل حدیث کا ایک جملہ ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے:

عن ابی هريرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم خلق اللّٰه ادم علی صورته طوله ستون ذراعاً الخ.

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: علماء کا اس حدیث کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض علماء تو اس حدیث کی کوئی تاویل بیان نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں یہ حدیث احادیث صفات میں سے ہے لہٰذا اس کی تاویل سے باز رہنا چاہیے۔ کیونکہ اس طرح کے متشابہات میں سلف کا یہی مذہب ہے۔

بعض دوسرے علماء اس کی تاویل کرتے ہیں۔ اور اس کی مشہور تاویل یہ ہے کہ لفظ صورت سے مراد صفت ہے۔ جس طرح عام محاورات میں کہا جاتا ہے۔ ''اس مسئلے کی صورت یہ ہے۔'' اور ''فلاں معاملے کی صورتِ حال یہ ہے۔'' اب حدیث پاک کا معنی یہ ہوگا۔ ''خدا تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صفت پر پیدا فرمایا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ان صفات کا موصوف بنایا جو اس کی صفات کا پرتو ہیں۔ تو اس حیّ' عالم' قادر' متکلم' سمیع' بصیر پیدا فرمایا۔

حدیث کی دوسری تاویل یہ ہے کہ اضافت شرفت و بزرگی کے اظہار کے لیے ہے۔ جیسے بیت اللہ' روح اللہ یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جمیل و لطیف صورت پر پیدا فرمایا اور آپ کی ذات کو منبع اور اسرار و لطائف بنایا۔

تیسری تاویل یہ ہے کہ ضمیرہ سے مراد حضرت آدم ہی ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بشر کے بالکل ابتدائی حال پر بالکل ٹھیک اور متناسب الاعضاء پیدا فرمایا کہ آپ کا طول ساٹھ گز تھا۔ دوسرے انسانوں کی طرح کہ وہ پہلے نطفہ پھر مضغہ پھر جنین ہوتا ہے۔ پیدا نہیں فرمایا۔

چوتھی تاویل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک صورت خاصہ پر پیدا فرمایا جو تمام مخلوقات کا نسخہ

Marfat.com

تو چونکہ قلب لامکانی امور پر بھی مشتمل ہے' لہٰذا عرش اور جو کچھ اس میں ہے' قلب میں اس کی کچھ مقدار نہ ہوگی۔ کیونکہ عرش اور جو کچھ اس میں ہے باوجود وسعت و کشادگی کے دائرہ مکان میں داخل ہے اور مکانی چیز اپنی جگہ چاہے کتنی ہی وسیع کیوں نہ ہو' لامکانی کے سامنے تنگ ہی ہے اور کوئی قدر نہیں رکھتی۔ لیکن مشائخ قدس اللہ اسرارہم میں سے ارباب صحو جانتے ہیں کہ یہ حکم (قلب کا عرش سے بھی وسیع ہونا) سکر پر مبنی ہے۔ اور شے کی حقیقت اور اس کے نمونے میں عدم امتیاز کے باعث ہے۔

عرش مجید جو ظہور تام کا محل و مقام ہے' اس سے بہت بلند ہے کہ قلب تنگ میں اس کی گنجائش ہو۔ قلب کے اندر عرش کا جو کچھ نظر آتا ہے وہ عرش کا نمونہ ہے۔ حقیقت عرش نہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ قلب کے آگے عرش کے نمونے کی کچھ حیثیت نہیں۔ کیونکہ قلب بے انتہاء اشیاء کے نمونوں کا جامع ہے۔ آئینہ جس میں آسمان اپنی تمام بڑائی اور اس میں موجود تمام اشیاء کے ساتھ دکھائی دیتا ہے یہ نہیں کہہ سکتے کہ آئینہ آسمان سے وسیع ہے۔ ہاں آسمان کی مثال اور اس کا عکس جو آئینے میں دکھائی دیتا ہے وہ آئینہ کے سامنے چھوٹا ہے۔ لیکن حقیقت آسمان آئینے سے بہت بڑی ہے۔ اس بحث کی ایک مثال سے وضاحت ہو جاتی ہے۔

مثلاً انسان میں کرۂ خاک کا عنصر پوشیدہ ہے۔ انسان کی جامعیت کا خیال کرتے ہوئے یہ نہیں کہہ سکتے کہ انسان کرہ ارض سے وسیع ہے۔ بلکہ وجود انسان کی کرہ خاک کے سامنے کچھ مقدار نہیں بلکہ اس کے سامنے انسان ایک چھوٹی سی چیز ہے۔ دراصل ایک چھوٹی چیز میں موجود نمونے کو حقیقت جانتے ہوئے یہ حکم لگا دیا جاتا ہے۔

اسی قبیلہ سے ہے بعض مشائخ کا وہ کلام جو غلبہ سکر میں ان سے صادر ہوا ہے کہ جمع محمدی خدا تعالیٰ جل

جامع ہے۔ کیونکہ کائنات میں ایسی کوئی مخلوق نہیں جس کی مثال صورت آدم میں نہ ہو۔ اس لیے انسان کو عالم صغیر کہا جاتا ہے۔

پانچویں تاویل یہ ہے کہ صورت سے مراد شان اور امر ہے کہ آپ مسجود ملائکہ ہیں اور تمام کائنات کو مسخر کرنے والے اور ان میں تصرف کرنے والے ہیں۔

بعض جاہل صوفی اس حدیث کے یہ معنی کرتے ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کی صورت پر پیدا کیا گیا ہے اور اللہ کی بھی صورت ہے جو انسان کی ہے۔ اس معنی کے مطابق اللہ تعالیٰ کا ذی صورت اور جسم ہونا لازم آتا ہے' اور اس سے اللہ تعالیٰ کا حدوث لازم آتا ہے۔ نیز یہ معنی آیہ کریمہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ اور لَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ کے بالکل خلاف ہے اس لیے اس حدیث کا یہ معنی ہرگز نہیں اور یہ معنی گمراہی اور کفر پر مشتمل ہے۔ محقق علماء کے نزدیک مذکورہ احادیث کی صحیح تاویلات میں سے جو چند ایک یہاں بیان کی گئی ہیں انہی پر اعتماد کیا جائے۔ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ وَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ (مترجم عفی عنہ)

Marfat.com

سلطانہٗ کی جمع سے زیادہ جامع ہے۔ ان مشائخ نے جب یہ دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حقیقت امکان اور مرتبہ وجوب کے جامع ہیں' تو انہوں نے یہ حکم لگا دیا کہ محمد ﷺ کی جامعیت اللہ تعالیٰ شانہٗ کی جامعیت سے زیادہ ہے۔ یہاں بھی انہوں نے صورت کو حقیقت تصور کرتے ہوئے ایسا حکم لگا دیا۔ حضرت محمد ﷺ مرتبہ وجوب کی صورت کے جامع ہیں' حقیقت وجوب کے جامع نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ و تقدس واجب الوجود حقیقی ہے۔ یہ حضرات اگر صورت وجوب اور حقیقت وجوب میں فرق کرتے تو ایسا حکم ہرگز نہ لگاتے۔ اللہ تعالیٰ اس طرح کے احکام سکر یہ سے منزہ اور مبرا ہے۔ محمد ﷺ بندے ہیں اور محدود و متناہی ہیں' اور اللہ تعالیٰ و تقدس غیر محدود اور غیر متناہی ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ جو چیز احکام سکر سے تعلق رکھتی ہے وہ مقام ولایت میں سے ہے۔ اور جو شے صحو سے تعلق رکھتی ہے وہ مقام نبوت سے ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے کامل اتباع کرنے والوں کو بواسطہ صحو انبیاء کرام کے متبع ہونے کے طور پر اس مقام سے حصہ ملتا ہے۔

شیخ ابو یزید بسطامی کے پیروکار سکر کو صحو سے افضل قرار دیتے ہیں۔ اسی لیے شیخ ابو یزید بسطامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

لوائی ارفع من لواء محمد

میرا جھنڈا محمد ﷺ کے جھنڈے سے زیادہ بلند ہے

یہ بزرگ اپنے جھنڈے کو ولایت کا جھنڈا قرار دیتے ہیں اور حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے جھنڈے کو نبوت کا جھنڈا۔ پھر لوائے ولایت کو جس کا رُخ سکر کی طرف ہے اسے لوائے نبوت پر جس کا تعلق صحو سے ہے ترجیح دیتے ہیں۔

اسی قبیلہ سے ہے یہ جملہ جو بعض سے صادر ہوا ہے:

اَلْوَلَایَةُ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّةِ ولایت نبوت سے افضل ہے۔

یہ بات کہنے والوں کا خیال ہے کہ ولایت کا رُخ خدا تعالیٰ کی طرف ہے اور نبوت کا مخلوق کی طرف اور اس میں شک نہیں کہ خالق کی طرف رُخ مخلوق کی طرف رُخ ہونے سے افضل ہے۔

اور بعض نے اس جملے کی یوں توجیہ کی ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔ لیکن اس فقیر کے نزدیک اس طرح کی باتیں دور از کار ہیں۔ کیونکہ نبوت میں رُخ صرف مخلوق کی طرف نہیں' بلکہ مخلوق کی طرف توجہ کے باوجود حق تعالیٰ کی طرف بھی توجہ موجود رہتی ہے۔ نبی کا باطن خدا تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے اور ظاہر مخلوق کے ساتھ۔ اور جس کی کل توجہ مخلوق کی طرف ہی ہو اور خالق سے بالکل غیر متعلق ہو' ایسا شخص بدقسمت ہوتا ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات تمام موجودات سے افضل ہیں۔ لہٰذا بہترین دولت و نعمت بھی انہی کا حصہ ہے۔ ولایت نبوت کا جزو ہے اور نبوت کل ہے۔ لہٰذا نبوت ہی افضل ہے' خواہ نبی کی ولایت ہو یا ولی کی ولایت۔ تو

Marfat.com

ثابت ہوا کہ صحو سکر سے افضل ہے کیونکہ سکر صحو میں مندرج ہے۔ جس طرح ولایت نبوت میں مندرج ہے۔ وہ صحو اور ہوش جو عوام الناس کو حاصل ہے خارج از بحث ہے۔ اس صحو پر سکر کو ترجیح دینا ایک بے معنی امر ہے۔ لیکن وہ صحو جو سکر کو متضمن ہے البتہ سکر سے افضل ہے۔

علم شرعیہ جن کا مصدر و منبع مرتبہ نبوت ہے سراسر صحو ہے اور علوم شرعیہ کے مخالف جو کچھ ہے سکر سے ہے۔ صاحب سکر معذور ہوتا ہے۔ تقلید کے لائق صحو کے علوم ہیں۔ سکر کے علوم لائق تقلید نہیں ہیں...... اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ہمیں علوم شرعیہ کی تقلید پر ثابت رکھے۔ ان علوم کے سرچشمہ اور مصدر پر صلوٰۃ و سلام اور تحیات کا نزول ہوتا رہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر بھی رحم فرمائے جو آمین کہے۔

اور وہ جو حدیث قدسی میں وارد ہے:

لَا يَسَعُنِيْ اَرْضِيْ وَلَا سَمَائِيْ وَلٰكِنْ يَسَعُنِيْ قَلْبُ عَبْدِيَ الْمُؤْمِنِ

میں اپنی زمین اور اپنے آسمان میں نہیں سما سکتا۔ ہاں میں اپنے بندہ مومن کے دل میں سما سکتا ہوں۔

تو گنجائش سے مراد مرتبہ وجوب کی صورت کی گنجائش ہے۔ حقیقت رب کا سمانا مراد نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی شے میں حلول کرنا محال ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

پس ثابت ہو گیا کہ قلب کا لامکانی ذات کو شامل ہونا لامکانی کے صورت کے اعتبار سے ہے نہ حقیقت کے لحاظ سے حقیقت کے لحاظ سے عرش اور جو کچھ اس میں ہے اس کی ذات واجب کے سامنے کچھ مقدار اور حیثیت نہیں۔ یہ حکم لامکانی ذات کی حقیقت کے ساتھ مخصوص ہے۔

مکتوب نمبر (۹۶)

محمد شریف کی طرف صادر فرمایا۔

نیک کام میں ٹال مٹول اور تاخیر کرنے سے روکنے اور ڈانٹنے میں۔ اور متابعت شریف علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ پر ابھارنے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اے فرزند! آج جبکہ فرصت کا وقت ہے اور سکون و دل جمعی کے تمام اسباب میسر ہیں، ٹال مٹول اور تاخیر کی کوئی گنجائش نہیں۔ زندگی کے بہترین اوقات کو جو اُٹھتی جوانی کا زمانہ ہے، بہترین اعمال یعنی اپنے مالک و مولیٰ تعالیٰ و تقدس کی طاعت و عبادت میں صرف کرنا چاہیے۔

اور نصاب موجود ہونے کی صورت میں زکوٰۃ ادا کرنا بھی ضروریات اسلام میں سے ہے۔ اسے بھی رغبت بلکہ خدا کا احسان جانتے ہوئے ادا کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال کرم سے پورے دن رات میں صرف پانچ وقت عبادت کے لیے مقرر کیے ہیں اور بڑھنے والے مال اور چرنے والے مویشیوں میں صرف

Marfat.com

چالیسواں حصہ تحقیقاً یا تقریباً فقراء کے لیے معین فرمایا ہے۔ اور مباحات کے استعمال کے میدان کو فراخ کر دیا ہے۔ بہت ہی بے انصافی ہے کہ دن رات کی ساٹھ گھڑیوں میں دو گھڑی بھی حق سبحانہ وتعالیٰ کی طاعت میں صرف نہ کیا جائے۔ اور چالیس حصوں میں سے صرف ایک حصہ بھی فقراء کو نہ دیا جائے۔ اور مباحات سے وسیع دائرہ سے پاؤں باہر نکال کر حرام اور مشتبہ چیزوں تک لے جایا جائے۔

موسم جوانی میں جو نفس امارہ کی سلطانی کا زمانہ ہے اور شیطان لعین کے غلبے کا وقت ہے' تھوڑے عمل کو زیادہ ثواب کے ساتھ قبول فرماتے ہیں۔ اور کل جب ارذل عمر تک پہنچا دیں گے' اور حواس اور قویٰ سست ہو چکے ہوں گے' اور سکون و دل جمعی کے اسباب منتشر ہو جائیں گے' حسرت و پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اور بہت ممکن ہے کہ کل بڑھاپے کے وقت تک فرصت نہ دیں۔ اور ندامت و پشیمانی کی فرصت جو ایک طرح کی توجہ ہے میسر نہ آئے' اور ابدی عذاب اور دائمی سزا جس کے متعلق پیغمبر صادق علیہ من الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا نے خبر دی ہے۔ اور نافرمان لوگوں کو ڈرایا ہے اور در پیش ہے۔ اس سے ضروری دوچار ہونا پڑے گا۔ آج شیطان مردود خدا تعالیٰ جل سلطانہ کے کرم کا دھوکا دے کر مداہنت میں ڈالتا ہے' اور خدائے سبحانہ' کے عفو کا بہانہ کر کے گناہوں کا ارتکاب کراتا ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اس دنیا میں جو آزمائش و ابتلا کا مقام ہے' دوست و دشمن کو رلا ملا دیا گیا ہے اور دونوں کو رحمت میں شامل کیا گیا ہے۔ آیہ کریمہ:

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ — میری رحمت ہر شے کو وسیع ہے۔

اس مضمون کو ظاہر کرتی ہے۔ اور قیامت کے دن دشمن کو دوست سے جدا کر دیں گے۔ آیہ کریمہ:

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ — اے مجرمو! آج تم الگ ہو جاؤ۔

اسی بات کی خبر دیتی ہے۔ اس وقت رحمت کا قرعہ دوستوں کے نام نکلے گا۔ اور دشمنوں کو محروم مطلق اور واضح طور پر ملعون قرار دیں گے۔ اور آیہ کریمہ:

فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ○ — میں اپنی رحمت عنقریب ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔

اس معنی کی شاہد و گواہ ہے۔ یعنی میں اپنی رحمت ثابت کر دوں گا ان لوگوں کے لیے جو کفر و معاصی سے پرہیز کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے کرم و رحمت کو آخرت میں ابرار اور نیک کردار اہل اسلام کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔ ہاں مطلق اہل اسلام کے لیے بھی اگر خاتمہ اچھا ہوا تو رحمت سے حصہ ملے گا۔ اگرچہ زمانہ دراز کے بعد عذاب دوزخ سے نجات پائیں گے۔ لیکن گناہوں کی تاریکی اور آسمان سے نازل شدہ احکام

Marfat.com

خداوندی سے لاپرواہی کرنے والا کیسے کہہ سکتا ہے کہ وہ دنیا سے نور ایمان سلامتی کے ساتھ لے جائے گا۔ علمائے دین نے فرمایا ہے کہ گناہ صغیرہ پر اصرار گناہ کبیرتک پہنچا دیتا ہے اور گناہ کبیرہ پر اصرار کفر تک لے جاتا ہے۔ عیاذًا باللّٰہ سبحانہ۔

اند کے پیشِ تو گفتم غم دل، ترسیدم　　　　کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

میں نے تیرے سامنے تھوڑا سا غم دل بیان کیا ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ تو دل آرزردہ ہوگا۔ ورنہ باتیں بہت ہیں۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ بحرمت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اپنے پسندیدہ کاموں کی توفیق نصیب کرے۔

دوسری مقصودی بات یہ ہے کہ حامل رقیمہ مولانا اسحاق فقیر کا آشنا اور مخلص ہے اور قدیم زمانہ سے ہمسائیگی کا حق بھی رکھتا ہے۔ اگر آپ سے مدد واعانت طلب کرے تو اس کی طرف خصوصی توجہ فرمائیں۔ موصوف فن کتابت وانشاء سے بھی بقدر ضرورت واقفیت رکھتا ہے والسلام۔

مکتوب نمبر (۹۷)

شیخ درویش کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ عبادتِ خداوندی سے مقصود یقین کا حاصل کرنا ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہم مفلسوں کو حقیقت ایمان سے مشرف فرمائے بحرمت سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم من الصلوات اتمہا ومن التسلیمات اکملہا۔

جس طرح پیدائش انسانی سے مقصود عبادات شرعیہ کا بجالانا ہے اسی طرح ادائے عبادت سے مقصود دولتِ یقین کا حاصل کرنا ہے جو حقیقت ایمان سے ممکن ہے کہ آیہ کریمہ:

وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ　　　　رب تعالیٰ کی عبادت کرتے رہو یہاں تک کہ یقین کے مقام تک پہنچ جاؤ۔

میں اسی طرف اشارہ ہو۔ اس لیے کہ کلمہ حتّٰی جس طرح غایت کے معنی کے لیے آتا ہے معنی علیت کے لیے بھی آتا ہے۔ علیت کے لیے ہونے کی صورت میں تقدیر عبارت یوں ہوگی: ای لِاَجْلِ اَنْ یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ یعنی تاکہ تم کو یقین حاصل ہو جائے۔ گویا وہ ایمان جو ادائے عبادات سے پہلے ہوتا ہے وہ صورتِ ایمان ہے نہ کہ حقیقت ایمان جسے یہاں یقین سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ عز شانہٗ فرماتا ہے:

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا ای الذين اٰمنوا اصورة اٰمنوا حقيقة باداء وظائف العباد ات المامورة

اے ایمان والو! ایمان لاؤ۔ یعنی اے صورۃً ایمان لانے والو عبادات مامورہ کہ ذمہ داریوں کو ادا کر کے حقیقۃً ایمان لاؤ۔

فنا بقا سے مقصود کہ ولایت اسی دولت کے حاصل کرنے سے عبارت ہے' یہی یقین ہے اور بس۔ اور اگر فنافی اللہ اور بقاباللہ سے کوئی اور معنی مراد لیں جس سے حق تعالیٰ کے مخلوق میں حلول کا وہم پڑے تو یہ بلاشبہ الحاد اور بے دینی ہے۔ غلبۂ حال اور سکر کے وقت میں ایسی چیزیں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ جن سے آخر کار آگے گزرنا چاہیے اور استغفار کرنا چاہیے۔

ابراہیم بن شیبان جو مشائخ طبقات (طبقہ رابعہ) میں سے ہیں (قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم) فرماتے ہیں:

''فنا اور بقاء کا علم اخلاص وحدانیت اور صحت عبودیت کے گرد گھومتا ہے۔ اس کے ماسوا سب مغالطے اور بے دینی کی باتیں ہیں۔''

اس بزرگ نے بالکل درست فرمایا ہے۔ ان کا یہ کلام ان کی استقامت کی خبر دیتا ہے۔ فنافی اللہ سے مراد یہ ہے کہ بندہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی رضا کے کاموں میں فنا ہو جائے۔ اسی طرح سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ وغیرہ کے معنی ہیں۔

فقیر دوسری تکلیف آپ کو یہ دیتا ہے کہ درتی کے نشانات والے میاں شیخ اللہ بخش صلاح وتقویٰ اور فضیلت سے آراستہ ہیں۔ جماعت کثیر ان سے وابستہ ہے۔ کسی بارے میں اگر جناب سے مدد طلب کریں تو امید ہے کہ توجہ شریف ان کے حال کی طرف مبذول فرمائیں گے۔

آپ پر اور ہر متبع ہدایت پر سلامتی کا نزول ہو۔

مکتوب نمبر (۹۸)

شیخ زکریا کے بیٹے عبدالقادر کی طرف صادر فرمایا۔

احادیث نبویہ علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی روشنی میں نرمی اختیار کرنے کی ترغیب اور سختی ترک کر دینے کے بیان میں۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ مرکز عدالت پر استقامت عطا فرمائے۔

حضور نبی اکرم علیہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی چند احادیث جو وعظ وتذکیر اور نصیحت سے متعلق ہیں' لکھی جاتی ہیں۔ سبحانہٗ وتعالیٰ ان کے مطابق عمل کی توفیق عطا کرے۔

Marfat.com

انَّ اللّٰہ رفیقٌ یحبّ الرفقَ و یُعطِی علی الرفقِ مَا لا یُعطِی علی العُنف وما لا یعطی علی ما سواہ.
(رواہ مسلم)

بیشک اللہ تعالیٰ لطف ونرمی فرمانے والا ہے۔نرمی کو دوست رکھتا ہے اور نرمی کرنے پر وہ کچھ عطا کرتا ہے جو سختی کرنے پر عطا نہیں کرتا۔اور نہ نرمی کے ماسوا کسی اور چیز پر عطا کرتا ہے۔

(۲) ایک روایت میں آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا:

علیک بالرفقِ ایاکِ بالعُنفِ وَ الفُحشَ انّ الرفقَ لا یکون فی شیء الازانَہ' ولا ینزع من شی ءٍ الاّ شانَہ'

اے عائشہ! نرمی کو ہاتھ سے نہ جانے دینا اور سختی اور زبان درازی سے بچنا۔کیونکہ رفق ونرمی سے شے میں زیبائش ہے۔اور جس کسی شے سے رفق ونرمی کو نکال لیا جائے تو وہ شے داغدار ہو جاتی ہے۔

(۳) حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

مَنْ یُحْرَمِ الرِّفْقَ یُحْرَمِ الْخَیْرَ

جو کوئی لطف ونرمی کی اچھی عادت سے محروم ہے وہ نیکی سے محروم ہے۔

(۴) اور حضور نبی کریم علیہ آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ نے یہ بھی فرمایا:

اِنَّ مِنْ اَحَبِّکُمْ اِلَیَّ اَحْسَنُکُمْ اَخْلَاقًا.

تم سب میں سے مجھے زیادہ محبوب وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے۔

(۵) آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

مَنْ اُعْطِیَ حَظَّہ' مِنَ الرِّفْقِ اُعْطِیَ حَظَّہ' مِنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃ (شرح سنہ)

جسے لطف ونرمی سے حصہ عطا کیا گیا اسے دنیا اور آخرت کی نیکی میں سے حصہ عطا کیا گیا۔

(۶) حضور علیہ السلام کا یہ بھی ارشاد ہے:

اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ وَالْاِیْمَانُ مِنَ الْجَنَّۃِ وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجفَاءِ وَالْجفَاءُ مِنَ النَّارِ.
(مسند احمد)

حیا ایمان سے ہے اور ایمان جنت کی چیز ہے اور بیہودہ گوئی برائی سے ہے اور برائی دوزخ میں جانے والی چیز ہے۔

(۷)

اِنَّ اللّٰہَ یُبغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِیَّ
(ترمذی)

بے شک اللہ تعالیٰ دشمن رکھتا ہے حد سے بڑھنے والے بیہودہ گو کو۔

Marfat.com

(۸) اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَى النَّارِ وَبِمَنْ يَحْرُمُ النَّارُ عَلَيْهِ عَلٰى كُلِّ هَيِّنٍ لَيِّنٍ قَرِيْبٍ سَهْلٍ (ترمذی شریف)

کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ کون آتش دوزخ پر حرام ہے اور کس پر آتش دوزخ حرام ہے؟ ہر آسان روی اختیار کرنے والے نرم طبع لوگوں سے نزدیک نرم خو آدمی پر۔

(۹) اَلْمُؤْمِنُوْنَ هَيِّنُوْنَ لَيِّنُوْنَ كَالْجَمَلِ الْاَنِفِ اِنْ قِيْدَ انْقَادَ. وَاِنِ اسْتُنِيْخَ عَلٰى صَخْرَةٍ اِسْتَنَاخَ (ترمذی شریف)

مومن نرم طبع اور مطیع فرمان ہوتے ہیں جس طرح مہار پڑا ہوا اونٹ اگر اسے کھینچا جائے تو اطاعت کے لیے گردن رکھ دیتا ہے اور اگر کسی پتھر پر بٹھایا جائے تو بیٹھ جاتا ہے۔

(۱۰) مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَّ هُوَ يَقْدِرُ عَلٰٓى اَنْ يُّنْفِذَهٗ دَعَاهُ اللّٰهُ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُخَيِّرَهٗ فِيْ اَيِّ الْحُوْرِ شَآءَ. (ترمذی)

جو شخص اپنا غصہ پی گیا حالانکہ وہ اسے جاری کرنے پر قادر تھا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تمام لوگوں کے سامنے اسے بلائے گا یہاں تک کہ وہ جو حور منتخب کرنی چاہے گا اللہ کی طرف سے اسے اختیار ہوگا۔

(۱۱) اِنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَوْصِنِيْ قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ مِرَارًا قَالَ لَا تَغْضَبْ

ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے وصیت کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا غصہ نہ کرنا اس نے بار بار وصیت کی درخواست کی۔ آپ نے ہر بار اسے یہی فرمایا غصہ نہ کیا کر۔

(۱۲) اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ؟ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُّتَضَعَّفٍ، لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ، اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُّتَكَبِّرٍ. (متفق علیه)

کیا میں تمہیں بہشت میں جانے والے لوگ نہ بتاؤں؟ وہ ہر ایسا شخص ہے جسے لوگ کمزور اور حقیر جانیں لیکن اگر وہ خدا تعالیٰ پر کسی کام کی قسم کھائے تو اللہ اس کی قسم پوری کرے۔ کیا میں دوزخ میں جانے والوں کی خبر نہ دوں؟ وہ ہر ایسا شخص ہے جو تلخ مزاج، سخت گر، جھگڑالو اور تکبر کرنے والا ہے۔

Marfat.com

(۱۳) اِذَا غَضِبَ اَحَدُکُمْ وَھُوَ قَائِمٌ فَلْجِلِسْ فَاِنْ ذَھَبَ عَنْہُ الْغَضَبُ. وَ اِلَّا فَلْیَضْطَجِعْ. (احمد و ترمذی شریف)

جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے۔ ایسا کرنے سے اگر غصہ ختم ہو جائے تو فبہا ورنہ لیٹ ہو جائے۔

(۱۴) اِنَّ الْغَضَبَ لَیُفْسِدُ الْاِیْمَانَ کَمَا یُفْسِدُ الصَّبِرُا الْعَسَلَ. (بیہقی شریف)

بے شک غصہ ایمان کو اس طرح تباہ کرتا ہے جس طرح ایلوا شہد کو تباہ کرتا ہے۔

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ فَھُوَ فِیْ نَفْسِہٖ صَغِیْرٌ وَّ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ عَظِیْمٌ. وَمَنْ تَکَبَّرَ وَضَعَہُ اللّٰہُ فَھُوَ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ صَغِیْرٌ وَفِیْ نَفْسِہٖ کَبِیْرٌ حَتّٰی لَھُوَ اَھْوَنُ عَلَیْھِمْ مِنْ کَلْبٍ اَوْ خِنْزِیْرٍ (بیہقی شریف)

جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اسے رفعت و بلندی عطا کرتا ہے۔ وہ اپنی ذات کو حقیر جانتا ہے مگر لوگوں کی نظروں میں وہ بزرگ ہوتا ہے۔ اور جو متکبر بنتا ہے اللہ تعالیٰ اسے نیچا کرتا ہے' تو وہ لوگوں کی نظروں میں حقیر ہوتا ہے۔ لیکن خواپنے آپ کو بڑا خیال کرتا ہے۔ ایسا شخص لوگوں کی نگاہوں میں کتے اور خنزیر سے بھی حقیر اور خوار ہوتا ہے۔

قَالَ مُوْسٰی بْنِ عِمْرَانَ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ یَارَبِّ مَنْ اَعَزُّ عِبَادِکَ قَالَ مَنْ اِذَا قَدَرَ غَفَرَ. (بیہقی شریف)

حضرت موسیٰ بن عمران علی نبینا وعلیہ الصلوات والتسلیمات نے عرض کیا اے رب' تیرے نزدیک تیرے بندوں میں زیادہ باعزت کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو قدرت رکھنے کے باوجود بخش دے۔

(۱۷) حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا:

مَنْ خَزَنَ لِسَانَہٗ سَتَرَ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ وَمَنْ کَفَّ غَضَبَہٗ کَفَّ اللّٰہُ عَنْہُ عَذَابَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَمَنِ اعْتَذَرَ اِلَی اللّٰہِ قَبِلَ اللّٰہُ عُذْرَہٗ (بیہقی شریف)

جو شخص اپنی زبان کی نگہداشت کریگا' اللہ تعالیٰ اس کے عیب پوشیدہ رکھے گا۔ اور جو اپنے غصے کو روکے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس سے عذاب روک لے گا۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عذر خواہی کرے گا اللہ اس کے عذر کو قبول فرمائے گا۔

Marfat.com

(۱۸) آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

مَنْ کَانَتْ لَهٗ مَظْلِمَةٌ لِّاَخِیْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اَوْشَیْءٍ فَلْیَتَحَلَّلْ مِنْهُ الْیَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَّا یَکُوْنَ دِیْنَارٌ وَّ لَادِرْهَمٌ اِنْ کَانَ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهٖ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَهٗ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَیِّاٰتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَ عَلَیْهِ

(بخاری شریف)

جس شخص پر اس کے مومن بھائی کا کوئی حق ہو۔ یعنی ظلماً اس سے کوئی چیز لی ہو چاہیے کہ اس سے آج ہی معاف کروالے اس سے پہلے کہ اس کے پاس نہ دینار رہے اور نہ درہم۔ اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں گی تو وہ اس سے باندازہ ظلم اس سے لے لی جائیں گی۔ اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی۔ تو مظلوم کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی۔

(۱۹) نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا:

اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِیْنَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ الْمفْلِسُ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّاْتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بِصَلٰوةٍ وَّ صِیَامٍ وَّ زَکٰوةٍ وَّ یَاْتِیْ قَدْشَتَمَ هٰذَا اَوْ قَذَفَ هٰذَا وَاَکَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَکَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا وَ سَفَکَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَیُعْطٰی هٰذا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِیَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ یُّقْضٰی مَا عَلَیْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَایَاهُم فَطُرِحَتْ عَلَیْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ (مسلم شریف)

جانتے ہو مفلس اور تنگدست کون ہے؟ لوگوں نے عرض کی ہم میں مفلس وہ ہوتا ہے جس کے پاس درہم اور سامان نہ ہو۔ آپ نے فرمایا میری اُمت میں سے بڑا مفلس اور تنگدست وہ شخص ہے جو قیامت کے روز نماز' روزے اور زکوٰۃ کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوگا۔ لیکن اس کے ساتھ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی' کسی پر تہمت لگائی ہوگی' کسی کا مال ہوگا' کسی کو قتل کیا ہوگا اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا۔ تو ایک حقدار کو بھی اس کی نیکیاں دی جائیں گی' اور دوسرے کو بھی۔ پھر اگر اس کی نیکیاں اس کے ذمے حقوق کی ادائیگی سے پہلے ہی ختم ہو جائیں گی تو اہل حقوق کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیے جائیں گے اور پھر اسے دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لکھا کہ مجھے کوئی ایسا خط لکھیں جس میں مختصر وصیت درج ہو۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں لکھا:

Marfat.com

(۲۰) سَلَامٌ عَلَیْکُمْ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنِ الْتَمَسَ رِضَى اللّٰهِ مُؤْنَتِهِ النَّاسِ وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَى النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ وَكَلَهُ اللّٰهُ اِلَى النَّاسِ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ.

السلام علیکم کے بعد واضح ہو کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص لوگوں کی ناراضگی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اللہ کی رضا کا طالب رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے لوگوں کے بوجھ اور گرانی سے کافی ہوگا۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو نظر انداز کرے گا اور لوگوں کو راضی کرے گا اللہ اسے لوگوں کے سپرد کر دے گا۔ یعنی اس کی حفاظت کی ذمہ دار نہیں لے گا۔ والسلام علیک۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم وبارک نے سچ فرمایا ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں مخبر صادق علیہ السلام کے ارشادات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ احادیث اگر چہ بلا ترجمہ لکھی گئی ہیں تاہم آپ حضرت شیخ جیو کی طرف رجوع کریں اور ان کے معانی سمجھنے کی کوشش کریں تاکہ ان کے مطابق عمل نصیب ہو۔ دنیا کا قیام بہت تھوڑے عرصہ کے لیے ہے۔ اور عذاب آخرت بہت سخت اور دائمی ہے۔ عقل دور اندیش کو کام میں لانا چاہیے اور اس دنیا کی بے حلاوت تر و تازگی سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔ اگر دنیا داری کی وجہ سے کسی کی عزت و آبرو ہوتی تو کفار و دنیا دار سب سے زیادہ صاحب عزت ہوتے۔ ظاہر دنیا پر فریفتہ ہونا بے عقلی ہے۔ چند روزہ فرصت کو غنیمت جاننا چاہیے اور رب تعالیٰ کی خوشنودی کے کاموں میں کوشش کرنی چاہیے اور خلقِ خدا کے ساتھ نیک کرنا چاہیے۔

اَلتَّعْظِیْمُ لِاَمْرِ اللّٰهِ وَالشَّفْقَةُ عَلٰى خَلْقِ اللّٰهِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم اور مخلوقِ خدا پر شفقت و مہربانی نجاتِ اُخروی کی دو عظیم بنیادیں ہیں۔ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ فرمایا ہے نفس الامر کے عین مطابق ہے۔ معاذ اللہ سحر این اور بیہودگی کا اس میں قطعاً کوئی شائبہ نہیں۔ خواب خرگوش کب تک۔ آخر سخت ذلت و رسوائی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ (پارہ ۱۸ سورۂ مومنون میں فرماتا ہے:)

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ.

کیا تمہارا گمان یہ ہے کہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور تم ہماری بارگاہ میں لوٹ کر نہیں آؤ گے۔

فقیر کو اگر چہ اس بات کا احساس ہے کہ آپ کا وقت اس طرح کی باتیں سننا گوارا نہیں کرتا۔ جوانی کا آغاز ہے۔ دنیوی نعمتیں میسر ہیں۔ لوگوں پر حکومت و غلبہ بھی حاصل ہے۔ (ایسے حالات میں نصیحت کی بات سننا

Marfat.com

بڑا مشکل ہے) لیکن تمہارے حالات پر شفقت کے طور پر باتیں کر رہا ہے۔ ابھی کچھ نہیں بگڑا توجہ اور رجوع الی اللہ کا وقت موجود ہے۔ اطلاع کرنا شرط ہے۔ ع

درخانہ اگر کس ست یک حرف بس ست

اگر گھر میں کوئی موجود ہے تو ایک ہی حرف کافی ہے

مکتوب نمبر (۹۹)

ملا حسن کشمیری کی طرف صادر فرمایا:

اس استفسار کے جواب میں جو انہوں نے دوام آگاہی کی کیفیت اور اس کا حالت نیند کے ساتھ جمع ہونا جو سراسر غصت اور تعطیل ہے کے متعلق کیا تھا۔

آپ کے التفات نامہ گرامی نے مشرف فرمایا۔ آپ نے دوام آگاہی کی کیفیت اور اس کا حالت نیند کے ساتھ جمع ہونا جو سراسر غفلت اور بے کاری ہے۔ اس دولت کے حصول کے متعلق اس سلسلہ کے بعض اکابر نے خبر دی ہے۔

مخدوم گرامی! اس اشکال کی حل ایک مقدمہ پر مبنی ہے جس کا بیان ضروری ہے۔ میں کہتا ہوں کہ روح انسانی کے اس پیکر جسمانی کے ساتھ تعلق قائم ہونے سے پہلے ترقی و عروج کی راہ بند تھی۔ اور

وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ہم میں سے ہر ایک کا ایک مقام مقرر ہے۔

کے پنجرے میں محبوس و مقید تھی۔ لیکن اس جوہر نفیس کی فطرت و سرشت میں جسم میں آنے کے بعد عروج کی استعداد موجود تھی۔ اور اس استعداد کی بنا پر ہی انسان کی فضیلت فرشتہ پر ثابت ہوئی ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے کمال کرم سے اس نورانی جوہر کو اس جسم کے ظلمانی پیکر کے ساتھ جمع کر دیا۔ تو پاک ہے وہ ذات جس نے نور اور ظلمت اور امر اور خلق کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ اور جب کہ یہ دونوں چیزیں حقیقت میں ایک دوسرے کی نقیض واقع ہوئی تھیں تو حکیم مطلق جل سلطانہٗ نے اس اجتماع کو برقرار رکھنے کے لیے اور اس نظام کو موجود رکھنے کے لیے روح کی نفس کے ساتھ عشق و گرفتاری کی نسبت قائم کر دی۔ اور اس گرفتاری کو اس انتظام کا سبب بنا دیا۔ اور آیہ کریمہ:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ بیشک ہم نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا۔

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۝ پھر ہم نے اسے سب نیچوں سے نیچے کر دیا۔

(سورۃ تین۔ پارہ عم ۳۰)

میں اسی بیان کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور روح کا یہ تنزل و گرفتاری حقیقت میں مدح بما یشبہ الذم کے قبیلہ سے ہے۔ تو اس نسبت حبی کے باعث روح نے بھلا دیا اور اپنے آپ کو نفس امارہ کے ساتھ تعبیر کرنا شروع

Marfat.com

کر دیا۔ روح میں یہ ایک دوسری لطافت ہے جو اس کی فطرت میں رکھ دی گئی ہے۔ اس لطافت کے کمال کے باعث روح جس طرف بھی رُخ کرتی ہے اسی کا حکم اختیار کر لیتی ہے۔ تو جب اپنے آپ کو فراموش کر دیتی ہے۔ اور اپنے آپ کو پورے طور پر غفلت کے سپرد کر دیتی ہے۔ اور ظلمت کا حکم اختیار کر لیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کمال مہربانی اور بندہ نوازی سے انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کو مبعوث فرمایا۔ اور ان اکابر کے توسل سے اپنی طرف لوگوں کو بلایا۔ اور روح کو نفس کی مخالفت کا جو روح کا معشوق ہے حکم دیا۔ پس جو شخص واپس لوٹ آیا تو اس نے عظیم کامیابی حاصل کر لی۔ اور جس نے اپنا سر اوپر نہ اٹھایا اور زمین کے ساتھ چمٹ رہنا ہی پسند کیا تو دور کی گمراہی میں جا گرا۔

اب ہم اس اشکال کا جواب بیان کرتے ہیں:

اس مقدمہ سے معلوم ہوا کہ روح کا نفس سے اجتماع ہو جاتا ہے۔ بلکہ روح نفس میں فنا اور اس کے ساتھ بقا حاصل کر لیتی ہے۔ پس لازماً جب تک یہ اجتماع اور انتظام موجود ہے' ظاہر کی غفلت عین باطن کی غفلت ہے۔ اور جب یہ انتظام خلل پذیر ہوتا ہے' اور باطن ظاہر کی محبت سے اعراض کر کے اپنا منہ ابطن بطون (حق تعالیٰ) کی طرف کر لیتا ہے اور فانی کے ساتھ پیدا شدہ فنا و بقا رو بزوال ہو کر باقی حقیقی ذات تعالیٰ و تقدس کے ساتھ فنا و بقا حاصل کر لیتا ہے' اس وقت ظاہر کی غفلت باطنی حضور پر کچھ اثر انداز نہیں ہوتی۔ غفلت ظاہر باطن پر کیسے اثر انداز ہو سکتی ہے جبکہ باطن نے ظاہر کی طرف پوری طرح پشت کر لی ہے۔ اور ظاہر سے باطن کی طرف کوئی شے گھس نہیں سکتی۔ پس جائز ہے کہ ظاہر غافل ہو اور باطن آگاہ۔ اور اس میں استحالہ نہیں۔

مثلاً روغن بادام جب تک پھوک کے ساتھ مخلوط ہے۔ دونوں کا ایک حکم ہے۔ اور جب روغن پھوک سے الگ ہوا دونوں کا حکم الگ ہو گیا۔ تو اب ایک کا حکم دوسرے پر جاری نہیں ہو گا۔

اس طرح کے صاحب دولت کو اگر چاہتے ہیں' جہان کی طرف واپس لے آتے ہیں اور عالم کو اس کے وجود شریف کے توسط سے نفسانی تاریکیوں سے نجات عطا کرتے ہیں۔ اس صاحب دولت کو بطور سیر عن اللہ باللہ عالم کی طرف نیچے لاتے ہیں۔ اس کا پورا رخ خلق کی طرف ہو جاتا ہے بغیر اس کے کہ مخلوق میں گرفتار ہو۔ کیونکہ وہ اپنی سابقہ گرفتاری پر ہی قائم ہے۔ اسے اس کے اختیار کے بغیر اس عالم میں لائے ہیں۔

پس یہ منتہی جناب قدس خداوندی تعالیٰ و تقدس سے روگردانی اور مخلوق کی طرف رُخ کرنے میں تمام مبتدیوں کے ساتھ صورۃً شریک ہے۔ لیکن حقیقت میں ان کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتا۔ ایک گرفتاری سے دوسری گرفتاری تک بڑا فرق اور فاصلہ ہے۔

نیز مخلوق کی جانب رُخ کرنے میں یہ منتہی بے اختیار ہے۔ اسے اس میں کچھ رغبت نہیں۔ بلکہ مخلوق کی طرف اس توجہ میں بھی اسے حق تعالیٰ کی رضا مقصود ہے' اور مبتدی میں مخلوق کی طرف یہ توجہ ذاتی اور طبعی اور رغبت و

Marfat.com

چاہت سے ہے اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہے۔

ہم مبتدی اور منتہی کے درمیان ایک اور فرق بیان کرتے ہیں:

مبتدی کو یہ بات میسر ہے کہ عالم سے روگردانی کر کے اپنا رخ حق تعالیٰ و تقدس کی طرف کر لے۔ لیکن منتہی کے لیے خلق سے اعراض محال ہے۔ ہر وقت مخلوق کی طرف رُخ اور توجہ اس کے مقام کو لازم ہے وہاں اگر مگر جبکہ اس کی دعوت کا کام مکمل کر لیا ہوا سے دار فنا سے دار بقا کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔ اس وقت ندائے اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى اس کا نقد سرمایہ ہوتا ہے۔

مشائخ طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے مقام دعوت میں مختلف باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ ایک جماعت نے اس مقام کو جمع توجہ بین الحق والخلق سے تعبیر کیا ہے۔ یہ اختلاف احوال و مقامات کے اختلاف پر مبنی ہے۔ ہر ایک نے اپنے مقام سے خبر دی ہے۔ صحیح علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

اور وہ جو سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے النهاية هي الرجوع الى البداية کہ نہایت ابتداء کی طرف رجوع کرنے کا نام ہے۔ یہ اس مقام دعوت کے موافق ہے جو اس مسودہ میں تحریر ہوا ہے۔ کیونکہ ابتدا میں پورا رخ مخلوق کی طرف ہوتا ہے۔ حدیث مبارک:

تَنَامُ عَيْنَایَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِیْ[1] میری صرف آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا

جو آپ نے تحریر فرمائی تھی اس میں دوام آگاہی کی طرف اشارہ نہیں بلکہ اس میں آپ نے اپنے اور اپنی امت کے حالات کے جاری رہنے سے عدم غفلت کی خبر دی ہے۔ اسی بنا پر نیند آپ کے وضو کو نہیں توڑتی تھی۔ اور جب کہ نبی اپنی امت کی محافظت میں بکریوں کے ریوڑ کے پاسباں اور نگہبان کی طرح ہے۔ لہٰذا غفلت اس کے منصب نبوت کے شایانِ شان نہیں۔

---

[1] یہ حدیث مسند ابو داؤد میں ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کی روای ہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام اپنی امت کے حالات سے ہر وقت آگاہ ہیں۔ اور حالات امت سے بے خبری منصب نبوت کے خلاف ہے۔ حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم شریف کے متعلق بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ مذکورہ حدیث کی روشنی میں حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کردہ اس عقیدہ کے مطابق یہ بھی ثابت ہوا کہ جو لوگ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعت علم کے منکر ہیں اور اس پر معترض ہیں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منصب نبوت کو نہیں مانتے۔ یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے وسعتِ علم پر بے شمار آیات و احادیث صحیح دلالت کرتی ہیں۔ اس سلسلے میں مزید معلومات کے لیے "خالص الاعتقاد" انباء المصطفیٰ بحال سر واخفیٰ" "الدولة المكية بالمادة الغيبية" وغیرہ تصنیفات اعلیٰحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ آپ نے ان کتابوں میں ہر طرح کے اعتراضات کے جوابات دیے ہیں۔

Marfat.com

اور حدیث شریف:

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ وَّ لَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ[2] : مجھے اللہ کے ساتھ ایک وقت نصیب ہوتا ہے جس میں میرے ساتھ نہ تو فرشتہ مقرب شریک ہوسکتا ہے اور نہ کوئی مرسل نبی۔

صحیح ہونے کی صورت میں تجلی ذاتی برقی کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے۔ اور وہ تجلی بھی جناب قدس خداوندی جل سلطانہٗ کی طرف رُخ کرنے کو مستلزم نہیں۔ بلکہ یہ تجلی اس جانب سے ہے۔ متجلّی کا اس میں کچھ دخل نہیں۔ یہ تجلی معشوق کے عاشق میں سیر کرنے کی مانند ہے۔ عاشق تو سیر کرنے سے سیر ہو چکا ہے۔ ع

آئینہ صورت از سفر دور است کاں پذیرائے صورت از نور است

صورت کا آئینہ سفر کے اعتبار سے دور ہے۔ لیکن اپنی نورانیت کی وجہ سے صورت کو قبول کرنا اور اپنی طرف کھینچتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ خلق کی طرف رجوع کرنے کی صورت میں زائل شدہ حجابات پھر واپس عود نہیں کرتے۔ بے پردگی کے باوجود اسے مخلوق کے ساتھ مشغول کیا گیا ہے اور مخلوقات کی فلاح و نجات اس کے ساتھ مربوط کر دی گئی ہے۔ ان بزرگوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جو بادشاہ سے کمال قرب رکھتا ہو اور بادشاہ اور اس کے درمیان کوئی معنوی اور صوری حجاب حائل نہ ہو۔ اس کے باوجود اسے صاحب حاجت لوگوں کی خدمات پر مامور کیا گیا ہو۔ یہ مبتدی اور منتہی مرجوع (مخلوق کی طرف لوٹائے گئے) کے درمیان ایک اور فرق ہے۔ کیونکہ مبتدی صاحب حجابات ہے لیکن منتہی کے آگے سے سب حجابات اُٹھ چکے ہیں۔

آپ پر اور تمام متبعین ہدایت پر سلامتی کا نزول ہو۔

مکتوب نمبر (۱۰۰)

ملا حسن کشمیری کی طرف صادر فرمایا۔

ان کے اس سوال کے جواب میں جو انہوں نے کہا تھا کہ شیخ عبدالکبیر یمنی نے فرمایا ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ عالم الغیب نہیں ہے۔

آپ کے التفات نامہ گرامی نے مشرف فرمایا۔ جو آپ نے کرم نوازی کے طور پر تحریر فرمایا تھا۔ آپ نے لکھا تھا کہ شیخ عبدالکبیر یمنی نے کہا ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ عالم الغیب نہیں ہے۔

مخدوم گرامی! فقیر اس طرح کی باتیں سننے کی تاب نہیں رکھتا۔ میری رگِ فاروقی بے اختیار حرکت میں

[2] موضوعات ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ و رسالہ قشیریہ

Marfat.com

آتی ہے۔ اور اس طرح کی باتوں کی تاویل وتوجیہ کی فرصت نہیں دیتی۔ چاہے ایسی باتوں کا قائل شیخ عبدالکبیر یمنی ہو یا شیخ اکبر شامی۔ محمد عربی وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام درکار ہے نہ کہ محی الدین عربی اور صدر الدین قونیوی یا عبدالرزاق کاشی کا کلام۔ ہمیں نص کے ساتھ کام ہے فص کے ساتھ نہیں۔ فتوحات مدینہ نے ہمیں فتوحات مکیہ سے بے نیاز کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے کلام مجید میں علم غیب کے ساتھ اپنی صفت کرتا ہے اور اپنے آپ کو عالم الغیب فرماتا ہے۔ اس ذات سبحانہٗ سے علم غیب کی نفی کرنا بہت قبیح اور بُرا ہے۔ اور فی الحقیقت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی تکذیب ہے۔ غیب کا کوئی اور معنی کرنا بھی اس بُرائی سے نہیں نکال سکتا۔

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ان کے مونہوں سے بہت ناگوار کلمہ نکل رہا ہے۔

کاش میں سمجھتا کہ انہیں اس طرح کے صریح خلاف شریعت کلمات زبان پر لانے پر کون سی چیز ابھار رہی ہے۔

منصور اگر انا الحق کہے اور بسطامی سبحانہٗ کا نعرہ لگائے تو یہ حضرات معذور ہیں اور غلبہ احوال کے تحت مغلوب ہیں۔ لیکن اس طرح کا کلام احوال میں سے نہیں، علم سے تعلق رکھتا ہے اور تاویل کا متقاضی ہے۔ اس طرح کی باتوں کو معذوری پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہاں کوئی تاویل بھی قابل قبول نہیں ہو سکتی کیونکہ صرف اہل سکر کا کلام کسی تاویل پر محمول کیا جاتا اور ظاہر معنی سے پھیرا جاتا ہے۔ اور اگر اس کلام کے متکلم کا اس طرح کے کلام کے اظہار سے مقصود خلق کی ملامت اور ان کی نفرت ہے تو یہ بھی برا اور قبیح ہے مخلوق کی ملامت حاصل کرنے کے اور بہت سے راستے ہیں۔ کیا ضرورت ہے کہ انسان اپنی ملامت کے لیے اپنے آپ کو کفر کی حد تک پہنچائے۔ اور جب کہ آپ نے اس کلام کی تاویل کے متعلق کہا اور استفسار فرمایا ہے تو ''سوال کا جواب ملنا چاہیے'' کے مطابق مجبوراً اس باب میں کچھ عرض کرتا ہے۔ اور غیب کا علم اللہ سبحانہٗ ہی کو ہے۔

اس کی ایک تاویل تو یہ کی گئی ہے کہ غیب معدوم ہے اور علم معدوم کے ساتھ متعلق نہیں ہو سکتا۔ یعنی جب کہ غیب حق سبحانہٗ کی نسبت سے معدوم مطلق اور لاشے محض ہے تو علم کے اس کے ساتھ متعلق ہونے کے کوئی معنی نہیں۔ کیونکہ صرف معلومیت اسے مطلق علومیت ولاشیئیہ محض سے باہر نہیں نکال سکتی۔ جس طرح یہ کہنا درست نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے شریک کا عالم ہے۔ کیونکہ اس ذات تعالیٰ وتقدس کا شریک اصلاً موجود نہیں اور لاشے محض ہے۔ ہاں مفہوم غیب اور مفہوم شریک کا تصور ہو سکتا ہے لیکن ہمارا یہ کلام شریک اور غیب کے مصداق میں ہے، نہ ان کے مفہوم میں۔

اور یہی حال ہے ان تمام محالات کا جن کا مفہوم تو ممکن التصور ہے اور ان کے مصداق ممتنع التصور ہیں۔ کیونکہ معلومیت انہیں استحالہ سے باہر لے آتی ہے۔ اور کم از کم وجود ذہنی تو ان کو عطا کر دیتی ہے۔

Marfat.com

اور جو اعتراض آپ نے مولانا محمد[1] روجی کی توجیہ پہ کیا ہے درست ہے۔ مرتبہ احدیت مجردہ میں نسبت علیت کی نفی مطلق علم کی نفی کو مستلزم ہے۔ علم غیب کی نفی کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں۔

مولانا محمد روجی رحمۃ اللہ علیہ کی توجیہ پر آپ کے اعتراض کے علاوہ ایک اور اعتراض وارد ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر چہ مرتبہ احدیت مجردہ میں نسبت علیت منتفی ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ کی عالمیت اپنے حال پر برقرار ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ذات سے عالم ہے' صفت سے عالم نہیں کیونکہ صفت تو وہاں ہے ہی منتفی۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کو منتفی جاننے والے بھی حق سبحانہ' کے عالم ہونے کے قائل ہیں۔ حالانکہ صفت علم کو اس ذات سے مسلوب قرار دیتے ہین۔ اور جو انکشاف علمی صفت پر مرتب ہوتا ہے وہ اسے ذات پر مرتب مانتے ہیں۔ تو اسی طرح یہ بھی۔

اور وہ توجیہ جو آپ نے خود کی ہے۔ اور غیب سے مراد غیب ذات واجب تعالیٰ مراد لیا ہے اور علم کے تعلق کو اس کے ساتھ جائز قرار نہیں دیا۔ اگر چہ واجب تعالیٰ و تقدس کا علم ہی ہو۔ یہ سب توجیہات سے اقرب توجیہ ہے۔ لیکن فقیر کو واجب تعالیٰ کے اس کی ذات بحت کے ساتھ علم کا تعلق نہ ہونے میں بحث ہے۔ کیونکہ عدم جواز کی جو وجہ آپ نے بیان کی ہے وہ احاطہ معلوم کے لیے حقیقت علم کا تقاضا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات مطلق عدم احاطہ کی متقاضی ہے۔ لہٰذا اس تعلق سے دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔

اس جگہ ایک خدشہ ہے۔ کیونکہ یہ چیز علم حصولی میں درکار ہے۔ جہاں قوت علیہ میں معلوم کی صورت کا حصول ہوتا ہے۔ لیکن علم حضور میں یہ چیز کچھ درکار نہیں۔ اور ہماری بحث علم حضور میں ہے حصولی میں نہیں۔ لہٰذا اس میں کوئی خرابی نہیں کہ واجب سبحانہ' وتعالیٰ کا علم اس کی ذات کے ساتھ بطریق حضور ہو نہ بطریق حصول۔ **واللہ سبحانہ' اعلم بحقیقۃ الحال و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد و اٰلہ الطاھرین و سلم و بارک. والسلام اولاً و اٰخراً.**

مکتوب نمبر (۱۰۱)

ملا حسن کشمیری کی طرف صادر فرمایا۔

اس گروہ کے رد میں جو کاملین کو ناقص خیال کر کے ان پر زبان اعتراض دراز کرتا ہے۔

احسن اللہ سبحانہ حالکم و اصلح بالکم ۔ (اللہ تعالیٰ آپ کے حال کو حسن عطا کرے اور

---

[1] مولانا شمس الدین محمد روجی رحمۃ اللہ علیہ مولانا سعد الدین کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ مولانا روجی علیہ الرحمۃ سالہا سال جامع مسجد ہرات میں طالبان حق کو راہ حق کی دعوت دیتے رہے۔ آپ کی ولادت بستی روج میں ہوئی جو شہر ہرات سے تو فرسخ جانب قبلہ میں واقع ہے۔ آپ ۸۲۰ھ ماہ شعبان المبارک کی شب برات کو پیدا ہوئے۔ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کی والدہ ماجدہ کو خواب میں مولانا کی ولادت کی بشارت دی تھی۔ (رشحات)

Marfat.com

آپ کے دل کی اصلاح فرمائے۔

مولانا محمد صدیق نے آپ کا مکتوب شریف آ کر دیا۔ الحمد للہ سبحانہ کہ آپ نے ہم دور افتادہ لوگوں کو فراموش نہیں کیا۔ بحسب ظاہر آپ نے نفس انسانی پر جو اعتراضات وارد کیے ہیں وضاحت سے فقیر کے ذہن میں آئے۔ ہاں اتنی بات تو ٹھیک ہے نفس کے زمانہ امارگی میں اس پر اعتراض کیا جائے۔ لیکن اس کے مطمئنہ ہو جانے کے بعد اس پر اعتراض کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ اطمینان کے مقام پر پہنچ کر نفس حق سبحانہٗ سے راضی ہو جاتا ہے اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اس سے راضی۔ پس وہ خدا تعالیٰ کا پسندیدہ اور مقبول ہو جاتا ہے اور مقبول خدا پر اعتراض روا نہیں۔ اور نفس مطمئنہ کی مراد حق کی مراد ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ اس دولت کا حصول تخلق باخلاق اللہ کے وقت ہوتا ہے۔ اس کا قدسی صحن ہم پست فطرت لوگوں کے اعتراض سے بلند و برتر ہے۔ ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ ہماری طرف لوٹتا ہے۔ ع

آگہ از خویشتن چو نیست جنیں　　چہ خبر دارد از چنان و چنیں

پیٹ میں پڑا ہوا بچہ جب اپنے آپ سے واقف نہیں تو وہ اِدھر اُدھر کی کیا خبر رکھے گا۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جاہل لوگ اپنے کمال جہل کے باعث نفس مطمئنہ کو نفس امارہ تصور کر لیتے ہیں۔ اور امارگی کے احکام مطمئنہ پر جاری کر دیتے ہیں۔ جس طرح کفار نے انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کو دوسرے لوگوں کی طرح سمجھتے ہوئے ان کی نبوت و رسالت کا انکار[1] کیا ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں ان اکابر اور ان کے متبعین علیہم الصلوات والتسلیمات کے انکار سے پناہ میں رکھے۔

---

[1] عارف رومی فرماتے ہیں۔

(۱) اشقیا را دیدہ بینا نبود!	نیک و بد در چشم شاں یکساں نمود
(۲) ہمسری با انبیاء برداشتند	اولیا را ہم چو خود پنداشتند
(۳) گفتہ اینک ما بشر ایشاں بشر	ما و ایشاں بستہ خوابیم و خور
(۴) ایں ندانستند ایشاں از عمیٰ	ہست فرقے درمیاں بے انتہا

(۱) بدبختوں کو چشم بینا نصیب نہیں تھی۔ اس لیے اچھا اور بُرا ان کی نگاہ میں یکساں تھا۔

(۲) ان بدبختوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ہمسری اور برابری کا دعویٰ کیا اور اولیاء اللہ کو اپنی طرح گمان کیا۔

(۳) اور یوں کہا کہ ہم بھی بشر ہیں اور یہ بھی بشر ہیں۔ ہم اور یہ انبیاء و اولیاء سونے اور کھانے کے پابند ہیں۔

(۴) اندھاپن کے باعث ان بدبختوں نے یہ جانا کہ ہم میں اور ان میں بے انتہا فرق ہے۔

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ کو اپنی طرف جاننا شقاوت و بدبختی ہے اور گمراہی اور ان کے کمالات کے انکار کا پیش خیمہ ہے۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۱۰۲)

لا مظفر کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ سودی قرضہ میں مجموعی رقم حرام ہے۔ صرف زیادتی حرام نہیں۔ مثلاً ایک شخص نے دس ٹکے دو ٹکے کے حساب سے سود پر قرض لیے تو پورے بارہ ٹکے حرام قرار پائینگے نہ کہ سود کے صرف دو ٹکے۔ اور اس کے متعلقات کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. (اللہ کے لیے حمد ہے۔ اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام)

آپ نے اس روز کہا تھا کہ سودی قرض میں ربا صرف زیادتی ہے اور بس۔ اور دس ٹکے قرض بحساب دو ٹکے سود میں صرف دو ٹکے سود کے ہی حرام ہیں دس ٹکے حرام نہیں۔

جب بعض کتب فقیہ کی طرف رجوع کیا گیا تو ظاہر ہوا کہ شریعت میں ہر ایسا عقد جس میں زیادتی کی شرط ہو ربو اور سود ہے۔ لہٰذا اس طرح کا سودی قرضہ بھی حرام قرار پائے گا۔ اور جو چیز بذریعہ حرام حاصل کی جائے وہ بھی حرام ہوتی ہے۔ پس وہ دس ٹکے بھی ربٰو اور حرام ہوں گے۔

کتاب "جامع الرموز" اور ابراہیم شاہی کی کتاب کی روایات کے ارسال کرنے سے مقصود تمہیں یہ مسئلہ سمجھانا تھا۔ باقی رہی محتاجی کی صورت۔ تو میرے مخدوم! سود کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے۔ محتاج اور غیر محتاج سب کو شامل ہے۔ محتاج کو اس حکم قطعی سے خارج اور مستثنیٰ قرار دینا حکم قطعی کو منسوخ کرتا ہے۔ قنیہ[1] کی روایت یہ درجہ نہیں رکھتی کہ حکم قطعی کو منسوخ کر سکے۔ حالانکہ مولانا جمال لاہور جو اعلم علماء لاہور ہیں فرماتے تھے کہ قنیہ کی بہت سی روایات لائق اعتماد نہیں۔ اور کتب معتبرہ کی روایات کے خلاف ہیں۔ اور اگر قنیہ کی اس روایت کو درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو اسے اضطرار مخمصے کی حالت پر محمول کرنا چاہیے۔ تاکہ اس حکم قطعی کا مخصص آیہ کریمہ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ کو قرار دیا جائے۔ کیونکہ قوت میں اس کی طرح ہے۔ ع

کہ رستم را کشد ہم رخش سر ستم

رستم پہلوان کو رستم جیسا ہی پچھاڑ سکتا ہے۔

---

[1] کشف الظنون میں ہے۔ قنیہ المنیہ علیٰ مذہب ابی حنیفہ۔ شیخ امام ابو الرجاء نجم الدین مختار بن محمود الزاہدی حنفی المتوفی ۶۵۸ھ کی تصنیف ہے۔ کتاب کی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الذی او ضح معالم العلوم۔ علامہ یہ بھی نے فرمایا ہے کہ کتاب قنیہ اگرچہ غیر معتبر کتب سے اوپر ہے۔ اور بعض علماء نے اپنی کتابوں میں اس کے حوالے نقل کیے ہیں لیکن علماء کے ہاں وہ ضعف روایت کے ساتھ مشہور ہے۔ اور یہ کہ اس کا مصنف معتزلی ہے۔

Marfat.com

نیز اگر محتاج سے عام محتاج مراد لے لیا جائے تو پھر ربا کی حرمت کے لیے کوئی موقع اور محل باقی نہیں رہے گا۔ کیونکہ جو شخص بھی سود کی زیادتی دینا قبول کرے گا۔ آخر کسی نہ کسی ضرورت اور محتاجی کے تحت ہی قبول کرے گا۔ کوئی بھی بلا احتیاج وضرورت اپنے نقصان کا اقدام نہیں کرتا۔ تو اس طرح کے توتم کے باعث حکیم وحمید ذات کی طرف سے اس کی کتاب عزیز میں نازل شدہ اس حکم کا کوئی فائدہ باقی نہیں رہے گا۔

اور اگر بفرض محال عام محتاجی ہی تسلیم کر لی جائے تو ہم کہیں گے محتاجی ضروریات میں سے ہے اور ضروری شے کو باندازۂ ضرورت اختیار کیا جاتا ہے۔ پس سودی روپے سے کھانا پکا کر لوگوں کو کھلانا ضرورت میں داخل نہیں اور اس کے ساتھ کوئی ضرورت متعلق نہیں۔ اسی لیے ترکہ میت میں سے میت کی ضرورت کی چیزیں مستثنیٰ ہیں۔ اور اس ضرورت کو اس کے کفن دفن میں منحصر کیا ہے۔ اس کے ایصال ثواب کے لیے کھانا پکانا شرعاً احتیاج وضرورت میں داخل نہیں۔ حالانکہ میت صدقہ وخیرات کا بہت محتاج ہوتا ہے۔

پس متنازع فیہ صورت میں اچھی طرح غور کریں کہ قرض لینے والے محتاج ہیں یا نہیں۔ اور احتیاج و ضرورت کی صورت میں سودی روپے سے جو کھانا تیار ہوگا اسے کھانے والوں کے لیے اس کا کھانا حلال ہے یا نہیں؟

عیال داری اور فوجی ملازمت کو ضرورت واحتیاج کا بہانہ بنانا اور اس وجہ سے سودی قرض لینا اور اسے جائز اور حلال جاننا دینداری سے دور ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنا شیوہ اور دستور بناتے ہوئے جو لوگ اس بلا میں گرفتار ہیں انہیں منع کرنا چاہیے اور اس حیلے کے نادرست ہونے سے انھیں آگاہ کریں۔ ایسا کام کیوں کیا جائے جو آخر کار اس طرح کے ممنوع اور ناجائز کام کے ارتکاب میں مبتلا کر دے۔ معاش کے ذرائع اور بہت ہیں۔ فوجی ملازمت میں ہی منحصر نہیں ہیں۔ جب آپ اہل اصلاح وتقویٰ میں سے ہیں تو حلال وطیب خوراک کی تاکید آپ کو کی جارہی ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ اس زمانہ میں بغیر شبہ کی غذا کا میسر آنا مشکل ہے۔ یہ بات درست ہے تاہم حتی الامکان شبہ کی چیز سے بچنا چاہیے۔ بے طہارت کھیتی باڑی کی روزی جس کو آپ نے غیر طیب جانا ہے ہندوستان میں اس سے بچنا ممکن نہیں:

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا — اللہ تعالیٰ نہیں تکلیف دیتا کسی جان کو مگر اس کی طاقت ووسعت کے مطابق

لیکن سودی کھانے کو ترک کرنا بہت آسان ہے۔ حلال کو حلال اور حرام کو حرام جاننا قطعی اور یقینی ہے کہ اس کا انکار کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ ظنی امور یہ بات نہیں۔ حنفی کے نزدیک موت سے امور مباح ہیں مگر شافع کے نزدیک وہ مباح نہیں۔ اور اس کے برعکس۔

Marfat.com

پس ہمارے اس زیر بحث معاملے میں مشکوک ضرورت مند کے لیے سودی قرض کے حلال ہونے میں جو بظاہر قطعی کے حکم کے خلاف ہے' توقف کرے تو اسے گمراہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور اسے اس کی حلیت کا معتقد ہونے پر زور نہیں دینا چاہیے۔ بلکہ اس کے درست موقف کو ترجیح بلکہ یقین کا درجہ حاصل ہے۔ اور اس کا مخالف خطرے میں ہے۔

آپ کے بعض دوستوں نے نقل کیا ہے کہ ایک دن مولانا عبدالفتاح نے آپ کی خدمت میں کہا کہ اگر بلاسود قرض میسر آ جائے تو بہتر ہے۔ کسی کو سودی قرضہ لینے کی کیا ضرورت ہے۔ تو آپ نے مولانا موصوف کو ڈانٹا اور کہا کہ ''تم حلال شے کا انکار کرتے ہو؟''

مخدوم گرامی! ایسی باتیں حلال قطعی میں گنجائش رکھتی ہیں۔ اور اگر یہ حلال بھی ہو تو اس میں کوئی شک نہیں کہ خلاف اولیٰ ضرور ہے۔ اہل ورع رخصت پر عمل کا حکم نہیں دیتے۔ بلکہ عزیمت پر عمل کی دلالت کرتے ہیں۔

لاہور کے مفتیوں نے احتیاج و ضرورت کو سبب قرار دے کر حلال ہونے کا حکم دیا ہے۔ احتیاج و ضرورت کا دامن بڑا فراخ ہے۔ اگر فراخ کریں گے تو کوئی چیز بھی سود نہیں رہے گی اور سود کے حرام ہونے کے بارے میں نص قطعی کا حکم بے فائدہ اور عبث ہو جائے گا۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے آپ کو یہ بات تو خوب ملاحظہ کرنی چاہیے کہ سود پر قرض لینے والے کے لیے دوسروں کو کھانا کھلانا کون سی ضرورت میں داخل ہے؟ قنیہ کی روایت بہر حال زیادہ سے زیادہ ضرورت مند کے لیے سودی قرض لینے کو جائز قرار دیتی ہے۔ دوسروں کے لیے اس سے جواز ثابت نہیں ہوتا۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ شاید اس طرح کے کھانا پکانے والے کو کفارہ قسم یا کفارہ ظہار یا روزے کا کفارہ ادا کرنے کی ضرورت ہو۔ اور اس میں شک نہیں کہ وہ یہ کفارہ ادا کرنے میں محتاج اور ضرورت مند ہے۔ تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ اس کفارے والا اگر کھانا کھلانے کی طاقت نہیں رکھتا' تو کفارے کے طور پر روزے رکھے۔ نہ یہ کہ سود پر قرض لے۔ اور اگر اس طرح کی اور ضرورتیں اور احتیاج درپیش آئیں تو تھوڑی سی توجہ سے تقویٰ کی برکت سے دور ہو سکتی ہیں۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (سورۂ طلاق۔ پارہ ۲۸)	جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرے اللہ اس کے لیے راستہ نکال دیتا ہے اور اسے رزق عطا کرتا ہے اس مقام سے جہاں سے اسے گمان نہیں ہوگا۔

آپ پر اور ہر متبع ہدایت پر سلامتی کا نزول ہو۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۱۰۳)

سیادت و بزرگی کی پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا:

لفظ عافیت کے معنی اور سرہند کے لیے قاضی طلب کرنے کے بیان میں۔

حق سبحانہ وتعالیٰ آپ کو عافیت سے رکھے۔

آپ کے لیے اس عافیت کی دعا کی جاتی ہے جس عافیت کی ہمیشہ ایک بزرگ اپنے لیے بدعا اور صرف ایک دن کے لیے ہی اس عافیت کی آرزو کی تھی۔ ایک شخص نے اس بزرگ سے سوال کیا کہ جس طرح سے آپ کی زندگی گزر رہی ہے کیا یہ عافیت نہیں؟ اس بزرگ نے فرمایا "میں یہ چاہتا ہوں کہ صبح سے لے کر شام تک کسی وقت بھی مجھ سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی معصیت و نافرمانی کا صدور نہ ہو۔

مدت سے سرہند میں کوئی قاضی شرع نہیں۔ اور بعض احکام شرعیہ کے جاری کرنے میں بے بسی اور رکاوٹ لاحق ہوتی ہے۔ مثلاً ہمارا ایک یتیم برادر زادہ ہے۔ اس کی کچھ وراثت ہے۔ لیکن اس کا کوئی وصی نہیں۔ فقیر اس کے اس مال میں بلا اجازت شرعی تصرف نہیں کر سکتا۔ اگر قاضی شرع موجود ہو تو اس کی اجازت سے کام ٹھیک ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اور بہت سے کام ہیں جو قاضی نہ ہونے کے باعث التواء میں پڑے ہوئے ہیں۔

مکتوب نمبر (۱۰۴)

ماتم پرسی میں ضلع مستکن کے قاضیوں کی طرف صادر فرمایا:

اگرچہ مغفرت پناہ کی وفات سے جو مصیبت لاحق ہوئی ہے وہ بہت شدید اور بہت سخت ہے لیکن ہم اور تم خدا تعالیٰ کے بندے ہیں۔ ہمارے لیے اپنے مولیٰ تعالیٰ وتقدس کے فعل پر راضی ہونے کے سوا چارہ نہیں۔ کارکنانِ قضا و قدر یہاں رہنے کے لیے نہیں لائے' کام کرنے کے لیے لائے ہیں۔ کام کرنا چاہیے۔ اگر یہاں سے کام کر کے گئے تو کوئی ڈر نہیں بلکہ ایسا شخص بادشاہ ہے۔

الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب — موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

یہ فقرہ اس کی شان میں موجود ہے۔ جانے میں مصیبت نہیں بلکہ حبیب کی طرف جانے والے کے حال میں مصیبت ہے کہ اس سے کیا سلوک کرتے ہیں۔ دعا استغفار اور صدقہ وخیرات سے اس کی امداد کرنی چاہیے۔

Marfat.com

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

ما المیّت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃ تلحقہ من اب او ام او اخ او صدیق فاذا الحقتہ کان احب الیہ من الدنیا و ما فیھا و ان اللّٰہ لیدخل علی اھل القبور من دعاء اھل الارض امثال الجبال من الرحمۃ و ان ھدیۃ الاحیاء الی الاموات الاستغفار لھم. (مشکوۃ شریف)	میت قبر میں ڈوبنے والے فریادرسی کے لیے پکارنے والے کی طرح ہے۔ چنانچہ میت منتظر رہتا ہے دعا کا جو اسے باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہے۔ جب ان کی طرف سے اسے دعا پہنچتی ہے تو وہ اس کے نزدیک دنیا و مافیہات زیادہ محبوب ہوتی ہے اور بیشک رب تعالیٰ اہل زمین کی دعا سے اہل قبور پر پہاڑوں کی مانند رحمت داخل کرتا ہے۔ اور زندوں کا مردوں کو یہ ہدیہ ہے کہ وہ ان کے لیے استغفار اور بخشش طلب کریں۔

آپ کا التفات نامہ موصول ہوا۔ فقراء پر موسم سرما کی ہوا بڑی سخت ہے۔ ورنہ اپنے آپ کو معاف نہ کرتا۔ (بلکہ فوراً جواب دیتا)۔ سفارش تاکید سے لکھ دی گئی ہے۔ ان شاء اللہ سودمند ثابت ہوگی۔ زیادہ گفتگو درد سری ہے۔

محبت شعار قاضی حسن اور باقی اعزہ بہت دعاؤں سے مستفید ہوں۔ اور تمام کاموں راضی اور شکر گزار رہیں۔

مکتوب نمبر (۱۰۵)

حکیم عبدالقادر کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ بیمار سب تک تندرست نہ ہو اسے کوئی غذا بھی فائدہ نہیں دیتی اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

چونکہ اطباء کے نزدیک یہ بات طے شدہ ہے کہ بیمار جب تک تندرست نہ ہو کوئی غذا بھی اسے فائدہ نہیں دیتی، چاہے مرغ مسمن ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ ایسی غذا اس کے مرض کو اور بڑھا دیتی ہے۔

ع ہرچہ گیرد علّتی علت شود

جس چیز کو بیمار اختیار کرے گا وہ بھی بیمار ہو جائے گی۔

لہٰذا پہلے بیمار کے مرض کا ازالہ کرتے ہیں اس کے بعد آہستہ آہستہ مناسب غذاؤں کے ذریعہ اسے

Marfat.com

اصل قوت وطاقت کی طرف لاتے ہیں۔ پس انسان جب تک مرض قلبی میں مبتلا ہے فِی قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ (ان کے دلوں میں فرض ہے) کوئی عبادت وطاعت اس کے لیے نفع مند نہیں بلکہ مضر ہے۔

رُبَّ تَالٍ لِلْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ یَلْعَنُہٗ — بہت سے قرآن کی تلاوت کرنے والے ہیں حالانکہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔

حدیث مشہور ہے۔ اور:

رُبَّ صَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ صِیَامِہٖ اِلَّا الْجُوْعُ وَالظَّمَاءُ — بہت سے روزے دار ایسے ہیں جنہیں روزے سے سوا بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

حدیث صحیح ہے۔ قلبی امراض کے حکیم (مشائخ کرام) بھی پہلے مرض کے ازالے کا حکم دیتے ہیں۔ اور مرض قلبی دل کے غیر خدا کے ساتھ گرفتار ہونے کا نام ہے۔ بلکہ غیر حق کے ساتھ گرفتاری اپنی ذات کے ساتھ گرفتاری ہے۔ کیونکہ ہر شخص جو کچھ چاہتا ہے اپنی ذات کے لیے چاہتا ہے۔ اگر اولاد سے دوستی کرتا ہے تو اپنی ذات کے لیے دوستی کرتا ہے۔ اسی طرح مال و دولت اور سرداری اور مرتبے کی محبت سب کچھ اپنی ذات کے لیے ہے پس فی الحقیقت اس کا معبود اس کی خواہش نفس ہے جب تک اس گرفتاری سے خلاصی نصیب نہ ہو۔ نجات کی امید بہت دور کی بات ہے۔ اس لیے عقلمند علماء اور صاحب دانش حکماء پر اس مرض کے ازالے کی فکر کرنا ضروری ہے۔ ع

در خانہ اگر کس ست یک حرف بس ست

اگر گھر میں کوئی ہے تو ایک ہی کلمہ کافی ہے۔

مکتوب نمبر (۱۰۶)

محمد صادق کشمیری کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ اس گروہ اولیاء اللہ کی محبت جو ان کی معرفت و پہچان پر مرتب ہوتی ہے خداوند تعالیٰ جل شانہٗ کی عظیم نعمتوں میں سے ہے۔

آپ کا مکتوب مرغوب جس سے فرطِ محبت اور کمال دوستی کا اظہار ہوتا تھا' موصول ہوا۔ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ الحمد و المنة علی ذٰلک (اس حالت کے نصیب ہونے پر اللہ سبحانہٗ کی حمد اور اس کا احسان۔)

اس گروہ کی محبت جو ان کی پہچان پر مرتب ہوتی ہے' خداوند تعالیٰ جل سلطانہٗ کی عظیم نعمتوں میں سے ہے۔ دیکھیں کس صاحب قسمت کو اس نعمت سے مشرف فرماتے ہیں۔ شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں:

"الٰہی! تو نے اپنے دوستوں کو کیا کر دیا ہے۔ کہ جس نے انہیں شناخت کر لیا تجھے پا لیا' اور جب تک

Marfat.com

تجھے شناخت نہ کر سکا انہیں بھی نہ پا سکا۔"

اس گروہ کے ساتھ بغض و عناد زہر قاتل ہے اور ان پر اعتراض اور نکتہ چینی ابدی محرومی کا موجب ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں اس ابتلا و آزمائش سے نجات دے۔ شیخ الاسلام مذکور نے فرمایا ہے۔

"الٰہی! تو جسے مردودِ بارگاہ کرنا چاہتا ہے اسے ہم سے اُلجھا دیتا ہے۔"

بے عنایات حق و خاصانِ حق گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

حق تعالیٰ اور خاصانِ حق تعالیٰ کی عنایات اور مہربانیوں کے بغیر کوئی فرشتہ صفت بھی ہو تو اس کا نامۂ اعمال سیاہ ہی رہے گا۔

یہ رجوع اور انابت جو حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے از سرِ نو تمہیں عطا فرمائی ہے اسے نعمتِ عظمیٰ تصور کریں۔ اور حق سبحانہٗ سے اس پر استقامت طلب کریں...... ہر متبع ہدایت اور مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت کی پابندی کرنے والے پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

مکتوب نمبر (۱۰۷)

یہ مکتوب بھی محمد صادق کشمیری کی طرف فرمایا۔

ان چند جواباتِ سوالات میں جن سے بدگوئی کی بو آتی ہے۔ یہ مکتوب ان فوائد ضرور پر مشتمل ہے جو اس بلند مرتبہ گروہ اولیاء اللہ پر ایمان رکھنے میں نفع مند ہیں۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس بلند گروہ کی تصدیق اور ان پر ایمان رکھنے کی سعادت سے بہرہ ور کرے۔ چند سوالات پر مشتمل جو مکتوب آپ نے ارسال کیا تھا' موصول ہوا' اگرچہ وہ سوالات جو بدگوئی اور تعصب سے آلودہ ہوں' جواب کے مستحق نہیں۔ اس کے باوجود بطور تنزل ان کے جوابات عرض کرتا ہے۔ اگر ایک کو نفع نہ ہو شاید دوسرے کو نفع حاصل ہو جائے۔

پہلا سوال یہ تھا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ متقدمین اولیاء سے بہت کرامات و خوارق کا ظہور ہوتا تھا۔ لیکن اس وقت کے اولیاء سے کم ظاہر ہوتی ہو؟

اگر اس سوال سے مقصود اس زمانہ کے بزرگوں کا انکار ہے کیونکہ ان سے خوارق و کرامات کا ظہور کم ہوا ہے جیسا کہ مضمون عبارت سے ظاہر ہوتا ہے' تو شیطان کی فریب کاریوں سے اللہ سبحانہٗ کی پناہ۔ خوارق و کرامات کا ظہور نہ تو ولایت کے ارکان میں ہے اور نہ اس کے شرائط میں سے۔ بخلاف نبی علیہ السلام کے لیے اس کا معجزہ' کہ اس کا اظہار مقام نبوت کے شرائط میں سے ہے۔ لیکن اولیاء اللہ سے خوارق کا ظہور عام اور شائع ہے۔ ایسا کم ہی ہوا ہے کہ کسی ولی سے ان کا ظہور نہ ہوا ہو' ہاں کثرت سے ظہورِ خوارق افضیلت پر دلالت نہیں کرتا۔ وہاں ایک دوسرے

Marfat.com

پر فضیلت قربِ الٰہی جل سلطانہ کے درجات کے اعتبار سے ہے۔ ہوسکتا ہے کہ زیادہ قرب الٰہی رکھنے والے بزرگ سے خوارق کا ظہور بہت کم ہو اور کم قرب رکھنے والے سے ان کا ظہور زیادہ ہو۔ وہ خوارق جو اس اُمت کے بعض اولیاء سے ظاہر ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس کا دسواں حصہ بھی ظاہر نہیں ہوئے۔ حالانکہ سب سے افضل ولی ادنیٰ صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

خوارق کے ظہور پر نظر رکھنا کوتاہ نظری ہے اور استعداد تقلیدی کے کم ہونے کی دلیل ہے۔ نبوت وولایت کے فیوض قبول کرنے کے لائق وہ جماعت ہے جن میں قوت نظری کی نسبت تقلیدی استعداد غالب ہو۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ استعداد تقلیدی کی قوت کی بنا پر حضور نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کرنے میں بالکل کسی دلیل کے محتاج نہ ہوئے۔ اس کے برعکس ابوجہل لعین اس استعداد میں کمی کے باعث روشن نشانات اور غالب معجزات کے کثرت کے ساتھ ظہور کے باوجود تصدیق نبوت کی دولت سے مشرف نہ ہوا۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ان بدنصیبوں کے بارے میں فرماتا ہے:

وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ○	یہ کفار جو آیت ونشانی بھی دیکھیں گے اس پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ جب آپ کے پاس پہنچتے ہیں تو آپ سے جھگڑتے ہیں۔ کافر لوگ کہتے ہیں یہ قرآن تو محض پرانے لوگوں کے قصے کہانیوں کا مجموعہ ہے۔

میں یہ کہتا ہوں کہ اکثر متقدمین سے بھی ساری عمر میں پانچ چھ خوارق سے زیادہ کا ظہور منقول نہیں حضرات جنید جو اس گروہ کے سردار ہیں، معلوم نہیں کہ ان سے دس کرامات کا ظہور بھی منقول ہوا ہو۔ اور خداوند تعالیٰ اپنے کلیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے حال سے یوں خبر دیتا ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ م بَيِّنٰتٍ	بے شک ہم نے موسیٰ کو نو روشن معجزے عطا کیے۔

اور اس وقت کے مشائخ کے بارے میں کہاں سے پتہ چلا ہے کہ اتنی بھی مقدار خوارق کا ظہور نہیں ہوتا۔ بلکہ تمام اولیاء اللہ سے چاہے پہلے ہوں یا پچھلے ہر گھڑی خوارق کا ظہور ہوتا رہتا ہے مدعی کو معلوم ہوں یا نہ ہوں۔ ؎

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

اگر کوئی خود اندھا ہے تو اس میں سورج کا کیا قصور ہے

دوسرا سوال یہ تھا کہ طالبانِ صادق کے کشف وشہود میں القاء شیطانی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوسکتا ہے تو اس میں کشف شیطانی کی کیفیت کی وضاحت کس طرح ہے؟ اور اگر نہیں ہوسکتا تو الہامی امور میں بعض غلطیوں کا پایا جانا کس سبب سے ہوتا ہے؟

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے (واللہ سبحانہٗ اعلم بالصواب) کہ کوئی بھی القاء شیطانی سے محفوظ نہیں۔ جبکہ یہ دخل انبیاء کرام کے لیے بھی متصور ہوسکتا ہے بلکہ محقق ہے تو اولیاء میں بطریق اولیٰ ہوگا۔ طالب صادق کیا چیز ہے۔ غایہ مافی الباب یہ ہے کہ انبیاء کو اس القاء پر متنبہ کر دیتے ہیں اور باطل کو حق سے جدا کر دیتے ہیں۔ آیہ کریمہ۔

فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اٰيٰتِهٖ — اللہ تعالیٰ القاء شیطانی تو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات کو مضبوط کرتا ہے۔

اس معنی پر دلالت کرتی ہے۔ اولیاء اللہ کے لیے یہ تنبیہ ضروری نہیں۔ کیونکہ ولی نبی کے تابع ہے۔ جو کچھ نبی کے خلاف ہوگا مردود شمار ہوگا اور باطل تصور ہوگا۔ ہاں وہ صورت جس میں نبی کی شریعت اس سے خاموش ہو اور نفی یا اثبات کا فیصلہ نہ کرے تو یہاں یقین کے ساتھ درجہ میں حق و باطل کے درمیان امتیاز دشوار ہے۔ کیونکہ الہام ظنی شے ہے۔ لیکن اس عدم امتیاز کے باعث ولایت میں کچھ نقص واقع نہیں ہوتا۔ کیونکہ شریعت کی بجا آوری اور نبی کی متابعت نجات آخرت کی ضامن ہے۔ اور جن امور کے بارے میں شریعت نے سکوت اختیار فرمایا ہے وہ شریعت سے زائد ہیں۔ اور ہم زائد امور کے مکلف نہیں ہیں۔

جاننا چاہیے کہ کشف میں غلطی کا واقع ہونا القاء شیطانی پر منحصر نہیں۔ بسا اوقات قوت متخیلہ میں احکام غیر صادقہ ایک صورت پیدا کر لیتے ہیں۔ جن میں القاء شیطانی کا کچھ دخل نہیں ہوتا۔ اسی قبیلہ سے ہے وہ جب بعض لوگ خواب حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھتے ہیں اور آپ سے بعض احکام اخذ کرتے ہیں حالانکہ فی الحقیقت ان کے خلاف پایا جاتا ہے۔ اس صورت میں القاء شیطانی متصور نہیں۔ کیونکہ علماء کا مختار مذہب یہ ہے کہ ابلیس صورت خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام میں متمثل نہیں ہوسکتا۔ جیسی بھی صورت میں ہو۔ تو اس صورت میں صرف قوت متخیلہ کے تصرف کے دخل ہے۔ جس نے غیر واقع کو واقع سمجھ لیا ہے۔

تیسرا سوال یہ تھا کہ جب کرامات کے طور پر تصرف اور استدراج کی صورت میں تاثیر دونوں کے ظاہر کے اعتبار سے برابر ہیں تو مبتدی کس طرح شناخت کرے گا کہ یہ صاحب کرامات ولی اور یہ صاحب استدراج مدعی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے (واللہ سبحانہٗ اعلم بالصواب) کہ طالب مبتدی کے لیے دونوں میں فرق و امتیاز کے لیے ایک واضح دلیل موجود ہے۔ اور وہ اس کا صحیح وجدان ہے کہ اگر وہ اس کی صحبت میں اپنے دل کو رب تعالیٰ کے ساتھ جمع پائے تو جان لے گا کہ یہ صاحب کرامات ولی ہے۔ اور اگر اس کے خلاف پائیگا تو معلوم کرلے گا یہ صاحب استدراج مدعی اور جھوٹا انسان ہے۔ اور اگر اس معنی میں خفا اور پوشیدگی ہے تو وہ عوام الانعام کو ہے راہ حق کے طالبوں کو نہیں۔ اور عوام کا خفا خواص کے نزدیک کچھ اعتبار نہیں رکھتا۔ کیونکہ عوام کے خفا کا منشا انکار مرض قلبی اور آنکھوں کا

Marfat.com

پردہ ہے۔عوام سے بہت سی ایسی چیزیں مخفی ہیں جن کا جاننا اس فرق کے جاننے سے بھی زیادہ ضروری ہے۔

اب ہم اس مکتوب کو بعض معارف کے ساتھ ختم کرتے ہیں جو ان شکوک وشبہات کے ازالے میں تمہارے لیے نفع مند ہیں۔

جاننا چاہیے کہ تخلق باخلاق اللہ کے معنی جو ولایت میں ماخوذ معتبر ہیں یہ ہیں کہ اولیاء اللہ کو ایسی صفات حاصل ہو جائیں جو واجب تعالیٰ کی صفات کے مُناسب ہوں۔لیکن وہ مناسبت صرف اسم میں ہوگی اور عموم صفات میں مشارکت ہوگی۔خواص معانی میں مناسبت نہیں ہوسکتی کہ وہ محال ہے۔اور قلب حقائق کو مستلزم ہے۔

تحقیقات میں خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ تخلقوا باخلاق اللّٰہ کے بیان معنی کے مقام میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت مَلِک ہے۔اور ملک کے معنی سب پر تصرف کرنے والے کے ہیں۔جب راہِ خدا کا سالک اپنے نفس پر متصرف ہوتا ہے اور اسے مغلوب کر کے رکھتا ہے اور اس کا تصرف مخلوق کے دلوں میں نافذ[1] ہوتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔

اور ایک صفت سَمِیع ہے۔اور اس کے معنی سننے والے کے ہیں۔جب راہِ حق پر چلنے والا ہر کسی سے حق تعالیٰ کی باتیں گرانی اور بوجھ کے بغیر سُن کر قبول کرتا ہے اور غیبی اسرار وحقائق روح کے کان سے سنتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔

اور ایک صفت بَصِیر ہے۔بصیر کے معنی دیکھنے والے کے ہیں۔جب سالک راہِ حق کی بصیرت کی آنکھ بیا ہو جاتی ہے اور وہ نور فراست سے اپنے تمام عیب دیکھتا ہے اور تمام دوسرے لوگوں کے کمالِ حال کو اپنے سے بہتر دیکھتا ہے۔نیز حق کا دیکھنا اس کا منظور نظر ہو جاتا ہے۔یہاں تک کہ وہ جو کچھ کرتا ہے حق تعالیٰ کا پسندیدہ فعل ہی کرتا ہے تو اس وقت اس صفت سے موصوف قرار پاتا ہے۔

اور حق تعالیٰ کی ایک صفت مُحیِی ہے۔اس کے معنی کرنے والے کے ہیں۔جب سالک راہ چھوڑ دی گئی سنت کو زندہ اور قائم کرتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت مُمِیت ہے۔یعنی مارنے والا۔جب سالک ان بدعتوں سے جنہیں لوگوں نے سنت کی جگہ اختیار کیا ہوتا ہے روکتا اور منع کرتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔علیٰ ہذا القیاس۔

---

۱ بخاری و مسلم شریف میں بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے:

ان رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من رانی فی المنام فقد رانی. فان الشیطان لا یتمثل بی

کہ رسول ﷺ نے فرمایا جس نے خواب میں مجھے دیکھا تو اس نے مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا۔

[1] معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کے لوگوں پر تصرف کرنے کا عقیدہ درست ہے۔

Marfat.com

عوام نے تخلق کے معنی کچھ سمجھے ہیں اور خواہ مخواہ گمراہی کے جنگل میں جا گرے ہیں۔ وہ یہ خیال کرتے ہیں ولی کے لیے احیاء جسم ضروری ہے اور اس پر اکثر اشیاء غیبی کا انکشاف ہونا چاہیے۔ وغیرہ [2] سالک۔ حالانکہ یہ باتیں ظنون فاسدہ میں سے ہیں۔ اور بعض گمان گناہ ہیں۔

نیز خوارق صرف کسی کو زندہ کرنے اور مارنے میں ہی منحصر نہیں۔ الہامی علوم و معارف بھی اعظم نشانات اور بلند درجہ خوارق میں سے ہیں۔ اسی لیے قرآن کا معجزہ تمام باقی معجزات سے اقوی اور باقی رہنے والا تسلیم کیا گیا ہے۔ آنکھ کھول کر دیکھیں کہ یہ علوم و معارف جو موسلا دھار بارش کی طرح برس رہے ہیں' کہاں سے آ رہے ہیں۔ پھر یہ سب علوم اس کثرت کے باوجود پورے طور پر علوم شرعیہ کے مطابق و موافق ہیں' ایک بال برابر بھی مخالفت کی گنجائش نہیں۔ یہ خصوصیت صحت علوم کی علامت ہے۔

ہمارے قدس خواجہ سرہٗ نے لکھا تھا کہ تمہارے (مجدد صاحب قدس سرہٗ کے) سب علوم درست اور مطابق شرع ہیں۔ لیکن حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی بات نقل کرنے کا کیا فائدہ جبکہ حضرت خواجہ کا قول آپ کے لیے حجت نہیں۔ اگرچہ آپ بھی اپنے آپ کو تابع فرمانِ شیخ خیال کرتے ہیں۔ زیادہ کیا لکھے۔

آپ کے یہ سوالات پہلے طبیعت پر گراں گزرے۔ لیکن جب یہی سوالات ان مذکورہ علوم و معارف کے ظہور میں آنے کا باعث بن گئے اور ان سوالات کے جوابات کے طور پر سب باتیں دائرہ تحریر میں آ گئیں تو ٹھیک اور بہتر ہو گیا۔

ہیچ زشتے نیست کورا خوبیٔ ہمراہ نیست
زنگیٔ شب رنگ را دنداں چوں دُرو گوہر ست

کوئی بھی بُری شے نہیں مگر کوئی نہ کوئی خوبی بھی اس کے ہمراہ ہوتی ہے۔ جیسے رات کی طرح سیاہ رنگ والے حبشی کے دانت موتیوں کی طرح چمکتے ہیں۔

عجب کام ہے کہ آپ نے پہلے خط میں بڑے اخلاص کا اظہار کیا تھا اور اس کا سبب پے در پے دو واقعے کے ظہور کو قرار دے کر آپ نے لکھا تھا کہ ان کا اثر حالت ہوش میں بھی محسوس ہوا اور اس حد تک تم کو ندامت و پشیمانی لاحق ہوئی تھی کہ سابقہ طور طریقے سے توبہ اور رجوع نصیب ہوا' اور تم تجدید ایمان سے مشرف ہوئے۔ اب پھر ایک ماہ بھی نہیں گزرا کہ تمہاری وضع و حالت میں تبدیلی معلوم ہوئی ہے' اور پچھلے پاؤں واپس ہو کر پھر تم اپنی پہلی

---

[2] یعنی ولی کے ولی بننے کے لیے مردے کا زندہ کرنا اور غیب کی خبریں دینا وغیرہ کوئی شرط نہیں کہ اگر یہ افعال اس سے صادر نہ ہوں تو وہ ولی ہی نہ ہو۔ امام ربانی کے اس ارشاد کا یہ مطلب نہیں کہ ولی مردے زندہ نہیں کر سکتا۔ اور غیب کی باتیں نہیں جانتا۔ کیونکہ مکتوبات شریف میں آپ نے ایک دوسرے مقام پر تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اولیاء کو ان طاقت و قدرت بھی عطا کرتا ہے۔ فافہم

Marfat.com

وضع کی طرف منتقل ہو گئے ہو یہاں تک کہ تم اس کے در پے ہوئے کہ ان دو واقعات کو تم نے القاء شیطانی یا غلط کشف کہنا شروع کر دیا۔ وہ کیا حالت تھی اور یہ کیا حالت ہے۔

بگفتا فلانے چہ بدی کند　نہ مامن کہ بانفس خودی کند

کسی نے کہا فلاں بُرا کر رہا ہے (ٹھیک ہے کرتا رہے) کیونکہ میرے ساتھ نہیں بلکہ اپنی ذات کے ساتھ برا کر رہا ہے...... ہر متبع ہدایت اور مصطفیٰ علیہ الصلوات والتحیات والتسلیمات کی متابعت کے پابند انسان پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

مکتوب نمبر (۱۰۸)

میاں سید احمد بجواری کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ نبوت ولایت سے افضل ہے۔ اس کے برعکس جو بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔

اللہ سبحانہٗ ہم سب کو اور تم اور تمام مسلمانوں کو حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم من الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا کی متابعت پر ثابت وقائم رکھے۔

بعض مشائخ نے سکر وقت میں کہا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ اور بعض دوسرے مشائخ نے اس ولایت سے نبی کی ولایت مراد لی ہے۔ تا کہ ولی کے نبی پر افضل ہونے کے وہم کو رفع کیا جائے۔ لیکن حقیقت میں معاملہ برعکس ہے۔ کیونکہ نبی کی نبوت بھی اس کی ولایت سے افضل ہے۔ ولایت میں تو تنگی سینہ کے باعث رُخ مخلوق کی طرف نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن نبوت میں کمال انشراح صدر کی بنا پر نہ تو حق سبحانہٗ کی طرف توجہ سے مانع ہوتی ہے اور نہ خلق کی طرف توجہ حق سبحانہٗ کی طرف توجہ سے مانع ہوتی ہے۔ نبوت میں صرف مخلوق کی طرف ہی رُخ نہیں ہوتا تا کہ ولایت کو جس میں رخ حق کی طرف ہوتا ہے نبوت پر ترجیح دیں۔ عیاذاً باللہ سبحانہٗ۔

صرف مخلوق کی طرف رُخ رکھنا عوام کالانعام کا مرتبہ ہے۔ شان نبوت بہت بلند و برتر ہے۔ اس معنی کا سمجھنا ارباب سکر پر دشوار ہے۔ مستقیم الاحوال اکابر ہی اس معرفت کے ساتھ ممتاز ہیں۔ ع

هنيئا لارباب النعيم نعيمها

ارباب نعمت کو نعمتیں گوارا ہوں۔

دوسری مقصودی بات یہ ہے کہ میاں شاہ عبداللہ ولد میاں شیخ عبدالرحیم ان فقراء (مجدد صاحب اور ان کا خاندان) کے ساتھ تعلق قرابت رکھتا ہے۔ ان کے والد مدت تک بہادر خاں کے ملازم رہے ہیں اور صاحب مرتبہ۔ اب نابینا ہو چکے ہیں۔ انہوں نے اپنے لڑکے کو بھیجا ہے کہ بہادر خاں کے پاس جا کر ملازمت کرے۔ اس بارے

Marfat.com

میں اگر آپ کی طرف سے بھی کچھ اشارہ ہو جائے تو فائدہ مند رہے گا۔ والسلام

مکتوب نمبر (۱۰۹)

حکیم صدر کی طرف صادر فرمایا:

سلامتی قلب اور اس کے غیر حق سبحانہٗ کو بھلا دینے کے بیان میں۔

اہل اللہ قلبی امراض کے طبیب ہیں۔ باطنی امراض کا ازالہ ان بزرگوں کی توجہ سے وابستہ ہے۔ ان کا کلام دوا اور ان کی نظر شفا ہے۔ حدیث پاک میں وارد ہے:

هُمْ قَوْمٌ لَّا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ (بخاری و مسلم) — یعنی یہ ایسی قوم ہے جن کا ہمنشین بد نصیب نہیں۔

وَهُمْ جُلَسَآءُ اللّٰهِ. — یعنی یہ لوگ اللہ کے ہمنشین ہیں۔

بِهِمْ يُمْطَرُوْنَ وَ بِهِمْ يُرْزَقُوْنَ (بخاری شریف) — انہی کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور انہی کی برکت سے رزق ملتا ہے۔

امراض باطنی اور علل معنوی میں سب سے بڑی بیماری دل کی غیر حق تعالیٰ کے ساتھ گرفتاری ہے۔ جب تک اس گرفتاری سے پورے طور پر نجات حاصل نہ ہو سلامتی قلب کا نصیب ہونا محال ہے۔ کیونکہ اس ذات اقدس جل سلطانہٗ کے لیے کسی اور کی شرکت کا قطعاً کوئی دخل نہیں۔

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (سورہ زمر) — سُن لو خالص دین صرف اللہ ہی کے لیے ہے۔

یہ کیسے روا ہو سکتا ہے کہ شریک کو غالب کر دیا جائے۔ نہایت بے حیائی کی بات ہے کہ غیر حق سبحانہٗ کی محبت کو حق تعالیٰ کی محبت پر اس طرح غالب کر دیا جائے کہ حق تعالیٰ کی محبت اس کے آگے بالکل معدوم ہو کر رہ جائے یا مغلوب ہو جائے۔ اور حدیث:

اَلْحَيَآءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ — حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

اور قلب کے غیر حق کے ساتھ گرفتار ہونے کی علامت یہ ہے کہ قلب ماسوا کو کلیۃً بھول جائے اور اشیاء کو پورے طور پر اس طرح فراموش کر دے کہ اگر تکلف سے بھی اشیاء کو یاد کرنا چاہے تو یاد نہ آئیں۔ تو اشیاء کے ساتھ گرفتاری کی اس مقام میں کیا گنجائش۔ یہ حالت اہل اللہ کے نزدیک فنا سے تعبیر ہوتی ہے۔ اور یہ فنا اس راہ میں قدم اول ہے۔ اور یہ مقام انوار قدم کے ظہور کا مبدأ ہے اور معارف و حکم کے ورود کا منشا ہے۔ اور اس حالت کے بغیر خار دار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔

ہیچ کس راتا نگردد او فنا　　　نیست رہ در بارگاہِ کبریا

Marfat.com

کوئی شخص جب تک فنا کا مقام حاصل نہ کرے بارگاہ کبریا تک راستہ نہیں پا سکتا۔

مکتوب نمبر (۱۱۰)

شیخ صدر الدین کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ پیدائش انسانی سے مقصود وظائف بندگی کا ادا کرنا اور پورے طور پر جناب حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا ہے۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ ارباب کمال کی تمناؤں کی انتہاء تک عروج عطا کرے۔

پیدائش انسانی سے مقصود وظائف بندگی کا ادا کرنا اور جناب حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف دوام توجہ ہے۔ اور یہ معنی سید اولین وآخرین علیہ من الصلوات اتمہا ومن التحیات ایمنہا کی کامل اتباع کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں آپ ﷺ کی قولاً، فعلاً، ظاہراً، باطناً، عملاً اور اعتقاداً کامل اتباع نصیب کر دے۔ آمین یا رب العالمین۔

بعد از خدائے ہر چہ پرستند ہیچ نیست
بیدولت است آنکہ ہیچ اختیار کرد

خدا تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر جس شے کی بھی پرستش کی جائے کچھ نہیں۔ وہ بدنصیب ہے جو ہیچ چیز کو اختیار کرتا ہے۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے سوا اگر کوئی چیز مقصود ہے تو وہی معبود ہے۔ غیر حق تعالیٰ کی عبادت سے اس وقت نجات نصیب ہوگی جبکہ خداوند جل وعلا کے سوا کوئی چیز مقصود نہ رہے۔ اگر چہ وہ مقاصد اُخروی اور بہشتی نعمتوں میں سے ہی کیوں نہ ہو۔ اگر چہ یہ مقاصد حسنات میں سے ہیں لیکن مقربین کے نزدیک سیئات میں داخل ہیں۔ جبکہ اُخروی امور کو مقاصد قرار دینے کی نوعیت یہ ہے تو امور دنیویہ کو مقاصد قرار دینے کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے۔ کیونکہ دنیا خدا کو سخت ناپسند ہے۔ اور جب سے اللہ نے اسے پیدا کیا ہے ایک بار بھی اس کی طرف نگاہ نہیں فرمائی۔ اور اس کی محبت گناہوں کی جڑ ہے۔ اور اس کے چاہنے والے لعنت ورد کے مستحق کے ہیں۔

الدنیا ملعونۃ و ملعون ما فیھا الا ذکر اللہ تعالیٰ۔ (ترمذی وابن ماجہ) دینا ملعون ہے اور اللہ کے ذکر کے سوا جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب پاک سید الاولین والآخرین حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام وآلہ الکرام کے طفیل اس دنیا کے شر اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے نجات عطا کرے۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۱۱۱)

شیخ حمید سنبلی کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ توحید قلب کو غیر حق سبحانہ سے آزاد کرنے کا نام ہے۔ اور اس کے مناسب اُمور کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی.

توحید دل کو ماسوائے حق سبحانہٗ کی توجہ سے خالی کرنے کا نام ہے۔ جب تک دل ماسوا کی گرفتاری میں مبتلا ہے۔ اگر چہ تھوڑی سی گرفتاری ہی کیوں نہ ہو بندہ اربابِ توحید سے نہیں ہو سکتا۔ اس دولت کے حصول کے بغیر واحد کہنا اور واحد جاننا اربابِ حصول کے نزدیک فضولیات میں سے ہے۔ ہاں واحد کہنا اور واحد جاننا جو تصدیق ایمانی میں معتبر ہے وہ ضروری ہے لیکن وہ دوسرے معنی میں ہے۔ لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰه اور لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰه کے درمیان فرق بالکل واضح ہے۔ ایمانی تصدیق قبیلہ علم سے ہے اور وجدانی ادراک قبیلہ حال سے ہے۔ حال کے حاصل ہونے سے قبل حال کے متعلق گفتگو کرنا منع ہے۔

مشائخ کی ایک جماعت نے اس باب میں اگر کچھ باتیں کی ہیں تو وہ دو حال سے خالی نہیں:

(۱) یا تو معذوری اور غلبۂ حال میں لپٹے ہوئے کہی ہیں۔

(۲) یا لکھنے اور حال ظاہر کرنے سے ان کا یہ مقصود تھا کہ دوسروں کے حال کی کسوٹی اور ان کی استقامت کا باعث بنیں۔ نیز تاکہ دوسرے اپنے حالات کی کجی کو ان کے حالات کے ترازو پر تول سکیں۔ ان دو صورتوں کے بغیر افشاء اسرار ممنوع ہے۔

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ اربابِ کمال کے احوال کا تھوڑا سا حصہ ہم بے نصیب لوگوں کو بھی عطا کرے اور بلند مرتبہ سنت مصطفویہ علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی متابعت نصیب فرمائے۔ بحرمة النبی و آله الامجاد علیه وعلیهم الصلوات و التسلیمات.

ایک دوسری تکلیف آپ کو یہ دی جاتی ہے کہ میاں شیخ عبد الفتاح حافظ ذی عزت لوگوں میں سے اور آدمی زادہ ہیں۔ کثیر العیال اور بہت سی لڑکیوں کے باپ ہیں۔ اسباب معاش کی قلت نے ان کو اس امر پر مجبور کیا ہے کہ کریم اور سخی لوگوں کے آستانے تک پہنچیں۔ امید ہے کہ ان کا مقصود پورا ہوگا۔ زیادہ گفتگو دردسری ہے۔

مکتوب نمبر (۱۱۲)

شیخ عبد الجلیل تھانیسری ثم جونپوری کی طرف صادر ہوا۔

Marfat.com

اس بیان میں کہ اصل کام یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو عقائد اہل سنت و جماعت کے ساتھ مزین و آراستہ کریں۔اس دولت کی موجودگی میں اگر احوال و مواجید بھی عطا کر دیں تو ہم احسان مند ہوں گے۔ورنہ اسی دولت کو کافی جانیں گے۔کیونکہ جب یہ ہے تو سب کچھ ہے۔

حق سبحانہ وتعالیٰ ہم مفلسوں کو اہل حق یعنی اہل سنت و جماعت کے معتقدات حقہ کی حقیقت سے موصوف کرے اور پسندیدہ اعمال کی توفیق کو ہمارا نقد وقت بنائے۔اور وہ احوال جو ان اعمال کے ثمرات ہیں ان سے بہرہ ور فرمائے۔اور مکمل طور پر اپنی جناب قدس جل سلطانہ کی طرف کھینچ لے۔ ع

کار این ست وغیر ایں ہمہ ہیچ

اصل کام یہی ہے باقی سب ہیچ ہے

کیونکہ وجد وحال کی وہ کیفیتیں جو فرقہ ناجیہ اہل سنت کے معتقدات کی حقیقت حاصل ہوئے بغیر ہیں سراسر استدراج ہیں۔ان کی کچھ قدر و قیمت نہیں۔اور ان کیفیات کو سوائے خرابی کے اور کچھ خیال نہیں کرتے۔فرقہ ناجیہ کی اتباع کے ساتھ جو کچھ مزید عطا فرمائیں ہم اس پر احسان مند ہیں اور شکر بجالائیں گے۔اور اگر صرف عقائد حقہ کی نعمت ہی عطا فرمائیں اور وجد وحال کی کیفیات میں سے کچھ عطا نہ کریں تو ہمیں کچھ ڈر نہیں اور ہم راضی اور خوش ہیں۔

اور بعض مشائخ کرام قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم سے غلبہ حال اور سکر وقت کے دقت اہل حق کی درست اور صحیح آراء کے خلاف بعض علوم و معارف کا ظہور ہوا ہے۔چونکہ ان کی بنیاد کشف ہے اس لیے وہ معذور ہیں۔امید ہے کہ کل قیامت کے روز اس بنا پر ان کا مواخذہ نہیں ہوگا۔یہ لوگ خطا کرنے والے مجتہد کے حکم میں ہیں جسے خطا کی صورت میں بھی ایک ثواب ملتا ہے۔حق علمائے اہل حق شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی جانب ہے۔کیونکہ علماء کے علوم سنیہ نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ سے اخذ کیے گئے ہیں جن کی تائید وحی قطعی سے ہو چکی ہے۔اور صوفیہ کے ان معارف کا مقتدا کشف و الہام ہے جس میں خطا کی گنجائش ہے۔اور کشف و الہام کی صحت کی علامت علمائے اہل سنت کے علوم کے ساتھ مطابقت ہے۔اگر کشف و الہام میں بال برابر بھی مخالفت ہے۔تو درستی اور ثواب کے دائرہ سے باہر ہے۔یہی صحیح علم اور صریح حق ہے۔اس کے سوا ضلالت و گمراہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات اکملہا ومن التسلیمات افضلہا کی ظاہر و باطن اور عمل و اعتقاد متابعت و پیروی پر استقامت عطا کرے۔

آپ پر اور ہر متبع ہدایت پر سلامت کا نزول ہوتا رہے۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۱۱۳)

جمال الدین حسین کولابی کی طرف صادر ہوا۔

مبتدی کے جذبہ اور منتہی کے جذبہ کے درمیان فرق کے بیان میں۔ اور اس امر کے بیان میں کہ مجذوبوں کو اوّلاً صرف روح کا شہود نصیب ہوتا ہے۔ جو قلب سے اوپر ہے۔ اور وہ روح کے اسی شہود کو حق جل شانہٗ کا شہود خیال کر لیتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی.

جذب و کشش صرف مقام فوق تک ہوتی ہے۔ فوق فوق تک نہیں ہوتی۔ اور یہی صورت حال شہود وغیرہ میں ہے۔ پس سلوک طے نہ کیے ہوئے مجذوب جو مقام قلب میں ہیں ان کا انجذاب صرف مقام روح تک ہے جو قلب سے اوپر مقام ہے۔ ذاتِ حق تک کشش و انجذاب منتہی لوگوں کا جذبہ ہے جس سے اوپر کوئی مقام نہیں۔ اور ابتدائی جذبہ میں صرف انسانی روح کا شہود ہوتا ہے اور چونکہ روح اپنی اصل صورت میں موجود ہے:

اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ[1] اللہ نے آدم کو اپنی صورت پیدا فرمایا۔

لہٰذا روح کے شہود کو حق تعالیٰ و تقدس کا شہود سمجھ لیتے ہیں۔ اور جب کہ روح کے لیے عالم اجسام کے ساتھ ایک گونہ مناسبت ثابت ہے تو کبھی اس شہود کو شہود احدیت در کثرت کہتے ہیں اور کبھی معیت کے قائل ہوتے ہیں۔ حق جل وعلا کا شہود فنائے مطلق کے حصول کے بغیر جو انتہائے سلوک پر متحقق ہوتی ہے متصور نہیں۔

نہ ہیچ کس راتا نگرد او فنا نیست راہ در بارگاہِ کبریا

بندے کو جب تک فنا حاصل نہ ہو، بارگاہِ کبریا تک راستہ نہیں پا سکتا

اور اس شہود کا عالم کے ساتھ کچھ تعلق نہیں۔ دونوں شہودوں میں فرق یہ ہے کہ اگر عالم کے ساتھ کسی نہ کسی وجہ سے مناسبت رکھتا ہو تو وہ شہود حق تعالیٰ نہیں۔ اور اگر بے مناسبت ہے تو شہود الٰہی ہے جل وعلا۔ شہود کا اطلاق تنگی عبارت کے باعث ہے۔ ورنہ اس کی طرح نسبت بھی اس کی ذات پاک کی طرح بے کیف و بے مثل ہے۔ ع

چوں را بہ بے چوں راہ نیست

مثل کو بے مثل ذات کی طرف راستہ نہیں مل سکتا

بادشاہ کی عطاؤں کو اسی کی سواریاں اُٹھا سکتی ہیں۔

مکتوب نمبر (۱۱۴)

صوفی قربان کی طرف لکھا گیا:

---

[1] اس حدیث کی شرح مکتوب نمبر ۹۵ کے حاشیہ میں گزر چکی ہے۔ وہاں ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

حضور سید المرسلین علیہ وعلیہم ولہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت پر ابھارنے کے بیان میں

حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہم بے سروسامان مفلسوں کو سید اولین وآخرین کی اتباع کی دولت سے سرفراز فرمائے اور اس پر استقامت نصیب کرے۔

آپ ﷺ وہ بلند ہستی ہیں کہ آپ کی دوستی کے طفیل رب تعالیٰ اپنے اسمائی اور صفاتی کمالات کو میدان ظہور میں لایا اور آپ کو بہترین تمام کائنات قرار دیا' علیہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا۔ آپ کی اتباع کا ایک ذرہ تمام دنیوی لذتوں اور اُخروی نعمتوں سے کئی درجے بہتر ہے۔ فضیلت روشن سنت کی متابعت کے ساتھ وابستہ ہے اور بزرگی آپ کی شریعت کی بجا آوری کے ساتھ مربوط ہے علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ۔

مثلاً دوپہر کا قیلولہ جو متابعت سنت کی نیت سے ہو کروڑ ہا راتوں کے نوافل سے اولیٰ اور افضل ہے جو بے نیت متابعت ہوں۔ اسی طرح عید فطر کے روز روزہ نہ رکھنا جس کا شریعت مصطفوی نے حکم دیا ہے' ابدالاباد (ہمیشہ) کے روزوں سے جو شرع سے ماخوذ نہیں' بہتر ہے۔ شارع علیہ السلام کے حکم سے ایک پیسہ خرچ کرنا اپنی طرف سے سونے کا پہاڑ خرچ کرنے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روز فجر کی نماز باجماعت ادا کر کے اپنے اصحاب پر نگاہ ڈالی' ایک شخص کو جماعت میں موجود نہ پایا۔ اس کے متعلق دریافت فرمایا۔ صحابہ نے عرض کیا وہ شخص ساری رات عبادت میں مصروف رہتا ہے' شاید اس وقت سو گیا ہو۔ امیر المومنین نے فرمایا اگر وہ شخص ساری رات سوتا اور صبح کی نماز باجماعت ادا کرتا تو اسے بہتر تھا۔

گمراہ لوگوں نے بھی ریاضتیں اور مجاہدے بہت کیے ہیں لیکن شریعت حقہ کے مطابق نہیں' لہٰذا خوار اور بے اعتبار ہیں۔ اگر ان گمراہوں کے ان اعمال شاقہ پر کچھ اجر وثواب بھی ملا تو وہ بعض دنیوی منافع ہی کی صورت میں ہوگا۔ اور اجر وثواب کے طور پر ساری دنیا کا مل جانا بھی کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ بعض دنیوی منافع کے حاصل ہونے کا کیا اعتبار ہے۔ گمراہوں کے مجاہدات اور اعمال شاقہ کی مثال جاروب کش کی ہے۔ جس کی کوشش ومحنت سب سے زیادہ ہے' مگر اس کی مزدوری سب کم ہوتی ہے۔ اور شریعت کی پیروی کرنے والوں کی مثال اس جماعت کی طرح ہے جو اعلیٰ درجہ کے موتیوں اور ہیروں کے ساتھ کام میں مصروف ہو۔ ان کا کام تو بہت تھوڑا ہوتا ہے' لیکن ان کی اجرت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ایک گھڑی کا عمل ہزار سال کے اجر کے برابر ہو سکتا ہے۔ اس کا راز یہ ہے کہ جو عمل موافق شریعت واقع ہوتا ہے وہ حق تعالیٰ کو پسند ہوتا ہے اور خلاف شریعت عمل رب تعالیٰ کی ناپسند ہے۔ پس ناپسندیدہ عمل پر ثواب کے کیا معنی بلکہ عذاب کی توقع ہے۔ اس مضمون کے عالم مجاز میں بہت سے شواہد موجود ہیں' ادنیٰ توجہ سے سامنے آ سکتے ہیں۔

ہر چہ گیرد علتی علت شود کفر گیرد کاملے ملت شود

بیمار جس شے سے بھی تعلق قائم کرے گا وہ بھی بیمار ہو جائے گی۔ اور کامل شخص کفر کی طرف رخ کرے گا

Marfat.com

تو اسے ملتِ حقہ کی شکل دیدے گا۔

پس تمام سعادتوں کا سرمایہ سنت کی متابعت ہے' اور تمام فسادات کا مادہ شریعت کی مخالفت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم اور تم کو سید المرسلین علیہ وعلیہم وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت پر ثابت ہو قائم رکھے۔ والسلام

مکتوب نمبر (۱۱۵)

ملا عبدالحق دہلوی کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ جس راہ کو طے کرنے کے ہم در پے ہیں وہ صرف سات قدم ہے

مصرع: ......از ہر چہ می رود سخنِ دوست خوشتر است

دوست کی بات جس طرف سے بھی کان میں پہنچے اچھی ہے۔

یہ راستہ جس کے طے کرنے کے ہم در پے ہیں صرف سات قدم ہے۔ دو قدم عالم خلق میں ہیں اور پانچ عالم امر میں۔

عالم امر میں پہلا قدم رکھنے پر تجلی افعال ظاہر ہوتی ہے اور دوسرے قدم پر تجلی صفات اور تیسرے قدم میں تجلیات ذاتیہ کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

پھر اربابِ کمال کے درجات کے تفاوت کے مطابق تجلیات ذاتیہ میں بندہ ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ مگر یہ سب کچھ حضور سید الاولین والآخرین علیہ من الصلوات اکملہا ومن التسلیمات افضلہا کی متابعت سے وابستہ ہے۔ اور جن بزرگوں نے اس راستے کو دو قدم قرار دیا ہے انہوں نے اجمال کے طور پر اس سے عالم خلق اور عالم امر مراد لیے ہیں' طالبانِ حق پر معاملہ آسان کرنے کے لیے لیکن اصل بات وہی ہے جو میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بیان کی ہے اسے ذہن نشین کرنا چاہیے۔

مکتوب نمبر (۱۱۶)

ملا عبدالواحد[1] لاہوری' کی طرف صادر فرمایا:

---

[1] آپ ان خوش قسمت حضرات میں سے ہیں جنہیں حضرت خواجہ محمد الباقی قدس سرہٗ نے امام ربانی قدس سرہٗ کی خدمت میں برائے تربیت بھیجا۔ آپ کثیر المراقبہ اور کثیر العبادۃ تھے۔ ایک روز آپ نے ذوق وکیف کی حالت میں اپنے ایک پیر بھائی سے دریافت کیا جنت میں نماز ہوگی؟ اس نے جواب میں کہا وہاں نماز نہیں کیونکہ وہ دار جزا ہے' دار عمل نہیں۔ آپ نے آہ نکالی اور رو پڑے۔ اور فرمایا جہاں اس بے نیاز ذات کی عبادت و بندگی نہیں وہاں زندگی کس طرح گزرے گی۔ ملا عبدالواحد کا بیان ہے کہ جن ایام میں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ ایک سبزی فروش بوڑھا آپ کی زیارت کے لیے حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے اس کی بڑی عزت کی جس سے دوسروں کو حیرانی ہوئی۔ جب حضرت امام ربانی قدس سرہٗ سے اس عزت افزائی کا راز دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ شخص ابدال میں ہے۔ (زبدۃ المقامات)

Marfat.com

اس بیان میں کہ قلب کی سلامتی اس کے ماسوا کو بھول جانے پر موقوف ہے۔اور دنیوی امور میں زیادہ مصروف ہونے سے رُوکنے میں تا کہ دنیا کے ساتھ الفت ورغبت پیدا نہ ہو۔

عزیز بھائی کا مکتوب مرغوب موصول ہوا۔اور سلامتی قلب کے متعلق جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا تھا اس سے بھی آگاہی ہوئی۔ہاں ہاں دل کی سلامتی ماسوائے حق تعالیٰ کے ہر شے کو بھول جانے پر موقوف ہے۔اس حد تک کہ اگر غیر حق کا خیال تکلف وکوشش سے بھی لانا چاہیں تو نہ آئے۔اس صورت میں غیر خدا کا گزر دل پر نہیں ہو سکتا۔اس حالت کو فنائے قلبی سے تحریر کرتے ہیں۔اور یہ اس راہ میں قدم اول ہے۔اور اس سے درجات استعداد کے مطابق مراتب ولایت کے کمالات کی بشارت ملتی ہے۔ہمت بلند رکھیں۔اخروٹ ومنقی یعنی معمولی اشیاء پر قناعت نہ کریں۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ مَعَالِیَ الْھِمَمِ[1] اللہ تعالیٰ بلند ہمت والوں کو دوست بناتا ہے۔

دنیوی امور میں زیادہ رغبت سے خطرہ ہے کہ اس کمینی دنیا کے کاموں میں ہی نہ کہیں الجھ جاؤ دل کی موجودہ سلامتی سے دھوکا نہ کھا جائیں۔کیونکہ اس حالت کے چھن جانے کا امکان ہے۔اور دنیوی اشتغال کی طرف حتی المقدور رُخ نہ کریں تا کہ تا کہ دنیا سے ہی لگاؤ پیدا نہ ہو جائے۔اور یہ بات نقصان میں ڈال دے (عیاذاً باللہ سبحانہٗ) فقر میں جاروب کشی دولت مندوں کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔ساری ہمت اس طرف مبذول کرنی چاہیے کہ فقر ونامرادی ہی میں زندگی گزر جائے جس قدر شیر سے بھاگتے ہو اس سے زیادہ دولت اور ارباب دولت سے دور بھاگو۔والسلام۔

مکتوب نمبر (۱۱۷)

ملا یار محمد[2] قدیم بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ ابتداء قلب جس کے تابع ہوتا ہے۔اور انتہاء میں جا کر یہ تبعیت باقی نہیں رہتی۔

امید ہے کہ مولانا یار محمد نے ہمیں فراموش نہیں کیا ہوگا۔ایک عرصہ تک چونکہ قلب جس کے تابع رہتا

---

1 الجامع الکبیر للسیوطی بروایت ابن حبان طبرانی خرائطی ابن عساکر اور ضیا مقدسی بروایت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ

2 انھیں یار محمد قدیم اس لیے کہتے ہیں کہ ان کے بعد ایک اور یار محمد حضرت کے آستانہ شریف پر پہنچے۔بعد میں آنے والے جدید کہلائے۔دفتر اوّل کے مکاتیب کے جامع بھی یار محمد جدید ہیں۔حضرت مولانا یار محمد قدیم حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے قدیم اصحاب میں سے تھے۔آپ قائم اللیل اور صائم النہار تھے۔سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگوں کا حضور اور ان کی نسبت آپ میں نمایاں تھی۔کثیر السکوت اور کثیر المراقبہ تھے۔ولایت بدخشاں آپ کا وطن مالوف تھا۔تلاش حق میں نکلے اور عنایت ربانی نے آپ کو سرہند شریف میں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے منبع برکات وخیرات آستانہ عالیہ تک پہنچا دیا۔

Marfat.com

ہے۔اس لیے جو چیز حس سے دور ہوتی ہے قلب بھی اسے دور محسوس کرتا ہے۔حدیث مبارک

من لم یملک عینہ‘ فلیس القلب عندہ‘ — جو شخص اپنی آنکھ کی حفاظت نہیں کرتا اس کا دل اس کے قابو میں نہیں ہوتا۔

میں اسی مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔اور نہایت کار میں چونکہ قلب حس کے تابع نہیں رہتا‘ اس بنا پر حس سے دوری قرب قلبی پر اثر انداز نہیں ہوتی۔اسی لیے مشائخ طریقت نے مبتدی اور متوسط کے لیے شیخ کامل مکمل کی صحبت سے دور رہنے کو جائز نہیں رکھا۔

الغرض ”جو چیز پوری طرح حاصل نہ ہو سکے اسے بالکل ترک نہیں کرنا چاہیے۔“ کے مطابق اسی طریقہ پر قائم رہیں‘ اور ناجنس لوگوں کی صحبت سے پوری طرح اجتناب کریں۔

میاں شیخ مزمل کی تشریف آوری کو سعادت کا پیش خیمہ خیال کرتے ہوئے ان کی صحبت کو غنیمت جانیں اور زیادہ وقت ان کی صحبت میں گزاریں۔کیونکہ شیخ مزمل بے نظیر شخصیت ہیں۔والسلام

مکتوب نمبر (۱۱۸)

ملا قاسم علی چشتی کی طرف صادر فرمایا۔

اس جماعت کی نامرادی اور خسارے کے بیان میں‘ جو اہل اللہ پر اعتراض کرتی ہے۔

محبت کے نشانات والے مولانا قاسم علی نے جو خط ارسال کیا تھا موصول ہوا۔اس کے مضمون سے بھی واقفیت حاصل ہوئی۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَیْھَا — جو شخص نیک کام کرے گا اپنے ہی نفع کے لیے کریگا اور جو برائی کرے گا تو اس کا وبال اس کی اپنی ہی جان پر آ کر رہے گا۔

خواجہ عبداللہ انصاری فرماتے ہیں: ”الٰہی! تو جسے برباد کرنا چاہتا ہے اسے ہمارے طعن و تشنیع میں مبتلا کر دیتا ہے۔“

ترسم آں قوم کہ بر درد کشاں می خندند — برسر کار خرابات کنند ایماں را

مجھے ڈر ہے کہ وہ لوگ جو مے نوشوں پر ہنستے ہیں‘ شراب خانہ میں کہیں اپنا ایمان ہی نہ ضائع کر بیٹھیں۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ تمام اہل اسلام کو فقراء (اولیاء اللہ) کے انکار اور ان پر اعتراض سے بچائے بحرمۃ سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات

Marfat.com

مکتوب نمبر (۱۱۹)

میر محمد نعمان بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

شیخ مقتدا کی صحبت کی ترغیب اور اس امر کے بیان میں بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کامل حضرات اپنے بعض ناقص مریدوں کو بعض اچھی نیتوں کے تحت تعلیم طریقت کی اجازت دے دیتے ہیں۔

جناب میر صاحب کا مکتوب شریف موصول ہوا۔ یہ راستہ دیوانگی چاہتا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ:

لَنْ یُؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُقَالُ اِنَّہٗ مَجْنُوْنٌ — تم میں سے اس وقت تک ہرگز کوئی بھی مومن نہیں ہوگا۔ جب تک لوگ اسے دیوانہ نہ کہیں۔

اور جب دیوانگی آئی تو بندہ زن و فرزند کی تدبیر سے فارغ ہوگیا اور اِدھر اُدھر کے تفکرات سے نجات حاصل ہوگئی۔ یہ دیوانگی آپ کی طبیعت و سرشت میں موجود ہے۔ لیکن بے فائدہ عوارض کی خس و خاشاک میں آپ نے اسے چھپا رکھا ہے۔ کیا کیا جائے۔ اس ظاہری جدائی کے باعث آپ میں کچھ زیادہ ہی بے مناسبتی محسوس ہو رہی ہے۔ اس کا جلد تدارک کریں۔ اور بے استطاعتی کو عین اِستطاعت جانتے ہوئے اس ظاہری دوری کو دور کریں۔ اس گروہ صوفیاء کی جمعیت (دل جمعی) باقی مخلوق کی دلجمی کے علاوہ ہے۔ جو اسباب دوسروں کے لیے سکون کا باعث ہیں وہ ان کے لیے تفرقے اور بے چینی کا سبب ہیں۔ مخلوق کی پراگندگی کے اسباب اختیار کرنے چاہیں تا کہ جمعیت حاصل ہو۔ اور اگر بفرض محال مخلوق کی جمعیت کے اسباب میں ہی اس گروہ کو بھی جمعیت عطا کر دیں تو ایسی جمعیت سے ڈرنا چاہیے اور جناب حق سبحانہٗ میں التجا کرنی چاہیے تا کہ یہ جمعیت بلائے جان نہ بن جائے۔ اور دوسروں کے حالات پر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ سب کچھ اختلاف درجات کے مطابق تمام مراتب نقص دور ہونے سے پہلے ہے۔ ع

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست

دوست کی جدائی اگر تھوڑی بھی ہو تو تھوڑی نہیں

مشائخ طریقت نے بعض مریدوں کو ان کے تمام مراتب سلوک طے ہونے سے پہلے بھی تعلیم طریقت کی اجازت دی ہے۔[1]

حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ نے حضرت مولانا یعقوب[2] چرخی کو تعلیم طریقت اور بعض منازل سلوک طے کرانے کے بعد فرمایا "اے یعقوب! جو کچھ ہم سے تجھے ملا ہے اس مخلوق تک پہنچا دے۔ حالانکہ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے ان کو یہ بھی فرمایا کہ میرے بعد مولانا علاؤ الدین کی خدمت میں رہنا۔ چنانچہ آپ

[1] تو مرید کو ایسی اجازت ملنے سے غرور میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے اور اپنے آپ کو کامل نہیں سمجھ لینا چاہیے۔

Marfat.com

نے زیادہ کام حضرت علاؤ الدین ہی کی خدمت میں انجام دیا۔ یہاں تک کہ مولانا عبد الرحمٰن[3] جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب نفحات الانس میں آپ کو پہلے خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدین میں شمار کیا ہے۔ اور دوسرے درجے پر آپ کی نسبت حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف کی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس تفرقہ اور پراگندگی کا علاج ارباب جمعیت کی صحبت ہے۔ بار بار اور بڑی تاکید سے یہ مضمون آپ کو لکھا گیا ہے۔

سنا ہے کہ مولانا محمد صدیق نے نوکری اختیار کر لی ہے۔ اور فقراء کی وضع اور ان کے طور طریقے کو چھوڑ دیا ہے۔ افسوس ہزار افسوس، کہ کسی کو اعلیٰ علیین سے اسفل سافلین میں ڈال دیں۔ اب اس شخص کا معاملہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا نوکری میں اسے جمعیت نصیب ہوگی یا نہیں ہوگی۔ اگر حاصل ہوگی تو بھی بری ہے اور اگر حاصل ہوگی تو بدتر۔

اے اللہ! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما بیشک تو ہی بے اندازہ عطا فرمانے والا ہے۔ والسلام۔

---

۲ مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ کے اونچے درجے کے مریدین میں سے ہیں۔ آپ ظاہری و باطنی علوم کے جامع تھے۔ آپ کا اصل وطن علاقہ غزنیں میں قصبہ چرخ ہے۔ آپ عرصہ دراز تک حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں رہے ہیں۔ آپ کا مزار مبارکہ قصبہ ہلفتو علاقہ حصار میں ہے۔

آپ فرماتے ہیں حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں وارد ہے:

اذا جالستم اهل الصدق فاجلسوهم بالصدق فانهم جواسيس القلوب يدخلون في قلوبكم و ينظرون الى هممكم	جب اہل صدق کی مجلس میں بیٹھو تو صاف دل سے بیٹھو کیونکہ اہل اللہ دلوں کے جاسوس ہیں جو تمہارے دلوں میں داخل ہوتے ہیں اور تمہارے ارادوں کو دیکھتے ہیں۔

۳ حضرت مولانا نور الدین عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اصل لقب عماد الدین ہے۔ لیکن نور الدین کے لقب سے زیادہ مشہور ہیں۔ آپ ۸۱۷ھ شعبان المعظم کی ۲۳ تاریخ بوقت عشاء قصبہ جام میں پیدا ہوئے۔ آپ امام الائمہ کاشف الغمہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشہور شاگرد حضرت امام محمد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے اجداد کرام پہلے اصفہان کے محلہ دشت میں رہتے تھے۔ حوادث زمانہ کے باعث ترک وطن کر کے ولایت جام میں اقامت پذیر ہو گئے۔ آپ ابھی بچے ہی تھے کہ اپنے والد ماجد کے ساتھ ہرات آئے اور مدرسہ نظامیہ میں داخل لے کر مولانا جنید اصولی کے درس میں شریک ہوئے۔ اور ان سے شرح مفتاح اور مطول وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد

Marfat.com

مکتوب نمبر (۱۲۰)

یہ مکتوب بھی میر محمد نعمان بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

ارباب جمعیت کی صحبت کی ترغیب اور اس کے مناسب امور کے بیان میں

شاید حضرت میر صاحب نے ہم کو فراموش کر دیا ہے کہ کبھی سلام و پیام سے یاد نہیں فرمایا۔ فرصت بہت کم ہے اسے نہایت اہم کلام ہی میں صرف کرنا چاہیے۔ اور وہ ارباب جمعیت کی صحبت ہے۔ صحبت کے برابر کسی شے کو نہ جانو۔ چاہے کوئی ہی چیز ہو۔ آپ کو معلوم نہیں کہ صحابہ رسول اللہ ﷺ و بارک کو انبیاء علیہم السلام کے علاوہ باقی سب لوگوں پر صحبت کی بنا پر ہی فضیلت حاصل ہوئی۔ حتیٰ کہ صحابہ کرام اویس قرنی اور عمر مروانی سے افضل تھے۔ باوجودیکہ دونوں بزرگ صحبت رسول علیہ السلام کے علاوہ باقی تمام درجات کی نہایت اور تمام کمالات کی غایت تک پہنچ چکے تھے۔ اسی صحبت کی فضیلت کی بنا پر ہی حضرت امیر معاویہ کی خطا ان دونوں کے صواب سے بہتر اور عمرو بن العاص کی سہو و بھول ان دونوں کی ہوش و بیداری سے افضل تھی۔ کیونکہ ان بزرگ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ایمان رسول پاک علیہ السلام کی زیارت' فرشتوں کے نزول و حضور' مشاہدہ وحی اور معائنہ معجزات کی وجہ سے شہودی ہو چکا تھا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سوا اور کسی کو بھی یہ کمالات نصیب نہیں ہو سکے جو باقی تمام کمالات کی جڑ اور اصل ہیں۔ اگر حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحبت کی یہ فضیلت اس خاصیت کے ساتھ جان لیتے تو انہیں صحبت کی اس فضیلت کے پانے سے کوئی چیز نہ روکتی۔ اور نہ ہی وہ صحبت کی اس فضیلت پر کسی اور شے کو ترجیح دیتے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے خاص کرتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

حضرت میر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کے نہایت مدقق و محقق شاگرد مولانا خواجہ علی سمرقندی سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد مولانا سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تلامذہ میں سے ایک عالم مولانا شہاب الدین محمد جاجرمی سے استفادہ کیا اور ان سے تلویح اور مطول کے کچھ مقامات پڑھے۔ پھر آپ سمرقند میں محقق وقت قاضی روم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قاضی روم نے آپ کی جودت طبع اور قوت تصرف کی بڑی تعریف کی۔ پہلے آپ نے مولانا سعد الدین کاشغری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر باطنی علوم اور اسرار و معارف کا استفادہ کیا۔ پھر حضرت خواجہ عبید اللہ احرار سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہی سے سلسلہ نقشبندیہ کے مطابق علم باطن کی تکمیل کی۔ حضرت مولانا صاحبِ کرامات بزرگ تھے۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد ۵۴ ہے جو نہایت بلند پایہ ہیں۔ آپ کے شاگرد رشید حضرت مولانا عبدالغفور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاشیہ نفحات الانس میں آپ کی وفات کا حال بیان کیا ہے جو مختصراً یہ ہے کہ:

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بروز اتوار ۱۳ محرم الحرام ۸۹۸ھ میں بیمار ہوئے۔ اس سے چھٹے روز بعد جمعہ مبارک کے دن علی الصبح آپ کی نبض چلنا بند ہوئی اور عین نماز صبح کے وقت آپ کی روح پر فتوح قفس عنصری سے پرواز کی گئی اور آپ دار فنا سے دار بقا کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ کی تاریخ وفات آیہ کریمہ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا سے نکلتی ہے۔

Marfat.com

سکندر را نمی بخشند آبے بزور و زر میسر نیست ایں کار

سکندر کو آب حیات عطا نہیں کرتے۔ زور و زر سے یہ کام حاصل نہیں ہوتا۔

اے اللہ! اگرچہ تو نے اس دنیا میں ہمیں طبقہ صحابہ سے پیدا نہیں فرمایا۔ مگر آخرت میں بحرمت سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوات والتحیات والتسلیمات ہمیں گروہ صحابہ میں اٹھانا۔ (آمین) والسلام

مکتوب نمبر (۱۲۱)

یہ مکتوب بھی میر محمد نعمان کی طرف صادر ہوا۔

اس بیان میں کہ یہ راستہ سات قدم قرار ہو چکا ہے اور بعض دوست چھ قدم میں اپنی منزل مقصود تک پہنچے ہیں۔

حضرت میر صاحب کے ہر وقت بے شار دُعائیں شامل حال ہوں۔ مدت ہوئی ہے کہ آپ نے اپنے حالات کے متعلق اطلاع نہیں دی۔ اور یہاں کے فقراء کی خبر گیری نہیں فرمائی۔ الحمدُ لِلّٰہ سبحانہ' والمنة (اللہ سبحانہ کی حمد اور اس کا احسان ہے) کہ فقراء خوش حال ہیں۔ اجمال کے طور پر تھوڑی سی بات بیان کرتا ہے:

اے محبت کے نشانات والے! یہ سلوک کا راستہ سات قدم قرار پا چکا ہے۔ دوستوں کی ایک جماعت نے چھ قدم ہی میں اپنے کام کو انجام تک پہنچا دیا ہے' اور ایک گروہ نے پانچ قدم میں۔ اور ایک گروہ نے چار قدم اور ایک نے اپنے درجات کے فرق کے مطابق تین قدم ہی میں منزل مقصود کو پا لیا ہے۔ تین قدم والا بھی لوگوں کو اس راستہ کی تعلیم دے سکتا ہے' تو وہ جماعت بطریق اولیٰ اس راستہ کی تعلیم دے سکتی ہے جو کئی قدم آگے جا چکی ہے۔ بلند ہمتی درکار ہے۔ حقیر و معمولی اشیاء پر کفایت کرنا ٹھیک نہیں۔ اس سے زیادہ لکھنے کی گنجائش نہیں تھی۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۱۲۲)

ملا طاہر بدخشی کی طرف صادر فرمایا۔

بلند ہمت بننے کی ترغیب اور جو کچھ ہاتھ آجائے اس کی طرف توجہ نہ کرنے کے بیان میں۔

مولانا محمد طاہر خط کا جواب دیر سے دینے میں ہمیں معذور جانیں۔ مولانا یار محمد ہماری نقل و حرکت کی وجہ بتا دیں گے۔

جب آپ ہندوستان کے سفر کا پختہ ارادہ رکھتے ہیں تو چلے جائیں اور اہل و عیال کی خبر گیری کریں۔ والباقی عند التلاقی۔ "باقی ملاقات کے وقت" مثل مشہور ہے۔

Marfat.com

دل کی دائمی حضور اور اغیار کے میل جول سے پرہیز ضروری ہے۔ ہمت بلند رکھنی چاہیے۔ اور جو کچھ ہاتھ آئے جائے اس پر کفایت نہیں کرنی چاہیے۔

ما از پئے نورے کہ بود مشرقِ انوار
از مغربی و کوکب و مشکوٰۃ گزشتیم

ہم اس نور کی خاطر جو مشرق انوار بنا ہوا ہے، جانب مغرب ستاروں اور فراخ و کشادہ طاق سے آگے گزر گئے ہیں۔

اس زمانہ کے اکثر فقراء سیراب ہو جانے اور کفایت کے میدان میں مقیم ہو چکے ہیں۔ ان کی صحبت و مجالست زہر قاتل ہے۔ ان سے اس طرح دور بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔ اسی طریقہ پر کاربند ہیں اور واقعات کو کچھ اہمیت نہ دیں۔ کیونکہ تاویل کی گنجائش کا میدان بڑا وسیع ہے۔ خواب و خیال کے مکروہ فریب میں نہ آئیں۔

کیف الوصال الی سعاد و دونھا
قلل الجبال و دونھن خیوف

(ترجمہ): سعاد (معشوقہ) تک پہنچنا آسان نہیں۔ کیونکہ اس کے اور میرے درمیان پہاڑوں کی بلند چوٹیاں اور خوفناک نشیب و فراز حائل ہیں۔ والسلام۔

اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی حسن توفیق سے حصہ دوم دفتر اوّل کا اُردو ترجمہ اختتام پذیر ہوا۔ و صلی اللہ تعالیٰ علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا محمد و علیٰ الہٖ و صحبہٖ اجمعین و علینا معھم برحمتک یا ارحم الرحمین۔

---

1. آپ اوّلاً فوج میں ملازم تھے۔ ایک دفعہ جبکہ فوج کوئی قلعہ سر کرنے کی طرف متوجہ ہو چکی تھی آپ کو خواب میں حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دوسرے خلفاء کرام اور صحابہ کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو فرمایا یہ سفر ختم ہونے کے بعد تم فوج سے چلے جانا اور فقر و تجرید کا راستہ اختیار کرنا۔ اس سفر سے واپسی پر آپ نے ایسا ہی کیا اور کسی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس بزرگ نے آپ کو فرمایا تمہارا حصہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں معلوم ہوتا ہے۔ اور دہلی و لاہور کی طرف جانے کا اشارہ فرمایا۔ آپ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے چند روز کے بعد حضرت خواجہ قدس سرہ کا وصال ہو گیا۔ تو آپ حضرت امام ربانی قدس سرہ السامی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور آپ کے آستانہ شریف کے ہو کر رہ گئے۔ اور اس آستانہ سے اپنے فقر و عرفان کا حصہ پا لیا۔ آپ کو یہ سعادت حاصل تھی کہ آپ خلوت و جلوت میں عالم بیداری میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت و ملاقات سے مشرف ہوتے تھے اور مدت تک دیدار حبیب کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ نے آپ کو تعلیم طریقت کی اجازت دے کر جونپور کی طرف روانہ فرمایا۔

Marfat.com

صُحُفٌ مُّطَهَّرَةٌ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست

آخر آمد زپس پردہ تقدیر پدید

یعنی

اُردو ترجمہ

مکتوباتِ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ

دفتر اوّل ——— حصہ سوئم

تالیف

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

تصیح وحواشی وترجمہ

مولانا محمد سعید احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سابق خطیب جامع مسجد داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ ۰ غزنی سٹریٹ اُردو بازار ۰ لاہور

042-7352795 - 7124354

پروگریسو بکس

Marfat.com

فہرست مکتوبات امام ربّانی (اُردو) حصہ سوم (۳) دفتر اوّل

مضمون	صفحہ
مکتوب نمبر (۱۲۳)	
اس بیان میں کہ ادائے نفل اگرچہ بیت اللہ میں ہو۔ اگر فرائض میں سے کسی فرض کے فوت ہونے کا باعث ہو تو وہ لایعنی میں داخل ہے۔	۲۹۶
اپنے احوال کی تفتیش کرتے رہنا چاہیے کہ نفلی عبادت میں مصروف ہو یا فرض میں۔	......
ایک نفل حج کے لیے اتنے ممنوعات کا مرتکب ہونا ٹھیک نہیں۔	......
مکتوب نمبر (۱۲۴)	
اس بیان میں کہ استطاعت راہ وجوب حج کی شرط ہے۔ استطاعت نہ ہونے کی صورت میں حج کی ادائیگی حصول مطلوب کی نسبت تضییع اوقات میں داخل ہے۔	۲۹۷
فقراء (اولیاء اللہ) کی محبت میں عدم فتور عظیم سعادت کی نشانی ہے۔	......
اہم کام کو چھوڑ کر غیر اہم میں مشغول ہونا غیر مناسب ہے۔	......
مکتوب نمبر (۱۲۵)	
اس بیان میں کہ عالم صغیر (انسان) اور عالم کبیر (جہان) صفات اور اسمائے الٰہی کے مظاہر ہیں عالم کو صانع کے ساتھ مظہریت اور مخلوقیت کے سوا کچھ مناسبت نہیں۔	......
اللہ تعالیٰ ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ اس نے چاہا کہ پوشیدگی سے عالم ظہور میں جلوہ گر ہو۔	......
جہان اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے اور اس کے شیونات پر دلالت کرنے والا ہے۔	۲۹۸
اس بات کا بیان کہ اتحاد اور عینیت اور احاطہ اور معیت اور سریان ذاتی کا حکم سکر میں سے ہے۔	......
کشف صحیح والے حضرات حق تعالیٰ کو بسیط حقیقی جانتے ہیں۔ ایک مثال سے اس کی وضاحت	......
ایک ذات موجود تسلیم کرنا اور اس کے ماسوا کو اوہام وخیالات قرار دینا سوفسطائیہ کا مذہب ہے۔	......
مکتوب نمبر (۱۲۶)	
اس بیان میں کہ طالب کو چاہیے کہ تمام انفسی اور آفاقی آلہہ کی نفی کرے۔	۲۹۹
جو کچھ فہم و وہم کے حوصلہ میں آئے اس کی نفی لا کے تحت لا کر کرنی چاہیے۔ وجود کی بھی وہاں گنجائش نہیں۔ اس ذات کو وجود کے ماورا میں تلاش کرنا چاہیے۔	......
وجود واجب زائد علی الذات ہے۔	۳۰۰
وجود کو عین ذات کہنا کوتاہی نظری کے باعث ہے شیخ علاؤالدولہ کے قول کی نقل	......
اس درویش کو مرتبہ وجود سے اوپر گزار کر لے گئے۔ وجود کو راہ ہی میں چھوڑ گیا۔	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
الغرض حوصلہ ممکن میں جو کچھ آتا ہے وہ بطریق اولیٰ ممکن ہی ہوتا ہے	......
فنافی اللہ اور بقاباللہ کے حصول سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ ممکن واجب بن جاتا ہے۔	......
بلند ہمتی اسی طرح کے مطلب کو چاہتی ہے کہ اس ذات سے کچھ بھی ہاتھ میں نہ آئے اور اس کا کچھ نشان بھی معلوم نہ ہو۔	......
مکتوب نمبر (١٢٧)	
اس بیان میں کہ والدین کی خدمت اگرچہ حسنات میں سے ہے لیکن مطلب حقیقی تک وصول کے سامنے محض بیکاری میں داخل ہے۔	٣٠١
اللہ کا حق تمام خلائق کے حقوق پر مقدم ہے مخلوق کے حقوق کی ادائیگی خدا تعالیٰ کے حکم کی فرماں برداری کی وجہ سے ہے۔	......
مکتوب نمبر (١٢٨)	
بلند ہمتی کی ترغیب اور مطلب بے چونی کے سوا کسی شے پر کفایت نہ کرنے کے بیان میں۔	٣٠٢
المرء مع من احبّ	......
مطلب کو وراء الورا میں تلاش کرنا چاہیے۔ اس معنی کا حصول شیخ مقتداء کی توجہ سے وابستہ ہے اور اس کی توجہ مرید کے اخلاص اور محبت کے اندازے کے مطابق ہے۔	......
مکتوب نمبر (١٢٩)	
اس بیان میں کہ انسان کی جامعیت اس کے تفرقے اور جامعیت کا باعث ہے۔	......
بہترین مخلوقات بھی انسان اور بدترین مخلوقات بھی یہی ہے۔	٣٠٣
تعلقات کی میل کچیل سے مکمل آزادی حضرت محمد رسول ﷺ کا خاصہ ہے۔ آپ کے بعد انبیائے کرام اور دوسرے اولیاء ہیں۔	......
مکتوب نمبر (١٣٠)	
اس بیان میں کہ تلوینات احوال کا کچھ اعتبار نہیں	......
مکتوب نمبر (١٣١)	
حضرات خواجگان کے طریقہ کی شان کی بلندی کے بیان میں۔	٣٠٤
یہ جان لیں کہ حضرات خواجگان کا طریقہ مطلوب تک پہنچانے میں تمام دوسرے طریقوں سے زیادہ قریب ہے۔ دوسروں کی نہایت ان کی ابتدا میں درج ہے یہ سب کچھ سنت کی پابندی اور بدعت سے بچنے کی وجہ سے ہے۔ احوال و مواجید کو احکام شرعیہ کے تابع کیا گیا ہے۔	......
بعض متاخرین خلفاتے نے اس طریقہ میں بہت سی نئی باتیں رائج کر دی ہیں۔	٣٠٥
مثلاً نماز تہجد' جماعت اور پوری جمعیت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ عمل مکروہ ہے۔	......
نماز تہجد میں ایک دوسری بدعت کا بیان۔	......
مکتوب نمبر (١٣٢)	
دولت مندوں کی صحبت سے اجتناب اور فقراء	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
کی صحبت کی ترغیب کے بیان میں۔	۳۰۶
فقراء کی جاروب کشی اغنیاء کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔	......
ان من ازواجکم و اولادکم عدوا لکم فاحذروھم	......
مکتوب نمبر (۱۳۳)	
اس بیان میں کہ فرصت کو غنیمت جاننا چاہیے۔ اور وقت کی قدر کرنی چاہیے۔	۳۰۷
رسوم و عادات سے کچھ کام نہیں بنتا۔	......
ھلک المسوفون	......
مکتوب نمبر (۱۳۴)	
تسویف (تھوڑی دیر کو یہ کام کرلوں گا) اور تاخیر سے روکنے کے بیان میں۔	۳۰۸
مکتوب نمبر (۱۳۵)	
ولایت عامہ اور خاصہ کے بیان میں۔	......
ولایت خاصہ محمدیہ عروج و نزول کے دونوں پہلوؤں کے اعتبار سے تمام مراتب ولایت سے ممتاز ہے۔	......
آنحضرت ﷺ کو معراج جسمانی ہوا۔ اور آپ رویت بصری سے مشرف ہوئے۔ آپ کے کامل متبعین کو بھی اس سے حصہ ملتا ہے۔	۳۰۹
مکتوب نمبر (۱۳۶)	
مطلوب حقیقی کے حاصل کرنے میں تسویف اور تاخیر سے روکنے کے بیان میں۔	......

مضمون	صفحہ
درویشی میں طول امر کفر ہے۔	......
مکتوب نمبر (۱۳۷)	
نماز کی شان کی بلندی کے بیان میں۔	۳۱۰
عبادات میں لذت اور ان کی ادائیگی میں کلفت کا دور ہو جانا خصوصاً ادائے نماز میں اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ وہ لذات جو نماز میں نصیب ہوتی ہے۔ اس میں نفس کا کچھ حصہ نہیں۔	......
مکتوب نمبر (۱۳۸)	
کمینی دنیا کی مذمت اور برائی میں اور ارباب دولت سے دور رہنے کے بیان میں۔	۳۱۱
دنیا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔	......
ان من ازواجکم و اولادکم عدوا لکم فاحذروھم	......
دنیاداروں کی صحبت و مجلس زہر قاتل ہے۔	......
حدیث من تواضع لغنی لغناہ ذھب ثلثا دینہ	۳۱۲
مکتوب نمبر (۱۳۹)	
اس بیان میں کہ اس بدنصیب گروہ کی مذمت کرنا جائز ہے جو اہل اللہ پر اعتراض کرتا ہے۔	......
مخلوق کی طرف سے ایذاء اور ملامت عشق کے تحفوں میں سے ہے۔	......
مکتوب نمبر (۱۴۰)	
اس میں بیان میں کہ رنج و محنت محبت کے لوازمات میں سے ہے۔	۳۱۲

Marfat.com

مضمون	صفحہ
مکتوب نمبر (۱۴۱)	
اس بیان میں کہ اس کام (راہ معرفت) میں عمدہ کام اخلاص و محبت ہے۔	......
مکتوب نمبر (۱۴۲)	
اس بیان میں کہ ان بزرگوں کی نسبت اگر تھوڑی سی بھی نصیب ہو جائے تو وہ تھوڑی نہیں۔	۳۱۴
مکتوب نمبر (۱۴۳)	
اس بیان میں کہ موسم جوانی کو غنیمت جاننا چاہیے اور لہو و لعب میں صرف نہیں کرنا چاہیے۔	۳۱۵
مکتوب نمبر (۱۴۴)	
سیر و سلوک کے معنی کے بیان مین اور سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ اور دو اور سیروں کا بیان	۳۱۶
سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ ولایت کے حاصل کرنے کے لیے ہیں، اور تیسری اور چوتھی سیر مقام دعوت کے حصول کے لیے ہے۔	۳۱۷
مکتوب نمبر (۱۴۵)	
اس بیان میں کہ نقشبندی مشائخ نے سیر کی ابتداء عالم امر سے اختیار کی ہے۔ اور اس سرّ کے بیان میں کہ اس طریقہ کے بعض مبتدی جلد متاثر کیوں ہوتے ہیں۔	۳۱۸
مکتوب نمبر (۱۴۶)	
سبق کے تکرار کی نصیحت کے بیان میں۔	......
ایسا نہ ہو کہ دنیا کی کروفر طالب کو جگہ سے ہلا دے۔	......
مکتوب نمبر (۱۴۷)	
اس بیان میں کہ گسستن پیوستن پر مقدم ہے یا معاملہ اس کے برعکس ہے۔	۳۱۹
اس بارے میں مشائخ کے تین گروہ ہیں	......
مکتوب نمبر (۱۴۸)	
اس بیان میں کہ سیر الی اللہ کا اظہار کرنے والا بے حاصل ہے۔ اور اس بیان میں کہ مشائخ کی روحانیات کے توسل کے فریب میں نہیں آنا چاہیے کیونکہ مشائخ کی وہ صورتیں در حقیقت اپنے شیخ مقتدا کے لطائف ہوتے ہیں۔	۳۲۰
مکتوب نمبر (۱۴۹)	
اس بیان میں کہ نظر کسی معین سبب پر نہیں گاڑھ دینی چاہیے۔	......
لوگوں کی گفت و شنید سے دلگیر نہیں ہونا چاہیے	۳۲۱
مکتوب نمبر (۱۵۰)	
اس بیان کہ مطلوبیت کے شایان شان صرف ذات حق سبحانہ ہے۔	......
مکتوب نمبر (۱۵۱)	
طریقہ حضرات خواجگان کی بزرگی کے بیان میں۔ اور "یادداشت" کا وہ معنی جو ان اکابر کے ساتھ مخصوص ہے۔	۳۲۲
مکتوب نمبر (۱۵۲)	
اس بیان میں کہ رسول کی اطاعت میں عین حق تعالیٰ کی اطاعت ہے۔	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
بعض مشائخ نے حالتِ سکر میں ایسی باتیں کہی ہیں جو دو اطاعتوں کے درمیان فرق کی خبر دیتی ہیں۔	۳۲۳
مکتوب نمبر (۱۵۳)	
اس بیان میں کہ ماسوا کی غلامی سے مکمل آزادی فناء مطلق سے وابستہ ہے۔	۳۲۴
احوال و مقامات میں گرفتار غیر میں گرفتار ہے۔	۳۲۵
مکتوب نمبر (۱۵٤)	
اس بیان میں کہ اپنے آپ سے گزرنا چاہیے اور اپنے اندر آنا چاہیے۔	......
دَعْ نَفْسَکَ وَتَعَالَ جو کچھ ہے تیری گوڈری کے نیچے ہے۔	۳۲٦
سیر آفاقی دوری ہی دوری پر مشتمل ہے اور سیر انفسی قرب در قرب ہے جو شخص اسے حلول یا اتحاد سمجھے وہ احمق اور گمراہ ہے۔ اس مقام کے حاصل ہونے سے قبل اس میں غور و فکر کرنا ممنوع ہے۔	......
مکتوب نمبر (۱۵۵)	
اپنے اصل کی طرف رجوع کی ترغیب کے بیان میں	......
حُبّ الوطن من الایمان صحیح حدیث ہے۔	۳۲۷
بے چارہ کہاں جائے۔ اس کی پیشانی تو اس کے ہاتھ میں ہے۔	......
مکتوب نمبر (۱۵٦)	
اہل اللہ کی صحبت و مجلس کی ترغیب کے بیان میں	......
المرء مع من احب	......
بہر صورت چند روزہ زندگی فقراء کے ساتھ بسر کرنی چاہیے۔	۳۲۸
مکتوب نمبر (۱۵۷)	
اس بیان میں کہ جب کوئی درویشوں کی خدمت میں جائے تو چاہیے کہ اپنے آپ کو خالی تصور کرے۔ تاکہ پُر ہو کر واپس آئے۔ اور اس بیان میں کہ سب سے پہلے عقائد درست کرنے چاہییں۔	......
حضرت خواجہ نقشبند نے فرمایا ہے کہ اوّل خستگی اور عاجزی درکار ہے۔ پھر کسی شکستہ دل کی توجہ مبذول ہوگی۔	......
جو کچھ لازم اور ضروری ہے اول یہ ہے کہ عقائد درست کیے جائیں۔ دوم احکام شرعیہ کا علم حاصل کرنا۔ سوم اس علم کے مطابق عمل کرنا۔ چہارم تصفیہ اور تزکیہ کا راستہ اختیار کرنا۔	۳۲۹
مکتوب نمبر (۱۵۸)	
اس بیان میں کہ مراتب کمال میں فرق استعدادوں کے فرق کے مطابق ہے۔	۳۳۱
مکتوب نمبر (۱۵۹)	
ماتم پرستی کے بیان میں۔	......
آلام اور مصائب بظاہر تلخ ہیں لیکن باطن میں شیریں ہیں	......
حدیث ما المیت الا الغریق المتغوث ینتظر دعوۃ الخ.	۳۳۲
مکتوب نمبر (۱٦۰)	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
اس بیان میں کہ مشائخ طریقت تین گروہ ہیں اور ہر گروہ کے حال کی شرح	۳۳۳
پہلا گروہ اس امر کا قائل ہے کہ عالم حق تعالیٰ کی ایجاد سے خارج میں موجود ہے۔ اور جو کچھ اس میں ہے حق تعالیٰ کی ایجاد سے ہے۔	......
دوسرا گروہ عالم کو حق تعالیٰ کا ظل قرار دیتا ہے اور بطریق ظلّیت عالم کو خارج میں مانتا ہے۔	۳۳۴
تیسرا گروہ وحدت وجود کا قائل ہے یعنی خارج میں صرف ایک ذات موجود ہے اور بس الخ	......
الاعیان ما شمت رائحة الوجود	......
تیسرا گروہ بھی اگرچہ واصل اور کامل ہے مگر اس کی باتوں نے مخلوق کو ضلالت اور بے دینی تک پہنچایا ہے۔	۳۳۵
پہلا گروہ سب سے کامل سب سے زیادہ محفوظ اور کتاب وسنت کے ساتھ سب سے زیادہ موافق ہے اور اس کا بیان۔	۳۳۶
اس بلند گروہ کو مقام عبدیت سے جو نہایت مقامات ہے مکمل حصہ ہے۔	......
یہ درویش بھی پہلے توحید وجودی کا معتقد تھا۔ الخ	......
مکتوب نمبر (۱۶۱)	
اس بیان میں کہ منازل سلوک طے کرنے سے مقصود ایمان حقیقی کا حصول ہے جو اطمینان سے وابستہ ہے۔	۳۳۷
اس امر کا بیان کہ اطمینان نفس کب میسر آتا ہے۔	......
سلامتی قلب کی نشانی	......
مکتوب نمبر (۱۶۲)	
ماہ رمضان مبارک کی فضیلت کے بیان میں اور قرآن مجید کے ساتھ اس کی مناسبت کا بیان اور کھجور کی جامعیت کا بیان	۳۳۸
حدیث اکرموا عمتکم النخلة الخ	۳۳۹
حدیث نعم سحور المؤمن التمر	......
مکتوب نمبر (۱۶۳)	
اس بیان میں کہ ایمان اور کفر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔	۳۴۰
کفار سے جہاد اور ان پر سختی خلق عظیم میں داخل ہے۔	......
اسلام کی عزت کفر اور اہل کفر کی خواری میں ہے جس نے اہل کفر کی عزت کی اس نے اہل اسلام کو خوار کیا۔	......
کفار کو اپنی مجالس میں جگہ دینا اور ان کے ساتھ ہمنشینی کرنا انہیں عزت دینے میں داخل ہے۔	......
انہیں کتوں کی طرح جاننا چاہیے	......
کفار سے دوستی کے نقصان کا بیان	۳۴۱
جزیہ لینے سے مقصود کا بیان	......
اسلام کے حصول کی علامت کفار کے ساتھ بغض وعناد رکھتا ہے۔	......
کفار سے دعا انہیں طلب کرنی چاہیے۔	......
جس طرح اسلام کفر کی ضد ہے اسی طرح آخرت	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
دنیا کی ضد ہے۔	۳۴۲
ترک دنیا دو طرح پر ہے۔	......
سونے چاندی اور ریشم کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہیے۔	......
مباح امور کے دائرے کو بہت وسیع کر دیا گیا ہے۔ حل و حرمت کے بارے میں ہمیشہ دیندار علماء کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔	۳۴۳
مکتوب نمبر (۱٦٤)	
اس بیان میں کہ حق سبحانہ کا فیض خاص و عام پر ہر وقت ہمیشہ وارد ہوتا رہتا ہے۔ اس کے قبول کرنے یا نہ قبول کرنے کا فرق مخلوق کی طرف سے ہے۔	......
حق تعالیٰ سے منہ پھیرنے کی صورت میں دنیا اور اس کی نعمتیں عین خرابی ہیں۔	۳۴۴
مکتوب نمبر (۱٦٥)	
صاحب شریعت کی متابعت اور اس کی شریعت سے بغض و عداوت کرنے والوں کے بیان میں۔	......
کمال محبت کی علامت یہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کے دشمنوں سے کامل بغض رکھا جائے۔	......
اہل ہوا اور بدعت کو خوار رکھنا چاہیے	......
حدیث من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی ہدم الاسلام.	......
مکتوب نمبر (۱٦٦)	
اس بیان میں کہ چند روزہ زندگی پر دار و مدار	

مضمون	صفحہ
نہیں رکھنا چاہیے۔ اور ذکر کثیر کے ذریعہ مرض قلبی کا ازالہ کرنا چاہیے۔	۳۴٦
وہ دل جو غیر حق میں گرفتار ہو اس سے خیر کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ وہ روح جو حقیر اشیاء کی طرف مائل ہو نفس امارہ اس بہتر ہے۔	......
حضرت مجدد قدس سرہٗ کا اپنے کرتے کے پہننے کا حکم دینا اور اس سے نتائج کا منتظر رہنا' کیونکہ وہ کرتہ مبارک کثیر البرکت ہے۔	۳۴۷
مکتوب نمبر (۱٦٧)	
پروردگار عالم کی بندگی کی ترغیب اور باطل الٰہوں کی پرستش سے بچنے کے بیان میں۔	......
اللہ تعالیٰ کی صفت کہ وہ بے کیف و بے مثال ہے اور وہ باپ اور فرزند سے پاک ہے۔ اور رام کرشن کے الٰہ ہونے کی صلاحیت نہ رکھنا اور ہندوؤں کے خداؤں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں فرق	۳۴۸
مکتوب نمبر (۱٦٨)	
سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی بلندی شان کے بیان میں اور اس جماعت کے حال کی شکایت کے بیان میں جنہوں نے اس طریقہ میں نئی نئی چیزیں رائج کر دی ہیں۔	۳۴۹
مکتوب نمبر (۱٦٩)	
اس مرید کے سوال کے جواب میں جس نے اپنے پیر سے کہا تھا کہ اگر تو بھی میرے خاص وقت میں مداخلت کرے گا تو تیرا سرتن سے جدا کر دونگا	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
پیر نے اس کی بات کو پسند کیا۔	۳۵۱
ابتداء اور درمیان میں مطلوب کو پیر کے آئینہ کے بغیر نہیں دیکھا جاسکتا۔	۳۵۲
مکتوب نمبر (۱۷۰)	
اس بیان میں کہ آدمی کے لیے جس طرح اوامر و نواہی کی بجا آوری کے بغیر چارہ نہیں' حقوق مخلوق کی ادائیگی کی رعایت کے بغیر بھی چارہ نہیں۔	......
مکتوب نمبر (۱۷۱)	
اس بیان میں کہ جو کچھ فقراء پر لازم ہے یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے کو ذلیل جانیں اور محتاج خیال کریں۔ اور وظائف عبودیت بجالاتے رہیں' اور حدود شرعیہ کی حفاظت کریں' اور متابعت سنت کو لازم پکڑیں' اور اپنے گناہوں کے غلبے کا مشاہدہ کرتے رہیں۔ اور علام الغیوب کے انتقام کا خوف رکھیں۔	۳۵۳
حدیث ان اللّٰہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر	۳۵۴
وہ مرید جو طلب کے ارادہ سے آئے اور مشغولی کا ارادہ ظاہر کرے اسے شیر اور ببر کی طرح خیال کرنا چاہیے۔	......
اگر فرضاً کسی مرید کے آنے سے فرحت محسوس کریں تو اسے کفر اور شرک جانیں۔	......
مرید کے مال میں طمع اور اس سے دنیوی منافع کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔	......
حدیث حُبّ الدنیا رأس کل خطیئۃ	......

مضمون	صفحہ
مکتوب نمبر (۱۷۲)	
بعض ان اسرار خاص کے بیان میں جو نہایت ہی کم اولیاء اللہ کے حصے آتے ہیں۔ اور اس بیان میں کہ اس مقام میں' عارف اپنے آپ کو دائرہ شریعت سے باہر پاتا ہے۔ اس کے سبب کا بیان اور اس کی ظاہر شریعت سے مطابقت	۳۵۵
شریعت کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت اس کی صورت تو وہ ہے جو علماء ظاہر بیان کرتے ہیں۔ اور حقیقت وہ ہے جس کے ساتھ صوفیہ عالیہ ممتاز ہیں۔	......
جاننا چاہیے کہ تکلیفات شرعیہ قالب اور قلب دونوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔	۳۵۶
سوال و جواب	
مکتوب نمبر (۱۷۳)	
میر محمد نعمان کی طرف' اس سوال کے جواب میں جو انہوں نے کیا تھا۔ اور بعض اسرار غریبہ کا بیان جو نفی و اثبات سے تعلق رکھتے ہیں۔	......
معنی کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللّٰہ کا بیان کہ اس کے دو مقام ہیں اور ہر ایک مقام کے دو اعتبار ہیں۔	۳۵۷
مکتوب نمبر (۱۷۴)	
اس بیان کہ اس راہ کے دیوانے اس معیت سے تسلی نہیں پکڑتے۔ اور اس بعد قرب نما سے تسکین نہیں پاتے۔ اور اس بیان میں کہ جو واقعہ	

Marfat.com

مضمون	صفحہ

لکھا تھا وہ جن کا ظہور تھا ۳۵۹

مکتوب نمبر(۱۷۵)

تلوینات احوال کے بیان میں اور تمکین کا حصول اور حدیث لی مع اللہ وقت کے معنی کا بیان ۳۶۰

مکتوب نمبر(۱۷۶)

اس بیان میں کہ وقت کی حفاظت اس راہ کی ضروریات میں سے ہے۔ شعر خوانی اور قصہ پردازی کو دشمنوں کا حصہ قرار دیتے ہوئے خاموشی اور باطنی نسبت کی حفاظت میں مشغول رہنا چاہیے۔ ۳۶۱

ایسی زندگی بسر کرنا چاہیے کہ صحبت میں رہنے والوں کو جمعیتِ قلب نصیب ہو۔ یہ نہ ہو کہ وہ پراگندگی کا شکار ہو جائیں۔ ......

مکتوب نمبر(۱۷۷)

آرائے اہل سنت و جماعت کے مطابق عقائد کی تصحیح کی ترغیب کے بیان میں۔ ۳۶۲

مکتوب نمبر(۱۷۸)

ایک شخص کی سفارش اور سردار عالمیاں کی متابعت کی ترغیب میں ......

احسان کرنا ہر جگہ اچھا ہے لیکن قرب و جوار والوں کے ساتھ احسان کرنا خاص کر زیادہ اچھا ہے۔ اور سرور عالمیان علیہ السلام کا اہل جوار کے حقوق کی ادائیگی میں بار بار تاکید فرمانا۔ ۳۶۳

مکتوب نمبر(۱۷۹)

نصیحت اور وقت جوانی کی غنیمت جاننے اور علوم شرعیہ کی تحصیل کی ترغیب میں ......

مکتوب نمبر(۱۸۰)

مخدوم زادہ امکنگی کی طرف پیروں کے بعض اسماء کے استفسار میں جن میں تردد اور شک تھا۔ ......

خواجہ خاوند سے ملاقات کا ذکر اور حضرت خواجہ خاوند کے کلام کے نقل کرنے اور خواجہ صاحب مذکور کے حال کی شکایت کے بیان میں۔ ۳۶۴

مکتوب نمبر(۱۸۱)

اپنے فرزند ارجمند خواجہ محمد صادق کی طرف۔ ان کے اس استفسار کے جواب میں کہ اس کیا سبب ہے کہ میں مشائخ کی ایک جماعت دیکھتا ہوں کہ قرب الٰہی کے مراتب میں ادنی درجہ رکھتی ہے۔ حالاں کہ مقامات زہد و توکل وغیرہ میں بلند درجات پر فائز ہے اور ایک دوسری جماعت کو دیکھتا ہوں جو مراتب قرب میں تو فوقیت رکھتی ہے مگر مقامات مذکورہ میں نیچے ہے۔ ۳۶۵

صاحب رجوع کے باوجود اکمل ہونے کے اس کے کمالات کو پوشیدہ رکھا گیا ہے اور اس کے ظاہر کو عوام الناس کی طرح ظاہر پر چھوڑا گیا ہے۔ ۳۶۶

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اطمینان قلب طلب کرنے کے راز کے بیان میں۔ ......

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کے قول مبارک لو کشف الغطاء ما ازددت یقینا کے راز کے بیان میں۔ ۳۶۷

Marfat.com

مضمون	صفحہ
مکتوب نمبر (۱۸۲)	
حدیث نبوی ذلک من کمال الایمان کے بیان میں۔	......
مکتوب نمبر (۱۸۳)	
نصیحت اور استقامت و جمعیت اور تعلقات پراگندہ کے چھوڑنے کی ترغیب کے بیان میں	۳۶۸
مکتوب نمبر (۱۸۴)	
متابعت سیّد المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی ترغیب کے بیان میں۔	۳۶۹
حضرت جنید کو اُن کے فوت ہونے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا اور ان کا حال پوچھا۔ آپ نے جواب دیا۔ طاحت العبارات الخ	......
مکتوب نمبر (۱۸۵)	
ایک شخص کی سفارش میں۔	......
جو چیز لازم وضروری ہے وہ ماسوائے حق تعالیٰ کی گرفتاری سے قلب کی سلامتی ہے۔	......
اگر ہزار سال بھی زندگی مل جائے دل پر غیر کا گزر نہیں ہوسکتا۔	۳۷۰
مکتوب نمبر (۱۸۶)	
متابعت پر ابھارنے اور بدعت سے بچنے اور اس بیان میں کہ ہر بدعت ضلالت ہے۔	......
مطلقاً ہر بدعت میں نفی حسن کا بیان	
یہ فقیر کسی بدعت میں بھی حسن اور نورانیت کا مشاہدہ نہیں کرتا۔	......

مضمون	صفحہ
بعض بدعات کا بیان مثلاً کفن میں عمامے کا زیادہ کرنا اور شملہ بائیں جانب چھوڑنا اور نماز کی نیت زبان سے کرنا۔	۳۷۴
قیاس اور اجتہاد بدعت نہیں ہیں۔	......
مکتوب نمبر (۱۸۷)	
اس بیان میں کہ طریقہ رابطہ (تصور شیخ) تمام طریقوں سے مطلوب تک پہنچانے میں زیادہ قریب راستہ ہے اور مرید کے لیے ذکر سے بھی زیادہ نافع ہے۔	......
حضرت خواجہ احرار کا قول مبارک کہ رہبر کا سایہ ذکر حق سے بہتر ہے۔	۳۷۵
مکتوب نمبر (۱۸۸)	
بعض مسائل کے حل میں۔	......
جب ظاہر باطن کا رنگ اور باطن ظاہر کا رنگ اختیار کرلے تو پھر دونوں ایک دوسرے کے احکام اخذ کرلیتے ہیں۔	......
مکتوب نمبر (۱۸۹)	
اس بیان میں کہ تعلقات دنیوی میں گرفتاری کے باوجود دل میں فقراء کی یاد کا ہونا فقراء کے ساتھ شدید مناسبت کی نشانی ہے۔ اور یہ کہ دنیا کی تروتازگی پر فریفتہ نہ ہونا چاہیے اور باطنی سبق کو عزیز جاننا چاہیے۔ اور احکام شریعت سے سرتابی نہیں کرنی چاہیے۔	......
مکتوب نمبر (۱۹۰)	
ہمیشہ ذکر الٰہی کرنے کی ترغیب اور طریقہ	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
نقشبندیہ اختیار کرنے اور ذکر کرنے کے طریقہ کے بیان میں۔	۳۷۶
اگر ذکر کے دوران بے تکلف پیر کی صورت ظاہر ہو تو اسے بھی دل میں لے جائے۔	......
جانتے ہو پیر کون ہے؟ پیر وہ ہے جس سے حق تعالیٰ تک پہنچنے کے راستے میں استفادہ کرتا ہے۔	۳۷۷
صرف کلاہ اور دامنی اور شجرہ پیری مریدی کی حقیقت سے خارج ہے۔	......
مکتوب نمبر (۱۹۱)	
انبیاء کرام کی متابعت کی ترغیب میں اور اس بیان میں کہ احکام شرعیہ میں پوری آسانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔	۳۷۸
ہزار سالہ ریاضتیں اور مجاہدے بھی اگر متابعت انبیائے کے نور سے منور نہ ہوں تو ان کی ایک جَو جتنی قیمت نہیں ہے۔ اور دوپہر کے قیلولے کے برابر جو انبیائے کرام کے حکم کے مطابق ہے ان ریاضیات کی قدر نہیں۔	......
نماز اور زکوٰۃ اور کھانے پینے اور لباس وغیرہ میں آسانی کا بیان	۳۷۹
ان آسانیوں کے باوجود کوئی شخص احکام شرعیہ مشکل جانے تو وہ مرض قلبی میں مبتلا ہے۔	......
مرض قلبی یقین کا فقدان ہے۔ ایسے لوگ جو تصدیق رکھتے ہیں وہ صورت تصدیق ہے حقیقت تصدیق نہیں۔	......
مکتوب نمبر (۱۹۲)	
جلد اوّل کے مکتوب نمبر ۱۱ کے متعلق ایک استفسار کے جواب میں۔	۳۸۰
شہداء کرام میں وہ فضیلتیں ہیں جو انبیاء میں نہیں ہیں حالانکہ فضیلت کلی انبیاء کو حاصل ہے۔	۳۸۱
مکتوب نمبر (۱۹۳)	
عقائد کی درستی کی ترغیب اور احکام فقہیہ حلال و حرام وغیرہ کے سیکھنے پر ابھارنے اور اسلام کی غربت کے بیان میں اور دین کی ترویج کی ترغیب میں۔	......
گوبند کافر لعین اور اس کی اولاد کے قتل ہونے کا کام بہت خوب ہے۔ اور مردود ہندوؤں کی شکست عظیم کا باعث ہوا۔	۳۸۳
جزیہ لینے سے مقصود کفار کی ذلت وخواری ہے	۳۸۴
کفار سے جہاد اور ان پر سختی ضروریات دین میں سے ہے۔	......
احکام شرعی کی تبلیغ کے لیے اظہار کرامت و خوارق کی کچھ ضرورت نہیں۔	......
ما اوذی نبی مثل ما اوذیت	......
مکتوب نمبر (۱۹۴)	
ترویج ملت اور تائید دین پر ابھارنے کے بیان میں۔	۳۸۵
علماء سوء دین کے چور ہیں اور بہترین علماء بہترین مخلوق ہیں۔	......
مکتوب نمبر (۱۹۵)	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
ترویج شریعت پر اُبھارنے اور ضعف و کمزوری اسلام پر رنج و افسوس کے اظہار کے بیان میں۔	......
جبلت الخلائق علی حب من احسن الیها.	......
الناس علی دین ملوکهم	۳۸۶
شعائر اسلام میں سے ایک یہ ہے کہ اسلامی شہروں میں قاضی مقرر کیے جائیں۔	......
مکتوب نمبر (۱۹۶)	
جس راہ کے طے کرنے کے ہم درپے ہیں وہ سات قدم ہے اور ان قدموں کی تفصیل	۳۸۷
مکتوب نمبر (۱۹۷)	
اس بیان میں کہ وہ شخص سعادت مند ہے جس کا دل دنیا سے سرد پڑ چکا ہو۔	۳۸۸
الدنیا ملعونة و ملعون ما فیها الا ذکر الله	......
دنیا وہ چیز ہے جو دل کو حق تعالیٰ سے پھیر دے۔	......
اہل دنیا دنیا میں ہمیشہ پراگندگی کا شکار رہتے ہیں اور آخرت میں اہل ندامت میں سے ہوں گے۔	......
اہل کرم کا شیوہ ایثار و قربانی ہے۔	۳۸۹
مکتوب نمبر (۱۹۸)	
اس بیان میں کہ اس زمانہ میں فقراء کا اغنیاء کے ساتھ آشنائی قائم کرنا بہت مشکل ہے۔	......
تواضع اور حسن خلق فقر کے لوازمات سے ہے۔	......
استغناء بھی لوازم فقر سے ہے	......
عرفت ربی بجمع الاضداد	......
مکتوب نمبر (۲۱)	
مکتوب الیہ نے جو اورد اور مشغول کی طلب کی تھی اس کے قبول کرنے کے بیان میں۔	۳۹۰
مکتوب نمبر (۲۰۰)	
نحات کی عبارت کے حل میں جو اغلاق رکھتی تھی	
اجتباء کا راستہ انابت سے مشروط نہیں اور محبوبوں کا راستہ ہے۔	......
اکابر نقشبندیہ نے یہی نا مسلوک راستہ طریقہ کیا ہے اور ان کے راستہ کے لیے وصول لازم ہے۔	۳۹۱
حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہ میں نے حق تعالیٰ سے ایک ایسے راستے کی درخواست کی جو البتہ موصل ہو۔	......
مکتوب نمبر (۲۰۱)	
اس شخص کے جواب میں جو یہ کہتا ہے کہ سارے علوم دو تین حرفوں میں درج ہیں۔	۳۹۳
مکتوب نمبر (۲۰۲)	
اس جماعت کے حال پر افسوس کے بیان میں جس نے اپنے آپ کو ان اکابر کی عقیدت و ارادت کی لڑی میں پرو دیا اور پھر بلا وجہ ان سے قطع تعلقی اختیار کر لی۔	......
جاننا چاہیے کہ ہمارا طریقہ دعوت اسماء کا طریقہ نہیں۔	۳۹۵
اکابر دین نے ان اسماء کے مسمیٰ میں استہلاک کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ ابتداء میں ہی ان کی توجہ وحدت	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
صرف کی طرف ہوتی ہے۔	......
جوشخص اپنے آپ کو حضرت صدیق اکبر سے افضل جانے وہ یا زندیق محض ہے یا نرا جاہل۔	......
وحشی قاتل حمزہ صحبت خیر البشر کے سبب اویس قرنی سے جو خیر التابعین ہے بہتر ہے۔	......
مکتوب نمبر (۲۰۳)	
اس گروہ اولیاء کی محبت پر ابھارنے کے بیان میں اور اس بیان میں ان کا ہمنشین شقاوت سے محفوظ ہے۔	۳۹۶
المرء مع من احبّ	
ایک حدیث کا بیان کہ کاتب اعمال فرشتوں کے علاوہ بھی حق تعالیٰ کے ایسے فرشتے ہیں جو راستوں اور گزرگاہوں میں اہل ذکر کی تلاش میں گھومتے رہتے ہیں۔	......
پس لازم آیا کہ اس گروہِ اولیاء کے محب ان کے ساتھ ہوں۔ اور جو ان کے ساتھ ہے بدبخت نہیں ہوسکتا۔	......
اسم مبارک اللہ کے ذکر کا طریقہ	۳۹۸
مکتوب نمبر (۲۰۴)	
اس بیان میں کہ بدقماش لوگوں کی چھیڑ چھاڑ کی محنت میں نہیں پڑنا چاہیے اور اپنے کام میں مشغول رہنا چاہیے۔	......
مکتوب نمبر (۲۰۵)	
اس بیان میں کہ کام کا مدار صاحبِ شریعت کی	

مضمون	صفحہ
متابعت پر ہے۔	۳۹۹
مکتوب نمبر (۲۰۶)	
دنیا کی مذمت اور اس کی نعمتوں میں گرفتاری کی بُرائی کے بیان میں۔	......
دنیا میں مرغن کھانوں، خوبصورت لباس اور امور لعب کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔ انسان کی پیدائش سے مقصود ذلت وانکساری ہے۔	......
اہل باطل کے مجاہدے اور ریاضتیں جو مخالف شریعت ہیں خسارے اور خواری کے سوا کچھ عطا نہیں کرتے۔	......
ذکر کثیر میں مصروف رہنا چاہیے اور جو کچھ اس کے منافی ہو اسے دشمن جاننا چاہیے۔	۴۰۰
فرجی کرتہ جو اچھے اوقات میں مکرر پہنا گیا ہے ارسال کر دیا گیا ہے اسے پہنیں۔	......
مکتوب نمبر (۲۰۷)	
اس بیان میں کہ قرب ابدان کو قرب میں بڑی تاثیر ہے اور وجد و حال کو جب تک میزان شرع پر نورانہ تلے نصف دام پر بھی نہیں خریدتے	......
اویس قرنی اس قدر رفعت شان کے باوجود ادنیٰ صحابی کے درجہ کو بھی نہیں پہنچتے۔	۴۰۱
عبداللہ بن مبارک کا قول اس شخص کے جواب میں جس نے دریافت کیا تھا کہ معاویہ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیز؟ الغبار الذی دخل انف الخ۔	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
صوفیہ کی ملمع آمیز باتوں سے کچھ نہیں کھلتا اور ان کے احوال سے کسی شے میں اضافہ نہیں ہوتا	......
خدا تعالیٰ کے دیدار کا وعدہ آخرت میں ہے' دنیا میں اس کا وقوع نہیں ہو سکتا۔	......
وہ مشاہدات اور تجلیات جن پر صوفیہ خوش ہیں درحقیقت یہ ظلال اور شبہ اور مثال سے آرام پکڑنا ہے۔ وہ بلند ذات وراء الوراء ہے۔	......
اگر یہ فقیر صوفیہ کے مشاہدات اور ان کی تجلیات کی حقیقت بیان کرے تو ڈر ہے کہ طالبوں کی طلب میں فتور نہ پڑ جائے۔ اور اگر حقیقت بیان نہ کرے تو باطل کے حق کے ساتھ خلط ملط ہونے کا خدشہ ہے۔	......
مکتوب نمبر (۲۰۸)	
حضرت میاں محمد صادق کے سوال کے جواب میں کہ سالک کبھی اپنے آپ کو انبیاء کے مقامات میں پاتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات یوں پاتا ہے کہ ان سے بلند چلا گیا ہے۔	۴۰۲
اولیاء اللہ جو کچھ پاتے ہیں انبیاء کے طفیل پاتے ہیں حضرت ذات کو اسما کے واسطہ کے بغیر عالم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں۔	......
ایک مثال کی روشنی میں جواب کی وضاحت	۴۰۳
بعض اوقات ظل کا اصل سے اشتباہ ہو جاتا ہے	......
مکتوب نمبر (۲۰۹)	
رسالہ مبدء و معاد کی عبارات کے حل میں۔	۴۰۴
حقیقت محمدی کے انتقال کا بیان اور ہزار سال کے بعد اس کا حقیقت کعبہ سے اتحاد اور حضرت عیسیٰؑ کا نزول۔	......
حضرت ذات کی نسبت سے اسم الٰہی میں مراتب مختلفہ کا بیان	......
حقیقت شخص سے مراد کا بیان اور حقیقتِ محمدی و احمدی سے مراد آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عالم خلق اور امر سے ترکیب	۴۰۵
اس نبوت کا بیان جو حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے تھی۔	......
آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت کے لیے حضرت عیسیٰؑ کی تخصیص	۴۰۶
آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کی اہمیت کا بیان جو نشاۃ عنصری سے متعلق ہے۔	......
تاکیداً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کے اظہار کی وجہ۔	......
آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے وقت پہلے کی نسبت اصحاب کے دلوں میں فرق پڑ جاتا۔	۴۰۷
جب حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں گے۔ الخ	۴۰۸
پہلی شریعتوں میں پیغمبر اولوالعزم کے وصال کے ہزار سال بعد اس پیغمبر کی ملت کی تائید کے لیے انبیاء کرام معبوث ہوتے تھے۔ اس شریعت میں علماء امت کو	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
انبیاء کا حکم دیا گیا ہے۔	۴۰۸
حضرت مہدی پیغمبر علیہ السلام کے ہزار سال کے بعد ظہور فرمائیں گے۔	......
اس طبقہ کے اولیاء کے کمالات اصحاب کرام کے کمالات کے مشابہ ہیں۔	۴۰۹
قال صلی اللہ علیہ وسلم لا یدری اولهم خیر ام اخرهم	......
اگر پوچھیں کہ اصحاب کے زمانہ کے بعد الخ تو میں جواب دوں گا الخ	......
اگر کہیں کہ کعبہ آپ کی اُمت کے اولیاء کا طواف کرنے آتا ہے اور ان سے برکت چاہتا ہے الخ میں اس کا جواب دوں گا الخ	۴۱۰
بعض کشفوں سے رجوع کرنا جو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی افضلیت سے متعلق تھے۔	......
تعلیم طریقت میں رعایت شرائط کی تاکید اور استخارے کرنے کا امر فرمایا۔	۴۱۱
دکان فراخ کرنا مقصود نہیں۔	......
مکتوب نمبر (۲۱۰)	
فحات کی عبارات کے حل اور بعض ضروری نصائح کے بیان میں	......
حکایت کے معاملہ کی حقیقت کے بیان میں جو فحات میں مذکور ہے کہ ابن السکینہ کے مرید نے ایک روز دریائے دجلہ میں غوطہ لگایا۔ جب سر باہر نکالا الخ	......
شب معراج میں واپسی تک بستر خواب کی	

مضمون	صفحہ
گرمی اور کوزے کے پانی کی حرکت کا باقی رہنا۔	۴۱۲
اس حکایت کی وجہ اشکال اور اس کی حقیقت کا واضح کرنا۔	......
اس قول کی شرح جسد کا مربی روح ہے اور قالب کا مربی قلب	......
حسب طلب مکتوب الیہ کو نصیحتیں کرنے کے بیان میں	......
اوّلاً عقائد کی درستی چاہیے۔ دوسرے درجے پر جو ضروری مسائل فقہ میں بیان ہوئے ہیں ان کا علم اور ان پر عمل کرنا چاہیے اور تیسرے درجہ میں طریق صوفیہ پر چلنے کی ضرورت ہے۔	۴۱۳
طریقہ صوفیہ میں سلوک سے غرض غیبی صورو اشکال جیسی صورتوں اور انوار کے دیکھنے میں کی نقصان ہے۔	......
سلوک سے مقصود زیادتی یقین کا حاصل کرنا ہے۔	......
صوفیہ کا طریقہ علوم شرعیہ کا خادم ہے۔	۴۱۴
حضرت خواجہ احرار کا ارشاد کہ احوال و مواجید کا حصول بدوں اعتقاد اہل سنت سوائے خرابی کے کچھ نہیں۔	......
اس راستے میں اول قدم کے اندر ہی وہ کچھ پا لیتے ہیں جو دوسروں کو نہایت میں جا کر نصیب ہوتا ہے۔	......
اویس قرنی وحشی قاتل حمزہ کے مرتبے تک	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
نہیں پہنچ سکتے۔	....
صحابہ کرام کا ایک سیر جو خرچ کرنا دوسروں کے پہاڑ برابر سونا خرچ کرنے سے بہتر ہے۔	....
ہر صحابی نے کچھ نہ کچھ قرآن مجید لے کر ایک جگہ جمع کیا گیا ہے۔ لہٰذا صحابی میں عیب نکالنا قرآن میں عیب نکالنے کے مترادف ہے۔	....
صحابہ کرام کے باہمی منازعات کی نیک توجیہات کرنی چاہیں۔	....
اس باب میں حضرت امام شافعی اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کا قول	....
مکتوب نمبر (۲۱۱)	
مولوی کے مقولہ کے بارے میں ایک سوال کا جواب اور مقام تکمیل و ارشاد کی ضروری شرائط کے بیان میں۔	۴۱۵
مولانا رومی کے مقولہ ''وہ نازنین جو میری آغوش میں تھا وہ حق تعالیٰ تھا'' کی مراد کا بیان	....
خواجہ ہمدانی کے قول تلک خیالات تربی بھا اطفال الطریقة	....
اس بات کا خیال رکھیں کہ جب کوئی طالب ارادت کے ساتھ تمہارے پاس آئے تو اس کی تعلیم طریقت میں بہت تامل اور سوچ و بچار کرنی چاہیے۔	....
ایک بزرگ فوت ہوئے تو انہیں آواز آئی تو ہی ہے۔ جس نے میرے بندوں پر میرے دین میں زرہ پہن رکھی تھی۔ الخ	۴۱۶
مکتوب نمبر (۲۱۲)	
بعض سوالات کے جواب اور ایک واقعہ کے حل کے بیان میں۔	....
پیر صاحب تصرف اپنے مرید کو ان بلند مراتب پر لے جا سکتا ہے جو اس کی استعداد سے باہر ہوں۔	....
سوال: وہ کونسا مقام ہے جہاں لطیفہ اخفیٰ نفس امارہ کا حکم رکھتا ہے اور اس کا جواب	....
خواب میں پانی دیکھنا علم کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور اس میں ہاتھ ڈالنا علم میں حصول قدرت کی طرف اشارہ ہے۔	۴۱۷
مکتوب نمبر (۲۱۳)	
مواعظ اور نصائح اور علمائے اہل سنت کی متابعت اور علمائے سوء کی صحبت سے اجتناب کے بیان میں۔	....
بے باک طالب علم چاہے جس فرقے سے بھی ہوں دین کے چور ہیں۔	۴۱۸
کسی شخص نے ابلیس لعین کو آسودہ حال اور فارغ البال دیکھا تو اس کا راز دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا اس وقت کے علماء سوء میرے کام کے لیے کافی ہو چکے ہیں۔	....
مکتوب نمبر (۲۱۴)	
اس بیان میں کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اور اس مشہور سوال کے جواب میں کہ کفار کو کفر موقت پر دائمی عذاب کیوں ہوگا؟	۴۱۹

Marfat.com

مضمون	صفحہ
ایک شخص کی سفارش میں۔	......
جو شخص یہ چاہے کہ تمام احکام شرعیہ اس کی عقل کے مطابق ہوں اور عقلی دلائل پر برابر بیٹھیں وہ طور نبوت کا منکر ہے۔ ایسے آدمی سے گفتگو کرنا بے عقلی ہے۔	۴۲۰
مکتوب نمبر (۲۱۵)	
دنیا کی مذمت کے بیان میں۔	......
اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ میرا مال سب سے زیادہ عقلمند کو دینا تو زاہد زمانہ کو دینا چاہیے۔	......
مکتوب نمبر (۲۱۶)	
اس راز کے بیان میں کہ بعض اولیاء اللہ سے زیادہ کرامات کیوں ظاہر ہوئیں اور بعض دوسروں سے کم کیوں؟ اور مقام تکمیل وارشاد کی اہمیت کے بیان میں۔	۴۲۱
ولایت اس فنا اور بقا سے عبارت ہے۔ جس کے لوازمات سے خوارق اور کشف ہے۔	......
کثرت سے ظہور خوارق کے مدار کا بیان	۴۲۲
حضرت سید محی الدین جیلانی سے دوسرے اولیائے کرام کی نسبت زیادہ خوارق کے ظہور کی وجہ۔	......
خواجہ حسن بصری اور حبیب عجمی قدس سرہما کے دریا عبور کرنے کے بارے میں ایک حکایت کا بیان	......
حضرت رسالت خاتمیت بوقت عروج سب سے اوپر چلے گئے اور نزول کے وقت سب سے نیچے	

مضمون	صفحہ
تشریف لائے۔	۴۲۳
منتہی غیر مرجوع اولیاء کی نسبت اس راہ کے متوسط اولیاء سے زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔	......
ولی کے لیے اپنی ولایت اور خوارق کے متعلق علم ہونا حصول ولایت کی شرط نہیں۔	......
اولیاء اللہ کی مثالی صورتوں کو متعدد مقامات میں ظاہر کر دیتے ہیں۔ اس بارہ میں حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ کا قول	......
مکتوب نمبر (۲۱۷)	
اس بیان میں کہ باطنی نسبت جس قدر جہالت اور حیرت تک لے جائے بہت زیبا ہے۔	۴۲۴
بعض اولیاء اللہ کے کشفوں میں غلطی واقع ہونے کا سبب	......
قضاء معلق اور مبرم میں فرق اور ہر ایک کا حکم اور جو قطعی ہے اور کتاب وسنت کے اعتماد کے لائق ہے اور اس بیان میں کہ تعلیم طریقت کی اجازت مل جانا کمال وتکمیل کی علامت نہیں۔	......
کوئی کشفوں کے ہونے اور نہ ہونے کو برابر جاننا چاہیے۔	۴۲۵
منقول ہے کہ ایک روز حضرت جبرئیل حاضر ہوئے اور خبر دی کہ فلاں جوان علی الصبح فوت ہو جائے گا الخ۔	......
تبلیغ سے متعلق وحی خطاء سے محفوظ و معصوم ہے۔ لیکن وہ علم جو لوح محفوظ سے مستفاد ہو جو	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
محو و اثبات کا محل ہے اس میں خطا کی گنجائش ہے۔	......
حضرت محی الدین جیلانی قدس سرہٗ نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے کہ میں اگر چاہوں تو قضاء مبرم میں بھی تصرف کرسکتا ہوں' اور اس قول کی شرح۔ اور حضرت مجدد قدس سرہٗ کا قضائے مبرم میں تصرف کرنا۔ اور یہ کہ قضائے مبرم دو قسم ہے۔	۴۲۶
اعتماد کے لائق کتاب وسنت ہے۔ اجماع اور قیاس بھی دونوں کتاب وسنت کی طرف راجع ہیں۔ اور ان چار کے علاوہ جو کچھ ہے اگر ان چار اصولوں کے مطابق ہے تو مقبول ہے ورنہ مردود ہے۔	۴۲۷
طریق صوفیہ میں سلوک سے مقصود زیادتی یقین اور احکام شرعیہ کی ادائیگی میں آسانی کا حصول ہے	
دیدار خداوندی کا وعدہ آخرت میں ہے اور صوفیاء کے مشاہدات اور تجلیات ظلال اور شبہ اور مثال کے قبیلہ سے ہیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ وراء الوراء ہے۔	......
میں ڈرتا ہوں کہ اگر مشاہدات کی پوری حقیقت ظاہر کروں تو اس راہ کے مبتدیوں کی طلب میں فتور واقع ہوگا۔ اگر نہ کروں تو حق و باطل میں التباس کو روا رکھوں گا۔ اس ضرورت کے طور پر اس قدر اظہار کرتا ہوں کہ مشاہدات کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیے۔	۴۲۸
خاتم الانبیاء علیہ السلام کو دنیا میں رویت باری تعالیٰ میسر آئی۔	۴۲۸
مکتوب نمبر (۲۱۸)	
پیر طریقت کے آداب کی رعایت میں	......
مکتوب نمبر (۲۱۹)	
اس بیان میں کہ آدمی نادانی کے باعث اپنے ظاہری مرض کے ازالہ کی فکر میں ہے۔ اور باطنی مرض سے جو گرفتاری دل سے عبارت ہے' اس سے غافل ہے۔	۴۲۹
اس امر کا بیان کہ عقل دو قسم ہے۔ (۱) عقل معاش اور (۲) عقل معاد۔ اول اغنیاء کی پسندیدہ اور دوم انبیاء کی۔ اور عقل معاد پیدا کرنے والے اسباب' موت اور آخرت کی یاد اور ان لوگوں کی مجالست ہے جو یاد آخرت میں مشغول ہیں۔	......
مکتوب نمبر (۲۲۰)	
صوفیہ کے بعض اغلاط اور ان کے منشاء کے بیان میں۔	۴۳۰
صوفیہ کے بعض اغلاط تو یہ ہیں کہ کسی وقت سالک مقامات عروج میں اپنے آپ کو دوسروں سے اوپر پاتا ہے جن کی افضلیت اجماع سے ثابت ہو چکی ہوتی ہے۔ کبھی یہ اشتباہ انبیاء کے متعلق بھی واقع ہو جاتا ہے۔ اور اس غلطی کے منشا کا بیان۔	۴۳۱
کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عارف مقامات عروج میں برزخیت کبریٰ کو حائل نہیں پاتا اور اس کے واسطہ	

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُردو ترجمہ

مکتوباتِ امامِ ربّانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

جلد اوّل..........حصّہ سوم

مکتوب نمبر (۱۲۳)

یہ مکتوب بھی مُلا طاہر بدخشی کی طرف صادر فرمایا۔ اس امر کے بیان کہ ادائے نوافل اگرچہ حج ہی ہو اگر کسی فرض کے فوت ہونے کا سبب بنتا ہو تو وہ بھی لایعنی اور بے فائدہ امور میں داخل ہے۔ اخوی ارشدی (اپنے نام کی طرح ہمیشہ تعلقات کی میل کچیل سے پاک رہے) کا مکتوب موصول ہوا۔

اے برادر حدیث میں وارد ہے:۔

[1] علامة اعراضه تعالیٰ عن العبد اشتغاله بما لا یعنیه۔	اللہ تعالیٰ کے بندے سے اعراض کی علامت یہ ہے کہ بندہ لایعنی کاموں میں مشغول و مصروف ہو جائے۔

فرائض میں سے کسی بھی فرض سے اعراض کر کے نوافل میں سے کسی نفل عبادت میں مشغول ہونا لایعنی اور بے فائدہ ہے۔ لہٰذا اپنے احوال و افعال کی تفتیش کرتے رہنا ضروری ہے۔ تاکہ اس بات کا پتہ رہے کہ میں کن کاموں میں مشغول ہوں نوافل میں یا فرائض میں۔ ایک نفلی حج کی خاطر اتنے ممنوعات کا مرتکب ہونا اچھا نہیں۔ اچھی طرح ملاحظہ کرلیں۔

وَالعاقل تکفیه الاشارة	عقلمند کو اشارہ کافی ہے۔

والسلام علیکم وعلی رفقاء کم

---

[1] ابن حجر نے شرح اربعین میں اسے امام حسنؒ کا قول قرار دیا اور امام ترمذیؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے باین الفاظ مرفوعاً روایت کی من حسن الاسلام المرء ترکه ما لا یعنیه ۔اس حدیث کو ابنِ ماجہ نے بھی روایت کیا اور امام نووی نے اسے حسن کہا۔ اور ابن عبداللہ نے صحیح کہا۔ امام علی متقی رضی اللہ نے جوامع الکلم میں بالفاظ حضرت مجدد رضی اللہ عنہ مرفوعاً ذکر کیا۔ ۱۲۔ مترجم عفی عنہ

Marfat.com

مکتوب نمبر (۱۲۴)

یہ مکتوب بھی مُلا طاہر بدخشی کی طرف صادر فرمایا۔ اس امر کے بیان میں کہ راستے کی استطاعت فرضیتِ حج کے لئے شرط ہے۔ استطاعت نہ ہونے کے باوجود حج کو جانا اپنے ضروری مطلب کے حصول کے مقابلے میں تضیع اوقات میں داخل ہے۔

اخوی خواجہ محمد طاہر بدخشی کا مکتوب شریف موصول ہوا۔ للہ سبحانہ والحمد والمنہ (اللہ سبحانہ کی حمد اور اس کا احسان ہے) کہ آپ کے ہم سے کافی عرصہ سے جدا ہونے کے باوجود فقراء سے محبت وعقیدت اور اخلاص میں سُستی راہ نہیں پاسکی۔ یہ عظیم سعادت کی علامت ہے۔

اے محبت کے نشانات والے جب تم نے رخصت طلب کی اور جانے کا عزم صمیم کر لیا تھا۔ تو تمہارے وداع ہونے کے وقت اس قدر ذکر ہوا تھا کہ شاید ہم بھی اس سفر میں تمہارے ساتھ مل جائیں۔ اس سفر کی روانگی کے سلسلے میں جس قدر بھی استخارے کیے گئے کوئی بھی موافق نہ آیا۔ اور اس باب میں اجازت معلوم نہ ہو سکی۔ مجبوراً سفر کا ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ ابتدا میں فقیر کی مرضی بھی نہیں تھی کہ تم جاؤ۔ لیکن تمہارے شوق کو دیکھ کر صراحۃً منع نہ کیا۔

استطاعت یعنی سفرِ حج کے مصارف کا موجود ہونا فرضیتِ حج کے لئے شرط ہے۔ بغیر استطاعت حج کے لئے نکل کھڑا ہونا تضیع اوقات ہے۔ ضروری کام چھوڑ کر غیر ضروری کام میں مصروف ہونا مناسب نہیں ہے۔ بہت سے خطوط میں یہ مضمون تم کو لکھا گیا ہے۔ تم تک پہنچا ہو یا نہ پہنچا ہو۔ اصل بات یہی ہے آگے آپ مختار ہیں۔ والسّلام۔

مکتوب نمبر (۱۲۵)

میر صالح نیشاپوری کی طرف صادر فرمایا:

اس امر کے بیان میں کہ عالم چاہے چھوٹا ہو (انسان) چاہے بڑا (ساری کائنات) سب کا سب اللہ تعالیٰ شانہٗ کے اسماء اور اس کی صفات کا مظہر ہے۔ اور عالم کی اپنے صانع کے ساتھ مخلوقیت اور مظہریت کی مناسبت کے سوا اور کوئی مناسبت نہیں۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَاھِیَ اے (اللہ ہم کو اشیاء کی حقیقتیں جیسی کہ فی الواقع ہیں دکھا۔

عالم چاہے چھوٹا ہو چاہے بڑا سب اللہ تعالیٰ شانہٗ کے اسماء اور اس کی صفات کے مظاہر ہیں اور اس کے شیون وکمالاتِ ذاتیہ کے آئینے ہیں۔ حق سبحانہ وتعالیٰ عز سلطانہ ایک مخفی خزانہ اور پوشیدہ راز تھا۔ اس نے چاہا کہ

Marfat.com

اپنے کمالات پردۂ خفا سے ظہور میں لائے۔ اور اجمال کو تفصیل کے رنگ میں پیش کرے۔ کائنات کو ایسے طریقہ پر پیدا فرمایا کہ ممکنات کی ذوات اور صفات اس کی ذات وصفات پر دلالت کریں اور نشان بنیں۔

پس عالم کو اپنے صانع کے ساتھ مخلوقیت کے رشتہ اور مناسب کے سوا اور کوئی مناسبت اور تعلق نہیں اور یہ کائنات اس کے اسماء اور شیونات پر دلالت کرنے والے امور کا مجموعہ ہے۔ خالق اور مخلوق کے درمیان اتحاد و عینیت یا خالق کا اپنی ذات کے ساتھ مخلوق کا احاطہ یا اس کی ذات کا مخلوق میں سرایت کئے ہوئے ہونا یا مخلوق کے ساتھ رب تعالیٰ کی معیت ذاتی وغیرہ تصورات' سب کے سب غلبۂ حال اور سکر وقت کی بناء پر ہیں۔ جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ مستقیم الاحوال اکابر جنہوں نے صحو کے پیالے سے حصہ پایا ہے۔ عالم کی اپنے صانع کے ساتھ مخلوقیت اور مظہریت کی نسبت کے علاوہ اور کوئی نسبت ثابت نہیں کرتے۔ اور احاطہ اور سریان (سرایت کئے ہوئے ہونا) اور معیت علمی کے قائل ہیں۔ جیسا کہ علماء حق کا مسلک و مشرب ہے۔ شکر اللہ تعالیٰ سعیہم۔

تعجب ہے کہ صوفیاء کی ایک جماعت ایک طرف بعض ذاتی نسبتوں کو ثابت کرتی ہے جیسے احاطہ اور معیت اور دُوسری طرف یہی جماعت اس امر کی معترف ہے کہ ذات حق تعالیٰ سے تمام نسبتیں مسلوب ہیں۔ حتیٰ کہ صفاتِ ذاتیہ کو بھی اس سے سلب کرتے ہیں۔ یہ صریح تناقض ہے۔ اور اس تناقض کو دُور کرنے کے لئے ذات میں مراتب ثابت کرنا تدقیقات فلسفیہ کی طرح محض تکلف ہے۔ کشف صحیح والے حضرات اس ذات کو بسیط حقیقی کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔ اور اس بسیط ذات کے سوا جو کچھ ہے اسے اسماء میں شمار کرتے ہیں۔ فرد

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست	دوست کی تھوڑی سی جدائی بھی تھوڑی نہیں ہے
درونِ دیدہ اگر نیم موست بسیار است	آنکھ میں آدھا بال بھی پڑا ہو تو وہ بھی بہت ہے

ہم اس بحث کی تحقیق کے لئے ایک مثال بیان کرتے ہیں۔ ایک ذوفنون ماہر عالم اگر اپنے پوشیدہ کمالات کو ظہور میں لانا چاہے تو وہ حروف اور اصوات کو ایجاد کرتا ہے۔ تاکہ ان حروف واصوات کے پردے میں ان کمالات کو ظاہر صورت میں ان حروف اور دلالت کرنے والی ان آوازوں کو اس ماہر عالم کے ذہن میں موجود معانی کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں الا یہ کہ یہ حروف اور آوازیں اُن مخفی معانی کے مظاہر ہیں۔ اور ان کمالاتِ مخزونہ کے آئینے ہیں۔ ان حروف واصوات کو ان معانی مخفیہ کا عین قرار دینا بے معنی ہے۔ اسی طرح احاطہ اور معیث بھی اس صورت میں واقع نہیں۔ معانی اپنی اصل صرافت پر ہی موجود اور قائم ہیں۔ کسی قسم کا تغیر ان معانی کی ذات و صفات میں راہ نہیں پاسکا۔ لیکن چونکہ ان معانی اور ان حروف واصوات میں جو معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ والیت اور مدلولیت کی ایک گونہ مناسبت پائی جاتی ہے۔ اس بناء پر بعض زائد معانی تخیل میں آجاتے ہیں۔ ورنہ فی الحقیقت وہ معانی مخزونہ ان معانی زائدہ سے منزہ اور مبرا ہیں۔ اس مسئلہ میں جو کچھ ہمارا اعتقاد ہے یہی ہے جو ذکر دیا ہے۔ مخلوق کے ذات واجب کا مظہر اور آئینہ ہونے کے علاوہ زائد امور اتحاد' عینیت اور احاطہ و معیت کا اثبات

Marfat.com

شکر ہے۔ وہ بلند ذات فی الحقیقت تمام نسبتوں اور مناسبتوں سے معرّا اور مُبرّا ہے۔ "چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔" اس قدر مناسبتِ ظاہریت ورب تعالیٰ کا ظاہر ہونا اور مظہریت (مخلوق کا مظہر ہونا) کے ساتھ وحدت وجود کہیں یا نہ کہیں۔ فی الواقع وجود متعدد ہیں۔ لیکن اصالت اور ظلیت اور ظاہریت اور مظہریت کے اعتبار سے ایسا نہیں کہ موجود صرف ایک ہے اور باقی سب کچھ اوھام اور خیالات ہیں۔ یہ مذہب بعینہٖ سوفسطائیہ[1] کا مذہب ہے۔

عالم کی حقیقت کا اثبات اوھام وخیالات کی صورت میں عالم کو اس طرف نہیں لے جاسکتا جو سوفسطائی کا مقصود ہے۔ مثنوی

چوں بدانستی تو اُورا از نخست سوئے انحضرت نسب کر دی درست

وانگہ دانستی کہ ظلِ کیستی فارغی گر مردی و گر زیستی

ترجمہ اشعار: جب تو نے اس ذات کو پہلے جان لیا۔ تو اس ذات کے لئے تو نے نسبتوں کو بھی درست ثابت کیا۔ اور جب تُو نے جان لیا کہ تُو کس کا ظل اور سایہ ہے۔ تُو تو فارغ ہو گیا یعنی تُو نے اپنے مطلوب ومقصود کو پالیا۔ اب چاہے تو موت کی آغوش میں چلا جائے چاہے زندہ رہے۔

مکتوب نمبر (۱۲۶)

یہ مکتوب بھی میر صالح نیشاپوری کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کے بیان میں کہ باطل الٰہوں کی نفی کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ وہ باطل آلہہ چاہے آفاقی ہوں چاہے اَنفسی۔ اور معبود بحق جل سلطانہ کی جانب جو کچھ حوصلہ فہم اور احاطہ ادراک میں آئے اسے نفی کے نیچے لا کر صرف موجودیت پر کفایت کرنی چاہیئے۔ اگر چہ وجود کے اثبات کی بھی وہاں گنجائش نہیں۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

سیادت اور بزرگی والے میر صالح! طالب کو چاہیئے کہ آلہہ باطلہ کی نفی کا اہتمام کرے۔ وہ چاہے آفاقی ہوں یا انفسی۔ اور معبود بحق جل سلطانہ کی جانب میں جو کچھ حوصلہ فہم اور احاطہ وہم میں آئے۔ نفی کے نیچے داخل کرے۔ اور مطلوب کی موجودیت پر کفایت کرے۔ مصرع

بیش ازیں پے نہ بردہ اند کہ ہست بارگاہ الست کے دُور بین

اس کے اس سے زیادہ سُراغ نہیں لگا سکے کہ ہے۔ اگر چہ وجود کی بھی اس مقام میں گنجائش نہیں۔ وجود

[1] سوفسطائیہ وہ لوگ ہیں جن کے مذہب کی بنیاد وہم پر ہے۔ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ نے سوفسطائیہ اور صوفیہ کے مذہب کی تحقیق زیادہ وضاحت کے ساتھ جلد ثانی مکتوب اوّل اور مکتوب نمبر ۴۴ میں کی ہے اور وہی تحقیق لائق اعتماد واعتبار ہے۔ آپ کی یہ گفتگو پہلے کی ہے۔ مترجم عفی عنہٗ

Marfat.com

سے بھی اُوپر ذات کو طلب کرنا چاہیئے۔ علماء اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ نے سعیھم نے خواب فرمایا ہے کہ واجب تعالیٰ کا وجود اس کی ذات سے زائد ہے۔ وجود کو عین ذات قرار دینا اور وجود سے اُوپر کچھ ثابت نہ کرنا کوتاہ نظری ہے۔ شیخ علاؤالدولہ[1] فرماتے ہیں:

فَوقَ عَالَمِ الْوُجُوْدِ عَالَمُ الْمَلِکَ الْوَدُوْدِ — یعنی عالم وجود سے اُوپر ملک ودود یعنی رب تعالیٰ کا عالم ہے۔

اس درویش کو جب مرتبہ وجود سے اُوپر لے گئے تو جب تک مغلوب الحال رہا ذوق ووجدان کی بناء پر اپنے آپ کو ارباب تعطیل میں سے پاتا تھا۔ اور واجب جل شانہ کے وجود کا حکم نہیں لگاتا تھا۔ کیونکہ وجود کو راستے میں چھوڑ آیا تھا۔ اور مرتبہ ذات میں وجود کی گنجائش نہیں۔ اُس وقت اس درویش کا اسلام تحقیقی نہیں تقلیدی تھا۔

مختصر یہ کہ جو کچھ ممکن کے حوصلہ آتا ہے۔ وہ بہر صورت ممکن ہی ہو سکتا ہے۔

فسبحان من لم یجعل للخلق الیه سبیلا اِلا بالعجز عن معرفته — تو پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی طرف مخلوق کے لئے کوئی راستہ نہیں رکھا۔ مگر اس کی معرفت سے عاجز ہونے کا راستہ

فنافی اللہ اور بقاباللہ کے حصول سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ ممکن واجب بن جاتا ہے کیونکہ یہ محال ہے اور اس طرح قلب حقائق لازم آتا ہے جو نا ممکن ہے۔ تو جب ممکن واجب نہیں بن سکتا تو پھر ممکن کا حصہ سوا اس کے اور کچھ نہیں کہ ممکن واجب جل شانہ کے ادراک سے عاجز رہتا ہے۔ فرد

عنقا شکار کس نشود دام باز چین — کانجا ہمیشہ باد بدست است دام را

ترجمہ: عنقا کسی کے شکار میں نہیں آ سکتا۔ لہٰذا دام سمیٹ لو۔ کیونکہ یہاں دام اور جال کے ہاتھ میں ہوا کے سوا کچھ نہیں آتا۔

بلند ہمتی اسی طرح کے مطلب کو چاہتی ہے۔ کہ اس کی کوئی چیز بھی ہاتھ میں نہ آئے۔ اور اس کا کچھ نام و نشان پیدا نہ ہو۔

ایک جماعت وہ ہے جو ایسا مطلب چاہتی ہے جسے وہ اپنا عین پاتی ہے۔ اور قرب ومعیت اس کے ساتھ پیدا کرتی ہے۔ مصرع: آن ایشانند من چنینم یارب۔ وہ تو وہ ہیں لیکن یارب میں تو اس طرح ہوں۔

والسلام اوّلاً وآخراً

---

1 یعنی شیخ رکن الدین علامہ الدولہ سمنانی قدس سرہٗ۔ آپ کی کنیت شمس الدین ابوالمکارم ہے۔ اور آپ کا نام مبارک احمد بن محمد ہے۔ آپ شاہانِ سمنان میں سے ہیں۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی نورالدین عبدالرحمٰن ہے۔ آپ کی ولادت ۶۵۹ھ اور وفات ۷۳۶ھ شب جمعہ رجب المرجب میں ہوئی۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۱۲۷)

ملا صفر احمد رُومی کی طرف صادر فرمایا۔

اس امر کے بیان میں کہ خدمتِ والدین اگرچہ حسنات میں سے ہے۔ لیکن مطلبِ حقیقی تک وصول کے سامنے محض بیکاری اور خالص بے روزگاری ہے۔ بلکہ بُرائی میں داخل ہے۔ حسنات الابرار سیئات المقربین (ابرار کی نیکیاں مقربین کی بُرائیاں ہیں) اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

مکتوب مرغوب موصول ہوا۔ بسلسلہ رکاوٹ جو عذر آپ نے بیان کیا ہے۔ صحیح اور درست ہے۔ اس سے بھی زیادہ جو کچھ وقوع میں آسکے کرنا چاہیئے۔ اور اپنے آپ کو قصوروار ٹھہرانا چاہیئے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا

اور ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید کی ہے۔ اس کی ماں نے اسے تکلیف کے ساتھ اُٹھائے رکھا اور تکلیف کے ساتھ جنا۔

دُوسرے مقام پر اللہ سبحانہٗ فرماتا ہے:

اَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ

کہ میرے شکرگزار بنو اور اپنے والدین کے

اس کے باوجود اعتقاد یہ ہونا چاہیئے کہ مطلوب حقیقی تک وصولی کے مقابلے میں سب کچھ محض بے کاری ہے۔ بلکہ جس طرح منازل سلوک طے کرنے چاہیئے اس کے سامنے محض معطل رہنا ہے۔ آپ نے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ (ابرار کی نیکیاں مقربین کی بُرائیاں ہیں) سُنا ہوگا۔ بیت

ہر چہ جز عشق خدائے احسن است ‌‌ گر شکر خوردن بود جان کندن است

خدائے احسن کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے چاہے شکر کھانے کا کام ہی کیوں نہ ہو اپنی جان کے ہلاک کرنے کے مترادف ہے۔

اللہ کا حق تمام مخلوق کے حقوق پر مقدم ہے۔ مخلوق کے حقوق ادا کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی بنا پر ہے۔ ورنہ کس کی مجال ہے کہ اس کی خدمت چھوڑ کر دُوسروں کی خدمت میں مشغول ہو تو مخلوقات کی خدمات انجام دینا اس اعتبار سے حق تعالیٰ کی خدمات میں داخل ہے۔ لیکن ایک خدمت سے دُوسری خدمت تک بڑا فرق ہے۔ مزارع اور ہل چلانے والے بھی بادشاہوں کے خادم ہی شمار ہوتے ہیں لیکن خاص مقربوں کی خدمت کچھ اور ہی چیز ہے۔ وہاں زراعت اور ہل چلانے کا نام لینا بھی سراسر معصیت ہے۔ اور ہر کام کی مزدوری کام کے اندازہ کے مطابق ہوتی

Marfat.com

ہے۔ہل چلانے والے کو دن بھر محنت شاقہ کرنے کے باوجود دن کی مزدوری صرف ایک ٹکہ ملتی ہے۔اور مقرب لوگ ایک گھڑی کی خدمت سے لاکھوں روپے کے مستحق بن جاتے ہیں۔لاکھوں روپوں کے مستحق ہونے کے باوجود انہیں ان روپوں سے کچھ تعلق نہیں ہوتا۔وہ بادشاہ کے قرب میں گرفتار ہیں۔انہیں اور کسی شے سے تعلق نہیں ہوتا۔ہل چلانے والے خدمتگار اور بادشاہ کے مقرب دونوں کی خدمتوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

فرخ حسین کو کافی توفیق نصیب ہو چکی ہے۔اس کی طرف سے مطمئن رہیں۔اس سے زیادہ کیا لکھوں۔

والسلام

مکتوب نمبر (۱۲۸)

خواجہ مقیم کی طرف صادر فرمایا:

بلند ہمت بننے کی ترغیب اور بے مثل ذات کو مطلوب قرار دینے کے بغیر کسی شے پر اکتفانہ کرنے کے بیان میں۔

محترم خواجہ محمد مقیم ہم دُور افتادوں کی فراموش نہ کر دیں بلکہ دُور نہ جانیں۔[1] المرء مع من احب آدمی اس کے ساتھ شمار ہوتا ہے جس سے محبت رکھتا ہے۔مقصد کی بات یہ ہے کہ راستہ نہایت طویل ہے۔اور مطلوب کمال بلندی پر ہے اور ہم نہایت پست اور کوتاہ بین اور درمیانی منازل مطلب نما سراب کی طرح ہیں۔اللہ تعالیٰ کی اس سے پناہ کہ بندہ وسط کو نہایت خیال کر کے غیر مقصد کو مقصد قرار دے لے۔اور چوں کو بے چون تصوّر کر لے۔اور مطلب حقیقی تک وصول سے رہ جائے۔ہمت کو بلند کرنا چاہیے۔اور کسی بھی حاصل ہو جانے والی شے پر کفالت نہیں کرنی چاہیئے۔بلکہ اپنے مطلب کو نہایت بلندیوں میں تلاش کرنا چاہیئے۔اس طرح کہ ہمّت کا حصول شیخ مقتدا کی توجہ سے وابستہ ہے۔اور شیخ کی توجہ مرید مقتدی کی محبت اور اخلاص کے مطابق ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔جسے چاہے عطا کرے۔اور اللہ تعالیٰ فضلِ عظیم والا ہے۔

مکتوب نمبر (۱۲۹)

سید نظام کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ انسان کی جامعیت اس کے تفرقے کا باعث ہے۔اور یہی جامعیت اس کی جمعیت کا سبب ہے۔جس طرح دریائے نیل کا پانی دوستوں کے لئے پانی اور دشمنوں کے لئے مصیبت ہے۔

---

1 مشکوٰۃ بحوالہ بخاری ومسلم بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ

Marfat.com

آپ کا مکتوب شریف ملا۔ آدمی چونکہ تمام موجودات میں جامع ترین ہستی ہے۔ اور اس کے اجزاء میں سے ہر جزو کے تعلق کے اعتبار سے کثیر موجودات کے ساتھ گرفتاری پائی جاتی ہے۔ پس فی الحقیقت اس کی جامعیت اس کی جناب قدس خداوندی جل سلطانہٗ سے سب سے زیادہ دُوری کا باعث بن چکی ہے۔ اور متعدد تعلقات بھی اس کی دُوری کا باعث بن چکے ہیں۔ اور اگر یہ توفیق خداوندی سے اپنے آپ کو ان پراگندہ تعلقات سے الگ کر لے۔ اور اپنے اصل کی طرف رجوع کرے۔ تو اس نے عظیم کامیابی حاصل کر لی۔ ورنہ دُور کی گمراہی میں جا گرا۔

اپنی جامعیت کے سبب جس طرح انسان بہترین موجودات ہے۔ اسی جامعیت کے باعث بدترین مخلوقات بھی یہی ہے۔ اس کا آئینہ بواسطہ جامعیت سب سے اتم اور اکمل ہے۔ یہ انسان اگر اپنا رُخ کائنات کی طرف رکھے۔ تو جتنا زیادہ اسے میلا کچیلا کہیں ٹھیک ہے۔ اور اگر اس کا رُخ حق تعالیٰ کی طرف ہو تو پھر مصفّی اور نہایت بیش نما ہے۔ ان تعلقات کی میل کچیل سے مکمل آزادی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے۔ آپ کے بعد دوسرے انبیاء کرام اور اولیاء عظام اپنے اپنے درجات کے مطابق صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیمانہ علیٰ نبینا و علیھم و علیٰ اتباعھم اجمعین الی یوم الدین۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں بحرمت النبی المصطفٰی ﷺ ان تعلقات سے نجات عطا کرے۔ نبی اکرم ﷺ وہ مقدس ذات ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے بدیں الفاظ مدح فرمائی۔ مازاغ البصر و ما طغی۔ یعنی حضورؐ کی نظر مبارک نہ تو کج ہوئی اور نہ ہی اُس نے حد سے تجاوز کی۔ اس سے زیادہ گفتگو موجب ملال ہے۔ والسلام والاکرام

مکتوب نمبر (۱۳۰)

جمال الدین کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ تلوینات احوال کا چنداں اعتبار نہیں۔ بے کیف اور بے مثال مقصد کا حصول ہونا چاہیئے۔

تلوینات کا چنداں اعتبار نہیں۔ ان میں گرفتار نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ کیا آیا اور کیا گیا اور کیا کہا اور کیا سُنا۔ مقصود دُوسری چیز ہے۔ جو گفت و شنید اور دید و شہود سے منزہ اور مبرا ہے۔ سلوک کے بچوں کو اخروٹ و انگور (معمولی اشیاء) سے تسلی دیتے ہیں۔ ہمت بلند ہونی چاہیئے۔ کرنے والا کام دُوسرا ہے۔ یہ سب خواب و خیال ہے۔ خواب میں کوئی شخص اگر اپنے آپ کو بادشاہ دیکھے تو وہ نفس الامر میں بادشاہ نہیں۔ لیکن اس طرح کے خواب سے بلند مراتب کے حصول کی امید وار مترشح ہوتی ہے۔ طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ نے اسرار اکابر ہم میں وقائع کا کوئی اعتبار نہیں کرتے۔ اُنہوں نے یہ بیت اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ بیت

Marfat.com

چوں غلام آفتابم ہم از آفتاب گویم   نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

میں آفتاب کا غلام ہوں ہر بات آفتاب کے متعلق ہی کہوں گا۔ میں نہ رات ہوں اور نہ رات کا پرستار ہوں کہ خواب کی باتیں کروں۔

اگر کوئی وارد ہوا اور پھر چلا جائے۔ تو خوشی اور غمی کی کوئی ضرورت نہیں۔ بے کیف اور بے مثال مقصود کے حصول کا منتظر رہنا چاہیئے۔ والسّلام

مکتوب نمبر (۱۳۱)

خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف صادر فرمایا:

طریقہ خواجگانِ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی بلندی شان۔ اور اس جماعت کے حال شکایت کے بیان میں جنہوں نے اس طریقہ میں بہت سی نئی باتیں نکال لی ہیں۔ اور انہیں اس طریقہ کی تکمیل قرار دے رکھا ہے۔

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلواۃ و السلام علی سید المرسلین و آلہ الطاھرین.

اخوی ارشدی خواجہ محمد اشرف کو (اللہ تعالیٰ) اپنے دوستوں کی بزرگیوں سے نوازے اور مشرف فرمائے) معلوم ہونا چاہیئے کہ خواجگانِ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کا طریقہ حق تعالیٰ تک پہنچانے والے طریقوں میں سب سے زیادہ قریب ہے۔ اور دُوسروں کی نہایت ان بزرگواروں کی ہدایت میں درج ہے۔ اور ان کی نسبت تمام نسبتوں سے بلند ہے۔ یہ سب کچھ اس بنا پر ہے کہ اس طریقہ میں التزام سنت اور بدعت سے اجتناب ہے۔ یہ بزرگ حتی الامکان رخصت پر عمل کرنا جائز نہیں رکھتے۔ اگر چہ بظاہر باطنی طور پر اسے نفع مند ہی پائیں۔ اور عزیمت پر عمل کرنے کو ہاتھ سے نہیں دیتے۔ اگر چہ صورت کے لحاظ سے سیرت اور طریقہ میں نقصان دہ ہی محسوس کریں۔ ان بزرگوں نے احوال اور مواجید کو احکامِ شرعیہ کے تابع کیا ہے۔ اور اذواق و معارف کو علوم شرعیہ کا خادم تصور کیا ہے۔ شرع شریف کے نفیس موتیوں کو بچوں کی طرح وجد و حال کے اخروٹ اور انگوروں کے حوض نہیں لیتے۔ اور صوفیہ کی بے اصل باتوں سے مغرور اور فتنہ میں نہیں پڑتے۔ نصوص شرعیہ کے مقابلہ میں فصوص الحکم کی باتوں کو اختیار نہیں کرتے اور فتوحات مدنیہ کو چھوڑ فتوحات مکیہ (ابن عربی کی کتاب) کی طرف التفات نہیں کرتے۔ ان کا حال دائمی ہے اور ان کا وقت پائدار ہے۔ وہ تجلی ذاتی جو دُوسروں کو بجلی کی چمک کی طرح نصیب ہوتی ہے۔ ان بزرگواروں کو دائمی طور پر نصیب ہے۔ وہ حضور جو تھوڑی دیر بعد باقی نہ رہے ان کے ہاں اعتبار سے ساقط ہے۔

Marfat.com

رِجَالٌ لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ.

وہ ایسے لوگ ہیں جنہیں تجارت اور سوداگری اللہ کی یاد سے غافل نہیں کر سکتی۔

لیکن ہر ایک کا فہم ان کے مذاق تک نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ ممکن ہے کہ اس طریقہ علیہ کے کوتاہ اندیش لوگ ان کے کمالات کا انکار ہی کر بیٹھیں۔ بیت

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن قصور حاش لِلّٰہ کہ بر آرم بزبان ایں گلہ را

اگر کوئی کوتاہ ہمت اس گروہِ نقشبندیہ قدس سرہم پر اعتراض کرے تو وہ جانے اللہ کی پناہ کہ اس گلے کو میں زبان پر لاؤں۔

ہاں اس طریقہ علیہ کے متاخرین بزرگوں کے کچھ خلفاء نے اس طریقہ میں کچھ نئی چیزیں داخل کر دی ہیں اور اس سلسلہ کے اکابر کی روش کو ترک کر دیا ہے۔ ان لوگوں کے مُریدوں کی ایک جماعت یہ عقیدہ رکھتی ہے۔ کہ ان محدثات سے اُنہوں نے اس طریقہ کی تکمیل کی ہے۔ حاشا وکلا (پناہ بخدا) كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ بہت بڑی بات ان کے مُونہوں سے نکل رہی ہے۔ جن لوگوں نے اس سلسلہ میں بعض نئی اور بے اصل باتیں داخل کی ہیں۔ ان سے اس سلسلے کی تکمیل نہیں بلکہ اس میں سلسلے کی تخریب اور اسے ضائع کرنا ہے۔ افسوس ہزار افسوس بعض وہ بدعات جن کا دُوسرے سلسلوں میں وجود تک نہیں۔ انہیں اس سلسلہ میں جاری کر دیا گیا ہے۔ مثلاً اس سلسلہ کے بعض لوگ نماز تہجد جماعت سے ادا کرتے ہیں۔ اردگرد سے لوگ تہجد کے وقت جمع ہوتے ہیں اور پھر یہ لوگ پوری جمعیت کے ساتھ یہ نماز با جماعت ادا کرتے ہیں۔ ان کا یہ عمل مکروہ تحریمہ ہے۔ جن فقہاء نے اس جماعت کی کراہت کے لئے تداعی (لوگوں کو بُلانا) کو شرط قرار دیا ہے۔ اُنہوں نے بھی ایک گوشۂ مسجد میں اسے جائز کہا ہے۔ وہ بھی اس صورت میں کہ تین افراد سے زیادہ نہ ہوں۔ تین سے زیادہ افراد کا مل کر یہ نماز جماعت سے ادا کرنا فقہاء کے نزدیک بالاتفاق مکروہ ہے۔ نیز اس طرح نماز تہجد ادا کرنے میں تیرہ رکعت تصور کرتے ہیں۔ بارہ رکعات کھڑے ہو کر ادا کرتے ہیں۔ اور دو رکعت بیٹھ کر۔ اور ان دو کو ایک رکعت تصور کرتے ہیں اور اس طرح تیرہ رکعت تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ بات یوں نہیں۔ ہمارے نبی کریم علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات نے جو بعض دفعہ تیرہ رکعات ادا فرمائی ہیں اور بعض دفعہ گیارہ رکعات اور بعض دفعہ نو رکعات تو وہ وتروں کو ساتھ ملا کر جفت رکعات کے بجائے طاقت رکعات قرار دی ہیں یوں نہیں کہ دو رکعات نفل کو جو بیٹھ کر ادا کی ہوں ایک تصور کیا ہے۔ اس قسم کے علم وعمل کا منشاء روشن سنت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی عدم تحقیق ہے۔ تعجب ہے کہ ان شہروں میں جو علماء مجتہدین کا مسکن و ماویٰ ہیں اس طرح کی بدعات رواج پذیر ہو چکی ہیں حالانکہ ہم فقراء اسلامی علوم کا استفاضہ ان بزرگوں کی برکات سے کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی درست بات کا الہام فرمانے والا ہے۔ فرد

Marfat.com

فرد ہے کہ پیش تو گفتم غم دل ترسیدم کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

میں نے غمِ دل تھوڑا سا بیان کیا ہے۔ میں ڈر گیا ہوں کہ تو دل آزردہ ہوگا ورنہ باتیں بہت ہیں۔

والسّلام

مکتوب نمبر (۱۳۲)

مُلّا محمد صدیق بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

دولتمند کی مجلس سے اجتناب اور فقراء کی صحبت کی ترغیب کے بیان میں۔ کیونکہ فقراء کے آستانوں کی جاروب کشی اغنیاء کے ہاں صدر نشینی سے بہتر ہے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْهَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ — اے اللہ! ہمارے دلوں کو کج ہونے سے بچا۔ اس کے بعد کہ تو نے ہم کو ہدایت بخشی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما۔ بیشک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔

اے برادر آپ نے ظاہر طور پر فقراء کی صحبت و ہمنشینی سے کنارہ کشی کر کے اور دل تنگ ہو کر اغنیاء کی مجلس اختیار کر لی ہے۔ آپ نے بہت بُرا کیا ہے۔ آج اگر تمہاری چشمِ بصیرت بند ہے تو کل کھول دیں گے۔ مگر اس وقت ندامت اور شرمندگی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ بتا دینا شرط ہے۔ اے دیوانگی کے مارے ہوئے تیرا معاملہ دحال سے خالی نہیں۔ اغنیاء کی مجلس وصحبت میں تجھے جمعیتِ خاطر نصیب ہوگی یا نہ ہوگی۔ اگر ہوگی تو وہ بھی بُری ہے۔ اور نہ ہوگی تو یہ بہت ہی بُری بات ہے۔ ان کی مجلس میں اگر جمعیت خاطر نصیب ہوگی تو وہ جمعیت نہیں بلکہ فی الحقیقت استدراج (کچھ وقت کے لئے مہلت ہے) ہے۔ اس صورتِ حال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ اور اگر جمعیتِ خاطر نصیب ہی نہ ہو۔ خسر الدنیا و الآخرہ' دنیا اور آخرت کا خسارہ اس کا نشانِ حال ہے۔ یاد رکھ فقراء کے آستانے کی جاروب کشی اغنیاء کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔ آج اس بات کی سمجھ آئے یا نہ آئے۔ آخرکار سمجھ آ جائے گی مگر اس وقت کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ لذیذ طعام اور اچھے اور فاخرہ لباس کی آرزو نے تجھے اس بلا میں ڈال دیا ہے۔ اب بھی کچھ نہیں گیا۔ اپنے اصلی مقصد کی فکر کرو۔ جو کچھ حق سبحانہٗ تعالیٰ سے رُکاوٹ کا باعث ہے۔ اس سے دُور بھاگو۔ اور بچو!

اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَ اَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ. — بیشک تمہاری کچھ بیویاں اور اولاد تمہاری دشمن ہے ان سے بچو۔

نص قطعی ہے۔ صحبت کے حقوق نے مجھے اس بات پر مجبور کیا کہ تمہیں نصیحت کردوں۔ آگے اس پر عمل کرو

Marfat.com

یا نہ کرو یہ تمہاری مرضی۔ شعر

وَقَدْ كَانَ مَا خِفْتُ اَنْ يَكُوْنَا   اِنَّا اِلَى اللّٰهِ رَاجِعُوْنَا

یعنی بیشک وہ بات ہو کر رہی جس کا مجھے ڈر تھا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن

ان سب لوگوں پر سلامتی کا نزول ہو جو ہدایت کے پیروکار اور حضرت محمد مصطفٰے علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات اتمہا و اکملہا کی سنت کے پابند ہیں۔ مجھے تمہاری فطرت اور استعداد سے کچھ اور ہی توقع تھی۔ تم نے اپنی استعداد کے جوہر نفیس کو پاخانے میں پھینک دیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔

مکتوب نمبر (۱۳۳)

یہ مکتوب بھی مُلا محمد صدیق کی طرف صادر فرمایا۔ اس بیان میں کہ فرصت کے لمحات کو غنیمت جاننا چاہیئے اور اپنے قیمتی وقت کی قدر کرنی چاہیئے۔

قاصد کے ہاتھ آپ نے جو مکتوب ارسال کیا تھا مل گیا ہے۔ فرصت کے لمحات کو غنیمت جانو۔ اور اپنے وقت عزیز کی قدر کرو۔ رسوم و عادات سے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ اور حیلوں بہانوں سے خسارے اور محرومی میں ہی اضافہ ہوتا ہے۔ مخبر صادق حضور نبی کریم علیہ وعلی آلہ من الصلوات اتمہا ومن التسلیمات اکملہا نے فرمایا یہ:

هَلَكَ الْمُسَوِّفُوْنَ   یعنی "یہ کام ابھی کر لوں گا" کہنے والے ہلاک ہو گئے۔

ایام زندگی کو موہوم مقاصد میں صَرف کرنا اور موہوم مقاصد (اموال اور منافع دینوی) کو عمر موجود کے لئے نگاہ رکھنا بہت بُرا ہے۔ چاہیئے یہ کہ نقد وقت کو اہم اور ضروری کام میں صَرف کیا جائے۔ اور غیر نقد (آنے والی زندگی جو ایک وہمی امر ہے) کہ بے فائدہ آسائش اور آرائش کے لئے ذخیرہ بنانا چاہیئے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ اپنی طلب میں بے آرامی کا ذرہ ہی عطا کر دے۔ تاکہ ماسوائے حق کے ساتھ آرام حاصل کرنے سے نجات میسر آ جائے۔ گفتگو بے فائدہ ہے۔ سلامتی قلب طلب کرنی چاہیئے۔ اصل مقصد کی فکر میں رہنا چاہیئے اور لا یعنی امور سے مکمل طور پر گریز کرنا چاہیئے۔ بیت

ہر چہ جز عشق خدائے احسن است   گر شکر خوردن بود جاں کندن است

خدائے احسن کے عشق و محبت کے سوا جو کچھ ہے۔ اگر چہ شکر کھانے کا فعل ہی ہی کیوں نہ ہو در اصل اپنی جان کو ہلاک کرنے کی ہی بات ہے۔

مَاعَلٰی رسول الا البلاغ   رسولوں پر صرف بات کا پہنچا دینا ہے۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۱۳۴)

یہ مکتوب بھی مُلا محمد صدیق کی طرف لکھا۔ "تھوڑی دیر تک کرلوں گا" سے روکنے کے بیان میں۔

حق سبحانہ وتعالیٰ مدارج قرب میں بے اندازہ عروج عطا فرمائے۔ بحرمت سید المرسلین علیہ علیہم وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات اتمہا۔

اے محبت کے نشانات والے وقت انسان کی زندگی کو کاٹنے والی تلوار ہے۔ معلوم نہیں کہ کل فرصت نصیب ہو یا نہ ہو۔ اہم اور ضروری کام آج ہی کرنا چاہیئے۔ اور غیر ضروری کام کل پر ڈالنا چاہیئے۔ عقل معاد کا بھی تقاضا ہے۔ جہاں عقل معاش اس تقاضا سے خالی ہے۔ اس سے زیادہ کیا لکھے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۱۳۵)

یہ مکتوب مخلص دوست محمد صدیق کی طرف صادر فرمایا:

ولایت کے مراتب کے بیان میں چاہے ولایت عامہ ہو یا خاصہ۔ نیز ولایت خاصہ کی بعض خصوصیات کے بیان میں

معلوم ہونا چاہیئے کہ ولایت فنا اور بقا کا نام ہے۔ اور یہ ولایت یا عام ہوگی یا خاص۔ اور عامہ سے ہماری مُراد مطلق ولایت ہے۔ اور خاصہ سے ولایت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام والتحیہ مُراد ہے۔ ولایت محمدیہ میں فنا اتم اور بقا اکمل حاصل ہوتی ہے۔ تو جو نیک بخت اس نعمتِ عظمیٰ سے مشرف کیا گیا۔ اس کا جسم طاعت کیلئے نرم ہوگیا۔ اس کا سینہ اسلام کے لئے کھل گیا۔ اور اس کا نفس مطمئنہ ہوگیا۔ تو اس کا نفس اپنے مولا سے راضی ہوگیا۔ اور اس کا مولا اس سے راضی ہوگیا۔ اور اس کا دل رب تعالیٰ کی ذات کے لئے ہی خالص ہوگیا۔ اور اس کی رُوح پُورے طور پر صفات لاہوت کے مکاشفے کے لئے آزاد ہوگئی۔ اور اس کا سرّ شیون اور اعتبارات کے ملاحظہ کے ساتھ موصوف ہوگیا۔ اور اس مقام میں تجلیات ذاتیہ برقیہ سے مشرف ہوگیا۔ اور اس کا لطیفہ خفی رب تعالیٰ کے کمال تنزہ اور تقدس کبریا کے سامنے دریائے حیرت میں ڈوب گیا۔ اس کا لطیفہ اخفیٰ اس ذات کے ساتھ بے کیف اور بے مثال طریقہ پر اتصال پذیر ہوگیا۔ مصرعہ

ھنینا لا رباب النعم نعیمھا ارباب نعمت کو نعمتیں گوارا ہوں۔

اور ایک بات جو ذہن میں رکھنی چاہیئے یہ ہے کہ ولایتِ خاصہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام والتحیہ عروج ونزول کے تمام طریقوں میں دوسرے تمام ارباب ولایت سے ممتاز اور الگ ہے۔ جناب عروج میں تو اس ظن اس کی بقاء اسی ولایت خاصہ کے ساتھ مختص میں ہے۔ باقی تمام ولایتوں کا عروج اپنے درجات کے فرق کے

Marfat.com

مطابق صرف لطیفہ خفی تک ہے۔ یعنی بعض ارباب ولایت کا عروج مقام رُوح تک ہے۔ اور بعض کا عروج سِرّ تک۔ اور کچھ دُوسروں کا عروج لطیفہ خفی تک ہے۔ اور یہ ولایت عامہ کے درجات کی آخری حد ہے۔ اور جانب نزول میں اس طرح کہ ولایت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام والتحیہ کے اولیا کے اجسام طاہرہ کو بھی اس ولایت کے درجات کمالات سے حصہ ملتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کو شب معراج جہاں تک خدا تعالیٰ نے چاہا جسد عنصری کے ساتھ عروج حاصل ہوا۔ اور آپ پر جنت اور دوزخ پیش کیے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جن علوم کی وحی آپ پر نازل کرنی تھی نازل کی۔ اور وہاں آپ حق تعالیٰ کی رویت بصری سے مشرف کیے گئے۔ اور اس طرح کی معراج حضور سید الصلوٰۃ والسّلام کے لئے خاص ہے۔ اور وہ اولیاء جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی کمال متابعت سے موصوف ہیں اور آپ کے قدم مبارک کے نیچے چلتے ہیں انہیں بھی اسی مرتبہ مخصوصہ سے حصہ ملتا ہے۔ مصرعہ: وللارض من کاس الکرام نصیبٌ۔ کریم لوگوں کے پیالے میں زمین کا بھی حصہ ہے۔ اس باب میں آخری بات یہ ہے کہ دُنیا میں رویت کا وقوع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہے اور جو اولیاء کرام آپ کے قدم کے نیچے ہیں انہیں جو حالت نصیب ہوتی ہے وہ رویت کی حالت نہیں۔ اور رویت اور اس حالت میں فرق اصل اور فرع اور شخص اور اس کے سایے کا فرق ہے۔ رویت اور یہ حالت ایک دُوسرے کا عین نہیں۔

مکتوب نمبر (۱۳۶)

یہ مکتوب بھی مُلا محمد صدیق کی طرف صادر فرمایا:

تسویف (یعنی نیک کام میں ٹال مٹول) اور مطلوب حقیقی کے حصول میں تاخیر سے روکنے کے بیان میں۔

آپ کا مکتوب مرغوب موصول ہوا۔ چونکہ قاصد رمضان المبارک کے آخری عشرہ متبرکہ میں پہنچا۔ اس لئے اس ہفتہ کے گزرنے کے بعد جواب کا پروگرام بنایا۔ خانخاناں کے خط کا جواب اور خواجہ عبداللہ کے خط کا جواب ارسال کر دیا ہے۔ اسے ملاحظہ کر لیں۔ اس دفعہ تمہارا فوج میں جانا فقیر کے نزدیک غیر معقول نظر آتا ہے۔ معلوم نہیں اس میں کیا حکمت ہے۔ حقیقت معاملہ کا علم اللہ سبحانہٗ کو ہی ہے۔ آپ کو یومیہ روزی عطا فرمائی ہوئی ہے۔ اسے غنیمت جانتے ہوئے اپنے کام کی فکر کرنی چاہیئے۔ اسے مزید روزی حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیئے۔ کیونکہ یہ طریقہ لامتناہی سلسلے کی شکل اختیار کر جائے گا۔ درویشی میں لمبی اُمیدیں رکھنا کفر ہے۔ اور قرض سے نجات حاصل کرنے کا طریقہ اور معاملہ غیر معلوم ہے کہ خواجہ صاحب سے شاید اس کی صورت بن سکے۔ اگر اس بارے میں اشتباہ ہو تو خواجہ صاحب کی طرف یہ بات صاف اور صریح طور پر لکھیں۔ اگر وہ بھی جواب میں واضح طور پر لکھیں اور ان کی طرف سے پختہ وعدہ محسوس ہو۔ اس نیت کے تحت جا سکتے ہیں۔ لیکن تسویف (نیک کام میں ٹال مٹول) اور تاخیر کا کیا علاج۔ آپ جو کچھ کرنا چاہتے ہیں جلد کر لیں فرصت کے لمحات نہایت غنیمت ہیں۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۱۴۷)

حاجی خضر خان افغان[1] کی طرف صادر فرمایا۔

ادائے نماز کی بلندی شان میں جس کا کمال نہایت النہایۃ کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

آپ کا مکتوب مرغوب موصول ہوا۔ مضمون وضاحت سے ذہن میں آیا۔ عبادت میں لذت اور اس کے ادا کرنے میں رنج و تکلیف کا رفع ہونا حق سبحانہ وتعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ خاص کر ادائے نماز میں جو غیر منتہی کو میسر نہیں۔ علی الخصوص فرض نماز کے ادا میں۔ کیونکہ ابتداء میں نفل نماز کے ادا کرنے میں لذت نصیب ہوتی ہے۔ اور نہایت النہایۃ میں پہنچ کر لذت کی یہ نسبت ادائے فرض کے ساتھ وابستہ ہو جاتی ہے۔ اور بندہ ادائے نوافل میں اپنے آپ کو بے کار تصور کرتا ہے۔ اور اس کے نزدیک ادائے فرض ہی کارِ عظیم قرار پاتا ہے۔ مصرعہ: این کارِ دولت است کنوں تا کرا دہند۔ یہ دولت اور سعادت کا کام ہے۔ دیکھئے اب یہ نعمت کسے نصیب ہوتی ہے۔

یہ بات علم میں ہونی چاہیئے۔ کہ نماز ادا کرتے وقت جو لذت نصیب ہوتی ہے۔ نفس کے لئے اس میں کوئی حصہ نہیں۔ بلکہ وہ اس لذت کی حالت میں نالہ و فغان کر رہا ہوتا ہے۔ سبحان اللہ کیا بلند مرتبہ ہے۔ مصرعہ هنیئاً لارباب النعیم نعیمها۔ اربابِ نعمت کو نعمتیں گوارا ہوں۔ ہم جیسے دیوانوں کے لئے اس طرح کی گفتگو ہی غنیمت ہے۔ مصرع: بارے بہ ہیچ خاطرِ خود شاد مے کنم۔ کسی طرح ہی مجھے دل کی خوشی نصیب ہو جائے۔

یہ بات بھی جان لیں کہ دُنیا میں رُتبہ نماز آخرت میں رتبہ رویت کی طرح ہے۔ دنیا میں نہایتِ قرب نماز میں حاصل ہوتا ہے۔ اور آخرت میں نہایتِ قرب دیدارِ خداوندی کے وقت ہوگا۔

اور یہ بات بھی ذہن میں رکھیں باقی عبادات نماز کے وسائل اور ذرائع ہیں۔ اور نماز مقاصد میں سے ہے۔ والسلام والاکرام۔

---

[1] حاجی خضر خان مرحوم حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے منظورِ نظر لوگوں میں سے ہیں۔ آپ کو حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کی طرف سے تقسیم طریقہ کی اجازت بھی مرحمت ہوئی۔ بے شمار مخلوق آپ کے فیض سے مستفید ہوئی۔ آپ رات کا اکثر حصہ گریہ وزاری میں بسر کرتے۔ مسکنت، تواضع، صفائی قلب اور حضور کے اوصاف سے موصوف تھے۔ اور آپ کے اوقات تلاوت قرآن مجید، اذکار، نوافل اور اوراد و وظائف سے معمور تھے۔ آپ سرہند شریف کے مضافات میں قصبہ بہلول میں سکونت رکھتے تھے۔ حاجی صاحب مرحوم اوّلاً حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہٗ کے والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ کی محفل جنت نشان میں حاضر ہوتے۔ اور سرمایہ سعادت جمع کرتے رہے۔ بعد میں آپ نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں سلوک کی تکمیل کی۔ آپ نے ۱۰۵۲ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار شریف قصبہ بہلول پور میں ہے۔ زندۃ المقامات

Marfat.com

مکتوب نمبر (۱۳۸)

شیخ بہاؤ الدین سرہندی کی طرف صادر فرمایا:

کمینی دُنیا کی مذمت اور دنیاداروں کی صحبت ومجالست سے پرہیز کرنے کے بیان میں۔

فرزند ارشداس کمینی اور مبغوض دُنیا پر خوش نہ ہو۔ جناب قدس خداوندی جل سلطانہٗ کی طرف دائمی توجہ کے سرمایہ کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ اوراس بات کا خیال کرے کہ کیا چیز فروخت کر رہا ہے۔ اور کیا خرید رہا ہے۔ آخرت کو دنیا کے بدلے میں دے دینا اور مخلوق میں اُلجھ کر حق سبحانہ سے کٹ جانا بے وقوفی اور بے عقلی ہے۔ دنیا اور آخرت کا جمع ہونا ضدوں کے جمع ہونے کی مانند ہے۔

مَاأَحْسَنَ الدِّيْنَ وَالدُّنْيَا لَوِاجْتَمَعَا — کیا ہی اچھا ہوتا ہے اگر دین اور دنیا دونوں جمع ہو جاتے

ان دوضدوں میں جس کو چاہیں اختیار کریں۔ اور جس کے عوض چاہیں اپنے آپ کو فروخت کر دیں۔ آخرت کو عذاب ابدی اور دائمی ہے۔ اور دُنیا کا ساز وسامان بالکل تھوڑا ہے۔ خداتعالیٰ سبحانہ دُنیا کو اپنا دشمن قرار دیتا ہے۔ اور آخرت اللہ تعالیٰ وتقدس کی پسندیدہ شے ہے۔ ن

عِشْ مَا شِئْتَ فَاِنَّکَ مَیِّتٌ — وَالْزَمْ مَا شِئْتَ فَاِنَّکَ مُفَارِقُہٗ

جتنا بھی عرصہ زندہ رہو آخر تم نے مرنا ہے۔ اور جس شے سے بھی چمٹو آخر تمہیں اسے چھوڑنا پڑے گا۔ آخر کار زن وفرزند کو چھوڑنا پڑے گا۔ لہٰذا ان کی تدابیر کو حق سبحانہ کے حوالے کرنا چاہیئے۔ اور آج اپنے آپ کو مُردہ تصور کرنا چاہیئے۔ اوران کی مہمات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا چاہیئے۔

اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَ اَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْھُمْ — بیشک تمہاری کچھ بیویاں اوز اولاد تمہاری دشمن ہے۔ ان سے ڈرنا چاہیئے۔

نص قطعی ہے۔ بار بار تاکید ہے۔ خواب خرگوش میں کب تک پڑے رہو گے۔ آخر آنکھ کھولنی چاہیئے۔ اہل دنیا کی صحبت اور اُن سے میل جول زہر قاتل ہے۔ اس زہر کا کشتہ دائمی موت میں گرفتار ہے۔ عقلمند کو تو اشارہ ہی کافی ہے۔ چہ جائیکہ صراحتہ بار بار تاکید اور مبالغے کے ساتھ کہا جائے۔ بادشاہوں کے درباروں کا لقمہ چرب و شیرین مرض قلبی مین اضافہ کرتا ہے۔ تو ایسی صورت میں نجات اور فلاح کس طرح نصیب ہو سکتی ہے۔ ڈرو ڈرو ڈرو۔

من آنچہ شرط بلاغست با تو میگویم — تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

میں نے شرط تبلیغ پوری کر دی ہے۔ تو میری باتوں سے خواہ نصیحت حاصل کر خواہ ملال

شیر سے بھی زیادہ ان کی صحبت سے دُور بھاگو۔ کیونکہ شیر صرف دنیوی موت کا سبب بنتا ہے۔ اوراس

Marfat.com

سے آخرت برباد نہیں ہوتی۔لیکن حکام وسلاطین سے میل جول ہلاک ابدی اور خسارہ دائمی کا سبب بن جاتا ہے لہٰذا ان کی صحبت سے بچو ان کے لقمہ سے بچو ان کی دوستی اور محبت سے بچو اور ان کو دیکھنے سے بھی گریز کرو۔

حدیث صحیح میں وارد ہو چکا ہے۔

مَنْ تَوَاضَعَ غَنِیًّا لِغِنَاهُ ذَهَبَ ثُلُثَا دِیْنِهٖ جو کسی غنی کی اس کی دولت کی وجہ سے تواضع کرتا ہے اس کا دو حصے دین ضائع ہو جاتا ہے۔

آپ کو احساس ہونا چاہیئے۔کہ یہ سب تواضع اور چاپلوسی ان کی دولت کی وجہ سے ہے۔اور اس کا نتیجہ دو حصے اپنا دین برباد کرنے کی صورت میں برآمد ہوتا ہے۔تو تمہارا اسلام سے کیا تعلق اور تم نجات کیسے پا سکتے ہو۔یہ سب مبالغہ اور تاکید اس لئے ہے کہ فقیر جانتا ہے کہ ناجنس لوگوں کی صحبت اور ان کے لقمہ چرب و شیریں نے اس فرزند کو نصیحت قبول کرنے اور عقلمندی اختیار کرنے سے دُور کر دیا ہے۔اور سرسری کلمہ وکلام سے متاثر ہونے سے امید کم ہے۔تو میں بار بار کہتا ہوں کہ ان کی صحبت سے بچ۔اور ان کی شکل سے بھی گریز کر۔

اللہ سبحانہٗ ہی توفیق عطا کرنے والا ہے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں ان باتوں سے نجات دے جو ہمارے بلند شان والے رب تعالیٰ کو ناپسند ہے۔بحرمتہ نبی اکرم ﷺ جو سید بشر ہیں اور جن کی مدح میں ما زاغ البصر وارد ہوا ہے۔و علی آلہ من الصلوات افضلھا و من التسلیمات اکملھا۔

مکتوب نمبر (۱۳۹)

جعفر بیگ نہانی کی طرف صادر فرمایا:

اس بدبخت جماعت کے بیان میں جو اہل اللہ پر اعتراض کرتی ہے۔اس جماعت کی ہجو و مذمت جائز بلکہ مستحسن ہے۔

آپ کے التفات نامہ گرامی نے مشرف فرمایا۔حق سبحانہٗ وتعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔آپ فقراء کے حالات خبر گیری رکھتے ہیں۔اور موجودگی کو یکساں حیثیت دیتے ہیں۔

مخدوم گرامی! کفار قریش نے جب اپنی کمال بدبختی کی بناء پر اہل اسلام کی بُرائی اور مذمت میں بہت مبالغہ کیا تو حضرت رسالت مآب علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسّلام نے بعض اسلامی شعراء کو حکم دیا کہ نالائق کفار کی مذمت و بُرائی اشعار میں کریں۔وہ شاعر حضرت رسالت مآب علیہ و علی آلہ من الصلوات افضلھا و من التسلیمات اکملھا کے سامنے منبر پر بیٹھتا اور کفار کی مذمت میں اعلانیہ اشعار کہتا۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام فرماتے جتنا وقت یہ کفار کی مذمت میں مصروف رہتا ہے۔رُوح القدس (جبریل) اس کے ساتھ رہتا ہے۔مخلوق کی طرف سے ایذا اور تکلیف کو پہنچنا عشق کی غنیمتوں میں سے ہے۔اے اللہ ہمیں ان عشاق میں داخل

Marfat.com

کرلے۔ بحرمت سید المرسلین علیہ وعلیہم وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات۔

مکتوب نمبر (۱۴۰)

ملا محمد معصوم کابلی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ رنج ومحنت محبت کے لوزامات میں سے ہے۔

اے محبت کے نشانات والے رنج ومحنت محبت کے لوازمات میں سے ہے۔ فقراء کے لئے درد وغم کا ہونا لازمی بات ہے۔ بیت۔

غرض از عشق تو ام چاشنی درد وغم است　　ورنہ زیرِ فلک اسبابِ تنعم چہ کم است

تیرے ساتھ عشق لگانے سے میری غرض وغایت درد وغم کی چاشنی ہے۔ ورنہ آسمان کے نیچے ناز و نعمت کے اسباب کیا کم ہیں۔

دوست آوارگی چاہتا ہے۔ تاکہ اس کے غیر سے بالکلیہ قطع تعلق ہوجائے۔ آرام بے آرامی میں ہے۔ اور لذت وخوشی سوز میں ہے۔ قرار بے قراری میں اور راحت زخم خوردہ ہونے میں ہے۔ اس مقام میں فراغت تلاش کرنا اپنے آپ کو محنت میں ڈالنا ہے۔ اپنے آپ کو مکمل طور پر محبوب کے سپرد کرنا چاہیئے۔ اس کی طرف سے جو کچھ آئے پوری رضا اور خوشی سے قبول کرنا چاہیئے۔ اور اپنے آبرو نہیں پھیرنے چاہئیں۔ زندگی گزارنے کا طریقہ اس روش میں ہے۔ جہانتک ہوسکے استقامت اختیار کرو۔ ورنہ سُستی تمہارے پیچھے تعاقب کررہی ہے تمہاری مشغولیت بہت اچھی ہوچکی تھی۔ لیکن قوت سے پیشتر ہی ضعف کا شکار ہوگئی اگر تھوڑا سا بھی ان ترددات اور شکوک اور بے اطمینانی سے اپنے وقت کو ضائع نہ کریں تو اس طرح پہلے سے بھی بہتر ہوجائے گا۔ چاہیئے کہ ان بے چینی کے اسباب کو عین جمعیت کے اسباب قرار دیں۔ تب ہی کوئی کام انجام دیا جاسکتا ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۱۴۱)

مُلا محمد قلیج کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ سلوک کے اس کام میں عمدہ چیز محبت واخلاص ہے۔

حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ بحرمت حضرت سید المرسلین علیہ وعلیہم وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات بیش از بیش ترقیات عطا فرمائے۔ قلبی احوال کے بارے میں آپ کبھی کچھ نہیں لکھتے کہ کیا صورتِ حال ہے۔ اس سلسلے میں ضرور کچھ نہ کچھ لکھا کریں کہ یہ بات غائبانہ توجہ کا موجب ہے۔ اس کام میں عمدہ بات محبت واخلاص ہے۔ اگر اس وقت ترقی محسوس نہیں ہورہی تو غم کرنے کی ضرورت نہیں۔ جب اخلاص پر استقامت حاصل ہے۔ تو سالوں کا

Marfat.com

کام چند گھڑیوں میں میسر آ سکتا ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۱۴۲)

مُلّا عبدالغفور سمرقندی کی طرف صادر فرمایا:

اس امر کے بیان میں کہ ان بزرگوں کی اگر تھوڑی سی نسبت بھی ہاتھ آ جائے تو تھوڑی نہیں۔

آپ کا مکتوب مُبارک جو التفات و توجہ سے آپ نے ارسال کیا تھا موصول ہُوا۔ فقراء سے محبت اور اس گروہ کی طرف توجہ و نیاز خداوند تعالیٰ جل سلطانہٗ کی عظیم نعمتوں میں سے ہے۔ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اس پر استقامت کی درخواست اور امید ہے۔

وہ نیاز[1] جو آپ نے درویشوں کے لئے روانہ کی تھی موصول ہوگئی۔ اس پر فاتحہ سلامتی پڑھی گئی ہے۔

جو طریقہ آپ نے اخذ کیا تھا اور جو نسبت آپ کو وصال سے نصیب ہوئی تھی۔ اس کے متعلق آپ نے کچھ تحریر نہیں فرمایا۔ معاذ اللہ کہ اس میں سُستی اور فتور واقع ہو جائے۔ بیت

یک چشم زدن خیال پیشِ نظر بہتر ز وصال خوبرو میان ہمہ عمر

ایک لمحہ کے لئے محبوب حقیقی کا خیالی سامنے لانا ساری عمر حسینوں کے وصال سے لطف اندوز ہونے سے بہتر ہے۔

ان بزرگوں کی نسبت اگر تھوڑی بھی نصیب ہو جائے تو اس کو تھوڑی خیال نہ کرو۔ کیونکہ دُوسروں کی نہایت ان بزرگوں کی ابتداء میں درج ہے۔ مصرعہ۔ قیاس کن زگلستانِ من بہارمرا۔ میرے باغ کی رعنائی سے میری بہار کا اندازہ کرلو۔ لیکن اس نسبت میں فتور اور خلل سے غم نہیں کرنا چاہیئے۔ جبکہ ان بزرگوں کے ساتھ محبت کا رشتہ قوی اور مضبوط ہے۔ وہ قبا[2] جو کئی دفعہ پہنی گئی ہے۔ آپ کو ارسال کر دی گئی ہے۔ اسے کبھی کبھی پہنا کریں۔

---

[1] بزرگانِ دین کی خدمت میں نیاز پیش کرنے کے منکر لوگ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے ان الفاظ پر غور فرمائیں۔

[2] حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہٗ کا اپنا قبا شریف اپنے مرید کو ارسال کرنا اسے پہننے کے متعلق فرمانا اور اسے باادب رکھنے کا حکم دینا اور یہ فرمانا کہ اس قبا سے بہت فائدے حاصل ہوں گے۔ آپ کے حسن اعتقاد کی بین دلیل ہے۔ آپ کا یہ طرزِ عمل صاف ظاہر کرتا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ بھی وہی عقیدہ رکھتے تھے جو جمہور اہل سنت و جماعت کا ہے۔ جمہور اہلِ سنت و جماعت بزرگانِ دین کے تبرکات سے فیض و برکت حاصل کرتے ہیں۔ ان کا ادب کرتے ہیں۔ اور ان سے نفع اور فائدہ کے حصول کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ لیکن اہل سنت کے اس عقیدہ کے برعکس بے ادب...... لوگ جس طرح بزرگانِ دین کے اس طرح کے تبرکات کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ اور ایسے عقیدے کو شرک و بدعت قرار دیتے ہیں۔ اوہام و خیالات کہتے ہیں۔ وہ ان مخالفین کے رسائل انکی کتابوں اور ان کی روزمرہ کی تقاریر و بیانات سے بالکل واضح ہے۔ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہٗ کے اس عقیدے کو جان لینے والوں پر یہ حقیقت بھی پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ملک حسن علی غیر مقلد ساکن قصبہ شرقپور شریف ضلع شیخوپور

Marfat.com

اور ادب سے محفوظ رکھیں۔ اس سے بے شمار فوائد کی توقع ہے۔ جب بھی اس قبا کو پہنیں باوضو پہنیں۔ اور اپنے سبق کا تکرار جاری رکھیں۔ امید ہے کہ جمعیت تمام نصیب ہو گی۔

جب بھی کوئی بات میری طرف تحریر کریں پہلے اپنے باطنی کوائف و حالات تحریر کیا کریں۔ ظاہری حالات باطنی احوال کے بغیر کچھ اعتبار نہیں رکھتے۔ مصرعہ۔ از ہر چہ میرود سخن دوست خوشتر است۔ دوست کی بات جس طرف سے بھی کان میں پڑے بہت ہی اچھی لگتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں حضرت سید بشر نظر کی کجی سے پاک علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسّلام ظاہر اور باطن کی متابعت پر ثبات و دوام عطا فرمائے۔ مصرعہ: کار اینست وغیر این ہمہ ہیچ۔ اصل کام یہی ہے۔ باقی سب بے فائدہ باتیں ہیں۔

مکتوب نمبر (۱۴۳)

مُلّا شمس کی طرف صادر فرمایا:

اس امر کے بیان میں کہ موسم جوانی کو غنیمت جانتے ہوئے اُسے لہو ولعب میں صرف نہیں کرنا چاہیے۔

پاکستان نے اپنی تصنیف ''تعلیمات مجددیہ'' میں جو عقائد حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیے ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کا اُن عقائد سے دُور کا بھی تعلق نہیں۔ بلکہ ملک صاحب نے محض فریب عوام کے لئے یہ سب کچھ کیا ہے۔ اور بزرگوں پر بہتان تراشی کر کے اپنی عاقبت مزید خراب کی ہے۔ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ اور اہل سنت و جماعت کا تبرکات کے متعلق یہ عقیدہ قرآن وسنت سے بھی صاف ثابت ہے۔ قرآن حکیم میں وارد ہے کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا۔ اِذْہَبُوْا بِقَمِیْصِیْ ھٰذا فالقوہ عَلٰی یَاتِ بصیر آ۔ یعنی میری یہ قمیض لے جاؤ اور اسے میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو۔ اس طرح ان کی گئی ہوئی بینائی واپس آ جائے گی۔ قرآن حکیم میں ایک اور مقام پر وارد ہے۔ اَنْ یَاتِیَکُمُ التَّابُوْتُ فِیْہِ سَکِیْنَۃٌ مِنْ رَبِّکُمْ وَ بَقِیَّۃٌ مِمَّا تَرَکَ آلُ مُوْسٰی وَ آلُ ہَارُوْنَ یعنی اے بنی اسرائیل تمہارے پاس ایک صندوق آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکون اور ان تبرکات کا باقی ذخیرہ ہو گا جسے آلِ موسیٰ اور آلِ ہارون پیچھے چھوڑ گئی۔ بخاری شریف میں ہے کہ اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضور نبی اکرم علیہ السلام کے جبہ شریف کا ایک ٹکڑا تھا جب کوئی لاعلاج مریض آپ کے پاس آتا تو آپ وہ ٹکڑا پانی میں بھگوتیں اور اس کا پانی بیمار کو پلاتیں اسے شفا ہو جاتی۔ اللہ تعالیٰ کے ایک مقدس رسول حضرت یوسف علیہ السلام اور نبی اکرم علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ کا عقیدہ معاذ اللہ ہرگز مشرکانہ نہیں ہو سکتا۔ واللّٰہ تعالٰی الموفق للھدایہ و الصواب و الیہ المرجع و المآب و نسال اللّٰہ تعالٰی ان یرزقنا علی الحق و الھدایہ الثبات و السداد و جنبنا عن جمیع اصناف الکفر و الالحاد۔

(مترجم عفی عنہٗ)

Marfat.com

فقراء سے محبت رکھنے والے مولانا شمس کو نیک کاموں کی توفیق نصیب ہو۔ کہ موسم جوانی کو غنیمت جانتے ہوئے لہوولعب میں صرف نہ کرے۔ اور اخروٹ ومنقا (معمولی چیزوں) کے عوض نہ دے ڈالے۔ کیونکہ ایسی صورت میں آخر کار ندامت و پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگی۔ بتا دینا شرط ہے۔ پانچ وقت کی نماز باجماعت ادا کیا کریں۔ اور حلال وحرام میں تمیز کریں۔ نجات اُخروی کا طریقہ صاحب شریعت کی متابعت ہے۔ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات۔ فانی لذتوں اور ہلاک ہوجانے والی نعمتوں کو اپنا منظورِ نظر نہ بنائیں۔

والله سبحانه الموفق للخيرات

مکتوب نمبر (۱۴۴)

حافظ محمود لاہوری کی طرف صادر فرمایا:

سیر وسلوک کے معنی اور سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ کے بیان میں کہ دو طرح کی اس سیر کے علاوہ دو طرح کی سیر اور بھی ہے جو ان دو کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

سبحانہٗ وتعالیٰ بحرمة سید بشر اور کجی نظر سے پاک ذات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات مدارج کمالات میں بے اندازہ ترقیات عطا فرمائے۔ مصرعہ: از ہر چہ میرو دسخن دوست خوشتر است۔ یعنی جس طرف سے بھی دوست کی بات کان میں پڑے بہت ہی اچھی ہے۔ سیر وسلوک علم میں حرکت سے عبارت ہے۔ جو مقولہ کیف [1] میں سے ہے۔ حرکت اینی [2] کی یہاں گنجائش نہیں۔ پس سیر الی اللہ حرکت علمیہ سے عبارت ہے۔ جو علم اسفل سے علم اعلیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ اور اس سے اور اُوپر پھر اور اُوپر یہاں تک کہ بندہ تمام ممکنات کے علوم طے کرنے اور ان کے مکمل طور پر فنا ہوجانے کے بعد علم واجب تک جا پہنچتا ہے۔ اور اس حالت کو فنا سے تعبیر کرتے ہیں۔

اور سیر فی اللہ اس حرکت علمیہ سے عبارت ہے جو مراتب وجوب یعنی اسماء صفات شیون اعتبارات تقدیسات اور تنزیہات ہی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اس مرتبہ تک جا پہنچتی ہے۔ جسے کسی عبارت سے بیان کرنا ناممکن ہے۔ اور نہ اس کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے۔ اور نہ اسے کسی نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے۔ اور نہ بطور کنایہ اس کا اظہار ہوسکتا ہے۔ اور نہ اسے کوئی عالم جان سکتا ہے اور نہ کوئی ادراک کرنے والا اس کا ادراک کرسکتا ہے۔ اس سیر

---

[1] کیف دراصل اس عرض کا نام ہے۔ جس کا تصور وتعقل غیر کے تصور وتعقل پر موقوف نہ ہو۔ اور جو اقتضاء اولیٰ کے لحاظ سے تقسیم یا عدم تقسیم کی متقاضی نہیں۔ پھر آگے اس کے کئی اقسام میں جیسے کیفیت راسخہ اور غیر راسخہ اور کیفیات نفسانیہ۔ اور علم صحیح مذہب کے مطابق مقولہ کیف سے ہے۔ كما اشار اليه مجدّد الف ثانی رضی الله عنه'

[2] حرکت اینی یعنی انتقال مکانی یعنی یہاں سیر وسلوک سے مراد یہ نہیں کہ سالک ایک مکان سے منتقل ہوکر دُوسرے مکان میں جا پہنچتا ہے۔ کیونکہ اس طرح کی سیر کی یہاں گنجائش نہیں۔

Marfat.com

کا نام بقا ہے۔

اور سیر عن اللہ باللہ بھی جو تیسری سیر ہے۔ حرکتِ علمی ہی سے عبارت ہے۔ جو علمِ اعلیٰ سے علمِ اسفل تک ہوتی ہے۔ اور اس سے اور نیچے پھر اور نیچے۔ یہاں تک کہ عارف پیچھے کی طرف چل کر پھر ممکنات تک آ پہنچتا ہے اور تمام مراتب وجوب کے علوم سے نیچے اُتر آتا ہے۔ یہ وہ عارف ہے جو اللہ سے وابستگی کے باعث سب کچھ طاقِ نسیان میں رکھ دیتا ہے۔ اور اللہ سے اللہ کے ساتھ رجوع کرتا ہے۔ یہی واجد (پانے والا) اور فاقد (نہ پانے والا) ہوتا ہے۔ اور یہی واصل اور ہجر میں مبتلا عارف ہے۔ اور یہی قریب اور بعید عارف ہے۔

اور چوتھی سیر جو اشیاء میں سیر ہے۔ یہ بھی سیر اول میں اشیاء کے علوم کے زوال کے بعد پھر آہستہ آہستہ اشیاء کے علوم کے حصول سے عبارت ہے۔ تو جیسا کہ تم جانتے ہو چوتھی سیر اوّل کے مقابل ہے۔ اور تیسری سیر دُوسری کے مقابل ہے۔

اور سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ نفس ولایت کے حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ اور نفسِ ولایت فناء اور بقا سے عبارت ہے۔ اور تیسری اور چوتھی سیر مقاماتِ دعوت کے حصول کے لئے ہے جو انبیاء کرام رُسُل عظام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور تسلیمات ان سب پر عموماً اور ان سب سے افضل پر خصوصاً ہوتی رہیں۔

اور اس بزرگ گروہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی کامل متابعت کرنے والوں کو بھی اس مقام سے حصہ ملتا ہے۔ جیسا کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ	آپ فرما دیں یہی میرا راستہ ہے۔ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور میرے پیرو کار بصیرت پر ہیں۔

یہ ہے ابتداء و انتہاء کی بات جس کے ذکر کرنے سے مقصود اس کی بلندی شان کا اظہار اور طالبانِ حق کو شوق دلانا ہے۔

برشکر غلطید اے صفرائیاں   از برائے کوریٔ سودائیاں

اے صفراوی مزاج لوگو تم شکر پر خوب لوٹو۔ کیونکہ سوداوی مزاج تو نابینگی کا شکار ہیں۔

ان لوگوں پر سلامتی کا نزول ہوتا ہے۔ جو ہدایت کے پیروکار اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی اطاعت پر کاربند ہوں۔

مکتوب نمبر (۱۴۵)

مُلّا عبدالرحمٰن مفتی کی طرف صادر فرمایا:

Marfat.com

اس امر کے بیان میں کہ طریقہ نقشبندیہ کے مشائخ قدس سرہم نے ابتدائے سیر عالمِ امر سے اختیار کی ہے۔ اور اس راز کے بیان میں کہ اس طریقہ کے بعض مبتدی جلد متاثر کیوں نہیں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے راستہ پر ثابت رکھے۔ اللہ اس بندے پر بھی رحم فرمائے جو آمین کہے۔

طریقہ نقشبندیہ کے مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے اپنی سیر کی ابتداء امر عالم سے اختیار کی ہے۔ اور عالمِ خلق کو اس کے ضمن میں طے کیا ہے۔ بخلاف دُوسرے سلاسل کے مشائخ کہ ان کی سیر کی ابتداء عالمِ خلق سے ہوتی ہے۔ عالمِ خلق طے کرنے کے بعد عالمِ امر میں قدم رکھتے ہیں اور مقام جذبہ تک پہنچتے ہیں۔ لہٰذا طریقہ نقشبندیہ وصول میں تمام طریقوں سے زیادہ قریب ہے۔ اور دُوسروں کی انتہاء ان کی ابتداء میں درج ہے۔ ع:

قیاس کن ز گلستانِ من بہار مرا میرے باغ کی رعنائی سے میری بہار کا اندازہ کر لو

اس بلند طریقہ کے کچھ طالب ایسے ہوتے ہیں کہ باوجود ان کی سیر کی ابتداء عالم امر سے ہوتی ہے۔ تاہم وہ جلد اثر پذیر نہیں ہوتے۔ اور لذت وحلاوت جو جذبہ اور کشش کا ہراول دستہ ہے اپنے اندر جلدی پیدا نہیں کرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں عالمِ امر، عالمِ خلق کی نسبت کمزور ہوتا ہے۔ اور یہی ضعف و کمزوری جلد اثر پذیری میں رکاوٹ اور سدِّ راہ ہوتی ہے۔ اثر پذیر ہونے میں یہ تاخیر اور دیر اس وقت تک موجود رہتی ہے جب تک ان میں عالم امر عالم خلق پر غلبہ اور قوت حاصل نہ کر لے۔ اور معاملہ برعکس نہ ہو جائے۔ اس ضعف کا علاج اس طریقہ کے مناسب یہ ہے کہ مکمل تصوف والا مرشد پورے تصرف سے کام لے۔ اور دُوسرے طریقوں کے مناسب اس مرض کا علاج یہ ہے کہ پہلے تزکیہ نفس کیا جائے اور ریاضات ومجاہدات شاقہ موافق شریعت اختیار کیے جائیں۔ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ۔ یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیئے کہ دیر سے اثر پذیر ہونا استعداد کے ناقص ہونے کی علامت نہیں۔ مکمل استعداد والے گروہ کے متعلق بھی یہ ممکن ہے کہ اس بلا میں مبتلا اور گرفتار ہو۔

والسلام

مکتوب نمبر (۱۴۶)

سبق کے تکرار کی نصیحت میں شرف الدین حسین بدخشی کی طرف تحریر فرمایا:

فرزندی شرف الدین حسین کا مکتوب موصول ہوا۔ اللہ سبحانہٗ کی حمد اور اس کا احسان کہ تم فقراء کی یاد کی سعادت سے بہرہ ور ہو۔ وہ سبق جو آپ نے سیکھا ہوا ہے۔ اس کے تکرار سے اپنے وقت کو معمور اور آباد رکھیں۔ اور فرصت کے لمحات سے پورا فائدہ اُٹھائیں۔ ایسا نہ ہو کہ فانی کرّوفر راہِ راست سے دُور کرے۔ اور زائل ہو جانے والی چیزوں کی شان وشوکت بے حلاوت کر دے۔ بیت

Marfat.com

ہمہ اندرز من بتو ایں است کہ تو طفلی دخانہ ہمہ رنگین است

تجھے میری ساری نصیحت یہی ہے۔ کہ تو بچہ ہے۔ اور گھر سارا بڑا رنگین ہے۔

کیا ہی عظیم نعمت ہے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ اُٹھتی ہوئی جوانی میں ہی توبہ کی توفیق عطا کر دے۔ اور پھر اس پر استقامت بھی دیدے۔ یہ کہنا بالکل درست ہے کہ دُنیا کی تمام نعمتیں اس کی ایک نعمت کے سامنے گھرے دریا کے آگے شبنم کا درجہ رکھتی ہیں۔ کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کی رضا کا موجب ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا تمام دنیوی اور اُخروی نعمتوں سے فائق اور اعلیٰ ہے وَرِضْوَانٌ مِنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ۔ اللہ تعالیٰ کی رضا بہت بڑی چیز ہے۔ اور سلامتی کا نزول ہر اُس شخص پر ہوتا ہے جو ہدایت کا پیروکار اور متابعت مصطفےٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات اتمہا واکملہا پر کاربند ہو۔

مکتوب نمبر (۱۴۷)

خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف صادر فرمایا:

اس امر کے بیان میں کہ مخلوق سے الگ ہونا رب تعالیٰ سے وابستگی پر مقدم ہے۔ یا حق تعالیٰ سے وابستگی مخلوق سے علیحدگی پر مقدم ہے۔

حق سبحانہ وتعالیٰ بحرمت حضرت سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات اتمہا مدراج کمال میں ترقیات عطا فرمائے۔

مشائخ قدس سرہم کی ایک جماعت نے گُستن (مخلوق سے کٹنے) کو پیوستن (حق کے ساتھ وابستگی) پر مقدم رکھا ہے۔ اور دوسری جماعت نے پیوستن کو گُستن پر مقدم قرار دیا ہے۔ اور تیسرے گروہ نے اس بارے میں توقف اختیار کیا ہے۔ شیخ ابو سعید خراز قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ جب تک مخلوق سے نہیں چھوٹتے مطلوب کو نہیں پا سکتے۔ اور جب تک مطلوب کو نہیں پا سکتے۔ مخلوق سے نہیں چھوٹ سکتے۔ اور میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں پہلے کونسی چیز ہے۔ ان سطور کا راقم کہتا ہے۔ کہ گُستن اور پیوستن دونوں ایک ہی وقت میں متحقق ہوتے ہیں یہ جائز نہیں کہ گُستن پیوستن سے جدا ہو یا پیوستن گُستن کے بغیر رونما ہو سکے۔ غایہ مافی الباب یہ ہے کہ خفا تقدم ذاتی اور دونوں کے ایک دُوسرے کی علّت ہونے کے تعین میں ہے۔ شیخ الاسلام ہروی قدس سرہٗ مذہب ثانی کو اختیار کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ کی طرف سے سبقت کا ہونا بہتر ہے۔ ہاں وہ جماعت جو گُستن کو مقدم جانتی ہے۔ اس سبقت کا انکار نہیں کرتی۔ پیوستن سے ان کی مُراد ظہور تام ہے۔ اور وہ ظہور مطلق پر سبقت کے منافی نہیں۔ مطلق ظہور گُستن پر مقدم ہے۔ اور ظہور تام اس سے مؤخر ہے۔ اس تحقیق کے مطابق یہ نزاع لفظی بن جاتی ہے۔ لیکن پہلے گروہ کی نظر بلند ہے۔ کیونکہ وہ قلیل کا اعتبار نہیں کرتے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ اس توجیہ

Marfat.com

کے مطابق تقدم زمانی بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ خوب سمجھ لو واللہ سبحانہ' الملھم للصواب۔ بہرحال گستن اور پیوستن کا مظہر بننا چاہیئے۔ کیونکہ مرتبہ ولادت ان دو مرتوں کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور ان دونوں کے حصول کے بغیر خار دار درخت پر ہاتھ پھیرنے کی بات ہے۔ پہلا مرتبہ سیر الی اللہ کے ساتھ مربوط ہے۔ اور مرتبہ ثانی سیر فی اللہ ہے۔ اور ان دونوں کے جمع ہونے سے بندہ مرتبہ ولایت اور کمال تک پہنچتا ہے۔ اپنے درجات کے مطابق۔ اور دوسری دو سیریں تکمیل حاصل کرنے اور درجہ دعوت تک پہنچنے کے لیے ہیں۔ ع

بانگ دو کردم اگر در دہ کس است — میں نے دو دفعہ آواز کر دی ہے۔ گاؤں میں اگر کوئی ہوگا سُن لے گا۔

مکتوب نمبر (۱۴۸)

ملّا صادق کابلی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ سیرابی کا اظہار کرنے والا خالی ہوتا ہے۔ اور مشائخ کرام کی رُوحانیات اور ان کی امداد سے مغرور نہیں ہوں۔ کیونکہ مشائخ کی صورتیں درحقیقت شیخ مقتدا کے لطائف ہیں۔

آپ کے دو مکتوب پے در پے موصول ہوئے۔ اوّل میں حصول اور سیری کا اظہار تھا۔ اور دُوسرا تشنگی اور بے حاصلگی کی خبر دے رہا تھا۔ الحمد للہ سبحانہ' کہ اعتبار آخری بات کا ہونا ہے۔ سیرابی کا اظہار کرنے والا خالی ہوتا ہے۔ اور جو شخص اپنے آپ کو بے حاصل اور خالی تصور کرتا ہے وہ واصل ہوتا ہے۔

تمہیں بار بار کہا گیا ہے کہ مشائخ کی رُوحانیات اور ان کی امداد پر مغرور نہ ہوں۔ کیونکہ مشائخ کی وہ صورتیں فی الحقیقت شیخ مقتدا کے لطائف ہیں۔ جو مشائخ کی صورتوں میں نمودار ہوئے۔ قبلہ توجہ کا ایک ہونا شرط ہے۔ توجہ کو پراگندہ کرنا عیاذاً باللہ سبحانہ' خسارے اور نقصان کا موجب ہے۔

دُوسری بات یہ ہے کہ تمہیں بار بار اور تاکید سے کہا گیا ہے۔ کہ کام کاج کے سلسلے کو مختصر کریں۔ تاکہ مقصود اصلی جلد انجام کو پہنچے۔ ضروری کام چھوڑ کے بے فائدہ کام میں مصروف ہونا عقل دُور اندیش کے نزدیک بہت نامناسب بات ہے لیکن آپ تو اپنی رائے پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ دُوسرے کی بات تم پر کم اثر کرتی ہے۔ اس روش کے نتیجے کے آپ خود ذمہ دار ہیں۔ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغ. رسُول کے ذمے صرف تبلیغ ہے۔

مکتوب نمبر (۱۴۹)

یہ مکتوب بھی مُلّا صادق کابلی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ اگرچہ مسبب الاسباب رب تعالیٰ نے اشیاء کو اسباب پر مرتب فرمایا ہے۔ لیکن یہ

Marfat.com

کیا ضروری ہے کہ نظر کسی معین سبب پر ہی لگائی جائے۔

اخوی مولانا محمد صادق عجب آدمی ہے۔ کہ اس نے اپنے آپ کو مکمل طور پر اسباب کے سہارے پر ڈال رکھا ہے۔ اگر چہ مسبب الاسباب رب تعالیٰ وتقدس نے اشیاء کو اسباب پر مرتب فرمایا ہے۔ لیکن اس کی کیا ضرورت کہ نظر معین سبب پر ہی جمائی جائے۔ مصرع

گر درے بستہ شد ایدل دگر بکشایند   اے دل اگر ایک دروازہ بند ہو گیا تو دوسرے کو کھول دینگے

اس قسم کی کوتاہ نظر اہل اللہ کے ساتھ بہت ہی بے تعلقی ظاہر کرتی ہے۔ آپ جیسے لوگوں سے ایسا ہونا بہت ہی بُرا ہے۔ ایک گھڑی کے لئے اپنے گریبان میں منہ ڈالنا چاہیئے اور اس طور طریقے کی بُرائی کا تصور کرنا چاہیئے۔ فقراء کے لباس میں ہو کر اپنا سب کچھ کمینی اور خدا تعالیٰ کی دشمن دُنیا جمع کرنے میں لگا دینا بہت ہی بُرا ہے۔ نہایت تعجب ہے کہ یہ برائی آپ کی نظر میں کس قدر اچھی اور خوشنما معلوم ہوتی ہے۔ دنیوی ضروریات کے حاصل کرنے میں بقدر ضرورت ہی کوشش کرنی چاہیئے۔ اپنی ساری ہمت اسی میں صرف کر دینا اور عمر عزیز کو اسی کے لئے گزارنا محض حماقت ہے۔ فرصت بڑی غنیمت ہے۔ ہزار افسوس اگر کوئی شخص اس سے فائدہ کاموں میں صرف کردے۔ بتانا شرط ہے۔ مَا عَلَى الرسول الا البلاغ۔ رسولؐ کے ذمے صرف تبلیغ ہے۔

لوگوں کی باتوں سے دل تنگ نہ ہوں۔ جو باتیں آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ اگر آپ میں نہیں تو غم کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ کتنی اچھی بات ہے کہ لوگ ایک شخص کو بُرا خیال کریں۔ اور وہ فی الحقیقت نیک ہو۔ ہاں اگر اس کا اُلٹ ہو تو وہ ضرور خطرے کا مقام ہے۔ والسّلام۔

مکتوب نمبر (۱۵۰)

اس بیان میں کہ مطلوب ومقصود قرار دینے کے لائق صرف واجب الوجود تعالیٰ وتقدس کی ذات ہے۔ خواجہ قاسم کی طرف صادر فرمایا:

برادرم خواجہ محمد قاسم کا التفات نامہ موصول ہو کر موجب فرحت ہوا۔ دنیوی حالات کی پراگندگی اور ظاہری احوال کے انتشار سے دل تنگ نہ ہوں۔ وہ اس لائق نہیں کہ انسان ان پر دل تنگ ہو۔ کیونکہ یہ جہان فنا کے مقام میں ہے۔ حق تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں میں اپنی زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ اس کے ضمن میں تنگی پیش آئے یا آسانی۔ مطلوبیت کے لائق صرف واجب الوجود جل شانہٗ کی ذات ہے۔ خاص کر آپ جیسے عزیز دوستوں کے لئے۔ اس کے باوجود اگر کسی طرح کی خدمت یا کام کے متعلق اشارہ فرمائیں گے تو بندہ اسے احسان جانتے ہوئے اس کی انجام دہی کی پوری کوشش کرے گا۔ والسّلام۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۱۵۱)

میر مومن بلخی کی طرف صادر فرمایا:

طریقہ خواجگانِ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی فضیلت و بزرگی۔ اور ''یادداشت'' کے معنی کے بیان میں جوان بزرگوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ مصرع

از ہر چہ میرود سخن دوست خوشتر است دوست کی بات جس طرف سے بھی کان میں پڑے، بہت اچھی ہے۔

''یادداشت'' حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقہ میں حضورِ بے غیبت سے عبارت ہے۔ یعنی شیونی اور اعتباراتی حجابات کے درمیان میں حائل ہوئے بغیر حضرت ذاتِ تعالیٰ وتقدس کے دائمی حضور کو یادداشت کہتے ہیں۔ اور اگر کبھی حضور ہو اور کبھی غیبت یعنی کسی وقت حجابات پوری طرح اُٹھ جائیں اور کبھی درمیان میں حائل ہو جائیں جس طرح تجلی ذاتی برقی میں ہوتا ہے۔ کہ بجلی کی طرح حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کے آگے سے ہٹ جاتے ہیں اور پھر جلد ہی وہ ذات پردہ شیون واعتبارات میں روپوش ہو جاتی ہے۔ تو اس طرح کے وقتی اور عارضی حضور کا ان اکابر کے ہاں کوئی اعتبار نہیں۔

پس بے غیبت حضور کا حاصل یہ ہے کہ تجلی ذاتی برقی جو حضرت ذات کے بے واسطہ شیون واعتبارات کے ظہور سے عبارت ہے۔ اور جو اس راہ کی نہایت میں جا کر میّسر آتی ہے۔ اور فنائے اکمل کو اس مقام میں جا کر ثابت کرتے ہیں دائمی ہو جائے اور حجابات ہرگز رجوع نہ کریں۔ اور اگر حجابات پھر رجوع کر آئیں تو حضور غیبت سے تبدیل ہو جائے گا۔ اور اسے ان خواجگان قدس سرہم کی اصطلاح میں یادداشت نہیں کہیں گے۔ تو ثابت ہو گیا کہ ان اکابر کا حضور اتم اور اکمل ہے اور فنا کی اکملیت اور بقا کی اتمیت مشہود کی اتمیت اور اکملیت کے اندازہ کے مطابق ہے۔ ع

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا میرے باغ کی رعنائی سے میری بہار کا اندازہ کر لو

مکتوب نمبر (۱۵۲)

سیادت وبزرگی کی پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ رسول ﷺ کی اطاعت عین خدائے سبحانہ کی اطاعت ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

Marfat.com

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ — جس نے رسول کی اطاعت کی بیشک اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔

حق سبحانہ وتعالیٰ نے رسول کی اطاعت کو عین اپنی اطاعت قرار دیا۔ تو اللہ عزوجل کی وہ اطاعت جو اطاعت رسول کی شکل میں نہیں اللہ سبحانہ کی اطاعت نہیں۔ اس مضمون کی تاکید و تحقیق کے لئے قد تاکید یہ لایا گیا تا کہ کوئی نادان واحمق ان دو اطاعتوں کے درمیان فرق نہ کرے۔ اور ایک کو دوسری جگہ اختیار نہ کرے۔ دُوسرے مقام پر حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ اس جماعت کی شکایت کرتا ہے۔ جو اللہ اور رسول کی اطاعت میں فرق کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّفَرِّقُوۡا بَیۡنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَیَقُوۡلُوۡنَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٍ وَّنَكۡفُرُ بِبَعۡضٍ وَّ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا بَیۡنَ ذٰلِكَ سَبِیۡلًا اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ حَقًّا۔

یعنی کفار چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق کریں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لائیں گے اور بعض سے کفر کریں گے۔ اور یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اس سے درمیان راستہ اختیار کریں۔ یہی لوگ پکے کافر ہیں۔

ہاں بعض مشائخ کبار قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے سکر وقت اور غلبہ حال کے باعث ایسی باتیں کہی ہیں جن سے ان دو اطاعتوں میں فرق کا اظہار ہوتا ہے۔ اور ایک کے مقابلے میں دُوسرے کی محبت کی پسندیدگی مترشح ہوتی ہے۔

منقول ہے کہ سلطان محمود غزنوی اپنی بادشاہت کے ایام میں خرقان کے قریب فروکش تھا۔ اُس نے وہاں سے اپنے وکلاء کو شیخ ابوالحسن[2] خرقانی کی خدمت میں بھیجا۔ اور التماس کی کہ حضرت شیخ بادشاہ کی ملاقات کے لئے تشریف لائیں۔ اور اپنے وکلاء سے کہہ دیا کہ اگر شیخ کی طرف سے آنے میں توقف محسوس کریں تو آیہ کریمہ۔

---

[1] سورۃ نساء پارہ والمحصنات

[1] سورۃ نساء پارہ لایحب اللہ۔

[2] آپ کا نام مبارک علیؒ بن جعفر ہے۔ آپ یگانہ روزگار اور غوثِ وقت اور مرجع خلائق تھے۔ لوگ آپؒ کے زمانے میں آپؒ ہی کی خدمت میں جاتے تھے۔ تصوف میں آپؒ سلطان العارفین شیخ ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ ہیں۔ سلوک میں آپؒ کی تربیت حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے ہوئی۔ آپؒ حضرت بایزید بسطامیؒ کی وفات کے بہتر عرصہ بعد پیدا ہوئے۔ ۴۲۵ھ بروز منگل عاشورا کے روز وفات پائی۔ مثنوی شریف کے دفتر چہارم میں مولانا رُوم رحمۃ اللہ علیہ نے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت اور کمالات کے متعلق پیشگوئی کا قصہ بڑے پُر کیف انداز میں بیان کیا ہے۔

Marfat.com

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ. اللہ کی اطاعت بجالاؤ اور اس کے رسول اور اپنے حکمرانوں کی اطاعت بھی کرو۔

پڑھیں۔ جب وکلاء نے شیخ کی طرف سے ملاقات کے لئے جانے میں توقف محسوس کیا تو مذکورہ آیۃ کریمہ کی تلاوت کی۔ شیخ نے جواب میں فرمایا میں اَطِیْعُوا اللّٰہَ میں اس قدر گرفتار ہوں کہ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کی اطاعت سے شرمندہ ہوں۔ اولی الامر کی اطاعت کی تو کوئی صورت ہی نہیں۔

حضرت شیخ نے حق سبحانہٗ کی اطاعت کو رسول کی اطاعت کا غیر تصور کیا۔ یہ بات استقامت سے دُور ہے مستقیم الاحوال مشائخ اس طرح کے کلمات زبان پر نہیں لاتے اور شریعت' طریقت اور حقیقت کے تمام مراتب میں حق تعالیٰ کی اطاعت اس کے رسول کی اطاعت میں جانتے ہیں۔ حق تعالیٰ کی اطاعت اس کے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت میں نہیں۔ اسے عین گمراہی قرار دیتے ہیں۔

یہ قصہ بھی منقول ہے کہ شیخ مہینہ شیخ ابوسعید ابوالخیر ایک مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اور سادات خراسان میں سے ایک بہت بڑے سید بزرگ بھی آپ کی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اتفاقاً اس دوران ایک مغلوب الحال مجذوب نمودار ہوا۔ حضرت شیخ نے اس بڑے سید بزرگ پر اس کو ترجیح دی۔ سید صاحب کو یہ بات اچھی نہ لگی۔ شیخ نے سید صاحب سے فرمایا آپ کی تعظیم تو رسول اللہ ﷺ کی محبت کی وجہ سے ہے۔ اور اس مجذوب کی تعظیم رب تعالیٰ کی محبت کی بنا پر ہے۔ اس قسم کی تفرقہ آمیز باتوں کو مستقیم الاحوال اکابر جائز نہیں رکھتے۔ رسول اللہ ﷺ کی محبت پر اللہ تعالیٰ کی محبت کا غلبہ سکر حال کی بنا پر قرار دیتے ہیں۔ اور اسے ایک فضول بات سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں دیتے۔ ہاں اس قدر ضرور ہے کہ مقام کمال میں جو مرتبہ ولایت ہے۔ حق سبحانہٗ کی محبت غالب ہوتی ہے۔ اور مقام تکمیل میں جو مقامِ نبوت کا ایک حصہ ہے رسول کی محبت کا غلبہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اطاعتِ رسول پر جو عین اللہ سبحانہٗ کی اطاعت ہے۔ قائم و ثابت رکھے۔

مکتوب نمبر (۱۵۳)

میاں شیخ مزمل کی طرف صادر فرمایا:

غیر حق کی غلامی سے مکمل خلاصی کے بیان میں جو فنا مطلق سے وابستہ ہے۔

آپ کا ارسال کردہ مکتوب موصول ہوا۔ الحمد للّٰہ ذی الانعام و المِنَّۃ اللہ صاحب انعام کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ طالبوں کو طلب میں بے قرار اور بے آرام رکھتا ہے۔ اور اس بے آرامی میں غیر کے ساتھ آرام پکڑنے سے نجات عطا کرتا ہے۔ لیکن غیر کی غلامی سے مکمل نجات اور خلاصی اس وقت میسر آتی ہے۔ جب بندہ فنا مطلق سے مشرف ہوتا ہے۔ اور ماسوائے حق کے نقوش آئینہ دل سے مٹا دیتا ہے۔ اور اس کا علمی اور حسی

Marfat.com

تعلق کسے شے سے باقی نہیں رہتا۔ اور حق سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کوئی شے اس کا مقصود اور مُراد نہیں رہتی۔ یہ مقام حاصل ہونے کے بغیر غیر حق کی غلامی سے مکمل نجات کا خیال خاردار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔ اگرچہ اسے بے تعلقی کا گمان ہوتا ہے۔ لیکن

فَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا — گمان حق کی جگہ کچھ نہیں دے سکتا۔

مصراع: ایں کار دولت است کنوں تا کرا رسید۔ یہ دولت وسعادت کا کام دیکھئے اب کسے عطا ہوتا ہے۔

احوال اور مقامات میں پھنسا ہوا انسان بھی درحقیقت غیر حق تعالیٰ میں گرفتار ہے۔ دُوسری چیزوں میں گرفتاری کا کیا کہنا۔

ہر چہ از دوست دامانی چہ کفر آں حرف و چہ ایمان

ہر چہ از راہ دُور افتی چہ زشت آں نقش و چہ زیبا

جس چیز کے باعث تم دوست سے دُور ہو جاؤ کیا حرف کفر ہو کیا ایمان (اس سے دُور بھاگو) اور جس کام میں اُلجھ کر تم راستے سے دُور ہو جاؤ وہ بُری شے ہو یا اچھی (اس کے بھی قریب نہ جاؤ)۔

تمہارے سفر نے طوالت اختیار کر لی فرصت غنیمت ہے۔ دوست اگر رخصت کے اہل ہیں تو ان سے رخصت اور اجازت لینے میں کیا رُکاوٹ ہے۔ اور اگر رخصت کے اہل ہی نہیں تو ان سے رخصت لینے کی کیا ضرورت ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ کی رضامندی کا خیال کرنا چاہیئے۔ مخلوق راضی ہو یا نہ ہو۔ لوگوں کی ناراضگی کا کیا اعتبار ہے۔ ع طفیل دوست باشد ہر چہ باشد۔ جو کچھ ہے سب دوست کے طفیل ہے۔ مقصود صرف خدا تعالیٰ کی ذات کو ہی قرار دینا چاہیئے۔ اس مقصود کے ساتھ کچھ اور بھی حاصل ہوئے جائے تو ہو جائے۔ ورنہ مگر حاصل نہ ہو تو نہ ہو۔ ع رخسارِ من اینجا و تو در گل نگری۔ میرا رخسار تیرے سامنے ہے مگر افسوس تو اسے نہیں دیکھتا بلکہ تیری نگاہ پھول کی طرف ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۱۵۴)

یہ مکتوب بھی میاں مزمل کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ اپنے آپ سے گزر جانا چاہیئے۔ اور اپنے اندر جانا چاہیئے۔

حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے ساتھ رکھے۔ اور ایک لحظہ کے لیے بھی غیر کے حوالے نہ کرے۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَكِلْنَا اِلٰى اَنْفُسِنَا طَرْفَةَ عَيْنٍ فَنَعْطَبَ وَ لَا اَقَلَّ مِنْهَا فَنَضِيْعَ — اے اللہ ہم کو ایک لحہ کے لئے بھی ہمارے نفوس کے حوالے نہ کرتا کہ ہم ہلاک نہ ہوں اور نہ اس سے کم وقت کے لئے بھی تا کہ ہم ضائع نہ ہوں۔

Marfat.com

جو بلا اور مصیبت میں آتی ہے وہ اپنے ساتھ گرفتاری کے باعث آتی ہے۔ جب انسان اپنے آپ سے نجات پا گیا تو حق سبحانہ وتعالیٰ کے غیر کے ساتھ گرفتاری سے بھی نجات پا گیا۔ کوئی اگر بُت پرستی کر رہا ہے تو فی الحقیقت وہ اپنی ہی پرستش کر رہا ہے۔ جیسا کہ قرآنِ حکیم میں وارد ہے۔

اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ کیا تو نے اسے دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنایا ہوا ہے۔

مصراع: از خود چو گذشتی ہمہ عیش است وخوشی۔ جب تُو اپنے آپ سے گزر گیا (چھوٹ گیا) تو پھر سب عیش اور خوشی ہی خوشی ہے۔

دَعْ نَفْسَکَ وَ تَعَالَ اپنے نفس کو چھوڑ دو اور آ جاؤ۔

جس طرح اپنے آپ سے گزرنا ضروری ہے۔ اپنے اندر جانا اور سفر کرنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ مقصود کی یافت یہیں ہے۔ اپنے سے باہر مقصود کی یافت نہیں ہے۔

با تو در زیر گلیم است ہر چہ ہست ہمچو نابینا مبر ہر سوئے دست

جو کچھ ہے تیری گودڑی کے نیچے ہی ہے لہٰذا اندھوں کی طرح ادھر اُدھر ہاتھ نہ مار

سیر آفاقی میں دُوری ہی دُوری ہے۔ اور سیر اَنفسی میں قرب ہی قرب ہے۔ اگر شہود ہے اپنے آپ میں اگر معرفت ہے وہ بھی اپنے اندر ہی ہے۔ اگر حیرت ہے وہ بھی اپنے میں ہی ہے۔ اپنے سے باہر قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔ بات کدھر چلی گئی۔ کوئی بے عقل یہاں سے حلول اور اتحاد نہ سمجھنا شروع کر دے۔ اور گمراہی کے بھنور میں گر پڑے۔ ع این جا حلول کفر بود اتحاد ہم۔ یعنی یہاں حلول واتحاد کا اعتقاد کفر ہے۔ اس مقام تک پہنچنے سے قبل اس میں غور وفکر کرنا ممنوع ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں سنت کے پسندیدہ طریقے علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ پر استقامت عطا کرے۔ اپنے حالات بھی لکھا کریں۔ کیونکہ اصلاح اور توجہ میں اس کا بڑا دخل ہے۔ ظاہری روکاوٹوں سے آزاد رہیں۔ اور ان رکاوٹوں کے ہونے اور نہ ہونے کو برابر خیال کریں۔ والسّلام والاکرام

مکتوب نمبر (۱۵۵)

اپنے اصل مقصد کی طرف رجوع کرنے کے بارے میں یہ مکتوب بھی میاں شیخ مزمل کی طرف صادر فرمایا:

حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے ساتھ رکھے

بعد از خدای ہر چہ پرستند ہیچ نیست بیدولت است آنکہ ہیچ اختیار کرد

خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر جس کو بھی پوجیں وہ ہیچ سے بھی کم ہے۔ وہ بد نصیب ہے جو ہیچ اور ادنیٰ شے کو

Marfat.com

اختیار کرتا ہے۔

ماہ جمادی الاوّل کے شروع میں جمعہ کے روز بندہ دہلی شہر کی زیارت سے مشرف ہوا۔ محمد صادق بھی ساتھ ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کا ارادہ موافق ہوا تو چند روز بندہ یہاں گزار کر جلد ہی وطن اصلی کو روانہ ہو جائے گا۔

حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ ۔ وطن کی محبت ایمان میں داخل ہے۔

صحیح حدیث ہے۔ بندہ بے چارہ کہاں جا سکتا ہے۔ اس کی پیشانی تو قادرِ مطلق کے قبضہ میں ہے۔

مَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا ھُوَ اٰخِذٌ بِنَا صِیَتِھَا ۔ کوئی چلنے والی شے نہیں۔ مگر اس کی پیشانی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم ۔ بیشک میرا رب سیدھی راہ پر ہے

بھاگ کر کدھر جائیں۔ مگر یہ کہ ففرو الی اللہ (اللہ کی طرف دوڑو) کہتے ہوئے اس کی ذات میں اسی کی طرف دوڑیں۔ بہر حال اصل کو اصل جانتے ہوئے فرع کو اس کا طفیلی قرار دے کر اصل کی طرف توجہ کرنا چاہیئے۔

ہر چہ جز عشق خدائے احسن است ۔ گر شکر خوردن بود جان کندن است

خدائے احسن کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے۔ اگر چہ شکر ہی کھانا کیوں نہ ہو در اصل جان کو ہلاک ہی کرنا ہے۔

مکتوب نمبر (۱۵۶)

اہل اللہ کی صحبت کی ترغیب میں یہ مکتوب بھی میاں مزمل کو لکھا:

جو خط آپ نے جالندھر کے قاضی زادہ کے ہاتھ روانہ کیا تھا' دہلی میں موصول ہو گیا۔ الحمد للّٰہ والمنہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ فقراء کی محبت کا نقد سرمایہ آپ کے ہاتھ موجود ہے۔ اور مطابق بیان حدیث۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ ۔ آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوتا ہے۔

آپ بھی فقراء کے ساتھ ہیں۔ اگر چہ وقت اور زمانے کے لحاظ سے ماہ رجب نزدیک ہے۔ لیکن حقیقت میں بہت دور ہے۔

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست ۔ درونِ دیدہ اگر نیم مُو است بسیار است

دوست کی جدائی اگر تھوڑے سے وقت کیلئے بھی ہو تو وہ تھوڑی نہیں۔ آنکھ میں اگر آدھا بال بھی پڑ جائے تو بہت ہے۔

Marfat.com

چونکہ ارباب حقوق کے حقوق کی رعایت کی بنا پر آپ نے وہاں اقامت اختیار کی ہوئی ہے۔ تو ایسا ہی کریں۔ فقیر بھی ماہ رجب تک شاید یہیں رہے۔ واللّٰہ سبحانہ اعلم بالصواب و الیہ الرجع والمآب بہر حال چند روزہ زندگی کو فقراء کے ساتھ گزاریں۔

[1] وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ

یعنی اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روک کر رکھو جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت میں مصروف ہیں۔ صرف اسی کی ذات کے طالب بن کر۔

نص قطعی ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے حبیب پاک علیہ من الصلوات اتماو من التسلیمات اکملہا کو اس بات کا حکم دیا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ خداوندا وہ کیا ہے جو تُو نے اپنے دوستوں کو عطا کیا ہے۔ کہ جس نے انہیں شناخت کرلیا تجھے پالیا۔ اور جب تک تجھے نہ پایا ان کی شناخت بھی نہ کرسکا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اس بلند مرتبہ اور شریف گروہ کی محبت عطا فرمائے۔

مکتوب نمبر (۱۵۷)

حکیم عبدالوہاب کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ جب کوئی درویشوں کی خدمت میں جائے تو چاہیئے کہ اپنے آپ کو خالی کر کے جائے تا کہ پُر ہو کے واپس آئے۔ اور اس امر کے بیان میں کہ سب سے پہلے عقائد درست کرنے چاہئیں۔

آپ دو دفعہ تشریف لائے۔ لیکن جلدی ہی اُٹھ کر چلے آئے۔ اتنی فرصت نہ مل سکی کہ صحبت کے کچھ حقوق ادا کیے جاتے۔ ملاقات سے مقصود یا افادہ (فائدہ پہنچانا) ہوتا ہے یا استفادہ (فائدہ حاصل کرنا) اور جب مجلس ان دونوں باتوں سے خالی ہو تو بے کار اور بے اعتبار ہے۔

اس گروہ اہل اللہ کی خدمت میں خالی ہو کر آنا چاہیئے۔ تا کہ پُر ہو کر واپس لوٹے۔ اور اپنے افلاس اور محتاجی کا اظہار کرنا چاہیئے۔ تا کہ وہ اس پر شفقت اور مہربانی فرمائیں۔ اور فیض پہنچانے کا راستہ کُھلے۔ سیر ہو کر آنا اور سیر ہو کر ہی چلے جانا بے مزہ ہے۔ اپنے پُر ہونے کا خیال مرض کے باعث ہے۔ اور بے نیازی سرکشی میں ڈال دیتی ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ فرماتے ہیں۔ پہلے نیاز مندی اور خستہ دلی درکار ہے پھر دل شکستہ کی طرف توجہ مبذول ہوتی ہے۔ لہٰذا بندگانِ حق کی توجہ کے لئے نیاز مندی شرط ہے۔ تاہم ان اوقات میں جب

[1] سورہ کہف

Marfat.com

ایک طالب علم یہاں آیا اور آپ کی خدمت میں سفارش کی طلب کا اظہار کیا۔ تو دل میں آیا کہ آپ کے صرف تشریف لانے کا بھی حق ہے۔ لہٰذا اپنی طرف سے ممکن حد تک حق ادا کرنا چاہیئے۔ اس بنا پر بذریعہ قلم گذشتہ کے تدارک اور تلافی کے طور پر چند کلمات وقت اور حال کے تقاضا کے مطابق لکھ کر آپ کی خدمت میں ارسال کیے گئے ہیں۔ واللّٰہ الملھم للصواب و الموفق للسداد۔

اے سعادت کے نشان والے جو کچھ ہم اور تم پر لازم و ضروری ہے وہ علماء حق شکر اللہ تعالیٰ سعیھم کے طریقہ کے مطابق کتاب وسُنت کے تقاضے کے موافق عقائد کی تصحیح ہے۔ اور اپنے آپ کو ان عقائد پر قائم رکھنا ہے۔ جو علمائے اہل سُنت نے قرآن وسُنت سے اخذ کیے ہیں۔ کیونکہ ہمارا اور تمہارا قرآن وسُنت کے کسی معنی کو سمجھنا کچھ اعتبار نہیں رکھتا۔ اگر ان بزرگوں کی آراء کے مطابق نہیں۔ کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے احکامِ باطلہ کو قرآن وسُنت سے ہی سمجھنے کا دعویدار ہے۔[1] اور یہیں سے اخذ کرتا ہے۔ حالانکہ ان کا گمان حق کے مقام پر کچھ نفع نہیں دے سکتا۔

---

[1] حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ کو دفترِ اوّل مکتوب نمبر (۱۹۳) میں زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ مکتوب نمبر ۱۹۳ کی عبارت میں بھی ملاحظہ فرمائیں۔

نخستین ضروریات برارباب تکلیف تصحیح عقائد است بر وفق آراء علماء اہلسنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیھم کہ نجاتِ اُخروی وابستہ باتباع آراء صواب نمائی این بزرگواران است و فرقہ ناجیہ ہم ایشانند و ایشانند کہ بر طریق سرور و اصحاب سرور اند صلوات اللہ وتسلیماتہ علیہ وعلیھم اجمعین۔

ترجمہ: ہر عاقل و بالغ پر سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اپنے عقیدے علماء اہل سنت و جماعت کے بیان کردہ عقائد کے مطابق و موافق کرے۔ (اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے) کیونکہ آخرت میں نجات انہی بزرگوں کے بیان کردہ عقائد کی پیروی میں مضمر ہے۔ اس روز نجات صرف ان بزرگوں کے پیروکاروں کو نصیب ہوگی۔ اور صرف اہل سنت و جماعت ہی وہ گروہ ہے جو نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ مستقیمہ پر قائم ہے۔

واز علومیکہ از کتاب وسنت مستفاد اند ہماں معتبر اند کہ ایں بزرگواراں از کتاب وسنت اخذ کردہ اند و فہمیدہ زیرا کہ ہر مبتدع وضال عقائد فاسدہ خود را از کتاب وسنت اخذ میکند پس ہر معنی از معانی مفہومہ ازیں ہا معتبر نباشد۔

ترجمہ: اور قرآن و حدیث سے اخذ کردہ صرف وہی مطالب اور علوم اور عقائد قابلِ اعتبار و اعتماد ہیں۔ جو ان علمائے حق نے بیان کیے اور سمجھے ہیں۔ کیونکہ ہر بدعقیدہ اور گمراہ شخص بھی اپنے عقائدِ فاسدہ قرآن مجید اور حدیث نبویؐ ہی سے ثابت کرتا ہے۔ لہٰذا ہر شخص کے بیان کردہ معنی لائق اعتبار نہیں ہو سکتے۔ صاحبِ تفسیر مدارک فرماتے ہیں:

اس کا فائدہ ایک تو تاکید ہے۔ اور دُوسرے اس بات کا اظہار ہے۔ کہ سیدھے راستے کی تفسیر مومنوں کا راستہ ہے۔ تاکہ یہ مسلمانوں کے راستے کے سیدھا ہونے کی کامل اور موکد طریقہ پر گواہی بن جائے۔ اور وہ مومنوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کا راستہ ہے۔

Marfat.com

دوسرے نمبر پر احکام شرعیہ حلال وحرام وفرض واجب کا علم حاصل کرنا۔ تیسرے اس علم کے مطابق عمل کرنا۔ اور چوتھے تصفیہ اور تزکیہ کا طریقہ اختیار کرنا' جو صوفیائے کرام قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم کے ساتھ مخصوص ہے تو جب تک عقاید درست نہ کریں' احکام شرعیہ کا علم کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ اور جب تک یہ دونوں (تصحیح عقائد اور احکام شرعیہ کا علم) حاصل نہ ہوں عمل نفع نہیں دیتا۔ اور جب تک یہ تینوں متحقق نہ ہوں' تزکیہ اور تصفیہ کا حصول محال ہے۔

جس طرح سنتیں فرائض کو مکمل کرنے والی ہیں اسی طرح ان چار رکنوں کے اپنے متممات اور مکملات کے بعد جو کچھ ہے سب فضول ہے اور لایعنی میں داخل ہے۔

وَمِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُه' مَا لَا یَعْنِیْهِ وَ اشْتِغَا لُه' بِمَا یَعْنِیْهِ

بندے کے حسنِ اسلام کی علامت یہ ہے کہ وہ لایعنی باتوں کو چھوڑ کر با مقصد باتوں میں مشغول ہو جائے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ انعمت علیہم کی تفسیر کے تحت فرماتے ہیں۔

یہ امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مُرید کے مقامات ہدایت ومکاشفہ تک پہنچنے کی سوائے اس کے کوئی صورت نہیں کہ وہ ایسے شیخ مقتدا رہنما کی اقتداء کرے جو اسے سیدھے راستے پر چلائے۔ اور گمراہیوں اور غلطیوں کے مواقع سے بچائے۔ اور یہ اس بنا پر ضروری ہے کہ اکثر مخلوق پر نقص اور کوتاہی غالب ہے اور ان کے عقول واذہان تک پہنچنے اور صواب کو غلط سے تمیز کرنے میں پُورے نہیں اُترتے۔

مختصر یہ کہ عقائد کی صحت و درستی اعمال کے لئے شرط لازم ہے۔ عقیدہ بنیاد اور اساس ہے۔ اور اعمال اس کی فرع اور شاخیں ہیں۔ عقیدہ ٹھیک نہ ہو تو اعمال حسنہ چاہے کتنے ہی زیادہ اور کیسے ہی اخلاص کے ساتھ ادا کئے جائیں نہ ان کی قبولیت ہے اور نہ ان کی کوئی قدر و قیمت ہے۔ اور نہ ان کا ثواب ملتا ہے۔ یہودیوں کے درویش اور عیسائیوں کے راہب چونکہ درستی عقیدہ سے محروم ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت آپ کے فضائل وکمالات چھپاتے۔ اور تحریف سے کام لیتے ہیں۔ لہٰذا دُوسرے کفار ومشرکین کی طرح آتشِ دوزخ میں ہمیشہ جلتے رہیں گے۔

موجود دور کے فرقے بھی بیشمار اعتقادی گمراہیوں میں مبتلا ہیں۔ اور عام مسلمانوں کو بھی گمراہ کرنے میں مصروف ہیں۔ چنانچہ ایک فرقہ حدیث نبوی کا منکر ہے۔ ایک ختم نبوت کا منکر ہے۔ ایک فرقہ فقہ اور تقلید آئمہ دین کا منکر ہے۔ اور تقلید و استنباط کو شرک و بدعت کہتا ہے۔ ایک اور گروہ صحابہ کرام کی شان و تعظیم کا منکر ہے۔ اور معاذ اللہ اکابر صحابہؓ اور خلفاء راشدین کو بُرا بھلا کہتا ہے۔ اور انہیں بے دین ومنافق قرار دیتا ہے۔ ایک گروہ یزید پلید علیہ ماعلیہ کی مدح وثنا میں رطب اللسان ہے۔ اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی توہین و بے ادبی میں خوشی محسوس کرتا ہے۔ اور ایک فرقہ وہ ہے جو بزرگانِ دین کے تصرفات ان سے مدد واستعانت ان کے وسیلے کا منکر ہے۔ وغیرہ ذالک۔ پھر ہر ایک اپنی صداقت اور حقانیت کے لئے قرآن وحدیث سے دلائل پیش کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حق ونجات کے راستے پر صرف اہل سنت وجماعت قائم ہیں۔ جیسا کہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ نے تصریح فرمائی ہے۔ واللّٰہ الملھم بلحق والصواب

Marfat.com

ہر اُس شخص پر سلامتی کا نزول ہو جو ہدایت کا پیروکار اور متابعت مصطفٰے علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات پر کاربند ہو۔

مکتوب نمبر (۱۵۸)

شیخ حمید بنگالی کی طرف صادر فرمایا:

استعدادوں میں فرق کے مطابق مراتب کمال میں فرق اوراس کے مناسب امور کے بیان میں۔

یہ بات ذہن میں رکھیں کہ استعدادوں میں تفاوت کے موافق مراتب کمال میں بھی فرق اور تفاوت ہوتا ہے۔اور کمال میں تفاوت کبھی کمیت کے لحاظ سے ہوتا ہے۔اور کبھی کیفیت کے اعتبار سے اور کبھی بیک وقت دونوں اعتبار سے۔تو بعض کا کمال مثلاً تجلی صفاتی سے ہوتا ہے۔اور بعض کا تجلی ذاتی سے۔اگر چہ ان دونوں تجلیوں اور تجلیوں والوں کے درمیان بڑا فرق ہوتا ہے۔تو بعض کا کمال قلب کی سلامتی اور رُوح کے نجات پانے میں ہے۔اور بعض کا کمال ان دونوں کے ساتھ ساتھ شہود سری کے ذریعہ ہوتا ہے۔اور ایک تیسرا گروہ ہے جس کا کمال ان تینوں کے علاوہ لطیفہ خفی کی طرف منسوب حیرت سے ہوتا ہے۔اور ایک چوتھے شخص کا کمال ان چار چیزوں کے ساتھ اور لطیفہ اخفی کی طرف منسوب اتصال سے ہوتا ہے۔یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا کرے اور اللہ فضل عظیم والا ہے۔ان مراتب مذکورہ میں سے کسی مرتبے میں کمال کا بعد یا تو مخلوق کی طرف پچھلے پاؤں رجوع واقع ہوتا ہے۔یا اسی مقام میں قرار اور قیام ہو جاتا ہے۔اول مقام تکمیل وارشاد اور دعوت کے لئے حق سے خلق کی طرف رجوع ہے۔دُوسرا استہلاک وعزلت اور گوشہ نشینی کا مقام ہے۔والسّلام اولاً وآخراً۔

مکتوب نمبر (۱۵۹)

شرف الدین حسین کی طرف صادر فرمایا۔ماتم پُرسی میں۔

اگر چہ آلام ومصائب بظاہر تلخ ہیں۔اور جسم کو تکلیف پہنچانے والے ہیں۔لیکن باطن میں شیریں اور رُوح کو لذت عطا کرتے ہیں۔کیونکہ جسم اور رُوح آپس میں گویا نقیض ہیں۔ایک کا رنج دُوسرے کے لئے لذت کا باعث ہے۔وہ پست فطرت جو ان دو متضاد چیزوں کے لوازمات میں تمیز نہیں کرسکتا۔بحث سے خارج ہے۔اور گفتگو کے قابل ہی نہیں۔اولٰئک کالانعام بل ھم اضل۔یہ لوگ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بدتر ہیں۔

آ نکہ از خویشتن چونیست جنین　چہ خبرد ارد از چنان و چنین

پیٹ میں موجود بچہ جب کہ اپنے آپ سے بھی آگاہ نہیں تو وہ ادھر اُدھر کی کیا خبر رکھے گا۔

Marfat.com

جس شخص کی رُوح تنزل کر کے مرتبہ جسم پر قرار پذیر ہو چکی ہے اور جس کا عالم امر عالمِ خلق کے تابع ہو چکا ہو وہ اس معما کا راز کیا پا سکتا ہے۔ جب تک رُوح اپنے مقام اصلی کی طرف واپس نہ لوٹے اور امر خلق سے جُدا نہ ہو اس وقت تک معرفت کا جمال جلوہ گر نہیں ہو سکتا۔ اس دولت کا حصول اس موت کے ساتھ وابستہ ہے۔ جو موت حِسی اور صوری سے پہلے حاصل ہوتی ہے۔ اور مشائخ طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے اس کو فنا سے تعبیر کیا ہے۔ ؎

خاک شو خاک تا بروید گل   کہ بجز خاک نیست مظہر گل

خاک بنو خاک تا کہ پھول اُگ سکیں۔ کیونکہ خاک ہی پھولوں کی جائے ظہور ہے۔

اور وہ شخص جو مرنے سے پہلے مرا نہیں دراصل وہ مصیبت میں گرفتار ہے۔ اور وہ ماتم پُرسی کے لائق ہے۔

آپ کے والد مرحوم کی رحلت کی خبر جو نیک نامی میں شہرت رکھتے تھے۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی خوب رعایت کرتے تھے' مسلمانوں کے لئے موجبِ غم اور باعثِ رنج بنی ہے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ (ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جاتے رہے ہیں) وہ فرزند صبر کے شیوے کو اختیار کرتے ہوئے۔ فوت شدگان کا صدقہ اور دُعا اور استغفار کے ذریعہ مدد و معاون بنا رہے۔ کیونکہ مُردوں کو زندوں کی مدد کی شدید محتاجی ہے۔ حدیث نبوی علیہ وآلہ الصلوات والتسلیمات میں آیا ہے۔

ما المیت الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃ تلحقہ من اب او ام او اخ او صدیق فاذ الحقۃ کان احب الیہ من الدنیا و ما فیھا و ان اللّٰہ لیدخل علی اھل القبور من دعاء اھل الارض امثال الجبال من الرحمۃ و ان ھدیۃ الاحیاء الی الاموات الاستغفار لھم[1]	میت کی مثال ڈوبنے والے اور زیاد کے لئے پکارنے والے کی طرح ہے۔ میت ہر وقت دُعا کا منتظر رہتا ہے۔ جو اسے باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہے۔ جب اسے ان میں سے کسی کی طرف سے پہنچتی ہے تو وہ اسے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ زمین والوں کی دُعا سے اہل قبور پر پہاڑوں کی مانند رحمت داخل کرتا ہے۔ اور بیشک زندوں کی طرف سے اموات کے لئے تحفہ اور ہدیہ ان کے لیئے استغفار ہے۔

Marfat.com

باقی نصیحت کی بات یہ ہے کہ ہر وقت ذکر و فکر میں رہو۔ کیونکہ فرصت نہایت ہی تھوڑی ہے۔ اسے نہایت ہی ضروری کاموں میں صرف کرنا چاہیئے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۱۶۰)

یہ مکتوب آپؒ نے اپنے کمترین (بندے) غلام کی طرف صادر فرمایا۔ یعنی یار محمد الجدید البدخشی الطالقانی کی طرف۔

اس بیان میں کہ مشائخ طریقت تین گروہ ہیں قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔ اور ان میں سے ہر ایک کے حالات کی شرح۔ اور ان میں سے ہر ایک گروہ کے کمال اور نقصان کے بیان میں۔

مشائخ طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم تین گروہ ہیں۔ پہلا گروہ اس امر کا قائل ہے کہ کائناتِ عالم حق سبحانہٗ کی ایجاد سے خارج میں موجود ہے۔ اور جو کچھ اس میں اوصاف و کمالات ہیں سب حق سبحانہٗ کی ایجاد سے ہیں۔ اور اپنے آپ کو صرف شبح اور مثال کی درجہ میں جانتے ہیں۔ بلکہ اس شجیت کو بھی حق سبحانہٗ کے ہاتھ کا کرشمہ قرار دیتے ہیں۔ یہ حضرات نیستی کے سمندر میں اس طرح گم ہیں کہ نہ انہیں عالم کی خبر ہے اور نہ اپنی۔ برہنہ جسم آدمی کی طرح جس نے کسی سے عاریت کے طور پر کپڑا لے کر پہنا ہو اور وہ یہ یقین رکھتا ہے کہ یہ کپڑا اعاریۃً میرے پاس ہے۔ اور کپڑے کی عاریت کا تصور اس قدر اس پر غالب ہو کہ اسے پہنے ہوئے ہونے کے باوجود اس کے اصل مالک کے ہاتھ میں ہی تصور کرے اور اپنے آپ کو برہنہ ہی محسوس کرے۔ اور اگر ایسے شخص کو بے شعوری اور سکر کی حالت سے نکال کر شعور اور صحو کی طرف لائیں اور بقا بعد الفنا سے مشرف کریں۔ تو وہ اگر چہ کپڑے کو اپنے بدن پر پہنا ہوا دیکھے گا۔ مگر اس کے یقین ہی ہوگا کہ یہ میرا نہیں دوسرے کا ہے۔ کیونکہ وہ فنا اب درجہ علم میں ہے۔

۱؎ مشکوٰۃ شریف باب الاستغفار

۲؎ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مُردوں کو ثواب پہنچانا اور ایصال ثواب کے طور پر صدقہ و خیرات کرنا جائز بلکہ ضروری ہے۔ نماز جنازہ بھی ایصال ثواب ہے۔ حضرت سعدؓ نے اپنی ماں کے ایصالِ ثواب کے لئے کنواں جاری کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کی وفات پر بطور ایصال ثواب بہت سے اونٹ ذبح کئے۔ خود نبی اکرم ﷺ اپنی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو عموماً ہر سال ایک بکری ذبح کر کے ایصالِ ثواب کرتے تھے۔ فقہائے کرام کا ایصالِ ثواب کے جواز پر اجماع ہے۔ ختم قرآن، گیارہویں، چہلم وغیرہ ایصالِ ثواب کی مختلف صورتیں ہیں جیسا کہ حاجی امداداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکی نے فرمایا۔ ایصالِ ثواب کی ان مختلف صورتوں کا انکار دراصل ایصالِ ثواب کا انکار ہے۔ جو گمراہ فرقے معتزلہ کا عقیدہ ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ السامی نے مکتوبات میں اور بھی جابجا اس مسئلے کے جواز کی تصریح کی ہے۔ مترجم عفی عنہٗ۔

Marfat.com

اور گرفتاری اور تعلق جو اس کپڑے کے ساتھ تھا بالکل معدوم ہو جاتا ہے۔ بعینہ اسی طرح اس شخص کا حال ہے جو اپنے اوصاف وکمالات کو کسی سے عاریۃً لئے ہوئے کپڑے کی طرح جانتا ہے۔ صرف اتنا جانتا ہے کہ درجہ وہم میں یہ کپڑا میرے پاس موجود ہے۔ خارج میں میرے پاس کوئی کپڑا نہیں بلکہ میں برہنہ ہوں۔ یہ دید اس حد تک غالب آتی ہے کہ وہ اس وہمی لباس کو پورے طور پر اُتار پھینکتا ہے۔ اور اپنے آپ کو برہنہ محسوس کرتا ہے۔ اس حالت سے افاقے اور صحو کے بعد اس وہمی کپڑے کو اپنے ساتھ پاتا ہے۔ لیکن شخص اوّل کی فنا اتم ہے۔ اور اس پر مرتب ہونے والی بقا بھی اکمل ہوگی۔ جیسا کہ انشاءاللہ تعالیٰ عنقریب اس کا ذکر آئے گا۔

اور یہ بزرگی گروہ ان تمام معتقدات کلامیہ میں جو کتاب وسنت اور اجماع کے موافق ثابت ہیں' علمائے اہلسنت و جماعت کے ساتھ اتفاق رکھتا ہے۔ اور ان میں اور متکلمین میں صرف اتنا فرق ہے کہ متکلمین اس معنی کو علماً اور استدلالاً پاتے ہیں۔ اور یہ بزرگ کشف اور ذوق کے طور پر۔ نیز ان بزرگوں کا گروہ عالم کی حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے نہایت منزہ ہونے کے باعث قطعاً کوئی نسبت ثابت نہیں کرتا۔ اور تمام نسبتوں کو سلب کرتا ہے۔ تو عالم کے واجب تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ عینیت اور جزئیت کے کیسے قائل ہو سکتے ہیں۔ صرف اس قدر نسبت ثابت ہوتے ہیں کہ مولیٰ ہے اور کائنات اس کی عبودیت کو صفت سے موصوف اور صانع ہے اور کائنات اس کی مصنوع ہے۔ بلکہ غلبہ حال میں اس نسبت کو بھی گم کر دیتے ہیں۔ اس وقت فنائے حقیقی سے مشرف ہو کر تجلّیات ذاتیہ کو قبول کرتے ہیں۔ اور بے انتہا تجلّیات کو مظہر بن جاتے ہیں۔

دُوسرا گروہ عالم کو حق سبحانہٗ کا ظِل جانتا ہے۔ مگر اس کا قائل ہے کہ عالم خارج میں موجود ہے۔ لیکن اصالت کے طریق پر نہیں بلکہ ظلیّت کے طور پر۔ اور یہ کہ عالم کا وجود حق سبحانہٗ کے وجود کے ساتھ قائم ہے۔ جس طرح ظِل اصل کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کا سایہ کافی دراز جگہ میں پھیل جائے۔ اور وہ شخص اپنی کمال قدرت سے اپنی صفات علم' قدرت' ارادہ وغیرہ حتیٰ کہ لذت و تکلیف کو بھی اس سایہ میں منعکس کر دے۔ پس بالفرض وہ سایہ اگر آگ پر گرے اور اس سے تکلیف محسوس کرے تو عقلاً اور عرفاً یہ نہیں کہیں گے کہ اس شخص نے بھی تکلیف محسوس کی ہے۔ جیسا کہ تیسرا گروہ اس امر کا قائل ہے۔ اسی طرح تمام بُرے افعال جو مخلوقات سے صادر ہوتے ہیں یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ حق تعالیٰ کے افعال ہیں۔ جس طرح اگر سایہ اپنے ارادہ سے حرکت کرے تو یہ نہیں کہتے کہ وہ شخص متحرک ہے۔ ہاں صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ یہ اس کی قدرت اور اس کے ارادے کا اثر ہے۔ یعنی اس کا مخلوق ہے۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ قبیح شے کا پیدا کرنا قبیح نہیں۔ بلکہ قبیح کا فعل اور کسب قبیح ہے۔

تیسرا گروہ وحدت وجود کا قائل ہے۔ یعنی خارج میں صرف ایک ہی ذات موجود ہے۔ اور بس۔ اور حق سبحانہٗ کی ذات اور عالم کا خارج میں اصلاً تحقق نہیں بلکہ صرف علمی ثبوت رکھتے ہیں۔ یہ گروہ یوں کہتا ہے۔

الاعیان ما شمت رائحة الوجود — اشیاء نے وجود کی خوشبو بھی نہیں سُونگھی

Marfat.com

اگرچہ یہ جماعت بھی عالم کو حق سبحانہٗ کا ظل ہی کہتی ہے۔ لیکن ساتھ یہ بھی کہتی ہے ان کا وجود صرف مرتبہ حس میں ہے۔ نفس الامر اور خارج میں عدم محض ہے۔ اور یہ لوگ خدائے عزوجل کو صفات وجوبیہ اور امکانیہ کے ساتھ متصف مانتے ہیں۔ اور مراتب تنزلات ثابت کرتے ہیں اور ہر مرتبہ میں اسی ذاتِ احد کو اس مرتبہ کے لائق احکام کے ساتھ متصف کرتے ہیں۔ اور لذت حاصل کرنے اور تکلیف اُٹھانے والی بھی خدائے عزشانہٗ ہی کی ذات کو قرار دیتے ہیں۔ لیکن ان وہمی اور محسوس ظلال کے پردہ میں۔

ان کے اس مسلک پر عقلاً اور شرعاً بے شمار اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ جن کے جواب ان کو مختلف حیلے اور تکلفات اختیار کرنے پڑتے ہیں۔

اگرچہ یہ تیسرا گروہ اپنے درجات وصل و کمال میں مختلف و تفاوت ہونے کے باوجود واصل اور کامل ہے۔ لیکن مخلوق کو ان کی ایسی باتوں نے گمراہی اور الحاد میں ڈالا ہے اور زندقہ و بے دینی تک پہنچایا ہے۔ پہلا گروہ سب سے اکمل اور اتم ہے۔ اور زیادہ محفوظ۔ اور کتاب و سنت کے زیادہ موافق ہے اس پہلے گروہ کا زیادہ محفوظ اور زیادہ موافق ہونا تو ظاہر ہے۔ باقی ان کا اکمل اور اتم ہونا اس بنا پر ہے۔ کہ وجود انسانی کے بعض مراتب اپنی نہایت لطافت اور تجرد کی بناء پر اپنے مبداء (حق تعالیٰ) سے پوری مشابہت اور مناسبت رکھتے ہیں جیسے لطیفہ خفی اور اخفیٰ۔ پس وہ جماعت جو فنائے بسری کے باوجود ان مراتب کو مبداء سے جدا نہیں کر سکتی۔ تا کہ لا کے نیچے لا کر ان کی بھی نفی کرے۔ بلکہ مبداء ان کے نزدیک ان لطائف سے ملا اور متشابہ رہا اور اپنے آپ کو عین حق سمجھ لیا تو کرنا شروع کر دیا کہ خارج میں صرف حق سبحانہٗ ہی موجود ہے۔ اور خارج میں ہمارا بالکل وجود نہیں۔ لیکن چونکہ بہت سے آثار خارجیہ پائے جاتے تھے تو مجبوراً ثبوت علمی کے قائل ہوئے۔ اسی بنا پر وہ اعیان کو وجود اور عدم کے درمیان برزخ قرار دیتے ہیں' یہ لوگ جبکہ مخلوقات کے وجود کے بعض مراتب (خفی اور اخفی) کو مبداء سے جُدا نہ کر سکے تو ان کے واجب الوجود ہونے کے قائل تو نہ ہوئے البتہ ان کے برزخ ہونے کے قائل ہو گئے۔ اور وجوب کا رنگ ممکن میں ثابت کر دیا۔ اور یہ نہ جانا کہ یہ رنگ بھی ممکن ہی کا رنگ ہے جو واجب کے مشابہ ہے۔ اگرچہ صورت اور نام میں ہی ہو۔ اور اگر وہ اس رنگ کو جُدا کرتے۔ اور تمام مراتب ممکن کو وجاب سے جدا کرتے تو اپنے آپ کو ہرگز خدا نہ دیکھتے بلکہ عالم کو حق سے جُدا کرتے اور صرف ایک ہی وجود کے قائل نہ ہوتے۔ اور جب تک اس شخص (قائل وحدت وجود) کا اثر اور نشان باقی ہے۔ اپنے آپ کو حق تعالیٰ نہیں جانتا۔ اگرچہ کہتا یہی ہے کہ میرا کوئی نشان باقی نہیں رہا۔ لیکن اس کا یہ قول بھی کوتاہ نظری کے باعث ہے۔

دُوسرے گروہ نے اگرچہ مراتب کو مبداء سے جدا قرار دیا ہے۔ اور کلمہ لا کے نیچے لا کر اس کی نفی بھی کی ہے۔ لیکن ظلیت اور اصالت کے واسطہ سے ایک چیز ان کے بقای وجود سے ثابت رہی ہے۔ کیونکہ رتبہ ظل کا اصل کے ساتھ تعلق کا رشتہ بڑا قوی ہے۔ یہ نسبت ان کی نظر سے محو نہیں ہو سکی۔

Marfat.com

لیکن پہلے گروہ نے حضرت رسالت خاتم علیہ من الصلوات اتمہا ومن التحیات اکملہا کے ساتھ مناسبت اور آپ کی کمال متابعت کی بنا پر ممکن کے تمام مراتب کو واجب سے جُدا اقرار دیا ہے۔اور سب کی کلمہ لا کے نیچے لا کر نفی کر دی ہے۔اور انہوں نے ممکن کی واجب کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں دیکھی۔اور اس کی طرف کسی نسبت کا اثبات نہیں کیا۔اور اپنے آپ کو اس کا عبد مخلوق بے قدرت کے سوا کچھ نہیں سمجھا۔اور اس اللہ عز شانہ' کو اپنا خالق و مولیٰ جانا ہے۔اپنے آپ کو مولیٰ سمجھنا یا اس کا ظل قرار دینا ان بزرگوں کے نزدیک سخت گراں اور دشوار ہے۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ یہ بزرگ اس واسطے سے کہ اشیاء خدا تعالیٰ کی مخلوق ہیں اشیاء سے دوستی رکھتے ہیں۔اور اس بنا پر اشیاء ان کی نظر میں محبوب ہیں۔اور اسی بنا پر کہ اشیاء اس کی مصنوع اور ان کے افعال بھی اس ذات جل شانہ' کے پیدا کردہ ہیں پورے طور اشیاء کے مطیع بنتے ہیں۔اور انہیں تسلیم کرتے ہیں۔اور افعال پر انکار نہیں کرتے۔ہاں جہاں شریعت انکار کرے۔

جس طرح توحید وجودی والوں کو اشیاء کے حق تعالیٰ کا مظہر بلکہ اس کا عین کے لحاظ سے اس قسم کی محبت اور ان کی اطاعت نصیب ہوتی ہے۔پہلے گروہ کو اشیاء کے صرف اللہ تعالیٰ کی مصنوعات اور مخلوق ہونے کے لحاظ سے اشیاء کے ساتھ دوستی حاصل ہوتی ہے۔ ببین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔ دیکھو ایک راہ سے دُوسری راہ تک کتنا فرق ہے۔

عین محبوب کے ساتھ تو تھوڑی سی محبت کے باعث بھی دوستی روا ہے۔لیکن مصنوعات' مخلوقات اور اس کے بندے جب تک محبوب (حقیقی) کے ساتھ پوری دوستی پیدا نہ کریں دوستی روا نہیں ہے۔اور محبوب قرار نہیں دے سکتے اس بلند گروہ کو مقام عبدیت سے جو تمام مقامات ولایت کی انتہا ہے مکمل حصہ مل چکا ہے۔اور ان برگزیدہ حضرات کے صحت حال پر اس سے بڑی اور مکمل دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔کہ ان کا ہر کشف کتاب و سنت اور ظاہر شریعت کے موافق ہے۔ایک بال برابر بھی ظاہر شریعت سے مخالف ان کی طرف راہ نہیں پا سکی۔اے اللہ ہمیں بحرمت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وبارک اس گروہ کے محبوں اور پیروکاروں میں کر۔

یہ درویش جس سے ان سطور کا استفادہ ہوا ہے۔اوّل توحید وجودی کا معتقد تھا۔بچپن سے ہی اس توحید کا علم اور اس پر پورا یقین رکھتا تھا۔اگر چہ حال نہیں رکھتا تھا۔اور جب اس راہ میں آیا تو اوّل توحید کا راستہ منکشف ہوا۔اور مدت دراز تک اس مقام کے مراتب میں گھومتا رہا۔اور بہت سے علوم جو اس مقام کے مناسب تھے۔فائض ہوتے رہے۔اور وہ مشکلات و واردات جو ارباب توحید پر وارد ہوتی ہیں سب کی سب کشوف اور علوم فائضہ کے ذریعہ حل ہو گئیں۔ایک مدت کے بعد اس درویش پر ایک اور نسبت غالب ہوئی۔اور اس کے غلبہ میں توحید وجود میں توقف پیدا ہوا۔لیکن یہ توقف توحید وجودی والوں کے ساتھ حسن ظن کی بنا پر پیدا ہوا۔انکار کی بنا پر پیدا نہ ہوا۔ایک مدت تک اس بارے میں متوقف رہا۔آخر الامر معاملہ اس کے انکار تک پہنچا۔اور مجھے دکھایا گیا کہ یہ مرتبہ سب سے پست مرتبہ ہے۔یہاں سے ظلیت کے مقام پر پہنچا۔لیکن اس کا انکار بے اختیار تھا۔نہیں چاہتا تھا کہ اس مقام سے باہر آئے۔اس لئے کہ بہت سے مشائخ عظام اس مقام میں اقامت پذیر تھے۔اور جب ظلیت

Marfat.com

کے مقام میں پہنچا اور خود کو اور عالم کو ظل محسوس کیا۔ جیسا کہ دُوسرا گروہ اس کا قائل ہے۔ تو اس امر کی آرزو پیدا ہوئی کہ کاش اس مقام سے باہر نہ نکالیں کیونکہ یہ درویش کمال وحدت وجود میں پا تا تھا۔ اور یہ مقام ظلیت اس سے کچھ قدرے مناسبت رکھتا ہے۔ اتفاقاً کمال عنایت اور غریب نوازی سے اس مقام سے بھی اُوپر لے گئے۔ اور مقام عبدیت تک پہنچا دیا۔ اس وقت اس مقام کا کمال دکھائی دیا۔ اور اس کی بلندی واضح ہوئی۔ اور گزشتہ مقامات سے تائب ہوا اور استغفار کیا۔ اگر اس درویش کو اس راستے سے نہ لے جاتے اور بعض مراتب کی بعض پر فوقیت نہ دکھاتے تو اس مقام عبدیت میں اپنا تنزل جانتا۔ کیونکہ اس درویش کے نزدیک توحید وجودی سے اُوپر کوئی مقام نہ تھا۔ واللّٰہ یحق الحق و ھو یھدی السبیل۔ اللہ ہی حق کو حق ثابت کرتا ہے اور راہِ راست کی ہدایت بخشتا ہے۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ اس درویش کے مکتوبات و رسائل میں بلکہ ہر سالک کے علوم و معارف میں تفاوت اور فرق کا منشا یہی مقامات متفاوتہ کا حصول[1] ہے۔

ہر مقام کے علوم و معارف الگ ہیں۔ اور ہر حال کا قال علیحدہ ہے۔ پس فی الحقیقت علوم میں تعارض اور تناقض نہیں۔ جس طرح احکام شرعیہ کے نسخ کا معاملہ ہے۔

فلا تکُنْ مِنَ الْمُمْتَرِیْن — تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔

و صلی اللّٰہ تعالیٰ علےٰ سیدنا محمد و آلہٖ و سلم

مکتوب نمبر ۱۶۱

مُلا صالح کولابی بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ منازل سلوک کے طے کرنے سے مقصود ایمان حقیقی کا حصول ہے۔ جو اطمینانِ نفس کے ساتھ وابستہ ہے۔

منازل سلوک کے طے کرنے سے مقصود ایمان حقیقی کا حصول ہے۔ جو اطمینان نفس سے وابستہ ہے۔ جب تک نفس مطمئنہ نہ بنے نجات متصور نہیں۔ نفس وقت تک مرتبہ اطمینان تک نہیں پہنچا جبتک قلب کی سیاست اس پر مسلط نہ کریں۔ اور دل کی سیاست اس وقت میسر آتی ہے جبکہ قلب پہلے کاموں سے فارغ ہو۔ اور غیر حق کی گرفتاری سے سلامتی حاصل کرے۔ اور غیر حق کے ساتھ گرفتاری سے نجات پانے کی علامت یہ ہے۔ کہ ماسوائے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو بُھول جائے۔ جب تک بال برابر بھی غیر حق سے آشنائی ہے۔ سلامتی سے دُور ہے۔ تو کتنا مبارک ہے وہ شخص جس نے اپنا قلب اپنے رب کے سپرد کر دیا۔ کوشش کرنا ضروری ہے۔ تا کہ سلامتی قلب سے مشرف ہو۔ اور نفس اطمینان کے مقام تک پہنچے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرے۔ اور اللہ فضلِ عظیم والا ہے۔ والسلام۔

---

1. لہٰذا امام ربانی قدس سرہٗ کے کلام میں کوئی تعارض اور تناقض نہیں۔ کیونکہ مختلف تحقیقات مختلف مقامات سے تعلق رکھتی ہیں۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۱۶۲)

خواجہ محمد صدیق بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

ماہ رمضان مُبارک کی فضیلت اور اس ماہ کی قرآن مجید کے ساتھ مناسبت کے بیان میں جس کی بنا پر اس کا نزول اس ماہ مبارک میں ہُوا۔ اور کھجور کی جامعیت کے بیان میں کہ اس کے ساتھ روزہ افطار کرنا مستحب ہے۔ اور اس کے متعلقات کے بیان میں۔

باسمہ سبحانہ' ۔کلام کی شان جو شیونات ذاتیہ میں سے ہے تمام ذاتی کمالات اور صفاتی شیونات کا جامع ہے۔ جیسا کہ گزشتہ علوم میں مذکور ہُوا۔ اور ماہ رمضان مبارک تمام خیرات و برکات کا جامع ہے۔ جو بھی خیر و برکت ہے اس کا فیضان حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور ذات سبحانہ' کے شیونات کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ ہر شر و نقص جو صفحہ وجود پر آتا ہے۔ اس کا منشا فانی ذات و صفات ہیں۔

مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِکَ۔ تجھے جو بھلائی اور خیر پہنچتی ہے اللہ کی طرف سے ہے۔ اور جو بُرائی پہنچتی ہے۔ وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے۔

نص قطعی ہے۔ پس ماہ مُبارک کی تمام خیرات و برکات ان کمالاتِ ذاتیہ کا نتیجہ ہے کہ شانِ کلام الٰہی ان سب کا جامع ہے۔ قرآن مجید اس جامع شان کی حقیقت کا خلاصہ ہے لہٰذا اس ماہ مبارک کی قرآن مجید کے ساتھ پوری مناسبت ہے۔ کیونکہ قرآن تمام کمالات کا جامع ہے۔ اور یہ مبارک مہینہ ان تمام خیرات و برکات کا جامع ہے جو ان کمالاتِ قرآنی کے نتائج ہیں اور یہی مناسبت قرآن حکیم کے اس ماہ مبارک میں نزول کا باعث بنی۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ[1] رمضان وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن حکیم کا نزول ہوا۔

اور اس میں آنے والی شب قدر اس ماہ کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ یہ رات مغز ہے اور یہ ماہ مبارک اس کے لئے چھلکے کی مانند ہے۔ تو جو شخص اس ماہ مبارک کو جمعیت و سکون سے گزارتا ہے اور اس کی خیرات و برکات سے بہرہ اور ہوتا ہے تمام سال جمعیت و سکون سے گزارتا ہے۔ اور خیر و برکت سے پُر رہتا ہے۔ اللہ سبحانہ' ہمیں اس مبارک مہینے کی خیرات و برکات حاصل کرنے کی توفیق عطا کرے۔ اور عظیم حصہ نصیب فرمائے۔ حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام التحیۃ نے فرمایا ہے:

اِذَا اَفْطَرَ اَحَدُکُمْ فَلْیُفْطِرْ عَلٰی تَمْرٍ فَاِنَّهٗ بَرَکَةٌ[2] " جب تم میں سے کوئی شخص روزہ افطار کرے تو کھجور سے کرے کیونکہ وہ سراسر برکت ہے۔

---

[1] پارہ دوم سورۃ بقر

[2] مشکوٰۃ شریف

Marfat.com

حضور علیہ السلام روزہ مبارک کھجور سے افطار کرتے تھے۔ اور کھجور میں برکت یہ ہے کہ اس کا درخت نخلہ کہلاتا ہے۔ اور نخلہ یعنی کھجور کا درخت جامعیت اور صفت اعدلیت پر مخلوق ہے۔ جس طرح انسان۔ اسی لئے حضرت رسول کریم علیہ السلام نے کھجور کو انسانوں کی پھوپھی کہا ہے کیونکہ اس کو پیدائش طینتِ آدم سے پیدا کیا گیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

اَکْرِمُوْا عَمَّتَکُمُ النخلۃ فَاِنھا خُلِقَتْ مِنْ بَقِیَّہ طِیْنَتِہ آدَم — اپنی پھوپھی کھجور کی عزت کرو۔ کیونکہ حضرت آدم کے جسم سے باقی ماندہ مٹی سے پیدا کی گئی ہے۔

اور کھجور کو برکت فرمانا اسی جامعیت کی بنا پر ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اس کے پھل کھجور سے افطار صاحب افطار کی جز بن جاتا اور کھجور کی حقیقت جامعہ اس جزئیت کے اعتبار سے اسے کھانے والے کی حقیقت کا جزو بن جاتا ہے۔ اور اسے کھانے والا اُس اعتبار سے ان کمالات بے نہایت کا جامع بن جاتا ہے۔ جو کھجور کی حقیقت جامع میں درج ہیں۔ اور یہ معنی اگرچہ مطلق کھانے میں بھی موجود ہے۔ تاہم افطار کے وقت کہ روزہ دار کے شہوات مانعہ اور لذاتِ فانیہ سے خالی ہونے کا وقت ہے۔ زیادہ تاثیر کرتا ہے۔ اور وہ معنی اُتم اور اکمل طریقہ پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہ جو حضور علیہ من الصلوات اتمہا و من التحیات اکملہا نے فرمایا ہے کہ

نِعْمَ سُحُوْرُ الْمُؤْمِنُ التَّمْرُ — مومن کی بہترین سحری کھجور ہے۔

اس اعتبار سے ہو سکتا ہے۔ کہ اس غذا میں جو صاحب غذا کا جزو بن جاتا ہے اس کی حقیقت کی تکمیل ہے۔ نہ کہ اس غذا کی حقیقت۔ اور جب کہ یہ معنی روزہ میں مفقود ہیں اس کی تلافی کے لئے سحری کے وقت اس کے کھانے کی ترغیب دی کہ گویا اس کا کھانا تمام ماکولات کے کھانے کا فائدہ دیتا ہے۔ اور اس کی برکت جامعیت کے اعتبار سے وقت افطار تک رہتی ہے۔ اور غذا کا یہ فائدہ اس وقت مرتب ہوتا ہے۔ جبکہ غذا تجویز شرعی کے مطابق واقع ہو۔ اور بال برابر حدود شرعیہ سے تجاوز نہ ہو۔ نیز اس فائدہ کی حقیقت اس وقت میسر آتی ہے۔ کہ اس کے کھانے والا صورت سے گزر کر حقیقت سے ہمکنار ہو چکا ہو۔ اور ظاہر سے ترقی کر کے باطن سے آرام پذیر ہو چکا ہو۔ غذا کا ظاہر اس کے ظاہر کا مددگار ہوتا ہے۔ اور غذا کا باطن اس کے باطن کی تکمیل کرتا ہے۔ ورنہ صرف ظاہری امداد پر ہی رُکا رہتا ہے۔ اور اس کا کھانے والا بھی عین کوتاہی کا شکار رہتا ہے۔

سعی کن تا لقمہ را سازی گہر — بعد ازاں چنداں کہ مے خواہی بخور

کوشش کرو تا کہ لقمے کو موتی بناؤ — اس کے بعد جتنا چاہو کھاؤ

اور صاحب غذا کے لئے افطار میں جلدی اور سحری میں تاخیر میں غذا کی تکمیل کا یہی راہ ہے۔

مکتوب نمبر (۱۶۳)

سیادت اور بزرگی کی پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ اسلام اور کفر ایک دُوسرے کی ضد ہیں۔ ان دو ضدوں کے جمع ہونے کا احتمال محال

Marfat.com

ہے۔اور ایک کو عزت عطا کرنا دُوسرے کو ذلیل و خوار کرنے کا موجب ہے۔ تک جو آپؒ نے اللہ تعالیٰ آپ کو سالم اور محفوظ رکھے کفار کی تذلیل اور ان سے میل جول کے بارے میں اور اس میل جول کے نقصان اور ضرر کے متعلق فرمایا۔اور اس امر کے بیان میں کہ دنیا و آخرت بھی ایک دُوسرے کی ضد ہیں۔

الحمد لله الذی انعم علینا و هدانا الی الاسلام و جعلنا من اُمة محمد علیه الصلوٰة والتحیة والسلام تمام تعریفیں اس اللہ رب العزت کے لیے جس نے ہم پر انعام فرمایا اور ہمیں دین اسلام اختیار کرنے کی ہدایت عطا فرمائی اور ہمیں حضرت محمد مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ والسلام کی اُمت میں سے کیا۔دنیا و آخرت کی سعادت صرف سید کونین علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوٰۃ افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی اتباع سے وابستہ ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت احکامِ اسلامیہ کی بجا آوری اور رسوم کفر کے دُور کرنے میں ہے۔ کیونکہ اسلام اور کفر ایک دُوسرے کی ضد ہیں۔ایک کا ثابت کرنا دُوسرے کے اٹھانے کا موجب ہے۔ان دو ضدوں کا جمع ہونا محال ہے۔ایک کو عزت دینا دُوسرے کو ذلیل و خوار کرنے کا باعث ہے۔حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے حبیبؐ پاک علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کو فرماتا ہے۔

يَـا اَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ	اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کریں اور ان پر سختی کریں۔

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو خلقِ عظیم سے موصوف ہیں کفار سے جہاد اور ان پر سختی کرنے کا حکم دیا۔تو اس سے معلوم ہُوا کہ کفار سے سخت رویہ اختیار کرنا بھی خلق عظیم میں داخل ہے۔ثابت ہُوا کہ اسلام کی عزت کفر اور اہلِ کفر کی خواری اور ذلت میں ہے۔جس نے کفار کو عزت دی اُس نے اسلام کو ذلیل کیا۔عزت دینے سے یہ مراد نہیں کہ ان کی خواہ مخواہ تعظیم ہی کی جائے اور انہیں اُونچی جگہ بٹھایا جائے۔بلکہ انہیں اپنی مجالس میں جگہ دینا۔ان کے ساتھ بیٹھنا اُٹھنا ان سے گفتگو کرنا بھی ان کے اعزاز میں شامل ہے۔انہیں کُتوں کی طرح دُور رکھنا چاہیئے۔اگر کوئی دنیوی غرض اور کام ان سے متعلق ہو اور ان کے سوا کسی سے حاصل نہ ہو سکے تو انہیں بے قدر جانتے ہوئے بقدرِ ضرورت ان سے معاملہ کرنا چاہیئے۔اور کمال اسلام تو یہ ہے کہ دنیوی غرض کے لئے بھی ان سے رابطہ قائم نہ کیا جائے۔اور ان سے میل جول نہ رکھا جائے۔اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں انہیں اپنا اور اپنے پیغمبر علیہ السلام کا دشمن قرار دیا ہے۔خدا اور اس کے رسول علیہ السلام کے ان دشمنوں سے میل جول اور اُنس و محبت بہت بڑی تقصیروں میں شامل ہے۔ان دشمنوں کے ساتھ دوستی اور اُنس کا کم از کم ضرر نقصان یہ ہے کہ احکامِ شرعی کے اجراء کی قدرت اور کفر کے نشانات اُٹھانے کی قوت مغلوب اور کمزور ہو جاتی ہے۔ اور ان سے تعلقِ دوستی کا حیا اس میں مانع ہو جاتا ہے۔اور یہ بہت بڑا ضرر و نقصان ہے۔دشمنانِ خدائے عزوجل

Marfat.com

سے دوستی والفت خدائے تعالیٰ کے ساتھ دشمنی کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے اور اس کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ دشمنی پیدا ہونے کا سبب بن جاتی ہے۔ انسان گمان کرتا ہے کہ وہ اہل اسلام سے ہے۔ اور خدا رسول کی تصدیق اور ان پر ایمان رکھتا ہے۔ لیکن وہ نہیں جانتا کہ اس طرح کے بُرے اعمال اس کی دولت اسلام کو بالکلیہ مٹا کر رکھ دیتے ہیں۔ نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا (ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں اور اپنے اعمال کی بُرائیوں سے اللہ کے پاس پناہ لیتے ہیں)۔

خواجہ پندارد کہ مردِ واصل است   حاصل خواجہ بجز پندار نیست

خواجہ صاحب کا گمان ہے کہ وہ مرد واصل ہیں۔ لیکن فی الحقیقت خواجہ صاحب کو صرف یہ گمان ہی حاصل ہے۔

ان نالائقوں کا کام ہی یہ ہے کہ اسلام اور اہل اسلام کا تمسخر اُڑاتے ہیں۔ اور اس بات کے منتظر رہتے ہیں کہ اگر قابو پائیں تو مسلمانوں کو ہلاک کر دیں یا سب کو قتل کر دیں یا کفر کی طرف پھیر کر لے جائیں تو اہل اسلام کو بھی شرم کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ایمان باحیا بننے کا تقاضا کرتا ہے۔ مسلمانی کے ننگ و شرم کا پاس کرنا ضروری ہے۔ ہمیشہ ان کی ذلت وخواری کے درپے رہنا چاہیئے۔ ہندوستان میں اہل کفر سے جزیہ کا موقوف ہونا ان علاقوں کے سلاطین وحکمرانوں کے ساتھ دوستی کی شومی کے باعث ہے۔ ان سے جزیہ لینے کا اصل مقصد ان کی ذلت وخواری ہے اور یہ ذلت وخواری اس حد تک ہے کہ جزیے کے خوف سے اچھے کپڑے نہیں پہن سکتے۔ اور اپنا بناؤ سنگار نہیں کر سکتے۔ اور ان کے اموال لے لینے کے خوف سے ہمیشہ ڈرتے اور لرزتے رہتے ہیں۔ بادشاہوں کو یہ کیا حق حاصل ہے کہ جزیہ لینے سے روکیں۔ اللہ تعالیٰ نے جزیہ وضع ہی ان کی ذلت وخواری کے لئے کیا ہے۔ مقصود ان کی رسوائی اور اہل اسلام کی عزت اور غلبہ ہے۔ ع جہود ہر کہ شود کشتہ سودِ اسلام است۔ جو غیر مُسلم بھی قتل ہو اس میں اسلام کا نفع ہے۔ دولتِ اسلام کے حصول کی علامت اہل کفر کے ساتھ بغض و عناد رکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں ان کو نجس و ناپاک کہا ہے۔ پس اہل اسلام کی نظر میں بھی اہل کفر نجس و پلید ہی ہونے چاہئیں۔ اور جب ان کو اس طرح ذلیل وخوار دیکھیں اور جانیں گے تو ضرور ان کی صحبت سے پرہیز اور ان کی ہمنشینی کو بُرا تصور کریں گے۔ ان سے باتیں پوچھنا اور پھر ان کے مطابق عمل کرنا ان دشمنوں کا کمال اعزاز ہے۔ جو سراسر منع ہے۔ جو شخص ان کی توجہ کا طالب اور ان کے توسط سے مانگے اسے کیا حاصل ہوگا۔ یعنی کچھ بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ اِلَّا فِي ضَلَالٍ   کفار کی دُعا بے کار اور ضائع ہے

ان دشمنانِ اسلام کی دُعا باطل اور بے نتیجہ ہے۔ اس کی قبولیت کا احتمال ہی نہیں۔ ہاں ان سے طالب دُعا ہونے میں ان کے اعزاز واکرام میں اضافہ ضرور ہوتا ہے۔ کفار اگر دعا کریں گے تو اپنے بتوں کو ضرور دُعا میں

Marfat.com

وسیلہ بنائیں گے خیال کرنا چاہیئے کہ معاملہ کہاں تک پہنچتا ہے۔ اور مُسلمانی کو بُو بھی باقی نہیں رہتی۔ ایک بزرگ کا ارشاد ہے جب تک تم سے کوئی دیوانہ نہ ہو مسلمانی تک نہیں پہنچ سکتا۔ دیوانگی بلندی اسلام کی خاطر اپنے نفع نقصان سے آگے گزر جانے سے عبارت ہے۔ مسلمانی کی موجودگی میں جو حاصل ہو جائے ٹھیک ہے۔ اور اگر کچھ بھی حاصل نہ ہو تو نہ ہو۔ یعنی دونوں حالتیں برابر ہوں۔ اور دولت اسلام موجود اور حاصل ہے تو خدائے عزّ وجلّ اور اس کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضا اور خوشنودی بھی حاصل ہے۔ رضائے مولا سے عظیم تر اور کوئی دولت و نعمت نہیں۔

رَضِینَا بِاللّٰہِ سُبحَانَہٗ رَبًّا وَ بِالْاِسْلَامِ	ہم اللہ سبحانہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین
دِینًا وَّ بِمُحَمَّدٍ علیہ الصلوٰۃ والسلام	ہونے اور حضرت محمد ﷺ کے نبی ورسول ہونے
نَبِیًّا وَّ رَسُولًا	پر راضی ہیں۔

مصرع: ہم برنیم بداریم یارب۔ یارب مجھے اسی پر قائم رکھنا۔ بحرمت سید المرسلین علیہ وآلہ من الصلوات ومن التسلیمات اکملہا والسلام واولا وآخراً

وقت کی جلدی کے باعث جو کچھ ضروری اور اہم محسوس کیا وہ اجمالی کے طور پر لکھ کر بھیج دیا ہے۔ اس کے بعد اگر توفیق ایزدی نے ساتھ دیا تو اس سے زیادہ مفصل لکھ کر ارسال کیا جائے گا۔

جس طرح اسلام کفر کی ضد ہے۔ آخرت دنیا کی ضد ہے۔ دنیا اور آخرت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ باقی ترکِ دنیا دو طرح پر ہے۔ ایک نوع تو یہ ہے کہ بقدر ضرورت سے زائد تمام مباحات ترک کر دیئے جائیں۔ یہ ترکِ دنیا کی اعلیٰ قسم ہے۔ دُوسری قسم یہ ہے کہ حرام اور مشتبہ چیزوں سے اجتناب کیا جائے۔ یہ قسم بھی خصوصاً اس زمانہ میں بہت ہی قلیل اور نادر ہے۔

آسمان نسبت بعرش آمد فرود ورنہ بس عالیست پیش خاک تود

آسمان عرش کی نسبت نیچے ہے۔ ورنہ خاک کے تودے سے تو بہت بلندی پر ہے۔

پس سونا چاندی اور ریشمی[1] لباس وغیرہ جنہیں شریعت مصطفویہ علی مصدرھا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ نے حرام قرار دیا ہے ان کے استعمال سے پرہیز لازمی ہے۔ سونے چاندی کے برتنوں کو زینت وآرائش کے طور پر اگر رکھیں تو قدرے گنجائش ہے۔ لیکن ان کا استعمال قطعاً حرام ہے۔ سونے چاندی کے برتنوں کو زینت وآرائش کے طور پر اگر رکھیں تو قدرے گنجائش ہے۔ لیکن ان کا استعمال قطعاً حرام ہے۔ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا

---

[1] ریشمی لباس پہننے کی حرمت صرف مردوں کے لئے ہے۔ عورتوں کے لئے ریشمی لباس جائز ہے۔ یوں ہی زیور کی شکل میں سونے کا استعمال مردوں کو منع ہے۔ عورتوں کے لئے جائز ہے۔ ہاں سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال کی مرد و عورت دونوں کے لئے ممانعت ہے۔ کذا فی رد المختار والدر المختار و الفتاویٰ الخانیہ۔

Marfat.com

خوشبوڈالنا سرمہ دان وغیرہ بنانا سب منع ہے۔ مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مباح امور کا دائرہ بہت ہی وسیع کیا ہوا ہے۔ مباح امور کو نعمت کے طور پر استعمال کرنا اور ان سے نفع اندوز ہونا عیش ولذت میں حرام چیزوں سے بڑھ کر ہے۔ مباحات میں حق سبحانہٗ کی رضا ہے۔ اور حرام اشیاء میں خدا تعالیٰ کی رضا نہیں۔ عقل سلیم ہرگز اس بات کو جائز نہیں رکھتی کہ کوئی شخص چند روزہ لذت کے لئے اپنے مولیٰ کی ناراضگی مول لے۔ خاص کر جبکہ اس حرام لذت کے عوض کئی طرح کی جائز لذتیں تجویز ہو چکی ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں صاحب شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتحیہ کی متابعت پر استقامت عطا فرمائے۔

حلال وحرام کے معاملہ میں ہمیشہ دیندار علماء کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اور انہیں سے دریافت کرنا چاہیئے۔ اور ان کے فتویٰ کے مطابق عمل کرنا چاہیئے کیونکہ یہی نجات کا راستہ ہے۔ شریعت کے علاوہ جو کچھ ہے باطل ہے اور بے اعتبار ہے۔

فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ [1] حق کے ماسوا سب ضلالت وگمراہی ہے۔

والسلام اوّلاً وآخراً

مکتوب نمبر (۱۶۴)

حافظ بہاء الدّین سرہندی کی طرف لکھا گیا۔

اس بیان میں کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا فیض ہر وقت اور ہمیشہ خواص وعوام پر وارد ہو رہا ہے۔ آگے اس کے قبول کرنے یا نہ قبول کرنے کا فرق اس طرف سے ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے احسان وکرم سے راہِ شریعت پر استقامت نصیب فرمائے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ کا فیض ہمیشہ اور ہر وقت از قسم مال، اولاد اور ہدایت ورہنمائی بغیر تخصیص کے نازل ووارد ہوتا رہتا ہے۔ بعض فیوض کے قبول کرنے اور بعض کے قبول نہ کرنے میں فرق اس طرف سے ہے۔

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہ کیا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

موسم گرما کا سورج دھوبی اور کپڑے دونوں پر یکساں چمکتا ہے۔ لیکن اس سے دھوبی کا منہ سیاہ ہوتا ہے۔ اور اس کا کپڑا اسفید۔

اللہ تعالیٰ کے فیض کا قبول نہ ہونا جناب قدس خداوندی جل سلطانہٗ سے اعراض اور روگردانی کے باعث ہے۔ روگردانی کرنے والے کے لئے ذلت لازم اور نعمت سے محرومی ضروری امر ہے۔ یہاں کوئی شخص یہ اعتراض

[1] پارہ گیارہ سورۃ یونس [2] قد افلح سورۃ مومنون

Marfat.com

نہ کرے کہ بہت سے حق تعالیٰ سے روگردان لوگ دنیوی نعمتوں سے سرفراز ہیں۔ اور ان کی روگردانی اس کی محرومی کا سبب نہیں بنی۔ کیونکہ یہ نعمت نہیں بلکہ نعمت کی صورت میں نقمت (عذاب) اس کی خرابی اور بربادی کے لئے بطریق استدراج ظاہر کیا گیا ہے۔ تا کہ ایسا شخص روگردانی اور گمراہی میں منہمک رہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِیْنَ نُسَارِعُ فِی الْخَیْرَاتِ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ

کیا ان لوگوں کا گمان یہ ہے کہ ہم جو مال و اولاد کی شکل میں ان کی مدد فرما رہے ہیں انہیں اچھی خبریں عطا کرنے میں جلدی کر رہے ہیں۔ بلکہ یہ لوگ نہیں جانتے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔

پس حق تعالیٰ سے روگردانی کے باوجود دنیا اور اس کے ساز وسامان کا ملنا عین خرابی ہے۔ تو ایسی صورت حال سے بچو پھر بچو۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۱۶۵)

سیادت و بزرگی کی پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا گیا۔

صاحب شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت کی ترغیب اور آپ کی شریعت کے مخالفوں کے ساتھ عداوت و بغض رکھنے اور ان پر سختی کرنے کے بیان میں۔

اللہ سبحانہ آپ کو نبی اُمّی ہاشمی قرشی علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی باطنی میراث کی بزرگی سے مشرف فرمائے۔ جس طرح اُس نے آپ کو ظاہری بزرگی سے مشرف فرمایا ہے۔ اور اللہ اس بندے پر رحم فرمائے جو آمین کہے۔

آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی میراث صوری عالم خَلق سے تعلق رکھتی ہے۔ اور میراث معنوی عالم امر سے۔ وہاں سب ایمان معرفت اور رُشد وہدایت ہے۔ میراث صوری کی نعمتِ عظمیٰ کا شکر یہ ہے کہ میراثِ معنوی اور باطنی سے مزین وآراستہ ہوں۔ اور میراث معنوی سے آراستگی کامل اتباع مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے بغیر میسر نہیں آسکتی۔ تو آپ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی آپ کے اوامر ونواہی میں اتباع و اطاعت لازم وضروری ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی کمال متابعت آپ کے ساتھ کمال محبت کی فرع ہے۔

مصرع:

اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ هَوَاهُ مُطِیْعٌ　　محب اپنے محبوب کا پورا مطیع ہوتا ہے۔

اور آپؐ سے کامل محبت کی علامت ونشانی آپؐ کے دشمنوں کے ساتھ کامل بغض وعداوت رکھنا ہے۔ محبت میں سُستی کی کوئی گنجائش نہیں۔ محب محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے۔ اس کی مخالفت کی تاب نہیں رکھتا۔ اور محبوب

Marfat.com

کے مخالفوں کے ساتھ کسی طرح بھی صلح و آشتی نہیں کر سکتا۔ دو مختلف محبتیں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں۔ جمع ضدین کو محال و ناممکن کہا گیا ہے۔ ایک کے ساتھ محبت دُوسرے کی عداوت کو مستلزم ہے۔ اچھی طرح غور کرنا چاہیئے۔ ابھی معاملہ ہاتھ سے نہیں نکلا۔ گذشتہ کا تدارک کرنا چاہیئے۔ کل جب معاملہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔ ندامت و شرمندگی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

بوقتِ صبح شود ہمچو روز معلومت کہ با کہ باختۂ عشق در شبِ دیجور

تجھے صبح روزِ روشن کی طرح معلوم ہو جائے گا کہ تو نے تاریک رات میں کس سے عشق لگا رکھا تھا۔

دنیا کا سامان دھوکا ہی دھوکا ہے۔ اور معاملہ اُخروی پر ابدی جزا مرتب ہوگی۔ چند روز زندگی اگر سید الاولین و آخرین علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت میں بسر ہو تو نجات ابدی کی امید ہے۔ ورنہ کوئی بھی ہو اور کیسا ہی اچھا عمل کیوں نہ ہو سب ہیچ اور بے کار ہے۔

محمد عربی کہ کابروئے ہر دوسرا است کسے کہ خاکِ درش نیست خاک بر سرِ اُو

محمد عربی ﷺ جو دونوں جہاں کی عزت و آبرو ہیں جو آپؐ کے دروازے کی خاک نہیں بنتا اُس کے سر پر خاک پڑے۔

اگر مثال کے طور فرض زکوٰۃ ادا کر دی جائے تو نقصان نہ پہنچنے میں وہ بھی کلیتہً ترک کا حکم رکھتی ہے۔ کیونکہ متابعت کی دولتِ عظمیٰ کا حصول مکمل طور پر ترک دنیا پر موقوف نہیں۔ زکوٰۃ ادا کر دینے کی صورت میں مال پاک ہو جاتا ہے۔ اور دین میں اس کا کچھ ضرر و نقصان باقی نہیں رہتا۔ پس مال دنیاوی کے ضرر کے دفاع کا علاج مال کی زکوٰۃ نکالنا ہے۔ اگرچہ کلیتہً ترک دنیا اولیٰ اور افضل ہے۔ لیکن زکوٰۃ بھی اس ترک کلی کا کام کر جاتی ہے۔

آسماں نسبت بعرش آمد فرود ورنہ بس عالی است پیش خاک تو

آسمان عرش کی نسبت نیچے ہے۔ لیکن تو وہ خاک سے پھر بھی بہت بلند ہے

تو لازم و ضروری ہے کہ ساری ہمت احکام شرعیہ کی بجا آوری میں صرف کی جائے۔ اور اہلِ شریعت یعنی علماء و صلحاء کی تعظیم و توقیر کرنی چاہیئے۔ اور شریعت کو رواج دینے میں کوشاں رہنا چاہیئے۔ اور گمراہ فرقوں اور اہل بدعت کو ذلیل و خوار رکھنا چاہیئے۔

مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ لَقَدْ اَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْاِسْلَامِ جس نے بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کو گرانے میں مدد کی۔

اور کفار کے ساتھ جو خدائے عزوجل اور اس کے رسول پاک علیہ وعلی الصلوات والتسلیمات کے دشمن ہیں دشمنی رکھنی چاہیئے اور ان کو ذلیل و خوار رکھنے میں کوشش کرنی چاہیئے اور کسی طرح بھی ان کو عزت کا مقام نہیں دینا چاہیئے۔ ان بدبختوں کو اپنی مجلس میں جگہ نہیں دینی چاہیئے۔ اور ان کے ساتھ کوئی اُنس و پیار نہیں کرنا چاہیئے۔

Marfat.com

اور حتی الامکان کسی معاملے میں بھی ان کی طرف رجوع نہیں کرنا چاہیئے۔اور فرضاً ضرورت پڑ ہی جائے تو قضائے حاجت انسانی کی طرح ناپسندیدگی اور مجبوری کی صورت میں ان سے حاجت برآری کرنی چاہیئے۔وہ راستہ جو آپ کے جدِ بزرگوار علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی جناب قدس تک پہنچتا ہے' یہی ہے۔اگر اس راہ پر نہ چلا جائے تو اس جناب قدس تک پہنچنا دشوار ہے۔اور بہت بعید ہے۔

کیف الوصول الی سعاد و دونھا   قلل الجبال و دونھن خیوف

سعاد معشوقہ کی ملاقات کیسے نصیب ہو سکتی ہے۔جبکہ میرے اور اس کے درمیان پہاڑوں کی بلند چوٹیاں اور نشیب و فراز حائل ہیں۔

زیادہ کیا پریشان کرے۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم   کہ دلہ آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

میں تیرے آگے تھوڑا سا غمِ دل بیان کیا ہے ڈرتا ہوں کہ تو دل آزردہ ہو گا ورنہ باتیں بہت ہیں۔

مکتوب نمبر (١٦٦)

محمد امین کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ چند روزہ ناپائیدار زندگی پر اعتماد نہیں کرنا چاہیئے۔اور اس تھوڑی سی فرصت میں ذکرِ کثیر کے ساتھ جو نہایت ضروری اور اہم ہے۔مرض قلبی کے ازالہ کی فکر کرنی چاہیئے۔

مخدوم گرامی کب تک اپنے منافع نفس کی خاطر ان کے حصول میں سرگرمی دکھاؤ گے۔اور کب تک اپنے اُوپر غم وغصہ کا اظہار کرو گے۔اپنے آپ کو اور تمام دوسروں کو مُردہ اور بے جان خیال کرنا چاہیئے۔اور بے حس و حرکت گمان کرنا چاہیئے۔

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَ اِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ   بیشک آپ بھی موت کی آغوش میں جانے والے ہیں اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں۔

نص قاطع ہے۔اس تھوڑی فرصت میں ذکر کثیر کے ساتھ جو نہایت اہم اور ضروری ہے۔مرض قلبی کے ازالہ کا فکر مند ہونا چاہیئے۔اور باطنی مرض کا علاج رب جلیل کی یاد کے ساتھ اس تھوڑی سی مہلت میں اعظم مقاصد میں سے ہے۔وہ دل جو غیر حق میں گرفتار ہے اس سے خیر کی توقع کیا ہو سکتی ہے۔وہ رُوح جو کمینی اور حقیر دنیا کی طرف مائل ہے۔نفسِ امارہ اس سے بہتر ہے۔اس طرف سے سراسر سلامتی قلب۔خلاصی رُوح کا مطالبہ اور تقاضا ہے۔اور ہم کوتاہ اندیش پُورے طور پر رُوح وقلب کی گرفتاری کے اسباب حاصل کرنے کی فکر میں ہیں۔معاملہ بہت دُور ہو چکا ہے۔کیا کیا جائے۔

Marfat.com

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ
اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

دُوسری بات یہ ہے کہ ظاہری ضعف وکمزوری کا کچھ فکر واندیشہ نہ کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ ضعف صحت و عافیت سے تبدیل ہو جائے گا۔ راقم کو اس کا اطمینان ہے۔ فقراء (مجدد صاحب رضی اللہ عنہ) کے پہنے ہوئے کپڑے کا آپ نے مطالبہ کیا تھا۔ پیرہن بھی دیا گیا ہے۔ اسے پہنیں اور نتائج وثمرات کے منتظر رہیں کہ یہ پیراہن کثیر البرکت ہے۔

ہر کس افسانہ بخواند افسانہ است و انکہ دیدش نقد خود مردانہ است

جس نے اس بات کو بے اصل حکایت قرار دیا وہ خود بے کار ہے اور جس نے اسے حقیقت جانا وہ مرد ہے۔

ہر متبع ہدایت اور حضرت مصطفےٰ علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت کے پابند پر رحمت وسلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

مکتوب نمبر (۱۶۷)

ہروی رام ہندو کی طرف صادر فرمایا جس نے اس بلند مرتبہ گروہ کے ساتھ اخلاص کا اظہار کیا تھا۔

تمام جہانوں کے پروردگار کی عبادت کی ترغیب میں جو بے مثال و بے کیف ہے۔ اور ہندوؤں کے باطل خداؤں کی عبادت سے اجتناب کرنے کے بیان میں۔

آپ کے دونوں خط ملے۔ دونوں سے فقراء کی محبت اور اس بلند مرتبہ گروہ کی خدمت میں التجا کا اظہار ہوتا تھا۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ کسی کو اس دولت سے نوازیں۔ دُوسری بات یہ ہے کہ۔

من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگوئیم تو خواہ از سخنم پندگیر و خواہ ملال

میں نے شرط تبلیغ پوری کر دی ہے۔ آگے میری باتوں سے تو نصیحت پکڑے یا ملال محسوس کرے تیری مرضی

اچھی طرح جان اور آگاہ رہ کہ ہمارا اور تمہارا بلکہ تمام جہانوں کا آسمان ہوں یا زمینیں، علیین (ملائکہ) ہوں یا سفلیین (حیوانات) سب کا پروردگار ایک ہے۔ اور بے کیف و بے مثل ہے۔ وہ شبہ اور مانند سے منزہ ہے۔ شکل ومثال سے پاک ومبرا ہے۔ کسی کا باپ یا فرزند ہونا اس ذات پاک کے لئے محال ہے۔ اس کی ہمتائی اور اس جیسا ہونا اس بات کی اس بارگاہ میں کچھ گنجائش نہیں۔ مخلوق کے ساتھ اتحاد یا اس میں حلول اس ذات سبحانہ کی شان کیلئے عیب اور نقص ہے۔ اس جناب قدس کے لئے کسی شے میں پوشیدہ ہونا اور کسی شے میں پوشیدہ ہونا اور کسی شے

Marfat.com

میں ظاہر ہونا قبیح ہے۔وہ زمانہ میں نہیں کیونکہ زمانہ اس کی مخلوق ہے۔اور وہ کسی مکان میں بھی نہیں۔کیونکہ مکان بھی اسی کا پیدا کیا ہوا ہے۔اس کے وُجود کا آغاز نہیں۔اور اس کی بقا کی نہایت نہیں۔جو بھی خیر و کمال ہے۔اس ذات سبحانہ کے لئے حاصل ہے۔اور جو بھی نقص و زوال ہے وہ اس بلند ذات سے مسلوب اور دُور ہے۔پس مستحق عبادت صرف وہی بلند ذات ہے۔اور لائق پرستش بھی وہی سبحانہ وتعالیٰ ہے۔

رام اور کرشن اوران کی مانند اور جو ہندوؤں کے معبود میں سب ادنی مخلوق ہیں اور انہیں ماں باپ نے جنا ہے۔رام جسرت کا بیٹا ہے۔اور لچھمن کا بھائی۔اور سیتا عورت کا شوہر ہے۔

جب رام اپنی بیوی کی نگہداشت نہ کر سکا (بلکہ راون اسے چھین کر لے گیا) تو وہ دُوسرے کی کیا مدد کریگا۔عقل دوراندیش سے کام لینا چاہیئے۔ان کی تقلید نہیں کرنی چاہیئے۔ہزاروں درجے شرم و عار کی بات ہے کہ کوئی تمام جہانوں کے پروردگار کو رام یا کرشن کے نام سے یاد کرے۔یہ تو اس طرح ہے کہ کوئی عظیم الشان بادشاہ کو کمترین خاکروب کے نام سے یاد کرے۔رام اور رحمٰن کو ایک خیال کرنا نہایت ہی بے عقلی کی بات ہے۔خالق اور مخلوق ایک نہیں ہوسکتے۔اور بے مثل ذات ممکن کے ساتھ متحد نہیں ہوسکتی۔رام اور کرشن کی پیدائش سے قبل پروردگار عالم کو رام و کرشن نہیں کہتے تھے۔ان کے پیدا ہونے کے بعد کیا ہوا کہ رام اور کرشن کا نام اس ذات سبحانہ و تعالیٰ پر بولتے ہیں۔اور رام اور کرشن کی یاد کو پروردگار کی یاد قرار دیتے ہیں۔حاشا و کلاَّ ثم حاشا و کلاَّ (خدا کی پناہ پھر خدا کی پناہ)۔

ہمارے پیغمبر علیہم الصلوات والسلام قریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار گزرے ہیں۔اُنہوں نے مخلوق کو خالق کی عبادت کی ترغیب دی ہے۔اور غیر اللہ کی عبادت سے منع کیا ہے۔اور اپنے آپ کو اُس کا بندہ عاجز سمجھا ہے۔اور وہ اس ذات تعالیٰ کی ہیبت و عظمت سے ڈرتے اور لرزتے رہے ہیں۔اور ہندوؤں کے خداؤں نے مخلوقات کو اپنی عبادت کی ترغیب دی ہے۔اور اپنے آپ کو الہ جانا ہے۔اور اگر چہ وہ پروردگار کے قائل ہوئے ہیں لیکن اس کا اپنے اندر حلول واتحاد بھی ثابت کیا ہے۔اور اسی بنا پر مخلوق کو اپنی عبادت کی ترغیب دی ہے۔اور اپنے آپ کو معبود گردانا ہے۔اور بے تحاشا حرام چیزوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔اس گمان میں کہ الہ و معبود کے لئے کوئی شے ممنوع نہیں۔اپنی مخلوق میں جس طرح چاہیئے تصرف کرے۔یہ لوگ اس قسم کے بے شمار تخیلات فاسدہ رکھتے ہیں۔یہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔بخلاف ہمارے پیغمبر علیہ الصلوات والتسلیمات کہ جس چیز سے اُنہوں نے مخلوق کو روکا ہے اس سے خود بھی اکمل واتم طریقہ پر باز رہے ہیں۔انہوں نے (عجز و تواضع) کے تحت اپنے آپ کو بھی دُوسرے لوگوں کی طرح انسان ہی کہا ہے۔مصراع:

ببیں تفاوت راہ کجاست تا بکجا　　　دیکھ راستے میں کس قدر فرق ہے

☆☆☆

Marfat.com

مکتوب نمبر (۱۶۸)

مخدوم زادہ امکنگی یعنی خواجہ[1] محمد قاسم کی طرف صادر فرمایا:

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بلند مرتبہ ہونے اور اس جماعت کے حال کی شکایت کے بیان میں جنہوں نے اس طریقہ شریفہ کے ساتھ کئی طرح کی محدثات اور مخترعات لاحق کر دی ہیں اور اس کے مناسب امور کے بیان میں

الحمد للّٰہ رب العالمین والسلام علٰی سید المرسلین و آلہ الطاھرین اجمعین ۔ بعد دعوات کثیرہ اور تحیات نامحصورہ بعالی جناب مشائخ کرام نتیجہ اولیاء عظام حضرت مخدوم زادہ راہ حق پر مستقیم اللہ تعالیٰ اسے سلامتی اور عمر دراز عطا کرے اشتیاق و آرزومندی کا اظہار کرتا ہے۔ شعر

کیف الوصول الی سعاد و دونھا ۔۔۔ قلل الجبال و دونھن خیوف

سُعاد معشوقہ کا وصال کس طرح ممکن ہے۔ جبکہ میرے اور اس کے درمیان پہاڑوں کی اُونچی چوٹیاں اور نشیب و فراز حائل ہیں۔

حضرت مخدوم زادہ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس بلند طریقہ کی بلندی اور طبقہ نقشبندی کی رفعت التزام سنت اور بدعت سے اجتناب کے باعث ہے۔ اس لئے اس بلند طریقہ کے اکابر نے ذکر جہر سے اجتناب فرمایا ہے۔ اور ذکر قلبی کی تلقین کی ہے۔ اور سماع، رقص، وجد و تواجد سے جو آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور خلفائے راشدین علیہم الرضوان کے زمانہ میں نہیں تھا، منع کیا ہے اور خلوت نشینی اور چلّہ کشی جو زمانہ صحابہ میں نہیں تھی اس کے بجائے خلوت در انجمن کو اختیار کیا ہے۔ تو لازماً اس التزام و پابندی پر نتائج عظیمہ مرتب ہوئے ہیں۔ اور بدعت سے بچنے پر ثمرات کثیرہ حاصل ہوئے ہیں۔ اسی بنا پر یہ بات ہے کہ دوسروں کی نہایت ان کی ہدایت میں درج ہے۔ اور ان کی نسبت دُوسروں کی نسبتوں سے فائق و اعلیٰ ہے۔ ان کا کلام امراض قلبیہ کے لئے دوا اور ان کی نظر علل معنویہ سے شفا بخشی ہے۔ اور ان کی اعلیٰ توجہ طالبوں کو کونین کی گرفتاری سے نجات عطا کرتی ہے۔ اور ان کی بلند ہمت مریدوں کو پستی امکان سے بلندی وجوب تک پہنچاتی ہے۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند ۔۔۔ کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را
از دل سالک راہ جاذبہ صحبت شان ۔۔۔ برد وسوسہ خلوت و فکر چلّہ را

نقشبندی بزرگ عجب قافلہ سالار ہیں جو پوشیدہ راستے سے قافلے کو حرم تک پہنچا دیتے ہیں۔

---

[1] آپ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد حضرت خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں۔

Marfat.com

سالکِ راہ کے دل سے ان کی صحبت کا جاذبہ وسوسہ خلوت اور فکر چلہ کو مٹا دیتا ہے۔

لیکن اس زمانہ میں کہ یہ نسبت شریفہ عنقائے نایاب کی طرح ہو چکی ہے۔ اور اپنا چہرہ پوشیدگی میں چھپا چکی ہے۔ اسی طبقہ کی ایک جماعت نے اس دولت عظمٰی اور نعمت قصوری کے حاصل نہ ہونے کی وجہ سے ہر طرف ہاتھ پاؤں مارے ہیں اور ان نفیس موتیوں کے عوض چند ٹھیکریوں پر خوش ہو چکے ہیں۔ اور بچوں کی طرح اخروٹ و منقا کے ساتھ آرام پذیر ہو چکے ہیں۔ انتہائی اضطراب و حیرانی کے باعث اکابر کا طریقہ چھوڑ کر کبھی ذکر جہر سے تعلق پکڑتے ہیں اور کبھی سماع و رقص سے آرام حاصل کرتے ہیں۔ اور انجمن میں ان کو خلوت میسر نہیں آئی تو انہوں نے چالیس روزہ خلوت کے چلے اختیار کیے۔ عجب تر بات یہ ہے کہ ان بدعات کو اس نسبت شریفہ کا متمم و مکمل گمان کرتے ہیں۔ اور اس تخریب کو عین تعمیر شمار کرتے ہیں۔ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ ان کو انصاف کی توفیق عنایت کرے۔ اور ان کے کمالات کا ایک شمہ ہی ان کی جانوں کے دماغ تک پہنچائے۔ ن اور ص کی برکت اور نبی کریم ﷺ اور ان کی آل پاک کی حرمت کے صدقہ سے اور جبکہ ان بدعات و محدثات نے جو اس علاقہ میں پھیل چکی ہیں۔ اس حد تک اکابر کے اصل طریقہ کو پوشیدہ کر دیا ہے۔ اور وہاں کے ہر شریف و کمینہ نے نئی اور جدید وضع اختیار کر لی ہے۔ اور اصل اور قدیم راستہ سے روگردان ہو چکے ہیں۔ دل میں گزرا کہ اس کا کچھ تھوڑا ماجرا اس بلند آستانہ کے خادموں کی خدمت میں اظہار کرے۔ اور وسیلہ و بہانہ سے اپنے دردِ دل کو باہر پھینکے۔ مجھے معلوم نہیں کہ مخدوم زادہ کی مجلس میں کونسا گروہ ہوتا ہے۔ اور مُونس محفل کون سا فرقہ ہے

خوابم بشد از دیدہ دریں فکر جگر سوز   کاغوش کہ شد منزل و آسائش خوابت

اس جگر سوز فکر میں میری نیند اُڑ گئی ہے کہ تیری منزل اور تیری آسائش بھری نیند کا مقام کس کی آغوش میں ہے۔

اللہ سبحانہ سے التجا ہے کہ وہ آپ کی جناب قدس کو اس ہر جگہ پھیلی ہوئی وبا سے محفوظ رکھے۔ اور اس ابتلاء و آزمائش سے متاثر ہونے سے آپ کے آستانہ شریف کو بچائے۔

ہمارے مخدوم و مکرم لوگوں نے اس طریقہ عالیہ میں نئی نئی باتوں کو اس قدر رواج دے دیا ہے۔ کہ اگر مخالف لوگ یہ کہیں کہ اس طریقہ میں تو بدعت کی پابندی اور سنت سے اجتناب ہے۔ تو انہیں یہ کہنے کی گنجائش ہے۔ نماز تہجد کو جمعیت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ اور اس بدعت کو سنت تراویح کی طرح مساجد میں ادا کرتے ہیں اور رونق بخشتے ہیں۔ اور اس عمل کو نیک خیال کرتے ہیں۔ اور دُوسرے لوگوں کو اس کی ترغیب دیتے ہیں۔ حالانکہ فقہاء شکر اللہ تعالیٰ سعیہم نے اسے مکروہ تحریمہ کہا ہے۔ اور جن فقہا نے کراہت کے لئے تداعی کو شرط قرار دیا ہے۔ وہ بھی اس نفل نماز کی جماعت کے جواز کو ایک گوشہ مسجد کے ساتھ مقید کرتے ہیں۔ اور تین سے زیادہ افراد کے اجتماع کو فقہاء نے بالاتفاق مکروہ کہا ہے۔ نیز اس طرح نماز تہجد کو تیرہ رکعت شمار کرتے ہیں کہ بارہ رکعت کھڑے ہو کر ادا

Marfat.com

کرتے ہیں اور دو رکعت بیٹھ کر اور ان دو کو ایک کا حکم دیتے ہیں۔ یہ بات انہوں نے اس سے نکالی ہے کہ بیٹھ کر پڑھنے والے کو کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے نصف ثواب ملتا ہے۔ لیکن یہ علم وعمل بھی سنت کے خلاف ہے۔ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ۔ حضرت پیغمبر نے جو تیرہ رکعت ادا فرمائی ہیں وہ وتر کے ساتھ ادا فرمائی ہیں اور رکعات تہجد کا طاق ہونا وتروں کی رکعات کے طاق ہونے سے پیدا ہوا ہے۔ اس طرح نہیں جو ان لوگوں کا گمان ہے۔

اندک کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم   کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

ترجمہ: میں نے تھوڑا سا غم دل تیرے آگے بیان کیا ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ تو دل آزردہ ہو گا ورنہ باتیں بہت ہیں۔

عجب ہے کہ ماوراءالنہر کے شہروں میں جو علماء حق کا مرکز ہیں اس قسم کی بدعات رواج پا چکی ہیں اور اس طرح کی نئی نئی باتیں شائع اور عام ہو چکی ہیں۔ حالانکہ ہم فقیروں نے علوم شرعیہ کو ان ہی علماء کی برکات سے استفادہ کیا ہے۔ اور کرتے ہیں اور اللہ سبحانہ درست بات دل میں ڈالنے والا ہے۔ اللہ سبحانہ ہمیں اور تمہیں شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے راستے پر ثابت رکھے اور جو بندہ اس پر آمین کہے اسے بھی اللہ اپنی رحمت سے نوازے۔

مکتوب نمبر (۱۶۹)

شیخ عبدالصمد سلطان پوری کی طرف صادر ہوا۔

ایک مرید کے حال کے متعلق اس کے ایک سوال کے جواب میں۔ جس مرید نے اپنے پیر سے کہا تھا کہ اگر میرے خاص وقت میں جو مجھے حق سبحانہ کے ساتھ نصیب ہوتا ہے تو بھی اگر درمیان میں آئے تو سرتن سے جدا کر دوں۔ پیر نے اس کی اس بات کو پسند کیا اور اپنے معانقے میں لے لیا۔

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمّد و اٰلہ الطاھرین اجمعین۔ آپ کا مراسلہ شریفہ اور لطف ومہربانی سے بھرپور گرامی نامہ جو کرم نوازی کے طور پر آپ نے بھیجا تھا موصول ہوا اور فرحت وخوشی کا موجب ہوا ایک بات آپ نے پوچھی تھی۔ مخدوم اگرامی مقصد اعلیٰ اور بلند مطلب جناب قدس خداوندی جل سلطانہ کی جناب تک پہنچنا ہے لیکن جبکہ طالب ابتداء میں ادھر اُدھر کے مختلف تعلقات کے باعث کامل میل کچیل اور پستی میں ہے اور اس ذات تبارک وتعالیٰ کی جناب قدس نہایت پاکیزگی اور بلندی میں اور وہ مناسبت جو فیض دینے اور فیض لینے کا سبب ہے طالب ومطلوب کے درمیان مفقود ہے تو ضروری طور پر راہ جاننے والے اور راہ دیکھنے والے پیر ومرشد کے بغیر چارہ نہیں جو بیچ میں واسطے کا کام دے اور دونوں

Marfat.com

طرف سے وافر حصہ رکھتا ہو۔تا کہ طالب کے مطلوب تک پہنچنے کا ذریعہ بنے اور جس قدر طالب کو مطلوب کے ساتھ مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔پیر مکمل طور پر اپنے آپ کو درمیان سے نکال لیتا ہے۔اور طالب کو مطلوب کے ساتھ اپنے واسطہ کے بغیر واصل کر دیتا ہے۔پس ابتداء اور درمیان میں مطلوب کو پیر کے آئینہ کے بغیر نہیں دیکھا جا سکتا اور انتہا میں آئینہ پیر کے واسطے کے بغیر ہی مطلوب کا جمال جلوہ گر ہو جاتا ہے۔اور بالکل برہنہ وصل حاصل ہو جاتا ہے۔اور اُس نے جو یہ کہا کہ پیر بھی اگر حاضر ہو تو سرتن سے جُدا کر دوں سُکر کے باعث کہا۔ارباب استقامت ایسی بات نہیں کہتے اور بے ادبی کے راستے پر نہیں دوڑتے اور مُرادوں کی پیر کی برکات سے تلاش کرتے ہیں۔والسلام۔

مکتوب نمبر (۱۷۰)

شیخ نوری کی طرف لکھا گیا:

اس بیان میں کہ جس طرح آدمی کے لئے حق جل وعلیٰ کے اوامر و نواہی کی فرماں برداری ضروری ہے اسی طرح مخلوق کے حقوق ادا کرنا اور اُن کی ہمدردی کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

الحمد لِلّٰہ و سلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰے ۔اے برادر ارشد آدمی کے لئے جس حق جل وعلا کے احکام کی فرماں برداری اور جن باتوں سے اُس نے روکا ہے۔اُسے رُکنا ضروری ہے اسی طرح مخلوق کے حقوق کی ادائیگی اور اُن سے ہمدردی کا سلوک کرنا بھی ضروری ہے۔

التعظیم لامر اللّٰہ والشفقة علی خلق اللّٰہِ [1]	اللہ کے احکام کی تعظیم (یعنی ان کی بجا آوری اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ مہربانی اور شفقت کا سلوک

یہ حدیث ان ہی دو حقوق کی ادائیگی کا بیان اور دین کے دونوں پہلوؤں پر دلالت کرتی ہے۔پس دین کے دو پہلوؤں میں سے ایک پر کفایت کرنا کوتاہی ہے اور کُل کو چھوڑ کر ایک جُز پر اکتفا کرنا کمال فرمان برداری سے دُور ہے لہٰذا خلق کے حقوق کی ادائیگی کو بوجھ اُٹھانا ضروری ہے۔اور اُن کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کرنا بھی لازمی ہے لاپرواہی نامناسب ہے اور بے التفاتی ٹھیک نہیں۔

ہر کہ عاشق شد اگرچہ نازنین عالم است　　نازکی کے راست آید باری باید کشید

ترجمہ: جو شخص عاشق بن گیا اگرچہ سارے جہان کا نازنین ہو عاشق بننے کے بعد اس کا نازنین رہنا درست نہیں۔بلکہ اُسے بوجھ اُٹھانا پڑے گا۔

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔مُلا علی قاریؒ۔

Marfat.com

جبکہ مدت دراز تک آپ میری صحبت میں رہے اور مجھ سے بہت سے مواعظ اور نصیحت کی باتیں سُن چکے ہیں بات لمبا کرنے سے میں نے اعراض کیا اور چند مختصر فقروں پر کفایت کہ اللہ سبحانہٗ ہمیں اور تمہیں شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام والتحیہ کے راستے پر ثابت اور قائم رکھے۔

مکتوب نمبر (۱۷۱)

مُلا طاہر بدخشی کی طرف لکھا گیا۔

اس بیان میں کہ جو چیز فقراء پر لازم ہے یہ ہے کہ ہمیشہ ذلت محتاجی وظائف عبودیت کی ادائیگی حدود شرعیہ کی حفاظت اور روشن سنت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام کی متابعت اور اپنے گناہوں کی کثرت کا مشاہدہ اور علام الغیوب ذات کے انتقام کا خوب پیش نظر رہے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں:

الحمد لِلّٰہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علیٰ سید المرسلین و آلہ الطاھرین۔ جو چیز ہم فقراء پر لازم و ضروری ہے یہ ہے کہ اپنے آپ کو ہمیشہ بارگاہِ خداوندی میں خوار رکھیں۔ اس کے محتاج رہیں۔ اس کے حضور میں انکساری، عاجزی اور التجا کرتے رہیں۔ وظائف عبودیت کی ادائیگی، حدود شرعیہ کی محافظت اور روشن سنت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام والتحیہ کی متابعت میں فرق نہ آنے دیں۔ اور نیک کام انجام دیتے میں نیت درست رکھیں۔ باطن کو غیر حق کے خیالات سے آزاد کریں۔ اپنے ظاہر کو طاعات کے سپرد کر دیں۔ اپنے عیوب کو دیکھتے رہیں۔ اور اپنے گناہوں کے غلبے کا مشاہدہ کرتے رہیں۔ اور علام الغیوب رب تعالیٰ کے انتقام کا خوف دل میں بٹھائیں۔ اور اپنی نیکیوں کو اگرچہ زیادہ ہی ہوں کم خیال کریں۔ اور اپنے گناہوں کو اگرچہ وہ کم ہی ہوں زیادہ تصور کریں۔ اور شہرت اور قبولیت خلق سے ڈرتے اور لرزتے رہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی حدیث پاک ہے۔

بِحَسْبِ اَمْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یُشَارَ اِلَیْهِ بِالْاَصَابِعِ فِیْ دِیْنٍ اَوْ دُنْیَا اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ	انسان کی بدی کے لئے یہ کافی ہے کہ لوگ دین یا دُنیا کے بارے میں اس کی طرف اپنی اُنگلیوں سے اشارے کریں۔ مگر جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

اور اپنے افعال اور اپنی نیتوں کو عیب ناک جاننا اگرچہ وہ صبح کی طرف صاف اور واضح ہوں اور اپنے احوال اور وجد کی کیفیات کا اگرچہ وہ صحیح اور مطابق ہوں کچھ اعتبار نہ کرنا۔ اور صرف دین کی تائید اور ملت کی تقویت اور شریعت کی ترویج اور مخلوق کو حق جل وعلا کی طرف دعوت دینا ان باتوں کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے۔ اور نہ انہیں مستحسن سمجھا جائے۔ جب تک اپنا عمل درست نہ ہو کیونکہ اس طرح کی تائید کبھی کافر اور فاسق و فاجر سے بھی

Marfat.com

وجود میں سکتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

[1] اِنَّ اللّٰـهَ لَيُؤَيِّدُ هذا الدين با الرجل الفاجر. بیشک اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید فاسق و فاجر انسان سے بھی کرا لیتا ہے۔

وہ مرید جو طالب بن کر آئے اور سلوک میں مشغول ہونے کا ارادہ ظاہر کرے اُسے ببر اور شیر کی طرح خطرناک جاننا چاہیئے۔ اور ڈرنا چاہیئے۔ کہ کہیں اس طرح سے وہ اس کی خرابی نہ چاہتے ہوں۔ اور اُس کے فتنے میں پڑنے کا باعث نہ بن جائیں۔ اور اگر بالفرض کسی مُرید کے آنے سے اپنے میں فرحت اور سرور محسوس کریں تو اُسے کفر و شرک کی طرح بُرا جانیں اور اس کا تدارک ندامت اور استغفار کے ذریعہ اس حد تک کریں کہ اس سرور کا بالکل نشان نہ رہے۔ بلکہ اس فرحت کی جگہ غم اور خوف بیٹھ جائے۔ اور اپنے خلفاء کو اچھی طرح تاکید کریں کہ مُرید کے مال میں طمع اور اس سے دینوی منافع کی امید پیدا نہ ہو۔ کیونکہ یہ بات مرید کی ہدایت میں رکاوٹ ہے اور پیر کی خرابی کا باعث ہے۔ کیونکہ اللہ کی طرف سے سب دین خالص کا مطالبہ ہے۔

[2] اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ. سُن لو خالص دین اللہ ہی کے لئے ہے۔

شرک کی اُس بارگاہ میں کسی طرح بھی کوئی گنجائش نہیں اور اس بات کو بھی ذہن میں رکھیں کہ ہر تاریکی اور میل جو دل پر طاری ہوتی ہے اس کا ازالہ توبہ استغفار ندامت اور التجا سے بآسانی میسر آ سکتا ہے۔ مگر وہ تاریکی اور میل جو کمینی دنیا کی محبت کے راستے سے دل پر چڑھے جو زندگی کو تلخ اور دل کو پلید کر دیتی ہے۔ اُس کے ازالے میں سخت دشواری اور مشکل پیش آتی ہے حضور نبی کریم ﷺ نے بالکل سچ فرمایا ہے۔

[1] حُبُّ الدُّنْيَا رَاسُ كُلِّ خطيئةٍ یعنی دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں دُنیا اور دُنیا کے چاہنے والوں کی محبت اور ان سے میل جول اور اُن کی دوستی سے نجات عطا فرمائے کیونکہ دنیا کی محبت زہر قاتل اور ہلاک کرنے والا مرض اور بلائے عظیم اور عام پھیلنے والی بیماری ہے۔

اخوی ارشدی شیخ حمید اچھے طریقہ سے آپ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں اُن کی نئی اور تازہ باتوں کو غور سے سُنیں اور غنیمت جانیں باقی باتیں ملاقات کے وقت ہوں گی۔

---

[1] بخاری و مُسلم بروایت ابو ہریرہؓ انس ابن مالکؓ مختصراً

[2] سورہ زمر پارہ ۲۳

[1] مشکوٰۃ شریف بحوالہ زرین اور بیہقی شریف بروایت حسن مرسل ہے۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۱۷۲)

شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا:

بعض اُن اسرارِ خاص کے بیان میں جو خاص میں سے بھی بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتے ہیں۔ اور اس بیان میں کہ اس مقام میں عارف اپنے آپ کو دائرہ شریعت سے باہر پاتا ہے۔ اور اس کے سبب کا بیان اور اس کی روشن شریعت کے ظاہر سے مطابقت اور دیگر اس سے متعلقہ مسائل کے بیان میں۔

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ میرے عزیز بھائی کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ شریعت کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت اس کی صورت وہ جس کے بیان کے علماء ظاہر کفیل وضامن ہیں۔ اور اس کی حقیقت وہ ہے جس کے بیان کے ساتھ بلند گروہ صوفیہ ممتاز ہے صورت شریعت کے عروج کی نہایت سلسلہ ممکنات کی نہایت تک ہے۔ اس کے بعد اگر مراتب وجوب میں سیر واقع ہو تو وہ حقیقت کے ساتھ ملی ہوئی ہوگی۔ اور آمیزش کا یہ معاملہ شان العلم کے عروج تک ہے جو سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کا مبداء تعین ہے۔ اس کے بعد اگر ترقی واقع ہو تو صورت وحقیقت دونوں الگ ہو جاتی ہیں۔ اور عارف کا معاملہ شان الحیات تک جا پہنچتا ہے۔ اس عظیم مرتبہ شان کی عالم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں۔ یہ شیونات حقیقہ میں سے ہے۔ کہ اضافت کی گرد اس تک نہیں پہنچی۔ تاکہ عالم کے ساتھ اس کا تعلق پیدا ہو۔ اور یہ شان مقصود کا دروازہ ہے اور مطلوب کا مقدمہ۔ اس مقام میں عارف اپنے آپ کو دائرہ شریعت سے باہر پاتا ہے۔ لیکن چونکہ محفوظ ہوتا ہے اس لئے دقائق شریعت سے ایک دقیقہ بھی نہیں چھوڑتا وہ جماعت جو اس دولتِ عظمیٰ سے مشرف ہوتی ہے۔ اس کی تعداد بہت ہی کم ہے۔ اگر اس کی تعداد بیان کی جائے تو شاید نہایت ہی قلیل لوگ اسے تسلیم اور قبول کریں۔ اور صوفیہ کی ایک کثیر جماعت اس انتقام عالی کے سایہ تک پہنچی ہے۔ کیونکہ ہر بلند مقام کا اس کے نیچے اس کا ایک سایہ ہے۔ سایہ اور محل میں پہنچنے والی جماعت کا گمان ہوتا ہے کہ انہوں نے دائرہ شریعت سے قدم باہر رکھ لیا ہے۔ اور پوست سے ترقی کر کے مغز تک پہنچ گئے ہیں یہ مقام صوفیہ کے قدموں کی لغزش کی جگہ ہے۔ ناقصوں کا ایک گروہ اس راستہ سے الحاد وزندقہ تک پہنچا ہے۔ اور انہوں نے اپنا سر شریعت کی رسّی سے باہر نکالا ہے۔ یہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا ہے۔

اور کاملوں کی ایک جماعت جو درجات ولایت میں سے ایک درجہ سے مشرف ہوئی ہے۔ اور اس معرفت کو اس بلند مقام کے ظلال (سایوں) میں سے کسی ظل کو حاصل کیا ہے۔ اگرچہ اس مقام کے اصل تک نہیں پہنچے لیکن وہ بھٹکنے سے محفوظ رہے ہیں۔ اور آداب شریعت میں سے کسی ایک ادب اور مستحب امر کو بھی ترک کرنا جائز نہیں رکھا۔ اگرچہ اس معرفت کے راز کو نہیں جانتے۔ اور حقیقتِ معاملہ کو نہیں سمجھتے۔

Marfat.com

اور جب اس فقیر پر اللہ سبحانہٗ کی عنایت و مہربانی اور اس کے حبیب پاک علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ سے اس معما کا راز منکشف ہوا ہے۔ اور حقیقت معاملہ جیسی کہ چاہیئے ظاہر ہو چکی ہے۔ تو اس سرگزشت کا تھوڑا سا حصہ معرض تحریر میں لاتا ہے۔ ممکن ہے میری یہ تحریر ناقصوں کو راہِ راست کی طرف لائے۔ اور حقیقت معاملہ کی وضاحت کرے۔

جاننا چاہیئے کہ تکلیفات شرعیہ بدن اور دل سے مخصوص ہیں۔ کیونکہ نفس کا تزکیہ انہی پر متفرع ہوتا ہے اور لطائف میں سے جو لطیفے دائرہ شریعت سے قدم باہر رکھتے ہیں۔ وہ ان کے علاوہ ہیں۔ پس جو لطیفہ احکام شرعیہ کا مکلف ہے ہمیشہ مکلف ہے۔ اور جو لطیفہ مکلف نہیں وہ کبھی بھی مکلف نہیں ہوا۔ اس بات میں انتہائی اور آخری جو بات ہے یہ ہے کہ سلوک سے قبل لطائف آپس میں مخلوط تھے۔ قلب سے جدا نہیں تھے۔ جب سیر و سلوک نے ہر ایک کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔ اور ہر ایک کو اپنے مقام اصلی میں پہنچا دیا۔ تو اس وقت معلوم ہوا کہ مکلف کون تھا اور کون مکلف نہیں تھا۔

سوال: اگر یہ کہا جائے کہ اُس مقام میں عارف اپنے بدن اور دل کو بھی دائرہ شریعت سے باہر پاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ تو اس کا جواب ہم یہ دیں گے۔ کہ یہ یافت تحقیقی نہیں ہے بلکہ تخیلی ہے۔ اور اس تخیل کا منشاء دراصل لطیف ترین لطیفوں جنہوں نے تکالیف شرعیہ سے قدم باہر رکھے ہوئے ہیں کے رنگ میں رنگین ہوتا ہے۔

اگر یہ سوال کریں کہ صورت شریعت کی تکلیفات قلب اور قالب سے مخصوص ہیں۔ لیکن حقیقت شریعت کی قلب کے ماسوا میں بھی گنجائش ہے۔ پس مطلق شریعت سے قدم باہر رکھنے کے کیا معنی ہیں۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ حقیقت شریعت بھی رُوح اور سر سے آگے نہیں گزرتی۔ اور لطیفہ خفی اور اخفیٰ تک نہیں پہنچتی اور شریعت سے باہر قدم رکھنے والے فی الحقیقت خفی اور اخفیٰ ہی ہیں۔ واللہ سبحانہٗ اعلم بحقیقۃ الحال۔ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو حضور سید المرسلین علیہ وعلیہم وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات اتمہا و اکملہا کی متابعت پر ثابت رکھے۔

مکتوب نمبر (۱۷۳)

میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا:

ایک سوال کے جواب میں جو انہوں نے اُٹھایا تھا۔ اور بعض عجیب اسرار کے بیان میں جو کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی نفی اور اثبات سے تعلق رکھتے ہیں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد جناب سیادت پناہ کو معلوم ہونا چاہیئے۔ آپ نے دریافت کیا تھا۔ کہ جو کچھ دید و دانش میں آتا ہے اس کی کلمہ لَا کے نیچے لا کر نفی کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ مثبت مطلوب ذات حق) دیدہ و دانش سے بلند و

Marfat.com

بالا ہے۔ تو اس سے لازم آتا ہے کہ مشہور محمد رسول اللہ ﷺ بھی نفی کے لائق ہو اور مطلوب مثبت اس کے ماسوا میں پایا جائے۔

اے برادر محمد رسول اللہ ﷺ اپنی بلندی شان کے باوجود بشر تھے۔ اور داغ حدوث و امکان سے متصف تھے۔ بشر خالق بشر کو کتنا پا سکتا ہے۔ اور ممکن واجب ہے کیا اخذ کر سکتا ہے۔ اور حارث قدیم ذات جلت عظمۃٗ کا کس طرح احاطہ کر سکتا ہے۔

لَا یُحِیطُوْنَ بِہٖ عِلْمًا لوگ علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

نص قاطع ہے۔ حضرت شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نمی بینی کہ شاہے چوں پیمبر نیافت او فقرِ کل تو رنج کم بر

تو نہیں دیکھا کہ حضرت پیغمبر علیہ السلام جیسے بادشاہ بھی فقر کل نہ پا سکے لہٰذا اس معاملے میں تمہیں رنج کم کرنا چاہیئے۔

اے عزیز مقام تفصیل چاہتا ہے۔ ہوش کے کانوں سے بات سُننی چاہیئے۔

جاننا چاہیئے کہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے دو مقام ہیں۔ نفی اور اثبات۔ پھر نفی اور اثبات ہر ایک کے دو اعتبار ہیں۔ اعتبار اوّل یہ ہے کہ آلہ باطلہ کے مستحق عبادت ہونے کی نفی کی جائے۔ اور معبود حق کی عبادت کے استحقاق کا اثبات کیا جائے۔ اور دُوسرا اعتبار یہ ہے کہ نفی غیر مقصودی باتوں سے بھی تعلق پذیر ہو۔ اور غیر مطلوبہ تعلقات کی بھی نفی کی جائے۔ اور جانب اثبات میں مطلوب حقیقی کے سوا کچھ ثابت نہ کیا جائے۔ اور مقصود اصلی کے سوا کسی طرف رُخ نہ کیا جائے۔ اور اعتبار اوّل میں ابتداء میں یہ کمال ہے کہ جو کچھ معلوم مشہود ہو چکا ہے۔ سب لا کے تحت داخل ہوتا ہے۔ اور جانب اثبات میں کلمہ مستثنیٰ (اللہ) کے سوا کوئی چیز ملحوظ نہیں ہوتی۔ کچھ عرصہ بعد جب بصیرت تیز ہو جاتی ہے۔ اور راہِ مطلوب کی خاک کے سُرمہ سے سُرمگین ہو جاتی ہے تو مستثنیٰ اللہ بھی مستثنیٰ منہ کی طرح سامنے آ جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود سالک اپنے آپ کو اُس مشہور ذات کے ماسوا میں گرفتار پاتا ہے۔ اور مطلوب کو اس کے باہر تلاش کرتا ہے۔ کیونکہ اس کمال کے ابتداء میں جو کچھ لا کے تحت داخل ہوا تھا سب کا سب دائرہ ممکنات میں سے تھا۔ جو عبادت کا استحقاق نہیں رکھتا تھا۔ اور اس کلمہ طیبہ کے تکرار کی برکت سے اس معبود سے جو مستحق ہے جُدا ہو چکا ہے۔ لیکن ضعفِ بصیرت کے سبب مرتبہ وجوب کو جو شایانِ عبادت ہے۔ کلمہ اِلّا کے ساتھ ثابت کر کے نہیں دیکھتا تھا۔ اور کلمہ مستثنیٰ اللہ کو زبان سے ادا کرنے کے سوا کچھ نہیں حصہ رکھتا تھا۔ لیکن قوتِ بصیرت کے بعد مستثنیٰ بھی مستثنیٰ منہٗ کی طرح مشہود اور ظاہر ہو گیا۔ اور جبکہ مرتبہ وجوب تمام اسماء و صفات ذاتِ الٰہی جل سلطانہٗ کا جامع ہے۔ اور سالک کی ہمت کا تعلق بھی احدیت مجردہ سے ہے۔ کہ اس مقام میں استحقاق عبادت عدم استحاق عبادت کی طرح راستے میں ہی رہ چکا ہے۔ تو ضرور اپنے مقصود کو اسماء اور صفات کے ماسوا میں تلاش کرتا ہے۔ اور غیر حق

Marfat.com

کے ساتھ گرفتار ہونے سے پناہ لیتا ہے۔

چو دل با دلبرے آرام گیرد ۔ بوصل دیگرے کے کام گیرد
نہی صد دستہ ریحاں پیش بلبل ۔ نخواہد خاطرش جز نکہتِ گل
زمہر آتش چودر نیلوفر افتد ۔ تماشائے مہش کے درخور افتد
چوں خواہد تشنہ جانے شربتِ آب ۔ نیفتد سود مندش شکر ناب

ترجمہ اشعار: (۱) جب دل دلبر کے ساتھ آرام پذیر ہو جائے تو اسے کسی اور کے وصل کے ساتھ کچھ سروکار نہیں رہتا۔

(۲) اگر تم ریحاں (ایک طرح کا پھول) کا سو دستہ بھی بلبل کے آگے رکھو تو اس کا دل پھر پھول کی مہک اور خوشبو ہی کو چاہے گا۔

(۳) نیلوفر میں جب سُورج سے آگ بھڑک اُٹھتی ہے۔ تو اسے چاند کے تماشے سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔

(۴) جب کوئی تشنہ جان ایک بار پانی پینے کا خواہش مند ہو تو اسے خالص شکر بھی نفع مند نہیں ہوتی۔ یعنی اسے پانی کی ہی طلب ہوتی ہے۔

اور اعتبار ثانی میں کمال جس سے مقصود غیر مقصود باتوں کی نفی ہوتی ہے۔ یہ ہے کہ مرتبہ وجوب کا شہود بھی مراتب امکان کے شہود کی طرح لا کے تحت داخل ہو۔ اور جانب اثبات میں سوا کلمہ مستثنٰی کے زبان سے ادا کرنے کے اور کوئی چیز ملحوظ نہ ہو۔

چہ گویم باتو از مرغے نشانہ ۔ کہ باعنقا بود ہم آشیانہ
زعنقا ہست نامی پیش مردم ۔ زمرغ من بود آن نام ہم گم

میں تجھے اس پرندے کا کیا نشان بتاؤں۔ جو عنقا کے ساتھ ہم آشیانہ ہو۔ عنقا کا نام تو لوگوں کے سامنے ہے۔ میرے پرندے کا نام بھی گم ہے۔

حق بات یہ ہے کہ فطرت بلند اور اعلیٰ درجہ کی ہمت ایسے مطلب کی خواہاں ہوتی ہے۔ جس کا کچھ بھی ہاتھ میں نہ آئے۔ بلکہ جس کے دامن اوراک تک گرد بھی نہ پہنچ سکے۔ آخرت میں دیدار الٰہی حق ہے۔ لیکن میں اس کی کیفیت کا تصور ہرگز نہیں کر سکتا۔ لوگ رویت اُخروی کے وعدہ پر مسرور اور محظوظ ہیں۔ لیکن میری گرفتاری تو صرف غیب الغیب ذات کے ساتھ ہے۔ میری ساری ہمت اسی کی خواہاں ہے۔ کہ ایک بال برابر بھی مطلوب غیب سے شہادت کی طرف رُخ نہیں کرتی۔ اور گوش سے آغوش تک نہیں پہنچتی۔ اور سامانِ علم سے عین کی طرف نہیں لاتی۔ کیا کیا جائے مجھے پیدا ہی اس طرح کیا گیا ہے۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند ۔ ہر کسی کو کسی کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے

میں اگرچہ اس مقام میں دیوانگی کی بہت سی باتیں رکھتا ہوں لیکن ادب کے باعث لب کشائی نہیں

Marfat.com

کر سکتا۔ ع

جُنُوْنِیْ مِنْ حَبِیْبٍ ذِیْ فُنُوْنٍ میرا جنون ناز و ادا والے محبوب کی وجہ سے ہے۔

عمر بگذشت و حدیث درد ما آخر نشد شب بآخر شد کنوں کوتاہ کنم افسانہ را

عمر ختم ہوگئی مگر ہمارے درد کی داستان ختم نہ ہوئی۔ رات اختتام پذیر ہوگئی لہٰذا میں اپنے افسانے کو مختصر کرتا ہوں۔ ہر متبع سنت اور مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہِ الصلوٰت والتسلیمات اتمہا واکملہا کی متابعت کی پابند کرنے والے پر رحمت و سلامتی کا نزول جاری رہے۔

مکتوب نمبر (۱۷۴)

خواجہ اشرف کابلی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ اس راہ کے دیوانوں کو چاہیئے کہ وہ اتنی سی معیت خداوندی پر مطمئن نہ ہو جائیں۔ اور اس قرب نما بُعد سے تسکین حاصل نہ کریں۔ بلکہ بُعد نما قرب اور ہجر کی طرح کا وصل تلاش کریں اور اس کے بیان میں۔ کہ جو واقعہ اُنہوں نے لکھا تھا وہ جن کا ظہور اور اس کا باطل تصرف تھا۔

میرے برادرِ عزیز کا مکتوب موصول ہوا۔ چونکہ وہ فقراء کے ساتھ محبت سے خبر دیتا تھا۔ اور اس سے اس بلند مرتبہ گروہ کے حضور میں التجاء ظاہر ہوتی تھی اس لئے خوشی اور فرحت کا موجب ہوا۔

[1] اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ انسان اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہو۔

کو نقد وقت جانیں۔ لیکن یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اس راہ کے دیوانے صرف اتنی سی معیت پر ہی مطمئن ہو کر نہیں بیٹھ جاتے۔ اور قرب نما بُعد سے تسکین نہیں پاتے۔ بلکہ وہ اُس قُرب کو چاہتے ہیں جو بُعد نما ہو۔ اور ایسے وصل کے طالب ہوتے ہیں جو ہجر کی مانند ہو۔ ٹال مٹول اور تاخیر کو نے کو جائز نہیں رکھتے۔ اور بے کاری اور دیر لگانے کو بُرا جانتے ہیں۔ اپنے قیمتی وقت کو بے ہودہ بناوٹوں میں صرف نہ کریں۔ اور سرمایہ عمر کو بے فائدہ ملمع سازیوں میں ضائع نہ کریں۔ اعلیٰ چیز کو چھوڑ کر ردی شے کی طرف مائل نہ ہوں۔ اور پسندیدہ شے کو ترک کر کے بُری چیز کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ اور چرب و شیریں لقموں کے عوض اپنے آپ کو فروخت نہ کریں۔ اور باریک و خوشنما کپڑوں کے ساتھ بندگی کی لذت میسر نہیں آتی۔ شرم کرنا چاہیئے کہ تخت شاہی کو نجاستوں سے آلودہ کریں۔ اور اس بات کو ننگ و عار جانیں کہ خدا تعالیٰ جل سلطانہ کی ملک میں لات و عزیٰ کو شریک کریں۔ اے برادر یہاں بارگاہِ خداوندی میں دین خالص کی ضرورت ہے۔ الا للّٰہ الدین الخالص (سُن لو اللہ ہی کے لئے خالص دین ہے) اس بارگاہ میں شرک کے غبار کی بھی کوئی گنجائش نہیں۔

[2] لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ اگر تم بھی شرک کرو گے تمہارے عمل بھی ضائع ہو جائیں گے۔

[1] بخاری و مسلم شریف [2] سورہ زمر پارہ من اظلم

Marfat.com

اگر پھر اس قسم کا ظہور ہو تو کلمہ تمجید لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کے تکرار کے ساتھ اس خرابی کو دُور کریں۔

ہر متبع ہدایت اور حضرت محمد مصطفٰے علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات اتمہا واکملہا کی متابعت اور پابندی کرنے والے پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

مکتوب نمبر (۱۷۵)

حافظ محمود کی طرف صادر فرمایا:

احوال کی تلوینات اور تمکین کے حصول اور حدیث لی مع اللہ وقت کے معنی کے بیان میں۔

برادر عزیز کا مکتوب شریف موصول ہوا۔ آپ نے اپنی تلوینات احوال کا تھوڑا سا ذکر کیا ہے۔ یہ بات آپ کے علم میں ہونی چاہیئے کہ سالکوں کے لئے ابتداء وانتہا دونوں اوقات میں تلوینات احوال کے بغیر چارہ نہیں۔ اس باب میں انتہائی بات یہ ہے کہ اگر تلوین دل پر وارد ہو رہی ہے تو وہ سالک ارباب قلوب میں سے ہے۔ اور ابن الوقت کے نام سے موسوم ہے۔ اور اگر قلب تلوین سے آگے نکل چکا ہے۔ اور احوال کی بندگی سے آزاد ہو چکا ہے۔ اور مقام تمکین میں پہنچ چکا ہے۔ تو اس وقت احوال متلونہ نفس پر وارد ہونگے جو قلب کے مقام پر اس کی جانشینی کے طور پر بیٹھا ہوا ہے۔ یہ تلوین تمکین کے حصول کے بعد ہے۔ اور تلوین والے کو اگر ابوالوقت کہیں تو گنجائش ہے۔ اور اگر محض فضل خداوندی جل سلطانہ نے نفس بھی اس تلوین سے گزر چکا ہے۔ اور مقام تمکین واطمینان تک پہنچ چکا ہے۔ تو اس وقت تلوینات کا ورود بدن پر ہے جو اربعہ عناصر سے مرکب ہے۔ یہ تلوین دائمی ہے۔ کیونکہ قالب (بدن) کے لئے تمکین غیر متصور ہے۔ اگر چہ وہ لطف لطائف کے رنگ سے رنگین ہو چکا ہو۔ کیونکہ وہ تمکین جو اس رنگت کے راستے سے آتی ہے۔ وہ تابع ہو کر آتی ہے۔ اور احوال متلونہ کا ورود بالا صالتہ ہوتا ہے۔ اور اعتبار اصل کا ہوتا ہے تابع کا نہیں ہوتا۔ اور اس مقام والا اخص خواص میں سے ہوتا ہے۔ اور فی الحقیقت ابوالوقت بھی وہی ہو سکتا ہے۔

اور سرور کائنات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی حدیث مبارک لی مع اللہ وقت جو آپ نے نقل کی ہے۔ ایک جماعت نے اس وقت سے دائمی وقت مراد لیا ہے۔ اور ایک دُوسری جماعت نے بغیر دائمی اور اس کا رجوع اس بیان کی طرف ہے۔ کیونکہ بعض لطائف کی نسبت وقت کا استمرار ہوتا ہے۔ اور بعض کی نسبت غیر استمرار۔ لہٰذا دونوں میں کوئی تعارض اور مخالفت نہیں۔ مختصر یہ کہ ظاہر کو روشن شریعت کے ساتھ آراستہ رکھتے ہوئے باطنی سبق کے تکرار میں ہمیشہ مصروف رہیں۔

اندرین بحر بے کرانہ چو غوک دست و پائے بزن چہ دانی بوک

Marfat.com

اس بے کنارہ سمندر میں مینڈک کی طرح ہاتھ پاؤں مار۔ شاید اپنی منزل مقصود کو پالے۔
میرے برادر عزیز مولانا محمد صدیق آگرہ میں ہیں۔ ان کی ملاقات کو غنیمت جانیں۔

مکتوب نمبر (۱۷۶)

ملا محمد صدیق کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ اوقات کی محافظت اس راہ کی ضروریات میں سے ہے۔ بے کار کاموں میں اوقات کو ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔

الحمدللّٰہ و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

حدیث میں آیا ہے:

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ اشْتِغَالُہٗ بِمَا یَعْنِیْہِ وَ اِعْرَاضُہٗ عَمَّا لَا یَعْنِیْہِ[1] — انسان کے حُسنِ اسلام کی علامت یہ ہے کہ وہ بامقصد کاموں میں مشغول ہو۔ اور بے مقصد کاموں سے اعراض کرے۔

لہٰذا اوقات کی محافظت کے بغیر چارہ نہیں۔ بے فائدہ کاموں میں وقت ہرگز ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ شعر خوانی اور قصہ گوئی کو دشمن کا حصہ قرار دے کر خاموشی اور باطنی نسبت کی حفاظت میں مشغول رہنا چاہیئے۔ اس راستے میں دوستوں کا اجتماع باطن کی جمعیت کے لئے ہوتا ہے۔ دل کو پراگندہ کرنے کے لئے جمع نہیں ہونا چاہیئے۔ اس لئے اُنہوں نے خلوت پر انجمن کو ترجیح دی ہے۔ اور جمعیت کو اجتماع میں تلاش کیا ہے۔ وہ اجتماع جو تفرقے اور پراگندگی کا باعث ہو اس سے اجتناب ضروری ہے۔ باطن کی جمعیت کے ساتھ جو جمع ہو جائے مبارک ہے۔ اور جو میسر نہ آئے تو وہ بُرا اور نامبارک ہے۔ ایسی زندگی گزارنی چاہیئے کہ پاس بیٹھنے والی جماعت کو صحبت و مجلس سے جمعیت حاصل ہو۔ ایسی مجلس و صحبت نہیں ہونی چاہیئے۔ جو تفرقے اور پراگندگی کا باعث ہو اس سے اجتناب ضروری ہے۔ باطن سے جمعیت کے ساتھ جو جمع ہو جائے۔ اور گفتگو ترک کر کے سکوت و خاموشی کا راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔ یہ زندگی آپس میں شعر گوئی کا وقت نہیں اور نہ باہمی بات چیت کا وقت ہے۔ ع

چہ وقت مدرسہ و بحثِ کشف و کشاف است — یہ مدرسہ اور کشف اور تفسیر کشاف کی بحثوں کا وقت نہیں

والسلام

[1] موطا امام مالکؒ، مسند احمد، ابن ماجہ، ترمذی، بیہقی ۱۲

Marfat.com

مکتوب نمبر (۱۷۷)

جمال الدین حسین بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی صائب اور درست راؤں کے مطابق عقائد درست کرنے کی ترغیب میں۔

خواجہ جمال الدین حسین کو چاہیئے کہ اپنی اُٹھتی جوانی کو غنیمت جانیں۔ اور حتی الامکان اسے حق تعالیٰ جل وعلا کی رضا کے کاموں میں صرف کریں۔ یعنی سب سے پہلے آرائے صحیحہ اہل سنت و جماعت شکر اللہ سعیہم کے تقاضا کے مطابق اپنے عقائد درست کریں دُوسرے نمبر پر احکام شرعیہ فقہیہ کے مطابق عمل کریں اور تیسرے نمبر پر بلند مرتبہ گروہ صوفیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقہ سلوک کو اختیار کریں۔ جس کو اس بات کی توفیق مل گئی۔ اُس نے عظیم کامیابی حاصل کر لی۔ اور جو اس سے رہ گیا تو وہ بالکل بیّن اور کُھلے ہوئے خسارے میں پڑ گیا۔

خواجہ محمد صالح کے فرزندوں کی خدمتگاری کو سعادتِ عظمیٰ جانیں۔ کیونکہ وہ فی الحقیقت خواجہ صاحب کی ہی مدد و اعانت ہے۔ کیونکہ خواجہ صاحب صاحب اقبال لوگوں میں سے ہے۔ مصراع

وادیم ترا ز گنج مقصود نشان   ہم نے تجھے خزانہ مقصود کا نشان بتا دیا

والسّلام

مکتوب نمبر (۱۷۸)

مرزا مظفر کی طرف صادر فرمایا:

ایک شخص کی سفارش اور سید عالمیان اور خلاصہ آدمیان علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت کی ترغیب میں۔

اللہ تعالیٰ تمہیں اجر عظیم عطا کرے۔ تمہاری شان بلند کرے۔ تمہارے کام آسان کرے اور تمہارا سینہ فراخ کرے۔ بحرمت سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم الصلوٰۃ والسّلام۔ اخلاق نبوی سے موصوف حضرات کو اس کی کیا ضرورت ہے کہ کوئی انہیں احسان اور حسنِ معاشرت کی تلقین کرے۔ بلکہ نزدیک ہے کہ انہیں ایسی تلقین سوء ادب میں داخل ہو۔ غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ انسان محتاجی اور ضرورت کے وقت ہر چیز اور معمولی شے کو تھامنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور کمزور و لاغیر چیز سے تسلی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس بنا پر فقیر محتاجوں کی دستگیری کرنے کے لئے آپ کی دردسری کا باعث بنا ہے۔

Marfat.com

مخدوم ومکرم! احسان کرنا ہر جگہ قابلِ ستائش چیز ہے۔ خاص کر ان پر احسان کرنا تو بہت ہے اچھا ہے جو پڑوس کا قرب رکھتے ہیں۔ حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات نے پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی کی اس قدر تاکید فرمائی کہ صحابہ کرام کو گمان گزرا کہ شاید پڑوسی کو وراثت میں بھی حصہ بنا دیا جائے گا۔

مثنوی:

چوں چنیں با یکدگر ہمایہ ایم　　تو چو خورشیدی ماچوں سایہ ایم

چہ بذے اے مایۂ بے مایگان　　گر نگاہ داری حق ہمایگان

ترجمہ: جب ہم ایک دوسرے کے اس قدر نزدیکی ہمسائے ہیں۔ تو آفتاب کی طرح اور ہم سایہ کی طرح ہیں تو اے بے مایہ لوگوں کے مایہ اور پونجی کونسی بات ہے اگر تو ہمسائیوں کے حق کی نگہداشت کرے۔ والسلام

مکتوب نمبر (۱۷۹)

نصیحت میں میر عبداللہ بن میر محمد نعمان کی طرف صادر ہوا:

میرے عزیز فرزند ہمیشہ اپنے نام کی طرح توفیق یافتہ رہے۔ موسم جوانی کی غنیمت جانتے ہوئے علوم شرعیہ کی تحصیل اور ان کے مطابق عمل میں مشغول رہیں۔ اور اس بات کا اہتمام کریں کہ یہ قیمتی عمر بے فائدہ اور لایعنی کاموں میں صرف نہ ہو۔ اور لہو ولعب میں ضائع نہ ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ تمہارے والد بزرگوار چند روز تک تمہارے پاس پہنچ آئیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ان کے آنے کے متعلق ان کے متعلقین کو خبر دینا ہوگا۔ مصرع

پدر خویش باش اگر مردی　　اگر مرد ہو تو اپنے باپ بنو۔ یعنی خود کفیل بنو۔

والسلام

مکتوب نمبر (۱۸۰)

مخدوم زادہ امکنگی یعنی خواجہ ابو القاسم کی طرف صادر فرمایا:

سلسلہ کے پیروں کے بعض اسمائے گرامی کے استفسار میں جن میں تردد پیدا ہوا تھا۔

مخدوم ومکرم! جو کچھ ہمارے حضرت خواجہ یعنی حضرت خواجہ محمد باقی علیہ الرحمۃ سے ہمارے ان پیروں کے اسمائے گرامی کی تحقیق کے بارے میں حضرت خواجگی امکنگی اور حضرت خواجہ احرار کے درمیان گزرے ہیں پہنچا ہے یہ ہے کہ ان دو حضرات کے درمیان دو بزرگ گزرے ہیں۔ ایک حضرت خواجہ امکنگی کے والد بزرگوار

Marfat.com

حضرت مولانا درویش [1] محمد ہیں۔ اور دُوسرے بزرگ حضرت مولانا محمد زاہد [2] ہیں۔ جو حضرت مولانا درویش محمد کے ماموں ہیں۔

چند روز کی بات ہے کہ مشیخیت پناہ خواجہ خاوند [3] محمود ہمارے اس علاقہ میں تشریف لائے تھے۔ اُنہوں نے پہلی ملاقات میں ہی مولانا خواجہ درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر شروع کر دیا اور کہا کہ مولانا کو کسی سے اجازت نہیں تھی۔ اسی بنا پر ابتداء میں کسی کو مرید نہیں کرتے تھے۔ اور آخر میں جا کر پیری مریدی کا سلسلہ شروع کیا۔ انہیں کہا گیا کہ مولانا صاحب بزرگ تھے اور تمام ماوراء النہر کا علاقہ اُن کی بزرگی کا قائل ہے۔ وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے تھے کہ بلا اجازت ابتداء عمر یا آخر عمر میں پیری مریدی کا سلسلہ شروع کرتے۔ ایسا کرنا خیانت میں داخل ہے جس کا ایک ادنیٰ مسلمان سے بھی گمان نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ اکابر دین ایسا کریں۔ اس کے بعد خواجہ خاوند محمود نے کہا کہ ایک روز مولانا درویش محمد صاحب خواجہ کلاں دہ بیدی کی خدمت میں حاضر تھے۔ خواجہ کلاں دہ بیدی خربوزہ تناول فرما رہے تھے۔ مولانا نے خربوزہ کھانے کی طلب کا اظہار فرمایا تو خواجہ دہ بیدی نے فرمایا تمہارا خربوزہ مکمل ہو چکا

1۔ مولانا درویش محمد ظاہری و باطنی علوم کے جامع اور صوری و معنوی رموز و اسرار سے واقف تھے۔ جذبہ و استغراق کے اوصاف سے موصوف اور سخاوعطا میں معروف تھے۔ آپ نے پندرہ برس زہد و ریاضت میں گزارے۔ اور تجرید و تفرید کی حالت میں ویرانوں میں بسر کیے۔ اور حضرت خضر علیہ السلام کی رہنمائی سے خواجہ محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ کر باطن کی تکمیل کی ۹۷۰ھ میں وصال فرمایا۔

2۔ مولانا محمد زاہد فقر و تجرید و تفرید اور ورع و تقویٰ زہد و عبادت اور اتباع سُنت میں بلند مقامات پر فائز تھے۔ حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں پہنچنے سے چند برس پیشتر ریاضت و مجاہدہ میں اس قدر مصروف رہے کہ اپنی آنکھ کو نیند سے آشنا ہونے دیا۔ اور اشارہ غیبی کے تحت حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک ہی صحبت میں تکمیل ہو گئی اور خرقہ خلافت لے کر واپس وطن تشریف لے آئے۔ (حواشی ہدیہ مجددیہ)

3۔ خواجہ خاوند محمود رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ نسب میں چھ واسطہ سے خواجہ عطار رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتے ہیں۔ آپ نے باطنی نسبت خواجہ اسحاق دہ بیدی سے حاصل کی تھی۔ اس کے بعد آپ نے سیاحت اختیار کی اور کشمیر میں اقامت گزین ہوئے اور وہاں ایک خانقاہ تعمیر کی اور ترویج طریقت میں مصروف ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے سیاحت لائے۔ اور یہیں وصال فرمایا۔ آپ کا مزارِ انوار لاہور میں انجینئرنگ یونیورسٹی کے جانب شمال محلہ بیگم پُورہ میں اختیار کی اور لاہور تشریف واقع ہے۔ اس وقت یعنی ۱۳۹۰ء میں محکمۂ اوقاف مغربی پاکستان کے زیر تحویل ہے۔ مزار مُبارک کا گنبد پہلے بہت خستہ ہو چکا تھا اب محکمہ نے دوبارہ اس کی مرمت کروائی ہے۔ اس کی دیکھ بھال کے لئے عملہ مقرر کیا ہے۔ محکمہ اوقاف کی تحویل میں آنے سے قبل مزار شریف سے ملحقہ مسجد بھی کسمپرسی کی حالت میں تھی۔ خطیب و امام کا باقاعدہ انتظام نہیں تھا۔ محکمہ نے اس خامی کو بھی دُور کر دیا ہے۔ اب پانچ وقت پابندی سے جماعت کی نماز ہوتی ہے۔ اور رونق میں اضافہ ہو چکا ہے۔

محمد سعید احمد مترجم عفی عنہٗ

Marfat.com

ہے (پختہ ہو چکا ہے) مولانا نے فرمایا آپ گواہی دیتے ہیں کہ ہمارا خربوزہ درجہ کمال کو پہنچ چکا ہے خواجہ کلان دہ بیدی نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا خربوزہ درجہ تمام وکمال کو پہنچ چکا ہے۔ اس وقت سے مولانا نے مرید کرنا شروع کیا۔ خواجہ خاوند محمود کی یہ نقل و روایت بھی بہت بعید معلوم ہوتی ہے۔ یہ بات نہیں ہو سکتی کہ مولانا صرف اتنی سی بات سے اپنے آپ کو شیخ تصور کر لیں اور لوگوں کو مرید بنانے کے درپے ہو جائیں۔ اس کے بعد حضرت خواجہ خاوند محمود نے فرمایا کہ ان دو بزرگوں کا نام جو حضرت مولانا اور خواجہ احرار کے درمیان نقل کیا جاتا ہے۔ اور دو نام بتائے جاتے ہیں درست نہیں ہیں۔ اور انہوں نے دو اور نام بتائے۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ سلوک میں مولانا درویش محمد کی نسبت اپنے ماموں سے نہیں۔ بلکہ کسی دوسرے شخص سے نسبت ہے۔ ان کی ان باتوں سے بڑا تعجب ہوا۔ اس ضرورت کے تحت آپ کو تکلیف دی جاتی ہے کہ ان دو بزرگوں کے نام تحقیق کر کے لکھ بھیجیں تاکہ کسی کو گفتگو کی مجال نہ رہے۔ اور اجازت کی بات لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان کی بزرگی ہی اس کا ثقہ اور معتبر گواہ ہے۔ تاہم اگر اجازت کے بارے میں بھی لکھ بھیجیں تو بہتر ہے تاکہ معترضین کی زبان بند ہو جائے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ حضرت خواجہ خاوند محمود کا مقصود ان پریشان باتوں سے کیا تھا۔ اگر ان کا مقصود ان باتوں سے ہم بے سرمایہ فقراء کی زوردار طریقہ سے نفی تھی کیونکہ پیر کی نفی مرید کی نفی کو بلاشبہ مستلزم ہے۔ تو ہم بے سرمایہ لوگوں کی نفی کے بہت طریقے ہیں۔ کیا ضرورت تھی کہ اس غرض کے لئے بزرگوں کی نفی کی جائے۔ اور اگر ان کا مقصود کچھ اور تھا اور صرف ان دو بزرگوں کی نفی مطلوب تو تھی یہ بھی غیر مستحسن ہے۔ جیسا کہ یہ بات ہر اس شخص پر پوشیدہ نہیں جو تھوڑی سمجھ میں رکھتا ہے۔ اے اللہ ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر۔ اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما۔ بیشک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔ بحرمت سید المرسلین علیہ وعلیہم وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات۔ اور ہر متبع ہدایت پر سلامتی کا نزول ہو۔

مکتوب نمبر (۱۸۱)

حضرت مخدوم زادہ یعنی میاں خواجہ محمد صادق (اللہ اسے سلامت رکھے اور محبوں کے سروں پر تا دیر اسے قائم رکھے) کی طرف صادر فرمایا:

ان کے اس استفسار کے جواب میں کہ اس کا سبب کیا ہے کہ میں مشائخ کی ایک جماعت کو دیکھتا ہوں کہ قرب الٰہی جل شانہ کے مراتب میں کم درجہ رکھتے ہیں حالانکہ مقامات زہد وتقویٰ وغیرہ میں بلند درجات پر فائز ہیں۔ اور مشائخ کرام کی ایک دوسری جماعت دیکھتا ہوں جو مراتب قرب میں فوقیت رکھتی ہے حالانکہ مقامات مذکورہ میں نیچے ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

میرے فرزند ارشد محمد صادق نے دریافت کیا ہے کہ اس کا کیا سبب ہے کہ میں مشائخ کی ایک جماعت کو

Marfat.com

دیکھتا ہوں کہ قرب الٰہی جل سلطانہ کے مراتب میں ادنیٰ درجہ رکھتی ہے۔ حالانکہ مقاماتِ زہد توکل ٔ صبر ورضا میں ان کے درجات بلند معلوم ہوتے ہیں۔ اور مشائخ کی ایک دُوسری جماعت کو دیکھتا ہوں کہ مراتب قرب میں درجہ بلند رکھتی ہے۔ اور مقامات زہد وتوکل وغیرہ میں نیچے ہے۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ ان مقامات کی اکملیت یقین کے زیادہ اتم ہونے کے اعتبار سے ہے۔ اور یقین کا اتم ہونا جناب قدس خداوندی جل شانہٗ میں زیادہ نزدیکی کے سبب سے ہے۔ پس یہ بات چند امور سے خالی نہیں یا تو ہماری کشفی نظر خطا کرتی ہے۔ کہ قریب کو بعد جانتی ہے۔ اور بعید کو قریب۔ یا ان مقامات کی اکملیت کا سبب یقین کے علاوہ کوئی چیز ہے۔ یقین پر مرتب نہیں ہوتا (بلکہ کسی دُوسرے امر پر ہوتا ہے) ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں یقین پر ہی مرتب ہوتا ہے۔ جس قدر قرب زیادہ ہوگا یقین زیادہ ہوگا۔ اور ان مقامات پر اکملیت کا سبب بھی یقین کا اتم ہونا ہے۔ کوئی اور امر نہیں اور نظر کشفی بھی صحیح ہے۔ غایہ مافی الباب یہ بات ہے کہ قرب کا حصول لطائف میں سے سب سے زیادہ لطیف کا کام ہے۔ پس یقین بھی انہی کا حصہ ہوگا۔ اور ان مقامات کی اکملیت چونکہ یقین کے اتم ہونے پر مرتب ہوتی ہے۔ اس وجہ سے وہ بھی انہی کو حاصل ہوگی۔ تو ہوسکتا ہے کہ کوئی بزرگ قلتِ قرب کے باوجود لطیف ترین لطیفوں کے مقامات میں اقامت گزین ہو۔ اور سب سے ظاہر ترین لطیفے (قالب) کی طرف رجوع نہ کیا ہو۔ اور دُوسرے کی بزرگی سے جو زیادہ قرب رکھتا ہے مقاماتِ مذکورہ میں اس سے اکمل ہو اور لطائف میں سے ظاہر ترین لطیفہ قالب کی طرف رجوع کیا ہو۔ کیونکہ لطیفہ قالب جب اس قرب سے محروم ہے۔ تو یقین بھی اس کا حصہ نہیں ہے۔ تو ان مقامات کی اکملیت کیسے پیدا ہوسکتی ہے۔ اور وہ بزرگ جس کا رجوع اس لطیفہ کی طرف ہے اُس نے بھی اس لطیفہ کا حکم اختیار کرلیا ہے۔ اور دُوسرے لطائف کے یقینات جو پہلے حاصل ہو چکے تھے پوشیدہ ہو چکے ہوں۔ بخلاف اس بزرگ کے جس کا رجوع قالب کی طرف نہیں ہوا۔ اس کا حکم لطیف ترین لطیفہ کا حکم ہے۔ قرب ویقین اس کے حق میں مضبوط و مستحکم ہو چکا ہے۔ اور روپوش نہیں ہوا۔ پس لازمی طور پر وہ مقامات مذکورہ میں اتم اور اکمل ہوگا۔ لیکن جاننا چاہیئے کہ صاحب رجوع جس طرح قرب ویقین میں اکمل ہے۔ مقامات میں بھی اکمل ہے۔ لیکن اس کے ان کمالات کو پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ اور دعوتِ خلق کی خاطر اور مخلوق کے ساتھ حصولِ مناسبت کے لئے جو فائدہ دینے اور فائدہ حاصل کرنے کا سبب ہے ٔ اس کے ظاہر کو عوام الناس کے ظاہر کی طرح کر دیا گیا ہے۔ اصل کے اعتبار سے یہ مقام انبیاء مرسل کا ہے۔ علیہم الصلوات والتسلیمات۔ اس لئے حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علے نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اطمینان قلب طلب کیا۔ اور یقین کے حصول میں عوام الناس کی طرح آنکھ سے دیکھنے کے محتاج ہوئے۔ اور حضرت عُزیر علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا:

Marfat.com

اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا[1] اللہ تعالیٰ اس بستی کو دوبارہ کیسے زندگی عطا کریگا۔

اور جس نے رجوع نہیں کیا اُس نے اپنے یقین سے یوں کہا کہ اگر پردہ[2] اٹھ جائے تو بھی میرے یقین میں مزید اضافہ نہیں ہوسکتا۔ اگر یہ بات ثابت ہوجائے کہ یہ حضرت امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا کلام ہے تو اس پر محمول کرنا چاہیئے کہ یہ آپ کا رجوع الی الخلق سے پہلے کا کلام ہے۔ کیونکہ رجوع کے بعد صاحب رجوع عامۃ الناس کی طرح حصول یقین میں دلائل و براہین کا محتاج ہوتا ہے۔ اس درویش کے لئے رجوع سے قبل علم کلام کے تمام معتقدات بدیہی ہو چکے تھے۔ اور محسوسات سے زیادہ ان کا یقین تھا۔ لیکن رجوع کے بعد وہ یقین روپوش ہوگیا تھ۔ اور عامۃ الناس کی طرح دلائل و براہین کا محتاج ہوگیا۔ ع

چنانکہ پرورشم مید ہند میر ویم — میری جس طرح پرورش کرتے ہیں میں اسی طرح بڑھتا اور نمودار ہوتا ہوں۔

والسلام

مکتوب نمبر (۱۸۲)

مُلا صالح کولابی کی طرف صادر فرمایا:

حضور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسّلام کی حدیث پاک کے بیان میں کہ آپؐ نے اپنے بعض صحابہ کرام، کو جنہوں نے بُرے خیالات اور وسوسے آنے کی شکایت کی تھی فرمایا ذالک من الایمان (یہ چیز ایمان میں سے ہے) اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

درویشوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی کہ طالبوں کے وسوسوں اور خطرات کی بات چل پڑی۔ اس ضمن میں ایک حدیث ذکر ہوئی کہ خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوٰات والتسلیمات کے بعض اصحاب نے آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بُرے خیالات اور وسوسوں کی شکایت کی۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔ ذالک[3] مِنْ کَمَالِ الایمان۔ یہ چیز کمال ایمان سے ہے۔ اس وقت اس فقیر کے دل میں حدیث پاک کے یہ معنی آئے۔ واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ کمالِ ایمان کمالِ یقین سے عبارت ہے۔ اور کمالِ یقین کمالِ قرب پر مرتب ہوتا ہے۔ اور جس قدر قلب اور اس سے اُوپر کے لطائف کو قرب الٰہی جل شانہٗ زیادہ حاصل ہوگا۔ ایمان و یقین میں بھی اضافہ ہوگا۔ اور قالب سے اس کی بے تعلقی اور بڑھ جائے گی۔ اس وقت دل میں خطرات زیادہ

---

1. سورہ بقر پارہ تلک الرسل
2. یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا ارشاد ہے۔
3. صحیح مسلم شریف۔ بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

Marfat.com

مقدار میں ظہور پذیر ہوں گے۔ اور نامناسب وسوسے آئیں گے۔ لہٰذا بُرے خطرات کا سبب کمال ایمان ہے۔ تو نہایۃ النہایہ کے منتہی حضرات کو جس قدر بُرے خطرات زیادہ تر اور نامناسب ہوں گے ایمان کی اکملیت بھی زیادہ ہوگی۔ کیونکہ کمال ایمان الطف لطائف کی لطیفہ قلب کے ساتھ مکمل بے مناسبتی کا تقاضا کرتا ہے۔ اور یہ بے مناسبتی جس قدر زیادہ ہوگی قالب زیادہ خالی ہوگا۔ اور ظلمت و کدورت کے زیادہ نزدیک ہوگا۔ اور اس میں وساوس و خطرات کا ورود زیادہ ہوگا۔ لیکن مبتدی اور متوسط کا یہ حال نہیں اس لئے اس طرح کے وساوس زہر قاتل ہیں اور اس کے باطنی مرض کو زیادہ کرنے والے ہیں۔ لہٰذا بات سمجھنے میں کوتاہی کرنے والوں میں سے نہ بنو۔ یہ معرفت اس درویش کے رقیق معارف میں سے ہے۔ اور ہر منبع ہدایت اور متابعت مصطفےٰ علیہ وعلی آلہ الصلوٰ والسلام کی پابندی کرنے والے پر سلامتی کا نزول ہو۔

مکتوب نمبر (۱۸۴)

ملا معصوم کابلی کے طرف صادر فرمایا:

نصیحت کی باتوں میں۔

حق سبحانہ وتعالیٰ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے راستے پر استقامت عطا فرما کر کلیۃً اپنی جناب قدس کا گرفتار بنائے۔ اُمید ہے کہ مختلف تعلقات اور پراگندہ توجہات جنہوں نے ظاہر پر غلبہ حاصل کیا ہوا باطنی نسبت میں مانع نہیں ہوں گی۔ اس کے باوجود سعی وکوشش کریں کہ ظاہری پراگندگی میں بھی تخفیف ہو۔ ایسا نہ ہو کہ باطن تک بھی سیرایت کر جائے۔ اور مطلب تک پہنچنے میں رکاوٹ بن جائے عَیاذ باللّٰہ سبحانہ من ذالک (اس سے اللہ سبحانہ کی پناہ) اور دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس لائق نہیں کہ اپنی قیمتی عمر صرف کر کے اُس کو حاصل کرے۔ بتانا شرط ہے۔ خواب خرگوش میں کب تک رہو گے۔

اے سرائے دباغ تو زندان تو   خان و مان تو بلائے جان تو

اے شخص تیری سرائے اور تیرا باغ تیرے لئے قید خانہ ہے (تو اس کی محبت میں گرفتار ہے) تیرا مال ومتاع تیرے لئے وبال جان ہے۔

موت سے پہلے اگر کام کر لیا تو فبہا ورنہ خرابی ہی خرابی ہے۔ باطنی سبق کو عزیز جاننا چاہیئے۔ اور جو کچھ اس کے منافی ہے اسے دشمن سمجھنا چاہیئے۔

ہر چہ جز عشق خدائے احسن است   گر شکر خوردن بود جان کندن است

خدائے احسن کے عشق ومحبت کے سوا جو کچھ ہے چاہے شکر کھانے کا فعل ہی کیوں نہ ہو جان کو ہلاک ہی کرنا ہے۔

Marfat.com

ما علی الرسول الا البلاغ قاصد پر صرف پیغام پہنچانا ضروری ہے

والسّلام

مکتوب نمبر (۱۸۴)

قلیج اللہ کی طرف صادر فرمایا:

حضور سید المرسلین علیہ وعلی آلہ وعلیہم الصلوۃ والسّلام والتحیہ کی متابعت کی ترغیب میں۔

میرے فرزند عزیز کا مکتوب مرغوب میں جو محبت واخلاص سے تحریر فرمایا تھا۔ میر سید خواجہ نے پہنچایا۔ فرحت کا موجب ہوا۔ حق سبحانہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ کاموں کے کرنے کی توفیق عطا کرے۔ بحرمت النبی اور بحرمت آپ کی بزرگ آل کے علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات اتمہا۔

اے فرزند جو کچھ کام آئے گا وہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسّلام والتحیہ کی متابعت ہے۔ احوال و مواجید علوم ومعارف۔ اشارات ورموز اگر اس متابعت کے ساتھ جمع ہو جائیں تو فبہا۔ اور بہت اچھے ہیں۔ ورنہ استدراج اور خرابی کے سوا کچھ نہیں۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کو وصال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا۔ اور اُن کا حال پوچھا۔ حضرت جنید نے اس کے جواب میں کہا۔ حقائق ومعارف کے بیان میں سب عبارتیں بے کار گئیں۔ اشارات فنا ہو گئے۔ اور نصف رات کے وقت جو رکعات ہم پڑھتے تھے ان کے سوا کسی نے ہم کو نفع نہ دیا۔ تو تم پر حضورؐ اور آپؐ کے خلفائے راشدین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسّلام کی متابعت اختیار کرنا لازم ہے۔ اور قولاً عملاً اعتقاداً حضورؐ کی شریعت کی مخالفت سے بچنا۔ کیونکہ آپ کی متابعت سراسر برکت ہے۔ اور آپ کی مخالفت نحوست اور بربادی ہے۔

جو رسالہ آپ نے ارسال فرمایا تھا موصول ہوا۔ بعض مقامات سے اس کا مطالعہ کیا بہت بہت پسند آیا۔ لیکن اور کام تصنیف وتالیف سے بھی زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ اس میں مشغول ومصروف ہونا زیادہ مناسب اور زیادہ اولیٰ ہے۔ والسّلام۔

مکتوب نمبر (۱۸۶)

ایک شخص کی سفارش کے سلسلے میں منصور عرب کی طرف صادر فرمایا:

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام والتحیہ کے راستے پر استقامت عطا فرمائے۔ اور تمہاری ساری ہمت اپنی ذات قدس کی طرف پھیر لے۔ جو کچھ ہم اور تم پر لازم ہے۔ غیر حق تعالیٰ کی گرفتاری سے دل کو سالم اور محفوظ رکھنا ہے۔ اور یہ سلامتی اس صورت میں میسر آتی ہے کہ غیر حق کے خیال کا گزر

Marfat.com

دل پر ہرگز نہ رہے۔ اگر فرضاً ہزار برس زندگی وفا کرے تو بھی دل میں غیر حق کا خیال نہ گزرے۔ اس نسیان کے باعث جو دل کو حق تعالیٰ کے ماسوا سے حاصل ہو چکا ہے۔ ؏ کار اینست وغیر این ہمہ ہیچ۔ اصل کام یہ ہی اس کے سوا سب ہیچ ہے۔ دُوسری لائق بیان بات یہ ہے کہ مولانا فاضل سرہندی جو آپ کی خدمت علیہ میں حاضر ہے۔ اس کا باپ سرہند میں ہے اس کی یہ آرزو ہے کہ اپنے بڑھاپے اور ضعف و لاغری کے ایام میں اپنے بیٹے کی مُلاقات سے مُسرور اور خوش ہو۔ اس بنا پر اُس نے اس سلسلہ میں آپ کو تکلیف دینے کے لئے فقیر کو وسیلہ بنایا ہے۔ معاملہ آپ کے قبضہ میں ہے بلکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

والسلام

مکتوب نمبر (۱۸۲)

خواجہ عبدالرحمٰن مفتی کابلی کی طرف صادر فرمایا:

متابعت سنت پر اُبھارنے اور بدعت سے بچنے اور اس بیان میں کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

(بندہ عاجز) حق سبحانہ وتعالیٰ سے تضرع' زاری' التجا' محتاجی' ذلت' انکساری کے ساتھ پوشیدہ اور ظاہر طور پر سوال کرتا ہے کہ جو کچھ دین میں نیا پیدا ہوا ہے۔ اور نیا ایجاد ہُوا ہے۔ جو زمانہ خیر البشرؐ اور آپؐ کے خلفائے راشدین علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے زمانہ میں نہیں تھا۔ اگرچہ وہ چیز روشنی اور چمک دمک میں سفیدہ صبح کی طرح ہو اس ضعیف بندے کو اس گروہ کے ساتھ جس نے اس کو اختیار کر لیا ہے اس نئے عمل کا گرفتار نہ کرے۔ اور اس نئی ایجاد شدہ چیز کے حُسن پر فریفتہ نہ کرے۔ بحرمت سید المختار وآلہ الابرار علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسّلام۔

کہنے والوں نے کہا ہے کہ بدعت دو قسم ہے۔ حسنہ اور سیئہ۔ حسنہ اس نیک عمل کا نام رکھتے ہیں جو حضورؐ اور آپؐ کے خلفائے راشدین علیہ وعلیہم الصلوات اتمہا ومن التحیات اکملہا کے زمانہ کے بعد پیدا ہوئی ہے اور کسی سنت کو اُٹھانے اور دُور کرنے والی نہ ہو۔ اور سیئہ اس کو کہتے ہیں جو سنت کو مٹانے اور دُور کرنے والی ہو۔

یہ فقیر ان بدعتوں میں سے کسی بدعت کے اندر حُسن[1] و نورانیت کا مشاہدہ نہیں کرتا۔ اور ظلمت و کدورت

---

[1] حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مکتوبات میں "بدعت" سے بچنے اور اس سے دُور رہنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ اور بدعت اور بدعتی لوگوں کی مذمت کی ہے۔ آپؒ نے جو لکھا ہے بالکل حق اور صحیح لکھا ہے۔ لیکن مخالفین اہل سنت اپنے مخصوص نظریات کے تحت حضرت شیخ مجددؒ رضی اللہ عنہ کے موقف و مسلک کو غلط رنگ دینے کی کوشش کرتے ہیں اور بدعت سے متعلق اپنے مسلک کی تائید وحمایت میں حضرت شیخ قدس سرہٗ کی عبارات کو پیش کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو بہکاتے ہیں۔ لہٰذا آپؒ کے مسلک و موقف کی وضاحت ضروری ہے۔ اس سلسلے میں علماء کرام نے جو کچھ لکھا ہے مختصراً یہاں درج کیا جاتا ہے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ دیانت وانصاف کی نگاہ سے اس کا مطالعہ فرمائیں۔ علامہ محمد مراد مکی محشی مکتوبات شریف اس مقام پر حاشیہ میں لکھتے ہیں: (اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

کے سوا کسی شے کا احساس نہیں ہوتا۔ اگر فرضاً آج مبتدع کے عمل کو ضعف بصارت کے باعث طراوت و تازگی کی شکل میں دیکھتے ہیں تو کل جب کہ نظر تیز کر دیں گے تو پتہ چل جائے گا کہ خسارے اور ندامت کے سوا اس کا کچھ نتیجہ نہیں تھا۔ بیت

بر وقت صبح شود ہمچو روز معلومت   کہ باکہ باختۂ عشق در شب دیجور

صبح کے وقت روز روشن کی طرح تجھے معلوم ہو جائے گا کہ تُو نے شب تاریک میں کس کے ساتھ رشتۂ عشق جوڑ رکھا تھا۔

---

(۱) ولا يخالف قوله فی ذالک قول العلماء الاسلاف رحمهم الله حيث قسموا البدع علی حسنة و سيئة و ارادو بالحسنة ما يكون له اصل فی الصدر الاول و لو اشارة كبناء المنائر و المدراس والرباطات و تدوين الكتب و ترتيب الدلائل و نحو ذالک و السيئة ما ليس له اصل فيه اصلاً. فلامام قدس سره' لا يطلق اسم البدعة علی القسم الاول لوجود اصله فی الصدر الاول فلا يكون مبتدعاً و محدثا بل نخصيه' مالقسم الثانی فقط لكونه مبتدعاً و محدثا حقيقة و لقوله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم كل بدعة ضلالة فالنزاع بينهما لفظی اعنی فی اطلاق اسم البدعة علے القسم الاول و عدم اطلاقه.

(ترجمہ): اور اس بارے میں آپ کا قول علمائے اسلاف رحمہم اللہ کے اس قول کے مخالف نہیں کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں حسنہ اور سیئہ۔ وہ بدعت حسنہ سے ایسی شے مراد لیتے ہیں جس کی صدر اول میں اصل موجود ہو اگرچہ اشارۃً ہی ہو جیسے مسجدوں کے مناروں، مدارس اور مسافر خانوں کی تعمیر اور کتابوں کی تدوین اور دلائل کی ترتیب اور اسی طرح کی اور چیزیں۔ اور بدعت سیئہ سے ایسی چیز مراد لیتے ہیں جس کی صدر اول میں بالکل اصل موجود نہ ہو تو امام ربانی قدس سرہٗ قسم اوّل پر بدعت کے نام کا اطلاق نہیں کرتے۔ کیونکہ اس کی اصل صدر اوّل میں موجود ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ چیز بدعت اور محدث نہیں۔ بلکہ آپ بدعت صرف قسم ثانی کو قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ در حقیقت بدعت اور محدث ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ تو علمائے اسلاف اور حضرت شیخ مجدد علیہ الرحمۃ کے درمیان نزاع لفظی ہے کہ قسم اوّل پر بدعت کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں۔

(۲) حضرت شیخ محمد مظہر دہلوی قدس سرّہ مقامات سعیدیہ میں فرماتے ہیں:

البدعة الحسنة عند الامام الربانی قدس سره' داخلة فی السنت و لا يطلق عليها اسم البدعة بموجب كل بدعة ضلالة والنزاع لفظی بينه' و بين العلماء القائلين بوجود الحسن فی البدعة

(ترجمہ) بدعت حسنہ امام ربانی قدس سرہٗ کے نزدیک سنت میں داخل ہے اور آپ موجب حدیث کل بدعۃ ضلالۃ اس پر بدعت کا اطلاق نہیں فرماتے۔ تو اس بارے میں آپ اور دُوسرے علمائے کرام کے درمیان جو بدعت حسنہ کے قائل ہیں نزاع لفظی ہے۔

Marfat.com

حضور سید البشر علیہ وآلہ الصلوات والتسلیمات فرماتے ہیں:

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَرَدٌّ. (بخاری و مسلم)

جس نے ہمارے اس دین میں وہ چیز نکالی جو اس میں نہ ہو تو وہ شے مُردود ہے۔

---

(۳) فکل بدعة لم تخالف السنة و هی البدعة الحسنة عند العلماء داخلة عند الام الربانی قدس سرہ' فی السنة.

(ترجمہ) تو ہر بدعت جو مخالف سنت نہ ہو اور علماء کے نزدیک وہی بدعت حسنہ ہے۔ اور امام ربانی کے نزدیک وہ سنت میں داخل ہے۔

(۴) شاہ عبدالغنی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ انجاح الحاجۃ حاشیہ ابن ماجہ میں حدیث من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه الخ کے تحت فرماتے ہیں:

ای ما لیس من وسائله فان الوسیله داخلة فیه و لهذا قال الشیخ المجدد رضی اللّٰه تعالٰی عنه' ان العلوم التی وسائل لامر الدین کا لصرف و الخود داخلة فی السنة و لا یطلق علیها اسم البدعة عنده رضی اللّٰه عنه' لیس منها حسن البتة.

(ترجمہ) یعنی وہ چیز جو دین کے وسائل میں سے نہ ہو۔ کیونکہ شے کا وسیلہ اور ذریعہ اس میں داخل ہوتا ہے۔ اسی لئے شیخ مجدد رضی اللہ عنہٗ کے نزدیک وہ علوم جو دین کے وسائل ہیں جیسے صرف ونحو سنت میں داخل ہیں اور اور آپ اس پر بدعت کا اطلاق نہیں کرتے۔ کیونکہ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدعت میں کوئی حُسن اور خوبی نہیں۔

نیز معمولات اہل سنت کے مطابق حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہٗ اپنے پیر و مرشد کی مجلس عرس شریف میں شریک ہوتے تھے۔ حضرت القدس جلد دوم صفحہ ۲۹ پر ہے کہ آپ بتقریب عُرس حضرت خواجہ قدس سرہٗ دہلی تشریف لائے۔ آپ نے خود اپنے مکتوبات شریف کے دفتر اوّل جلد دوم صفحہ ۲۳۳ میں فرمایا ہے۔

در ایام عُرس حضرت خواجہ جیو قدس سرہٗ بحضرت دہلی رسیدہ بخاطر داشت کہ در ملازمت علیہ نیز برسد دریں اثنا خبر کوچ منتشر گشت بضرورت توقف نمودہ۔

حضرت خواجہ جیو قدس سرہٗ کے عرس مُبارک کے ایام میں فقیر دہلی آیا۔ ارادہ تھا کہ حضرت (شیخ فرید) کی خدمتِ عالی میں بھی حاضر ہو۔ آنے کی تیاری میں تھا کہ آپ کے تشریف لے جانے کی خبر مشہور ہو گئی تو ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔

(۶) فوت شدگان کی فاتحہ دلاتے تھے۔ اور ایصال ثواب کرتے تھے۔ مکتوبات شریف میں آپ کے اس عمل کی تصریح موجود ہے۔

(۷) مزارات بزرگان پر تشریف لے جاتے تھے اور قبر پر پڑے ہوئے اُچھاڑ کو تبرک جانتے تھے اور عقیدت کے ساتھ قبول کرتے تھے۔ (حضرات القدس جلد ۲ صفحہ ۷۹)

(۸) حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالٰی عنہٗ تصور شیخ 'استمداد اولیاء کرام کے قائل ہیں۔ جیسا کہ مکتوبات شریف میں آپ نے جابجا ان مسائل کو وضاحت سے لکھا ہے۔ ان مختلف فیہ مسائل میں حضرت مجدد قدس سرہٗ کے مسلک و موقف کے متعلق

Marfat.com

جو چیز مردود ہو اس میں حُسن کہاں سے آ سکتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔

اما بعد فان خیر الحدیث کتاب اللّٰہ و خیر الھدیٰ ھدی محمد و شر الامور محدثاتھا و کل بدعۃ ضلالۃ

بعد حمد و صلوٰۃ پس (بیشک بہتر بات) کتاب اللہ ہے اور سب سے بہتر سیرت محمد (ﷺ) کی سیرت ہے۔ اور چیزوں میں سب سے بدتر نئی باتیں ہیں اور ہر نئی چیز گمراہی ہے۔

دُوسری جگہ آپؐ نے فرمایا:

او صیکم بتقوی اللّٰہ والسمع والطاعۃ و ان کان عبدا خبشیاً فانہ من یعش منکم بعدی فسیری اختلافاً کثیراً فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا و عضوا علیھا بالنواجد. و ایاکم و محدثات الامور فان کل محدثۃٍ بدعۃ و کل بدعۃٍ ضلالۃ.

اے لوگو میں تمہیں اللہ سے ڈرنے‘ اس کی بات سننے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی تلقین کرتا ہوں۔ اگرچہ تمہارا حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ عنقریب بہت اختلاف دیکھے گا تو تم میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔ اور اسے مضبوطی سے تھامو۔ اور اسے اپنی ڈاڑھوں سے پختگی سے پکڑو۔ اور نئے نئے امور سے بچنا پس بیشک ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی و ضلالت ہے۔

تو جب دین میں ہر نئی چیز بدعت ہے اور بدعت ضلالت و گمراہی ہے۔ تو بدعت میں اچھائی کے ہونے کے کیا معنی۔ نیز احادیث سے جو کچھ سمجھ میں آتا ہے یہ ہے کہ ہر بدعت رافع سنت ہے۔ لہٰذا بعض بدعات سے تخصیص کی کوئی گنجائش نہیں۔ پس ہر بدعت سیئہ ہی ہوگی۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں۔

مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَۃً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُھَا مِنَ السُّنَّۃِ فَتَمَسُّکٌ بِسُنَّۃٍ خَیْرٌ مِنْ اِحْدَاثِ بِدْعَۃٍ

کوئی قوم بدعت جاری نہیں کرتی مگر اس کی مثل سنت اُٹھالی جاتی ہے۔ تو سنت کو مضبوطی سے تھامنا بدعت جاری کرنے سے بہتر ہے۔ مسند احمد

پُورے طور پر واقف ہونے کے لئے بندہ کی تالیف ”مسلک امام ربانی“ کا مطالعہ فرمائیں۔
علماء کرام کی مذکورہ تحقیقات اور حوالجات سے روزِ روشن کی طرح یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کا مسلک اہل سنت کے مسلک کے عین مطابق ہے اور مخالفین آپ کا مسلک غلط رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ مترجم عفی عنہٗ

Marfat.com

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے۔

مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِیْ دِیْنِهِمْ اِلَّا نَزَعَ — کوئی قوم اپنے دین میں بدعت جاری نہیں کرتی
اللّٰهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا ثُمَّ لَا يُعِيْدُهَا — مگر اللہ تعالیٰ اس کی مثل سُنتوں سے چھین لیتا ہے
اِلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (راوی شریف) — پھر قیامت تک وہ سنت انہیں واپس عطا نہیں کرتا۔

جاننا چاہیئے کہ بعض بدعات جنہیں علماء اور مشائخ بدعت حسنہ کہتے ہیں جب ان کا خوب مطالعہ کیا جائے۔تو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ بھی رافع سنت ہیں۔مثلاً میت کے کفن میں عمامے کو انہوں نے بدعت حسنہ کہا ہے حالانکہ یہ بدعت بھی رافع سنت ہے۔کیونکہ اس سے کفن کے تین کپڑوں میں تین کے عدد کا نسخ ہے۔اور نسخ عین رفع ہے یوں ہی مشائخ نے دستار کے شملے کو دائیں جانب چھوڑنے کو مستحسن کہا ہے۔حالانکہ اس بارے میں سنت یہ ہے کہ پشت پر دونوں کاندھوں کے درمیان ہو۔تو ظاہر ہے کہ یہ بدعت بھی رافع سنت ہے۔نیز علماء نے جو نیت نماز میں کہا ہے کہ دل سے نیت کے باوجود زبان سے نیت کرنا بھی مستحسن ہے۔حالانکہ زبان سے نیت کرنا حضور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسّلام سے نہ صحیح روایت سے ثابت ہے اور نہ ضعیف روایت سے اور نہ صحابہ کرام اور تابعین عظام سے یہ ثابت ہے کہ وہ زبان سے بھی نیت کرتے تھے۔بلکہ دستور یہ تھا کہ جب قامت ہوتی تھی تو ساتھ ہی وہ تکبیر تحریمہ کہتے تھے۔تو زبان سے نیت کرنا بھی بدعت ہے۔اور علماء نے اس بدعت کو بھی حسنہ کہا ہے۔اور یہ فقیر جانتا ہے کہ یہ بدعت سنت تو کجا فرض کے خاتمے کا بھی باعث ہے۔کیونکہ زبان سے نیت کے جائز ہونے کی صورت میں اکثر لوگ زبان سے نیت پر ہی کفایت کر بیٹھیں گے۔اور دل کی غفلت کی کچھ پرواہ نہ کریں گے۔پس اس ضمن میں نماز کے فرائض میں سے ایک فرض نیت قلبی بھی چھوٹ جاتی ہے۔اور اس سے نماز ہی فاسد ہو جاتی ہے۔یہی حال باقی بدعات اور محدثات کا ہے۔کہ یہ سب کسی نہ کسی طرح سنت پر زیادتی ہے۔اور زیادتی نسخ ہے اور نسخ رفع ہے۔لہٰذا تم پر لازم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کی متابعت کے ہی پابند رہو۔اور آپؐ کے صحابہ کرام کی اقتدا پر ہی کفایت کرو۔کیونکہ صحابہ کرام ہدایت کے ستارے ہیں۔تم ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔باقی رہا قیاس اور اجتہاد فقہی تو وہ بالکل بدعت نہیں بلکہ وہ نصوص کے معنی کو ظاہر و واضح کرتا ہے کسی نئی چیز یا زائد چیز کو ثابت نہیں کرتا۔تو اسے اصحاب بصیرت عبرت پکڑو۔اور ہر متبع ہدایت اور حضرت مصطفیٰ علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کی متابعت کی پابندی کرنے والے پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

مکتوب نمبر (۱۸۷)

خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں طریق رابطہ (تصور شیخ) مقصود تک پہنچانے والے راستوں میں سب سے زیادہ

Marfat.com

قریب ہے۔ اور اس بیان میں کہ رابطہ (تصورِ شیخ) مرید کے لئے ذکر الٰہی کرنے سے بھی زیادہ نافع ہے۔

جو مکتوب آپ نے دوستوں کو لکھا تھا۔ نظر پڑا اور تحریر شدہ حالات سے واقفیت ہوئی۔

جاننا چاہیئے کہ بناوٹ اور تکلف کے بغیر شیخ سے رابطے کا حصول پیر و مرید کے درمیان مناسبت تام کی نشانی ہے۔ جو افادے اور استفادے کا سبب ہے۔ اور کوئی راستہ بھی طریق رابطہ (تصورِ شیخ) سے زیادہ قریب نہیں۔ دیکھیں یہ دولت کس سعادتمند کو عطا کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ احرار قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں ع سایہ رہبر بہ است ذکرِ حق۔ رہبر کا سایہ ذکرِ حق کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ زیادہ بہتر کہنا نفع کے اعتبار سے ہے۔ یعنی مرید کے لئے رہبر کا سایہ اس کے ذکر حق کرنے سے زیادہ نفع مند ہے۔ کیونکہ مرید کو اس وقت مذکور یعنی اللہ جل وعلا کے ساتھ کامل مناسبت حاصل نہیں ہوتی تاکہ براستہ ذکر اسے کمل نفع حاصل ہو۔ والسّلام اولاً و آخراً۔

مکتوب نمبر (۱۸۸)

خواجہ محمد صدیق بدخشی کی طرف صادر ہوا:

ان مسائل کے حل میں جو اس نے دریافت کئے تھے۔

میرے برادر عزیز کا مکتوب مرغوب موصول ہوا۔ آپ نے تین امور کے متعلق دریافت کیا ہے۔ اے محبت کے نشانات والے۔ مرتبہ قلب میں بعض لطائف کا پوشیدہ رہنا صرف ان لطائف پر ہی بند ہے جن کا قلب متضمن ہے۔ وہ لطائف اس میں پوشیدہ نہیں ہیں جو قلب سے ماورا ہیں۔ کیونکہ ان کے قلب میں پوشیدہ ہونے کے کچھ معنی نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ شخص جس کی استعداد مرتبۂ قلب یا رُوح تک ہے۔ پیر صاحب تصرف کا تصرف اسے مراتب فوق تک لے جاسکتا ہے۔ لیکن یہاں ایک باریک بات ہے کہ جو روبرو بات چیت سے تعلق رکھتی ہے۔ تحریراً اس کا بیان کرنا مشکل ہے۔ نیز ایک بات یہ ہے کہ جب ظاہر باطن کا رنگ اختیار کرلے اور باطن ظاہر کے رنگ سے رنگین ہو جائے۔ تو کیا مشکل ہے کہ ظاہر کے احکام باطن میں اور باطن کے احکام ظاہر میں نمایاں اور پیدا ہو جائیں۔ والسّلام

مکتوب نمبر (۱۸۹)

شرف الدین حسین بدخشی کی طرف صادر ہوا:

اس بیان میں کہ بے فائدہ تعلقات میں گرفتار ہونے کے باوجود فقراء کی یاد ان کے ساتھ شدید

Marfat.com

مناسبت اور تعلق کا اظہار کرتی ہے۔ اور کمینی دنیا پر فریفتہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اور باطنی سبق کو تمام کاموں سے عزیز رکھنا چاہیئے۔ اور اس بیان میں کہ احکامِ شریعت سے سرتابی نہیں کرنی چاہیئے بلکہ پُورے احسان اور عجز وزاری سے انہیں قبول کرنی چاہیئے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

الحمد للّٰہ رب العالمین و السلام علی سید المرسلین و آلہ الطاہرین اجمعین.

عزیز وارشد فرزندار جمند۔ شرف الدین حسین کا مکتوب شریف موصول ہوکر موجب فرحت وتازگی ہوا۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ بے فائدہ گرفتاریوں اور مصروفیتوں کے باوجود فقراء دُور از کار کی یاد ذہن سے محو نہیں ہوئی۔ اس یاد سے شدت مناسبت کا اظہار ہوتا ہے۔ اور یہی چیز افادہ اور استفادہ کا سبب ہے۔ بعض واقعات جو آپ نے درج کئے تھے۔ اچھے اور عمدہ ہیں اور باطنی ارتباط پر قوی دلیل ہیں۔

اے فرزند کمینی دُنیا کی طراوت وتازگی پر فریفتہ نہ ہونا۔ اور اس کے بے معنی کروفر پر عاشق نہ ہونا۔ کیونکہ بے حقیقت اور بے اعتبار ہے۔ آج اگر یہ معنی ذہن میں نہیں آتا کل ضرور آ جائے گا۔ لیکن اس وقت کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

گوشش ازبار درگراں شدہ است نشو و نالہ و فغانِ مرا

اس کے کان موتیوں کے زیور سے بھاری ہوئے ہیں۔ اس لئے وہ میرے نالے اور فغان کو نہیں سُنتے۔

چاہیئے کہ باطنی سبق کو خداوند تعالیٰ جل شانہ' کی عظیم نعمتوں سے جانتے ہوئے اس کے تکرار پر فریفتہ اور حریص رہیں۔ اور پانچ وقت کی نماز سُستی اور کوتاہی کے بغیر باجماعت ادا کرتے رہیں۔ اور چالیس روپے میں سے اللہ کا احسان جانتے ہوئے فقراء اور مساکین کو دیں۔ اور حرام اور مشتبہ چیزوں سے اجتناب اور پرہیز کریں۔ اور مخلوقات پر مشفق اور مہربان رہیں۔ نجات اور دستگاری کا طریقہ یہی ہے۔ والسّلام

مکتوب نمبر (۱۹۰)

میر محمد نعمان بدخشی کے بیٹوں میں سے ایک بیٹے کی طرف صادر ہوا:

ذکرِ الٰہی جل سلطانہ' کے دوام پر اُبھارنے اور بلند مرتبہ طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم اور طرز طریقہ ذکر اور دُوسرے مناسب امور کے بیان میں۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید المرسلین و آلہ الطاہرین اجمعین.

تو اس بات کو جان اور آگاہ رہ کہ تیری سعادت بلکہ تمام انسانوں کی سعادت اور سب کی فلاح ونجات اپنے مولیٰ جل سلطانہ' کے ذکر میں ہے۔ جہاں تک ممکن ہو سکے تمام اوقات کو ذکرِ الٰہی جل شانہ' میں مستغرق اور

Marfat.com

مصروف رکھنا چاہیئے۔اور ایک لحظہ کے لئے بھی غفلت کو جائز نہیں سمجھنا چاہیئے۔اللہ سبحانہٗ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ دوام ذکر طریقہ حضرات خواجگان (نقشبندیہ) قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم میں ابتداء میں ہی میسر آ جاتا ہے۔ اور ''نہایت ابتداء میں درج ہے۔'' کے طریقہ پر حاصل ہو جاتا ہے۔لہٰذا طالب کے لئے اس بلند مرتبہ طریقہ کو اختیار کرنا زیادہ بہتر اور مناسب ہے۔بلکہ لازم وواجب ہے۔پس تجھ پر لازم ہے کہ قبلہ توجہ کو ہر طرف سے ہٹا کر کلیۃً اس طریقہ علیہ کے بلند مرتبہ اکابر کی طرف کرے۔اور ان کے باطن سے ہمت اور توجہ طلب کرے۔ابتداء میں ذکر کرنے سے چارہ نہیں۔چاہیئے کہ قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو۔کیونکہ دل کے گوشت کا ٹکڑا قلب حقیقی کے لئے حجرے اور گھر کی مانند ہے۔اور اسم مبارک ''اللہ'' کو اس قلب پر گزارے۔اور اس وقت قصداً کسی عضو کو بھی حرکت نہ دے۔کلیۃً قلب کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جائے۔اور خیال میں بھی قلب صنوبری کو جگہ نہ دے۔اور اس طرت متوجہ نہ ہو۔کیونکہ مقصود قلب کی طرف توجہ ہے۔نہ کہ اس کی صورت کا تصور۔اور لفظ مبارک اللہ کے معنی کو بے مثال اور بے کیف ملاحظہ کرے اور کسی صفت کو بھی اس کے ساتھ نہ ملائے اور اس کے حاضر وناظر ہونے کو بھی لحاظ وخیال میں نہ لائے۔تاکہ حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کی بلندی سے صفات کی پستی کی طرف نہ آئے۔اور اس سے شہود وحدت وکثرت میں نہ پڑے۔اور بے کیف ذات کی گرفتاری سے چون اور کیف والی شے کے ساتھ آرام نہ پکڑے۔کیونکہ جو...... چون اور کیفیت رکھنے والی شے میں نمایاں ہوگا وہ بے کیف نہیں ہوسکتا۔اور جو کچھ کثرت میں نمودار ہوتا ہے۔واحدِ حقیقی نہیں ہوسکتا۔بے چون ذات کو چون کے دائرہ سے باہر تلاش کرنا چاہیئے۔ بسیط حقیقی کو احاطہ کثرت سے باہر طلب کرنا چاہیئے۔

اور اگر بوقت ذکر الٰہی بے تکلف پیر کی صورت ظاہر ہو تو اسے بھی دل میں لے جائے۔اور دل میں بٹھا کر ذکر کرے۔[1]

تم جانتے ہو پیر کیسی ہستی ہے۔پیر وہ ذات ہے کہ جناب قدس خداوندی جل شانہ تک پہنچنے کے راستے میں اس سے استفادہ کرتے ہو۔اور اس سے اس راہ میں طرح طرح کی مدد وعانت[1] حاصل کرتے ہو۔خالی کلاہ اور چادر اور شجرہ جو مروج ہو چکا ہے۔پیری مریدی کی حقیقت سے خارج ہے۔اںد عادات ورسوم میں داخل ہے۔

---

[1] معلوم ہوا کہ تصور شیخ جائز اور درست ہے۔حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے قائل ہیں۔لیکن جن حضرات کو ہر چیز میں شرک ہی نظر آتا ہے۔وہ اسے بھی شرک ہی کہتے ہیں۔چنانچہ مولوی اسمٰعیل دہلوی مصنف تقویۃ الایمان کے پیر سید احمد صاحب رائے بریلوی نے شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی قدس سرہٗ کو کہا تھا کہ تصور شیخ صریح شرک ہے۔ملاحظہ سید احمد شہید مؤلفہ غلام رسول مہر۔

[1] اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العالی پیر ومرشد سے مدد واعانت حاصل کرنے کے قائل ومعتقد ہیں۔اور یہ چیز شرک وبدعت نہیں۔

Marfat.com

ہاں یہ بات درست ہے کہ شیخ کامل مکمل کرتا بطور تبرک [1] اپنے پاس رکھے۔ اور اس کے ساتھ اعتقاد و اخلاص سے زندگی گزارے۔ شیخ کے کُرتے کو پاس رکھنے میں ثمرات و نتائج کا قوی احتمال ہے۔

تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ خوابیں اور واقعات اعتماد و اعتبار کے لائق نہیں۔ کوئی شخص اگر اپنے آپ کو خواب یا واقعہ میں بادشاہ یا قطب وقت دیکھے تو حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ ہاں خواب اور واقعہ سے باہر عالم حقیقت اور نفس الامر میں اگر بادشاہ یا قطب بن جائے تو ماننے کے لائق ہے۔ لہٰذا بیداری میں اگر احوال و مواجید ظاہر ہوں تو ان پر اعتماد کی گنجائش ہے ورنہ نہیں۔ اور تم جانتے ہو کہ ذکر کا نفع اور اس پر آثار و نتائج مرتب ہونا شریعت کی بجا آوری سے وابستہ ہے۔ اس لئے فرائض اور سنتوں کی ادائیگی اور حرام اور مشتبہ چیزوں سے اجتناب میں پُوری احتیاط کرنی چاہیئے۔ اور چھوٹی بڑی بات میں علماء کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور ان کے فتویٰ سے تقاضا کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ والسّلام

مکتوب نمبر (۱۹۱)

خانخاناں کی طرف لکھا گیا:

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کی ترغیب اور اس بیان میں کہ تکالیف شرعیہ میں آسانی اور سہولت کی پوری رعایت کی گئی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا لِھٰذَا وَ مَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْ لَا اَنْ ھَدَانَا اللّٰہُ لَقَدْ جَاءَ تْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس راستے کی ہدایت دی اور ہمیں ہدایت نصیب نہیں ہوسکتی تھی اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا۔ بیشک ہمارے رب تعالیٰ کے رسول حق کے ساتھ تشریف لائے۔

سعادت ابدی اور نجات سرمدی انبیاء کرام کی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کی سلامتی ان سب پر عموماً اور ان سب سے افضل پر خصوصاً نازل ہوتی رہیں۔ کہ متابعت کے ساتھ وابستہ ہے۔ فرضاً اگر ہزار سال بھی عبادت کی جائے۔ اور ریاضت شاقہ. اور مجاہدات شدیدہ کو بروئے کار لایا جائے تو بھی اگر ان بزرگوں (انبیاء کرام) کی متابعت کے نور سے منور اور روشن نہ ہوں بارگاہِ ایزدی میں ان کی ایک جو برابر قیمت نہیں۔ اور دوپہر کے سونے کے ساتھ جو سراسر غفلت اور بے کاری ہے لیکن ان بزرگوں (انبیاء کرام) کے حکم کے مطابق ہو وہ مجاہدات اس نیند کے برابر نہیں ہیں۔ بلکہ یہ مجاہدات چٹیل اور خالی میدان کی طرح بے فائدہ سمجھے جائیں گے۔ یہ خداوند جل شانہ کی کمال مہربانی ہے کہ تمام شرعی تکالیف اور دینی امور میں نہایت ہی آسانی اور سہولت کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

---

[1] معلوم ہوا کہ حضرت شیخ مجدد رضی اللہ عنہ بزرگوں کے تبرکات کے بھی قائل و معتقد ہیں۔ جیسا کہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔

Marfat.com

مثلاً رات دن کے آٹھ پہر میں صرف سترہ رکعت (فرض) نماز ادا کرنے کی تکلیف دی گئی ہے۔ اور ان کے ادا کرنے میں سارا ایک گھنٹہ بھی صرف نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں نماز میں قرأت جس قدر میسّر آ سکے اسی پر کفایت کی اجازت دی گئی ہے۔ اور اگر قیام مشکل ہو تو بیٹھ کر ادا کرنے کی اجازت ہے۔ اور اگر بیٹھ کر ادا کرنا مشکل ہو تو لیٹ کر ادا کرنے کی اجازت ہے۔ اور جب رکوع وسجود مشکل ہو اشارے سے ادا کرنے کا حکم ہے۔ اور وضو میں اگر پانی میں استعمال کرنے پر قدرت نہ ہو تو تیمم کو اس کی جگہ مقرر کیا ہے۔ اور زکوٰۃ میں چالیس حصّوں میں سے صرف ایک حصہ فقراء ومساکین کے لئے مقرر فرمایا گیا ہے۔ اور اسے بھی بڑھنے والے مالوں اور چرنے والے مویشیوں پر منحصر کیا ہے۔ اور تمام عمر میں صرف ایک حج فرض کیا ہے۔ اور اس کے لئے بھی راستے کے خرچ، سواری اور راستے میں خطرہ نہ ہونے کے ساتھ مشروط فرمایا ہے۔ اور دائرہ مباح کو وسیع اور کشادہ کر دیا ہے۔ چار آزاد عورتیں نکاح کے ساتھ اور زرخرید لونڈیئیں جس قدر چاہیں مباح فرمائی ہیں۔ اور طلاق کو نکاح کی تبدیلی کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ اور کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں میں زیادہ مباح اور کم حرام کی ہیں وہ بھی بندوں کی بہتری اور ان کے فائدے کی خاطر۔

مثلاً ایک بدمزہ ضرر ونقصان سے لبریز شراب کو حرام کیا ہے۔ اور اس کے عوض بے شمار فائدے مند اور خوش ذائقہ اور خوشبودار شربتوں کو جائز اور مباح فرمایا ہے۔ عرق لونگ اور عرق دار چینی میں ان کے خوش مزہ اور خوشبودار ہونے کے باوجود اس قدر فائدے اور منافع ہیں جو بیان میں نہیں آ سکتے۔ کڑوی، بدمزہ، بدبو، بدخو جوش و حواس کھونے والی اور پُرخطر (شراب) کو خوشبودار اور خوشگوار چیز سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اس کے علاوہ ان دونوں میں حلال وحرام کے اعتبار سے جو فرق ہے وہ الگ ہے اور وہ فرق وتمیز جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور نارضامندی کی وجہ سے ہے الگ ہے۔

یُوں ہی اگر بعض ریشمی کپڑوں کو حرام کیا ہے تو کیا ڈر ہے۔ جبکہ کئی طرح کے قیمتی اور دیدہ زیب کپڑے ان کے عوض حلال کر دیئے ہیں۔ اور پشمینہ اور صوف کا لباس جو عام طور پر مباح ہے، ریشمی لباس سے کئی درجے بہتر ہے۔ پھر ریشمی لباس بھی صرف مردوں کے لئے حرام ہے عورتوں کے لئے حلال اور جائز ہے۔ اور اس کے منافع بھی مردوں کو ہی پہنچتے ہیں۔ اور یہی سونے چاندی کا حال ہے۔ کہ ان سے عورتوں کے زیورات درحقیقت مردوں ہی کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ اگر کوئی بے انصاف اس آسانی اور سہولت کے باوجود (اسلام پر چلنا) مشکل اور دشوار جانے تو مرض قلبی میں مبتلا اور باطنی بیماری میں گرفتار ہے۔ بہت سے کام ایسے ہیں جن کا کرنا تندرست لوگوں کے لئے آسان ہوتا ہے۔ لیکن کمزور لوگوں کے لئے ان کی انجام دہی نہایت ہی مشکل ہوتی ہے۔ اور مرض قلبی سے مراد آسمان سے نازل شدہ خدا تعالیٰ کے احکام پر دلی یقین کا نہ ہونا ہے۔ ایسے لوگوں کو اس وقت جو تصدیق حاصل ہے وہ صرف صورت تصدیق ہے۔ نہ کہ حقیقت تصدیق۔ حقیقت تصدیق کے حصول کی علامت احکامِ الٰہیہ کی بجا

Marfat.com

آوری میں آسانی کا پایا جانا ہے۔ ورنہ بے فائدہ رنج اُٹھانے کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ اَللّٰهُ يَجْتَبِیْ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَ يَهْدِیْ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ[1]

مشرکوں پر وہ بات بھاری ہے جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے۔ اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے برگزیدہ کرتا ہے۔ اور اپنی طرف اسے ہی ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔

ہر متبع ہدایت اور مصطفےٰ علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات اتمہا واکملہا کی متابعت کی پابندی کرنے والے پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

مکتوب نمبر (۱۹۲)

شیخ بدیع الدین سہارنپوری کی طرف صادر فرمایا:

میرے عزیز اور رشد و ہدایت والے بھائی نے استفسار کیا تھا کہ ''گیارہویں عرضداشت میں جو حضرت خواجہ (باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف لکھی گئی تھی واقع ہوا ہے کہ ایک رنگین مقام میں (اس فقیر) کا گزر ہُوا جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام سے بلند تر ہے'' اس کلام کے کیا معنی ہیں؟ اللہ تعالیٰ تجھے رشد و ہدایت عطا کردے تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ یہ عبارت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر فضیلت کو مستلزم نہیں۔ خاص کر جب کہ لفظ 'ہم' بھی موجود ہے جس کے معنی ''بھی'' کے ہیں (جس سے صرف ایک طرح کی شرکت ظاہر ہوتی ہے)[1] اور اگر تسلیم بھی کرلیں کہ یہ عبارت فضیلت کو مستلزم ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ یہ کلمات اور اس طرح کے دُوسرے کلمات جو اس عرضداشت میں واقع ہوئے ہیں اُن واقعات میں سے ہیں جو اپنے پیرو مرشد کی طرف تحریر کیے گئے ہیں۔ اور اس گروہ صوفیہ میں یہ بات طے شدہ ہے کہ واقعات میں سے جو کچھ پیش آئے صحیح ہو یا غیر صحیح بے تکلف اپنے پیر کے سامنے ظاہر کرتے ہیں۔ کیونکہ غیر صحیح میں بھی تاویل و تعبیر کا احتمال ہے۔ لہٰذا ان کے اظہار سے چارہ نہیں اور جس بات کو ہم بیان کر رہے ہیں اس میں اپنے معنی کے لحاظ سے کچھ خرابی نہیں۔[2]

---

[1] پارہ الیہ یرد سورۃ شوریٰ ۱۲

[1] چنانچہ مکتوبات ۱۱ کی عبارت جس میں یہ مضمون واقع ہوا ہے۔ یُوں ہے۔ ''خودرا ہم بانعکاس آن مقام رنگین و منقش یافت'' یعنی میں نے اپنے آپ کو بھی اس مقام کے پرتو سے رنگین اور منقش پایا۔ اور ہم کے لفظ سے صرف ایک طرح کی شرکت معلوم ہوتی ہے۔ اس سے تو مساوات بھی ثابت نہیں ہوتی چہ جائیکہ ان الفاظ سے فضیلت ثابت کی جائے باقی معاند کے عناد کا کچھ علاج نہیں۔ ۱۲

[2] کیونکہ واقعات اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں عرض کرنے سے قبل نہ تو ظاہر پر مبنی ہوتے ہیں اور صحت کو مستلزم ہوتے ہیں بلکہ بین بین ہوتے ہیں۔

Marfat.com

علماء کرام نے اس کا ایک اور حل بھی تجویز کیا ہے۔کہ جزئیات میں سے ایک جزئی میں غیر نبی کو اگر نبی پر فضیلت لازم آجائے تو کچھ حرج نہیں۔[1] بلکہ ایسی فضیلت کا وقوع بھی ہو چکا ہے۔جیسا کہ شہدا کے بارے میں وہ فضیلت کی باتیں وارد ہو چکی ہیں جو انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے متعلق وارد نہیں۔اس کے باوجود فضل کلی نبی کی ذات کے لئے ہی ہے۔علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات۔لہٰذا ایسی صورت میں غیر نبی کو اس جزئی کے کمالات میں سیر واقع ہو اور اپنے آپ کو اس مقام بلند تر پائے تو اس کی گنجائش ہے۔اگرچہ وہ مقام بھی اسے نبی کی متابعت سے ہی نصیب ہوا ہے۔اور نبی کے لئے بھی مطابق حدیث۔

مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَ اَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا۔ — جو شخص نیک طریقہ جاری کرے۔تو اس کے جاری کرنے اور جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے سب کا ثواب اُسے ملے گا۔

مکمل حصہ ملتا ہے۔تو جب غیر نبی کو نبی پر فضیلت جزئی جائز ہے۔تو غیر نبی پر بطریق اولیٰ فضیلت جزئی ثابت ہو سکتی ہے۔لہٰذا ہمارے اس کلام میں بالکل کوئی اشکال نہیں۔والسّلام

مکتوب نمبر (۱۹۳)

فرقہ اہل سنت و جماعت کی راؤں کے موافق عقاید کو درست کرنے اور احکام فقہیہ یعنی حلال و حرام و فرض و واجب و سنّت و مندوب و مکروہ (جن کا علم فقہ ذمہ دار ہے) کے سیکھنے کی ترغیب میں۔اور اسلام کی غربت اور اس کی تائید و ترقی کے لئے برانگیختہ کرنے کے بیان میں سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُ تَعَالٰى نَاصِرُكُمْ وَ يُعِيْنُكُمْ عَلٰى كُلِّ مَا يُعِيْبُكُمْ وَ يَشِيْنُكُمْ حق تعالیٰ اُس چیز پر جو آپ کو عیب دار اور داغ دار کرے آپ کا مددگار اور معاون رہے۔

ارباب تکلیف پر پہلے نہایت ضروری ہے کہ علمائے اہل سُنّت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی راؤں کے موافق اپنے عقاید کو درست کریں۔کیونکہ عاقبت کی نجات انہی بزرگواروں کے بے خطاراؤں کی تابعداری پر موقوف ہے۔اور فرقہ ناجیہ بھی یہی لوگ اور ان کے تابعدار حضرات ہیں۔اور یہی وہ لوگ ہیں جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور ان کے اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریق پر ہیں۔اور ان علوم سے جو کتاب وسنت سے حاصل ہوئے ہیں وہی معتبر ہیں جو ان بزرگواروں نے کتاب وسنت کے اخذ کئے ہیں اور سمجھے ہیں۔

---

[1] افضلیت کا مدار فضیلت کلی پر ہے۔نہ کہ فضیلت جزئی پر۔

Marfat.com

کیونکہ ہر بدعتی و گمراہ بھی اپنے فاسد عقاید کو اپنے خیال فاسد میں کتاب و سنت ہی سے اخذ کرتا ہے۔ پس ان کے اخذ کردہ معانی میں سے کسی معنی پر اعتبار نہ کرنا چاہیئے [1] اور ان عقاید حقہ کی درستی کے لئے امام اجل تورپشتی کا رسالہ بہت مناسب اور عام فہم ہے۔ اپنی مجلس شریف میں اس کا ذکر کرتے رہا کریں۔ لیکن رسالہ مذکورہ چونکہ استدلال پر مشتمل ہے اور اس میں طول و بسط بہت ہے۔ اس لئے کوئی ایسا رسالہ جو صرف مسائل ہی کو شامل ہو۔ بہتر اور مناسب ہے۔ اسی اثنا میں فقیر کے دل میں گزرا کہ اس بارہ میں ایک ایسا رسالہ لکھے جو اہل سنت و جماعت کے عقائد پر مشتمل ہو۔ اور سہل ماخذ ہو۔ اگر ہو سکا تو جلدی ہی لکھ کر خدمت میں بھیجا جاوے گا۔

ان عقائد کے درست کرنے کے بعد حلال و حرام و فرض و واجب و سنت و مندوب و مکروہ جن کا علم فقہ متکفل ہے) کا سیکھنا اور اس علم کے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ بعض طالبوں کو فرمائیں کہ فقہ کی کتاب جو فارسی عبارت میں ہو۔ جیسے مجموعہ خوانی اور عمدة الالسلام مجلس میں پڑھتے رہا کریں۔ اور اگر نعوذ باللہ ضروری اعتقادی مسئلوں میں سے کسی مسئلہ میں خلل پڑ گیا۔ تو نجات آخرت کی دولت سے محروم ہو گیا۔ اور اگر عملیات میں سُستی واقع ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ توبہ ہی سے معاف کر دیں۔ اور اگر مواخذہ بھی کریں گے تو پھر بھی نجات تو ہو ہی جائے گی۔ تو عمدہ کام عقائد کا درست کرنا ہے۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تمام احوال و مواجید کو ہمیں دیدیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کے ساتھ آراستہ نہ کریں تو سوائے خرابی کے ہم کچھ نہیں جانتے۔ اور اگر تمام خرابیوں کو ہم پر جمع کر دیں۔ لیکن ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے عقائد سے نواز دیں۔ تو پھر کچھ خوف نہیں۔

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَ اِيَّاكُمْ عَلٰى طَرِيْقَتِهِمُ الْمَرْضِيَّةِ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْبَشَرِ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَ مِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا.

اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سیّد البشر علیہ و آلہ الصلوات والسلام کی طفیل طریقہ پسندیدہ پر ثابت قدم رکھے۔

ایک درویش لاہور کی طرف سے آیا ہوا تھا۔ اُس نے بیان کیا کہ شیخ جیو پُرانی منڈی کی جامع مسجد میں نماز جمعہ کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ اور میاں رفیع الدین نے ان کی التفات کے اظہار کے بعد کہا کہ نواب شیخ جیو نے اپنی حویلی میں جامع مسجد بنائی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ حق تعالیٰ ان کو زیادہ توفیق عنایت فرمائے۔ مخلصوں اور

[1] معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث کے صرف معنی قابل اعتبار ہیں جو علمائے اہل سنت اور بزرگان دین نے بیان کئے ہیں۔ یہ ایسا ضابطہ ہے کہ اسے اختیار کرنے سے انسان گمراہ فرقوں کے اثر سے محفوظ رہتا ہے۔

Marfat.com

یاروں کی اس قسم کی باتیں سُن کر بہت ہی خوشی حاصل ہوتی ہے۔

میرے سیادت پناہ مکرم! آج اسلام بہت غریب ہورہا ہے۔ آج اس کی تقویت میں ایک چیتل کا صَرف کرنا کروڑ ہا روپیوں کے بدلے قبول کرتے ہیں۔ دیکھیں کون سے بہادر کو اس دولتِ عظمیٰ سے مشرف فرماتے ہیں۔ دین کی ترقی اور مذہب کی تقویت ہر وقت خواہ کسی سے وقوع میں آئے بہتر اور زیبا ہے۔ لیکن اس وقت میں کہ اسلام غریب ہوتا جاتا ہے۔ اہل بیت کے آپ جیسے جوانمردوں سے نہایت ہی زیبا اور خوب ہے۔ کیونکہ یہ دولت آپ جیسے بزرگوں کے خاندان کی خانہ زاد ہے۔ اس کا تعلق آپ سے ذاتی ہے اور دُوسروں سے عارضی۔ حقیقت میں نبی علیہ وآلہٖ وسلم نے اصحاب کی مخاطب کرکے فرمایا کہ تم ایسے زمانہ میں موجود ہوئے ہو کہ اگر اوامر ونواہی میں سے دسویں حصہ کو ترک کرو تو ہلاک ہو جاؤ۔ اور تمہارے بعد ایسے لوگ آئیں گے کہ اگر اوامر و نواہی میں سے دسویں حصہ کو بجا لائیں گے۔ اب یہ وہی وقت ہے اور یہ لوگ وہی لوگ ہیں۔

گوئے توفیق و سعادت درمیان افگندہ اند   کس بمیداں درنمے آید سواراں راچہ شد

ترجمہ: توفیق وسعادت کا گیند میدان میں پڑا ہے سواروں کو کیا ہو گیا ہے کہ اسے اُٹھانے کے لئے کوئی آگے نہیں بڑھتا۔

کافرِ لعین گوبند اور اس کی اولاد کا مارا جانا بہت خوب ہوا۔ اور ہنود مردود کی بڑی شکست کا باعث ہوا۔ خواہ کسی نیت سے اُس کو قتل کیا ہو۔ اور خواہ کسی غرض سے اُس کو ہلاک کیا ہو۔ بہر حال اس میں کفار کی خواری اور اہل اسلام کی ترقی ہے۔

اس فقیر نے اس کافر کے قتل ہونے سے پہلے خواب میں دیکھا تھا کہ بادشاہ وقت نے شرک کے سر کی کھوپڑی کو توڑا ہے۔ واقعی وہ بہت بُت پرست اہلِ شرک کا رئیس اور اہل کفر کا امام تھا۔ خَذَلَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی اللہ تعالیٰ اُنہیں خوار کرے۔

اور دین و دنیا کے سردار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بعض دعاؤں میں اہل شرک کو اس عبارت میں لعنت ونفرین فرمائی ہے:۔

اَللّٰهُمَّ شَتِّتْ شَمْلَهُمْ وَ فَرِّقْ جَمْعَهُمْ وَ خَرِّبْ بُنْيَانَهُمْ وَ خُذْهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ یا اللہ تو ان کی جمعیت کو پراگندہ کر اور ان کی جماعت میں تفرقہ ڈال اور ان کے گھروں کو ویران کر اور ان کو ایسا پکڑ جیسے غالب طاقتور پکڑتا ہے۔

اسلام اور اہل اسلام کی عزت' کفر اور اہل کفر کی خواری میں ہے۔ جزیہ سے مقصود کفار کی خواری اور اُن کی اہانت ہے۔ جس قدر اہل کفر کی عزت ہو۔ اسی قدر اسلام کی ذلت ہے۔ اس سررشتہ کو اچھی طرح نگاہ رکھنا

Marfat.com

چاہیئے ۔ اکثر لوگوں نے اس سر رشتہ کو کم کر دیا ہے ۔ اور بد بختی سے دین کو برباد کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَآيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کر اور ان کے ساتھ سختی سے معاملہ کر۔

کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور ان پر سختی کرنا دین کی ضرورت میں سے ہے ۔ کفر کی باقی رسمیں جو پہلے زمانہ میں پیدا نہ ہوئی تھیں ۔ اس وقت کو بادشاہ اسلام کو اہلِ کفر کے ساتھ وہ توجہ نہیں رہی ۔ مسلمانوں کے دل اس سے بہت پشیمان ہیں ۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ پادشاہ اسلام کو ان بد مذہبوں کی رسموں کی بُرائی سے مطلع کریں ۔ اور ان کے دُور کرنے میں کوشش کریں ۔ شاید پادشاہ کو ان بقایا رسوم کی برائی کا علم نہ ہو ۔ اور اگر وقت کے لحاظ سے مناسب سمجھیں تو بعض علمائے اہل اسلام کو اطلاع دیں تا کہ وہ آ کر اہل کفر کی برائی ظاہر کریں ۔ کیونکہ احکامِ شرعی کی تبلیغ کے لئے خوارق و کرامات کا اظہار کرنا کچھ درکار نہیں ۔ قیامت کے دن کوئی عذر نہ سنیں گے کہ تصرف کے بغیر احکام کے بغیر احکام شرعی کی تبلیغ نہیں کی۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام جو بہترین موجودات سے ہیں جب احکامِ شرعی کی تبلیغ کرتے تھے ۔ اور اُمت کے لوگ معجزہ طلب کرتے تھے ۔ تو فرماتے تھے کہ معجزات خدا کی طرف سے ہیں ۔ ہم پر احکام کا پہنچانا ہے ۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس وقت شاید حق تعالیٰ ایسا امر ظاہر کر دے جو ان لوگوں کے حق ہونے کے اعتقاد کا باعث ہو جائے ۔ بہر حال مسائل شرعیہ کی حقیقت سے اطلاع دینا ضروری ہے ۔ جب تک یہ واقع نہ ہو ۔ اس امر کی ذمہ داری علما اور پادشاہ کی بارگاہ کے مقرب لوگوں پر ہے ۔ یہ کس قدر بڑی سعادت ہے کہ اس گفتگو میں کسی جماعت کو تکلیف پہنچے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے احکام کی تبلیغ میں کونسی تکلیفیں ہیں جو برداشت نہیں کیں ۔ اور کیسی کیسی مصیبتیں ہیں جو ان کے پیش نہیں آئیں۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام میں بہتر و مہتر حضور الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ مَا اُوْذِيَ نَبِيٌّ مِثْلَ مَا اُوْذِيْتُ کسی نبی کو ایسی ایذا نہیں پہنچی جیسی کہ مجھے ایذا پہنچی ہے۔

عمر بگذشت و حدیث عشق ما آخر نہ شد   شب بآخر شد کنوں کوتاہ کنم افسانہ را

ترجمہ: عمر گزر گئی لیکن ہمارے عشق کی داستان ختم نہ ہوئی ۔ رات گزر گئی اس لئے میں افسانے کو مختصر کرتا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

مکتوب نمبر (۱۹۴)

ملت کی ترقی اور دین کی تائید کی ترغیب میں اور اس سے متعلق بیان میں صدر جہاں کی طرف لکھا:

سَلَّمَکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَ عَافَاکُمْ حق تعالیٰ آپ کو سلامت و عافیت سے رکھے۔ احکام شرعیہ کے جاری ہونے اور مذہب مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام کے دشمنوں کی خواری کی باتیں سُن کر ماتم زدہ مُسلمانوں کے دل کو خوشی اور رُوح کو تازگی حاصل ہوئی۔ اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔ اور اللہ مالک وقدیر سے سوال ہے کہ اپنے نبی بشیر ونذیر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسّلام کی طفیل اس بڑے کام میں ترقی بخشے۔ مجھے یقین ہے کہ اسلام کے مقتدا یعنی سادات عظام اور علمائے کرام خلوت وجلوت میں اس دین متین کی ترقی اور اس صراط مستقیم کی تکمیل کے درپے ہوں گے۔ بھلا کوئی بے سروسامان اس بارہ میں کیا دم مارے۔ آپ نے سُنا ہوگا کہ بادشاہ اسلام اسلامی استعداد کی خوبی سے علماء کا خواہاں ہے۔ الحمد لِلّٰہ علےٰ ذالک۔

آپ کو معلوم ہے کہ زمانہ سابق میں جو فساد پیدا ہوا تھا۔ وہ علماء کی ہی کمبختی سے ظہور میں آیا تھا۔ اس بارہ میں اُمید ہے کہ پُورا پُورا تتبع مدنظر رکھ کر علمائے دیندار کے انتخاب کرنے میں پیش دستی کریں گے۔ علمائے بددین کے چور ہیں۔ ان کا مقصود ہمہ تن یہ ہے کہ خلق کے نزدیک مرتبہ وریاست و بزرگی حاصل ہوجائے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ مِنْ فِتْنَتِهِمْ۔ اللہ تعالیٰ ان کے فتنہ سے بچائے۔ ہاں ان میں سے جو بہتر ہیں۔ وہ سب خلقت سے اچھے ہیں کل قیامت کے دن ان کی سیاہی کو فی سبیل اللہ شہیدوں کے خون کے ساتھ تولیں گے۔ اور ان کی سیاہی کا پلّہ بھاری ہو جائے گا۔ شَرُّ النَّاسِ شَرُّ الْعُلَمَاءِ وَخَیْرُ النَّاسِ خَیْرُ الْعُلَمَاءِ سب لوگوں میں سے بُرے بُرے عالم ہیں۔ اور سب خلقت سے اچھے اچھے عالم ہیں۔

دُوسری التماس یہ ہے کہ بعض نیتیں آمادہ کرتی ہیں کہ اپنے آپ کو لشکر میں پہنچائے۔ لیکن ماہ مبارک رمضان کے نزدیک آنے کے باعث حضرت دہلی میں ٹھیرنے کا اتفاق ہوگیا ہے۔ انشاء اللہ اس مبارک مہینے کے گزرنے کے بعد ان عزیزوں کی خدمت میں حاضر ہوجائے گا۔ والسّلام۔

مکتوب نمبر (۱۹۵)

شریعت کی ترقی پر ترغیب دینے اور اسلام اور اہل اسلام کی کمزوری پر افسوس ظاہر کرنے کے بیان میں صدر جہاں کی طرف صادر فرمایا:

سَلَّمَکُمُ اللّٰہُ وَ اَبْقَاکُمْ حق تعالیٰ آپ کو سلامت اور باقی رکھے۔ پادشاہوں کا احسان چونکہ تمام خلقت پر ہے اس لئے مخلوقات کے دل اس مضمون کے موافق کہ جُبِلَتِ الْخَلَائِقُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ

Marfat.com

اِلَیۡهِمۡ مخلوقات اپنے محسن کی محبت پر پیدا کی گئی ہے۔ اپنے محسنوں کی طرف مائل ہے۔ پس پادشاہوں کا جس قدر احسان عام لوگوں پر ہوتا ہے۔ اس ارتباط اور تعلق کے باعث اتنا ہی پادشاہوں کے نیک اور بُرے اخلاق اور بُرے اور بھلے عادات لوگوں میں اثر کرتے جاتے ہیں۔ اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیۡنِ مُلُوۡکِهِمۡ لوگ اپنے پادشاہوں کے دین پر ہیں۔ گذشتہ زمانہ کے حالات اس بات کے مصداق ہیں۔

اب جب کہ سلطنتوں میں انقلاب آ گیا ہے۔ اور دشمنی اور فساد نے اہلِ مذہب کو بگاڑ دیا ہے۔ اسلام کے پیشواؤں یعنی بڑے وزیروں اور امیروں اور بزرگ عالموں پر لازم ہے کہ اپنی تمام ہمت کو روشن شریعت کی ترقی میں لگائیں۔ اور سب سے اوّل اسلام کے گرے ہوئے ارکان کو قائم کریں۔ کیونکہ تاخیر میں خیریت ظاہر نہیں ہوتی۔ اور غریبوں کے دل اس تاخیر سے نہایت بے قرار ہیں۔ گذشتہ زمانہ کی سختیاں ابھی تک مسلمانوں کے دلوں میں برقرار ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ان کا تدارک نہ ہو سکے اور اسلام کی غربت اس سے بھی زیادہ ہو جائے۔ جب پادشاہ سُنّت سَنیہ مصطفےٰ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام کی ترقی میں سرگرم نہ ہوں اور پادشاہ کے مقرب بھی اس بارہ میں اپنے آپ کو الگ رکھیں۔ اور چند روزہ زندگانی کو عزیز سمجھیں تو پھر اہل اسلام بیچاروں پر زمانہ بہت ہی تنگ ہو جائے گا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡهِ رَاجِعُوۡنَ۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

آنچہ از من گم شدہ گر از سلیماں گم شدے ہم سلیماں ہم پری ہم اہرمن بگریستے

ترجمہ: جو چیز مجھ سے گم ہوئی ہے وہ اگر سلیمان سے بھی گم ہو جاتی' تو سلیمان اور پریاں اور جن سب روتے۔

صُبَّتۡ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوۡ اَنَّهَا صُبَّتۡ عَلَی الۡاَیَّامِ صِرۡنَ لَیَالِیَا

ترجمہ: مجھ پر ایسے مصائب ٹوٹے ہیں کہ اگر وہ مصائب دنوں پر ٹوٹتے تو وہ دن راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔

اسلامی نشانوں میں سے ایک نشان اسلامی شہروں میں قاضیوں کا مقرر کرنا ہے۔ جو گذشتہ زمانہ میں محو ہو گیا تھا۔ سرہند میں جو اہل اسلام کے بڑے شہروں میں سے ہے کئی سال سے کوئی قاضی نہیں۔

حامل رقیمہ ہذا قاضی یوسف کے باپ دادا جب سے سرہند آباد ہوتے ہیں۔ قاضی ہوتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ پادشاہوں کے بہت اسنادان کے پاس ہیں۔ اور صلاح و تقویٰ سے بھی آراستہ ہے۔ اگر بہتر سمجھیں تو اس عظیم الشان کام کو اس کے حوالہ فرمائیں۔

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ سُبۡحَانَهٗ وَ تَعَالٰی وَ اِیَّاکُمۡ عَلٰی جَادَّةِ الشَّرِیۡعَةِ الۡحَقَّةِ عَلٰی مَصۡدَرِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّةُ. اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو شریعت حقہ علٰے صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام کے سیدھے راستے پر ثابت قدم رکھے۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۱۹۶)

منصور عرب کے نام صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ وہ راستہ جس کو ہم طے کرنے کے درپے ہیں۔ سب سات قدم ہے۔ اور ہر قدم پر سالک اپنے آپ سے دُور اور حق سبحانہٗ کے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔

آپ کا مرحمت نامہ بڑے نیک وقت میں پہنچا۔ اللہ تعالیٰ کے حمد اور اس کا احسان ہے کہ خاص لوگ عام لوگوں کی یاد سے فارغ نہیں ہیں۔ اور بزرگ لوگ غریبوں کی غمخواری سے خالی نہیں ہیں۔ جَزَاکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَنَّا خَیْرَ الْجَزَاءِ حق تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا کرے۔

میرے مخدوم! ع

از ہر چہ میرود سخن دوست خوش تر است — دوست کی بات جس طرف سے بھی ہو بہت اچھی ہے

یہ راہ جس کے طے کرنے کے ہم درپے ہیں۔ سب سات قدم ہے۔ دو قدم عالم خلق سے تعلق رکھتے ہیں اور پانچ عالم امر سے۔

پہلے قدم پر جو سالک عالمِ امر میں رکھتا ہے تجلی افعال ظاہر ہوتی ہے۔ اور دُوسرے قدم پر تجلی صفات۔ اور تیسرے قدم پر تجلّیاتِ ذاتیہ کا ظہور شروع ہونے لگتا ہے۔ پھر اس کے بعد درجہ بدرجہ ترقی ہوتی جاتی ہے۔ جیسے کہ اس حال کے جاننے والوں پر پوشیدہ نہیں لیکن یہ سب کچھ حضرت سید اوّلین و آخرین ﷺ کی متابعت پر منحصر ہے۔ اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ یہ راہ صرف دو قدم ہے۔ اس سے ان کی مراد مختصر طور پر عالمِ خلق اور عالمِ امر ہے۔ تاکہ طالبوں کی نظر میں یہ کام آسان دکھائی دے۔

ان سات قدموں میں سے ہر ایک قدم پر سالک اپنے آپ سے دُور ہوتا جاتا ہے۔ اور حق تعالیٰ کے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ اور ان قدموں کے طے کرنے کے بعد فنائے اتم ہے۔ جس پر بقا اکمل مرتب ہے۔ اور ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا حاصل ہونا اس فنا و بقا پر موقوف ہے۔ ع

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند — یہ دولت مندی کا کام ہے دیکھیں اب یہ کسے عطا کرتے ہیں

ہم نامُراد فقیروں کو اس قسم کی باتوں سے کیا مناسبت ہے۔ سوائے اس کے اہل کمال کے صاف پانی سے اپنے کام و دہاں کو سیراب و شیریں کریں۔

گر ندارم از شکر جز نام بہر — زیں بسے خوشتر کہ اندر کام زہر

آسماں نسبت بعرش آمد فرود — ورنہ بس عالی است پیش خاکِ تود

Marfat.com

ترجمہ: اگرچہ شکر سے مجھے صرف اس کا نام ہی حاصل ہے لیکن یہ اس سے بہتر ہے کہ میرے منہ میں زہر ہو۔ آسمان عرش کی نسبت نیچے ہے مگر خاک کے تودے سے بہت ہی بلند ہے۔ والسّلام اوّلاً و آخراً

مکتوب نمبر (۱۹۷)

پہلوان محمود کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ سعادت مند وہ ہے جس کا دل دنیا سے سرد پڑ چکا ہو۔ اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی محبت کی حرارت سے گرم ہو۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو راہِ شریعت پر قائم رکھے۔ سعادتمند وہ ہے جس کا دل دُنیا سے سرد اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی محبت سے گرم ہو۔ دُنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ اور اسے چھوڑ دینا تمام عبادتوں کا سر ہے۔ دُنیا حق تعالیٰ کو بہت ہی ناپسند ہے۔ جب سے اُس نے اسے پیدا کیا ہے ایک بار بہ نظر شفقت اس کی طرف نہیں دیکھا۔ اور دنیا کے طالب دُور کر دینے اور نفرت کے لائق ہیں۔ اور اس نفرت و دُوری کے داغ سے داغدار ہیں۔ حدیث میں ہے۔

اَلدُّنیَا مَلْعُونَۃٌ وَمَلْعُونٌ مَا فِیھَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰہِ (ترمذی وابن ماجہ) دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے۔ مگر اللہ کا ذکر۔

جب کہ ذاکر لوگ بلکہ ان کے ذراتِ وجود کا ہر ذرہ اللہ سبحانہ‘ کے ذکر سے پُر ہے تو حق تعالیٰ کا ذکر کرنے والے اس وعید (ڈانٹ) سے خارج ہیں اور اہل دنیا میں شمار نہیں ہوتے۔ اس لیے کہ دنیا اس چیز کا نام ہے جو دل کو حق سبحانہ سے روکے اور اس کے غیر سے مشغول کرے۔ وہ چیز مال واسباب کے قبیلہ سے ہو خواہ مرتبہ اور سرداری کی طلب۔ اور خواہ ننگ و ناموس ہو۔

فَاَعْرِضْ عَمَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِکْرِنَا. اس شخص سے روگردانی کرو جو ہمارے ذکر سے پھر چکا ہو

نص قطعی ہے۔ دُنیا کی ہر چیز بلائے جان ہے۔ دنیا دار دنیا میں تو ہمیشہ تفرقہ اور پراگندگی کا شکار رہتے ہیں اور آخرت میں ندامت اور حسرت کرنے والے گروہ میں ہوں گے۔ دُنیا کے ترک کہ حقیقت اس کی طرف رغبت کو ترک کرنا ہے۔ اور ترک رغبت اس وقت حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ دُنیا کا ہونا نہ ہونا برابر ہو جائے اور اس معنی کا حصول اربابِ جمعیت (اولیاء کرام) کی صحبت کے بغیر مشکل اور دشوار ہے۔ ان بزرگوں کی صحبت اگر میسر ہو تو اسے غنیمت جاننا چاہیئے اور اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دینا چاہیئے۔

اور میاں شیخ مزمّل کی صحبت اگرچہ تمہارے لئے غنیمت ہے۔ اور ایسے نادر الوجود بزرگ سُرخ

Marfat.com

گندھک سے بھی زیادہ نایاب ہیں۔ تاہم اہل کرم کا شیوہ ایثار ہے۔ یعنی دوسرے کی حاجت کو اپنی حاجت و ضرورت پر فوقیت دیتے ہیں۔ چند روز کے لئے اگر میاں شیخ مزمل کو رخصت دیں تو بڑی برمحل بات ہے۔ کام سے فارغ ہونے کے بعد انشاء اللہ العزیز واپس آجائیں گے۔ اور غائبانہ اخلاص تمہارے لئے حاضر و موجودگی کی طرح کام کرتا ہے۔ زیادہ گفتگو دردسری ہے۔ اللہ سبحانہٗ ہمیں اور تمہیں حضور سید بشر علیہ وعلیٰ آلہٖ من الصلوات اتمہا دمن التحیات اکملہا کی متابعت پر استقامت عطا کرے۔ والسلام والاکرام

مکتوب نمبر (۱۹۸)

خانخاناں کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ اس زمانہ میں فقراء کی دولتمندوں کے ساتھ آشنائی بڑی دشوار بات ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

دُعا ہے کہ فتوحات مکیہ (صوفیائے کرام کے کلمات قدسیہ کا مطالعہ) فتوحات مدینہ (اتباع شریعت مطہرہ) کی چابی اور موجب بنے۔ بحرمۃ النبی وآلہ الامجاد علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات۔ آپ کا التفات نامہ گرامی جو فقراء کے نام لکھا تھا موصول ہو کر زیادتی محبت کا باعث ہوا۔ تمہیں بشارت ہو، پھر بشارت ہو۔

مخدوم گرامی اس زمانہ میں فقراء کے لئے دولتمندوں کے ساتھ آشنائی اور تعارف پیدا کرنا بہت مشکل ہے۔ اگر فقراء لکھنے اور کہنے میں تواضع اور حُسنِ خُلق اختیار کریں۔ جو فقر کے لوازمات میں سے ہے تو کوتاہ اندیش لوگ بدظنی کے تحت یہ گمان کرتے ہیں کہ فقراء لوگ لالچی اور محتاج ہیں۔ اس بدظنی میں اپنی دنیا اور آخرت کا نقصان کر بیٹھتے ہیں۔ اور ان بزرگوں کے کمالات سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اور اگر فقراء لوگ بے نیازی کا سلوک کرتے ہیں جبکہ وہ بھی لوازماتِ فقر سے ہے تو کم فہم لوگ اپنے اُوپر قیاس کر کے اسے بدخلقی قرار دیتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں فقیر اور درویش بھی متکبر اور بدخلق ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ استغنا اور بے نیازی بھی فقر کے لوازمات میں سے ہے۔ کیونکہ ضدین کا جمع ہونا اس جگہ محال نہیں رہا۔ ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے رب کو جمع اضداد سے پہچانا۔ اگرچہ مدعیان عقل وفکر اس مقدمے کو تسلیم نہیں کرتے۔ اور محال قرار دیتے ہیں۔ لیکن ان کا تسلیم نہ کرنا کچھ غم کی بات نہیں۔ کیونکہ ولایت کا مقام ان کی عقل ونظر سے بلندتر ہے۔ باقی حالات میر صاحب اور مولانا صاحب تفصیل سے عرض کردیں گے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔ اور ہر متبع ہدایت پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۱۹۹)

مُلا محمد امین کابلی کی طرف صادر فرمایا:

ورد اور مشغولی کے قبول فرمانے میں جس کا اُنہوں نے اظہار کیا تھا۔

مبارک خط جو محبت و اخلاص کی زیادتی سے بھرا ہوا اور دوستی و خلوص پر مشتمل تھا۔ پہنچا اور خوشی کا باعث ہوا۔ حق تعالیٰ آپ کو عافیت بخشے۔ آپ نے چونکہ کسی ورد کی طلب ظاہر کی تھی۔ اس لئے برادر سعادتمند مولانا محمد صدیق کو بھیجا گیا ہے۔ تاکہ اس طریقہ علیہ کے ذکر میں آپ کو مشغول کریں۔ اور جو کچھ فرمائیں اس کے بجالانے میں بڑی کوشش کریں۔ اُمید ہے کہ بہت فائدے حاصل ہوں گے۔ چونکہ ذکر کا تلقین کرنا صرف لکھنے ہی سے کافی نہ تھا اور حضور اور صحبت سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لئے برادر مذکور کو بھیجنے کی تکلیف دی گئی ہے۔ والسّلام۔

مکتوب نمبر (۲۰۰)

ملا شکیبی اصفہانی کی طرف صادر فرمایا:

نفحات کی مشکل عبارتوں کے حل کرنے میں جن کی تشریح طلب کی گئی تھی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں اور حضور سید المرسلین اور اُن کی آل پاک پر صلوٰۃ وسلام کا نزول ہوتا رہے۔

آپ نے فرمایا تھا کہ نفحات کی وہ عبارات جو مغلق اور مشکل ہیں کہ شرح کی جائے اس بنا پر چند کلمے لکھنے کی جرات کی ہے۔

میرے مخدوم و مکرم! عین القضاۃ[1] ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ' ان لوگوں کا حال بیان کرتے ہوئے جو بغیر کسی رہبر کے نہ چلے ہوئے راستے پر چلے' فرماتے ہیں کہ ''ان میں سے بعض کہ مغلوبی نے اپنی پناہ میں نگاہ رکھا اور ہستی ان کے سر کی سائبان ہوگئی اور جو باتمیز تھا اس کے سر کو قطع کر دیا۔''

راہ مسلوک (جاری) سے مراد واللہ اعلم سلوک کا راستہ اور دس مشہور مقامات کا ترتیب وار اور مفصل طور پر طے کرنا ہے۔ اور اس راستے میں نفس کا تزکیہ قلب کے تصفیہ پر مقدم ہے۔ اور اس میں انابت و توبہ بدایت کی

---

[1] آپ کی کنیت ابوالفضائل اور نام عبداللہ بن محمد المیانجی ہے۔ لقب عین القضاۃ ہے آپ شیخ محمد بن حمویہ اور شیخ احمد غزالی کی صحبت میں رہے ہیں۔ آپ کے صوری اور معنوی کمالات و فضائل آپ کی تصنیفات سے ظاہر ہیں جس قدر کشفِ حقائق آپ نے کیا ہے کم ہی کسی اور بزرگ نے کیا ہوگا۔ آپ صاحب کرامات بزرگ تھے۔

Marfat.com

شرط ہے۔ اور راہ نا مسلوک سے مُراد جذبہ اور محبت کا راستہ ہے۔ اور اس میں تصفیہ قلب تزکیہ نفس پر مقدم ہے۔ اور یہ اختیار کا راستہ ہے۔ جس میں انابت و توبہ کی شرط نہیں۔ اور یہ راستہ محبوبوں اور مُرادوں کا راستہ ہے برخلاف پہلے راستے کے کہ وہ محبوں اور مُریدوں کا راستہ ہے۔

تو ان میں سے بعض جو قوت جذبہ اور محبت کا غلبہ (کہ مغلوبی اور مستی سے یہی مُراد ہے) رکھتے تھے۔ آفاقی اور انفسی یعنی ظاہری اور باطنی شیطانوں کی شرارت سے محفوظ رہے۔ اور ان کے بہکانے اور گمراہ کرنے سے بچے رہے۔ اگرچہ ان کا کوئی رہبر نہ تھا۔ لیکن فضل ایزدی نے ان کی رہبری کی اور ان کو مطلوب حقیقی تک پہنچا دیا۔ اور ان میں سے جو با تمیز تھا یعنی جذبہ کی قوت نہ رکھتا تھا۔ اور محبت کا غلبہ اس کے حق میں مفقود تھا۔ چونکہ کوئی اس کا رہبر نہ تھا اس لئے دین کے دشمنوں نے اس کو رستہ سے بہکا دیا۔ اور اس کو ہلاک کر دیا۔ اور اسے دائمی موت میں گرفتار کر دیا۔

اور منجملہ مغلوبوں کے وہ دو ترک تھے جن کی نسبت حسین قصاب نے رمز و اشارہ سے حکایت کی ہے کہ ''میں ایک بڑے قافلہ کے ساتھ ایک راستہ میں جا رہا تھا کہ اچانک اس قافلہ سے دو ترک باہر نکل گئے اور نا مسلوک رستہ کی اختیار کیا۔ غرض وہ رستہ جس پر بڑا قافلہ جا رہا تھا۔ وہ راہِ سلوک ہے جو دس مشہور مقامات کو مفصل اور ترتیب وار قطع کرنے سے طے ہوتا ہے۔ کیونکہ اکثر مشائخ خاص کر متقدمین اسی راستے سے اپنے مقصد تک پہنچے ہیں۔ اور غیر جاری راستہ جو اُن دونوں ترکوں نے اختیار کیا۔ اور حسین قصاب نے اس راہ میں ان کی متابعت کی۔ وہ جذبہ اور محبت کا راستہ ہے جو اس مشہور اور جاری راہ کی نسبت وصول الی اللہ کے بہت نزدیک ہے۔ اور اس راہ کا مقدمہ لذت اور آرام پانا ہے۔ جو حس سے بے حس ہونے اور شعور سے بے شعور ہونے کا باعث ہے۔ اور اس حالت سے رات مُراد لی ہے۔ اور جب خلق سے یہ بے حس اور بے شعور ہونا حق تعالیٰ کے حضور اور شعور کو شامل ہے۔ تو اس حضور اور شعور کو چاند کے لفظ سے بیان فرمایا۔

یہ مقام کچھ شرح چاہتا ہے گوش ہوش سے سُننا چاہیئے کہ جسد کا مدبر رُوح ہے۔ اور قالب کا مربی قلب ہے۔ توائے جسدی قوتِ رُوحانی سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور جسمانی حواس قلب کی نورانیت سے مستفاد ہیں۔ پس ناچار حق تعالیٰ کی پاک جناب کی طرف قلب اور رُوح کو توجہ کرنے کے وقت جو طریق جذبہ میں لازم ہے۔ ابتدائے حال میں کہ کمی اور نقص کا وقت ہے جسد کی تدبیر اور قالب کی تربیت میں فتور پڑ جاتا ہے۔ جو حس کے بیکار ہونے اور شعور سے بیخبر ہونے کا باعث ہو جاتا ہے۔ اور قوے اور اعضا کی سُستی تک پہنچا دیتا۔ اور بے اختیار زمین پر سُلا دیتا ہے۔

اس حالت کو شیخ اجل شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہٗ نے فتوحات مکیہ میں سماع رُوحی سے تعبیر کیا ہے۔ اور وہ سماع جس میں حرکت دوری اور رقص ہے اس کو طبعی سماع کہا ہے۔ اور اس سے منع کرنے میں بڑا مبالغہ

Marfat.com

کیا۔ پس ثابت ہوا کہ ظاہری غیبت باطنی حضور کو شامل ہے اور جسد کا بے حس ہونا شعور رُوحی پر مشتمل ہے۔ جس کی تعبیر چاند سے مناسب ہے۔ اب ہم پھر اصل بات کو بیان کرتے ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ چاند کا سیاہ بادل میں چھپ جانے سے مراد صفات بشریہ کا ظہور ہے۔ جو مبتدیوں کے اس حضور و آگاہی کو پردہ میں چھپالیتا ہے۔ اور یہ پردہ میں آجانا درمیانی حالات تک ہی ہے۔ کیونکہ ابتدا سے گزر کر درمیان میں آجانے والوں کے لئے پوری پوشیدگی نہیں ہوتی صرف کچھ قدرے ہوتی ہے۔ اور ہوسکتا ہے کہ انہی معنوں سے کہا ہے کہ جب آدھی رات ہوئی پھر چاند بادل سے نکال اور ان دو جوانمردوں کے قدموں کے نشان کو میں نے پھر معلوم کیا۔ کیونکہ حالت بسط میں جو حضور و آگاہی کا وقت ہے راستہ روشن ہوجاتا ہے اور مسافت زیادہ طے کی جاتی ہے۔ جب صبح ہوئی یعنی وہ غیبت و ذہول دُور ہوگیا اور وہ حضور و آگاہی زیادہ ہوگئی۔ اور خلق کی توجہ کے ساتھ جمع ہوئی۔ اس حضور کا کنایہ آفتاب طلوع ہونے سے کیا ہے۔ اور پہاڑ سے مراد بشریت کا وجود ہے جو اس وقت پر ظاہر کیا گیا۔ کیونکہ اس راستے میں نفس کا تزکیہ قلب کے تصفیہ کے بعد ہے۔ اور چونکہ وہ دونوں تُرک قوت جذبہ اور محبت کا غلبہ رکھتے تھے۔ اس لئے بہادروں کی طرح بشریت کے پہاڑ پر چڑھ گئے اور ایک دم میں اُس کے اُوپر جا پہنچے۔ اور ایک قسم کی فنا سے مشرف ہوئے۔ اور حسین قصاب میں چونکہ اس طرح کے جذبہ کی قوت نہ تھی۔ بڑی محنت سے اس پہاڑ پر چڑھا۔ لیکن وہ بھی ان ترکوں کی متابعت کی برکت سے میسّر ہوا۔ ورنہ اس کا سر اُڑا دیتے اور ہلاک کردیتے۔

لشکر گاہ اعیان ثابتہ کے مرتبہ سے مراد ہے جو حقائق امکانی کے تعینات اور وجوبی علمی تعین کا جامع ہے کہ بے نہایت خیمے ان تعینات سے کنایہ ہے۔ اور ان کے درمیان ایک بڑا خیمہ جس کو سلطانی خیمہ کہا۔ اس سے تعین علمی وجوبی کی طرف اشارہ ہے۔ اور جب حسین قصاب نے سُنا کہ وہ سلطانی خیمہ ہے تو خیال کیا کہ اب مطلب کو پہنچ گیا۔ چاہا کہ سکر و مستی کی سواری سے جس کی مدد کے بغیر یہ راہ طے نہیں ہوسکتا۔ نیچے اُترے اور مطلوب کو پاکر آرام کرے۔ ابھی دایاں پاؤں (جو رُوح سے مراد ہے کیونکہ اس راہ نا مسلوک میں قلب و روح کے پاؤں سے چلتے ہیں نہ علم و عمل کے پاؤں سے کیونکہ یہ راہ سکول سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور اوّل چیز جو مستی سے نکلتی ہے یہی رُوح ہے اور پھر قلب نکلتا ہے جس سے مراد بایاں پاؤں ہے) رکاب سے نکالا ہی تھا کہ اس کے کان میں الہام پہنچا کہ سلطان خیمہ میں نہیں ہے۔ اور واقعی اسی طرح ہے۔ اور حسین قصاب چونکہ جذب کی قوت نہ رکھتا تھا۔ تھوڑی سی بشارت سُن کر مستی سے نکل آیا۔ اور وہ دو ترک چونکہ جذب قوی اور غلبہ محبت رکھتے تھے۔ اس قسم کی بشارتوں پر فریفتہ نہ ہوئے۔ اور بہادروں کی طرح اُوپر چڑھ گئے۔ حسین قصاب اگر ہزار سال تک بھی انتظار کرے۔ ہرگز سلطان کو خیمہ میں نہ پائے گا۔ کیونکہ وہ وراء الوار ہے۔

قولہ: گھوڑے پر چڑھ کر شکار کو گیا ہے۔ یعنی خوبصورت مظہروں اور جلوہ گاہوں پر بیٹھا ہے۔ اور

Marfat.com

عاشقوں کے دلوں کو شکار کر رہا ہے۔ یہ آواز اور یہ بات حسین قصاب کے فہم وسمجھ کے موافق تھی۔ جو تنزل کے طور پر اس سے کہی گئی۔ ورنہ جس جگہ وہ ذات تعالیٰ وتقدس ہے وہاں بیٹھنا اور شکار کے لیے جانا کچھ معنی نہیں رکھتا۔

لاو ہو ازاں سرائے روز بہی　باز گشتند و جیب و کیسہ تہی

ترجمہ: لوگ لاہو (معرفت) کی پُر رونق سرا سے جیب اور کیسہ خالی لے کر واپس لوٹ آئے۔

اس عبارت سے ایک اور معنی دل ست میں آئے جو مقام تفرد اور کبریائی کے مناسب ہیں۔ اگرچہ یہ معنی بھی اس پاک بارگاہ جل شانہ کے لائق نہیں ہیں۔ لیکن دُوسرے معنوں سے زیادہ بہتر اور مناسب ہیں۔ اور وہ معنی یہ ہے کہ وہ وحدت پر جو تعین اوّل ہے اور مرتبہ واحدیت سے بڑھ کر ہے بیٹھا ہے اور چونکہ مرتبہ وحدت میں تمام علمی اور عینی تعینات کا استہلاک اور فنا ہے۔ اس لئے شکار کو جو وحوش وطیور کے ہلاک کا باعث ہے۔ اس مقام کے مناسب جان کو شکار کے لئے گیا ہوا فرمایا:

شیخ محمد معشوق طوسی اور امیر علی عبو بادشاہ کی شکار گاہ میں پہنچ گئے اور اس کا شکار ہو گئے۔ لیکن معشوق طوسی زیادہ آگے اور زیادہ قریب ہے۔ اور حسین قصاب پادشاہ کے واپس آنے کی امید پر واحدیت کے خیموں ہی میں رہا۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَةِ الْمُرَادِ وَ مَا فِیْهِ مِنَ الصَّوَابِ وَ السَّدَادِ اور حقیقت مراد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور اس میں بہتری اور صواب اُسی کو معلوم ہے۔

میرے مخدوم طریقہ نقشبندیہ قدس سرہم کے بزرگواروں نے اسی نا مسلوک راستہ کو اختیار کیا ہے۔ اور یہ غیر مقررہ رستہ ان بزرگواروں کے طریقہ میں مقررہ راہ بن گیا ہے۔ اور بے شمار لوگوں کو اسی راہ سے توجہ وتصرف کے ساتھ مطلب تک پہنچاتے ہیں۔ اس طریق کے لئے وصول لازم ہے۔ بشرطیکہ پیر مقتداء کے آداب کو مدنظر رکھا جائے۔ کیونکہ اس طریق میں بُوڑھے اور جوان عورتیں اور بچے وصول میں برابر ہیں۔ بلکہ مُردے بھی اس دولت سے اُمیدوار ہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ میں نے حق تعالیٰ سے ایسا طریق مانگا ہے جو بلاشبہ مطلوب تک پہنچانے والا ہے۔

اور حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہٗ نے جو خواجہ نقشبند کے خلیفہ اوّل میں اس معنی کی وضاحت کے طور پر یہ شعر پڑھا ہے:

مگر نشکستی دل دربانِ راز　قفل جہاں راہمہ بکشادمے

ترجمہ: اگر راز وبھید کے دربان کا دل ٹوٹنے کا خدشہ نہ ہوتا تو میں تمام جہان کے تالے کھول دیتا۔

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَلٰی طَرِیْقَةِ هٰؤُلَاءِ الْاَکَابِرِ　اللہ تعالیٰ ہم کو ان بزرگواروں کے طریقہ پر ثابت قدم رکھے۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۲۰۱)

ایک استفسار کے جواب میں کوچک بیگ حصاری کی طرف لکھا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔ جناب کوچک بیگ حصاری نے پوچھا ہے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ علوم سب کے سب دو تین حرفوں میں مندرج ہیں۔ اس بات کا یقین کریں یا نہ کریں؟ اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ ظاہر اس شخص نے علم وسماع اور کتابوں کے مطالعہ کی رُو سے کہا ہوگا۔ کیونکہ متقدمین بزرگوں سے اس قسم کی باتیں سرزد ہوئی ہیں۔

حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ تمام علوم بسم اللہ کی با میں مندرج ہیں۔ بلکہ اس با کے نقطہ میں۔ وہ اگر وہ شخص اس بات میں کشف کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا امر دو حال سے خالی نہیں۔ اگر وہ یہ کہے کہ مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ تمام علوم دو تین حرفوں میں عام طور پر مندرج ہیں۔ خواہ ان دو تین حرفوں کو اس کے معلوم کے ساتھ مخصوص کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ تو صدق کا احتمال رکھتا ہے۔ اور اگر کہے کہ سب علوم کو دو تین حرفوں کے ضمن میں مجھ پر منکشف کیا ہے۔ اور ان دو تین حرفوں کے صفحہ میں تمام علوم کا مطالعہ کرتا ہوں۔ تو وہ جھوٹا مدعی ہے۔ اس بات کا یقین نہ کرنا چاہیے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَ اَكْمَلُهَا اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کی اتباع کی اور حضرت مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب نمبر (۲۰۲)

میرزا فتح اللہ خاں کی طرف صادر فرمایا:

ان لوگوں کے حال پر افسوس کرنے میں جنہوں نے اپنے آپ کو ان بزرگوں کی عقیدت کی لڑی میں پرویا اور پھر بلاوجہ ان بزرگواروں سے قطع تعلق کر لیا۔

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ عَلَى الطَّرِيْقَةِ الْمُسْتَقِيْمَةِ الْمَرْضِيَّةِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ. حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضرت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پسندیدہ اور سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔

ایک دن مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم کی غیرت کی نسبت گفتگو ہو رہی تھی کہ اثنا میں اس بات کا بھی ذکر درمیان آیا کہ اُن لوگوں کا کیا حال ہوگا' جنہوں نے اپنے آپ کو ان بزرگواروں کی جماعت میں داخل کیا ہے یا اُن کے ضمن میں اپنے آپ کو لائے ہیں۔ اور انہوں نے قبول فرمایا ہے۔ اور پھر بلاوجہ و بے سبب ان بزرگواروں سے تعلق کاٹ لیا۔ اور ظن

Marfat.com

وگمان سے دُوسرے کے دامن کو جا پکڑا ہے۔ اس ضمن میں آپ کا اور قاضی سنام کا بھی ذکر ہوا تھا۔ یہ بات ٹھیک معلوم نہیں شاید ایک لحہ تک ہوتی رہی ہو گی۔ اور وہ بھی خاص موقع پر مبنی تھی۔ بعد ازاں خدا نہ کرے کہ فقیر نے کسی مُسلمان کو تکلیف دینے کا ارادہ کیا ہو یا دل میں کینہ چھپا رکھا ہو۔ اپنی خاطر شریف کو اس بات سے جمع رکھیں۔

آپ کو معلوم ہو گا کہ ہمارا طریق دعوت اسماء کا طریق نہیں ہے۔ اس طریقہ کے بزرگواروں نے ان اسماء کے مسمیٰ میں فنا ہونا اختیار کیا ہے۔ اور ابتداء ہی سے ان کی توجہ احدیت صرف کی طرف ہے۔ اور اسم وصفت سے سوائے ذات کے اور کچھ نہیں چاہتے۔ یہی وجہ ہے کہ اوروں کی نہایت ان کی ہدایت میں مندرج ہے۔ ع

قیاس کن ز گلستانِ من بہار مرا میرے باغ سے میری بہار کا اندازہ کرلو

اب چونکہ اس تذکرہ نے بیشمار نقلوں کی وجہ سے ایک نئی صورت پیدا کرلی ہے۔ اور یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ اُس طرف سے کئی قسم کی وہمی باتیں پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے ان کے دفع کرنے کے لئے یہ چند کلمے لکھنے کی جراٗت کی۔ آپ کی آشنائی سے کچھ زیادہ نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی آپ کی نا آشنائی سے کچھ نقصان پہنچتا ہے۔ صرف آپ کی خیرخواہی ملحوظ و منظور تھی۔ لیکن اَلرَّاضِیْ بِالضَّرَرِ لَا یَسْتَحِقُّ النَّظَرَ (جو اپنے ضرر پر آپ راضی ہو وہ شفقت و مہربانی کا مستحق نہیں ہوتا) مثل مشہور ہے۔ یقیناً جان لیں کہ اس فقیر نے آپ کے ضرر کا ارادہ نہیں کیا۔ اور نہ ہی انشاء اللہ تعالیٰ کرے گا۔ وہ تو صرف ایک بات تھی جو ازروئے غیرت کے جو درویشوں کو ہونی چاہیئے۔ مناسب موقع پر کہی گئی تھی۔ دل میں کسی قسم کے فکر کو دخل نہ دیں۔

دُوسرے یہ کہ وہ شخص جو اپنے آپ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل جانے اس کا امر دو حال سے خالی نہیں ہے یا وہ زندیق محض ہے یا جاہل صرف۔ چند سال ہوئے کہ اس فقیر نے اس سے پہلے بھی فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کے بارہ میں ایک مکتوب آپ کی طرف لکھا تھا پھر تعجب کی بات ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد بھی آپ اس قسم کی باتیں پسند کرتے ہیں۔ وہ شخص جو حضرت امیر رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل کہے اہل سنت و جماعت کے گروہ سے نکل جاتا ہے تو پھر اس شخص کا کیا حال ہے جو اپنے آپ کو افضل جانے۔ اور اس گروہ میں یہ بات مقرر ہے کہ اگر کوئی سالک اپنے آپ کو خسیس کتے سے بہتر جانے تو وہ ان بزرگوں کے کمالات سے [illegible] ہے۔

سلف کا اجماع اس بات پر منعقد ہو چکا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ تمام انسانوں سے افضل ہیں۔ وہ بڑا ہی احمق ہے جو اس اجماع کے برخلاف کرے۔

اس فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل وحشی جو ایک مرتبہ خیر البشر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کو پہنچا۔ اویس قرنی سے جو خیر التابعین ہیں کئی درجے بہتر ہے۔

پس ایسے شخص کے حق میں اس قسم کی باتوں کا خیال کرنا عقل دُور اندیش سے دُور ہے جس عبارت سے

Marfat.com

لوگوں کے دلوں میں یہ وہم پیدا ہوا ہے۔ اس کو غور سے دیکھنا چاہیئے۔ اور اصل معاملہ کو سمجھنا چاہیئے۔ صرف حاسدوں کی تقلید کرنی مناسب نہیں۔ حالانکہ مشائخ نے غلبۂ سکر میں بہت نامناسب باتیں کہی ہیں۔ چنانچہ شیخ بسطامؒ فرماتے ہیں لِوَائِیْ اَرْفَعُ مِنْ لِوَاءِ مُحَمَّدٍ میرا جھنڈا محمدؐ کے جھنڈے سے بلند ہے۔ تو ایسی باتوں سے افضل ہونے کا گمان نہیں کر سکتے کہ یہ عین بے دینی ہے۔ اور فقیر کی کلام میں تو اس قسم کی باتوں کا ذکر تک بھی نہیں ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۲۰۳)

ملا حسینی کی طرف صادر فرمایا:

اس بزرگ گروہ کی محبت کی ترغیب میں اور اس بیان میں کہ ان کا ہمنشین بدبختی سے محفوظ ہے اور اس کے مناسب بیان میں۔

اَحْسَنَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَحْوَالَکُمْ وَ اَصْلَحَ اَعْمَالَکُمْ وَ اٰمَالَکُمْ اللہ تعالیٰ آپ کے احوال کو اچھا کرے۔ اور آپ کے اعمال اور اُمیدوں کو نیک کرے۔

آپ کا مکتوب شریف جو فقراء کی محبت سے خبر دے رہا تھا اس کے پہنچنے سے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ حق تعالیٰ اس بلند گروہ کی محبت کو دن بدن زیادہ کرے۔ اور ان کی نسبتِ نیازمندی کو سرمایہ روزگار بنائے اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ[1] کے بموجب ان کا مُحِب انہی کے ساتھ ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہمنشین بدبخت نہیں ہوتا۔

حدیث نبوی[1] علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے کہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کے سوا خدائے تعالیٰ کے چند ایسے فرشتے ہیں جو راستوں اور بازاروں میں اہل ذکر کی تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ جب وہ ذاکروں کے گروہ کو کہیں ذکر کرتے ہوئے پاتے ہیں تو ایک دُوسرے کو پکارتے ہیں کہ آؤ تمہارا مطلب حاصل ہو گیا۔ پس جمع ہو کر اپنے پروں سے ان کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ جب وہ ذکر سے فارغ ہوتے ہیں تو فرشتے آسمان پر جاتے ہیں۔ پس حق تعالیٰ حالانکہ اپنے بندوں کے حال کو بخوبی جانتا ہے، فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کیسے دیکھا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ خدایا تیری حمد و ثنا کرتے تھے۔ اور تجھ کو بزرگی سے یاد کرتے تھے اور تجھ کو تمام عیوب اور نقصان سے پاک بیان کرتے تھے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کیا اُنہوں نے مجھے دیکھا ہے فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں دیکھا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو پھر اُن کا کیا حال ہو۔ ملائکہ عرض کرتے ہیں کہ پھر اس سے زیادہ بزرگی اور پاکیزگی سے یاد کریں۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مجھ سے کیا طلب

---

[1] مسلم و بخاری شریف ۱۲

[1] بخاری و مسلم شریف بروایت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲

Marfat.com

کرتے تھے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ بہشت مانگتے تھے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کیا اُنہوں نے بہشت کو دیکھا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ نہیں دیکھا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ بہشت کو دیکھ لیں تو پھر اُن کا کیا حال ہو۔ فرشتے عرض کرتے ہیں پھر اس سے زیادہ اس کی طلب اور حرص کریں۔ پھر حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ وہ کس چیز سے ڈرتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ دوزخ سے ڈرتے تھے۔ اور تجھ سے پناہ مانگتے تھے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ پھر اس سے زیادہ پناہ مانگیں۔ اور اس سے زیادہ ڈریں اور بھاگیں۔ پھر حق تعالیٰ فرماتا ہے فرشتوں کو کہ تم گواہ رہو میں نے سب کو بخش دیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں یارب اس ذکر کی مجلس میں فلاں آدمی ذکر کے لئے نہیں آیا تھا۔ بلکہ کسی دنیاوی حاجت کے لئے آیا تھا اور ان میں بیٹھ گیا تھا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ اَنَا جَلِیسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ[2] (میں اُس کا ہمنشیں ہوں جس نے میرا ذکر کیا) کے بموجب میرے ایسے ہمنشین[3] ہیں۔ ان کا ہمنشین بد بخت نہیں ہوتا۔

اس حدیث اور پہلی حدیث اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ سے لازم آتا ہے کہ ان کے مُحِب ان کے ساتھ ہیں اور جو کوئی ان کے ساتھ ہے وہ بد بخت نہیں ہوتا۔

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَ اِیَّاکُمْ عَلٰی مَحَبَّۃِ ھٰؤُلَاءِ الْکِرَامِ بِحُرْمَۃِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الْھَاشِمِیِّ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَکُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو ان بزرگوں کی محبت پر ثابت قدم رکھے بحرمت النبی الامی الہاشمی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام جب تک ذکر کرنے والے اس کا ذکر کریں اور غافل اس کے ذکر سے غافل رہیں۔

اور جو آپ نے اپنے احوال کی نسبت شیخ الہ داد کے مکتوب میں لکھا تھا۔ اس قسم کی نیستی اور گم ہونا بہت طالبوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ اپنی ہمت بلند رکھیں اور جو کچھ حاصل ہو۔ اُس پر قناعت نہ کریں۔

بس بیرنگ است یار دلخواہ اے دل　　　قانع نشوی برنگ ناگاہ اے دل

ترجمہ: دل کو چاہنے والا یار بہت بے رنگ ہے۔ اے دل اچانک کسی رنگ پر قناعت نہ کر لینا۔۱۲

اس گروہ کی محبت نہایت ضروری ہے حق تعالیٰ ان لوگوں کی صحبت میں داخل کرے۔

گردمستاں گرد گر مے کم رسد بوئے رسد　　　گرچہ بُوئے ہم نباشد رویت ایشاں بس است

---

[2] بخاری شریف بروایت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ

[3] حضور غوث الثقلین الشیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ شعر

انا من رجال لا یخاف جلیسھم　　　ریب الزمان ولا یری ما یرھب

ترجمہ: میں ان لوگوں میں سے ہوں جن کے ہمنشین کو زمانے کے حوادث کا کوئی ڈر نہیں۔ اور نہ وہ کوئی ڈر کی چیز دیکھے گا۔

Marfat.com

ترجمہ: مستوں کے گرد گھومتے رہو اگر ان سے شراب نہیں ملے گی بُو تو ضرور پہنچے گی۔ اور اگر بُو بھی نہ پہنچے تو ان کو دیکھ لینا ہی کافی ہے۔

اسی طریق پر جو طریق قبلہ گاہی خواجہ عبدالباقی قدس سرہٗ سے اخذ کیا ہے۔ اللہ کے اسم مبارک کو کامل توجہ کے بعد بیچونی اور بیچگونی کے معنے سے دل میں گزاریں۔ اور حاضر و ناظر کے معنی کا تصور نہ کریں۔ بلکہ کسی صفت کو ملحوظ نہ رکھیں۔ اسی اسم مبارک کو اچھی توجہ کے بعد ہمیشہ دل میں حاضر رکھیں بعض ضروری باتیں حضور و محبت پر منحصر ہیں۔ اگر ملاقات میسر ہوئی تو بیان کی جائیں گی۔ ملاقات کے وقت تک تازہ احوال لکھتے رہیں۔ کیونکہ ان کا مطالعہ غائبانہ توجہ کا باعث ہوتا ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۲۰۴)

میر محمد نعمان بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ اہلِ خسران کے طعنوں سے رنج محسوس نہ کریں اور جو کام درپیش ہے اُس میں مشغول رہیں اور دوستوں کی جمعیت اور ترقیوں کے حاصل ہونے میں کوشش جاری رکھیں۔

جناب میر نعمان اہل خسران کی پریشان باتوں سے رنج نہ اُٹھائیں۔ قُلْ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ کہ ہر ایک اپنی طرز پر کام کرتا ہے۔ آپ کو لائق ہے کہ ان کے بدلے اور مکافات کے درپے نہ ہوں۔ دروغ کو کبھی فروغ نہیں ہے۔ ان کی متناقض باتیں ہی ان کے بازار کی رونق کو کم کر دیں گی۔[1] مَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَالَہٗ مِنْ نُّوْرٍ جس کے لئے اللہ نے کوئی نور نہیں بنایا اُس کے لئے کوئی نور نہیں۔ وہ شغل جو درپیش ہے اس میں کوشش کریں۔ اور اس کے غیر سے آنکھ بند کر لیں۔ قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ فِیْ خَوْضِھِمْ یَلْعَبُوْنَ کہ اللہ پھر چھوڑ دے ان کو تا کہ اپنی بیہودہ باتوں میں لگے رہیں۔

اَخی محمد صادق وقت پر آ پہنچے۔ عشرہ اعتکاف اتفاق سے بجا لائے۔ اور فتوحات اور واردات تازہ سے مشرف ہوئے۔ الحمدللہ کہ تمام دوستوں کے اوقات جمعیت سے گزرے ہیں۔ اور پے درپے ترقیاں حاصل ہو رہی ہیں۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَسَلَّمَ وَ بَارِکْ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ

---

[1] پارہ ۱۸ اسورہ نور ۱۲

Marfat.com

مکتوب نمبر (۲۰۵)

خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف لکھا:

اس بیان میں کہ اصلی مقصود صاحب شریعت علیہ السلام کی متابعت ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال متابعت سے مشرف فرمائے۔ کیونکہ صدیقین کی اصلی غرض اور مقصود یہی ہے۔ اور اس کے سوا سب کچھ جھوٹے وہم اور بیہودہ خیالات ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کو اور ہم کو ان سے بچائے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ دَائِمًا۔ اور سلام ہو اُس شخص پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور حضرت مصطفےٰ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کو ہمیشہ لازم پکڑا۔

مکتوب نمبر (۲۰۶)

ملا عبدالغفور سمرقندی کی طرف لکھا:

دنیا اور اس کے ناز و نعمت میں گرفتار ہونے کی برائی میں۔

اَللّٰھُمَّ نَبِّھْنَا قَبْلَ اَنْ یُّنَبِّھَنَا الْمَوْتُ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ عَلَیْھِمُ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ وَ اَتَمُّھَا وَ اَفْضَلُھَا یااللہ تو ہم کو سید المرسلین علیہ السلام کی طفیل آگاہ کردے پیشتر اس کے کہ ہم کو موت آگاہ کرے۔

آپ کا شریف اور لطیف خط جو اس دور افتادہ حقیر کے نام لکھا ہوا تھا پہنچ کر بڑی خوشی کا باعث ہوا۔ جَزَاکُمُ اللّٰہُ عَنَّا خَیْرَ الْجَزَاءِ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

اے بھائی! آدمی کو چرب اور لذیذ کھانوں اور نفیس اور دیدہ زیب کپڑوں کے لئے دنیا میں نہیں لائے۔ اور عیش و عشرت اور کھیل کود کے لئے پیدا نہیں کیا۔ بلکہ انسان کے پیدا کرنے سے مقصود اس کی ذلت و انکسار اور عجز و محتاجی ہے جو بندگی کی حقیقت ہے۔ لیکن وہ انکسار اور احتیاج جس کا شریعت مصطفویہ علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے حکم فرمایا ہے۔ کیونکہ باطل لوگوں کی وہ ریاضتیں اور مجاہدے جو شریعت روشن کے موافق نہیں ہیں۔ سوائے خسارہ کے کچھ فائدہ نہیں دیتیں۔ اور ان سے سوائے حسرت اور ندامت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ چاہیئے کہ اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے عقائد کے موافق احکام شرعیہ سے عملی اور اعتقادی طور پر اپنے ظاہر کو آراستہ اور پیراستہ کرنے کے بعد اپنے باطن کو ذکر الٰہی سے آباد رکھیں۔ اور وہ سبق جو طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس سرہم سے

لے سورہ جمعہ۔ یعنی اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ فلاح اور نجات پاؤ۔ ۱۲

Marfat.com

اخذ کیا ہے اس کا تکرار کریں۔ کیونکہ ان بزرگواروں کے طریق میں انتہا ابتدا میں درج ہے۔ اور ان کی نسبت سب نسبتوں سے اعلیٰ ہے۔ کوتاہ اندیش ان باتوں کا یقین کریں یا نہ کریں۔ فقیر کا مقصود دوستوں کو رغبت اور شوق دلانا ہے۔ مخالف اس بحث سے خارج ہیں۔

ہر کہ افسانہ بخواند افسانہ ایست ہر کہ نقدش دید خود مردانہ ایست

ترجمہ: جس نے اسے افسانہ قرار دیا وہ خود افسانہ ہے یعنی بے حقیقت ہے اور جس نے اسے اپنا مقصد قرار دیا وہ مرد ہے۔

غرض یہ کہ عاقبت کی بہتری ذکر پر وابستہ ہے۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اس مطلب پر گواہ ہے۔ پس ذکر کثیر کو برقرار رکھنا چاہیئے۔ اور جو کچھ اس دولت کے نامناسب ہے۔ اس کو دشمن جاننا چاہیئے۔ نجات کا علاج یہی ہے۔

ذکر گو ذکر تا ترا جان است پاکئے دل ز ذکر رحمان است

ترجمہ: جب تک تم میں جان باقی ہے ذکر اور یاد الٰہی میں لگے رہو۔ کیونکہ دل کی پاکیزگی ذکر رحمان پر منحصر ہے ۱۲

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغ قاصد کا کام حکم پہنچا دینا ہے۔[1] آلا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ سُن لو اللہ کے ذکر سے دل کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ نص قاطع ہے۔ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا ہے کہ اس پر ثابت اور برقرار رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کیونکہ اصل مقصود یہی ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَ اَكْمَلُهَا اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

جامہ فرجی یعنی قبا جو نیک وقتوں میں کئی دفعہ پہنا گیا ہے۔ ارسال کیا گیا ہے۔ اس کو پہن لیں۔ حق تعالیٰ اپنے نبی اور ان کی آل پاک ﷺ کی طفیل تمام کاموں کا انجام بخیر کرے۔

مکتوب نمبر (۲۰۷)

مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ ظاہری اور جسمانی قرب کو دلوں کے قرب میں بڑی تاثیر ہے۔ اور اس بیان میں کہ وجد و حال کو جب تک شرع کے میزان پر نہ تولیں نیم دام سے بھی نہیں خریدتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. تمام حمد وثنا اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

[1] پارہ ۱۳ سورہ رعد ۱۲

Marfat.com

مدت گزری ہے کہ جناب کی اور حضرات مخدوم زادوں کی اور فرزندی میاں جمال الدین حسین اور باقی عزیزوں اور بزرگوں اور بلند بارگاہ کے خادموں بالخصوص میاں شیخ الہ داد اور میاں الہ دیا کہ خیریت کی خبر نہیں پہنچی۔ اس کا مانع سوائے اس امر کے کچھ نہ ہوگا کہ شاید جناب نے اس دُور افتادہ کو بھلا دیا ہوگا۔ ہاں بدنوں کے قرب کے دلوں کے قرب میں بڑی تاثیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ولی صحابہؓ کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ باوجود اس قدر بلند مرتبہ ہونے کے چونکہ خیر البشر ﷺ کی صحبت میں حاضر نہیں ہوئے ادنیٰ صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے۔

کسی شخص نے عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ معاویہؓ افضل ہے یا عمرو بن عبدالعزیزؒ۔ تو آپ نے جواب دیا کہ وہ غبار جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاویہ کے گھوڑے کے ناک میں داخل ہوا۔ عمرو بن عبدالعزیزؒ سے کئی درجے بہتر ہے۔

اس طرف کے احوال و اوضاع مع متعلقین اور تابعداروں کے بخیر و عافیت ہیں اس بات پر بلکہ تمام نعمتوں پر اور خاص کر اسلام اور حضرت سیّد الانام ﷺ کی متابعت کی نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔ کیونکہ اصلی مقصود یہی ہے۔ اور نجات کا مدار اسی پر ہے۔ اور دنیا و آخرت کی سعادت کا پانا اسی پر وابستہ ہے۔

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَ اِیَّاكُمْ عَلٰی ذٰلِکَ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَ عَلَیْهِمُ الصَّلَوَاتُ وَ التَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَ اَکْمَلُهَا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سید المرسلین ﷺ کی طفیل اس متابعت پر ثابت قدم رکھے۔ ع

کار این است غیر ازیں ہمہ ہیچ — اصل کام یہی ہے باقی سب ہیچ ہے

صوفیوں کی بیہودہ باتوں سے کیا حاصل ہوتا ہے اور ان کے احوال سے کیا بڑھتا ہے۔ وہاں وجد و حال کو جب تک شرع کی میزان پر نہ تولیں نیم درم سے نہیں خریدتے۔ اور کشف اور الہاموں کو جب تک کتاب و سنت کی کسوٹی پر نہ رکھ لیں نیم جو کے برابر بھی پسند نہیں کرتے۔

طریق صوفیہ پر سلوک کرنے سے مقصود یہ ہے کہ معتقدات شرعیہ کا جو ایمان کی حقیقت ہیں زیادہ یقین حاصل ہو جائے۔ اور فقہیہ احکام کے ادا کرنے میں آسانی میسر ہو۔ نہ کہ اس سے کے سوا کچھ اور امر۔ کیونکہ رویت کا وعدہ آخرت میں ہے اور دنیا میں البتہ واقع نہیں ہے۔ وہ مشاہدات اور تجلیات جن کے ساتھ صوفیہ خوش ہیں وہ صرف ظلال سے آرام پانا اور شبہ و مثال سے تسلی حاصل کرنا ہے۔ حق تعالیٰ وراء الوراء ہے۔

عجب کاروبار ہے کہ اگر ان کے مشاہدات اور تجلیات کی حقیقت پوری پوری بیان کی جائے تو یہ ڈر لگتا ہے کہ اس راہ کے مبتدیوں کی طلب میں فتور اور ان کے شوق میں قصور پڑ جائے گا۔ اور ساتھ ہی اس بات کا بھی ڈر ہے کہ اگر باوجود علم کے کچھ بھی نہ کہے۔ تو حق باطل کے ساتھ ملا رہے گا۔ یَا دَلِیْلَ الْمُتَحَیِّرِیْنَ دُلَّنِیْ بِحُرْمَةِ

Marfat.com

مَنْ جَعَلْتَهٗ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اے سرگشتہ اور حیرانوں کے راہ دکھانے والے ہم کو اس وجود پاک کی حرمت سے سیدھی راہ کی ہدایت کر جس کو تو نے رحمۃ اللعالمین ﷺ بنایا ہے۔

کبھی کبھی اپنے احوال کی کیفیات سے اطلاع دیتے رہیں۔ کیونکہ یہ امر محبت کے زیادہ ہونے کا موجب ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ وَالتَّحِيَّاتُ اَفْضَلُهَا وَ اَكْمَلُهَا اور سلام ہو اُس شخص پر جس نے ہدایت کی راہ اختیار کی اور حضرت مصطفےٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب نمبر (۲۰۸)

حضرت مخدوم زادہ یعنی محمد صادق[1] کی طرف صادر فرمایا (اللہ تعالیٰ اسے تادیر عقید تمندوں کے سروں پر قائم رکھے۔)

اس سوال کے جواب میں کہ اس طریق کا سالک کبھی اپنے آپ کو انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات میں پاتا ہے بلکہ بعض اوقات دیکھتا ہے کہ اس سے بھی اُوپر چلا گیا ہے۔ اس میں کیا راز ہے۔

میرے فرزند نے پوچھا تھا کہ اس راہ کا سالک مقامات عروج میں کبھی اپنے آپ کو انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات میں پاتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات یوں محسوس کرتا ہے کہ ان مقامات سے بھی بلند چلا گیا ہے۔ اس معنے کا راز کیا ہے۔ حالانکہ سب کا اس بات پر اتفاق اور اجماع ہے کہ فضیلت انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہے۔ اولیا جو کچھ حاصل کرتے ہیں۔ یا ولایت کے مقامات تک پہنچتے ہیں۔ انہی کی متابعت سے پہنچتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وہ مقامات اُن مقامات عروج کی نہایت نہیں ہیں۔ بلکہ ان بزرگواروں کا عروج ان مقامات سے کئی مرتبہ بلند ہے۔ کیونکہ وہ مقامات اسمائے الٰہی جل شانہ سے مراد ہیں جو ان کے تعینات کے مبادی اور حضرت حق تعالیٰ کی طرف سے فیض کے وسیلے ہیں۔ کیونکہ حضرت ذات کو اسماء کے وسیلے کے بغیر عالم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ہے۔ اور غنا کے سوا کوئی نسبت حاصل نہیں ہے۔ آیت کریمہ اِنَّ[2] اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (اللہ جہان والوں سے غنی ہے) اس معنی پر گواہ ہے۔ اور جب یہ بزرگوار مراتب عروج سے نزول فرماتے ہیں اور اُوپر کے انوار کو اپنے ساتھ لے کر نیچے آتے ہیں تو ان اسماء میں

---

[1] حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۰۰ھ میں ہوئی اور ۱۰۲۵ھ کو ربیع الاوّل بروز پیر وصال فرمایا۔

[2] پارہ ۲۰ سورہ عنکبوت

Marfat.com

ان کے مرتبوں کے اختلاف ہے کے بموجب جوان کے طبعی مقامات کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں' اقامت فرماتے ہیں اور وطن بنالیتے ہیں۔ پس اگر کوئی ان کو قرار پذیر ہونے کے بعد ڈھونڈے تو ان کو انہی اسماء میں پائے گا۔ پس وہ بلند استعداد والا جو حضرت ذات کی طرف متوجہ ہے ناچار عروج کے وقت ان اسماء میں پہنچے گا اور اس جگہ اُوپر کو گزر جائے گا۔ اِلٰی مَا شاءَ اللّٰہ لیکن جب وہ سالک اُوپر سے نیچے آئے گا۔ اور اس اسم میں جو اس کے وجودی تعین کا مبدء ہے نزول کرے گا۔ تو وہ اسم ذات ان اسموں سے جو انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات ہیں بہت نیچے ہوگا۔ اور اس جگہ مقامات کا فرق ظاہر ہو جائے گا کیونکہ افضلیت کا مدار اس بات پر ہے کہ جس کا مقام بلند ہے وہی افضل ہے۔ اور جب تک سالک اپنے اسم میں واپس نہ آئے اور اپنے اسم کو ان اسموں سے نیچے معلوم نہ کرے ان بزرگواروں کی افضلیت کو ذوق و حال کے طور پر معلوم نہیں کرسکتا۔ بلکہ تقلید کے طور پر ان کو افضل کہتا ہے۔ اور پہلے یقین پر ان کی اولیت کا حکم کرتا ہے۔ لیکن اس کا وجدان و ذوق اس کے حکم کا مکذب ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں بارگاہِ الٰہی میں التجا اور زاری اور عجز و نیاز کرنا ضروری ہے تاکہ اصل حقیقت ظاہر ہو جائے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں سالکوں کے قدم پھسل جاتے ہیں۔ اس جواب کو ہم ایک مثال سے واضح کرتے ہیں:۔

معقولی یعنی اہل فلسفہ نے کہا ہے کہ دُھواں خاکی اور آتشی اجزا سے مرکب ہے۔ جس وقت دُھواں اُوپر کو جاتا ہے تو خاکی اجزا آتشی اجزا کے ہمراہ اُوپر چلے جاتے ہیں۔ اور قاسر[1] کا قسر حاصل ہونے سے عُروج کر جاتے ہیں۔ اور اُنہوں نے کہا ہے کہ اگر دُھواں قوی ہو۔ تو وہ کرۂ نار تک چڑھ جاتا ہے۔ اس وقت اجزائے خاکی اجزائے آبی اور اجزائے ہوائی کے مقامات میں جو بالطبع فوقیت رکھتے ہیں پہنچ جائیں گے۔ اور وہاں سے عروج کر کے اوپر چڑھ جائیں گے۔ اس صورت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ اجزائے خاکی کا مرتبہ اجزائے ہوائی کے رتبہ سے بلند تر ہے۔ کیونکہ وہ فوقیت باعتبار قاسر کے ہے نہ باعتبار ذات کے۔ اور کرۂ نار تک پہنچنے کے بعد جب وہ اجزائے خاکی نیچے گریں گے اور اپنے اصلی مرکز پر پہنچیں گے۔ تو بیشک ان کا مقام آب و ہوا کے مقام سے نیچے ہوگا۔

پس بحث مذکور میں اس سالک کا عروج بھی ان مقامات سے باعتبار قاسر کے ہے اور وہ قاسر گرمی محبت کی زیادتی اور جذبۂ عشق کی قوت ہے۔ اور ذات کے اعتبار سے اس کا مقام ان مقامات سے بہت نیچے ہے۔

یہ جواب جو کہا گیا ہے منتہی کے حال کے مناسب ہے۔ لیکن اگر ابتدا میں یہ وہم پیدا ہو جائے اور اپنے آپ کو بزرگوں کے مقامات میں معلوم کرے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتداء اور توسط میں ہر مقام کا ظل اور مثال ہے اور مُبتدی اور متوسط جب ان کے ظلال میں پہنچتے ہیں تو خیال کرتے ہیں کہ ان مقامات کی حقیقت تک پہنچ گئے ہیں۔ اور ظلال اور حقائق کے درمیان فرق نہیں کرسکتے۔ اور ایسے ہی بزرگوں کے شبہ اور مثال کو جب اپنے مقامات کے ظلال میں پاتے ہیں تو خیال کرتے ہیں کہ ان مقامات میں بزرگوں کے ساتھ مشترک ہیں حالانکہ ایسا نہیں

Marfat.com

ہے۔ بلکہ یہاں شے کے ظل کا نفس شے کے مانند ہونا لازم آتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَاھِیَ وَ جَنِّبْنَا عَنِ الْاِشْتِغَالِ بِالْمَلَاھِیْ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَ اَکْمَلُھَا یا اللہ تو ہم کو حضرت سیّد المرسلین ﷺ کی طفیل اشیاء کی اصل حقیقت سے پورا پورا آگاہ کر اور لہو و لعب کے ساتھ مشغول ہونے سے بچا۔

مکتوب نمبر (۲۰۹)

میر محمد نعمان بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

رسالہ مبدء و معاد کی بعض مشکل عبارتوں کے حل کرنے میں اور بعض عبارتوں کے بیان جو اس کی تائید میں لکھی گئی ہے۔ اور ایک مکتوب کے جواب میں جو اس طریق کی ضروری باتوں پر مشتمل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِهِ الطَّاهِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں اور سیّد المرسلین اور ان کی آل پاک پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

میرے سیادت پناہ عزیز بھائی میر محمد نعمان جمعیت سے رہیں۔ اس طرف کے احوال حمد کے لائق ہیں۔ سرائے فرخ میں رخصت ہونے کے وقت آپ نے اور برادرم محمد اشرف نے اس عبارت کے معنی جو رسالہ مبدء و معاد میں واقع ہے پوچھے تھے چونکہ وقت نے یاوری نہ کی۔ اس لئے رکاوٹ واقع ہوگئی۔ اب دل میں آیا کہ اس عبارت کے حل میں کچھ لکھا جائے تاکہ دوستوں کی تسلی اور تشفی کا موجب ہو۔ رسالہ کی عبارت یہ ہے کہ:

> آنحضرت ﷺ کے رحلت فرمانے سے ہزار اور چند سال کے بعد ایک ایسا زمانہ آ رہا ہے کہ حقیقت محمدیؐ اپنے مقام سے عروج فرماتی ہے اور حقیقت کعبہ کے مقام سے متحد ہو جائیگی اور اس وقت حقیقت محمدی کا نام حقیقت احمدی ہو جائے گا۔ اور ذات احد جل سلطانہٗ کا مظہر بن جائے گی۔ اور دونوں اسم مبارک اپنے مسمّٰی کے ساتھ متحقق ہو جائیں گے۔ اور پہلا مقام حقیقت محمدیؐ سے خالی رہے گا۔ یہاں تک کہ حضرت عیسٰی علٰے نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں اور شریعت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موافق عمل کریں گے۔ اس وقت حقیقت عیسوی اپنے مقام سے عروج فرما کر حقیقت محمدیؐ کے مقام میں جو خالی رہا تھا اقرار پکڑے گی۔

جاننا چاہیئے کہ شخص کی حقیقت اس کے تعین وجوبی سے مراد ہے کہ اس شخص کا تعین امکانی اس تعین کا ظل ہے۔ اور وہ تعین وجوبی اسمائے الٰہی مثل علیم و قدیر و مرید و متکلم وغیرہ میں سے ایک اسم ہے اور وہ اسم الٰہی اس شخص کا رب اور اس کے وجودی فیوض کا مبدء ہے۔ اور اس اسم کی نسبت حضرت ذات کے ساتھ مختلف مراتب میں

Marfat.com

ہے۔ مرتبہ صفت میں اور توابع وجودی کہ اس کا وجود ذات کے وجود پر زائد ہے۔ یہی اسم اطلاق پاتا ہے۔ اور مرتبہ شان میں بھی کہ اس کی زیادتی ذات پر مجرد اعتبار سے ہے۔ یہی اسم صادق آتا ہے۔ اور صفت و شان کے درمیان فرق۔ اُس مکتوب میں جو سلوک اور جذبہ کے بیان میں لکھا گیا تھا۔ مفصل ذکر پا چکا ہے۔ اگر معلوم نہ ہو تو اس مکتوب کی طرف رجوع کریں۔ اور شک نہیں ہے کہ شان کا حاصل ہونا بھی اگرچہ مجرد اعتبار ہے۔ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس سے اوپر اس کے شان کے مناسب اور زائد معنی ہوں جو اس کے وجود اعتباری کا مبدء ہوں۔ پس اس اسم کو اس مرتبہ سے بھی نصیب حاصل ہے اور اس معنے زائدہ کے فوق بھی یہ احتمال جاری ہے۔ لیکن قوتِ بشری اس کے ضبط کرنے سے عاجز ہے۔ اس فقیر بے بضاعت نے ایک اور مرتبہ کو بھی عبور کیا ہے۔ لیکن اس مرتبہ کے فوق میں سوائے استغراق اور نیستی کے کچھ حاصل نہیں ہے[1] وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ہر صاحب علم کے اُوپر علم والا ہے۔

هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا
وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ

ترجمہ: ارباب نعمت کو نعمتیں گوارا ہوں اور عاشق مسکین کے لئے وہی درد و غم ہے جسے وہ گھونٹ گھونٹ پی رہا ہے۔

اہل اللہ کی ایک دُوسرے پر فضیلت اپنی اپنی استعداد اور قابلیت کے موافق ان مختلف مراتب کے طے کرنے کے اعتبار سے ہے۔ اور اس اسم سے واصل اولیا بہت تھوڑے ہیں۔ کیونکہ اکثر ان میں سے سلوک اور سیر تفصیلی کے طریق پر تمام مراتب امکانیہ سے عروج کرنے کے بعد اس اسم کے ظلال میں سے کسی ظل تک واصل ہیں۔ اور صرف جذبہ کے طریق سے بھی اس اسم تک واصل ہونے کا وہم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ بے اعتبار اور بے اعتماد ہے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے اس اسم سے عروج کیا ہے۔ اور مراتب متفاوتہ کو کم و بیش طے کیا ہے۔ وہ بہت ہی تھوڑے ہیں۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شخص کی حقیقت جیسے کہ تعین وجوبی کو کہتے ہیں تعین امکانی کو بھی کہتے ہیں۔ جب یہ مقدمات معلوم ہو گئے۔ تو میں کہتا ہوں کہ محمد رسول اللہ ﷺ تمام مخلوقات کی طرح عالم خلق اور عالم امر سے مرکب ہیں۔ اور وہ اسم الٰہی جو ان کے عالم خلق کی تربیت کرنے والا ہے۔ شان العلیم ہے۔ اور وہ جو ان کے عالم امر کی تربیت فرماتا ہے وہ معنے ہے جو اس شان کے وجود اعتباری کا مبدء ہے۔ جیسے کہ گزر چکا اور حقیقت محمدی شان العلیم سے مراد ہے۔ اور حقیقت احمدی اس معنے سے کنایہ ہے جو اس شان کا مبدء ہے اور حقیقت کعبہ سبحانی بھی اسی معنے سے مُراد ہے۔ اور وہ نبوت جو حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے پہلے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل تھی۔ اور اس مرتبہ کی نسبت خبر دی ہے اور فرمایا ہے کہ

[1] سورہ یوسف پارہ ۱۳۔ ۱۲

Marfat.com

كُنْتُ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ میں نبی تھا جبکہ آدم ابھی پانی اور کیچڑ میں تھا۔ وہ باعتبار حقیقت احمدیؐ کے تھی جس کا تعلق عالم امر سے ہے۔ اور اس اعتبار سے حضرت عیسیٰ علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام نے جو کلمۃ اللہ تھے اور عالم امر سے زیادہ مناسبت رکھتے تھے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی تشریف آوری کی خوشخبری اسم احمدؐ سے دی ہے اور فرمایا ہے مُبَشِّرًا[2] بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ خوشخبری دینے والا ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور اُس کا نام احمدؐ ہے اور وہ نبوت جو عنصری پیدائش سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ صرف حقیقت محمدیؐ کے اعتبار سے نہیں ہے۔ بلکہ دونوں حقیقتوں کے اعتبار سے ہے۔ اور اس مرتبہ میں آپ کی تربیت کرنے والی وہ شان اور اس شان کا مبدء ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مرتبہ کی دعوت پہلے مرتبہ کی دعوت کی نسبت زیادہ اتم ہے۔ کیونکہ اُس مرتبہ میں آپ کی دعوت عالم[1] امر سے مخصوص تھی۔ اور آپ کی تربیت رُوحانیوں پر منحصر تھی۔ اور اس مرتبہ میں آپ کی دعوت خلق وامر دونوں کو شامل ہے۔ اور آپ کی تربیت اجساد وارواح پر مشتمل ہے۔

حاصل کلام یہ کہ اس جہان میں آپ کی عنصری پیدائش کو آپ کی مُلکی پیدائش پر غالب کیا ہوا تھا۔ تاکہ مخلوقات کے ساتھ جن میں بشریت زیادہ غالب ہے۔ وہ مناسبت جو افادہ اور استفادہ کا سبب ہے زیادہ پیدا ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اپنی بشریت کے ظاہر کرنے کے لئے بڑی تاکید سے امر فرماتا ہے کہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ کہ میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں میری طرح وحی کی جاتی ہے۔ لفظ مِثْلُكُمْ کا لانا تاکید بشریت[2] کے لئے ہے۔ اور وجود عنصری سے رحلت کر جانے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی روحانیت کی جانب غالب ہوگئی اور بشریت کی مناسبت کم ہوگئی۔ اور دعوت کی نورانیت میں تفاوت پیدا ہوگیا۔

---

1 ترمذی شریف بروایت حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بالفاظ

قالو امتي وجبت لک النبوة قال ادم بين الروح و الجسد

شرح السنۃ میں یہ روایت بایں الفاظ مروی ہے۔

انی عند اللّٰہ مکتوب خاتم النبيين و ادم لمنجدل فی طينته

2 پارہ ۲۸ سورہ صف

1 معلوم ہوا کہ عالم امر اور عالم اَرواح میں بھی سب کی تربیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے کی اور آپ اجساد اور ارواح دونوں کے مربی ہیں۔

2 حضور نبی اکرم ﷺ کی بشریت یا آپ کے نُور ہونے کے متعلق حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کے مسلک وعقیدہ کی وضاحت آپ کی درج ذیل عبارات سے ہوجاتی ہے۔

(۱) دفتر سوم مکتوب نمبر (۱۰۰) میں حضرت شیخ مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

بعض اصحاب کرامؓ نے فرمایا ہے کہ ابھی ہم آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دفن سے فارغ نہ ہوئے کہ ہم نے اپنے دلوں میں فرق محسوس کیا۔ ہاں ایمان شہودی ایمان غیبی سے بدل گیا۔ اور معاملہ آغوش سے گوش تک اُ پہنچا۔ اور دیکھنے سے سُننے تک نوبت آ گئی۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے جب ہزار سال گزرے جو بڑی لمبی مدت اور بڑا دراز زمانہ ہے۔ تو روحانیت کی طرف اس طرح غالب ہوئی کہ بشریت کی تمام جانب کو اپنے رنگ مدیں رنگ دیا۔ حتیٰ کہ عالم خلق نے عالم امر کا رنگ اختیار کیا۔ پس ناچار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عالم خلق سے جس چیز نے اپنی حقیقت کی طرف رجوع کی تھی۔ یعنی حقیقت محمدیؐ عروج کر کے حقیقت احمدیؐ سے لاحق ہو گئی اور حقیقت محمدؐ حقیقت احمدیؐ سے متحد ہو گئی۔

باید دانست کہ خلق محمدیؐ در رنگِ خلق سائر افرادِ انسانی نیست۔ بلکہ بخلق ہیچ فردے از افرادِ عالم مناسبت ندارد کہ او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم باوجودنشاء عنصری از نورِ حق جل وعلا مخلوق گشتہ۔ کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام خُلِقتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہ ودیگراں را این دولت میسر نشدہ است۔

ترجمہ: جاننا چاہیئے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش دُوسرے افرادِ انسانی کی پیدائش کی طرح نہیں ہے بلکہ جہاں کے تمام افراد میں سے کسی فرد کے ساتھ آپ کی پیدائش اور آپ کا وجود انور مناسبت و مشابہت نہیں رکھتا کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باوجود جسم عنصری رکھنے کے نورِ حق تعالیٰ سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے خود فرمایا ہے "میں اللہ کے نُور سے پیدا ہوا ہوں" اور دوسرے کسی کو یہ دولت نصیب نہیں ہوئی۔

(۳) اسی مکتوب میں چند سطر بعد فرماتے ہیں:

وبکشف صریح معلوم گشتہ است کہ خلقت آنسرور علیہ السلام ناشی از مکان است کہ بصفات اضافیہ تعلق دارد نہ امکانیکہ در سائر ممکنات عالم کائن است۔

ترجمہ: اور کشف صریح سے معلوم ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ اُس امکان سے پیدا ہوئے ہیں جو صفات اضافیہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس مکان سے پیدا نہیں ہوئے جو باقی کائنات عالم میں پایا جاتا ہے۔

اسی مکتوب میں فرماتے ہیں:

نوریستؐ کہ درنشاء عنصری بعد از انصباب از اصلاب بارحام متکثرہ بمقتضائی حکم ومصالح بصورت انسانی کہ احسن تقویم است ظہور نمودہ است ومسمّی بمحمدؐ واحمدؐ شدہ۔

ترجمہ: آنحضرت ﷺ ایسا نور ہیں جو عالم اجسام میں پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتے رہے ہیں اور پھر آخر کار مختلف رحموں سے منتقل ہوتے ہوئے حکمتوں اور مصلحتوں کے پیش نظر بصورت انسان جو بہترین صورت ہے ظہور فرمایا اور محمد واحمد کے نام سے موسوم ہوئے۔"

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ مذکورہ عبارات واضح کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ "حق تعالیٰ سے پیدا ہوئے ہیں اور حکم ومصالح کے تحت انسانی صورت میں عالم اجسام میں جلوہ فرما ہوئے ہیں۔

Marfat.com

اس جگہ حقیقت محمدیؐ اور حقیقت احمدیؐ سے مُراد حضور علیہ الصلوٰۃ کے خلق و امر کا تعین امکانی ہے۔ نہ تعین وجوبی کہ تعین امکانی اس کا ظل ہے۔ کیونکہ تعین وجوبی کے عروج کے کچھ معنے نہیں اور اس تعین کے ساتھ متحد ہونا معقول نہیں ہے۔

جب حضرت عیسےٰ علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں گے۔ تو حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کی متابعت کریں گے۔ اور اپنے مقام سے عروج فرما کر تبعیت کے طور پر حقیقت محمدیؐ کے مقام میں پہنچیں گے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی تقویت کریں گے۔ گذشتہ شریعتوں کا بھی یہی حال تھا کہ اولوالعزم پیغمبروں کے رحلت فرما جانے سے ہزار سال کے بعد انبیائے کرام اور رُسلِ عظام معبوث ہوتے تھے۔ جو ان پیغمبروں کی شریعت کو تقویت دیتے تھے۔ اور ان کے کلمہ کو بلند کرتے تھے۔ اور جب پیغمبر اولوالعزم کی دعوت و شریعت کا دورہ تمام ہو جاتا تھا تو دُوسرا اولوالعزم پیغمبر معبوث ہو جاتا تھا۔ اور نئے سرے سے اپنی شریعت ظاہر کرتا تھا۔ اور چونکہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت نسخ و تبدیل سے محفوظ ہے۔ اس لئے حضورؐ کی اُمت کے علماء کو انبیا کا مرتبہ عطا فرما کر شریعت کی تقویت اور ملّت کی تائید کا کام ان کے سپرد فرمایا ہے۔ بلکہ ایک اولوالعزم پیغمبر کو حضورؐ کا تابعدار بنا کر حضورؐ کی شریعت کو ترقی بخشی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ہم ہی نے قرآن مجید کو نازل کیا۔ اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اور جاننا چاہیئے کہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رحلت کر جانے سے ہزار سال بعد حضورؐ کی اُمت کے اولیا جو ظاہر ہوں گے۔ اگرچہ وہ قلیل ہوں گے مگر اکمل ہوں گے۔ تاکہ اس شریعت کی تقویت پورے طور پر کر سکیں۔

حضرت مہدی جن کی تشریف آوری کی نسبت حضرت خاتم الرُّسل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بشارت

وہ اسی مکتوب میں فرماتے ہیں:

(۴) وہر چند بدقتِ نظر صحیفہ ممکنات عالم را مطالعہ نمودہ مے اید وجود آنسرورؐ علیہ السلام در آنجا مشہود نمگیر دو چوں وجود آنسرورؐ علیہ السلام از عالم ممکنات نباشد بلکہ فوق ایں باشد ناچار اورا سایہ نہ بود۔ ونیز در عالم شہادت سایہ شخص از شخص لطیف است وچوں لطیف تر ازوے در عالم نباشد اورا سایہ چہ صورت دارد علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

ترجمہ: اور کتنی ہی باریک نظر سے صحیفہ ممکنات کا مطالعہ کیا جائے نبی کریم ﷺ کا وجود انور اس میں سے معلوم نہیں ہوتا اور چونکہ آنحضرت ﷺ اس عالم ممکنات میں سے نہیں ہیں بلکہ اس سے بلند و ارفع امکان سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس پر آپ کے جسم شریف کا سایہ نہیں تھا۔ اور نیز اس سے عالم شہادت میں شے کا سایہ شے سے لطیف تر ہوتا ہے۔ اور جب حضور علیہ السلام سے زیادہ لطیف کوئی چیز جہاں میں نہیں ہے تو آپ کے جسم مبارک کے لئے سایہ کس طرح متصور ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

فرمائی ہے۔ ہزار سال کے بعد پیدا ہوں گے۔ اور حضرت عیسےٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام خود بھی ہزار سال کے بعد نزول فرمائیں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس طبقہ کے اولیا کے کمالات اصحاب کرام رضوان اللہ عنہم کے کمالات کی مانند ہیں۔ اگرچہ انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کے بعد فضیلت و بزرگی اصحاب کرام کے لئے ہے۔ لیکن یہ ایک ایسا مقام ہے کہ کمال مشابہت کے باعث کے ایک کو دُوسرے پر فضیلت نہیں دے سکتے۔

اور ہوسکتا ہے کہ اسی وجہ سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا[1] ہو کہ لَا یُدْرٰی اَوَّلُھُمْ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُھُمْ نہیں معلوم ان میں سے اوّل زمانہ کے بہتر ہیں یا آخر زمانہ کے۔ اور یہ نہیں فرمایا کہ لَا اَدْرِیْ اَوَّلُھُمْ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُھُمْ میں نہیں جانتا کہ ان میں سے اوّل کے بہتر ہیں یا آخر کے۔ کیونکہ فریقین میں سے ہر ایک کا حال آپ کو معلوم تھا۔ اسی واسطے حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا ہے کہ خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ لیکن چونکہ کمال مشابہت کے باعث تردّد کا مقام تھا۔ اس لئے لَا یُدْرٰی فرمایا۔

اگر کوئی سوال کرے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اصحاب کے زمانہ کے بعد تابعین کے زمانہ کو اور تابعین کے زمانہ کے بعد تبع تابعین کے زمانہ کو بہتر فرمایا ہے۔ تو یہ دونوں قرن بھی یقیناً اس گروہ سے بہتر ہوں گے پھر یہ طبقہ کمالات میں اصحاب کرام کے ساتھ کیسے مشابہ ہوگا۔ تو اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ اس قرن کا اس طبقہ سے بہتر ہونا اس اعتبار سے ہو کہ اولیاء اللہ کا ظہور کثرت سے ہوگا۔ اور بدعتیوں اور بدکاروں اور گنہگاروں کا وجود کم ہوگا۔ اور یہ امر ہرگز اس بات کے منافی نہیں کہ اس طبقہ کے اولیاء اللہ میں سے بعض افراد ان دونوں قرنوں کے اولیاء سے بہتر ہوں۔ جیسے کہ حضرت مہدی۔

فیض رُوح القدس ارباز مدد فرماید دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

رُوح القدس کا فیض اگر دوبارہ مدد فرمائے تو دُوسرے بھی وہ کام کرسکتے ہیں جو حضرت مسیح کرتے تھے۔

لیکن اصحاب کا زمانہ ہر لحاظ سے بہتر ہے۔ اس کی نسبت گفتگو کرنا فضول ہے۔ سابق سابق ہی ہیں اور جنت نعیم میں مقرب ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ دُوسروں کا پہاڑ جتنا سونا خرچ کرنا ان کے ایک سیر جَو خرچ کرنے کے برابر نہیں ہے۔ وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ پہلے بیان ہے اس عبارت کے معنے واضح ہوگئے۔ جو رسالہ مبدء معاد میں اس عبارت

---

[1] پُوری حدیث اس طرح ہے۔ مثل امتی مثل المطر لا یدری اولہ خیر ام اخرہ. ترمذی شریف یعنی میری اُمت کا حال بارش کی طرح ہے نہیں معلوم ہوسکتا کہ بارش کا پہلا حصہ بہتر ہے یا آخری حصہ یعنی ساری اُمت بہتر ہے جس طرح ساری بارش نافع اور خیر ہے۔ یہ حدیث الفاظ کے کچھ تغیر کے ساتھ بروایت عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ ابن عساکر میں بھی موجود ہے۔ ۱۲

Marfat.com

کے اُوپر لکھی گئی ہے کہ کعبہ ربانی کی حقیقت حقیقتِ محمدیؐ کی مسجود ہوگئی۔ کیونکہ کعبہ ربانی کی حقیقت بعینہٖ حقیقت احمدیؐ ہے کہ حقیقت محمدیؐ دراصل اس کا ظل ہے۔ پس ناچار حقیقت محمدیؐ کی مسجود ہوگی۔ اگر سوال کریں کہ کعبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اولیائے اُمت کے طواف کے لئے آتا ہے۔ اور ان سے برکات حاصل کرتا ہے۔ حالانکہ اس کی حقیقت حقیقتِ محمدیؐ پر متقدم ہے تو پھر یہ بات کس طرح جائز ہوگی؟

میں جواب میں کہتا ہوں کہ حقیقت محمدیؐ تنزیہ اور تقدیس کی بلندی سے محمد علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے نزول کرنے کے مقامات کی نہایت ہے۔ اور کعبہ کی حقیقت عروج کعبہ کے مقامات کی نہایت ہے۔ اور حقیقت محمدیؐ کے واسطے مرتبہ تنزیہ پر عروج کرنے کے لئے پہلا مرتبہ حقیقتِ کعبہ ہے۔ اور حقیقت محمدیؐ کے عروج کی نہایت کو سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ اور جب حضورؐ کی اُمت میں سے کامل اولیاء کو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عروجات سے پُورا پُورا حصہ حاصل ہے تو پھر اگر کعبہ ان بزرگواروں سے برکات حاصل کرے تو کیا تعجب ہے۔

زمین زادہ بر آسمان تافتہ زمین و زمان راپس انداختہ

ترجمہ: خاک سے پیدا شدہ آسمان پر جا پہنچا اور زمین وزمان کو پیچھے چھوڑ گیا۔

اور دُوسری عبارت بھی جو اس رسالہ سے اس مقام میں لکھی گئی تھی حل ہوگئی۔ اور وہ عبارت یہ ہے کہ کعبہ کی صورت جس طرح کی اشیا کی صورتوں کی مسجود ہے۔ اسی طرح کعبہ کی حقیقت بھی ان اشیاء کی حقیقتوں کی مسجود ہے۔ کیونکہ مقدمات سابقہ سے معلوم ہوا ہے کہ حقائق اشیا اُن اسمائے الٰہی سے مُراد ہے جو ان کے وجود اور ان کے وجود کے متعلقات کے فیوض کا مبدء ہے۔ اور حقیقت کعبہ ان اسماء کے فوق ہے۔ پس بیشک حقیقت کعبہ حقائق اشیاء کی متبوع ہوگی۔ ہاں اگر اولیاء میں سے اکمل کو حقیقت کعبہ سے بالاتر سیر واقع ہو جائے۔ اور بالاتر انوار کو حاصل کر کے اپنے حقائق کے مراتب میں جو مراتب عروج میں اشیاء کے طبعی مقامات کی مانند ہیں' نیچے اُتر آئیں۔ تو کعبہ ان کی برکات سے توقع رکھے گا جیسے کہ پہلے گزر چکا۔

اور نیز رسالہ مبدء معاد میں چند فقرے انبیائے اولوالعزم کے ایک دُوسرے سے افضل ہونے میں لکھے گئے تھے۔ ان کے ایک دُوسرے کے افضل ہونے کے معنی چونکہ کشف والہام پر مبنی ہیں جو ظنی ہیں اس لئے اس کے لکھنے اور فضیلت میں تفرقہ کرنے سے ندامت اور توجہ کرتا ہے کیونکہ قطعی دلیل کے سوا اس بارہ میں گفتگو کرنا جائز نہیں اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ مِنْ جَمِیْعِ مَا کَرِهَ اللّٰهُ قَوْلًا وَّ فِعْلًا میں اُن تمام اقوال وافعال سے جو اللہ کو ناپسند ہیں توبہ کرتا ہوں اور بخشش مانگتا ہوں۔

آپؒ نے اپنے مکتوب میں یہ بھی لکھا تھا کہ:۔

---

1 سبحان اللہ اولیاء کرام کی کتنی عظیم شان ہے کہ کعبہ بھی ان کے طواف کو آتا ہے۔

Marfat.com

میں نے سرائے فرخ میں پُوچھا تھا کہ طالبوں کو طریقت سکھانا میرے حال کے مناسب ہے یا نہیں اور تم نے جواب میں لکھا تھا کہ نہیں۔

فقیر کو یاد نہیں رہا کہ عام طور پر نفی کی ہو۔ بلکہ یہ کہا ہوگا۔ کہ شرائط پر مشروط ہے۔ بے شرائط ہرگز مناسب نہیں۔ اور اب بھی اسی طرح جانیں۔ چاہیئے کہ شرائط کو مدنظر رکھنے میں بڑی احتیاط کریں اور ہرگز سستی نہ کریں۔ اور جب تک استخاروں کے ساتھ اس بات کا یقین نہ ہو جائے کہ طریقہ سکھانا چاہیئے۔ تب تک کسی کو نہ سکھائیں۔ اور برادرم مولانا یار محمد قدیم کو بھی اس بات کی طرف رہنمائی کریں اور بڑی تاکید سے کہیں کہ طریقت چلانے میں جلدی نہ کرے۔ کیونکہ مقصود دکان کھولنا نہیں ہے۔ بلکہ حق تعالیٰ کی مرضی کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ اطلاع دینا شرط ہے۔

دُوسرے یہ کہ آپ نے اپنے مریدوں کی نسبت گلہ کیا تھا۔ گلہ تو آپ کو اپنی وضع کی نسبت کرنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ آپ اس جماعت سے اس طرح زندگی بسر کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ آزاد و تکلیف ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ پیر کو چاہیئے کہ مریدوں کی نظر میں اپنے آپ کو آراستہ اور شان و شوکت سے رکھے نہ یہ کہ ان کے ساتھ اخلاط کا دروازہ کھول دے اور ان سے ہمنشینوں کی طرح سلوک کرے۔ اور حکایت و گفتگو سے مجلس گرم رکھے۔ والسلام

مکتوب نمبر (۲۱۰)

نفحات کی عبارت کے حل کرنے اور بعض ضروری نصیحتوں کے ذکر میں ملا شکیبی اصفہانی کی طرف لکھا:

آپ کا شریعت و لطیف خط جو از روئے شفقت و مہربانی اس حقیر بے سامان کے نام لکھا ہوا تھا شرف صدور لایا۔ اور اس کے مطالعہ سے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ آپ سلامت رہیں اور سلامت ہی جائیں۔ اور جب تک رہیں فقراء کی محبت پر رہیں۔ اور جب جائیں ان کی محبت کا سرمایہ لے کر جائیں۔ اور جب اُٹھیں اُن کی محبت میں اُٹھیں۔ بحرمت اُس وجودِ پاک کے جس نے فقر پر فخر کیا اور اس کو دولت مندی پر اختیار کیا ﷺ۔

آپ نے از روئے کرم کے لکھا تھا کہ اُس حکایت کا اصل معاملہ کیا ہے جو نفحات میں شیخ ابن السکینہ قدس سرہٗ کے مُرید کی نسبت مذکور ہے کہ ایک دن دریائے دجلہ میں غسل کے موقع پر غوطہ لگایا اور سر دریائے نیل سے جا نکالا اور مصر میں چلا گیا۔ اور وہاں شادی کی اور اس کے ہاں بیٹے پیدا ہوئے۔ اور سات سال تک مصر میں مقیم رہا۔ اتفاقاً پھر ایک دن غسل کے لئے دریائے نیل میں غوطہ لگایا۔ اور سر دریائے دجلہ میں جا نکالا۔ دیکھا کہ اس کے کپڑے جو دریائے دجلہ کے کنارے پر رکھے تھے۔ بدستور موجود ہیں۔ ان کپڑوں کو پہن کر گھر آیا۔ اس کی بیوی نے کہا کہ مہمانوں کے لئے کھانا جو آپ نے فرمایا تھا تیار ہے۔ الی آخرہ۔

میرے مخدوم! اس حکایت کا اشکال اس وجہ سے نہیں ہے کہ برسوں کا کام ایک گھڑی میں کیسے میسر

Marfat.com

ہو گیا۔ کیونکہ اس قسم کا معاملہ بہت واقع ہوتا ہے۔

حضرت رسالت خاتمیت ﷺ شب معراج میں عروج کے مرتبے طے کرنے اور وصول کی منزلیں قطع کرنے کے بعد جو کئی ہزار برسوں میں میسر ہو سکیں۔ جب اپنے دولت خانہ میں واپس آئے تو دیکھا کہ بسترِ خواب ابھی گرم ہے۔ اور کوزہ میں وضو کا پانی ابھی حرکت میں ہے۔

اس کی وجہ وہی ہے جو اس حکایت کے نقل کرنے کے بعد نفحات میں مذکور ہے کہ یہ بات بسط زمان کی قسم سے ہے۔ بلکہ اس حکایت کا اشکال اس سبب سے ہے کہ بغداد میں جو وقت ہو وہی مصر میں ہو۔ حالانکہ عرصہ سات سال کا درمیان پیدا ہو۔ مثلاً اہل بغداد اس وقت سن تین سو ساٹھ ہجری میں ہوں۔ اور اہلِ مصر اُس وقت تین سو ساٹھ ہجری میں۔ عقل و نقل اس بات کو پسند نہیں کرتی۔ یہ معاملہ ایک یا دو شخصوں کی نسبت ہو تو جائز ہے لیکن شہروں اور متعدد مکانوں کی نسبت محال ہے۔ جو کچھ اُس فقیر کی خاطر دفاتر میں گزرتا ہے وہ یہ ہے کہ حکایت حالت بیداری سے نہیں ہے۔ بلکہ خواب و واقعات کی قسم سے ہے کہ سُننے والے کے لئے خواب رویت سے مشتبہ ہو گئی ہے۔ اور نیند سے بیداری کا وہم گزرا ہے۔ اس قسم کے اشتباہ بہت واقع ہوتے ہیں۔ بلکہ اسی اشتباہ کے ظن سے ہے کہ خواب میں دیکھا ہے اور خواب میں اپنے پیر سے کہا ہے۔ اور فرزندوں کو لایا ہے وغیرہ وغیرہ اور وہ حکایت بھی جو اس حکایت کے بعد شیخ محی الدین بن عربی قدس سرّہ سے نقل کرتے ہیں اسی قسم سے ہے واللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ کُلِّهَا۔ اور تمام امور کی اصلی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ اس عبارت کی شرح لکھنی چاہیئے کہ جسد کا مُربّی رُوح اور قالب کا مُربّی قلب۔

میرے مخدوم! ان دونوں عبارتوں کا مطلب ایک ہی ہے اور وہ انسان کہ عالم خلق کو اس کے عالمِ امر سے تربیت کرتا ہے۔ اور چونکہ جسد کا لفظ رُوح کے لفظ کے ساتھ اکثر استعمال واقع ہوتا ہے اور قالب و قلب کے درمیان لفظی مناسبت ہے۔ اس واسطے ہر ایک کو اپنے مناسب لفظ کے ساتھ جمع کر کے عبارت کا اختلاف اختیار کیا گیا ہے۔ آپ نے نصیحتوں کی طلب ظاہر فرمائی ہے۔

میرے مشفق مخدوم! شرم آتی ہے کہ باوجود اس خرابی اور گرفتاری اور بے سامانی اور بے حاصلی کے اس بارہ میں کچھ لکھے۔ اور صریح طور پر یا اشارہ کے طور پر اس قسم کی کلام کرے۔ لیکن اس بات کا بھی ڈر ہے کہ اگر قول معروف سے اپنے آپ کو معاف رکھے تو اس سے خست اور کمینہ پن ظاہر ہوتا ہے اور بخل و کنجوسی کی نوبت پہنچتی ہے۔ اس لئے چند باتیں لکھنے کی جرأت کرتا ہے۔

میرے مخدوم! دُنیا کے بقا کی مُدت بہت قلیل ہے۔ اور اس قلیل سے بھی اکثر تلف ہو گئی ہے اور بہت کم باقی رہ گئی ہے۔ اور بقائے آخرت کی مدت خلود اور دوام ہے۔ اور معاملہ خلود کو بقائے چند روزہ کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ بعد ازاں یا دائمی راحت ہے یا دائمی عذاب۔

Marfat.com

مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو خبر دی ہے وہ سچ ہے اس میں خلاف کا احتمال نہیں ہے۔ اپنی عقل دُور اندیش سے کام لینا چاہیئے۔

میرے مخدوم! عمر کا بہتر اور قیمتی حصہ ہوا و ہوس میں گزر گیا۔ اور خدا تعالیٰ کے دشمنوں کی رضا مندی میں بسر ہوا۔ اور عمر کا نکما حصہ باقی رہ گیا ہے۔ اگر آج ہم اس کو خدائے تعالیٰ کی رضا مندی میں حاصل کرنے میں صرف نہ کریں۔ اور اشرف کی تلافی ارذل سے نہ کریں اور تھوڑی محنت کو ہمیشہ کے آرام کا وسیلہ نہ بنائیں۔ اور تھوڑی نیکیوں سے بہت سی بُرائیوں کا کفارہ نہ کریں۔ کل کونسا مُنہ لے کر ہم خدائے تعالیٰ کے سامنے جائیں گے۔ اور کیا حیلہ پیش کریں گے۔ یہ خواب خرگوش کب تک رہے گی۔ اور غفلت کی روئی کب تک کانوں میں پڑی رہے گی۔ آخر ایک دن بینائی سے پردے اُٹھا دیں گے۔ اور غفلت کی روئی کانوں سے ڈور کر دیں گے۔ لیکن پھر کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اور سوائے حسرت ندامت کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ موت کے آنے سے پہلے ہی اپنا کام بنا لینا چاہیئے۔ اور واشوقا کہتے ہوئے مرنا چاہیئے۔ اوّل عقاید کا درست کرنا ضروری ہے۔ اور اس امر کی تصدیق سے جو تواتر وضرورت کے طور پر دین سے معلوم ہوا ہے چارہ نہیں ہے۔ دوسرے ان باتوں کا علم و عمل ضروری ہے جن کا متکفل علم فقہ ہے۔ اور تیسرے طریقہ صوفیہ کا سلوک بھی درکار ہے۔ نہ اس غرض کے لئے کہ غیبی صورتیں اور شکلیں مشاہدہ کریں۔ اور نوروں اور رنگوں کا معائنہ کریں۔ حسّی صورتیں اور انوار کیا کم ہیں کہ کوئی ان کو چھوڑ کر ریاضتوں اور مجاہدوں نے غیبی صورتوں اور انوار کی ہوس کرے۔ حالانکہ یہ حسّی صورتیں اور انوار اور وہ غیبی صورتیں اور انوار دونوں حق تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ اور حق تعالیٰ کے صانع ہونے پر روشن دلیلیں ہیں۔ چاند سُورج کا نُور جو عالم شہادت سے ہے اُن انوار سے جو عالم مثال میں دیکھیں۔ کئی گنا زیادہ ہے۔ لیکن چونکہ یہ دید دائمی ہے اور خاص و عام اس میں شریک ہیں اس لئے اس کو نظر اور اعتبار میں نہ لا کر انوار غیبی کی ہوس کرتے ہیں۔ ہاں ؏

آبے کہ رود پیش درت تیرہ نماید

ترجمہ: جو پانی تیرے دروازے کے سامنے سے گزرتا ہے وہ تجھے کالا نظر آتا ہے۔

طرح صوفیہ کے سلوک سے مقصود یہ ہے کہ معتقداتِ شرعیہ میں یقین زیادہ حاصل ہو جائے۔ تاکہ استدلال کی تنگی سے کشفت کے میدان میں آ جائیں۔

مثلاً واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کا وجود جو اوّل استدلال یا تقلید کے طور پر معلوم ہوا تھا۔ اور اس کے اندازہ کے موافق یقین حاصل ہوا تھا۔ جب طریق صوفیہ کا سلوک میسر ہو تو یہ استدلال و تقلید کشف شہود سے بدل جاتا ہے اور یقین اکمل حاصل ہو جاتا ہے۔ سب اعتقادی امور میں یہی قیاس ہے۔ اور نیز طریقہ صوفیہ کے سلوک سے یہ مقصود ہے کہ احکام فقہیہ کے ادا کرنے میں آسانی حاصل ہو جائے اور وہ مشکل دور ہو جائے جو نفس کی امارگی

Marfat.com

سے پیدا ہوتی ہے۔اور اس فقیر کا یہ یقین ہے کہ طریق صوفیہ حقیقت میں علوم شرعیہ کا خادم ہے۔نہ شریعت کے مخالف کچھ اور امر۔اور اپنی کتابوں اور رسالوں میں اس معنی کی تحقیق کی ہے۔اور اس غرض کے حاصل ہونے کے لیے تمام طریقوں میں سے طریقہ علیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے کیونکہ ان بزرگواروں نے سنت کی متابعت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے کنارہ کیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اگر متابعت کی دولت ان کو حاصل ہو اور احوال کچھ نہ رکھتے ہوں تو خوش ہیں۔اور اگر باوجود احوال کے متابعت میں قصور معلوم کریں تو ان احوال کو پسند نہیں کرتے۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اگر تمام احوال و مواجید ہمیں دے دیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے اعتقاد سے نہ نوازیں تو سوائے خرابی کے ہم کچھ نہیں جانتے۔اور اگر اہل سنت و جماعت کا اعتقاد ہم کو دے دیں اور احوال کچھ نہ دیں تو پھر کچھ غم نہیں ہے۔اور نیز اس طریق میں نہایت بدایت میں مندرج ہے۔پس یہ بزرگ پہلے قدم میں وہ کچھ حاصل کر لیتے ہیں جو دوسروں کو نہایت میں جا کر حاصل ہوتا ہے۔اگر فرق ہے تو صرف اجمال و تفصیل اور شمول و عدم شمول کا ہے۔یہ نسبت بعینہٖ اصحاب کرام علیہم الرضوان کی نسبت ہے۔کیونکہ اصحاب حضرت خیر البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی صحبت میں وہ کچھ حاصل کر لیتے تھے جو اولیائے امت کو نہایت میں بھی شاید ہی حاصل ہو۔یہی وجہ ہے کہ خواہ اویس قرنی قدس سرہٗ جو خیر التابعین ہے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔جس کو صرف ایک ہی دفعہ خیر البشر علیہ ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی۔کیونکہ صحبت کی بزرگی تمام فضیلتوں اور کمالوں سے بڑھ کر ہے۔اس لیے کہ ان کا ایمان شہودی ہے۔اور دوسروں کو یہ دولت ہرگز نصیب نہیں ہوئی۔ع

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

یہی وجہ ہے کہ ان کا ایک سیر جو خرچ کرنا دوسروں کے پہاڑ جتنا سونا خرچ کرنے سے بہتر ہے۔اور تمام اصحاب اس فضیلت میں برابر ہیں۔پس سب کو بزرگ جاننا چاہیے اور نیکی سے یاد کرنا چاہیئے۔کیونکہ اصحاب سب کے سب عادل ہیں' اور روایت اور تبلیغ احکام میں سب برابر ہیں۔ایک کی روایت کو دوسرے کی روایت پر کوئی فوقیت نہیں ہے۔قرآن مجید کے اُٹھانے والے یہی لوگ ہیں۔اور آیاتِ متفرقہ کو ان کے عادل ہونے کے بھروسہ پر ہر ایک سے دو آیتیں یا تین آیتیں یا کم و بیش اخذ کر کے جمع کیا ہے۔اگر اصحاب میں سے کسی ایک پر طعن کریں تو وہ طعن قرآن مجید کے طعن تک پہنچا دیتا ہے۔کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بعض آیات کا حامل وہی ہو۔اور ان مخالفتوں اور جھگڑوں کو نیک نیتی پر محمول کرنا چاہیے اور ہوا و تعصب سے اپنے آپ کو بچانا چاہیئے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو سبحانہ کے احوال کو بخوبی جانتے ہیں' فرمایا ہے کہ:

Marfat.com

تِلْكَ دِمَآءٌ طَهَّرَ اللّٰهُ عَنْهَا اَيْدِيَنَا فَلْنُطَهِّرْ عَنْهَآ اَلْسِنَتَهَا

یہ وہ خون ہیں جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک کی پس ہمیں چاہیے کہ اپنی زبانوں کو بھی ان سے پاک رکھیں۔

اور اسی قسم کا مقولہ امام اجل حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے۔ والسلام اوّلاً و آخراً

مکتوب نمبر (۲۱۱)

مولانا یار محمد قدیم بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

ایک سوال کے جواب میں جو مولوی علیہ الرحمۃ کے مقولہ کے بارہ میں کیا گیا تھا۔ اور مقام تکمیل و ارشاد کی ضروری شرطوں کے بیان میں۔

میرے عزیز بھائی مولانا یار محمد قدیم کا مکتوب مرغوب پہنچ کر فرحت کا موجب ہوا۔ حضرت حق تعالیٰ بحرمت النبی و آلہ الامجاد صلی اللہ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام' کمال اور تکمیل کی بلندی تک پہنچائے۔

مولوی علیہ الرحمۃ کے مقولہ کی نسبت پوچھا تھا کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ وہ نازنین جو میری بغل میں تھا وہ حق تعالیٰ تھا۔'' آیا اس قسم کی باتیں کہنی جائز ہیں یا نہیں۔ تو جاننا چاہیے کہ اس قسم کی باتیں اس راہ میں بہت واقع ہوئی ہیں اور زبان پر آتی ہیں۔ اس قسم کا معاملہ تجلی صوری کا ہے کہ صاحب معاملہ اس صورت متجلی کہ حق تعالیٰ خیال کرتا ہے۔ ورنہ بات دراصل وہی ہے جو شیخ بزرگ امام ربانی خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ نے فرمائی ہے۔

تِلْكَ خَيَالَاتٌ تُرَبّٰى بِهَآ اَطْفَالُ الطَّرِيْقَةِ

یہ وہ خیال ہیں جن سے طریقت کے بچوں کی تربیت کی جاتی ہے۔

دوسرے یہ کہ چونکہ آپ کو طریقہ سکھانے کی ایک قسم کی اجازت دی گئی ہے۔ اس لیے اس بارہ میں چند فائدے لکھے جاتے ہیں۔ گوش ہوش سے سن کر ان پر عمل کریں۔

جاننا چاہیے کہ جب کوئی طالب آپ کے پاس ارادت سے آئے۔ اس کے طریقہ سکھانے میں بڑا تامل کریں۔ شاید اس امر میں آپ کا استدراج مطلوب ہو اور خرابی منظور ہو۔ خاص کر جب کسی مرید کے آنے میں خوشی و سرور پیدا ہو۔ تو چاہیے کہ اس بارہ میں التجا و تضرع کا طریق اختیار کر کے بہت سے استخارے کریں تاکہ یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ اس کو طریقہ سکھانا چاہیے۔ اور استدراج و خرابی مراد نہیں۔ کیونکہ حق تعالیٰ کے بندوں میں تصرف کرنا اور اپنے وقت کو ان کے پیچھے ضائع کرنا خدائے تعالیٰ کے اذن کے بغیر جائز نہیں۔ آیت کریمہ۔

Marfat.com

لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ تا کہ لوگوں کو اندھیرے سے نور کی طرف نکالے اللہ کے اذن سے۔

اسی مطلب پر دلالت کرتی ہے۔

ایک بزرگ فوت ہوگیا۔اس کو خطاب ہوا کہ تو وہی ہے کہ جس نے میرے دین میں میرے بندوں پر زرہ پہنی تھی؟اس نے کہا ہاں۔فرمایا کہ تو نے میری خلق کو میری طرف کیوں نہ چھوڑا اور دل کو کیوں نہ میری طرف متوجہ کیا؟

اور وہ اجازت جو آپ کو اور دوسروں کو دی گئی ہے چند شرائط سے مشروط ہے۔اور حق تعالیٰ کی رضامندی کا علم حاصل کرنے پر وابستہ ہے۔ابھی وقت نہیں آیا کہ مطلق اجازت دی جائے۔اس وقت کے آنے تک شرائط کو اچھی طرح مدنظر رکھیں، اطلاع دینا شرط ہے۔اور میر نعمان کی طرف بھی یہی لکھا گیا ہے، وہاں سے معلوم کرلیں۔غرض کوشش کریں تا کہ وہ وقت آجائے اور شرائط کی تنگی سے چھوٹ جائیں۔والسلام

مکتوب نمبر (۲۱۲)

مولانا محمد صدیق بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

اس کے بعض سوالوں کے جواب میں جو اس نے پوچھے تھے۔اور اس واقعہ کے حل میں جو اس نے دیکھا اور لکھا تھا۔

آپ کے دو مکتوب مرغوب پے در پے پہنچ کر بڑی خوشی کا موجب ہوئے۔حضرت حق تعالیٰ سید المرسلین کی طفیل بے شمار ترقیاں عطا فرمائے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ صاحب تصرف پیر اپنے تصرف سے مستعد مرید کو ان مرتبوں میں جو اس کی استعداد سے بڑھ کر ہیں، پہنچا سکتا ہے یا نہیں؟ ہاں پہنچا سکتا ہے لیکن ان بلند مرتبوں میں جو اس کی استعداد کے مناسب ہیں۔نہ ان مراتب میں جو اس کی استعداد کے مخالف ہیں۔مثلاً وہ مرید جو ولایت موسوی کی استعداد رکھتا ہے۔اور اس کی استعداد کی نہایت قوت اس ولایت کے نصف راہ تک پہنچنے کی ہے۔تو صاحب تصرف پیر اس کو اس ولایت کے نہایت درجات تک پہنچا سکتا ہے۔لیکن یہ کہ اس کو ولایت موسوی سے ولایت محمد میں لائے اور اس ولایت میں اس کو ترقی بخشے۔معلوم الوقوع نہیں ہے۔

اور نیز آپ نے پوچھا تھا کہ وہ کونسا مرتبہ ہے جس میں اخفیٰ جو انسانی لطائف میں سے زیادہ لطیف ہے نفس امارہ کا حکم رکھتا ہے۔اور دناءت و خساست میں اس کے ساتھ مشابہت پیدا کرتا ہے۔

میرے بھائی کو معلوم ہو کہ اخفیٰ اگرچہ لطائف میں سے لطیف ہے۔لیکن دائرہ امکان میں داخل ہے اور

Marfat.com

حدوث کے داغ سے داغدار ہے۔ جب سالک دائرہ امکان سے پاؤں باہر رکھتا ہے اور مراتب وجوب میں سیر فرماتا ہے۔ اور ظلال وجوبی سے ان کے اصلوں میں پہنچتا ہے اور صفت وشان کی قید سے چھوٹ جاتا ہے۔ ناچار ممکن اس کو خوار و بے اعتبار نظر آتا ہے۔ اور اس کے احسن والطف کو دناءت وخساست میں برابر دیکھتا ہے اور نفس و آفاق کو اس مقام میں یکساں خیال کرتا ہے۔

اور آپ نے لکھا تھا کہ بالواسطہ یا بلاواسطہ ہم نے سنا ہے کہ عبادت کے وقت حق تعالیٰ کو حاضر و ناظر دیکھ کر عبادت کرنا حق تعالیٰ کے تنزل کا موجب ہے۔ بندہ کی طرح عبادت کرنی چاہیے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کو حاضر سمجھ کر عبادت کرنی بے ادبی میں داخل ہے۔

اے محبت کے نشان والے! مجھے معلوم نہیں کہ اس فقیر سے اس قسم کی بات سرزد ہوئی ہو۔ کہیں اور جگہ سے دیکھی ہوگی۔

اور وہ واقعہ جو آپ نے لکھا تھا۔ اور واقعہ میں حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تھا بہت نیک اور اصلی ہے۔ پانی سے مراد علم ہے۔ اور اس میں ہاتھ ڈالنا علم میں قدرت کا حاصل ہونا ہے۔ اور اس بارہ میں حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی مشارکت اس کے حاصل ہونے کی مؤکد و مؤید ہے۔ کیونکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت رحمٰن کے شاگرد ہیں:

وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا — سکھائے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام چیزوں کے نام۔

حاصل کلام یہ کہ اس واقعہ میں علم سے مراد علم باطن ہے۔ بلکہ علم باطن کی وہ قسم جو اہل بیت علیہم الرضوان کی نسبت سے مناسبت رکھتی ہے۔ والباقی عند التلاقی۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۲۱۳)

سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا:

پند و نصائح کے بیان میں اور فرقہ ناجیہ یعنی علمائے اہل سنت و جماعت کی تابعداری کرنے اور بُرے علماء کی صحبت سے جنہوں نے علم کو دنیاوی اسباب حاصل کرنے کا وسیلہ بنایا ہے، بچنے کی ترغیب میں۔

عَصَمَكُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَمَّا لَا يَلِيْقُ بِجَنَابِكُمْ بِحُرْمَةِ جَدِّكُمُ الْاَمْجَدِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ — حق تعالیٰ آپ کو آپ کے جد بزرگوار علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل ان باتوں سے بچائے جو آپ کی جناب کے لائق نہیں ہیں۔

Marfat.com

حق تعالیٰ فرماتا ہے:

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ — احسان کا بدلہ احسان ہے۔

فقیر نہیں جانتا کہ آپ کے احسان کا بدلہ کس احسان سے ادا کرے۔ سوائے اس بات کے کہ نیک وقتوں میں سلامتی دارین کی دعا سے تر زبان رہے۔ اللہ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ یہ بات بے تکلف حاصل ہے۔ اور دوسرا احسان جو مکافات کے لائق ہے وہ پند و نصیحت ہے۔ اگر قبول ہو جائے تو زہے سعادت۔

اے شرافت و نجابت کے مرتبہ والے! تمام نصیحتوں کا خلاصہ دینداروں اور شریعت کے پابند لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنا ہے۔ اور دین و شریعت کا پابند ہونا تمام اسلامی فرقوں میں سے فرقہ ناجیہ یعنی اہل سنت و جماعت کے طریقہ حقہ کے سلوک پر وابستہ ہے۔ ان بزرگواروں کی متابعت کے بغیر نجات محال ہے' اور ان کے عقاید کی اتباع کے بغیر خلاصی دشوار ہے۔ تمام عقلی' نقلی اور کشفی دلیلیں اس بات پر شاہد ہیں۔ ان میں سے کسی میں خلاف کا احتمال نہیں ہے۔ اگر معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص ان بزرگواروں کے سیدھے راستہ سے ایک رائی کے برابر بھی الگ ہو گیا' تو اس کی صحبت کو زہر قاتل جاننا چاہیے اور اس کی ہمنشینی کو زہر مار خیال کرنا چاہیے۔ بیباک طالب علم خواہ کسی فرقہ کے ہوں' دین کے چور ہیں۔ ان کی صحبت سے بھی بچنا ضروری ہے۔ یہ سب فتنہ و فساد جو دین میں پیدا ہوا ہے' انہی لوگوں کی کم بختی سے ہے کہ انہوں نے دنیاوی اسباب کی خاطر اپنی آخرت کو برباد کر دیا ہے۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا کَانُوْا مُهْتَدِیْنَ — یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی۔ پس ان کی اس تجارت نے ان کو نفع نہ دیا اور نہ ہی انہوں نے ہدایت پائی۔

کسی شخص نے ابلیس لعین کو دیکھا کہ آسودہ اور فارغ بیٹھا ہے۔ اور گمراہ کرنے اور بہکانے سے ہاتھ کوتاہ کیا ہوا ہے۔ اس نے اس کا سبب پوچھا۔ لعین نے کہا اس وقت کے بُرے علماء میرا کام کر رہے ہیں اور گمراہ کرنے اور بہکانے کے ذمہ دار بن چکے ہیں۔

وہاں کے طالبوں سے مولانا عمر بہت نیک طبع آدمی ہے۔ بشرطیکہ آپ اس کو حوصلہ دیں اور حق کے اظہار پر دلیر کریں۔ اور حافظ امام بھی اسلام کا جنون رکھتا ہے۔ کیونکہ اسلام میں اس قسم کا جنون ضرور ہونا چاہیے:

لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُقَالَ اِنَّهٗ مَجْنُوْنٌ — تم میں سے کوئی ایمان دار نہ ہو گا جب تک اس کو دیوانہ نہ کہا جائے۔

آپ کو معلوم ہے کہ اس فقیر نے تقریراً و تحریراً نیک صحبت کی ترغیب میں کوتاہی نہیں کی اور بُری صحبت سے بچنے کے لیے مبالغہ کرنے میں اپنے آپ کو معاف نہیں رکھا۔ کیونکہ فقیر اسی کو اصل عظیم جانتا ہے۔ آگے قبول کرنا آپ کے اختیار میں ہے۔ بلکہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے:

Marfat.com

فَطُوْبٰی لِمَنْ جَعَلَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ مَظْهَرَ الْخَیْرِ۔ پس اس شخص کے لیے مبارک ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے خیر کا مظہر بنایا۔

آپ کے احسانوں کی یاد اس گفتگو پر آمادہ کرتی ہے اور رنج و ملال کے ملاحظہ کو درمیان سے اُٹھا دیتی ہے۔ والسّلام

مکتوب نمبر (۲۱۴)

خانخاناں کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اور اس سوال مشہور کے جواب میں کہ کفار کو کفر موقت کے باعث دائمی عذاب کیوں ہوگا۔ اور ایک حاجت مند کی سفارش میں۔

طُوْبٰی لِمَنْ جَعَلَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ مَظْهَرَ الْخَیْرِ مبارک ہے وہ شخص جس کو خدائے تعالیٰ نے نیکی کا مظہر بنایا۔

حق تعالیٰ نے دنیا کو آخرت کی کھیتی بنایا ہے۔ وہ شخص بڑا ہی بدنصیب ہے جو سب کا سب بیج کھا جائے اور استعداد کی زمین میں نہ ڈالے اور ایک دانہ سے سات کو دانہ نہ بنائے' اور اس دن کے لیے کہ بھائی بھائی سے بھاگے گا اور ماں بیٹے کی خبر نہ لے گی' کچھ ذخیرہ نہ کرے۔ ایسے شخص کو دنیا و آخرت کا خسارہ حاصل ہے۔ اور سوائے حسرت و ندامت کے کچھ فائدہ نہیں۔ نیک بخت لوگ دنیا کی فرصت کو غنیمت جانتے ہیں۔ نہ اس غرض کے لیے کہ دنیا کی لذتوں اور نعمتوں سے عیش و عشرت حاصل کریں۔ جو باوجود اس قدر سختیوں اور تکلیفوں کے ناپائدار اور بے ثبات ہیں۔ بلکہ اس غرض کے لیے کہ اس فرصت میں کاشتکاری کریں۔ اور نیک عمل کے ایک دانہ سے وَاللّٰهُ یُضَاعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ کے بموجب بے نہایت ثمرات حاصل کریں۔ یہی وجہ ہے کہ چند روزہ اعمال صالحہ کی جزا ہمیشہ کا آرام مقرر فرمایا ہے۔

وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اگر پوچھیں کہ حسنات میں اجر کئی گنا ہے اور برائیوں میں ان کے مثل جزا ہے تو پھر کفار کو چند روزہ برائیوں کے عوض ہمیشہ کا عذاب کیوں ہوگا؟" میں کہتا ہوں کہ عمل کے لیے جزا کا ہم مثل ہونا واجب تعالیٰ کے علم پر موقوف ہے جس کے سمجھنے سے ممکن کا علم قاصر ہے۔

مثلاً قذف محصنات یعنی نیک بیاہی عورتوں کو زنا کی تہمت لگانے میں اس کے ہم مثل جزا اسی (۸۰) کوڑے فرمائی ہے۔ اور چوری کی حد میں چور کا دایاں ہاتھ کاٹ ڈالنا اس کی جزا ہے۔ اور زنا کی حد میں کنوارے کا کنوارے کے ساتھ زنا کرنے کی صورت میں سو کوڑے یا ایک سال کی جلاوطنی مقرر کی ہے۔ اور شادی شدہ آدمی کا

Marfat.com

شادی شدہ عورت کے ساتھ زنا کی صورت میں رجم یعنی سنگسار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ان حدود اور تقدیرات کا علم انسان کی طاقت سے خارج ہے:

ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ — یہ خدائے عزیز وعلیم کا اندازہ ہے۔

پس کفار کے بارہ میں حق تعالیٰ نے کفر موقت کے موافق ہمیشہ کا عذاب جزا فرمائی ہے۔تو معلوم ہوا کہ کفر موقت کی ہم مثل جزا یہی ہمیشہ کا عذاب ہے۔اور وہ شخص جو تمام احکام شرعیہ کو اپنی عقل کے مطابق کرنا چاہئے اور عقلی دلائل کے برابر کرنا چاہیئے وہ شانِ نبوت کا منکر ہے۔اس کے ساتھ کلام کرنا بیوقوفی ہے۔ ؎

زاں کس کہ بقرآں خبر زو نہ رہی
آن ست جوابش کہ جوابش نہ دہی

وہ جو قرآن وحدیث پر ایمان نہیں رکھتا' اس کا جواب یہ ہے کہ تو اس کو جواب ہی نہ دے۔

باقی مطلب یہ ہے کہ حامل رقیمہ ہذا میاں شیخ احمد مغفرت پناہ شیخ سلطان تھانیسری کا بیٹا ہے آپ کی اُن مہربانیوں اور احسانوں کو یاد کر کے جو آپ نے اس کے والد بزرگوار کی نسبت کیے تھے' اس فقیر کو وسیلہ بنا کر آپ کی خدمت علیہ میں حاضر ہوتا ہے۔اور آپ کی مہربانیوں میں سے ایک مہربانی یہ تھی کہ ایک موضع جو پرگنہ اندری میں انعام فرمایا ہوا تھا۔آگے آپ کا اختیار ہے۔بلکہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ

اور سلام ہو آپ پر اور اُن لوگوں پر جو ہدایت کے راستہ پر چلے اور حضرت مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب نمبر (۲۱۵)

دنیا کی مذمت میں میرزا داراب کی طرف لکھا۔

مکتوب شریف جو طبعی استعداد کی خوبی سے بڑی عاجزی کے ساتھ ان بے سامان فقراء کی طرف ارسال کیا تھا' پہنچا۔حق تعالیٰ آپ کو اپنے حبیب علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے جزائے خیر عطا کرے۔

اے فرزند! دنیا دار اور دولت مند بڑی بلا میں گرفتار ہیں اور ابتلائے عظیم میں مبتلا ہیں۔کیونکہ دنیا کو جو حق تعالیٰ کی مبغوضہ ہے اور تمام نجاستوں سے زیادہ مردار ہے' ان کی نظروں میں آراستہ اور پیراستہ ظاہر کیا ہے جس طرح کہ نجاست کو سونے سے ملمع کریں اور زہر کو شکر میں ملا دیں۔حالانکہ عقل دور اندیش کو اس کمینی کو برائی سے آگاہ کر دیا ہے اور اس ناپسندیدہ کی قباحت پر ہدایت و دلالت فرمائی ہے۔اسی واسطے علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ میرا مال زمانہ کے عقلمند کو دیں تو زاہد کو دینا چاہیئے جو دنیا سے بے رغبت ہے۔اور اس کی وہ

Marfat.com

بے رغبتی اس کی کمال عقل سے ہے۔ اس کے علاوہ صرف عقل کے ایک گواہ پر کفایت نہیں کی' نقل کا دوسرا گواہ بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے جو اہل جہان کے لیے سراسر رحمت ہیں' اس کھوٹے اسباب کی حقیقت پر اطلاع بخشی ہے' اور اس فاحشہ مکار کی محبت و تعلق سے بہت منع فرمایا ہے۔

ان دو عادل گواہوں کے موجود ہوتے بھی اگر کوئی کوئی شکر موہوم کی طمع پر زہر کھا لے اور خیالی سونے کی امید پر نجاست اختیار کر لے تو وہ شخص بڑا ہی بیوقوف اور احمق ہے۔ بلکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اخبار کا منکر ہے۔ ایسا شخص منافق کا حکم رکھتا ہے کہ اس کا ظاہری ایمان آخرت میں اس کو کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اور اس کا نتیجہ دنیاوی خون اور مال کے بچاؤ کے سوا اور کچھ نہ ہوگا' آج غفلت کی روئی کانوں سے نکالنی چاہیئے۔ ورنہ کل حسرت و ندامت کے سوا کچھ سرمایہ حاصل نہ ہوگا..... خبر کرنا ضروری ہے۔

ہمہ اندر زمن بتو این است
کہ تو طفلی و خانہ رنگین است

میری طرف سے تجھے پوری نصیحت یہ ہے کہ تو بچہ ہے اور گھر بڑا رنگین اور خوبصورت ہے۔

مکتوب نمبر (۲۱۶)

میرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا:

اس بات کے بھید میں کہ بعض اولیاء اللہ سے خوارق بکثرت ظہور میں آتے ہیں اور بعض اولیاء اللہ سے کم۔ اور مقام ارشاد و تکمیل کے اتم ہونے اور اس کے مناسب بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. وَالصَّلٰوۃُ وَ	تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔
السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهِ	اور سیّد المرسلین اور آپ کی آل پاک پر صلوٰۃ و
الطَّاهِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ	سلام ہو۔

دل سست میں آتا ہے کہ جب دوستوں کے درمیان بُعد صوری حاصل ہے اور ظاہری ملاقات عنقا ہوگئی ہے' تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی بعض علوم و معارف یاروں کی طرف لکھے جائیں۔ اس واسطے کبھی کبھی اس قسم کی باتیں لکھتا رہتا ہے۔ امید ہے کہ ملال کا باعث نہ ہوں گی۔

میرے مخدوم! چونکہ ولایت کی بحث درمیان ہے اور عوام کی نظر خوارق کے ظاہر ہونے لگی ہے اس لیے اس قسم کی بعض باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ذرا غور سے سنیئے گا۔

ولایت فنا و بقا سے عبارت ہے کہ خوارق اور کشف خواہ کم ہوں یا زیادہ' اس کے لوازم سے ہیں۔ لیکن یہ نہیں کہ جس سے خوارق زیادہ ظاہر ہوں اس کی ولایت بھی اتم ہو۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خوارق بہت کم

Marfat.com

ظاہر ہوتے ہیں مگر ولایت اکمل ہوتی ہے۔

خوارق سے بکثرت ظاہر ہونے کا مدار دو چیزوں پر ہے۔ عروج کے وقت زیادہ بلند جانا' اور نزول کے وقت بہت کم نیچے اُترنا۔ بلکہ کثرت خوارق کے ظہور میں اصل عظیم قلتِ نزول یعنی بہت کم نزول کرنا ہے۔ عروج کی جانب خواہ کسی کیفیت سے ہو۔ کیونکہ صاحبِ نزول عالمِ اسباب میں اُتر آتا ہے۔ اور اشیاء کے وجود کو اسباب سے وابستہ معلوم کرتا ہے اور مسبب الاسباب کے فعل کو اسباب کے پردے کے پیچھے دیکھتا ہے۔ اور وہ شخص کہ جس نے نزول نہیں کیا یا نزول کر کے اسباب تک نہیں پہنچا' اس کی نظر صرف مسبب الاسباب کے فعل پر ہے۔ کیونکہ مسبب الاسباب کے فعل پر اس کو نظر ہونے کے باعث تمام اسباب اس کی نظر سے مرتفع ہو گئے ہیں۔ پس حق تعالیٰ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کے ظن کے موافق علیحدہ علیحدہ معاملہ کرتا ہے۔ اسباب کو دیکھنے والے کا کام اسباب پر ڈال دیتا ہے۔ اور وہ جو اسباب کو نہیں دیکھتا اس کا کام اسباب کے وسیلہ کے بغیر مہیا کر دیتا ہے۔ حدیث قدسی۔

اَنَا[1] عِنْدَ ظَنِّ بِیْ عَبْدِیْ

اس مطلب کی گواہ ہے۔

بہت مدت تک دل میں کھٹکتا رہا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ اس امت میں اکمل اولیاء بہت گزرے ہیں' مگر جس قدر خوارق حضرت محی الدین جیلانی قدس سرّہٗ سے ظاہر ہوئے ہیں۔ ویسے خوارق ان میں سے کسی سے ظاہر نہیں ہوئے۔ آخر کار حق تعالیٰ نے اس معما کا بھید ظاہر کر دیا اور جتلا دیا کہ ان کا عروج اکثر اولیاء اللہ سے بلندتر واقع ہوا ہے۔ اور نزول کی جانب میں مقام روح تک نیچے اترے ہیں جو عالم اسباب سے بلندتر ہے۔

خواجہ حسن بصری اور حبیب عجمی قدس سرّہما کی حکایت اسی مقام کے مناسب ہے۔

منقول ہے کہ ایک دن حسن بصری دریا کے کنارے پر کھڑے ہوئے کشتی کا انتظار کر رہے تھے کہ دریا سے پار ہوں۔ اسی اثناء میں خواجہ حبیب عجمی بھی آ نکلے۔ پوچھا آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟ عرض کیا کہ کشتی کا انتظار کر رہا ہوں۔ خواجہ حبیب عجمی نے فرمایا کہ کشتی کی کیا حاجت ہے کیا آپ یقین نہیں رکھتے؟ خواجہ حسن بصری نے کہا کہ آپ علم نہیں رکھتے۔ غرض خواجہ حبیب عجمی کشتی کی مدد کے بغیر دریا گزر گئے اور خواجہ حسن بصری کشتی کے انتظار میں کھڑے رہے۔

خواجہ حسن بصری نے چونکہ عالم اسباب میں نزول کیا ہوا تھا اس لیے اس کے ساتھ اسباب کے وسیلہ سے معاملہ کرتے تھے۔ اور حبیب عجمی نے چونکہ پورے طور پر اسباب کی نظر سے دور کر دیا ہوا تھا' اس کے ساتھ اسباب کے وسیلہ کے بغیر زندگانی بسر کرتے تھے۔ لیکن فضیلت حضرت خواجہ حسن بصری کے لیے ہے جو صاحب علم

[1] بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ۔

Marfat.com

ہیں اور جنہوں نے عین الیقین کو علم الیقین کے ساتھ جمع کیا ہے اور اشیاء کو جیسی کہ وہ ہیں جانتا ہے۔ کیونکہ قدرت کی اصل حقیقت کو حکمت کے پیچھے پوشیدہ کیا ہے۔ اور حبیب عجمی حاصل سکر ہیں اور فاعل حقیقی پر یقین رکھتے ہیں۔ بغیر اس بات کے کہ اسباب کا درمیان میں دخل ہو۔

یہ دید نفس امر کے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ اسباب کا وسیلہ واقع کے اعتبار سے ثابت وکائن ہے۔ لیکن تکمیل وارشاد کا معاملہ ظہور خوارق کے معاملہ کے برعکس ہے۔ کیونکہ مقام ارشاد میں جس کا نزول جس قدر زیادہ تر ہوگا' اسی قدر زیادہ کامل ہوگا۔ کیونکہ ارشاد کے لیے مرشد ومسترشد کے درمیان اس مناسبت کا حاصل ہونا ضروری ہے جو نزول پر وابستہ ہے۔

اور جاننا چاہیے کہ جس قدر کوئی اوپر جاتا ہے اسی قدر نیچے آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت رسالت خاتمیت ﷺ سب سے زیادہ اوپر گئے' اور نزول کے وقت سب سے نیچے آگئے۔ اسی واسطے آپ کی دعوت اتم ہوئی' اور آپ تمام خلق کی طرف بھیجے گئے۔ کیونکہ نہایت نزول کے باعث سب کے ساتھ مناسبت پیدا کی' اور افادہ کا راستہ کامل تر ہوگیا۔ اور بسا اوقات اس راہ کے متوسطوں سے اس قدر طالبوں کا فائدہ وقوع میں آتا ہے جو غیر مرجوع منتہیوں سے میسر نہیں ہوتا۔ کیونکہ متوسط غیر مرجوع منتہیوں کی نسبت مبتدیوں کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔

اسی سبب سے شیخ الاسلام ہروی قدس سرہٗ نے کہا ہے کہ اگر خرقانی اور محمد قصاب موجود ہوتے تو میں تم کو محمد قصاب کے پاس بھیجتا اور خرقانی کی طرف نہ جانے دیتا۔ کیونکہ وہ خرقانی کی نسبت تمہارے لیے زیادہ فائدہ مند ہوتا۔ یعنی خرقانی منتہی تھے۔ مرید آپ سے بہت کم فائدہ حاصل کرتے تھے یعنی منتہی غیر مرجوع تھے نہ کہ مطلق منتہی۔ کیونکہ کامل افادہ کا نہ ہونا اس کے حق میں غیر واقع ہے۔ کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ منتہی تھے۔ حالانکہ آپ کا افادہ سب سے زیادہ تھا۔ پس افادہ کے کم یا زیادہ ہونے کا مدار رجوع اور ہبوط پر ہے نہ کہ انتہا اور عدم انتہا پر۔

یہاں ایک نکتہ ہے جس کا جاننا نہایت ضروری ہے۔ وہ یہ کہ جس طرح نفس ولایت کے حاصل ہونے میں ولی کو اپنی ولایت کو علم ہونا شرط نہیں ہے' جیسے کہ مشہور ہے۔ اسی طرح اس کو اپنے خوارق کے وجود علم ہونا بھی شرط نہیں ہے۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ کسی ولی سے خوارق نقل کرتے ہیں۔ اور اس کو ان خوارق کی نسبت بالکل اطلاع نہیں ہوتی۔ اور وہ اولیاء جو صاحب علم اور کشف ہیں ان کے لیے جائز ہے کہ اپنے بعض خوارق پر اس کو اطلاع دے دیں۔ بلکہ ان کی مثالیہ صورتوں کو متعدد مکانوں میں ظاہر کریں اور دور دراز جگہوں میں ان صورتوں سے ایسے عجیب وغریب کام ظہور میں لائیں جن کی اس صورتوں والے کو ہرگز اطلاع نہیں ہے۔ ع

ارماد شما بہانہ ساختہ اند

ہمارا اور تمہارا تو صرف بہانہ ہے' اصل فاعل اللہ تعالیٰ ہے

Marfat.com

حضرت مخدوم قبلہ گاہی قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ ایک بزرگ کہتا تھا کہ عجیب کاروبار ہے کہ لوگ اطراف و جوانب سے آتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں ہم نے آپ کو مکہ معظمہ میں دیکھا ہے اور موسم حج میں حاضر پایا ہے اور ہم نے آپ سے مل کر حج کیا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو بغداد میں دیکھا ہے۔ اور اپنی دوستی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور میں ہرگز اپنے گھر سے باہر نہیں نکلا ہوں۔ اور نہ ہی کبھی اس قسم کے آدمیوں کو دیکھا ہے کتنی بڑی تہمت ہے جو ناحق مجھ پر لگاتے ہیں:

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقَآئِقِ الْاُمُوْرِ كُلِّهَا — سب کاموں کی اصل حقیقت کو اللہ ہی جانتا ہے۔

اس سے زیادہ لکھنا طول کلامی ہے۔ ہاں اگر آپ کی طلب اور پیاس زیادہ معلوم کی تو بہت جلدی اس سے زیادہ کچھ لکھا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مکتوب نمبر (۲۱۷)

ملا طاہر بدخشی کی طرف لکھا:

اس بیان کہ باطنی نسبت جس قدر حیرت و جہالت کی طرف جائے اسی قدر بہتر ہے۔ اور اس بیان میں کیا باعث ہے کہ اولیاء اللہ کے بعض کشف غلط واقع ہوتے ہیں اور ان کے خلاف ظاہر ہوتا ہے۔ اور قضائے معلق اور قضائے مبرم کے درمیانی فرق اور ان میں سے ہر ایک کے حکم میں۔ اور اس بیان میں جو کچھ قطعی اور اعتبار کے لائق ہے وہ کتاب و سنت ہے۔ اور اس بیان میں کہ بعض طالبوں کو طریقہ سکھانے کی اجازت دینا ان کے کمال اور تکمیل کی علامت نہیں ہے اور اس کے متعلق امور ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ اَجْمَعِيْنَ — تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔ اور سید المرسلین اور آپ کی آل پاک پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

مدت گزری ہے کہ اپنے داوضاع سے آپ نے اطلاع نہیں دی۔ ہر حال میں استقامت مطلوب ہے۔ کوشش کریں کہ از روئے عمل اور اعتقاد کے سر مو خلاف شریعت سرزد نہ ہو۔ اور باطنی نسبت کی حفاظت نہایت ہی ضروری ہے۔ اور باطنی نسبت جس قدر جہالت کی طرف جائے اسی قدر زیبا ہے اور جس قدر حیرت تک پہنچے اسی قدر بہتر ہے۔ کیونکہ کشوف الٰہی اور ظہورات اسمائی سب راستہ کے درمیان ہیں۔ وصول کے بعد یہ سب کم ہو جاتے ہیں۔ اور جہالت اور مطلوب کے نہ پانے کے سوا کچھ نہیں رہتا۔ کشوف کونی کی نسبت کیا لکھا جائے۔ کیونکہ ان میں خطا کی مجال بہت ہے اور غلطی کا گمان غالب ہے۔ ان کے عدم و وجود کو یکساں جاننا چاہیے۔ اگر پوچھیں کہ کیا سبب

Marfat.com

ہے کہ بعض کونی کشوف میں جو اولیاء اللہ سے صادر ہوتے ہیں' غلطی واقع ہو جاتی ہے اور ان کے برخلاف ظہور میں آتا ہے۔

مثلاً خبر دی کہ فلاں آدمی ایک ماہ کے بعد مر جائے گا۔ یا سفر سے واپس وطن میں آئے گا۔ اتفاقاً ایک ماہ کے بعد ان دونوں باتوں میں سے کوئی بھی وقوع میں نہ آئی' تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ چیز جس کا کشف ہوا ہے۔ اور اس کی خبر دی گئی ہے اس کا حاصل ہونا شرائط پر مشروط تھا کہ صاحب کشف نے اس وقت ان شرائط سے مفصل طور پر اطلاع نہیں پائی' اور مطلق طور پر اس شے کے حاصل ہونے کا کیا حکم ہے۔ یا یہ وجہ ہے کہ لوح محفوظ کے احکام میں سے کوئی حکم عارف پر ظاہر ہوا ہے کہ وہ حکم فی نفسہ محو و اثبات کے قابل ہے۔ اور قضا میں معلق کی قسم سے ہے۔ لیکن اس عارف کو اس حکم کے محو و اثبات کی تعلیق اور قابلیت سے کچھ خبر نہیں ہے۔ اس صورت میں اگر اپنے علم کے موافق حکم کرے گا تو اس میں ضرور ہی خلاف کا احتمال ہوگا۔

لکھا ہے کہ ایک دن حضرت جبریل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک شخص کے حق میں یہ خبر دی کہ یہ جوان کل صبح ہوتے ہی مر جائے گا۔ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس جوان کے حال پر رحم آیا۔ اس سے پوچھا کہ تو دنیا سے کیا آرزو رکھتا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ دو چیزیں۔ ایک کنواری بیوی' دوسرے حلوا۔ حضور نے دونوں چیزیں مہیا کرنے کا حکم فرمایا۔ وہ جوان اپنی بیوی کے ساتھ خلوت میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور وہ حلوے کا طبق ان کے آگے رکھا تھا کہ اسی اثنا میں ایک سائل محتاج نے دروازہ پر آ کر اپنی حاجت کو ظاہر کیا۔ اس جوان نے وہ حلوے کا طبق اٹھا کر اس فقیر کو دے دیا۔ جب صبح ہوئی حضرت پیغمبر علیہ وآلہ والصلوٰۃ والسلام اس جوان کے مرنے کی خبر کا انتظار کرنے لگے۔ جب دیر ہوگئی تو فرمایا کہ اس جوان کی خبر لاؤ کہ کیا حال ہے؟ معلوم ہوا کہ خوش وخرم ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حیران رہ گئے۔ اسی اثناء میں حضرت جبرئیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس حلوے کے صدقہ نے اس جوان کی بلا کو دفع کیا۔ جب اس کے بستر کو دیکھا تو اس کے نیچے ایک بڑا سانپ مردہ پایا اور اس کے پیٹ میں اس قدر سوا پڑا ہوا دیکھا کہ حلوے کی زیادتی سے جان دے دی۔

لیکن یہ فقیر اس نقل کو پسند نہیں کرتا اور جبریل علیہ السلام پر خطا تجویز نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ وحی قطعی کا حامل ہے اور وحی کے حامل پر خطا کا احتمال تجویز کرنا بُرا جانتا ہے۔ ہاں اگر یہ کہیں کہ اس کی عصمت و امانت اور خطا کا احتمال نہ ہونا اس وحی سے مخصوص ہے' جو حق تعالیٰ کی طرف سے صرف تبلیغ پر موقوف ہے۔ اور اس خبر میں اس قسم کی وحی نہیں ہے۔ بلکہ علمی اخبار ہے اور لوح محفوظ سے مستفاد ہے' جو محو و اثبات کا محل ہے۔ تو اس خبر میں خطا کی مجال ہو سکتی ہے۔ برخلاف وحی کے جو مجرد تبلیغ ہے۔ پس دونوں میں فرق ظاہر ہو گیا۔ جیسے کہ شہادت اور اخبار کے درمیان فرق ہے۔ کیونکہ اوّل شرع میں معتبر ہے اور دوسرا غیر معتبر۔

Marfat.com

اے میرے سعادت مند بھائی! آپ کو معلوم کرنا چاہیے کہ قضا دو قسم پر ہے:

(ا) قضائے معلق (۲) قضائے مبرم۔

قضائے معلق میں تغیر و تبدل کا احتمال ہے اور قضائے مبرم میں تغیر و تبدل کی مجال نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ میرا قول کبھی تبدیل نہیں ہوتا۔

یہ قضائے مبرم کے بارہ میں ہے۔ اور قضائے معلق کے بارہ میں فرماتا ہے:

يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ وَ عِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ جسے چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔ اور اس کے پاس اُمّ الکتاب ہے۔

میرے حضرت قبلہ گاہی قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہٗ نے اپنے بعض رسالوں میں لکھا ہے کہ "قضائے مبرم میں کسی کو تبدیلی کی مجال نہیں ہے، مگر مجھے ہے۔ اگر چاہوں تو میں اس میں بھی تصرف کروں۔" اس بات سے بہت تعجب کیا کرتے تھے اور بعید از فہم فرماتے تھے۔

یہ نقل بہت مدت تک اس فقیر کے ذہن میں رہی۔ یہاں تک کہ حضرت حق تعالیٰ نے اس دولت سے مشرف فرمایا۔ ایک دن ایک بلیہ کے دفع کرنے کے در پے ہوا جو کسی دوست کے حق میں مقرر ہو چکی تھی۔ اس وقت بڑی التجا اور عاجزی اور نیاز و خشوع کی، تو معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں امر کی قضا کسی امر سے معلق اور کسی شرط پر مشروط نہیں ہے۔ اس بات سے بڑی یاس و ناامیدی حاصل ہوئی اور حضرت سید محی الدین قدس سرہٗ کی بات یاد آئی۔ دوبارہ پھر ملتجی اور متضرع ہوا۔ اور بڑی عجز و نیاز سے متوجہ ہوا۔ تب محض فضل و کرم سے اس فقیر پر ظاہر کیا گیا کہ قضائے معلق دو طرح پر ہے۔ ایک وہ قضا ہے جس کا معلق ہونا لوح محفوظ میں ظاہر ہوا ہے اور فرشتوں کو اس پر اطلاع دی ہے۔ اور دوسری وہ قضا ہے جس کا معلق ہونا صرف خدا تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ اور لوح محفوظ میں قضائے مبرم کی صورت رکھتی ہے۔ اور قضائے معلق کی اس دوسری قسم میں بھی پہلی قسم کی طرح تبدیلی کا احتمال ہے۔

پھر معلوم ہوا کہ حضرت سید قدس سرہٗ کی بات بھی اسی اخیر قسم پر موقوف ہے جو قضائے مبرم کی صورت رکھتی ہے۔ نہ اس قضا پر جو حقیقت میں مبرم ہے۔ کیونکہ اس میں تصرف و تبدیلی عقلی اور شرعی طور پر محال ہے اور حق یہ ہے کہ جب کسی کو اس قضا کی حقیقت پر اطلاع ہی نہیں ہے تو پھر اس میں تصرف کیسے کر سکے؟ اور اس آفت و مصیبت کو جو اس دوست پر پڑی تھی، قسم اخیر میں پایا۔ اور معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے اس بلیہ کو دفع فرما دیا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ خَاتَمِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ الَّذِيْ اَرْسَلَهٗ

Marfat.com

رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَعَلٰى جَمِيْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ اَجْمَعِيْنَ. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ مُّحِبِّيْهِمْ وَمُتَابِعِيْ اٰثَارِهِمْ بِبَرَكَةِ هٰٓؤُلَآءِ الْكُبَرَآءِ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ اٰمِيْنًاo

اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے ایسی حمد کثیر اور طیب اور مبارک جیسے کہ ہمارا رب چاہتا اور پسند کرتا ہے اور اوّلین و آخرین کے سردار اور انبیاء و مرسلین کے ختم کرنے والے پر جس کو اللہ تعالیٰ نے اہل جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا اور ان کی آل و اصحاب اور ان کے تمام بھائیوں یعنی نبیوں اور صدیقیوں اور شہیدوں اور نیکوں اور تمام مقرب فرشتوں پر صلوٰۃ و سلام و تحیۃ ہو۔ یا اللہ! تو ہم کو ان بزرگواروں کی برکت سے ان سب کو محب اور ان کے افعال کا تابعدار بنا۔ اور اللہ تعالیٰ رحم کرے اس بندے پر جس نے آمین کہا۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بعض اوقات بعض علوم الہامی میں بھی جو خطا ہو جاتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ بعض مسلمہ مقدمات جو صاحب الہام کے نزدیک ثابت اور حقیقت میں کاذب ہیں۔ علوم الہامی کے ساتھ اس طرح مل جاتے ہیں کہ صاحب الہام تمیز نہیں کر سکتا' بلکہ تمام علوم کو الہامی خیال کرتا ہے۔ پس ان علوم کے بعض اجزاء میں خطا ہونے کے باعث مجموع علوم میں خطا واقع ہو جاتی ہے۔ اور نیز کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کشف اور واقعات میں امور غیبی کو دیکھتا اور خیال کرتا ہے کہ ظاہر پر محمول ہیں اور صورت پر منحصر ہیں۔ تو اس خیال کے موافق حکم کرتا ہے اور خطا واقع ہو جاتی ہے۔ اور نہیں جانتا کہ وہ امور ظاہر کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں' اور تاویل و تعبیر پر محمول ہیں۔ اس مقام پر تمام کشف غلط واقع ہوتے ہیں۔

غرض جو کچھ قطعی اور اعتبار کے لائق ہے وہ صرف کتاب و سنت ہے جو وحی قطعی سے ثابت ہوئے ہیں' اور فرشتہ کے نازل ہونے سے مقرر ہوئے ہیں۔ اور علماء کا اجماع اور مجتہدین کا اجتہاد بھی انہی دو اصلوں کی طرف راجع ہے۔ ان چار شرعی اصول کے سوا اور جو کچھ ہو' خواہ صوفیہ کے علوم و معارف ہوں اور خواہ ان کے کشف و الہام' اگر ان اصول کے موافق ہیں تو مقبول ہیں ورنہ مردود۔ وہاں وجود و حال کو جب تک شرع کی میزان پر نہ تول لیں' نیم جو سے بھی نہیں خریدتے۔ اور کشوف و الہام کو جب تک کتاب و سنت کی کسوٹی پر نہ پرکھ لیں۔ نیم دام کے برابر بھی پسند نہیں کرتے۔

طریق صوفیہ کے سلوک سے مقصود یہ ہے کہ معتقدات شرعیہ کی حقیقت پر جو ایمان کی حقیقت ہیں یقین زیادہ ہو جائے اور احکام شرعیہ کے ادا کرنے میں آسانی حاصل ہو' نہ کچھ اور امر اس کے سوا۔ کیونکہ رویت کا وعدہ آخرت کو ہے اور دنیا میں تاب نہیں ہے۔

اور وہ مشاہدات اور تجلیات جن پر صوفیہ خوش ہیں' وہ ظلال سے آرام اور شبہ و مثال کے ساتھ تسلی کیے

Marfat.com

بیٹھے ہیں۔حق تعالیٰ وراء الوراء ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر ان مشاہدوں اور تجلیوں کی پوری پوری حقیقت بیان کروں تو اس راہ کے مبتدیوں کی طلب میں فتور پڑ جائے گا اور ان کے شوق میں قصور واقع ہو جائے گا۔اور اس سے بھی ڈرتا ہوں کہ اگر باوجود علم کے کچھ نہ کہوں تو حق باطل سے ملا رہے گا۔البتہ اس قدر ضرور ظاہر کرتا ہوں کہ اس راہ کی تجلیات و مشاہدات کو موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہاڑ کی تجلی و شہود کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیے۔ اگر درست نہ ہوں تو ناچار ظلال اور شبہ و مثال پر محمول کرنے چاہییں۔تو پھر شاید درست ہوں۔ کیونکہ تجلی سے مقصود دک و فک یعنی پارہ پارہ ہونا ہے اور دنیا میں اس سے چارہ نہیں ہے۔خواہ باطن پر متجلی ہوں خواہ ظاہر پر دک و فک ضرور ہے۔

لیکن خاتم الانبیاء علیہ علیہم الصلوٰۃ والسلام اس داغ سے پاک ہیں۔آپ کو دنیا میں رویت میسر ہوئی اور سرِ مو اپنی جگہ سے نہ ہلے۔اور آپ کے کامل تابعداروں کو جو اس مقام سے حصہ رکھتے ہیں وہ رویت ظلال میں سے کسی ظل کے پردہ کے بغیر نہ ہوگی' صاحبِ تجلی سمجھے یا نہ سمجھے۔جب کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اس حال کے مشاہدے سے بغیر اس بات کے کہ تجلی ہو' بیہوش ہو گئے' تو پھر اوروں کا کیا حال ہے؟

دوسرے یہ ہے کہ جاننا چاہیے کہ بعض مخلصوں کو اجازت دینے سے مقصود یہ تھا کہ اس وجہ سے لوگوں کو گمراہی کے بھنور سے حق تعالیٰ کے راستہ کی طرف رہنمائی کریں۔اور آپ بھی ان طالبوں کے ساتھ مل کر مشغول رہیں اور ترقیات حاصل کریں۔اور اس سررشتہ کو نگاہ رکھ کر کوشش کریں کہ ان کی اپنی بقیہ بُری خصلتیں دور ہو جائیں اور مرید و مسترشد بھی اس دولت سے مشرف ہو جائیں۔نہ یہ کہ اجازت کمال و تکمیل کے وہم میں ڈال دے اور مقصود سے ہٹا رکھے۔

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ قاصد کا کام حکم پہنچانا ہے۔والسلام

مکتوب نمبر (۲۱۸)

پیر طریقت کے آداب کو مدِنظر رکھنے کے بیان میں مُلّا داؤد کی طرف لکھا ہے۔

میرے عزیز بھائی! مولانا داؤد کا مکتوب شریف پہنچ کر خوشی کا موجب ہوا۔حق تعالیٰ اپنے نبی اور ان کی آل پاک علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی طفیل آپ کے ظاہر و باطن کو اپنی مرضیات سے آراستہ و پیراستہ کرے۔

باطنی سبق کے تکرار کرنے اور خواجگان قدس سرہم کے طریقہ پر استقامت کرنے میں ایسا نہ ہو کہ پراگندہ توجہوں سے فتور پڑ جائے۔اور اگر بالفرض کچھ ظلمت و کدورت طاری ہو جائے۔تو اس کا علاج یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں التجا اور زاری اور نیاز و شکستگی بجالائیں' اور اپنے مربی یعنی پیر کی طرف جو اس دولت کے حاصل ہونے کا وسیلہ ہے۔پورے طور پر متوجہ ہوں اور حضور و غیبت میں اس بڑی دولت کے وسیلوں یعنی پیروں

Marfat.com

کے آداب کو اچھی طرح مدنظر رکھیں اور ان بزرگواروں کی رضا کو حق تعالیٰ کی رضامندی کا وسیلہ بنائیں۔ نجات و خلاصی کا طریقہ یہی ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۲۱۹)

میرزا ایرج کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ آدمی اپنی نادانی سے اپنی ظاہری مرض کے دور کرنے کی فکر میں لگا ہے اور باطنی مرض سے جو دل کی گرفتاری سے مراد ہے غافل پڑا ہے۔ اور اس کے مناسب بیان میں۔

عَصَمَكُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَمَّا يَصِمُكُمْ وَ صَانَكُمْ عَمَّا شَانَكُمْ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَتَمُّهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا۔

سیّد الاوّلین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ وسلم کی طفیل آپ کو اس چیز سے بچائے جو آپ کو داغدار کرے۔ اور چیز سے محفوظ رکھے جو آپ کو عیب لگائے۔

اے سعادت وشرافت کے نشان والے! آدمی کو جب کوئی ظاہری مرض لگ جاتا ہے اور اس کے کسی عضو کو آفت پہنچتی ہے۔ تو بہت کوشش اور مبالغہ کرتا ہے تاکہ وہ مرض دفع ہو جائے اور وہ آفت دور ہو جائے۔ لیکن مرض قلبی نے جو ماسوائے حق کی گرفتاری سے مراد ہے اس پر اس طرح غلبہ پایا ہوا ہے جو نزدیک ہے کہ اس کو ہمیشہ کی موت تک پہنچا دے اور ہمیشہ کے عذاب میں اس کو گرفتار کر دے۔ اس کے دور کرنے کا فکر نہیں کرتا اور اس کے دفع کرنے میں کوشش نہیں کرتا۔ اور اگر اس گرفتاری کو مرض نہیں جانتا تو پرلے درجے کا احمق ہے۔ اور اگر جانتا ہے اور پھر فکر نہیں کرتا تو بڑا ہی بلید ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اس مرض کے سمجھنے کے لیے عقل معاد درکار ہے۔ کیونکہ عقل معاش اپنی کوتاہ اندیشی سے ظاہر بینی پر لگی ہوئی ہے۔ اور عقل معاش جس طرح باطنی امراض کو فانی عیش وعشرت کے باعث مرض خیال نہیں کرتی۔ اسی طرح عقل معاد بھی ظاہری امراض کو عاقبت کے ثوابوں کی وجہ سے مرض نہیں جانتی۔ عقل معاش کی نظر کوتاہ ہے اور عقل معاد کی نظر تیز۔

عقل معاد انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نصیب ہے اور عقل معاش دولت مندوں اور دنیاداروں کا حصہ ہے۔ اور ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ اور وہ اسباب جو عقل معاد کو برانگیختہ کرنے والے ہیں موت کا ذکر آخرت کے احوال کا یاد کرنا اور ان لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا ہے جو دار آخرت کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں۔

دادیم ترا ز گنج مقصود نشانے ما اگر نہ رسیدیم تو شاید برسی

Marfat.com

ہم نے تجھے گنج مقصود کا نشان بتا دیا ہے۔ اگر ہم اس تک نہیں پہنچ سکے تو شاید تو پہنچ جائے۔

جاننا چاہیے کہ جس طرح ظاہری مرض احکام شرعیہ کے بمشکل ادا ہونے کا باعث ہے' باطنی مرض بھی اسی دشواری کو مستلزم ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ — مشرکوں پر وہ بات جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے بہت بھاری ہے۔

اور فرماتا ہے:

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ — بے شک نماز بھاری ہے مگر خاشعین پر

ظاہری مرض میں قویٰ اور اعضا کی کمزوری اس دشواری کو مستلزم۔ اور مرض باطنی میں یقین کا ضعف اور ایمان کی کمی اس دشواری کا موجب ہے۔ ورنہ تکالیف شرعی میں سراسر آسانی اور سہولت ہے۔ آیت کریمہ:

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ — اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا۔

اور آیت کریمہ:

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا — اللہ تم سے تخفیف کرنا چاہتا ہے اور انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے۔

دونوں اس مطلب پر گواہ ہیں۔ ع

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

سورج کا کچھ گناہ نہیں اگر کوئی خود ہی نابینا ہے

پس اس مرض کے دور کرنے کا فکر ضروری ہے' اور حاذق طبیبوں کی طرف التجا کرنا فرض عین ہے۔

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ — قاصدوں کا کام حکم پہنچا دینا ہے۔ والسلام

مکتوب نمبر (۲۲۰)

صوفیوں کی بعض غلطیوں اور ان غلطیوں کے منشا کے بیان میں شیخ حمید بنگالی کی طرف صادر فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ. وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَعَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ.

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔ اور حضرت سیّد المرسلین اور ان کی سب آل واصحاب پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

Marfat.com

اس طرف کے فقراء کے احوال واوضاع دن بدن شکر کی زیادتی کا موجب ہیں۔ اور دور افتادہ دوستوں کے بارہ میں بھی یہی امید رکھتا ہے۔

اے عزیز! اس غیب الغیب یعنی اندھادھند رستہ میں سالکوں کے قدم بہت پھسلتے ہیں۔ آپ اعتقادات اور عملیات میں شریعت کو مدنظر رکھ کر زندگانی بسر کریں۔ حضور غیبت میں فقیر کی یہی نصیحت ہے۔ اس میں غفلت نہ ہونے پائے۔

فقیر اس راستہ کی بعض غلطیوں کو لکھتا ہے اور اس غلطی کا منشا ظاہر کرتا ہے۔ امید ہے کہ اعتبار کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں گے' اور ان مذکورہ جزئیات کے ماسوا ان کے اندازہ کے موافق کام کریں گے۔

جان لیں کہ صوفیہ کی بعض غلطی یہ ہے کہ کبھی سالک مقامات عروج میں اپنے آپ کو دوسروں سے بلند پاتا ہے جن کی افضلیت علماء کے اجماع سے ثابت ہوئی ہے۔ حالانکہ یقیناً اس سالک کا مقام ان بزرگواروں کے مقامات سے نیچے ہے۔ بلکہ یہ اشتباہ کبھی کبھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت بھی جو قطعی طور پر بہترین خلائق ہیں واقع ہوجاتا ہے۔ عَیَاذًا بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔"

اس باب میں بعض کی غلطی کی منشا یہ ہے کہ انبیاء واولیاء میں سے ہر ایک کا عروج پہلے ان اسماء تک ہے جو ان کے وجودی تعینات کے مبدء ہیں۔ اور اس عروج سے ولایت کا اسم متحقق ہوتا ہے۔ دوسرے عروج ان اسماء میں اور ان اسماء سے الیٰ ماشاء اللہ۔ لیکن باوجود اس عروج کے ان میں سے ہر ایک کو مقام ومنزل وہی اسم ہے جو اس کے وجودی تعین کا مبدء ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مقامتِ عروج میں جو کوئی ان کو ڈھونڈتا ہے۔ اکثر انہی اسماء میں پاتا ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں کے طبعی مکانِ مراتبِ عروج میں وہی اسماء ہیں۔ اور ان اسماء سے عروج وہبوط کرنا عوارض کے سبب سے ہے۔ پس جب بلند فطرت سالک کا سیر ان اسماء سے بلند تر واقع ہو' تو ضرور ان اسماء سے بھی بالاتر جائے گا۔ اور اس کو یہ وہم پیدا ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے بچائے کہ یہ وہم اس پہلے یقین کو دور کر دے' اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے افضل ہونے اور اولیاء کے اولیٰ بہتر ہونے میں جو اجماع کے ساتھ افضل ہیں' اشتباہ پیدا کرے۔ یہ مقام سالکوں کے قدم پھسلنے کا مقام ہے۔ اس وقت سالک نہیں جانتا کہ ان بزرگواروں نے ان اسماء سے بے نہایت عروج فرمائے ہیں اور فوق الفوق میں پہنچے ہوئے ہیں۔ اور نیز جاننا چاہیے کہ وہ اسماء ان کے عروج کے طبعی مکان ہیں۔ اور اس کا بھی اس جگہ طبعی مکان ہے جو ان اسماء سے بہت نیچے اور پست ہے۔ کیونکہ ہر شخص کا افضل ہونا اس کے اقدم ہونے کے اعتبار سے ہے جو اس کے تعین کا مبدء ہوا ہے۔

اسی قسم سے ہے یہ بات جو بعض مشائخ نے کہی ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عارف کو مقاماتِ عروج میں برزخیت کبریٰ حائل نہیں ہوتی' اور اس کے وسیلہ کے بغیر ترقی کرتا ہے۔

ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ رابعہؓ بھی اسی جماعت سے ہے۔ یہ لوگ چونکہ

Marfat.com

عروج کے وقت اس اسم سے جو برزخیت کُبریٰ کے تعین کا مبدء ہے اوپر گزرے ہیں اس لیے ان کو وہم ہوا ہے کہ برزخیت کبری درمیان میں حائل نہیں رہی۔ اور برزخیت کُبریٰ سے ان کی مراد حضرت رسالت خاتمیت علیہ ﷺ کی حقیقت ہے۔ اور اصل معاملہ وہی ہے جو اوپر گزرا۔

اور بعض دوسروں کی اس غلطی کا منشا یہ ہے کہ جب سالک کا سیر اس اسم میں واقع ہوتا ہے جو اس کے یقین کا مبدء ہے۔ اور وہ اسم مجمل طور پر تمام اسما کا جامع ہے۔ کیونکہ انسان کی جامعیت اسی قسم کی جامعیت کے باعث ہے۔ پس ناچار اس ضمن میں وہ اسماء بھی جو دوسرے مشائخ کے تعینات کے مبدء ہیں مجمل طور پر اس سیر میں قطع کرے گا' اور ہر ایک سے گزر کر اس اسم کے منتہا تک پہنچ جائے گا' اور اپنی فوقیت کا وہم پیدا کرے گا۔ اور نہیں جانتا کہ مقامات مشائخ سے جو کچھ اس نے دیکھا ہے اور ان سے گزر گیا ہے' ان کے مقامات کا نمونہ ہے' نہ کہ ان مقامات کی حقیقت۔ اور جب اس مقام میں اپنے آپ کو جامع معلوم کرتا ہے اور دوسروں کو اپنے اجزاء خیال کرتا ہے تو اپنے اولیٰ ہونے کا وہم پیدا کرتا ہے۔ اسی مقام میں شیخ بسطام قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ:

لِوَائِي اَرْفَعُ مِنْ لِوَاءِ مُحَمَّدٍ میرا جھنڈا محمد کے جھنڈے سے زیادہ بلند ہے۔

غلبہ سکر کے باعث نہیں جانتا کہ اس کے جھنڈے کی بلندی محمد علیہ ﷺ کے جھنڈے سے نہیں ہے بلکہ ان کے جھنڈے کے نمونہ سے ہے' جو ان کے اسم کی حقیقت کے ضمن میں مشہود ہوا ہے۔ اور اسی قسم سے ہے وہ بات جو انہوں نے اپنے قلب کی وسعت کے بارہ میں کہی ہے کہ اگر عرش اور مافیہ کو عارف کے قبلہ کے گوشہ میں رکھ دیں تو محسوس نہ ہو۔ یہاں بھی نمونہ کا حقیقت سے اشتباہ ہے۔ ورنہ عرش کے مقابلہ میں جس کو حق تعالیٰ عظیم فرماتا ہے۔ عارف کے قلب کا کیا اعتبار اور مقدار ہے۔ وہ ظہور جو عرش میں ہے اس کا سواں (۱۰۰) حصہ بھی قلب میں نہیں ہے۔ اگرچہ عارف کے قلب ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ رویت اُخروی عرش کے ظہور پر محقق ہوگی یہ بات اگرچہ آج بعض صوفیہ کو ناگوار گزرے گی۔ لیکن آخر ایک دن ان کی سمجھ میں آ جائے گی۔

اس بات کو ہم ایک مثال سے روشن کرتے ہیں کہ انسان چونکہ عناصر و افلاک کا جامع ہے۔ جب اس کی نظر اپنی جامعیت پر پڑتی ہے تو عناصر و افلاک کو اپنے اجزا دیکھتا ہے۔ اور جب یہ دید غالب آ جائے تو کچھ دور نہیں کہ اگر وہ یہ بات کہہ دے کہ میں کرہ زمین سے بڑا ہوں' اور آسمان سے فراخ تر ہوں۔ اس وقت عاقل لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کی عظمت و بڑائی اس کے اپنے اجزا سے ہے۔ اور کرہ زمین اور آسمان حقیقت میں اس کے اجزا نہیں میں۔ بلکہ اس کے ان اجزا کا نمونہ بنے ہوئے ہیں۔ اور اس کی بزرگی ان نمونوں سے ہے جو اس کے جزاء ہیں' نہ کہ کرہ ارضی و سماوی کی حقیقت سے۔ اور اسی وجہ سے کہ کسی شے کا نمونہ اس کی حقیقت کے مشابہ ہوتا ہے۔

فتوحات مکیہ والے نے کہا ہے کہ جمع محمد جمع الٰہی سے اجمع ہے۔ کیونکہ جمع محمدی کونی اور الٰہی حقائق پر مشتمل ہے۔ پس اجمع ہوگی۔ اور نہیں جانتا کہ یہ اشتمال مرتبہ الوہیت کے ظلال میں سے ایک ظل سے ہے۔ اور

Marfat.com

اس کے نمونوں میں سے ایک نمونہ پر ہے۔ نہ کہ وہ اشتمال اس مرتبہ مقدسہ کی حقیقت پر۔ بلکہ اس مرتبہ کے پہلو میں کہ عظمت و کبریائی اس کے لوازم سے ہے۔ جمع محمدی کا کچھ مقدار نہیں ہے۔ مَا لِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ

ع　چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اور نیز اس مقام میں جب کہ سالک کی سیر اس اسم میں جو اس کا رب ہے واقع ہوتی ہے تو بسا اوقات یہ خیال کرتا ہے کہ بعض بزرگوار جو یقیناً اس سے افضل ہیں' اس کے وسیلہ سے بلند مقامات میں پہنچے ہیں اور اس کے وسیلہ سے ترقی کی ہے۔ یہاں بعض سالکوں کے پھسلنے کا مقام ہے۔ اللہ پناہ دے کہ اس کمال سے کوئی اپنے آپ کو افضل جانے اور ہمیشہ کا خسارہ حاصل کرے۔

اچھا' اگر بادشاہ عظیم الشان کسی زمیندار کی مدد سے جو اسی کی سلطنت میں داخل ہے' جائے اور اس زمیندار کے وسیلہ سے بعض مقامات میں پہنچے۔ اور اس کے ذریعے سے بعض جگہوں کو فتح کرے تو اس میں کونسی تعجب کی بات ہے۔ اور اس میں کیا فضیلت ہے؟

حاصل کلام یہ کہ یہاں جزئی فضیلت کا احتمال ہے' جو بحث سے خارج ہے۔ کیونکہ ہر ایک حجام اور جلاہا اپنی کسی خاص وجہ کے باعث ہر عالم ذوفنون اور حکیم بوقلموں پر فضیلت رکھتا ہے۔ لیکن یہ فضیلت اعتبار سے خارج ہے۔ اور وہ جو معتبر ہے وہ فضیلت کلی ہے' جو عالم و حکیم کے لیے ثابت ہے۔

اس درویش کو بھی اس قسم کے اشتباہ بہت واقع ہوئے تھے' اور اس قسم کی خیالی باتیں بہت پیدا ہوئی تھیں' اور مدتوں تک یہ حالت رہی۔ لیکن باوجود اس کے فضلِ خداوندی شامل حال رہا کہ پہلے دائمی یقین میں تذبذب پیدا نہ ہوا اور متفق علیہ اعتقاد میں فتور واقع نہ ہوا:

لِلّٰهِ سُبْحَانَهُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ عَلٰى ذٰلِكَ وَ عَلٰى جَمِيْعِ نَعْمَائِهٖ　اس نعمت پر اور تمام نعمتوں پر اللہ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔

اور جو کچھ مجمع علیہ کے خلاف ظاہر ہوتا تھا اس کا کچھ اعتبار نہ کرتا تھا' اور اس کو نیک توجیہ کی طرف پھیرتا تھا۔ اور مجمل طور پر اتنا جانتا تھا کہ اس کشف کے صحیح ہونے پر بھی یہ زیادتی جزئی فضیلت پر ہوگی۔ اگر چہ وسوسہ بھی پیش آتا تھا کہ فضیلت کا مدار قرب الٰہی پر ہے۔ اور یہ زیادتی اسی قرب میں ہے۔ پھر جزئی کیوں ہوگی؟ لیکن پہلے یقین کے مقابلہ میں یہ وسوسہ گرد کی طرح اُڑ جاتا تھا اور کچھ اعتبار نہ رکھتا تھا' بلکہ توبہ و استغفار و انابت سے التجا کرتا تھا اور عاجزی اور زاری سے دعا کرتا تھا کہ اس قسم کے کشف ظاہر نہ ہوں۔ اور اہل سنت و جماعت کے معتقدات کے خلاف سر مُو منکشف نہ ہو۔

ایک دن یہ خوف غالب ہوا کہ مبادا ان کشفوں پر مواخذہ کریں' اور ان وہمی باتوں کی نسبت پوچھیں۔ اس خوف کے غلبہ نے بڑا بے قرار اور بے آرام کیا۔ اور بارگاہِ الٰہی میں بڑی التجا اور زاری کا باعث ہوا۔ یہ حالت بہت

Marfat.com

مدت تک رہی۔ اتفاقاً اسی حالت میں ایک بزرگ کے مزار پر گزر ہوا[1] اور اس معاملہ میں اس عزیز کو اپنا مددگار بنایا۔ اسی اثنا میں خداوند تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوئی اور معاملہ کی حقیقت کما حقہٗ ظاہر کر دی گئی' اور حضرت رسالت خاتمیت ﷺ جو رحمتِ عالمیاں ہیں' ان کی روح مبارک نے حضور فرمایا اور غمناک دل کی تسلی کی۔ اور معلوم ہوا کہ بیشک قرب الٰہی ہی فضل کلی کا موجب ہے۔ لیکن یہ قرب جو تجھے حاصل ہوا ہے' الوہیت کے ان مراتب کے ظلال میں سے ایک ظل کا قرب ہے' جو اس اسم سے مخصوص ہیں جو تیرا رب ہے۔ پس فضل کلی کا موجب نہ ہوگا۔ اور اُس مقام کی مثالی صورت کو اس طرح پر منکشف کیا کہ کوئی شک وشبہ نہ رہا' اور اس اشتباہ کا محل بالکل دور ہو گیا۔ اور بعض وہ علوم جو اشتباہ کا محل رکھتے ہیں اور ان میں تاویل وتوجیہ کی گنجائش ہے۔ اور اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھی تھی' زیادہ منکشف ہوئی۔

اس فقیر نے چاہا کہ ان علوم کے اغلاط کا منشا جو محض فضلِ خداوندی جلّ شانہٗ سے ظاہر ہوا ہے لکھے اور شائع کر دے۔ کیونکہ گناہ مشتہر کے لیے توبہ کا اشتہار ضروری ہے تا کہ لوگ ان علوم سے خلاف شریعت نہ سمجھ لیں۔ اور تقلید کر کے گمراہی میں نہ پڑ جائیں۔ یا تکلف وتعصب سے گمراہی وجہالت نہ اختیار کریں۔ کیونکہ اس اندھا دھندرستہ میں اس قسم کی عجیب باتیں بہت ظاہر ہوتی ہیں جو بعض کو ہدایت کی طرف لے جاتی ہیں' اور بعض کو گمراہی میں ڈال دیتی ہیں۔

اس فقیر نے اپنے والد بزرگوار قدس سرہٗ سے سنا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بہتر گروہوں میں سے اکثر جو گمراہ ہیں اور سیدھے راستہ سے بھٹک گئے ہیں' ان کا باعث طریق صوفیہ میں داخل ہونا ہے کہ انہوں نے کام کو انجام تک نہ پہنچا کر غلط راہ اختیار کیا اور گمراہ ہو گئے۔

والسّلام

اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد ونصرت سے دفتر اول حصہ سوم کا ترجمہ ختم ہوا۔ مولیٰ کریم اسے قبول عام کا شرف بخشے' اور مترجم کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے............ آمین

و صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و نورِ عرشہٖ محمّد و اٰلہٖ و اصحابہٖ و سلم

خاکسار
محمد سعید احمد
عفی عنہ

---

[1] استعانت از صاحب مزار۔

Marfat.com

مکاشفۃ القلوب

مصنف

حجۃ الاسلام امام محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

علامہ عنصر عبری چشتی

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون: 7352795-7124354

Marfat.com

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

اور رسول تم کو جو احکام دیں اُن کو قبول کرو اور جن کاموں سے تم کو منع کریں اُن سے باز رہو

صحیح مُسلم شریف (مترجم)

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کا روح پرور اور ایمان افروز ذخیرہ

مُصنّف

للامام ابی الحسین مُسلم بن الحاج بن مُسلم بن الحاج بن مُسلم القشیری النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ

مُترجم علامہ مولانا مفتی محمد صدیق ہزاروی برکاتہم العالیہ

یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ

اُردو بازار ○ لاہور

042-7352795 - 7124354

پروگریسو بکس

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد ز پسِ پردۂ تقدیر پدید

مکتوباتِ امامِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ

یعنی اردو ترجمہ

جلد دوم

تالیف
مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

تصیح و حواشی و ترجمہ
مولانا محمد سعید احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ
سابق خطیب جامع مسجد داتا گنج بخش

پروگریسو بکس

صُحُفٌ مُّطَهَّرَةٌ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطرمی خواست

آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

یعنی

اردو ترجمہ

مکتوباتِ امامِ ربّانی رحمۃ اللہ علیہ

جلد دوئم

دفتر اوّل ——— حصہ چہارم

تالیف

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

تصیح وحواشی وترجمہ

مولانا محمد سعید احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سابق خطیب جامع مسجد داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ ۰ غزنی سٹریٹ اردو بازار ۰ لاہور

042-7352795 - 7124354

پروگریسو بکس

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ

مصنف : مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم : مولانا محمد سعید احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سابق خطیب جامع مسجد داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

جلد : دوئم

تاریخ اشاعت بار اول : ستمبر 2006ء

تاریخ اشاعت بار دوئم : مئی 2012ء

تعداد : 1100

ناشر : چوہدری غلام رسول

میاں جواد رسول، میاں شہزاد رسول

طباعت : زاہد بشیر

قیمت ———— =/ روپے

ملنے کے پتے

اسلام بک ڈپو
۱۲۔ گنج بخش روڈ لاہور 042-37112941

ملت پبلی کیشنز
فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

شوروم ملت پبلی کیشنز دوکان نمبر 5 مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور
فون 042-37239200 فیکس 042-37239201

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

Marfat.com

فہرست مضامین مکتوبات امام ربّانی رحمۃ اللہ علیہ اُردو ترجمہ دفتر اوّل حصہ چہارم

مضمون	صفحہ
مکتوب نمبر (۲۲۱)	
خصائص و کمالات طریقہ نقشبندیہ کے بیان میں۔	۴۵۳
اس طرح کے بلند معارف کے اظہار کا سبب ان کے بعید ہونے کے باوجود۔	۴۵۴
اس طریقہ کے سرحلقہ حضرت صدیق اکبر ہیں۔ ابتداء کے انتہاء میں درج ہونے کے متعلق دو سوال اور ان کا جواب۔ اور وصل عریان کے مرادی معنی۔	......
ذاتی و صفاتی اور اسمائی تجلیات کے غیر متناہی ہونے کے متعلق دو اعتراض اور ان دونوں کا جواب۔	۴۵۵
تجلی کے معنی کا بیان۔	......
اگر سوال کریں کہ ان تجلیات کو ذاتی کس اعتبار سے کہتے ہیں۔ اس کا جواب الخ۔	......
جاننا چاہیئے کہ اس مقام میں وصل مطلوب بھی بے کیف و بے مثال ہے اس نہایت تک پہنچنے والے اس طریقہ اور دوسرے طریقوں سے بہت ہی کم ہیں۔	۴۵۶
سفر در وطن اور خلوت در انجمن کے معنی۔	......
تفرقہ اور عدم تفرقہ منتہی کے حق میں مطلقاً برابر نہیں، لیکن اس کی نفس جمعیت میں برابری ہے۔	۴۵۷
بعض اوقات تفرقہ ظاہر کے بغیر چارہ نہیں۔	......
بندوں کے تین حصے خالصۃً اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔	......
مشائخ طریقت کی بعض عبارات کے بارے میں سوال و جواب۔	۴۵۸
یہ طریقہ تمام باقی طریقوں سے اقرب ہے۔	......
اس طریقہ میں ابتداء میں حلاوت اور وجدان ہے اور انتہاء میں بے مزگی اور فقدان ہے بخلاف دوسرے طریقوں کے۔	......
اور اس طریقہ میں ابتداء میں قرب و شہود ہے۔ اور انتہاء میں بعد و حرمان ہے۔ اور اس معنی کا راز۔	......
اس طریقہ کے اکابر نے احوال و مواجید کو احکام شرعیہ کے تابع کیا ہے۔ اور اذواق اور معارف کو علوم شرعیہ کا خادم گردانا ہے۔	۴۵۹
یہ بزرگ سماع اور رقص کو جائز نہیں رکھتے اور ذکر جہری کی طرف رُخ نہیں کرتے۔	......
وہ تجلی ذاتی جو دوسروں کے لیے بجلی کی طرح تھوڑے سے وقت کے لیے نمودار ہوتی ہے ان بزرگوں کو ہمیشہ کے لئے	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
حاصل ہے۔	......
اس طریقہ میں پیری اور مُریدی طریقوں کے سکھانے اور سیکھنے سے ہے۔ کلاہ اور شجرہ سے نہیں۔	......
متعدد پیر پکڑنے کے جواز کا بیان' اور اس بارے میں علماء بخارا شریف کا فتویٰ معنیٰ پیر کا بیان۔	......
اس طریقہ میں نفس امارہ کے مجاہدات و ریاضات' احکام شریعہ بجالانے اور روشن سنت کی پیروی کاالتزام کرنے میں ہیں۔	۴۶۰
اس طریق نقشبندیہ میں طالب کو چلانا شیخ مقتدا کے تصرف سے وابستہ ہے۔ اس کے تصرف کے بغیر کام نہیں بنتا۔	......
یہ بزرگ جس طرح نسبت عطا کرنے میں قدرت رکھتے ہیں' اسے چھین لینے کی بھی قدرت رکھتے ہیں۔	......
اس طریقہ نقشبندیہ میں زیادہ تر افادہ اور استفادہ خاموشی میں ہے۔	
مکتوب نمبر(۲۲۲)	
خرابی احوال اور اپنے اعمال کو کم دیکھنے کے بیان میں۔	۴۶۱
ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ مرید صادق وہ ہے کہ بیس سال تک بُرائیاں لکھنے والا فرشتہ اس سے کوئی برائی صادر نہ دیکھے' جسے وہ لکھے۔	......
یہ فقیر اپنے ذوق سے محسوس کرتا ہے کہ کافرِ فرنگ بھی اس سے کئی مرتبے بہتر ہے' اور اگر اس کی کوئی شخص دلیل طلب کرے تو یہ فقیر دلیل پیش کرنے سے عاجز نہیں ہوگا۔	......
اس مضمون سے متعلق سوال و جواب پیر سے غائب ہونے کی صورت میں پیر سے رابطہ عظیم نعمت ہے۔	۴۶۲
قرب قلوب کے باوجود قرب ابدان کو بھی نہیں کھونا چاہیے۔	۴۶۳
مکتوب نمبر(۲۲۴)	
اظہار احوال اور اپنے پیر کی خدمت میں واقعات پیش کرنے پر اُبھارنے کے بیان میں۔	......
مکتوب نمبر(۲۲٤)	
رعایت آداب اور نصائح ضروریہ کے بیان میں۔	......
بزرگوں نے فرمایا ہے جب دشمن لعین نیکی اور نصیحت کی راہ سے آئے تو اُس کا دفع کرنا مشکل ہوتا ہے۔	۴۶۴
فقر اور نامرادی اس گروہ کا جمال ہے اور عین سیدکونین علیہا الصلوٰۃ السلام کی اقتدا ہے۔	......
حق تعالیٰ اپنے کمال کرم سے بندوں کے رزق کا کفیل بن چکا ہے' اور ہمیں اور تمہیں اس فکر سے فارغ کر دیا ہے۔ تو اپنے متعلقین	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
کا غم بھی اسی کے حوالے کرنا چاہیے۔	......
الشیخ فی قومه کالنبی فی اُمّته	۴۶۵
اکابر طریقت نے بعض مریدوں کو بعض مصلحتوں کے پیش نظر مقام پیری تک پہنچنے سے قبل ایک قسم کی اجازت دی ہے۔	......
مکتوب نمبر (۲۲۵)	
اس بیان میں کہ اس طریقہ کے ابتداء میں ہی وہ حالات میسّر آجاتے ہیں جو دوسروں کو نہایت میں جا کر میسّر آتے ہیں اور احوال کا ظہور اس شخص کے کمال کو مستلزم نہیں۔	۴۶۶
مکتوب نمبر (۲۲۶)	
اس بیان میں کہ فرصت بہت تھوڑی ہے اور ہمیشہ کا عذاب اس پر مرتب ہونے والا ہے۔	۴۶۷
اہل اللہ سرہند شریف میں جمع ہونے کا بیان اور حضرت شیخ مجدد قدس سرہٗ کی خدمت میں ان کی جمعیت۔	......
اہل وعیال کی رضاجوئی کے لیے اپنے آپ کو بلا اور مصیبت میں ڈالنا۔	۴۶۸
عقل دور اندیش سے بہت بعید بات ہے۔	......
دنیا بے وفائی میں مشہور ہے اور اہل دنیا خست وکمینگی میں مشہور ہیں۔	......
مکتوب نمبر (۲۲۷)	
ان نصائح اور مواعظ کے بیان میں جو مقام پیری سے تعلق رکھتے ہیں۔	۴۶۸
عارفین کا ریا مریدین کے اخلاص سے بہتر ہے۔ اور اس کے راز کا بیان اور اس سے دفع وہم کا بیان۔	......
مکتوب نمبر (۲۲۸)	
ان نصائح کے بیان میں جو مقام تکمیل اور تعلیم طریقت سے تعلق رکھتے ہیں۔	۴۶۹
اس طریقہ کا مدار دو اصول پر ہے ایک شریعت پر استقامت۔ دوم شیخ طریقت کی نسبت میں پختگی اور استحکام۔	......
اپنے کام کی فکر کرنی چاہیے تاکہ بوقت موت سلامتی ایمان نصیب ہو۔ اس وقت اجازت نامے اور مریدین کچھ کام نہیں آئیں گے۔	۴۷۰
مکتوب نمبر (۲۲۹)	
اس بیان میں کہ ہمارا طریقہ حضرت خواجہ کا ہی طریقہ ہے۔ اور ہماری نسبت بھی وہی نسبت ہے۔ لیکن اتنی بات ہے کہ نسبت کی تکمیل بہت سے افکار جمع ہونے سے ہوتی ہے۔	......
شیخ علاء الدولتہ نے فرمایا ہے جس قدر واسطے زیادہ ہوں گے راستہ زیادہ نزدیک ہوتا جائے گا۔	۴۷۱
مکتوب نمبر (۲۳۰)	
ہمت بلند رکھئے اور جو کچھ حاصل ہو چکا	

Marfat.com

مضمون	صفحہ

ہواس* پر کفایت نہ کرنے کے بیان میں۔ ۴۷۲
خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ
جو کچھ دیکھا گیا یا سنا گیا یا جانا گیا وہ سب غیر خدا
ہے' وہ ذات تعالیٰ اس سب سے وراء الوراء
ہے۔ ......

مکتوب نمبر (۲۳۱)

درج ذیل سوالات کے جوابات میں: ......
(۱) حصول اور وصول کے درمیان کیا فرق ہے؟
(۲) وہ اسماء جو انبیاء کے مبادی کے تعینات
ہیں۔ کیا وہی اولیاء کے مبادی کے بھی تعینات ہیں یا
نہیں؟ ......
(۳) ذکر جہر سے کیوں منع کیا جاتا ہے' حالانکہ یہ
شوق وذوق پیدا ہونے کا باعث ہے؟ ......
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل مبارک دو قسم
ہے' ایک بطور عبادت' دوسرا بطریقہ عرف و عادت
اوّل کی مخالفت بدعت ہے۔ دوسرے کے مخالفت
بدعت نہیں۔ ۴۷۳

مکتوب نمبر (۲۳۲)

کمینی دنیا کی حقیقت اور اس کی ردّی ملمع
سازیوں کی قباحت کے بیان میں' اور اس کمینی دنیا
کی محبت کا علاج۔ ۴۷۵

مکتوب نمبر (۲۳۳)

بعض نصائح کے بیان میں۔ ۴۷۶
حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا
ہے کہ اگرچہ یہ بات کفر ہے کہ کوئی اپنے آپ کو اتنا
اُونچا تصور کرنے لگے کہ اگر وہ برہم اور ناراض ہو
تو سارا جہان درہم برہم ہو جائے لیکن کیا کیا جائے
ہمیں تو ہمارے ارادے کے بغیر ہی اُونچا بنادیا گیا
ہے۔ ۴۷۷

مکتوب نمبر (۲۳۴)

اس بیان میں کہ واجب تعالیٰ کی حقیقت وجود
محض ہے' اور تجلّی ذاتی کا بیان اور من عرفہ
نفسہ' فقد عرف ربّہ' کا معنی اور آیہ کریمہ
اللہ نور السّمٰوات والارض کا معنی۔ ۴۷۸
صاحب فصوص کے نزدیک اعیان ثابتہ کا بیان
اور حضرت امام ربّانی قدس سرہٗ کے نزدیک حقائق
ممکنات۔ ۴۷۹
حضرت امام ربّانی علیہ الرحمۃ اور اعیانِ
ثابتہ۔ ۴۸۰
تام المعرفت عارف جب حضرت وجود تک
ترقی کرنے کے بعد عدم صرف کے مقام میں
نزول فرماتا ہے الخ۔ ۴۸۱
پس ناچار اس عارف کا شیطان بھی حسن
اسلام پیدا کرلیتا ہے۔ اور اس کا نفسِ امارہ نفسِ
مطمئنہ بن کر اپنے مولیٰ تعالیٰ سے راضی ہو جاتا
ہے۔ ......
یہی وہ مقام ہے جس کے متعلق حضور
سرورکائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

Marfat.com

مضمون	صفحہ
اسلم شیطانی۔	......
یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ ان معارف سے حصہ وافر حضرت امام مہدی کو حاصل ہوگا۔	......
ممکنات بالذات شر و فساد کا محل ہیں اور ان میں کمال حضرت ذات واجب تعالیٰ کی طرف سے عاریۃً آیا ہوا ہے۔	۴۸۲
عدم صرف کے وجود صرف کے ساتھ رنگین ہونے کے متعلق سوال و جواب۔ اور ایک اور سوال و جواب متعلق باتصاف عدم کہ معقول ثانی ہے وجود خارجی کے ساتھ۔	......
ایک اور سوال و جواب جو صفات حقیقیہ کے مرتبہ ظلال میں ہونے سے متعلق ہے اور مرتبہ اصل میں ان کے وجود کا نہ ہونا۔	۴۸۳
من عرف نفسه فقد عرف ربه اور آیہ کریمہ الله نور السموٰات والارض کا معنی من فسّر القرآن برایه فقد کفر	......
ممکنات کے اصول اور ذوات عدمات محض ہیں۔ اور ممکنات کے نقائص ان عدمات کے مقتضی۔	۴۸۴
حسن و قبح کے مصداق کا بیان اور نکاح میں لائی جانے والی خوبصورت عورتوں اور لونڈیوں کے لیے آرائش و زیبائش کے جواز کا سبب۔	......
ایاکم والمردفان فیهم لونا کلون الله ما الدنیا و الآخرة الاضرتان۔	۴۸۵
کمینی کی مذمت۔	۴۸۶
شیخ محی الدین بن عربی کے نزدیک حقائق ممکنات یہ علوم و معارف کہ کسی بھی اہل اللہ نے ان کے متعلق لب کشائی نہیں فرمائی۔ اشرف معارف اور اکمل علوم میں سے ہیں۔ جو ہزار سال کے بعد منصہ شہود پر ظہور پذیر ہوئے ہیں۔	......
ہر سو سال کے بعد اس امت کے علماء میں سے کسی کو مجدد مقرر کرتے ہیں خاص کر ہزار سال گزرنے کے بعد۔	۴۸۷
عارف تام المعرفت جب عروج و نزول کے مراتب طے کرنے کے بعد عدم صرف میں نزول فرماتا ہے۔ تو تمام کمالات اس میں ظاہر ہو جاتے ہیں۔	۴۸۹
عدم کے وجود کا آئینہ ہونے سے متعلق ایک سوال و جواب۔	......
ان الہامات کے وساوس شیطانی میں سے نہ ہونے بلکہ علوم ربانی میں سے ہونے کی دلیل۔ اور ان علوم کے اظہار کی وجہ۔	......
مکتوب نمبر (۲۳۵)	
اس بیان میں کہ اس گروہ کی محبت دنیوی اور اُخروی سعادتوں کا سرمایہ ہے۔	۴۹۰
اگر جہاں بھر کی تاریکیاں باطن میں ڈال دیں لیکن اس محبت کو قائم اور ثابت رکھیں تو کوئی غم نہیں کرنا چاہیے۔ اور اگر پہاڑوں کی مقدار میں	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
انوار و احوال دل میں ڈالیں لیکن ایک بال برابر اس محبت میں فرق ڈال دیں تو یہ سراسر خرابی ہے۔	......
مکتوب نمبر (۲۳۶)	
بعض اسرار کے بیان میں۔	۴۹۱
تمہیں ولایت موسوی میں پایا اور وہاں سے کھینچ کر ولایت محمدیہ خاصہ کے دائرہ میں داخل کیا۔ اب بیس روز سے زیادہ دن ہو رہے ہیں کہ تمہیں اپنی گود میں رکھ کر پرورش کر رہا ہے۔	......
مکتوب نمبر (۲۳۷)	
روشن سنت کی متابعت اور طریقہ نقشبندیہ کی مدح کے بیان میں۔	۴۹۲
اس طریقہ کے اکابر کو اگر سنت کی پابندی کے ساتھ احوال و مواجید سے مشرف فرماتے ہیں تو یہ اُسے عظیم نعمت جانتے ہیں۔ اور اگر اس پابندی میں فتور پاتے ہیں تو احوال کو پسند نہیں کرتے۔	......
ہندوستان کے برہمن اور جوگی اور یونان کے فلاسفہ تجلیات صوری اور علوم توحیدی کا کافی حصہ رکھتے ہیں۔ لیکن خرابی کے سوا نہیں کچھ حاصل نہیں۔	......
اس طریقہ سے منسلک رہنے والے پر اولاً موافق آرا سے اہل سنت و جماعت کے عقائد کی درستی لازم ہے۔ دوسرے فرض، واجب، سنت اور مستحب کا علم، تیسرے درجے میں علوم صوفیہ کی نوبت آتی ہے۔	......
مکتوب نمبر (۲۳۸)	
اس میں کہ دینی بھائیوں کی تعداد زیادہ بنانے میں بہت سی اُمیدیں ہیں۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ مُریدوں کے احوال پیروں کی رکاوٹ کا باعث بن جائیں اور عجب اور خودستائی میں مبتلا کر دیں۔ مُریدوں کے احوال پیروں کی ترقی کا باعث بنتے ہیں نہ کہ تنزل کا۔	۴۹۳
یہ بھی چاہیے کہ مثلاً طریقہ قادریہ اور نقشبندیہ میں خلط ملط نہ ہو۔	۴۹۴
مکتوب نمبر (۲۳۹)	
ان استفسارات کے جواب میں جو مکتوبات الیہ نے کیے تھے۔	۴۹۵
احوال سے مقصود محول احوال (خدا تعالیٰ) کے ساتھ گرفتاری ہے۔	......
مخلص لوگوں کی لغزشیں معاف ہیں۔	
جو بھی مقبول ہوتا ہے بلا علت اور بلا علت ہی ہوتا ہے۔	......
ہر کام میں استخارہ کرنا مسنون ہے اور استخاروں کی تعداد اور ان کے نتیجہ کا بیان۔	......
اسی قبیلہ سے ہیں وہ امدادیں جو روحانیت اکابر سے افعال اجسام کی طرح ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ جیسے دشمنوں کو ہلاک کرنا اور دوستوں کی مدد کرنا۔	۴۹۶
مکتوب نمبر (۲۴۰)	
اس راہ کی بے نہایتی اور کلمہ طیبہ کے بعض	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
فوائد کے بیان میں۔	......
جو کچھ دید و دانش میں آئے نفی کرنے کے قابل ہے۔	۴۹۷
دوسری نصیحت یہ ہے کہ شریعت پر استقامت ہو اور اپنے احوال کو اصول شرعیہ کے ساتھ مطابق لکھا جائے۔	......
مکتوب نمبر (۲۴۱)	
بعض دوستوں کی ترقی کے بیان میں۔	......
مکتوب نمبر (۲۴۲)	
بعض سوالات کے جواب میں۔	۴۹۸
اس بات کا جواب کہ اسم ذات کے ساتھ شغل کب تک ہوتا ہے۔ اور اس سے کتنی مقدار میں حجاب دور ہوتے ہیں اور نفی و اثبات کس حد تک ہیں' اور اس کلمہ سے کتنی مقدار میں حجاب دور ہوتے ہیں۔	......
مکتوب نمبر (۲۴۳)	
طریقہ نقشبندیہ اختیار کرنے کی ترغیب میں اور اس بیان میں کہ فنا کے بغیر اخلاص میسر نہیں آتا۔	۴۹۹
اس بلند طریقہ کے اکابر کی عادات کا بیان۔	......
ماسوا اللہ کے نقوش ان اکابر کے باطن سے اس طرح زائل ہو جاتے ہیں' کہ اگر ہزار بھی تکلف کے ساتھ حاضر کرنا چاہیں تو حاضر نہیں ہوتے اور ان اکابر کے لیے تجلی ذاتی دائمی ہے	۵۰۰

مضمون	صفحہ
مکتوب نمبر (۲۴۴)	
اس خط کے جواب میں جو مکتوب الیہ نے اپنی خرابی احوال کے بارے میں تحریر کیا تھا۔	۵۰۱
مکتوب نمبر (۲۴۵)	
ان استفسارات کے جواب میں' جو مکتوب الیہ نے کیے تھے۔	۵۰۲
ذکر اللسان لقلقہ و ذکر القلب وسوسہ و ذکر الروح شرک و ذکر السر کفر۔	......
حضرت امام غزالی ابو علی سینا کی تکفیر کے قائل ہیں۔	۵۰۳
مکتوب نمبر (۲۴۶)	
اس مقام کے حصول کے بیان میں جس کا میر نعمان امیدوار اور منتظر تھا۔	......
مکتوب نمبر (۲۴۷)	
اس بیان میں کہ حق تعالیٰ کے وجود پر دلیل بھی خود اس کا اپنا وجود ہے۔	۵۰۵
عرفت ربی بفسخ العزائم لابل عرفت فسخ العزائم بربی	......
مکتوب نمبر (۲۴۸)	
اس بیان میں کہ انبیاء کی متابعت کرنے والے کاملین کو انبیاء کے تمام کمالات سے حصہ ملتا ہے۔ اور کوئی ولی کسی نبی کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور اس بات کی تحقیق کی تجلی ذاتی جو آنحضرت علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہے' کس	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
معنی سے ہے۔	۵۰۶
مکتوب نمبر (۲۴۹)	
سید الاوّلین والآخرین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل کے بیان میں۔	۵۰۸
مکتوب نمبر (۲۵۰)	
استفسارات کے جواب میں۔	۵۰۹
نسبت اگر چہ جہالت اور حیرت تک لی جاتی ہے۔لیکن اچھی ہے۔	......
زادوراحلہ کی موجودگی میں اس زمانہ میں حج کے لیے جانا فرض ہے یا نہیں؟ اور اس کا جواب۔	......
مکتوب نمبر (۲۵۱)	
خلفائے راشدین کے فضائل اور حضرات شیخین کے فضائل اور حضرت امیر کے بعض خصائص اور تمام صحابہ کرام کی تعظیم کے بیان میں ۔ اور ان کی باہمی لڑائیوں کی صحیح توجیہات کے بیان میں۔	۵۱۰
حضرات شیخین انبیاء سابقین کے درمیان حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور ذوالنورین حضرت نوح کے ساتھ اور حضرت علی حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔	......
خلفاء اربعہ کے تعینات کے مبادی صفۃ العلم ہے۔	......
اور یہ صفت حضرت محمد حضرت ابراہیم حضرت نوح علیہم السلام کارب ہے۔	......
حضرات شیخین نبوت کے بوجھ کے حامل ہیں اور حضرت علی ولایت کے بوجھ کے اور حضرت ذوالنورین دونوں طرف کے بوجھ کے حامل ہیں۔	۵۱۱
اس وجہ کے بیان میں کہ حضور علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی متابعت کا حکم کیوں دیا گیا۔	......
اکثر سلاسل صوفیہ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرف منسوب ہونے کی وجہ۔	......
حضرات شیخین کے ان کمالات کا بیان جو کمالات نبوت کے مشابہ ہیں۔	......
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک دروازہ جنت پر ثبت ہے۔	۵۱۲
جنت میں داخلہ حضرات شیخین کی رائے اور تجویز سے ہوگا۔	......
حضرت مہدی موعود بھی نسبت نقشبندیہ پر ہوں گے۔ اور اس نسبت کی تکمیل کریں گے	۵۱۴
مقامِ اقطاب' ابدال اور اوتاد کی تربیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امداد کے سپرد کی گئی ہے۔	۵۱۵
قطب الاقطاب کا سر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قدم مبارک کے نیچے ہے۔	۵۱۵

Marfat.com

مضمون	صفحہ
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بزرگی اور شان کا بیان۔	......
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے والے خطا پر تھے۔	۵۱۶
کسی بھی صحابی کو گالی دینے والے کا حکم۔	......
لفظ جور کی تاویل جو بعض فقہا سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق واقع ہوا ہے۔	۵۱۷
حضرت امیر معاویہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں کیا اعتقاد رکھنا چاہیے۔	۵۱۹
مکتوب نمبر (۲۵۲)	
استفسارات کے جواب میں۔	۵۲۱
مکتوب نمبر (۲۵۳)	
سوالات کے جواب اور اس راہ کی بے نہایتی کے بیان میں۔	......
شیخ ادریس کے اس قول کا جواب کہ میں اگر جانب زمین کی طرف دیکھتا ہوں تو زمین مجھے نظر نہیں آتی۔ اور اسی طرح آسمان' عرش اور کرسی الخ کو بھی نہیں پاتا۔ اور اسلام' رضا اور اطمینان کے مقام کا بیان۔ نیز ایک سالک کے قول کا بیان کہ میں تیس سال روح کی پرستش کرتا رہا۔	......
مکتوب نمبر (۲۵۴)	
رسالہ مبدء و معاد کی عبارت کے متعلق بعض سوالات کو جواب۔	۵۲۳
مکتوب نمبر (۲۵۵)	
روشن سنت کے زندہ کرنے کے بیان میں۔	۵۲۴
حضرت امام مہدی مدینہ کے ایک عالم کے قتل کا حکم صادر فرمائیں گے جو آپ کے بارے میں زبان طعن دراز کرے گا۔	......
مکتوب نمبر (۲۵۶)	
قطب' قطب الاقطاب' غوث اور خلیفہ کے معنی کا بیان۔ اور اس حدیث کی تحقیق لو اتزن ایمان ابی بکر مع ایمان امتی لرجح۔	۵۲۵
صاحب فتوحات مکیہ فرماتے ہیں۔ ما من قریۃ مومنۃ او کافرۃ الا و فیھا قطب۔	۵۲۶
عارف کا معاملہ اس مقام کو پہنچ جاتا ہے کہ آنکھ جھپکنے میں تمام گزشتہ کمالات حاصل کر لیتا ہے اور فقیر کے نزدیک ایک لحہ میں سابقہ کمالات سے زیادہ کمالات حاصل کر لیتا ہے۔	......
فرعون مردود کے ہاتھ سے قتل ہونیوالے تمام بچوں کی استعداد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منتقل کر دی گئی اور اس کے راز کا بیان۔	۵۲۷
مرید بھی پیروں کے کمالات کا ذریعہ بنتے ہیں۔	......
وفات کے بعد ولایت کے سلب ہو جانے	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
کا بیان جیسا کہ نفحات میں مذکور ہے مگر چار اشخاص سے۔	......
مستورات کی بیعت کا حکم اور نحوست ایام کا بیان۔اور ایّام اللّٰہ والعبادُ عبادُ اللّٰہ کی تحقیق۔	۵۲۸
مکتوب نمبر (۲۵۷)	
طریقے کا بطریق اجمال بیان۔	......
مکتوب نمبر (۲۵۸)	
حق تعالیٰ کی اقربیت کے بیان میں۔	۵۳۰
مکتوب نمبر (۲۵۹)	
ارسال رُسل کرام اور پہاڑ کی چوٹی پر رہنے والے کے خصوصی حکم اور زمانہ فترت کے مشرکین اور دارالحرب میں اطفالِ مشرکین کا بیان اور سرزمین ہندوستان میں بعثت انبیاء اور دیگر تحقیقات کا بیان۔	۵۳۱
پہاڑ کی چوٹی میں عمر گزارنے والے اس شخص کے بارے میں جس کو دعوت انبیاء نہ پہنچی ہو تریدیہ اور اشاعرہ اور صاحب فتوحات اور خاص حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے مذہب کا بیان۔	۵۳۲
مکتوب نمبر (۲۶۰)	
حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے طریقہ کے بیان میں جس کے ساتھ آپ ممتاز ہیں اور ولایت صغریٰ اور ولایت کبریٰ اور ولایت علیا کے بیان میں اور نبوت کی ولایت پر افضلیت اور لطائف	

مضمون	صفحہ
عشرہ انسانی اور عالم خلق کے عالم امر پر افضلیت کے بیان میں۔اور عنصر خاک کے کمالات اور ہر مقام کے مناسب علوم غریبہ کے بیان میں۔	۵۳۵
فھو سبحانہ وراء الوراء ثم وراء الوراء	
اس مقام میں ایک سالک نے کہا ہے کہ میں تیس سال روح کو خدا تصور کر کے اس کی پرستش کرتا رہا۔	......
تو اس قول کا کچھ معنی نہیں کہ اولیاء کی ابتداء انبیاء کی نہایت ہے۔	......
خام صوفی اور بے مقصد عالم فرائض تو ضائع کرتے ہیں اور نوافل کو رواج دینے میں کوشش کرتے ہیں۔نہیں جانتے کہ ایک فرض کا ادا کرنا ہزاروں چلوں سے بہتر ہے۔	۵۴۹
اگرچہ تمام فرائض قرب اصلی عطا کرتے ہیں لیکن ان سب میں افضل نماز ہے۔	۵۵۰
فضائل نماز اور عالم خلق کی عالم امر کی فضیلت کا بیان۔	......
جس عارف کو بھی امر سے مناسبت زیادہ ہوگی اس کا قدم کمالات ولایت میں زیادہ آگے بڑھا ہوگا۔اور جسے عالم خلق سے مناسبت زیادہ ہوگی اس کا قدم کمالات نبوت میں آگے ہوگا۔	......
شرح صدر حاصل ہونے کے بعد نفس مطمئنہ	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
کے کمالات کا بیان۔	۵۵۱
نبوت کے کمالات طبقہ صحابہ میں زیادہ پائے جاتے تھے اور تابعین اور تبع تابعین میں قلیل مقدار میں۔ ان کے بعد کمالات نبوت روپوش ہو گئے اور ایک ہزار سال گزرنے کے بعد یہ دولت از سر نو تازہ ہوئی۔	۵۵۲
ان علوم کا بیان جو کمالات نبوت سے مناسبت رکھتے ہیں اور ان علوم کا بیان جو کمالات ولایت کے مناسب ہیں۔	۵۵۳
اس بلند طریقہ نقشبندیہ کا بیج بخارا شریف اور سمرقند سے لایا گیا۔ اس سرزمین ہندوستان میں یثرب و بطحا کی خاک سے لا کر بویا گیا۔	۵۵۴
اس راہ میں چلنا ان ان صفات والے شیخ مقتدا کی محبت و عقیدت کے ساتھ مربوط ہے۔	......
اس طرح نقشبندیہ میں زندے مردے بچے بوڑھے جوان اور ادھیڑ عمر والے سب برابر ہیں۔	۵۵۵
اس سلسلے کا نور ہدایت اس کے مریدین میں بے واسطہ اور بالواسطہ اور کئی واسطوں سے اس وقت تک جاری رہے گا۔ جب تک اس مخصوص طریقہ میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہو۔	......
احکام اجتہادیہ امور محدثہ نہیں ہیں بلکہ دین کے اصول میں سے ہیں۔	۵۵۶
وہ قطب ارشاد جو کمالات فردیت کا بھی جامع ہو نہایت ہی نادرالوجود ہے۔ زمانہائے دراز گزرنے کے بعد ایسا موتی ظہور فرماتا ہے اور ایمان اور رشد و معرفت اس کے راستہ سے آتی ہے۔	......
اس بات کی تفصیل کہ کون اس سے فیض یاب ہوتا ہے اور کون اس کے فیض سے محروم رہتا ہے۔	......
مکتوب نمبر (۲۶۱)	
فضائل نماز اور اس کے ضمن میں اس کے کمالات مخصوصہ کے بیان میں۔	۵۵۸
یہ وہ کمال ہے جو ہزار برس کے بعد ضمن وجود میں تشریف لایا ہے۔ اور وہ آخیر ہے۔ جو اولیت کے رنگ میں برامد ہوا ہے۔	۵۶۰
طریقت اور حقیقت شریعت کی خادم ہیں اور نبوت ولایت سے بہر حال افضل ہے اگرچہ اس نبی کی ولایت ہی ہو۔	۵۶۱
مکتوب نمبر (۲۶۲)	
اس بیان میں کہ ہمارا ارتباط حُبی ہے اور ہماری نسبت انعکاسی۔ اس میں قرب و بعد سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔	۵۶۲
مکتوب نمبر (۲۶۳)	
نماز کے فضائل اور ان معارف کے بیان میں جو کعبہ ربانی سے تعلق رکھتے ہیں۔	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
حقائق الٰہی سے مراد اس کی عظمت و کبریائی کے پردے ہیں' اور حقائق الٰہی کا کچھ حصہ آخرت کے حصے سے کچھ نصیب ہوتا ہے۔	۵۶۳
مکتوب نمبر (۲۶۴)	
اس بیان میں کہ اپنے معاملے کو حیرت اور جہالت تک لے جانا چاہیے۔اور بعض مشائخ کے ایک واقع کا بیان اور اس کی تعبیر۔	۵۶۴
مکتوب نمبر (۲۶۵)	
اس بیان میں کہ عزلت اور خلوت نشینی کی صورت میں مسلمانوں کے حقوق پامال نہیں ہونے چاہییں۔اور حقوق کا بیان۔	۵۶۶
دعا کی قبولیت کے شرائط۔	
خلوت اغیار سے چاہیے نہ کہ دوستوں سے۔	۵۶۷
خلوت نشینی کے لیے نیت درست ہوئی چاہیے اور جمعیت باطن کو اپنا مقصود قرار دینا چاہیے۔	۵۶۸
مکتوب نمبر (۲۶۶)	
آراسے اہل سنت کے موافق بعض عقائد اور رد فلاسفہ اور طریقہ نقشبندیہ کے کمالات کے بیان میں۔	......
اس فقیر نے اس طریقہ میں الف و با اور اس راہ کے حروف تہجی کا سبق اور نہایت کے ہدایت میں درج ہونے کی دولت اور سفر در وطن حضرت خواجہ باقی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھا اور حاصل کیا۔آپ نے تھوڑے عرصہ میں اس ناقابل کو نسبت نقشبندیہ تک پہنچادیا۔	۵۶۹
عقلمندوں پر فرض اولین عقائد کی درستی ہے	
عقیدہ (۱) اللہ تعالیٰ اپنی ذات مقدس کے ساتھ موجود ہے۔اور تمام اشیاء اس کی ایجاد سے وجود میں آئی۔	۵۷۰
عقیدہ ۲ صفۃ العلم کا بیان۔	......
صفۃ الکلام اور صفۃ التکوین کا بیان۔	......
عقیدہ ۳ وہ ذات تعالیٰ کسی شے میں حلول نہیں کرسکتی اور نہ کوئی شے اس میں حلول کرسکتی ہے۔	۵۷۳
عقیدہ (۳) احاطہ اور قرب اور معیت حق تعالیٰ کا بیان۔احاطہ اور قرب علمی کا قائل ہونا متشابہات کی تاویل میں داخل ہے اور ہم ان کی تاویل کے قائل نہیں۔	۵۷۴
اذا تم الفقر فهو الله کا معنی	......
قول انا الحق سے کیا مراد ہے۔	......
عقیدہ (۴) اس کی ذات اور صفات میں تغیر و تبدل کی کچھ گنجائش نہیں۔	......
عقیدہ (۵) وہ ذات غنی مطلق ہے ذات میں بھی اور صفات میں بھی اور افعال میں بھی۔	......
عقیدہ (۶) وہ ذات تعالیٰ تمام صفات	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
نقص اور حدوث کے نشانات سے منزہ ہے	۵۷۵
صفات کی عینیت اور غیریت کا بیان اور اس مسئلہ میں تفصیل مذاہب۔	......
عقیدہ (۷) اللہ تعالیٰ قدیم اور ازلی ہے اور اس کے غیر کو قدم اور ازلیت حاصل نہیں۔ اور شیخ ابن العربی ارواح کاملین کے قدم کا قائل ہے۔	۵۷۶
عقیدہ (۸) اللہ تعالیٰ قادر مختار ہے۔ شائبہ ایجاب و بے بسی سے منزہ ہے۔ اور فلاسفہ کے مذہب کا رد۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے وقت افلاطون کا قول۔	......
شیخ محی الدین ابن العربی کی عبارات ایجاب کو ظاہر کرتی ہیں۔	۵۷۸
شیخ محی الدین ابن عربی کے متعلق حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کا عقیدہ۔	......
عقیدہ (۹) تمام ممکنات' جواہر ہوں یا اعراض عقول ہوں یا نفوس' افلاک ہوں یا عناصر سب قادر مختار ذات کی ایجاد سے عدم سے وجود میں آئے ہیں۔ اور اپنے وجود اور بقا میں اس ذات سبحانہٗ کے محتاج ہیں۔	۵۷۹
انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات اسباب کی رعایت فرماتے ہیں۔ اور ہر کام کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔	......
اسباب کا اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں جس طرح کہ ناقص لوگوں کا گمان ہے۔	۵۸۰
عقیدہ (۱۰) اللہ تعالیٰ خیر و شر دونوں کا ارادہ فرماتا ہے اور دونوں کا خالق ہے۔ لیکن خیر سے راضی اور شر سے راضی نہیں۔ اور معتزلہ کے مذہب کا بیان اور کسب اور خلق کے درمیان فرق۔	۵۸۱
ایک معین وقت تک کے اعمال پر ہمیشہ کی جزا بالکل موافق و مطابق جزا ہے۔ اور اس کی وجہ کا بیان۔	......
بہشت میں داخل ہونا ایمان پر موقوف ہے۔ اور ایمان اس کا فضل ہے اور دوزخ میں جانا کفر کی وجہ سے ہوگا۔ اور کفر خواہش نفسانی سے پیدا ہوتا ہے۔	۵۸۲
عقیدہ (۱۱) آخرت میں مومنوں کو اللہ تعالیٰ کی رویت بے جہت اور بے کیف حاصل ہوگی۔	......
مسئلہ رویت میں شیخ محی الدین ابن العربی کا مذہب۔	......
عقیدہ (۱۲) بعثت انبیاء اہل جہاں کے لیے رحمت ہے۔	۵۸۳
اس مسئلہ سے متعلق سوال و جواب اور بعثت انبیاء کے فوائد کا بیان۔	......
عقول انسانی احکام شرعیہ کی شناخت اور اشیاء کے حسن و قبح کے دریافت کرنے میں تصفیہ اور تزکیہ کے باوجود کافی نہیں ہیں۔	۵۸۴
ملحد اور بے دین لوگوں کا رد جو تکلیفات	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
شریعہ کے منکر ہیں۔ان پر معترض ہیں۔	۵۸۵
انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے لیے اجتہاد کو جائز قرار دینا اور اس میں خطا اجتہادی پر قائم رہے بغیر خطا اجتہادی کو جائز رکھنا۔	۵۸۶
عقیدہ (۱۳-۱۴) کافروں اور کچھ نافرمان مومنوں کے لیے عذاب قبر حق ہے۔اور قبر میں منکر و نکیر کا سوال کرنا بھی برحق ہے۔	......
عقیدہ (۱۵) قیامت کا اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ آنا برحق ہے۔	۵۸۷
عقیدہ (۱۶) حساب، میزان اور پل صراط حق ہے۔	۵۸۸
عقیدہ (۱۷) بہشت اور دوزخ اس وقت موجود ہیں۔قیامت کے روز محاسبہ کے بعد ایک گروہ کو بہشت میں اور ایک کو دوزخ میں لے جائیں گے۔	......
صاحب فصوص کہتا ہے انجام کار سب کو اللہ کی رحمت شامل ہو جائے گی اور اس کے قول کا رد۔	......
عقیدہ (۱۸) ملائکہ خدا تعالیٰ کے بندے ہیں اور گناہوں سے معصوم۔	۵۹۰
عقیدہ (۱۹) دین اس چیز سے متعلق تصدیق قلبی سے عبارت ہے جو بداہت اور تواتر کے ساتھ پہنچی ہے۔	۵۹۲
اس تصدیق کی علامت کفر اور کافری اور	

مضمون	صفحہ
کفر کے خصائص ولوازمات سے اظہار بیزاری ہے۔	......
اس اظہار بیزاری کا ادنیٰ اور اعلیٰ درجہ	
فرقہ شیعہ کا اس تبری کے معنی میں غلطی کھا جانا	
کوئی عقلمند اس بات کو جائز تسلیم نہیں کر سکتا کہ حضور کے صحابہ کرام حضور کے اہلبیت کے دشمن ہوں۔	......
حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو بزرگی اور شان پائی اس کا سبب بھی تھا۔کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے بیزاری کا اعلان فرمایا۔اور ان سے کنارہ کشی اختیار کی۔	۵۹۳
اس فقیر کی نظر میں رضائے خداوندی کے حصول کے لیے اس بیزاری کے برابر کوئی کام نہیں۔	......
حق تعالیٰ کو کفر و کافری سے ذاتی عداوت ہے لہٰذا آخرت میں کافروں کو رحمت سے کچھ حصہ نصیب نہیں ہوگا۔	......
حدیث سبقت رحمتی غضبی کا معنی۔اس مسئلہ سے متعلق سوال و جواب۔	۵۹۴
ایک شخص کے حال کا بیان جو قریب المرگ تھا اور حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی اس کے حال پر توجہ۔	۵۹۵
ان مسلمانوں کی نماز جنازہ کا جواز جو ایمان کے باوجود اہل کفر کی رسوم کے مرتکب ہوتے ہیں۔	......
فقیر کے نزدیک دوزخ کا عذاب چاہیے	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
کچھ وقت کے لیے ہو چکا ہے ہمیشہ کے لیے کفر اور صفات کفر اور اہل کبائر کے ساتھ مخصوص ہے۔	۵۹۶
اس مسئلہ سے متعلق سوال وجواب اور مسلمان کو عمداً قتل کرنے والے کا حکم۔	......
ایمان کے زیادہ اور کم ہونے کی تحقیق	
ایمان کے زیادہ اور کم ہونے کی تحقیق اور اس مسئلہ میں مذاہب علماء کی تفصیل۔ اور اس مسئلہ میں امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر جو اعتراضات کیے گئے ہیں ان کا ردّ۔	۵۹۸
امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں انا مومن حقا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں انا مومن ان شاء اللہ تعالیٰ فی الحقیقت ان دونوں بزرگوں میں نزاع لفظی ہے۔	......
عقیدہ (۲۰) اولیاء اللہ کی کرامات حق ہیں معجزہ اور کرامت کے درمیان فرق۔	......
عقیدہ (۲۱) خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں افضلیت کی ترتیب ان کی خلافت کی ترتیب سے ہے۔	......
شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی افضلیت صحابہ اور تابعین کے اجماع سے ثابت ہو چکی ہے۔	۶۰۰
لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حضرت	

مضمون	صفحہ
علی کرم اللہ وجہہ پر فضیلت تو اکثر علمائے اہلسنت اس پر ہیں کہ شیخین کے بعد فضیلت میں پہلے حضرت عثمان ہیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہما۔	......
حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قول من علامات السنة تفضیل الشیخین و محبة الختنین کی مراد کا بیان۔	......
اس مذکورہ ترتیب سے افضلیت کے منکر کا حکم۔	۶۰۱
حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تکلیف خلفائے راشدین کی بے ادبی کے ذریعہ پہنچتی ہے وہ اسی طرح کی ہے جو آپ کو حضرت امام حسنؓ و امام حسین کی بے ادبی کے ذریعہ پہنچتی ہے۔ یہاں افضلیت سے مراد خدا تعالیٰ کے ہاں کثرت ثواب کے اعتبار سے ہے۔ نہ کہ فضائل و مناقب کے ظہور کی کثرت کے معنی ہے۔	۶۰۱
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے فضائل کے متعلق روایات جس قدر حضرت علی کے متعلق آئی ہیں، کسی صحابی کے متعلق نہیں آئیں۔	۶۰۲
وہ شخص احمق ہے جو تمام خلفائے راشدین کو مرتبے میں برابر جانے۔	......
صاحب فتوحات مکیہ کے اس قول کی مراد کا بیان کہ خلفائے راشدین کی ترتیب خلافت کا سبب اُن کی عمریں تھیں۔	......
علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
کہ صحابہ کرام میں جو جھگڑے واقع ہوئے وہ خلافت میں نزاع کے باعث نہیں تھے بلکہ خطا اجتہادی کی بنا پر تھے۔	......
ہماری حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے والوں سے کوئی آشنائی نہیں بلکہ یہ وہ مقام ہے۔ جہاں ہم کو رنج محسوس ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ جنگ کرنے والے بھی حضور کے صحابہ ہیں الخ۔	۶۰۳
حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر اس سے زیادہ کچھ کہنا نامناسب ہے۔	۶۰۳
درستی عقائد کے بعد احکام فقہیہ کے سیکھنے سے بھی چارہ نہیں نیز اس علم کے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے۔	۶۰۴
فضائل نماز سب سے اوّل وضو نہایت درستی اور کامل طریقہ پر کرنا چاہیے۔	......
کسی بھی مستحب امر کو معمولی خیال نہ کریں۔	......
اگر تمام دنیا کے مقابلہ میں ایسا فعل معلوم ہو جو خدا تعالیٰ کو پسند ہے اور اس کے مطابق عمل نصیب ہو جائے تو یہ غنیمت ہے۔	......
اس کا اہتمام ہونا چاہیے کہ کوئی بھی فرض نماز بے جماعت ادا نہ ہو۔ بلکہ امام کے ساتھ تکبیر اوّل بھی فوت نہیں ہونی چاہیے۔	......
رکوع اور سجدہ میں اطمینان کو ملحوظ رکھنا یا فرض ہے یا واجب۔ اور قومہ میں سیدھا کھڑا ہونے کی شکل میں طمانیت کی ادائیگی جو فرض یا واجب یا سنت ہے۔ اور اسی طرح جلسہ میں۔	......
نماز میں بندہ نظر کہاں رکھے اور اس کے فوائد کا بیان۔	......
ان دو اعتقادی اور عملی پروں کو حاصل کرنے کے بعد طریقہ صوفیہ میں سلوک اختیار کرے۔ کسی زائد چیز کو حاصل کرنے کے لیے نہیں' بلکہ اس یقین کو حاصل کرنے کے لیے جو تشکیک مشکک سے زائل نہ ہو۔	۶۰۵
طریقہ صوفیہ میں سلوک سے مقصود یہ نہیں کہ غیبی صورتوں اور شکلوں کا مشاہدہ کیا جائے۔ کیونکہ لہو ولعب میں داخل ہے۔ حسی صورتوں اور انوار کے مشاہدہ میں کیا نقصان ہے کہ کوئی الخ۔	......
صوفیہ کے طریقوں میں سے طریقہ نقشبندیہ کو اختیار کرنا بہت اچھا اور بہتر ہے اور اس بہتری کی وجہ۔	۶۰۶
حضرت خواجہ باقی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا شیخ کمال کو ڈانٹنا جس نے کھانا شروع کرتے وقت بلند آواز سے بسم اللہ کہی تھی۔	......
حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ علماء	/

Marfat.com

مضمون	صفحہ
بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں لے گئے تا کہ انہیں ذکر جہر سے منع کریں۔	......
وہ احوال و مواجید جو خلاف شرع کاموں پر مرتب ہوں فقیر کے نزدیک استدراج میں داخل ہوں۔ اہل استدراج کو احوال و مواجید میسر آتے ہیں۔ یونان کے حکما اور ہندوستان برہمن اور جوگی بھی اس معنی میں شریک ہیں۔	......
صدق احوال کی علامت یہ ہے کہ ایک تو وہ علوم شرعیہ کے موافق ہوں۔ دوسرے صاحب احوال امور محرمہ کے ارتکاب سے بچتا ہو۔	......
اس بات کو جان لیں کہ سماع اور رقص فی الحقیقت لہو ولعب میں داخل ہیں۔	......
اس امر کا بیان کہ خدا تعالیٰ کے ارشاد و من الناس من یشتری لھو الحدیث سے مراد صحابہ کرام تابعین عظام اور فقہائے ذوالاحترام کی نقل کے مطابق گانا بجانا ہے۔	......
حل و حرمت کے بارہ میں صوفیہ کا عمل حجت نہیں۔ اس مقام پر امام ابوحنیفہ امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول درکار ہے۔ نہ کہ ابوبکر شبلی اور ابوالحسن نوری کا عمل۔	۶۰۸
اس وقت کے خام صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کو بہانہ بنا کر رقص و سرود کو دین و ملت کو قرار دے لیا ہے۔	......
مکتوب نمبر (۲۶۷)	
اس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ نے جن اسرار و دقائق کے ساتھ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کو نوازا ہے اس کا تھوڑا سا حصہ بھی ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ رمز و اشارہ سے بھی اس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اور یہ اسرار و معارف سینہ نبوت سے اخذ کیے گئے ہیں۔ اور بلند شان والے ملائکہ بھی اس دولت میں شریک ہیں۔	۶۰۹
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دو قسم کے علم حاصل کیے الخ۔	۶۱۰
طریقت کی برکات اس وقت تک فائض ہوتی رہتی ہے۔ جب تک اس میں کوئی بدعت پیدا نہ ہو۔	......
مکتوب نمبر (۲۶۸)	
اس بیان میں کہ وہ علم جو وراثت انبیاء ہے کون سا ہے۔ اور حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل میں علما سے کون سے علماء مراد ہیں۔ اور اس بیان میں کہ علم اسرار جو وراثت کے طور پر ابھی باقی ہے وہ ان اسرار کے علاوہ جن کو اولیاء امت نے بیان کیا ہے۔	......
عالم وارث وہ ہے جسے دونوں قسم	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
کے علوم سے حصہ ملا ہو۔ نہ کہ وہ عالم جس کو ایک نوع سے تو حصہ ملا ہو اگر دوسری نوع سے نہ ملا ہو۔	٦١١
ایک جماعت نے کمالات نبوت تک نارسائی کے باعث کہا ہے۔ الولایة افضل من النبوة اور ایک دوسری جماعت نے اس کی توجیہہ یوں کی ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔ ان دونوں گروہوں نے حقیقت نبوت سے ناواقفیت کی بناء پر غائب پر حکم لگایا ہے۔	٦١٢
صحو کو سکر پر ترجیح بخلاف بعض مشائخ کے	......
کفر اور جہل مقام ولایت کے مناسب ہے اور اسلام و معرفت مرتبہ نبوت سے مناسبت رکھتے ہے۔	......
منصور حلاج کا قول کفرت بدین اللہ والکفر واجب۔ الخ	......
سوال و جواب۔	٦١٣
انبیاء کرام نے یہ تمام بزرگی اور بلندی شان جو پائی ہے راہ نبوت سے پائی ہے نہ راہِ ولایت سے۔ تمت بالخیر۔	......
و صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و نور عرشہ سیّدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔	

☆☆☆

Marfat.com

اُردو ترجمہ مکتوبات حصہ چہارم (۴)

دفترِ اوّل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مکتوب نمبر (۲۲۱)

سید حسین مانک پوری کی طرف صادر فرمایا:

طریقۂ علیہ نقشبندیہ کی خصوصیتوں اور کمالات کے بیان میں یعنی اس طریق کے افضل ہونے اور دوسروں کی انتہا اس کی ابتدا میں مندرج ہونے اور اس طریق کے انتہا کے بیان میں۔ اور سفر در وطن اور خلوت در انجمن اور سلوک پر جذبہ کے مقدم ہونے کے بیان میں۔ اور اس بیان میں کہ اس طریق میں سیر کی ابتدا عالم امر سے ہے۔ اور یہ طریقہ موصلِ الی اللہ طریقوں میں سب سے اقرب ہے اور یہ طریقہ ایسا ہے کہ اس کی ابتداء میں حلاوت اور وجدان ہے۔ اور انتہا میں بیمزگی اور فقدان جو نا اُمیدی کے لوازم سے ہے۔ اور ایسے ہی اس طریق کے ابتداء میں قرب و شہود ہے اور انتہا میں بُعد و حرمان اور اس طریقہ کے بزرگ واروں نے احوال و مواجید کو احکام شرعی کے تابع کیا ہے۔ اور ذوق و معرفتوں کو علوم دینی کا خادم قرار دیا ہے اور اس طریقہ میں پیری و مُریدی طریقت کے سیکھنے اور سکھانے پر ہے نہ صرف کلاہ و شجرہ پر۔ اور اس طریقہ میں نفسِ امّارہ کے ساتھ ریاضتیں اور مجاہدے احکام شرعی کے بجالانے اور سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لازم پکڑنے سے ہیں۔ اور اس طریق میں سالک کا سلوک شیخ مقتدا کے تصرف پر منحصر ہے اور جس طرح یہ بزرگوار نسبت کے عطا کرنے میں کامل طاقت رکھتے ہیں۔ اسی طرح اس نسبت کے سلب کرنے میں بھی پوری پوری طاقت رکھنے میں اور اس طریق میں زیادہ تر افادہ اور استفادہ خاموشی میں ہے۔ اور خاموشی اس طریق کے لوازمات سے ہے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔"

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ وَ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ○

میرے عزیز بھائی! سیادت پناہ میر سید حسین نے دور پڑے ہوؤں کو فراموش نہ کیا ہوگا۔ اور اس طریقہ علیہ کے آداب کی رعایت کی جو مشائخ کرام کے تمام طریقوں سے کئی وجہ سے ممتاز ہے۔ ہاتھ سے نہ دیا ہوگا۔ چونکہ آپ کو ملاقات کی فرصت کم ملی۔ اس لیے مطلب کو مدنظر رکھ کر اس طریقہ علیہ کی بعض خصوصیتوں اور کمالات کو علوم بلند و معارف ارجمند کے ضمن میں لکھتا ہے۔

اگرچہ معلوم ہے کہ اس قسم کے علوم و معارف کا سمجھنا بالفعل سننے والوں کے فہموں سے بعید ہے لیکن ایسے معارف اختیار کرنا دو وجہ سے ہے۔ ایک یہ کہ سننے والے کو ان علوم کو استعداد ہے اگرچہ اس کو بالفعل دور از کار دکھائی دیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اگرچہ ظاہر میں مخاطب لعین ہے۔ لیکن حقیقت میں مخاطب وہ شخص ہے جو اس معاملہ سے واقف ہے۔ اَلسَّيْفُ لِلضَّارِبِ (تلوار مارنے والے کے لیے ہے) مثل مشہور ہے۔

اے برادر! اس بلند طریق کے سرحلقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تحقیقی طور پر تمام بنی آدم سے افضل ہیں۔ اور اسی اعتبار سے اس طریق کے بزرگ داروں کی عبارتوں میں آیا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ ان کی نسبت جس سے مراد خاص حضور اور آگاہی ہے بعینہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت اور حضور ہے۔ جو تمام آگاہیوں سے بڑھ کر ہے۔ اور اس طریق میں نہایت اس کے ابتدا میں مندرج ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو ابتدا میں درج کرتے ہیں ؏

قیاس کن ز گلستانِ من بہار مرا

میرے باغ کی رعنائی سے میری بہار کا اندازہ کرلو۔

اور اگر کوئی پوچھے کہ جب دوسروں کی انتہا ان کے ابتداء میں مندرج ہوئی تو پھر ان کی انتہا کیا ہوگی۔ نیز جب دوسروں کی نہایت وصول بحق ہے۔ تو پھر ان کو حق سے آگے کہاں تک میسر ہوگا۔ حالاں کہ لَيْسَ وَرَاءَ الْعَبَّادَانِ قَرْيَةٌ (جزیرہ عبادان کے آگے اور کوئی گاؤں نہیں ہے) مثل مشہور ہے۔ تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ:

اس طریقہ علیہ کی نہایت اگر میسر ہو جائے وصل عریانی ہے۔ جس کے حاصل ہونے کی علامت مطلوب کے حاصل ہونے سے نا اُمیدی کا حاصل ہونا ہے۔ پس اس سے سمجھ لے۔ کیونکہ ہمارا کلام وہ اشارات ہیں جن کو خواص بلکہ اخص میں سے بہت تھوڑے سمجھتے ہیں۔ اس اعلیٰ دولت کے حاصل ہونے کی علامت اس واسطے بیان کی ہے کہ اس گروہ میں سے بعض نے وصل عریانی کا دم مارا ہے۔ اور بعض مطلوب کے حاصل ہونے سے نا اُمیدی کے قائل ہوئے ہیں۔ لیکن اگر دونوں دولتوں کا جمع ہونا ان کے پیش کیا جائے تو نزدیک ہے ان کے جمع ہونے کو جمع

Marfat.com

ضد ین خیال کریں۔ اور محالات کی قسم سے جانیں۔ وہ جماعت جو وصل کا دعویٰ کرتی ہے۔ یاس کو حرمان جانتی ہے۔ اور وہ گروہ جو یاس کے مدعی ہے وصل کو عین فضل خیال کرتا ہے۔ یہ سب کچھ اس بلند مرتبہ تک نہ پہنچنے کی علامت ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس عالی مقام کا ایک پرتو ان کے باطن پر چمکا ہے۔ جس کو بعض نے وصل خیال کیا ہے اور بعض نے یاس۔ اور یہ تفاوت ہر ایک گروہ کی استعداد سے پیدا ہوتی ہے۔ ایک گروہ کی استعداد کے مناسب وصل ہے اور دوسرے گروہ کی استعداد کے مناسب یاس۔

اس حقیر کے نزدیک وصل کی استعداد سے یاس کی استعداد بہت اچھی ہے۔ اگرچہ وصل و یاس ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں۔ اس جواب سے دوسرے اعتراض کا جواب بھی روشن ہو گیا۔ کیونکہ وصل مطلق اور ہے اور وصل عریاں اور۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اور وصل عریانی سے ہماری مراد یہ ہے کہ حجاب سب کے سب اُٹھ جائیں۔ اور تمام رکاوٹیں دور ہو جائیں اور چونکہ ہر قسم کی تجلیات اور مختلف قسم کے ظہورات بہت بڑے اور قوی حجاب ہیں۔ اس لیے ان سب تجلیات و ظہورات سے گزر جانا اور آگے بڑھنا ضروری ہے۔ خواہ یہ تجلی و ظہور امکانی آئینوں میں ہو۔ خواہ وجوبی مظہروں میں۔ کیونکہ اصل حجابوں کے حاصل ہونے میں دونوں برابر ہیں۔ اور اگر کچھ فرق ہے تو شرف اور رتبہ میں ہے۔ اور وہ طالب کی نظر سے خارج ہیں۔

اگر پوچھیں کہ اس بیان سے لازم آتا ہے کہ تجلیات کی نہایت ہے۔ حالانکہ مشائخ طریقت نے تصریح کی ہے کہ تجلیات کی نہایت نہیں ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تجلیات کا بے نہایت ہونا اس لحاظ سے ہے کہ اسماء و صفات میں سیر مفصل طور پر واقع ہو۔ اس تقدیر پر حضرت ذات تک پہنچنا میسر نہیں ہے۔ اور وصل عریانی حاصل نہیں۔ بلکہ حضرت ذات تک پہنچنا اسماء و صفات کو مجمل طور پر کرنے سے وابستہ ہے۔ پس اس وجہ سے تجلیات کی نہایت ہو گی۔ اور اگر کہا جائے کہ تجلیاتِ ذاتیہ کو بھی بے نہایت کہا ہے۔ چنانچہ مولوی جامی قدس سرہٗ نے شرح لمعات میں اس کی تصریح کی ہے۔ پس تجلیات کی نہایت کہنا کس وجہ سے درست ہے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ تجلیات ذاتیہ بھی شیون و اعتبارات کے ملاحظہ کے بغیر نہیں ہے۔ کیونکہ اس ملاحظہ کے بغیر تجلی کا ہونا ممکن نہیں اور جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ وہ ایک ایسا امر ہے جو تجلیات کے ماوراء ہے۔ خواہ وہ تجلیات صفاتی ہوں خواہ ذاتی۔ کیونکہ اس مقام میں تجلی کا اطلاق جائز نہیں۔ اس لیے تجلی پر تجلی کا ہونا مراد ہے' شے کے ظہور سے جو دوسرے یا تیسرے یا چوتھے مرتبہ میں ہو۔ جہاں تک کہ اللہ تعالیٰ چاہے۔ اور یہاں سب مراتب ساقط ہو گئے ہیں اور تمام مسافت طے ہو چکی ہے۔

اور اگر یہ پوچھیں کہ ان تجلیات کو ذاتی کس اعتبار سے کہا جاتا ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ تجلیات اگر معانی زائدہ کے ملاحظہ سے ہیں' تو تجلیات صفات ہیں۔ اور اگر غیر زائدہ معانی کے مُلاحظہ سے ہیں۔ تو تجلیات ذات

Marfat.com

ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وحدت کے ظہور کو جو تعین اوّل ہے۔ اور ذات پر زائد نہیں ہے۔ بزرگوں نے تجلی ذات کہا ہے۔ اور ہمارا مطلب حضرت ذات تعالیٰ وتقدس ہے جہاں معانی کے ملاحظہ کو ہرگز گنجائش نہیں ہے۔ خواہ وہ معانی زائد ہوں یا غیر زائد۔ کیونکہ معانی سب کے سب مجمل طور پر طے ہو کر حضرت ذات تعالیٰ تک وصول میسر ہوا ہے۔

اور جاننا چاہیے کہ وصل اس مقام میں مطلب کی طرح بیچگون ہے۔ اور وہ اتصال جس کو عقل سمجھ سکے وہ بحث سے خارج ہے اور اس جناب پاک کے لائق نہیں ہے۔ کیونکہ چون کو بیچون کی طرف کوئی راہ نہیں ہے لَا یَحْمِلُ عَطَایَا الْمَلِک اِلَّا مَطَایَاہُ "بادشاہ کے عطیوں کو اُسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں"۔

اتصالے بے تکیف بے قیاس ہست رب الناس رابا جان ناس

اللہ تعالیٰ کو لوگوں کی جان سے بے کیف اور بے قیاس اتصال ہے۔

اس طریقہ علیہ کے مشائخ میں سے کسی نے اپنی نہایت کی خبر نہیں دی ہے۔ سب نے اپنے طریق کے ابتدا کی نسبت کہا ہے کہ نہایت اسی میں مندرج ہے۔ جب ان کی ابتدا میں دوسروں کی انتہا ملی ہوئی ہو۔ تو ان کی نہایت بھی اسی بدایت کے مناسب ہونی چاہیے۔ اور وہی ہے۔ جس کے ظاہر کرنے سے اس فقیر نے امتیاز حاصل کیا ہے۔

اگر بادشاہ بر درِ پیرزن بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

اے خواجہ اگر بڑھیا کے دروازہ پر بادشاہ تشریف لائے تو تجھے غصے میں آ کر اپنی ڈاڑھی نہیں نوچنی چاہیے۔

لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ اَلْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ عَلٰی ذٰلِکَ۔ اس بات پر اللہ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔

اے برادر! اس طریق سے اور دوسرے طریقوں سے اس نہایت کے واصل بہت ہی تھوڑے ہیں۔ اگر ان کے افراد کی تعداد ظاہر کریں، تو نزدیک ہے کہ نزدیک لوگ دوری اختیار کریں اور بعیدوں کے انکار سے تو کچھ تعجب ہی نہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ السلام کے صدقہ سے نہایت النہایت تک کمال وصول کے سبب سے ہے۔

اور اس طریقہ علیہ کی خصوصیتوں میں سے ایک سفر در وطن ہے۔ جو سیر انفسی سے مراد ہے۔ اگرچہ سیر انفسی مشائخ کے تمام طریقوں میں ثابت ہے۔ لیکن وہ سیر سیر آفاقی کے قطع کرنے کے بعد نہایت میں میسر ہوتا ہے۔ اور اس طریق میں ابتدا اس سیر سے ہے۔ اور سیر آفاقی اسی سیر کے ضمن میں قطع ہو جاتا ہے۔ پس اس سیر کا منشا جو ابتدا میں حاصل ہوتا ہے۔ ابتدا میں انتہا کا مندرج ہونا ہے اور دوسرا خاصہ خلوت در انجمن ہے۔ جو سفر در وطن پر متفرع و مرتب ہے۔ جب سفر در وطن میسر ہو جائے۔ خلوت در انجمن اس کے ضمن میں میسر ہو جائے گا۔ پس انجمن کا تفرقہ سفر در وطن کے خلوت خانہ میں تفرقہ میں ڈالتا۔ اور آفاق کا تفرقہ انفس کے حجرہ میں راہ نہیں پاتا۔ یہ خلوت در انجمن اگرچہ دوسرے طریقوں کے منتہیوں کو حاصل ہے لیکن اس طریق میں چونکہ ابتدا ہی میں میسر ہو

Marfat.com

جاتی ہے اس لیے اس طریق کے خاصوں میں سے ہے۔

اور جاننا چاہیے کہ خلوت در انجمن اس تقدیر پر ہے کہ وطن کے خلوت خانہ کے دروازوں کو بند کیا ہو اور تمام سوراخوں کو مسدود کر دیا ہو۔ یعنی انجمن تفرقہ میں کسی کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اور متکلم ومخاطب نہ ہو نہ یہ کہ آنکھ کو ڈھانپے اور حواس کو تکلف کے ساتھ بیکار کرے۔ کیونکہ یہ بات اس طریق کے منافی ہے۔

اے برادر! یہ سب حیلہ و تکلف ابتدا اور وسط ہی میں ہے۔ اور انتہا میں اس قسم کا حیلہ و تکلف درکار نہیں ہے۔ عین تفرقہ میں جمعیت ہے۔ اور نفس غفلت میں حاضر ہے۔ اس سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ منتہی میں تفرقہ و عدم تفرقہ مطلق طور پر مساوی ہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ تفرقہ و عدم تفرقہ اس کے باطن کے نفس جمعیت میں برابر ہیں۔ اس کے علاوہ اگر ظاہر کو باطن کے ساتھ جمع کر لے اور ظاہر سے بھی تفرقہ کو دفع کر دے تو پھر بہت ہی بہتر اور مناسب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو امر کرتا ہوا فرماتا ہے۔ وَاذْكُرِ [1] اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيلًا.

"اپنے رب کا نام یاد کر اور سب سے توڑ کر اس سے جوڑ۔

جاننا چاہیئے کہ بعض اوقات ظاہر کے تفرقہ سے چارہ نہیں ہوتا۔ تاکہ خلق کے حقوق ادا ہوں۔ پس تفرقہ ظاہر بھی بعض اوقات اچھا ہے۔ لیکن تفرقہ باطن کسی وقت میں جائز نہیں۔ کیونکہ وہ خالص حق تعالیٰ کے لیے ہے۔

پس مسلمان بندوں سے تین حصے خدائے تعالیٰ کے لیے مقرر ہوئے۔ باطن سب کا سب اور ظاہر سے ایک نصف۔ اور ظاہر کا دوسرا نصف خلق کے حقوق ادا کرنے کے لیے باقی رہا۔ لیکن ان حقوق کے ادا کرنے میں چونکہ حق تعالیٰ کے امر کی بجا آوری ہے اس لیے وہ دوسرا نصف بھی حق تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔

اِلَيْهِ [2] يَرْجِعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ٥

سب کام اسی کی طرف لوٹتا ہے۔ پس اسی کی عبادت کر اور اسی پر توکل کر اور تیرا رب اس سے جو تم کرتے ہو غافل نہیں۔

اور اس طریق میں جذبہ سلوک پر مقدم ہے اور سیر کی ابتدا عالم امر سے ہے۔ برخلاف اکثر دوسرے طریقوں کے کہ ان کے سیر کی ابتدا عالم خلق سے ہے۔ اور اس طریق میں سلوک کی منزلیں جذبہ کے مراتب طے کرنے کے ضمن میں قطع ہو جاتی ہیں۔ اور عالم خلق کا سیر عالم امر کے سیر میں میسر ہو جاتا ہے۔ پس اگر اس اعتبار سے بھی کہیں کہ اس طریق میں انتہا ابتدا میں درج ہے تو گنجائش رکھتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ابتدا کا سیر اس طریق میں انتہا کے سیر میں مندرج ہے نہ یہ کہ انتہا سے ابتدا کی سیر کے لیے اُتر آتے ہیں۔ اور نہایت کا سیر تمام کرنے

---

[1] سورہ مزمل پارہ تبارک الذی ۱۲

[2] سورہ ہود پارہ ۱۲۔

Marfat.com

کے بعد ہدائت کا سیر کرتے ہیں۔

اس مضمون سے اس شخص کا خیال باطل ہوگیا جو یہ کہتا ہے کہ اس طریق کہ انتہا دوسرے مشائخ کا طریقوں کی ابتدا ہے۔

اور اگر کوئی کہے کہ اس طریقہ کے بعض مشائخ کی عبارتوں میں واقع ہے کہ اسماوصفات میں ان کا سیر ان کی نسبت کے تمام ہونے کے بعد واقع ہوتا ہے۔ پس درست ہوا کہ ان کی نہایت دوسروں کی ہدایت ہے کیونکہ اسماء وصفات کا سیر تجلیات ذاتیہ کے سیر کی نسبت عین ابتدا ہے۔ تو ہم جواب میں کہتے ہیں کہ ان کا سیر اسماوصفات میں تجلیات ذاتیہ کے سیر کے بعد نہیں ہے۔ بلکہ اسی سیر کے ضمن میں وہ سیر بھی واقع ہوجاتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جب سیر اسمائی وصفاتی کسی عارضہ کے پیش آنے کے باعث ظہور کرتا ہے۔ اور تجلیات ذاتی کا سیر پوشیدہ ہوجاتا ہے۔ تو خیال میں آتا ہے کہ اس سیر کو تمام کر کر عارضہ کے باعث تجلیات اسمائی و صفاتی میں داخل ہوگیا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ ہاں ولایت کے مدارج میں سیر پورا کرنے کے بعد خلق کو حق تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے کے لیے عالم کی طرف جو رجوع واقع ہوتا ہے اگر اس رجوع کو ان کی نہایت سمجھ کر اپنی بدایت تصور کیا ہو۔ تو بعید نہیں۔ لیکن فقیر کیا کہے۔ جب کہ اس کے مشائخ نہایت میں ہی رجوع رکھتے ہیں۔ اور نیز نہایت وبدایت سے مراد ولایت کا نہایت وبدایت ہے۔ اور یہ رجوع کا سیر ولایت سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ مرتبۂ دعوت وتبلیغ کا ایک حصہ ہے۔ اور یہ طریق سب طریقوں سے اقرب ہے۔ اور بیشک مقصود تک پہنچانے والا ہے۔

حضرت خواجہ نقشبندیہ قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے۔ اور فرمایا حق تعالیٰ سے میں نے ایسا طریق طلب کیا ہے جو بے شک موصل ہے۔ اور آپ کی یہ التجا قبول ہوگئی ہوئی ہے۔

چنانچہ رشحات میں حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ یہ طریقہ کیونکر اقرب اور موصل نہ ہو جب کہ انتہا اس کے ابتدا میں مندرج ہے وہ شخص بہت ہی بدقسمت ہے جو اس طریق میں داخل ہو اور استقامت اختیار نہ کرے اور بے نصیب چلا جائے۔ ع

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

سُورج کا کیا قصور اگر کوئی خود ہی نابینا ہو۔

ہاں اگر کوئی طالب کسی ناقص کے ہاتھ پڑ جائے تو طریق کا کیا گناہ ہے اور طالب کا کیا قصور۔ کیونکہ حقیقت میں اس طریق کا رہبر موصل ہے نہ نفس طریق۔ اور اس راہ میں ابتدا میں حلاوت ووجدان ہے اور انتہا میں بیمزگی اور فقدان' جو نا اُمیدی کے لوازمات میں سے ہے۔ برخلاف دوسرے طریقوں کے کہ ابتدا میں بے مزگی اور فقدان رکھتے ہیں اور انتہا میں حلاوت ووجدان اور ایسے ہی اس طریق کے ابتدا میں قرب وشہود ہے اور انتہا میں بُعد وحرمان۔ برخلاف دوسرے مشائخ کرام کے طریقوں کے۔

Marfat.com

پس اس مضمون سے طریقوں کے فرق کو قیاس کرنا چاہیئے۔ اور اس بلند طریق کی بزرگی کو معلوم کرنا چاہیئے کیونکہ قرب وشہود اور حلاوت ووجدان دوری اور مہجوری سے خبر دیتے ہیں۔ اور بُعد وحرمان اور بیحلاوتی اور فقدان نہایت قرب سے خبر دیتے ہیں۔ عقلمند لوگ اس بات کس سمجھتے ہیں۔

اس بھید کی شرح میں اس قدر بیان کیا جاتا ہے کہ کسی شخص کے لیے اپنے نفس سے زیادہ تر اپنے نزدیک کوئی چیز نہیں ہے۔ اور قرب وشہود اور حلاوت ووجدان اس کے لیے اپنے نفس کے حق میں مفقود ہیں اور اپنے غیر کی نسبت جس سے بیگانگی رکھتا ہے۔ یہ سب نسبتیں موجود ہیں۔ فَالْعَاقِلُ تَكْفِيهِ الْإِشَارَةُ پس عقلمند کے لیے ایک ہی اشارہ کافی ہے۔

اور اس طرح طریقہ علیہ کے بزرگواروں نے احوال ومواجید کو احکام شرعیہ کے تابع کیا ہے اور اذواق ومعارف کو علوم دینیہ کا خادم بنایا ہے۔

احکامِ شرعیہ کے قیمتی موتیوں کو بچوں کی طرح وجد وحال کے اخروٹ ومنقہ کے عوض ہاتھ سے نہیں دیتے۔ اور صوفیہ کے کلمات سکریہ پر مغرور ومفتون نہیں ہوتے۔ اور ان کے احوال کو جو شرعی ممنوعات اور سنت سنیہ کے خلاف اختیار کرنے سے حاصل ہوں۔ قبول نہیں کرتے۔ اور نہ ہی انہیں چاہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ سماع ورقص کو پسند نہیں کرتے۔ اور ذکر جہر کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ان کا حال دائمی ہے اور ان کا وقت استمراری۔ وہ تجلّی ذاتی جو دوسروں کو برق خاطف کی طرح ہے۔ ان کے لیے دائمی ہے۔ اور وہ حضور جس کے پیچھے غیبت ہو۔ ان بزرگواروں کے نزدیک بے اعتبار ہے۔ بلکہ ان کا معاملہ حضور وتجلّی سے برتر ہے۔ جیسے کہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ اس طریقہ عُلیہ کے خواجگان قدس سرہم ہر ادنیٰ واعلیٰ کے ساتھ نسبت نہیں رکھتے' ان کا کام اس سے بلند تر ہے۔ اور اس طریق میں پیری ومریدی طریقہ کے تعلم وتعلیم پر موقوف ہے نہ صرف کلاہ وشجرہ پر جو مشائخ کے اکثر طریقوں میں مروج ہے۔ حتی کہ ان میں سے متاخرین نے پیری ومریدی کو کلاہ وشجرہ پر منحصر کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیر کا تعدد تجویز نہیں کرتے اور طریق سکھانے والے کو مُرشد کہتے ہیں پیر نہیں جانتے۔ اور آداب پیری کے اس کے حق میں مدنظر نہیں رکھتے۔ یہ ان کی بڑی جہالت اور نادانی ہے۔ نہیں جانتے کہ ان کے مشائخ نے پیر تعلیم اور پیر صحبت کو بھی پیر کہا ہے۔ اور پیر کا تعدد تجویز فرمایا ہے۔ بلکہ پیر اوّل کی عین حیات میں اگر طالب اپنی ہدایت کسی اور جگہ دیکھے تو اس کو جائز ہے کہ پہلے پیر کے انکار کے بغیر دوسرے پیر کو اختیار کرے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے اس بات کی تجویز کے لیے علمائے بخارا سے اس بات کا فتویٰ درست فرمایا تھا۔ ہاں اگر ایک پیر سے خرقہ ارادت لیا ہو تو پھر دوسرے سے خرقہ ارادت نہ لے۔ اور اگر لے تو تبرک کا خرقہ لے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرا پیر ہرگز نہ پکڑے۔ بلکہ روا ہے کہ خرقہ ارادت ایک سے لے۔ اور

Marfat.com

طریقت کی تعلیم دوسرے سے اور صحبت تیسرے کے ساتھ رکھے۔ اور اگر یہ تینوں دولتیں ایک ہی سے میسّر ہو جائیں، تو زہے قسمت و نعمت اور جائز ہے کہ مشائخ متعدد سے تعلیم و صحبت کا استفادہ کرے۔

جاننا چاہیے کہ پیر وہ ہے جو مرید کو حق سبحانہٗ کی طرف رہنمائی کرے۔ یہ بات تعلیم طریقت میں زیادہ ملحوظ اور واضح ہے۔ کیونکہ پیر تعلیم شریعت کا استاد بھی ہے اور طریقت کا رہنما بھی ہے۔ برخلاف پیر خرقہ کے۔ پس پیر تعلیم کے آداب کی زیادہ تر رعایت کرنی چاہیے۔ اور پیر بننے اور کہلانے کا زیادہ مستحق یہی ہے۔ اور اس طریق میں ریاضتیں اور مجاہدے نفس امّارہ کے ساتھ احکام شرعی کے بجالانے اور سنّت سنیہ علٰے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کو لازم پکڑنے سے ہیں۔ کیونکہ پیغمبروں کے بھیجنے اور کتابوں کے نازل کرنے سے نفس امّارہ کی خواہشوں کی دُور کرنا مقصود ہے جو اپنے مولائے جل شانہٗ کی دشمنی میں قائم ہے۔ پس نفسانی خواہشوں کا دُور ہونا احکامِ شرعی کے بجالانے پر وابستہ ہے۔ جس قدر شریعت میں راسخ اور ثابت قدم ہوگا۔ اُسی قدر خواہش نفس سے دُور تر ہوگا کیونکہ نفس پر شریعت کے اوامر و نواہی کے بجالانے سے زیادہ دشوار کوئی چیز نہیں ہے۔ اور صاحب شریعت کی پیروی کے سوا کسی چیز میں اس کی خرابی متصوّر نہیں ہے۔ وہ ریاضتیں اور مجاہدے جو سنت کی تقلید کے سوا اختیار کریں وہ معتبر نہیں ہیں۔ کیونکہ جوگی اور ہندو اور برہمن اور یونان کے فلسفی اس امر میں شریک ہیں اور وہ ریاضتیں ان کے حق میں گمراہی کے سوا کچھ زیادہ نہیں کرتیں اور سوائے خسارہ کے کچھ فائدہ نہیں دیتیں۔ اور اس طریقہ میں طالب کا سلوک شیخ مقتدا کی تقلید پر منحصر ہے۔ اس کے تصرف[1] کے بغیر کچھ کام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ابتدا میں نہایت کا درج ہونا اسی کی شریف توجہ کا اثر ہے اور بیخودی اور بیچگونی کا حاصل ہونا اسی کے کمال تصرف کا نتیجہ ہے۔ بے خودی کی وہ کیفیت جس کے لیے اُنہوں نے مختص راستہ اختیار کیا ہے اس کا حاصل ہونا مبتدی کے اختیار میں نہیں ہے۔ اور وہ توجہ جو شش جہت سے معرّا ہے۔ اس کا وجود طالب کے حوصلہ سے باہر ہے۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند
کہ برانداز رہِ پنہاں بحرم قافلہ را

نقشبندی بزرگ عجیب قافلہ سالار ہیں کہ پوشیدہ قافلے کو حرم تک پہنچا دیتے ہیں۔

یہ بزرگوار جس طرح نسبت کے عطا کرنے پر کامل طاقت رکھتے ہیں اور تھوڑے وقت میں طالب صادق کو حضور و آگاہی بخش دیتے ہیں۔ اسی طرح نسبت کے سلب کرنے میں بھی پوری طاقت رکھتے ہیں اور ایک ہی بے التفاتی سے صاحب نسبت کو مفلس کر دیتے ہیں۔ ہاں سچ ہے جو دیتے ہیں وہ لے بھی لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے غضب اور اپنے اولیائے کرام کے غضب سے بچائے۔[2]

---

[1] معلوم ہوا ولی اللہ کا تصرف کرنا برحق ہے۔۱۲

[2] اولیاء اللہ کی قدرت و طاقت کے منکر امام ربانی کے ان کلمات کا غور سے مطالعہ کریں۔

Marfat.com

اور اس طریقہ میں زیادہ تر افادہ اور استفادہ خاموشی میں ہے۔ ان بزرگواروں نے فرمایا ہے کہ جس کو ہماری خاموشی سے نفع حاصل نہ ہوا۔ وہ ہمارے کلام سے کیا نفع حاصل کرے گا۔ اور اس خاموشی کو انہوں نے تکلف کے ساتھ اختیار نہیں کیا ہے۔ بلکہ ان کے طریق کے لوازم اور ضروریات سے ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں کی توجہ ابتدا ہی سے احدیت مجردہ کی طرف ہے۔ اور اسم وصفت سے سوائے ذات سے کچھ نہیں چاہتے اور معلوم ہے کہ اس توجہ کے مناسب اور اس مقام کے موافق خاموشی اور گُنگا ہونا ہے۔ مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ كُلَّ لِسَانُهٗ (جس نے اللہ کو پہچانا اس کی زبان گنگ ہوگئی) اس بات کی مصداق ہے۔

اب ہم اس گفتگو کو اللہ کی حمد اور اس کے حبیب کی صلوٰۃ پر ختم کرتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ وَ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ......

"تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں، اور حضرت سیّد المرسلین اور آپ کی آل پاک پر صلوٰۃ وسلام ہو۔"

مکتوب نمبر (۲۲۲)

خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف صادر فرمایا:

احوال کی خرابی اور اپنے حسنات کو کم دیکھنا اور متہم رکھنا اور اس دید قصور کا ولایت کے کمالات کے ساتھ جمع ہونے بلکہ اس دید کا ان کمالات کا اثر ہونے اور اس کے مناسب بیان میں۔

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَرْضَاتِكَ وَ ثَبِّتْنَا عَلٰى طَاعَتِكَ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ	یا اللہ تو ہم کو اپنی رضامندی کی توفیق بخش۔ اور حضرت سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل اپنی طاعت پر ثابت قدم رکھے۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ مرید صادق وہ ہے کہ بیس سال تک اس کی بائیں طرف کے عمل لکھنے والے فرشتے اس کے عمل نامہ میں کچھ لکھنے نہ پائیں، اور یہ فقیر بتقصیر ذوق سے اپنے حق میں معلوم کرتا ہے کہ کاتب یمین معلوم نہیں کہ بیس سال مدت میں بھی کوئی ایسی نیکی پائے جو اس کے عمل نامہ میں درج کرے خدائے تعالیٰ جانتا ہے کہ فقیر اس بات کو بناوٹ اور تکلف سے نہیں کہتا۔ اور نیز از روئے ذوق کے معلوم کرتا ہے کہ کافر فرنگ اس سے کئی درجے بہتر ہے اور اس کا باعث پوچھیں تو جواب سے عاجز نہیں ہے۔ اور نیز ذوق کے طریق پر اپنے آپ کو برائیوں کا احاطہ کیے ہوئے جانتا ہے۔ اور گناہوں کو شامل کیے ہوئے خیال کرتا ہے۔ اور وہ نیکیاں جو سرزد ہوتی

لہ یہ سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ ہے۔

Marfat.com

ہیں۔اپنے کاتب شمال کو ان کے لکھنے کا زیادہ مستحق پاتا ہے۔اور معلوم کرتا ہے کہ اس کا کاتب شمال ہمیشہ اپنے کام میں مصروف ہے۔اور کاتب یمین معطل و بیکار ہے اور دائیں طرف کے عمل نامے کو خالی اور سفید اور بائیں طرف کے عمل نامہ کو بھرا ہوا اور سیاہ جانتا ہے۔رحمت کے سوا اسے کوئی امید نہیں اور مغفرت کے سوا کوئی وسیلہ نہیں جانتا۔

اَللّٰهُمَّ مَغْفِرَتُكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ	یا اللہ تیری بخشش میرے گناہوں سے زیادہ وسیع
وَرَحْمَتُكَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ	ہے۔اور مجھے اپنے عمل کی نسبت تیری رحمت پر زیادہ اُمید ہے۔

اس کے حال کے موافق ہے۔

عجب معاملہ ہے کہ حق تعالیٰ کے فیوض و وارادات جو ہمیشہ کمال اور تکمیل کے درجوں میں فائض اور وارد ہیں وہ اس دید قصور کی تائید کرتے ہیں۔اور اس عیب بینی کو تقویت دیتے ہیں۔اور بجائے غرور کے منقصت زیادہ کرتے ہیں' اور بجائے رفعت و تکبر کے تواضع اور فروتنی کو بڑھاتے ہیں۔اور ایک ہی وقت میں کمالات ولایت سے بھی مشرف ہے اور دید قصور سے بھی موصوف ہے۔یہ فقیر جس قدر بلند جاتا ہے۔اُسی قدر زیادہ نیچے اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔بلکہ وہی اوپر جانا زیادہ نیچے دیکھنے کا سبب ہوا ہے۔دانا اس بات کا یقین کریں یا نہ کریں۔اور اگر اس بات کا بھید معلوم کریں۔تو پھر شاید یقین کرلیں۔

سوال: ان دو منافی باتوں کے جمع ہونے کا کیا سر ہے۔اور ایک منافی کو وُجود دوسرے منافی کے وجود کا کیوں سبب ہے؟

جواب: دونوں منافی چیزوں کا جمع ہونا اس شرط پر محال ہے جب کہ محل دونوں کا واحد ہو اور جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس میں محل متعدد ہیں۔انسان کامل سے اوپر جانے والے اس کے عالم امر کے لطائف ہیں۔اور نیچے آنے والے عالم خلق کے لطائف جس قدر بلند جاتے ہیں۔اسی قدر عالم خلق سے زیادہ بے مناسب ہوتے جاتے ہیں۔اور یہی بے مناسبتی عالم خلق کے زیادہ نیچے آنے کا سبب ہے۔اور عالم خلق جس قدر زیادہ نیچے آتا ہے۔اُسی قدر سالک کو زیادہ بے مزہ کرتا ہے۔اور عیوب و قصور کی دید زیادہ ہوتی جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ منتہی مرجوع اس لذت و حلاوت کی آرزو کرتے ہیں جو ابتدا میں ان کو حاصل ہوئی تھی۔اور انتہا میں ہاتھ سے جاتی رہی اور اس کی جگہ بے مزگی آ گئی اور یہی وجہ ہے کہ عارف اپنے آپ سے کافر فرنگ کو بہتر جانتا ہے' کیونکہ کافر میں اس کے عالم امر کے عالم خلق میں ملنے کے سبب سے نور الٰہی ظاہر ہے۔اور عارف میں یہ ملاوٹ دُور ہو چکی ہے۔عالم خلق تنہا جس کے باعث عارف سے افا سرزد ہوتا ہے' جدا رہ گیا ہے۔جو سراسر ظلمت و کدورت سے پر ہے۔اور عالم امر کے لطائف خواہ کتنے ہی نیچے آئیں۔عالم خلق کے ساتھ کوئی اختلاط نہیں رکھے اور کچھ ملاوٹ حاصل نہیں کرتے' جیسے کہ ابتدا میں رکھتے تھے۔

Marfat.com

وہ مکتوب جو برادرم خواجہ محمد طاہر کے ہاتھ آپ نے بھیجا تھا۔ رابطہ[1] کا حاصل ہونا جو پُوری مناسبت پر مبنی ہے۔ غیبت کے زمانہ میں بڑی نعمت سمجھیں اور مواقع کے دُور ہونے تک لوں کے قرب پر کفایت کریں۔ اور اس قرب کے باوجود بدنوں کے قرب کی خواہش کو ہاتھ سے نہ دیں۔ کیونکہ پوری نعمت اس قرب پر موقوف ہے۔

خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کو باوجود قرب قلبی کے چونکہ قرب بدنی حاصل نہ ہوا۔ اس لیئے ان لوگوں میں سے ادنیٰ آدمی کے درجے کو بھی نہیں پہنچا۔ جن کو قرب بدنی حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا سونے کا پہاڑ خرچ کرنا ان کے ایک سیر بھر جو خرچ کرنے کے برابر نہیں ہوتا۔ پس صحبت کے برابر کوئی چیز نہیں ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۲۲۳)

احوال و واقعات کو شیخ بزرگوار کی خدمت میں ظاہر کرنے کی ترغیب میں خواجہ جمال الدین حسین کولابی کی طرف صادر فرمایا ہے:

برادرم خواجہ جمال الدین حُسین نے مدت سے اپنے احوال کی کیفیت سے اطلاع نہیں دی۔ آپ نے نہیں سُنا کہ مشائخ کبرویہ اُس مرید کو جو تین روز تک اپنے احوال و واقعات کو اپنے شیخ کی خدمت میں عرض نہ کرے۔ کفِ پا' فرماتے ہیں۔ خیر جو کچھ ہوا' ہوا۔ پھر ایسا نہ کریں۔ اور جو کچھ ظاہر ہوتا رہے' لکھتے رہا کریں۔ میرے بزرگ بھائی کا مبارک آنا غنیمت سمجھیں اور ان کی خدمت و دلجوئی میں کوشش کریں۔ اور ان کی بزرگ صُحبت کو بڑا عزیز جانیں۔ ع

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں

ہم نے تجھے مقصود کے خزانے کا نشان بتادیا ہے والسّلام

مکتوب نمبر (۲۲۴)

آداب کی رعایت کرنے اور آزار کے ظن کے دُور کرنے میں جس کا وہم ہوا تھا۔ اور احتیاط کا امر کرنے اور تعلیم طریقت کے بارہ میں تاکید کرنے۔ اور فقر کی سختی اور نامرادی برداشت کرنے۔ اور بعض ان نصیحتوں اور تنبیہوں کے بیان میں جو اُس مکتوب کی پشت پر مُلا یار محمد قدیم کی طرف لکھیں تھیں میر محمد نعمان بدخشی کی طرف لکھا:

میرے سعادت مند بھائی یعنی سیادت پناہ میر محمد نعمان کا مکتوب شریف وصول ہوا۔ ان مقدمات کا مضمون جو آپ نے ترتیب دیے تھے۔ اور ان شکوک کا مطلب جو آپ نے لکھے تھے۔ واضح ہوا لوگ آپ کو زمانہ کا

[1] تصورِ شیخ کامل۔

Marfat.com

عاقل کہتے ہیں۔ پھر اس قسم کی باتیں اُس شخص کے ساتھ جس سے چارہ نہیں ہے درمیان لانی کیا مناسب ہیں۔ جب کہ اس سے قطع نہیں کر سکتے اور مفارقت نہیں حاصل کر سکتے۔ باوجود ان باتوں کے خیال نہ کریں کہ اس قسم کی باتوں سے فقیر کے دل میں کسی قسم کا غبار آیا ہو جس کا انجام آزار ہو۔ چہ جائے کہ بیزاری کی نوبت پہنچے۔ آپ کی خوبیاں نظر کے سامنے ہیں اور آپ کی لغزشیں اعتبار سے ساقط ہیں۔ کسی طرح اپنے دل کو پریشان نہ رکھیں۔ اور کسی وجہ سے اس طرف کا آزار تصور نہ کریں۔ کیونکہ کسی وجہ سے آزار واقع نہیں ہے۔ اور آزار کیسے متصور ہو۔ جب کہ آزار کا موجب منتفی ہے۔ وہ امور جو بشریت کے لحاظ سے بھول چوک سے سرزد ہوں مواخذہ کے لائق نہیں ہیں۔ آزار کا وہم دل سے دور کر کے طریقت کی تعلیم دینے اور طالبوں کے فائدہ پہنچانے میں سرگرم رہیں۔ اور استخاروں کا حکم اس امر کی تاکید کے لیے ہے نہ کہ اس امر کی نفی کے لیے۔ کیونکہ جب شیطان لعین اور نفس بدترین اس مسکین کی گھات میں لگے ہوئے ہیں۔ تو پھر بڑی احتیاط اور تاکید سے کام لینا چاہیے ایسا نہ ہو کہ مکر وحیلہ سے پھسلا دیں اور اپنے ڈھکوسلوں اور فریبوں سے بُرائیوں کو نیکیوں کی صورت میں ظاہر کریں۔

اور بزرگواروں نے فرمایا ہے کہ دشمن لعین جب طاعت ونصیحت کے رستہ سے آئے تو اُس کا دفع کرنا بہت مشکل ہے۔ پس ہمیشہ روتے اور التجا کرتے رہیں۔ اور بڑی عاجزی وزاری کے ساتھ حق تعالیٰ سے دُعا مانگتے رہیں کہ اس راہ سے آپ کی خرابی اور استدراج مطلوب نہ ہو۔ استقامت کا طریق یہی ہے جو سعادت ابدی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

دوسرے یہ امر ہے کہ فقر و نامرادی اس گروہ کا جمال اور حضرت سید الکونین علیہ ﷺ کی اقتدا ہے۔ حضرت حق تعالیٰ اپنے کمال کرم سے اپنے بندوں کی روزی کا ذمہ دار ہوا ہے اور ہم کو اور آپ کو اس فکر و تردّد سے فارغ ہو کر دیا ہے۔ جس قدر آدمی زیادہ ہوں گے اسی قدر رزق زیادہ ہوگا۔ آپ جمعیّت کے ساتھ حق تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے میں متوجہ ہوں۔ اور متعلقین کا غم حق تعالیٰ کے کرم کے حوالہ کر دیں باقی ملاقات کے وقت۔

بعض یاروں نے اس طرف آئے تھے ظاہر کیا کہ ابھی تک آزار کا وہم میر کے دل میں متمکن ہے اس لیے تاکید اور مبالغہ سے لکھا گیا ہے کہ آزار کے وہم کو دُور کر دیں۔

دوسرے یہ کہ ایک خط مُلا یار محمد قدیم کی طرف لکھا تھا' جو پند ونصیحتوں پر مشتمل تھا۔ ظاہر ہی ہوتا ہے کہ اس خط کا مضمون اس کی طبیعت کے موافق نہیں آیا۔ کیونکہ اس کا جواب نہیں دیا۔ اور دعا تک نہیں کی اُسے پسند نہ آئے تو نہ آئے۔ وہ لوگ جو اس فقیر کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں۔ اگر اُن کی غلطی اور خطا کو انہیں نہ جتلائے اور حق کو باطل سے جدا نہ کرے تو اپنے ذمہ سے کس طرح بری ہوگا اور آخرت میں کیا منہ دکھائے گا۔ آپ اس سے کہہ دیں۔

من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم
تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

Marfat.com

میں شرطِ تبلیغ کے تحت...... یہ کہہ رہا ہوں تو خواہ میری باتوں سے نصیحت گیر ہو خواہ ملال کر۔

جاننا چاہیے کہ شیخ بننے اور حق کی طرف خلق کو دعوت کرنے کا مقام بہت ہی عالی ہے آپ نے سُنا ہوگا کہ اَلشَّیخُ[1] فِی قَومِہٖ کَالنَّبِیِّ فِی اُمَّتِہٖ ۔ ''شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے جیسے نبی اپنی اُمت میں۔'' ہر بے سروسامان کو اس بلند مرتبہ سے کیا مناسبت ہے۔

ہر گدائے مرد میدان کے شود
پشۂ آخر سلیمان کے شود

ہر گدا اگر مرد میدان نہیں ہوسکتا۔ مچھر آخر سلیمان کیسے بن سکتا ہے۔

احوال و مقامات کا مفصل علم ہونا اور مشاہدات و تجلّیات کی حقیقت کا پہچاننا۔ اور کشوف و الہامات کا حاصل ہونا۔ اور واقعات کی تعبیر کا ظاہر ہونا۔ اس بلند مقام کے لوازمات سے ہے۔ وَبِدُوْنِهَا خَرْطُ الْقَتَادِ ۔ ''اوران کے بغیر بے فائدہ رنج و تکلیف ہے۔''

حاصل کلام یہ ہے کہ طریقت کے بزرگوار قدس سرہم بعض مُریدوں کو پیشتر اس کے کہ وہ مقامِ شیخی تک پہنچیں، کسی مصلحت اور بہتری کے لیے ایک قسم کی اجازت دے دیتے ہیں۔ اور ایک طرح تجویز فرماتے ہیں کہ طالبوں کو طریقہ دکھائیں تاکہ احوال و واقعات پر اطلاع پائیں۔

اس قسم کی تجویز میں شیخ مقتدا کو لازم ہے کہ اس مُریدِ مُجاز کو اس کام میں بڑی احتیاط سے کام کرنے کا حکم کرے اور تاکید کے ساتھ غلطی کے مواد کو ظاہر کردے۔ اور بار بار ان کے نقص پر اطلاع دے۔ اور مبالغہ کے ساتھ ان کا ناقص ہونا ظاہر کردے۔ اس صورت میں اگر شیخ حق کے ظاہر کرنے میں سُستی کرے تو خیانت ہے۔ اور اگر مرید کو وہ باتیں بُری معلوم ہوں تو بدقسمت ہے۔ کیا نہیں جانتا کہ حق تعالیٰ کی رضامندی شیخ کی رضامندی سے وابستہ[2] ہے۔ اور حق تعالیٰ کا غضب شیخ کے غضب پر موقوف ہے۔ اس پر کیا بلا آپڑی وہ نہیں سمجھتا کہ ہم سے قطع کرنا اُس کو کہاں تک پہنچا دے گا۔ اور اگر ہم سے قطع کرے گا تو اور کس سے جا ملے گا۔ اور اگر نعوذ باللہ اس قسم کا کوئی امر اس کے دل میں راہ پا گیا ہو۔ تو بے توقف اس کو کہہ دیں کہ توبہ و استغفار کریں اور حق تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی اور زاری کرے کہ اس ابتلا و فتنہ عظیم میں اس کو مبتلا نہ کرے اور اس خطرناک بلا و آزمائش میں اس کو گرفتار نہ

---

1. امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الدرر والمنتثرہ میں فرمایا کہ اس روایت کو دیلمی نے ابورافع سے باسند روایت کیا نیز امام سیوطی نے جامع صغیر میں ان الفاظ سے ذکر کیا۔ الشیخ فی اہلہ کالنبی فی امتہ اور ابن النجار نے ابورافع سے بایں الفاظ نقل کیا الشیخ فی بیتہ کالنبی فی امتہ یاد رہے کہ اس حدیث کو زیادہ سے زیادہ ضعیف کہا جاسکتا موضوعات میں شمار کرنا درست نہیں ۱۲

2. خدا تعالیٰ کی رضامندی مرشد کامل کی رضامندی سے وابستہ ہے اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی شیخ کامل کی ناراضگی پر موقوف ہے۔ جو لوگ شیخ کامل کو بے بس اور بے اختیار جانتے ہیں انہیں اپنے اس اعتقاد کی اصلاح کرنی چاہیے۔

Marfat.com

کرے۔

اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ یاروں کی اس بے پروائی اور اضطراب سے کسی قسم کا غبار اور آزار فقیر کے دل میں داخل نہیں ہوا۔ اس سبب سے اُمیدوار ہے کہ تمام کاموں کا انجام بخیر ہوگا۔ اور باقی احوال و اوضاع کو برادر سعادت مند مولانا صالح محمد مفصل بیان کریں گے اور آپ بعض شبہوں کے مقام کو ان سے دریافت کرلیں گے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَا الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمَّا وَاَکْمَلُهَا اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کا راستہ اختیار کیا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب نمبر (۲۲۵)

مُلّا طاہر لاہوری کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ وہ احوال جو دوسروں کو نہایت میں مُیسّر ہوتے ہیں۔ اس طریقہ علیہ کے ابتدا میں مُیسّر ہوجاتے ہیں۔ لیکن ہدایت میں نہایت مندرج ہونے کے طریق پر جو اس طریقہ علیہ کے لوازم سے ہے اور اس قسم کے احوال کو ابتدا میں ظاہر ہونا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ ایسے احوال والے کو کامل مکمل کہیں اور طریقت کے سکھانے کی اجازت دے دیں۔ اور اس کے مناسب بیان میں۔

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی نَبِیِّهٖ وَنُسَلِّمُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الْکِرَامِ "ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں اور اس کے نبی اور آپ کی آل بزرگوار پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں۔

آپ کے شریف خط پے در پے پہنچے۔ طالبوں کی ترقی اور ان کی اشتداد اور جمعیت کا حال پڑھ کر بہت ہی خوشی حال ہوئی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ چونکہ اس طریق میں نہایت ابتدا میں مندرج ہے۔ اس لیے اس طریقہ عُلیہ کے مبتدیوں کو ابتدا میں اس قسم کے احوال ظاہر ہوتے ہیں' جو منتہیوں کے احوال کے ساتھ یہاں تک مشابہ ہوتے ہیں کہ ان دونوں قسم کے احوال کے درمیان سوائے عارف کے جس کی نظر بصیرت تیز ہو کر کوئی فرق نہیں کرسکتا۔ پس اس لحاظ سے احوال کے حاصل ہونے کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ ایسے احوال والے کو طریقہ سکھانے کی اجازت نہ دینی چاہیے۔ کیونکہ اس صورت میں طالبوں کے ضرر کی نسبت اس کا اپنا بڑا ضرر ہے۔ ممکن ہے کمال کا خیال کرکے ترقی سے رُک جائے۔ یا جاہ وریاست کے حاصل ہونے سے جو مقام ارشاد کے لیے ضروری ہے فتنہ میں پڑ جائے۔ کیونکہ اس کا نفس امارہ بھی اپنے کفر کی حالت پر ہے۔ اور اس کا تزکیہ نہیں ہُوا ہے خیر جو کچھ ہوا سو ہوا۔ جن لوگوں کو آپ نے اجازت دی ہے انہیں نرمی اور محبت سے سمجھا دیں کہ اس قسم کی اجازت کمال پر مبنی نہیں ہے۔ ابھی بہت

Marfat.com

کام درپیش ہے اس قسم کے احوال جو ابتدا میں ظاہر ہوتے ہیں۔ بدایت میں نہایت مندرج ہونے کی قسم سے ہیں۔اور جو نصیحتیں مناسب جانیں عمل میں لائیں۔اور ان کے نقص پر ان کو اطلاع بخشیں۔اور چونکہ آپ نے ان کو اجازت دے دی ہے اس لیے طریقہ سکھانے سے ان کو منع نہ کریں۔شاید آپ کی توجہ کی برکت سے مقام ارشاد کی حقیقت تک پہنچ جائیں۔

دوسرے یہ ہے کہ جب آپ نے اس عظیم القدر کام کو شروع کیا ہے تو مبارک ہے۔اس کام میں بڑی سعی و کوشش بجالائیں۔اور بڑے سرگرم رہیں تا کہ طالبوں کی زیادہ سے زیادہ ترقی کا باعث ہو۔ وَالسَّلَامُ۔

مکتوب نمبر (۲۲۶)

اس بیان میں کہ زندگی کی فرصت بہت کم ہے اور ہمیشہ کا عذاب اس پر مرتب ہے اور اس کے مناسب امور کے بیان اپنے حقیقی بھائی میاں شیخ محمد مودود کی طرف لکھا ہے:۔

میرے عزیز بھائی! کا خط پہنچ کر خوشی کا موجب ہوا۔اے بھائی اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو توفیق دے۔زندگی کی فرصت بہت تھوڑی ہے۔اور ہمیشہ کا عذاب اس پر آنے والا ہے۔بڑے افسوس کی بات ہے کہ کوئی اس فرصت کو بیہودہ امور کے حاصل کرنے میں صرف کرے اور ہمیشہ کا رنج والم خریدے۔

اے بھائی! لوگ دُور دور سے دنیاوی اسباب کو چھوڑ کر مور و ملخ کی طرح آرہے ہیں۔اور تم اپنے گھر کی دولت کی قدر نہ جان کر دنیا کمینی کی طلب میں بڑے مزے سے باہر دوڑ رہے ہو اور بڑے شوق سے اس کے حاصل کرنے کے خواہاں ہو:

اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ حیا ایمان کی شاخ ہے

حدیث[1] نبی علیہ الصلوۃ والسلام ہے۔

اے بھائی! اہل اللہ کا اس طرح اکٹھا ہونا۔اور اس طرح للہ فی اللہ کی جمعیت جو آج ہر ہند میں میسر ہے۔اگر تمام جہان کے گرد پھرو تو بھی معلوم نہیں کہ اس دولت کا سواں (۱۰۰) حصہ بھی کہیں پا سکو۔اور اس ماجرا و کیفیت کا کچھ حصہ حاصل کر سکو۔تم نے اس دولت کو مفت ہاتھ سے کھو دیا اور قیمتی موتیوں کو چھوڑ کر بچوں کی طرح اخروٹ و منقہ پر کفایت کی۔ع

شرمت بادا ہزار شرمت بادا

تمہیں ہزار بار شرم کرنی چاہیے۔

اے بھائی! آئندہ وقت تک شاید فرصت نہ دیں۔اور اگر دیں بھی۔تو اس قسم کے اجتماع کو قائم نہ رہنے

---

[1] بخاری و مسلم شریف بروایت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

دیں۔ تو پھر کیا علاج ہوگا۔ اور کس طرح تدارک ہو سکے گا۔ اور کس چیز سے تلافی حاصل ہوگی۔ تم نے خطا کی ہے اور غلط سمجھے ہو۔ چرب و شیریں لقموں پر فریفتہ نہ ہو جاؤ اور قیمتی اور آراستہ کپڑوں پر دھوکہ نہ کھا جاؤ۔ ان کا نتیجہ دنیا و آخرت میں حسرت و ندامت کے سوا کچھ نہیں۔ اہل و عیال کی رضامندی کے لیے اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنا اور آخرت کا عذاب اختیار کرنا' عقل دور اندیش سے دُور ہے۔ حق تعالیٰ تم کو عقل دے اور آگاہ کردے۔

اے بھائی! دُنیا بے وفائی میں ضرب المثل ہے۔ اور اہل دُنیا خست اور کمینہ پن میں مشہور ہیں۔ پھر بڑے افسوس کی بات ہے کہ انسان اپنی قیمتی عمر کو اس بے وفا اور کمینی کے لیے خرچ کرے:

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ قاصد کا کام حکم پہنچا دینا ہے۔ والسلام

مکتوب نمبر (۲۲۷)

بعض ان پند و نصائح کے بیان میں جو مقام شیخی اور تکمیل سے تعلق رکھتے ہیں۔ ملا طاہر لاہوری کی طرف لکھا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى "تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔" آپ کا مکتوب شریف پہنچا۔ خوشی کا موجب ہوا۔ اور یاروں کے اتحاد اور حلاوت کا حال پڑھ کر نہایت ہی فرحت حاصل ہوئی۔

اے بھائی! حق تعالیٰ نے آپ کو یہ منصب عطا فرمایا ہے اس نعمت کا شکر پوری طرح ادا کریں اور محافظت کریں کہ کوئی ایسا امر صادر نہ ہو جو مخلوقات کی نفرت کا باعث ہو۔ کیونکہ اس میں بڑی خرابی ہے۔ خلق کی نفرت اس ملامتی کردہ کے حال کے مناسب ہے جن کا دعوت اور شیخی سے کچھ واسطہ نہیں ہے بلکہ ملامت کا مقام شیخی کے مقام کے برخلاف ہے۔ ایسا نہ کہ ان دونوں مقام کو آپس میں ملا دیں اور عین شیخی میں ملامت کی آرزو کریں کہ یہ بڑے ظلم کی بات ہے۔ اور مریدوں کی نظر میں اپنے آپ کو متجمل یعنی رُعب و داب سے آراستہ پیراستہ رکھیں۔ اور مُریدوں کے ساتھ کثرت سے میل جول اور اُنس اختیار نہ کریں کہ خفت اور سبکی کا موجب ہے اور افادہ اور استفادہ کے منافی ہے۔ اور حدود شرعیہ کی اچھی طرح محافظت کریں۔ اور جہاں تک ہو سکے رخصت پر عمل کریں کہ یہ بھی اس طریقہ علیہ کے منافی اور سنت سنیہ کی تابعداری کے دعویٰ کے مخالف ہے۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ رِيَاءُ الْعَارِفِيْنَ خَيْرٌ مِّنْ اِخْلَاصِ الْمُرِيْدِيْنَ "عارفوں کا ریا مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہے۔" کیوں کہ عارفوں کا ریا طالبوں کے دلوں کا حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی طرف کھینچنے کے لیے ہوتا ہے۔ پس ضرور مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہوگا۔ اور نیز عارفوں کے اعمال طالبوں کے لیے اعمال بجالانے میں موجب تقلید ہیں۔ اگر عارف خود عمل نہ کریں تو طالب محروم رہیں گے۔ پس عارف اس واسطے

Marfat.com

ریا کرتے ہیں۔ تاکہ طالب ان کی اقتدا کریں۔ یہ ریا عین اخلاص ہے۔ بلکہ اُس اخلاص سے بہتر ہے جو اپنے نفع کے لیے ہو۔

اس بات سے کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ عارفوں کے عمل محض طالبوں کی تقلید کے لیے ہیں۔ اور عارفوں کو عمل کی حاجت نہیں۔ نعوذ باللہ منہا یہ الحاد و زندقہ ہے۔ بلکہ عارف اعمال کے بجالانے میں عام طالبوں کے ساتھ برابر ہیں۔ اور اعمال کے بجالانے سے کسی کو چارہ نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بسا اوقات عارفوں کے اعمال میں طالبوں کا نفع مدنظر ہوتا ہے جو تقلید پر وابستہ ہے۔ اس اعتبار سے اس کو ریا کہتے ہیں۔

غرض قول و فعل میں بڑی محافظت کریں کیوں کہ اس زمانہ میں اکثر لوگ فساد و ہنگامہ کے در پے ہیں۔ کوئی ایسا کام سرزد نہ ہونے پائے جو اس مقام کے منافی ہو۔ اور جاہل لوگوں کو بزرگوں کے طعن کا موقع مل جائے۔ اور حضرت حق تعالیٰ سے استقامت طلب کرتے رہا کریں۔

دوسرے یہ ہے کہ آپ نے مشائخ کی نسبتوں کے حاصل ہونے کے بارہ میں لکھا تھا۔ اس کی وجہ کئی دفعہ رُوبرو آپ سے بیان ہو چکی ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہ سمجھیں کہ اس میں خیریت نہیں ہے اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔ والسّلام۔

مکتوب نمبر (۲۲۸)

بعض نصیحتوں کے بیان میں جو مقام تکمیل اور تعلیم طریقت سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ان کے مناسب امور کے بیان میں میر نعمان کی طرف لکھا۔

میرے بھائی سیادت پناہ کا مکتوب پہنچا۔ خوشی کا باعث ہوا۔ اے بھائی کئی دفعہ آپ کو کہا گیا ہے کہ اس طریق کا مدار دو اصولوں پر ہے۔

ایک شریعت پر اس حد تک استقامت اختیار کرنی کہ اس کے چھوٹے چھوٹے آداب کے ترک پر بھی راضی نہ ہوں۔

دوسرے شیخ طریقت کی محبت اور اخلاص پر اس طرح راسخ اور ثابت قدم ہوں کہ اس پر کسی قسم کا اعتراض نہ کریں۔ بلکہ اس کے تمام حرکات و سکنات مرید کی نظر میں زیبا اور محبوب دکھائی دیں۔

خدا محفوظ رکھے کہ ان امور میں سے جو ان دو اصلوں کے متعلق ہیں کسی امر میں خلل واقع نہ ہو اور اگر اللہ کی مہربانی سے یہ دو اصل درست ہو گئے۔ تو دنیا و آخرت کی سعادت نقد وقت ہے۔ اور بھی بہت کی نصیحتیں اور وصیتیں آپ کے کانوں تک پہنچ چکی ہیں۔ ان کو مدنظر رکھنے میں بڑی احتیاط کریں اور بڑی عاجزی اور زاری سے

Marfat.com

پہلی کوتاہیوں کو تدارک کریں۔ اور رمضان شریف کے اخیر عشرہ کا اعتکاف جو ایک دفعہ آپ سے ترک ہو گیا تھا۔ اس کی قضا کی نیت پر اس ذی الحج کے عشرہ میں اعتکاف بیٹھیں تا کہ اس نیت سے سنت پر عمل کر سکیں۔ اور اس عشرہ اعتکاف میں گریہ وازاری اور عجز و نیاز سے اپنی تقصیروں اور کوتاہیوں کی عذر خواہی کریں۔ فقیر بھی ان شاء اللہ اس عشرہ میں آپ کی مدد کرے گا۔

اجازت نامہ کے لکھنے میں جو آپ اس قدر مبالغہ اور کوشش کر رہے ہیں۔ اس سے آپ کا مقصود کیا ہے۔ طریقہ تعلیم کرنے کی اجازت جو آپ کو دی گئی ہے اگر وہ کافی نہیں ہے تو اجازت نامہ کیا کرے گا۔ یہ لازم نہیں کہ جو کچھ دل میں گزرے اسی کے واسطے کوشش کرنے لگ جائیں۔ کئی ایسی باتیں دل میں گزرتی ہیں جن کا ترک کرنا بہتر اور مناسب ہوتا ہے۔ نفس بڑا ضدی ہے جس امر کو اختیار کرتا ہے۔ اس کے پورا کرنے کے پیچھے پڑ جاتا ہے اور اس کے حق و باطل ہونے کا لحاظ نہیں کرتا۔ یہ چند باتیں آپ کی خاطر لکھی گئی ہیں، حق تعالیٰ آپ کو نفع دے۔ بھائی صاحب اپنے کام کا فکر کرنا چاہیے تا کہ جہاں سے ایمان سلامت لے جائیں۔ اجازت نامہ اور مرید کچھ کام نہیں آئیں گے۔ ہاں اپنے کام کے ضمن میں اگر کوئی شخص سچی طلب سے آ جائے تو اس کو طریقہ سکھا دیں نہ یہ کہ طریقت کی تعلیم کو اپنے کام کا اصل خیال کریں اور اپنے معاملہ کو اس کے تابع بنا دیں کہ اس میں سراسر ضرر اور خسارہ ہے۔

مکتوب (۲۲۹)

میرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ ہمارا طریق بعینہ حضرت ایشاں قدس سرہ کا طریق ہے اور ہماری نسبت وہی نسبت ہے۔ لیکن صناعت کا کامل ہونا اور نسبت کا تمام ہونا بہت سے فکروں کے ملنے اور بہت سی نظروں کے پے در پے آنے پر موقوف ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ط — تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور اُس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کے مکتوب شریف جو اپنے مخلص مشتاق کے نام لکھے ہوئے تھے، پے در پے پہنچ کر بڑی خوشی اور زیادہ محبت کا باعث ہوئے۔ جَزَاکُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَ عَنَّا خَیْرَ الْجَزَاءِ۔ "اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے۔"

مجمل طور پر بعض شبہات اور تردیدات جو آپ نے لکھے تھے۔ اُن کا جواب یہ ہے کہ ہمارا طریق وہی حضرت ایشاں یعنی حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کا طریق ہے۔ اور ہماری نسبت آنحضرت ہی کی شریف نسبت

Marfat.com

ہے۔اس طریق سے بڑھ کر عالی اور کونسا طریق ہے۔اور اس نسبت سے زیادہ بہتر اور مناسب اور کونسی نسبت ہے کہ کوئی اس کو اختیار کرے۔

اصل بات یہ ہے کہ ہر صناعت کی تکمیل اور ہر نسبت کی تمیم مختلف فکروں کے ملنے اور بہت سی نظروں کے پے در پے آنے پر منحصر ہے۔مثلاً وہ نحو جو سیبویہ کے زمانہ میں تھی۔وہ اب متاخرین کے فکروں کے ملنے سے دو چند زیادہ ہو گئی ہے۔اور یہ علم بہت کامل اور صاف ہو گیا ہے۔حالاں کہ یہ وہی سیبویہ کی نحو ہے جس کو متاخرین کے فکروں نے پہلے کی نسبت زیادہ آراستہ پیراستہ کر دیا ہے۔

شیخ علاوالدولہ قدس سرہ' کا مقولہ آپ کے مبارک کانوں تک پہنچا ہوگا۔انہوں نے فرمایا کہ واسطے اور وسیلے جس قدر زیادہ ہوں اُسی قدر رستہ زیادہ نزدیک اور روشن ہوگا۔

اس نسبت علیہ پر اس قسم کی زیادتی نے جو آراستگی اور پیراستگی کے طور پر پیدا ہو گئی ہے بہت لوگوں کو تخیلات میں ڈال رکھا ہے۔اصل مناظر یہی ہے جس میں تکلف اور بناوٹ کو دخل نہیں۔

آپ اس فقیر کے مکتوبات اور رسالوں کو دیکھیں کہ اس طریق کو اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کا طریق ثابت کیا ہے۔اور اس نسبت کو سب نسبتوں سے بڑھ کر مدلل بیان کیا ہے۔اور اس طریق عالی اور اس طریق کے بزرگواروں کی تعریف اور مدح اس طرح پر کی ہے کہ اس بزرگ خاندان کے خلفا میں سے کسی کو اس کا سواں حصّہ بیان کرنے کی توفیق حاصل نہیں اور نیز یہ فقیر روز مرّہ اور نشست و برخاست میں اس طریق کے آداب ولوازم کی رعایت پورے طور پر کرتا ہے۔اور سرِ مُو مخالفت اور نئی بات کو پسند نہیں کرتا بڑے تعجب کی بات ہے کہ آپ نے یہ سب ہُنر نظر انداز کر دیے ہیں اور اگر بالفرض آزار کے دنوں میں بعض یاروں کی نسبت کلمہ وکلام میں کوئی نامناسب بات کہی گئی ہو اور آپ کی نظر میں آئی ہو۔تو پھر بھی تعجب ہے کہ آپ اس قسم کی باتوں کا یقین کر لیتے ہیں اور صرف سُن کر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اگر حُسن ظن ہے تو کیا اسی جماعت سے مخصوص ہے یا شاید میں ہی حُسن ظن کے قابل نہیں ہوں۔

الغرض اگر گفت وشنود پر ہی مدار ہے۔تو پھر چغلخوروں کے ہاتھ سے خلاصی ناممکن ہے اور اخلاص کی کوئی توقع نہیں ہے۔آپ گفت وشنید سے درگزر کریں اور گزشتہ امور کو یاد میں نہ لائیں۔تا کہ اخلاص متصوّر ہو اور پُرانی کلفت رفع ہو جائے۔

آپ نے لکھا تھا کہ حضرات پیرزادوں کی تربیّت کا وقت آ گیا ہے۔اور حضرت ایشاں قدس سرہ' کی وصیت کو یاد دلایا تھا۔

اے میرے مخدوم ومکرم! اس میں خادموں کی سعادت ہے کہ اپنے مخدوم زادوں کی خدمت سے کامیاب ہوں۔لیکن اس مُدّت میں معلومہ رکاوٹوں کے باعث ظاہری خدمت سے دُور رہا۔اور وصیت کے وقت

Marfat.com

کے آنے کا انتظار کرتا رہا۔ اور اب اگر آپ جانتے ہیں کہ کوئی مانع نہیں ہے اور گفت وشنود کا رستہ بند ہو گیا ہے۔ تو فرمائیں تاکہ بندہ چند روز آکر اس خدمت میں مشغول رہے اور اگر اچھی طرح ملاحظہ کرتا ہے تو جانتا ہے کہ اس کام میں صرف وصیت کا حکم پر بجالانا مقصود ہے ورنہ آپ کی ظاہری باطنی تربیت اُن کے لیے کافی ہے کسی اور کی حاجت نہیں۔

دوسرے یہ ہے کہ برادرم مولانا عبداللطیف فرماتے تھے کہ میاں محمد قلیچ نے بڑے مخدوم زادہ کی ظاہری تعلیم وتربیت کو اپنے ذمے لے لیا ہے اور آپ نے بھی اس بات کو پسند فرمایا ہے۔ اس بات کو سُن کر بہت تعجب ہوا ہے۔ اور اگر وہ اپنی نارسائی کے باعث اس بارہ میں کچھ خیال کرے تو خیر۔ مگر آپ کیسے تجویز کرتے ہیں۔ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ ایسا نہ ہو کہیں محمد قلیچ کا آزار کسی اور جگہ سیرات کر جائے۔

مکتوب نمبر (۲۳۰)

شیخ یوسف برکی کی طرف صادر فرمایا:

ہمت بلند رکھنے اور اس چیز پر جو حاصل ہو کفایت نہ کرنے میں بلکہ جو کچھ معلوم ومشہود ہو اس کی نفی کرنے اور معبود بیچون وبیچگون کے ثابت کرنے میں جو دید ودانش سے باہر ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ط — تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور اُس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کے بزرگ احوال میاں بابو نے آپ کے کہنے کے مطابق بتائے اور ان کی حقیقت دریافت فرمائی اس لیے چند کلمے لکھے جاتے ہیں۔

میرے مخدوم! اس قسم کے احوال ابتدائی مراتب میں اس راہ کے مُبتدیوں کو بہت حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا کچھ اعتبار نہیں کرتے۔ بلکہ ان کی نفی کرتے ہیں۔ وصل کجا اور نہایت کونسی۔ شعر:

کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادَ وَ دُوْنَهَا
قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَهُنَّ خُیُوْفٌ

سعاد معشوقہ تک پہنچنا کس طرح ممکن ہے جب کہ اس کے اور میرے درمیان پہاڑوں کی بلند چوٹیاں اور ان کے درمیان نشیب وفراز واقع ہیں۔

اللہ تعالیٰ بے کیف اور بے مثل ہے۔ اور جو کچھ دید ودانش اور شہود ومکاشفہ میں آئے اس کا غیر ہے وہ حق سبحانہ وتعالیٰ اس سے وراء الوراء ہے۔ آپ اس راہ کے جوز ومویز (معمولی چیزوں) پر بچوں کی طرح ہرگز فریفتہ نہ ہو جائیں۔ اور نہایت کو پالینے پر مغرور نہ ہوں۔ اور احوال وواقعات کو ناقص مشائخ کے پاس ظاہر نہ کریں۔

Marfat.com

کیونکہ یہ اپنی سمجھ کے موافق تھوڑے کو بہت خیال کرتے ہیں اور ہدایت کو نہایت شمار کرتے ہیں۔ پس طالب مستعد اپنے کمال کے خیال میں پڑ جاتا ہے اور اس کی طلب میں فتور آجاتا ہے۔ شیخ کامل کی تلاش کرنی چاہیے۔ اور اپنے باطنی امراض کا علاج اس سے کرانا چاہیے۔ اور جب تک شیخ کامل نہ ملے چاہیئے کہ ان احوال کو لا کے نیچے لا کر نفی کریں اور معبود برحق کو جو بیچون اور بیچگون ہے اثبات کریں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ دیکھا گیا اور سنا گیا اور جانا گیا یہ سب اس کا غیر ہے کلمہ لا سے اس کی نفی کرنی چاہیے۔ آئندہ جو کچھ ظاہر ہوا اس کی نفی بھی کریں کہ وہ حق تعالیٰ وراء الوراء ہے۔ اور اثبات کی جانب میں کلمہ مستثنیٰ کے تکلم کے سوا کچھ ہاتھ میں نہ ہو۔ اس طریقت کے بزرگواروں کا طریق یہی ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا۔

سلام ہو اُس پر جو ہدایت کی راہ پر چلا اور حضرت مصطفےٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا

مکتوب نمبر (۲۳۱)

میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا:

چند سوالوں کے جواب میں جو آپ سے کیے گئے تھے اور جن میں پوچھا گیا تھا کہ وصول اور حصول کے درمیان کیا فرق ہے۔ اور وہ اسما جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعینات کے مبادی ہیں۔ اولیا کے تعینات کے مبادی بھی وہی اسم ہیں یا نہیں۔ اور اگر ہیں تو کیا فرق ہے۔ اور آپ سے پوچھا گیا تھا کہ مشائخ نقشبندیہ ذکر جہر سے منع کرتے ہیں کہ یہ بدعت ہے حالاں کہ ذوق وشوق بخشتا ہے۔ اور چیزوں سے جو آنحضرت کے زمانہ میں نہ تھیں۔ مثلاً لباس فرجی اور شال اور سراویل سے کیوں منع نہیں کرتے۔

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی نَبِیِّهٖ وَنُسَلِّمُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الْکِرَامِ

ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں اور نبی اور اُس کی آل بزرگوار پر صلوٰۃ والسلام بھیجتے ہیں۔

آپ کے دو مکتوب شریف پے در پے پہنچے۔ پہلا مکتوب تو سوزش اور اضطراب کی خبر دیتا تھا۔ لیکن دوسرا مکتوب اس سے ملائم اور شوق وسرگرمی سے بھرا ہوا تھا۔

میرے دوست آپ نے اس وقت جب کہ میر سعد الدین روانہ ہوئے خط کا جواب طلب کیا بندہ اس وقت یہاں تک بے دماغ اور متعوض تھا کہ اپنے ہاتھ سے خط نہ لکھ سکتا تھا۔ مولانا یار محمد جدید کو لکھنے کے لیے کہا۔ بے دماغی کے وقت اگر کوئی نامناسب کلمہ لکھا گیا ہو تو معاف فرمائیں آپ کو چاہیے کہ تھوڑی سی بات سے نہ بگڑ

Marfat.com

جائیں اور معاملہ کو درہم برہم نہ کریں۔ خدا نہ کرے کہ کسی قسم کا ازالہ درمیان ہو یا رنجش و رُوگردانی کے باعث کچھ لکھا جائے۔ ہاں اگر نصیحت کے طور پر لکھا جائے تو خوش حال ہونا چاہیئے۔

آپ کے دوسرے خط نے بہت ہی خوش کیا۔ حرارت ہر کام میں درکار ہے۔ پژمردگی اور افسردگی دشمنوں کے نصیب ہو۔

آپ نے لکھا تھا کہ حصُول اور وصول کے درمیان جو فرق ہے وہ سمجھ میں نہیں آتا۔

اے بھائی! حصول باوجود بُعد کے متصوّر ہے اور وصول متعذر و دشوار ہے۔ عنقا کو جب ہم صورت مخصوصہ سے تصوّر کرتے ہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ عنقا ہماری قوت مدرکہ میں حاصل ہے۔ لیکن عنقا تک وصول ثابت نہیں ہے۔ کیوں کہ ظلّیت جو مرتبہ ثانی میں اُس شے کے ظہور سے مراد ہے۔ اس شے کے حصول کی منافی نہیں ہے۔ لیکن شے کا وُصول ظلّیت کی تاب نہیں لاسکتا۔ پس دونوں کے درمیان فرق معلوم ہوگیا۔

اور نیز آپ نے پوچھا تھا کہ وہ اسما جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعینات کا مبدء ہیں' وہی اسما اولیا کے تعینات کا بھی مبدء ہیں یا نہیں اور اگر ہیں تو کیا فرق ہے۔

اے عزیز! انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعینات کے مبادی ان اسما کے کلیات ہیں اور اولیاء کے تعینات کے مبادی ان اسما کی جزئیات ہیں جو ان کلیات کے تحت ہیں مندرج ہیں۔ اور ان اسما کی جزئیات سے مراد وہی اسماء ہیں جو قیود میں سے کسی قید کے ساتھ ماخوذ ہیں۔ جیسے کہ کسی شے کیساتھ ارادہ بے قید اور ارادہ مقیّد ہوتا ہے۔ اور چونکہ اولیا کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے باعث ترقی واقع ہوتی ہے۔ اس لیے اس قید کو دُور کر کے مطلق کے ساتھ مل جائے گا۔ فقیر نے اس فرق کو اپنے بعض مکتوبات میں مفصل ذکر کیا ہے۔ وہاں سے ملاحظہ کرلیں۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ ذکر جہر سے منع کرتے ہیں کہ بدعت ہے حالاں کہ ذوق و شوق بخشتا ہے۔ اور اور چیزوں سے جو آنحضرت علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں نہ تھیں مثل لباس فرجی اور شال اور سراویل سے کیوں منع نہیں کرتے۔

میرے مخدوم! آنحضرت ﷺ کا عمل دو طرح پر ہے۔ ایک عبادت کے طریق پر دوسرا عرف اور عادت کے طور پر۔ وہ عمل جو عبادت کے طریق پر ہے اس کے خلاف کرنا بدعت منکرہ جانتا ہوں' اور اس کے منع کرنے میں بہت مبالغہ کرتا ہوں کہ یہ دین میں نئی بات ہے اور وہ مردود ہے اور وہ عمل جو عرف و عادت' کے طور پر ہے اس کے خلاف کو بدعت منکرہ نہیں جانتا۔ اور نہ ہی اس کے منع کرنے میں مبالغہ کرتا ہوں کیونکہ وہ دین سے تعلق نہیں رکھتا۔ اس کا ہونا یا نہ ہونا عرف و عادت پر مبنی ہے نہ کہ دین و مذہب پر' کیونکہ بعض شہروں کا عرف بعض دوسرے شہروں کے عرف کے برخلاف ہے۔ اور ایسے ہی ایک شہر میں زمانوں کے تفاوت کے اعتبار سے عرف میں تفاوت ظاہر ہے۔ البتہ عادی سنّت کو مدّنظر رکھنا بھی بہت سے فائدوں اور سعادتوں کو موجب ہے۔

Marfat.com

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَإِيَّاكُمْ عَلٰى مُتَابَعَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلٰى تَابِعِيْ كُلٍّ مِنَ الصَّلَوَاتِ أَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ أَكْمَلُهَا.

اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔

مکتوب نمبر (۲۳۲)

دنیا کمینی کی حقیقت اور اس کی ردّی زیبائش کی بُرائی اور اس کمینی دنیا کی محبت کے دُور کرنے کے علاج اور مناسب امور کے بیان میں خان خاناں کی طرف صادر فرمایا:

حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ حضرت سید المرسلین ﷺ کی طفیل ناپسندیدہ کمینی دنیا کی حقیقت اور اس کی ردّی زیب وزینت اور سج دھج کو آپ کی نظر بصیرت میں منکشف کر کے آخرت کے حسن وجمال کو بہشتوں اور ان کی نہروں کی تروتازگی اور اُن میں پروردگار جل شانہٗ کے دیدار کی زیادتی کے ساتھ جلوہ گر کرے۔ تاکہ اس جلدی دُور ہوجانے والی بُری دنیا کی طرف سے بے رغبتی حاصل ہوجائے اور پورے طور پر عالم بقا کی طرف جو مولیٰ جل شانہٗ کی رضا کا مقام ہے' توجہ میسر ہوجائے۔ اور جب تک اس کمینی کی برائی واضح نہ ہو' اس کی قید سے نکلنا مشکل ہے۔ جب تک اس کی قید سے خلاصی نہ ہو۔ تب تک آخرت کی نجات اور بچاؤ دشوار ہے:

حُبُّ[1] الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔

مشہور اور مانی ہوئی بات ہے۔ اور چونکہ علاج ضد سے ہوتا ہے اس لیے اس کمینی دنیا کی محبت دور کرنے کا علاج امور آخرت میں رغبت کرنے اور شریعت روشن کے احکام کے موافق اعمال صالحہ بجالانے پر وابستہ ہے۔ حق تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کو پانچ بلکہ چار چیزوں پر منحصر کیا ہے اور فرمایا ہے:

إِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ[1] بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ

دنیا کی زندگی کھیل کود اور زینت اور باہم فخر کرنا اور مال واولاد میں زیادتی کرنا ہے۔

پس جب عمل صالحہ میں مشغول ہوں' تو جزو اعظم لعب ولہو ہی کم ہونے لگتا ہے۔ اور ریشم اور چاندی سونے کے استعمال سے جن پر عمدہ اعلیٰ زیب وزینت کا مدار ہے پرہیز کرنے لگے ہیں اور دوسرا جزو جو زینت ہے' زائل ہونے لگتا ہے اور جب یقین ہوجائے کہ اللہ کے نزدیک فضیلت وبزرگی پرہیزگاری اور تقویٰ سے ہے نہ کہ

[1] زرین اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی۔ مشکوٰۃ شریف۔

[1] سورۂ حدید' پارہ ۲۷۔ [2] سورۂ حشر' پارہ ۲۸

Marfat.com

حسب ونسب سے۔ تو فخر کرنے سے باز آتے ہیں۔ اور جب جانیں کہ مال واولاد حق تعالٰی کے ذکر سے مانع ہیں اور اس کی بارگاہ سے روکتے ہیں۔ تو ان کے زیادہ زیادہ حاصل کرنے سے کوتاہی کرنے اور ان کے بڑھانے کو معیوب جانتے ہیں۔ غرض

مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا کَیْلَا یَضُرُّکُمْ شَیْءٌ — جو کچھ رسول تمہارے پاس لایا اس کو پکڑ لو اور جس سے اس نے منع کیا ہے ہٹ جاؤ تاکہ تمہیں کوئی چیز ضرر نہ دے

دادیم ترا ز گنج مقصود نشان
ما اگر نہ رسیدیم تو شاید بری

ہم نے تجھے خزانہ مقصود کا نشان بتادیا ہے۔ اگر ہم نہیں پہنچ سکے تو شاید تو ہی پہنچ جائے۔

باقی مقصود یہ ہے کہ میاں شیخ عبدالمومن بزرگ زادہ ہیں اور تحصیل علوم سے فارغ ہو کر طریقہ صوفیہ کا سلوک فرماتے ہیں، اور سلوک کے ضمن میں عجیب وغریب احوال مشاہدہ کرتے ہیں۔ ضرورت انسانی از قسم اہل و عیال ان کو حیران و بے اختیار ناچار کر دیتی ہے۔ اس فقیر نے اس ناچارگی اور پریشانی کو دُور کرنے کے لیے آپ کی جناب کی طرف ان کی رہنمائی کی ہے:

مَنْ دَقَّ بَابَ الْکَرِیْمِ انْفَتَحَ — جس نے کریم کا دروازہ کھٹکھٹایا وہ کشادہ حال ہو گیا۔ والسلام

مکتوب نمبر (۲۳۳)

بعض عمدہ عمدہ نصیحتوں کے بیان مین عالی جناب شیخ فرید کی طرف لکھا:

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی مَا جَآءَ بِہٖ جَدُّکُمُ الْاَمْجَدُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا۔ — اللہ تعالٰی ہم کو اور آپ کو اس چیز پر جس کو آپ کے جدِ بزرگوار ﷺ لائے ہیں ثابت قدم رکھے۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے عرس[1] شریف کے دنوں میں دہلی حاضر ہو کر ارادہ تھا کہ آپ کی خدمت

[1] اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ مجلس عرس میں شرکت کرتے تھے اور سرہند شریف سے اہل آتے تھے۔ اگر یہ سفر اور اس طرح کی مجلس میں شریک ہونا بدعت ہوتا تو آپ ہرگز ایسا نہ کرتے۔ مانعین عرس غور فرمائیں۔ یاد رہے کہ عرس کی اصل حدیث سے بھی ثابت ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام ہر سال شہدائے احد کی قبور پر تشریف لے جاتے اور فاتحہ شریف پڑھتے اور خلفائے راشدین کا بھی یہی معمول رہا کما فی التفسیر الکبیر للرازی۔

Marfat.com

عالی میں بھی پہنچے کہ اسی اثنا میں کوچ کی خبر پھیل گئی۔ اس لیے توقف کر کے چند ٹوٹے پھوٹے کلموں سے آپ کو تکلیف دی گئی ہے۔ فقیر خواہ حضور میں ہو خواہ غیبت میں ہر دم آپ کے لیے دُعا گو ہے' کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر مناسب اور نالائق امر سے سلامت رکھے۔ بعض اوقات خیر خواہی کا غلبہ اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ لِلّٰہ ان کی خدمت کو اختیار کر کے ان چیزوں سے جو آپ کی بلند درگاہ کے لائق نہیں تاکید و مبالغہ کے ساتھ آپ کو ان سے منع کرے اور مجلس شریف میں نا اہلوں کو نہ رہنے دے۔ لیکن جانتا ہے کہ سب امیدیں حاصل نہیں ہوتیں ناچار آپ کے حق میں غائبانہ دعا سے تر زبان رہتا ہے۔ شاید قبول ہو جائے۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ اپنی بزرگی اور کلانی کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ ہر چند یہ کفر ہے کہ کوئی ایسا بڑا ہو جائے کہ اگر وہ برہم ہو جائے تو تمام جہان برہم ہو جائے۔ لیکن کیا کیا جائے کہ ہم کو ہماری مصلحت کے بغیر بڑا بنایا ہے۔

آج اس قسم کی بزرگی اور کلانی نزدیک ہے کہ آپ کی جناب کے بارہ میں صادق آئے۔ کیونکہ آپ مخلوقات کے آرام میں ہیں اور مخلوقات آپ کے آرام میں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں کی طرف سے آپ کے لیے دُعائے خیر بارش کی طرف برس رہی ہے۔ جو عام مخلوقات کو فائدہ مند ہے۔ پھر افسوس ہے کہ باوجود اس قدر کلانی اور بزرگی کے دانہ خشخاش کے برابر خالی جگہ رہ جائے۔ اور یہ دانہ خشخاش دوستوں اور خیر خواہوں کے دل پر بڑا بھاری بوجھ ہے۔ مہربانی فرما کر ان کو اس بوجھ سے ہلکا کریں۔ مدت ہوئی ہے کہ اس خیر خواہ نے اس بات کی نسبت کچھ نہیں لکھا کہ ایسا نہ ہو کہ تکرار و مبالغہ گراں معلوم ہو۔

یار نازک بدن زبار ہوا ے رنجد
ہیچو گل برگ ز آسیب صبائے رنجد

میرا یار نازک بدن ہے ہوا کے بوجھ سے بھی رنجیدہ ہوتا ہے' جس طرح پھول کا پتہ بادِ صبا کے آسیب سے رنجیدہ ہوتا ہے۔

محسوس کرتا ہے۔

لیکن دوستی سے دُور معلوم ہوا کہ آپ کے دل کے ناراض ہونے کا لحاظ کر کے خاموش رہے۔

حافظ وظیفۂ تو دُعا گفتن است و بس۔
در بند آں مُباش کہ نشنید یا شنید

اے حافظ تیرا وظیفہ صرف یہ ہے کہ دعا کرتا رہے۔ اس فکر میں نہ پڑ کہ سنتا ہے یا نہیں سُنتا۔

کچھ مدت سے حرمین شریفین (کہ خدائے تعالیٰ ان کو آفات سے محفوظ رکھے) کی زیارت کا ارادہ و شوق پیدا ہوا۔ اور اس سفر کا باعث بھی خواہش ہے۔ اور چونکہ یہ ارادہ آپ کے صلاح مشورے اور رضامندی پر وابستہ

Marfat.com

تھا۔ اس لیے کوچ کی خبر سُن کر وہ ارادہ ملتوی ہو گیا:

اَلْخَیْرُ فِیْ مَاصَنَعَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ بہتری اسی بات میں ہے جو اللہ تعالیٰ کرے۔

والسلام

مکتوب نمبر (۲۳۴)

حقائق کو جاننے والے معارف پہچاننے والے عالم ربانی عارف سُبحانی مخدوم زادہ کلاں یعنی شیخ محمد صادق (خدا اُن کو سلامت اور باقی رکھے اور اعلیٰ مقصود تک پہنچائے) کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ واجب الوجود کی حقیقت وجود محض ہے جو ہر چیز وکمال کا منشا ہے۔ اور ممکنات کی حقیقتیں عدمات ہیں جو ہر شر و نقص کا مبدء ہیں۔ اور مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کے معنی میں اور تجلّی ذاتی کے بیان میں جو تمام نسبتوں اور اعتبار سے بلند ہے۔ اور آیت کریمہ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے تاویلی معنوں اور اس لیے مناسب بیان مین مع ان سوالات و جوابات کے جو اس مقام کی توضیح کے متعلق ہیں۔ اور مع تنبیہات کے جو اس مطلب کی تلخیص کے لائق ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

خداوند بیچون کی حمد اور پیغمبر رہنما کے درُود کے بعد میرے فرزند کو معلوم ہو کہ حق سبحانہٗ کی حقیقت وجود محض ہے کہ اور کوئی امر اس کے ساتھ ملا ہوا نہیں ہے۔ اور وہ وجود تعالیٰ ہر چیز وکمال کا منشا اور ہر حُسن و جمال کا مبداء ہے۔ اور جزئی حقیقی اور بسیط ہے۔ جس کی طرف ترکیب کو ہرگز راہ نہیں ہے نہ ذہنی طور پر نہ خارجی طور پر۔ اور حقیقت کے اعتبار سے اس کا تصور میں آنا محال ہے۔ اور وجود ذات تعالیٰ پر ازروئے مواطات کے محمول ہے نہ ازروئے اشتقاق کے۔ اگرچہ حمل کی نسبت کو بھی اس مقام میں فی الحقیقت کچھ گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ تمام نسبتیں وہاں ساقط ہوگئی ہیں اور وہ وجود جو عام مشترک ہے۔ وہ اس وجود خاص کے ظلوں میں سے ایک ظل ہے۔ اور یہ ظل ذات تعالیٰ وتقدس پر محمول ہے۔ اور اشیاء پر تشکیک کے طور پر ازروئے اشتقاق کے نہ ازروئے مواطات کے۔ اور اس ظل سے مراد تنزلات کے مرتبوں میں حضرت وجود تعالیٰ وتقدس کا ظہور ہے۔ اور اس ظل کے افراد میں سے اولیٰ واقدم واشرف وہ فرد ہے جو ذات تعالیٰ پر ازروئے اشتقاق کے محمول ہے۔ پس اصالت کے ہر مرتبہ میں اَللّٰہُ تَعَالٰی وَجُوْدٌ کہہ سکتے ہیں نہ کہ اَللّٰہُ تَعَالٰی مَوْجُوْدٌ۔ اور اس ظل کے مرتبہ مین اَللّٰہُ تَعَالٰی مَوْجُوْدٌ صادق ہے۔ نہ اَللّٰہُ تَعَالٰی وَجُوْدٌ۔ اور چونکہ حکما اور صوفیہ کے ایک گروہ نے جو وجود کی عینیت کے قائل ہیں اور اس فرق کی حقیقت سے واقف نہیں ہوئے۔ اور ظل کو اصل سے جُدا نہیں کیا۔ حمل اشتقاق اور حمل مواطات دونوں

Marfat.com

کو ایک ہی مرتبہ میں ثابت کیا ہے۔اور حمل اشتقاق کے صحیح کرنے میں بے جا تکلف اور حیلہ کے محتاج ہوئے ہیں۔ اور حق وہی ہے جو میں نے اللہ تعالیٰ کے الہام سے ثابت و تحقیق کیا ہے۔اور یہ اصالت وظلیت تمام حقیقی صفات کی اصالت وظلیت کی طرح ہے۔ کیونکہ ہر مرتبہ اصالت میں جو اجمال اور غیب الغیب کا مقام ہے۔ان صفات کا حمل کرنا مواطات کے طریق پر ہے نہ اشتقاق کے طریق پر۔ پس اَللّٰہُ تَعَالٰی عِلْمٌ کہ سکتے ہیں اور اَللّٰہُ تَعَالٰی عِلْمٌ نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ حمل اشتقاق میں مغایرت کا ہونا ضروری ہے اگر چہ بالاعتبار ہی ہو۔اور وہ یہاں بالکل مفقود ہے کیونکہ مغایرت ظلیت کے مرتبوں میں ہوتی ہے۔اور اس جگہ کوئی ظلیت نہیں۔ کیونکہ وہ تعین اوّل سے کئی درجے برتر ہے۔اس لیے کہ نسبتیں اس تعین میں اجمالی طور پر ملحوظ ہیں اور اس مقام میں اشیا میں سے کسی شے کا کسی طرح کا ملاحظہ نہیں ہے اور مرتبہ ظل میں جو اس اجمال کی تفصیل ہے۔ حمل اشتقاق صادق ہے نہ حمل مواصلات۔ لیکن ان صفات کی عینیت اس مرتبہ میں وجود تعالیٰ کی عینیت کی فرع ہے جو ہر خیر و کمال کا مبدء اور حسن و جمال کا منشاء ہے۔اور اس فقیر نے کتابوں اور رسالوں میں جس جگہ وجود کی عینیت کی نفی کی ہے۔اس سے وجود ظلی مراد رکھنا چاہیے۔ جو حمل اشتقاق کا صحیح کرنے والا ہے اور یہ وجود ظلی بھی آثار خارجیہ کا مبدء ہے پس وہ ماہیتیں جو مراتب موجودات میں سے ہر مرتبہ میں اس وجود کے ساتھ متصف ہوں خارجیہ ہوں گی۔

فَافْهَمْ فَاِنَّهٗ يَنْفَعُكَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْمَوَاقِعِ پس سمجھ لے کیونکہ یہ بہت جگہ تجھے نفع دے گا

پس صفات حقیقیہ بھی موجودات خارجیہ ہونگی اور ممکنات بھی خارج میں موجود ہوں گی۔

اے فرزند! اس پوشیدہ سر کو سُن کہ کمالاتِ ذاتیہ حضرت ذات تعالیٰ کے مرتبہ میں حضرت ذات کا عین ہیں۔ مثلاً علم کی صفت اس مقام میں حضرت ذات کا عین ہے۔اور ایسے ہی قدرت اور اراوہ اور تمام صفات کا جمال ہے۔اور نیز اس مقام میں حضرت ذات بتمامہ علم ہے اور ایسے ہی بتمامہ قدرت ہے نہ یہ کہ حضرت ذات کا بعض علم ہے اور بعض قدرت۔ کیونکہ وہاں بعض ہونا اور جزو بننا محال ہے اور ان کمالات نے جو گویا حضرت ذات تعالیٰ و تقدس اپنی وحدانیت کی اسی اجمالی صرافت پر باقی ہے بعد ازاں اس مقام میں کوئی ایسی چیز نہیں رہی جو اس تفصیل میں داخل نہ ہوئی ہو۔اور متمیز نہ ہوئی ہو۔ بلکہ تمام وہ کمالات جن میں سے ہر ایک ذات تعالیٰ کا عین ہے مرتبہ علم میں آ گئی ہیں۔اور ان مفصلہ کمالات نے دوسرے مرتبہ میں وجود ظلی پیدا کر کے صفات نام حاصل کیا ہے۔اور حضرت ذات کے ساتھ جو اُن کا اصل ہے قیام پیدا کیا ہے۔اور اعیان ثابتہ صاحب فصوص علیہ الرحمۃ کے نزدیک انہی مفصلہ کمالات سے مراد ہے۔ جنہوں نے خانہ علم میں وجود علمی حاصل کیا ہے۔اور فقیر کے نزدیک ممکنات کی حقائق عدم محض ہیں۔ جو بمع ان کمالات کے جو ان میں منعکس ہوئے ہیں۔ ہر شر و نقص کا مبدء و مادئی ہیں۔

یہ بات تفصیل چاہتی ہے گوش ہوش سے سُننا چاہیے۔ خدا تجھے ہدایت دے۔

Marfat.com

جان لے کہ عدم وجود کے مقابل ہے اور اس کی نقیض ہے۔ پس عدم بالذات ہر شر و نقص کا منشا بلکہ ہر شر و فساد کا عین ہوگا۔ جس نے وجود مرتبہ اجمال میں ہر خیر و کمال کا عین ہے۔ اور جس طرح حضرت وجود اُصل لاصل مقام میں ذات تعالیٰ پر اشتقاق کے طریق پر محمول نہیں ہے اسی طرح عدم بھی جو اس وجود کے مقابل ہے ماہیت عدم پر اشتقاق کے طور پر محمول نہیں ہے۔ اس مرتبہ میں اس ماہیّت کو معدوم نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ عدم محض ہے۔ اور تفصیل علمی کے مرتبوں میں کہ جس کے ساتھ ماہیت عدمیہ نے تعلق پایا ہے اس ماہیت کو جزئیات عدم سے متصف ہو جاتی ہیں اور حمل اشتقاق ان میں درست آتا ہے۔ اور عدم کا مفہوم کہ گویا اس اجمالیہ عدمیہ ماہیّت سے منتزع اور الگ ہے اور اس ماہیّت عدمیّہ کے لیے ظل کی مانند ہے۔ اس ماہیّت عدمیّہ کے تمام مفصلہ افراد پر اشتقاق کے طریق پر حمل پاتا ہے۔ جیسے کہ آگے آئے گا اور چونکہ وہ عدم مرتبہ اجمال شر و فساد کا عین تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے علم میں ہر شر دوسرے شر سے جدا اور ہر فساد دوسرے فساد سے الگ ہو گیا۔ جیسے کہ وجود کی جانب میں اجمال کے مرتبہ میں حضرت وجود ہر خیر و کمال کا عین تھا۔ اور تفصیل علمی کے مرتبہ میں ہر کمال سے الگ اور ہر خیر دوسرے خیر سے جُدا ہو گیا۔ پس ان وجودیہ کمالات میں سے ہر ایک کمال ان نقائص عدمیہ میں سے ہر ایک نقص میں اس کے مقابل ہے، خانہ علم میں منعکس ہوا ہے اور ایک دوسرے کی علمیہ صورتیں باہم مل جل گئی ہیں۔ اور وہ عدمات جو شر و نقائص سے مراد ہیں بمع اُن کمالات منعکسہ کے ممکنات کی ماہیتیں ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ وہ عدمات ان ماہیتوں کے اصول و مواد ہیں۔ اور وہ کمالات ان میں حلول کی ہوئی صورتوں کی مانند ہیں۔

پس اعیانِ ثابتہ اس فقیر کے نزدیک ان عدمات اور کمالات سے مراد ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ باہم مل جل گئے ہیں۔ اور جب قادر مختار جل شانہٗ نے چاہا ان عدمیہ ماہیات کو جمع اُن کے لوازم اور وجودیہ ظلال کے کمالات کے جوان میں حضرت علم میں منعکس ہو کر ممکنات کی ماہیات نام پایا ہے۔ اس وجود ظلّی کے رنگ میں کہ موجودات خارجیہ بنایا اور آثار خارجیہ کا مبدء کر دیا۔

جاننا چاہیے کہ صور علمیہ کا جو ممکنات کے اعیان ثابتہ اور ان کی ماہیّات سے مراد ہیں۔ رنگ دار کرنا ان معنوں میں نہیں ہے کہ صور علمیہ نے خانہ علم سے نکل کر وجود خارجی پیدا کیا ہے۔ کیونکہ یہ محال ہے اور جہل کو مستلزم نہیں۔

تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا — اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔

بلکہ ان معنوں میں ہے کہ ممکنات نے خارج میں ان صور علمیہ کے مطابق وجود پیدا کیا ہے اور وجود علمی کے سوائے اس وجود علمی کے موافق وجود خارجی حاصل کیا ہے۔ جیسے کاریگر نجار تخت کی صورت کی ذہن میں تصوّر کر کے خارج میں اس کا اختراع کرتا ہے۔ اس صورت میں تخت کی وہ ذہنیہ صورت جو حقیقت میں اس تخت کی ماہیّت ہے۔ اس نجار کے خانہ علم سے باہر نہیں نکلی۔ بلکہ خارج میں اس تخت نے اس صورت ذہنیہ کے مطابق وجود پیدا کیا

Marfat.com

ہے' فافہم۔

جاننا چاہیے کہ ہر عدم نے کمالات وجودیہ کے ظلال میں سے ایک ظل کے ساتھ جو اس کے مقابل ہے اور اس میں منعکس اور منصبغ ہے۔ خارج میں وجود ذہنی پیدا کیا ہے۔ بخلاف عدم صرف ایک کہ وہ ان ظلال سے متاثر نہیں ہوا۔ اور ان کا رنگ نہیں پکڑا۔ اور وہ کیسے رنگ پکڑے جب کہ وہ ظلال کے مقابل نہیں ہے۔ اگر مقابلہ رکھتا ہے تو حضرت وجود سے صرف رکھتا ہے۔

پس عارف تام المعرفت جب حضرت وجود سے ترقی کر کے عدم صرف کے مقام میں نزول کرتا ہے تو اس کے وسیلہ سے یہ عدم بھی اس حضرت سے انصباغ پیدا کر کے مزین و مستحسن ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس عارف کے تمام عدم کے مراتب نے جو فی الحقیقت اس کی تمام اجمالی اور تفصیلی مراتب ذاتیہ ہیں۔ حسن و خیریت پیدا کی ہے۔ اور کمال حاصل کیا ہے۔ اور یہ خیریت جو تمام ذاتیہ اس سیرایت کرتی ہے اس قسم کے عارف سے مخصوص ہے۔ اور اس کے غیر کے لیے اگر خیریت نے سیرایت کی ہے۔ تو وہ اس کے اعدام ذاتیہ کے بعض تفصیلیہ مراتب تک ہی منحصر ہے یا بلحاظ اختلاف درجات کے اس کے تمام تفصیلی مراتب میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور یہ قسم اخیر بھی نادر الوجود ہے۔ لیکن عدم کے مرتبہ اجمال میں جو شر و نقص کا عین ہے اس عارف کے سوا اور کسی نے خیریت کی بُو نہیں پائی اور نہ ہی حسن کا کوئی رنگ پیدا کیا ہے۔

پس ناچار ایسے عارف کا جو خیریت نام سے متصف ہے' شیطان بھی حسنِ اسلام پیدا کر لیتا ہے اور اس کا نفس امارہ مطمئنہ ہو کر اپنے مولیٰ سے راضی ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیّد المرسلین علیہ و علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا ہے کہ:

[1] اَسْلَمَ شَیْطَانِیْ　　میرا شیطان بھی مسلمان ہو گیا ہے۔

پس کوئی غازی غزا میں اس سے سبقت نہیں کرتا۔ اور شیطان جیسے کو خیر کی طرف دلالت نہیں کرتا۔

سُبحان اللہ! وہ معارف جو اس فقیر حقیر سے بے ارادہ و بے تکلف ظاہر ہو رہے ہیں۔ اگر بہت سے لوگ جمع ہو کر ان کی تصویر میں کوشش کریں تو معلوم نہیں کہ میّسر ہو سکے۔ فقیر کا یقین ہے کہ ان معارف کا بہت سا حصہ حضرت مہدی موعود علیہ الرضوان کے نصیب ہوگا۔

اگر پادشاہ بردرِ پیر زن
بیاید تو اے خواجہ سُبلت مکن

اگر بادشاہ بڑھیا کے دروازے پر آ جائے تو اے خواجہ تو حسد سے اس کی مونچھ اپنی داڑھی نہ نوچ

[1] مسلم شریف بروایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲

Marfat.com

فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ ○ پس کیا یہ بزرگ اور بابرکت ہے وہ اللہ تعالیٰ
وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ جو بہتر پیدا کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد
ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ ذوات ممکنات عدمات ہیں کہ وجودی کمالات کے ظلال نے ان میں منعکس ہو کر ان کو مزین کر دیا ہے۔ پس ناچار ممکنات بالذات ہر شر و فساد کا ماویٰ اور ہر شر و نقص کی جائے پناہ ہوئیں۔ اور ہر خیر و کمال جو ان میں آراستہ اور پوشیدہ فرمایا ہے وہ عاریتی ہے جو حضرت وجود سے جو خیر محض ہے فائز ہوا ہے۔

مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ وَمَا[1] جو تجھے بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور
اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَۃٍ فَمِنْ نَفْسِکَ جو تجھے برائی پہنچے وہ تیرے نفس سے ہے۔

اس مضمون کی شاہد ہے۔ اور جب خداوند تعالیٰ کے فضل سے یہ دید غلبہ پا جاتی ہے۔ اور اپنے کمالات کو ٹھیک اسی طرف دیکھتا ہے۔ تو اپنے آپ کو شر محض معلوم کرتا ہے اور خالص نقص جانتا ہے۔ اور کوئی کمال اپنے آپ میں مشاہدہ نہیں کرتا۔ اگرچہ انعکاس کے طریق پر ہو۔ اُس شخص کی طرح جو کہ ننگا ہو اور اُس نے عاریت کا لباس پہنا ہو۔ اور یہ دید عاریت اس پر اس قدر غالب آ جائے کہ وہ اپنے خیال میں اپنا سارا لباس اس لباس کے مالک کا سمجھے۔ تو بالضرور وہ شخص اپنے آپ کو ذوق میں ننگا معلوم کرے گا۔ اگرچہ عاریت درمیان واسطہ ہے اس دید کا صاحب مقام عبدیت سے مشرف ہوتا ہے جو تمام کمالات ولایت سے برتر ہے۔

تنبیہ یہ خیر و شر اور نقص و کمال کا اجتماع جو در حقیقت وجود و عدم کا اجتماع ہے۔ جمع نقیضین کی قسم سے ہے کہ تو اس کو محال جانے کیونکہ وجود صرف کی نقیض عدم صرف ہے۔ اور ان ظلی مراتب نے جس طرح وجود کی جانب میں اصل کی بلندی سے تنزلات کی پستی میں نزول فرمایا ہے۔ اسی طرح عدم کی جانب میں بھی ان ظلی مراتب نے عدم صرف کی پستی سے اُوپر کی طرف عروج کیا ہے۔ ان کا اجتماع عناصر متضادہ کے اجتماع کی طرح ہے کہ ہر ایک کے ضد یہ غلبہ اور تیزی کو توڑ کر ان کو جمع فرمایا ہے:۔

فَسُبْحَانَ مَنْ جَمَعَ بَیْنَ الظُّلْمَۃِ وَالنُّوْرِ پس پاک ہے وہ ذات جس نے اندھیرے اور نور کو جمع کر دیا۔

اگر کہا جائے کہ تو نے اوپر عدم صرف کے لیے بھی وجود صرف کے ساتھ جو اس کی ضد ہے مصبغ اور رنگ دار ہونے کا حکم کیا ہے۔ پس اجتماع نقیضین پیدا ہوا۔

اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ دو نقیضوں کا جمع ہونا ایک محل میں محال ہے۔ لیکن ایک نقیض کا دوسرے نقیض کے ساتھ قیام کرنا اور ایک دوسرے سے متصف ہونا محال نہیں ہے جیسے کہ معقول والوں نے کہا ہے

---

[1] پارہ ۵۔ سورۃ النساء ۱۲۔

Marfat.com

کہ وجود کے کہ وجود معدوم ہے اور وجود کا عدم کے ساتھ متصف ہونا محال نہیں ہے پس اگر عدم موجود ہو۔ اور وجود کے ساتھ رنگا جائے۔ تو محال ہوگا۔ تو اس کے جواب میں مَیں کہتا ہوں کہ عدم کے مفہوم کو معقولات ثانیہ سے کہا ہے۔ لیکن اگر عدم کے افراد میں سے کوئی فرد وجود سے متصف ہو جائے تو کیا فساد ہے۔ جس طرح معقول والوں نے وجود کے بارہ میں اشکال کے طریق پر کہا ہے کہ وجود کو چاہیے کہ واجب الوجود تعالیٰ کی ذات کا عین نہ ہو۔ کیوں کہ وجود معقولات ثانیہ سے ہے جو وجود خارجی نہیں رکھتا۔ اور واجب الوجود کی ذات خارج میں موجود ہے پس عین نہ ہوگا اور اس کے جواب میں انہوں نے کہا ہے کہ وجود کا مفہوم معقولات ثانیہ سے ہے نہ کہ اس کی جزئیات۔ پس اس کی جزئیات میں سے جزئی وجود خارجی کے منافی نہ ہوگی۔ اور ہوسکتا ہے کہ خارج میں موجود ہے۔

سوال: پہلی تحقیق سے معلوم ہوا کہ صفات حقیقہ کا وجود ظلال کے مرتبوں میں ہے اور مرتبہ اصل میں ان کا کوئی وجود حاصل نہیں ہے۔ یہ بات اہل حق شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی رائے کے مخالف ہے۔ کیونکہ وہ صفات کو کسی وقت ذات مقدس سے جدا نہیں جانتے اور ممتنع الانفکاک یعنی ان کا ذات سے جُدا ہونا محال تصور کرتے ہیں۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ اس بیان سے انفکاک کا جواز لازم نہیں آتا۔ کیونکہ یہ ظل اس اصل کے لازم ہے۔ پس انفکاک نہ رہا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ وہ عارف جس کی توجہ کا قبلہ احدیت ذات ہے۔ اور اسماء وصفات میں سے کچھ اُس کے مدنظر نہیں ہے۔ اس مقام میں ذات تعالیٰ ہی کو پاتا ہے۔ اور صفات سے کچھ ملحوظ نہیں ہوتا نہ یہ کہ صفات اس وقت حاصل نہیں ہیں۔ پس حضرت ذات تعالیٰ و تقدس سے صفات کا الگ ہونا نہ ہی عارف کے ملاحظہ کے اعتبار سے ثابت ہوا۔ اور نہ ہی حقیقت امر کے اعتبار سے۔ تاکہ اہل سنت و جماعت کے مخالف ہو۔ فافہم۔

اس بیان سے:

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ — جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے رب کو پہچان لیا۔

کے معنے بھی ظاہر ہو گئے۔ کیوں کہ جس نے اپنی حقیقت کو شرارت و نقص کے ساتھ پہچان لیا۔ اور جان لیا کہ ہر خیر و کمال جو اس میں پوشیدہ کیا گیا ہے۔ وہ حضرت واجب الوجود کی طرف سے عاریت کے طور پر ہے۔ پس وہ ضرور ہی حق سبحانہٗ کو خیر و کمال و حسن و جمال سے پہچان لے گا۔ اس تحقیقات سے آیت کریمہ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے تاویلی معنے بھی واضح ہو گئے۔ کیونکہ جب ظاہر ہو چکا کہ ممکنات سب کے سب عدمات ہیں۔ جو سراسر ظلمت و شرارت ہیں۔ اور ان میں خیر و کمال اور حسن و جمال حضرت وجود کی طرف سے ہے جو نفس ذات تعالیٰ ہے اور ہر خیر و کمال اور حسن و جمال کا عین ہے۔ تو بالضرور آسمانوں اور زمینوں کا نور حضرت وجود ہی

1 سمعانی فرماتے ہیں یہ یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ابن حجر نے کہا یہ حضرت کا کلام ہے۔ لیکن کتاب ماوردی میں ہے کہ حضرت عائشہ سے مرفوعاً حضور کا ارشاد بیان فرمایا ہے۔

Marfat.com

ہوگا جو واجب تعالیٰ وتقدس کی حقیقت ہے اور چونکہ یہ نور آسمان اور زمین میں ظلال کے واسطہ سے ہے اس لیے ان وہم کرنے والوں کے وہم کو دُور کرنے کے لیے جو بیواسطہ سمجھتے ہیں۔ اس نور کے لیے مثال بیان کی اور اس طرح فرمایا:

مَثَلُ نُوْرِهٖ[1] كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ

الیٰ آخر الآیۃ الکریمہ تاکہ واسطوں کا ثبوت ہو جائے۔ اور اس آیت کریمہ کے تاویلی معنے مفصل طور پر ان شاء اللہ تعالیٰ کسی اور جگہ پر لکھے جائیں گے۔ کیونکہ اس میں سخن کی بہت مجال ہے۔ اور یہ مکتوب اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں رکھتا اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ آیت کریمہ کے یہ تاویلی معنے ہیں۔ اس لیے کہا ہے کہ تفسیری معنے نقل و سماع پر مشروط ہیں:

مَنْ[2] فَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِرَاْيِهٖ فَقَدْ كَفَرَ — جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی وہ کافر ہو گیا۔

تم نے سُنا ہوگا۔ اور تاویل میں سے صرف احتمال کافی ہے۔ بشرطیکہ کتاب وسنت کے مخالف نہ ہو۔ پس ثابت ہوا کہ ممکنات کے ذوات واصول عدمات ہیں۔ اور ان کی ناقص اور رذیل صفات ان عدمات کی مقتضے ہیں جو قادر مختار جل سلطانہ کے ایجاد سے وجود میں آئی ہیں۔ اور صفات کاملہ ان میں حضرت وجود تعالیٰ کے کمالات کے ظل سے عاریت کے طور پر ہیں جو انعکاس کے طریق پر ظہور پا کر قادر مختار جل شانہٗ کی ایجاد سے موجود ہوئی ہیں۔ اور اشیا کے حسن وقبح کا مصداق یہ ہے کہ جو چیز آخرت سے تعلق رکھتی ہے اور دنیا کے لیے ذریعہ ووسیلہ ہے۔ وہ حسن ہے اگرچہ بظاہر اچھی دکھائی نہ دے۔ اور جو چیز دنیا سے تعلق رکھتی ہے اور دنیا کے لیے وسیلہ وذریعہ ہے وہ قبیح ہے اگرچہ بظاہر حسن وخوب دکھائی دے۔ اور حلاوت وطراوت سے ظاہر ہو۔ دنیا کی مزخرفات یعنی بے ہودہ زیب وزینت کا یہی حال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ میں امردوں[3] یعنی بے ریشوں اور بیگانی عورتوں کے حسن اور دنیاوی زیب وزینت کی طرف رغبت وخواہش سے نظر کرنا منع فرمایا گیا ہے کیونکہ یہ حسن وطراوت مقتضیات عدم سے ہے جو ہر فساد کا محل ہے۔ اور اگر حسن وجمال کا منشا کمالات وجودیہ

---

[1] سورہ نور پارہ ۱۸

[2] اس مضمون کی احادیث ترمذی ابوداؤد مسند الفردوس بروایت حضرت ابو ہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ میں موجود ہیں۔

[3] ردّالمختار میں ہے قال فی الهندية و الغلام اذ ابلغ مبلغ الرجال: لم يكن صبيحا فحكمه حكمه جان و ان كان صبيحا فحكمه حكم النساء و هو عورة من قرنه الى قدمه لا يحل النظر اليه عن شهوة۔ "یعنی بچہ جب مردوں کے مقام کو پہنچ جائے اور خوبصورت نہ ہو تو اس کا حکم مردوں کا ہے اور اگر صبیح اور خوبصورت ہو تو وہ عورتوں کے حکم میں ہے اور سر سے لے کر پاؤں تک اس کے کسی بھی حصہ جسم کو شہوت سے دیکھنا روا نہیں۔

Marfat.com

ہوتے تو اس سے منع نہ فرماتے۔ مگر اس سبب سے کہ اصل کے ہوتے ظل کی طرف توجہ کرنا بُرا ہے۔ یہ منع استحسانی ہے۔ نہ وجوبی برخلاف پہلی منع کے۔ پس وہ حسن جو دنیا کے مظاہر جمیلہ میں ظاہر ہے وہ اس ذات تعالیٰ کے حسن ظلال سے نہیں ہے۔ بلکہ لوازم عدم سے ہے جس نے حسن کی مجاورت کے باعث ظاہر میں حسن پیدا کرلیا ہے اور حقیقت میں قبیح و ناقص ہے۔ جس طرح زہر کو شکر کے غلاف میں رکھیں۔ اور نجاست کو زر سے منڈھیں۔ اور یہ جو منکوحہ خوبصورت عورتوں اور لونڈیوں سے تمتع حاصل کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ وہ اولاد کے حاصل کرنے اور نسل کے باقی رکھنے کے لیے ہے جو انتظام عالم کے باقی رکھنے کے لیے مطلوب ہے۔

پس بعض صوفیہ جو مظاہر جمیلہ اور عمدہ عمدہ نغموں میں اس خیال سے گرفتار ہیں کہ یہ حسن و جمال حضرت واجب الوجود تعالیٰ کے کمالات سے مستعار ہے جو ان مظاہر میں ظاہر ہوا ہے۔ اور اس گرفتاری اور تعلق کو نیک اور بہتر سمجھتے ہیں۔ بلکہ راہ وصول تصور کرتے ہیں۔ اس فقیر کے نزدیک ان کے برخلاف صادق و ثابت ہوا ہے۔ چنانچہ اس قسم کا تھوڑا سا مضمون اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان میں سے بعض اپنے مطلب کے لیے اس قول کو بطور سند پیش کرتے ہیں' جو کہا گیا ہے کہ:

اِیَّاکُمْ وَالْمُرْدَفَاِنَّ فِیْھِمْ لَوْنًا کَلَوْنِ اللّٰہِ — تم بے ریشوں سے بچو کیونکہ ان میں رنگ ہے' اللہ تعالیٰ کے رنگ کی طرح۔

کلمہ "کَلَوْنِ اللّٰہِ" ان کو شبہ میں ڈال دیتا ہے اور نہیں جانتے کہ یہ قول ان کی طلب کے منافی ہے اور اس فقیر کی معرفت کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ کلمہ تحذیر لایا گیا ہے۔ جس سے ان کی طرف توجہ کرنے سے ان کو منع کیا گیا ہے۔ اور اس غلط فہمی کا منشا بیان فرمایا ہے کہ ان کا حسن حق سبحانہ' کے حسن و جمال کے مشابہ اور ماخذ ہے نہ کہ بعینہ اُس کا حسن۔ تاکہ غلطی میں نہ پڑ جائیں۔

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

مَا الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ اِلَّا ضَرَّتَانِ اِنْ رَضِیَتْ اِحْدٰھُمَا سَخِطَتِ الْاُخْرٰی — دنیا و آخرت دو سوکنیں ہیں یعنی دو عورتیں جو ایک مرد کے نکاح میں ہوں اگر ایک راضی ہو تو دوسری ناراض

اس حدیث میں بھی اس امر کی تصریح ہے کہ دنیا و آخرت کا حسن و جمال ایک دوسرے کا نقیض اور ضد ہے اور مقرر ہے کہ دنیاوی حُسن ناپسند ہے اور حُسن اخروی پسند۔ پس شر و نیاوی حُسن کے لازم ہوگا۔ اور خیر حُسن آخرت کے لازم۔ پس ناچار اوّل کا منشا عدم ہوگا اور دوسرے کا منشا وجود۔ ہاں بعض چیزیں ایسی ہیں جو ایک وجہ سے دنیا کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اور ایک وجہ سے آخرت کے ساتھ یہ اشیا پہلی وجہ کے لحاظ سے قبیح ہیں۔ اور دوسری کے اعتبار سے حسن۔ اور ان ہر دو وجہ کے درمیان اور ہر ایک کے حسن و قبیح کے درمیان تمیز کرنا علم شریعت پر موقوف ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا[1] | جو کچھ رسول تمہارے پاس لائے اس کو پکڑ لو۔ اور جس سے منع کرے اس سے ہٹ جاؤ۔

حدیث میں آیا ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے حضرت حق سبحانہٗ نے اس پر نظر نہیں کی اور اس پر حق تعالیٰ کا غضب ہے۔

یہ سب کچھ اس کی قباحت اور شرارت اور فساد کے باعث ہے جو عدم کے مقتضیات سے ہے۔ جو ہر شرو فساد کا ماویٰ ہے۔ دنیاوی حُسن و جمال اور اس کی حلاوت وطراوت رستہ میں پھینکے ہوئے کوڑے کرکٹ کی طرح ہیں۔ اور منظورِ نظر نہیں ہیں۔ وہ آخرت کا جمال ہی ہے' جو نظر کے لائق اور حق تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ دنیاداروں کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

یُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا وَاللّٰہُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ | وہ دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آخرت چاہتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَغِّرِ الدُّنْیَا بِاَعْیُنِنَا وَکَبِّرِ الْاٰخِرَۃَ فِیْ قُلُوْبِنَا بِحُرْمَۃِ مَنِ افْتَخَرَ بِالْفَقْرِ وَ تَجَنَّبَ عَنِ الْغِنَا عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوٰاتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا | یا اللہ تو دنیا کو ہماری آنکھوں میں حقیر کر دے اور آخرت کو ہمارے دلوں میں بزرگ بنا اس رسول کی طفیل جس نے فقیر کے ساتھ فخر کیا۔ اور دولت مندی سے الگ رہا اُس پر اُس کی آل پر اتم و اکمل صلوٰۃ وسلام ہو

اور چونکہ شیخ اجل شیخ محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی شرارت اور نقص اور فساد کی حقیقت پر نظر نہیں ڈالی۔ اور ممکنات کے حقائق کو حق جل وعلا کی علمیہ صورتیں مقرر کی ہیں۔ کیونکہ ان کی صورتوں نے حضرت تعالیٰ و تقدس کے آئینہ میں کہ خارج میں اس کے سوا کچھ موجود نہیں جانتا۔ انعکاس پیدا کر کے خارجی نمود وظہور حاصل کیا ہے۔ اور ان علمیہ صورتوں کو واجب تعالیٰ کی صفات اور شیون کی صورتوں کے غیر نہیں سمجھا ہے اس لیے وحدت وجود کا حکم ہے۔ اور ممکنات کے وجود کو واجب تعالیٰ و تقدس کے وجود کا عین کہا ہے اور شرو نقص کو اضافی اور نسبتی کہہ کر شرارت مطلق اور نقص محض کی نفی کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی چیز کو فی نفسہٖ قبیح نہیں جانتا۔ حتیٰ کہ کفرو ضلالت کو ایمان و ہدایت کی نسبت بُرا جانتا ہے نہ اپنی ذات کی نسبت سے کہ اس کو عین صلاح وخیر سمجھتا ہے۔ اور ارباب کفر کی نسبت ان کے لیے استقامت کا حکم کرتا ہے۔ اور آیت کریمہ

---

[1] سورہ حشر پارہ ۲۸

Marfat.com

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ ۢ بِنَاصِيَتِهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ[1] — کوئی زمین پر چلنے والا نہیں جس کو وہ اس کی پیشانی سے پکڑنے والا نہیں ہے۔ بیشک میرا رب صراط مستقیم پر ہے۔

کو اِن معنے پر شاہد لاتا ہے۔ ہاں جو کوئی وحدت وجود کے سوا حکم نہ پائے۔ وہ اس قسم کی باتوں سے کیوں کنارہ کرے۔

اور جو کچھ اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ممکنات کی ماہیتیں بمع اُن کے کمالات وجودیہ کے جو ان میں منعکس ہو کر ان سے مل گئی ہیں عدمات ہیں جیسے کہ مفصل طور پر گزر چکا۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ يُحِقُّ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ — اللہ تعالیٰ ہی حق ظاہر کرتا اور وہی راہ راست کی ہدایت دیتا ہے۔

اے فرزند! یہ علوم و معارف جن کی نسبت کسی اہل اللہ نے ہی صراحت سے اور نہ ہی اسارہ سے گفتگو کی ہے۔ بڑے اعلیٰ معارف اور اکمل علوم ہیں۔ جو ہزار سال کے بعد ظہور میں آئے ہیں اور واجب تعالیٰ و ممکنات کی حقیقت کو جیسے کہ ممکن اور لائق ہے بیان فرمایا۔ اور جو نہ ہی کتاب و سنت کی مخالفت رکھتے ہیں۔ اور نہ ہی اہل حق کے اقوال کے مخالف ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اس دعا میں جو آپ نے گویا تعلیم کے لیے فرمائی ہے۔

اَللّٰهُمَّ[1] اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ كَمَا هِيَ — یا اللہ تو اشیا کی حقیقتیں کما حقہٗ دکھا۔

حقائق سے مراد یہی حقائق ہیں جو ان علوم کے ضمن میں بیان ہوئے ہیں۔ اور جو کہ مقام عبودیت کے مناسب ہیں۔ اور جو کہ نقص و ذلت و انکسار پر جو بندگی کے حال کے مناسب ہے دلالت کرتی ہیں۔ بندہ عاجز جو اپنے آپ کو اپنے مولائے قادر کا عین جانے کمال بے ادبی ہے۔

اے فرزند! یہ وہ وقت ہے جب کہ پہلی اُمتوں میں سے ایسی ظلمت سے بھرے ہوئے وقت میں اُولوالعزم پیغمبر مبعوث ہوتا تھا۔ اور نئی شریعت کو زندہ کرتا تھا۔ اور اس امت میں جو خیر الامم ہے اور اس امت کا پیغمبر خاتم الرسل ﷺ ہے۔ اس کے علماء کو انبیائے بنی اسرائیل کا مرتبہ[2] دیا ہے۔ اور علما کے وجود کے ساتھ انبیا کے وجود سے کفایت کی ہے۔ اسی واسطے ہر صدی کے بعد اس اُمت کے علما میں سے ایک مجدد مقرر[3] کرتے ہیں۔ تا کہ

---

[1] سورۂ ہود پارہ ۱۲

[1] اس روایت کو امام غزالی نے علق مصنفون اور حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں ذکر کیا ہے۔

[2] بخاری شریف میں ہے العلماء ورثۃ الانبیآء اور فتوحات مکیہ میں ہے ان علماء ھذہ الامۃ کانبیاء بنی اسرائیل۔

[3] ابوداؤد شریف بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مشکوٰۃ ۱۲۳

Marfat.com

شریعت کو زندہ کرے۔ خاص کر ہزار سال کے بعد جو کہ اولوالعزم پیغمبر کے پیدا ہونے کا وقت ہے اور پیغمبر پر اس وقت کفایت نہیں کی ہے۔ اسی طرح اُس وقت ایک تامُ المعرفت عالم و عارف درکار ہے جو گزشتہ امتوں کے اولوالعزم پیغمبر کے قائم مقام ہو۔

فیض رُوح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں نیز کنند آنچہ مسیحا می کرد!

رُوح القدس کا فیض اگر اب بھی مدد کرے تو دوسرے بھی وہ کام کر سکتے ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کرتے تھے۔

اے فرزند! وجودِ صرف عدم صرف کے مقابل ہے۔ اور اوپر گزر چکا کہ وجودِ صرف واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کی حقیقت اور ہر خیر و کمال کا عین ہے۔ اگر چہ یہ عینیت بھی خواہ اجمال کے طور پر ہی ہو اس مقام میں گنجائش نہیں رکھتی۔ کیونکہ ظلیت کی آمیزش رکھتی ہے۔ اور عدم جو صرف اس وجود کے مقابل ہے وہ عدم ہے جس کی طرف کسی نسبت اور اضافت نے راہ نہیں پایا۔ اور وہ ہر شر و نقص کا عین ہے۔ اگر چہ یہ عینیت بھی وہاں گنجائش نہیں رکھتی۔ کیونکہ اضافت کی بُو رکھتی ہے۔

اور معلوم ہے کہ کسی شے کا ظہور پُورے طور پر اس شے کے حقیقی مقابل میں ظاہر ہوتا ہے:

وَبِضِدِّهَا تَتَبَيَّنُ الْاَشْيَاءُ — اشیا اپنی ضد سے ظاہر ہوتی ہیں۔

پس بالضرور وجود صرف کا ظہور پورے طور پر عدم صرف کے آئینہ میں حاصل ہوگا۔ اور مقرر ہے کہ نزول عروج کے اندازہ سے ہے۔ پس جس کا عروج اللہ تعالیٰ کی عنایت سے وجود صرف تک ثابت ہو۔ ناچار اس کا نزول عدم صرف میں ہوگا۔ جو اس کے مقابل ہے۔ لیکن عروج کے وقت وہاں عارف کا استہلاک ہے جس کو جہل لازم ہے۔ اور نزول کے وقت صحو سے متحقق ہے جو علم و معرفت کا مقام ہے۔ اس وقت اس کے صحو کو اس تجلی ذات سے جو ظلیت کی آمیزش سے منزہ اور سائبہ شیون و اعتبارات کے ملاحظہ سے مبرا ہے مشرف کرتے ہیں۔ اور اس کو جتلا دیتے ہیں کہ اس سے پہلے جو تجلی حاصل ہوئی تھی۔ وہ اسما و صفات و شیون و اعتبارات کے ظلال میں کسی ظل کے پردہ میں تھی۔ اگر چہ عارف اس کو اسماء و شیون کے ملاحظہ کے بغیر جانتا ہے۔ اور حضرت وجود صرف کی تجلی گنتا ہے۔ سُبحان اللہ! اس عدم نے جو ہر شر و نقص کا ماویٰ ہے۔ حضرت وجود تعالیٰ کے ظہور تام کے باعث حسن کے معنے پیدا کیے۔ اور وہ کچھ پایا جو کسی نے نہ پایا۔ اور جو فی نفسہ قبیح تھا۔ حسن عارضی کے سبب مستحسن ہو گیا۔ نفس امّارہ انسانی جو بالذات شرارت کی طرف مائل ہے۔ اس عدم کے ساتھ سب سے زیادہ کامل مناسبت رکھتا ہے۔ اسی واسطے تجلی خاص میں سب سے فائق ہو گیا۔ اور سب پر ترقی پا گیا۔ ع

Marfat.com

کہ مستحق کرامت گنہگارانند

کیونکہ گناہ گار ہی عزت افزائی کے مستحق ہیں۔

جاننا چاہیے کہ تام المعرفت عارف جب عروج کے مقامات اور نزول کے مراتب کو مفصل طور پر طے کرنے کے بعد عدم صرف میں نزول فرمائے گا اور حضرت وجود کی آئینہ داری کرے گا۔ تو اس وقت تمام اسمائی و صفاتی کمالات اس میں ظہور پائیں گے۔ اور مفصل طور پر سب کو ایسے لطائف کے ساتھ ظاہر کرے گا کہ مقام اجمال جن کا متضمن ہے اور یہ دولت اس کے سوا کسی دوسرے کو میسر نہیں ہے اور یہ آئینہ داری ایک قیمتی لباس ہے جو اس کے قد پر سیا ہوا ہے۔ اس تفصیل نے اگرچہ حضرت علم کے خزینہ میں صورت حاصل کی ہے۔ لیکن وہ آئینہ داری مرتبہ علم میں ہے۔ اور اس عارف کا آئینہ مرتبہ خارج میں ہے جس نے خارج میں تمام کمالات کو ظاہر کیا ہے۔

سوال: مرآتیت عدم کے کیا معنے ہیں۔ اور عدم کو جو لاشے محض ہے کس اعتبار سے وجود کا آئینہ کہا ہے؟

جواب: عدم باعتبار خارج کے لاشے محض ہے۔ لیکن اس نے علم میں امتیاز پیدا کی ہے بلکہ وجود ذہنی کے ثابت کرنے والوں کے نزدیک اس نے وجود علمی بھی حاصل کیا ہے۔ اور اس کو وجود کا آئینہ اس اعتبار سے کہا ہے کہ مرتبۂ عدم میں ہر نقص و شرارت جو وجود سے جو اس کی نقیض ہے ثابت ہو۔ ضرور مسلوب ہوگا۔ اور ہر کمال جو مرتبہ عدم میں مسلوب ہو۔ وہ حضرت وجود میں مثبت ہوگا۔ پس ناچار عدم کمالات وجودی کے ظہور کا سبب ہوا۔ اور آئینہ ہونے کے یہی معنے ہیں اس کے سوا اور معنے کچھ نہیں:

فَافْهَمْ فَإِنَّهُ دَقِيْقٌ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ

پس سمجھ لے کیونکہ یہ باریک مطلب ہے اور اللہ تعالیٰ الہام کرنے والا ہے

اے فرزند! یہ جو معارف لکھے گئے ہیں امید ہے کہ رحمانی الہامات سے ہوں گے جن میں ہرگز شیطانی وسوسوں کی آمیزش نہیں ہے۔ اور اس مطلب پر دلیل یہ ہے کہ جب فقیر ان علوم کے لکھنے کے درپے ہوا اور اللہ تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں التجا کی تو دیکھا کہ گویا ملائکہ کرام علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام اس مقام کے گرد و نواح سے شیطان کو دفع کرتے ہیں۔ اور اس مکان کے گرد نہیں آنے دیتے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں کا ظاہر کرنا بڑی اعلیٰ درجہ کی شکر گزاری ہے۔ اس لیے ان نعمت عظمےٰ کے ظاہر کرنے کی دلیری کی۔ اُمید ہے کہ یہ بات عجب اور خود بینی کے گمان سے پاک ہوگی۔ اور خود بینی کے گنجائش کیسے ہو سکے جب کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اپنا ذاتی نقص و شرارت ہر وقت اپنی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور کمالات سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف منسوب ہیں:

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ دَآئِمًا وَّ سَرْمَدًا وَّ عَلٰى اٰلِهِ الْكِرَامِ وَاَصْحَابِهِ الْعِظَامِ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَآئِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَ اَكْمَلُهَاo

اوّل آخر میں اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور اس کے رسول اور اُس کی آل بزرگوار اور اصحاب عظام پر ہمیشہ صلوٰۃ و سلام ہو۔ اور سلام ہو اُن سب پر جو ہدایت کے رستہ پر چلے۔ اور حضرت مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب نمبر (۲۳۵)

اس بیان میں کہ اس طائفہ کی محبت دنیا و آخرت کی سعادت کا سرمایہ ہے اور احکام شرعیہ کے بجا لانے اور باطنی جمعیت کے حاصل کرنے کی توفیق اس محبت کا ثمرہ ہے۔ اور اس کے مناسب بیان میں مُلّا عبدالغفور سمرقندی اور حاجی بیگ فرکتی اور خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف صادر فرمایا ہے:

حمد و صلوٰت اور دعوات کے بعد دوستانِ حقیقی اور مشتاقانِ تحقیقی کو معلوم شریف ہو کہ آپ کے مکتوبات شریفہ جو فرط محبت اور کمال اشتیاق سے بھرے ہوئے تھے اُن کے پہنچنے سے بہت خوشی حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اسی محبت پر ثابت قدم رکھے۔ اس محبت کو دنیا اور آخرت کی سعادت کا سرمایہ جان کر حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے اس پر ثابت اور قائم رہنے کی دُعا مانگتے رہا کریں۔ اور احکام شرعیہ کے بجالانے کی توفیق اسی محبت کا نتیجہ ہے۔ اور باطنی جمعیت کا حاصل ہونا اسی دوستی کا ثمرہ ہے۔ اگر تمام جہان جنتی ظلمتیں اور کدورتیں باطن میں گرا دیں لیکن اس محبت کو قائم رکھیں تو کچھ غم نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ اُمیدوار رہنا چاہیے۔ اور اگر تمام پہاڑوں کے برابر انوار و احوال کو باطن میں زیادہ کر دیں لیکن اس محبت سے بال کے برابر بھی دور کر دیں۔ تو سوائے خرابی کے کچھ نہ جاننا چاہئے۔ اور اس کو استدراج شمار کرنا چاہیے۔ اس سررشتہ کو مضبوط پکڑ کر اپنے کام میں متوجہ رہیں اور قیمتی عمر کو بے فائدہ کاموں میں ضائع نہ کریں۔

همہ اندر زمن بتو این است
کہ تو طفلی و خانہ رنگین است

میری ساری نصیحت یہی ہے کہ تو بچہ ہے اور مکان رنگین اور خوشنما ہے

Marfat.com

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا

اور سلام ہو آپ پر اور اُن سب پر جو ہدایت کے راہ پر چلے اور حضرت مصطفےٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب نمبر (۲۳۶)

بعض اسرار کے بیان میں مخدوم زادہ میاں شیخ محمد صادق سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا:

حمد وصلوٰۃ کے بعد میرے فرزند ارشد کو معلوم ہو کہ تمہارے خط سے جو تم نے احوال کی شرح میں لکھا ہوا تھا۔ ایسا مفہوم ہوا تھا کہ تم کو ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت پیدا ہو گئی ہے۔ اس بات سے خداوند جل سُلطانہ کا شکر بجالایا کہ بہت مدت سے یہ آرزو تھی کہ یہ دولت تمہیں حاصل ہو جائے۔ اب اُمیدوار ہو کر اس طرف متوجہ ہوتا ہے کہ تم کو اس دولت کی طرف جذب کرے۔ اتفاقاً اس جستجو میں تم کو ولایت موسوی علے نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام میں داخل پایا۔ اور وہاں سے کھینچ کر دائرہ ولایت خاصہ میں داخل کیا۔ لِلّٰہِ سُبْحَانَہُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ عَلٰی ذٰلِکَ. اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔ اور جب تم کو قسر وجبر سے اس ولایت میں لائے ہیں۔ اس لیے بیس روز سے زیادہ ہوئے ہیں کہ تم کو اپنی بغل میں نگاہ رکھ کر پرورش کرتا ہے۔ معلوم نہیں کہ اس نسبت کے ضعف سے تمہیں معلوم ہوا ہوگا۔ اور اب چونکہ یہ نسبت قوی ہو گئی ہے امید ہے کہ تم کو بھی معلوم ہو جائے گا۔ اور حضرت حق سبحانہٗ کے انعامات کی نسبت جو پے در پے اس عاصی کے حق میں پہنچ رہے ہیں۔ کیا لکھے۔

من آں خاکم کہ ابرِ نو بہاری کند از لطف بر من قطرہ باری
اگر بروید از تن صد زبانم چو سبزہ شکر لطفش کے توانم

میں وہ خاک ہوں کہ نو بہار کا بادل لطف و مہربانی سے مجھ پر برس رہا ہے۔
اگر میرے تن پر سو زبانیں بھی اُگ آئیں تو پھر بھی میں سبزے کی طرح اس کی مہربانی کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہوں۔

دوسرے یہ کہ ہے کہ فرزند عزیز محمد سعید نے جو اپنے مکتوب میں اپنے احوال کو ظاہر کیا تھا' بہت ٹھیک ہیں۔ اور خصوصیت کے ساتھ یاروں میں سے کم کسی کو حاصل ہوئے ہیں۔ اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی ولایت خاصہ سے مشرف فرمائے گا۔ اور فرزندی محمد معصوم بالذات اس دولت کے قابل ہے۔ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے قوت سے فعل میں لائے۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۲۴۷)

سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کی تابعداری پر ترغیب دینے اور طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی مدح میں محمد طالب بیانگی کی طرف صادر فرمایا:

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ عَلٰى جَادَّةِ الشَّرِيْعَةِ الْحَقَّةِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ وَاٰلِهِ الْكِرَامُ وَاَصْحَابِهِ الْعِظَامِo

اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت حقہ کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔

میرے سعادت مند بھائی! طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس سرہم کے بزرگواروں نے سنت سنیہ کو لازم پکڑا ہے اور عزیمت پر عمل اختیار کیا ہے۔ اگر اس التزام اور اختیار کے ساتھ ان کو احوال و مواجید سے مشرف کرادیں تو ان کو نعمت عظیم جانتے ہیں۔ اور اگر احوال و مواجید تو ان کی بخشیں۔ مگر اس التزام اور اختیار میں فتور معلوم کریں تو ان احوال کو پسند نہیں کرتے۔ اور ان مواجید کو نہیں چاہتے۔ اور اس فتور میں اپنی سراسر خرابی جانتے ہیں۔ کیونکہ برہمنوں اور ہندو جوگیوں اور یونانی فلاسفہ کو علم توحید کی بہت قسم کی تجلیات صوری اور مکاشفات مثالی ہوئی ہیں۔ لیکن سوائے خرابی اور رسوائی کے ان سے کچھ نتیجہ حاصل نہ ہوا۔ اور سوائے بُعد و حرمان کے ان کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔

اے بھائی! جب آپ نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان بزرگواروں کی ارادت کے سلک میں دخال کیا ہے تو چاہیئے کہ ان کی متابعت کو لازم پکڑیں اور سر مو ان کی مخالفت نہ کریں۔ تاکہ ان کے کمالات سے فائدہ مند اور برخوردار ہوں۔ اوّل اپنے عقاید کو اہل سنت و جماعت کثرہم اللہ تعالیٰ کے عقاید کے موافق درست کریں۔

دوسرے فرض و سنت و واجب و مندوب و حلال و حرام و مکروہ و مشتبہ کا علم جو فقہ میں مذکور ہے حاصل کریں اور اس علم کے موافق عمل درست کریں۔

تیسرے درجے پر علوم صوفیہ کی نوبت پہنچتی ہے جب تک وہ دو جُز درست نہ کرلیں عالم قدس میں اڑانا محال ہے۔ اور اگر ان دو کاموں کے حاصل ہونے کے بغیر احوال و مواجید میسر ہوں تو ان میں اپنی سراسر خرابی جاننی چاہیے۔ اور ایسے احوال و مواجید سے پناہ مانگنی چاہیئے۔ ع

کار ایں است غیر ایں ہمہ ہیچ!

اصل کام یہی ہے باقی سب ہیچ ہے

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغ
رسول کا کام حکم پہنچا دینا ہے۔

Marfat.com

برادرم میاں شیخ داؤد وہاں آئے ہوئے ہیں۔ ان کی صحبت کو غنیمت جانیں اور جو نصیحت اور دلالت کریں بجا لائیں۔ کیونکہ وہ ان بزرگواروں کے مُریدوں کی صحبت میں بہت مدت رہے ہیں۔ اور انہیں ان کا راہ و روش معلوم ہو چکا ہے۔ اُس جگہ کے اُن یاروں کو جو میر نعمان کے ذریعے اس طریقہ عَلیہ میں داخل ہوئے ہیں۔ چاہیے کہ مشارٌ الیہ (شیخ داؤد) کی صحبت کو غنیمت جانیں۔ اور حلقہ میں ایک ہی جگہ بیٹھیں۔ اور ایک دوسری میں فانی ہوں تاکہ جمعیت حاصل ہو۔ اور معاملہ ترقی پائے۔ اور مکتوب کا مطالعہ کیا کریں کہ بہت فائدہ مند ہے ع

دادیم ترا ز گنج مقصود نشان

ہم نے تجھے گنج مقصود کا نشان بتادیا ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا.	اور سلام ہو اُس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا اور حضرت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب نمبر (۲۳۸)

میر نعمان کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ بھائیوں یعنی دوستوں کے زیادہ ہونے میں بہت سی امیدیں ہیں۔ اور اس امر کی تنبیہ میں کہ ایسا نہ ہو کہ مریدوں کے احوال و معارف پیروں کے توقف اور عُجب کا موجب بن جائیں اور اس بیان میں کہ مُریدوں کے احوال حیا کا موجب بننے چاہیں۔ تاکہ ترقیات پر راغب کریں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَo	اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور سید المرسلین اور ان کی آل پاک وطاہر پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

آپ کا مکتوب شریف جو خواجہ رحمی کی خدمتگار کے ہمراہ ارسال کیا تھا' پہنچ کر نہایت ہی خوشی کا باعث ہوا اور چونکہ آپ کے مریدوں کے احوال مفصل طور پر درج تھے۔ اس لیے خوشی پر خوشی حاصل ہوئی۔ کیونکہ بھائیوں کے زیادہ ہونے میں:

اَكْثِرُوْا اِخْوَانَكُمْ فِی الدِّیْنِ	اپنے دینی بھائیوں کو زیادہ بناؤ۔

کے بموجب بہت بہت اُمیدیں ہیں۔ اور آیت کریمہ:

Marfat.com

سَنَشُدُّ عَضُدَکَ بِاَخِیکَ[1] تیرے بازو کو تیرے بھائی سے قوی کریں گے۔

بھی اسی مضمون کی موید ہے۔ لیکن چاہیے کہ اپنے احوال و اعمال منظور نظر ہوں اور اپنی حرکت و سکون ملحوظ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ مریدوں کی ترقیاں پیروں کے توقف کا باعث بن جائیں۔ اور مسترشدوں اور مریدوں کی گرمجوشی مُرشدوں کے گھر میں سردی ڈال دے۔ اس بات سے بہت ڈرتے رہنا چاہیے۔ اور مریدوں کے احوال ومقامات کو شیر و ببر کی طرح جاننا چاہیے۔ اور اُن پر فخر و مباحات نہ کرنا چاہیے۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ اس وجہ سے عجب و غرور کا دروازہ کھل جائے۔ بلکہ چاہیئے کہ:

اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ[2] حیا ایمان کی جزو ہے۔

کے موافق سویدوں کی ترقیاں شرمندگی وخجالت کا باعث ہوں۔ اور طالبوں کی گرمی عبرت کا موجب بنے۔ اور چاہیئے کہ اپنے اعمال کو قاصر اور اپنی نیت کو کوتاہ سمجھیں۔ اور حال وقال کی زبان کلمہ سے تر رہے۔ اگرچہ آپ کے پسندیدہ اطوار سے اُمید ہے کہ آپ اس طرح معاملہ کریں گے۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ طالبوں کی توجہ کی سرگرمی میں سردی پڑ جائے۔ کیونکہ مقصود ان دونوں حالتوں کا جمع کرنا ہے۔ صرف ایک ہی کے فکر میں لگا رہنا قصور میں داخل ہے۔

خواجہ رحمی وسیّد احمد کو آپ کی خدمت میں حاضر رہنا چاہیئے۔ اور آپ ان کے حال پر پورے طور سے توجہ فرماتے رہیں۔ میر عبداللطیف نے بھی اگر توجہ کی توفیق پائی ہو۔ تو اس کی بھی مدد کریں۔ تاکہ استقامت حاصل کرلے۔

آپ نے لکھا تھا کہ بعض طالب طریقہ قادریہ کی التماس کرتے ہیں۔ چاہیے کہ طریقہ نقش بندیہ کے سوا اور کوئی طریقہ کسی کو نہ سکھائیں۔ تاکہ دو طریقے باہم مل نہ جائیں۔ ہاں اگر کلاہ شجرہ طلب کریں۔ اور استخارہ کی اجازت دیں تو مرید بنالیں۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَائِرِ اَصْحَابِکُمْ وَ اَحْبَابِکُمْ وَ عَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَتَمُّھَا وَ اَکْمَلُھَا

آپ پر اور آپ کے تمام دوستوں پر سلام ہو۔ اور نیز ان تمام پر جو ہدایت کے راستہ پر چلے۔ اور حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

☆☆☆

[1] پارہ امن خلق، سورہ قصص ۱۲ [2] بخاری ومسلم مشکوٰۃ شریف

Marfat.com

مکتوب نمبر (۲۴۹)

ملا احمد برکی کی طرف اُس کے اس خط کے جواب میں جو اُس نے لکھا تھا اور اس میں چند سوال استفسار کیے تھے' لکھا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهِ الطَّاهِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ	اللہ ربّ العالمین کے لیے حمد ہے۔ اور سید المرسلین اور اُن کی آل واصحاب پاک پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

آپ کا مکتوب گرامی جواز روئے شفقت ومہربانی ارسال کیا تھا۔ اس کے مضمون کا مطالعہ کر کے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ آپ نے لکھا تھا کہ احوال کا عرض کرنا احوال کے اندازہ پر ہے الخ۔

میرے مخدوم! احوال کے حاصل ہونے سے مقصود یہ ہے کہ مُحوِّل احوال یعنی کے پھیرنے والے (اللہ) کے ساتھ گرفتاری اور تعلق حاصل ہو جائے۔ جب یہ گرفتاری حاصل ہو تو پھر اگر احوال حاصل ہوں یا نہ ہوں کچھ پروا نہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ حضور میں مذکور ہوا تھا کہ آپ کے حق میں ہم نے بہت تخم ریزی کی الخ

میرے مخدوم! واقعی اسی طرح ہے۔ لیکن ثمرات کا ظہور زندگی اور مرنے کے بعد بے شمار زمانوں کے گزرنے پر موقوف ہے۔ اَبْشِرْ وَالَا تعْجَلْ بِهٖ (خوش ہو اور جلدی نہ کر)

مولانا محمد صالح کے مقولہ کی نسبت آپ نے لکھا تھا۔ چونکہ مولانا مذکور حاضر نہ تھے تا کہ ان کی مراد سمجھی جائے اس لیے اس مقولہ سے معترض نہ ہوا۔ لیکن خیر ہے کسی طرح کا فکر دل میں نہ لائیں' اور بے ادبی کی نسبت جو آپ نے لکھا تھا' سو دوستوں کی خطائیں معاف ہیں دل میں کچھ فکر اندیشہ نہ کریں۔

آپ نے اپنے احوال کی نسبت تفتیش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ آپ مقبولوں میں سے ہیں۔

قُبِلَ مَنْ قُبِلَ بِلَا عِلَّةٍ	جو قبول کیا گیا وہ بلاعلت قبول کیا گیا۔

آپ نے لکھا تھا کہ دو شیخ زادے آئے تھے تا کہ ذکر کی تلقین حاصل کریں۔ الخ

میرے مخدوم! استخارہ ہر کام میں مسنون ومبارک ہے۔ لیکن ضروری نہیں ہے ممکن ہے کہ استخارہ کے بعد خواب یا واقعہ یا بیداری میں ایسا امر ظاہر ہو۔ جو اس کام کے کرنے یا نہ کرنے پر درست کرے۔ بلکہ استخارہ کے بعد دل کی طرف رجوع کرنی چاہیے۔ اگر اس کام کی طرف پہلے سے زیادہ توجہ ہے تو اس کام کرنے پر دلالت رکھتا ہے۔ اور اگر توجہ اسی قدر ہے جس قدر کہ پہلے تھی اور کچھ کم نہیں ہوئی۔ تب بھی منع نہیں ہے اس صورت میں استخارہ کو

Marfat.com

دوبارہ سہ بارہ کرے۔ تاکہ توجہ کی زیادتی مفہوم ہو جائے۔ استخارہ کے تکرار کی نہایت سات مرتبہ تک ہے۔ اور اگر استخارہ کے ادا کرنے کے بعد پہلی توجہ میں نقصان مفہوم ہیں تو منع پر دلالت ہے اس صورت میں بھی اگر استخارہ کرے گنجائش ہے۔ بلکہ ہر تقدیر پر استخارہ کو مکرر کرنا بہت بہتر اور مناسب ہے۔ اور اس امر کے کرنے یا نہ کرنے میں احتیاط ہے۔

رسالہ مبدؤ معاد کی اس عبارت کے معنے جو اس جسد کے بیان میں لکھی گئی ہے۔ جو رُوح سے مکتسب ہے آپ نے پوچھی تھی۔

میرے مخدوم! اروح کا ایسے افعال کا اختیار کرنا اور کر گزرنا جو اجسام کے افعال کے مناسب ہیں جیسے کہ دشمنوں کا ہلاک کرنا اور دوستوں کی مدد کرنا[1] وغیرہ وغیرہ اسی قسم سے ہے۔

ظالموں کے فتنہ سے آپ نے امن طلب کیا تھا۔ حق تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے اہل بیت کو بلکہ آپ کی جگہ کو ان ظالموں کی شرارت سے محفوظ رکھا ہے۔ خاطر جمع ہو کر حق تعالیٰ کی پاک جناب کی طرف متوجہ رہیں اور امید ہے کہ اس حفظ کو کسی خاص وقت تک معین نہیں کرے گے:

[2] اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ — تیرا ربّ بڑی بخشش والا ہے۔

لیکن اُس جگہ کے رہنے والوں کو نصیحت کریں کہ مسلمانوں کی بہتری اور خیر خواہی کی وضع کو نہ بدلیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ — اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت کو خود نہ بدلائیں۔

مکتوب نمبر (۲۴۰)

شیخ یوسف برکی کی طرف صادر فرمایا:

اس راستہ کی بے نہایتی اور کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے بعض فائدوں کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی — اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

وہ رسالہ جو آپ کے خیریت کے انجام والے احوال پر شامل تھا' پہنچا اور اس کا مطالعہ خوشی کا باعث ہوا

ع در عشق چنیں بو العجبہا باشد

عشق میں اس طرح کے بہت سے تعجب انگیز کام ہوتے ہیں

---

[1] معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کی روحیں مدد کرتی ہیں ۱۲ [2] سورۂ والنجم پارہ عما خطبکم [3] سورۂ رعد پارہ ۱۳

Marfat.com

لیکن چاہیے کہ احوال سے گزر کر محول احوال یعنی احوال کے پلٹانے والے (اللہ) تک پہنچنا چاہیے کہ وہاں سراسر جہالت و نادانی ہے۔ بعد ازاں اگر معرفت سے مشرف فرمائیں تو زہے دولت و سعادت۔ غرض جو کچھ دید و دانش میں آئے نفی کے قابل ہے۔ خواہ کثرت میں وحدت کا مشاہدہ ہی ہو۔ کیونکہ اس وحدت کی کثرت میں گنجائش نہیں ہے۔ جو کچھ دکھائی دیتا ہے اس وحدت کا شبح و مثال ہے نہ بذاتِ خود وحدت پس اس وقت آپ کے حال کے مناسب کلمہ طیبہ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ذکر اور تکرار ہے۔ اس حد تک کہ دید و دانش میں کچھ نہ چھوڑے اور حیرت و جہالت میں ڈال دے۔ اور معاملہ کو فنا تک پہنچا دے۔ جب تک جہل و حیرت میں نہ پہنچیں۔ فنا نصیب نہیں ہوتی۔ جس کو آپ نے تصور کیا ہے۔ اس فنا کو عدم سے تعبیر کرتے ہیں۔ نہ فنا سے۔ اور جب جہل تک پہنچنے کے بعد فنا حاصل ہوگی۔ تب پہلا قدم اس راہ میں رکھا جائے گا۔ وصل کہاں اور اتصال کس کے لیے۔

كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰى سُعَادُ وَ دُوْنَهَا

قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَهُنَّ خُيُوْقُ

سعاد معشوقہ تک پہنچنا کس طرح ممکن ہے جب کہ اس کے اور میرے درمیان پہاڑوں کی بلند چوٹیاں اور نشیب و فراز واقع ہیں۔

آپ کے احوال درست ہیں لیکن ان سے گزرنا لازم ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ	اور سلام ہو اُس شخص پر جو ہدایت کے راہ پر چلا
مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَ عَلٰۤى اٰلِهٖ مِنَ	اور حضرت مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
الصَّلَوٰاتِ وَالتَّسْلِيْمَاتِ	متابعت کو لازم پکڑا۔

دوسری نصیحت یہ ہے کہ آپ شریعت پر استقامت اختیار کریں اور اپنے احوال کو علوم و اُصول شرعیہ کے مطابق درست کریں۔ اگر عیاذًا باللہ کسی قول و فعل میں شریعت کا خلاف پیدا ہو تو اس میں اپنی خرابی سمجھنی چاہیے۔ استقامت والوں کا یہی طریق ہے۔ والسلام

مکتوب نمبر (۲۴۱)

بعض یاروں کی ترقی کے بیان میں مولانا محمد صالح کی طرف لکھا:

میرے سعادت مند بھائی کو حمد و صلوٰۃ کے بعد معلوم ہو کہ ان حدود کے احوال حمد کے لائق ہیں اور اس جگہ کے سب یار خوش و خرم ہیں۔ بالخصوص مولانا محمد صدیق ان دنوں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ولایت خاصہ کے ساتھ مشرف ہوئے۔ اور اسم جزئی سے اسم کُلّی کے ساتھ ملحق ہوئے باوجود اس کے نظر فوق کی جانب رکھتے ہیں۔ وہاں سے نصیب وافر حاصل کر کے شاید رجوع کی طرف میلان کریں:

Marfat.com

وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (پ. سورہ بقرہ) اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے۔

کبھی کبھی اپنے اور اُن دوستوں کے احوال جو طریقہ میں داخل ہوئے ہیں اور ہوتے ہیں۔ لکھتے رہا کریں۔ اور چند روز اسی جگہ استقامت اختیار کریں۔ والسلام

مکتوب نمبر (۲۴۲)

بعض سوالوں کے جواب میں ملا بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا:

حمد وصلوٰۃ کے بعد میرے عزیز بھائی کو معلوم ہو کہ درویش کمال نے آپ کا مکتوب شریف پہنچایا۔ بڑی خوشی کا موجب ہوا۔ آپ نے جو اپنے اعمال کو قاصر اور نیتوں کو کوتاہ سمجھنے کے بارہ میں لکھا ہوا تھا۔ واضح ہوا۔ حق تعالیٰ سے التجا ہے کہ اس دید کو زیادہ کرے۔ اور اس الہام کو کمال تک پہنچائے۔ کیونکہ اس راہ میں یہ دونوں دولتیں اصل مقصود میں سے ہیں۔

آپ نے لکھا اور دریافت کیا تھا کہ اسم ذات کا شغل کہاں تک ہے۔ اور اس مبارک شغل کی مداومت سے کس قدر پردے دُور ہوتے ہیں۔ اور نفی و اثبات کی نہایت کہاں تک ہے۔ اور اس کلمہ متبرکہ سے کیا وسعت حاصل ہوتی ہے اور کس قدر حجاب دور ہوتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ ذکر سے مُراد غفلت کا دُور کرنا ہے۔ اور چونکہ ظاہر کو غفلت سے چارہ نہیں ہے۔ خواہ ابتدا میں ہو خواہ انتہا میں۔ اس لیے ظاہر ہر وقت ذکر کا محتاج ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بعض اوقات ذکر اسم ذات نفع دیتا ہے اور بعض اوقات ذکر نفی واثبات مناسب ہوتا ہے۔ باقی رہا معاملہ باطن کا۔ وہاں بھی جب تک بالکل غفلت دُور نہ ہو جائے۔ تب تک ذکر کرنے سے چارہ نہیں ہاں اس قدر ہے کہ ابتدا میں یہ دونوں ذکر متعین ہیں اور توسط و انتہا میں یہ دونوں ذکر متعین نہیں ہیں۔ اگر قرآن مجید کی تلاوت اور نماز کے ادا کرنے سے غفلت دُور ہو جائے تو ہو سکتا ہے۔ لیکن قرآن مجید کی تلاوت متوسط کے حال کے مناسب ہے۔ اور نماز نوافل کا ادا کرنا منتہی کے حال کے مناسب ہے۔

جاننا چاہیے کہ حضرت ذات کا وہ حضور جو اسماء وصفات کے ملاحظہ سے ہو۔ اگرچہ دائمی ہو۔ احدیت مجردہ کی طرف توجہ کرنے والوں کے نزدیک غفلت میں داخل ہے۔ اس غفلت کو بھی دُور کرنا چاہیے اور وراء الوریٰ کی طرف جانا چاہیے۔

ے پارہ الم سورہ بقرہ

Marfat.com

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست

درونِ دیدہ اگر نیم موست بسیار است

دوست کا فراق اگر تھوڑا سا بھی ہو تو تھوڑا نہیں ہے' آنکھ میں اگر آدھا بال بھی پڑ جائے تو بہت ہے

آپ نے ان واقعات کی نسبت جو ظاہر ہوتے ہیں لکھا تھا۔ اس سے پہلے بھی جواب میں یہی لکھا تھا کہ یہ مبشرات ہیں ابھی ان کے ظہور کا وقت نہیں آیا۔ منتظر رہیں اور کام کرتے جائیں۔

كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰى سُعَادَ دُوْنَهَا

قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَهُنَّ خُيُوْقُ

سعاد معشوقہ تک پہنچنا کس طرح ممکن ہے جب کہ اس کے اور میرے درمیان پہاڑوں کی بلند چوٹیاں اور نشیب و فراز واقع ہیں۔ والسلام

مکتوب نمبر (۲۴۳)

طریقہ علیہ نقشبندیہ کی ترغیب میں مُلّا ایوب محتسب کی طرف صادر فرمایا:

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد میرے معزز بھائی کو معلوم ہو کہ کئی دفعہ آپ نے اپنے متعدد خطوں میں نصیحتیں طلب فرمائی تھیں۔ لیکن جب بار بار یہی طلب آپ کی طرف سے ظہور میں آئی۔ اس بنا پر چند ٹوٹے پھوٹے فقرے لکھے جاتے ہیں' ان کو غور سے سنیں۔ اور جان لیں کہ جو کچھ طالب کے لیے ضروری ہے اور اس کے ساتھ مکلّف ہے وہ اوامر کا بجالانا اور نواہی سے ہٹ جانا ہے۔ آیت کریمہ:

[1] مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا — جو کچھ رسول تمہارے پاس لایا اس کو پکڑ لو۔ اور جس سے اس نے تمہیں منع کیا ہے اس ہٹ جاؤ۔

اس مطلب پر شاہد ہے۔ اور جب طالب کو اخلاص کو حکم ہے:

[2] اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ — خبردار دین خالص اللہ ہی کے لیے ہے۔

اور وہ بغیر فنا کے حاصل نہیں ہوتا۔ اور محبت ذاتیہ کے سوا متصور نہیں اس لیے طریق صوفیہ کا سلوک بھی جس سے فنا اور محبت ذاتیہ حاصل ہوتی ہے۔ ضروری ہے۔ تاکہ اخلاص کی حقیقت ہاتھ آئے۔ اور چونکہ صوفیہ کے طریقے کمال و تکمیل کے مرتبوں میں اصالۃً متفاوت ہیں۔ اس لیے ایسے طریق کا اختیار کرنا جس میں سنت سنیہ کی متابعت زیادہ لازم اور احکامِ شرعیہ کے بجالانے کے زیادہ موافق ہو۔ بہت ہی بہتر اور مناسب ہے۔ اور وہ طریقہ مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم کا طریق ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں نے اس طریق میں سنت کو لازم پکڑا ہے اور

[1] سورۃ حشر پارہ قدسمع اللہ۔ [2] سورۃ زمر پارہ ۲۳

Marfat.com

بدعت سے اجتناب فرمایا ہے۔ جہاں تک ہو سکے رخصت پر عمل کرنا پسند نہیں کرتے۔ اگر چہ بظاہر اس کا نفع باطن میں معلوم کریں۔ اور عزیمت پر عمل کرنا نہیں چھوڑتے اگر چہ بظاہر اس کو باطن میں مضر جانیں۔ انہوں نے احوال و مواجید کو احکام شرعیہ کے تابع کیا ہے۔ اور ذوق و معارف کو علوم دینیہ کا خادم جانتے ہیں۔ احکام شرعیہ کے قیمتی موتیوں کو بچوں کی طرح وجد و حال کے جوز و مویز کے بدلے ہاتھ سے نہیں دیتے۔ اور صوفیہ کی بے فائدہ باتوں پر مغرور و مفتون نہیں ہوتے۔ نص کو چھوڑ کر فص[3] کی طرف خواہش نہیں کرتے۔ اور فتوحات مدینہ کو چھوڑ کر فتوحات مکیہ کی طرف التفات نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا حال دائمی اور ان کا وقت استمراری ہے۔ ماسوی اللہ کے نقش ان کے باطن سے اس طرح محو ہو جاتے ہیں کہ اگر ماسویٰ کے حاضر کرنے میں ہزار سال تک توقف کریں تو بھی میسر نہ ہو۔ اور وہ تجلی ذاتی جو دوسروں کے لیے برق کی طرح ہے۔ ان بزرگواروں کے لیے دائمی ہے۔ اور وہ حضور جس کے پیچھے غیبت ہو۔ ان عزیزوں کے نزدیک اعتبار سے ساقط ہے:

[4] رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۝ — وہ ایسے مرد ہیں کہ تجارت اور خرید و فروخت اُن کو ذکر سے غافل نہیں کرتی۔

ان کے حال کا بیان ہے۔

اس کے علاوہ ان کا طریق سب طریقوں سے اقرب اور ضرور موصل ہے۔ اور دوسروں کی نہایت ان کی ہدایت میں درج ہے۔ اور ان کی نسبت جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ تمام مشائخ کی نسبتوں سے بڑھ کر ہے۔ لیکن ہر کسی کا فہم ان بزرگوار کے مذاق تک نہیں پہنچتا۔ بلکہ ممکن ہے کہ اس طریقہ علیہ کے کم ہمت لوگ بھی ان کے بعض کمالات سے انکار کریں۔

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن قصور
حاش للہ کہ برارم بزبان ایں گلہ را!

کوئی کوتاہ اندیش اگر اس گروہ نقشبندیہ پر اعتراض کرے تو کرتا رہے۔ میں تو ہرگز اُن گلہ زبان پر نہیں لاسکتا۔

شاعر عرب فرماتا ہے شعر:

أُولٰئِکَ اٰبَآءِیْ فَجِئْنِیْ بِمِثْلِهِمْ
اِذَا جَمَعَتْنَا یَا جَرِیْرُ الْمَجَامِعُ

میرے آباء و اجداد تو یہ ہیں تو بھی ان کی مثل لے آ۔ جبکہ مجالس منعقد ہوں۔

---

[3] فص سے کتاب فصوص الحکم کی طرف اشارہ ہے جو شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے معرکۃ الآراء تصنیف ہے ۱۲

[4] سورۃ نور پارہ ۱۸۔

Marfat.com

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ اس سلسلہ عالیہ کے مشائخ قدس سرہم ہرزرّاق اور رقاص (فریب کرنے والے اور رقص کرنے والے) کے ساتھ نسبت نہیں رکھتے۔ان کا کارخانہ بلند ہے۔

حیف باشد شرح او اندر جہاں　ہم چو رازِ عشق باید درنہاں
لیک گفتم وصف او تارہ برند　پیش ازاں کزفوت حسرت آں خورند

اس کی شرح جہاں میں نہیں ہوسکتی اور وہ رازعشق کی طرح پوشیدہ ہے۔لیکن میں نے اس کی صفت بیان کی ہے تاکہ لوگ اس کا سراغ لگائیں اس سے قبل کو ہاتھ سے نکل جانے کے بعد افسوس کریں۔

اگر ان بزرگواروں کے خصائص وکمالات میں دفتروں کے دفتر لکھے جائیں۔تو دریائے بےنہایت سے قطرہ کی طرح ہیں۔ ع

دادیم ترا ز گنج مقصود نشان

ہم نے تجھے گنج مقصود کا نشان بتلادیا ہے

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَاO

اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راستہ پر چلا۔اور حضرت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب نمبر (۲۴۴)

محمد صالح کولابی کی طرف اُس کے اُس خط کے جواب میں جو اس نے اپنے حال کی خرابی کے بیان میں تحریر کیا تھا' صادر فرمایا:

میرے سعادت مند بھائی خواجہ محمد صالح کا مکتوب شریف پہنچا جو آپ نے اپنے احوال کی خرابی کی نسبت لکھا ہوا تھا' اُمید ہے کہ اس سے بھی زیادہ خراب ہوگا۔اور اس خرابی کی نہایت اس مکتوب میں جو انہی دنوں میں میرے فرزند ارشد کے نام لکھا ہے۔درج ہو چکی ہے۔وہاں سے معلوم کرلیں۔اگر آپ جانتے ہیں کہ آپ کا وہاں چندروز رہنا یاروں کی جمعیت کا باعث ہے۔تو بہتر ہے کہ چندروز وہاں ٹھہریں۔یہ فقیر بھی عنقریب حضرت دہلی کے سفر کا ارادہ رکھتا ہے۔اکثر استخارے اور توجہات اس سفر کا باعث ہیں۔اور یہ مقام میرے فرزند ارشد کو عنایت فرمایا ہے اور ان کی ولایت میں داخل کیا ہے۔فقیر اس جگہ مسافروں کی طرح ان کی ولایت میں بیٹھا ہے۔

Marfat.com

وہ یار جو طریقہ علیہ میں داخل ہوئے ہیں خاص کر میر سیّد مرتضٰی و مولٰنا شکر اللہ اور میر سیّد نظام بہت بہت دعاؤں سے مخصوص ہیں۔ فرزندی خواجہ محمد صادق اور سب بھائی آپ کو اور تمام یاروں کو سلام و دُعا کہتے ہیں۔

مکتوب نمبر (۲۴۵)

مُلا محمد صالح کی طرف بعض استفساروں کے جواب میں لکھا ہے:

حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ مکتوب شریف جو قاصد کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچا اور بڑی خوشی کا باعث ہوا۔

آپ نے لکھا تھا کہ ذکر نفی و اثبات اکیس عدد تک پہنچایا ہے۔ لیکن ہمیشگی نہیں ہو سکتی اور غیبت بھی کبھی کبھی ظاہر ہوتی ہے۔ میرے محبت آثار! ذکر کرنے میں ظاہراً کوئی نہ کوئی شرط مفقود ہے جس کے باعث اس عدد پر کوئی نتیجہ مترتب نہیں ہوا۔ روبرو ان شاء اللہ دریافت کر لیں گے۔

دوسرے آپ نے اس قول کے معنے دریافت کیے تھے اور لکھا تھا کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے کام کو تمام کر کے فرمایا کہ:

ذِکْرُ اللِّسَانِ لَقْلَقَةٌ وَذِکْرُ الْقَلْبِ وَسْوَسَةٌ وَذِکْرُ الرُّوْحِ شِرْکٌ وَذِکْرُ السِّرِ کُفْرٌ

زبان کا ذکر بکواس، اور قلب کا ذکر وسوسہ اور روح کا ذکر شرک اور سر کا ذکر کفر ہے۔

کیونکہ جب ذکر، ذاکر اور مذکور کی خبر دینے والا ہے خواہ کوئی ذکر ہو۔ اور اصل مقصود مذکور میں ذکر و ذاکر کا فنا ہونا ہے۔ اس لیے ذکر کو لقلقہ و وسوسہ و شرک و کفر فرمایا۔

ہرچہ از دوست وا مانی چہ کفر آں حرف وچہ ایماں
ہرچہ ازراہ وا افتی چہ زشت آں حرف وچہ زیبا

جس چیز کے باعث تم دوست سے دور ہو جاؤ، وہ چاہے کفر ہو چاہے ایمان یکساں ہے۔ اور جس چیز سے تم راستے سے بھٹک جاؤ، اس کی اچھائی اور برائی برابر ہے۔

لیکن ذکر کے لئے ان ناموں کا عارض ہونا فنا و بقا کے حاصل ہونے سے پہلے جاننا چاہیے۔ کیونکہ بقا کے حاصل ہونے کے بعد ذاکر کا وجود اور ذکر کا ثبوت اس سے مذموم نہیں ہے۔ اگر اس میں کچھ پوشیدگی رہی ہو۔ تو حضور میں دریافت فرما لیں گے۔ کیونکہ تحریر کا حوصلہ تنگ ہے تو اس قول کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا خاص کر کام کے تمام ہونے کے بعد اچھا نہیں ہے۔

دوسرا استفسار یہ تھا کہ آپ نے لکھا تھا کہ شیخ ابو سعید ابو الخیر نے ابو علی سینا سے مقصود پر دلیل طلب کی تھی

Marfat.com

اوراس نے جواب میں لکھا تھا کہ کفر حقیقی میں آ جا اور اسلام مجازی سے نکل جا۔ اور شیخ ابو سعید نے عین القضاۃ کی طرف لکھا کہ اگر میں لاکھ برس تک عبادت کرتا تو مجھے وہ فائدہ حاصل نہ ہوتا جو مجھے ابو علی سینا کے اس کلمہ سے حاصل ہوا۔ عین القضاۃ نے لکھا کہ اگر آپ سمجھتے تو اس بے چارہ کی طرح مطعون وملام کیوں ہوتے۔

جاننا چاہیے کہ کفر حقیقی دوئی کے بالکل دُور ہو جانے اور کثرت کے کلی طور پر چھپ جانے سے مراد ہے جو کہ فنا کا مقام ہے۔ اوراس کفر حقیقی کے اوپر اسلام حقیقی کا مقام ہے جو بقا کا محل ہے کفر حقیقی کو اسلام حقیقی سے نسبت دینی سراسر نقص وعیب ہے۔ یہ ابن سینا کی کوتاہ نظری ہے کہ اس نے اسلام حقیقی کی طرف دلالت نہیں کی ہے۔ اور حقیقت میں اس کو کفر حقیقی سے بھی کچھ نصیب نہیں ہوا۔ اس نے صرف از روئے علم وتقلید کے کہد دیا اور لکھ دیا ہے۔ بلکہ اس کو تو اسلام مجازی سے بھی خط وافر حاصل نہ ہوا۔ اس نے صرف از روئے علم وتقلید کے کہد یا اور لکھ دیا ہے بلکہ اس کو تو اسلام مجازی سے بھی خط وافر حاصل نہ ہوا۔ اور فلسفی بکھیڑوں میں عمر بسر کر دی۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تکفیر کرتے ہیں اور واقعی اس کے فلسفی اصول اصول اسلام کے منافی ومخالف ہیں۔ نیز شیخ ابو سعید' عین القضاۃ سے بہت مقدم ہے وہ اس کی طرف کیا لکھے اگر کچھ شبہ باقی رہا ہو تو حضور میں آ کر دریافت فرمالیں گے۔

والسلام۔

مکتوب نمبر (۲۴۷)

میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا:

اُس مقام کے حاصل ہونے کے بیان میں جو کمال وتکمیل کے مرتبوں میں متوقع اور جس کی انتظار رہتی ہے اور اس بے توفیقی کی وجہ کے بیان میں جو بعض اوقات طاری ہو جاتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الطَّاهِرِيْنَ اَجْمَعِيْنَ	اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور حضرت سید المرسلین اور اُن کی آل واصحاب پاک پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

آپ کے مکتوب شریف یکے بعد دیگرے صادر ہوئے۔ بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ ان حدود کی طرف جانے والا کوئی نہ ملتا کہ ہر ایک کا جواب الگ الگ لکھا جاتا۔ امید ہے کہ معذور فرمادیں گے۔ اس مکتوب کے پہنچنے کے بعد جو میر داد کے ہمراہ ارسال کیا تھا۔ ایک دن صبح کی نماز کے بعد دوستوں کے حلقہ میں بیٹھا تھا کہ بیخواستہ آپ کی طرف توجہ پیدا ہوئی۔ اور بقایا آثار جو نظر میں آتے تھے ان کے دُور کرنے کے درپے ہوا۔ اور وہ ظلمتیں

Marfat.com

اور کدورتیں جو محسوس ہو رہی تھیں ان کے دفع کرنے میں کوشش کرنے لگا۔ یہاں کہ آپ کے کمال کا ہلال بدر کامل بن گیا۔ اور جو کچھ ہدایت کے آفتاب میں امانت رکھا تھا سب اس بدر میں منعکس ہوا حتیٰ کہ کمال کی جانب میں کچھ متوقع اور منتظر نہ رہا:

اِلَّا اَنْ یَّتَّسِعَ الظَّرْفُ وَیَاخُذُ بِقَدْرِ وُسْعَتِهٖ شَیْئًا فَشَیْئًا — سوائے اس کے کہ ظرف وسیع ہو جائے اور اپنی وسعت کے موافق کچھ حاصل کرے۔

اور بہت دیر تک اس معنے کے مثالیہ صورت نظر میں رہی۔ یہاں تک کہ وہ یقین جو صدق کا مصداق ہے حاصل ہوا۔ الحمد للہ سبحانہٗ علیٰ ذالک

اس دولت کا حاصل ہونا اس واقع کو تاویل ہے جو آپ نے دیکھا تھا۔ اور اس کے حاصل ہونے کے لیے بڑے مبالغہ اور تاکید کے ساتھ سوال کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور احسان ہے کہ آپ کا قرض سب کا سب ادا ہو گیا۔ اور وعدہ پورا ہوا۔ اب امیدوار ہے کہ اس کمائی کے اندازہ پر تکمیل حاصل ہو گی۔ اور اس طرف کے دشت و صحرا آپ کے وجود شریف سے منور ہوں گے۔

آپ نے اپنی بے توفیقی کی نسبت لکھا تھا۔ ظاہراً اس کا سبب قبض کی زیارت ہے اور چوں کہ آپ کی قبض مفرط اور دیر کے بعد دُور ہونے والی ہے۔ اس کا مستبب بھی سبب کے اندازہ کے موافق طویل ہوگا۔ اس حال میں تکلیف کے ساتھ آپ اعمال بجالاتے اور عبادات کرتے رہیں۔ اور تحمل اور بناوٹ کے ساتھ اس پر آمادہ رہیں۔

دوسرے یہ ہے کہ اس سال میں بہت علوم بلند اور معارف ارجمند ظہور میں آئے ہیں۔ ان میں سے دو مسودہ کو اخوند مولانا محمد امین ہمراہ لائے ہیں۔ ان میں ایک مسودہ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی ان بعض رباعیوں کی شرح کے حل میں ہے جو فیروز آبادی دوستوں کی قرأت سے کے وقت لکھا گیا ہے۔ اس رسالہ میں توحید آمیز علوم ان رباعیوں کے مناسب درج ہوئے ہیں۔ اور علما اور وحدت وجود کے قائل صوفیہ کے درمیان تطبیق دی ہے۔ اور اس طرح تحریر ہوا ہے کہ فریقین کہ نزاع لفظ کی طرف راجع ہوئی ہے۔ اور دوسرا مسودہ وہ مکتوب ہے جو فرزندی ارشدی کی طرف بڑے طول و بسط کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ آپ کو مطالعہ کے وقت معلوم ہو جائے گا یہ علوم کس درجہ بلند ہیں۔ اگر کوئی امر ان سے رہ جائے تو دریافت کر لیں۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۲۴۷)

عرفان پناہ مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ حق تعالیٰ کے وجود پاک پر اس کا اپنا وجود پاک ہی دلیل ہے نہ کہ اس کا ماسوا۔ اور اس کے مناسب بیان میں۔

عَرَفْتُ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ لَابَلْ عَرَفْتُ فَسْخَ الْعَزَائِمِ بِرَبِّیْ	میں نے اپنے رب کو ارادوں کے توڑنے سے نہیں پہچانا' بلکہ ارادوں کے توڑنے کو اپنے رب کے ساتھ پہچان لیا ہے۔

کیونکہ وہ حق تعالیٰ اپنے ماسوائے پر دلیل ہے نہ کہ برعکس۔ اس لیے کہ دلیل اپنے مدلول سے اظہر ہوتی ہے۔ اور حق تعالیٰ سے بڑھ کر اور کونسی چیز اظہر ہے۔ کیونکہ تمام اشیاء اسی سے ظاہر ہوئی ہیں۔ پس وہ اپنی ذات اور اپنے ماسویٰ پر دلیل ہے۔ اسی واسطے میں کہتا ہوں کہ:

عَرَفْتُ رَبِّیْ بِرَبِّیْ وَعَرَفْتُ الْاَشْیَآءَ بِهٖ تَعَالٰی ○	میں نے اللہ تعالیٰ کو اللہ ہی کے ساتھ پہچانا اور اشیاء کو اس کے ساتھ پہچانا۔

پس برہان اس جگہ لمی ¹ ہے اور اکثر کے خیال میں اِنّی ہے اور تفاوت نظر کے تفاوت سے ہے۔ اور اختلاف بلحاظ منظر کے ہے۔ بلکہ وہاں استدلال اور برہان کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ حق سبحانہٗ کے وجود میں کوئی پوشیدگی اور اس کے ظہور میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ اور وہ تمام بدیہات سے زیادہ روشن ہے۔ اور یہ بات سوائے اُس شخص کے کہ جس کے دل میں مرض اور اُس کی آنکھوں پر پردہ ہو کسی پر پوشیدہ نہیں ہے اور تمام اشیا حواس ظاہری سے محسوس ہیں۔ اور ضروری طور پر معلوم ہے کہ ان سب کا وجود اُسی ذات پاک کی طرف سے ہے جو مطلوب میں مضر نہیں ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَتَمُّهَا وَ اَکْمَلُهَا	اور سلام ہو آپ پر اور اُن سب پر جو ہدایت پر چلے اور حضرت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

---

¹ برہان لمی یہ ہے کہ علت سے معلول کی طرف دلیل پکڑیں اور اِنّی یہ ہے کہ معلول سے علت کی طرف دلیل پکڑیں۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۲۴۸)

عالی جناب مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ انبیائے علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کو ان کے تمام کمالات سے بطریق تبعیت کچھ نہ کچھ حصہ حاصل ہے۔ اور اس بیان میں کہ کوئی ولی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور اس امر کی تحقیق میں کہ تجلی ذاتی جو آنحضرت ﷺ سے مخصوص ہے، کس معنی سے ہے۔

اور اس کے مناسب بیان میں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ[1] صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَعَالٰی وَتَسْلِیْمَاتُهٗ عَلَیْهِمْ وَعَلٰی اَتْبَاعِهِمْ وَاَعْوَانِهِمْ وَخَزَنَةِ اَسْرَارِهِمْ

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس طرف ہدایت کی اگر وہ ہم کو ہدایت نہ کرتا تو ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے بے شک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے ہیں، اُن پر اور ان کے تابعداروں اور مددگاروں اور ان کے اسرار کے خزانچیوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ وسلام ہو۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعدار کمال متابعت اور زیادہ محنت کے باعث بلکہ محض عنایت و بخشش سے اپنے متبوع انبیاءؑ کے تمام کمالات کو جذب کر لیتے ہیں۔ اور پورے طور پر ان کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں۔ حتٰی کہ تابعوں اور متبوعوں کے درمیان سوائے اصالت اور تبعیت اور اولیت اور آخریت کے کچھ فرق نہیں رہتا۔ باوجود اس امر کے کوئی تابعدار اگرچہ افضل الرسل کے تابعداروں سے ہو۔ کسی نبی کے مرتبہ کو اگرچہ وہ تمام انبیاء سے کم درجہ کا ہو نہیں پہنچ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں ان کا سر ہمیشہ اس پیغمبر کے نیچے رہتا ہے جو تمام پیغمبروں سے نیچے درجے کا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ تمام انبیا اور ان کے ارباب کے تعینات کے مبادی مقام اصل سے ہیں۔ اور تمام اعلیٰ و اسفل امتوں اور ان کے ارباب کے مُبادی تعینات اس اصل کے ظلال کے مقامات سے اپنے اپنے درجہ کے موافق ہیں۔ پھر اصل وظل کے درمیان کس طرح مساوات ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

[1] سورہ اعراف، پارہ ولوانّنا

Marfat.com

۱ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ o اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ o وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَo

بے شک ہمارے مُرسل بندوں کے لیے ہمارا وعدہ ہو چکا کہ وہ فتحیاب ہیں اور ہمارا ہی لشکر غالب ہے۔

اور یہ جو کہتے ہیں کہ تجلی ذاتی جو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے درمیان حضرت خاتم الرسل سے مخصوص ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کے کامل تابعداروں کو بھی اس تجلی سے حصہ حاصل ہے۔ وہ اس معنے کے لحاظ سے نہیں ہے کہ تجلی ذات انبیا کے نصیب نہیں ہے۔ اور تابعداری کے سبب ان کے کاملوں کو نصیب ہے۔ حاشا وکلا کہ کوئی اس سے یہ مطلب تصور کرے۔ کیونکہ اس میں اولیا کی انبیاء پر زیارت ہے بلکہ ان تجلی کا آنحضرت ﷺ سے مخصوص ہونا اس معنے کے اعتبار سے ہے۔ کہ دوسروں کو اس کا حاصل ہونا آنحضرت ﷺ سے کی طفیل اور تبعیت سے ہے۔ یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس تجلی کا حاصل ہونا آنحضرت ﷺ کی طفیل ہے۔ اور اس اُمت کے کامل اولیا کو آنحضرت ﷺ کی تابعداری کے سبب سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام آنحضرت ﷺ کی نعمت عظمیٰ کے دستر خوان پر اس کے طفیلی اور جلیس ہیں۔ اور اولیاء آنحضرت ﷺ کے خادم پس خوردہ کھانے والے۔ اور جلیس طفیلی اور خادم پس خوردہ کھانے والے کے درمیان بہت فرق ہے۔ اس مقام پر قدم لغزش کھا جاتا ہے۔

اس شبہ کی تحقیق میں اس فقیر نے اپنے مکتوبات اور رسالوں میں کئی قسم کی وجہیں ذکر کی ہیں۔ اور حق وہی ہے جو میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس مسوّدہ میں تحقیق کیا ہے۔

آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ اگرچہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو آنحضرت ﷺ کی طفیل اس تجلی سے کامل حصہ حاصل ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس ولایت خاصہ نے ان کی امتوں کے اولیا میں اثر نہیں کیا ہے۔ اور اس تجلی سے وافر حصہ حاصل نہیں ہوا ہے۔ کیونکہ جب ان کی اصلوں میں یہ دولت طفیلی اور انعکاسی ہو تو فروع میں عکس العکس کے طریق پر کیا پہنچے۔ اس معنے کا مصداق کشف صریح ہے نہ استدلال عقلی۔

اور یہ جو پہلے مذکورہ ہوا ہے کہ کامل تابعدار کمال متابعت کے سبب اپنے متبوعوں کے کمالات جذب کر لیتے ہیں، مراد ان سے متبوعوں کے اصلیہ کمالات ہیں نہ کہ مطلقاً تاکہ تناقض پیدا نہ ہو۔ بلکہ یہ لوگ انبیاء میں سے اپنے ہر ایک نبی کی مخصوصہ ولایت سے بہرور ہوئے ہیں۔ اور سب امتوں کے درمیان یہی اُمت تابعداری کے سبب اس تجلی سے مخصوص ہے۔ اور اس دولت عظمیٰ سے مشرف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ امت خیر الامم ہے۔ اور اس اُمت کے علما بنی اسرائیل کی طرح ہیں:

---

۱ سورۃ والصافات۔ پارہ ۲۳

Marfat.com

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ط
یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے بخشتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

دل نے چاہا کہ اس ولایت خاصہ کے کچھ فضائل و خصائص لکھے۔ لیکن وقت کی تنگی نے مدد نہ کی اور کاغذ نے کوتاہی کی۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے علوم و معارف بھاری بادل کی طرح برس رہے ہیں۔ اور عجیب غریب اسرار پر اطلاع بخش رہے ہیں۔ اس راز کے محرم اپنی اپنی استعداد کے موافق میرے بزرگوار فرزند ہیں۔ اور دوسرے دوست چند روز حضور میں ہیں اور چند روز غیبت میں۔ اسی واسطے کہتے ہیں کہ ولی ہر چند ولی ہو صحابی کے درجے کو نہیں پہنچتا۔

آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق حد سے بڑھ کر ہے۔ صحیفہ گرامی جو اس حقیر کے نامزد فرمایا تھا اس کے پہنچنے سے مشرف ہوا۔ اعمال کو قاصر دیکھنا بڑی بھاری نعمت ہے۔ لیکن توسط احوال تمام امور میں اچھا ہے۔ افراط تفریط کی طرح حد اعتدال سے باہر ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَآئِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ ط
اور سلام ہو آپ پر اور اُن سب پر جو ہدایت پر چلے اور حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب نمبر (۲۴۹)

میرزا داراب کی طرف صادر فرمایا:
حضرت سید المرسلین والآخرین کی متابعت کے فضائل اور اس پر مترتبہ کمالات اور اس کے ساتھ مخصوص مراتب کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ط
اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو

آخرت کی نجات اور ہمیشہ کی خلاصی حضرت سید الاولین والآخرین ﷺ کی متابعت پر وابستہ ہے۔ آپ ہی کی متابعت سے حق تعالیٰ کی محبوبیت کے مقام میں پہنچتے ہیں۔ اور آپ ہی کی متابعت سے تجلی ذات سے مشرف ہوتے ہیں۔ اور آپ ہی کی متابعت سے مرتبہ عبدیت میں جو کمال کے مراتب سے اوپر اور مقام محبوبیت کے حاصل ہونے کے بعد ہے سرفراز فرماتے ہیں۔ اور آپ کے کامل تابعداروں کو بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح فرماتے ہیں۔ اور اُولو العزم پیغمبر آپ کی متابعت کی آرزو کرتے ہیں۔ اور اگر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ

Marfat.com

کے زمانہ میں زندہ ہوتے تو آپ ہی کی تابعداری کرتے۔اور عیسیٰ روح اللہ کے نازل ہونے اور حضرت حبیب اللہ ﷺ کی متابعت کرنے کا قصہ مشہور ومعلوم ہے۔آپ کی امّت آپ کی متابعت کے سبب خیر الامم ہوئی ہے۔اور اس میں سے اکثر اہل جنت ہیں۔قیامت کے دن آپ کی تابعداری کی بدولت تمام اُمتوں سے پہلے آپ کی امتی بہشت میں جائیں گے۔اور ناز ونعمت حاصل کریں گے۔پس آپ کو لازم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہٖ وسلم کی متابعت اور سنت کو لازم پکڑیں اور شریعت حقہ کے موافق اعمال بجالائیں۔

دوسرے یہ کہ شیخ اسماعیل کی سفارش کرتا ہے جو معارف آگاہ حاجی عبدالحق کے دوستوں میں سے ہے۔ والسّلام۔

مکتوب نمبر (۲۵۰)

بعض استفساروں کے حل میں مُلّا احمد برکی کی طرف صادر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ اس طرف کے فقرا کے احوال واوضاع حمد کے لائق ہیں اور آپ کی عافیت حق تعالیٰ سے مطلوب ومسئول ہے۔

آپ کا مکتوب شریف صادر ہوا۔آپ نے لکھا تھا کہ وہ ذوق وخوشی جو اول حاصل تھی۔اب اپنے آپ میں نہیں پاتا۔اور اس بات کو اپنا تنزل جانتا ہے' سو میرے بھائی کو معلوم ہو کہ پہلی حالت اہل وجد وسماع کی طرح تھی۔جس میں جسد کو کامل دخل تھا۔اور جو حالت اب حاصل ہوئی ہے اس میں جسد کا کوئی حصہ نہیں ہے اس کا زیادہ تر تعلق قلب وروح کے ساتھ ہے۔اس معنیٰ کا بیان کرنا تفصیل چاہتا ہے حاصل یہ کہ دوسری حالت پہلی حالت سے کئی مرتبہ بڑھ کر ہے۔اور ذوق کا نہ پانا اور خوشی کا دور ہونا' ذوق وخوشی کے پانے سے برتر ہے۔کیونکہ نسبت جس قدر جہالت اور حیرت میں ترقی کرے اور جسد سے دور تر ہو۔اسی قدر اصل اور مقصود حاصل ہونے کے نزدیک تر ہے۔اس لیے کہ اس مقام میں عجز وجہل کے سوا کسی اور چیز کی گنجائش نہیں ہے۔جہل کو معرفت سے تعبیر کرتے ہیں۔اور عجز کا نام ادراک رکھتے ہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ اس نسبت کی وہ تاثیر جو پہلے تھی اب نہیں رہی۔ہاں تاثیر جسدی نہیں رہی' لیکن تاثیر روحی زیادہ تر حاصل ہو گئی ہے۔لیکن ہر ایک شخص اس کا ادراک نہیں کر سکتا۔لیکن کیا کیا جائے آپ کی صحبت اس فقیر کے ستھ بہت کم ہوئی ہے۔اور علوم ومعارف خاصہ بہت کم مذکور ہوئے ہیں۔شاید اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا کہ دوبارہ صحبت حاصل ہو۔اور پھر چند روز باہم اکٹھے رہیں۔

نیز آپ نے دریافت کیا تھا کہ باوجود زاد وراحلہ کے اس زمانہ میں مکہ معظمہ جانا فرض ہے یا نہیں؟

Marfat.com

میرے مخدوم! اس بارہ میں فقہ کی روایتوں میں بہت اختلاف ہے۔ اور اس مسئلہ میں مختار فقیہ ابوالليث رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے' جو اُس نے کہا ہے کہ اگر راستہ میں امن اور عدم ہلاک کا ظن غالب ہے تو اُس کی فرضیت ثابت ہے' ورنہ نہیں۔ لیکن یہ شرط وجوب ادا کی شرط ہے نہ کہ نفس وجوب کی۔ کما ہوا الصحیح۔ پس اس صورت میں حج کی وصیت واجب نہیں ہوتی۔ چونکہ وقت نے موافقت نہ کی۔ اس لیے آپ کے دوسرے استفساروں کے جواب کو کسی دوسرے مکتوب پر موقوف رکھا۔ والسلام

مکتوب نمبر (۲۵۱)

مولانا محمد اشرف کی طرف صادر فرمایا:

خلفائے راشدین کے فضائل اور حضرات شیخین کی فضیلت اور حضرت امیر کے بعض خاصوں اور اصحاب کرام علیہم الرضوان کی تعظیم و توقیر اور ان کے درمیانی جھگڑوں اور لڑائیوں کو محمل صحیح پر حمل کرنے اور اُس کے متعلق بیان میں

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد میرے سعادت مند بھائی محمد اشرف کو معلوم ہو کہ بعض علوم غریبہ اور اسرار عجیبہ اور مواہب لطیفہ اور معارف شریفہ جن میں سے اکثر حضرات شیخین و ذی النورین و حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے فضائل و کمالات سے تعلق رکھتے ہیں اپنی ناقص سمجھ کے موافق لکھتا ہے' گوش ہوش سے سُنیں

حضرت صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہما کمالات محمدی کے حاصل ہونے اور ولایت مصطفوی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والسلام کے درجوں کے پہنچنے کے باوجود گزشتہ انبیا کے درمیان جانب ولایت میں حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسب رکھتے ہیں اور جانب دعوت میں جو مقام نبوت کے مناسب ہے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ دونوں طرف میں حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسب رکھتے ہیں۔ اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ دونوں طرف میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں' اور چونکہ حضرت عیسےٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔ اس لیے نبوت کی جانب سے ولایت کی جانب ان میں غالب ہے۔ اور حضرت امیرؓ میں بھی اس مناسبت کے باعث ولایت کی جانب غالب ہے۔ اور خلفائے اربعہ کے تعینات کے مبادی جہالت کے اختلاف کے بموجب اجمالی اور تفصیلی طور پر صفت العلم ہے۔ اور وہ صفت باعتبار اجمال حضرت محمد ﷺ کا رب ہے۔ اور باعتبار تفصیل کے حضرت خلیل علیہ السلام کا رب اور اجمال و تفصیل کی برزخیت کے اعتبار سے حضرت نوح علیہ السلام کا رب ہے۔ جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام کا رب صفت الکلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رب صفت القدرت اور حضرت آدم علیہ السلام کا رب صفت التکوین ہے۔

Marfat.com

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں کہ حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ مراتب کے اختلاف کے موافق نبوت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بوجھ کو اُٹھانے والے ہیں۔اور حضرت امیرؓ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی مناسبت اور جانب ولایت کے غلبہ کے باعث ولایت محمدی کے بوجھ کو اُٹھانے والے ہیں اور حضرت ذی النورین کو برزخیت کے اعتبار سے ہر دوطرف کے بوجھ اٹھانے وال فرمایا ہے۔اور ہوسکتا ہے کہ اس اعتبار سے بھی ان کو ذی النورین کہیں۔اور چونکہ شیخین رضی اللہ عنہما بار نبوت کے اٹھانے والے ہیں۔اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔کیونکہ مقام دعوت جو مرتبہ نبوت سے پیدا ہوا ہے۔ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد باقی تمام انبیا کے درمیان ان میں اتم واکمل ہے اور ان کی کتاب قرآن مجید تمام نازل شدہ کتابوں سے بہتر ہے۔اسی واسطے ان کی امت گزشتہ امتوں کی نسبت زیادہ بہشت میں جائے گی۔اگر چہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی ملت تمام شریعتوں اور ملتوں سے افضل واکمل ہے۔یہی وجہ ہے کہ تمام پیغمبروں میں سے افضل پیغمبر کو اس کی ملت کی متابعت کا امر کیا گیا ہے۔آیت کریمہ:

ثُمَّ اَوۡحَیۡنَآ اِلَیۡکَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّۃَ اِبۡرٰهِیۡمَ حَنِیۡفًا ؕ	پھر ہم تیری طرف وحی بھیجی کہ ملت ابراہیمؑ کی تابعدار کر کہ وہ راستہ راست پر چلنے والا ہے۔

اس مضمون کی شاہد ہے اور حضرت مہدی موعود کہ اس کا رب بھی صفت العلم ہے حضرت امیرؓ کی طرح حضرت عیسیٰؑ سے مناسبت رکھتے ہیں۔گویا ایک قدم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے سر پر ہے اور دوسرا قدم حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے سر پر۔

اور جاننا چاہیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولایت ولایت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں طرف واقع ہوئی ہے اور ولایت عیسویؑ اس ولایت کے بائیں طرف اور چونکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ ولایت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حامل ہیں۔اس لیے مشائخ واولیا کے اکثر سلسلے ان سے منتسب ہوئے ہیں۔اور حضرت امیر کے کمالات حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے کمالات کی نسبت اکر اولیائے عظام پر جو کمالات ولایت سے مخصوص ہیں۔زیادہ تر ظاہر ہوئے ہیں۔اگر شیخینؓ کی افضلیت پر اہل سنت کا اجماع نہ ہوتا تو اکثر اولیائے عظام کا کشف حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا حکم کر دیتا۔کیونکہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے کمالات انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کمالات کے مشابہ ہیں۔اور صاحبان ولایت کا ہاتھ ان کے کمالات کے دامن سے کوتاہ ہے۔اور اہل کشف کا کشف ان کے کمالات کے درجوں کی بلندی کے باعث راہ میں ہیں۔ولایت کے کمالات ان کے کمالات کے مقابلہ میں مطروح فی الطریق (راہ میں پھینکے ہوئے) کی طرح ہیں۔کمالات ولایت کمالات نبوت پر چڑھنے کے لیے بمنزلہ زینہ کے ہیں۔پس مقدمات کو مقاصد کی کیا خبر ہے۔اور مطالب کو مبادی سے کیا شعور۔آج یہ بات عہد نبوت کے بُعد کے باعث اکثر لوگوں کو ناگوار اور قبول سے دور معلوم ہوتی ہے لیکن کیا کیا

Marfat.com

جائے۔

در پسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
ہر چہ اُستادِ ازل گفت ہماں میگویم

مجھے آئینہ کے پیچھے طوطی کی طرح رکھا گیا ہے جو کہ اُستادِ ازل نے کہا میں وہی کہتا ہوں۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان کہ اس گفتگو میں علمائے اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے ساتھ موافق ہوں۔ اور ان کے اجماع سے متفق ہوں۔ ان کے استدلالی علم کو مجھ پر کشفی اور اجمالی کو تفصیلی کیا ہے۔

اس فقیر کو جب تک کہ مقام نبوت کے کمالات تک اپنے نبی کی متابعت میں نہ پہنچایا۔ اور کمالات سے پورا حصہ عطا نہ فرمایا تھا۔ تب تک شیخین کے فضائل پر کشف کے طور پر اطلاع نہ بخشی تھی۔ اور تقلید کے سوائے کوئی راہ نہ دکھایا تھا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ط	اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے رب کی رسول حق کے ساتھ آئے ہیں۔

ایک دن کسی شخص نے بیان کیا کہ لکھا ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا نام بہشت کے دروازہ پر لکھا ہوا ہے دل میں گزرا کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے لیے اس مقام کی کیا خصوصیتیں ہوں گی۔ توجہ تام کے بعد ظاہر ہوا کہ بہشت میں اس امت کا داخل ہونا ان دو بزرگواروں کی رائے اور تجویز سے ہوگا کہ گویا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بہشت کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ اور لوگوں کے داخل ہونے کی تجویز فرماتے ہیں۔ اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ ہاتھ پکڑ کر اندر لے جاتے ہیں۔ اور ایسا مشہود ہوتا ہے کہ گویا تمام بہشت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے نور سے بھرا ہوا ہے۔

اس حقیر کی نظر میں حضرت شیخین کے لیے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان علیحدہ شان اور الگ درجہ ہے گویا یہ دونوں کسی کے ساتھ مشارکت نہیں رکھتے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ حضرت پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ گویا ہم خانہ ہیں۔ اگر فرق ہے تو صرف علو و سفل یعنی بلندی اور پستی کا ہے۔ اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ بھی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی طفیل اس دولت سے مشرف ہیں۔ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت کے ساتھ ہمسرائی یا ہم شہر ہونے کی نسبت رکھتے ہیں۔ پھر اولیائے اُمت کا وہاں کیا دخل ہے۔

ے سورہ نمل، پارہ ۱۴۔

Marfat.com

ایں بس کہ رسد زدور بانگ جرسم!

یہی کافی ہے کہ دُور سے گھنٹی کی آواز سنائی دیتی رہے۔

یہ لوگ کمالاتِ شیخین رضی اللہ عنہ سے کیا حاصل کریں۔ یہ دونوں بزرگوار اپنی بزرگی وکلانی کی وجہ سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں معدود اور ان کے فضائل کے ساتھ موصوف ہیں۔

حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

[1] لَوْ كَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَكَانَ عُمَرُ — اگر میرے پیچھے کوئی نبی ہوتا تو البتہ عمرؓ ہوتا۔

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی ماتم پُرسی کے دنوں میں حضرت عبداللہ بن عمر نے صحابہ کی مجلس میں کہا کہ:

مَاتَ تِسْعَةُ اَعْشَارِ الْعِلْمِ — آج نو حصے علم فوت ہو گیا۔

جب بعض میں اس معنے کے سمجھنے میں توقف دیکھا تو کہا کہ میری مراد علم سے علم باللہ ہے نہ علم حیض ونفاس۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت کیا بیان کیا جائے جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تمام نیکیاں ان کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔ جیسے کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی نسبت خبر دی ہے۔ اور وہ انحطاط یعنی کمی جو حضرت فاروقؓ کو حضرت صدیقؓ سے ہے اس انحطاط وکمی سے زیادہ ہے۔ جو حضرت صدیقؓ کو حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے۔ پھر قیاس کرنا چاہیئے کہ دوسروں کا حضرت صدیقؓ سے انحطاط کس قدر ہوگا۔ اور حضرات شیخینؓ موت کے بعد بھی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جُدا نہ ہوئے اور ان کا حشر بھی یکجا ہوگا۔ جیسے کہ فرمایا ہے۔ پس ان کی فضیلت قربیت کے باعث ہوگی۔

یہ قلیل البضاعت یعنی بے سروسامان ان کے کمالات کو کیا بیان کرے اور ان کے فضائل کیا ظاہر کرے ذرہ کی کیا طاقت کہ آسمان کی نسبت گفتگو کرے۔ اور قطرہ کی کیا مجال کہ بحر عمان کی بات زبان پر لائے۔

اُن اولیا نے جو دعوت خلق کی طرف راجع ہیں اور ولایت ودعوت کی دونوں طرفوں سے حصہ رکھے ہیں۔ اور تابعین اور تبع تابعین میں سے علمائے مجتہدین نے کشف صحیح کے نور اور اخبار صادقہ اور آثار متابعہ سے شیخین رضی اللہ عنہم کے کمالات کو دریافت کیا ہے۔ اور ان کے فضائل کو پہچان کر ان کے افضل ہونے کا حکم دیا ہے۔ اور اس پر اجماع کیا ہے اور اُس کشف کو جو اس اجماع کے برخلاف ظاہر ہو غلطی خیال کر کے اُس کا کچھ اعتبار نہیں کیا ہے۔ اور کس طرح ایسے کشف کا اعتبار کیا جائے جب کہ صدر اوّل میں ان کی افضلیت صحیح ہو چکی ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے:

---

[1] ترمذی شریف، ابو یعلیٰ، طبرانی، حاکم اور ابو نعیم

Marfat.com

قَالَ کُنَّا فِیْ زَمَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَانَعْدِلُ بِاَبِیْ بَکْرٍ اَحَدًا ثُمَّ عُمَرَؓ ثُمَّ عُثْمَانَؓ ثُمَّ نَتْرُکَ اَصْحَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَا نُفَاضِلُہ بَیْنَھُمْ

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کسی کو ابو بکرؓ پھر عمرؓ پھر عثمانؓ کے برابر نہیں سمجھتے تھے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو چھوڑ دیتے تھے۔ یعنی اُن کے درمیان ایک دوسرے کو فضیلت نہ دیتے تھے۔

اور ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں ہے:

قَالَ کُنَّا نَقُوْلُ وَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَیٌّ اَفْضَلُ اُمَّۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بَعْدَہٗ اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ ط

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں کہا کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب امت میں سے افضل ابو بکرؓ ہیں پھر عمرؓ پھر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اور جنہوں نے کہا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے وہ ارباب سکر اور اولیائے غیر مرجوع میں سے ہیں۔ جن کو کمالاتِ نبوت سے زیادہ حصہ حاصل نہیں ہے۔ اور آپ کی نظر میں آیا ہوگا کہ فقیر نے اپنے بعض رسالوں میں تحقیق کی ہے کہ نبوت ولایت سے افضل ہے اگرچہ اس نبی کی ولایت ہو۔ اور یہی حق ہے اور جس نے اس کے برخلاف کہا وہ مقام نبوت کے کمالات سے جاہل ہے۔ جیسے کہ اوپر گزر چکا۔

اور آپ کو معلوم ہے کہ اولیا کے تمام سلسلوں کے درمیان سلسلہ علیہ نقشبندیہ حضرت صدیقؓ کی طرف منسوب ہے۔ پس صحو کی نسبت ان میں غالب ہوگی اور ان کی دعوت اتم ہوگی۔ اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے کمالات ان پر ظاہر ہوں گے۔ ناچار ان کی نسبت تمام سلسلوں کی نسبتوں سے بڑھ کر ہوگی۔ دوسروں کو ان کے کمالات کا کیا پتہ اور ان کے معاملہ کی حقیقت کی کیا خبر۔ میں نہیں کہتا کہ تمام مشائخ نقشبندیہ اس معاملہ میں برابر ہیں۔ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اگر ہزاروں میں سے ایک بھی اس صفت کامل جائے تو غنیمت ہے میرا خیال ہے کہ حضرت مہدی موعود جو ولایت کی اکملیت کے لیے مقرر ہیں ان کو یہ نسبت حاصل ہوگی۔ اور اس سلسلہ علیہ کی تتمیم و تکمیل فرمائیں گے۔ کیونکہ تمام ولایتوں کی نسبت اس نسبت علیہ سے نیچے ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ باقی سب ولایتوں کو مرتبہ نبوت کے کمالات سے بہت کم حصہ حاصل ہے۔ اور یہ ولایت حضرت صدیقؓ کی طرف منسوب ہونے کے باعث ان کمالات سے وافر حصہ رکھتی ہے۔ جیسے کہ ابھی بیان ہو چکا۔ ع

Marfat.com

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

دیکھو دونوں راستوں میں کس قدر فرق ہے

اے بھائی! چونکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ ولایت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا بوجھ اُٹھانے والے ہیں اس لیے اقطاب وابدال و اوتاد (جو اولیائے عزلت میں سے ہیں۔ اور کمالات ولایت کی جانب ان میں غالب ہے) کے مقام کی تربیت حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی امداد[1] واعانت کے سپرد ہے۔

قطب الاقطاب یعنی قطب مدار کا سر حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے قدم کے نیچے ہے۔ قطب مدار انہی کی حمایت ورعایت سے اپنے ضروری امور کو سرانجام کرتا اور مداریت سے عہدہ برا ہوتا ہے۔ حضرت فاطمہؓ اور امامینؓ بھی اس مقام میں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ شریک ہیں۔

یاد رکھنا چاہیے کہ پیغمبر علیہ السلام والسلام کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب کے سب بزرگ ہیں اور سب کو بزرگی سے یاد کرنا چاہیے۔

خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اخْتَارَنِیْ وَاخْتَارَلِیْ اَصْحَاباً وَاخْتَارَلِیْ مِنْھُمْ اَصْھَارًا وَّ اَنْصَارًا فَمَنْ حَفِظَنِیْ فِیْھِمْ حَفِظَہُ اللّٰہُ وَمَنْ اٰذَانِیْ فِیْھِمْ اٰذَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی ط

اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لیے اصحاب کو پسند کیا اور ان میں سے بعض کو میرے لیے رشتہ دار اور مددگار پسند کیا۔ پس جس شخص نے ان کے حق میں مجھے محفوظ رکھا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا اور جس نے ان کے حق میں مجھے ایذا دی اس کو اللہ تعالیٰ نے ایذا دی۔

طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ:

مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ط

جس نے میرے اصحاب کو گالی دی اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت ہے۔

اور ابن عدی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

اِنَّ اَشْرَارَ اُمَّتِیْ اَجْرَءُ ھُمْ عَلٰی اَصْحَابِیْ ط

میری اُمت میں سے بدترین وہ لوگ ہیں جو میرے اصحاب پر دلیر ہیں۔

اور ان لڑائی جھگڑوں کو جو ان کے درمیان واقع ہوئے ہیں۔ نیک محمل پر محمول کرنا چاہیے۔ اور ہوا و

[1] اولیاء کرام کی مدد کا انکار کرنے والے حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کے اس عقیدہ پر غور فرمائیں۔

Marfat.com

تعصب سے دور سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ وہ مخالفتیں تاویل اواجتہاد پر مبنی تھیں، نہ ہواؤ ہوس پر۔ یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔

لیکن جاننا چاہیے کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے ساتھ لڑائی کرنے والے خطا پر تھے۔ اور حق حضرت امیرؓ کی طرف تھا۔ لیکن چونکہ یہ خطا، خطائے اجتہادی کی طرف تھی۔ اس لیے ملامت سے دُور ہے اور اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے، جیسے کہ شارح[1] آمدی[2] سے نقل کرتا ہے کہ جمل وصفین کے واقعات اجتہاد سے ہوئے ہیں۔

اور شیخ ابوشکور[3] سلمی نے تمہید میں تصریح کی ہے اہل سنت وجماعت اس بات پر ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ بمع اُن کے تمام اصحاب کے جوان کے ہمراہ تھے سب خطا پر تھے۔ لیکن ان کی خطا اجتہادی تھی۔

اور شیخ[4] ابن حجرؒ نے صواعق میں کہا ہے کہ حضرت معاویہؓ اور امیر کے درمیان جھگڑے از روئے اجتہاد کے ہوئے ہیں۔ اور اس قول کو اہل سنت کے معتقدات سے فرمایا ہے۔

اور شارح مواقف نے جو یہ کہا ہے کہ ہمارے بہت سے اصحاب اس بات پر ہیں کہ وہ منازعات از روئے اجتہاد کے نہیں ہوئے۔

معلوم نہیں اصحاب سے اس کی مراد کونسا گروہ ہے۔ جب کہ اہل سنت اس کے برخلاف حکم دیتے ہیں۔ جیسے کہ گزر چکا۔ اور قوم کی کتابیں خطائے اجتہادی سے بھری پڑی ہیں۔ جیسے کہ امام غزالیؒ اور قاضی ابوبکرؒ وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ پس حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والوں کے حق میں فسق وضلال کا گمان جائز نہیں ہے۔

قاضی نے شفا میں بیان کیا ہے:

قَالَ مَالِکٌ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَنْ شَتَمَ اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَبَابَکْرٍؓ وَعُمَرَؓ وَعُثْمَانَ وَعَمْرَو بْنِ الْعَاصِ فَاِنْ قَالَ کَانُوْا عَلٰی ضَلَالٍ وَّکُفْرٍ اَوْاِنْ شَتَمَ بِغَیْرِ ھٰذَا مِنْ مُشَاتَمَۃِ النَّاسِ نُکِّلَ

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کو یعنی ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ و عمرو بن العاصؓ کو گالی دی۔ اور کہا کہ وہ کفر اور گمراہی پر تھے یا اس کے سوا اور کوئی گالی نکالی جس طرح لوگ ایک دوسرے کو گالی نکالتے

---

[1] یعنی میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۰ھ
[2] یعنی سیف الدین ابوالحسن علی ابن علی محمد بن سالم ثعلبی فقیہہ اصول متوفی ۶۳۱ھ وفیات الاعیان۔
[3] محمد بن اسید بن شعیب الحنفی۔
[4] یعنی شیخ شہاب الدین احمد بن حجر الہیثمی نزیل مکہ معظمہ

Marfat.com

نَـكَـالاً شَدِيْدًا فَلَا يَكُوْنُ مُحَارِبُوْ عَلِيٍّ كَفَرَةً كَمَا زَعَمَتِ الْغُلَاةُ مِنَ الرَّفْضَةِ وَلَا نَسَقَةً كَمَا زَعَمَ الْبَعْضُ وَنَسَبَهٗ شَارِحُ الْمَوَاقِفِ اِلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ كَيْفَ وَقَدْ كَانَتِ الصِّدِّيْقَةُ و طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَكَثِيْرٌ مِّنْ اَصْحَابِ الْكِرَامِ مِنْهُمْ وَقَدْ قُتِلَ الطَّلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ فِيْ قِتَالِ الْجَمَلِ قَبْلَ خُرُوْجِ مُعَاوِيَةَ مَعَ ثَلٰثَةَ عَشَرَ اَلْفًا مِّنَ الْقَتْلٰى فَتَضْلِيْلُهُمْ وَ تَفْسِيْقُهُمْ مِمَّا لَايَجْرَءُ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّفِيْ بَاطِنِهٖ خُبْثٌ ط

ہیں۔ تو وہ سخت عذاب کا مستحق ہوا۔ کیونکہ حضرت امیرؓ کے ساتھ لڑائی کرنے والے کفر پر نہ تھے۔ جیسے کہ بعض غالی رافضیوں کا خیال ہے۔ اور نہ ہی فسق پر تھے جیسے کہ بعض نے خیال کیا ہے' اور بہت سے اصحاب کی طرف ان کو منسوب کیا ہے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے جب کہ حضرت صدیقہؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ اور بہت سے اصحاب کرام انہی میں سے تھے۔ اور طلحہؓ اور زبیرؓ جمل کی لڑائی میں معاویہؓ کے خروج سے پہلے تیرہ ہزار مقتولوں کے ساتھ قتل ہوئے پس ان کو ضلالت اور فسق کی طرف منسوب کرنے پر سوائے اس شخص کے کہ جس کے دل میں مرض اور اس کے باطن میں خبث ہو' کوئی مسلمان دلیری نہیں کرتا۔

اور یہ جو بعض فقہا کی عبارتوں میں جَور کا لفظ معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں واقع ہوا ہے اور کہا ہے کہ معاویہؓ جَور کرنے والا امام تھے تو اس جَور سے مراد یہ ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں وہ خلافت کا حق دار نہ تھے۔ نہ کہ وہ جَور جس کا انجام فسق وضلالت ہے تا کہ اہل سنت کے اقوال کے موافق ہو۔ اور نیز استقامت والے لوگ ایسے الفاظ بولنے سے جن سے مقصود کے برخلاف وہم پیدا ہو' پرہیز کرتے ہیں۔ اور خطا سے زیادہ کہنا پسند نہیں کرتے۔ اور وہ کس طرح جائز ہو سکتے ہیں' جبکہ صحیح و تحقیق ہو چکا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق اور مسلمانوں کے حقوق میں امام عادل تھے۔ جیسے کہ صواعق میں ہے اور حضرت مولانا جامی نے جو خطائے منکر کہا ہے اس نے بھی زیادتی کی ہے۔ خطا پر جو کچھ زیادہ کریں خطا ہے اور جو کچھ اس کے بعد کہا ہے کہ اگر وہ لعنت کا مستحق ہے الخ یہ بھی نامناسب کہا ہے۔ اس کی تردید کی کیا حاجت ہے۔ اور اس میں کونسا محل اشتباہ ہے۔ اگر یہ بات یزید کے حق میں کہتے تو بے شک جائز تھا لیکن حضرت معاویہؓ کے حق میں کہنا بُرا ہے۔ اور احادیث نبوی میں معتبر اور ثقات کی اسناد سے مروی ہے کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معاویہؓ کے حق میں یہ دُعا کی ہے:

اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ ط

یا اللہ تو اس کو کتاب وحساب سکھا اور عذاب سے بچا۔

Marfat.com

اور دوسری جگہ دُعا میں فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا وَّمَهْدِيًّا ط یا اللہ تو اس کو ہادی اور مہدی بنا۔

اور آنحضرت ﷺ کی دُعا مقبول ہے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات مولانا سے سہو و نسیان کے طور پر سرزد ہوئی ہوگی۔ اور نیز مولانا نے انہی ابیات میں نام کی تصریح نہ کر کے کہا ہے کہ وہ صحابی اور ہے۔ اور یہ عبارت بھی ناخوشی سے خبر دیتی ہے:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ط یا اللہ ہم کو بھول چوک پر مواخذہ نہ کر

اور وہ جو بعض نے امام شعبیؒ سے معاویہؓ کی مذمت میں نقل کیا گیا ہے۔ اور اس کی برائی کو فسق سے برتر بیان کیا ہے۔ اس نقل کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض اس بات کو صحیح بھی مان لیا جائے۔ تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جو اس کے شاگردوں میں سے ہیں اس نقل کے زیادہ مستحق تھے۔ اور امام مالک نے جو تابعین میں سے ہیں۔ اور اس کے ہمعصر اور علمائے مدینہ میں سے زیادہ عالم ہیں۔ معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ کے گالی دینے والے کو قتل کا حکم دیا ہے جیسے کہ اوپر گزر چکا۔ اگر وہ گالی کو مستحق ہوتا تو اس کے گالی دینے والے کو قتل کا حکم کیوں دیتے' تو معلوم ہوا کہ اس کو گالی نکالنا کبیرہ گناہ جان کر اس کے گالی نکالنے والے کو قتل کا حکم دیا ہے۔ اور نیز اس کو گالی دینا ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کو گالی دینے کی طرح خیال کیا ہے۔ جیسے کہ اوپر گزر چکا تو حضرت معاویہؓ برائی کے مستحق نہیں ہیں۔

اے بھائی! معاویہؓ تنہا اس معاملہ میں نہیں ہے۔ کم و بیش آدھے اصحاب کرام اس کے ساتھ اس معاملہ میں شریک ہیں۔ پس اگر حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والے کافر یا فاسق ہوں تو نصف دین سے اعتماد اُٹھ جاتا ہے۔ جو ان کی تبلیغ کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔ اس بات کو سوائے اس زندیق کے جس کا مقصود دین کی بربادی ہے کوئی پسند نہیں کر سکتا۔

اے برادر! اس فتنہ کے برپا ہونے کا منشا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل اور اُن کے قاتلوں سے اُن کا قصاص طلب کرنا ہے۔ طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما جو اوّل مدینہ سے باہر نکلے تاخیر قصاص کے باعث نکلے۔ اور حضرت صدیقہؓ نے بھی امر میں ان کے ساتھ موافقت کی۔ اور جنگ جمل جس میں تیرہ ہزار آدمی قتل ہوئے۔ اور طلحہ و زبیر بھی جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں قتل ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے باعث ہوا ہے۔ اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام سے آ کر ان کے ساتھ شریک ہو کر جنگ صفین کیا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ وہ جھگڑا امر خلافت پر نہیں ہوا۔ بلکہ قصاص کے پورا کرنے کے لیے حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدا میں ہوا ہے۔ اور شیخ ابن حجرؒ نے بھی اس بات کو اہل سنت کے معتقدات سے کہا ہے۔ اور شیخ ابو شکور سلمی رحمۃ اللہ علیہ نے جو بزرگ علمائے حنفیہ میں سے ہیں کہا ہے کہ حضرت

Marfat.com

معاویہؓ اور حضرت امیر رضی اللہ عنہما کے درمیانی جھگڑے خلافت کے بارہ میں ہوئے ہیں۔

کیونکہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا کہ:

اِذَا[1] مَلَکْتَ النَّاسَ فَارْفِقْ بِهِمْ ط — جب تو لوگوں کا مالک بنے تو ان کے ساتھ نرمی کر۔

شاید اس بات سے معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت کا طمع پیدا ہو گیا ہو۔ لیکن وہ اس اجتہاد میں خطا پر تھے اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ حق پر۔ کیونکہ ان کی خلافت کا وقت حضرت امیرؓ کی خلافت کے بعد تھا۔ اور ان دونوں قولوں کے درمیان موافقت اس طرح پر ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس منازعت کا منشا قصاص کی تاخیر ہو۔ اور پھر خلافت کا طمع بھی پیدا ہو گیا ہو۔ بہر تقدیر اجتہاد اپنے محل میں واقع ہوا ہے۔ اگر خطا پر ہے تو ایک درجہ اور حق والے کے لیے دو درجے بلکہ دس درجے۔

اے برادر! اس امر میں بہتر طریق یہ ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب رضی اللہ عنہ کے لڑائی جھگڑوں سے خاموش رہیں۔ اور ان کے ذکر اذکار سے منہ موڑیں۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

اِیَّاکُمْ[2] وَمَا شَجَرَ بَیْنَ اَصْحَابِیْ ط — میرے اصحاب کے درمیان جو جھگڑے ہوئے میں ان سے اپنے آپ کو بچاؤ۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا:

اِذَا ذُکِرَ اَصْحَابِیْ فَاَمْسِکُوْا ط — یعنی جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو زبان کو روک۔ (طبرانی)

نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا ط — یعنی میرے اصحابؓ کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان کو اپنے تیر کا نشانہ نہ بناؤ۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اور نیز عمر بن عبدالعزیزؒ سے بھی منقول ہے کہ:

تِلْکَ دِمَآءٌ طَهَّرَ اللّٰهُ عَنْهَا اَیْدِیَنَا فَلْنُطَهِّرْ عَنْهَا اَلْسِنَتَنَا. ط — یہ وہ خون ہیں جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک رکھا تو ہم اپنی زبانوں کو ان سے پاک رکھتے ہیں۔

---

[1] مسلم شریف وابن ابی شیبہ وطبرانی وامام احمد۔

[2] ابن اثیر جذری نے نہایت الغریب میں روایت کی۔

[3] مشکوٰۃ شریف بحوالہ ترمذی

Marfat.com

اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ ان کی خطا کو بھی زبان پر نہ لانا چاہیے۔ اور ان کے ذکر خیر کے سوا اور کچھ نہ بیان کرنا چاہیے۔

یزید بدبخت فاسقوں کے زمرہ میں سے ہے۔ اس کی لعنت میں توقف اہل سنت کے مقررہ اصل کے باعث ہے۔ کیونکہ انہوں نے معیّن شخص کے لیے اگرچہ کافر ہو لعنت جائز نہیں کی۔ مگر جب یقیناً معلوم کریں کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہُوا ہے جیسے کہ ابولہب جہنمی اور اس کی عورت نہ یہ کہ وہ لعنت کے لائق نہیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ[1] — جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔

جاننا چاہیے کہ چونکہ اس زمانہ میں اکثر لوگوں نے امامت کی بحث چھیڑ رکھی ہے اور اصحاب کرام علیہم الرضوان کی خلافت کی نسبت گفتگو مدنظر کی ہوئی ہے۔ اور جاہل اہل تاریخ اور سرکش بدعتیوں کی تقلید پر اکثر اصحاب کرام کو نیکی سے یاد نہیں کرتے۔ اور کئی نامناسب امور ان کی جناب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس لیے جو کچھ معلوم تھا تحریر میں لا کر دوستوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔

قَالَ عَلَیْهِ وَاٰلِهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ: اِذَا[2] ظَھَرَتِ الْفِتَنُ اَوْ قَالَ الْبِدَعُ وَسُبَّتْ اَصْحَابِیْ فَلْیُظْھِرُ الْعَالِمُ عِلْمَهٗ فَمَنْ لَّمْ یَفْعَلْ ذٰلِکَ فَعَلَیْهِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ عَدْلًا وَّلَا فَرْضًا. — رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب فتنے اور بدعتیں ظاہر ہو جائیں اور میرے اصحاب کو گالیاں دی جاویں تو عالم کو چاہیے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے۔ پس جس نے ایسا نہ کیا اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا کوئی فرض و نفل قبول نہ کریگا۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ سلطانِ وقت اپنے آپ کو حنفی مذہب قرار دیتا ہے اور اہل سنت و جماعت میں سے جانتا ہے۔ ورنہ مسلمانوں پر کام بہت تنگ ہوتا۔ اس بڑی نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

پس چاہیے کہ اہل سنت و جماعت کے معتقدات پر اپنے اعتقاد کا مدار رکھیں۔ اور زید و عمرو کی باتوں کو نہ سنیں۔ جھوٹے قصوں پر کام کا مدار رکھنا اپنے آپ کو ضائع کرنا ہے۔ فرقہ ناجیہ کی تقلید ضروری ہے۔ تاکہ نجات کی اُمید پیدا ہو۔ وَدُوْنَهٗ خَرْطُ الْقَتَادِ ورنہ بے فائدہ تکلیف ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَآئِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰے عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ. — اور سلام ہو آپ پر اور اُن سب پر جنہوں نے ہدایت اختیار کی اور حضرت مصطفےٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

---

[1] سورۃ احزاب پارہ ۲۲۔ [2] صواعق محرقہ مصنفہ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

مکتوب نمبر (۲۵۲)

بعض سوالات کے جواب میں جناب شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔ برادر ارجمند کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ آپ نے چند استفسار درج کیے تھے۔ ان کے جواب میں آپ کو معلوم ہو کہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعین کا مبدء صفت العلم ہے جیسے کہ تعین محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبدء یہی صفت ہے۔ فرق جہات واعتبارات کے لحاظ سے ہے۔ کیونکہ اس صفت کی ایک جانب عالم کی طرف ہے۔ اور دوسری معلوم کی طرف۔ پہلی جانب وحدت کے مناسب ہے اور دوسری کثرت کے موافق۔ اور اس صفت کے لیے بھی اجمال وتفصیل ہے کہ ہر ایک اس بزرگ کے مبدء تعین کے اعتبار سے ہے۔

دوسرے وہ معارف جو بار نبوت وولایت کے برداشت کرنے سے متعلق تھے۔ وہ اس خط میں جو خواجہ محمد اشرف کی طرف لکھا تھا مفصل درج ہو چکے ہیں۔ دوبارہ لکھنے کی حاجت نہیں۔ وہاں سے معلوم کر لیں۔

دوسرے یہ کہ فقیر نے چاہا کہ اس استفسار کے جواب میں کہ قطب وغوث وخلیفہ کے درمیان کیا فرق ہے کچھ لکھے۔ لیکن اذن نہ ہوا۔ ان کو دوسرے وقت پر موقوف رکھیں۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۲۵۳)

مشیخت پناہ شیخ ادریس سامانی کی طرف صادر فرمایا:

چند سوالات کے جواب میں اور اس راہ کی بے نہایتی اور رمز واجمال کے طور پر طریقت کے بعض مقامات ومنازل کی تفصیل کے بیان میں۔

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ اس طرف کے فقرا کے احوال حمد کے لائق ہیں۔ اور آپ کی خیر وعافیت اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پسندیدہ طریقہ پر استقامت وثابت قدمی اللہ تعالیٰ سے مطلوب ومسئول ہے۔

ان احوال ومواجید کا بیان جو مولانا عبدالمومن کی زبان کے حوالہ کیا تھا۔ مولانا نے مفصل طور پر ظاہر کر کے کہا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اگر میں زمین کی طرف نظر کرتا ہوں تو زمین کو نہیں پاتا۔ اور اگر آسمان کی طرف نظر کرتا ہوں تو اُس کو بھی نہیں پاتا۔ اور جس کسی کے آگے جاتا ہوں اس کا وجود بھی نہیں پاتا' اور ایسے ہی عرش وکرسی وبہشت ودوزخ کا بھی وجود نہیں پاتا' اور اپنا وجود بھی نہیں جانتا ہوں۔ حق تعالیٰ کا وجود بے پایاں ہے اس کی نہایت

Marfat.com

کو کسی نے معلوم نہیں کیا۔ بزرگ بھی اس جگہ تک رہ گئے ہیں اور یہاں تک آ کر سیر سے عاجز ہو گئے ہیں۔ اور اس معنے سے زیادہ کچھ اختیار نہیں کیا۔ اگر آپ بھی اس کو کمال جانتے ہیں اور اسی مقام میں ہیں تو پھر میں آپ کے پاس کس لیے آؤں اور کیوں تکلیف اُٹھاؤں۔ اور آپ کو بھی تکلیف دوں۔ اور اگر اس کمال کے سوا کوئی اور امر ہو تو اطلاع بخشیں۔ تا کہ ایک اور یار کے ساتھ جو درد طلب بہت رکھتا ہے وہاں آؤں۔ اسی تردّد کے حاصل ہونے کی وجہ سے چند سال تک وہاں آنے میں توقف رہا۔

میرے مخدوم! اس قسم کے احوال قلب کے تلوینات[1] سے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے احوال والے شخص نے قلب کے مقامات سے ابھی چوتھے حصہ سے زیادہ طے نہیں کیا۔ مقامات قلب سے تین حصہ اور طے کرنے چاہئیں تا کہ قلب کا معاملہ پورے طور پر طے ہو۔ اور پھر قلب کے آگے رُوح اور رُوح کے اگے سر اور سرّ کے آگے خفی اور اس کے بعد اخفیٰ ہے۔ ان باقیماندہ چاروں میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ احوال و مواجید ہیں۔ اور سب کو جدا جدا طے کرنا چاہیئے۔ اور ہر ایک کمالات سے آراستہ ہونا چاہیے۔ عالم امر کے ان پنج گانہ لطائف سے گزرنے اور ان کے اصول ہیں۔ درجہ بدرجہ قطع کرنے کے بعد اسماء و صفات کی تجلیات اور شیونات و اعتبارات کے ظہورات ہیں۔ اور ان تجلیات سے گزر کر آگے تجلیات ذات ہیں۔ تب نفس کے اطمینان سے معاملہ پڑتا ہے۔ اور پروردگار تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ وہ کمالات جو اس مقام میں ہیں۔ ان کے مقابلہ میں کمالات ایسے ہیں جیسے کہ دریائے محیط ناپیدا کنار کے مقابلہ میں قطرہ۔ اس مقام میں شرح صدر حاصل ہوتا ہے اور اسلام حقیقی سے مشرف ہوتے ہیں۔ ع

کار ایں است غیر ایں ہمہ ہیچ

اصل کام یہ ہے باقی سب ہیچ ہے

اسماء و صفات کی وہ تجلیات جو عالم امر کی ان پنج گانہ منزلوں کو مع ان کے اُصول اور اصول کے قطع کرنے سے پہلے متوہم ہوتی ہیں۔ وہ عالم امر کے بعض خواص کے ظہورات ہیں جو بے چونی اور لامکانیت سے کچھ حصہ رکھتے ہیں نہ کہ اسماء و صفات کی تجلیات۔ ایک سالک نے اسی مقام میں کہا ہے کہ میں تیس (۳۰) سال تک روح کو خدا سمجھ کر اس کی پرستش کرتا رہا۔ پس وصول کہاں ہے اور سیری کس کے لیے ہے۔

كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰى سُعَادَ وَدُوْنَهَا

قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَهُنَّ خُيُوْفُ

سعاد معشوقہ تک پہنچنا بہت مشکل ہے کیونکہ اس کے اور میرے درمیان پہاڑوں کی بلند چوٹیاں اور نشیب و فراز واقع ہیں۔

[1] تلوین۔ گونا گوں کرنا۔ اہل تصوف کی اصطلاح میں مقامات فقر میں سے ایک مقام کا نام ہے۔

Marfat.com

چوں کہ آپ نے توجہ کے ساتھ اس راہ کی حقیقت کو بیان کرنا طلب فرمایا تھا۔ اس لیے مختصر طور پر اس کا کچھ بیان لکھا گیا ہے:

وَالْاَمْرُ عِنْدَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ. وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ عَلٰی مَنْ لَّدَیْکُمْ. اصل معاملہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے آپ پر اور آپ کے حاضرین مجلس پر سلام ہو۔

مکتوب نمبر (۲۵۴)

بعض سوالات کے جواب میں ملا احمد برکی طرف صادر ہوا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ نے لکھا تھا کہ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ آدمی جو کچھ کرنا چاہیے اپنے صاحب زمان کے حکم سے کرے۔ تاکہ نیک نتیجہ حاصل ہو۔ اگر چہ شعری کام ہوں۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو بندہ تمام مشروعات میں فرمان کا امیدوار ہے۔

میرے مخدوم! بزرگوں کی بات صحیح ہے۔ اور آپ کو اذن حاصل کر کے ماذون کیا ہے' لیکن جاننا چاہیے کہ نتیجہ سے مراد معتد بہ نتیجہ ہے نہ کہ مطلق۔

نیز آپ نے لکھا تھا کہ ایک رسالہ میں لکھا دیکھا ہے کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں مرتبہ عین جمع یعنی احدیث ذات تعالیٰ سے ہے۔ پس رسالہ مبدء و معاد کی اس عبارت کے معنے کہ کعبہ ربانی کی حقیقت قرآنی حقیقت سے بڑھ کر ہے۔ کیا ہوں گے؟

میرے مخدوم احدیث ذات سے مراد احدیت مجردہ نہیں ہے کہ جس میں کوئی صفت و شان ملحوظ نہیں ہے۔ کیوں کہ حقیقت قرآن کا منشا صفت کلام ہے جو صفات ثمانیہ میں سے ایک صفت ہے۔ اور حقیقت کعبہ کا منشا وہ مرتبہ ہے جو شیونات و صفات کی تلوینات سے برتر ہے۔ اس لیے اس کی برتری کی گنجائش ہے۔

نیز آپ نے لکھا تھا کہ بعض تفاسیر میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ میں کعبہ کو سجدہ کرتا ہوں تو کافر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ سجدہ کعبہ کی طرف ہے نہ کعبہ کو۔ اور دوسری جگہ لکھا ہے کہ ابتدائے اسلام میں سجدہ کے وقت لَکَ سَجَدْتُ (میں نے تیرے لیے سجدہ کیا) کہتے تھے۔ ضمیروں کا مدلول نفس ذات ہے۔ پس رسالہ مبدء و معاد کی اس عبارت کے معنی کو کعبے کی صورت جس طرح اشیا کی صورتوں کی مسجود ہے۔ اسی طرح حقیقت کعبہ بھی حقائق اشیا کی مسجود ہے۔ کیا ہوں گے؟

Marfat.com

میرے مخدوم! یہ عبارتوں کی فروگزاشتوں سے ہے۔ جس طرح کہتے ہیں کہ آدم مسجود ملائکہ ہے۔ حالاں کہ سجدہ خالق کے لیے ہے نہ کہ اس کی کسی مخلوق و مصنوع کے لیے۔ خواہ کوئی مخلوق ہو۔

آپ کو اور آپ کے تمام دوستوں اور یاروں اور خاص کر مُلا پائندہ و شیخ حسن کو سلام ہو۔

مکتوب نمبر (۲۵۵)

سنت سنیہ کے زندہ کرنے اور نا مرضیہ بدعت کے دور کرنے کی ترغیب میں مُلا طاہر لاہوری کی طرف لکھا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. — اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا مکتوب شریف جو حافظ بہاؤالدین کے ہمراہ ارسال کیا تھا' پہنچا۔ بہت خوشی حاصل ہوئی۔ یہ کس قدر بھاری نعمت ہے کہ محبّ و مخلص ہمہ تن حضرت مصطفےٰ ﷺ کی سنتوں میں سے کسی سنت کے زندہ کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔ اور منکرہ اور نامرضیہ بدعتوں میں سے کسی بدعت کے دور کرنے کے خواہاں ہوں۔ سنت و بدعت دونوں پورے طور پر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک کا وجود دوسرے کے نقص و نفی کو مستلزم ہے۔ پس ایک زندہ کرنا دوسرے کو مارنے کا مستلزم ہے۔ یعنی سنت کا زندہ کرنا بدعت کے مارنے کا موجب ہے اور بالعکس۔

پس بدعت خواہ اس کو حسنہ کہیں یا سیئہ۔ رفع سنت کو مستلزم ہے۔ شاید حسن نسبی یعنی اضافی کا کیا اعتبار ہوگا۔ کیونکہ حُسن مطلق وہاں گنجائش نہیں رکھتا۔ کیونکہ تمام سُنتیں حق تعالیٰ کے نزدیک مقبول و پسندیدہ ہیں۔ اور ان کے اضداد یعنی بدعتیں شیطان کی پسندیدہ ہیں۔ آج یہ بات بدعت کے پھیل جانے کے بلعث اکثر لوگوں کو ناگوار معلوم ہوتی ہے۔ لیکن ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم ہدایت پر ہیں یا یہ لوگ۔

منقول ہے کہ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ اپنی سلطنت کے زمانہ میں جب دین کو رواج دیں گے۔ اور سنت کو زندہ فرمائیں گے۔ تو مدینہ کا عالم جس نے بدعت پر عمل کرنے کو اپنی عادت بنائی ہوگی۔ اور اس کو حسن خیال کر کے دین کے ساتھ ملا لیا ہوگا۔ تعجب سے کہے گا کہ اس شخص نے ہمارے دین کو دور کر دیا ہے۔ اور ہمارے مذہب و ملّت کو مار دیا اور خراب کر دیا ہے۔ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ اس عالم کے قتل کا حکم فرمائیں گے۔ اور حسنہ کو سیئہ خیال کریں گے:

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ. وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ. — یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

Marfat.com

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَائِرِ مَنْ لَدَيْكُمْ ۔ اور آپ پر اور ان سب پر جو آپ کے پاس ہیں سلام ہو۔

نسیان فقیر پر غالب ہے معلوم نہیں رہا کہ آپ کا مکتوب کس کے سپرد تھا۔ تا کہ سوالوں کے موافق جواب لکھتا۔ معذور فرمائیں گے۔ میاں شیخ احمد فرملی دوستوں میں سے ہے۔ چونکہ آپ کے قرب و جوار میں رہتا ہے اس لیے اُمید ہے کہ اس کے حق میں التفات وتوجہ کو مدنظر رکھیں گے۔

مکتوب نمبر (۲۵۲)

چند سوالات کے جواب میں یعنی اُس سوال کے جواب میں کہ قطب وقطب الاقطاب وغوث و خلیفہ کے کیا معنی ہیں۔ اور اس سوال کے جواب میں کہ حدیث لَوْ اتُّزِنَ اِيْمَانُ اَبِىْ بَكْرٍ الخ کی کیا تحقیق ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں میاں شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا مکتوب شریف جو ایک درویش کے ہمراہ ارسال کیا تھا، پہنچا بہت خوشی حاصل ہوئی۔ آپ نے پوچھا تھا کہ قطب وقطب الاقطاب وغوث وخلیفہ کے کیا معنے ہیں۔ اور ہر ایک ان میں سے کس کس خدمت پر مامور ہے اور اپنی خدمت کی نسبت اطلاع رکھتے ہیں یا نہیں۔ اور قطب الاقطاب کی بشارت جو عالم غیب سے پہنچتی ہے۔ کچھ اصل رکھتی ہے۔ یا کہ وہم وخیال کا اختراع ہے؟

جاننا چاہیے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعدار کامل تابعداری کے باعث جب مقام نبوت کے کمالات کو تمام کر لیتے ہیں۔ تو ان میں سے بعض کو منصب امامت سے سرفراز کرتے ہیں۔ اور بعض کو صرف اس کمال کے حاصل ہونے پر کفایت فرماتے ہیں۔ یہ دونوں بزرگ اس کمال کے نفس حصول میں برابر ہیں۔ فرق صرف منصب اور عدم منصب اور ان امور میں ہے جو اس منصب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جب کامل تابعدار ولایت نبوت کے کمالات کو تمام کر لیتے ہیں۔ تو ان میں سے بعض کر منصب خلافت سے مشرف فرماتے ہیں اور بعض کو صرف ان کمالات کے حاصل ہونے پر کفایت کرتے ہیں۔ جس طرح کہ اوپر گزرا۔

یہ دونوں منصب کمالات اصلیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور کمالات ظلیہ میں منصب امامت کے مناسب قطب ارشاد کا منصب ہے۔ اور منصب خلافت کے مناسب قطب مدار کا منصب، گویا یہ دونوں مقام جو تحت میں ہیں۔ ان دونوں مقاموں کے جو اوپر میں ہیں ظل ہیں۔

اور شیخ محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غوث یہی قطب مدار ہے۔ اس کے نزدیک منصب

Marfat.com

غوثیت منصب قطبیت سے کوئی علیحدہ منصب نہیں ہے اور جو کچھ فقیر کا عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ غوث قطب مدار سے الگ ہے۔ بلکہ اس کے روزگار کا مدد و معاون ہے۔ قطب مدار بعض امور میں اس سے مدد لیتا ہے اور ابدال کے منصب مقرر کرنے میں بھی اس کا دخل ہے۔ اور قطب کو اس کے اعوان و انصار کے اعتبار سے قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ قطب الاقطاب کے اعوان و انصار قطب حکمی ہیں۔ اسی واسطے صاحب فتوحاتِ مکیہ لکھتا ہے کہ:

مَامِنْ قَرْيَةٍ مُؤْمِنَةٍ كَانَتْ اَوْ كَافِرَةً اِلَّا وَفِيهَا قُطْبٌ۔ — مومنوں یا کافروں کا کوئی ایسا گاؤں نہیں ہے جس میں قطب نہ ہو۔

جاننا چاہیئے کہ صاحب منصب کو البتہ اپنے منصب کا علم ہوتا ہے۔ اور وہ جو اس منصب کا کمال رکھتا ہے اور منصب نہیں رکھتا اس کے لیے لازم نہیں کہ صاحب علم ہو۔ اور اپنی خدمت سے مطلع ہو۔ اور وہ بشارت جو عالم غیب سے پہنچتی ہے اس مقام کے کمالات حاصل ہونے کی بشارت ہے نہ اس مقام کے منصب کی بشارت جو علم سے وابستہ ہے۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ اس ایمان سے جو حدیث:

لَوْ[1] اُتُّزِنَ اِيْمَانُ اَبِىْ بَكْرٍ مَعَ اِيْمَانِ اُمَّتِىْ لَرَجَحَ۔ — اگر ابوبکرؓ کا ایمان میری اُمّت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جاوے تو البتہ غالب آ جائے۔

میں واقع ہے کیا مراد ہے اور اس کی ترجیح کا کیا سبب ہے۔

جاننا چاہیے کہ ایمان کا رُجحان مُؤْمَنٌ بِهٖ کے رجحان کے باعث ہے۔ چونکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کا متعلق تمام اُمت کے ایمان کے متعلقات سے برتر ہے۔ اس لیے راجح و غالب ہوگا۔

میرے مخدوم! عروجات میں معاملہ یہاں تک پہنچتا ہے کہ اگر ایک نقطہ زیادہ بلند جائیں۔ تو وہ کمالات جو اس ایک نقطہ کے عروجات کے باعث حاصل ہوتے ہیں۔ تمام گزشتہ کمالات سے بہت زیادہ ہوتے ہیں کیونکہ وہ نقطہ اپنے تمام ماتحتوں سے افزوں تر ہے۔ یہی حال اُس نقطہ کا ہے جو اس نقطہ کے ماتقدم کے اُوپر ہے۔ کیونکہ نقطۂ ماتقدم بمع اپنے ماتحت کے نقطہ فوق کے مقابلہ میں حقیر و نقیر ہے۔ تو اس قیاس پر جس کے ایمان کا متعلق کمال فوق ہو۔ وہ بے شک اپنے تمام ماتحت سے راجح و غالب ہوگا۔ اسی بناء پر سے کہتے ہیں کہ عارف کا معاملہ یہاں تک پہنچتا ہے کہ ایک لحظہ میں تمام ماتقدم کمالات کو حاصل کر لیتا ہے۔ اور فقیر کی تحقیق کے اندازہ کے موافق ایک لحمہ میں تمام ماتقدم کمالات سے زیادہ تحصیل کر لیتا ہے:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ؕ — یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

---

[1] امام سیوطی نے الدر المنثرہ اور ابن عدی نے کامل میں بر داشت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً روایت کیا۔

Marfat.com

اور نیز پوچھا تھا کہ شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے تابعداروں نے لکھا ہے کہ جس قدر لڑکے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے سبب قتل کیے گئے۔ان سب مقتولوں کی استعدادیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منتقل ہو گئیں۔اس بات کی حقیقت مفصل طور پر لکھیں۔

جاننا چاہیے کہ یہ درست ہے کیونکہ تحقیق سے لکھا ہے کہ جس طرح ایک شخص کو جماعت کے کمالات حاصل ہونے کا سبب بناتے ہیں۔اسی طرح جماعت کو بھی ایک شخص کے کمالات حاصل ہونے کا سبب بناتے ہیں۔پیر اگرچہ مُریدوں کے کمالات حاصل ہونے کا سبب ہے۔لیکن مرید بھی پیر کے کمالات کا سبب ہیں اس مطلب کو فقیر ماکولات ومشروبات میں بھی جن کو اپنے بدن کا اجزا بناتا تھا محسوس کرتا تھا' کہ جو طعام اور پینے کی چیز کھاتا پیتا تھا۔استعداد کی جامعیت کا سبب ہوتا ہے۔اور ایک الگ قابلیت پیدا کرتا تھا۔اور جب کبھی ماکولات لذیذہ کے چھوڑنے کا قصد کرتا تھا۔تو روک دیا جاتا تھا۔اور اس جامعیت اور قابلیت کے حاصل ہونے کی وجہ سے اس لذیز طعام کو چھوڑنے کی اجازت نہ ملتی تھی۔اور بسا اوقات ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک کی استعداد اور دوسرے میں کلی اور جزئی طور پر انتقال کر جاتی ہے۔اور محسوس ہوتا ہے کہ ایک خالی ہے اور دوسری جمعیت سے پُر ہے۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ شیخ نجم الدین کُبریٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مُرید کو ایک بزرگ کے پاس بھیجا تا کہ اس کے ذریعے معلوم کریں کہ آپ کس پیغمبر کے قدم کے نیچے ہیں۔اس بزرگ نے فرمایا کہ تیرا جھود کس کام میں ہے۔شیخ نے اس عبارت سے سمجھ لیا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم کے نیچے ہیں۔اس عبارت سے یہ مطلب کس طرح سمجھ لیا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ جھود یہود کو کہتے ہیں جو حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت تھے۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ فحات میں لکھا ہے کہ چار آدمیوں کے سوا تمام اولیاء کی ولایت مرنے کے بعد سلب ہو جاتی ہے۔

جاننا چاہیئے کہ ولایت سے مراد تصرفات اور کرامات کا ظہور ہوگا نہ کہ اصل ولایت جو قرب الٰہی سے مراد ہے۔اور نیز سلب سے مراد کرامات کے بکثرت ظاہر ہونے کا سلب ہوگا۔نہ کہ اس طرح کے اصل کا سلب۔

چونکہ یہ بات کشفی ہے اور کشف میں خطا کی بہت مجال ہے۔معلوم نہیں کہ آپ نے کیا دیکھا اور کیا سمجھا ہے۔

آپ نے اولیا کی بعض کرامات کا ظہور طلب فرمایا تھا۔آپ منتظر رہیں:

سَیَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ یُّسْرًا ط اللہ تعالیٰ جلدی تنگی کے بعد فراخی لائے گا۔

آپ نے پوچھا تھا کہ نیشا پوری میں لکھا ہے۔اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ یعنی شَانِئَکَ یا کے ساتھ ہے یا ہمزہ (ء) کے ساتھ۔اس کی تحقیق کیا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ شَانِئَکَ ہمزہ کے ساتھ ہے۔اور جس نے یا سے لکھا ہے وہ غیر مشہور قراءت ہوگی۔

Marfat.com

آپ نے لکھا تھا کہ بعض عورتیں مشغولی یعنی ذکر کی طلب ظاہر کرتی ہیں۔ اگر محرمات میں تو کوئی منع نہیں ورنہ پردہ میں بیٹھ کر طریقہ اخذ کریں۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ اہل حدیث نے ہر مہینہ میں منحوس ایام مقرر کیے ہیں۔ اور اس بارہ میں حدیث نقل کرتے ہیں۔ فرمائیں کہ کس طرح کرنا چاہیے۔

جاننا چاہیے کہ فقیر کے والد قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ عبداللہ و شیخ رحمت اللہ جو اکابر محدثین سے تھے۔ اور حرمین میں شیخین کے لقب سے مشہور تھے۔ کسی تقریب پر ہندوستان تشریف لائے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ اس حدیث کو کرمانی شارح صحیح بخاری نے نقل کیا ہے۔ لیکن ضعیف ہے۔ صحیح حدیث اس بارہ میں اَلْاَیَّامُ اَیَّامُ اللّٰہِ وَالْعِبَادُ عِبَادُ اللّٰہِ۔ (دن اللہ کے دن ہیں اور بندے بھی اللہ کے بندے ہیں۔) ہے۔

نیز فرماتے تھے کہ دنوں کی نحوست رحمت عالمیان علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے دُور ہوگئی۔ اَیَّامِ نَحِسَاتٍ یعنی منحوس دن گزشتہ اُمتوں کی نسبت تھے۔ اور فقیر کا عمل بھی اسی پر ہے۔ اور کسی دن کو دوسرے دن پر ترجیح نہیں دیتا' جب تک کہ اس کی ترجیح شارع سے معلوم نہیں کرتا۔ جیسے کہ جمعہ اور رمضان وغیرہ۔

نیز آپ نے لکھا تھا کہ وہ معارف جو بار نبوت کو برداشت کرنے سے تعلق رکھتے ہیں خواجہ محمد اشرف کے مکتوب میں نہیں ملے۔ آپ ان کو کہاں پاسکیں کیونکہ وہ مکتوب انہی دنوں میں لکھا گیا ہے اور اس کی نقل ابھی آپ کو نہیں پہنچی۔ مکتوب بہت لمبا ہے۔ شاید ایک جزو سے زیادہ ہوگا۔ فقیر نے اس کی نقل آپ کی طرف بھیجنے کے لیے کہہ دیا ہے۔ والسلام۔

والسلام نمبر (۲۵۷)

مجمل طور پر طریقوں کے بیان میں میر نعمان کی طرف صادر فرمایا:

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مکتوب شریف جو شیخ احمد فرملی کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچا۔ بہت خوشی ہوئی۔ آپ نے وہ رسالہ جس میں طریقہ کا بیان ہے طلب فرمایا تھا۔ ابھی اس کے مسودے پڑے ہوئے ہیں۔ اگر خدا نے توفیق دی تو بیاض میں لکھ کر بھیجا جائے گا۔ فی الحال مختصر طور پر چند فقرے طریقہ کے بیان میں لکھتا ہے۔ گوش ہوش سے سُنیں۔

میرے سیادت پناہ! وہ طریقہ جو ہم نے اختیار کیا ہے اس کے سیر کی ابتدا قلب سے ہے۔ قلب سے گزر کر مراتب روح میں جو اس سے اوپر ہے سیر واقع ہوتا ہے۔ اور روح سے گزر کر یہ معاملہ سِرّ کے ساتھ جو اس کے اوپر ہے پڑتا ہے۔ یہی حال خفی اور اخفیٰ میں ہے۔

ان لطائف پنجگانہ کی منزلوں کے طے کرنے اور ان میں سے ہر ایک کے متعلق جدا جدا علوم و معارف

Marfat.com

کے حاصل ہونے اور ان احوال و مواجید کے ساتھ جو ان پنجگانہ میں سے ہر ایک کے ساتھ جُدا جُدا مخصوص ہیں متحقق ہونے کے بعد ان پنجگانہ لطائف کے اصول میں جو عالم کبیر میں ہیں سیر واقع ہوتی ہے۔ کیونکہ جو کچھ عالم صغیر میں ہے اس کا اصل عالم کبیر میں ہے۔ عالم صغیر سے مراد انسان ہے اور عالم کبیر سے مجموعہ کائنات۔ اور پنجگانہ لطائف کے اصول میں سیر کا آغاز عرش مجید سے ہے جو انسان کے قلب کا اصل ہے۔ اور اس کے اوپر روح انسانی کا اصل ہے۔ اور اس کے اوپر سیر انسانی کا اصل ہے۔ اور اصلِ سِرّ کے اوپر خفی کا اصل ہے۔ اور اصل خفی کے اوپر اخفیٰ کا اصل ہے۔

جب عالم کبیر کے ان پنجگانہ مراتب کو مفصل طور پر طے کر کے اس کے اخیر نقطہ تک پہنچتے ہیں اس وقت دائرہ امکان تمام طے ہو کر فنا کی منزلوں میں سے اول منزل میں قدم رکھا جاتا ہے۔

بعد ازاں اگر ترقی واقع ہو تو اسماء و صفات واجب تعالیٰ کے ظلال میں سیر واقع ہوگا۔ اور یہ ظلال وجوب و امکان کے درمیان برزخ کی طرح ہیں۔ اور عالم کبیر کے ان پنجگانہ مراتب کے لیے اصول کی مانند ہیں۔ اور ان ظلال میں بھی اسی ترتیب سے سیر ہوگا۔ جس طرح ان کے فروغ میں ذکر ہو چکا ہے۔ اگر اللہ جل شانہ' کے فضل سے ان ظلال کی بہت سی منزلوں کو بھی طے کر کے ان کے اخیری نقطہ تک پہنچ جائیں۔ تو پھر اسماء و صفات واجب تعالیٰ میں سیر شروع ہوگا۔ اور اسماء و صفات کی تجلیات ظاہر ہونگی۔ اور شیون و اعتبارات کا ظہور جلوہ فرمائے گا۔ اس وقت عالم امر کے پنجگانہ لطائف کا معاملہ سب کا سب طے ہو جائے گا۔ اور ان کا حق ادا ہو چکے گا اس کے بعد اگر خدائے تعالیٰ کے فضل سے اس مقام سے بھی ترقی واقع ہو جائے تو نفس کے اطمینان سے معاملہ پڑے گا۔ اور مقام رضا جو سلوک کے مقامات میں سے نہایت کا مقام ہے حاصل ہو جائے گا۔ اس مقام میں شرح صدر حاصل ہوتا ہے' اور اسلام حقیقی سے مشرف ہوتے ہیں۔ اور وہ کمالات جو اس مقام میں حاصل ہوتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں وہ کمالات جو عالم امر سے متعلق ہیں' ایسے ہیں جیسے دریائے محیط کے مقابلہ میں قطرہ۔

یہ سب کمالات جن کا ذکر ہو چکا ہے اس ظاہر سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور وہ کمالات جو اسم باطن سے تعلق رکھتے ہیں' وہ اور ہیں۔ جو استتار اور تبطّن (پوشیدگی اور باطن) کے مناسب ہیں۔ جب ان دونوں مبارک اسموں کے کمالات سب کے سب حاصل ہو جائیں تو گویا سالک کے لیے اُڑنے کے دو باز و میسر ہو جاتے ہیں۔ جن کی قوت سے عالم قدس میں پرواز کرتا اور بے انداز ترقیاں حاصل کرتا ہے' اس معاملہ کی تفصیل بعض مسودوں میں تحریر ہو چکی ہے۔ میرے فرزند ارشدان کے جمع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

دوسرے یہ عرض ہے کہ اگر ہو سکے تو ایک مرتبہ ضرور اس جگہ تشریف لائے۔ بشرطیکہ اس مقام کو خالی نہ چھوڑیں اور اُس انتظام کو درہم برہم نہ کریں۔ آپ ہی اکیلے آئیں اور یاروں میں سے جس کسی کو پیش قدم جانیں اس جماعت کا پیشوا بنا کر ان حدود کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ واللہ اعلم دوسرے وقت تک فرصت دیں یا نہ دیں۔ والسلام۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۲۵۸)

حق تعالیٰ کی اقربیّت (اقرب وقریب ہونے) کے بیان میں شریف خاں کی طرف صادر فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اُس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا صحیفہ شریفہ جواز روئے کرم ان حدود کے فقراء کے نامزد فرمایا تھا۔ اس کے پہنچنے سے بہت مسرت خوشی حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

میرے مخدوم! اگرچہ حق تعالیٰ کا ہمارے ساتھ ہم سے زیادہ اقرب ہونا نص قطعی سے ثابت ہے۔ لیکن کیا کہا جائے کہ حق تعالیٰ ہماری عقلوں اور فہموں اور ہمارے علوم وادراکات سے وراء الوراء ہے۔ حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ یہ ماوراء ہونا قرب میں ہے نہ جانب بُعد میں۔ کیونکہ وہ حق تعالیٰ ہر نزدیک سے زیادہ نزدیک ہے حتیٰ کہ اس کی ذاتِ احدیت کو ان صفات کی نسبت جن کے آثار وافعال ہم ہیں زیادہ نزدیک پاتے ہیں۔ یہ معرفت نظرِ عقل سے ماوراء ہے۔ کیونکہ عقل اپنے سے زیادہ نزدیک کا تصور نہیں کر سکتی۔ ایسی مثال جو اس مبحث کی تشریح و توضیح کر سکے۔ ہر چند تلاش کی گئی پر نہ ملی۔ اس معرفت کی دلیل وسند نص قطعی اور کشف صحیح ہے۔

مشائخ طریقت نے توحید واتحاد کی نسبت بہت گفتگو کی ہے۔ اور قرب ومعیت کی نسبت کچھ نہ کچھ بیان فرمایا ہے۔ لیکن حق تعالیٰ کی اقربیّت کی نسبت خاموشی اختیار کی ہے۔ اور کوئی بیان شافی اس بارہ میں نہیں فرمایا:

عجب معاملہ ہے کہ حق تعالیٰ کی اقربیّت (زیادہ قریب ہونا) ہماری ابعدیت (زیادہ دور ہونا) کا سبب ہوئی ہے:

ھٰذَا اِلٰی اَنْ یَّبْلُغَ الْکِتَابُ اَجَلَہٗ فَافْھَمْ فَاِنَّ کَلَامَنَا اِشَارَاتٌ وَّ بَشَارَاتٌ۔ یہی کافی ہے یہاں کہ کتاب اپنے مقرر وقت کو پہنچے پس سمجھ تو کیونکہ ہمارا کلام اشارت و بشارت کے قبیلہ سے ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا۔ اور سلام ہو آپ پر اور ان سب پر جنہوں نے ہدایت اختیار کی اور حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۲۵۹)

پیغمبروں کے بھیجنے کے فائدوں اور واجب الوجود تعالیٰ کی معرفت میں عقل کے مستقل نہ ہونے اور حکم خاص کے بیان میں جو شاہق جبل اور پیغمبروں کے زمانہ فترت کے مشرکوں اور دار حرب کے مشرکوں کے اطفال کے حق میں فرمایا ہے۔ اور گزشتہ اُمتوں میں زمین ہند میں اہل ہند سے انبیا کے مبعوث ہونے کی تحقیق اور اس کے مناسب بیان میں مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید کی طرف جو علوم عقلیہ ونقلیہ کے جامع اور نسبت علیہ کے صاحب ہیں صادر فرمایا:

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ ھَدٰنَا وَمَا کُنَّا لِنَہۡتَدِیَ لَوۡ لَاۤ اَنۡ ھَدٰنَا اللّٰہُ لَقَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُ رَبِّنَا بِالۡحَقِّ ط

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی اور ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے اگر ہم کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہ کرتا۔ بے شک ہمارے رب کے پیغمبر حق لے کر آئے ہیں۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ارسال کرنے کی نعمت کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے اور کس دل سے اُس منعم کا اعتقاد کیا جائے۔ اور وہ اعضا کہاں ہیں جو اعمال حسنہ کے ساتھ اس نعمت عظمیٰ کا بدلہ ادا کرسکیں۔ اگر ان بزرگواروں کا وجود شریف نہ ہوتا۔ ہم بے سمجھوں کو صانع کے وجود اور اس کی وحدت کی طرف کون ہدایت کرتا۔ یونان کے قدیم فلاسفہ باوجود بڑے دانا ہونے کے صانع کے وجود کی طرف ہدایت نہ پاسکے۔ اور کائنات کے وجود کو دھر یعنی زمانہ کی طرف منسوب کیا۔ لیکن جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کے انوار کا دن چڑھا تو متاخرین فلاسفہ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دعوت کے انوار کی برکت سے اپنے متقدمین کے مذہب کو رد کیا۔ اور صانع جلشانہٗ کے وجود کے قائل ہوئے اور حق تعالیٰ کا اثبات ثابت کیا پس ہماری عقلیں انوار نبوت کی تائید کے بغیر اس کام سے معزول ہیں اور ہمارے فہم وجود انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کے سوا اس معاملہ سے دُور ہیں پھر معلوم نہیں کہ ہمارے اصحاب ماتریدیہ نے بعض امور مثل وجود صانع کے اثبات اور اس کی وحدت میں عقل کے استقلال سے کیا مراد لی ہے کہ انہوں نے شاہق جبل بت پرست کو ان دونوں یعنی وجود صانع کے اثبات اور اس کی وحدت کے لیے مکلّف کیا ہے۔ اگرچہ اس کو پیغمبر کی دعوت نہیں پہنچی ہو۔ اور ان دونوں میں نظر وغور کے ترک کرنے پر اس کے کفر اور خلود فی النار کا حکم لگایا ہے۔ لیکن ہم بلاغ مبین اور حجت بالغہ کے بغیر جو پیغمبروں کے ارسال کرنے پر وابستہ ہے۔ کفر اور خلود فی النار کا حکم دینا مناسب نہیں سمجھتے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ عقل اللہ کی حجتوں میں سے ایک حجت ہے۔ لیکن حجیت میں ایسی حجت بالغہ نہیں ہے جس پر ایسا سخت عذاب مترتب ہوسکے۔

Marfat.com

سوال: اگر شاہق جبل میں رہنے والا جو بُت پرست ہے دوزخ میں ہمیشہ کے لیے نہ رہے تو پھر وہ بہشت میں جائے گا۔ اور یہ بھی جائز نہیں۔ کیونکہ جنت میں داخل ہونا مشرکوں پر حرام ہے۔ اُن کی جگہ دوزخ ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت عیسےٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے:

مَنْ [1]يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ. جو اللہ کے ساتھ شرک کرے اُس پر جنت حرام ہے اور اُس کی جگہ دوزخ ہے۔

اور جنت ودوزخ کے درمیان کوئی اور واسطہ ثابت نہیں۔ اور اصحاب اعراف بھی چند روز کے بعد بہشت میں داخل ہو جائیں گے۔ پس یا جنت میں داخل ہوگا یا دوزخ میں۔

یہ سوال واقعی بہت مشکل ہے۔ اس فرزند ارشاد کو معلوم ہے کہ مدت تک اس فقیر پر اس سوال کا تکرار ہوتا رہا لیکن جواب شافی کچھ نہ پایا۔ اور جو کچھ فتوحات مکیہ والے نے اس سوال کے حال میں کہا ہے۔ اور قیامت کے دن ان لوگوں کی دعوت کے لیے پیغمبرؑ کا مبعوث ہونا ثابت کیا ہے۔ اور اس دعوت کے رد وانکار کے بموجب ان کے لیے بہشت ودوزخ کا کیا حکم ہے۔ اس فقیر کے نزدیک پسند وبہتر نہیں ہے۔ کیونکہ دار آخرت دار جزا ہے نہ دار تکلیف تاکہ کسی پیغمبر کے بھیجنے کی ضرورت پڑے۔ بہت مدت کے بعد خداوند تعالیٰ کی عنایت نے رہنمائی کی اور اس معما کو حل کر دیا۔ اور منکشف فرمایا کہ یہ لوگ نہ بہشت میں ہمیشہ رہیں گے نہ دوزخ میں بلکہ آخرت کے بعث و احیا کے بعد ان کو مقام حسب میں کھڑا رکھ کر گناہوں کے اندازہ کے موافق ان کو عتاب وعذاب دیں گے۔ اور حقوق پورے کر کے غیر مکلف حیوانوں کی طرح ان کو بھی معدوم مطلق اور لاشے محض کر دیں گے۔ پس خلود کس کے لیے اور مخلد کون ہوگا اس معرفت غریبہ کو جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں پیش کیا گیا۔ تو سب نے اس کی تصدیق کی اور اس کو مقبول فرمایا۔ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ

فقیر پر یہ بات نہایت ناگوار گزرتی ہے کہ حق تعالیٰ باوجود اپنی کمال رافت ورحمت کے بغیر اس بات کے کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے ابلاغ مبین فرمائے' صرف عقل کے اعتبار پر جس میں غلطی اور خطا کی بہت مجال ہے' پس اپنے بندے کو ہمیشہ کے لیے دوزخ میں ڈالے اور ہمیشہ کے عذاب میں گرفتار کرے۔ جس طرح کہ باوجود شرک کے اس کے لیے جنت میں ہمیشہ رہنے کا حکم کرنا گوار معلوم ہوتا ہے۔ جیسے کہ جنت و دوزخ کے درمیان واسطہ کے قائل نہ ہونے کے باعث اشعری کے مذہب سے لازم آتا ہے پس حق یہی ہے جو مجھے الہام ہوا کہ قیامت کے دن محاسبہ کے بعد وہ معدوم کیا جائے گا' اور فقیر نے نزدیک دار حرب کے مشرکین کے اطفال کے بارہ میں بھی یہی حکم ہے۔ کیونکہ بہشت میں داخل ہونا ایمان پر وابستہ ہے۔ خواہ ایمان اصالت کے طور پر ہو یا تبعیت کے طور پر اگرچہ تبعیت دار اسلام میں ہوتی ہے جیسے کہ اہل ذمہ کے لڑکوں کے لیے۔ لیکن ان کے حق میں

---

[1] سورۃ مائدہ پارہ ٦۔ ٦٦

Marfat.com

ایمان مطلق طور پر مفقود ہے۔ پس بہشت میں ان کا داخل ہونا متصور نہیں ہوتا۔ اور دوزخ میں داخل ہونا اور اس میں ہمیشہ رہنا تکلیف کے ثابت ہونے کے بعد شرک پر منحصر ہے۔ اور یہ بھی ان کے حق میں مفقود ہے۔ پس ان کا حکم حیوانوں کا سا حکم ہے کہ بعث ونشور کے بعد حساب کے لیے کھڑا کریں گے اور ان سے حقوق پورا کر کے ان کو معدوم ونیست ونابود کر دیں گے۔ اور ان مشرکوں کے حق میں بھی جو پیغمبروں کی فترت کے زمانہ (دو پیغمبروں کا درمیانی زمانہ) میں ہوئے ہیں اور جن کو کسی پیغمبر کی دعوت نصیب نہیں ہوئی۔ یہی حکم ہے۔

اے فرزند! یہ فقیر جس قدر ملاحظہ کرتا ہے اور نظر کو وسیع کرتا ہے' کوئی ایسی جگہ نہیں پاتا جہاں ہمارے پیغمبر ﷺ کی دعوت نہ پہنچی ہو۔ بلکہ محسوس ہوتا ہے کہ آفتاب کی طرح سب جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کا سب جگہ نور پہنچا ہے۔ حتیٰ کہ یاجوج ماجوج میں بھی جن کو دیوار حائل ہے پہنچا ہوا ہے۔ اور گزشتہ امتوں میں ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی جگہ بہت کم ہے جہاں پیغمبر مبعوث نہ ہوا ہو۔ حتیٰ کہ زمین ہند میں بھی جو اس معاملہ سے دُور دکھائی دیتی ہے' معلوم کرتا ہے کہ اہل ہند سے پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں۔ اور صانع جل شانہ کی طرف دعوت فرمائی ہے۔ اور ہندوستان کے بعض شہروں میں محسوس ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے انوار شرک کے اندھیروں میں مشعلوں کی طرح روشن ہیں۔ اگر ان شہروں کو معین کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور دیکھتا ہے کہ کوئی ایسا پیغمبر ہے جس کی کسی نے تابعداری نہیں کی اور کسی نے اس کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ اور کوئی ایسا پیغمبر ہے کہ صرف ایک ہی آدمی اس پر ایمان لایا ہے اور کسی پیغمبر کے تابع صرف دو شخص ہوئے ہیں۔ اور بعض کے ساتھ تین آدمی ایمان لائے ہیں۔ تین آدمیوں میں سے زیادہ نظر نہیں آتے جو ہند میں کسی پیغمبر پر ایمان لائے ہوں تاکہ چار آدمی ایک پیغمبر کی امت ہوں اور جو کچھ ہند کے رئیس کفار نے واجب تعالیٰ کے وجود اور اس کی صفات اور اس کے تنزیہ و تقدیس کے بارے میں لکھا ہے۔ سب انوار نبوت سے مقتبس ہے۔ کیونکہ گزشتہ امتوں میں سے ہر ایک کے زمانہ میں ایک نہ ایک پیغمبر ضرور گزرا ہے۔ جس نے واجب تعالیٰ کے وجود اور اس کے ثبوت اور اس کے تنزیہ و تقدیس کی نسبت خبر دی ہے۔ اگر ان بزرگواروں کو وجود شریف نہ ہوتا ان بدبختوں کی لنگڑی اور اندھی عقل جو کفر و معاصی کے ظلمات سے آلودہ ہے' اس دولت کی طرف کس طرح ہدایت پاتی۔ ان بدبختوں کی ناقص عقلیں اپنی حد ذات میں اپنی الوہیت کا حکم دیتی ہیں۔ اور اپنے سوا کوئی اور خدا ثابت نہیں کرتیں۔ جس طرح کہ فرعونِ مصر نے کہا کہ:

مَا عَلِمْتُ لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرِي ۚ[1]	میں تمہارے لیے اپنے سوا کوئی خدا نہیں مانتا۔

اور یہ بھی کہا کہ:

لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلَٰهًا غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ ۚ[2]	اگر تو میرے سوا کوئی اور خدا بنائے گا تو میں تجھے قید کر دوں گا۔

[1] سورہ قصص پارہ امن خلق [2] سورہ شعراء پارہ وقال الذین

Marfat.com

اور جب انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے آگاہ کرنے سے انہوں نے معلوم کیا کہ عالم کے لیے ایک صانع واجب الوجود ہے۔ تو ان کم بختوں میں سے بعض نے اپنے دعویٰ کی بُرائی پر اطلاع پا کر تقلید و تستر کے طور پر صانع کو ثابت کیا اور اُس کو اپنے آپ میں حلول کیا ہوا اور سیرات کیا ہوا سمجھا۔ اور اس حیلہ سے لوگوں کو اپنی پرستش کی طرف بلایا۔

تَعَالَی اللّٰہُ عَمَّا یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا ط — اللہ تعالیٰ اس بات سے جو ظالم کہتے ہیں بہت بڑا ہے۔

اس جگہ کوئی بے قوت یہ سوال نہ کرے کہ اگر زمین ہند میں پیغمبر مبعوث ہوئے۔ تو اُن کے مبعوث ہونے کی خبر ضرور ہم تک پہنچتی بلکہ وہ خبر بکثرت دعوتوں کی جہت سے تواتر کے طور پر منقول ہوتی۔ جب ایسا نہیں ہے تو ویسا بھی نہیں ہے۔

اس کے جواب ہم کہتے ہیں کہ ان مبعوث پیغمبروں کی دعوت عام نہ تھی۔ بلکہ کسی کی دعوت ایک قوم سے اور بعض کی ایک گاؤں سے یا شہر سے مخصوص تھی۔ اور ہو سکتا تھا کہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے کسی قوم یا گاؤں میں کسی شخص کو اس دولت سے مشرف فرمایا ہو۔ اور اس شخص نے اس قوم یا اس گاؤں کے لوگوں کو صانع جل شانہ کی معرفت کی طرف دعوت کی ہو۔ اور حق تعالیٰ کے سوا اوروں کی عبادت سے منع کیا ہو۔ اور اس قوم یا گاؤں والوں نے اس کا انکار کیا ہو۔ اور اس کو ذلیل و جاہل سمجھا ہو۔ اور جب انکار و تکذیب حد سے بڑھ گیا ہو۔ تو حق تعالیٰ کی مدد نے آ کر اُن کو ہلاک کر دیا ہو۔

اسی طرح کچھ مدت کے بعد ایک اور پیغمبر کسی قوم یا گاؤں کی طرف مبعوث ہوا ہو۔ اور اس پیغمبر نے بھی اُن لوگوں کے ساتھ وہی معاملہ کیا ہو جو پہلے پیغمبر نے کیا تھا۔ اور اس پیغمبر کے ساتھ وہی معاملہ جو ان کے پہلوں نے کیا تھا۔ علیٰ ہذا القیاس اسی طرح ہوتا رہا ہو۔

زمین ہند میں گاؤں اور شہروں کی ہلاکت کے آثار بہت پائے جاتے ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ ہلاک ہو گئے۔ لیکن وہ دعوت کا کلمہ ان کے ہم عصروں کے درمیان باقی رہا:

جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ط — اور اس کلمہ کو ان واسطے پیچھے باقی رکھا کہ شاید وہ رجوع کر آئیں۔

ان مبعوث پیغمبروں کی دعوت کی خبر ہم تک تب پہنچتی جب کہ بہت سے لوگ ان کے تابع ہوتے اور بڑی بھاری قوم بہم پہنچاتے۔ جب ایک آدمی آیا اور چند روز دعوت کر کے چلا گیا۔ اور کسی نے اُس کو قبول نہ کیا۔ پھر دوسرا آیا اور اس نے بھی یہی کام کیا۔ اور ایک آدمی اس کے ساتھ ایمان لایا۔ اور تیسرے کے ساتھ دو یا تین آدمی ایمان لائے۔ تو پھر خبر کس طرح پھیلتی اور عام ہوتی۔ اور کفار سب کے سب انکار کے در پے تھے اور اپنے

Marfat.com

باپ دادا کے دین کے مخالفوں کو رد کرتے تھے۔تو پھر نقل کون کرتا اور کس کی طرف نقل کرتا۔

دوسرے یہ کہ نبوت و رسالت و پیغمبر کے الفاظ ان پیغمبروں اور ہمارے پیغمبر علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کے متحد ہونے کے باعث عربی اور فارسی لغت کے تھے۔اور یہ الفاظ ہندی لغت میں نہ تھے۔تاکہ ہند کے مبعوث انبیا کو نبی یا رسول یا پیغمبر کہتے اور ان ناموں سے ان کو یاد کرتے۔

اور نیز اس سوال کے جواب میں ہم معاوضہ کے طور پر کہتے ہیں کہ اگر ہند میں انبیاء مبعوث نہ ہوئے ہوں اور ان کی زبان میں ان کو دعوت بھی نہ کہ ہو تو پھر ان کا حکم بھی شاہق جبل کا حکم ہوگا کہ باوجود سرکشی اور دعویٰ الوہیت کے دوزخ میں نہ جائیں۔اور ہمیشہ کے عذاب میں نہ رہیں۔اب بات کو بھی نہ تو عقل سلیم پسند کرتی ہے اور نہ ہی کشف صحیح اس کی شہادت دیتا ہے کیونکہ ہم ان میں سے بعض سرکش مردودوں کو دوزخ کے وسط میں دیکھتے ہیں۔وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَةِ الْحَالِ . وَالسَّلَامُ

مکتوب نمبر (۲۶۰)

حقائق آگاہ معارف دستگاہ مظہر فیض الٰہی منبع رحمت نامتناہی مخدوم زادہ میاں شیخ محمد صادق سلمہ اللہ کی طرف صادر فرمایا:

اس طریق کے بیان میں جس سے آپ کی ذات کو ممتاز کیا گیا ہے۔اور جس میں ولایت سہ گانہ یعنی ولایت صغریٰ' جو اولیا کی ولایت ہے۔اور ولایت کبریٰ' جو پیغمبروں کی ولایت ہے۔اور ولایت عُلیا کا جو ملائے اعلیٰ کی ولایت ہے' بیان مندرج ہے۔اور جس میں ہر قسم کی ولایت پر نبوت کے افضل ہونے کا بیان ہے۔اور لطائف عشرہ انسانی کے بیان میں کہ ان میں سے پنج عالم امیر سے ہیں اور دوسرے پنج عالم خلق سے جو نفس اور عناصر اربعہ ہیں' مع اُن کمالات کے جو ان لطائف میں سے ہر ایک کے ساتھ مخصوص ہیں۔اور عالم امر پر عالم خلق کے افضل ہونے کے بیان میں۔مع اُن کمالات کے جو عنصر خاک سے مخصوص ہیں۔اور ان عجیب و غریب علوم و معارف کے بیان میں جو ہر مقام کے مناسب ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ الطَّاهِرِیْنَ ط	اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور حضرت سید المرسلین اور اُن کی آل و اصحاب پاک پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

اے فرزند! خدا تجھے سعادتمند کرے۔جاننا چاہیے کہ عالم امر کے پنجگانہ لطائف یعنی قلب و روح و

Marfat.com

سرّ و خفی و اخفیٰ جو انسانی عالم صغیر کے اجزا ہیں۔ ان کے اصل عالم کبیر میں ہیں۔ جس طرح کہ عناصر اربعہ جو انسان کے اجزاء ہیں اپنی اصل عالم کبیر میں رکھتے ہیں۔ اور ان پنجگانہ لطائف کے اصلوں کا ظہور عرش کے اوپر ہے جو لامکانیت سے موصوف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عالم امر کو لامکانی کہتے ہیں۔ دائرہ امکان یعنی خلق و امر اور صغیر و کبیر ان اصول کی نہایت تک تمام ہو جاتا ہے اور عدم کا وجود سے ملنا جو امکان کو منشا ہے اس مقام میں منتہی ہو جاتا ہے جس سالک رشید محمدی المشرب لطائف پنج گانہ کو ترتیب وار طے کر کے ان کے اصول میں جو عالم کبیر میں ہیں سیر فرماتا ہے اور بلند فطرتی بلکہ محض فضل ایزدی سے ان سب کو ترتیب و تفصیل کے ساتھ طے کر کے ان کے اخیر نقطہ تک پہنچتا ہے تو اس وقت دائرہ امکان کو سیر الی اللہ کے ساتھ تمام کر لیتا ہے۔ اور فنا کے اسم کا اطلاق اپنے اوپر حاصل کر کے ولایت صُغریٰ میں جو اولیا کی ولایت ہے' سیر شروع کرتا ہے۔ اور اس کے بعد اگر اسمائے وجوبی تعالت و تقدّ ست کے ظلال میں جو حقیقت میں ان پنجگانہ عالم کبیر کے اصول ہیں۔ اور جن میں علوم کی کچھ آمیزش نہیں ہے سیر واقع ہو جائے۔ اور ان سب کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سیر فی اللہ کے طریق سے طے کر کے ان کی نہایت تک پہنچ جائے تو اسمائے وجوبی کے ظلال کا دائرہ سب کا سب تمام ہو جاتا ہے۔ اور اسماو صفات واجبی جل شانہٗ کے مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے۔ ولایت صغریٰ کے عروج کی نہایت یہیں تک ہے۔ اس مقام میں حقیقت فنا کا آغاز متحقق ہوتا ہے اور ولایت کبریٰ کی ابتدا میں جو انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت ہے قدم رکھا جاتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ یہ دائرہ ظل انبیائے کرام اور ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا تمام مخلوقات کے مبادی تعینات کو متضمن ہے۔ اور ہر ایک اسم کا ظل ہر ایک شخص کا مبدء تعین ہے۔ حتیٰ کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا جو انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام انسانوں میں سے اشرف ہیں مبدء تعین اس دائرہ کے اوپر کا نقطہ ہے۔

اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ جب سالک اس اسم تک جو اس کا مبدء تعین ہے۔ پہنچ جاتا ہے' تو اس وقت سیر الے اللہ کو تمام کر لیتا ہے۔ اس اسم سے مراد اسم الٰہی جل شانہٗ کا ظل اور اسم کی جزئیات میں سے ایک جزئی ہے نہ کہ اس اسم کا اصل۔ اور یہ دائرہ ظل حقیقت میں مرتبہ اسماو صفات کی تفصیل ہے۔

مثلاً علم ایک حقیقی صفت ہے جس کی بہت سی جزئیات ہیں۔ اور ان جزئیات کی تفصیل اس صفت کے ظلال ہیں۔ جو اجمال کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ اور اس صفت کی ہر ایک جزئی انبیائے کرام و ملائکہ عظام کے سوا باقی اشخاص میں سے ہر ایک شخص کی حقیقت ہے۔ اور انبیا و ملائکہ کے مبادی تعینات ان ظلال کے اصول یعنی ان مفصلہ جزئیات کی کلیات ہیں۔

مثلاً صفت العلم اور صفت القدرت اور صفت الارادت وغیرہ وغیرہ۔ اور بہت سے اشخاص ایک صفت میں جو مبدء تعین ہے مختلف اعتباروں کے لحاظ سے باہم شرکت رکھتے ہیں۔

مثلاً حضرت خاتم الرسل ﷺ کا مبدء تعین شان العلم ہے۔ اور یہی صفت العلم ایک اعتبار سے حضرت

Marfat.com

ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبدء تعین ہے۔ اور نیز یہی صفت ایک اعتبار سے حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبدءِ تعین ہے۔ اوران اعتبارات کا تعین خواجہ محمد اشرف کے مکتوب میں ذکر ہو چکا ہے۔

اور یہ جو بعض مشائخ نے کہا ہے کہ حقیقت محمدیؐ تعین اوّل ہے جو حضرت اجمال ہے اور وحدت کے نام سے موسوم ہے۔ ان کی مراد جو کچھ اس فقیر پر ظاہر ہوئی ہے' یہ ہے کہ اس سے ان کی مراد اسی دائرہ ظل کا مرکز ہے۔ اس دائرہ ظل کو تعین اوّل سمجھتے ہیں اور اس کے مرکز کو اجمال جان کر اس کا نام وحدت رکھا ہے اور اس مرکز کی تفصیل کو جو اس دائرہ کو محیط ہے واحدیت گمان کیا ہے۔ اور دائرہ ظل کے مقام فوق کو جو اسماء وصفات کا دائرہ ہے۔ ذات بیچون جو تعین سے مبرا ہے تصور کیا ہے۔ حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اس دائرہ ظل کا مرکز دائرہ فوق کے جو اس کا اصل ہے اور اسماء وصفات اور شیون اعتبارات کے دائرہ سے موسوم ہے۔ مرکز کا ظل ہے۔ حقیقت میں حقیقت محمدی اس دائرہ اصل کا مرکز ہے جو اسماء وشیونات کا اجمال ہے۔ اور اس دائرہ میں ان اسماء و صفات کی تفصیل واحدیت کا مرتبہ ہے اور ظلال اسماء کے مرتبہ وحدت اور واحدیت کا اطلاق کرنا ظل کو اصل کے مشابہ سمجھنے پر مبنی ہے اور سیر فی اللہ کا اطلاق بھی اس مقام میں اسی قسم سے ہے۔ حالانکہ وسیر در حقیقت سیر الی اللہ میں داخل ہے۔ اس کے بعد اگر دائرہ اسماو صفات میں جو اس دائرہ ظل کا اصل ہے۔ سیر فی اللہ کے طریق پر عروج واقع ہو جائے۔ تو ولایت کبریٰ کے کمالات کا آغاز شروع ہو جائے گا۔ اور یہ ولایت کبریٰ اصلی طور پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور ان کی تابعداری کے باعث ان کے اصحاب کرام کو بھی یہ دولت حاصل ہوئی ہے۔ اس دائرہ کا نچلا نصف حصہ اسماو صفات زائدہ کو متضمن ہے اور اوپر کا نصف حصہ شیون واعتبارات ذاتیہ پر مشتمل ہے۔

عالم امر کے پنجگانہ لطائف ومراتب کے عروج اس دائرہ اسماو شیونات کے نہایت تک ہے۔ اس کے بعد اگر محض فضل خداوندی جل شانہ سے صفات وشیونات کے مقام سے زیادہ تر واقع ہو۔ تو اُن کے اصول کے دائرہ میں سیر واقع ہوگا۔ اور اس دائرہ اصول کے آگے ان اصول کے اصول کا دائرہ ہے اور اس دائرہ کے طے کرنے کے بعد دائرہ فوق کی ایک قوس ظاہر ہوگی۔ اس کو بھی قطع کرنا پڑتا ہے۔ چونکہ دائرہ فوق سے ایک قوس کے سوا اور کچھ ظاہر نہ ہوا۔ اس لیے اسی قوس پر بس کی گئی۔ شاید یہاں کوئی سِرّ ہوگا جس پر اطلاع نہیں بخشی اور اسماو صفات کے یہ اصول سہ گانہ جو مذکور ہوئے جو حضرت ذات تعالیٰ وتقدس میں محض اعتبار ہی اعتبار ہیں۔ جو صفات و شیونات کے مبادی ہیں۔ ان اصول سہ گانہ کے کمالات کا حاصل ہونا نفس مطمئنہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کو اس مقام میں اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اسی مقام میں شرح صدر حاصل ہوتا ہے اور سالک اسلام حقیقی سے مشرف ہوتا ہے۔

یہ وہی مقام ہے جہاں نفس مطمئنہ تخت صدر پر جلوس فرماتا ہے اور مقام رضا وارتضا پر ترقی کرتا ہے

Marfat.com

ولایت کبریٰ یعنی ولایت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا انتہا یہی مقام ہے۔

جب سیر یہاں تک ہو چکا تو وہم وخیال میں آیا کہ اب کام سب ختم ہو چکا۔ اتنے میں آواز آئی کہ یہ سب کچھ ابھی اسم ظاہر کی تفصیل تھی۔ اور ابھی پرواز کے لیے ایک بازو میسر ہوا ہے۔ اور اسم باطن۔ جو عالم قدس کی طرف پرواز کرنے کے لیے دوسرا بازو ہے۔ ابھی درپیش ہے۔ جب تو اس کو بھی مفصل طور پر سرانجام کرے گا۔ تو پرواز کے لیے دونوں بازو تجھے حاصل ہوں گے۔ جب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اسم باطن کا سیر بھی سرانجام پا چکا۔ تو دونوں بازو مُیسّر ہو گئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ط

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت بخشی اگر وہ ہم کو ہدایت نہ بخشتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بے شک ہمارے رب کے رُسول حق لے کر آئے ہیں۔

اے فرزند! اسم باطن کے سیر کی نسبت کیا لکھا جائے۔ اس سیر کا حال استتار و تبطن (در پردہ رہنے) کے مناسب ہے۔ البتہ اس قدر بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسم ظاہر کا سیر صفات میں ہے۔ بغیر اس بات کے کہ ان کے ضمن میں ذات ملحوظ ہو۔ اور اسم باطن کا سیر بھی اگرچہ اسماء میں ہے لیکن ان کے ضمن میں ذات ملحوظ ہے۔ اور یہ اسماء ڈھالوں کی طرح ہیں جو حضرت کے روپوش ہیں۔

مثلاً صفت علم میں ہرگز ذات ملحوظ نہیں ہے لیکن اس کے اسم علیم میں پردہ صفت کے پیچھے ذات ملحوظ ہے۔ کیونکہ علیم ایک ذات ہے۔ جس کی صفت علم ہے۔ پس علم کی سیر اسم ظاہر کی سیر ہے۔ اور علیم کی سیر اسم باطن کی سیر۔ باقی تمام صفات و اسما کا حال اسی قیاس پر ہے۔

یہ اسما جو اسم باطن سے تعلق رکھتے ہیں ملائکہ ملائے اعلیٰ علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعینات کے مبادی ہیں۔ اور ان اسماء میں سیر کا آغاز ولایت عُلیا میں جو ملائے اعلیٰ کی ولایت ہے قدم رکھنا ہے

اب علم و علیم اور اس و اسم باطن کے درمیان فرق بیان کیا جاتا ہے تاکہ تو اس فرق کو تھوڑا نہ خیال کرے اور نہ کہے کہ علم سے علیم تک تھوڑا رستہ ہے نہیں۔ بلکہ وہ فرق جو مرکز خاک اور محدّب عرش کے درمیان ہے۔ اس فقر کی نسبت ایسا ہے جیسے دریائے محیط کی نسبت قطرہ کہنے کو نزدیک ہے پر حاصل ہونے میں دُور ہے۔ اور مقامات کو ذکر جو مجمل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ وہ بھی اسی قسم سے ہے۔

مثلاً کہا گیا ہے کہ پنجگانہ عالم امر کو طے کر کے ان کے اصول کا سیر کرے تاکہ دائرہ امکان تمام ہو جائے اس تھوڑی سی عبارت میں سیر الی اللہ کا پوراذ کر آ چکا ہے۔ لیکن اس سیر کے حاصل ہونے میں پنجاہ ہزار سال کی راہ کا

[1] سورۃ معارج پارہ تبارک الذی۔

Marfat.com

اندازہ کیا گیا ہے۔

آیت کریمہ:

تَعْرُجُ الْمَلٰئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ط

فرشتے اور رُوح چڑھتے ہیں اُس دن میں جس کا اندازہ پچاس ہزار سال کا ہے۔

اسی مطلب کی رمز کو بیان کرتی ہے۔

حاصل کلام یہ کہ حق تعالیٰ کے جذبۂ عنایت کے آگے کچھ دُور نہیں ہے کہ اس قدر مدت دراز کے کام کو ایک لحظہ میں میّسر کر دے۔ ع

بر کریماں کارہا دشوار نیست

کریموں کے لیے کوئی کام مشکل نہیں۔

اور اسی طرح ہے جو کہا گیا ہے کہ دائرہ اسماو صفات وشیون واعتبارات کے طے کر کے ان کے اصول میں سیر کرے۔ تمام اسماو صفات وشیون واعتبارات کا طے کرنا کہنے میں آسان ہے۔ لیکن طے کرنے میں مشکل ہے۔ اس طے کی نسبت مشائخ نے فرمایا ہے کہ:

مَنَازِلُ الْوُصُوْلِ لَا تَنْقَطِعُ اَبَدَ الْاٰبِدِيْنَ.

وصول کی منزلیں کبھی ختم نہیں ہوتیں۔

اور ان مراتب کے تمامی سیر سے منع کیا ہے۔

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں

بمیر و تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

نہ اس کے حُسن کی انتہاء ہے اور نہ سعدی کے بیان کی انتہا ہے۔ مرض استسقاء الامر جاتا ہے اور دریا اسی طرح بھرا ہوا باقی ہے۔

تو یہ گمان نہ کرے کہ مراتب کا منقطع نہ ہونا تجلّیات ذاتیہ کے اعتبار سے کہا ہو۔ نہ کہ تجلّیات صفاتیہ کے اعتبار سے۔ اور حُسن سے مراد حُسن ذاتی ہو نہ کہ حُسن صفاتی۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ وہ تجلّیات ذاتیہ شیون و اعتبارات کے ملاحظہ کے بغیر نہیں ہیں۔ اور وہ حُسن ذاتی صفات جمالیہ کے روپوش کے بغیر نہیں ہے۔ کیونکہ اس مقام میں ان روپوشوں کے بغیر گفتگو کی مجال نہیں ہے۔

مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ كَلَّ لِسَانُهٗ.

جس نے اللہ کو پہچانا اُس کی زبان گنگ ہوگئی۔

اور تجلّی ایک قسم کی ظلّیت چاہتی ہے۔ اس لیے اس مقام میں شیون کے ملاحظہ سے چارہ نہیں۔ پس یہ منازل وصول اور مراتب حسن دائرہ اسماو شیونات میں داخل ہیں۔ جن کا منقطع ہونا ان کے نزدیک مشکل ہے لیکن وہ امر جو اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے وہ تجلّیات وظہورات کے ماوراء ہے۔ خواہ وہ تجلّیات ذاتی ہوں خواہ صفاتی۔ اور

Marfat.com

حسن و جمال کے ماوراء ہے خواہ وہ حُسن ذاتی ہو خواہ صفاتی۔

غرض مطالب بلند اور مقاصد ارجمند کے موتیوں کو مختصر طور پر چھوٹی چھوٹی عبارتوں کی لڑی میں پرو دیا ہے۔ اور بے نہایت دریاؤں کو چند کوزوں میں بند کر دیا ہے۔ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقَاصِرِيْنَ پس کوتاہ ہمت نہ ہو۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسم ظاہر اور اسم باطن کے دونوں پَروں کے حاصل ہونے کے بعد جب پرواز میسر ہوئی اور عروج واقع ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ ترقیات اصالت کے طور پر عنصر ناری اور عنصر ہوائی اور عنصر آبی کے نصیب ہیں۔ بلکہ ملائکہ کرام کو بھی ان عناصر سہ گانہ سے نصیب حاصل ہے۔ جیسے کہ وارد ہوا ہے کہ بعض ملائکہ آگ اور برف سے مخلوق ہیں۔ اور ان کی تسبیح۔

سُبْحَانَ الَّذِيْ جَمَعَ بَيْنَ النَّارِ وَالثَّلْجِ   پاک ہے وہ ذات جس نے آگ اور برف کو جمع کر دیا۔

ہے۔ اس سیر کی اثنا میں حالت واقع میں ظاہر ہوا کہ میں ایک راستہ میں جا رہا ہوں اور بہت چلنے کے باعث تھک گیا ہوں۔ اور لاٹھی اور عصا کی خواہش رکھتا ہوں کہ شاید اس کی مدد سے چل سکوں' لیکن نہیں ملتی اور ہر خس و خاشاک کی طرف ہاتھ ڈالتا ہوں۔ تاکہ راستہ پر چلنے کی طاقت حاصل ہو۔ کیونکہ راہ طے کرنے سے چارہ نہ تھا۔ اور جب کچھ مدت اسی طرح چلتا رہا۔ ایک شہر کی فنا (گردنواح کا میدان) ظاہر ہوئی۔ اس فنا کی مسافت طے کرنے کے بعد اس شہر میں داخل ہوا۔ میں نے معلوم کیا کہ یہ شہر تعین اوّل سے مراد ہے جو تمام مراتب اسما اور صفات و شیون و اعتبارات کا جامع ہے۔ اور نیز ان مراتب کے اصول اور اُن کے اصول کا جامع ہے۔ اور اعتبارات ذاتیہ کا منتہا ہے۔ جن کے درمیان تمیز کرنا علم حصولی کے مناسب ہے۔ اس کے بعد اگر سیر واقع ہو تو علم حضور کے مناسب ہوگا۔

اے فرزند! آنحضرت جل سلطانہٗ میں علم حصولی اور علم حضوری کا اطلاق مثال اور نظیر کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ وہ صفات جن کا وجود ذات تعالیٰ کے وجود پر زائد ہے ان کا علم علم حصولی کے مناسب ہے' اور اعتبارات ذاتیہ جن کا ذات تعالیٰ پر زیادہ ہونا ہرگز متصور نہیں' ان کا علم علم حضوری کے مناسب ہے۔ ورنہ وہاں تو سوائے اس تعلق کے جو علم کو اپنے معلوم سے ہے بغیر اس امر کے کہ معلوم کہ نسبت کچھ اس میں حاصل ہوا۔ اور کچھ نہیں ہے۔ فافہم۔

اور یہ تعیّن اول جس سے وہ شہر جامع مراد ہے انبیائے کرام اور ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تمام ولایات کا جامع اور ولایت علیا کا منتہا ہے جو اصلی طور پر ملائے اعلیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس مقام میں ملاحظہ کیا گیا کہ آیا یہ تعین اول حقیقت محمدی ہے یا نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ حقیقت محمدی وہی ہے جو اوپر ذکر ہو چکی ہے۔ اور اس کا تعیّن اوّل اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ وہ اسما و صفات و شیون و اعتبارات کی جامعیت کے اعتبار سے اس تعین اوّل کے ظل کا مرکز ہے۔ اور وہ سیر جو اس شہر کے اُوپر واقع ہو وہ کمالات نبوت کا شروع ہے۔ ان کمالات کا حاصل ہونا انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور یہ کمالات مقام نبوت سے ناشی اور پیدا ہوئے ہیں۔ اور

Marfat.com

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کو بھی ان کی تابعداری کے سبب ان کمالات سے کچھ حصہ مل جاتا ہے۔اور لطائف انسانی کے درمیان عنصر خاک کو اصالت کے طور پر ان کمالات کا بہت سا حصہ حاصل ہے۔باقی تمام اجزائے انسانی خواہ وہ عالم امر سے ہوں خواہ عالم خلق سے سب اس مقام میں اسی عنصر پاک کو تابع ہیں۔اور اسی کے طفیل اس دولت سے مشرف ہیں۔اور چونکہ یہ عنصر بشر کے ساتھ مخصوص ہے۔اس لیے خاص انسان خاص فرشتوں سے افضل ہو گئے۔کیونکہ جو کچھ اس عنصر کو حاصل ہوا ہے اور کسی کو وہ مُیسر نہیں ہوا۔اور دَنُوّ کے بعد تَدَلّی کی حقیقت اسی مقام سے ظاہر ہوتی ہے اور قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کا سر اسی جگہ منکشف ہوتا ہے۔اور اس سیر میں معلوم ہوتا ہے کہ تمام ولایتوں یعنی صغریٰ و کبریٰ و علیا کے کمالات سب مقام نبوت کے کمالات کے ظلال ہیں۔اور وہ کمالات ان کمالات کی حقیقت کے لیے تمام کمالات کے طے کرنے سے زیادہ ہے۔پھر قیاس کرنا چاہیے کہ ان سب کو کمالات کو تمام گزشتہ کمالات کے ساتھ کیا نسبت ہو گی۔دریائے محیط کو بھی قطرہ کے ساتھ کچھ نہ کچھ نسبت ضرور ہے لیکن یہاں تو یہ نسبت بھی مفقود ہے۔ہاں اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ مقام نبوت کو مقام ولایت سے وہ نسبت ہے جو غیر متناہی کو متناہی کے ساتھ ہے۔

سُبحان اللہ! اس سِر سے جاہل کہتا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔اور دوسرا اس معاملہ سے ناواقف ہونے کے باعث اس کی توجیہ میں کہتا ہے کہ نبی کی ولایت نبوت سے افضل ہے۔ کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ چھوٹا منہ بڑی بات۔

اور جب اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اُس کے حبیب ﷺ کے صدقے سے اس سیر کو بھی انجام تک پہنچایا۔تو مشہود ہوا کہ اگر ایک قدم اور سفر میں زیادہ کرے تو عدم محض میں جا پڑے گا۔کیونکہ اس کے آگے عدم محض کے سوا کچھ نہیں۔

اے فرزند! اس ماجرا سے تو یہ وہم نہ کرے کہ عنقا شکار ہو گیا۔اور سیمرغ جال میں پڑ گیا۔

عنقا شکار کس نشو دام باز چیں
کانجا ہمیشہ بدست ست دام را

عنقا کسی کے شکار میں نہیں آ سکتا لہٰذا جال سمیٹ لے کیونکہ یہاں ہمیشہ جال کے حصہ میں ہوا ہی آتی ہے۔

کیونکہ وہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے۔

ہنوز ایوان استغنا بلند است مرا فکرِ رسیدن ناپسند است

ابھی استغنا اور بے پرواہی کا محل بہت بلندی پر ہے اور مجھے وہاں تک پہنچنے کی فکر نہیں۔

وہ ورائیت حجب کے وجود کے اعتبار سے نہیں ہے کیونکہ حجب سب کے سب مرتفع ہو گئے ہیں۔بلکہ

Marfat.com

عظمت و کبریا کے ثبوت کے اعتبار سے ہو جو ادراک کے مانع اور وجدان کے منافی ہے۔ کیونکہ وہ حق سبحانہ وجود میں اقرب ہے اور وجدان و ادراک سے ابعد ہے۔ ہاں بعض کامل مرادوالوں کو انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طفیل عظمت و کبریا کے ان پردوں میں جگہ دیتے ہیں۔

فَعُومِلَ مَعَهُمْ مَاعُومِلَ مَعَهُمْ۔ تو ان کے ساتھ وہ معاملہ ہوا جو ہوا۔

اے فرزند! یہ معاملہ انسان کی اس ہیئت وحدانی سے مخصوص ہے جو عالم خلق اور عالم امر کے مجموعہ سے ناشی ہوئی ہے۔ باوجود اس کے اس مقام میں بھی سب کا رئیس عنصر خاک ہے۔ اور یہ جو کہا ہے کہ:

لَيْسَ وَرَآءَهٗ اِلَّا الْعَدَمُ الْمَحْضُ۔ اس کے آگے سوائے عدم محض کے کچھ نہیں

وہ اس لیے کہ وجود خارجی اور وجود علمی کے تمام ہونے کے بعد عدم کا حاصل ہونا ہے جو اس کی نقیض ہے اور حق سبحانہٗ کی ذات اس وجود و عدم کے ماوراء ہے جس طرح عدم کو وہاں راہ نہیں۔ وجود کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ وہ وجود جس کی نقیض عدم ہو' اس بارگاہ جل شانہٗ کے لائق نہیں ہے۔ اور اگر عبارت کی تنگی کے باعث اس مرتبہ میں وجود کا اطلاق کریں' تو اس سے وہ وجود مراد ہوگا۔ جس کی نقیض بننے کی عدم کو مجال نہیں ہے۔

اور یہ جو اس فقیر نے اپنے بعض مکتوبات میں لکھا ہے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کی حقیقت وجود محض ہے اس معاملہ کی حقیقت کو نہ پانے کے باعث لکھا ہے۔ اور وہ بعض معارف ہو توحید وجودی وغیرہ میں لکھے ہیں وہ بھی اس قسم سے ہیں۔ ان کا سر بھی یہی عدم اطلاع ہے۔ جب معاملہ کی اصل حقیقت سے فقیر کو آگاہ کیا جو کچھ ابتداء اور وسط میں لکھا اور کہا ہے اس سے نادم ہوا۔ اور استغفار کیا۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مِنْ جَمِيْعِ مَا كَرِهَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى۔ میں اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتا ہوں اور اُس کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ ان تمام باتوں سے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔

اس بیان سے روشن ہوا کہ کمالات نبوت مراتب صعود میں ہیں۔ اور نیز نبوت کے عروجات میں توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہے۔ نہ جیسے کہ اکثر نے گمان کیا ہے کہ ولایت میں حق تعالیٰ کی طرف توجہ ہے اور نبوت میں توجہ خلق کی طرف۔ اور ولایت مراتب عروج میں ہے اور نبوت مدراج نزول میں اسی وجہ سے بعض نے وہم کیا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ ہاں نبوت و ولایت میں سے ہر ایک کے لیے عروج و ہبوط ہے۔ عروج میں دونوں کا منہ حق کی طرف ہے اور ہبوط میں دونوں کا منہ خلق کی طرف۔

حاصل کلام یہ ہے کہ نبوت کے مرتبہ ہبوط میں کلی طور پر خلق کی طرف توجہ ہے۔ اور ولایت کے مرتبہ ہبوط میں کلی طور پر خلق کی طرف منہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کا باطن رُو بحق ہے اور اس کا ظاہر رُو بخلق اس کی وجہ یہ ہے کہ صاحب ولایت نے عروج کے مقامات کو تمام نہ کر کے نزول کیا ہے اسی واسطے فوق کی نگرانی ہر دم اس کی دامن گیر

Marfat.com

ہے۔اور خلق کی طرف کلی طور پر اس کی توجہ کی مانع ہے۔ برخلاف صاحب نبوت کے کہ اس نے مقامات عروج کو تمام کر کے ہبوط فرمایا ہے۔اسی واسطے وہ کلی طور پر خلق کی خالق کی طرف دعوت کرنے میں متوجہ ہے:

فَافْهَمْ فَاِنَّ هٰذِهِ الْمَعْرِفَةَ الشَّرِيْفَةَ وَاَمْثَالَهَا مِمَّا اَوْيَتَكَلَّمْ بِهَا اَحَدٌ۔ یہ معرفت شریفہ اور اس قسم کے اور معارف اس قسم کے ہیں کہ پہلے کسی نے بیان نہیں کیے۔

جاننا چاہیے کہ عنصر خاک جس طرح مراتب عروج میں سب سے بالاتر جاتا ہے۔اسی طرح منازل ہبوط میں وہ عنصر سب سے زیادہ نیچے آجاتا ہے۔اور کیونکہ نیچے نہ آئے جب کہ اس کا طبعی مکان سب سے نیچے ہے۔اور چونکہ سب سے زیادہ نیچے ہے اسی واسطے اس کے صاحب کی دعوت اتم ہے اور اس کا افادہ اکمل ہے۔

اے فرزند! جان لے کہ جب طریقہ نقشبندیہ میں سیر کی ابتدا قلب سے ہے جو عالم امر سے تو بات کی ابتدا بھی عالم امر سے کی گئی۔ برخلاف مشائخ کرام کے باقی طریقوں کے جو شروع میں تزکیہ نفس کرتے ہیں اور قالب یعنی وجود کو پاک فرماتے ہیں۔اور بعد از اں عالم امر میں آتے ہیں۔اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہو اس میں عروج کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی نہایت ان بزرگواروں کی بدایت میں مندرج ہے۔اور یہ طریق سب طریقوں سے اقرب ہے۔ کیونکہ ان کے اس سیر کے ضمن میں تزکیہ وتطہیر بہت اچھی طرح حاصل ہو جاتا ہے اور مسافت کوتاہ ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان بزرگواروں نے عالم خلق کی سیر کو قصداً ضائع اور بے کار ہی نہیں جانا' بلکہ مطلب کے پانے میں مضر و مانع یقین کیا ہے۔ کیونکہ سالکان طریق مشکل سے مشکل ریاضتوں اور سخت سے سخت مجاہدوں اور تزکیہ کے قدم کے ساتھ عالم خلق کی صورت کے جنگلوں کو قطع کر کے جب عالم امر کا سیر شروع کرتے ہیں۔اور انجذاب قلبی اور التذاذ روحی میں پڑتے ہیں تو بسا اوقات ایسا ہوا کرتا ہے کہ اکثر اسی انجذاب پر قناعت کرتے اور اسی التذاذ پر کفایت کرتے ہیں۔اور اس عالم کے لامکان ہونے کا گمان دامن گیر ہو جاتا ہے۔ اور اس عالم کی بیچونی کی آمیزش ان کو بیچون حقیقی سے ہٹا رکھتی ہے۔

شاید اسی مقام پر کسی سالک نے کہا ہے کہ میں تیس (۳۰) سال تک روح کو خدا سمجھ کر اس کی پرستش کرتا رہا۔اور دوسرے نے کہا ہے کہ استویٰ کا سر اور عرش پر تنزیہ کا ظہور معارف غامضہ سے ہے۔

اور بیان سابق سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ تنزیہ بھی دائرہ مکان میں داخل ہے۔ ہاں تنزیہ نُما ہے۔اور حقیقت میں تشبیہ ہے۔ برخلاف اس طریقہ علیہ کے بزرگواروں کے جو مقام جذبہ سے شروع کرتے ہیں۔اور اس التذاذ کی مدد سے ترقی کرتے ہیں۔ یہ انجذاب والتذاذ ان بزرگواروں کے حق میں ایسا ہے' جیسے دوسروں کے حق میں ریاضتیں اور مجاہدے۔ پس جو کچھ دوسروں کے لیے واصول کا مانع ہے۔ وہ ان بزرگواروں کے لیے مدومعاون ہے۔عالم امر کی لامکانیت کو عین مکانیت تصور کر کے حقیقی لامکانی کی طرف توجہ کرتے ہیں۔اور اس عالم کی چونی کو عین چون جان کر بیچون حقیقی کی طرف ترقی کرتے ہیں۔اسی واسطے دوسروں کی طرح وجد وحال کے غرور پر

Marfat.com

مفتون نہیں ہوتے۔ اور بچوں کی طرح اس راہ کے جوز و مویز پر فریفتہ نہیں ہوتے اور ترہات صوفیہ پر خوش نہیں ہوتے۔ اور شطحیات مشائخ پر فخر نہیں کرتے اور احدیت صرف کی طرف متوجہ ہیں اور اسم وصفت سے ذات مقدس کے سوا کچھ نہیں چاہتے۔

جاننا چاہیے کہ یہ عروج جو پہلے ذکر ہو چکا ہے محمدی المشرب کے ساتھ مخصوص ہے جو تام الاستعداد ہے اور جو عالم امر کے جواہر خمسہ کے کمالات سے حصہ رکھتا ہے۔ خواہ عالم صغیر ہو خواہ کبیر۔ اور ایسے ہی پنجگانہ اصول سے جو اسماوجوبی کے ظلال ہیں خط وافر رکھتا ہے اور ایسے ہی ان ظلال کے اصول سے جو اسماوصفات کا مقام ہے۔ بہرہ ور ہوتا ہے۔

اور یہ جو کہا ہے کہ تمام الاستعداد ہو۔ وہ اس سے کہا ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بظاہر محمدی المشرب کو کمالات اخفےٰ ...... سے بھی جو مراتب امر کا نہایت ہے۔ حصہ حاصل ہوتا ہے۔ لیکن معاملہ اخفےٰ کو انجام تک نہیں پہنچاتا۔ اور اس کے اخیری نقطہ تک منتہی نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی ابتدا یا وسط میں رہ جاتا ہے اور جب اخفیٰ میں کوتاہی کرے تو اس کے اندازہ کے موافق اس کے اصول میں کوتاہی کرے گا اور کام کو انجام تک نہ پہنچائے گا۔ عالم امر کے باقی چارگانہ مراتب میں بھی یہی نسبت ہے کہ ہر مرتبہ کی استعداد کا کامل ہونا اس کے اخیری نقطہ تک پہنچنے سے وابستہ ہے۔ ابتدا اور وسط نقص کی خبر دیتا ہے اگرچہ نہایت سے بال کے برابر کم ہو۔

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست
درونِ دیدہ اگر نیم موست بسیار است

دوست کی جُدائی اگر تھوڑی بھی ہو تو تھوڑی نہیں آنکھ میں اگر آدھا بال پڑ جائے تو بھی بہت ہے۔

اور یہ کوتاہی اصول اور اصولِ اصول میں سرایت کر جائے گی۔ اور مطلب تک پہنچنے سے روک دے گی اور یہ جو کہا ہے کہ یہ بیان محمدی المشرب کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس لیے کہا ہے کہ محمدی المشرب کے سوا کسی ایک کا کمال درجات ولایت میں سے اوّل درجہ تک ہی محدود رہتا ہے۔ اور درجہ اوّل سے مراد مرتبہ قلب ہے۔ اور دوسرے کا کمال درجات ولایت میں سے دوسرے درجہ یعنی مقام روح تک محدود ہوتا ہے۔ اور تیسرے شخص کے کمال کا عروج تیسرے درجے تک ہوتا ہے۔ جو مقام سر ہے۔ اور چوتھے شخص کے کمال کا عروج چوتھے درجے تک ہوتا ہے جو مقام خفی ہے۔ درجہ اوّل کی مناسبت صفاتِ افعال کی تجلّی کے ساتھ ہے۔ اور درجہ دوم کی مناسبت صفاتِ ثبوتیہ ذاتیہ کی تجلّی سے۔ اور درجہ سوم کی مناسبت شیون واعتبارات ذاتیہ کے ساتھ۔ اور درجہ چہارم کو صفات سلبیہ کے ساتھ تقدیس وتنزیہ کا مقام ہے' مناسبت ہے۔ اور درجاتِ ولایت میں سے ہر ایک درجہ انبیائے اولوالعزم میں سے ایک نبی کے قدم کے نیچے ہے۔

ولایت کا درجہ اوّل حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم کے نیچے ہے' اس کا رب صفتِ

Marfat.com

التکوین ہے جو افعال کے صادر ہونے کا منشا ہے۔ اور درجہ دوم حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے۔ اور حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس مقام میں مشارکت رکھتے ہیں۔ ان کا رب صفت العلم ہے جو صفات ذاتیہ میں سے اجمع ہے اور درجہ سوم حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے۔ اس کا رب مقام شیونات سے شان الکلام ہے۔ اور درجہ چہارم حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے۔ اس کا رب صفات سلبیہ سے ہے جو مقام تقدیس وتنزیہ ہے نہ ثبوتیہ سے۔ اور اکثر ملائکہ کرام اس مقام میں حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مشارکت رکھتے ہیں۔ اور ان کو اس مقام میں شان عظیم حاصل ہے۔ اور درجہ پنجم خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے۔ اس کا ربّ رب الارباب ہے جو صفات وشیونات وتقدیسات وتنزیہات کا جامع اور ان کمالات کے دائرہ کا مرکز ہے اور مرتبہ شیونات و صفات میں اس رب جامع کی تعبیر شان العلم کے ساتھ مناسب ہے۔ کیونکہ یہ شان عظیم الشان تمام کمالات کا جامع ہے۔ اسی مناسبت کے سبب سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملّت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملت ہوئی۔ اور ان کا قبلہ ان کا قبلہ بنا علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

جاننا چاہیے کہ اقدام ولایت کا ایک دوسرے سے افضل ہونا درجوں کے مقدم ومؤخر ہونے کے اعتبار سے نہیں ہے۔ تاکہ صاحب اخفیٰ دوسروں سے افضل ہو۔ بلکہ اصل سے قریب وبعید ہونے اور درجات ظلال کی منزلوں کو زیادہ اور کم طے کرنے کے اعتبار سے ہے۔ پس ہوسکتا ہے کہ صاحب قلب اصل سے قریب ہونے کے اعتبار سے صاحب اخفیٰ سے جس کو یہ قرب حاصل نہیں۔ افضل ہو اور کیونکر نہ ہو جب کہ نبی کی وہ ولایت جو ولایت کے درجہ اوّل میں ہے اس ولی کی ولایت سے قطعی طور پر افضل ہے جو اخیری درجہ میں ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ لطائف کا مذکورہ بالا ترتیب کے ساتھ سلوک کرنا یعنی قلب سے روح اور روح سے سر اور سر اور خفی سے اخفیٰ تک پہنچنا بھی محمدی المشرب کے ساتھ مخصوص ہے جو ترتیب وار ان پنجگانہ عالم امر کو تمام کر کے بترتیب ان کے اصول میں سیر کرتا ہے۔ بعد ازاں اصول اصول میں اسی ترتیب کو مدنظر رکھ کر کام کو سرانجام کرتا ہے۔ اور احدیت کی طرف متوجہ ہونے والوں کے لیے یہ راستہ اس مذکورہ بالا ترتیب سے وصول کے لیے شاہراہ اور صراط مستقیم ہے۔ برخلاف دوسری ولایتوں کے کہ ان میں گویا ہر درجہ سے نقب کھود کر مطلوب تک لے گئے ہیں۔ یعنی مقام قلب سے نقب کھود کر صفات افعال تک جو اس کی اصل کا اصل ہے لے گئے ہیں۔ اور اسی طرح مقام رُوح سے نقب کھود کر صفات ذاتیہ تک لے گئے ہیں علیٰ ہذا القیاس۔ اور شک نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کے افعال وصفات اس کی ذات سے منفک نہیں ہیں۔ اگر انفکاک ہے تو ظلال میں ہے۔ پس اس مقام میں افعال وصفات کے واصلوں کو بھی ذات بیچون تعالیٰ وتقدس کی تجلیات سے حصہ حاصل ہوگا۔ جس طرح کہ صاحب اخفیٰ کو اس کام کے تمام کرنے کے بعد یہ دولت میسر ہوگی۔ اگرچہ علو وسفل یعنی بلندی وپستی کے اعتبار سے تفاوت باقی رہے گا۔ اور صاحب قلب

Marfat.com

صاحب اخفیٰ کے ساتھ برابری نہ کر سکے گا۔ لیکن اس جگہ تو یہ غلطی نہ کرے کہ یہ تفاوت اولیا کے درمیان متصور ہے۔ کیونکہ مرتبہ کمال تک دونوں کے پہنچنے کے بعد ولایت قلب والا ولایت اخفیٰ والے سے کم درجے کا ہے۔ لیکن اولیا اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت یہ تفاوت مفقود ہے۔ کیونکہ نبی کی ولایت جو مقام قلب سے قاضی ہے۔ ولی کی ولایت سے جو مقام اخفیٰ سے ناشی ہوئی ہے افضل ہے۔ اگر چہ اس ولی نے اخفیٰ کے کمالات کو انجام تک پہنچایا ہو۔ اور اس صاحب ولایت کا سر اس ولایت کے نبی کے زیر قدم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَ ۝

بے شک ہمارے مُرسل بندوں کے لیے ہمارا وعدہ ہو چکا کہ یہی فتح مند ہیں۔ اور یہی ہمارا لشکر غالب ہے۔[1]

ہاں یہ تفاوت انبیا کے درمیان ایک دوسرے کے ساتھ متصور ہے۔ اور بلندی والا پستی والے سے افضل ہے۔ لیکن یہ تفاوت انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام میں بھی عالم امر کے دائرہ کمالات کے اخیر تک ہے۔ بعد ازاں یہ تفاضل اس بلندی و پستی پر منحصر نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس مقام میں اس پستی والا اس بلند والے سے افضل ہو۔ جیسے کہ ہم نے اس مقام میں حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہما الصلوٰۃ والسلام کے درمیان اس تفاوت کو مشاہدہ کیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ اس مقام میں جسیم اور شان عظیم کے ساتھ ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ جسامت اور شان حاصل نہیں ہے۔

لیکن ہم نے معلوم کیا ہے کہ اس مقام میں یہ تفاوت اس بلندی و پستی کے سوا ایک اور امر کے سبب سے ہے۔ جس کو ہم ان شاء اللہ تعالیٰ اسے حسن توفیق اور کمال منت اور کرم کے ساتھ اس کے بعد مفصل طور پر ابھی بیان کریں گے۔

اسی طرح یہ تفاوت حضرت خلیل الرحمٰن علیہ السلام اور حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا باقی تمام پیغمبروں علیہم الصلوٰۃ والسلام کے درمیان ان کے کمالات میں جو کعبہ ربانی کی حقیقت کے ساتھ جو تمام حقائق بشریت اور ملکیت سے برتر ہے۔ تعلق رکھتے ہیں، مشاہدہ کیا کہ حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس جگہ وہ شان عظیم اور مرتبہ بلند حاصل ہے جو کسی اور کو میسر نہیں ہوا۔

اس مقام عجیب میں جو عظمت و کبریا کے پردوں کے ظہور کا مقام ہے اس مقام کے مرکز یعنی مقام اجمال کے کمالات حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نصیب ہیں۔ اور باقی سب مفصل طور پر حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے مسلم ہیں۔ اور باقی جس قدر انبیا اور کامل اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں، سب اس جگہ

[1] سورہ الصافات، پارہ ۲۳۔

Marfat.com

ان کے طفیلی ہیں۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ ہمارے پیغمبر ﷺ نے اس اجمال کی تفصیل طلب فرمائی ہے چنانچہ اپنے مسئولہ صلوات و برکات کو حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی صلوات و برکات کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔لیکن اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے کہ ہزار سال کے بعد وہ تفصیل آپ کو بھی میسر ہوگئی۔اور آپ کا سوال قبول ہوا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى جَمِيْعِ نِعْمَآئِهٖ۔ اس پر اور تمام نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔

اس مقام عالی کے کمالات تمام ولایتوں کے کمالات اور نبوت و رسالت کے کمالات سے برتر ہیں۔اور کیونکر برتر نہ ہوں جب کہ یہی حقیقت انبیائے کرام اور ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مسجود الیہ ہے۔

اور اس فقیر نے رسالہ مبدء و معاد میں جو یہ لکھا ہے کہ حقیقت محمدی اپنے مقام سے عروج کر کے حقیقت کعبہ کے مقام تک جو اس نے برتر ہے پہنچ کر متحد ہو جاتی ہے۔اور حقیقت محمدی اس جگہ حقیقت احمدی نام پاتی ہے۔ کعبہ کی وہ حقیقت اس حقیقت کے ظلال میں سے ایک ظل ہے کہ یہ فقیر اس حقیقت کے عدم ظہور کے وقت ان سب کو حقیقت سمجھتا تھا۔اس قسم کے اشتباہ واقع ہوتے ہیں کہ اصل کے ظاہر نہ ہونے کے وقت ظل کو اصل سمجھتا ہے اور اس کا نام حقیقت رکھتا ہے۔یہی باعث ہے کہ ایک مقام چند مرتبہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مقام کے ظہورات اس مقام کے ظلال کے اعتبار سے ہیں۔اصل میں اس مقام کی حقیقت وہی ہے جو مرتبہ اخیر میں ظاہر ہوئی ہے۔

اگر کہیں کہ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ یہ مرتبہ اس کے ظہورات کا اخیری مرتبہ ہے تا کہ اس کو حقیقت سمجھا جائے تو میں کہتا ہوں کہ ظہورات سابق کا ظلیت کا علم حاصل ہونا۔اس ظہور کی آخریت پر شاہد عدل ہے۔کیونکہ یہ علم ظہورات سابقہ کے وقت حاصل نہیں ہے۔بلکہ ہر ظہور کو حقیقت جانتا ہے۔اور کسی کو ظلال خیال نہیں کرتا اگرچہ نہیں جانتا کہ ان حقائق کا اختلاف کہاں سے پیدا ہوا ہے۔فافہم

اے فرزند! معارف سابقہ سے معلوم ہوا ہے کہ وہ کمالات جو عالم امر سے تعلق رکھتے ہیں۔ان کمالات کے لیے جو عالم خلق کے متعلق ہیں مقدمات اور زینوں کی طرح ہیں۔پہلے کمالات ظلیت سے خالی نہیں ہیں اور مقامات ولایت سے مخصوص ہیں۔اور دوسرے کمالات نے ظلیت کی آمیزش سے جو اس نشاءِ دنیویہ کے ظہورات کے مناسب ہے۔خالی ہو کر مقامات نبوت سے کامل حصہ حاصل کیا ہے۔پس طریقت و حقیقت جو ولایت سے وابستہ ہیں۔دونوں شریعت کے لیے جو مقام نبوت سے ناشی ہے بمنزلہ خادموں کے ہیں۔اور نبوت کے عروج کے لیے ولایت بمنزلہ زینہ کے ہے۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ وہ سیر جو بزرگانِ نقشبندیہ قدس سرہم نے اختیار کی ہے اور اس کو عالم امر سے شروع کیا ہے۔نہایت ہی بہتر اور مناسب ہے۔کیونکہ ادنیٰ سے (جو عالم امر ہے) اعلیٰ کی طرف (جو عالم خلق

Marfat.com

ہے) ترقی کرنی چاہیے۔ نہ کہ اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف۔ لیکن کیا کیا جائے یہ معما سب پر نہیں کھلا دوسروں نے صورت پر نظر ڈال کر عالم خلق کو پست دیکھا ہے۔ اور پستی سے شروع کر کے بلندی صوری کی طرف ترقی کی ہے اور یہ نہیں سمجھے کہ اصل معاملہ دگرگوں ہے اور پستی حقیقت میں بلندی ہے اور بلندی پستی ہے۔ ہاں نقطۂ آخر جو عالم خلق ہے نقطۂ اوّل سے کہ اصل الاصل ہے نزدیک ہوا ہوا ہے۔ یہ قرب کسی اور نقطہ کو میسر نہیں ہوا۔ ع

کہ مستحق کرامت گناہ گارانند

گناہ گار مستحق کرامت ہیں۔

یہ دید چراغ نبوت سے مقتبس ہے۔ اور ارباب ولایت کو اس معرفت سے بہت کم حصہ حاصل ہوتا ہے انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام نے عالم امر سے سیر شروع کیا ہے۔ اور حقیقت سے شریعت کی طرف آئے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اُن کامل اولیا کے لیے جن کا سیر انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سیر کے موافق ہوا ہے۔ ابتدا میں شریعت کی صورت ہے اور وسط میں طریقت و حقیقت جو ولایت سے تعلق رکھتی ہیں اور عالم امر کے مناسب ہیں۔ اور آخر میں شریعت کی حقیقت ہے۔ جو نبوت کا ثمرہ ہے۔

پس ثابت ہوا کہ طریقت و حقیقت کا حاصل ہونا شریعت کی حقیقت حاصل ہونے کے لیے مقدمہ ہے۔ پس اولیائے کامل کی بدایت اور انبیائے مرسل کی بدایت حقیقت ہے اور دونوں کی نہایت شریعت تو جس نے یہ کہا کہ اولیا کی بدایت انبیا کی نہایت ہے اور اولیا کی بدایت اور انبیا کی نہایت سے شریعت مراد رکھی ہے۔ اس کے کچھ معنی نہیں ہیں۔ چونکہ وہ بے چارا اصل حقیقت سے واقفیت نہ رکھتا تھا۔ اس لیے اس طرح کا سطحی کلام کہہ دیا۔ ان معارف کو اگر چہ کسی نے نہیں کہا بلکہ اکثر نے ان کے برخلاف کہا ہے۔ اور ادراک سے بعید معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن وہ منصف جو انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بزرگی کی طرف نظر کرے اور شریعت کی عظمت اُس پر غالب ہو اُمید ہے کہ ان اَسرار غامضہ کو قبول کرلے گا۔ اور اس قبول کو اپنے ایمان کو زیادت کا وسیلہ بنائے گا۔

اے فرزند! سُن لے کہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام نے دعوت کو عالم خلق پر منحصر رکھا ہے:

بُنِیَ[1] الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ . اسلام کی بنا پانچ ہیں۔

اور چونکہ قلب کو عالم خلق سے زیادہ مناسبت تھی۔ اس لیے اس کی تصدیق کی بھی دعوت فرمائی اور قلب کے ماسویٰ کی نسبت کچھ نہ فرمایا۔ بلکہ اس کو مطروح فی الطریق (راستہ کے کوڑے کرکٹ) کی طرح سمجھا اور اس کو بے مطلب جانا۔ ہاں بہشت کی نعمتیں اور دوزخ کے رنج اور دیدار کی دولت اور حرمان کی بدبختی سب عالم خلق سے وابستہ ہیں۔ عالم امر کے ساتھ ان کو کچھ تعلق نہیں ہے۔ دوسرے وہ عمل جو فرض و واجب و سنت ہیں۔ ان کا بجالانا قالب سے

[1] بخاری و مسلم بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

Marfat.com

تعلق رکھتا ہے جو عالم خلق سے ہے۔ اور اعمال نافلہ عالم امر کا نصیب ہیں۔ پس وہ قرب جو ان اعمال کے ادا کرنے کا ثمرہ ہے اعمال کے اندازہ کے موافق ہوگا۔ پس ناچار وہ قرب جو فرائض کے ادا کرنے کا ثمرہ ہے عالم خلق کا نصیب ہے۔ اور وہ قرب جو ادائے نوافل کا ثمرہ ہے عالم امر کے نصیب ہے۔ اور شک نہیں کہ نفل فرض کے مقابلہ میں کسی گنتی میں نہیں ہیں۔ کاش کہ ان کے درمیان قطرہ اور دریائے محیط کی ہی نسبت ہوتی۔ بلکہ نفل کی سنت کے مقابلہ میں یہی نسبت ہے۔ اگرچہ سنت و فرض کے درمیان بھی قطرہ اور دریا کی نسبت ہے۔ پس دونوں قربوں کے درمیان تفاوت اس سے قیاس کرنا چاہیئے اور عالم خلق کی زیادت عالم امر پر اس تفاوت سے سمجھ لینی چاہیے۔ اگر لوگ چونکہ اس معنی سے بے نصیب ہیں۔ فرائض کو خراب کر کے نوافل کی ترویج میں کوشش کرتے ہیں۔

صوفیہ خام ذکر و فکر کو ضروری سمجھ کر فرضوں اور سنتوں کے بجالانے میں سستی کرتے ہیں۔ اور چلّہ اور ریاضتیں اختیار کر کے جمعہ و جماعت کو ترک کر دیتے ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ ایک فرض کا جماعت کیساتھ ادا کرنا ان کے ہزاروں چلّوں سے بہتر ہے۔ ہاں آداب شرعیہ کو مدّ نظر رکھ کر ذکر و فکر میں مشغول ہونا بہت ہی بہتر اور ضروری ہے۔

اور علمائے بے سرانجام بھی نوافل کی ترویج میں سعی کرتے ہیں اور فرائض کو خراب و ابتر کرتے ہیں مثلاً نماز عاشورہ کو جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحت تک نہیں پہنچی، جماعت اور جمعیت تمام سے ادا کرتے ہیں۔ حالانکہ جانتے ہیں کہ فقہ کی روایتیں نفلی جماعت کی کراہت پر ناطق ہیں۔ اور فرضوں کے ادا کرنے میں سستی کرتے ہیں۔ ایسا کم ہے کہ فرض کو مستحب وقت میں ادا کریں۔ بلکہ اصل وقت سے تجاوز کر جاتے ہیں اور جماعت کی بھی چنداں قید نہیں رکھتے۔ جماعت میں ایک یا دو آدمیوں پر قناعت کرتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات تنہا ہی کفایت کرتے ہیں۔ جب اسلام کے پیشواؤں کا یہ حال ہو۔ تو پھر عوام کا کیا حال بیان کیا جائے۔ اس عمل کو کم بختی سے اسلام میں ضعف پیدا ہو گیا ہے۔ اور اسی فعل کی ظلمت سے بدعت و ہوا ظاہر ہو گئی ہے۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

میں نے تھوڑا سا دل کا غم بیان کیا ہے مجھے ڈر ہے کہ تو دل آزردہ ہوگا۔ ورنہ باتیں بہت ہیں۔

نیز نوافل کا ادا کرنا ظلی قُرب بخشتا ہے۔ اور فرائض کا ادا کرنا قرب اصلی۔ جس میں ظلیت کی آمیزش نہیں ہے۔ ہاں وہ نوافل جو فرائض کی تکمیل کے لیے ادا کیے جائیں وہ بھی قرب اصل کے ممدّ و معاون ہیں اور فرض کے ملحقات میں سے ہیں۔ پس ناچار فرائض کا ادا کرنا عالم خلق کے مناسب ہے۔ جو اصل کی طرف متوجہ ہے۔ اور نوافل کا ادا کرنا عالم امر کے مناسب ہے جس کا منہ ظل کی طرف ہے۔ فرائض اگرچہ سب کے سب اصلی قرب بخشتے

Marfat.com

ہیں۔ لیکن ان میں سے افضل و اکمل نماز ہے۔ حدیث:

[1] اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ نماز مومنوں کا معراج ہے۔

اور

[2] اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِی الصَّلٰوۃِ ۔ بندے کو زیادہ قرب نماز میں ہوتا ہے۔

تو نے سنا ہوگا۔ وہ وقت خاص جو حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو حاصل تھا۔ جس کی تعبیر لِی [1] مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ سے کی ہے۔ فقیر کے نزدیک نماز ہی ہوا ہے۔ نماز ہی گناہوں کا کفارہ ہے۔ اور نماز ہی فحشا اور منکر سے روکتی ہے۔ وہ نماز ہی ہے جس میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی راحت ڈھونڈتے تھے۔ جیسے کہ آپ فرمایا کرتے تھے [2] اَرِحْنِیْ یَا بِلَالُ ۔ (اے بلال مجھے آرام دے) اور نماز ہی دین کا ستون ہے۔ اور نماز ہی کفر اور اسلام کے درمیان فرق ہے۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور عالم امر پر عالم کی زیادت کی نسبت کچھ کہتے ہیں کہ عالم امر نے اسی جگہ پورا حظ لے لیا ہے اور مشاہدہ اور معائنہ حاصل کیا ہے۔ کل بہشت میں معاملہ عالم خلق سے ساتھ پڑے گا۔ اور بلا کیف دیدار اسی کو میسر ہوگا۔

اور نیز مشاہدہ کا متعلق وجوب کے ظلال مین سے ایک ظل ہے۔ اور آخرت میں واجب الوجود کا دیدار۔ پس جس قدر مشاہدہ اور رویت اور ظلیت اور اصلیت کے درمیان فرق ہے۔ اسی قدر فرق عالم امر و عالم خالق میں پہچان لے۔

اور نیز جان لے کہ مشاہدہ ولایت کا ثمرہ ہے اور رویت نبوت کا ثمرہ۔ جو انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کے باعث عام تابعداروں کو بھی میسر ہوگی۔ اس بات سے ولایت و نبوت کے درمیان بھی فرق معلوم کرے۔

تنبیہ: جس عارف کو عالم امر کے ساتھ زیادہ مناسبت ہوگی۔ اس کا قدم کمالات ولایت میں زیادہ تر ہوگا اور جس کو عالم خلق کے ساتھ زیادہ مناسبت ہوگی اس کا قدم کمالات نبوت سے بڑھ کر ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام ولایت میں قدم آگے رکھتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قدم نبوت میں زیادہ تر ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام مین عالم امر کی نسبت بلند ہے۔ جس کے باعث وہ روحانیوں سے مل گئے۔ اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام میں عالم خلق کی جانب غالب ہے۔ جس کے باعث انہوں نے مشاہدہ پر کفایت نہ کر کے رویت بصر طلب فرمائی۔

---

[1] یہ حدیث صوفیہ میں مشہور ہے۔ [2] مسلم ابوداؤد نسائی بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

[1] رسالہ قشیریہ میں یہ حدیث موجود ہے۔ [2] دارقطنی و ابوداؤد

Marfat.com

کمالات نبوت میں انبیاء کے متفاوت ہونے کا سبب جس کے بیان کرنے کا پہلے وعدہ کیا تھا۔ یہی ہے نہ کہ بعض لطائف کی بلندی اور بعض کی پستی جو کمالاتِ ولایت کے تفاوت میں معتبر ہے۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ اللہ تعالیٰ بہتری کا الہام کرنے والا ہے۔

اے فرزند! چونکہ علوم نبوت یعنی شرائع و احکام قالب کے ساتھ زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی عالم خلق کے ساتھ زیادہ مناسبت ہے۔ اس لیے بعض نے گمان کیا ہے کہ نبوت مقامات قرب تک جو ولایت سے تعلق رکھتے ہیں۔ عروج کرنے کے بعد خلق کی دعوت کے لیے نزول کرنے سے مراد ہے۔ اور نہیں سمجھے کہ نہایت عروج اور غایت قرب اسی مقام میں ہے۔ اور وہ قرب جو پہلے حاصل ہوا تھا وہ اس قرب کے ظلال میں سے ایک ظل ہے۔ جو بعد کی صورت میں متصور ہوتا ہے۔ اور وہ عروج جو اوّل میسر ہوا تھا۔ وہ اس عروج کے عکسوں میں سے ایک عکس ہے جو بظاہر نزول دکھائی دیتا ہے۔ تو نہیں دیکھتا کہ دائرہ کا مرکز دائرہ کے محیط کی نسبت سب سے زیادہ بعید نقطہ ہے۔ حالانکہ حقیقت میں کوئی نقطہ مرکز کے سوا محیط کے زیادہ قریب نہیں ہے۔ کیونکہ محیط اس نقطہ اجمال کی تفصیل ہے اور یہ نسبت کسی اور نقطہ کو میسر نہیں۔ عوام ظاہر بین اس اقربیت کو نہیں پا سکتے۔ اس لیے اس نقطہ کے ابعد ہونے کا حکم کرتے ہیں۔ اور اس نقطہ کے اقرب ہونے کے حکم کو جہل مرکب تصور کرتے ہیں۔ اور اس حکم کے دینے والے کو جاہل اور احمق سمجھتے ہیں۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ۔ (اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے جو تم اس کی وصف بیان کرتے ہو)

جاننا چاہیے کہ مطمئنہ شرح صدر حاصل ہونے کے بعد جو ولایت کبریٰ کے لوازم سے ہے اپنے مقام سے عروج فرما کر تخت صدر پر چڑھ جاتا ہے۔ اور وہاں تمکین و سلطنت حاصل کر لیتا ہے۔ اور ممالک قرب پر غلبہ پالیتا ہے۔ یہ تخت صدر حقیقت میں ولایت کبریٰ کے عروج کے تمام مقامات سے برتر ہے۔ اس تخت پر چڑھنے والے کی نظر بطن کی طرف نفوذ کرتی ہے۔ اور غیب الغیب میں سرایت کر جاتی ہے۔ ہاں جو شخص بہت اُونچے مکان پر چڑھ جائے اس کی نظر بھی بہت دور تک نفوذ کر جاتی ہے۔ اور اس مطمئنہ کی تمکین کے بعد عقل بھی اپنے مقام سے نکل کر اس سے مل جاتی ہے اور عقل معاد نام پاتی ہے۔ اور دونوں اتفاق بلکہ اتحاد سے اپنے کام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

اے فرزند! اس مطمئنہ کے لیے اب مخالفت کی گنجائش اور سرکشی کی مجال نہیں رہی۔ اور پورے طور پر مقصود کے حاصل کرنے کے درپے ہے۔ رضائے پروردگار کے سوا اس کا کوئی ارادہ نہیں۔ اور حق تعالیٰ کی اطاعت و عبادت کے سوائے اس کا کچھ مطلب نہیں۔ سبحان اللہ! وہ لمّارہ جو اول بدترین خلائق تھا۔ اطمینان اور حضرت سبحان کی رضا حاصل ہونے کے بعد عالم امر کے لطائف کا رئیس ہو گیا اور اپنے ہمسروں کا سردار بن گیا۔

مخبر صادق علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا سچ فرمایا ہے:

Marfat.com

[1] خِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا۔ جو لوگ جاہلیت میں تم سے اچھے تھے وہ اسلام میں بھی تم سے اچھے ہیں جب انہوں نے دین سمجھ لیا۔

اس کے بعد اگر خلاف اور سرکشی کی صورت ہے تو اس کا منشا اربع عناصر کی مختلف طبائع ہیں۔ جو قالب کے اجزا ہیں۔ یعنی اگر قوت غضبیہ ہے تو وہیں سے پیدا ہے۔ اور اگر شہویہ ہے تو وہیں سے ظاہر ہے۔ اور اگر خست و کمینہ پن ہے تو وہ بھی وہیں سے ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ تمام حیوانات جن میں نفس لمارہ نہیں ہے۔ ان کو یہ اوصاف رذیلہ پورے اور کامل طور پر حاصل ہیں۔ پس ہو سکتا ہے کہ مراد اس جہاد اکبر سے جو حضرت پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

[2] رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ۔ ہم نے جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف رجوع کی۔

جہاد با قالب ہو نہ کہ جہاد بانفس۔ جیسے کہ کہا گیا ہے۔ کیونکہ نفس اطمینان تک پہنچ چکا ہے۔ اور راضی و مرضی ہو گیا ہے۔ پس خلاف وسرکشی کی صورت اس سے متصور نہ ہو گی۔ اور اجزائے قالب سے خلاف وسرکشی کی صورت سے مراد ترک اولیٰ اور امور مرخصہ کے ارتکاب اور ترک عزیمت کا ارادہ ہے نہ کہ اشیاء محرمہ کے ارتکاب اور ترک فرائض وواجبات کا ارادہ کہ یہ اس کے حق میں نصیب اعدا ہو چکا ہے۔

اے فرزند! عناصر اربعہ کے کمالات اگرچہ مطمئنہ کے کمالات سے برتر ہیں۔ جیسے کہ گزر چکا۔ لیکن مطمئنہ چونکہ مقام ولایت سے مناسبت رکھتا ہے اور عالم امر سے ملحق ہوا ہے۔ اس لیے صاحب سکر ہے اور مقام استغراق میں ہے۔ اور اسی سبب سے اس میں مخالفت کی مجال نہیں رہی۔ اور عناصر کی مناسبت چونکہ مقام نبوت کے ساتھ زیادہ ہے۔ اس لیے صحوان میں غالب ہے۔ اور اسی سبب سے بعض منافعوں اور فائدوں کے لیے جو ان سے متعلق ہیں مخالفت کی صورت ان میں باقی ہے۔ فافہم

جاننا چاہیے کہ منصب نبوت حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیٰ آلہ الصلوۃ والسلام پر ختم ہو چکا ہے۔ لیکن اس منصب کے کمالات سے تابعداری کے باعث آپ کے تابعداروں کو بھی کامل حصہ حاصل ہوا ہے۔ یہ کمالات طبقہ صحابہ میں زیادہ ہیں۔ اور تابعین اور تبع تابعین میں بھی اس دولت نے کچھ کچھ اثر کیا ہوا ہے۔ اس کے بعد یہ کمالات پوشیدہ ہو گئے ہیں۔ اور ولایت ظلی کے کمالات جلوہ گر ہوئے ہیں۔ لیکن امید ہے کہ ہزار سال گزرنے

---

[1] بخاری و مسلم شریف بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

[2] اس حدیث کی تخریج وتحقیق مکتوب نمبر ۴۱ دفتر اوّل میں ہو چکی ہے۔

Marfat.com

کے بعد یہ دولت از سر نو تازہ ہو۔ اور غلبہ اور شیوع پیدا کرے۔ اور کمالات اصلیہ ظاہر ہوں۔ اور ظلیہ پوشیدہ ہوجائیں۔ اور حضرت مہدی علیہ الرضوان ظاہر و باطن میں اسی نسبت علیہ کو رواج دیں گے۔

اے فرزند! نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کامل تابعدار' تابعداری کے سبب جب کمالاتِ نبوت کو تمام کر لیتا ہے تو پھر وہ اگر اہل مناصب سے ہے تو منصب امامت سے اس کو سرفراز کرتے ہیں۔ اور جب ولایت کبریٰ کے کمالات کو تمام کرلیا ہے اور اہل منصب سے ہوتا ہے۔ تو اس کو منصب خلافت سے مشرف کرتے ہیں۔ اور کمالات ظلی کے مقامات سے منصب امامت کے مناسب قطب ارشاد کا منصب ہے۔ اور منصب خلافت کے مناسب قطب مدار کا منصب گویا نیچے کے یہ دونوں مقام ان اوپر کے دونوں مقاموں کا ظل ہیں۔

شیخ محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غوث یہی قطب مدار ہے ان کے نزدیک غوثیت کا علیحدہ مرتبہ نہیں ہے۔ لیکن جو فقیر کا اعتقاد ہے وہ یہ ہے کہ غوث قطب مدار نہیں ہے۔ بلکہ قطب اس سے بعض امور میں مدد لیتا ہے۔ اور ابدال کے مراتب مقرر کرنے میں بھی اس کا دخل ہے:

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ط	یہ اللہ کا فضل ہے جو کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

تذییل:

وہ علوم و معارف جو نبوت اور اس نبوت کی ولایت کے مقام کے مناسب ہیں۔ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے شرائع ہیں۔ اور چونکہ اقدام نبوت میں تفاوت ہے اس لیے انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شرائع میں بھی اس تفاوت کے موافق اختلاف پیدا ہوا ہے۔ اور وہ معارف جو مقام اولیا کے مناسب ہیں۔ مشائخ کے شطحیات اور وہ علوم ہیں جو توحید و اتحاد کی خبر دیتے ہیں اور احاطہ و سریان اور قرب و معیّت کا پتہ بتاتے ہیں۔ اور مرآتیت و ظلیّت کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور شہود و مشاہدہ ثابت کرتے ہیں۔ غرض انبیاء کے معارف کتاب و سنت ہیں۔ اور اولیاء کے معارف فصوص اور فتوحات مکیّہ۔

ع قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا

میری بہار کا قیاس میرے باغ سے کرلو۔

اولیا کی ولایت حق کے قرب کی طرف سُراغ لے جاتی ہے۔ اور انبیا کی ولایت حق تعالیٰ کی اقربیّت کا نشان بتلاتی ہے۔ اولیا کی ولایت شہود کی طرف دلالت کرتی ہے۔ اور انبیاء کی ولایت اس شہود کو ثابت کرتی ہے جس کی کیفیت مجہول ہے۔ اولیا کی ولایت اقربیت کو نہیں جانتی کہ کیا ہے اور جہالت کو نہیں پہنچانتی کہ کیسی ہے اور انبیا کی ولایت باوجود اقربیّت کے قُرب کو عین بُعد جانتی ہے۔ اور شہود کو نفس غیب سمجھتی ہے۔ ع

Marfat.com

گر بگویم شرح ایں بے حد شود

اگر میں اس کی شرح لکھوں تو وہ بے حد و بے حساب ہے

اے فرزند! کمالات نبوت اور ولایت پر اس کی برتری اور ولایت سہ گانہ یعنی ولایت صغریٰ و ولایت کبریٰ و ولایت علیا کے درمیانی فرق اور ان میں سے ہر ایک کے مناسب علوم اور ہر ایک کے متعلق محل کا بیان طول طویل اس لیے کیا ہے۔ اور بار بار لمبے چوڑے فقرے اس واسطے بیان کیے گئے ہیں تاکہ کمال غرابت کے سبب لوگ ان کو فہم سے بعید نہ سمجھیں۔ اور کسی کو ان کے انکار کی مجال نہ رہے۔ یہ علوم کسبی اور ضروری ہیں' نہ کہ استدلالی اور نظری۔ اور ان میں بعض مقدمات کا ذکر عوام کے فہموں کی تنبیہ اور تقریب کے لیے ہے۔ بلکہ خواص کے ادراک کے لیے تبین و تشریح ہے۔ یہ سب شروع سے اخیر تک اس طریقہ کا بیان ہے۔ جس طریقہ کے ساتھ حق تعالیٰ نے اس حقیر کو ممتاز کیا ہے اس کی بنیاد نسبت نقشبندیہ ہے۔ جس کی ابتدا میں دوسروں کی انتہا مندرج ہے۔ اسی بنیاد پر بہت سی عمارتیں اور کئی قسم کے محل بنائے گئے ہیں اگر یہ بنیاد نہ ہوتی معاملہ یہاں تک نہ پہنچتا۔ یعنی بخارا و سمرقند سے اس بیج کو لا کر زمین ہند میں جس کا خمیر یثرب و بطحا کی خاک سے ہے' بویا۔ اور فضل کے پانی سے کئی سالوں تک اس کو سیراب کیا اور احسان کی تربیت سے اس کی تربیت کی جب وہ کھیتی کمال تک پہنچ گئی' ان علوم و معارف کا ثمرہ اس سے حاصل ہوا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ	اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی۔ اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم بھی ہدایت نہ پاتے بے شک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ اس طریقہ علیہ کا سلوک شیخ مقتدا کی محبت کے رابطہ پر وابستہ ہے جس نے سیر مرادی سے اس راہ کو طے کیا ہو۔ اور قوت انجذاب سے ان کمالات کے ساتھ رنگا ہوا ہو۔ اس کی نظر ولی امراض کو شفا بخشتی ہے اور اس کی توجہ باطنی مرضوں کو دور کرتی ہے۔ ان کمالات کا صاحب اپنے وقت کا امام اور اپنے زمانہ کا خلیفہ ہے۔ اقطاب و ابدال اس کے مقامات کے ظلال میں خوش ہیں۔ اور اوتاد و نجبا اس کے کمالات کے سمندر سے ایک قطرہ پر قناعت کیے بیٹھے ہیں۔ اس کی ہدایت وارشاد کا نور اس کے ارادہ وخواہش کے بغیر آفتاب کے نور کی طرح سب پر چمکتا ہے۔ پس کس طرح نہ چمکے جب کہ وہ خود چاہے۔ اگرچہ یہ خواہش اس کے اپنے اختیار میں نہ ہو۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ کسی امر کی خواہش طلب کرتا ہے۔ لیکن وہ خواہش اس میں پیدا نہیں ہوتی۔ اور یہ بھی لازم نہیں کہ وہ لوگ جو اس کے نور سے ہدایت پائیں اور اس کے وسیلہ سے راہ راست پر آ جائیں' اس بات کو جان لیں۔ بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنے رشد و ہدایت کے اصل کو بھی کماحقہ نہیں جانتے۔ حالاں کہ شیخ مقتدا کے

Marfat.com

کمالات سے متحقق ہوتے ہیں۔ جن کے سبب جہان کو ہدایت کرتے ہیں۔ کیونکہ علم سب کو نہیں دیتے۔ اور سیر مقامات کی تفصیل کی معرفت سب کو نہیں بخشتے۔ ہاں وہ شیخ جس کے وجود شریف پر طرق وصول میں سے کسی خاص طریقہ کی بنا کا مدار ہے۔ بے شک صاحب علم اور سیر کی تفصیل سے آگاہ ہوتا ہے۔ اور دوسروں کو اسی کے علم پر کفایت کر کے اس کے ذریعے سے مرتبہ کمال و تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔ اور فنا و بقا سے مشرف کرتے ہیں۔ ع

خاص کند بندۂ مصلحت عام را

اللہ تعالیٰ ایک بندے کو مصلحت عام کے لیے خاص کر لیتا ہے

ہمارے اس طریق میں افادہ اور استفادہ انعکاسی اور انصباغی ہے۔ مرید محبت کے رابطہ سے جو وہ اپنے شیخ مقتدا کے ساتھ رکھتا ہے' دم بدم اس کا رنگ پکڑتا جاتا ہے۔ اور انعکاس کے طریق پر اس کے نور سے منور ہوتا جاتا ہے۔ اس صورت میں افادہ اور استفادہ میں علم کیا درکار ہے۔

خربزہ جو سورج کی گرمی سے دم بدم پکتا جاتا ہے اور کچھ زمانہ کے بعد پک جاتا ہے۔ اس کے لیے کیا ضرورت ہے کہ اس کو اپنے اپک جانے کا علم ہو یا سورج کو اس کے پکانے کا علم ہو۔ ہاں اختیاری سلوک و تسلیک کے لیے جو دوسرے سلسلوں میں مربوط سے علم کا اور ہمارے طریق میں جو اصحاب کرام علیہم السلام کا طریق ہے۔ سلوک و تسلیک کا علم کچھ درکار نہیں ہے۔ اگرچہ شیخ مقتدا جو اس طریقہ کے بانی کی طرح ہے کمال علم اور وفور معرفت سے متحقق ہے۔ پس ناچار اس طریقہ علیہ میں زندے اور مردے اور بوڑھے اور جوان اور بچے اور میانہ عمر والے سب وصول کے حق میں برابر ہوں گے۔ جو صاحب دولت کی محبت کے رابطے یا توجہ سے اپنے بلند مقصودوں تک پہنچتے ہیں:

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ط

یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

لیکن جاننا چاہیے کہ منتہی اگرچہ صاحب علم نہیں ہوتا' لیکن خوارق کے ظہور سے اس کو چارہ نہیں ہوتا۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس ظہور میں اُس کا اختیار نہیں ہوتا۔ بلکہ بسا اوقات اُس کو اس ظہور کا علم بھی نہیں ہوتا لوگ اس سے خوارق ظاہر ہوتے دیکھتے ہیں۔ لیکن اس کو ان کی اطلاع نہیں ہوتی۔

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ منتہی صاحب علم نہیں ہوتا۔ اس عدم علم سے مراد احوال کا تفصیلی علم نہ ہونا ہے نہ کہ مطلق طور پر علم کا نہ ہونا۔ اس حیثیت سے کہ اپنے احوال کچھ نہیں سمجھتا ہے۔ جیسے کہ پہلے اس کی طرف اشارہ ہو چکا۔ اور اس کی ہدایت کا یہ نور اس کے مریدوں میں بالواسطہ یا بے واسطہ ہے اس وقت تک جاری و ساری رہتا ہے۔ جب تک کہ اس کا طریق مخصوص تغیرات اور تبدیلات کی آلودگی سے آلودہ نہ ہو جائے۔ اور مخترعات اور مبتدعات کے ملنے سے خراب نہ ہو جائے:

Marfat.com

اِنَّ[1] اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ — اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا۔ جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلیں۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ بعض لوگ ان تبدیلات کو اس طریقہ کی تکمیلات خیال کرتے ہیں۔ اور ان الحاقات کو اس نسبت کے تیممات تصور کرتے ہیں۔ اور یہ نہیں جانتے کہ اس کی تیمم و تکمیل ہر بے سر انجام کا کام نہیں ہے۔ اور الحاق واختراع ہر بے سروسامان کے لائق نہیں ہے۔

ہزار نکتۂ باریک ترز مو ایں جاست
نہ ہر کہ سر بتر اشد قلندری داند

یہاں بال سے بھی باریک ہزار نکتہ ہے ہر سر منڈا قلندری نہیں جانتا۔

سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے نور کو بدعتوں کے اندھیروں نے پوشیدہ کر دیا ہے۔ اور ملّت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی رونق کو امور محدثہ کی کدورتوں نے ضائع کر دیا ہے۔ پھر اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض لوگ ان مُحدثات کو امور مستحسنہ جانتے ہیں اور ان بدعتوں کو حسنہ خیال کرتے ہیں۔ اور ان حسنات سے دین کی تکمیل اور ملّت کی تتمیم ڈھونڈتے ہیں اور ان امور کے بجالانے میں ترغیبیں دیتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ ان کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔ دین تو ان محدثات سے پہلے ہی کامل اور نعمت تمام ہو چکا ہے اور حق تعالیٰ کی رضامندی اس سے حاصل ہو چکی ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلْیَوْمَ[2] اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط — آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا۔ اور تمہارے لیے دین اسلام پسند کیا۔

پس ان محدثات سے دین کا کمال طلب کرنا حقیقت میں اس آیت کریمہ کے مفہوم سے انکار کرنا ہے۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

میں نے دل کا غم تھوڑا سا بیان کیا ہے ڈرتا ہوں کہ تو دل آزردہ ہوگا ورنہ باتیں بہت ہیں

علمائے مجتہدین نے احکام دین کو ظاہر کیا ہے۔ اور از سر نو کسی ایسے امر کو ظاہر نہیں کیا جو دین میں سے نہیں ہے۔ پس کلام اجتہادیہ امور محدثہ میں سے نہیں ہیں۔ بلکہ اصول دین میں سے ہیں۔ کیونکہ اصول دین میں سے ہیں۔ کیونکہ اصل چہارم یہ قیاس ہے۔

---

[1] سورہ رعد' پارہ ۱۳ [2] سورہ مائدہ' پارہ ٦

Marfat.com

اے فرزند! وہ معرفت جو رسالہ مبدء ومعاد میں اسی افادہ اور استفادہ کے بارہ میں جو قطب ارشاد سے تعلق رکھتا ہے لکھی گئی ہے۔ چونکہ اس مقام کے ساتھ مناسبت رکھتی تھی۔ اور بہت مفید تھی۔ اس لیے وہ معرفت اس مکتوب میں بھی لکھی گئی ہے۔ اسی جگہ سے اعتبار حاصل کریں۔ قطب ارشاد جو کمالات فردیہ کا بھی جامع ہوتا ہے۔ بہت عزیز الوجود اور نایاب ہے اور بہت سے قرنوں اور بے شمار زمانوں کے بعد اس قسم کا گوہر ظہور میں آتا ہے۔ اور عالم تاریک اس کے نور ظہور سے نورانی ہوتا ہے۔ اور اس کی ہدایت وارشاد کا نور محیط عرش سے لے کر مرکز فرش تک تمام جہان کو شامل ہوتا ہے۔ اور جس کسی کو رشد وہدایت اور ایمان ومعرفت حاصل ہونا ہوتا ہے اسی کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے۔ اور اس کے وسیلہ کے بغیر کوئی شخص اس دولت کو نہیں پا سکتا۔ مثلاً اس کی ہدایت کے نور نے دریائے محیط کی طرح تمام جہان کو گھیرا ہوا ہے اور وہ دریا گویا منجمد ہے۔ اور ہرگز حرکت نہیں کرتا۔ اور وہ شخص جو اس بزرگ کی طرف متوجہ ہے۔ اور اس کے ساتھ اخلاص رکھتا ہے۔ یا یہ کہ وہ بزرگ طالب کے حال کی طرف متوجہ ہے۔ تو توجہ کے وقت گویا طالب کے دل میں ایک روزن کھل جاتا ہے۔ اور اس راہ سے توجہ واخلاص کے موافق اس دریا سے سیراب ہوتا ہے۔ ایسے ہی وہ شخص جو ذکر الٰہی کی طرف متوجہ ہے اور اس عزیز کی طرف بالکل متوجہ نیں ہے۔ انکار سے نہیں بلکہ اس کو پہچانتا نہیں ہے۔ اس کو بھی یہ افادہ حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن پہلی صورت میں دوسری صورت کی نسبت افادہ بہتر اور بڑھ کر ہے۔ لیکن وہ شخص جو اس بزرگ کا منکر ہے یا وہ بزرگ اس سے آزردہ ہے۔ اگرچہ وہ ذکر الٰہی مین مشغول ہے۔ لیکن وہ رشد وہدایت کی حقیقت سے محروم ہے۔ یہی انکار وآزار اس کے فیض کا مانع ہو جاتا ہے۔ بغیر اس امر کے کہ وہ بزرگ اس کے عدم افادہ کی طرف متوجہ ہو یا اس کے ضرر کا قصد کرے۔ کیونکہ ہدایت کی حقیقت اس سے مفقود ہے۔ وہ صرف مرشد کی صورت ہے اور صورت بے معنی کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ اور وہ لوگ جو اس عزیز کے ساتھ محبت واخلاص رکھتے ہیں۔ اگرچہ توجہ مذکورہ اور ذکر الٰہی سے خالی ہوں۔ لیکن فقط محبت ہی کے باعث رشد وہدایت کا نور ان کو پہنچ جاتا ہے۔ وَلٰكِنْ هٰذِهِ الْمَعْرِفَةِ اٰخِرِ الْمَكْتُوْبِ اور یہی معرفت مکتوب کا اخیر ہے۔

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است
بانگ دو کر دم اگر در دہ کس است

میں بس کرتا ہوں زیرک لوگوں کے لیے یہ کافی ہے۔ میں نے دو آوازیں دیدی ہیں اگر گاؤں میں کوئی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ دَآئِمًا وَّ سَرْمَدًا۔

اول وآخر اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور حضرت رسول اللہ اور آپ کی آل پاک پر ہمیشہ صلوٰۃ وسلام ہو۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۲۶۱)

نماز کے فضائل اور معارف بلند اور حقائق ارجمند کے ضمن میں نماز کے مخصوصہ کمالات کے بیان میں سیادت مآب میر نعمان کی طرف صادر فرمایا:

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغِ دعوات کے بعد میرے عزیز بھائی کو کہ خدا اُس کو ہدایت دے معلوم ہو کہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے 'نماز' دوسرا رُکن ہے۔ نماز تمام عبادات کی جامع ہے اور جزو ہے جس نے جامعیت کے سبب سے کل کا حکم پیدا کیا ہے۔ اور تمام مقربہ اعمال سے برتر ہوگئی ہے۔ اور وہ دولتِ رویت جو سرور عالمیان ﷺ کو معراج کی رات بہشت میں میسر ہوئی تھی۔ دنیا میں نازل ہونے کے بعد اس جہان کے مناسب آپ کو وہ دولت نماز میں حاصل ہوئی۔ اسی واسطے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ نماز مومنوں کا معراج ہے۔

نیز فرمایا:

اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِی الصَّلٰوۃِ ۔ سب سے زیادہ اعلیٰ قرب جو بندے کو رب سے ہوتا ہے وہ نماز میں ہے۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے کامل تابعداروں کو اس جہان میں اس دولت کا بہت سا حصہ نماز میں حاصل ہے۔ اگرچہ رویت میسر نہیں کیونکہ یہ جہان اس کی طاقت نہیں۔ رکھتا اگر نماز کا حکم نہ ہوتا۔ چہرۂ مقصود سے نقاب کون کھولتا۔ اور طالب کو مطلوب کی طرف کون رہنمائی کرتا۔ نماز ہی غم زدوں کی غمگسار ہے اور نماز ہی بیماروں کے لیے راحت بخش ہے:

اَرِحْنِیْ یَابِلَالُ ۔ راحت دے مجھے اے بلال

اسی ماجرا کی رمز ہے اور:

قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ ۔[1] نماز میں میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔

میں اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے۔ وہ ذوق ومواجید اور علوم ومعارف اور مقامات وانوار اور تلوینات وتمکینات اور تجلیات متکیفیہ اور غیر متکیفیہ اور ظہورات متلونہ وغیرہ جو کچھ ان میں سے نماز کے سوا میسر ہوں۔ اور نماز کی حقیقت سے بے خبر ہونے کے باعث ظاہر ہوں۔ ان کا منشا ظلال وامثال بلکہ وہم وخیال ہیں۔

نمازی جو نماز کی حقیقت سے آگاہ ہے نماز کے ادا کرنے کے وقت گویا عالم دنیا سے باہر نکل جاتا ہے اور عالم آخرت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس دولت سے جو آخرت سے مخصوص ہے حصہ اوّل کر لیتا ہے۔

[1] نسائی اور حاکم بروایت انس رضی اللہ عنہ

Marfat.com

اور ظلیت کی آمیزش کے بغیر اصل کا فائدہ پالیتا ہے۔ کیونکہ عالم دنیا کا ملات ظلی پر منحصر ہے۔ اور وہ معاملہ جو ظلال سے باہر ہے وہ آخرت سے مخصوص ہے۔ جو اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کے سبب کہ شب معراج میں دنیا سے آخرت میں چلے گئے۔ اور بہشت میں پہنچ کر حق تعالیٰ کی رویت کی سے مشرف ہوئے۔ اس کمال کے ساتھ مشرف ہوئے۔ اور اس سعادت سے فیضیاب ہوئے:

اَللّٰھُمَّ اَجزِہٗ عَنَّا مَا ھُوَ اَھلُہٗ وَاَجزِہٗ عَنَّا اَفضَلَ مَا جَزَیتَ نَبِیًّا عَن اُمَّتِہٖ وَ اَجزِ الاَنبِیَآءِ کُلِّھِم جَزَآءً خَیرًا فَاِنَّھُم دُعَاۃُ الخَلقِ اِلَی اللّٰہِ سُبحَانَہٗ وَھُدَاتُھُم اِلٰی لِقَآءِ اللّٰہِ سُبحَانَہٗ۔

یا اللہ تو ہماری طرف سے ان کو ایسی اجزاء دے جس کے وہ لائق ہیں اور اُن کو ہماری طرف سے اس سے افضل جزا دے جو تو نے اُمت کی طرف سے کسی نبی کو دی اور ہماری طرف سے تمام انبیاء کو جزا خیر عطا کر کیونکہ وہ سب کے سب خلق کو اللہ کی طرف بلانے والے اور اس کے لقا کی طرف اُن کو ہدایت دینے والے ہیں۔

اس گروہ میں سے بعض نے جن کو نماز کی حقیقت سے آگاہ نہ کیا۔ اور اس کے مخصوصہ کمالات پر اطلاع نہ بخشی۔ انہوں نے اپنی امراض کا علاج اور امور سے کیا۔ اور اپنی مرادوں کا حاصل ہونا اور اشیا پر وابستہ جانا۔ بلکہ ان میں سے ایک گروہ نے نماز کو بے فائدہ اور دور از کار سمجھ کر اس کی بنیاد غیر اور غیریت پر رکھی۔ اور روزہ کو نماز سے افضل جانا۔

صاحب فتوحات مکیہ کہتا ہے کہ روزہ میں جو کھانے پینے کی ترک ہے وہ صفات صمدیت سے متحقق ہونا ہے۔ اور نماز میں غیر و غیریت کی طرف آنا اور عابد و معبود کا جاننا ہے۔

اس قسم کی باتیں اہل سکر کے احوال میں سے مسئلہ توحید وجودی پر مبنی ہیں۔ اور ایسی باتوں کا بولنا نماز کی حقیقت سے بے خبر ہونے کے سبب ہے۔ بلکہ اس طائفہ میں سے جم غفیر یعنی بہت سے لوگوں نے اپنے اضطراب و بے قراری کی تسکین سماع و نغمہ و وجود تو اجد سے حاصل کی اور اپنے مطلوب کو نغمہ کے پردہ میں مطالعہ کیا۔ اسی واسطے رقص و رقاصی کو دیکھنا عادت بنالی۔ حالانکہ انہوں نے سُنا ہوگا کہ:

[1] مَا جَعَلَ اللّٰہُ فِی الحَرَامِ شِفَآءً — اللہ تعالیٰ نے حرام میں میں شفا نہیں رکھی۔

ہاں: اَلغَرِیقُ یَتَعَلَّقُ بِکُلِّ حَشِیشٍ وَ حُبُّ الشَّیءِ یُعمِی وَیُصِمُّ۔ — ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ اور کسی شے کی محبت اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔

---

[1] حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ اس حدیث کو طبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

Marfat.com

اگر نماز کے کمالات کی حقیقت کچھ بھی ان پر منکشف ہو جاتی تو ہر گز سماع و نغمہ کا دم نہ مارتے۔ اور وجد تواجد کو یاد نہ کرتے۔ ع

چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زوند

جب حقیقت کو نہ جان سکے تو افسانے کا راستہ اختیار کیا۔

اَلْعَاقِلُ تَكْفِيَهُ الْإِشَارَةُ — عاقل کو ایک ہی اشارہ کافی ہے۔

یہ وہ کمالات ہیں جو ہزار سال کے بعد وجود میں آئے ہیں۔ اور آخریت ہے جو اولیت کے رنگ میں ظاہر ہوئی ہے۔ شاید حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی سبب سے فرمایا ہے کہ:

اَوَّلُهُمْ خَيْرٌ اَمْ اٰخِرُهُمْ۔ — ان میں سے اوّل بہتر ہیں یا ان میں سے آخر

اور یہ نہ فرمایا کہ:

اَوَّلُهُمْ خَيْرٌ اَمْ اَوْسَطُهُمْ۔ — ان کے اوّل بہتر ہیں یا ان کے اوسط

کیونکہ آخر کو اوّل کے ساتھ زیادہ مناسبت دیکھی جو تردّد کا محل ہے۔

اور دوسری حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس امت میں سے بہترین اول ہیں آخر۔ اور درمیان میں کدورت و تیرگی ہے۔

ہاں اس اُمت کے متاخرین میں اگر چہ وہ نسبت بلند ہے لیکن قلیل بلکہ اقل ہے۔ اور متوسطوں میں وہ نسبت اگر چہ بلند نہیں ہے لیکن کثیر بلکہ اکثر ہے:

وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ كَمِّيَّةٌ وَّ كَيْفِيَّةٌ — ہر ایک کے لیے کمیت و کیفیت کے لحاظ سے ایک جہت ہے

لیکن اس نسبت کے اقل ہونے نے متاخرین کو درجہ بلند میں پہنچایا۔ اور سابقین کے ساتھ مناسبت دیکر کے خوشخبری دی۔ جیسے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

اَلْاِسْلَامُ بَدَءَ غَرِيْبًا وَّ سَيَعُوْدُ كَمَا بَدَءَ فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَآءِ۔[1] — اسلام غریب شروع ہوا اور پھر ویسا ہی غریب ہو جائیگا۔ پس غربا کو خوش خبری ہے۔

اور اس امت کی آخریت کا شروع آنحضرت ﷺ کے رحلت فرما جانے کے بعد الف ثانی یعنی دوسرے ہزار سال کی ابتدا ہے۔ کیونکہ الف یعنی ہزار سال کے گزرنے کو امور کے تغیر میں بڑی خاصیت ہے اور اشیا کی تبدیلی میں قوی تاثیر ہے۔ اور چونکہ اس امت میں نسخ و تبدیل نہیں ہے۔ اس لیے سابقین کی نسبت اُسی تروتازگی کے ساتھ متاخرین میں جلوہ گر ہوئی ہے اور الف ثانی میں ازسر نو شریعت کی تجدید اور ملت کی ترقی فرمائی

[1] مسلم و ابن ماجہ بروایت ابو ہریرہ اور طبرانی بروایت سلمان فارسی اور امام احمد و ترمذی اور رافعی اور خطیب اور ابن عساکر وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ

Marfat.com

ہے۔اس معنے پر حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ والصلوٰۃ والسلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان دونوں عادل گواہ ہیں۔

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید

دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد!

روح القدس اگر پھر مدد فرمائے تو دوسرے بھی وہ کر سکتے ہیں جو حضرت مسیح کرتے تھے۔

اے برادر! یہ بات آج اکثر لوگوں کو ناگوار اور ان کے فہم سے دور معلوم ہوتی ہے۔لیکن اگر انصاف کریں اور ایک دوسرے کے علوم و معارف کا موازنہ کریں۔اور احوال کی صحت وسقم علوم شرعیہ کے مطابقت اور عدم مطابقت سے ملاحظہ کریں۔اور شریعت و نبوت کی تعظیم و توقیر دیکھیں کہ ان میں سے کس میں زیادہ تر ہے تو امید ہے کہ یہ تعجب ان کا جاتا رہے۔اور یہ بات ان کو فہم سے دور معلوم نہ ہو۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ طریقت و حقیقت دونوں شریعت کے خادم ہیں۔اور نبوت ولایت سے افضل ہے۔اگرچہ اس نبی کی ولایت ہو اور یہ بھی لکھا ہے کہ کمالاتِ ولایت کو کمالاتِ نبوت کے ساتھ کچھ نسبت نہیں ہے کاش کہ ان کے درمیان قطرہ اور دریا کی سی نسبت ہوتی اس قسم کی بہت سی باتیں اس مکتوب میں جو طریقہ بیان میں اپنے فرزند کی طرف لکھا ہے خاص طور پر لکھی گئی ہیں وہاں سے ملاحظہ فرمالیں۔

اس گفتگو سے مقصود یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہو۔اور اس طریقہ کے طالبوں کو ترغیب ہو نہ یہ کہ دوسروں پر اپنی فضیلت و بزرگی ثابت ہو۔خدائے تعالیٰ کی معرفت اس شخص پر حرام ہے جو اپنے آپ کو کافر فرنگ سے بہتر جانے۔تو پھر اس شخص کا کیا حال ہو جو بزرگانِ دین سے اپنے آپ کو افضل جانے۔

ولے چوں شدم ابرداشت از خاک سز دگر بگذ رانم سر ز افلاک

من آں خاکم کہ ابر نو بہاری کند از لطف برمن قطرہ باری

اگر برروید از تن صدز بانم چو سوسن شکر لطفش کے توانم

ہاں جب بادشاہ نے مجھے خاک سے اوپر اٹھالیا تو لائق ہے کہ اپنا سر آسمان سے اُوپر لے جاویں۔

میں وہ خاک ہوں تو بہار کا بادل اپنی مہربانی سے مجھ پر برس رہا ہے۔اگر میرے جسم پر سو زبانیں نکلیں تو بھی سوسن کی طرح میں اس کی مہربانی کا شکر کیسے کر سکتا ہوں۔

اس کے مطالعہ کے بعد اگر تم میں نماز کے سیکھنے اور اس کے مخصوص کمالات میں سے بعض کے حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو۔اور وہ شوق تم کو بے آرام کردے۔تو استخاروں کے بعد ان حدود کی طرف آجائیں اور عمر کا کچھ حصہ نماز کے سیکھنے میں صرف کریں۔

Marfat.com

وَاللّٰهُ سُبْحٰنَهُ الْهَادِیْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَتَمُّهَا وَاَکْمَلُهَا۔

اللہ تعالیٰ سیدھے رستے کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔ اور سلام ہو اُس شخص پر جس ہدایت اختیار کی اور حضرت مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب نمبر (۲۶۲)

مولانا محب علی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ ہمارا ارتباط حُبّی اور ہماری نسبت انعکاسی ہے۔ اور قرب وبُعد میں کچھ فرق نہیں رکھتی۔ اور اس کے مناسب بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا صحیفہ شریفہ جو التفات وتوجہ سے لکھا ہوا تھا اس کے پہنچنے سے خوشی حاصل ہوئی۔ اور چونکہ فرط محبت اور کمال اختصاص سے بھرا ہوا تھا اس لیے فرحت پر فرحت حاصل ہوئی۔ آپ نے سابقہ عہد کے پورا کرنے کے لیے لکھا ہوا تھا۔

میرے مخدوم! اوضاع شرعیہ میں سے جس وضع پر آپ رہیں کچھ مضائقہ نہیں بشرطیکہ رشتہ محبت نہ ٹوٹ جائے۔ بلکہ دن بدن قوت پیدا کرے۔ اور اس اشتیاق کی چنگاری سرد نہ ہو جائے۔ بلکہ ہر گھڑی زیادہ بھڑکتی جائے۔ کیونکہ ہمارا ارتباط حُبّی ہے۔ اور ہماری نسبت انعکاسی اور انصباغی ہے۔ اور جلدی اور دیر اور طریق کے بعض خصوصیات کا علم ہونے اور نہ ہونے کے سوا قرب وبعد میں کچھ فرق نہیں رکھتی اس معنی کی تحقیق اس مکتوب کے خاتمہ سے جو اپنے فرزند ارشد کے نام طریق کے بیان میں لکھا ہے' طلب فرمائیں۔ اس مکتوب کی نقل برادرم سیادت پناہ میر محمد نعمان کے دوست لے گئے ہیں۔ وہاں سے منگوالیں۔ زیادہ طول کلام کیا کی جائے۔ والسلام

مکتوب نمبر (۲۶۳)

جناب معارف آگاہ میاں تاج الدین کی طرف صادر فرمایا:

ان معارف کے بیان میں جو کعبۂ ربانی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اور نماز کے فضائل اور اس کے مناسب بیان میں۔

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیے اور اُس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کے قدوم مسرت لزوم تشریف آوری کی خوش خبری سن کر مشتاق دوستوں کو بہت خوشی حاصل ہوئی۔ اس پر اللہ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔

انصاف بدہ اے فلک مینا فام تازیں دو کدام خوب تر کرد خرام

خورشید جہاں تاب تو از جانب شرق یا ماہ جہاں گرد من از جانب شام

اے مینا فام آسمان تو ہی انصاف کر کہ ان دونوں میں سے کس کا آغاز زیادہ بہتر ہے۔ تیرے سورج کا مشرق سے طلوع ہونا یا میرے معشوق کا شام کے وقت تشریف لانا۔

جب آپ نے قدم رنجہ فرمایا ہے تو جلدی تشریف لائیں۔ کیونکہ مشتاق مدت سے منتظر ہیں۔ اور بیت اللہ کے حالات سننے کی آرزو رکھتے ہیں۔ فقیر کے نزدیک جس طرح کعبہ کی صورت کیا فرشتے کیا۔ بشر تمام خلائق کی صورتوں کے لیے مسجود الیہ ہے اسی طرح اس کی حقیقت بھی ان صورتوں کی حقائق کے لیے مسجود الیہ ہے۔ اسی لیے لازماً وہ حقیقت تمام حقائق سے برتر ہے۔ اور اس کے متعلقہ کمالات تمام حقائق کے متعلق کمالات سے بڑھ کر ہیں۔ گویا یہ حقیقت حقائق کونی اور حقائق الٰہی کے درمیان برزخ ہے۔ حقائق الٰہی سے مراد عظمت و کبریا کے پردے ہیں جن کے پاک دامن کو کوئی رنگ و کیفیت نہیں لگی۔ اور کسی ظلیت نے ان کی طرف راہ نہیں پایا۔ دنیوی عروجات اور ان کے ظہورات کی نہایت حقائق کونی کے انتہا تک ہے۔ اور حقائق الٰہی سے کامیاب ہونا آخرت پر مخصوص ہے۔ ہاں نماز میں جو مومن کا معراج ہے۔ اور اس معراج میں گویا دنیا سے نکل کر آخرت میں چلا جاتا ہے۔ اس خط میں سے جو آخرت کو میسر ہوگا کچھ حصہ حاصل ہو جاتا ہے۔

میں خیال کرتا ہوں کہ نماز میں اس دولت کے حاصل ہونے کا عمدہ ذریعہ کعبہ کی طرف جو حقائق الٰہی جل شانہٗ کے ظہورات کا مقام ہے۔ نمازی کا توجہ کرنا ہے۔ پس کعبہ دنیا میں ایک اعجوبہ ہے جو صورت میں دنیا سے ہے لیکن حقیقت میں آخرت سے ہے۔ اور نماز نے بھی اس کے وسیلہ سے یہ نسبت پیدا کر لی ہے اور صورت و حقیقت میں دنیا و آخرت کی جامع ہے۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ حالت جو نماز کے ادا کرنے کے وقت میسر ہو جاتی ہے۔ ان تمام حالات سے جو نماز کے سوا حاصل ہوں بلند تر ہے۔ کیونکہ وہ حالات اگرچہ اعلیٰ سے اعلیٰ ہوں۔ دائرہ ظل سے باہر نہیں ہیں۔ اور یہ حالت اصل سے حصہ رکھتی ہے۔ پس جس قدر اصل اور ظل کے درمیان فرق ہے۔ اسی قدر ان حالات اور اس حالت کے درمیان فرق ہے۔ اور مشاہدہ میں آتا ہے کہ وہ حالت جو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے موت کے وقت ظاہر ہوگی۔ وہ نماز کی حالت سے برتر ہوگی۔ کیونکہ موت احوال آخرت کے مقدمات سے ہے۔ اور جو حالت آخرت کے زیادہ نزدیک ہے وہ زیادہ اتم و اکمل ہے۔ کیونکہ اس جگہ صورت کا ظہور ہے اور

Marfat.com

وہاں حقیقت کا ظہور۔ پس دونوں میں کس قدر فرق ہے۔ اور ایسے ہی وہ حالت جو اللہ جل شانہٗ کے کرم و فضل سے برزخ صُغریٰ یعنی قبر میں مُیسّر ہوگی۔ اس حالت سے جو موت کے وقت مُیسر ہوگی بڑھ کر ہوگی۔ اور برزخ کُبریٰ یعنی روز قیامت کو کہ جہاں کا مشہود اتم و اکمل ہے برزخ صُغریٰ کے ساتھ یہی نسبت ہے۔ اور اسی طرح برزخ کُبریٰ کی مشہود کی نسبت جنات النعیم کا مشہود اتم و اکمل ہے۔ اور تمام مقامات سے بلند تر وہ مقام ہے جس کی نسبت مخبر صادق ﷺ نے خبر دی ہے اور فرمایا ہے کہ:

اِنَّ لِلّٰہِ جَنَّۃً لَیْسَ حُوْرٌ وَّلَا قُصُوْرٌ یَتَجَلّٰی فِیْھَا رَبُّنَا ضَاحِکًا۔

اللہ تعالیٰ کی ایک جنت ہے جس میں نہ حور ہے اور نہ کوئی محل۔ اس میں اللہ تعالیٰ ہنستے ہوئے تجلی فرمائے گا۔

پس تمام ظہورات میں سے ادنیٰ ظہور دنیا و مافیہا ہے۔ اور ان ظہورات میں سے اعلیٰ جنت۔ بلکہ دنیا بالکل ظہور کا مقام نہیں ہے وہ ظلی ظہورات اور مثالی نمائش جو دنیا کے ساتھ مخصوص ہیں۔ فقیر کے نزدیک سب امور دُنیا میں شمار ہیں۔ اور حقیقت میں وہ ظہورات خواہ تجلیات صفات ہوں خواہ تجلیات ذات ہوں۔ سب دائرہ مکان میں داخل ہیں:

تَعَالَی اللّٰہُ عَمَّا یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا٥

اللہ تعالیٰ اس بات سے جو ظالم کہتے ہیں بہت بلند ہے۔

فقیر جب دُنیا کو پورے طور پر ملاحظہ کرتا ہے تو محض خالی پاتا ہے۔ اور مطلوب کو کچھ بُو اس کے دماغ میں نہیں پہنچتی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اس جگہ مطلوب کو ڈھونڈتا اپنے آپ کو پریشان کرنا یا مطلوب کے غیر کو مطلوب جاننا ہے۔ چنانچہ اکثر لوگ اس میں گرفتار ہیں۔ اور خواب و خیال میں آرام کیے ہوئے ہیں۔ اس مقام میں صرف نماز ہی ہے جو اصل سے کچھ حصہ رکھتی ہے اور مطلوہ کی بولاتی ہے وَدُوْنَہٗ خَرْطُ الْقَقَتَادِ۔ اس کے سوا بے فائدہ رنج ہے۔

مکتوب نمبر (۲۶۴)

میر سیّد باقر سہارنپوری کی طرف صادر فرمایا:۔

اس بیان میں کہ اپنے معاملہ کو حیرت و جہالت میں لے جانا چاہیے۔ اور احوال و کشوف پر بھروسہ نہ کرنا چاہیئے۔ اور اس کے ضمن میں اس واقع کا ذکر اور تعبیر بیان کیا ہے۔ جو گرد و نواح کے مشائخ میں سے کسی شیخ نے ظاہر کیا تھا۔

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں' اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا صحیفہ شریفہ جو بڑی محبت اور کمال اشتیاق سے صادر فرمایا تھا' پہنچا۔ اور بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ آپ اپنے کام کی طرف متوجہ رہیں۔ اور اسماوصفات کے ملاحظہ کے بغیر ذکر اسم ذات تعالیٰ میں مشغول رہیں۔ یہاں تک کہ معاملہ جہالت تک پہنچ جائے اور کام حیرت تک انجام پائے کیونکہ اسماوصفات کا ملاحظہ اکثر اوقات احوال کے ظاہر ہونے کا باعث اور مواجید کے صادر ہونے کس سبب ہو جاتا ہے اور آپ نے سُنا ہوگا کہ احوال و مواجید میں خطا کا بہت احتمال ہے۔ اور اس مقام میں حق باطل کے ساتھ بہت ملا رہتا ہے۔

اور واضح ہو کہ انہی دنوں میں گردنواح کے مشائخ میں سے ایک شیخ نے اس فقیر کی طرف پیغام بھیجا اور اپنا احوال ظاہر کیا کہ فنا ومحویت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ جس طرف نظر کرتا ہوں۔ کچھ نہیں دیکھتا ہوں اور زمین و آسمان کی طرف جب نگاہ کرتا ہوں۔ اور عرش و کرسی کی طرف جب دیکھتا ہوں تو ان کو بھی کچھ نہیں پاتا ہوں۔ اور اپنے آپ کو بھی جب ملاحظہ کرتا ہوں کچھ نہیں پاتا ہوں اور اگر کسی کے پاس جاتا ہوں تو اس کو بھی کچھ نہیں پاتا ہوں۔ اور خدائے تعالیٰ بے نہایت ہے اس کی نہایت کو کسی نے نہیں پایا ہے۔ اور مشائخ نے اس کو کمال سمجھا ہے۔ اگر تو بھی اسی کو کمال جانتا ہے تو پھر میں طلب حق کے لیے تیرے پاس کس لیے آؤں۔ اور اگر کسی اور امر کو کمال جانتا ہے تو لکھ۔

فقیر نے اس کے جواب میں لکھا کہ یہ احوال قلب کے تلوینات میں سے ہیں۔ اور قلب اس راہ کا پہلا زینہ ہے۔ اور ان احوال کے صاحب نے ابھی مقام قلب سے صرف چوتھا حصہ ہی طے کیا ہے تین حصے اور قلب سے اُس کو طے کرنے چاہئیں۔ بعد ازاں دوسرے زینہ پر جو روح سے مراد ہے جہاں تک خدائے تعالیٰ چاہیے عروج کرنا چاہیئے۔

اس ماجرا سے کچھ مدّت کے بعد فقیر کے دوستوں میں سے ایک دوست نے جو طریقہ اخذ کر کے اپنے وطن کو گیا ہوا تھا۔ جب واپس آ کر حال بیان کیا تو معلوم ہوا کہ اس کا حال اس شیخ کے حال کے موافق ہے جس کا حال دریافت کیا گیا تھا۔ بلکہ یہ دوست اس مقام میں اس شیخ سے قدم آگے رکھتا ہے۔ اور جب اچھی طرح اس کے حال کا ملاحظہ کیا گیا تو ظاہر ہوا کہ اس کی یہ فنا ومحویت عنصر ہوا میں ہے۔ جو ذرّات سے ہر ذرہ کو محیط ہے۔ اور ہوا کے سوا کوئی اور امر مشہور نہیں ہے اور اسی کو اس نے خدائے بے نہایت سمجھ لیا ہے۔

تَعَالَى اللّٰهُ سُبْحٰنَهٗ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝ اللہ تعالیٰ اس بات سے بہت بلند ہے۔

دوسری دفعہ اس کو بلا کر پھر اُس کے احوال کی تفتیش کی تو یقین ہو گیا کہ اس کی گرفتاری عنصر ہوا کے سوا کسی اور امر کے ساتھ نہیں ہے۔ اور اس کو بھی اس بات پر مطلع کیا۔ اور جب اُس نے اپنے وجدان کی طرف رجوع

Marfat.com

کیا تو اس نے بھی معلوم کر لیا کہ ہوا کے سوا مجھے کچھ حاصل نہیں ہے۔ اس وقت اس نے ان احوال سے توبہ کی اور قدم آگے بڑھایا۔

جاننا چاہیئے کہ عالم خلق یعنی عالم عناصر اربعہ اور عالم ارواح کے درمیان قلب بمنزلہ برزخ کے ہے اور دونوں عالم کا رنگ رکھتا ہے۔ گویا قلب کا نصف حصہ عالم خلق سے ہے اور اس کا دوسرا نصف حصہ عالم ارواح سے ہے۔ اور جب اس کے عالم خلق والے نصف حصہ کو پھر نصف کریں تو معاملہ عنصر ہوا پر جا پڑے گا۔ پس قلب کا چوتھا حصہ مقام ہوا سے مراد ہے۔ جس کو قلب شامل ہے۔ پس یہ جو آخر ظاہر ہوا جواب اوّل کے موافق ہے۔ اور اس کی حقیقت کے کشف کا بیان ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَہْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ط

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے بیشک ہمارے رب کے رسول حق بات لائے ہیں۔

اس سے زیادہ لکھنا وقت کے مناسب نہ تھا۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَآئِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰے عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ مِنَ الصَّلَوٰتِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا۔

اور سلام ہو آپ پر اور ان سب پر جنہوں نے ہدایت اختیار کی اور حضرت مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب نمبر (۲۶۵)

شیخ عبدالہادی بدایونی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ عزلت اور گوشہ نشینی کے اختیار کرنے میں چاہیے کہ مسلمانوں کے حقوق ضائع نہ ہوں۔ اور حقوق اور اُس کے مناسب بیان میں۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ میرے سعادت مند بھائی کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ بہت خوشی کا موجب ہُوا۔

اللہ تعالیٰ کی حمد اور اُس کا احسان ہے کہ مفارقت اور جدائی کے زمانہ دراز نے محبت و اخلاص اور دوستی و اختصاص میں کچھ تاثیر نہیں کی۔ باوجود اس کے اگر آپ تشریف لے آتے تو بہت ہی مناسب ہوتا۔

وَالْخَیْرُ فِیْمَا صَنَعَ اللّٰہُ تَعَالٰی

اور بہتری اسی میں ہے جو اللہ تعالیٰ کرے۔

Marfat.com

آپ نے گوشہ نشینی کی خواہش ظاہر کی تھی۔ہاں بے شک گوشہ نشینی صدیقین کی آرزو ہے۔آپ کو مبارک ہو۔آپ غزلت وگوشہ نشینی اختیار کریں۔لیکن مسلمانوں کے حقوق کی رعایت ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

حَقُّ[1] الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَاِجَابَتُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ ۔	مسلمانوں کے حق مسلمان پر پانچ ہیں' سلام کا جواب دینا' بیماری پُرسی کرنا' جنازہ کے ساتھ چلنا' دعوت کا قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا۔

لیکن دعوت کے قبول کرنے میں چند شرائط ہیں۔

احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ اگر طعام مشتبہ ہو یا دعوت کا مکان اور وہاں کا فرش حلال نہ ہو۔یا وہاں ریشمی فرش اور چاندی کے برتن ہوں۔یا چھت یا دیوار پر حیوانوں کی تصویریں ہوں۔یا باجے یا سماع کی کوئی چیز موجود ہو۔یا کسی قسم کی لہو ولعب اور کھیل کود کا شغل ہو یا غیبت اور بہتان اور جھوٹ کی مجلس ہو تو ان سب صورتوں میں دعوت کا قبول کرنا منع ہے۔بلکہ یہ سب امور اس کی حرمت اور کراہت کا موجب ہیں۔اور ایسے ہی اگر دعوت کرنے والا ظالم یا فاسق یا مبتدع یا شریر یا تکلف کرنے والا یا فخر ومباہات کا طالب ہے تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہے۔

اور شرعۃ[2] الاسلام میں ہے کہ ایسے طعام کی دعوت قبول نہ کریں جو ریا واپنی شہرت کے لیے تیار کیا گیا ہو۔

اور محیط[3] میں ہے کہ جس بساط پر لہو ولعب یا سرود کا سامان ہو۔یا لوگ غیبت کرتے اور شراب پیتے ہوں تو وہاں بیٹھنا نہیں چاہیے۔جیسے کہ مطالب المومنین میں ہے۔

اگر یہ سب موانع موجود نہ ہوں تو دعوت کے قبول کرنے سے چارہ نہیں ہے۔لیکن اس زمانہ میں ان موانع کا مفقود ہونا دشوار ہے۔اور نیز جان لیں کہ ؏

عزلت از اغیار باید نہ زیار

عزلت اغیار سے چاہیے اپنوں سے نہیں

کیونکہ ہم رازوں کے ساتھ صحبت رکھنا اس طریقہ علیہ کی سنّت ومؤکدہ ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند یہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریق صحبت ہے۔کیونکہ خلوت میں شہرت ہے

---

1. بخاری ومسلم شریف۔
2. یہ کتاب امام محمد بن ابوبکر معروف بامام زادہ رحمہ اللہ حنفی متوفی ۵۷۳ھ کی تصنیف ہے۔
3. یہ کتاب امام رضی الدین محمد بن محمد سرخسی کی تصنیف ہے

Marfat.com

اور شہرت میں آفت۔ اور صحبت سے مراد ہوا فغانِ طریقت کی صحبت ہے نہ کہ مخالفانِ طریقت کی کیونکہ ایک کا دوسرے میں فانی ہونا صحبت کی شرط ہے جو بغیر موافقت کے مُیسّر نہیں ہوتا۔ اور مریض کی عیادت سنّت ہے۔ اگر اس مریض کا کوئی شخص خبر گیر ہے اور اس کی بیمار پُرسی کرتا ہے۔ ورنہ اس بیمار کی بیمار پرسی واجب ہے۔ جیسے کہ حاشیہ مشکوۃ[1] میں کہا ہے۔ اور نماز جنازہ میں حاضر کرنے کے لیے کم از کم چند قدم جنازہ کے پیچھے چلنا چاہیے تاکہ میّت کا حق ادا ہو جائے۔ اور جمعہ و جماعت و نماز پنج گانہ اور نماز عیدین میں حاضر ہونا ضروریات اسلام سے ہے ان سے چارہ نہیں اور باقی اوقات کو تبتل و انقطاع میں بسر کریں۔ لیکن چاہیے کہ اوّل نیت کو درست کریں۔ اور گوشہ نشینی کو دنیا کی کسی غرض سے آلودہ نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ باطنی جمعیت کے حاصل ہونے اور لاطائل اور بے فائدہ اشغال سے منہ موڑنے کے سوا غزلت سے اور کچھ مقصود نہ ہو۔ اور نیت کے درست کرنے میں بڑی احتیاط کریں ایسا نہ ہو کہ اس کے ضمن میں کوئی نفسانی غرض پوشیدہ ہو۔ اور نیّت کے درست کرنے میں التجا و تضرع اور عجز و انکسار بہت کریں۔ تاکہ نیت کی حقیقت میّسر ہو جائے اور سات استخارے ادا کر کے درست نیّت کے ساتھ غزلت اختیار کریں۔ امید ہے کہ بڑے بڑے فائدے اس پر مترتب ہوں گے۔ باقی احوال کو ملاقات پر موقوف رکھا ہے۔ والسّلام۔

مکتوب نمبر (۲۶۶)

اپنے پیرزادوں یعنی خواجہ عبداللہ اور خواجہ عبیداللہ کی خدمت میں صادر فرمایا:

اہل سنّت و جماعت (خدا ان کی کوشش قبول فرمائے) کی رائے کے موافق بعض ان عقاید کلامیہ کے بیان میں جو آپ کو از روئے الہام و فراست حاصل ہوئے تھے نہ از روئے تقلید و تخمین۔ ابتدائے احوال میں حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کو خواب میں دیکھا تھا اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ تو علم کلام کے مجتہدوں میں سے ہے اور اس واقع کو اپنے خواجہ بزرگوار کی خدمت میں عرض کیا تھا۔ اسی دن سے مسائل کلامیہ میں ہر مسئلہ میں آپ کی رائے علیحدہ اور حکم جُدا ہے۔ لیکن مسائل میں مشائخ ماترید سے موافقت رکھتے ہیں اور فلسفہ کے ردّ کرنے اور اہل فلسفہ کی مذمت اور بُرائی کے بیان کرنے اور ان مُلحدوں اور زندیقوں کی تردید میں جو صوفیہ کی مراد کو نہ سمجھ کر گمراہ ہو گئے ہیں۔ اور بعض ان فقہی احکام کے بیان میں جو نماز سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور طریقہ نقشبندیہ کے کمالات اور اس میں سنّت کی متابعت کو لازم پکڑنے کے بیان میں۔ اور سماع و سرود

[1] مرقاۃ حاشیہ مشکوۃ میں ہے بیمار پرسی سنت ہے جبکہ اس کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی ہو اور اگر نہ ہو تو پھر واجب ہے۔ ۱۲

Marfat.com

سننے اور قاصّوں یعنی ناچنے اور گانیوالوں کی مجلس میں حاضر ہونے سے منع کرنے اور اس کے مناسب بیان میں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

رَبِّ يَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَيْرِ ط اے رب کام آسان کر، مشکل نہ کر اور خیریت سے مکمل فرما۔

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد اپنے بزرگ مخدوم زادوں کی جناب میں عرض کرتا ہے کہ یہ فقیر سر سے پاؤں تک آپ کے والد بزرگوار کے احسانات میں غرق ہے۔ فقیر نے اس طریق میں الف و بے کا سبق انہی سے لیا ہے۔ اور اس راہ کے حروف تہجی انہی سے سیکھے ہیں اور اندراج النہایت فی البدایت کی دولت ان کی صحبت کی برکت سے حاصل کی ہے۔ اور سور دروطن کی سعادت کو ان کی خدمت کی طفیل ایا ہے۔ ان کی شریف توجہ نے اس ناقابل کو دو اڑھائی ماہ کے عرصہ میں نسبت نقشبندیہ تک پہنچا دیا اور ان بزرگواروں کا حضور خاص عطا فرمایا۔ اور وہ تجلیات اور ظہورات اور انوار اور رنگ اور بے رنگیاں اور بے کیفیتیاں جو ان کی طفیل اس عرصہ میں ظاہر ہوئیں شرح وتفصیل سے باہر ہیں۔ اور ان کی بزرگ توجہ کی برکت سے معارف توحید اور اتحاد اور قرب ومعیّت اور احاطہ اور سریان میں شاید ہی کوئی دقیقہ رہ گیا ہوگا جو اس فقیر پر نہ کھلا ہو۔ اور اس کی حقیقت سے اطلاع نہ دی ہو۔ وحدت کا کثرت میں اور کثرت کا وحدت میں مشاہدہ کرنا ان معارف کے مقامات اور مبادی میں سے ہے۔

غرض جہاں نسبت نقشبندیہ اور ان بزرگواروں کا حضور خاص ہے وہاں ان معارف کا زبان پر لانا اور اس شہود ومشاہدہ کا نشان بتانا نادانی ہے۔

ان بزرگواروں کا کارخانہ بہت بلند ہے اور ہر زرّاق (مکار) اور ہر رقاص (ناچنے والے) کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ جب اس قسم کے بلند درجے والی دولت جناب کے حضور سے اس فقیر کو ملی ہو تو پھر اس کے عوض اگر تمام عمر کے لیے اپنے سر کو جناب کی بلند درگاہ کے خادموں کے پامال کرتا ہے تو بھی جناب کا حق ادا نہ ہو سکے۔ یہ فقیر اپنی تقصیروں کو کیا عرض کرے اور اپنی شرمندگیوں کا کیا اظہار کرے اللہ تمہاری ہماری طرف سے معارف آگاہ خواجہ حسام الدین احمد کو جزائے خیر دے جنہوں نے ہم کم ہمتوں کا بار شفقت اپنے ذمّے لے کر کمر ہمت کو بلند بارگاہ کی خدمت کے لیے باندھا ہے۔ اور ہم دُور پڑے ہوؤں کو اس سے فارغ کر دیا ہوا ہے۔

گر برتن من شود زبان ہر موے
یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد!

اگر میرے جسم کا ہر بال زبان بن جائے تب بھی ہزار شکر سے ایک بھی ادا نہیں کر سکتا۔

یہ فقیر تین مرتبہ حضرت ایشاں یعنی خواجہ بزرگوار کی قدم بوسی کی دولت سے مشرف ہوا۔ اخیر دفعہ حضور

Marfat.com

نے اس فقیر کو فرمایا کہ بدن کی کمال کمزوری مجھ پر غالب آ گئی ہے اور زندگی کی امید کم ہے۔ بچوں کے احوال سے خبردار رہنا ہوگا۔ اور اسی وقت اپنے حضور میں آپ کو بلایا۔ اور آپ اس وقت دائیوں کی گود میں تھے یعنی دودھ پیتے بچے تھے۔ اور فقیر کو فرمایا کہ ان کی طرف توجہ کرو۔ فقیر نے حکم کے بموجب حضور کی خدمت میں آپ کی طرف توجہ کی حتی کہ اس توجہ کا اثر بھی اُسی وقت ظاہر ہو گیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ان کی ماؤں کے لیے بھی غائبانہ توجہ کرو۔ حکم کے موافق غائبانہ توجہ کی گئی۔ امید ہے کہ حضور کی برکت سے اس توجہ سے کئی قسم کے فائدے اور نتیجے حاصل ہوں گے۔ آپ ہرگز تصور نہ کریں کہ حضور کے کسی واجب الامتثال امر اور حضور کی وصیت لازمہ میں کسی قسم کی سستی یا غفلت واقع ہوئی ہو۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ کے اور اذن کا منتظر ہے۔

اب چند فقرے نصیحت کے طور پر لکھے جاتے ہیں' امید ہے کہ گوش ہوش سے سنیں گے:

اَسۡعَدَکُمُ اللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ ۔ خدائے تعالیٰ آپ کو سعادت مند کرے۔ عقلمندوں پر سب سے اوّل فرض ہے کہ اپنے عقائد کو علمائے اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم (جو فرقہ ناجیہ ہیں) کے عقائد کے موافق درست کریں۔ بعض ان عقائد کا بیان کیا جاتا ہے۔ جن میں قدرے پوشیدگی ہے۔

عقیدہ اوّل:

جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ خود موجود ہے۔ اور تمام اشیاء اسی کی ایجاد سے موجود ہیں۔ اور حق تعالیٰ اپنی ذات وصفات اور افعال میں یگانہ ہے۔ اور فی الحقیقت کسی امر میں خواہ وجودی ہو یا غیر وجودی' کوئی بھی اُس کے ساتھ شریک نہیں ہے۔ مشارکت اسمی اور مناسب لفظی بحث سے خارج ہے۔

عقیدہ دوم:

اللہ تعالیٰ کے صفات اور افعال اس کی ذات کی طرح بیچوں اور بیچگون ہیں۔ اور ممکنات کے صفات و افعال کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتے۔ مثلاً صفت العلم حق تعالیٰ کی ایک صفت قدیم اور بسیط حقیقی ہے جس میں تکثر اور تعدد کو ہرگز دخل نہیں ہے۔ اگرچہ وتکثر اور تعدد تعلقات کے تعدد کے اعتبار سے ہو۔ کیونکہ وہاں صرف ایک ہی بسیط انکشاف ہے کہ جس سے ازل و ابد کے معلومات منکشف ہوتے ہیں' اور تمام اشیاء کو ان کے متضادہ اور متناسبہ احوال کے ساتھ کلی اور جزئی طور پر ہر ایک کے مخصوصہ اوقات میں آنِ واحد بسیط جانتا ہے۔ یعنی اسی آن میں زید کو موجود بھی جانتا ہے اور معدوم بھی اور جنین بھی جانتا ہے اور بچہ بھی۔ اور جوان بھی جانتا ہے اور بوڑھا بھی۔ اور زندہ بھی جانتا ہے اور مردہ بھی۔ اور کھڑا ہوا جانتا ہے اور بیٹھا ہوا بھی۔ اور تکیہ لگانے والا جانتا ہے اور لیٹا ہوا بھی۔ اور ہنستا ہوا جانتا ہے اور روتا ہوا بھی۔ اور لذت پانے والا جانتا ہے اور رنج و دکھ پانے والا بھی۔ اور عزیز جانتا ہے اور ذلیل بھی۔ اور برزخ میں جانتا ہے اور حشر میں بھی۔ اور جنت میں جانتا ہے اور لذت و نعمت میں بھی۔ پس تعلق تعدد بھی اس موطن میں مفقود ہے۔ کیونکہ تعلقات کا تعدد وقتوں کا تعدد اور زمانوں کا تکثر چاہتا ہے۔ اور وہاں

Marfat.com

ازل سے ابد تک صرف ایک ہی آن واحد بسیط ہے۔ جس میں کسی قسم کا تعدد نہیں ہے کیونکہ حق تعالیٰ پر زمانہ اور تقدم وتاخر کے احکام جاری نہیں ہوتے۔

پس حق تعالیٰ کے علم میں اگر ہم معلومات کے ساتھ تعلق ثابت کریں تو ایک ہی تعلق ہوگا جو تمام مخلوقات کے ساتھ متعلق ہے۔ اور وہ تعلق بھی مجہول الکیفیت ہے۔ اور صفت العلم کی طرح بیچوں وبچگونہ ہے۔

ہم اس تصور کے استبعاد (یعنی قیاس اور فہم سے دُور اور بعید ہونے) کو ایک مثال بیان کر کے دور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جائز ہے کہ ایک شخص ایک ہی وقت میں کلمہ کو اس کی مختلف قسموں اور متغائرہ احوال اور متضادہ اعتباروں کے ساتھ جان لے۔ یعنی ایک ہی وقت میں کلمہ کو اسم بھی اور فعل بھی اور حرف بھی اور ثلاثی بھی اور رباعی بھی اور معرب بھی اور متمکن بھی اور غیر متمکن بھی اور منصرف بھی اور غیر منصرف بھی اور معرفہ بھی اور ماضی بھی اور مستقبل بھی اور امر بھی اور نہی بھی جان لے۔ بلکہ اگر وہ شخص یوں کہدے کہ میں کلمہ کے تمام اقسام اور اعتبارات کو کلمہ کے آئینے میں ایک ہی وقت میں مفصل طور پر دیکھتا ہوں تو بھی جائز ہے۔ جب ممکن کے علم بلکہ ممکن کی دید میں اضداد کا جمع ہونا متصور ہے تو پھر اس واجب الوجود وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی کے علم میں یہ بات کس طرح بعید معلوم ہوتی ہے۔

جاننا چاہیے کہ اس جگہ اگرچہ بظاہر جمع ضدین ہے۔ مگر حقیقت میں ان کے درمیان ضدّیت مفقود ہے کیونکہ ہر چند زید کو آن واحد میں موجود اور معدوم جانا ہے کہ اس کے وجود کا وقت مثلاً ہزار سال ھ کے بعد ہے اور اس کے عدم سابق کا وقت اس سال معین سے پہلے اور اس کے عدم لاحق کا وقت گیارہ سو سال کے بعد ہے۔ پس حقیقت میں ان دونوں کے درمیان زمانہ کے تغیر کے باعث کوئی ضدّیت نہیں ہے۔ اور باقی احوال کو بھی اسی قیاس پر سمجھنا چاہیے۔ فافہم:

اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ حق تعالیٰ کا علم اگرچہ جزئیات کے ساتھ متعلق ہو۔ لیکن تغیر کی آمیزش اس میں دخل نہیں پاتی۔ اور حدوث کا گمان اس صفت میں پیدا نہیں ہوتا۔ جیسے کہ فلاسفہ نے زعم کیا ہے۔ کیونکہ تغیر اس تقدیر پر متصور ہو سکتا ہے۔ جب کہ ایک کو دوسرے کے بعد جانا ہو۔ اور جب سب کو آن واحد میں جان لے۔ تو پھر تغیر وحدوث کی گنجائش نہیں ہے۔ پس کچھ حاجت نہیں ہے کہ ہم اس کے واسطے تعلقات متعددہ ثابت کریں تا کہ تغیر وحدوث ان تعلقات کی طرف راجع ہو نہ کہ صفت علم کی طرف جیسے کہ بعض متکلمین نے فلاسفہ کے شبہ کو دفع کرنے کے لیے کیا ہے۔ ہاں اگر معلومات کی جانب میں تعلقات کا تعدد ثابت کریں تو ہو سکتا ہے۔

اور اسی طرح کلام بسیط ہے کہ ازل سے ابد تک اسی ایک کلام کے ساتھ گویا ہے۔ اگر امر ہے تو وہیں سے پیدا ہے۔ اور اگر نہی ہے تو وہ بھی وہیں سے ہے۔ اور اگر اعلام ہے تو وہ بھی وہیں سے ماخوذ ہے۔ اور اگر استعلام ہے تو وہ بھی وہیں سے ہے۔ اور اگر تمنّی یا ترجّی ہے تو وہ بھی وہیں سے مستفاد ہے۔

Marfat.com

تمام نازل شدہ کتابیں اور مُرسلہ صحیفے اس کلام بسیط کا ایک ورق ہیں۔ اگر توریت ہے تو وہیں سے لکھی گئی ہے۔ اور اگر انجیل ہے تو اس نے بھی وہیں سے لفظی صورت حاصل کی ہے۔ اور اگر زبور ہے تو وہیں سے مسطور ہے۔ اور اگر فرقان ہے تو وہ بھی وہیں سے نازل ہوا ہے۔ ؏

واللہ کلام حق کہ علی الحق یکیست وبس

واللہ درحقیقت ایک ہی کلام ہے۔ بس۔

ہاں نزول میں مختلف آثار آئے ہیں۔

اور اسی طرح ایک ہی فعل ہے۔ اور اسی ایک فعل کے ذریعے اوّلین آخرین مصنوعات وجود میں آ رہے ہیں۔ آیت کریمہ:

وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ[1] آنکھ کے جھپکنے کی طرح ہمارا امر صرف ایک ہی ہے

میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔ اگر احیا اور امانت ہے تو اسی فعل سے وابستہ ہے۔ اور اگر انعام یا ایلام ہے تو اسی فعل سے متعلق ہے۔ اور ایسے ہی اگر ایجاد ہے یا اعدام تو وہ بھی اسی فعل سے پیدا ہے پس حق تعالیٰ کے فعل میں بھی تعدد تعلقات ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک ہی تعلق سے تمام اوّلین و آخرین مخلوقات اپنے اپنے وجود کے مخصوصہ اوقات میں ظاہر ہو رہی ہیں۔ یہ تعلق بھی حق تعالیٰ کے فعل کی طرح بیچون وبیچگونہ ہے کیونکہ چون کو بیچون کی طرف کوئی راہ نہیں:

لَا يَحْمِلُ عَطَايَا الْمَلِكِ اِلَّا مَطَايَاهُ ؎ بادشاہ کے عطیوں کو اُسی کے اُونٹ اٹھا سکتے ہیں۔

اشعری[2] نے چونکہ حق تعالیٰ کے فعل کی حقیقت سے اطلاع نہ پائی۔ اس لیے تکوین کو حادث کہہ دیا۔ اور حق تعالیٰ کے افعال کو بھی حادث جان لیا۔ اور نہ جانا کہ یہ سب حق تعالیٰ کے ازلی فعل کے آثار ہیں نہ کہ حق تعالیٰ کے افعال۔

اور بعض صوفیہ نے جو تجلی افعال ثابت کی ہے اور اس مقام میں ممکنات کے افعال کے آئینہ میں اس واحد جل شانہٗ کے فعل کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا ہے۔ وہ بھی اسی قسم سے ہے۔ یعنی وہ تجلی درحقیقت حق تعالیٰ کے فعل کے آثار کی تجلی ہے نہ کہ حق تعالیٰ کے فعل کی تجلی کیونکہ حق تعالیٰ کے فعل کے جو بیچون اور بیچگون اور قدیم اور اس کی ذات کے ساتھ قایم ہے اور جس کو کہ تکوین کہتے ہیں۔ محدثات کے آئینوں میں کوئی گنجائش نہیں اور ممکنات کے مظہروں میں اس کا کوئی ظہور نہیں۔

---

[1] سورہ قمر پارہ ۲۷۔

[2] یعنی امام ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ جو علم کلام کے امام ہوئے ہیں۔

Marfat.com

در تنگنائے صورت معنی چگو نہ گنجد

در کلبۂ گدایاں سلطاں چہ کاردارد

صورت کے تنگ مقام میں معنی کیسے سما سکتا ہے۔ گداگروں کی کٹیا میں بادشاہوں کا کیا کام۔

افعال وصفات کی تجلی فقیر کے نزدیک ذات کی تجلی کے سوا متصور نہیں ہے۔ کیونکہ افعال وصفات حق تعالیٰ اور تقدس کی ذات پاک سے الگ نہیں ہیں۔ تا کہ ان کی تجلی ذات کی تجلی کے سوا متصور ہو سکے۔ اور وہ چیز جو حق تعالیٰ کی ذات سے الگ ہے وہ حق تعالیٰ کی صفات اور افعال کے ظلال ہیں۔ جن کی تجلی کو افعال وصفات کے ظلال کی تجلی کہنا چاہیے نہ کہ افعال وصفات کی تجلی۔ لیکن ہر شخص کا فہم اس کمال تک نہیں پہنچ سکتا:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ط

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

عقیدہ تیسرا:

اب ہم اصلی بات کو بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا۔ اور نہ ہی کوئی چیز اُس میں حلول کرتی ہے۔ اور حق تعالیٰ تمام اشیا کو محیط ہے اور ان کے ساتھ قرب ومعیت رکھتا ہے۔ اس احاطہ اور قرب اور معیت سے وہ مراد نہیں ہے جو ہمارے فہم قاصر میں آ سکے۔ کیونکہ وہ حق تعالیٰ کی جناب پاک کے لائق نہیں۔ اور جو کچھ کشف وشہود سے معلوم کرتے ہیں۔ اس سے بھی منزّہ اور پاک ہے کیونکہ ممکن کو حق تعالیٰ کی ذات وصفات و افعال کی حقیقت سے سوائے نادانی اور حیرت کے کچھ حاصل نہیں ہے۔ غیب کے ساتھ ایمان لانا چاہیے۔ اور جو کچھ مکشوف ومشہود ہو اُس کا **لا** کی نفی کے نیچے لانا چاہیے۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں

کانجا ہمیشہ باد بدست است دام را

عنقا کسی کے شکار میں نہیں آ سکتا لہٰذا جال سمیٹ لے۔ کیونکہ یہاں جال کے ہاتھ میں ہوا کے سوا کچھ نہیں آتا۔

حضرت ایشاں یعنی خواجہ صاحب بزرگوار کی مثنوی کا یہ بیت اس مقام کے مناسب ہے۔

ہنوز ایوانِ استغنا بلند است

مرا فکرِ رسیدن ناپسند است

ابھی بے نیازی کا محل بہت اُونچا ہے اور مجھے وہاں پہنچنے کی فکر سے نفرت ہے۔

پس ہم ایمان لاتے ہیں کہ حق تعالیٰ اشیا کو محیط اور ان کے قریب اور ساتھ ہے۔ لیکن اس کے قرب اور

Marfat.com

احاطہ اور معیّت کی حقیقت کو نہیں جانتے کہ کس طرح ہے۔ اس کو احاطہ وقرب علمی کہنا بھی متشابہ تاویلوں سے ہے۔ لیکن ہم ان کی تاویل کے قائل نہیں۔

عقیدہ چوتھا:

اور حق تعالیٰ کسی چیز سے متحد نہیں اور نہ ہی کوئی چیز اس سے متحد ہو سکتی ہے اور جو کچھ کہ صوفیہ کی بعض عبارات سے مفہوم ہوتا ہے۔ وہ ان کی مُراد کے برخلاف ہے کیونکہ ان کی مراد اس کلام سے جس سے اتحاد کا وہم گزرتا ہے۔ یعنی اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ سے یہ ہے کہ جب فقر تمام ہو جائے اور محض نیستی حاصل ہو جائے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ نہ کہ یہ خدائے تعالیٰ کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ یہ کفر اور زندقہ ہے:

تَعَالَى اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَمَّا يَتَوَهَّمُ الظَّالِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ط	اللہ تعالیٰ ظالموں کے وہم وگمان سے بہتر برتر و بلند ہے۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ عبارت انا الحق کے معنی یہ نہیں ہیں کہ میں حق ہوں۔ بلکہ یہ ہیں کہ میں نہیں ہوں اور موجود ہے اور تغیر وتبدل کو حق تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال کی طرف راہ نہیں ہے۔

فَسُبْحَانَ الَّذِيْ لَا يَتَغَيَّرُ بِذَاتِهٖ وَلَا بِصِفَاتِهٖ وَلَا فِيْ اَفْعَالِهٖ بِحَدُوْثِ الْاَكْوَانِ ـ	پس پاک ہے وہ ذات جو اپنی ذات و صفات وافعال میں موجودات کے حدوث سے متغیر نہیں ہوتی۔

اور صوفیہ وجودیہ نے جو تنزلاتِ خمسہ ثابت کیے ہیں وہ مرتبہ وجوب میں تغیر وتبدل کی قسم سے نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ کفر وگمراہی ہے بلکہ ان تنزلات کو حق تعالیٰ کے کمال کے مراتب ظہورات میں اعتبار کیا ہے۔ بغیر اس بات کے کہ حق تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال میں تغیر وتبدّل رہ پائے۔

عقیدہ پانچواں:

اور حق تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں بھی غنی مطلق ہے۔ اور کسی امر میں کسی چیز کا محتاج نہیں ہے اور جس طرح وجود میں محتاج نہیں ہے ظہور میں بھی محتاج نہیں ہے۔ اور بعض صوفیہ کی عبارت سے جو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے اسمائی اور صفاتی ظہور میں ہمارا احتاج ہے یہ بات اس فقیر پر بہت گراں ہے۔ بلکہ جانتا ہے کہ ان کی پیدائش سے مقصود ان کے اپنے کمالات کا حاصل ہونا ہے۔ نہ وہ کمال جو حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی طرف عاید ہو سکے۔ آیۂ کریمہ:

Marfat.com

وَمَا[1] خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ اَیْ لِيَعْرِفُوْنِ — میں نے جن و انسان کو عبادت و معرفت کے لیے پیدا کیا ہے۔

میں اسی مطلب کی تائید ہے۔

پس جن وانسان کی پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ ان کو اپنی معرفت حاصل ہو جائے جو ان کا کمال ہے۔ نہ کوئی ایسا امر جو حق سبحانہٗ کی جناب کی طرف عاید ہو سکے۔ اور حدیث قدسی میں جو یہ واقع ہے۔

[2] فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ ۔ میں نے خلقت کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ پہچانا جاؤں

اس جگہ بھی اُن کی معرفت مُراد ہے نہ یہ کہ میں معرفت بنوں اور ان کی معرفت کے ذریعے کمال حاصل کروں۔

تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت ہی برتر ہے۔

عقیدہ چھٹا:

اور حق تعالیٰ نقصان کی تمام صفتوں اور حدوث کے نشانوں سے منزّہ اور مبّرا ہے نہ جسم و جسمانی ہے اور نہ مکانی اور زمانی۔ اور صفات کمال اس کے لیے ثابت ہیں۔ جن میں سے آٹھ صفات کمال وجود ذات تعالیٰ پر وجود زائد کے ساتھ موجود ہیں۔ اور وہ صفات یہ ہیں۔ حیات، علم، قدرت، ارادت، بصر، سمع، کلام اور تکوین۔ اور یہ صفات خارج میں موجود ہیں، اور یہ نہیں کہ وجود ذات پر علم میں وجود زائد کے ساتھ موجود ہیں۔ خارج میں نفس ذات تعالیٰ و تقدس ہے۔ جس طرح کہ بعض صوفیہ وجودیہ نے گمان کیا ہے اور اس طرح کہا ہے۔

از روئے عقل ہمہ غیر اند صفات
باذات تو از روئے تحقق ہمہ عین

از روئے عقل و علم کے سب صفات غیر ہیں اور از روئے تحقق سب ذات کی عین ہیں۔

کیونکہ اس میں در حقیقت صفات کی نفی ہے۔ کیونکہ صفات کی نفی کرنے والوں یعنی معتزلہ اور فلاسفہ نے بھی تغائر علمی اور اتحاد خارجی کہا ہے اور تغائر علمی سے انکار نہیں کیا ہے اور نہ ہی یہ کہا ہے کہ علم کا مفہوم عین ذات کا مفہوم ہے یا عین قدرت و ارادت کا مفہوم ہے۔ بلکہ عینیت اور اتحاد باعتبار وجود خارجی کے کہا ہے۔ پس جب تک وجود خارجی کا تغائر اعتبار نہ کریں صفات کی نفی کرنے والوں سے نہیں نکل سکتے۔ کیونکہ تغائر اعتبار کچھ نفع نہیں دیتا، كَمَا عَرَفْتَ

---

1. سورۃ ذاریات پارہ ۲۷
2. حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کے معنی بالکل صحیح ہیں۔

Marfat.com

عقیدہ ساتواں:

اور حق تعالیٰ قدیم اور ازلی ہے۔ اور اس کے سوا کسی کے لیے قدم اور ازلیت ثابت نہیں ہے تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔ اور جو کوئی حق تعالیٰ کے ماسوا قدیم اور ازلی ہونے کا قائل ہوا ہے وہ کافر ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن سینا اور فارابی کی تکفیر اسی واسطے کی ہے کہ وہ عقول اور نفوس کے قدم کے قائل ہوئے ہیں اور صورت اور ہیولیٰ کے قدیم ہونے کا گمان کیا ہے۔ اور آسمانوں کی مع اُن اشیا کے جو ان میں ہیں قدیم سمجھا ہے۔

اور ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کاملین کے ارواح کے قدم کا قائل ہوا ہے۔ اس بات کو ظاہر کی طرف سے پھیر کر تاویل پر محمول کرنا چاہیے۔ تا کہ اہلِ ملت کے اجماع کے مخالف نہ ہو۔

عقیدہ آٹھواں:

اور حق تعالیٰ قادر مختار ہے۔ اور ایجاب کی آمیزش اور اضطرار کے گمان سے منزّہ اور مبرا ہے۔ فلاسفہ بے خرد نے کمال کو ایجاب میں جان کر حق تعالیٰ سے اختیار کی نفی کرنے کے ایجاب کو ثابت کیا ہے اور ان بے وقوفوں نے اس واجب الوجود کو معطّل و بے کار سمجھا ہے۔ اور سوائے ایک مصنوع کے کہ وہ بھی ایجات سے ہے زمین و آسمان کے خالق سے صادر ہوا ہوا نہیں جانا ہے اور حوادث کے وجود کو عقل فعال کی طرف نسبت دی ہے۔ جس کا وجود ان کے وہم کے سوا کہیں ثابت نہیں ہے۔ اور ان کے گمان میں ان کو حق تعالیٰ کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہے۔ پس چاہیے کہ اضطراب واضطرار کے وقت عقل فعال کی طرف التجا کرتے۔ اور حضرت حق سبحانہٗ کی طرف رجوع نہ کرتے۔ کیونکہ حوادث کے وجود میں اس کا کچھ دخل نہیں جانتے، اور کہتے ہیں کہ صرف عقل فعال ہی حوادث کے ایجاد سے تعلق رکھتی ہے۔ بلکہ فعال کی طرف بھی ان کا رجوع نہیں۔ کیونکہ ان کی بلیات کے دفع کرنے میں اس کا بھی کچھ اختیار نہیں ہے یہ بد بخت اپنی نادانی اور بے وقوفی کے باعث فقرہ ضالہ یعنی گمراہ فرقوں کے پیش رو ہیں۔ حالانکہ کافر بھی ان بد بختوں کے برخلاف حق تعالیٰ کی طرف التجا کرتے اور بلیات کا دفع کرنا اسی سے طلب کرتے ہیں ان بد بختوں میں یہ نسبت اور تمام فرقوں کے دو چیزیں زیادہ ہیں۔ ایک یہ کہ احکام منزّلہ کا کفر اور انکار کرتے۔ اور اخبار مرسلہ کے ساتھ عداوت و دشمنی رکھتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اپنے بیہودہ اور واہی مطالب اور مقاصد کے ثابت کرنے میں جس قدر اُن کو خبط لاحق ہوا ہے، اور کسی بے وقوف کو اس قدر لاحق نہیں ہوا۔ آسمان اور ستارے جو ہر وقت بے قرار اور سرگرداں ہیں۔ ان کا مدار کار ان کی اپنی حرکات اور اوضاع پر رکھا ہے۔ اور آسمان کے خالق اور ستاروں کے موجد اور محرک اور مدبّر کی طرف سے آنکھیں بند کی ہیں۔ اور دُور از معاملہ سمجھے

Marfat.com

ہیں۔ یہ لوگ بہت ہی بے خبر اور بے وقوف ہیں۔ اور ان میں سے زیادہ کمینہ اور بیوقوف اور احمق وہ شخص ہے جو ان کو دانا اور عقلمند جانتا ہے۔ ان کے محقق اور منتظم یعنی مرتبہ علوم میں سے ایک علم ہندسہ ہے جو محض لایعنی اور بے ہودہ اور لاطائل ہے۔ بھلا مثلث کے تینوں زاویوں کا دونوں زاویہ قائمہ کے ساتھ برابر ہونا کس کام آئے گا اور شکل عروسی اور ماموِنی جوان کے نزدیک بڑی مشکل اور جانکاہ ہے۔ کس غرض کے لیے ہے۔

علم طب و نجوم اور علم تہذیب اخلاق جو ان کے تمام علوم میں سے بہتر علم ہے۔ گزشتہ انبیا علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں سے چُرا کر اپنے باطل اور بیہودہ علوم کی رائج کیا ہے' جیسے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ اَلْمُنقِذُ عَنِ الضَّلَالِ میں اس امر کی تشریح اور تصریح کی ہے۔

اہل ملّت اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے تابعدار اگر دلائل اور براہین میں غلطی کریں تو کچھ ڈر نہیں۔ کیونکہ ان کے کام کا مدار انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید پر ہے اور اپنے مطالب عالیہ کے ثبوت کے لیے دلائل اور براہین کو صرف تبرع کے طور پر لاتے ہیں۔ یہی تقلید اُن کے لیے کافی ہے برخلاف ان بدبختوں کے جو تقلید سے نکل کر صرف دلائل کے ساتھ اپنے مطالب کو ثابت کرنے کے پیچھے پڑے ہیں۔ ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا یہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے اور اوروں کو بھی گمراہ کیا۔

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی نبوت کی دعوت جب افلاطون کو جو ان بدبختوں کا رئیس ہے' پہنچی۔ تو اس نے جواب میں یوں کہا کہ:

نَحْنُ قَوْمٌ مُعْتَدُوْنَ لَا حَاجَةَ بِنَا اِلٰى مَنْ يَّهْدِيْنَا۔	ہم ہدایت یافتہ لوگ ہیں ہم کو ایسے شخص کی حاجت نہیں ہے جو ہم کو ہدایت دیوے۔

اس بیوقوف کو چاہیے تھا کہ ایسے شخص کو جو مردوں کو زندہ کرتا' اور مادر زاد اندھوں' اور کوڑھی کو تندرست کرتا ہے۔ جو ان کی حکمت کے طور سے خارج ہے۔ پہلے دیکھتا اور اس کے حالات کو دریافت کرتا۔ اور پھر جواب دیتا۔ بن دیکھے اس کا جواب دینا اس کی کمال عداوت اور کمینہ پن ہے۔

فلسفہ چوں اکثرش باشد سفہ پس کلّ آں
ہم سفہ باشد کہ حکم کلّ حکم اکثر است

فلسفہ کا اکثر حصہ جب بے توفی اور اور سفاہت کی باتوں پر مشتمل ہے تو وہ سارا ہی اسی طرح ہے کیونکہ اکثر کا حکم کل کا حکم ہے۔

نَجَّانَا اللّٰهُ عَنْ مُعْتَقِدَاتِهِمُ السُّوْءِ۔	اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے بُرے عقائد سے بچائے۔

فرزندی محمد معصوم نے انہی دنوں میں جواہر شرح مواقفت کو تمام کیا ہے اثنا سے سبق میں ان بیوقوفوں کی بڑی بڑی قباحتیں ظاہر ہوئیں اور بہت سے فائدے ان پر مترتب ہوئے۔

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ط

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور اگر وہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے بیشک ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے ہیں۔

اور شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض عبارتیں بھی ایجاب کی طرف ناظر ہیں۔ اور قدرت کے معنی میں فلسفہ کے ساتھ موافقت رکھتی ہیں۔ یعنی ترک کی صحت قادر سے تجویز نہیں کرتا۔ اور فعل کی جانب کو لازم جانتا ہے۔ عجب معاملہ ہے کہ شیخ محی الدین مقبولوں میں سے نظر آتا ہے۔ اور اس کے اکثر علوم جو آرائے اہل حق کے مخالف ہیں خطا اور ناصواب ظاہر ہوتے ہیں۔ شاید خطاء کشفی کے باعث اس کو معذور رکھا ہے۔ اور خطائے اجتہادی کی طرح ملامت کو اس سے ہٹا رکھا ہے۔

شیخ محی الدین کے حق میں فقیر کا اعتقاد خاص بھی یہی ہے کہ اس کو مقبولوں میں سے جانتا ہے اور اس کے مخالف علوم کو خطا اور مضر دیکھتا ہے۔

اس طائفہ میں سے بعض لوگ شیخ کو طعن و ملامت بھی کرتے ہیں اور اس کے علوم کو بھی خطا پر جانتے ہیں اور بعض لوگ شیخ کی تقلید اختیار کر کے اس کے تمام علوم کو بہتر اور صواب جانتے ہیں اور ان علوم کی حقیقت کو دلائل و شواہد کے ساتھ ثابت کرتے ہیں۔ اور شک نہیں کہ ان دونوں فریقوں نے افراط و تفریط کا رستہ اختیار کیا ہے۔ اور راہ اعتدال سے دور رہے ہیں۔ شیخ کو جو مقبول اولیا میں سے ہے خطائے کشفی کے باعث کس طرح رد کیا جائے۔ اور اس کے علوم کو جو صواب سے دور اور اہل حق کی رائے کے مخالف ہیں تقلید سے کس طرح قبول کیے جائیں:

فَالْحَقُّ هُوَ التَّوَسُّطُ الَّذِیْ وَفَّقَنِیَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِمَنِّهٖ وَكَرَمِهٖ۔

پس حق یہی درمیانی راہ ہے جس کی توفیق اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل و کرم سے بخشی ہے۔

ہاں مسئلہ وحدت وجود میں اسی گروہ میں سے ایک جم غفیر یعنی بہت سے لوگ شیخ کے ساتھ شریک ہیں۔ اگرچہ شیخ اس مسئلہ میں بھی طرز خاص رکھتا ہے۔ لیکن اصل بات میں سب کے سب باہم شریک ہیں۔ یہ مسئلہ بھی اگرچہ بظاہر اہل حق کے مخالف ہے۔ لیکن توجہ کے قابل اور جمع کے لائق ہے۔

اس فقیر نے اللہ تعالیٰ کی عنایت سے حضرت ایشاں (خواجہ باقی باللہ صاحب) قدس سرہٗ کی رباعیات کی شرح میں اس مسئلہ کو اہل حق کے معتقدات کے ساتھ جمع کیا ہے اور فریقین کی نزاع کو لفظ کی طرف راجع کیا ہے۔ اور دونوں طرف کے شکوک اور شبہات کو اس طرح حل کیا ہے کہ اس میں کوئی شک و شبہ کا محل نہیں رہا:

كَمَا لَا يَخْفٰى عَلَى النَّاظِرِ فِيْهِ۔

جیسے کہ اس کے دیکھنے والے پر پوشیدہ نہیں ہے۔

Marfat.com

عقیدہ نواں:

جاننا چاہیے کہ ممکنات کیا اعراض اور کیا اجسام اور کیا عقول اور کیا نفوس اور کیا افلاک اور کیا عناصر سب کے سب اس قادر مختار کی ایجاد کی طرف منسوب ہیں جو ان کو عدم کی پوشیدگی سے وجود میں لایا ہے۔ اور جس طرح یہ سب چیزیں اپنے وجود میں حق تعالیٰ کی محتاج ہیں۔ اسی طرح بقا میں بھی اس کی محتاج ہیں۔ اور اس نے اسباب اور وسائل کے وجود کو اپنے فعل کا روپوش بنایا ہے۔ اور حکمت کو اپنی قدرت کا پردہ بنایا ہے۔ نہیں بلکہ اسباب کو اپنے فعل کے ثبوت کے لیے دلائل بنایا ہے۔ اور حکمت کو قدرت کے وجود کا وسیلہ فرمایا ہے۔ کیونکہ وہ دانا لوگ جن کی بصیرت کی آنکھ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے سُرمہ سے سُرمگیں اور روشن ہوئی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اسباب و وسائل جو اپنے وجود اور بقا میں حق تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ اور اپنا ثبوت و قیام اسی سے اور اسی کے ساتھ رکھتے ہیں۔ حقیقت میں جماد محض ہیں۔ وہ کس طرح دوسرے میں جو وہ بھی انہی کی طرح جماد محض ہے تاثیر کر سکتے ہیں۔ اور اس میں اختراع و احداث کس طرح پیدا کر سکتے ہیں' ہرگز نہیں۔ بلکہ ان کے سوا وقادر ہے جو ان کو ایجاد کرتا اور ہر ایک کے لائق اور مناسب کمالات ان کو عطا فرماتا ہے۔ اور جس طرح کہ عقل مند جماد محض سے فعل کو دیکھ کر اس کے فاعل اور محرک کی طرف سُراغ لے جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں' کہ یہ فعل اس جماد کے حال کے مناسب نہیں ہے۔ بلکہ اس کے سوا کوئی اور فاعل ہے جو اس فعل کو اس میں ایجاد کرتا ہے۔ پس جماد کا فعل عقل مندوں کے نزدیک فاعل حقیقی کے فعل کا روپوش ثابت نہ ہوا۔ بلکہ اس کی جمادیت کی طرف نظر کرنے کے لحاظ سے اس کا وہ فعل فاعل حقیقی کے وجود پر دلیل ہے۔ پس یہاں بھی اسی طرح ہے۔ ہاں اس بیوقوف کے فعل میں جماد کا فعل فاعل حقیقی کے فعل کا روپوش ہے' جس نے اپنی کمال نادانی اور بیوقوفی کے باعث جماد محض کو اس فعل کے سبب صاحب قدرت سمجھا ہے اور فاعل حقیقی کی طرف سے کافر اور منکر ہوا ہے:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ط — بہت کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہت کو اس سے ہدایت دیتا ہے۔

یہ معرفت مشکوٰۃ نبوت سے مقتبس ہے۔ لیکن ہر ایک شخص کا فہم یہاں تک نہیں پہنچتا۔ اکثر لوگ کمال کو اسباب کے رفع کرنے میں جانتے ہیں اور اشیا کو ابتدا ہی سے اسباب کے ذریعہ کے بغیر حضرت حق سبحانہٗ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اسباب کے رفع کرنے میں اس حکمت کا رفع ہونا ہے جس کے ضمن میں بہت سی مصلحتیں مدنظر ہیں:

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ط — اے رب ہمارے تو نے اس کو باطل پیدا نہیں کیا۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام اسباب کو مدنظر رکھتے ہیں اور باوجود اس رعایت کے اپنے امر اور کام

Marfat.com

حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت یعقوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بدنظری کا لحاظ کر کے اپنے بیٹوں کو فرمایا:

لِيٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ط [1] — اے میرے بیٹو ایک دروازہ سے داخل نہ ہونا' بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا۔

اور باوجود اس رعایت کے پھر اپنے امر کو حق جل سلطانہٗ کے سپرد کر کے فرمایا:

مَآ اُغْنِيْ [2] عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ o — میں تم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ بے پرواہ نہیں کرتا حکم صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ میں نے اسی پر توکل کیا اور توکل کرنیوالے اسی پر توکل کرتے ہیں۔

اور حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان کو اس معرفت کو پسند فرمایا۔ اور اپنی طرف نسبت دے کر اس طرح فرمایا ہے:

وَ [3] اِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ o — اور بے شک بہت ہی صاحب علم تھا' اس لیے کہ ہم نے اس کو اپنے پاس سے علم سکھایا تھا' لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اور حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ بھی قرآن مجید میں ہمارے پیغمبر علیہ ﷺ کو اسباب کے توسّط کی طرف اشارہ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ o — اے نبیؐ تجھے اللہ اور تابعدار مومن کافی ہیں۔

باقی رہی اسباب کی تاثیر' ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات تاثیر کو ان میں پیدا نہ کرے اور کوئی اثر ان پر مترتب نہ ہو۔ جیسے کہ ہم روزمرہ اسباب میں اس امر کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ کبھی ان اسباب پر مسببات کے وجود مترتب ہوتے ہیں۔ اور کبھی کوئی اثر ان سے ظاہر نہیں ہوتا۔ اسباب کی تاثیر کا مطلق انکار کرنا مکابرہ اور ہٹ دھرمی ہے۔ تاثیر کو ماننا چاہیے اور اسی تاثیر کو اس سبب کے وجود کی طرح حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی ایجاد سے جاننا چاہیے۔ فقیر کی رائے اس مسئلہ میں یہی ہے۔ واللہ سبحانہٗ اعلم

اس بیان سے ظاہر ہوا کہ اسباب کا توسط اور وسیلہ توکل کے منافی نہیں ہے۔ جیسے کہ اکثر ناقصوں نے گمان کیا ہے۔ بلکہ اسباب کے توسط میں کمال توکل ہے۔

---

[1] سورۂ یوسف' پارہ ۱۳ [2] سورۂ یوسف' پارہ ۱۳ [3] سورۂ یوسف' پارہ ۱۳

Marfat.com

حضرت یعقوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسباب کو مدّ نظر رکھ کر اپنے کام کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے سپرد کرنے کو توکل فرمایا ہے:

عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَعَلَیْہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ ○ — میں نے اسی پر توکل کیا اور توکل کرنیوالے اسی پر توکّل کرتے ہیں۔

عقیدہ دسواں:

اور حق تعالیٰ خیر و شر کا ارادہ کرنے والا اور ان دونوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ لیکن خیر سے راضی ہے اور شر سے راضی نہیں ہے۔ ارادہ اور رضا کے درمیان یہ ایک بڑا دقیق فرق ہے۔ جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اہل سنّت و جماعت کو ہدایت فرمائی ہے۔ باقی تمام فرقے اس فرق کی ہدایت نہ پانے کے باعث گمراہ ہوگئے۔

معتزلہ بندہ کو اپنے افعال کا خالق کہتے ہیں اور کفر و معاصی کی ایجاد کو اس کی طرف منسوب کرتے ہیں اور شیخ محی الدین اور اُن کے متبعین کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ جس طرح ایمان اور اعمالِ صالحہ اسم الہادی کے پسندیدہ ہیں۔ اسی طرح کفر و معاصی بھی اسم المضل کے پسندیدہ ہیں۔

یہ بات بھی اہل حق کے مخالف ہے اور ایجاب کی طرف میلان رکھتی ہے، جو رضا کا منشا ہے۔ جس طرح کہیں کہ اشراق و اضاءت آفتاب کی پسندیدہ ہے۔ اور حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے بندوں کو قدرت و ارادہ دیا ہے کہ اپنے اختیار سے افعال کا کسب کرتے ہیں۔ اور افعال کا پیدا کرنا حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔ اور ان افعال کا کسب بندوں کی جانب منسوب ہے۔ عادت اللہ اسی طرح جاری ہے کہ پہلے بندہ اپنے فعل کا قصد کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا کر دیتا ہے۔ چونکہ بندہ کا فعل اپنے قصد و اختیار سے صادر ہوتا ہے۔ اس لیے مدح و ذم اور ثواب و عذاب بھی اسی کے متعلق ہوتا ہے۔ اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ بندے کا اختیار ضعیف ہے۔ تو بجا ہے۔ اور اگر اس لحاظ سے کہا ہے کہ فعل مامور کے ادا کرنے میں کافی نہیں ہے، تو صحیح نہیں ہے:

فَاِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ لَا یُکَلِّفُ بِمَا لَیْسَ فِیْ وُسْعِہٖ بَلْ یُرِیْدُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ الْعُسْرَ۔ — کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے فعل کے لیے تکلیف نہیں دیتا جو بندے کی طاقت سے باہر ہے بلکہ وہ تو آسانی ہی چاہتا ہے اور تنگی کا ارادہ نہیں کرتا۔

غرض یہ کہ فعل موقت یعنی چند روزہ فعل پر ہمیشہ کی جزا کا مقرر کرنا حق تعالیٰ عزیز و حکیم کی تقدیر کے حوالہ ہے۔ جس نے کفر موقت کے لیے ہمیشہ کا عذاب برابر برابر جزا فرمائی۔ اور دائمی لذت و نعمت کو ایمان موقت پر وابستہ کیا۔ ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ط

Marfat.com

حق تعالیٰ کی توفیق سے اس قدر تو ہم بھی جانتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ کی نسبت (جو ظاہری اور باطنی نعمتوں کا دینے والا اور زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور جس کی پاک بارگاہ کے لیے ہر قسم کی بزرگی اور کمال ثابت ہے) کفر اختیار کرنے کے لیے جزا بھی ایسی ہونی چاہیے جو تمام عذابوں سے بڑھ کر ہو۔ اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہنا ہے اور ایسے ہی اس منعم بزرگ پر غیب کے ساتھ ایمان لانے اور نفس و شیطان کی مزاحمت کے باوجود اس کو راست گو جاننے کے لیے جزا بھی ویسی ہونی چاہیے جو سب جزاؤں سے بہتر اور اعلیٰ درجہ کی ہو۔ اور وہ ناز و نعمت و لذت میں ہمیشہ رہنا ہے۔

بعض مشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بہشت میں داخل ہونا درحقیقت حق تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے اور ایمان کے ساتھ اس کو وابستہ کرنا اس لیے ہے کہ جو کچھ اعمال کی جزا ہوتی ہے وہ زیادہ لذیذ ہوتی ہے۔

فقیر کے نزدیک بہشت میں داخل ہونا ایمان سے وابستہ ہے لیکن ایمان حق تعالیٰ کا فضل اور اس کا عطیہ ہے۔ اور دوزخ میں داخل ہونا کفر پر منحصر ہے۔ اور کفر نفس امارہ کی خواہش سے پیدا ہوتا ہے:

مَا [1] اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَکَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ ط

جو تجھے نیکی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو تجھے برائی پہنچے تو وہ تیرے نفس سے ہے۔

جاننا چاہیے کہ بہشت میں داخل ہونے کو ایمان کے ساتھ وابستہ کرنے میں درحقیقت ایمان کی تعظیم ہے۔ بلکہ مومن بہ کی تعظیم ہے۔ جس پر اتنا بڑا عظیم الشان اجر مرتب ہوا ہے۔ اور ایسے ہی دوزخ میں داخل ہونے کو کفر کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں۔ کفر کی حقارت اور اس ذات بزرگ کی کہ جس کی نسبت یہ کفر وقوع میں آیا ہے' فضیلت ہے۔ جس پر ایسا ہمیشہ کا عذاب مترتب ہوا ہے۔ برخلاف اس بات کے جو بعض مشائخ نے کہی ہے' جو اس دقیقہ سے خالی ہے۔ اور نیز ہمیشہ کے لیے دوزخ میں داخل ہونے کے لیے جو اس کا عدیل ہے کوئی مثال اس طرح پر جاری نہیں ہے۔ کیونکہ دوزخ میں داخل ہونا درحقیقت کفر پر موقوف ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ الْمُلْهِمُ هٰذَا۔

عقیدہ گیارھواں:

اور آخرت میں مومن لوگ اللہ تعالیٰ کو بے جہت و بے کیف اور بے شبہ و بے مثال جنت میں دیکھیں گے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس سے اہل سنت و جماعت کے سوا تمام اہل ملت و غیر اہل ملت فرقے منکر ہیں اور بے جہت اور بے کیف دیدار کو جائز نہیں سمجھتے۔ حتیٰ کہ شیخ محی الدین بن عربی بھی دیدار آخرت کو تجلی صورت کی حالت میں بیان کرتا ہے۔ اور تجلی صوری کے سوا تجویز نہیں کرتا۔

ایک دن حضرت ایشاں قدس سرہٗ اپنے شیخ سے نقل کرتے تھے کہ اگر معتزلہ دیدار کو تنزیہ کے مرتبہ میں

---

[1] سورہ نساء پارہ ۵۔

Marfat.com

مقید نہ کرتے اور تشبیہ کے بھی قائل ہوتے اور دیدار کو اس تجلّی میں بھی جانتے تو ہرگز دیدار کا انکار نہ کرتے۔ اور محال نہ سمجھتے۔ یعنی ان کا انکار بے جہتی اور بے کیفی سے ہے جو مرتبہ تنزیہ کیساتھ مخصوص ہے برخلاف اس تجلّی کے کہ اس میں جہت و کیف ملحوظ ہے۔

پوشیدہ نہ رہے کہ دیدار آخرت کو تجلّی صوری کی طرح بیان کرنا در حقیقت دیدار سے انکار کرنا ہے کیونکہ وہ تجلّی صوری اگرچہ دنیا کی صوری تجلیات سے جُدا ہے۔ تاہم حق تعالیٰ کا دیدار نہیں ہے۔

یَـرَاهُ الْـمُـؤْمِـنُـوْنَ بِـغَـیْـرِ کَـیْـفٍ

وَ اِدْرَاکٍ وَّ ضَـرْبٍ مِّـنْ مِـثَـالٍ

مومن اسے بے کیف اور بلا ادراک اور بغیر کسی مثال کے دیکھیں گے۔

عقیدہ بارھواں:

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مبعوث ہونا اہل جہان کے لئے سراسر رحمت ہے۔ اگر ان بزرگوں کا واسطہ اور ذریعہ نہ ہوتا۔ تو ہم گمراہوں کو اس واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کی ذاتِ وصفات کی معرفت کی طرف کون ہدایت فرماتا۔ اور ہمارے مولیٰ جل شانہ کی پسند اور ناپسند کی چیزوں میں کون تمیز کرتا ہماری ناقص عقلیں ان بزرگوں کے نورِ دعوت کی تائید کے بغیر معزول و بیکار ہیں۔ اور ہمارے ناتمام اور ادھورے فہم ان تقلید کے بغیر اس معاملہ میں بے بس و خوار ہیں۔ ہاں عقل بھی اگرچہ حجت ہے لیکن حجت ہونے میں ناتمام ہے اور مرتبہ بلوغ تک نہیں پہنچی ہے۔ حجت بالغہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہے۔ جس پر آخرت کا دائمی عذاب و ثواب وابستہ ہے۔

سوال: جب آخرت کا دائمی عذاب بعثت پر موقوف ہے تو پھر بعثت کو رحمت عالمیان کہنا کس وجہ سے ہے؟

جواب: بعثت عین رحمت ہے جو واجب والوجود تعالیٰ و تقدس کی ذات وصفات کی معرفت کا سبب ہے جو دنیا و آخرت کی سعادت کو متضمن ہے۔ اور بعثت کی بدولت معلوم ہوگیا ہے کہ یہ چیز حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کے مناسب ہے اور یہ چیز نامناسب ہے۔ کیونکہ ہماری اندھی اور لنگڑی عقل جو حدوث اور امکان کے داغ سے داغ دار ہے کیا جانتی ہے کہ اس حضرت وجوب کے لیے جس کے واسطے قدم لازم ہے اس کے اسماء وصفات وافعال میں سے کون سے مناسب ہیں اور کون سے نامناسب تاکہ ان کا اطلاق کیا جائے۔ اور ان سے اجتناب کیا جائے۔ بلکہ بسا اوقات اپنے نقص کی وجہ سے کمال کو نقصان اور نقصان کو کمال سمجھتی ہے۔ یہ تمیز فقیر کے نزدیک تمام ظاہری و باطنی نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ وہ شخص بڑا بد بخت ہے جو امور نامناسب کو حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی طرف منسوب کرے۔ اور ناشائستہ اشیا کو حق سبحانہٗ کی طرف نسبت دے۔ بعثت ہی کی بدولت حق باطل سے جُدا ہوا ہے۔ اور

Marfat.com

بعثت ہی کی وجہ سے عبادت کی مستحق ذات اور غیر مستحق میں تمیز ہوئی ہے۔ وہ بعثت ہی ہے جس کے ذریعے حق تعالیٰ کے راستہ کی طرف دعوت کرتے ہیں اور بندوں کو مولیٰ جل سلطانہ کے قرب اور وصل کی سعادت تک پہنچاتے ہیں۔ اور بعثت کے ذریعے حق تعالیٰ کی مرضیات پر اطلاع حاصل ہوتی ہے' جیسے کہ گزر چکا' اور بعثت ہی کے طفیل حق تعالیٰ کے ملک میں تصرف کے جواز اور عدم جواز میں تمیز ہوتی ہے۔ بعثت کے اس طرح کے فائدے بکثرت ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ بعثت سراسر رحمت ہے۔ اور جو شخص اپنے نفس امارہ کی خواہش کے تابع ہو جائے اور شیطان لعین کے حکم سے بعثت کا انکار کر دے اور بعثت کے موافق عمل نہ کرے تو بعثت کا کیا گناہ ہے اور بعثت کیوں رحمت نہیں ہے۔

سوال: عقل کی دلیل اگرچہ جل شانہ' کے احکام میں ناقص و ناتمام ہے۔ لیکن یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ تصفیہ اور تزکیہ کے حاصل ہونے کے بعد عقل کو مرتبہ وجوب تعالیٰ کے ساتھ بے تکیف مناسبت اور اتصال پیدا ہو جائے۔ جس کے سبب احکام کو وہاں سے اخذ کر لے اور اس کو اس بعثت کی جو فرشتہ کے واسطے سے ہے کوئی حاجت نہ رہے؟

جواب: عقل اگرچہ یہ مناسبت اور اتصال پیدا کر لے لیکن یہ تعلق جو اس کا اس مادی صورت کے ساتھ ہے پوری طرح دور نہیں ہوتا اور اس کو پورا پورا تجرد حاصل نہیں ہوتا۔ پس واہمہ ہمیشہ اس کا دامن گیر رہتا ہے۔ اور متخیلہ ہرگز اس کا خیال نہیں چھوڑتی۔ اور قوت غضبی اور شہوی ہمیشہ اس کی دوست رہتی ہیں اور حرص و شرکی رذیل صفتیں اس کی ہمنشیں ہوتی ہیں۔ اور سہو و نسیان جو نوع انسان کا لازمہ ہے۔ اس سے دُور نہیں ہوتے۔ اور خطا اور غلطی جو اس جہان کا خاصہ ہے' اس سے الگ نہیں ہوتے۔ لہٰذا عقل اعتماد کے لائق نہیں ہے۔ اور اس کے حاصل کیے ہوئے وہم کے غلبہ اور خیال کے تصرف سے نہیں بچ سکتے۔ اور نقصان کی آمیزش اور خطا کے گمان سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ برخلاف فرشتہ کے کہ وہ ان اوصاف سے پاک اور ان رذائل سے مبرا ہے۔ پس وہ بالضرور اعتماد کے لائق ہوگا۔ اور اس کے ماخوذہ احکام وہم و خیال کی آمیزش اور نسیان و خطا کے گمان سے محفوظ ہوں گے۔ اور بعض اوقات ان علوم میں جو تلقی روحانی سے اخذ کیے ہوتے ہیں' محسوس ہوتا ہے کہ قویٰ و حواس کے ساتھ ان کی تبلیغ کی اثناء میں بعض مقدمات مسلمہ غیر صادقہ جو وہم و خیال وغیرہ کے ذریعے حاصل ہوئے ہوتے ہیں ان علوم میں اس طرح مل جاتے ہیں کہ اس وقت ہرگز تمیز نہیں کر سکتے۔ اور ثانی الحال میں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس تمیز کا علم حاصل ہوتا ہے اور کبھی نہیں بھی ہوتا۔ پس وہ علوم ان مقدمات کے مل جانے کے باعث کذب کی ہیئت پیدا کر لیتے ہیں۔ اور پھر اعتماد کے قابل نہیں رہتے یا دوسرا اس کا یہ جواب ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ تصفیہ اور تزکیہ کا حاصل ہونا ان اعمال صالحہ کے بجالانے پر موقوف ہے جو حق تعالیٰ کو پسند ہیں۔ اور یہ امر بعثت پر موقوف ہے۔ جیسے کہ گزر چکا۔

پس ثابت ہوا کہ بعثت کے بغیر تصفیہ اور تزکیہ کی حقیقت حاصل نہیں ہو سکتی اور وہ صفائی جو کافروں اور فاسقوں کو حاصل ہوتی ہے وہ نفس کی صفائی ہے نہ قلب کی صفائی اور صفائے نفس بے گمراہی کے سوا کچھ حاصل نہیں

Marfat.com

ہوتا۔ اور خسارہ کے سوا کچھ نہیں آتا۔ اور بعض امورِ غیبی کا کشف جو صفائی کے وقت کافروں اور فاسقوں کو حاصل ہوتا ہے۔ وہ استدراج ہے جس سے مقصود ان لوگوں کی خرابی اور خسارت ہے:

نَجَّـنَا اللّٰهُ سُبْحٰنَهٗ عَنْ هٰذِهِ الْبَلِيَّةِ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ وَعَلٰى اٰلِهٖ ۔ — اللہ تعالیٰ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل ہم کو اس بلا سے بچائے۔

اور اس تحقیق سے واضح ہوا کہ تکلیف شرعی جو بعثت کی راہ سے ثابت ہوئی ہے وہ بھی رحمت ہے نہ کہ جس طرح تکلیف شرعی کے منکروں یعنی مُلحدوں اور زندیقوں نے گمان کیا ہے۔ اور تکلیف کو کلفت سے تصور کر کے غیر معقول اور ناپسند جانا ہے۔ اور جو کہتے ہیں کہ یہ کونسی مہربانی ہے کہ بندوں کو سخت مشکل امور کی تکلیف دیں اور کہیں کہ اگر تم اس تکلیف کے بموجب عمل کرو گے تو بہشت میں جاؤ گے اور اگر اس کے خلاف کرو گے تو دوزخ میں جاؤ گے ان کو ایسے امور کی کیوں تکلیف دیتے ہیں ان کو کیوں نہیں چھوڑ دیتے کہ کھائیں پئیں اور سور ہیں اور اپنے حال میں رہیں۔ یہ بدبخت اور بیوقوف نہیں جانتے کہ منعم کا شکر از روئے عقل کے واجب ہے۔ اور یہ تکلیفات شرعیہ اس شکر کے بجالانے کا بیان ہے پس تکلیف عقل کی رُو سے واجب ہے' اور نیز جہان کا انتظام اس تکلیف پر منحصر ہے۔ اگر ہر ایک کو اپنے اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو اُن سے سوائے شرارت اور فساد کے کچھ ظاہر نہ ہوتا۔ ہر بوالہوس دوسرے کے جان و مال میں دست درازی کرتا اور خبث و فساد سے پیش آتا۔ اور خود بھی ضائع ہوتا اور دوسرے کو بھی ضائع کرتا۔ عَيَاذًا بِاللّٰهِ سُبْحَانَهٗ اگر شرعی موانع اور زواجر نہ ہوتے۔ تو معلوم نہیں کس قدر شرارت اور فساد ظاہر ہوتا:

[1] وَلَكُمْ فِى الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَّا اُولِى الْاَلْبَابِ ط — اے داناؤ قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے۔

کند ز نگئے مست در کعبہ قے
اگر چوب حاکم نباشد ز پے!

زنگی مست کعبہ میں قے کر دے۔ اگر حاکم کی لاٹھی سر پر نہ ہو۔

یا ہم یہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ خود مختار مالک ہے اور بندے اُس کے مملوک اور غلام ہیں۔ پس جو حکم و تصرف جو وہ ان میں فرماتا ہے عین خیر و صلاح ہے۔ اور ظلم و فساد کی آمیزش سے منزّہ اور مبرا ہے:

لَا [2] يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ ط — جو وہ کرتا ہے اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔

---

[1] پارہ سیقول سورۂ بقرہ [2] پارہ اقترب سورۂ انبیاء

Marfat.com

کرا زہرۂ آنکہ از بیم تو
کشاید زباں جز بہ تسلیم تو

کسے طاقت ہے کہ تیرے خوف کے باعث تسلیم حکم کے سوا لب کشائی کرے۔

اگر سب کو دوزخ میں بھیج دے اور ان کو ہمیشہ کا عذاب فرمائے۔ کوئی اعتراض کی جگہ نہیں۔ اور غیر کے ملک میں یہ تصرف نہیں ہے جو ستم کی صورت پیدا کرے۔ برخلاف ہمارے املاک کے جو درحقیقت اسی کے اَملاک ہیں۔ ان املاک میں ہمارے تمام تصرفات عین ستم ہیں کیونکہ صاحب شرع نے بعض مصلحتوں کے باعث ان اَملاک کو ہماری طرف منسوب کیا ہے اور درحقیقت اسی کے املاک ہیں۔ پس ہمارا تصرف ان اَملاک میں اسی قدر جائز ہے جس قدر کہ اس مالک مختار نے اسی تصرف کو جائز قرار دیا ہے۔ اور ہمارے لیے مباح کیا ہے۔ اور جو کچھ ان بزرگوں یعنی انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام نے حق جل وعلا کے جتلانے سے خبر دی ہے۔ اور جن احکام کا بیان فرمایا ہے سب سچ اور واقع کے مطابق ہیں۔ اور اگرچہ ان بزرگواروں کے اجتہادی احکام میں خطا کو جائز کیا گیا ہے۔ لیکن خطا کی تقریر کو ان کے حق میں جائز نہیں رکھا اور کہا ہے کہ ان کو خطا پر جلدی آگاہ کر دیا جاتا ہے۔ اور صواب و بہتری سے اس کا تدارک فرماتے ہیں:

فَلا اعْتَدَادَ بِذٰلِکَ الْخَطَاءِ لہٰذا یہ خطا کسی گنتی میں نہیں ہے۔

عقیدہ تیرھواں:

اور قبر کا عذاب کافروں کو اور بعض گنہگار مومنوں کے لیے حق ہے۔ مخبر صادق علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات نے اس کی نسبت خبر دی ہے۔

عقیدہ چودھواں:

اور قبر میں مومنوں اور کافروں سے منکر ونکیر کا سوال بھی حق ہے۔ قبر دنیا اور آخرت کے درمیان ایک برزخ ہے۔ اس کا عذاب ایک وجہ سے عذاب دنیوی سے مناسبت رکھتا ہے اور انقطاع پذیر ہے اور دوسری وجہ سے عذاب آخرت کے ساتھ مناسب رکھتا ہے جو درحقیقت آخرت کے عذابوں سے ہے۔ آیت کریمہ:

اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا[1] صبح وشام وہ آگ کے پیش کیے جاتے ہیں۔

عذاب قبر میں نازل ہوئی ہے۔ اور اسی طرح قبر کا آرام بھی دو پہلو رکھتا ہے۔ وہ شخص بہت ہی سعادت مند ہے جس کی لغزشوں اور قصوروں کو کمال کرم اور مہربانی سے بخش دیں اور اس کا مواخذہ نہ کریں۔ اور اگر مواخذہ کے مقام میں آئے بھی تو کمال مہربانی سے دنیا کے رنجوں اور مصیبتوں کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیں۔ اور جو کچھ

[1] سورہ مومن پارہ فمن اظلم ۱۲

Marfat.com

بقیہ رہ جائے تو قبر کی تنگی اور ان تکلیفوں کو جو اس مقام میں مقرر کی ہوئی ہیں اُس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیں تاکہ پاک وپاکیزہ محشر میں اٹھے۔ اور جس شخص کے لیے ایسا نہ کریں اور اس کا مواخذہ آخرت پر موقوف رکھیں اُس کے حق میں بھی عدل ہے۔ لیکن گنہگاروں اور شرمساروں کے حال پر افسوس ہے ہاں جو کوئی اہل اسلام سے ہے۔ اس کا انجام رحمت سے ہے اور عذاب ابدی سے محفوظ ہے۔ یہ بھی بڑی اعلیٰ نعمت ہے۔

رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَآ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ o بِحُرْمَتِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْهِ وَعَلَیْهِمُ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ	اے ہمارے رب سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل ہمارے نور کو کامل کر اور ہمارے گناہوں کو بخش تو ہر شے پر قادر ہے۔

عقیدہ پندرھواں:

روز قیامت حق ہے اور اس دن آسمان وزمین اور ستارے اور پہاڑ اور سمندر اور حیوان اور نباتات اور معاون سب کے سب معدوم اور ناچیز ہو جائیں گے۔ آسمان پھٹ جائیں گے اور ستارے پراگندہ ہو کر گر پڑیں گے۔ اور زمین و پہاڑ اڑ جائیں گے۔ یہ اعدام اور افنا نفخہ اولیٰ سے تعلق رکھتا ہے اور نفخہ اولیٰ سے تعلق رکھتا ہے اور نفخہ ثانیہ میں قبروں سے اُٹھیں گے اور محشر میں جائیں گے۔

اہل فلسفہ آسمانوں اور زمینوں کے نیست و نابود ہونے کو نہیں مانتے۔ اور ان کا فانی اور فاسد ہونا جائز نہیں سمجھتے۔ اور اُن کو ازلی ابدی کہتے ہیں۔ اور باوجود اس امر کے ان میں سے متاخرین لوگ اپنی بیوقوفی کے باعث اپنے آپ کو اہل اسلام کے گروہ سے جانتے ہیں اور بعض اسلامی احکام کے بجالانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ بعض اہل اسلام ان کی ان باتوں پر یقین کر لیتے ہیں اور بے تحاشا ان کو مسلمان جانتے ہیں۔ اور اس سے زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض مسلمان ان لوگوں میں بعض کے اسلام کو کامل جانتے ہیں۔ اور اگر کوئی ان کو طعن و تشنیع کرے تو بہت بُرا مناتے ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ نصوص قطعیہ کے منکر ہیں۔ اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے اجماع کا انکار کرتے ہیں۔

[1] اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ o وَاِذَا النُّجُوْمُ انْکَدَرَتْ o	جس وقت آفتاب (کے نور کی چادر کو) لپیٹ لیا جائے۔ اور جس وقت تارے جھڑ پڑیں۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[2] اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ o وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ	اور جب آسمان پھٹ جاوے اور سن لے حکم اپنے پروردگار کا اور اسی لائق ہے۔

[1] سورہ تکویر پارہ عم [2] سورہ انشقاق پارہ عم۔

Marfat.com

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ۝ ای شُقَّتْ
اور آسمان پھٹ کر (اُس میں) دروازے دروازے ہو جائیں گے۔

اس قسم کی آیتیں قرآن مجید میں بکثرت موجود ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ صرف کلمہ شہادت کا منہ سے بول لینا اسلام میں کافی نہیں ہے۔ بلکہ ان تمام چیزوں کی تصدیق ضروری ہے۔ جن کا بجالانا اور ان پر عمل درآمد کرنا دین کی ضروریات سے سمجھا گیا ہے۔ اور کفر و کافری سے تبرا یعنی بیزار ہونا بھی ضروری ہے۔ تاکہ اسلام ثابت ہو جائے۔ وَبِدُوْنِهٖ خَرْطُ الْقَتَادِ (ورنہ کچھ بھی نہیں ہے)

عقیدہ سولہواں:

اور حساب اور میزان اور پل صراط ہے کہ مخبر صادق علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی نسبت خبر دی ہے۔ اور نبوت کے حال سے بعض جاہلوں کے نزدیک ایسے امور کا بعید از عقل ہونا اعبار سے ساقط ہے۔ کیونکہ نبوت کی حقیقت عقل کی حقیقت سے برتر ہے اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سچی خبروں کو نظر عقل کے ساتھ موافق کرنا در حقیقت طور نبوت سے انکار کرنا ہے۔ کیونکہ یہاں تو معاملہ تقلید پر ہے۔ نہیں جانتے کہ شان نبوت طور عقل کے مخالف ہے۔ بلکہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید کے ایسے عالی مطالب کی طرف ہدایت نہیں پا سکتی۔ مخالفت اور چیز ہے اور وہاں تک نہ پہنچنا اور شے۔ کیونکہ مخالفت مطلب تک پہنچنے کے بعد متصور ہوتی ہے۔

عقیدہ ستارھواں:

بہشت و دوزخ موجود ہیں۔ قیامت کے دن حساب لینے کے بعد ایک گروہ کو بہشت میں اور ایک دوزخ میں بھیج دیں گے۔ اور ان کا ثواب و عذاب ابدی ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ جیسے کہ قطعی اور پختہ نصوص اس امر پر دلالت کرتی ہیں۔

صاحب فصوص کہتا ہے کہ سب کا انجام رحمت سے ہے:

اِنَّ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ۔ میری رحمت سب چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے۔

اور کفار کے لیے دوزخ کا عذاب تین حقبہ[1] تک ثابت کرتا ہے۔ اور بعد ازاں کہتا ہے کہ آگ ان کے حق میں برد اور سلام یعنی ٹھنڈی اور سلامتی کا باعث بن جائے گی۔ جیسے کہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہو گئی تھی۔ اور حق تعالیٰ کی وعید میں خلاف جائز سمجھتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ کوئی اہل دل صوفی کفار کے ہمیشہ کے عذاب کی طرف نہیں گیا۔ اس مسئلہ میں بھی صواب سے دور جا پڑا ہے۔ اور اس نے نہیں جانا ہے کہ مومنوں اور

---

[1] حقبہ اسی برس کے عرصے کو کہتے ہیں۔

Marfat.com

کافروں کے حق میں رحمت کا وسیع ہونا صرف دنیا ہی میں مخصوص ہے اور آخرت میں کافروں کو رحمت کی بُو بھی نہ پہنچے گی جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[1] اِنَّہٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکَافِرُوْنَ o	میری رحمت سے کافروں کے سوا اور کوئی امید نہ ہوگا۔

اور [2] رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ کے بعد فرماتا ہے:

فَسَاَکْتُبُھَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَالَّذِیْنَ ھُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ o	پھر میں اپنی رحمت کو ان لوگوں کیلئے لکھوں گا جو ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

شیخ نے آیت کے اوّل حصہ کو پڑھا ہے اور آخر حصہ پر عمل نہیں کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ o	اللہ کی رحمت نیکوکاروں کے قریب ہے۔

اور آیت کریمہ:

[3] فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ مُخْلِفَ وَعْدِہٖ رُسُلَہٗ ط	پس ہرگز تو گمان نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کریگا۔

خلف وعدہ کی خصوصیت پر دلالت نہیں کرتی:

ہوسکتا ہے کہ اس جگہ وعدہ خلافی کے نہ ہونے کا اعتصار و انحصار اس سبب سے ہو کہ وعدہ سے اس پر مراد رسولوں کی نصرت اور فتح اور کفار پر ان کا غلبہ ہے۔ اور یہ بات وعدہ و وعید کو متضمن ہے۔ یعنی رسولوں کے لیے وعدہ ہے اور کفار کے لیے وعید۔ تو گویا اس آیت میں خلف وعدہ کی بھی اور خلف وعید کی بھی نفی ہے۔ فَالْاٰیَۃُ مُسْتَشْھَدَۃٌ عَلَیْہِ لَا لَہٗ "تو آیت مذکورہ شیخ کے خلاف ہے اس کی موید نہیں" اور نیز وعید میں خلاف ہونا وعدہ کے خلاف کی طرح کذب کو مستلزم ہے۔ اور یہ بات حق تعالیٰ کی بلند بارگاہ کے مناسب نہیں ہے۔ یعنی حق تعالیٰ نے ازل میں جان لیا تھا کہ کفار کو ہمیشہ کا عذاب نہ دوں گا۔ اور پھر باوجود اس بات کے کسی مصلحت کے لیے اپنے علم کے خلاف کہہ دیا کہ ان کو ہمیشہ کا عذاب کروں۔ اس امر کا تجویز کرنا نہایت ہی بُرا ہے۔ [4]

---

[1] سورۃ یوسف پارہ ۱۳۔ [2] سورۃ اعراف پارہ قال الملاء

[3] سورہ ابراہیم پارہ وما ابرئ

[4] حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مقام پر اس مسئلے کو بھی صاف کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ امکان کذب کے عیب سے بھی پاک اور منزہ ہے۔ چنانچہ اس بارے میں حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ کے اصل فارسی الفاظ یہ ہیں (اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

سُبۡحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الۡعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ ٥ وَ سَلَامٌ عَلَی الۡمُرۡسَلِیۡنَ ٥

تیرا بڑی عزت والا رب اس بات سے برتر و پاک ہے جس کے ساتھ اس کو موصوف کرتے ہیں۔ اور مُرسلین پر سلام ہو۔

اور کفار کے لیے دائمی عذاب کے نہ ہونے پر اہل دل کا اجماع صرف شیخ کا اپنا کشف ہے۔ اور کشف میں خطا کی مجال نہیں ہے۔ اور چونکہ یہ کشف مسلمانوں کے اجماع کے مخالف ہے اس لیے کا کچھ اعتبار اور شمار نہیں ہے۔

عقیدہ اٹھارھواں:

فرشتے اللہ جل شانہٗ کے بندے ہیں جو گناہوں سے معصوم اور خطا و نسیان سے محفوظ ہیں:

[1] لَا یَعۡصُوۡنَ اللّٰہَ مَاۤ اَمَرَھُمۡ وَیَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ ٥

جو امر ان کو اللہ تعالیٰ کرتا ہے اس میں اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔ اور وہی کرتے ہیں جو اُن کا حکم ہوتا ہے۔

اور کھانے پینے اور زن و مرد ہونے سے پاک اور منزہ ہیں۔ اور قرآن مجید میں ان کے لیے مذکر ضمیروں

پس گویا دریں ہم خلف وعدہ منفی شد و ہم خلف وعید — پس اس آیت میں گویا خلاف وعدہ کی بھی نفی ہوگئی اور خلاف وعید کی بھی۔

والیضا خلف در وعید در رنگ خلف در وعدہ مستلزم کذب است و ناشایان آنحضرت جل سلطانہ — نیز خلف وعید بھی خلف وعدہ کی طرح مستلزم کذب واجب تعالیٰ ہے اور اس کی شان کے لائق نہیں

این معنی را تجویز نمودن شناعت تمام وارد۔ — واجب تعالیٰ کے لیے ایسے معنی کو جائز قرار دینا جس سے خلاف وعدہ یا وعید لازم آئے نہایت ہی بُرا ہے۔

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آیۃ فَلَنۡ یُّخۡلِفَ اللّٰہُ عَھۡدَہٗ کے تحت فرماتے ہیں۔

خبر او تعالیٰ کلام ازلی اوست و کذب در کلام نقصان عظیم کہ ہرگز بصفات او راہ نیابد در حق واللہ تعالیٰ کہ منزہ از جمیع عیوب و نقائص است خلاف خبر مطلقاً نقصان محض است۔ (تفسیر عزیزی زیر آیۃ مذکورہ)

اللہ تعالیٰ کی خبر اس کا کلام ازلی ہے اور جھوٹا ہونا کلام میں نقصان عظیم ہے کہ ہرگز اس کی صفات تک رہ نہیں پا سکتا کیونکہ وہ تمام عیوب و نقائص سے منزہ اور خبر کا خلاف واقع ہونا خالص نقص و عیب ہے۔

علاوہ ازیں تمام خلف و سلف اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ واجب تعالیٰ کذب کے امکان سے مبرا و منزہ ہے۔ کیونکہ جھوٹ عیب اور نقص ہے۔ اس مسئلہ کی مزید تفصیل کا مطالعہ اگر درکار ہو تو کتاب مستطاب سبحان السبوح مصنفہ اعلیٰحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھیے (مترجم عفی عنہ)

[1] سورہ تحریم پارہ قد سمع اللہ

Marfat.com

کا استعمال اس اعتبار سے ہے کہ مردوں کا گروہ عورتوں کے گروہ سے افضل اور شریف مانا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے بھی اپنی ذات کے لیے مذکر ضمیروں کا استعمال فرمایا ہے اور حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان میں سے بعض کو رسالت کے لیے برگزیدہ کیا ہے۔ جس طرح کہ بعض انسانوں کو بھی اس دولت سے مشرف کیا ہے:

[1] اَللّٰہُ یَصۡطَفِیۡ مِنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ط — اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانون سے بعض کو رسول بنالیتا ہے۔

تمام اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ خاص انسان خاص فرشتوں سے افضل ہیں۔

امام غزالیؒ اور امام الحرمین اور صاحب فتوحات مکیہ اس بات کے قائل ہیں کہ خاص مَلک خاص انسان سے افضل ہیں۔ اور جو کچھ اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ فرشتہ نبی کی ولادت سے افضل ہے۔ لیکن نبوت اور رسالت کے درمیان نبی کے لیے ایک ایسا درجہ ہے جہاں تک فرشتہ نہیں پہنچا ہے۔ اور وہ درجہ عنصر خاک کی راہ سے ظاہر ہوا ہے۔ جو بشر کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اس فقیر پر یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ کمالات ولایت کمالاتِ نبوت کے مقابلہ میں کسی گنتی میں نہیں ہیں۔ کاش کہ ان کے درمیان وہ نسبت ہی ہوتی' جو قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ ہے' مگر نہیں ہے۔ پس وہ فضیلت جو راہ نبوت سے حاصل ہو وہ اس فضیلت سے کئی گنا زیادہ ہوگی جو راہ ولایت سے حاصل ہو۔ لہٰذا افضلیت مطلق انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے اور فضل جزئی ملائکہ کرام کے لیے ہے۔ پس بہتر وہی ہے جو جمہور علما شکر اللہ تعالیٰ سعیہم نے کہا ہے۔

اس تحقیق سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ کوئی ولی کسی نبی کے درجہ تک نہیں پہنچتا۔ بلکہ اس ولی کا سر ہمیشہ اس نبی کے قدم کے نیچے ہوتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ ان مسائل میں سے ہر ایک مسئلہ میں جن میں صوفیہ وعلما کا باہم اختلاف ہے' جب اچھی طرح غور اور ملاحظہ کیا جاتا ہے۔ تو حق بجانب علما معلوم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علما کی نظر نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے باعث نبوت کے کمالات اور اس کے علوم میں نفوذ کیا ہے۔ اور صوفیہ کی نظر ولایت کے کمالات اور اس کے معارف تک ہی محدود ہے۔ پس وہ علم جو نبوت کی پیش گاہ سے حاصل کیا جاوے وہ بالضرور اُس علم سے جو مرتبہ ولایت سے اخذ کیا جائے۔ کئی درجے بہتر اور حق ہوگا۔

بعض معارف کی تحقیق اُس مکتوب میں جو اپنے فرزند ارشد کے نام طریقہ کے بیان میں لکھا ہے' درج ہوچکی ہے۔ اگر کچھ دقت اور پوشیدگی رہ جائے۔ تو اس مکتوب کی طرف رجوع کریں۔

---

[1] آخر سورۂ حج' پارہ قد اقترب

Marfat.com

عقیدہ اُنیسواں:

ایمان ان تمام دینی امور کے ساتھ جو ضرورت اور تواتر کے طریق پر ہم تک پہنچے ہیں۔ تصدیق قلبی سے مراد ہے۔ اور اقرار زبانی بھی ایمان کا رکن کہا ہے جو سقوط کا احتمال رکھتا ہے۔ اور کفر اور کافی اور کفار خصائص اور لوازم مثلاً زنار باندھی اور اس قسم کی اور رسوم سے جو اس میں پائی جاتی ہیں تبرّی کرنا اور بیزار ہونا اس تصدیق کی علامت میں سے ہے۔ اور اگر عیاذ اباللہ کوئی اس تصدیق کا بھی دعویٰ کرے۔ اور کفر سے بیزاری اور تبرّی بھی ظاہر نہ کرے۔ تو ظاہر ہے کہ ایسا شخص دو دینوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو ارتداد کے نشان سے داغ دار ہے۔ اور حقیقت میں اس کا حکم منافق کا سا حکم ہے۔ لَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ (نہ اِدھر کا نہ اُدھر کا)

پس ایمان کی تحقیق میں کفر سے تبرّی کرنا ضروری ہے۔ ادنیٰ تبرّی یہ ہے کہ دل سے ہو اور اعلیٰ یہ ہے کہ دل اور جسم دونوں سے ہو۔ اور تبرّی سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی کی جائے وہ دشمنی خواہ دل سے ہو۔ جب کہ ان کے ضرر کا ڈر ہو۔ خواہ دل اور جسم سے ہو۔ جب کہ ان کے ضرر کا ڈر نہ ہو۔

آیت کریمہ:

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ	اے نبی کفار اور منافقوں سے جہاد کر اور
وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ ط	ان پر سختی کر۔

اسی مضمون کی تائید کرتی ہے۔ کیونکہ اللہ جل شانہٗ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ان کے دشمنوں کی دشمنی کے بغیر ثابت نہیں ہوتی۔ اس جگہ یہ مصرعہ صادق آتا ہے۔ ع

تولّی[2] بے تبرّی نیست ممکن

شیعہ نے جو یہ قاعدہ اہل بیت کی محبت اور دوستی میں جاری کیا ہوا ہے۔ اور خلفائے ثلثہ کے تبرّے کو اس محبت کی شرط قرار دیا ہے۔ نامناسب ہے۔ کیونکہ دوستوں کی محبت کے لیے شرط ہے کہ ان کے دشمنوں سے تبرّیٰ کیا جائے نہ کہ مطلق طور پر دشمنوں کے سوا غیروں سے بھی۔ اور کوئی منصف عاقل اس بات کو جائز نہیں سمجھتا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب اہل بیت کے دشمن ہوں۔ جب کہ ان بزرگواروں نے نبی ﷺ کی محبت میں اپنے مالوں اور جانوں کو صرف کر دیا اور جاہ و ریاست کو برباد کر دیا ہے اور کس طرح اہل بیت کی دشمنی کو ان کی طرف منسوب کر سکتے ہیں۔ جب کہ نص قطعی کے ساتھ آنحضرتؐ ﷺ کے قرابت والوں کی محبت ثابت ہے اور دعوت کی اجرت ان کی محبت مقرر کی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

1. سورۂ توبہ، سورۂ تحریم
2. یعنی دوستی دشمنوں سے بیزاری کے بغیر ممکن نہیں۔

Marfat.com

۱ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ط	اے رسول ان سے کہہ دیں کہ میں تم سے اہل قرابت کی دوستی کے سوا اور کچھ اجر نہیں مانگتا۔ اور جو شخص ایک نیکی کمائیگا ہم اس کی نیکیوں میں اور نیکیاں زیادہ کریں گے۔

حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو یہ بزرگی پائی اور شجرہ انبیا بن گئے سب حق تعالیٰ کے دشمنوں سے تبرّیٰ کرنے کے باعث ہے۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرَاهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ ط	تمہارے لیے ابراہیم اور اس کے اصحاب میں نہایت اعلیٰ درجہ کی بہتر پیروی تھی۔ جب کہ انہوں نے قوم کے لوگوں کو کہا کہ ہم تم سے اور ان سے جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو بیزار ہیں۔ اور ہم تم سے انکار کرتے ہیں اور جب تک تم ایک اللہ پر ایمان لاؤ ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے عداوت اور دشمنی ظاہر چکی ہے۔

اور حق جل وعلیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لیے فقیر کی نظر مین اس تبرّیٰ (دشمنوں سے بیزاری) کے برابر کوئی عمل نہیں ہے۔ اس بیزاری کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو کفر اور کافری کے ساتھ عداوت ہے۔ اور آلہہ آفاقی مثل لات وعزّیٰ اور ان کے عبادت کرنے والے بالذات حق سلطانہٗ کے دشمن ہیں۔ اور دوزخ کا دائمی عذاب اس بُرے فعل کی جزا ہے۔ اور آلہہ انفسی یعنی ہوائے نفسانی اور تمام برے اعمال یہ نسبت میں رکھتے۔ کیونکہ غضب وعدات ان کی نسبت ذاتی نہیں ہے۔ اگر غضب ہے تو صفات کی طرف منسوب ہے اور اگر عقاب وعتاب ہے تو افعال کی طرح راجع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوزخ کا دائمی عذاب ان بُرے فعلوں کی جزا نہیں بنا۔ بلکہ ان کی معرفت کو اپنی مشیت اور ارادہ پر منحصر کیا ہے۔

جاننا چاہیے کہ جب کفر اور کافروں کے ساتھ ذاتی عداوت ثابت ہو چکی تو ناچار رحمت ورافت جو صفات جمال میں سے ہے آخرت میں کافروں کو نہ پہنچے گی۔ اور رحمت کی صفت عداوت ذاتی کو دور نہ کریگی کیونکہ ہو چیز جو ذات کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ اس چیز کی نسبت جو صفت سے تعلق رکھتی ہے زیادہ اقویٰ اور ارفع ہے۔ پس

۱ سورہ شوریٰ پارہ الیہ یرد ۲ سورۃ ممتحنہ پارہ قدسمع اللہ

Marfat.com

مقتضائے صفت مقتضائے ذات کو تبدیل نہیں کرسکتا۔ اور یہ جو حدیث قدسی میں آیا ہے کہ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ (میری رحمت غضب پر بڑھی ہوئی ہے) اس غضب سے مراد غضب صفاتی سمجھنا چاہیے جو گنہگاروں کے ساتھ مخصوص ہے نہ کہ غضب ذاتی جو مشرکوں کے ساتھ مخصوص ہے۔

سوال: اگر کہیں کہ دنیا میں کافروں کو رحمت نصیب ہے۔ جیسے کہ تو نے اُوپر تحقیق کی ہے تو پھر دنیا میں رحمت کی صفت نے ذاتی عداوت کو کیسے دُور کردیا؟

جواب: میں کہتا ہوں کہ دنیا میں کافروں کو رحمت کا حاصل ہونا ظاہر اور صورت کے اعتبار سے ہے اور درحقیقت ان کے حق میں استدراج اور مکر ہے۔

آیت کریمہ:

[2] اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِیْنَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَیْرَاتِ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ٥ (پ ۱۸ ۔ ۱۴)

کیا یہ لوگ ایسا خیال کرتے ہیں کہ ہم جو مال و اولاد سے ان کی امداد کیے چلے جا رہے ہیں (اس کے یہ معنی ہیں کہ) اُن کو فائدہ پہنچانے میں ہم جلدی کر رہے ہیں (نہیں) بلکہ یہ (لوگ اصل مطلب کو) سمجھتے نہیں۔

اور آیت کریمہ:

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ٥ وَاُمْلِیْ لَهُمْ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ. (پ۹۔ ع ۱۳)[3]

ہم انہیں اس طرح پر کہ ان کو خبر بھی نہ ہو آہستہ آہستہ (جہنم کی طرف گھسیٹ کر) لے جائیں گے۔ اور ہم اُن کو (دنیا میں) مہلت دیتے ہیں ہمارا داؤ بیشک (پکا) داؤ ہے۔

انہی معنوں پر شاہد ہیں۔

فائدہ جلیلہ:

دوزخ کا دائمی عذاب صرف کفر کی جزا ہے۔ پھر اگر پوچھیں کہ ایک شخص باوجود ایمان کے کفر کی رسمیں بجا

---

[1] بخاری و مسلم بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ [2] سورۃ مومنون پارہ قد افلح

[3] سورۃ اعراف پارہ ۹ وقال الملاء

Marfat.com

لاتا اور کفر کی رسموں کی تعظیم کرتا ہے۔ اور علما اس پر کفر کا حکم لگاتے اور اُس کو مُرتد سمجھتے ہیں۔ جیسے کہ ہندوستان کے اکثر مسلمان اس بلا میں مبتلا ہیں۔ پس چاہیئے کہ علما کے فتویٰ کے بموجب وہ شخص آخرت کے عذاب ابدی میں گرفتار ہو۔ حالانکہ اخبار صحیح میں آ چکا ہے کہ جس شخص کے دل میں ذرّہ ایمان بھی ہوگا۔ اس کو دوزخ سے باہر نکال لیں گے۔ اور دائمی عذاب میں نہ رہنے دیں گے۔ تیرے نزدیک اس مسئلہ کی کیا تحقیق ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر وہ شخص کافر محض ہے تو دائمی عذاب اُس کے نصیب ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْہُ اور کفر کی رسموں کے بجالانے کے باوجود ذرّہ ایمان بھی رکھتا ہے تو دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہوگا۔ لیکن اس ذرّہ بھر ایمان کی برکت سے امید ہے کہ دائمی عذاب سے نجات مل جائے گی اور دائمی گرفتاری سے نجات پائے گا۔

فقیر ایک دفعہ ایک شخص کی بیمار پُرسی کے لیے گیا۔ جس کا معاملہ نزع کی حالت کے قریب پہنچا ہوا تھا۔ جب یہ فقیر اس کے حال کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ اُس کے دل پر بہت سی ظلمتیں چھائی ہوئی ہیں۔ ان ظلمتوں کو دُور کرنے کا ارادہ کیا اور چاہا کہ وہ ظلمتیں اس کے دل پر سے دُور ہو جائیں۔ لیکن اس کے دل نے قبول نہ کیا۔ بہت سے توجہ کے بعد معلوم ہوا کہ وہ ظلمتیں صفات کفر سے پیدا ہوئی ہیں۔ جو اس میں پوشیدہ تھیں۔ اور وہ کدورتیں کفر اور اہل کفر کے ساتھ دوستی رکھنے کے باعث پیدا ہوئی ہیں۔ توجہ کے ساتھ یہ ظلمتیں دُور نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ ان ظلمات سے اس کا پاک ہونا دوزخ کے عذاب پر موقوف ہے جو کفر کی جزا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ذرہ بھر ایمان بھی رکھتا ہے جس کی برکت سے آخر کار اس کو دوزخ سے نکال لیں گے جب اس میں اس حال کا مشاہدہ کیا، تو دل میں گزرا کہ آیا اس شخص پر نماز جنازہ پڑھنی چاہیے یا نہ۔ توجہ کے بعد ظاہر ہوا کہ نماز ادا کرنی چاہیے۔

پس وہ مسلمان جو باوجود ایمان کے کافروں کی رسمیں بجالاتے اور ان کی تعظیم کرتے ہیں ان پر نماز جنازہ پڑھنی چاہیئے۔ اور کفار کے ساتھ نہ ملانا چاہیے۔ جیسے کہ آج اسی پر عمل ہے۔ اور امیدوار ہونا چاہیے کہ آخر کار ایمان کی برکت سے عذاب سے نجات پائیں گے۔

پس معلوم ہوا کہ اہل کفر کے لیے عفو اور مغفرت نہیں ہے:

[1] اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرِکَ بِہٖ ط — اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشے گا۔

اور اگر کافر محض ہے تو عذاب ابدی اس کے کفر کی جزا ہے۔ اور اگر ذرّہ بھر ایمان رکھتا ہے تو اس کی جزا دوزخ کا عذاب موقّت ہے۔ اور اُس کے تمام کبیرہ گناہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں چاہے تو اُن کو بخش دے اور چاہے تو اُن پر عذاب دے۔

---

[1] سورۃ نساء پارہ ۵

Marfat.com

فقیر کے نزدیک دوزخ کا عذاب خواہ موقت ہو خواہ دائمی' کفر اور صفات کفر کے ساتھ مخصوص ہے چنانچہ اس کی تحقیق آگے آئے گی اور وہ اہل کبائر کہ جن کے گناہ توبہ یا شفاعت یا صرف عفو واحسان کے ساتھ مغفرت میں نہیں آئے یا جن کبیرہ گناہوں کا کفار دنیا کے رنج اور تکلیفوں اور موت کی سکرات اور سختیوں کے ساتھ نہیں ہوا۔ امید ہے کہ ان کے عذاب میں بعض کو عذاب قبر کے ساتھ کفایت کریں گے۔ اور بعض کو قبر کی تکلیفوں کے علاوہ قیامت کی سختیوں اور ہول کے ساتھ کفایت کریں گے۔ اور ان کے گناہوں میں سے کوئی ایسا گناہ باقی نہ چھوڑیں گے جس کے لیے عذاب دوزخ کی ضرورت پڑے۔ آیت کریمہ:

ا؎ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ (پ ۷۔ ع ۱۵) — وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے نہ ملایا ان کے لیے امن ہے۔

اسی مضمون کی مؤید ہے کیونکہ ظلم سے مراد شرک ہے:

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ كُلِّهَا۔ — اور تمام امور کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

اگر کہیں کہ کفر کے سوا بعض اور برائیوں کی جزا بھی دوزخ کا عذاب ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا — جس نے کسی مومن کو عمداً قتل کیا اس کی جزا جہنم ہے اور وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔

اور اخبار میں آیا ہے کہ جو شخص ایک نماز فریضہ کو عمداً قضا کرے گا۔ اس کو ایک حقبہ دوزخ میں عذاب دیں گے۔ پس دوزخ کا عذاب صرف کفار کے ساتھ مخصوص نہ رہا۔

میں کہتا ہوں کہ قتل کا یہ عذاب اس شخص کے لیے ہے جو قتل کو حلال جانے' کیونکہ قتل کو حلال جاننے والا کافر ہے جیسے کہ مفسرین نے ذکر کیا ہے۔ اور کفر کے سوا اور برائیاں جن کے لیے دوزخ کا عذاب آیا ہے۔ وہ بھی صفات کفر کی آمیزش سے خالی نہ ہوں گی۔ جیسے کہ اُس برائی کو خفیف سمجھنا اور اُس کے بجالانے کے وقت لاپروائی کرنا اور شریعت کے امر و نہی کو خوار سمجھنا وغیرہ وغیرہ۔

اور حدیث میں آیا ہے:

۲؎ شَفَاعَتِيْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِيْ۔ — میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہوگی۔

اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ:

ا؎ سورہ انعام' پارہ ۷۔ ۲؎ ترمذی و ابوداؤد و ابن ماجہ بروایت انس رضی اللہ عنہ

Marfat.com

¹ اُمَّتِیْ اُمَّةٌ مَّرْحُوْمَةٌ لَا عَذَابَ لَهَا فِی الْاٰخِرَةِ — میری امت امت مرحومہ ہے۔ اس کو عذاب آخرت نہ ہوگا۔

اور آیت کریمہ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَهُمُ الْاَمْنُ اسی مضمون کی مؤید ہے جیسے کہ مذکور ہوا۔ اور مشرکوں کے اطفال اور شاہقان جبل اور اور پیغمبروں کے زمانہ فترت کے مشرکوں کا حال اُس مکتوب میں جو فرزندی محمد سعید کے نام لکھا ہے مفصل ذکر ہو چکا ہے وہاں سے معلوم کر لیں۔

اور ایمان کے کم و زیادہ ہونے میں علما کا اختلاف ہے۔ امام اعظم کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اَلْاِیْمَانُ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ۔ — ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے نہ کم

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

یَزِیْدُ وَ یَنْقُصُ۔ — ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ ایمان قلبی تصدیق اور یقین سے مراد ہے جس میں زیادت اور نقصان کی گنجائش نہیں۔ اور وہ جو زیادت اور نقصان کو قبول کرے دائرہ ظن میں داخل ہے نہ یقین میں۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اعمال صالحہ کا بجالانا اس یقین کو روشن کر دیتا ہے۔ اور بُرے اعمال کا بجالانا اس یقین کو مکدر روسیاہ کر دیتا ہے۔ پس زیادت اور نقصان اعمال کے اعتبار سے اس یقین کے روشن ہونے میں ثابت ہوئی نہ کہ نفس یقین میں۔ بعض نے اس یقین کو جب کہ منجلی اور روشن معلوم کیا تو اس یقین کی نسبت جو انجلا اور روشنی نہیں رکھتا زیادہ نہیں کہہ دیا۔ گویا بعض نے غیر منجلی یقین کو یقین نہ جانا۔ اور انہی بعض نے منجلی کو یقین جان کر ناقص کہہ دیا۔ اور بعض دوسروں نے جو زیادہ تیز نظر رکھتے تھے جب دیکھا کہ یہ زیارت اور نقصان صفات یقین کی طرف راجع ہے نہ کہ نفس یقین کی طرف۔ تو اس سبب سے یقین کو غیر زائد و ناقص کہہ دیا۔ جس طرح کہ دو آئینے جو باہم برابر ہوں' لیکن انجلا اور نورانیت میں تفاوت رکھتے ہوں تو ایک شخص اس آئینہ کو جو زیادہ روشن ہے اور نمائندگی زیادہ رکھتا ہے' کہہ دے کہ یہ آئینہ بہ نسبت اُس آئینے کے جس میں ویسی روشنی اور انجلا نہیں ہے' زیادہ ہے اور دوسرا شخص کہ دے کہ یہ دونوں آئینے برابر ہیں اور ان میں کسی قسم کی زیادت اور نقصان نہیں ہے۔ فرق صرف انجلا اور نمایندگی میں ہے جو ان دونوں آئینوں کی صفات ہیں۔ پس دوسرے شخص کی نظر صائب ہے اور حقیقت شے تک نافذ ہے۔ اور شخص اوّل کی نظر کوتاہ ہے۔ اور صفت سے بڑھ کر ذات تک نہیں پہنچتی ہے:

یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (پ ۲۸۔ ع ۲) — اللہ تعالیٰ ایمان داروں کو بلند کرتا ہے اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ لوگ صاحب درجات بلند ہیں۔

---

¹ خطیب اور ابن النجار بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

اس تحقیق سے کہ جس کے اظہار کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس فقیر کو توفیق بخشی۔ مخالفوں کے وہ سب اعتراض جو انہوں نے ایمان کے کم وبیش نہ ہونے پر کیے ہیں۔ زائل ہو گئے۔ اور عام مومنوں کا ایمان تمام وجوہ میں انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ایمان کی طرح نہ ہوا۔ کیونکہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ایمان جو کامل طور پر منجلی اور نورانی ہے۔ عام مومنوں کے ایمان سے جو مومنوں کے درجوں کے اختلاف کے لحوجب بہت سی ظلمتیں اور کدورتیں رکھتا ہے۔ اور اسی طرح حضرت رضی اللہ عنہ کا ایمان جو وزن میں اس اُمت کے ایمان سے زیادہ ہے۔ انجلا اور نورانیت کے اعتبار سے سمجھنا چاہیے۔ اور زیادت کو صفات کاملہ کی طرف راجع کرنا چاہیے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام نفس انسانیت میں عام لوگوں کے ساتھ برابر ہیں اور حقیقت اور ذات میں سب باہم متحد ہیں۔ تفاضل یعنی ایک کا دوسرے سے افضل ہونا صفات کاملہ کے اعتبار سے ہے۔ اور جس میں یہ صفات کامل نہیں ہیں' گویا وہ اس نوع سے خارج ہے اور اس نوع کے فضائل اور خواص سے محروم ہے۔ لیکن باجود اس تفاوت کے نفس انسانیت میں زیادت اور نقصان کا کوئی دخل نہیں اور نہیں کہہ سکتے کہ وہ انسانیت زیادت ونقصان کے قابل ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ.

اور نیز کہتے ہیں کہ تصدیق ایمانی سے مراد بعض کے نزدیک تصدیق منطقی ہے' جو ظن اور یقین کو شامل ہے۔ اس تقدیر پر نفس ایمان میں زیارت اور نقصان کی گنجائش ہے۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ اس جگہ تصدیق سے مراد ولی یقین اور اذعان ہے نہ کہ معنی عام جو ظن کو بھی شامل ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اَنَا مُؤْمِنٌ حَقًّا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اَنَا مُؤْمِنٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی درحقیقت ان میں نزاع لفظی ہے۔ لیکن مذہب اوّل باعتبار ایمان حال کے ہے اور مذہب ثانی باعتبار ایمان انجام اور عاقبت ہے۔ لیکن صورت استثنا سے کنارہ کرنا بہتر اور مناسب ہے۔ کَمَا لَا یَخْفٰی عَلَی الْمُنْصِفِ جیسے کہ منصف آدمی پر مخفی نہیں ہے۔

عقیدہ بیسواں: اور اولیاء اللہ کی کرامتیں حق ہیں۔ اور ان سے بکثرت خرق عادات کے واقع ہونے کے باعث ان کی یہ بات عادت مستمرہ ہو گئی۔ اور کرامت کا منکر علم عادی اور ضروری کا منکر ہے۔ نبی کا معجزہ دعویٰ نبوت کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے۔ اور کرامت اس بات سے خالی ہے۔ بلکہ اس نبی کی متابعت کے اقرار کرنے کے ساتھ ملی ہوئی ہے:

فَلَا اِشْتِبَاهَ بَیْنَ الْمُعْجِزَةِ وَالْکَرَامَةِ	پس معجزہ اور کرامت کے درمیان اشتباہ نہ رہا
کَمَا زَعَمَ الْمُنْکِرُوْنَ۔	جیسے کہ منکروں نے گمان کیا ہے۔

عقیدہ اکیسواں:

اور فضیلت کی ترتیب خلفائے راشدین کے درمیان خلافت کی ترتیب کے موافق ہے۔ لیکن شیخین کی

Marfat.com

افضلیت صحابہ اور تابعین کے اجماع سے ثابت ہوئی ہے۔ چنانچہ بڑے بڑے آئمہ کی ایک جماعت نے جن میں سے ایک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ اس بات کو نقل کیا ہے:

قَالَ الشَّیْخُ الْاِمَامُ اَبُو الْحَسَنُ الْاَشْعَرِیُّ اِنَّ تَفْضِیْلَ اَبِیْ بَکْرٍؓ ثُمَّ عُمَرَؓ عَلٰی بَقِیَّۃِ الْاُمَّۃِ قَطْعِیٌّ

شیخ امام ابوالحسن اشعری فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت باقی امت پر قطعی ہے۔

قَالَ الذَّهَبِیُّ قَدْ تَوَاتَرَ عَنْ عَلِیٍّ فِیْ خِلَافَتِهٖ وَکُرْسِیِّ مَمْلِکَتِهٖ وَبَیْنَ الْجَمِّ الْغَفِیْرِ مِنْ شِیْعَتِهٖ اِنَّ اَبَابَکْرٍؓ وَّ عُمَرَؓ اَفْضَلُ الْاُمَّۃِ ثُمَّ قَالَ وَرَوَاهُ عَنْ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهٗ نَیِّفٌ وَّ ثَمَانُوْنَ نَفْسًا وَّ عَدَّمِنْهُمْ جَمَاعَۃً. ثُمَّ قَالَ فَقَبَّحَ اللّٰہُ الرَّافِضَۃَ مَا اَجْهَلُهُمْ۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ان کی خلافت ومملکت کے زمانہ میں اور آپ کے تابعداروں میں سے ایک جم غفیر کے درمیان یہ بات بطریق تواتر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ تمام امت میں سے افضل ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ اس بات کو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے اسّی سے کچھ زیادہ آدمیوں نے روایت کیا ہے اور ان میں سے ایک جماعت کا نام بھی لایا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رافضیوں کو برا کرے یہ کیسے جاہل ہیں۔

وَرَوَی الْبُخَارِیُّ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ خَیْرُ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِیِّ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَبُوْبَکْرٍؓ ثُمَّ عُمَرُؓ ثُمَّ رَجُلٌ اٰخَرُ فَقَالَ ابْنُهٗ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِیَّۃِ ثُمَّ اَنْتَ فَقَالَ اِنَّمَا اَنَا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔

اور بخاری نے اُن سے روایت کی فرمایا کہ نبی ﷺ کے بعد سب لوگوں میں سے بہتر حضرت ابوبکرؓ ہیں پھر حضرت عمرؓ پھر ایک اور شخص۔ پس اس کے بیٹے محمد بن حنفیہ نے کہا کہ پھر تو۔ پس فرمایا میں تو ایک مسلمان شخص ہوں۔

وَصَحَّحَ الذَّهَبِیُّ وَغَیْرُهٗ عَنْ عَلِیٍّؓ اَنَّهٗ قَالَ اَلَا وَاِنَّهٗ بَلَغَنِیْ اَنَّ رِجَالًا یُفَضِّلُوْنَنِیْ عَلَیْهِمَا وَمَنْ وَّجَدْتُّهٗ فَضَّلَنِیْ عَلَیْهِمَا فَهُوَ مُفْتَرٍ عَلَیْهِ مَا عَلَی الْمُفْتَرِیْ۔

امام ذہبی نے حضرت علیؓ سے صحیح کہا ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ لوگ مجھے ان دونوں پر فضیلت دیتے ہیں۔ اور جس کو میں پاؤں گا کہ مجھے ان پر فضیلت دیتا ہے وہ مفتری ہے اور اسکی سزا بھی وہی ہوگی جو مفتری کی ہوتی ہے۔

Marfat.com

وَاَخرَجَ الدَّارقُطنِیُّ عَنهُ لَا اَجِدُ اَحَدًا فَضَّلَنِیْ عَلٰی اَبِیْ بَکرٍؓ وَ عُمَرٍؓ اِلَّا جَلَدْتُہٗ جَلْدَ الْمُفْتَرِیِّ۔

اور دار قطنی نے آپ سے روایت کی ہے کہ جس کو میں دیکھوں کہ مجھے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ پر فضیلت دیتا ہے تو میں اُس کو اتنے کوڑے لگاؤں گا جو مفتری کی سزا ہے۔

اس قسم کی اور بہت سی مثالیں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے اور ان کے سوا اور بہت سے صحابہ سے متواتر آئی ہیں، جن میں کسی کو انکار کی مجال نہیں ہے، حتیٰ کہ عبد الرزاقؒ جو اکابر شیعہ میں سے ہے کہتا ہے کہ:

اُفَضِّلُ الشَّیْخَیْنَ بِتَفْضِیْلِ عَلِیٍّؓ اِیَّاھُمَا عَلٰی نَفْسِہٖ وَاِلَّا لَمَا فَضَّلْتُھُمَا کَفٰی بِیْ وِزْرًا اَنْ اُحِبَّہٗ ثُمَّ اُخَالِفَہٗ۔

میں شیخین کو اس لیے فضیلت دیتا ہوں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے خود اپنے اُوپر اُن کو فضیلت دی ہے ورنہ میں اُن کو کبھی فضیلت نہ دیتا مجھے یہی گناہ کافی ہے کہ میں اس کو دوست رکھوں اور پھر اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

کُلُّ ذٰلِکَ مُسْتَفَادٌ مِّنَ الصَّوَاعِقِ (یہ سب کچھ صواعق محرقہ سے لیا گیا ہے)

لیکن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر۔ پس اکثر اہل سنت اس بات پر ہیں کہ شیخینؓ کے بعد افضل حضرت عثمانؓ ہیں۔ حضرت علیؓ اور آئمہ اربعہ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور وہ توقف جو حضرت عثمانؓ کی فضیلت میں امام مالکؒ نے نقل کیا ہے۔ اس کے بارہ میں قاضی عیاض نے کہا ہے کہ امام مالکؒ نے توقف سے حضرت عثمانؓ کی تفضیل کی طرف رجوع کیا ہے اور قرطبی نے کہا ہے کہ ھُوَ الْاَصَحُّ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی یہی درست ہے۔ اور ایسے ہی توقف جو بعض نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے سمجھا ہے کہ:

مِنْ عَلَامَاتِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ تَفْضِیْلُ الشَّیْخَیْنِ وَمَحَبَّۃُ الْخَتَنَیْنِ۔

شیخین کی تفضیل اور ختنین کی محبت وسنت و جماعت کی علامات میں سے ہے۔

اس فقیر کے نزدیک اس عبارت کے اختیار کرنے کا محل اور ہے۔ چونکہ حضرات ختنینؓ کی خلافت کے زمانہ میں فتنہ وفساد لوگوں میں بہت ظاہر ہو گیا تھا۔ اور اس سبب سے لوگوں کے دلوں میں بہت کدورت آ گئی تھی۔ اس لیے امام رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو مدنظر رکھ کر ان کے حق میں محبت کا لفظ اختیار کیا ہے اور ان کی دوستی کو سنت کی علامات سے فرمایا ہے۔ بغیر اس امر کے کہ قسم کا توقف ملحوظ ہو۔ اور ہو بھی کیونکر جب کہ حنفیہ کی کتابیں اس مضمون سے بھری ہیں کہ ان کی افضیلت ان کی خلافت کی ترتیب پر ہے۔

Marfat.com

الغرض شیخین ؓ کی افضیلت یقینی ہے۔اور حضرت عثمان ؓ کی افضیلت اس سے کمتر ہے۔لیکن احوط یہی ہے کہ حضرت عثمان ؓ کی افضیلت کے منکر بلکہ شیخین ؓ کی افضلیت کے منکر کو بھی کفر کا حکم نہ کریں اور مبتدع اور ضال جانیں۔کیونکہ اس کی تکفیر میں علما کا اختلاف ہے۔اور اس اجماع کے قطعی ہونے میں بہت قیل و قال ہے۔ایسا منکر یزید بد بخت کا ساتھی اور بھائی ہے کہ اسی احتیاط کے باعث علما نے اس کے لعن کرنے میں توقف کیا ہے۔وہ ایذا جو پیغمبر ﷺ کو خلفائے راشدین کی جہت سے پہنچی ہے۔وہ بعینہ اسی ایذا کی طرح ہے۔جو امامین ؓ کی جہت سے پہنچی ہے۔علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات۔

قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ اَصْحَابِيْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِيْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِيْ وَمَنْ اٰذَانِيْ فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَيُوْشَكُ اَنْ يَّاْخُذَهٗ۔

رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے اصحاب کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔اور ان کو میرے بعد نشانہ نہ بناؤ۔جس نے ان کو دوست رکھا اس نے گویا میری محبت کے باعث ان کو دوست رکھا۔اور جس نے اُن سے بغض کیا اُس نے گویا میرے ہی بغض کے باعث اُن سے بغض رکھا۔اور جس نے ان کو ایذا دی۔اُس نے گویا مجھے ایذا دی۔اور جس نے مجھ کو ایذا دی۔اُس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔اور جس نے اللہ اور رسول کو ایذا دی وہ اُس کو مواخذہ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ط

وہ لوگ جو اللہ اور اُس کے رُسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

اور جو کچھ مولانا سعد الدین نے شرح عقاید نسفی میں اس افضیلت کے حق میں انصاف سمجھا ہے۔وہ انصاف سے دُور ہے۔اور وہ تردید جو اس نے کی ہے وہ سراسر لا حاصل ہے۔کیونکہ علما کے نزدیک یہ بات مقرر ہے کہ اس جگہ افضیلت سے وہ مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بکثرت ثواب کے اعتبار سے ہے نہ کہ وہ افضیلت

Marfat.com

جو فضائل اور مناقب کے بکثرت ظاہر ہونے کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ ایسی افضیلت عقلمندوں کے نزدیک کچھ اعتبار نہیں رکھتی۔ کیونکہ سلف صحابہ وتابعین نے جس قدر فضائل ومناقب حضرامیر رضی اللہ عنہ کی نسبت نقل کیے ہیں وہ اور کسی صحابی کی نسبت منقول نہیں ہیں حتےٰ کہ امام احمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ:

مَا جَآءَ لِاَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ مِنَ الْفَضَائِلِهِ مَاجَآءَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ۔ — اور جو فضائل حضرت علیؓ کے بارہ میں آئے ہیں وہ کسی اور صحابی کی نسبت نہیں آئے۔

اور باوجود اس امر کے امام مذکورؒ نے خلفائے ثلثہ کی افضیلت کا حکم کیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ افضیلت کی وجہ ان فضائل ومناقب کے سوا کچھ اور ہے۔ اور افضیلت پر اطلاع پانا دولت وحی کی ان مشاہدہ کرنے والوں کو میسر ہے جنہوں نے صریح طور پر یا قرائن سے معلوم کی ہے۔ اور وہ صحابہ پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات ہیں پس جو کچھ شارح عقائد نفسی نے کہا ہے اگر مراد افضیلت سے کثرت ثواب ہے تو پھر توقف کی جہت ساقط ہے۔ کیونکہ توقف کی تبھی گنجائش ہوتی ہے۔ جب کہ اس افضلیت کو صاحب شریعت کی طرف سے صریح طور پر یا دلالت کے طور پر معلوم نہ کیا ہو۔ اور جب معلوم ہو چکی ہو تو پھر کیوں توقف کریں۔ اور اگر معلوم نہ کیا ہو تو پھر افضیلت کا حکم کیا کریں۔ اور جو شخص سب کو برابر جانے اور ایک کو دوسرے پر فضیلت دینا فضول سمجھے۔ وہ بوالفضول اور احمق ہے۔ وہ کیسا عجب بوالفضول ہے جو اہل حق کے اجماع کو فضول جانتا ہے۔ شاید فضل کا لفظ اس کو اس فضولی کی طرف لے گیا ہے اور یہ جو صاحب فتوحات مکیہ نے کہا ہے کہ ان کی خلافت کی ترتیب کا سبب ان کی عمروں کی مدت ہے۔ فضیلت میں مساوات پر دلالت نہیں کرتا۔ کیونکہ خلافت امر دیگر ہے۔ اور افضیلت کی بحث دیگر اور اگر مان بھی لیں تو یہ بات اور اس قسم کی اور باتیں اس کے شطحیات کی قسم سے ہیں' جو تمسک کے لائق نہیں ہے۔ ان کے اکثر کشفیہ معارف جو اہل سنت کے علوم سے جدا واقع ہوئے ہیں' صواب اور بہتری سے دُور ہیں۔ ایسی باتوں کی وہی شخص متابعت کرتا ہے جس کا دل بیمار ہے یا مقلد صرف ہے۔

اور جو کچھ صحابہ کے درمیان لڑائی جھگڑے واقع ہوئے ہیں ان کو نیک توجیہ پر محمول کرنا چاہیے۔ اور ہواو تعصب سے دُور سمجھنا چاہیے۔

تفتازانی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت میں افراط کرنے کے باوجود فرمایا ہے:

وَمَا وَقَعَ مِنَ الْمُخَالَفَاتِ وَالْمُحَارَبَاتِ لَمْ يَكُنْ عَنْ نِزَاعٍ فِي خِلَافَةٍ بَلْ عَنْ خَطَآءٍ فِي الْاِجْتِهَادِ۔ — اور جو لڑائی جھگڑے ان کے درمیان واقع ہوئے ہیں وہ خلافت کے بارہ میں نزاع کے باعث نہ تھے بلکہ اجتہاد میں خطا کے سبب تھے۔

اور اس کے حاشیہ خیالی میں ہے:

Marfat.com

فَاِنَّ مُعَاوِيَةَ وَاَحْزَابَهٗ بَغَوْا عَنْ طَاعَتِهٖ مَعَ اِعْتِرَافِهِمْ بِاَنَّهٗ اَفْضَلُ اَهْلِ زَمَانِهٖ اَلْاَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ مِنْهُ بِشُبْهَةٍ هِيَ تَرْكُ الْقِصَاصِ عَنْ قَتَلَةِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ۔

کہ معاویہ اور اس کے لشکر نے اس کی طاعت سے سرکشی کی' باوجودیکہ وہ مانتے تھے کہ وہ تمام اہل زمانہ سے افضل ہے۔اور نیز وہ اس سے امامت کا زیادہ مستحق ہے از روئے شبہ کے اور وہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے قصاص کا ترک کرنا ہے۔

اور حاشیہ قرۃ کمال قری میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا ہے:

اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَيْنَا وَلَيْسُوْا كَفَرَةً وَّلَا فَسَقَةً لِمَا لَهُمْ مِنَ التَّاوِيْلِ۔

ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی حالاں کہ نہ ہی وہ کافر ہیں اور نہ ہی فاسق کیونکہ ان کے لیے تاویل ہے۔

اور شک نہیں کہ خطائے اجتہادی ملامت سے دُور ہے اور طعن وتشنیع سے مرفوع ہے۔

حضرت خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتحیات کی صحبت کے حقوق کو مدنظر رکھ کر تمام اصحاب کرام کو نیکی سے یاد کرنا چاہیے۔اور پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی دوستی کے باعث ان کو دوست رکھنا چاہیے:

مَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَهُمْ۔

جس نے ان کو دوست رکھا اس نے میری محبت سے ان کو دوست رکھا اور جس نے اُن سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کے باعث ان سے بغض رکھا۔

یعنی وہ محبت جو میرے اصحاب کے متعلق ہے وہ وہی محبت ہے جو مجھ سے تعلق ہے۔اور ایسے ہی وہ بغض جو اُن سے متعلق ہے وہ وہی بغض ہے جو مجھ سے متعلق ہے۔ہم کو حضرت امیرؓ کے ساتھ لڑائی کرنے والوں سے کچھ آشنائی نہیں ہے۔بلکہ مناسب ہے کہ ہم ان سے بیزار ہیں۔لیکن چونکہ سب کے سب حضرت پیغمبر صلوات اللہ وسلامہ کے اصحاب کرام ہیں جن کی محبت کے لیے ہم مامور اور ان کے بغض وایذا سے ممنوع ہیں اس لیے ہم حضرت پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی دوستی کے باعث سب کو دوست رکھتے ہیں اور ان کے بغض وایذا سے دور بھاگتے ہیں کیونکہ ان کا بغض وایذا آنحضرت ﷺ کے بغض وایذا تک پہنچا دیتا ہے۔لیکن محق کو محق اور مخطی کو مخطی کہتے ہیں۔یعنی حضرت امیرؓ حق پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر اس سے زیادہ کہنا فضول ہے۔

اس بحث کی تحقیق اُس مکتوب میں جو خواجہ محمد اشرف کی طرف لکھا ہے مفصل ذکر ہو چکی ہے۔اگر کوئی بات مخفی رہ گئی ہو تو اس مکتوب کی طرح رجوع کریں۔

Marfat.com

عقائد کے درست کرنے کے بعد احکام فقہ کا سیکھنا ضروری ہے۔ اور فرض وواجب وحلال وحرام وسنت و مندوب ومشتبہ ومکروہ کے جاننے سے چارہ نہیں ہے اور ایسے ہی اس علم کے موافق عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ فقہ کی کتابوں کا مطالعہ ضروری سمجھیں اور اعمال صالحہ کے بجالانے میں بڑی کوشش مدّنظر رکھیں۔ نماز جو دین کا ستون ہے اس کے تھوڑے فضائل اور ارکان بیان کیے جاتے ہیں' غور سے سُنیں۔

اوّل وضو کے کامل اور پورے طور پر کرنے سے چارہ نہیں ہے۔ ہر عضو کو تین بار تمام وکمال طور پر دھونا چاہیے تاکہ وضو بروجہ سنت ادا ہو۔ اور سر کا مسح بالاستیعاب (یعنی سارے سر کا مسح) کرنا چاہیئے اور کانوں اور گردن کے مسح میں احتیاط کرنی چاہیے۔ اور بائیں ہاتھ کی خنصر یعنی چھنگلی سے پاؤں کی اُنگلوں کے نیچے کی طرف سے خلال کرنا لکھا ہے اس کی رعایت رکھیں اور مستحب کے بجالانے کو تھوڑا نہ جانیں۔ مستحب اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اور دوست ہے اگر تمام دنیا کے عوض اللہ تعالیٰ کس ایک پسندیدہ فعل معلوم ہو جائے' اور اس کے مطابق عمل میسر ہو جائے تو بھی غنیمت ہے۔ اس کا بعینہٖ یعنی حکم ہے کہ کوئی حروف ریزوں یعنی ٹھیکروں سے قیمتی موتی خرید لے۔ یا بے ہودہ اور بے فائدہ جماد یعنی پتھر سے روح کو حاصل کرے۔

کمال طہارت اور کامل وضو کے بعد نماز کا قصد کرنا چاہیے۔ جو مومن کا معراج ہے۔ اور کوشش کرنا چاہیے کہ فرض نماز جماعت کے بغیر ادا نہ ہونے پائے بلکہ امام کے ساتھ تکبیر اولیٰ ترک نہ کرنی چاہیے اور نماز کو مستحب وقت میں ادا کرنا چاہیے۔ اور قرأت میں قدر مسنون کو مدّنظر رکھنا چاہیے اور رکوع وسجود میں طمانیت ضروری ہے۔ کیونکہ بقول مختار یا فرض ہے یا واجب اور قومہ میں اس طرح سیدھا کھڑا ہونا چاہیے کہ تمام بدن کی ہڈیاں اپنی اپنی جگہ پر آ جائیں۔ اور سیدھا کھڑا ہونے کے بعد طمانیت درکار ہے۔ کیونکہ فرض ہے یا واجب یا سنت علیٰ اختلاف الاقوال۔ ایسے ہی جلسہ میں جو دو سجدوں کے درمیان ہے۔ درست بیٹھنے کے بعد اطمینان ضروری ہے جیسے کہ قومہ میں۔ اور رکوع وسجود کی کمتر تسبیحیں تین بار ہیں اور زیادہ سے زیادہ سات بار یا گیارہ بار ہیں' علیٰ اختلاف الاقوال۔ اور امام کی تسبیح مقتدیوں کے حال کے موافق ہے۔ شرم کی بات ہے کہ انسان اکیلا ہونے کی حالت میں باوجود طاقت کے اقل تسبیحات پر کفایت کرے۔ اگر زیادہ نہ ہو سکے تو پانچ یا سات بار تو کہے۔ اور سجدہ کرنے کے وقت اوّل وا عضا زمین پر رکھے جو زمین کے نزدیک ہیں۔ پس اوّل دونوں زانو زمین پر رکھے پھر دو ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی اور زانو اور ہاتھ رکھنے کے وقت دائیں طرف سے شروع کرنا چاہیے۔ اور سر کے اٹھانے کے وقت اوّل ان اعضا کو اُٹھانا چاہیے جو آسمان سے نزدیک ہیں۔ پس پہلے پیشانی اُٹھانی چاہیے الخ اور قیام کے وقت اپنی نظر کو سجدہ کی جگہ پر اور رکوع کے وقت اپنے پاؤں پر' اور سجدہ کے وقت نوک بینی پر اور جلوس کے وقت اپنے دونوں ہاتھوں پر یا دونوں بغلوں کی طرف رکھنا چاہیئے۔ جب نظر کو پراگندہ ہونے سے روک رکھیں اور مذکورہ بالا جگہوں پر لگائے رکھیں' تو سمجھ لینا چاہیے کہ نماز جمعیت کے ساتھ میسر ہو گئی۔ اور خشوع والی نماز حاصل ہو گئی' جس طرح کہ نبی

Marfat.com

علیہ وعلیٰ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے۔ اور ایسے ہی رکوع کے وقت دونوں ہاتھوں کی اُنگلیوں کو کھلا رکھنا اور سجود کے وقت انگلیوں کا ملانا سنت ہے۔ اس کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے۔ انگلیوں کو کھلا رکھنا یا ملانا بے تقریب اور بے فائدہ نہیں ہے۔

صاحب شرع نے اس میں کئی قسم کے فائدے ملاحظہ کر کے اس پر عمل کیا ہے۔ ہمارے لیے صاحب شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے برابر کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہ سب احکام مفصل اور واضح طور پر کتب فقہیہ میں مذکور ہیں۔ یہاں بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ علم فقہ کے مطابق عمل بجالانے پر ترغیب ہو۔

وَفَّقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَ اِیَّاکُمْ عَلَی الْاَعْمَالِ الصَّالِحَۃِ الْمُوَافِقَۃِ لِلْعُلُوْمِ الشَّرِیْعَۃِ بَعْدَ اَنْ وَّ فَّقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ بِتَصْحِیْحِ الْعَقَائِدِ الدِّیْنِیَّۃِ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ وَعَلٰی اٰلِ کُلٍّ مِّنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا.

اللہ تعالیٰ حضرت سیّد المرسلین ﷺ کی طفیل ہم کو اور آپ دینی عقائد کے درست ہونے کے بعد شرعی علوم کے موافق اعمال صالحہ کے بجالانے کی بھی توفیق دیوے۔

اگر نماز کے فضائل اور اس کے مخصوصہ کمالات کے معلوم کرنے کا شوق ہو۔ تو تین مکتوبوں کو جو ایک دوسرے کے قریب و متصل ہیں مطالعہ کریں۔ پہلا مکتوب فرزندی محمد صادق کے نام پر۔ اور دوسرا امیر محمد نعمان کے نام پر۔ اور تیسرا مشیخت مآب میاں شیخ تاج کے نام لکھا ہے۔

ان اعتقادی اور عملی دوسروں کے حاصل ہونے کے بعد اگر اللہ جل سلطانہٗ کی توفیق رہنمائی کرے تو صوفیہ کے طریقہ علیہ کا سلوک کرے۔ نہ اس غرض کے لیے کہ اس اعتقاد اور عمل سے بڑھ کر کچھ چیز حاصل ہو اور کوئی نئی بات ہاتھ آئے۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ معتقدات کی نسبت ایسا یقین اور اطمینان حاصل کریں۔ جو ہرگز کسی مشکک سے زائل نہ ہو۔ اور کسی شبہ کے وارد ہونے سے باطل نہ ہو۔ کیونکہ استدلال کے چوپاؤں ہوتے ہیں اور مستدل بے تمکین ہوتا ہے:

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ط

خبردار اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

اور اعمال کی نسبت آسانی اور سہولت حاصل کریں۔ اور سرکشی کو جو نفس امارہ سے پیدا ہوئی ہے دور کریں۔ اور طریقہ صوفیہ کے سلوک سے یہ مقصود نہیں ہے کہ غیبی صورتوں اور شکلوں کا مشاہدہ کریں اور الوان وانوار کا معائنہ کریں۔ یہ بات خود لہو ولعب میں داخل ہے۔ کیا حسی صورتیں اور شکلیں کم ہیں کہ ان کو چھوڑ کر ریاضتوں اور

Marfat.com

مجاہدوں کے ساتھ غیبی صورتوں اور انوار کی تمنا کریں۔ یہ صورتیں اور وہ صورتیں اور یہ انوار اور وہ انوار سب حق جل وعلیٰ کے مخلوق اور اس کے وجود پر دلالت کرنے والے نشانات ہیں۔

اور طریق صوفیہ میں سے طریقہ علیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے کیونکہ ان بزرگواروں نے سنت کی متابعت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے اجتناب کیا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر ان کو متابعت کی دولت حاصل ہو۔ اور احوال کچھ بھی نہ ہوں تو خوش ہیں۔ اور اگر احوال کے باوجود متابعت میں فتور جانیں تو احوال کو پسند نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان بزرگواروں نے سماع ورقص کو جائز نہیں سمجھا اور ان احوال کا جو ان پر مترتب ہوتے ہیں کچھ اعتبار نہیں کیا ہے بلکہ ذکر جہر کو بھی بدعت جان کر اس سے منع کیا ہے۔ اور وہ فائدے اور ثمرے جو اس پر مترتب ہوتے ہیں ان کی طرف التفات نہیں کی۔

ایک دن میں حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ کی ملازمت میں مجلس طعام میں حاضر تھا۔ شیخ کمال نے جو حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے مخلص دوستوں میں تھا کھانا شروع کرتے وقت حضرت ایشاں کے حضور میں اسم اللہ کو بلند کہا، حضور کو بہت ناخوش معلوم ہوا۔ اور یہاں تک جھڑکا اور فرمایا کہ اس کو کہہ دو کہ ہماری مجلس طعام میں حاضر نہ ہوا کرے۔

اور میں نے حضرت ایشاں سے سنا ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ علمائے بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر قدس سرہٗ کی خانقاہ میں لے گئے تھے تاکہ ان کو ذکر جہر سے منع کریں۔ علما نے حضرت امیر کی خدمت میں عرض کیا کہ ذکر جہر بدعت ہے نہ کیا کریں انہوں نے جواب میں فرمایا کہ نہ کریں گے۔

جب اس طریقہ کے بزرگوار ذکر جہر سے منع کرنے میں اس قدر مبالغہ کرتے ہیں تو پھر سماع اور رقص اور وجد کا ذکر کیا ہے اور احوال ومواجید جو غیر شرع اسباب پر مترتب ہوں فقیر کے نزدیک استدراج کی قسم سے ہیں۔ کیونکہ استدراج والوں کو بھی احوال واذواق حاصل ہوتے ہیں۔ اور جہان کی صورتوں کے آئینوں میں کشف و توحید اور مکاشفہ ومعاینہ ان کو ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس امر میں حکمائے یونان اور ہند کے جوگی اور برہمن سب برابر ہیں۔ احوال کے سچا اور صادق ہونے کی علامت علوم شرعیہ کے ساتھ ان کا موافق ہونا اور محرمہ اور مشتبہ امور کے ارتکاب سے بچنا ہے۔

جاننا چاہیے کہ سماع ورقص در حقیقت لہو ولعب میں داخل ہے۔ آیت کریمہ:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ ط (سورہ لقمٰن) اور لوگوں میں (کوئی) ایسا بھی (نالائق) ہے جو واہیات (خرافات) قصے کہانیاں مول لے لیتا ہے۔

سرود کے منع ہونے کے شان میں نازل ہوئی ہے۔

چنانچہ مجاہدؒ جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شاگرد ہے اور کبائر تابعین سے ہے کہتا ہے،

Marfat.com

لَهْوَ الْحَدِيْثِ سے مراد سرود ہے۔

فِى الْمَدَارِكِ: لَهْوَ الْحَدِيْثِ اَلسَّمْرُ وَ الْغِنَاءُ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ مَسْعُوْدٍ يَحْلِفَانِ اَنَّهُ الْغِنَاءُ۔ تفسیر مدارک میں ہے کہ لَهْوَ الْحَدِيْث سے مراد سمر یعنی بے ہودہ قصّے کہانیاں اور سرود ہے۔اور حضرت ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم قسم کھاتے تھے کہ بے شک وغنا اور سرود ہے۔

حضرت مجاہد اللہ تعالیٰ کے قول لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ (زُور میں حاضر نہیں ہوتے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اَىْ لَا يَحْضَرُوْنَ الْغِنَاءَ۔ یعنی سرود و سماع میں حاضر نہیں ہوتے۔

اور امام الہدیٰ ابو منصور ماتریدی سے حکایت کی گئی ہے کہ:

مَنْ قَالَ لِمُقْرِئٍ زَمَانِنَا اَحْسَنْتَ عِنْدَ قِرْءَتِهٖ يَكْفُرُ وَبَانَتْ مِنْهُ اِمْرَءَتُهٗ وَاَحْبَطَ اللّٰهُ تَعَالٰى كُلَّ حَسَنَاتِهٖ۔

جس نے ہمارے زمانہ کے کسی قاری کو قرأت کے وقت کہا کہ تو نے بہت اچھا پڑھا' کافر ہو جاتا ہے اور اُس کی عورت اُس سے جدا ہو جاتی ہے۔اور اس کی تمام نیکیاں دور ہو جاتی ہیں۔

اور ابونصیر الدبوسی سے نقل کی گئی ہے اور انہوں نے قاضی ظہیر الدین خوارزمی سے نقل کی ہے کہ:

مَنْ سَمِعَ الْغِنَاءَ مِنَ الْمُغَنِّىْ وَغَيْرِهٖ اَوْ يَرٰى فِعْلًا مِنَ الْحَرَامِ فَيُحَسِّنُ ذٰلِكَ بِاعْتِقَادٍ اَوْ بِغَيْرِ اِعْتِقَادٍ يَصِيْرُ مُرْتَدًّا فِى الْحَالِ بِنَاءً عَلٰى اَنَّهٗ اَبْطَلَ حُكْمَ الشَّرِيْعَةِ وَمَنْ اَبْطَلَ حُكْمَ الشَّرِيْعَةِ فَلَا يَكُوْنُ مُؤْمِنًا عِنْدَ كُلِّ مُجْتَهِدٍ وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ تَعَالٰى طَاعَتَهٗ وَ اَحْبَطَ اللّٰهُ تَعَالٰى كُلَّ حَسَنَاتِهٖ۔

جس نے کسی گانے والے یا کسی اور سے سرود سُنا یا فعل حرام کو دیکھا اور اس کو اچھا جانا از روئے اعتقاد کے یا بغیر اعتقاد کے تو اُسی وقت مرتد ہو جاتا ہے کیونکہ اس نے شریعت کے حکم کو باطل کر دیا۔اور جس نے شریعت کے حکم کو باطل کر دیا' وہ کسی مجتہد کے نزدیک مومن نہیں رہتا اور نہ اللہ تعالیٰ اس کی طاعت کو قبول کرتا ہے اور اس کی سب نیکیوں کو دُور کر دیتا ہے۔

اَعَاذَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ مِنْ ذٰلِكَ اللہ تعالیٰ ہم کو اس سے بچائے۔

آیات واحادیث اور روایات فقہیہ غنا اور سرود کی حرمت میں اس قدر ہیں کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہے۔

۱؎ سورہ لقمان' پارہ ۲۱

Marfat.com

اگر کوئی منسوخ حدیث یا روایت شاذہ کو سرود کے مباح ہونے میں پیش کرتے تو اس کا ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ کسی فقیہہ نے کسی زمانہ میں سرود کے مباح ہونے کا فتویٰ نہیں دیا ہے۔اور نہ ہی رقص و پاکوبی کو جائز قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام ہمام ضیاالدین شامی کی ملتقط میں مذکور ہے' اور صوفیہ کا عمل حل و حرمت میں سند نہیں ہے' صرف یہی کافی نہیں ہے کہ ہم ان کو معذور سمجھیں اور ان کو ملامت نہ کریں اور ان کا امر اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں۔ یہاں تو امام ابوحنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول معتبر ہے نہ ابوبکر شبلیؒ اور ابی حسن نوریؒ کا عمل۔

اس زمانہ کے کچے اور خام صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کو بہانہ کر کے سرود و رقص کو اپنا دین و ملت بنالیا ہے۔اور اسی کی طاعت و عبادت سمجھ لیا ہے:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَهْوًا وَّ لَعِبًا ط یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے لہو ولعب کو اپنا دین بنالیا ہے۔

اور روایت سابقہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ جو شخص فعل حرام کو مستحسن اور اچھا جانے وہ اسلام کے گروہ سے نکل جاتا ہے اور مرتد ہو جاتا ہے۔تو پھر خیال کرنا چاہیے کہ سماع و رقص کی مجلس کی تعظیم کرنا بلکہ اس کو طاعت و عبادت سمجھنا کیسا بُرا ہے۔اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ ہمارے پیر اس امر میں مبتلا نہ ہوئے۔اور ہم تابعداروں کو اس قسم کے امور کی تقلید سے چھڑا دیا۔

سننے میں آتا ہے کہ مخدوم زادے سرود کی طرف رغبت کرتے ہیں۔اور سرود و قصیدہ خوانی کی مجلس جمعہ کی راتوں میں منعقد کرتے ہیں۔اور اکثر یار اس امر میں موافقت کرتے ہیں۔بڑے تعجب کی بات ہے کہ دوسرے سلسلوں کے مرید تو اپنے پیروں کے عمل کا بہانہ بنا کر اس امر کے مرتکب ہوتے ہیں۔اور شرعی حرمت کو اپنے پیروں کے عمل سے دفع کرتے ہیں۔اگرچہ فی الحقیقت اس امر میں حق پر نہیں ہیں۔بھلا اس سلسلہ کے یار اس ارتکاب میں کونسا عذر پیش کریں گے۔ایک طرف حرمت شرعی اور دوسری طرف اپنے پیروں کی مخالفت نہ اہل شریعت اس فعل سے راضی ہیں۔اور نہ ہی اہل طریقت۔اور اگر حرمت شرعی بھی نہ ہوتی۔تو پھر بھی طریقت میں صرف کسی نئے امر کا پیدا کرنا بُرا تھا۔پھر ایسے امر کیوں کو بُرے نہ ہوں۔جب کہ حرمت شرعی بھی اس کے ساتھ جمع ہو جائے۔مجھے اُمید ہے کہ جناب مرزا جی اس امر سے راضی نہ ہوں گے۔لیکن آپ کے آداب کو مدنظر رکھ کر صریح طور پر منع نہ کرتے ہوں گے۔اور یاروں کو اس اجتماع سے نہ روکتے ہوں گے اس فقیر نے چونکہ اپنے آنے میں کچھ توقف دیکھا ہے اس لیے چند فقرے جمع کر کے لکھ کر بھیج دیے ہیں۔اس سبق کو مرزا جی کی خدمت میں لے جائیں۔اور اوّل سے آخر تک ان کے سامنے پڑھیں۔والسلام۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۲۶۷)

مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ وہ اسرار و دقائق' جن کے ساتھ حضرت ایشاں یعنی حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ متمیز ہوئے ہیں۔ ان میں سے تھوڑا حصہ بھی ظہور میں نہیں لاسکتے۔ بلکہ رمز و اشارہ کے ساتھ بھی ان کی نسبت گفتگو نہیں کی جاسکتی۔ اور وہ اسرار چراغ نبوت سے مقتبس ہیں اور ملائکہ علّیین بھی اس دولت میں شریک ہوں اور اس کے مناسب بیان میں۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا صحیفہ شریفہ جو از روئے کرم اس حقیر کے نام لکھا ہوا تھا اس کے مطالعہ سے مسرف ہوا۔ جَزَاکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ خَیْرًا۔ (اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔)

(یہ فقیر) حق جل سلطانہٗ کے انعامات کیا کیا لکھے اور ان کا کیا شکر ادا کرے۔ وہ علوم و معارف جن کا فیضان ہوتا ہے۔ خداوند جل سلطانہٗ کی توفیق سے ان میں سے اکثر لکھے جاتے ہیں۔ اور ہر اہل و نا اہل یعنی کس و ناکس کے کانوں تک پہنچتے رہتے ہیں۔ لیکن وہ خاص اسرار و دقائق جن کے ساتھ یہ فقیر متمیز ہے ان کا تھوڑا سا حصہ بھی ظہور میں نہیں لاسکتا۔ بلکہ رمز و اشارہ کے ساتھ بھی اس مقولہ کی نسبت گفتگو نہیں کرسکتا۔ بلکہ اپنے فرزند عزیز کے ساتھ بھی جو فقیر کے معارف کا مجموعہ اور مقامات سلوک و جذبہ کا نسخہ ہے۔ ان اسرار و دقائق کی کوئی رمز بیان نہیں کرتا۔ اور ان کے پوشیدہ رکھنے میں بڑی کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ فقیر جانتا ہے کہ فرزند عزیز محرمان اسرار سے ہے۔ اور خطا و غلط سے محفوظ ہے۔ لیکن کیا کرے کہ معانی کی دقت اور باریکی زبان پکڑ لیتی ہے۔ اور اسرار کی لاطفت لبوں کو بند کردیتی ہے:

وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ ط — میرا سینہ بند ہوجاتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی۔

نقد وقت ہے۔ اور وہ اسرار اس قسم کے نہیں ہیں' کہ فقیر ان کو بیان نہیں کرتا۔ بلکہ وہ ایسے ہیں کہ بیان مین لائے ہی نہیں جاسکتے۔

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست
ہم قصۂ غریب و حدیثِ عجیب ہست

حافظ کی یہ تمام فریاد بے فائدہ نہیں — دراصل قصہ بھی غریب اور حالت میں بھی عجیب ہے

یہ دولت جس کے چھپانے میں ہم کوشش کرتے ہیں' انبیائے علیہم الصلوات والتسلیمات کے چراغ نبوت سے مقتبس ہے۔ اور ملائکہ ملائے اعلیٰ علیٰ نبینا و علیہم الصلوات والتسلیمات بھی اس دولت میں شریک ہیں۔ اور انبیائے علیہم الصلوات والتسلمات کے تابعداروں میں سے جس کسی کو اس دولت سے مشرف فرمائیں وہ بھی

Marfat.com

اس دولت میں میرا شریک ہے۔

حضرت ابو ہریرہ[1] رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا ﷺ سے دو طرح کے علم سیکھے ہیں۔ ایک تو وہ علم ہے جس کو میں تمہارے سامنے منتشر اور بیان کرتا ہوں اور دوسرا وہ علم ہے کہ اگر میں اس کو تمہارے پاس ظاہر کروں تو میرا گلا کاٹ دو۔

اور یہ دوسرا علم، علم اسرار ہے کہ جس علم تک کسی کا فہم نہیں پہنچتا:

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ
یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

دوسرے امید ہے کہ وہ مکتوب جو حضرت خواجہ زادگان کی خدمت میں لکھا ہے آپ کی نظر شریف سے گزرا ہوگا۔

میرے مکرم مخدوم! کوئی نئی بات جو طریقت میں پیدا کریں فقیر کے نزدیک بدعت سے کم نہیں ہے جو دین میں پیدا کریں۔ طریقت کی برکتیں اسی وقت تک فائز ہوتی رہتی ہیں جب تک کہ طریقت میں کوئی نئی بات پیدا نہ ہو۔ اور جب کوئی نیا امر طریقت میں پیدا ہو جائے تو اسی وقت اس طریق کے فیوض و برکات کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ پس طریقت کی محافظت کرنا اور طریقت کی مخالفت سے بچنا نہایت ہی ضروری ہے۔ آپ کو لازم ہے کہ جہاں کہیں اپنی طریقت کی مخالفت کسی سے دیکھیں زیر و مبالغہ سے اس کو منع فرمائیں اور طریقت کی ترویج و تقویت میں کوشش کریں۔ والسلام والاکرام

مکتوب نمبر (۲۶۸)

خانخاناں کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ انبیائے علیہم الصلوات والتسلیمات کی وراثت کا علم کونسا ہے، اور ان علما سے جو حدیث عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ میں واقع ہوئے ہیں کون سے ہیں۔ اور اس بیان کہ علیم اسرار جو انبیا سے علیہم الصلوات والتسلیمات کی وراثت سے باقی رہا ہے وہ علم توحید وجودی کے ان اسرار سے ماسوا ہے جن کے ساتھ اولیائے اُمت نے تکلم کیا ہے۔ اور احاطہ و سریان و قرب و معیت اور ان کے مناسب بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

ان حدود کے فقرا کے احوال و اوضاع شکر کے لائق ہیں:

[1] مشکوٰۃ شریف بحوالہ۔ صحیح بخاری

Marfat.com

وَالْمَسْئُوْلُ مِنَ اللّٰہِ سُبْحٰنَہٗ سَلَامَتُکُمْ وَعَافِیَتُکُمْ وَثَبَاتُکُمْ وَاسْتِقَامَتُکُمْ۔ — اور آپ کو تندرستی اور عافیت اور ثابت قدمی اور اور استقامت اللہ تعالیٰ سے چاہتے ہیں۔

چونکہ علم وراثت کی بحث درمیان آ گئی ہے اس لیے چند کلمے اس کی نسبت بمقتضائے وقت لکھے جاتے ہیں:

اخبار میں آیا ہے کہ[1] اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ (علما! انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں) وہ علم جو انبیائے علیہم الصلوات والتسلیمات سے باقی رہا ہے دو قسم کا ہے۔ ایک علم احکام دوسرے علم اسرار اور عالم وارث وہ شخص ہے جس کو ان دونوں علموں سے حصہ حاصل ہو۔ نہ کہ وہ شخص جس کو ایک ہی قسم کا علم نصیب ہو۔ اور دوسرا علم اس کے نصیب نہ ہو کہ یہ بات وراثت کے منافی ہے کیونکہ وارث کو موروث کے سب قسم کے ترکہ سے حصہ حاصل ہوتا ہے نہ کہ بعض کہ چھوڑ کر بعض سے۔ اور وہ شخص جس کو بعض معین سے حصہ ملتا ہے۔ وہ غرما یعنی قرض خواہوں میں داخل ہے کہ جس کا حصہ اس کے حق کی جنس سے متعلق ہے اور ایسے ہی آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ۔ — میری اُمت کے علما نبی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔

ان علما سے مراد علمائے وارث ہیں نہ کہ غرما کہ جنہوں نے بعض ترکہ سے حصہ لیا ہے۔ کیونکہ وارث کو قرب وجنبیت کے لحاظ سے موروث کی مانند کہہ سکتے ہیں۔ برخلاف غریم کے کہ اس علاقہ سے خالی ہے۔ پس جو شخص وارث نہ ہو وہ عالم بھی نہ ہوگا۔ مگر یہ کہ اس کے علم کو ایک نوع کے ساتھ مقید کریں۔ اور مثال کے طور پر یوں کہیں کہ علم احکام کا عالم ہے اور عالم مطلق وہ ہے جو وارث ہو۔ اور اس کو دونوں قسم کے علم سے پوا رحصہ حاصل ہو۔ اکثر لوگوں کا یہ گمان ہے کہ علم اسرار علم توحید وجودی سے مراد ہے۔ اور کثرت میں وحدت اور وحدت میں کثرت کا مشاہدہ کرنا اور حق تعالیٰ کے احاطہ اور سریان وجود اور قرب ومعیت سے کنایہ ہے جس طرح پر کہ ارباب احوال کے نزدیک مکشوف ومشہود ہے۔ حَاشَا وَکَلَّا ثُمَّ حَاشَا وَکَلَّا۔ کہ اس قسم کے علوم ومعارف علم اسرار سے ہوں۔ اور مرتبۂ نبوت کے لائق ہوں۔ کیوں کہ ان معارف کی بنا سکر وقت اور غلبہ حال پر ہے جو صحو کے منافی ہے۔ اور انبیائے علیہم الصلوات والتسلیمات کا علم کیا علم احکام اور کیا علم اسرار ست صحو در صحو ہے کہ سکر کا ایک شمہ بھی اس کے ساتھ نہیں ملا ہے۔ بلکہ یہ معارف اس مقام ولایت کے مناسب ہی جو سکر میں قدم راسخ رکھتا ہے۔ پس یہ علوم اسرار ولایت کے ہیں نہ کہ انبیا کی نبوت کے اسرار سے۔ اگرچہ نبی سے ولایت بھی ثابت ہے لیکن اس کے احکام مغلوب ہیں اور احکام نبوت کے مقابلہ میں مضمحل اور ناچیز ہیں۔

[1] اس حدیث کو احمد ترمذی ابوداؤد اور ابن ماجہ و دارمی نے روایت کیا۔ مشکوٰۃ شریف۔

Marfat.com

اس دولت میں میرا شریک ہے۔

حضرت ابو ہریرہ[1] رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا ﷺ سے دو طرح کے علم سیکھے ہیں۔ ایک تو وہ علم ہے جس کو میں تمہارے سامنے منتشر اور بیان کرتا ہوں اور دوسرا وہ علم ہے کہ اگر میں اس کو تمہارے پاس ظاہر کروں تو میرا گلا کاٹ دو۔

اور یہ دوسرا علم، علم اسرار ہے کہ جس علم تک کسی کا فہم نہیں پہنچتا:

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ — یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

دوسرے امید ہے کہ وہ مکتوب جو حضرت خواجہ زادگان کی خدمت میں لکھا ہے آپ کی نظر شریف سے گزرا ہوگا۔

میرے مکرم مخدوم! کوئی نئی بات جو طریقت میں پیدا کریں فقیر کے نزدیک بدعت سے کم نہیں ہے جو دین میں پیدا کریں۔ طریقت کی برکتیں اسی وقت تک فائز ہوتی رہتی ہیں جب تک کہ طریقت میں کوئی نئی بات پیدا نہ ہو۔ اور جب کوئی نیا امر طریقت میں پیدا ہو جائے تو اسی وقت اس طریق کے فیوض و برکات کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ پس طریقت کی محافظت کرنا اور طریقت کی مخالفت سے بچنا نہایت ہی ضروری ہے۔ آپ کو لازم ہے کہ جہاں کہیں اپنی طریقت کی مخالفت کسی سے دیکھیں زیر و مبالغہ سے اس کو منع فرمائیں اور طریقت کی ترویج و تقویت میں کوشش کریں۔ والسلام والاکرام

مکتوب نمبر (۲۶۸)

خانخاناں کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ انبیائے علیہم الصلوات والتسلیمات کی وراثت کا علم کونسا ہے، اور ان علما سے جو حدیث عُلَمَاءُ اُمَّتِی کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْل میں واقع ہوئے ہیں کون سے ہیں۔ اور اس بیان کہ علیم اسرار جو انبیا سے علیہم الصلوات والتسلیمات کی وراثت سے باقی رہا ہے وہ علم توحید وجودی کے ان اسرار سے ماسوا ہے جن کے ساتھ اولیائے اُمت نے تکلم کیا ہے۔ اور احاطہ و سریان و قرب و معیت اور ان کے مناسب بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

ان حدود کے فقرا کے احوال و اوضاع شکر کے لائق ہیں:

[1] مشکوٰۃ شریف بحوالہ صحیح بخاری

Marfat.com

وَالْمَسْئُوْلُ مِنَ اللّٰہِ سُبْحٰنَہٗ سَلَامَتُکُمْ وَعَافِیَتُکُمْ وَثَبَاتُکُمْ وَاسْتِقَامَتُکُمْ۔ اور آپ کو تندرستی اور عافیت اور ثابت قدمی اور اور استقامت اللہ تعالیٰ سے چاہتے ہیں۔

چونکہ علم وراثت کی بحث درمیان آ گئی ہے اس لیے چند کلمے اس کی نسبت بمقتضائے وقت لکھے جاتے ہیں:

اخبار میں آیا ہے کہ[1] اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ (علما انبیائے علیہم الصلوۃ والسلام کے وارث ہیں) وہ علم جو انبیائے علیہم الصلوات والتسلیمات سے باقی رہا ہے دو قسم کا ہے۔ ایک علم احکام دوسرے علم اسرار اور عالم وارث وہ شخص ہے جس کو ان دونوں علموں سے حصہ حاصل ہو۔ نہ کہ وہ شخص جس کو ایک ہی قسم کا علم نصیب ہو۔ اور دوسرا علم اس کے نصیب نہ ہو کہ یہ بات وراثت کے منافی ہے کیونکہ وارث کو موروث کے سب قسم کے ترکہ سے حصہ حاصل ہوتا ہے نہ کہ بعض کو چھوڑ کر بعض سے۔ اور وہ شخص جس کو بعض معین سے حصہ ملتا ہے۔ وہ غرما یعنی قرض خواہوں میں داخل ہے کہ جس کا حصہ اس کے حق کی جنس سے متعلق ہے اور ایسے ہی آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے:

عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ۔ میری اُمت کے علما بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔

ان علما سے مراد علمائے وارث ہیں نہ کہ غرما کہ جنھوں نے بعض ترکہ سے حصہ لیا ہے۔ کیونکہ وارث کو قرب و جنسیت کے لحاظ سے موروث کی مانند کہہ سکتے ہیں۔ برخلاف غریم کے کہ اس علاقہ سے خالی ہے۔ پس جو شخص وارث نہ ہو وہ عالم بھی نہ ہوگا۔ مگر یہ کہ اس کے علم کو ایک نوع کے ساتھ مقید کریں۔ اور مثال کے طور پر یوں کہیں کہ علم احکام کا عالم ہے اور عالم مطلق وہ ہے جو وارث ہو۔ اور اس کو دونوں قسم کے علم سے پورا حصہ حاصل ہو۔ اکثر لوگوں کا یہ گمان ہے کہ علم اسرار علم توحید وجودی سے مراد ہے۔ اور کثرت میں وحدت اور وحدت میں کثرت کا مشاہدہ کرنا اور حق تعالیٰ کے احاطہ اور سریان وجود اور قرب و معیت سے کنایہ ہے، جس طرح پر کہ ارباب احوال کے نزدیک مکشوف و مشہود ہے۔ حَاشَا وَ کَلَّا ثُمَّ حَاشَا وَ کَلَّا۔ کہ اس قسم کے علوم و معارف علم اسرار سے ہوں۔ اور مرتبۂ نبوت کے لائق ہوں۔ کیوں کہ ان معارف کی بنا سکر وقت اور غلبہ حال پر ہے جو صحو کے منافی ہے۔ اور انبیائے علیہم الصلوات والتسلیمات کا علم کیا علم احکام اور کیا علم اسرار سب صحو در صحو ہے کہ سکر کا ایک شمہ بھی اس کے ساتھ نہیں ملا ہے۔ بلکہ یہ معارف اس مقام ولایت کے مناسب ہی جو سکر میں قدم راسخ رکھتا ہے۔ پس یہ علوم اسرار ولایت کے ہیں نہ کہ انبیا کی نبوت کے اسرار سے۔ اگرچہ نبی سے ولایت بھی ثابت ہے لیکن اس کے احکام مغلوب ہیں اور احکام نبوت کے مقابلہ میں مضمحل اور ناچیز ہیں۔

[1] اس حدیث کو احمد ترمذی ابوداؤد اور ابن ماجہ و دارمی نے روایت کیا۔ مشکوٰۃ شریف۔

Marfat.com

بلے[1] ہر جا شود مہر آشکارا

سہارا جز نہاں بودن چہ یارا

فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے اور تحقیق کی ہے کہ کمالات نبوت دریائے محیط کا حکم رکھتے ہیں۔ اور کمالاتِ ولایت ان کے مقابلہ میں ایک قطرۂ ناچیز کا حکم۔ لیکن کیا کریں جن لوگوں کو کمالات نبوت تک رسائی نہیں ہے۔ انہوں کہا ہے کہ:

اَلْوَلَایَۃُ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّۃِ۔ ولایت نبوت سے افضل ہے۔

اور ایک جماعت نے اُس کی توجیہ میں کہا ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے' ان دونوں گرہوں نے نبوت کی حقیقت کو نہ سمجھ کر غائب پر حکم کیا ہے۔ صحو پر سکر کو ترجیح دینے کا حکم بھی اسی حکم کے نزدیک ہے۔ اگر صحو کی حقیقت کو جانتے ہر گز سکر کو صحو کے ساتھ نسبت نہ دیتے۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

جن لوگوں نے خواص کے صحو کو عوام کے صحو کی مانند سمجھ کر سکر کو اس پر ترجیح دی ہے۔ کاش کہ خواص کے سکر کو بھی عوام کے سکر کی طرح سمجھتے اور اس حکم پر جرءت نہ کرتے۔ کیونکہ علما کے نزدیک یہ بات ثابت و مقرر ہے کہ صحو' سکر سے بہتر ہے۔ اگر صحو و سکر مجازی ہے تو یہ حکم ثابت ہے۔ اور اگر حقیقی ہے تو پھر ولایت کو نبوت سے افضل کہنا۔ اور اور سکر کو صحو پر ترجیح دینے کا حکم ایسا ہے۔ جیسے کہ کوئی کفر کو اسلام پر ترجیح دے۔ اور جہلم کو علم سے بہتر جانے۔ کیونکہ کفر و جہل مقام ولایت کے مناسب ہے اور اسلام و معرفت مرتبہ نبوت کے مناسب۔ منصور کہتا ہے۔

کَفَرْتُ[1] بِدِیْنِ اللّٰہِ وَالْکُفْرُ وَاجِبٌ

لَدَیَّ عِنْدَ الْمُسْلِمِیْنَ قَبِیْحٌ

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کفر سے استعاذہ اور پناہ مانگتے ہیں:

قُلْ[2] کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ ط کہ ہر ایک اپنی وضع و طرز پر عمل کرتا ہے۔

جس طرح عالم مجاز میں اسلام کفر سے بہتر ہے۔ اسی طرح حقیقت میں بھی اسلام کو کفر سے بہتر جاننا چاہیے: فَاِنَّ الْمَجَازَ قَنْطَرَۃُ الْحَقِیْقَۃِ۔ مجاز حقیقت کا پُل ہے۔

---

1 اس حدیث کو شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فتوحات کے باب ۱۲ میں بیان کیا ہے لیکن محدثین نے اس حدیث میں قیل وقال کی ہے۔

2 ہاں جہاں جہاں سورج چمک رہا ہو وہاں سُہا ستارے کو چھپنے کے بغیر چارہ نہیں۔

1 میں نے اللہ کے دین سے کفر کیا اور میرے نزدیک کفر ضروری ہے اور دوسرے مسلمانوں کے نزدیک کفر قبیح ہے یاد رہے کہ منصور حلاج کا یہ قول شطحیات اور کلمات سکر یہ میں سے ہے اس کو دلیل نہیں بنا سکتے۔

2 سورہ بنی اسرائیل' پارہ سبحان الذی۔

Marfat.com

اگر کہیں کہ مقام ولایت میں جس طرح کہ مرتبہ جمع میں کفر و سکر و جہل ثابت ہے۔ اسی طرح مرتبہ فرق بعد الجمع میں اسلام و صحو و معرفت بھی متحقق و ثابت ہے۔ تو کفر و سکر و جہل کو مقام ولایت کے مناسب کہنا کس معنیٰ کے ہے۔

میں کہتا ہوں کہ صحو وغیرہ کو مرتبہ فرق ثابت کرنا مرتبہ جمع کی نسبت سے ہے جو سراسر سکر و استتار ہے۔ ورنہ اس مرتبہ کا صحو بھی سکر کے ساتھ اور اس کا اسلام کفر کے ساتھ اور اس کی معرفت جہل کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ اگر فقیر کتاب میں گنجائش جانتا تو مرتبہ فرق کے احوال و معارف کو مفصل طور پر ذکر کرتا۔ اور اس مرتبہ میں سکر وغیرہ کے ملنے کو بیان کرتا۔ دانا لوگ شاید اس معنے کو دانائی سے بھی معلوم کرلیں گے۔ العجب کل العجب۔ نہایت ہی تعجب ہے کہ یہ لوگ کمالات نبوت سے کیسے بے خبر رہے ہیں۔

اس قدر تو سمجھنا چاہیئے کہ انبیائے علیہم الصلوات والتسلیمات نے جو اس قدر بڑائی اور بزرگی حاصل کی ہے تو وہ نبوت کی راہ سے حاصل کی ہے۔ نہ ولایت کی راہ سے۔ ولایت نبوت کے لیے خادم کی طرح ہے اگر ولایت کو نبوت پر کچھ زیادتی ہوتی تو ملائکہ ملائے اعلیٰ جن کی ولایت تمام ولایات سے اکمل ہے انبیائے علیہم الصلوات والتسلیمات سے افضل ہوتے۔ اور اس طائفہ میں سے ایک گروہ نے جب ولایت کو نبوت سے افضل جان کر ملائے اعلیٰ کی ولایت کو انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی ولایت سے اکمل خیال کیا' تو ناچار ملائے اعلیٰ کے ملائکہ کو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات سے افضل قرار دے دیا اور جمہور اہل سنت سے دور جا پڑے۔ یہ سب کچھ ان سے نبوت کی حقیقت سے واقف نہ ہونے کے باعث ہوا۔

اور جب کہ لوگوں کی نگاہ میں عہد نبوت کے دور ہو جانے کے باعث کمالات نبوت ولایت کے کمالات کے سامنے حقیر معلوم ہوتے ہیں۔ اس لیے (اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے) اس باب میں (فقیر نے) کلام کو طوالت دی ہے۔ اور حقیقت معاملہ کو تھوڑا سا ظاہر کر دیا ہے:

رَبَّنَا[1] اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْۤ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ۝

میرے برادر ارشد میاں شیخ داؤد چونکہ آپ کی طرف آرہے تھے اس لیے اس دردسری کے باعث بن گئے والسلام۔

اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اور فضل و کرم سے حصہ چہارم دفتر اوّل کا ترجمہ اختتام پذیر ہوا۔ رب قدوس اسے سب اہل اسلام کے لیے ذریعہ ہدایت اور مترجم کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین ثم آمین۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

خاکسار

محمد سعید احمد نقشبندی غفرلہ

---

[1] اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ بخش اور اعمال وافعال میں ہماری زیادتیوں کو بخش دے۔ اور ہمارے قدم ثابت رکھ اور قوم کفار کے خلاف ہماری مدد و نصرت فرما۔

Marfat.com

صُحُفٌ مُّطَهَّرَةٌ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست

آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

یعنی

اُردو ترجمہ

مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ

دفتر اوّل ـــ حصہ پنجم

تالیف

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

تصیح وحواشی وترجمہ

مولانا محمد سعید احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سابق خطیب جامع مسجد داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ اُردو بازار ○ لاہور

042-7352795 - 7124354

پروگریسو بکس

Marfat.com

فہرست مضامین حصہ پنجم اُردو ترجمہ دفتر اوّل مکتوبات شریف امام ربانیؒ

مضمون	صفحہ
مکتوب نمبر (۲۶۹)	
دشمنانِ دین کو ذلیل وخوار رکھنے اور ان بدبختوں کے باطل الہوں کو ویران کرنے اور حقیر رکھنے کی ترغیب میں اور اپنے لیے اس امر عظیم کی آرزو کرنے کے بیان میں۔	۶۳۵
مکتوب نمبر (۲۷۰)	
اس بیان میں کہ بعض صحبتیں خلوت گزینی سے افضل ہوتی ہیں۔	۶۳۶
مکتوب نمبر (۲۷۱)	
ایک واقعہ کے استفسار کے حل میں میں۔	......
مکتوب نمبر (۲۷۲)	
ایمان غیب کے بیان میں۔ اور غیب کا بیان۔ اور ایمان شہودی اور ایمان بالغیب کی فضیلت کے بیان میں۔	۶۳۷
اور توحید شہودی اور وجودی کا بیان' اور اس بیان مین کہ سب سے پہلے جس نے توحید وجودی کی تصریح کی ہے وہ صاحب فتوحات ہے۔ اس سے پہلے مشائخ کی عبارات توحید وجودی کا صرف احتمال رکھتی ہیں۔ اور حصول فنا میں توحید شہودی درکار ہے نہ کہ توحید وجودی۔	......
رجوع اور توجہ کے درمیان فرق اور اول کی دوسرے پر فضیلت۔	......
آیۃ کریمہ: هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ اور وَمَا رَمَيْتَ الخ اور اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ الخ کے مرادی معنی۔	۶۴۰
ایک وجود کے قائلین پر الزام واعتراض اور دو بینی کے متعلق سوال وجواب۔	۶۴۱
شیخ اکبر نے فرمایا ہے کہ خاتم النبوت بعض علوم خاتم الاولایۃ سے اخذ کرتا ہے۔ اور اس کی توجیہ کا بیان۔	۶۴۳
حضرت مجدد علیہ الرحمہ کو بھی پہلے توحید وجودی کے راستے سے سیر واقع ہوئی تھی اور اس کے علوم سے آپ نے حصہ وافر اٹھایا لیکن جب عنایت خداوندی الخ	......
بعض صوفیہ وجود کی تصریح کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی کمالات نبوت کے حصول کے بعد شہود وحدت در کثرت کے مقام میں تھے اور آیہ کریمہ: اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ سے اس پر دلیل لانا۔	۶۴۴
حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ نقشبند) کا قول کہ جو کچھ دیکھا گیا یا سنا گیا یا جانا گیا سب	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
غیر حق تعالیٰ ہے۔ نیز آپ کا یہ قول مبارک کہ خدا کی معرفت بہاء الدین پر حرام ہے۔ اگر اس کی ابتداء بایزید کی انتہا نہ ہو۔ اور آپ کے اس قول کا بیان کہ ہم نہایت کو بدایت میں درج کرتے ہیں۔	۶۴۴
وہ جماعت جو تنزیہ صرف پر ایمان نہیں رکھتی اور مشاہدہ سفلی کے سوا کسی اور امر کے قائل ہیں' ملحدین میں سے ہیں۔	۶۴۶
صوفیہ کی پُر غرور باتوں سے فتنہ میں نہ پڑ جانا۔	......
یہ جماعت اگر غلبہ حال کے باعث معذور قرار پائے۔ لیکن ہمارے ساتھ جو مقلد نہیں کیا معاملہ کیا جائے گا۔	......
علماء مجتہدین کی تقلید کرنی چاہیے' اور صوفیہ جو کچھ مجتہدین کی آرا کے خلاف کہتے ہیں' اس کی تقلید نہیں کرنی چاہیے۔ اور حسن ظن کے تحت صوفیہ کے حق میں زبانِ طعن بھی نہیں کھولنی چاہیے۔	......
ان مدعیوں کا رد جو اسی دنیا میں رویت بصری کے قائل ہیں۔ اور حق تعالیٰ کے ساتھ کلام و مکالمہ کا دعویٰ کرتے ہیں۔	۶۴۷
علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آنسرور علیہ السلام نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا یا نہیں؟	۶۴۸
کلام لفظی اور نفسی کی تحقیق اور ہر ایک کا اللہ تعالیٰ کا کلام ہونا اور اس کے منکر کا کفر۔	۶۴۹
جاننا چاہیے کہ ممکنات کے لیے جو وجود ثابت کرتے ہیں وہ ممکن کی باقی صفات کی طرح ایک کمزور اور ضعیف وجود ہے۔	......
انبیاء کرام علیہم السلام بہت سے احکام میں عوام کی طرح زندگی گزارتے ہیں۔	۶۵۰
منقول ہے کہ حضرت فرید گنج شکر رحمۃ اللہ کا ایک فرزند فوت ہوگیا تو آپ نے فرمایا۔ سگ بچہ مر گیا ہے۔ اور جب سید بشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صاحبزادہ فوت ہوا تو آپ اس کی وفات پر روئے الخ۔	۶۵۱
انبیائے کرام علیہم السلام کا ایمان اور صحابہ اور ان اولیاء کا ایمان جو صحابہ سے ملحق ہیں شہود کے بعد غیبت میں قرار پذیر ہوا۔	۶۵۲
علمائے آخرت کا ایمان اگر ایمان بالغیب ہے۔ لیکن اس غیب نے انبیائے کرام کی متابعت کے نور کے باعث حدس کا حکم پیدا کر لیا ہے۔ اور عام مومنین کے ایمان بالغیب کی اقسام میں سے بہترین قسم وہ ہے جو تقلید انبیاء سے مربوط ہے۔	......
سوال: علماء کرام نے فرمایا ہے کہ تقلیدی ایمان سے استدلالی ایمان بہتر ہے اور اس کا جواب الخ۔	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
اس صاحب استدلال پر افسوس جس کا ایمان صرف استدلال سے حاصل ہو اور تقلید انبیاء نہ کرے۔	۶۵۳
مکتوب نمبر (۲۷۳)	
اس بیان میں کہ سائل کو اپنے شیخ مقتدا کے طریقہ کا پابند ہونا چاہیے۔ اور دوسرے مشائخ کی طرف توجہ نہ کرنی چاہیے۔ اور اگر واقعات اس کے خلاف رونما ہوں تو ان کا کچھ اعتبار نہ کرنا چاہیے۔	......
اس بات کا جواب کہ کچھ دوستوں نے دیکھا کہ آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام مولودخوانی سے بہت خوش ہیں۔	۶۵۴
اس مضمون سے متعلق سوال وجواب۔ اور شیطان کے آنسرور علیہ السلام کی صورت میں متمثل نہ ہوسکنے کا بیان۔	......
ایک روز حضور سیّد بشر علیہ السلام مجلس میں تشریف فرما تھے' قریش مکہ کے سردار بھی وہاں حاضر تھے۔ آپ نے ان کے سامنے سورۃ والنجم تلاوت فرمائی۔	۶۵۵
مخالفت طریقہ سے منع فرمانا وہ مخالفت خواہ سماع ورقص کی صورت میں ہو خواہ مولود اور شعر خوانی کی شکل میں۔ کیونکہ مطلب خاص تک وصول ان امور کے ترک کرنے سے ہوگا۔	۶۵۶
خواجہ بزرگ حضرت خواجہ نقشبند کا قول کہ میں نہ تو یہ کام کرتا ہوں اور نہ اس کا انکار کرتا ہوں۔ اور اس کی مراد کا بیان	......
مکتوب نمبر (۲۷۴)	
بلند ہمت بننے اور سفلی شہودات کی طرف توجہ نہ کرنے کے بیان میں جو کثرت کے آئینوں سے تعلق رکھتے ہیں۔	۶۵۷
مولانا احمد برکی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مدح و ثنا۔	۶۵۸
مکتوب نمبر (۲۷۵)	
استفسار کے جواب اور علوم دینیہ سیکھنے اور احکام فقیہہ کی اشاعت کی ترغیب میں۔	......
اپنے اور دوستوں کے احوال سے واقف نہ ہونے سے رنجیدہ نہ ہوں۔ اسے بے حاصلی کی دلیل نہ قرار دیں۔	۶۵۹
اس راہ میں قدم اوّل یہ ہے کہ اللہ کے سوا کچھ نہ دیکھے۔ اور اسی حالت کو فنا سے تعبیر کرتے ہیں۔	۶۶۰
مکتوب نمبر (۲۷۶)	
محکمات اور متشابہات قرآن کے بیان میں اور علماء راسخین اور ان کے کمالات کا بیان۔	......
کتاب کا لُبّ اور خلاصہ اور خلاصہ متشابہات میں اور محکمات اس کا چھلکا ہیں۔ صرف چھلکے کا علم حاصل کرنے والے علماء چھلکے پر خوش ہیں	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
اوراسی پر اکتفاء کیئے بیٹھے ہیں۔	٦٦١
خام صوفی اس بات کے درپے ہیں کہ اپنی گردنوں کو شریعت کی رسی سے نکال لیں۔ اور آیۃ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ کا معنی۔ عارفین مبتدیوں کی نسبت عبادت کے زیادہ محتاج ہیں۔ علماء ظاہر نے شریعت کے قشر (چھلکے) پر کفایت کی ہے۔ مگر راسخین نے چھلکے کو مغز کے ساتھ جمع کرلیا ہے۔	٦٦٣
ایک مدت تک یہ فقیر متشابہات کے علم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا تھا۔ آخرکار حضرت حق تعالیٰ نے اپنے فضل محض سے ان کی تاویلات الخ	٦٦٤
مکتوب نمبر (٢٧٧)	
علم الیقین، عین الیقین، اور حق الیقین کے معنی میں۔	٦٦٥
علم الیقین کی تفسیر، خواجہ عبید اللہ کا قول کہ سیر دو قسم ہے۔ سیر مستطیل اور سیر مستدیر	٦٦٦
عین الیقین اور حق الیقین کی تفسیر۔	......
تجلی صوری اور حق الیقین کے درمیان فرق۔	٦٦٧
مکتوب نمبر (٢٧٨)	
اس بیان میں کہ ہر شخص پر درستی عقائد اور بہ تقاضائے شریعت کے بعد غیر حق سے دل کی سلامتی لازم ہے۔ اور طریقہ نقشبندیہ کی مدح و ثنا۔ اور مُردوں کی امداد کی ترغیب میں	٦٦٨
قلب کی سلامتی اس وقت میسر آتی ہے کہ اس میں حق کے ماسوا کسی شے کا گزر نہ رہے۔ فرضاً اگر ہزار سال بھی زندگی وفا کرے الخ	......
اس دولت عظمیٰ تک پہنچنے کے لیے سب سے قریب طریقہ۔ طریقہ نقشبندیہ ہے۔ کیونکہ ان بزرگوں نے الخ	......
حدیث فان المیت کالغریق ینتظر دعوۃ الخ	٦٦٩
مکتوب نمبر (٢٧٩)	
ملا حسن کے طریقہ نقشبندیہ کی طرف رہنمائی کرنے کی نعمت کے شکر کی ادائیگی اور نعمت خداوندی جل شانہٗ کی نعمت پر اظہار شکر کے بیان میں۔	٦٧٠
مکتوب نمبر (٢٨٠)	
اس بیان میں کہ اس گروہ اولیاء اللہ کی محبت سرمایہ سعادت ہے۔ اور جس کو اس نعمت سے مشرف فرمانا چاہیں اسے سب کچھ دیں گے بشرطیکہ وہ استقامت دکھائے۔	٦٧١
مکتوب نمبر (٢٨١)	
سلسلہ نقشبندیہ کے ساتھ منسلک ہونے کی نعمت کے شکر کے بیان میں۔ نیز اس بیان میں کہ اس طریقہ میں اتباع کی وجہ سے کمالات نبوت کے راستے سے عروج کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور جو اس طریقہ میں واقعات اور خوابوں پر اعتماد کرتا ہے۔	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
اور نئی نئی باتوں کا اختراع کرتا ہے۔ وہ خائب و خاسر ہے۔	۶۷۲
اس فقیر کے نزدیک اس راہ میں ایک قدم ترقی کرنا۔ دوسرے راستوں میں سات قدم ترقی کرنے سے بھی بہتر ہے۔	......
مکتوب نمبر (۲۸۲)	
حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہما السلام کی ملاقات کے بیان میں اور اس امر کے بیان میں کہ دونوں حضرات روحانیوں میں سے ہیں اور اب احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں۔	۶۷۳
قطب مدار امام شافعی کے مذہب پر ہوتا ہے۔	۶۷۴
کمالات ولایت کو فقہ شافعی سے موافقت ہے اور کمالات نبوت کو فقہ حنفی سے۔	......
فصول ستہ میں خواجہ محمد پارسا کا قول کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق عمل کریں گے۔	......
مکتوب نمبر (۲۸۳)	
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شب معراج میں خدا تعالیٰ کا دیدار کرنے کے بیان میں اور اس بیان میں کہ یہ رویت دنیا میں واقع نہیں ہوئی' بلکہ آخرت میں واقع ہوئی۔	......
آنحضرت علیہ السلام شب معراج زمان و مکان کے دائرہ سے باہر نکل گئے۔ اور ازل و ابد کو آن واحد میں پالیا۔	۶۷۵
مکتوب نمبر (۲۸۴)	
اس بیان میں کہ احوال و مواجید عالم امر کا حصہ ہیں۔ اور ان احوال کا علم عالم خلق میں سے ہے۔	......
حقیقت معاملہ وہ بات ہے جو مخدوم زادہ کلاں کی طرف لکھے گئے مکتوب میں بیان فرمائی ہے۔	......
جاننا چاہیے کہ انسان کا ظاہر عالم خلق سے مرکب ہے اور اس کا باطن عالم امر سے۔	......
مکتوب نمبر (۲۸۵)	
سماع' وجد اور رقص کے احکام اور بعض ان معارف کے بیان میں جو روح سے تعلق رکھتے ہیں۔	۶۷۶
وہ جماعت جس کے احوال بدلتے رہتے ہیں' سماع اور وجدان کے لیے نافع ہے۔	
تجلیات ذاتیہ والے سماع اور وجد کے محتاج نہیں۔ ہاں منتہی حضرات کی ایک قسم ایسی ہے کہ استمرار وقت کے باوجود سماع انہیں نفع دیتا ہے۔	۶۷۷
سوال و جواب۔ اور آنحضرت علیہ السلام کے ارشاد مبارک لی مع اللہ وقت الخ کا معنی۔	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
سوال وجواب اور حدیث قرۃ عینی فی الصلوٰۃ کا بیان	۶۷۸
حدیث اقرب ما یکون العبد من الرضا فی الصلوٰۃ	......
دوام وقت کا انکار نارسائی کی علامت ہے۔	......
اس طرح کا کامل مکمل نہایت ہی قلیل الوجود ہے۔	۶۸۰
بہت صدیوں اور دراز زمانوں کے بعد بھی اگر ایسا شیخ کامل مکمل ظہور فرمائے تو غنیمت جاننا چاہیے۔ ایک عالم اس سے منور اور روشن ہوگا۔ الخ۔	۶۸۰
مبتدی کے لیے سماع اور وجد مضر اور عروج کے منافی ہے' اگرچہ شرائط کے مطابق ہو۔	۶۸۱
مختصر یہ کہ سماع صرف متوسط لوگوں اور منتہی حضرات میں سے ایک خاص قسم کے لیے نفع مند ہے۔	......
سماع اور رقص کی اگرچہ بعض منتہی حضرات کو ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن یہ لوگ الخ۔	۶۸۲
اس بات کے مرادی معنی کا بیان کہ سیر فی اللہ کے لیے نہایت نہیں۔ اور اس سیر کی بے نہایتی کا معنی یہ ہے الخ	......
فوق العرش تنزیہہ کا بیان اور اس مکشوف	

مضمون	صفحہ
کا عالم ارواح سے ہونا اور عالم ارواح کا عالم جہات سے اوپر ہونا۔ روح کی نسبت تمام مکانات کے ساتھ برابر ہے۔	......
جاننا چاہیے کہ روح اس جہان کی نسبت اگرچہ بے چون ہے' لیکن بے چون حقیقی کی نسبت چوں میں داخل ہے تو روح گویا عالم چون اور حق تعالیٰ کے درمیان برزخ ہے۔	۶۸۳
مطلوب حقیقی کو تمام جہانوں' مراتب اسماء اور ظلی و اصلی اور کونی الٰہی شیونات سے ماوراء میں تلاش کرنا چاہیے۔	......
دوام وصل اور استمرار وقت اس شخص کے لیے مسلّم ہے جو بعد از الخ۔	۶۸۴
مکتوب نمبر (۲۸۶)	
اہل سنت و جماعت کی درست آراء کے مطابق کتاب و سنت سے اخذ کردہ اعتقاد صحیح کے بیان میں۔	۶۸۵
اس جماعت کا ردّ جس نے کتاب و سنت سے اہل سنت کے معتقدات کے خلاف سمجھا ہے اور اہل حق کے کشف کے خلاف معلوم کیا ہے۔	......
اگر بعض علماء حقیقت اعتقاد کے باوجود فروعات میں مداہنت کے مرتکب ہوں تو انہیں دیکھ کر سب علماء کا انکار کرنا اور سب کو لعن طعن کا نشانہ بنانا صریح بے انصافی ہے۔	۶۸۶

Marfat.com

مضمون	صفحہ
بالآخر صوفیہ کے معتقدات بھی وہی ہیں جو علماء اہل حق کے معتقدات ہیں' ہاں بعض صوفیہ کو دوران راہ الخ۔	......
اس طائفہ کی مخالف حق باتوں سے ایک بات وحدت وجود کا حکم ہے۔ اور احاطہ اور قرب اور معیت ذاتی کا قول ہے اور خارج میں وجود زائد کے ساتھ وجود صفات کا انکار ہے۔	......
ان مخالف باتوں میں سے ایک اور بات یہ ہے کہ بعض امور پر ایسا حکم لگانا جو ایجاب واجب کو مستلزم ہیں۔	۶۸۷
اور ان کے مخالف حکموں میں سے ایک حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے بایں معنی ان شاء فعل و ان لم یشأ لم یفعل.	......
یہ لوگ پہلے قضیہ شرطیہ کو واجب الصدق جانتے ہیں اور دوسرے کو ممتنع الصدق۔	......
اور ان مخالف امور میں ہے مسئلہ قضا و قدر میں ان کی تحقیق ہے جس کے ظاہر سے ایجاب لازم آتا ہے۔ اس طرح کی مخالف باتیں بہت سی ہیں۔ مثلاً رویت کا عدم امکان تسلیم کرنا۔ کاملین کے ارواح کو قدیم جاننا۔ پس سالک کو چاہیے کہ حقیقت کار تک پہنچنے سے قبل اپنے کشف کی مخالفت کے باوجود علماء اہل حق کی تقلید کو ضروری جانے۔	......
نیز جس طرح کتاب و سنت کے موجب اعتقاد ضروری ہے۔ اس کے مقتضیٰ کے مطابق کتاب و سنت سے ائمہ مجتہدین کے بیان کردہ معانی کے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے۔	۶۸۸
مقلد کو اس امر کی اجازت نہیں کہ مجتہد کی رائے کے خلاف کتاب و سنت سے براہ راست احکام اخذ کرے اور اس پر عمل پیرا ہو عمل میں قول مختار کو اختیار کرے۔	......
حتی الامکان مجتہدین کے اقوال کو جمع کرنے کی کوشش کریں۔	۶۸۹
ان دو اعتقاد و عمل کے پروں کے حاصل ہونے کے قرب ایزدی کے مدارج کے عروج کی طرف متوجہ ہو۔ لیکن یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ ان منازل کا قطع کرنا راہ دان راہ بین رہنما شیخ کامل مکمل کی توجہ کے ساتھ وابستہ ہے۔	......
شیخ الاسلام ہروی کا قول۔ الٰہی وہ کیا چیز ہے جو تو نے اپنے دوستوں کو عطا کردی ہے جس نے ان کو پہچانا اس نے تجھے شناخت کرلیا۔ اور جب تک تجھے شناخت نہیں کیا انہیں شناخت نہیں کر سکتا۔	......
کارکنانِ قضا و قدر اگر محض فضل ایزدی سے کسی کو شیخ کامل مکمل کی خدمت میں پہنچا دیں تو چاہیے کہ وہ اپنا اختیار بالکلیۃ اس	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
میں گم کردے۔	......
اور اگر اس قسم کے شیخ کی ملاقات سے مشرف نہ ہو۔	......
انسان حرام سے اس وقت تک نہیں بچ سکتا جب تک فضول مباحات سے اجتناب نہ کرے۔	۶۹۰
اس امر کا بیان کہ ترقی اور عروج ورع سے وابستہ ہے۔اس کی تفصیل یوں ہے کہ اعمال کے دو جز ہیں۔اوامر کو بجالانا اور مناہی سے بچنا اور اس سے متعلق سوال وجواب۔	......
متاخرین کی اس بضاعت کا رد جس نے اس طریقہ میں نئی باتیں نکال لی ہیں اور سماع، رقص اور وجد اختیار کر لیا ہے۔	۶۹۱
مکتوب نمبر (۲۸۷)	
جذبہ اور سلوک کے بیان مین نیز ان معارف کے بیان مین جو ان دو مقام سے مناسبت رکھتے ہیں۔	......
اس جماعت کی مذمت جنہیں جو کچھ راستے میں میسر آجائے اسی پر اکتفاء کر لیتے ہیں۔اور اسے ہی اپنا مقصد قرار دے لیتے ہیں اور اسی کے حصول کے ساتھ اپنے آپ کو کامل اور منتہی گمان کرتے ہیں اور بے چون کو چھوڑ کر چون سے آرام پکڑتے ہیں۔	۶۹۲
مقصد اوّل ان معارف کے بیان میں جو	

مضمون	صفحہ
مقام جذبہ سے تعلق رکھتے ہیں۔	۶۹۳
جاننا چاہیے کہ ناتمام سلوک والے مجذوب اگرچہ جذب قوی رکھتے ہیں۔	......
ایک بزرگ فرماتے ہیں جو میرے نزدیک ہے وہ درحقیقت دور ہے۔اور جو دور ہے وہ نزدیک ہے۔	۶۹۵
حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کا قول کہ ہم انتہاء کو ابتداء میں درج کرتے ہیں۔	۶۹۶
روح کے لیے بدن سے تعلق گیر ہونے سے قبل مقصود کی طرف ایک طرح توجہ حاصل ہوتی ہے۔اس سلسلہ کے اکابر الخ	۶۹۷
معرفت۔ارباب قلوب مجذوب جب مقام تمکین میں قرار پذیر ہوتے ہیں الخ۔	......
اور شیخ کامل کو جب مقام قلب میں نیچے لاتے ہیں تو وہ برزخیت کی وجہ سے عالم کے ساتھ مناسبت پیدا کرتا ہے۔	۶۹۸
مشائخ نے کہا ہے کہ جہت جذبہ کے حصول میں شیخ مقتدا واسطہ نہیں بنتا۔لیکن جہت سلوک میں شیخ مقتدا کا واسطہ درکار ہے۔	۶۹۹
شیخ مقتدا کو مناسب نہیں کہ اس قسم کے مجذوب متمکن کو افادہ عام کی اجازت دے اور پیری کے مقام میں بٹھائے۔	......
شیخ مقتدا کیلئے افادہ طالب کے وقت	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
جناب حق میں التجا اور مضبوط رسی کو تھامنا ضروری ہے۔ اور یہ التجا تمام امور میں اور تمام اوقات میں سبحانہ' نے اُسے عطا کردی ہوتی ہے۔	۷۰۰
مقصد ثانی اس بیان میں جو سلوک سے تعلق رکھتا ہے۔ حق سبحانہ' کا فیض دو قسم ہے ایک ایجاد اور ابقاء اور اس طرح کے امور سے تعلق رکھتا ہے۔ دوسرا ایمان اور معرفت سے۔	......
نوع اوّل کا فیض صفات کے واسطہ سے ہوتا ہے۔ اور بس' اور نوع ثانی کا فیض بعض کو صفات کے واسطہ سے اور بعض کو شیونات کے واسطہ سے۔	
صفات اور شیونات کے درمیان فرق نہایت ہی دقیق ہے۔ جو اولیاء اللہ میں سے بھی کسی کسی پر ظاہر ہوتا ہے۔	......
بالجملہ صفات خارج میں وجود زائد کے ساتھ موجود ہیں۔ اور شیونات ذات میں مجرد اعتبارات کا نام ہے۔	......
واصل کے رجوع کے جواز اور عدم جواز کے اختلاف کا بیان۔ اور اس باب میں حق بات کا بیان۔	۷۰۴
فنا کے بعد سالک کے وجود کے اثر کے زوال میں اختلاف اور اس بارے میں امر حق کا بیان۔	......
معرفت ۔ اگر سالک راہ سلوک غیر متعارف سے مراتب فوق سے کسی مرتبہ میں الخ	۷۰۴
معرفت ۔ سلوک کئی قسم ہے۔ بعض کو جذبہ سے پہلے ہوتا ہے۔ اور بعض کے لیے سلوک پر جذبہ مقدم ہوتا ہے۔	......
معرفت بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ تجلی ذاتی شعور کو دور کرتی ہے اور حواس کو معطل اور بے کار کردیتی ہے۔ الخ	۷۰۵
معرفت۔ مشائخ کرام حدیث لی مع اللہ وقت میں دو گروہ ہیں۔	۷۰۶
صفات والے منتہی حضرات علوم و معارف میں مجذوبوں کے نزدیک ہیں۔	۷۰۷
بعض کے اس قول میں تردد اور شک کا اظہار کہ اقطاب کے لیے تجلی صفات ہے اور افراد کے لیے تجلی ذات۔	۷۰۸
اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ (حدیث) کا بیان۔ اور صفات روح کا بیان۔ عرش عظمت اور فراخی کے باوجود چونکہ مکانی ہے اس لامکانی یعنی روح کے سامنے رائی کے دانے بلکہ اس سے بھی کم تر کا حکم رکھتا ہے۔	......
اگر بعض مشائخ کی عبارتوں میں ایسا لفظ واقع ہو جو حق تعالیٰ کی شان کے لئے ظرفیت یا مظروفیت کا وہم ڈالے تو اُسے میدان عبارت کی تنگی پر محمول کرنا چاہیے۔	۷۱۰
عالم چاہے صغیر ہو چاہے کبیر سب اسماء اور صفات الٰہیہ کا مظہر ہے۔	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
عالم واجب تعالیٰ کے اسماء اور صفات کے لیے مظہر ہونے سے مراد۔	۷۱۱
آنحضرت علیہ السلام کے کامل تابعداروں کے لیے بواسطہ پیروی آنحضرت علیہ السلام اس تجلی ذات سے جو بالاصالۃ حضور کا خاصہ ہے' بھی حصہ ملتا ہے۔	......
مکتوب نمبر (۲۸۸)	
نماز نوافل کو با جماعت ادا کرنے سے روکنے کے بیان میں جیسے نماز عاشورا و شب قدر اور شب برات وغیرہ۔	۷۱۲
اس زمانے میں اکثر لوگ ادائے نوافل کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور فرائض کی ادائیگی میں سستی۔ نوافل کو عزت والا جانتے ہیں اور فرائض کو بے وقعت۔	......
علماء حنفیہ اگرچہ اصول میں مطلق کو مطلق ہی رہنے دیتے ہیں۔ لیکن روایات فقہیہ میں مطلق کا مقید پر حمل کرنا جائز' بلکہ ضروری جانتے ہیں۔	۷۱۴
حرام کو مباح جاننا کفر تک لے جاتا ہے اور مکروہ کو اچھا جاننا اس سے ایک مرتبہ کم برا ہے۔	۷۱۵
لفظ تداعی کے معنی کی تحقیق جو بعض روایات میں نوافل کی جماعت کی کراہت کی شرط قرار دیا گیا ہے۔	......
=====	
مکتوب نمبر (۲۸۹)	
قضا وقدر کے اسرار کے بیان میں اور جبر و اختیار کے مسئلہ کی تحقیق۔ اور بندوں کے افعال اختیاریہ ہیں اقوال مختلفہ کا بیان اور قدرت عبد کی تاثیر اور معتزلہ اور جبریہ کے مذہب کا ردّ اور اس باب میں احقاق حق	۷۱۲
حجیت اور تقلید کے لائق صرف علماء کے اقوال ہیں۔ باقی رہے صوفیہ کے اقوال تو جو اقوال علماء کے موافق ہیں۔ مقبول ہیں۔ اور غیر موافق غیر مقبول ہیں۔	۷۲۲
خلاف شریعت دلیل زندقہ اور علامت الحاد ہے۔	......
اگر بعض صوفیہ سے حالت سکر میں مخالف شریعت کلام صادر ہو تو معذور ہیں۔ اور ان کا ایسا کشف غیر صحیح ہوگا۔	......
مکتوب نمبر (۲۹۰)	
اس طریقہ کے بیان میں جس سے حق تعالیٰ نے حضرت مجدد قدس سرہ' کو اوائل میں مخصوص فرمایا تھا۔ اور طریقہ نقشبندیہ کے بیان میں اور نہایت کے بدایت میں درج ہونے کے بیان میں۔ اور اس حضور کا بیان جو ان کے نزدیک لائق اعتبار ہے۔ نیز ان بزرگوں کے بعض احوال اذواق اور جذبات کا بیان۔	۷۲۳
اے برادر اس درویش کو جب اس راہ کی	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
ہوس پیدا ہوئی تو عنایت خداوندی اس کی ہادی کار بنی اور ولایت پناہ حقیقت آگاہ کی خدمت میں پہنچادیا۔	۷۲۳
اپنے پیرومرشد کی خدمت میں رہ کر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ' کے اس راستے کو طے کرنے کی تفصیل۔ اور تفصیل سے نسبت نقشبندیہ کو حاصل کرنا۔	۷۲۴
اس درویش کو یہ نادر الوجود نسبت تعلیم ذکر کے ابتدائی زمانہ میں دو ماہ اور چند روز کے بعد حاصل ہوگئی تھی۔	۷۲۵
پوری تفصیل سے فنا اور بقا کے ان احوال کا ذکر جو اس نسبت کے طاری ہونے کے بعد حاصل ہوئے۔	.....
فصوص کی عبارت کہ ان شئت قلت انه ای العالم حق و ان شئت قلت انه خلق۔	.....
اپنے احوال کا بیان یعنی صحو کی طرف لانا۔ اور حیرت کی طرف لے جانا۔	۷۲۶
اس وقت مجھے بتایا گیا کہ یہ مشہود اس صفت اور اس تنزیہہ کے ساتھ ذات حق ہے۔	.....
اس جماعت کا رد جو حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کو توحید وجودی کا منکر جانتی ہے۔	۷۲۷
جب حضرت خواجہ قدس سرہ' نے مجھے کامل مکمل جان کر تعلیم طریقہ کی اجازت فرمائی الخ	.....
جاننا چاہیے کہ ان حضرات کے طریقہ کا حاصل	
اہل سنت کا اعتقاد' سنت مصطفویہ کی پیروی اور بدعت سے اجتناب اور عزیمت پر عمل اور رخصت پر عمل کرنے سے احتراز اور اولاً جہت جذبہ میں فنا اور مضمحل ہونا ہے۔	۷۲۸
ان حضرات کی اصطلاح میں عدم اور وجود عدم اور وجود فنا کا بیان۔	.....
حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ' کا قول کہ وجود عدم وجود بشریت کے ساتھ عود کر آتا ہے۔ لیکن وجود فنا وجود بشریت کے ساتھ ہرگز عود نہیں کرتا۔	.....
وجود عدم والا اگرچہ راہ میں ہے۔ لیکن نہایت سے بھی آگاہ اور واقف ہے۔	.....
مشائخ کے نزدیک فنا' بقا' تجلی ذاتی اور شہود ذاتی کا اطلاق۔	.....
اسی قبیلہ سے ہے فنا' بقا' تجلی ذاتی' شہود ذاتی اور وصل اور یادداشت جو کتاب فقرات حضرات خواجہ احرار میں واقع ہے۔	۷۲۹
نیز اسی قبیلہ سے ہے رسالہ سلسلۃ الاحرار جو خواجہ احرار کے کلام کے طریقہ پر ہے اور رباعیات شرحہ بھی جو ہمارے خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ' فرماتے ہیں۔	.....
حضرت خواجہ احرار کے ساتھ بعض مخصوص اصطلاحات کا بیان۔	۷۳۰
حضرت خواجہ احرار کا قول کہ بعض اکابر کی	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
خدمت میں رہنے کی برکت سے مجھے دو باتیں عطا فرمائی گئیں ایک یہ کہ میں جو کچھ لکھتا ہوں وہ بنیا ہوتا ہے۔ دوم یہ کہ وہ مقبول ہوتا ہے۔	......
بعض کو اگر خدا تعالیٰ حصول جذبہ کے بعد سلوک سے مشرف فرمائے تو جذبہ کی مدد سے پچاس ہزار برس کی مسافت کو تھوڑی سی مدت میں طے کر سکتا ہے۔	۳۱ے
سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ اور عین ثابتہ کے معنی۔	......
دوسرے سلسلوں کے واصلوں اور اس بزرگ خانوادہ کے واصلوں کے درمیان فرق اور مضمون سابق سے متعلق ایک سوال جواب	۳۲ے
شہود یا تو صورت کے آئینہ میں ہوتا ہے یا معنی کے آئینہ میں یا ان دونوں کے ماوراء اور اس سے پردہ شہود کو برقی کہا ہے۔	......
نسبت کے معنی اور اس کے نہایت مراتب کا بیان اور اس طریقہ کے مشائخ کے ساتھ اس کی خصوصیت کا اعتبار۔	۳۳ے
شیخ ابو سعید نے اپنے استاد سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا یہ حالت دائمی ہوتی ہے۔ استاد نفی میں جواب دیتا ہے۔ شیخ کا پھر دریافت کرنا اور یہی جواب ملنا۔	......
اس بات کا بیان کہ نہایت مطلق وراء الوراء ور حیرت کبریٰ، مقام معرفت، کفر حقیقی کے	
بعد ایمان حقیقی کے حصول، مقام دعوت اور آنحضرت علیہ السلام کی کمال متابعت کا بیان	......
ان بزرگوں کا جذبہ دو قسم ہے۔ قسم اوّل جو حضرت صدیق اکبر سے پہنچی ہے۔ اور دوم وہ جو جس کا مبدءِ ظہور اس طریقہ میں حضرت خواجہ نقشبند ہیں۔	۳۵ے
وہ سلوک جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے سلوک کے حصول کے بعد ہوتا ہے، دو قسم ہے بلکہ کئی قسم ہے۔	......
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول: ولدنی ابوبکر مرتین الخ	۳۶ے
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے باب مدینہ ہونے کی وجہ اور حضرت صدیق کا خلت کی قابلیت پیدا کرنا۔	۳۶ے
لو کنت متخذا خلیلا لا تخذت ابابکر خلیلا	۳۷ے
حضرت امام جعفر سے اس نسبت مرکبہ کا اس کے اہل یعنی خواجہ عبدالخالق نجدانی تک پہنچنا۔	۳۸ے
پھر اس نسبت کا حضرت خواجہ نقشبند کے وقت ظہور فرمانا اور ان کے خلفاء تک پہنچنا	......
نسبت فردیت کی اقسام کی تفصیل۔ اور اس بات کا بیان کہ قطبیت کی نسبت حضرت جنید کو حضرت شیخ سری سقطی سے حاصل ہوئی اور فردیت کی نسبت شیخ محمد قصاب سے ہے۔	۳۹ے

Marfat.com

مضمون	صفحہ
خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے خلفائے کے بعد اس خاندان کا چراغ حضرت خواجہ احرار ہیں۔	۷۴۰
تغایر جہتین کی وجہ سے حضرت خواجہ احرار کے علوم میں تفاوت کا بیان۔	......
حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نسبت اپنی والدہ ماجدہ کے آباء واجداد کی طرف سے بھی حاصل کی ہے۔ اور بارہ قطبوں کے مقام سے بھی آپ کو وافر حصہ ملا ہے۔	......
ان بزرگوں کے بعد ہندوستان میں اس طریقے کے احیاء کا ظہور ارشاد پناہی حضرت محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا ہے۔	۷۴۱
مکتوب نمبر (۲۹۱)	
توحید وجودی اور شہودی کے مراتب اور ان سے متعلقہ معارف کے بیان میں۔	......
توحید وجودی کے منشا اوّل کا بیان اور یہ منشا مراقبات توحید کی ممارست ہے۔ اس قسم کا ظہور حیلے اور تخیل کے بعد غلبہ خیال کے واسطہ سے ہے۔ اس توحید والا ارباب احوال میں سے نہیں ہے۔	......
منشا دوم کا بیان جو انجذاب اور محبت قلبی کا نام ہے۔ اس کی ابتداء اذکار اور مراقبات کے اشتغال سے کی ہے اور یہ قسم احوال میں سے ہے۔ اور یہ علت تخیل سے پاک ہے۔	......
ان سطور کا کاتب اس معرفت والوں کے	

مضمون	صفحہ
انکار سے پناہ پکڑتا ہے۔ لیکن جانتا ہے کہ اس معرفت سے اوپر ایک دوسری معرفت بھی ہے۔	۷۴۲
منشا سوم۔ اپنے مشہود میں مکمل طور پر فنا اور اضمحلال کا پیدا کرنا ہے۔ اس قسم کی توحید کی تفصیل اور اس توحید والوں کے بیان۔ اور ایک مثال سے اس کی وضاحت اور اس مثال سے متعلق سوال و جواب۔	۷۴۳
شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں جو شخص مجھے حق سبحانہٗ سے غافل کرے۔ اللہ اس کے گناہوں کو بخشے۔	......
توحید کی یہ تیسری قسم اقسام توحید سے اعلیٰ قسم ہے۔	۷۴۵
توحید کی اس قسم اخیر کا منشا اس حقیر کو کشف و ذوق سے اس وقت تک معلوم نہ ہوا تا آنکہ دہلی میں اپنے پیر بزرگوار کے مزار مبارک کی زیادت کی خاطر وہاں سے گزرنے کا اتفاق ہوا تو عید کے روز مزار شریف کی طرف توجہ کے دوران پیر و مرشد کی روحانیت کی طرف سے پوری توجہ ظاہر ہوئی اور اپنی خاص نسبت مرحمت فرمائی۔	......
شیخ عبدالحق نقل کرتے ہیں کہ ہمارے حضرت خواجہ نے رحلت سے صرف چند روز	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
پہلے فرمایا کہ ہمیں یقین سے معلوم ہوا ہے کہ توحید (وجودی) تنگ کوچہ ہے شاہراہ کچھ اور ہے۔	۷۴۶
جذبہ نقشبندیہ کے مقام تک پہنچنے کے بعد خواجہ بزرگ اور خواجہ احرار کا طریقہ الگ ہو جاتا ہے۔	......
مکتوب نمبر (۲۹۲)	
مریدوں کے ضروری آداب اور ان کے رفع شبہ کے بیان میں۔	۷۴۷
اس راہ کے سالک یا مُرید ہوتے ہیں یا مراد۔ اگر مراد ہوتے ہیں تو انہیں انجذاب کے راستے سے کشاں کشاں لے جائیں گے۔ اور اگر مُرید ہوتے ہیں تو پیر کامل کے بغیر ان کا کام بننا دشوار ہے۔ ایسا پیر چاہیے جو دولت جذبہ و سلوک الخ۔	۷۴۸
اگر کسی طالب کو اس طرح کا پیر بتادیا جائے تو اس کے وجود کو غنیمت جانے اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اس کے حوالے کر دے۔	......
پیر کے آداب اور شرائط ضروریہ کا بیان	۷۴۹
اپنے پیر سے کرامات اور خوارق کا مطالبہ نہ کرے اگرچہ یہ مطالبہ خواطر و وساوس کی شکل میں ہی ہو۔	۷۵۰
مرید کو جو فیض و فتوح بھی پہنچے اسے اپنے پیر کے توسط سے جانے اگرچہ واقع میں دیکھے کہ دوسرے مشائخ سے فیض پہنچ رہا ہے۔	......
بعض مُریدین کیلئے اس امر کی گنجائش ہے کہ الہامی امور میں اپنے پیر کے خلاف کرے۔	۷۵۱
کہا گیا ہے الشیخ یُحیی و یمیت احیاء اور اماتت پیری کے مقام کے لوازمات سے ہے۔ لیکن مُراد احیاء و اماتت روحی ہے نہ جسمی۔	۷۵۲
مکتوب نمبر (۲۹۳)	
حدیث لی مع اللہ وقت سے متعلق سوال و جواب کے بیان میں۔ نیز قول حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ کی تحقیق اور اس کے قول سے مراد۔	۷۵۳
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے مُریدین کی ایک جماعت شیخ کے بارے بہت غلو سے کام لیتی ہے اور انہیں تمام اولیا گزشتہ اور آیندہ سے افضل قرار دیتی ہے اور انبیاء کے سوا معلوم نہیں کہ کسی ولی کو شیخ سے افضل تسلیم کرتے ہوں۔ یہ ان کے محبت میں افراط کے باعث ہے۔	۷۵۶
اس سے متعلق جواب اور اس امر کا بیان کہ کثرت سے ظہور کرامت افضیلت کی دلیل نہیں۔	......
اے برادر! ان خوارق عادات دو قسم پر ہیں	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
نوع اوّل علوم و معارف الٰہی ہیں اور نوع ثانی مخلوقات کی صورتوں کا کشف اور کیفیات سے متعلق خبریں ہیں۔	......
اہل معرفت کی فراست اور اہل ریاضت کی فراست کے متعلق شیخ الاسلام ہروی کے قول کا بیان۔	۷۵۷
مکتوب نمبر (۲۹۴)	
ان معارف کے بیان میں جو صفات ثمانیہ واجب تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور انبیاء اور تمام مخلوق کے مبادی تعینات کی تحقیق اور جزئی کا کلی سے لاحق ہونا۔ اور ایک کلی کی جزئی کا دوسری کلی کی طرف منتقل ہونے کا عدم جواز اور شہود و تجلی انبیاء و اولیا کے درمیان فرق۔ اور انبیاء کے واسطے سے کامل متبعین کے لیے وصل عریان کے حصول کے بیان مین نیز لفظ محو و اضمحلال کی تحقیق کے بیان میں۔	۷۵۸
صفات ثمانیہ حقیقیہ واجب الوجود تین قسم ہیں۔	۷۵۹
ایک قسم وہ ہے جس کا زیادہ تعلق عالم سے ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جس کا تعلق بھی عالم سے ہے۔ مگر پہلی قسم سے کمتر۔ تیسری قسم سے سب سے اعلیٰ قسم ہے۔ جس کا عالم سے کچھ تعلق نہیں۔	......
کسی کے زیر قدم ہونے سے مراد جس طرح کہتے ہیں فلاں محمد کے زیر قدم ہے۔	......
حضرت محمد علیہ السلام کا شہود تعینات کے پردے کے بغیر ہے۔ اور دوسروں کا شہود تعینات کے پردہ میں ہے۔	۷۶۰
ذات کی تجلی حضرت محمد علیہ السلام کا خاصہ ہے۔ دوسروں کی تجلی پردہ صفات میں ہے۔	......
حضور کے سوا دوسرے انبیاء اور اولیاء امت کے شہود سے متعلق سوال و جواب۔	......
دوسرے انبیاء کے شہود کا بیان۔ اور ان دو شہود کا علی سبیل الترقی حصول۔ اور دونوں کا ایک ساتھ حاصل نہ ہونا۔	......
جان اور آگاہ ہو کہ ذات حق تعالیٰ کی طرف ایک راستہ حقیقت الحقائق سے ہے۔ اور دوسرا راستہ باقی حقائق کلیات سے۔	......
سوال: صفت الحیاۃ کے تعین کے راہ میں حائل ہونے کے باوجود حقیقت الحقائق کا وصل عریان کیسے ہوسکتا ہے۔ اور اس کا تجلی ذات کیوں نام رکھتے ہیں۔ اور اس کا جواب۔	۷۶۱
محو و اضمحلال کی تحقیق کہ آیا نظری ہے یا عینی۔ اور اس جماعت کا رد جو اسے قیامت کبریٰ خیال کرتی ہے۔	......
سوال۔ تم نے بعض رسالوں میں کہا ہے فنا اتمی ولایت محمدی سے مخصوص ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے۔ اور تحقیق ما تقدم سے اس کا	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
جواب۔	۶۶۲
سوال۔ تیرا اعتقاد تو یہ ہے کمالات سے جو کچھ نبی کو حاصل ہوتا ہے۔ اس کے کامل پیروکاروں کو بھی اس سے حصہ ملتا ہے۔ تو پھر وصل عریان سے بھی اس کو حصہ حاصل ہوگا۔ حالانکہ وہ نبی درمیان میں حائل ہے۔ نبی کے وصل عریان کے درمیان حائل ہونے کا جواب۔	......
جاننا چاہیے کہ اصالت اور تبعیت انبیاء ماتقدم اور اس امت کے کامل پیروکاروں کے درمیان انبیاء کی افضلیت کا موجب ہے اگرچہ تبعین پر وصل عریان کا اطلاق درست ہے اور متبوعوں پر درست نہیں۔	۶۶۳
سوال۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ جہاں کی پیدائش سے مقصود حضرت خاتم الرسل کی ذات ہے۔ اور تو نے کہا ہے کہ وصول کی دولت تمام باقی انبیاء علیہم السلام کو بھی بطریق اصالت حاصل ہے نہ کہ بطریق تبعیت۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ اس کا جواب۔	......
سوال۔ کیا مراتب عروج میں مرتبہ صفت الحیٰوۃ سے بھی کاملین کو حصہ ملتا ہے یا نہیں؟ اس کا اثبات میں جواب۔ اور اس سے متعلق ایک دوسرا سوال و جواب۔	۶۶۴
مکتوب نمبر(۲۹۵)	
طریقہ نقشبندیہ کے اصول مقررہ کے بیان میں یعنی نظر بر قدم، ہوش در دم، سفر در وطن اور خلوت در انجمن۔	......
نظر بر قدم کے چار معانی کا بیان۔ اور ہوش در دم اور سفر در وطن کے معنی کا بیان۔	......
خلوت در انجمن کے معنی کا بیان۔ اور اس امر کا بیان کہ بعض اوقات تفرقہ ظاہر سے چارہ نہیں۔	۶۶۶
مکتوب نمبر(۲۹۶)	
حق جل و علا کی صفات کی بساطت کے بیان ہیں۔ اور ان کے اشیاء کے ساتھ تعلق کے تعدد کی نفی کے بیان میں۔ اور اس بیان میں کہ یہ معرفت عقل کی رسائی سے برتر ہے۔ ارباب عقول اس معنے کو جائز نہیں رکھتے۔ اور مخلوقات میں اس کی مثال کا بیان۔ اور اس سے متعلق سوال و جواب۔	۶۶۷
مکتوب نمبر(۲۹۷)	
حق تعالیٰ کے احاطے اور سریان کی تحقیق کے بیان میں اور مثالوں سے اس کی توضیح اور مراتب وجوبی و امکانی کے .... حفظ رعایت کے بیان میں۔	۶۶۹
مکتوب نمبر(۲۹۸)	
بطریق اشارہ و عبارت لطیفہ نہایت کار تک وصول کے بیان ہیں۔ اور اس معما کے راز پر مخدوم زادہ کلاں (خواجہ محمد صادق) کے سوا	

Marfat.com

مضمون	صفحہ

کوئی مطلع نہیں ہوا۔ ۷۷۰

مکتوب نمبر (۲۹۹)

مصیبت پر اظہار ہمدردی۔ صبر کی تلقین رضا بقضا اور مرگ طاعون کی فضیلت کے بیان میں اس بیان میں کہ طاعون سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے جس طرح کفار سے جنگ کے دن صف قتال سے بھاگنا۔ ۷۷۱

مکتوب نمبر (۳۰۰)

رمز و اشارہ کی صورت میں اسرار غامضہ اور معارف غریبہ کے بیان میں اور مقام قاب قوسین کی طرف اشارہ۔ ۷۷۲

مکتوب نمبر (۳۰۱)

قرب نبوت اور قرب ولایت کے بیان میں نیز ان راستوں کے بیان میں جو ضرور قرب تک لے جاتے ہیں۔ ۷۷۴

پس حضور علیہ السلام کے پیروکاروں کو بعثت خاتم الرسل کے بعد تبعیت اور وراثت کے طور پر کمالات نبوت کا حصول آپ کی خاتمیت کے منافی نہیں۔ ۷۷۵

کمالات نبوت تک پہنچانے والے راستے دو ہیں۔ ایک راہ دور دراز ہے۔ البتہ دوسرا شاہراہ اور وصول کے زیادہ قریب ہے۔ ......

جاننا چاہیے کہ دوسرے راستہ سے وصول کے بعد اگرچہ مقامات ولایت کے کمالات مفصلاً حاصل نہیں ہوتے۔ البتہ ولایت کا زبدۃ اور خلاصہ بطریق احسن میسر آجاتا ہے۔ ۷۷۶

کمالات نبوت کا حصول اللہ تعالیٰ کی محض عطا اور اس کی کرم نوازی سے وابستہ ہے۔ بخلاف ولایت کے کمالات کے کہ ان کے مبادی کسب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگرچہ نفس ولایت وہبی شے ہے۔ ......

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعثت سے قبل اور بعثت کے بعد ریاضات ومجاہدات کے اغراض کا بیان۔ ......

جاننا چاہیے کہ انبیاء کرام کے حق میں یہ عطا بلاواسطہ ہے اور اصحاب کو بواسطہ انبیاء کرام حاصل ہوتی ہے۔ ......

میرا گمان ہے کہ یہ دولت کبار تابعین اور تبع تابعین پر پرتو ڈالنے کے بعد روپوش ہوگئی۔ تاآنکہ نوبت الف ثانی تک پہنچی۔ ۷۷۷

مکتوب نمبر (۳۰۲)

ولایت سہ گانہ یعنی ولایت اولیاء وانبیاء اور ملاء اعلیٰ کے درمیان وجوہ فرق کے بیان میں۔ اور اس بیان میں کہ نبوت ولایت سے افضل ہے اور بعض ان خاص معارف کے بیان میں، جو نبوت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ولایت قرب الٰہی سے عبارت ہے۔ ......

وصول اور حصول کے درمیان فرق۔ اور

Marfat.com

مضمون	صفحہ
اس امر کا بیان کہ دوئی کا رفع ہونا' مقام ولایت کے مناسب ہے۔ اور دوئی کا باقی رہنا مرتبہ نبوت سے مناسبت رکھتا ہے۔	۷۷۸
نبوت میں بھی اصل ولایت سے چارہ نہیں۔	۷۷۹
راہ اجتبا اور راہ انابت کے درمیان وجوہ فرق اور حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ' کا قول کہ ہم لوگ فضلی ہیں۔	۷۸۰
مقام ولایت میں ہاتھ دنیا اور آخرت سے دھونے پڑتے ہیں۔ اس امر کا بیان کہ کمالات نبوت کے مرتبہ میں گرفتاری آخرت اور اس کا درد اور آخرت کے حالات یاد کر کے گریہ اور نالہ اچھی چیز ہے۔ لیکن توسط احوال میں مقام فنا کے اندر دنیا اور آخرت سے نسیان میسر آتا ہے۔	۷۸۱
بہشت کی نعمتوں کو دنیا کی نعمتوں سے کچھ مناسبت نہیں۔ اور بہشت کے درخت تسبیح کا نتیجہ ہیں۔	۷۸۳
اس امر کا بیان کہ جس طرح تنزیہی کمالات کو کلمہ سبحان اللہ میں حروف و اصوات کے لباس میں روپوش کیا گیا ہے۔ بہشت میں ان کمالات کو درخت کی صورت میں ظاہر فرمائیں گے۔	......
مکتوب نمبر (۳۰۳)	
کلمات اذان کے معانی کے بیان میں۔	۷۸۴

مضمون	صفحہ
مکتوب نمبر (۳۰۴)	
ان اعمال صالحہ کے بیان میں جن کے ساتھ اکثر آیات قرآن میں دخول بہشت کا وعدہ وابستہ کیا گیا ہے۔ اور ادائے شکر اور نماز کے بعض معانی اور اسرار کے بیان میں	۷۸۵
اعمال صالحہ سے مراد اسلام کے پانچ ارکان ہیں۔ جن پر اسلام کی بنا ہے۔	......
تکبیر اولیٰ کے اسرار' تکبیرات انتقال' رکوع اور سجدے کی تسبیح اور دونوں سلام اور اس تسبیح و تحمید و تکبیر و تہلیل کے اسرار کا بیان جس کا فرض نماز کے بعد سو بار پڑھنا معمول بہ ہے۔	۷۸۶
مکتوب نمبر (۳۰۵)	
اسرار نماز کے بیان میں اور مبتدی اور منتہی کی نماز کے درمیان فرق۔	۷۸۷
عارف کا ریائی عمل مُرید کے اخلاص والے عمل سے بہتر ہے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پیغمبر علیہ السلام کے سہو کو اپنے عمد سے بہتر جانتے ہوئے حضور علیہ السلام کے سہو کی آرزو کرتے ہیں۔	۷۸۸
کبھی ایسا ہوتا ہے کہ منتہی نماز کے وقت قراءت قرآن مجید کے دوران اپنے آپ کو شجر موسوی کی طرح پاتا ہے۔ اور کبھی یوں پاتا ہے کہ اس کا باطن اس کے ظاہر سے	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
الگ ہو کر عالم غیب سے لاحق ہو چکا ہے۔	......
مکتوب نمبر(۳۰۶)	
مخدوم زادہ کلاں اور مخدوم زادگان محمد فرخ اور محمد عیسیٰ کے بعض مناقب کے بیان میں اور ارباب ولایت کی فنا کا بیان۔ اور اس امر کا بیان کہ قرب نبوت میں اس فنا کی کچھ حاجت نہیں۔	۷۸۹
فنا یعنی ماسوا سے نسیان کے مقصود کا بیان۔ اور ماسوائے حق تعالیٰ کے نسیان کی نسبت سے طریق ولایت ونبوت کا فرق۔	۷۹۰
ایک وقت میں ماسوائے حق کے علم کے حق جل وعلا کے علم کے ساتھ جمع ہونے کے متعلق سوال و جواب اور اوّل کے علم حصولی اور دوسرے کے علم حضوری کے مشابہ ہونے کا بیان۔	۷۹۱
مکتوب نمبر(۳۰۷)	
کلمہ طیبہ سبحان اللہ وبحمدہٖ کے معنی کا بیان۔	۷۹۲
عبادت بلکہ تمام عالم میں حسن وکمال کی جنس سے جو کچھ پایا جاتا ہے۔ وہ جناب قدس خداوندی کی طرف لوٹتا ہے اور عبادت میں کوتاہی بلکہ سارے عالم میں شر ونقص کی جنس سے جو کچھ پایا جاتا ہے۔ وہ نفس اور دائرہ کمالات کی لوٹتا ہے۔	......
حدیث سبحان اللّٰہ و بحمدہٖ عدد خلقہٖ و رضا نفسہٖ و زنۃ عرشہٖ و مداد کلماتہٖ سے متعلق سوال وجواب۔	۷۹۳
مکتوب نمبر(۳۰۸)	
حدیث کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمن سبحان اللہ و بحمدہٖ سبحان اللہ العظیم کے معنی کا بیان	......
مکتوب نمبر(۳۰۹)	
رات اور دن کے محاسبہ کے بیان میں۔ جیسا کہ وارد ہوا ہے حاسبوا قبل ان تحاسبوا۔	۷۹۵
اس طریق محاسبہ کا بیان جسے مشائخ کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے اور اس طریق محاسبہ کے بیان میں جسے حضرت مجدد رضی اللہ عنہ نے اختیار فرمایا ہے اور حضرت کے طریقہ کی دوسروں پر فضیلت کا بیان۔	......
مکتوب نمبر(۳۱۰)	
انسان کی جامعیت اور بعض ان اسرار غامضہ کے بیان میں جو اس مقام سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور انسان کے خلیفہ بننے کا راز اور زنادقہ اور مجسمہ فرقوں کا رد۔	۷۹۶
متشابہات قرآنی کا تاویل پر محمول ہونا اور علماء راسخین کو اس کا علم۔	۷۹۷

Marfat.com

مضمون	صفحہ
اور رسولوں کو اس علم غیب پر مطلع کرنا جو ذات سبحانہٗ کے ساتھ خاص ہے۔ اور صفات کے حق جل وعلا کے عین ہونے کا رد جیسا کہ شیخ اور پیرو کاروں کیا ہے۔	......
مکتوب نمبر (۳۱۱)	
رمز و اشارہ کے طور پر اسرار غامضہ اور حقائق نادرہ کے بیان میں۔ یہ اسرار حروف مقطعات قرآنی سے تعلق رکھتے ہیں اور علمائے راسخین کو بھی ان کی تاویل سے مطلع کیا گیا ہے۔	۷۹۹
مکتوب نمبر (۳۱۲)	
ان سوالات کے جواب میں جو میر نعمان نے اُٹھائے تھے۔ اور اشارہ سبابہ کی تحقیق اور اس مسلک کا بیان جو اس باب میں حنفیہ کا مختار ہے۔	۸۰۰
مدینہ پاک میں روضہ متبرکہ کی زمین افضل ہے یا مکہ معظمہ اس کے متعلق سوال و جواب۔	۸۰۱
تشہد میں اشارہ سبابہ کے جواز کے متعلق سوال جواب	......
حل و حرمت کے اثبات میں مقلد کا علم معتبر نہیں۔ بلکہ اس باب میں ظن مجتہد معتبر ہے۔ کیفیت اشارہ میں اختلاف روایات کا بیان اور نفس اشارہ میں اضطراب کا اثبات۔	۸۰۳
تطبیق اور جمع بین الروایات سے متعلق سوال و جواب۔	۸۰۴
امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے مراد کہ اگر کوئی حدیث میرے قول کے خلاف پاؤ تو میرے قول کو ترک کر دو۔	......
اگر یہ کہیں کہ علمائے حنفیہ نے جواز اشارہ کا فتویٰ بھی دیا ہے۔ تو میں اس کا جواب دوں گا کہ جب جواز اور عدم جواز میں تعارض ہو تو الخ۔	......
امام ابن ہمام کے قول کا بیان کہ مسئلہ رفع یدین میں احادیث رفع اور عدم رفع متعارض میں ہم قیاس سے عدم رفع کی احادیث کو ترجیح دیں گے۔ کیونکہ نماز کی بنا سکون پر ہے۔	......
مکتوب نمبر (۳۱۳)	
خواجہ محمد ہاشم کے سات سوالات کا حل اور پیر کے آداب کی رعایت کا بیان۔ اور حضرت مجدد قدس سرہٗ کا امر فرمانا کہ اس دفتر اوّل کو اسی مکتوب پر ختم کریں کہ یہ رسولوں کے عدد اور اہل بدر کی تعداد کے موافق ہے۔	۸۰۵
اصحاب کرام کی فنا و بقا سے متعلق سوال اوّل اور اس کا جواب۔	۸۰۶
دوسرا سوال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ریاضات و مجاہدات سے متعلق، اور اس طریقہ نقشبندیہ میں التزام سنت کے باوجود ان ریاضات و مجاہدات سے منع کرنا اور اس کا جواب۔	۸۰۷
اصحاب کرام علیہم الرضوان صحبت کی برکت	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
سے بھوک کی خفیہ مضرتوں سے محفوظ تھے۔ دوسروں کو یہ حفاظت میسر نہیں۔ اور اس بات کی مزید وضاحت۔	۸۰۹
تیسرا سوال۔ اس طریقے کی نسبت کی حضرت صدیق سے تخصیص بخلاف دوسرے طریقوں کے اور اس کا جواب۔	۸۱۰
چوتھا سوال۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے دو اقوال میں تعارض وتناقض سے متعلق اور اس کا جواب۔	۸۱۱
پانچواں سوال۔ پیراہن کی شکل سے متعلق یعنی حلقے کی شکل میں چاک کا آگے کی طرف ہونا اور اس کا جواب اور اس باب میں قول فیصل۔	......
چھٹا سوال۔ اس طریقہ کے طالبوں کی توجہ ابتداء میں ہی احدیت صرف کی طرف ہوتی ہے۔ چاہے کہ یہ نسبت نفی واثبات کے جمع نہ ہو۔ کیونکہ نفی میں توجہ غیر کی طرف ہوتی ہے۔	۸۱۳
اس کا جواب۔	......
ساتواں سوال۔ اور اس کا جواب۔ اور یہ نفی و اثبات کے ذکر سے متعلق ہے۔	......
یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اس گروہ اولیاء اللہ کا انکار زہر قاتل ہے۔ ان بزرگوں کے افعال و اقوال پر اعتراض زہریلے ترین سانپ کے زہر کی طرح ہے۔ جو موت ابدی تک پہنچا دیتا ہے۔	......
پیر کے آداب اور اس پر اعتراض کے نقصان کا بیان۔	......
مخدوم زادہ کلاں جناب خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ کی پہلی اور دوسری اور تیسری عرض داشت۔	۸۱۴

☆☆☆☆

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حصہ پنجم دفتر اوّل کی اُردو فہرست مکمل ہوئی۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ محمد و الہ و اصحابہ وسلم۔

مترجم محمد سعید احمد نقشبندی مجددی غفرلہٗ

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اُردو ترجمہ مکتوبات دفتر اوّل حصہ پنجم

مکتوب نمبر (۲۶۹)

مرتضیٰ علی خاں کی طرف صادر فرمایا:

دینی دشمنوں کی اہانت کرے اور ان بیوقوفوں اور بدبختوں کے جھوٹے خداؤں کی توہین وتخریب پر ترغیب دینے اور اس عظیم مرتبہ کام کے لیے اپنی تمنا ظاہر کرنے اور اس کے مناسب بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى — اللہ کی حمد اور اس اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام۔

ہر شخص کے دل میں کسی نہ کسی امر کی تمنا ضرور ہوا کرتی ہے۔ لیکن اس فقیر کی تمنا یہی ہے کہ خدائے تعالیٰ اور اس کے پیغمبر ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ سختی کی جائے۔ اور ان بدبختوں کی اہانت کی جائے۔ اور ان کے جھوٹے خداؤں کو ذلیل وخوار کیا جائے۔ یہ فقیر یقیناً جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس عمل سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب اور کوئی عمل نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بار بار آپ کو اس عمل پسندیدہ کے لیے ترغیب دیتا ہے۔ اور اس کام کا بجالانا نہایت ضروری سمجھتا ہے۔ چونکہ آپ بذات خود وہاں تشریف لے گئے ہیں۔ اور اس گندے مقام اور وہاں کے رہنے والوں کی تحقیر واہانت کے لیے مقرر ہوئے ہیں۔ اس لیے پہلے اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ کیونکہ بہت لوگ اس مقام اور وہاں کے رہنے والوں کی تعظیم وتوقیر کے لیے وہاں جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ اُس نے ہم کو اس بلا میں مبتلا نہ کیا۔ اس نعمت عظمیٰ کے شکر ادا کرنے کے بعد ان بدبختوں اور ان کے جھوٹے خداؤں کی تحقیر اور توہین میں بہت کوشش کرنی چاہیے۔ اور ظاہر وباطن میں جس قدر ہو سکے ان لوگوں کی بربادی میں کوشش کرنی چاہیے اور اس تراشیدہ وناتراشیدہ بت کی ہر طرح اہانت کرنی چاہیے۔ امید ہے کہ بعض سُستیاں جو آپ سے وقوع میں آئی ہیں۔ اس عمل سے ان کی تلافی اور کفارہ ہو جائے گا۔ بدن کی کمزوری اور سردی کی شدت مانع ہیں۔ ورنہ فقیر خود حاضر خدمت ہو کر اس امر کی ترغیب دیتا۔ اور اس تقریب سے اس پتھر پر تف ڈالتا۔ اور اس کو اپنی سعادت کا سرمایہ جانتا۔ اس سے زیادہ کیا مبالغہ کیا جائے۔ والسلام۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۲۷۰)

شیخ نور محمد کی طرف صادر فرمایا:
اس بیان میں کہ بعض صحبتیں گوشہ نشینی سے افضل ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اُس کے برگزیدہ بندوں پر سلام۔

شیخ نور محمد آپ نے (ہم) دُور اُفتادوں کو اس طرح فراموش کیا ہے کہ سلام و پیام سے بھی یاد نہیں کرتے۔ آپ کی دلی خواہش گوشہ نشینی کی تھی۔ سو آپ کو مُیسّر ہوگئی۔ لیکن بعض ایسی صحبتیں ہیں' جو گوشہ نشینی اور تنہائی پر فضیلت رکھتی ہیں۔ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کے حال پر قیاس کرنا چاہیے کہ چونکہ گوشہ نشینی اور تنہائی اختیار کر کے حضرت خیر البشر علیہ السلام کی صحبت میں حاضر نہ ہو سکے۔ اس لیے صحبت کے کمالات ان کے نصیب نہ ہوئے۔ اور تابعین میں سے ہو گئے۔ اور پہلے درجہ کی فضیلت اور خیریت سے نکل کر دوسرے درجہ میں جا پڑے۔

اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ہر روزہ صحبت نئی طرز پر ہے:

مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ جس کے دونوں دن برابر ہیں وہ نقصان میں ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّحِیَّاتُ۔ اور سلام ہو آپ پر اور ان سب لوگوں پر جو ہدایت کے راستہ پر چلے اور حضرت محمد مصطفےٰ علیہ السلام کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب نمبر (۲۷۱)

ایک واقعہ کے استفسار کے حل میں شیخ حسن برکی کی طرف صادر فرمایا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اُس کے برگزیدہ بندوں پر سلام۔

میرے معزز بھائی شیخ حسن (خدائے تعالیٰ اُس کے حال کو اچھا کرے اور اُس کو کمال تک پہنچائے) کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ وہ واقع جو آپ پر ظاہر ہوتا تھا۔ اور آپ نے لکھا تھا اس کا حال واضح ہوا۔ آپ امیدوار ہیں۔ اور جو کچھ آپ کو امر کیا گیا ہے اس کے بجالانے میں جان کے ساتھ کوشش کریں اور احکام شرعیہ کے بجالانے سے سرِ مُو تجاوز نہ کریں۔ اور اہل سنت و جماعت کے عقائد حقہ کے ساتھ اپنے ظاہر و باطن کو آراستہ و پیراستہ رکھیں۔

Marfat.com

ع

کار ایں است غیر ایں ہمہ ہیچ

اصل کام یہی ہے باقی سب ہیچ ہے

اگر آپ کے والدین پسند کریں اور اخوند و اُستاد بھی راضی ہوں۔تو ہندوستان کے سیر کو غنیمت جانیں۔والسلام۔

مکتوب نمبر (۲۷۲)

میر سیّد محب اللہ مانکپوری کی طرف صادر فرمایا:

ایمان بالغیب اور ایمان شہودی۔اور توحید شہودی اور توحید وجودی کے بیان میں اور اس بیان میں کہ فنا کے حاصل ہونے میں جو درکار ہے وہ توحید شہودی ہے۔توحید وجودی کچھ درکار نہیں۔اور ان میں سے ہر ایک کے اقسام کے بیان میں اور اس بیان میں کہ ایمان غیب کہ ایمان شہادت پر فضیلت ہے۔اور اس بیان کہ اوّل اوّل جس شخص نے توحید وجودی کو ظاہر کیا ہے'فتوحات مکیہ والا ہے۔اور گزشتہ مشائخ کی عبارتیں اگرچہ توحید و اتحاد کی خبر دیتی ہیں۔لیکن توحید شہودی پر محمول ہیں۔اور اس کے مناسب بیان میں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد سیادت پناہ برادر معزز میر محب اللہ کو واضح ہو کہ اُس واجب الوجود کی ذات پاک اور اس کی تمام صفات کے ساتھ غیب سے ایمان لانا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام اور اُن کے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اُن اولیا کا جو کلی طور پر مخلوق کی طرف رُخ کیے ہوئے ہیں اور ان کی نسبت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سی نسبت ہے۔اگرچہ قلیل بلکہ اقل ہے اور علماء اور عامہ مومنین کا حصہ ہے۔اور ایمان شہودی کا عامہ صوفیہ کا حصہ ہے۔خواہ وہ ارباب عزلت یعنی گوشہ نشین ہوں۔خواہ ارباب عشرت یعنی لوگوں میں رہنے والے ہوں۔کیونکہ ارباب عشرت اگرچہ مرجوع ہیں۔لیکن انہوں نے پورے طور پر رجوع نہیں کیا ہے۔ان کا باطن اسی فوق کی طرف نگران ہے۔یعنی ظاہر میں خلق کے ساتھ ہیں اور باطن میں حق جل شانہ' کے ساتھ۔اسی لیے ایمان شہودی ہر وقت ان کے نصیب ہے۔اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسّلام چونکہ کلی طور پر مرجوع ہیں اور ظاہر و باطن میں خلق کو حق تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے میں متوجہ ہیں۔اس لیے ایمان بالغب ان کا حصہ ہے۔اور اس فقیر نے اپنے بعض رسالوں میں اس امر کی تحقیق کی ہے کہ باوجود رجوع کے فوق کا نگران رہنا نقصان اور انجام تک نہ پہنچنے کی علامت ہے۔اور کلی طور پر رجوع کرنا نہایت النہایت تک پہنچنے کی علامت ہے۔صوفیہ کے کمال کو جمع بین

Marfat.com

التوجہین یعنی دونوں توجہوں کے جمع ہونے میں جانتا ہے۔اور تشبیہ اور تنزیہ کے جامع کو کاملین میں سے سمجھا ہے۔ع

آں[1] ایشانند و من چنینم یارب

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام جب مقام دعوت سے فارغ ہو جاتے ہیں۔اور عالم بقا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور رجوع کی مصلحت مکمل ہو جاتی ہے۔تو بڑے شوق کے ساتھ اَلرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی کی ندا لگا کر کلی طور پر حق جل شانہٗ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔اور مراتب قرب میں ناز و ادا کی حالت میں آ جاتے ہیں۔

[2]هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا
وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ

فقیر کے نزدیک کمال یہ ہے کہ عروج کے وقت کثرت بالکل نظر سے دور ہو جائے۔حتیٰ کہ اسماء و صفات بھی ملحوظ نہ ہوں اور احدیت مجردہ کے سوا اور کچھ مشہود نہ ہو:

ثُمَّ عُوْمِلَ مَعَهٗ مَا عُوْمِلَ مَعَهٗ — پھر اس کے ساتھ معاملہ کیا گیا جو کیا گیا۔

اور رجوع کے وقت نظر سب کی سب کثرت پر پڑے۔اور عامہ مومنین کی طرح خلق کے سوا اور کوئی امر مشہود نہ ہو۔اور طاعت کے ادا کرنے اور خلق کو حق تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے کے سوا اُس کا کوئی کام نہ ہو۔اور جب دعوت کے کام کو پورا کرے اور عالم فانی کو وداع کرے تو پورے طور پر جناب قدس کی طرف متوجہ ہو کر اپنا سامان غیب سے شہادت کی طرف لے جائے اور معاملہ گوش سے آغوش تک پہنچ جائے۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ط — یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

کوئی ناقص پورے طور پر رجوع کرنے کو نقص خیال نہ کرے۔اور توجہ باطن کو جو حق سبحانہٗ کی طرف ہوتی ہے۔......... بہتر نہ جانے۔کیونکہ صاحب رجوع اپنے اختیار کے ساتھ مقام رجوع میں نہیں آیا۔بلکہ اُس نے حق تعالیٰ کی مراد کے موافق اعلیٰ سے اسفل کی طرف نزول کیا ہے۔اور وصل سے ہجر کے ساتھ قرار پکڑا ہے پس صاحب رجوع حق تعالیٰ کی مراد پر قائم اور اپنی مراد سے فانی ہے۔اور صاحب توجہ وصل و شہود کے ساتھ محظوظ اور قرب و معیت کے ساتھ خوش ہے۔

ہجرے[1] کہ بود مراد محبوب — از وصل ہزار بار خوش تر

لِاَنِّيْ[2] فِي الْوِصَالِ عُبَيْدُ نَفْسِيْ — وَفِي الْهِجْرَانِ مَوْلٰى لِلْمَوَالِيْ

---

[1] یا اللہ وہ تو اُس طرح ہیں۔اور میں اس طرح ہوں۔

[2] ارباب نعمت کو نعمتیں گوارا ہوں اور بے چارے عاشق مسکین کے لیے وہی جو وہ درد و غم کے گھونٹ پی رہا ہے۔

[1] وہ ہجر جسے محبوب چاہے۔وصل سے ہزار بار بہتر ہے۔

[2] میں حالت وصال میں اپنے نفس کا غلام ہوتا ہوں اور ہجر میں اپنے مولیٰ کا۔اور ہر حال میں میرا اپنے حبیب کے ساتھ مشغول رہنا اپنے حال میں مشغول رہنے سے مجھے زیادہ پسند ہے۔

Marfat.com

وَ شُغْلِیْ بِالْحَبِیْبِ بِکُلِّ حَالٍ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ شُغْلِیْ بِحَالِیْ

رجُوع کے فضائل وکمالات بے شمار ہیں۔صاحب توجہ کو صاحب رُجوع کے ساتھ وہ نسبت ہے جو قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ ہے۔یہ رجوع نبوت کے فضائل میں سے ہے اور وہ توجہ ولایت کے آثار سے۔ شَتَّانَ مَابَیْنَھُمَا (ان دونوں میں بڑا فرق ہے)۔لیکن ہر شخص کا فہم اس کمال تک نہیں پہنچتا۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ؕ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

تشبیہہ اور تنزیہہ کے جمع کرنے والوں میں سے بعض کہتے ہیں کہ تنزیہہ کے ساتھ ایمان سب مومنوں کو حاصل ہے۔عارف وہ ہے جو ایمان بہ تشبیہہ کو بھی اس کے ساتھ جمع کرے۔اور خلق کو خالق کا ظہور دیکھے۔اور کثرت کو وحدت کا لباس جانے۔اور صانع کا صنع میں مطالعہ کرے۔

غرض صرف تنزیہہ کی طرف توجہ کا رہنا ان کے نزدیک نقص ہے۔اور کثرت کے ملاحظہ کے بغیر وحدت کے مشاہدہ کرنا ان کے نزدیک سراسر عیب ہے۔یہ لوگ احدیت صرف کی طرف متوجہ ہونے والوں کو ناقص خیال کرتے ہیں اور کثرت کے ملاحظہ کے بغیر وحدت کے ملاحظہ کرنے کو محدود و مقید خیال کرتے ہیں۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ۔انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت تنزیہہ صرف کی طرف ہے۔اور تمام آسمانی کتابیں ایمان تنزیہی کو بیان کرتی ہیں۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام آفاقی و انفسی خداؤں کی نفی کرتے ہیں۔اور ان کے باطل ہونے کی دعوت فرماتے ہیں۔اور اس واجب الوجود کی وحدت کی طرف جو بیچون وبیچگون ہے رہنمائی کرتے ہیں۔کبھی کسی نے نہیں سُنا کہ کسی پیغمبرؑ نے ایمان تشبیہی کی طرف دعوت کی ہو اور خلق کو خالق کا ظہور کہا ہو۔تمام پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام واجب الوجود کی توحید کے کلمہ میں متفق ہیں۔اور حق تعالیٰ کے سوا تمام خداؤں کی نفی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ یٰۤاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○ (پ۳۔ر۱۵)[1]

اے اللہ کے رسول اہل کتاب سے کہہ دو کہ آؤ ایک کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو اس کے ساتھ شریک بنائیں۔اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہم میں سے کوئی کسی کو اپنا رب نہ بنائے۔پس اگر وہ مانیں تو کہہ دو کہ تم گواہ ہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

---

[1] سورہ آل عمران پارہ تلک الرسل

Marfat.com

یہ لوگ بے شمار اسباب ثابت کرتے ہیں اور سب کو ربُّ الارباب کا ظہور خیال کرتے ہیں اور کتاب و سنت کو جو اپنے مطالب کے لیے بطریق شہادت پیش کرتے ہیں۔ (کتاب)

هُوَ[1] الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ — یعنی اوّل و آخر و ظاہر و باطن وہی ہے۔

وَمَا[2] رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ — نہیں مارا تو نے جب کہ مارا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مارا۔

اِنَّ[3] الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (پ۲۶۔ر۹) — جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے۔

(سنت)

اَللّٰهُمَّ[4] اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَّاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَّ اَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ۔ — یا اللہ تو ہی اوّل ہے اور تیرے اوّل کوئی شے نہیں ہے۔ اور تو ہی آخر ہے تیرے بعد کوئی شے نہیں ہے۔ اور تو ہی ظاہر ہے' تیرے اوپر کوئی شے نہیں۔ اور تو ہی باطن ہے' تیرے سوا کوئی شے نہیں ہے۔

اس میں کچھ شہادت نہیں ہے۔ کیونکہ ان عبارتوں کامل طور پر وجود ماسوا کے کمال کی نفی کا حصر ہے نہ کہ اصل وجود کی نفی' جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

لَا[5] صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ۔ — نماز نہیں ہوتی مگر فاتحہ کتاب کے ساتھ

اور فرمایا:

لَا[6] اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ۔ — جو امانت دار نہیں اس کا ایمان نہیں۔

کتاب و سنت میں اس قسم کی مثالیں بہت ہیں۔ یہ توجیہ نصوص کی تاویل نہیں ہے۔ جیسا کہ ان لوگوں نے گمان کیا ہے۔ بلکہ کمال بلاغت پر نصوص کو حمل کیا گیا ہے۔ اور عرف میں جب کسی شخص کے امر رسالت کو ضروری اور مہتم بالشان ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ تو فرماتے ہیں کہ اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ اس سے مقصود حقیقت نہیں ہے بلکہ مجاز ہے جو حقیقت سے ابلغ ہے۔ اور جب فاعل سے جو کامل قدرت والے مالک کا غلام اور بندہ ہے۔ اس

---

1. سورہ حدید' پارہ قال فما خطبکم
2. سورۃ انفال' پارہ قال الملاء
3. سورہ فتح' پارہ حٰم
4. مسلم شریف وابن ابی شیبہ وابو یعلی وغیرہ
5. بخاری و مسلم شریف وغیرہما
6. بیہقی شریف۔

Marfat.com

کے قدر و اندازہ سے بڑھ کر کوئی فعل صادر ہو۔ اور اس فعل میں اس مالک قادر کی التفات و توجہ مدنظر ہو۔ تو اس وقت مالک کو لائق ہے کہ یہ کہہ دے کہ اس فعل کو میں نے ہی کیا ہے۔ یہ بات بھی نہ اتحاد فعل پر اور نہ اتحاد ذات پر دلالت کرتی ہے۔ حاشا و کلا کہ بندۂ غلام کا فعل عین مالک مقتدر کا فعل ہو۔ یا اُس کی ذات کا عین بن جائے' ان لوگوں نے شاید انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مذاق کو نہیں سمجھا۔ کیونکہ ان کی دعوت کا مدار اثنینیت یعنی دوئی اور غیر کے وجود اور غیریت پر ہے۔ ان کی عبارتوں کو توحید اور اتحاد پر حمل کرنا بے ہودہ تکلف ہے۔ اگر حقیقت میں ایک ہی موجود ہوتا۔ اور اس کے سوا سب اس کے ظہورات ہوتے۔ اور اس کے ماسوائے کی عبادت اسی کی عبادت ہوتی' جیسے کہ ان لوگوں نے گمان کیا ہے۔ تو پھر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مبالغہ اور تاکید کے ساتھ ان کی پرستش سے کیوں منع کرتے۔ اور ان کی پرستش پر دائمی عذاب کیوں مترتب کرتے۔ اور ان کے پُجاریوں کو خُدا کا دشمن کیوں کہتے۔ جب تک ان لوگوں کو ان کی غلطی پر اطلاع نہ بخشیں عینیت کی دید جو جہالت سے ان میں پیدا ہو گئی ہے' دُور نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی ان کی عبادت کو حق تعالیٰ کے غیر کی عبادت جانتے ہیں۔

ان لوگوں میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ پیغمبروں نے عوام لوگوں کے قصور فہم کے باعث توحید وجُودی کے اسرار کو پوشیدہ رکھا ہے اور اپنی دعوت کی بنا غیر و غیریت پر رکھی ہے۔ اور وحدت کو چھپا کر کثرت پر دلالت کی ہے۔

یہ بات شیعہ کے تقیہ کی طرح سننے کے قابل نہیں ہے۔ کیونکہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام جو کچھ کہ واقعی اور نفس الامری ہے اس کی تبلیغ کے زیادہ مستحق اور حق دار ہیں۔ جب نفس الامر میں ایک ہی موجود ہو اور اس کا غیر کچھ موجود نہ ہو۔ تو مناسب نہیں کہ اس کو چھپا کر نفس الامر کے خلاف ظاہر کریں۔ خاص کردہ احکام جو واجب الوجود کی ذات و صفات و افعال کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے اظہار اور اعلان کے وہ زیادہ حق دار ہیں۔ کوتاہ نظر خواہ ان کو سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ کیا نہیں دیکھتے کہ قرآن کی آیات متشابہات یا احادیث متشابہات جن کے سمجھنے سے عوام کیا خواص بھی عاجز ہیں۔ ان کے اظہار کرنے سے منع نہیں ہوئے۔ اور نہ ہی عوام کی غلطی اور کوتاہ فہمی ان کے اظہار کی مانع ہوئی۔ یہ لوگ اس شخص کو جو دو وجود کو قائل ہے اور ماسوا کی عبادت سے اجتناب و پرہیز کرتا ہے' مشرک کہتے ہیں۔ اور اس شخص کو جو ایک وجود کا قائل ہے موحد کہتے ہیں اگرچہ ہزار بُت کی عبادت کرے اس خیال سے کہ یہ سب حق تعالیٰ کے ظہورات ہیں۔ اور ان کی عبادت حق تعالیٰ کی عبادت ہے۔ انصاف کرنا چاہیے کہ ان دونوں گروہوں میں سے مشرک کون ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام نے وحدت وجود کی طرف دعوت نہیں کی۔ اور نہ ہی دو وجود کہنے والے کو مشرک کہا ہے۔ بلکہ ان کی دعوت وحدت معبود کی طرف ہے۔ اور انہوں نے ماسوائے کی عبادت کو شرک کہا ہے۔

اگر صوفیہ وجودیہ ماسوا کو غیریت کے طریق پر نہ بھی جانیں' تو بھی شرک کو دفع نہیں کر سکتے کیونکہ ماسوا' کو ماسوا ہی جانیں یا نہ جانیں۔ ان میں سے بعض متاخرین' عالم کو' حق تعالیٰ کا عین نہیں جانتے۔ اور عینیت سے

Marfat.com

کنارہ کرتے ہیں۔ اور عینیت کے قائلوں کو طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ اور شیخ محی الدین اور اس کے متبعین کے ساتھ انکار سے پیش آتے اور اُن کو بُرائی سے یاد کرتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ لوگ عالم کو حق تعالیٰ کا غیر بھی نہیں جانتے۔ بلکہ نہ ہی حق تعالیٰ کا عین اور نہ ہی حق تعالیٰ کا غیر جانتے ہیں۔ یہ بات بھی ثواب سے دُور ہے:

اَلْاِثْنَانِ مُتَغَائِرَانِ — دو چیزیں ایک دوسرے کی غیر ہوتی ہیں

قضیہ مقررہ ہے۔ اثنینیت یعنی دوئی کا منکر درجہ عقل کا مخالف ہے۔ ہاں متکلمین نے صفات واجبی جل سلطانہٗ کے بارہ میں لَا ھُوَ وَلَا غَیْرُ ھُوَ کہا ہے۔ اور غیر سے غیر اصطلاحی مراد لے کر اس امر کو مدنظر رکھا ہے کہ دو متغائر چیزوں کا باہم جدا اور الگ ہونا جائز ہے۔ کیونکہ واجب تعالیٰ و تقدس کی صفات حضرت ذات سے الگ نہیں ہیں۔ اور نہ ہی حق تعالیٰ کی ذات و صفات قدیمہ کے درمیان انفکاک یعنی الگ ہونا جائز متصور ہو سکتا ہے۔ پس لَا ھُوَ وَلَا غَیْرُ ھُوَ صفات قدیمہ میں صادق ہے۔ برخلاف عالم کے کہ یہ نسبت اس میں مقصود ہے:

كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَّعَهٗ شَيْءٌ۔ — اللہ تھا اور اُس کے ساتھ کوئی چیز موجود نہ تھی۔

پس عالم کی غیریت کی نفی کرنا لغت میں بھی اور اصلاح میں بھی صدق سے دُور ہے۔ ان لوگوں اپنے حقیقت حال تک نہ پہنچنے کے باعث عالم کو صفات قدیمہ کی طرح سمجھ کر اس کے مخصوص حکم کو اس جگہ اطلاق کیا ہے۔ یہ لوگ جب عینیت عالم کی نفی کے قائل ہوئے ہیں تو اُن پر لازم ہے کہ غیریت عالم کے قائل ہوں۔ اور توحید وجودی والوں کے زمرہ سے نکل آئیں۔ اور عالم کے متعددہ وجودوں کے قائل ہو جائیں۔ اور توحید وجودی میں عین کہنے سے چارہ نہیں ہے۔ جیسے کہ شیخ محی الدین اور اس کے تابعین نے کہا ہے۔ اور عین کہنا ان معنوں کے لحاظ سے نہیں ہے کہ عالم اپنے صانع کے ساتھ متحد ہے۔ حاشا و کلا بلکہ ان معنوں کے اعتبار سے ہے کہ عالم معدوم ہے اور حق تعالیٰ کا وجود واجب۔ جیسے کہ اس فقیر نے اپنے بعض رسالوں میں اس امر کی تحقیق کی ہے۔

سوال: صوفیہ وجودیہ دو وجود کے کہنے والے کو جو مشرک کہتے ہیں وہ اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ وہ دو بین ہیں اور دو بیں طریقت کا مشرک ہے؟

جواب: دو بینی[1] جو طریقت کا شرک ہے' توحید شہودی سے دفع ہو جاتا ہے۔ توحید وجودی اس مقام میں کچھ درکار نہیں ہے۔ کیونکہ سالک کا مشہود و ملحوظ ایک ذات مقدس کے سوا اور کوئی امر نہیں ہے تا کہ فنا متحقق ہو۔ اور طریقت کا شرک دُور ہو جائے۔ دن میں جو آفتاب کو تنہا دیکھتے ہیں۔ اور ستاروں کو نہیں دیکھتے' دو بینی' کا دفعیہ حاصل ہے۔ اگرچہ ہزاروں ستارے دن میں موجود ہوں۔ مقصود یہ ہے کہ ایک آفتاب مشہود ہو۔ خواہ ستارے معدوم ہوں یا موجود بلکہ میں کہتا ہوں کہ کمال اس صورت میں ہے کہ اشیاء موجود ہوں اور سالک کمال فنا کے باعث جو اپنے مطلوب حقیقی سے رکھتا ہے کسی چیز کی طرف توجہ نہ کرے۔ بلکہ کسی چیز کا مشاہدہ نہ کرے اور کوئی چیز اُس کے دیدۂ

[1] دو دیکھنا ۱۲

Marfat.com

بصیرت میں نہ آئے۔ اور اگر اشیا موجود نہ ہوں۔ فنا کس سے محقق ہوگی۔ اور فانی کس سے ہوگا اور کس کو فراموش کرے گا۔

سب سے اوّل جس شخص نے توحید وجودی کی تصریح کی ہے۔ وہ شیخ محی الدین ابن عربی ہے اس سے گزشتہ مشائخ کی عبارتیں اگرچہ توحید وجودی کی خبر دیتی ہے۔ لیکن توحید شہودی پر حمل کرنے کے قابل ہیں۔ کیونکہ حق جل شانہٗ کے غیر کو جب نہیں دیکھتے۔ تو بعض کہتے ہیں کہ:

لَيْسَ فِيْ جُبَّتِيْ سِوَى اللّٰه　　میرے جبہ میں سوائے اللہ کے اور کچھ نہیں

اور بعض سُبْحَانِيْ مَا اَعْظَمَ شَانِيْ کی ندا پکار اُٹھتے ہیں۔ اور بعض:

لَيْسَ فِي الدَّارِ غَيْرُهٗ دَيَّارٌ　　گھر میں اُس کے سوا کوئی رہنے والا نہیں ہے۔

کی آواز بلند کرتے ہیں۔ یہ سب پھول ایک ہی یک بنیٔ کی شاخ سے کھلے ہیں۔ ان عبارتوں میں کوئی بھی وحدت وجود پر دلالت نہیں کرتی۔ اور جس شخص نے اس مسئلہ کو ابواب اور فصول کی شکل میں لکھا ہے اور صرف ونحو کی طرح اس کو جمع کیا ہے۔ حتیٰ کہ اس نے کہا ہے کہ خاتم النبوت بعض علوم و معارف کو خاتم الولایت سے اخذ کرتا ہے۔ اور خاتم الولایت محمدی اپنے آپ کو جانتا ہے اور شارحین نے اس کی توجیہ میں کہا ہے کہ پادشاہ اپنے خزانچی سے اگر کوئی چیز لے لے تو اُس میں کیا نقصان ہے۔

غرض فنا و بقا اور ولایت کُبریٰ کے کمالات حاصل کرنے کے لیے توحید وجودی کی کوئی ضرورت نہیں۔ توحید شہودی حاصل ہونی چاہیے۔ تاکہ فنا محقق ہو جائے۔ اور ماسوے کا نسیان حاصل ہو جائے۔

ہوسکتا ہے کہ کوئی سالک ابتدا سے انتہا تک سیر کر جائے۔ اور توحید وجودی کے علوم و معارف سے کوئی بھی اس پر ظاہر نہ ہو۔ بلکہ نزدیک ہے کہ ان علوم سے انکار کردے۔

فقیر کے نزدیک وہ راستہ جو ان معارف کے ظہور کے بغیر سلوک کے ساتھ میسر ہو جائے وہ اس راستہ سے زیادہ قریب ہے۔ جو اس ظہور کو متضمن ہے۔ اور نیز اس راہ کے سالکوں میں سے اکثر مطلوب تک پہنچتے ہیں۔ اور اکثر راہ ہی میں رہ جاتے ہیں۔ اور دریا سے قطرہ کے ساتھ سیراب ہو جاتے ہیں۔ اور اتحاد کے وہم پر پڑ کر ظل میں گرفتار رہتے ہیں۔ اور وصل سے محروم رہتے ہیں۔ یہ امر تجربہ سے معلوم ہو چکا ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ۔

اور نیز فقیر کو اگرچہ راہ ثانی سے سلوک میسر ہوا ہے اور توحید وجودی کے علوم و معارف کے ظہورات سے کافی حصہ حاصل ہوا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوئی اور سیر محبوبی کے ساتھ راستہ کے جنگلوں اور میدانوں کو فضل و عنایت کی امداد سے طے کروایا اور کمال کرم کے ساتھ ظلال سے گزار کر اصل تک پہنچایا۔ اور جب معاملہ مسترشدوں یعنی مریدوں تک پہنچا' تو معلوم ہوا کہ اس کے علاوہ ایک اور راہ ہے جو وصول کے زیادہ قریب

Marfat.com

اور حصول میں زیادہ آسان ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَ مَا کُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ط	اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے، بے شک ہمارے رب کے رسول حق بات لائے۔

تنبیہ: سابقہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اگرچہ موجودات متعددہ ہوں اور حق تعالیٰ کا ماسویٰ بھی موجود ہو تو پھر بھی ہو سکتا ہے کہ فناو بقا متحقق ہو جائے نہ یہ کہ ماسویٰ معدوم و ناچیز ہو جائے یہ بات باوجود ظہور کے اکثر خواص پر پوشیدہ رہی ہے۔ پھر عوام کا کیا ذکر ہے۔ ان لوگوں نے توحید شہودی کو عین وجودی خیال کر کے وحدت وجود کی معرفت کی راستہ کی شرط جانا ہے۔ اور دو وجود کہنے والے کو ضال و مضل (گمراہ و گمراہ کرنے والا) سمجھا ہے اور کثرت کے آئینوں میں وحدت کے مشاہدہ کو انجام کار تصور کیا ہے۔ ان میں سے بعض نے یہاں تک صریح کی ہے کہ ہمارے حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ جمیع اخوانہ من الصلوت افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کمالات نبوت حاصل ہونے کے بعد شہودِ وحدت در کثرت کے مقام میں رہے۔ اور آیت کریمہ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ سے اس مقام کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اور اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہ تحقیق ہم نے تجھ کو کثرت میں وحدت کا مشاہدہ عطا کیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کوثر کی واؤ کے درمیان آنے سے جو حروف کثر کے درمیان ہے یہ اشارات سمجھے ہیں۔ حاشا وکلا اس قسم کے معارف مقام نبوت کے لائق ہوں۔ کیونکہ انبیا سے علیہم الصلوٰۃ والسلام خدائے بیچون جل شانہٗ کی طرف دعوت کرتے رہے ہیں۔ اور جو چیز چون کے آئینوں میں گنجائش نہیں رکھتی۔ وہ بے چونی سے بے نصیب ہے۔ اور چونی اور چندی کے داغ سے داغدار ہے۔ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ ان کو انصاف کی توفیق دے۔ شاید یہ لوگ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنے کمالات کے ترازو پر تولنا چاہتے ہیں اور ان کے کمالات کو اپنے کمالات کی طرح جانتے ہیں۔ کَبُرَتْ کَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ چھوٹا منہ بڑی بات ہے ؎

چو آں کرمی کہ در سنگی نہاں است
زمین و آسماں اوہماں است[1]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں کا یہ کمینہ اور عاجز اس قسم کی معرفت سے جو اول اوّل حاصل ہوئی تھی ندامت واستغفار کرتا ہے۔ اور اس شہود کو نصاریٰ کے حلول کی طرح اس پاک جناب سے نفی کرتا ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جو کچھ دیکھا گیا اور سنا گیا اور جانا گیا۔ سب اس کا غیر

---

[1] جس طرح وہ کیڑا جو پتھر میں چھپا ہوا ہے اس کا زمین و آسمان وہی ہے۔

Marfat.com

ہے۔ کلمہ لا کی حقیقت سے اس کی نفی کرنی چاہیے' پس کثرت وحدت کا مشاہدہ بھی نفی کے لائق ہے اور اس پاک بارگاہ سے منفی اور دُور ہے۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی اس کلام نے مجھ کو اس شہود سے نکال دیا ہے۔ اور مشاہدہ اور معائنہ کی گرفتاری سے نجات بخشی ہے۔ اور میرے اسباب کو علم سے جہل کی طرف اور معرفت سے حیرت کی طرف لے گیا ہے۔

جَزَاهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَنِّیْ خَیْرَ الْجَزَآءِ۔ اللہ تعالیٰ ان کو میری طرف سے جزائے خیر دے۔

میں صرف ایک ہی بات سے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کا مرید اور حلقہ بگوش ہوں۔ اور واقعی اولیا میں سے شاید ہی کسی نے اس طرح کی عبارت بیان کی ہو۔ اور تمام مشاہدات و معائنات کی اس طرح پر نفی کی ہو۔

اس مقام میں آپ کے اس سخن کی حقیقت کو جہاں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی معرفت بہاؤالدین پر حرام ہے۔ اگر اس کا ابتدا بایزیدؒ کی انتہا نہ ہو' ڈھونڈنی چاہیے۔ کیونکہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ باوجود اس بزرگی کے شہود و مشاہدہ سے آگے نہیں نکلے۔ اور سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمُ شَانِیْ کے تنگ کوچہ سے قدم باہر نہیں رکھا۔ برخلاف ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے کہ جنہوں نے ایک ہی کلمہ لا سے اس کے تمام مشاہدات کی نفی فرمادی اور سب کو حق تعالیٰ کا غیر ثابت کر دیا حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی تنزیہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے نزدیک تشبیہ ہے اور اس کا بیچون ان کے نزدیک چون اور کمال نقص ہے۔ ناچار اس کی انتہا جو تشبیہ سے آگے نہیں بڑھا۔ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدا ہوگی۔ کیونکہ بدایت تشبیہ سے ہے' اور نہایت تنزیہ کے ساتھ۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ آخر حال میں بایزید رحمۃ اللہ علیہ کو اس نقص پر اطلاع بخشی گئی کہ موت کے وقت اس طرح کہتے تھے:

مَا ذَکَرْتُکَ اِلَّا عَنْ غَفْلَةٍ وَمَا خَدَمْتُکَ اِلَّا عَنْ فَتْرَةٍ۔ میں نے تجھے یاد نہیں کیا مگر غفلت سے اور میں نے تیری خدمت نہیں کی' مگر سستی سے۔

اس نے پہلے حضور کو غفلت جاتا کیونکہ وہ حق تعالیٰ کا حضور نہ تھا۔ بلکہ ظلال میں سے ایک ظل کا حضور اور اس کے ظہورات میں سے ایک ظہور تھا۔ پس ناچار حق تعالیٰ سے غافل رہے۔ اور حق تعالیٰ وراء الوراء ہے۔ ظلال و ظہورات سب کے سب مبادی اور مقدمات اور معارج اور معدات ہیں۔ اور یہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو بدایت میں درج کرتے ہیں۔ واقع کے موافق ہے۔ کیونکہ ابتدا ہی سے ان کی توجہ احدیت صرف کی طرف ہے۔ اور اسم و صفت سے ذات کے سوا کچھ نہیں چاہتے۔

اس طائفہ علیہ کے مبتدیوں کو یہ دولت اپنے شیخ مقتدا سے جو اس کمال کے ساتھ مشرف ہوتا ہے' بطریق انعکاس حاصل ہو جاتی ہے۔ خواہ وہ اس کو جانیں نہ یا نہ جانیں۔ پس ناچار کاملوں کی نہایت ان بزرگواروں کی بدایت میں مندرج تسلیم کرنی پڑے گی۔

حاصل کلام یہ کہ احدیت کی توجہ ان میں غالب آجائے۔ اور ظاہر کو بھی باطن کے ہم رنگ کر دے۔ تو

Marfat.com

سالک مشاہدات سفلی سے جو ممکنات کے آئینوں میں ظاہر ہوتے ہیں آزاد ہو جاتا ہے اور معارف تشبیہی سے خلاصی پا جاتا ہے۔ اور اگر یہ توجہ غالب نہ ہو سکے اور صرف باطن پر ہی لگی رہے تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بظاہر کثرت میں وحدت کے مشاہدہ کی لذت پاتا ہے۔ اور توحید و اتحاد سے محظوظ ہوتا ہے۔ لیکن یہ شہود ان کے حق میں ظاہر پر ہی محدود رہتا ہے۔ باطن میں کچھ سرایت نہیں کرتا۔ ان کا باطن احدیت صرف کی طرف متوجہ رہتا ہے اور ان کا ظاہر کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرنے والا ہوتا ہے۔ اس وقت ممکن ہے کہ ظاہری نسبت کے غلبہ کے باعث باطنی توجہ معلوم نہ ہو۔ اور شہود ظاہر کے سوا اور کوئی امر مفہوم نہ ہو۔ جیسے کہ ابتدا میں ان سطور کے لکھنے والے کا حال تھا کہ ظاہری نسبت کے غلبہ کے باعث باطنی توجہ سے جو احدیت صرف کی طرف تھی' بالکل آگاہی نہ رکھتا تھا اور کلی طور پر اپنے آپ کو کثرت میں وحدت کی طرف متوجہ پاتا تھا۔ کچھ مدت کے بعد حضرت حق سبحانہ' نے باطن کی توجہ پر اطلاع بخشی اور باطن کو ظاہر پر نُصرت دی۔ اور معاملہ کو یہاں تک پہنچایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَہ' عَلٰی ذٰلِکَ۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔

وہ معارف توحیدی اور مشاہدات سفلی جو اس خاندان بزرگ کے بعض خلفا سے سرزد ہوئے ہیں' وہ بھی اسی قسم سے ہیں۔ نہ یہ کہ لوگ ظاہر و باطن میں اسی شہود کی طرف متوجہ اور اسی معرفت کے گرفتار رہے ہیں۔ برخلاف دوسرے بزرگوں کے جو ظاہر و باطن میں اور اس شہود کو تشبیہ اور تنزیہ کا جامع جان کر اسی کو کمال سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کا باطن بھی اگرچہ تنزیہ صرف کے ساتھ ایمان رکھتا ہے۔ لیکن گرفتاری اور ہے اور ایمان کچھ اور۔ اور حال اور ہے اور علم کچھ اور چیز۔ وہ لوگ جو تنزیہ صرف کے ساتھ ایمان نہیں رکھتے اور مشاہدہ سفلی کے سوا کسی اور امر کے معتقدات نہیں ہیں۔ وہ ملحدوں میں سے ہیں۔ جو اس بحث سے خارج ہیں:

فقیر کے نزدیک ممکنات کے آئینوں میں حق تعالیٰ کا وہ شہود جس کو صوفیہ کی ایک جماعت کمال جانتی ہے۔ اور تشبیہ اور تنزیہ کے درمیان جمع خیال کرتی ہے' درحقیقت حق تعالیٰ کا شہود نہیں ہے۔ اس میں ان کا مشہود ان کا خیالی اور من گھڑت امر ہے۔ کیونکہ جو کچھ ممکن میں دیکھتے ہیں وہ واجب نہیں ہے۔ اور جو کچھ حادث میں پاتے ہیں وہ قدیم نہیں ہے۔ اور جو کچھ تشبیہ میں ظاہر ہوتا ہے وہ تنزیہ نہیں ہے۔ ہرگز ہرگز صوفیہ کی اس قسم کی ترہات یعنی بے ہودہ باتوں پر فریفتہ نہ ہونا چاہیے۔ اور حق تعالیٰ کے غیر کو خدا نہ جاننا چاہیے۔ مانا کہ یہ لوگ خطا کار مجتہد کی طرح معذور ہیں اور خطا کار مجتہد کی طرح مواخذہ سے بری ہیں۔ لیکن اس کے مقلدوں کے ساتھ معلوم نہیں کس طرح معاملہ کریں گے۔ کاش کہ مجتہد مخطی کے مقلدوں کی طرح ہی ہوتے۔ اور اگر ان کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کیا تو پھر ان کا کام نہایت مشکل ہے۔ قیاس و اجتہاد اصول شرعی میں سے ایک اصل ہے جس کی تقلید کا ہم کو امر ہوا ہے۔ برخلاف کشف اور الہام کے کہ اس کی تقلید کا ہم کو حکم نہیں ہے اور الہام غیر پر حجت نہیں ہے۔ لیکن اجتہاد مقلد پر حجت ہے۔ پس علمائے مجتہدین کی تقلید کرنی چاہیے اور دین کے اصول کو ان کی آراء کے موافق تلاش چاہیے اور

Marfat.com

صوفیہ جو کچھ علمائے مجتہدین کی آراء کے برخلاف کہیں یا کریں اس کی تقلید نہیں کرنی چاہیے۔ااور حسن ظن کے ساتھ ان کے طعن سے طب بندر کھنے چاہیں۔اوران کی اس قسم کی باتوں کو شطحیات سے جاننا چاہیے۔اور ظاہر کی طرف سے مصروف و پھرا ہوا خیال کرنا چاہیئے۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان میں بعض صوفیہ عام لوگوں کو اپنے کشفیہ اور الہامیہ امور مثلاً وحدت وجود کے ساتھ ایمان لانے پر دلالت کرتے ہیں۔اوران کی تقلید کی ترغیب دیتے ہیں۔اوران کے عدم ایمان پر دھمکاتے ہیں۔کاش کہ یہ لوگ ان امور کے عدم انکار پر دلالت کرتے اوران کے منکر پر تہدید اور دھمکی فرماتے۔ کیونکہ ایمان اور چیز ہے اور عدم انکار اور چیز۔اور امور کے ساتھ ایمان لانا لازم اور ضروری نہیں ہے۔ہاں ان امور کے انکار سے بچنا چاہیے۔ایسا نہ ہو کہ ان امور کا انکار ان امور والوں کے انکار تک پہنچادے۔اور حق تعالیٰ کے اولیا کے ساتھ بغض وعداوت پیدا ہو جائے۔علمائے اہل حق کے موافق کام کرنا چاہیے۔اور صوفیہ کی کشفیہ باتوں سے حُسن ظن کے ساتھ سلوک کرنا چاہیے۔اور لا و نعم پر جرأت نہ کرنی چاہیے:

هٰذَا هُوَ الْحَقُّ الْمُتَوَسِّطُ بَيْنَ الْاِفْرَاطِ وَالتَّفْرِيْطِ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ۔	یہی وہ حق ہے جو افراط و تفریط کے درمیان ہے اور اللہ تعالیٰ بہتری کی طرف الہام کرنے والا ہے۔

عجب معاملہ ہے کہ ان لوگوں میں سے بہت سے مدعی اسی شہود و مشاہدہ پر بھی قناعت نہیں کرتے۔بلکہ اس شہود کو تنزل خیال کر کے اس اثنا میں رویت بصری کے بھی قائل ہیں۔اور کہتے ہیں کہ ہم واجب الوجود جل سلطانہٗ کی ذات کو دیکھتے ہیں۔اور نیز کہتے ہیں کہ وہ دولت جو ہمارے پیغمبر ﷺ کو شب معراج میں حاصل ہوئی تھی۔ہم کو ہر روز میسر ہے۔اور وہ نور جو اِن کے دیکھنے میں آتا ہے۔اُس کی صبح کی سفیدی سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور اس نور کو مرتبہ بے کیفی خیال کرتے ہیں۔اور مراتب عروج کی نہایت اس نور کے ظہور تک تصور کرتے ہیں:

تَعَالٰى سُبْحَانَهٗ عَمَّا يَقُوْلُ الظَّالِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔	اللہ تعالیٰ اس بات سے جو ظالم کہتے ہیں بہت بلند ہے۔

اور نیز حضرت حق جل شانہٗ کے ساتھ مکالمہ وکلام ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ایسا فرمایا ہے۔کبھی دشمنوں کے حق میں حضرت سبحانہٗ کی طرف سے کئی قسم کی باتیں نقل کرتے ہیں اور کبھی اپنے دوسروں کو بشارت دیتے ہیں۔اوران میں سے بعض اس طرح کہتے ہیں کہ رات کی تہائی یا چوتھائی حصہ تک میں حق تعالیٰ کے ساتھ کلام کرتا رہا۔اور ہر طرح کی باتیں پوچھتا رہا اور جواب لیتا رہا:

لَقَدِ[1] اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْا عُتُوًّا كَبِيْرًا ط	ان لوگوں نے اپنے آپ میں تکبر کیا اور بڑی سرکشی کی۔

[1] سورۃ فرقان

Marfat.com

ان لوگوں کی باتوں سے یہ سمجھ آتا ہے کہ یہ لوگ اس نور مرئی کو عین حق تعالیٰ سمجھتے ہیں۔ اور اس نور کو حق تعالیٰ کی ذات تصور کرتے ہیں۔ نہ یہ کہ اس کے ظہورات میں سے کوئی ظہور یا اس کے ظلال میں سے کوئی ظل جانتے ہیں۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ اس نور کو حق تعالیٰ کی ذات کہنا محض افترا اور صرف الحاد اور خالص زندقہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا نہایت ہی حلم وتحمل ہے کہ اس قسم کے مفتریوں کے لیے طرح طرح کے عذابوں میں جلدی نہیں کرتا۔ اور ان کی بیخ کنی نہیں فرماتا:

سُبْحَانَکَ عَلٰی حِلْمِکَ بَعْدَ عِلْمِکَ وَعَلٰی عَفْوِکَ بَعْدَ قُدْرَتِکَ۔

یا اللہ تو پاک ہے کہ ہماری برائیوں کو جان کو حلم فرماتا ہے۔ اور قدرت کے باوجود معاف کرتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم صرف رویت یعنی دیدار کی طلب ہی کے باعث ہلاک ہوگئی۔ اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے طلب رویت کے بعد لَن تَرانی کا زخم کھایا اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اور اس طلب سے تائب ہوئے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جو رب العالمین کے محبوب اور تمام اولین وآخرین موجودات میں سے بہترین ہیں۔ باوجود اس کے معراج بدنی کی دولت سے مشرف ہوئے۔ اور عرش وکرسی سے گزر کر مکان وزمان سے بھی اوپر چلے گئے۔ باوجود قرآنی اشارتوں کے حضور پر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت میں علما کا اختلاف ہے اکثر علما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عدم رویت کے قائل ہیں۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَالْاَصَحُّ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا رَاٰیْ رَبَّہٗ سُبْحَانَہٗ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ۔

یعنی صحیح یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے معراج کی رات اپنے رب کو نہیں دیکھا ہے۔

یہ بے سروسامان اپنے خیال باطل میں ہر روز خدا کو دیکھتے ہیں۔ حالاں کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ایک دیدار میں بھی علما کی قیل وقال ہے:

فَضَحَهُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ۔

اللہ تعالیٰ ان کو خوار کرے۔

اور نیز ان لوگوں کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کلام کو جس کو یہ لوگ سنتے ہیں۔ حق سبحانہٗ سے وہی نسبت ہے جو کلام کو اپنے متکلم کے ساتھ جانتے ہیں۔ یہ عین الحاد ہے حاشاوکلا کہ حضرت حق سبحانہٗ سے تکلم کے طریق پر کوئی ایسا کلام صادر ہو۔ جس میں ترتیب' تقدیم اور تاخیر ہو' جو حدوث کی علامات میں سے ہیں۔ شاید مشائخ کبار کی باتوں نے ان کو غلطی میں ڈال دیا ہے۔ کیونکہ مشائخ نے بھی حضرت حق جل سلطانہٗ کے ساتھ کلام و مکالمہ کیا ہے۔

لیکن جاننا چاہیے کہ مشائخ کبار اس کلام کو حضرت حق سبحانہٗ کے ساتھ ایسی نسبت نہیں دیتے جو کلام

Marfat.com

کو اپنے متکلم کے ساتھ دے سکیں۔ بلکہ وہی نسبت ثابت کرتے ہیں جو مخلوق کو اپنے خالق کے ساتھ ہے۔ اور اس میں کوئی محظور[1] اور قباحت نہیں ہے۔

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو شجرۂ مبارکہ سے حق تعالیٰ کا کلام سُنا تو اس کلام کو حق تعالیٰ کے ساتھ وہی نسبت تھی جو مخلوق کو اپنے خالق کے ساتھ ہوتی ہے نہ کہ وہ نست جو کلام کو اپنے متکلم کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور ایسے ہی وہ کلام جو آنحضرت ﷺ نے حضرت جبرئیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے سُنا اس کو بھی حق تعالیٰ کے ساتھ وہی نسبت تھی جو مخلوق کو اپنے خالق سے ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ وہ کلام بھی حق تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کا منکر کافر و زندیق ہے گویا حق تعالیٰ کا کلام' کلام لفظی اور کلام نفسی کے درمیان مشترک ہے۔ جس کو حق تعالیٰ کسی امر کے ذریعے ایجاد فرماتا ہے۔ پس کلام لفظی بھی حق تعالیٰ کا کلام ہوگا۔ ناچار اس کا منکر بھی کافر ہوگا:

فَافْهَمْ فَإِنَّ هٰذَا التَّحْقِيقَ يَنْفَعُكَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْمَوَاضِعِ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ الْمُوَفِّقُ۔

پس سمجھ کیونکہ یہ تحقیق بہت جگہ تجھے نفع دے گی۔ اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔

جاننا چاہیے کہ وہ وجود جو ممکنات کے لیے ہم ثابت کرتے ہیں تمام صفات کی طرف ایک ضعیف وجود ہے۔ ممکن کے علم کی واجب کے علم کے مقابلہ میں کیا مقدار ہے' اور قدرت قدیمہ کے مقابلہ میں قدرت حادثہ کیا اعتبار رکھتی ہے۔ ایسے ہی ممکن کا وجود واجب تعالیٰ کے وجود کے مقابلہ میں لاشے محض ہے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ دیکھنے والا ان دونوں وجودوں کے فرق کے باعث شک میں پڑ جائے کہ آیا وجود کا اطلاق ان دونوں فردوں پر حقیقت کے طور پر ہے یا ایک فرد پر بطریق حقیقت ہے اور دوسرے پر بطریق مجاز۔ کیا نہیں جانتے کہ صوفیہ میں سے بعض لوگوں نے شق ثانی پر یقین کیا ہے۔ اور ممکن کے وجود پر وجود کا اطلاق کرنا مجاز کے طور پر سمجھا ہے۔ اور ممکنات کے وجود کو ثابت نہیں کرتے۔ مگر عوام یا اخص خواص۔ اخص سے مراد انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اُن کی اُمتوں میں سے وہ لوگ ہیں جن ان کی ولایت اصلیہ سے مشرف ہوئے ہیں۔ اور وہ دائرہ ظلال کو پُورے طور پر طے کر چکے ہیں۔ عوام ظاہر بین ہیں۔ جو واجب تعالیٰ کے وجود اور ممکن کے وجود کو مطلق وجود کے اقسام سے جانتے ہیں۔ اور دونوں کو موجود تصور کرتے ہیں۔ اخص خواص تیز نظر والے ہیں۔ جو ہر دو وجود کو مطلق وجود کے افراد سے جانتے ہیں۔ اور افراد وجود کے مراتب کے تفاوت کو وجود کے صفات اور اعتبارات کی طرف لوٹاتے ہیں۔ نہ کہ وجود کی حقیقت اور ذات کی طرف تاکہ ایک حقیقت ہو اور دوسرا مجاز۔ اور گروہ متوسطین جو عوام کے رتبہ سے قدم آگے رکھتے ہیں۔ اور اخص خواص کے کمالات سے کوتاہ دست ہیں' مشکل ہے کہ ممکنات کے وجود کے قائل ہوں۔ اور

---

[1] رُکاوٹ ۱۲

Marfat.com

ممکن کے وجود پر بطریق حقیقت وجود کا اطلاق کریں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ ممکن کو اس علاقہ سے موجود کہتے ہیں کہ وجود کے ساتھ اس کی نسبت ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ پانی سورج کی دھوپ سے گرم ہے۔ نہ یہ کہ وجود اس کے ساتھ قائم ہے' تا کہ حقیقت کے طور پر موجود ہو۔ اس گروہ میں سے بعض لوگ ممکن کے وجود سے ساکت و خاموش ہیں اور نفی و اثبات کے ساتھ اس کی تصریح نہیں کرتے۔ اور بعض ممکن سے وجود کی نفی کرتے ہیں۔ اور واجب تعالیٰ کے سوا اور کسی کو موجود نہیں جانتے۔ ان میں سے ایک گروہ ممکن کے وجود کو جیسے کہ وجود کا عین نہیں جانتے وجود کا غیر بھی جانتے۔ ان میں سے ایک گروہ ممکن کے وجود کو جیسے کہ وجود کا عین نہیں جانتے وجود کا غیر بھی جانتے۔ اور ان میں سے ایک گروہ نے اس طرح تصریح کی ہے کہ جس وجود کے ساتھ واجب تعالیٰ موجود ہے۔ اس وجود کے ساتھ ممکن بھی موجود ہے۔ اس عبارت سے بھی ممکن کے وجود کی نفی کرتے ہیں۔ غرض ممکن کا وجود ثابت کرنے کے لیے بڑی تیز نظر ہونی چاہیے۔ تا کہ واجب تعالیٰ کے نور کی روشنی میں اس کو دیکھ سکیں۔ تیز نظر والے لوگ دن میں آفتاب کی روشنی کے باوجود ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ اور جس کی نظر تیز نہیں ہوتی' وہ ستاروں کو نہیں دیکھ سکتے۔ تو ممکنات کا وجود دن میں ستاروں کے وجود کی طرح ہے کہ جو تیز نظر والا ہے وہ دیکھ سکتا ہے اور جس کی نظر کمزور ہے اس دید سے اس کو کوئی حصہ نہیں ملتا۔

اگر کوئی پوچھے کہ عوام باوجود ضعف بصر اور کوئی بصیرت کے کس طرح ممکنات کے وجود کو دیکھ سکتے ہیں۔ حالاں کہ واجب تعالیٰ کے وجود کے انوار کی چمک اس کے دیکھنے سے مانع ہے تو میں کہتا ہوں کہ عوام ارباب علم میں سے ہیں نہ کہ ارباب دید میں سے۔ ہماری گفتگو ارباب دید کی نسبت ہے نہ کہ ارباب علم کی نسبت۔ کیونکہ ارباب علم اس بحث سے خارج ہیں۔ گویا واجب تعالیٰ کے انوار کا ظہور ان کے حق میں مفقود ہے۔ پس وجود ممکنات کے دیکھنے سے مانع نہ ہوگا۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ انوار کا ظہور وجود ممکنات کے دیکھنے سے مانع ہے نہ کہ وجود ممکنات کے علم سے مانع ہے۔ کیونکہ بسا اوقات بسا ہوتا ہے کہ اشیا کا علم سماع و تقلید سے بھی حاصل ہو جاتا ہے' اور نظر و استدلال سے بھی متصور ہو سکتا ہے۔ جیسے کہ روز روشن میں آفتاب کی روشنی کے باوجود۔ ستاروں کے وجود کا علم ضعیف نظر والوں کو بھی حاصل ہے۔ اسی طرح عوام کو وجود ممکنات کا علم حاصل ہے' نہ کہ وجود ممکنات کا شہود۔ کیونکہ شہود صفات بصیرت سے ہے۔ اور ان کی بصیرت کی آنکھ اندھی۔ مشہود ملک ہو یا ملکوت۔ جبروت ہو یا لاہوت۔

اے عزیز! عوام جس طرح اس بحث میں خواص کے ساتھ شریک ہیں۔ اور کئی باتوں میں بھی ان کے درمیان شرکت ثابت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام بہت سے احکام میں عوام کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ اور خلقت اور اہل وعیال کے ساتھ رہنے سہنے میں عوام کی طرح گزارہ کرتے تھے۔ اپنے اہل وعیال کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حُسن معاشرت کے حالات مشہور ہیں۔

منقول ہے کہ ایک دن سید البشر ﷺ امامین رضی اللہ عنہما کے بوسے لے رہے تھے اور کمال انبساط

Marfat.com

اور خوشی کے ساتھ ان سے سلوک کر رہے تھے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ میرے گیارہ لڑکے ہیں میں نے کبھی کسی کو بوسہ نہیں لیا۔ حضرت پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جو وہ اپنے مہربان بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

چونکہ اخص خواص بعض اوصاف میں عوام کے ساتھ شریک ہیں۔ خواہ وہ شرکت باعتبار صورت کے ہو۔ اس لیے عوام اپنی نارسائی کے باعث ان کے کمالات سے تھوڑا حصہ پاتے ہیں۔ اور ان کو اپنی ہی طرح خیال کرتے ہیں۔ اور وہ شخص جو اوصاف وشمائل میں ان سے جدا ہو۔ اُس کو بہتر اور بزرگ جانتے ہیں۔ یہ وجہ ہے کہ اولیا کے ان اوصاف واخلاق کو جو ان کے اوصاف واخلاق سے جُدا ہیں۔ اُن اخلاق واوصاف سے جو ان کے اوصاف واخلاق کی مانند ہیں بہتر جانتے ہیں۔ اگرچہ وہ اخلاق انبیاء میں موجود ہوں۔

مخدوم مزید[1] گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت حکایت منقول ہے کہ جب ان کا کوئی لڑکا فوت ہو جاتا اور اس کے مرنے کی خبر اُن کو پہنچتی تو ان کی طبیعت میں کچھ تغیر وتبدل نہ آتا۔ اور اس طرح فرمادیتے کہ سگ بچہ مر گیا ہے جاؤ اس کو باہر پھینک دو۔

اور جب حضور سید البشر علیہ السلام کا بیٹا ابراہیم فوت ہوا تو حضور پیغمبر علیہ السلام اس کے مرنے پر رو پڑے اور نہایت غمناک ہو کر فرمایا:

اِنَّا بِفِرَاقِکَ اِبْرَاهِیْمَ لَمَحْزُوْنُوْنَ — اے ابراہیم ہم تیری جدائی سے بہت غمزدہ ہیں

یعنی بڑے مبالغہ اور تاکید کے ساتھ اپنے غم کا اظہار فرمایا۔ پس حضرت گنج شکر بہتر ہے یا حضرت سید البشر علیہ السلام۔ عوام کالانعام کے نزدیک معاملہ اول بہتر ہے۔ اور اس کو بے تعلق جانتے ہیں اور دوسرے کو عین تعلق

---

[1] آپ اعیانِ اولیاء اور ارکان اتقیا میں سے ہوئے ہیں ولادت باسعادت ۵۸۴ء آپ قطب الموحدین قطب الزاہدین اور گنج شکر کے القابات سے مشہور ہوئے۔ گنج شکر کے لقب سے شہرت پانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے زمانے میں ایک سوداگر سواریوں پر شکر لاد کر ملتان سے دہلی کی طرف جا رہا تھا۔ جب مقام اجودھن میں پہنچا تو شیخ فرید قدس سرہ نے اس سے دریافت کیا کہ اونٹوں پر کیا لاد کرلے جا رہے ہو۔ اس نے کہا نمک۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے نمک ہی ہوگا۔ جب منزل پر پہنچ کر بوریاں کھولیں تو سب نمک سے بھری ہوئی تھیں شکر کی جگہ نمک دیکھ کر سخت حیران ہوا آخر سمجھ آئی کہ یہ خرابی میرے جھوٹ بولنے کی وجہ سے ہوئی وہاں سے واپس لوٹ کر حضرت شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور معافی مانگی اور بڑی نیازمندی کا اظہار کیا آپ نے فرمایا اگر شکر تھی تو شکر ہی ہوگی۔ آپ کا وصال مبارک ۵ محرم ۶۶۸ھ ہفتہ کے روز ۹۵ برس کی عمر میں ہوا۔ پاک پٹن میں آپ کا مزار پُر انوار مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ اس وقت یعنی ۱۹۷۱ء میں مزار مبارک اور ملحقہ وقف جائداد کا انتظام وانصرام محکمہ اوقاف پنجاب کے زیر تحویل ہے۔ محکمہ اوقات کے زیر تحویل آنے کے بعد زائرین کے لیے بہت ہی سہولتیں مہیا کر دی گئی ہیں۔ جن کی یہاں بہت ضرورت تھی۔ اور رونق میں بھی بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ (از مترجم عفی عنہ ۱۲)

Marfat.com

اور گرفتاری سمجھتے ہیں:

اَعَاذَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَنْ اِعْتِقَادِھِمُ السُّوْءِ۔ — اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے بُرے عقیدے سے بچائے۔

چونکہ یہ ابتلا و آزمائش کا مقام ہے۔ عوام کو مشتبہ کرنا اور شبہ میں ڈالنا عین حکمت و مصلحت ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّ ارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْبَشَرِ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ مِنَ الصَّلَوٰتِ اَفْضَلِھَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا۔ — اے اللہ حضرت سید البشر ﷺ کی طفیل ہم کو حق دیکھا۔ اور حق کی تابعداری ہمارے نصیب کر اور باطل کو باطل کر کے دکھا۔ اور اس سے ہم کو بچا۔

اب ہم اصلی بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ایمان اور ان کے اصحاب کا ایمان اور ان اولیا کا ایمان جو اصحاب سے ملحق ہیں دعوت کی طرف رجوع کرنے کے باعث غیب کے ساتھ بدل جاتا ہے جس طرح کوئی شخص دن میں آفتاب دیکھے۔ اور آفتاب کے وجود کے ساتھ' ایمان شہودی حاصل کرلے۔ اور جب رات ہو جائے تو اس کا ایمان شہودی ایمان غیب کے ساتھ بدل جائے۔ اور علما کا ایمان اگرچہ غیب کے ساتھ ہے۔ لیکن ان کے غیب نے انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے باعث حدس کا حکم پیدا کر لیا ہے۔ اور نظریت سے نکل چکا ہے۔

علما سے مراد اس جگہ علما ئے آخرت ہیں نہ کہ علمائے دنیا۔ کیونکہ علمائے دنیا عام مومنین میں داخل ہیں۔ اور ایمان بالغیب جو عام مومنین کی طرف منسوب ہے اس کے اقسام میں سے بہترین قسم وہ ایمان ہے جو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید سے وابستہ ہے۔ اور قال اللہ اور قال الرسول سے تعلق رکھتا ہے۔

سوال: علما نے فرمایا ہے کہ ایمان استدلالی ایمان تقلیدی سے بہتر ہے۔ حتی کہ بہت سے علما نے استدلال کو ایمان کی شرائط میں سے بیان کیا ہے۔ اور ایمان تقلیدی کو معتبر نہیں جانتے۔ اور تو نے ایمان تقلیدی کو بہتر کہا ہے؟

جواب: وہ ایمان جو انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید سے حاصل ہوتا ہے وہی ایمان استدلالی ہے۔ کیونکہ صاحب تقلید دلیل کے ساتھ جانتا ہے کہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام تبلیغ رسالت میں صادق ہیں۔ کیونکہ وہ شخص جس کی اللہ تعالیٰ معجزات کے ساتھ تصدیق کرے بے شک سچا ہے پس انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام جن کی تائید معجزات کے ساتھ ہوئی ہے' سب کے سب صادق اور راست ہیں۔ تقلید غیر معتبر یہ ہے کہ ایمان میں اپنے دادا کی تقلید کرے۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور ان کی تبلیغ کی حقیقت کو منظور نہ رکھے۔ یہ ایمان اکثر علما کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔

Marfat.com

باقی رہا وہ استدلال جو ارباب نظر (منطقی) اپنے مقدمات کے ساتھ حاصل کرتے ہیں۔ اور صغریٰ و کبریٰ کی ترتیب سے ایمان کا نتیجہ ظاہر کرتے ہیں۔ یہ استدلال ایک ایسا امر ہے جو امکان کے نزدیک اور وقوع سے دُور ہے۔ اور مقام استدلال میں واجب تعالیٰ کے اثبات کیلئے ارباب نظر میں سے مولانا جلال الدین دوانی جیسا معلوم نہیں کہ اور بھی کوئی گزرا ہو۔ کیونکہ وہ محقق بھی ہے اور متاخر بھی۔ اس نے اس امر عالی کے ثابت کرنے میں بہت کوشش کی ہے۔ باوجود اس امر کے اس کے استدلال مقدمات میں سے کوئی ایسا مقدمہ نہیں ہے' جس میں اُس کے رسالوں کے محشی منع یا نقض کے ساتھ پیش نہ آئے ہوں۔ اور اچھے اعتراض نہ کیے ہوں۔ اس صاحب استدلال پر نہایت ہی افسوس ہے جو ایمان کی صرف استدلال ہی سے حاصل کرے اور انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید اس کی دستگیری اور مدد نہ کرے۔

رَبَّنَا اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ط

اے ہمارے رب ہم اُس چیز کے ساتھ ایمان لائے جو تو نے نازل فرمائی اور رسول کی تابعداری کی پس ہم کو حق کی شہادت دینے والوں میں سے لکھ دے۔

مکتوب نمبر (۲۷۳)

مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان کہ سالک کو چاہیے کہ اپنے شیخ کے طریقہ کو لازم پکڑے۔ اور دوسرے مشائخ کے طریقہ کی طرف التفات اور توجہ نہ کرے۔ اور اگر اس کے برخلاف واقعات ظاہر ہوں تو ان کا کچھ اعتبار نہ کرے کیوں کہ شیطان بڑا بھاری دشمن ہے۔ اس کے مکروفریب سے غافل نہ ہونا چاہیے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ o

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے بے شک ہمارے رب کے رسول حق بات لائے ہیں۔

آپ کا بزرگ محبت نامہ جو از روئے کرم اس حقیر کے نام تحریر کیا تھا' پہنچا۔ بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ جَزَاكُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ خَيْرًا (اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے)

آپ کو لکھا جا چکا تھا کہ سماع کے منع ہونے کا مبالغہ مولود کے منع ہونے کو بھی شامل ہے جو نعتیہ قصیدوں اور غیر نعتیہ شعروں کے پڑھنے سے مراد ہے۔ لیکن برادر عزیز میر محمد نعمان اور بعض اس جگہ کے یار جنہوں نے واقعہ

Marfat.com

میں آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہے کہ اس مجلس مولود خوانی سے بہت خوش ہیں۔ ان پر مولود نہ سُننا اور ترک کرنا بہت مشکل ہے۔

میرے مخدوم! اگر واقعات کا کچھ اعتبار ہوتا۔ اور منامات اور خوابوں کا کچھ بھروسہ ہو۔ تو مریدوں کو پیروں کی حاجت نہ رہتی۔ اور طرق میں سے کسی ایک طریق کا لازم پکڑنا عبث معلوم ہوتا کیونکہ ہر ایک مرید اپنے واقعات کے موافق عمل کر لیتا۔ اور اپنی خوابوں کے مطابق زندگی بسر کر لیتا خواہ وہ واقعات و منامات پیر کے طریقہ کے موافق ہوتے یا نہ ہوتے۔ اور خواہ پیر کے پسند ہوتے یا نہ ہوتے۔ اس تقدیر پر سلسلہ پیری و مریدی درہم برہم ہو جاتا۔ اور ہر بوالہوس اپنی وضع پر مستقل و برقرار ہو جاتا۔ حالانکہ مُرید صادق' ہزار ہا واقعات کو اپنے پیر کے باد جود نیم جو کے ساتھ نہیں خریدتا۔ اور طالب رشید حضور پیر کی بدولت منامات کو اضغاث احلام یعنی جھوٹی خوابیں جانتا ہے۔ اور کچھ التفات ان کی طرف نہیں کرتا۔ شیطان لعین بڑا بھاری دشمن ہے۔ جب منتہی اس کے مکر سے امن میں نہیں میں۔ اور اس کے مکر سے ترساں ولرزاں ہیں تو پھر متوسطوں اور مبتدیوں کا کیا ذکر ہے۔

حاصل کلام یہ کہ منتہی محفوظ ہیں اور شیطان کے غلبہ سے بچے ہوئے ہیں۔ بر خلاف مبتدیوں اور متوسطوں کے۔ پس ان کے واقعات اعتماد کے لائق نہیں ہیں۔ اور نہ ہی دشمن کے مکر سے محفوظ ہیں۔

سوال: وہ واقعہ جس میں حضرت پیغمبر ﷺ کو دیکھیں وہ صادق ہے اور شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ ہے:

فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ بِصُوْرَتِہٖ کَمَا وَرَدَ۔ کیونکہ شیطان حضور ﷺ کی صورت سے متمثل نہیں ہو سکتا۔ جیسے کہ احادیث ہیں وارد ہے۔

پس یہ واقعات جن کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ صادق اور شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ ہیں۔

جواب: صاحب فتوحاتِ مکیہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اس صورت خاصہ کے ساتھ جو مدنیہ منورہ میں مدفون ہے۔ متمثل نہیں ہو سکتا۔ اس خاص صورت کے سوا اور جس صورت میں کہ حضورؐ کو دیکھیں متمثل ہو سکتا ہے۔ اور ان تمام صورتوں میں متمثل نہ ہونے کا حکم تجویز نہیں کرتا۔ اور کچھ شک نہیں کہ اس صورت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تشخیص خصوصاً منامات میں بہت مشکل ہے۔ پھر کس طرح اعتماد کے لائق ہو۔ اور اگر شیطان کے متمثل نہ ہونے کو آنحضرت ﷺ کی صورت مخصوصہ کے ساتھ مخصوص کریں اور ہر صورت میں کہ دیکھیں عدم تمثل کو تجویز نہ کریں۔ جیسے کہ بہت سے علما اس طرف گئے ہیں۔ تو یہ بات آنحضرت ﷺ کی بلندی شان کے نامناسب ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس صورت سے احکام کا اخذ کرنا اور مرضی کا معلوم کرنا مشکل ہے۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے

---

1 چنانچہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثل فی صورتی۔ (بخاری و مسلم شریف) یعنی جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو بے شک اس نے مجھے ہی دیکھا۔ کیونکہ شیطان میری صورت میں متمثل نہیں ہو سکتا۔ یعنی شیطان کو یہ طاقت نہیں کہ خواب میں کسی کے پاس اگر یہ کہے کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ ہوں اور حضور کی طرف اس جھوٹ کی نسبت کرے۔

Marfat.com

کہ دشمن لعین درمیان آ گیا ہو۔اور خلاف واقع کو واقع کی صورت میں ظاہر کیا ہو۔اور دیکھنے والے کو شک وشبہ میں ڈال دیا ہو۔اور اپنی عبارت واشارت کو اس صورت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی عبادت واشارات کر دکھایا ہو۔

چنانچہ مروی ہے کہ ایک دن حضرت سیّد البشر ﷺ مجلس میں تشریف فرما تھے۔اور قریش کے سردار اور کُفار کے رئیس بھی اس مجلس میں موجود تھے۔اور بہت سے اصحاب کرام بھی وہاں موجود تھے۔حضرت سید البشر ﷺ نے سورہ نجم پڑھنی شروع کی جب ان کے باطل خداؤں کا ذکر آیا تو آنحضرت ﷺ ہی کا کلام سمجھا۔اور اس میں کچھ تمیز نہ کر سکے۔تو کافروں نے جو وہاں موجود تھے شور مچا دیا۔اور کہنے لگے کہ محمد (ﷺ) نے ہمارے ساتھ صلح کر لی ہے۔اور ہمارے بتوں کی تعریف کی ہے۔حاضرین اہل سلام بھی اس کلام سے متحیر ہو گئے۔اور آنحضرت ﷺ کو شیطان لعین کے کلام سے اطلاع نہ ہوئی۔فرمایا کہ یہ کیا واقع ہے۔اصحاب کرامؓ نے عرض کی کہ اثنائے کلام میں اس قسم کے فقرے حضور علیہ السلام کی زبان سے نکلے ہیں۔آنحضرت ﷺ بہت متفکر اور غمناک ہوئے۔اسی اثناء میں جبریل امین علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوئے اور وحی لائے کہ وہ کلام القائے شیطانی تھا۔اور کوئی نبی اور رسول ایسا نہیں گزرا ہے۔جس کے کلام میں شیطان نے القا نہ کیا ہو۔پس ازاں اللہ تعالیٰ نے اس کو رد کیا ہے۔اور اپنے کلام کو محکم کیا ہے۔

پس جب آنحضرت ﷺ کو زندگی میں بیداری کے وقت صحابہ کی مجلس میں شیطان لعین نے اپنے کلام باطل کو آنحضرت ﷺ کے کلام میں القا کر دیا۔اور کسی نے تمیز نہ کی تو آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد خواب کی حالت میں جو حواس کے معطل و بے کار ہونے کا محل اور شک وشُبہے کا مقام ہے باوجود دیکھنے والے کی تنہائی کے کہاں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ واقع شیطان کے تصرف اور مکروفریب سے محفوظ اور مامون ہے۔یا میں کہتا ہوں کہ نعتیہ قصیدوں کے پڑھنے اور سننے والوں کے ذہن میں متمکن ہو چکا تھا کہ آنحضرت ﷺ اس عمل سے راضی ہیں۔جیسے کہ ممدوح اپنی مدح کرنے والوں سے راضی ہوتے ہیں۔اور یہ معنی ان کی قوت متخیلہ میں منقش ہو گئے ہوں۔تو ہو سکتا ہے کہ واقع میں اُسی اپنی متخیلہ صورت کو دیکھا ہو۔بغیر اس بات کے کہ وہ واقع حقیقی ہو یا تمثل شیطانی۔اور نیز واقعات اور رویائے صادقہ کبھی ظاہر پر محمول ہوتے ہیں۔اور ان کی حقیقت وہی ہے جو دیکھنے والے نے دیکھی ہے۔مثلاً زید کی صورت کو خواب میں دیکھا ہے اور مراد اس سے عمرو رکھا ہے۔اس مناسبت کے لحاظ سے جو زید وعمرو کے درمیان ہے۔

---

[1] یہ واقعہ سیرت کی تمام کتابوں اور تفاسیر میں موجود ہے۔علما نے اس کی توجیہ میں بہت کچھ لکھا ہے لیکن ان اقوال میں سے زیادہ بہتر اور احسن وہ قول ہے جسے حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مقام میں لکھا ہے کہ شیطان لعین نے آپ جیسی آواز بنا کر اور ان کلام اپنی طرف سے چند کلمات کہہ دیئے نہ اس طرح کہ حضور کی زبان مبارک سے اس نے اپنے کلمات نکلوائے۔کیونکہ شیطان لعین اس طرح کے القاء پر قادر نہیں۔

Marfat.com

تو کس طرح معلوم ہو سکے کہ دوستوں کے یہ واقعات ظاہر پر محمول ہیں۔ اور ظاہر سے مصروف اور پھرے ہوئے نہیں ہیں۔ کیوں نہیں ہو سکتا کہ ان واقعات سے مردان کی تعبیریں ہوں۔ اور وہ واقعات دوسرے امور سے کنایہ ہوں۔ بغیر اس بات کے کہ شیطانی تمثل کی گنجائش ہو۔ غرض واقعات کا کچھ اعتبار نہ کرنا چاہیے۔ اشیا خارج میں بہت موجود ہیں۔ کوشش کرنی چاہیے کہ اشیا کو بیداری میں دیکھیں جو اعتبار کے لائق ہے۔ اور اس میں تعبیر کی بھی گنجائش نہیں۔ جو کچھ خواب و خیال میں دیکھا جائے خواب و خیال ہی ہے۔ وہاں کے دوست مدت سے اپنی ہی وضع و طرز پر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اختیار کی باگ ان کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن میر محمد نعمان کا کیا چارہ ہے کہ منع کے بعد ایک لمحہ بھی توقف کرے۔ اور اگر بالفرض توقف کرے تو اس کو کون بخشے گا۔

اس منع کرنے میں فقیر کا مبالغہ اپنی طریقت کی مخالفت کے باعث ہے۔ طریقت کی مخالفت خواہ سماع و رقص سے ہو۔ خواہ مولود[1] اور شعر خوانی سے ہر طریق کے لیے ایک مطلب خاص تک وصول ہوتا ہے۔ اور اس طریق میں خاص مطلب تک وصول کا حاصل ہونا اُن امور کے ترک کرنے کے سبب سے ہے۔ جس شخص کو یہ طلب ہو کہ اس طریق کے مطلب خاص تک پہنچ جائے اس کو چاہیے کہ اس طریق کی مخالفت سے بچے۔ اور دوسرے طریقوں کے مطالب کو منظور نظر نہ رکھے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ:

"میں نہ یہ کام کرتا ہوں اور نہ ہی انکار کرتا ہوں۔"

یعنی یہ کام ہمارے خاص طریق کے منافی ہے۔ اس لیے نہیں کرتا۔ اور چونکہ اس کام کو دوسرے مشائخ کرتے ہیں اس لیے انکار بھی نہیں کرتا۔

لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا ط — ہر ایک کے واسطے ایک نہ ایک جہت ہے جس کی طرف وہ اپنا منہ کرنے والا ہے۔

فیروز آباد جو ہم فقرا کا ماویٰ اور ہم پیردوں اور معتقدوں کا جائے پناہ ہے۔ جب اس میں کوئی ایسا امر حادث ہو جائے جو اس طریقہ علیہ کے مخالف ہو۔ تو پھر ہم فقرا کیونکر مضطرب و بے قرار نہ ہوں حضرت مخدوم زادے اپنے والد بزرگوار کے طریق کو محفوظ رکھنے کے زیادہ مستحق اور حق دار ہیں۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کے فرزندوں نے اپنے والد بزرگوار کے تغیر کے بعد ان کے اصل طریق کی محافظت کی اور تغیر کرنے والوں کے ساتھ لڑائی جھگڑا کیا چنانچہ آپ کے مبارک کانوں میں بھی پہنچا ہوگا۔

نیز آپ نے ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے مشرب قوی العذب کی نسبت لکھا تھا ہاں اوّل اوّل

---

[1] ایک دوسرے مقام پر حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے تصریح فرمائی ہے کہ مولود خوانی اس صورت میں منع ہے جب کہ اس میں کوئی خلاف شرع چیز پائی جائے۔ فافهم و الا تكن من الممترين.

Marfat.com

بعض امور میں مذہب ملامتیہ کی رعایت کر کے مساہلہ اور سستی کیا کرتے تھے۔ اور ملامت کو ترجیح دے کر بعض اشیا میں ترک عزیمت کیا کرتے تھے۔ لیکن آخر میں ان امور سے پرہیز کی اور پھر ملامت و ملامتیہ کو کبھی یاد نہ کیا۔ آپ نظر انصاف سے کام لیں۔ اگر بالفرض حضرت ایشاں قدس سرہ اس وقت دنیا میں زندہ ہوتے اور یہ مجلس و اجتماع ان کی موجودگی میں منعقد ہوتا۔ تو حضرت قدس سرہ اس امر سے راضی ہوتے اور اس اجتماع کو پسند کرتے یا نہ۔ فقیر کا یقین ہے کہ حضرت قدس سرہ ہرگز اس امر کو پسند نہ کرتے بلکہ انکار کرتے۔ فقیر کا مقصد آپ کو جتلا دینا ہے آپ قبول کریں یا نہ کریں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اور نہ آپ سے کوئی مشاجرہ اور لڑائی جھگڑے کی گنجائش ہے۔ اگر مخدوم زادے اور وہاں کے یار اپنی اسی وضع پر استقامت رکھیں اور اپنی حالت کو نہ بدلیں۔ تو ہم فقیروں کو ان کی صحبت سے سوائے مایوسی کے اور کچھ چارہ نہیں ہے اس سے زیادہ کیا تکلیف دی جائے۔ وَالسَّلَامُ اَوَّلاً وَّاٰخِرًا

مکتوب نمبر (۲۷۴)

شیخ یوسف برکی کی طرف صادر فرمایا:

بلند ہمت بننے کی ترغیب اور شہودات سفلی کی طرف جو کثرت کے آئینوں سے تعلق رکھتے ہیں التفات نہ کرنے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں:

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کے تینوں خط جو آپ نے ارسال کیے تھے پہنچے۔ اور احوال و کرامات کے واقعات جو ان میں درج تھے سب واضح ہوئے۔ وہ حال جو (شہود وحدت در کثرت) کے حال کے بعد لکھا ہے اور اس عبادت میں ادا کیا ہے کہ دیگر انتہا یہ ہے کہ اوّل حال کی طرح شہود اور گم ہونا کم کرتا ہے یعنی میں بندہ ہوں اور مخلوق ہوں اور مصطفیٰ علیہ السلام کی امت ہوں۔ یہ حال اصل ہے اور مذکورہ احوال سے بڑھ کر ہے لیکن انتہا اور چیز ہے اور نہایت اس سے کئی منزلیں دُور ہے۔

ہنوز[1] ایوان استغنا بلند است
مرا فکر رسیدن ناپسند است

کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے تکرار سے جو فقیر نے اس سے پہلے مکتوب میں آپ کی طرف لکھا تھا یہی مقصود تھا کہ اُس شہود کی نفی ہو جائے جو کثرت کے ساتھ تعلق رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ اس کلمہ کی برکت سے یہ شہود آپ سے زائل ہو گیا۔ آپ ہمت کو بلند رکھیں۔ اور اس راہ کی جوز و مویز پر کفایت نہ کریں۔

اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ يُحِبُّ مَعَالِيَ الْهِمَمِ   اللہ تعالیٰ بلند ہمت کو دوست رکھتا ہے۔

[1] ابھی بے نیازی کا محل بہت بلندی پر ہے۔ اور مجھے وہاں پہنچنا ناپسند بھی ہے۔

Marfat.com

اور توحید کے تنگ کوچہ سے نکل کر شاہراہ پر آ جائیں اگر آپ پہلے احوال کا تذکرہ نہ کریں اور کثرت آمیز شہود کی لذتوں کو یاد نہ کریں اور عمر بھر کی استقامت کے ساتھ اس راہ میں کوشش فرمادیں۔ تو کس قدر بڑی نعمت ہے۔ کیونکہ بہت سے پوستیوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ انہوں نے اپنے فعل کی برائی پر اطلاع پاکر پوست پینا چھوڑ دیا۔ اتفاقاً پھر مدت کے بعد جب کبھی پوست پینے کا حال اور اس کی لذت یاد آئی پھر اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹ آئے۔

میرے مخدوم! وہ شہود جو کثرت کے آئینوں سے تعلق رکھتا ہے لذّت بخش ہے اور شہود تنزیہی جو جہالت و نادانی کی طرف میلان رکھتا ہے، اس التذاذ یعنی لذت بخشی سے بعید ہے۔ شیخ مقتدا کی مدد کے بغیر اس راہ پر چلنا مشکل ہے۔

برادر عزیز مولانا احمد برکی جس کو عام لوگ علما ظاہر سے جانتے ہیں۔ اور وہ بھی اپنے احوال اور اپنے دوستوں کے احوال کی خبر نہیں رکھتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا باطن شہود تنزیہی کی طرف متوجہ ہے جو جہل و نادانی کا مقام ہے۔ اور اس کا ایمان علما کی طرح ایمان بغیب ہے اس کے باطن نے بلند فطرتی کے باعث کثرت آمیز شہود کی طرف التفات نہیں کی۔ اور بظاہر تر بات صوفیہ کے ساتھ فریفتہ اور مغرور نہیں ہوا۔ ان کا وجود مبارک ان اطراف میں غنیمت ہے۔ یہ حالت جس کی آپ نے خبر دی ہے۔ مولانا مذکور مدت سے اس حالت کے ساتھ متحقق ہیں۔ لیکن اس کا علم کوئی نہیں جانتا۔ فقیر کے نزدیک اس جگہ کا مدار مولانا کے وجود پر ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان اطراف کے صاحبانِ کشف پر کس طرح مخفی رہا ہے۔ حالانکہ فقیر کے نزدیک مولانا کا وجود آفتاب کی طرح ظاہر و باہر ہے۔ زیادہ کیا تکلیف دی جائے۔ فقط دُعا و فاتحہ کی التماس ہے۔ والسّلام۔

مکتوب نمبر (۲۷۵)

ملا احمد برکی طرف صادر فرمایا:

ایک استفسار کے جواب میں جو اپنی قبولیت کے بارہ میں کیا تھا۔ اور اپنے دوستوں میں سے ایک دوست کے احوال میں۔ اور علوم شرعیہ کی تعلیم اور احکام فقہیہ کے پھیلانے پر ترغیب دینے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد (یہ فقیر) عرض کرتا ہے کہ آپ کے دونوں مبارک نوازش نامے جو شیخ حسن وغیرہ کے ہمراہ ارسال کیے تھے پہنچے۔ بہت خوشی حاصل ہوئی۔ ایک خط میں خواجہ اویس رحمۃ اللہ علیہ کے حالات لکھے تھے۔ اور دوسرے خط میں اپنی قبولیت کی نسبت استفسار فرمایا تھا۔ اسی اثنا میں آپ کے حال پر توجہ کی۔ دیکھا کہ اس گرد و نواح کے لوگ آپ کی طرف دوڑتے آتے ہیں۔ اور آپ کی طرف التجا کرتے ہیں۔ معلوم

Marfat.com

ہوا کہ آپ کو اس زمین کا مدار بنایا گیا ہے۔ اور ان حدود و اطراف کے لوگوں کو آپ کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔

لِلّٰهِ سُبْحَانَهُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ عَلٰى ذٰلِكَ۔ اس امر پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور احسان ہے۔

اس معاملہ کے ظہور کو واقعات سے نہ خیال کریں۔ کیونکہ واقعات میں شک و شبہ کا گمان ہوتا ہے بلکہ مشاہدات اور محسوسات سے جانیں۔

اس دولت کے حاصل کرنے کے لیے آپ کے لیے عمدہ ذریعہ یہ ہے کہ آپ اُس محبت و اخلاص کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دوستوں کے بارے میں محض اپنی عنایت سے عطا فرمائی ہے۔ ایسے مقامات میں جہاں کفر متمکن ہو اور بدعتیں جاری ہوں' علوم شرعیہ کی تعلیم دیں اور احکام فقہیہ کو پھیلائیں:

فَعَلَيْكُمْ بِتَعْلِيْمِ الْعُلُوْمِ الدِّيْنِيَّةِ وَنَشْرِ الْاَحْكَامِ الْفِقْهِيَّةِ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَاِنَّهَا مِلَاكُ الْاَمْرِ وَمَنَاطُ الْاِرْتِقَاءِ وَمَدَارُ النَّجَاةِ۔ آپ کو لازم ہے کہ علوم دینی کی تعلیم دیں اور جہاں تک ہو سکے احکام فقہیہ کو پھیلائیں کیونکہ یہی دونوں اصل مقصود ہیں اور انہی پر ترقی اور نجات کا مدار ہے۔

اپنی کمر ہمت کو مضبوط باندھ کر علما کے گروہ میں داخل رہیں۔ اور امر معروف اور نہی منکر کر کے خلق کو حق تعالیٰ کے راستہ کی طرف رہنمائی کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۚ یہ قرآن وعظ و نصیحت ہے جو شخص چاہے اللہ کی طرف راستہ حاصل کرے۔

ذکر قلبی بھی کہ جس کے ساتھ آپ مجاز ہیں' احکام شرعیہ کے بجالانے میں مدد دینے والا اور نفس امارہ کی سرکشی کو دُور کرنے والا ہے۔ اس طریق کو بھی جاری رکھیں۔ اور اپنے دوستوں کے احوال سے اطلاع نہ پانے پر آزردہ نہ ہوں۔ اور اس امر کو اپنی بے حاصلی کی دلیل نہ جانیں۔ ان طریقت کے احوال آپ کے کمالات کی آئینہ داری میں کافی ہیں۔ یہ بھی آپ ہی کے احوال ہیں جو بطریق انعکاس ان میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ شیخ حسن آپ کے ارکان دولت میں سے ہے۔ اور آپ کے معاملہ کا ممدو معاون ہے۔ اور اگر بالفرض آپ کو ماوراء النہر یا ہندوستان کی سیر کی خواہش پیدا ہو جائے۔ تو وہاں آپ کا قائم مقام شیخ حسن ہے۔ اس کے حق میں اپنی التفات و توجہ کو بخوبی مدنظر رکھیں۔ اور بہت کوشش فرمائیں۔ تاکہ ضروری علوم دینی کی تحصیل سے جلدی فارغ ہو جائے۔ ہندوستان کی یہ سیر آپ کے حق میں غنیمت ہے اور اُس کے حق میں بھی:

Marfat.com

رَزَقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمُ الْاِسْتِقَامَۃَ عَلٰی مِلَّۃِ الْاِسْلَامِ عَلٰی صَاحِبِھَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو ملّت اسلام پر استقامت عطا فرمائے۔

آپ نے لکھا تھا کہ اس دوست کے لیے چھ مہینے ہوئے ہیں کہ ترقی واقع ہوئی ہے جو کچھ اُس کو غیبت اور بے شعوری کی حالت اور ارواح طیبات سے حاصل ہوتا تھا۔ اب وہ حالتِ بیداری میں دیکھتا ہے۔

میرے مخدوم! یہ دید ترقی پر کچھ دلالت نہیں کرتی' خواہ شعور میں دیکھیں یا بے شعوری میں کیونکہ قدم اوّل اس راہ میں یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے غیر کو کچھ نہ دیکھیں اور اندیشہ میں ماسویٰ اللہ کا خیال نہ رہے۔ نہ اس معنی سے کہ اشیا کو حق تعالیٰ کا غیر نہ دیکھے اور ماسویٰ کے عنوان پر نہ جانے۔ کیونکہ یہ بات بجائے خود کثرت بینی ہے۔ بلکہ حق تعالیٰ کے بغیر کو ہرگز نہ دیکھے اور نہ جانے اس حالت کو فنا سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اس راہ کی منازل میں سے یہ پہلی منزل ہے وَبِدُوْنِہٖ خَرْطُ الْقَتَادِ۔ (ورنہ بے فائدہ تکلیف ہے)۔

وہ مکتوب جو ان دنوں میں لکھے گئے ہیں۔ بہت نادر الوجود ہیں۔ اور بہت عجیب وغریب فوائد اُن میں درج ہیں۔ ان کی نقل شیخ حسن لے گئے ہیں۔ ان کو اچھی طرح ملاحظہ فرمائیں۔

آپ نے اپنی والدہ مرحومہ کی مغفرت کے لیے دُعا کی التماس کی تھی' وہ التماس آپ کی قبول ہو گئی ہے۔ ان اطراف کے باقی احوال کو شیخ حسن مفصل طور پر بیان کر دیں گے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّحِیَّاتِ اَکْمَلُھَا۔

اور سلام ہو اُس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

فقیر اور فقیر زادے سلامت خاتمہ کے دُعا کی التماس کرتے ہیں۔ والسّلام

مکتوب نمبر (۲۷۶)

شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا:

قرآن مجید کی آیات محکمات ومتشابہات کے بیان اور علمائے راسخین اور ان کے کمالات اور اس کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْھِمْ

سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اور حضرت سید المرسلین

Marfat.com

وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ جَعَلَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ مِنَ الرَّاسِخِیْنَ فِی الْعِلْمِ۔

اور ان کی تمام آل واصحاب پر جو طیب و طاہر ہو پاک وصاف ہیں صلوٰۃ وسلام ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو راسخین فی العلم میں سے بنائے۔

اے برادر! حق تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید کی آیات کو دو قسم پر فرمایا ہے۔ ایک محکمات دوسری متشابہات۔

قسم اوّل علم شرائع اور احکام کا منشا اور مبدء ہے۔ اور قسم ثانی حقائق اور اسرار کے علم کا مخزن ہے۔ اور (اللہ کے لیے) وجہ (چہرہ) اور قدم اور ساق (پنڈلی) اور اصابع (انگلیاں) اور انامل (پورے) جو قرآن وحدیث میں آئے ہیں۔ سب متشابہات میں سے ہیں۔ اور ایسے حروف بھی مقطعات جو قرآنی سورتوں کے اوّل میں واقع ہوئے ہیں' سب متشابہات میں سے ہیں جن کی تاویل پر علمائے راسخین کے سوا اور کسی کا اطلاع نہیں دی گئی۔ یہ خیال نہ کریں کہ تاویل مراد قدرت سے ہے جس کی تعبیر یدؔ سے کی ہے یا مراد ذات سے ہے جس کو وجہ سے تعبیر کیا ہے۔ بلکہ ان کی تاویل ان پوشیدہ اسرار سے ہے جو اخص وخواص پر ظاہر کیے گئے ہیں۔

یہ فقیر قرآن مجید کے حروف مقطعات کی نسبت کیا لکھے۔ کیونکہ ان حروف میں سے ہر ایک حرف عاشق و معشوق کے پوشیدہ اسرار کا ایک بحر مواج ہے۔ اور محب ومحبوب کے دقیق اور باریک امور کی ایک پوشیدہ رمز ہے۔ اور محکمات اگرچہ کتاب کی امہات یعنی اصل ہیں لیکن ان کے نتائج اور ثمرات جو متشابہات ہیں کتاب کے اصل مقاصد میں سے ہیں امہات نتائج کے حاصل ہونے کے لیے وسائل سے زیادہ نہیں۔ پس کتاب کا لُب یعنی مغز متشابہات ہیں۔ اور محکمات اُس کا قشر یعنی پوست۔ وہ متشابہات ہی ہیں جو رمز واشارہ کے ساتھ اصل بیان ظاہر کرتی ہیں۔ اور اس مرتبہ کی حقیقت معاملہ کا نشان بتلاتی ہیں' برخلاف محکمات کے۔ متشابہات گویا حقائق ہیں۔ اور محکمات متشابہات کی نسبت ان حقائق کی صورتیں ہیں۔ عالم راسخ وہ شخص ہے۔ جو لب یعنی مغز کو قشر یعنی پوشت کے ساتھ جمع کر سکے اور حقیقت کو صورت کے ساتھ ملا سکے۔

علمائے قشر یہ قشر کے ساتھ خوش ہیں اور صرف محکمات پر ہی کفایت کیے ہوئے ہیں اور علمائے راسخین محکمات کے علم کو حاصل کر کے متشابہات کی تاویل سے بھی حظ وافر حاصل کر لیتے ہیں۔ اور صورت وحقیقت کو جو محکم ومتشابہ ہیں' جمع کر لیتے ہیں۔ لیکن وہ شخص جو محکمات کے علم اور ان کے موافق علم کے بغیر متشابہات کی تاویل ڈھونڈے اور صورت کو چھوڑ کر حقیقت کی طرف دوڑے' جاہل ہے جس کو اپنی جہالت کی بھی خبر نہیں ہے۔ اور گمراہ ہے اور اس کو اپنی بھی خبر نہیں۔ وہ نہیں جانتا کہ یہ جہاں صورت اور حقیقت سے مرکب ہے۔ اور جب تک یہ جہاں قائم ہے۔ کوئی حقیقت صورت سے الگ نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

Marfat.com

وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ ○ اَیِ الْمَوْتُ کَمَا قَالَ الْمُفَسِّرُوْنَ ۔ اپنے رب کی عبادت کرحتی کہ تجھے یقین یعنی موت آجائے جیسے کہ مفسرین نے کہا ہے۔

(سورہ حجر۔ پارہ ۱۴)

اللہ تعالیٰ نے عبادت کو موت کے زمانہ تک منتہی کیا جو اس جہان کو ملتا ہے:

لِاَنَّ[1] مَنْ مَّاتَ فَقَدْ قَامَ قِیَامَتُہٗ۔ جو شخص مر گیا اس کی قیامت آ گئی۔

اور جہانِ آخرت میں جو حقائق کا ظہور ہے وہاں حقائق سے صورتوں کا الگ ہونا حاصل ہے۔ پس ہر جہان کا حکم علیحدہ ہے۔ ایک کو دوسرے کے ساتھ سوائے اُس جاہل یا زندیق کے جس کا مقصود شرائع کا باطل کرنا ہے خلط ملط نہیں کرتا۔ کیونکہ شریعت کا جو حکم مبتدی پر ہے وہی حکم منتہی پر ہے عام مومنین اور اخص خواص عارف اس امر میں مساوی اور برابر ہیں۔ اکثر کچے متصوفہ اور بے سرو سامان مُلحد اس امر کے درپے ہیں۔ کہ اپنی گردنوں کو شریعت کی اطاعت سے نکال لیں۔ اور احکام شرعیہ کو عوام کے ساتھ ہی مخصوص رکھیں۔ یہ لوگ خیال رکھتے ہیں کہ خواص صرف معرفت ہی کے ساتھ مکلف ہیں۔ جیسے کہ اپنی جہالت کے باعث امیروں اور بادشاہوں کو عدل و انصاف کے سوا اور کسی چیز کے ساتھ مکلف نہیں جانتے۔ اور کہتے ہیں کہ شریعت کے احکام بجالانے سے مقصود یہ ہے کہ معرفت حاصل ہو جائے۔ اور جب معرفت حاصل ہو جائے تو پھر شرعی تکلیفات ساقط ہو جاتی ہیں۔ اور اس آیت کو بطریق شہادت پیش کرتے ہیں:

وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ ط اپنے رب کی عبادت کرحتی کہ تجھے یقین حاصل ہو جائے۔

اور یقین کے معنے اللہ کرتے ہیں۔ جیسے کہ سہل[1] تستری ؒ نے کہا ہے۔ یعنی عبادت کی انتہا خدا کی معرفت حاصل ہونے تک ہی ہے۔ بظاہر جس شخص نے یقین کے معنی اللہ سبحانہ کے کیے ہیں۔ اُس سے اس کی مرد یہ ہوگی کہ عبادت کی تکلیف کی انتہا حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جانے تک ہے نہ کہ نفس عبادت کی انتہا۔ کیونکہ یہ امر الحاد و زندقہ تک پہنچانے والا ہے۔ اور یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ عارفوں کی عبادت ریائی ہے۔ یعنی عارف اس واسطے عبادت کرتے ہیں کہ ان کے مقتدی اور متبعین ان کی اقتدا کریں۔ نہ یہ کہ عارف عبادت کے محتاج ہیں۔ اور

---

[1] دیلمی بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ

[1] یعنی سہل بن عبداللہ تستری۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ اس گروہ کے اکابر اور انوار معرفت کے علماء میں سے ہوئے ہیں۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور حضرت سید الطائفہ محمد جنید بغدادی کے ہمعصر ہوئے ہیں ۲۸۳ ہجری ماہ محرم الحرام میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ بدبختی کی نشانی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا علم ہو اور اس پر عمل نہ ہو۔ اور عمل ہو اور اس میں اخلاص نہ ہو۔ ماخوذ از نفحات (۵۸) الانس

Marfat.com

اس قول کی تائید میں مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہے کہ جب تک پیر منافق اور مرائی یعنی ریاکار نہ ہو۔ مرید اس سے نفع نہیں حاصل کر سکتے۔

خَذَلَهُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ مَا اَجْهَلَهُمْ۔ اللہ تعالیٰ ان کو خوار کرے یہ لوگ کیسے جاہل ہیں۔

عارفوں کو عبادت کی اس قدر حاجت ہے کہ اس کا دسواں حصہ بھی مبتدیوں کو حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے عروج عبادات پر ہی وابستہ ہیں۔ اور ان کی ترقیاں شرائع و احکام کے بجالانے پر منحصر ہیں عبادات کے ثمرے اور فائدے جن کی امید عوام کو کل قیامت کے دن ہے' عارفوں کو وہ ثمرات آج ہی حاصل ہیں۔ پس یہ عبادت کے زیادہ مستحق ہیں۔ اور ان کو شریعت کی بہت زیادہ حاجت ہے۔

جاننا چاہیے کہ شریعت صورت اور حقیقت کے مجموعہ سے مراد ہے۔ صورت ظاہر شریعت ہے اور حقیقت باطن شریعت۔ پس قشر و لب یعنی پوست و مغز' دونوں شریعت کے اجزا ہیں۔ اور محکم و متشابہ دونوں اس کے افراد۔

علمائے ظاہر نے اس کے قشر (چھلکے) پر کفایت کی ہے اور علمائے راسخین نے اس کے قشر کو لب کے ساتھ جمع کیا ہوا ہے اور مجموعہ صورت و حقیقت سے خط وافر حاصل کیا ہے۔ پس شریعت کو اس شخص کی طرح جو صورت و حقیقت سے مرکب ہے تصور کرنا چاہیے۔ ایک جماعت نے اس کی صورت کے ساتھ تعلق پیدا کر لیا اور اس کی حقیقت سے انکار کیا۔ اور ہدایہ[1] اور بزدوی[2] کے سوا اپنا پیر و مقتدیٰ کسی کو نہ جانا۔ یہ لوگ علمائے قشر ہیں۔ اور دوسری جماعت کے لوگ اس کی حقیقت کے گرفتار ہو گئے۔ لیکن اس حقیقت کو شریعت کی حقیقت نہ جانا۔ بلکہ شریعت کو صورت پر محدود رکھا اور قشر خیال کیا۔ اور اس کے سوا لُب کو تصور کیا۔ اور باوجود اس کے احکام شریعت کے بجالانے سے سر مو نہ ہٹے اور صورت کو ہاتھ سے نہ دیا اور احکام شریعت میں سے کسی ایک حکم کے ترک کرنے والا کو بطال اور ضال یعنی جھوٹا اور گمراہ سمجھا۔ یہ لوگ خدا تعالیٰ کے اولیاء ہیں جنہوں نے حق تعالیٰ کی محبت میں اس کے ماسویٰ سے قطع تعلق کیا ہے۔

ایک اور گروہ کے لوگ ہیں جو شریعت کو صورت اور حقیقت سے مرکب جانتے ہیں۔ اور قشر و لُب کے مجموعہ پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک شریعت کی صورت کا حاصل ہونا اس کی حقیقت کے حاصل ہونے کے بغیر اعتبار سے ساقط ہے۔ اور اس کی حقیقت کا حاصل ہونا صورت کی اثبات کے بغیر ناتمام و ناقص ہے۔ بلکہ صورت کے حاصل ہونے کو جو حقیقت کے ثبوت کے بغیر ہو اس کو بھی اسلام ہی سے جانتے ہیں اور نجات بخش تصور کرتے ہیں۔ جیسے علمائے ظاہر اور عام مومنین کا حال ہے۔ اور صورت کے بغیر حقیقت کا حاصل ہونا محال تصور کرتے ہیں اور اس کے قائل کو زندیق اور گمراہ کہتے ہیں۔

---

[1] ہدایہ فقہ حنفی کی مشہور و مستند کتاب ہے۔ شیخ الاسلام برہان الدین علی بن ابی بکر مرغیناتی المتوفی سنہ ۵۹۳ کی تصنیف ہے۔

[2] علم اصول فقہ میں فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی حنفی المتوفی ۴۸۲ کی تصنیف ہے۔ کشف الظنون۔

Marfat.com

غرض تمام ظاہری و باطنی کمالات ان بزرگواروں کے نزدیک کمالاتِ شرعیہ میں منحصر ہیں۔ اور علوم و معارف الٰہیہ ان عقاید کلامیہ سے وابستہ ہیں جو اہل سنت و جماعت کے لیے ثابت ہو چکے ہیں۔ ہزار ہا شہود اور مشاہدات کو حق تعالیٰ کی بے چونی اور بے چگونگی کے ایک مسئلہ کے (جو مسائل کلامیہ میں سے ہے) برابر نہیں جانتے۔ اور ان احوال و مواجید اور تجلیات و ظہورات کو جو احکام شرعیہ کے کسی حکم کے خلاف ظاہر ہوں' جو کے برابر نہیں خریدتے اور ایسے ظہور کو استدراج خیال کرتے ہیں:

[1] اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقۡتَدِہۡ ط — یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے۔ پس تو بھی ان کی ہدایت پر چل۔

یہ لوگ علمائے راسخین ہیں جن کو حقیقت معاملہ پر اطلاع دی گئی ہے اور آداب شریعت کو مدنظر رکھنے کی برکت سے ان کو شریعت کی حقیقت تک پہنچا دیا گیا ہے۔ برخلاف فرقہ ثانیہ کے کہ اگرچہ وہ بھی حقیقت کی طرف متوجہ اور اس کے ساتھ گرفتار ہیں۔ اور حتی المقدور شریعت کے بجالانے میں سر مو تجاوز نہیں کرتے۔ لیکن چونکہ انہوں نے حقیقت کو شریعت کے ماسوا جانا ہے اور شریعت کو اس حقیقت کا پوست تصور کیا ہے۔ اس لیے اس حقیقت کے ظلال میں سے کسی ظل میں رہ گئے ہیں اور اس حقیقت کے اصل معاملہ تک پہنچنے کی راہ نہیں پائی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی ولادت ظلی ہے اور ان کا قرب صفاتی۔ برخلاف علمائے راسخین کی ولایت کے کہ اصلی ہے اور انہوں نے اصل تک پہنچنے کا راستہ پالیا ہے۔ اور ظلال کے تمام حجابات اور پردوں سے گزر گئے ہیں۔ پس ان کی ولایت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت ہے اور ان اولیاء کی ولایت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت کا ظل ہے۔

ابتدا میں فقیر یہ سمجھتا ہے کہ علمائے راسخین کو متشابہات کے ساتھ ایمان لانے کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہے۔ اور ان تاویلوں کو جو علمائے صوفیہ نے بیان کی ہیں متشابہات کی شان کے لائق نہ سمجھتا تھا۔ اور ان تاویلوں کو ان اسرار سے جو چھپانے کے قابل ہوں' تصور نہ کرتا تھا۔ جیسے کہ عین القضاۃ[2] نے بعض متشابہات کی تاویل میں کہا ہے۔

مثلاً: الف' لام' سے الٓمّٓ مراد لی ہے جس کے معنی درد کے ہیں جو عشق و محبت کو لازم ہے وغیرہ وغیرہ۔

آخر کار جب حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے متشابہات کی تاویلات کا تھوڑا سا حال اس فقیر پر ظاہر کیا۔ اور اس مسکین کی استعداد کی زمین میں اس دریائے محیط سے ایک چھوٹی سی نہر چلادی تو معلوم ہوا کہ علمائے راسخین کو بھی متشابہات کی تاویلات کا بہت سا حصہ حاصل ہے۔

---

[1] سورہ انعام پارہ ۷

[2] یعنی عین القضاۃ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کی کنیت اور نام ابوالفضائل عبداللہ بن محمد المیانجی ہے عین القضاۃ لقب ہے۔ آپ شیخ محمد بن حمویہ اور احمد غزالی قدس سرہما کے صحبت یافتہ تھے۔ صوری اور معنوی کمالات و فضائل کے جامع تھے۔

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ط	اللہ تعالیٰ ہی کے لیے حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی۔ اور اگر وہ ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بے شک ہمارے رب کے رسول حق بات لائے ہیں۔

واقعات مذکورہ کی تعبیر جو آپ نے طلب فرمائی تھی اس کو حضور اور ملاقات پر منحصر رکھا گیا ہے اسی واسطے ان کی نسبت کچھ نہیں لکھا۔ کیا کیا جائے۔ قلم اور ہی معارف کی طرف جاری ہو گیا اور یہی معاملہ پیش آ گیا۔ امید ہے کہ معاف فرمائیں گے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَآئِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَ اِخْوَانِهِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ الْعُلٰی.	اور سلام ہو آپ پر اور ان لوگوں پر جو ہدایت کی راہ پر چلے۔ اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب نمبر (۲۷۷)

علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین کے بیان میں ملا عبدالحی کی طرف صادر فرمایا:

اور یہ علم ان علوم سابقہ میں سے ہیں جو آپ نے توسط حال میں تحریر کیے تھے۔ اس معرفت میں نہایت شہود شہود نفسی ہے۔ اور وہ معارف جو اخیر میں لکھے ہیں ان میں انفسی کو شہود افاقی کی طرح لا حاصل سمجھ کر انفسی و آفاقی شہود کے ماسویٰ اور شہود کو ثابت کیا ہے۔ بلکہ نفس شہو کو وصول کا دروازہ جان کر اس کے علاوہ اور علوم و معارف لکھے ہیں۔ جیسے کہ آپ کی کتابوں اور رسالوں سے یہ بات ظاہر ہے۔

بداں اَرْشَدَکَ اللّٰهُ تَعَالٰی ! (خدا تجھے ہدایت دے) جان لے کہ حق تعالیٰ سبحانہٗ کی ذات میں علم الیقین ان آیات ونشانات کے شہود سے مراد ہے جو حق تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتے ہیں اور ان آیات کے شہود کو سیر آفاقی کہتے ہیں۔ لیکن ذاتی شہود اور حضور سیر انفسی کے سوائے متصور نہیں۔ اور وہ سالک کے اپنے نفس میں ہوتا ہے۔ ؎

ذرہ[1] گر بس نیک در بس بد دود
گرچہ عمرے تگ زند در خود بود

اور جو کچھ اپنے باہر میں مشاہدہ کرتا ہے سب حق تعالیٰ کی ذات پر دلائل و آثار کے مشاہدہ کی قسم سے ہے

[1] ذرہ اگر کتنا ہی اچھا یا برا ہو اگرچہ ساری عمر تگ و دو کرتا رہے اپنے دائرے ہی میں رہے گا۔

Marfat.com

نہ کہ حق تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ۔

قطب المحققین سید العارف ناصر الدین خواجہ عبید اللہ قدس سرہ الاقدس نے فرمایا ہے کہ سیر دو قسم پر ہے۔ ایک سیر مستطیل۔ دوسری سیر مستدیر۔

سیر مستطیل بُعد در بُعد ہے اور سیر مستدیر قرب در قرب

سیر مستطیل یہ ہے کہ اپنا مقصود اپنے دائرہ کے باہر تلاش کیا جائے۔ اور سیر مستدیر یہ ہے کہ اپنے دل کے گرد پھیریں اور اپنا مقصود اپنے ہی میں تلاش کریں۔

پس وہ تجلیات جو حسی یا مثالی صورتوں میں اور انوار کے پردہ میں ہوں' خواہ کوئی صورت ہو اور خواہ کوئی نور ظاہر ہو۔ وہ نور خواہ رنگین ہو یا بیرنگ۔ اور متناہی ہو یا غیر متناہی' اور کائنات کو محیط نہ ہو یا نہ ہو' سب علم الیقین میں داخل ہیں۔

حضرت مخدومی مولوی عبد الرحمٰن جامی قدس سرہ السامی لمعات میں اس طرح فرماتے ہیں۔

اے[2] دوست ترا بہر مکاں می جستم
ہر دم خبرت زاین و آں می جستم

اس مضمون میں بھی مشاہدہ آفاقی کی طرف اشارہ ہے' جو علم الیقین کے لیے مفید ہے۔ اور یہ شہود چونکہ مقصود کی خبر نہیں دیتا' اور سوائے نشان و استدلال کے اس کا کچھ حضور نہیں بخشتا' اس لیے دھوئیں اور گرمی کے مشاہدہ کی طرح جو آگ کی ذات پر دلالت کرتا ہے۔ پس یہ شہود علم کے دائرہ سے نہیں نکل سکتا۔ اور نہ ہی عین الیقین کے لیے کچھ مفید ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی سالک کا وجود اس سے فانی ہو سکتا ہے۔

عین الیقین حق تعالیٰ کے شہود سے مراد ہے' بعد اس کے علم الیقین سے معلوم کر چکیں۔ اور یہ شہود سالک کے فنا کو مستلزم ہے۔ اور اس شہود کے غلبہ میں اس کا تعین یا دل گم ہو جاتا ہے۔ اور اس کے دیدۂ شہود میں اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔ اور اس شہود میں فانی و مستہلک یعنی مستغرق ہو جاتا ہے۔ یہ شہود اس طائفہ علیہ قدس سرہم کے نزدیک ادراک سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور معرفت بھی اس کو کہتے ہیں۔ اس ادراک میں خواص و عوام شریک ہیں۔ لیکن فرق یہ ہے کہ خواص کو خلق کا شہود حق تعالیٰ کے شہود سے مانع نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کے دیدۂ شہود میں حق جل شانہٗ کے سوا اور کچھ مشہور نہیں ہوتا۔ اور عوام کو یہ شہود مانع ہے۔ یہی باعث ہے کہ اس شہود سے غافل اور اس ادراک سے بے خبر رہتے ہیں۔ اور یہ عین الیقین علم الیقین کا حجاب ہے۔ جیسے کہ علم الیقین عین الیقین کا حجاب ہے۔ اس شہود کی تحقیق کے وقت سراسر حیرت و نادانی ہے۔ علم کی اس میں ہرگز گنجائش نہیں ہے۔

[2] اے دوست' میں نے تجھے ہر مکان میں تلاش کیا اور ہر این و آں سے تیرے حالات کی جستجو کی۔

Marfat.com

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ علم الیقین عین الیقین کا حجاب ہے اور عین الیقین علم الیقین کا حجاب۔

اور نیز بعض نے فرمایا ہے کہ اس شخص کی علامت جس نے اللہ تعالیٰ کو جیسے کہ اس کے پہچاننے کا حق ہے پہچان لیا' یہ ہے کہ اُس کے سرّ پر واقف ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کا اس کو علم نہیں ہو سکتا۔ ایسا شخص اس معرفت میں کامل ہے' جس کے سوا اور کوئی معرفت نہیں ہے۔

اور نیز بعض نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا عارف وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ حیران و پریشان ہے۔

حق الیقین حق تعالیٰ کے شہود سے مراد ہے' بعد اس کے کہ تعین دور ہو جائے اور متعین فانی اور نابود ہو جائے۔ لیکن یہ شہود حق تعالیٰ سے حق تعالیٰ کی طرف ہے کیونکہ:

لَایَحْمِلُ الْعَطَایَا الْمَلِکَ اِلَّا مَطَایَاہُ۔ بادشاہ کے عطیوں کو اسی کے اونٹ اُٹھا سکتے ہیں۔

اور یہ شہود (مقام) بقاباللہ میں جو بِیْ یَسْمَعُ اور یَبْصُرُ کا مقام ہے حاصل ہوتا ہے۔

اور کبھی سالک کو فنائے مطلق کے ساتھ متحقق ہونے کے بعد جو ذات وصفات کی فنا ہے حق تعالیٰ محض اپنی عنایت سے اپنے نزدیک سے ایک وجود عطا کرتا ہے۔ اور سکر حال اور بے خودی سے صحو اور افاقت یعنی ہوشیاری میں لے آتا ہے۔ اور اس وجود کو وجود موہوب حقانی یعنی خدا کا دیا ہوا وجود کہتے ہیں۔ اس مقام میں علم وعین ایک دوسرے کا حجاب نہیں ہوتے۔ عین میں علم کا شہود اور علم میں عین کا مشاہدہ ہوتا ہے' جس کو عارف اس مقام میں عین حق پاتا ہے۔ نہ یہ کہ تعین کونی کے ساتھ کیونکہ اس کے دیدہ شہود میں اس کا کوئی اثر نہیں رہتا۔ اور ان تجلیات صور یہ سے کہ جن میں اپنے تعینات اور صورتوں کو حق تعالیٰ معلوم کرتے ہیں۔ مراد وہ تعینات کونیہ ہیں جن کی طرف فنا نے راہ نہیں پایا۔ فَاَیْنَ اَحَدُھُمَا عَنِ الْاٰخَرِ (ان دونوں کے درمیان بہت فرق ہے) مَا لِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اگرچہ ظاہر عبارت سے عوام کے نزدیک تجلی صوری (کہ جس میں اپنے آپ کو حق پاتے ہیں) اور حق الیقین کے درمیان (جہاں کہ اپنے سرّ کو حق پاتے ہیں) کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن تجلی صوری میں انا صورت پر پڑتا ہے اور حق الیقین میں حقیقت پر۔ اور نیز تجلی صوری میں حق کو اپنے آپ سے دیکھتے ہیں۔ اور اس مقام میں حق کو حق سے دیکھتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ حق کو اپنے آپ سے نہیں دیکھ سکتے۔ یہ حق الیقین ہی کا مرتبہ ہے جہاں کہ شہود کی حقیقت متحقق ہے۔ اور بعض مشائخ زمانہ نے جب اس فرق پر اطلاع نہ پائی اور تعین کونی کے سوا اس تعین کو نہ جانا' تو انہوں نے ان بزرگواروں پر جنہوں نے حق الیقین کی اس طرح پر تفسیر وتشریح کی ہے۔ جیسے کہ مقرر وثابت ہو چکی ہے' زبان طعن دراز کی۔ بدیں خیال کہ یہ تعین تجلی صوری میں جو سلوک کا اوّل قدم ہے' حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اس تعین کی انہوں نے حق الیقین کے ساتھ جو سلوک میں نہایت قدم ہے' تفسیر وتشریح کی ہے۔ یہ ان کا خیال

Marfat.com

کس طرح ٹھیک ہوسکتا ہے جب کہ یہ امر ثابت ہے کہ وہ حق الیقین جوان کو نہایت میں حاصل ہوتا ہے وہ ہم کو تجلی صوری میں حاصل ہوجاتا ہے۔ جو ہمارا اول قدم ہے۔

وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ط — اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے۔

مکتوب نمبر (۲۷۸)

ملا عبدالکریم سنامی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ عقاید کے درست کرنے اور شریعت غرا کے موافق عمل کرنے کے بعد ہر شخص کو لازم ہے کہ اپنے دل کو ماسوائے حق سے سلامت رکھے جس کو نسیان ماسوا کہتے ہیں۔ اور طریقہ علیہ نقشبندیہ کی مدح اور موتی یعنی مُردوں کی امداد و اعانت پر ترغیب دینے اور اس کے مناسب اور کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ط — اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

برادر عزیز کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ بہت خوشی حاصل ہوئی۔ وہ نصیحتیں جو آگے دوستوں کو کی گئی ہیں اور اب بھی کرنے کے لائق ہیں یہ ہیں کہ پہلے اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی کلامیہ (عقائد کی) کتابوں کے موافق اپنے عقائد کو درست کریں۔ پھر احکام فقہیہ یعنی فرض و واجب و سنت و مستحب و حلال و حرام و مکروہ و مشتبہ علمی اور عملی طور پر بجالائیں۔ اس کے بعد لازم ہے کہ ماسوائے حق کی گرفتاری سے اپنے دل کو سلامت رکھیں۔ اور دل کی سلامتی اس وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ دل میں ماسوائے حق کا گزر نہ رہے۔ یعنی اگر بالفرض ہزار سال تک زندگی وفا کرے تو بھی حق تعالیٰ کے سوا اور کچھ دل میں نہ گزرے۔ نہ اس معنی سے کہ اشیاء دل میں گزریں اور ان کو غیر حق نہ جانیں۔ کیونکہ یہ بات ابتدا میں توحید کے مراقبہ کرنے والوں کو بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس معنی سے کہ اشیاء ہرگز دل میں نہ آنے پائیں۔ اور اشیاء کا دل پر گزر نہ ہونا اس بات پر مبنی ہے کہ دل ماسوائے حق کو اس طرح بھول جائے کہ اگر تکلف کے ساتھ بھی اشیاء اسے یاد دلائیں تو یاد نہ آئیں۔ اس دولت کو فنائے قلب سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اس راہ میں یہ پہلا قدم ہے۔ اور باقی جتنے ولایت کے کمالات ہیں سب اسی دولت کی فرع ہیں۔

ہیچکس[1] را تا نگر دد او فنا نیست رہ در بارگاہ کبریا

اور اس دولت عظمیٰ تک پہنچنے کے لیے سب سے زیادہ قریب راستہ طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس سرہم کا

[1] کوئی شخص بھی جب تک فنا کا مقام حاصل نہ کرے بارگاہِ کبریا تک راہ نہیں پاسکتا۔

Marfat.com

طریق ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں نے اپنی سیر کی ابتدا عالم امر سے کی ہے۔ اور قلب سے قلب کے پھیرنے والے یعنی خدا کی طرف راستہ لے گئے ہیں۔ انہوں نے دوسروں کی ریاضتوں اور مجاہدوں کے بجائے سنت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے کنارہ کشی اختیار کی ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرّہٗ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ سب طریقوں سے زیادہ قریب ہے۔ لیکن سنت کو لازم پکڑنا بہت مشکل کام ہے:

فَطُوبٰى لِمَنْ تَوَسَّلَ بِهِمْ وَاقْتَدٰى بِهُدٰهُمْ	تو مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے ان کے ساتھ وسیلہ پکڑا اور ان کی ہدایت کا راستہ اختیار کیا:

مولانا جامی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے ؎

نقشبندیہ[1] عجب قافلہ سالار انند	کہ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را
از دل سالک رہ جاذبہ صحبت شاں	می برد وسوسہ خلوت و فکر چلہ را
قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن وقصور	حاش للہ کہ برارم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیرانِ جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند	روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

دوسرے یہ کہ قاضی محمد شریف کا محبت سے بھرا ہوا نوازشنامہ پہنچا۔ چونکہ فقرا کی محبت سے پر تھا کمال خوشی کا باعث ہوا۔ فقیر کی دعا و سلام اس کو پہنچا دیں۔

تیسرے واضح ہو کہ شیخ حبیب اللہ کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ اس نے اپنے والد مرحوم کے فوت ہو جانے کی نسبت لکھا تھا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۔ فقیر کی طرف سے دعا پہنچا کر ماتم پرسی بجا لائیں' اور کہیں کہ دعا و فاتحہ و استغفار سے اپنے والد مرحوم کی امداد و اعانت کریں۔

فَاِنَّ[2] الْمَيِّتَ كَالْغَرِيْقِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحِقُهٗ' مِنْ وَّلَدٍ اَوْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِيْقٍ۔	مردہ ڈوبنے والے کی طرح ہوتا ہے جو دعا کا منتظر رہتا ہے جو اس کو بیٹے یا باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہے۔

چوتھے واضح ہو کہ شیخ احمد ان بزرگواروں کا طریقہ اخذ کر کے بہت متاثر ہوا ہے۔ حق تعالیٰ اس کو

---

1. نقشبندی بزرگ عجیب قافلہ سالار ہیں' جو چپکے سے قافلہ کو حرم تک پہنچا دیتے ہیں۔
سالک کے دل سے ان کی صحبت کی کشش وسوسہ خلوت اور فکر چلہ کشی سے بے نیاز کر دیتی ہے۔
اگر کوئی کوتاہ فہم ان کو ناقص جانے یا ان پر زبان طعن دراز کرے تو اس کی مرضی' میں تو خدا کی پناہ کہ ایسا گلہ شکوہ زبان پر لاؤں
جہان کے تمام شیر اسی سلسلہ سے بندھے ہوئے ہیں۔ لومڑی اپنے رکیک حیلوں سے اس سلسلہ کو درہم برہم نہیں کر سکتی۔
2. بیہقی شریف

Marfat.com

استقامت عطا فرمائے۔ مشارٌ الیہ چونکہ از سر نو اسلام لایا ہے یعنی تو مسلم ہے اس لیے اس کو عقائد کلامیہ جو فارسی کتابوں میں مذکور ہیں سکھائیں اور احکام فقہیہ کی بھی تعلیم دیں۔ تاکہ فرض و واجب و سنت و مستحب و حلال و حرام و مکروہ مشتبہ کو پہچان لے۔ اور اس کے موافق اپنی زندگی بسر کرے۔ اور کتاب گلستاں و بوستان کا پڑھنا پڑھانا بیکاری میں داخل ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۲۷۹)

ملا حسن کشمیری کی طرف صادر فرمایا۔

اس کی اس نعمت کے شکر ادا کرنے کے بیان میں کہ اس نے آپ کو طریقہ علیہ نقشبندیہ کی طرف رہنمائی کی تھی۔ اور اس کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا اظہار کیا ہے جو اس کے وسیلہ سے حاضر ہوئی تھیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ط — اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا مبارک صحیفہ جو از روئے کرم و التفات اس فقیر کے نام لکھا تھا' جناب مولانا مہدی علی نے پہنچایا' بڑی خوشی کا باعث ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔

آپ نے دریافت فرمایا تھا کہ شیخ محی الدین ابن عربی کی یہ عبارت:

سَبَبُ تَرْتِیْبِ خِلَافَتِهِمْ مُدَّةُ اَعْمَارِهِمْ۔ — ان کی خلافت کی ترتیب کا سبب ان کی عمروں کی مدت ہے

شیخ موصوف کی کونسی تصنیف شدہ کتاب میں واقع ہے؟

میرے مخدوم! مدت ہوئی ہے کہ فقیر نے اس عبارت کو فتوحات مکیہ میں دیکھا تھا۔ لیکن اب وہ مقام ہر چند تلاش کیا' نہ ملا۔ اگر دوسری بار نظر سے گزرا تو عرض کر دیا جائے گا' ان شاء اللہ تعالیٰ۔

دوسرے یہ کہ فقیر آپ کی نعمت کا شکر ادا کرنے اور آپ کے اس احسان کا بدلہ دینے میں قصور اور عاجزی کا اقرار کرتا ہے۔ یہ سب کاروبار اسی نعمت پر مبنی ہے اور یہ سب دید و داد اسی احسان سے وابستہ ہے۔ آپ کے حسن توسط اور وسیلہ سے فقیر کو وہ کچھ دیا گیا ہے جو کسی نے دیکھا ہی نہیں۔ اور آپ کے توسل کی یمن و برکت سے وہ کچھ بخشا گیا ہے کہ کسی نے اس کا مزہ چکھا ہی نہیں۔ خاص خاص عطیے اس قدر عطا فرمائے ہیں کہ اکثر لوگوں کو ان عطیوں کا علم بھی نہیں۔ احوال و مقامات اور اذواق و مواجید اور علوم و معارف اور تجلیات و ظہورات سب کو عروج کے زینے بنا کر قرب کے درجوں اور وصول کی منزلوں تک پہنچا دیا۔

Marfat.com

قرب وصول کا لفظ میدان عبارت کی تنگی کے باعث اختیار کیا ہے۔ ورنہ وہاں نہ قرب ہے نہ وصول' نہ عبارت ہے نہ اشارت۔ نہ شہود ہے نہ حلول' نہ اتحاد ہے نہ کیف' نہ ایں نہ آں' نہ زمان نہ مکان' نہ احاطہ نہ سریان' نہ علم نہ معرفت' نہ جہل نہ حیرت۔

چہ گویم[1] با تو از مرغے نشانہ! | کہ باعنقا بود ہم آشیانہ
ز عنقا ہست نامے پیش مردم | ز مرغ من بود آں نام ہم گم

چونکہ اللہ تعالیٰ کے ان احسانوں کے اظہار میں جن کا ظہور عالم اسباب میں آپ کی اسی نعمت سے ہوا ہے۔ آپ کی نعمت کا شکر بھی شامل تھا۔ اس لیے چند فقروں میں درج کر کے تحریر کیا گیا تا کہ آپ کی نعمت کا تھوڑا سا شکر ادا ہو جائے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ۔

سلام ہو آپ پر اور ان تمام لوگوں پر جو ہدایت کی راہ پر چلے۔ اور حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب نمبر (۲۸۰)

حافظ محمود کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ اس گروہ کی محبت سعادت کا سرمایہ ہے۔ اور جس کسی کو اس نعمت سے مشرف فرمائیں اور استقامت دیں اس کو سب کچھ دے دیتے ہیں۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مکتوب شریف جو جناب مولانا مہدی علی کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچا اور بڑی خوشی کا موجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ فقراء کی محبت جو دنیا و آخرت کی سعادت کا سرمایہ ہے' آپ کو کامل طور پر حاصل ہے اور مفارقت کی دراز مدت نے اس میں کچھ تاثیر نہیں کی۔ دو چیزوں کی محافظت ضروری ہے۔ ایک صاحب شریعت ﷺ کی متابعت' دوسرے شیخ مقتدا کی محبت و اخلاص۔ ان دو چیزوں کے ساتھ اور جو کچھ دے ہیں' سب نعمت ہی نعمت ہے۔ اور اگر کچھ بھی نہ دیں لیکن یہ دو چیزیں راسخ اور مضبوط ہوں تو پھر کچھ غم نہیں' آخر ایک دن دے دیں گے۔ اور اگر نعوذ باللہ ان دو چیزوں میں سے کسی ایک خلل پڑ جائے۔ اور احوال و اذواق بھی بدستور اپنے حال پر رہیں تو ان کو استدراج جاننا چاہیے اور اپنی

[1] میں تجھے اس پرندے کا نشان کیا بتاؤں جو عنقا کا ہم آشیانہ ہو۔ عنقا کا نام تو لوگ جانتے ہیں' میرے پرندے کا کسی کو نام بھی معلوم نہیں۔

Marfat.com

خرابی اور بربادی خیال کرنا چاہیے۔ استقامت کا طریق یہی ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُوَفِّقُ (اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے) والسلام

مکتوب نمبر (۲۸۱)

سیادت مآب میر نعمان کی طرف صادر فرمایا۔

سلسلہ علیہ نقشبندیہ کی نسبت حاصل کرنے کی نعمت کے شکر میں۔ اور اس بیان میں کہ اس طریق میں تبعیت اور وراثت کے طور پر کمالات نبوت کی طرف راستہ کھول دیتے ہیں۔ اور جو شخص اس طریق میں اپنے واقعات اور منامات یعنی خوابوں پر بھروسہ کرے اور نئے نئے امور پیدا کرے اور آداب طریقت کی رعایت نہ کرے تو زیاں کار اور نا امید رہتا ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ط — اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

اس اعلیٰ نعمت کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے کہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہم فقراء کو اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی آراء کے موافق اپنے عقائد کو درست کرنے کے بعد طریقہ علیہ نقشبندیہ کے سلوک سے مشرف فرمایا اور اس بزرگ خاندان کے نسبت یافتہ مریدوں میں شامل کیا۔

فقیر کے نزدیک اس طریق میں ایک قدم آگے بڑھانا دوسروں طریقوں میں سات قدم آگے بڑھنے سے بہتر ہے۔ وہ راستہ جو تبعیت اور وراثت کے طور پر کمالات نبوت کی طرف کھولا جاتا ہے وہ اسی طریقہ علیہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرے طریقوں کی انتہا صرف کمالات ولایت کے انتہا تک ہے۔ وہاں سے آگے کمالات نبوت کی طرف کوئی راستہ نہیں کھلا۔ یہی وجہ ہے کہ اس فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ ان بزرگواروں کا طریق اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا طریق ہے جس طرح اصحاب کرام نے وراثت کے طور پر کمالاتِ نبوت سے حظِ وافر حاصل کیے اس طریق کے منتہی بھی تبعیت کے طور پر ان کمالات سے کامل حصہ پا لیتے ہیں۔ وہ مبتدی اور متوسط جنہوں نے اس طریق کو لازم پکڑا ہے اور اس طریق کے منتہیوں کے ساتھ کامل محبت رکھتے ہیں وہ بھی امیدوار ہیں:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ[1] — آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے اس کو محبت ہے

دور افتادوں اور مجبوروں کے لیے بڑی بھاری بشارت ہے۔ اس طریق میں مایوس اور خسارہ والا وہ شخص ہے جو اس طریق میں داخل ہو کر اس طریق کے آداب کو مدنظر نہ رکھے اور نئے نئے امور اس طریق میں داخل ہو کر

[1] بخاری ومسلم شریف بروایت سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

اس طریق کے آداب کو مدنظر نہ رکھے اور نئے نئے امور اس طریق میں پیدا کرے۔ اور طریقت کے برخلاف اپنے واقعات اور خوابوں پر اعتماد کرے۔ اس صورت میں طریق کا کیا گناہ ہے۔ وہ اپنے واقعات و منامات کی راہ پر چلتا ہے۔ یعنی اپنے اختیار سے کعبہ کی طرف سے منہ پھیر کر ترکستان کی طرف جا رہا ہے۔

ترسم [۱] نہ رسی بکعبہ اے اعرابی

ایں رہ کہ تو میروی بترکستان ست

یہ اچھا نہیں ہے کہ اس طریق کے ارباب طریقت کی جمعیت اور طالبوں کی سرگرمی کے باوجود آپ کو اس جگہ سے بیجا کروں۔ اس سے پہلے بھی اگر ان حدود کی سیر کے لیے اشارہ ہوا تھا تو شرائط پر مشروط اور اب بھی انہی شرائط پر مشروط ہے۔ ہاں مکرر استخاروں اور انشراح قلب کے بعد اگر کسی اور شخص کو اپنے قائم مقام بٹھا کر کرتا کہ وضع سابق میں کوئی فتور نہ پڑ جائے۔ بے شبہ و بے تردد اگر اس طرف آجائیں تو ہو سکتا ہے۔ ان شرائط کے سوا وہاں کے معاملہ کو درہم برہم نہ کریں اور طالبوں کی جمعیت میں فتور نہ ڈالیں اس سے زیادہ مبالغہ کیا کیا جائے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۲۸۲)

حضرت الیاس [۲] و حضرت خضر علیٰ نبینا و علیہما الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات اور ان کے کچھ حالات کے بیان میں میاں بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

مدت سے یارانِ طریقت حضرت خضر علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات کی نسبت دریافت کیا کرتے تھے۔ چونکہ فقیر کو ان کے بارے میں پوری پوری اطلاع نہ تھی اس لیے جواب میں توقف کیا کرتا تھا۔ آج صبح کے حلقہ میں دیکھا کہ حضرت الیاس و حضرت خضر علیٰ نبینا و علیہما الصلوٰۃ والسلام روحانیوں کی صورت میں حاضر ہوئے۔ اور تلقی روحانی یعنی روحانی ملاقات سے حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم عالم ارواح میں سے ہیں۔

---

[۱] اے اعرابی مجھے ڈر ہے کہ تو کعبے نہیں پہنچ سکے گا۔ کیونکہ جو راہ تو نے اختیار کی ہے وہ کعبے نہیں بلکہ ترکستان کو جاتی ہے۔

[۲] تفسیر معالم التنزیل میں بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ الیاس حضرت ادریس علیہ السلام ہی کا دوسرا نام ہے۔ مگر دوسرے مفسرین کہتے ہیں آپ انبیائے بنی اسرائیل میں سے ہوئے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ الیسع کے چچازاد بھائی ہیں۔ محمد بن اسحاق کا قول ہے کہ آپ حضرت ہارون بن عمران برادر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اور حضرت حزقیل نبی کے بعد مبعوث ہوئے اور بنی اسرائیل داعی حق بن کر تشریف لائے۔ پھر آپ نے حضرت الیسع کو اپنا خلیفہ بنایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمانوں پر زندہ اٹھالیا۔ اب آپ کھانے پینے سے بے نیاز ہیں اور ملاءِ اعلیٰ میں تشریف فرما ہیں۔

Marfat.com

حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہماری ارواح کو ایسی قدرت کاملہ عطا فرمائی ہے کہ اجسام کی صورت میں متمثل ہو کر وہ کام جو جسموں سے وقوع میں آئیں یعنی جسمانی حرکات وسکنات اور جسدی طاعات وعبادات ہماری ارواح سے صادر ہوتی ہیں۔

اس اثناء میں پوچھا کہ آپ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق نماز ادا کرتے ہیں؟ فرمایا کہ ہم شرائع کے ساتھ مکلف نہیں ہیں لیکن چونکہ قطب مدار کے کام ہمارے سپرد ہیں اور قطب مدار امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر ہے اس لیے ہم بھی اس کے پیچھے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق نماز ادا کرتے ہیں۔

اس وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کی طاعت پر کوئی جزا مترتب نہیں ہے۔ صرف طاعت کے ادا کرنے میں اہل طاعت کے ساتھ موافقت کرتے ہیں اور عبادت کی صورت کو مدنظر رکھتے ہیں۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ولایت کے کمالات فقہ شافعی کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں اور کمالاتِ نبوت کی مناسبت فقہ حنفی کے ساتھ ہے۔ اگر بالفرض اس امت میں کوئی پیغمبر مبعوث ہوتا تو فقہ حنفی کے موافق عمل کرتا۔

اس وقت حضرت خواجہ محمد پارسا[1] قدس سرہٗ کے اس سخن کی حقیقت بھی معلوم ہو گئی جو انہوں نے فصول ستہ میں نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول کے بعد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے موافق عمل کریں گے۔

اس وقت دل میں گزرا کہ ان دونوں بزرگواروں سے کچھ سوال کرے۔ انہوں نے فرمایا کہ جس شخص کے حال پر اللہ تعالیٰ کی عنایت شامل ہو وہاں ہمارا کیا دخل ہے۔ گویا انہوں نے اپنے آپ کو درمیان سے نکال لیا۔ اور حضرت الیاس علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰ والسلام نے اس گفتگو میں کوئی بات نہ فرمائی۔ والسلام

مکتوب نمبر (۲۸۳)

صوفی قربان کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ شب معراج میں حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی رویت دنیا میں واقع نہیں ہوئی بلکہ آخرت ہی واقع ہوئی ہے۔

آپ نے دریافت کیا تھا کہ اہل سنت وجماعت کا اجماع اس بات پر ہے کہ رویت دنیا میں واقع نہیں ہے۔ اور اکثر علمائے اہل سنت وجماعت نے شب معراج میں حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات

[1] خواجہ محمد پارسا قدس سرہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے خلیفہ تھے۔ اسلامی علوم کے ماہر کامل اور ورع و تقویٰ سے آراستہ تھے۔ پارسا آپ کا لقب ہے جو حضرت خواجہ نے آپ کو عطا فرمایا۔ نام مبارم محمد بن محمود الحافظ البخاری۔

Marfat.com

والتسلیمات کی رویت سے منع فرمایا ہے۔

قَالَ حُجَّةُ الْإِسْلَامِ وَالْاَصَحُّ اَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَارَاٰى رَبَّهٗ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج کی رات اپنے رب کو نہیں دیکھا ہے۔

اور تو نے اپنے رسالوں میں شب معراج کو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت کے دنیا میں واقع ہونے کا اقرار کیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ شب معراج میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت دنیا میں واقع نہیں ہوئی ہے بلکہ آخرت میں واقع ہوئی ہے۔ اس لیے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اس رات چونکہ دائرہ مکان و زمان اور تنگی امکان سے باہر نکل گئے تھے۔ اس لیے ازل و ابد کو آن واحد میں معلوم کرلیا۔ اور بدایت و نہایت کو ایک ہی نقطہ میں متحد دیکھا۔ اور ان اہل بہشت کو جو کئی ہزار سال کے بعد بہشت میں جائیں گے' بہشت میں دیکھ لیا۔ عبدالرحمٰن بن عوف کو جو فقرائے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے پانچ سو سال کے بعد بہشت میں جائیں گے' دیکھا کہ اس مدت کے گزرنے سے پہلے ہی آ گئے' اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقف کی وجہ پوچھی۔ پس وہ رویت جو اس مقام میں واقع ہوئی وہ رویت آخرت ہے اور اس اجماع کے منافی نہیں ہے جو رویت کے عدم وقوع پر ہوا ہے۔ اور اس کو رویت دینوی کہنا تجویز پر محمول ہے اور ظاہر پر مبنی ہے۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقَاۗئِقِ الْاُمُوْرِ كُلِّهَا۔ اللہ تعالیٰ تمام امور کی حقیقتوں کو جاننے والا ہے۔

مکتوب نمبر (۲۸۴)

ملا عبدالقادر انبالی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ احوال و مواجید عالم امر کا حصہ ہیں اور ان کا علم عالم خلق سے تعلق رکھتا ہے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کا معرفت سے متعلق یہ بیان پہلے اوقات سے تعلق رکھتا ہے۔ معاملے کی اصل حقیقت وہی ہے جو آپ نے اُس مکتوب میں بیان فرمائی ہے جو آپ نے طریقت کے بیان میں اپنے بڑے صاحبزادے (حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف تحریر کیا ہے۔

جاننا چاہیے کہ انسان کا ظاہر عالم خلق سے مرکب ہے اور باطن عالم امر سے۔ اسی طرح حیرت' جہالت' عجز اور ناامید جو انتہا میں جا کر نصیب ہوتی ہے عالم امر سے ہے جو باطن سے انسان ہے۔ ظاہر کو مطابق۔

وَلِلْاَرْضِ مِنْ كَاْسِ الْكِرَامِ نَصِيْبٌ زمین کو بھی سخی لوگوں کے پیالہ سے حصہ ملتا ہے۔

واردات کی قوت اور زیادتی کے وقت حصہ ملتا ہے۔ اگرچہ اس کے لیے ثبات اور قرار نہیں ہوتا۔ لیکن کچھ

Marfat.com

رنگ ضرور چڑھ جاتا ہے۔ انسان کے ظاہر سے جو چیز بالذات تعلق رکھتی ہے وہ ان احوال کا علم ہے۔ کیونکہ باطن کو تو ان احوال کا حصول ہوتا ہے نہ ان کا علم۔ احوال اگر ظاہر نہ ہوتے تو دانش اور تمیز کا راستہ نہ کھلتا۔ صور مثالیہ اور معارج و مقامات کا ظہور ظاہر کے ادراک کے لیے ہے پس باطن تو حال سے آراستہ ہوتا ہے' اور ظاہر حال کے علم سے موصوف ہوتا ہے۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ وہ اولیاء اللہ جو صاحب علم ہیں' اور وہ جو علم سے حصہ نہیں رکھتے' دونوں میں احوال کے نفس حصول میں کوئی فرق نہیں۔ اگر فرق ہے تو صرف یہ ہے کہ ایک گروہ ان احوال کا علم بھی رکھتا ہے اور دوسرا احوال کے علم سے موصوف نہیں۔

مثلاً ایک شخص جس پر بھوک کی حالت طاری ہو اور بھوک نے اسے بے قرار اور بے آرام کر رکھا ہو' اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی جانتا ہو کہ اس حالت کو بھوک سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک دوسرے شخص ہو جس پر بھوک کی ایسی ہی حالت طاری ہو لیکن وہ یہ نہ جانتا ہو کہ اس حالت کو بھوک سے تعبیر کرتے ہیں۔ تو یہ دونوں شخص اس حالت کے نفسِ حصول میں برابر ہیں۔ فرق صرف جاننے اور نہ جاننے کا ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ جو جماعت علم نہیں رکھتی ہے دو قسم ہے۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جو احوال کے نفس حصول کو بھی بالکل نہیں جانتے اور نہ احوال کے اختلافات اور تغیر و تبدل کو جانتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو تلونیات (تغیر) احوال سے خبر رکھتے ہیں لیکن احوال کی تعین و تشخیص نہیں کر سکتے۔ یہ دوسری جماعت اگرچہ احوال کی تشخیص و تعیین نہیں کر سکتی لیکن ان کا شمار احوال والوں میں ہے اور پیر بننے کے لائق ہیں۔ تشخیص احوال ہر شیخ کا کام نہیں بلکہ تشخیص کی یہ دولت زمانہ دراز کے بعد ظاہر ہوتی ہے' اور کسی ایک کو اس دولت سے نوازتے ہیں اور دوسروں کو اس کے علم کے حوالہ کرتے ہیں اور اس کا طفیلی بنا دیتے ہیں۔ انبیاء اولوالعزم صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہٗ علیہم مدتہائے دراز کے بعد مبعوث ہوتے تھے۔ اور ان میں سے ہر ایک الگ الگ احکام کے ساتھ مخصوص ہوتا تھا۔ اور دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوات والتحیات ان کے تابع ہونے کی حیثیت سے تشریف لاتے تھے اور انہی احکام پر اکتفا کرتے تھے۔

خاص[1] کند بندۂ مصلحتِ عام را

مکتوب نمبر (۲۸۵)

میر سید محب اللہ مانکپوری کی طرف صادر فرمایا:

سماع' وجد' رقص اور بعض ان معارف کے بیان میں جو روح سے تعلق رکھتے ہیں۔

1. اللہ تعالیٰ عام لوگوں کی مصلحت اور بہتری کے لیے کسی ایک بندے کو خاص کر لیتا ہے۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ط — اللہ تعالیٰ ہی کے لیے حمد ہے۔ اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام

اے برادر! تو اس بات کو جان![1] ارشدک اللہ تعالیٰ طریق السّداد و الھمک صراط الرشاد کہ سماع اور وجد اُس جماعت کے لیے نفع مند ہے جو احوال کے تغیر سے متصف اور اوقات کے تبدل کے ساتھ داغدار ہے جو ایک وقت میں حاضر اور دوسرے وقت میں غائب ہوتی ہے۔ نیز جو ایک وقت میں اپنے مقصود کو پانیوالے اور دوسرے وقت میں اسے گم کرنے والے ہیں۔ یہ لوگ ارباب قلوب میں جو تجلیات صفاتیہ کے مقام میں ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف اور ایک اسم سے دوسرے اسم کی طرف منتقل ہوتے اور بدلتے رہتے ہیں۔ احوال کا تغیر و تبدل ان کا نقد وقت ہے اور امیدوں کی پراگندگی ان کے مقام کا حاصل اور خلاصہ ہے۔ دائمی حال کا نصیب ہونا ان کے لیے محال ہے' اور وقت کا ایک ہی کیفیت پر قائم رہنا ان کے حق میں ممتنع ہے۔ ایک وقت حالتِ قبض میں ہوتے ہیں اور دوسرے وقت بسط میں۔ یہ لوگ ابن الوقت ہیں اور اس کے مغلوب ہیں۔ ان کو کبھی تو عروج نصیب ہوتا ہے اور کبھی نیچے اُتر آتے ہیں۔

(اس کے برعکس) تجلیات ذاتیہ والے جو مقام قلب سے مکمل طور پر باہر آ چکے ہیں۔ اور مقلب قلب (اللہ تعالیٰ) سے پیوستہ ہو چکے ہیں اور کلیۃً احوال کی غلامی سے نکل کر احوال میں تبدیلی پیدا کرنے والے (رب تعالیٰ) کے ساتھ آزادی حاصل کر چکے ہیں' سماع اور وجد کے محتاج نہیں۔ کیونکہ ان کا وقت اور حال دائمی ہے۔ بلکہ ان کے لیے کچھ وقت اور حال نہیں۔ تو یہ لوگ ابوالوقت اور اصحاب تمکین ہیں۔ اور یہی واصل ہیں جو رجوع سے قطعاً محفوظ ہیں۔ اور نہ ان سے ان کا مقصود گم ہو سکتا ہے۔ اور جب عدم یافت ان کے لیے متصور نہیں تو یافت اور وجد بھی ان کے لیے نہیں۔

ہاں' منتہی لوگوں کی ایک قسم ایسی ہے کہ استمرار وقت کے باوجود سماع ان کے لیے نافع ہے اس کا مفصل بیان اس مکتوب کے آخر پر اِن شاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

کوئی اگر یہ سوال کرے کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتحیۃ نے فرمایا ہے:

لِیْ[2] مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا يَسَعُنِیْ فِيْهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَّ لَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ۔ — میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا وقت ہوتا ہے جس میں کسی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل کی گنجائش نہیں۔

---

1. اللہ تعالیٰ تجھے سیدھا اور نیکی کا راستہ دکھائے۔
2. یہ حدیث مبارک رسالہ قشیریہ میں بھی موجود ہے

Marfat.com

اس حدیث سے مفہوم ہوتا ہے کہ وقت دائمی نہیں ہوتا۔ تو میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ اس حدیث کے صحیح ہونے کی صورت میں بعض مشائخ نے یہ معنی بیان کیے ہیں:

اَیْ لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ مُسْتَمِرٌّ۔ یعنی مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمیشہ ایسا وقت نصیب رہتا ہے۔

اگر حدیث کا مطلب یہ ہو تو پھر کچھ اشکال ہی نہیں۔

دوسرا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ اس وقت مستمر میں کسی وقت کوئی خاص کیفیت میسر آتی ہو اور وقت سے وہ نادر وقت مراد ہو۔ اس صورت میں بھی اشکال رفع ہو جاتا ہے۔

اگر یہ سوال کریں ممکن ہے کہ اس کیفیت کے حاصل کرنے میں سُریلی آواز سننے کا بھی دخل ہو۔ لہٰذا منتہی بھی اس کیفیت کے حصول کے لیے سماع کا محتاج ہے۔ تو اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ اس کیفیت کا حصول غالباً ادائے نماز کے وقت ہوتا تھا۔ اور بیرون نماز بھی کسی وقت اِس کیفیت کا حصول ہوتا ہو تو وہ بھی نماز کے نتائج و ثمرات سے ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ حدیث:[1] قُرَّةُ عَيْنِىْ فِى الصَّلٰوةِ (یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے) میں اسی کیفیت نادرہ کی طرف اشارہ ہو۔ ایک دوسری حدیث میں اس طرح وارد ہے:

اَقْرَبُ[2] مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِى الصَّلٰوةِ۔ بندہ کو اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب نماز میں حاصل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ؕ سجدہ کر اور (اپنے رب کے) قریب ہو جا۔

اور اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ تمام اوقات جن میں قرب الٰہی جل شانہٗ زیادہ ہوگا غیر حق کی گنجائش کی نفی بھی زیادہ ہوگی۔ پس اس حدیث اور مذکورہ آیہ کریمہ سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ وہ وقت نماز ہی ہے۔ استمرار وقت اور دوام وصل کی دلیل مشائخ کرام کا اتفاق و اجماع ہے چنانچہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "جو شخص بھی واپس لوٹا وہ راستے ہی سے واپس لوٹا۔ اور جس کو وصل نصیب ہو گیا وہ واپس لوٹنے سے محفوظ و مامون ہے۔"

اور "یادداشت" جو جناب قدس خداوندی جل سلطانہ میں دوام حضور سے عبارت ہے۔ طریقہ حضرات خواجگان (نقشبندیہ) قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم میں ایک مقرر اور طے شدہ امر ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ دوام وقت کا انکار عدم وصول کی علامت ہے۔ مشائخ کرام کی ایک چھوٹی سی جماعت جیسے حضرت ابن عطا اور ان کی طرح کے لوگ جو واصل کے لیے صفات بشریت کی طرف رجوع جائز فرماتے ہیں۔ اور ان کی اس بات سے عدم دوام

[1] دارقطنی

[2] مسلم ابوداؤد اور نسائی شریف بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

Marfat.com

وقت مفہوم ہوتا ہے' جواز رجوع میں اختلاف کرتے ہیں وقوع میں وہ بھی اختلاف نہیں کرتے۔ کیونکہ واصل کے لیے رجوع کا وقوع ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ارباب طریقت پر مخفی نہیں۔ پس عدم رجوع پر مشائخ کرام کا اجماع و اتفاق ہو گیا۔ اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ بعض کا اختلاف صرف جواز رجوع میں ہے نہ اس کے وقوع میں........ اس مضمون کو ذہن میں رکھو۔

اربابِ طریقت کے منتہی لوگوں کا ایک گروہ ایسا ہے جنہیں درجاتِ کمال اور مشاہدہ جمال لایزال کے صول کے بعد زور کی سردی لاحق ہوتی ہے اور مکمل تسلی حاصل ہو جاتی ہے۔ جو انہیں منازل وصول تک عروج سے روک لیتی ہے۔ کیونکہ انہوں نے ابھی منازل وصول اور طے کرنے ہوتے ہیں۔ اور ان کے مدارجِ قرب ابھی تک حد نہایت تک نہیں پہنچے ہوتے۔ اس کے باوجود عروج کی طرف رغبت رکھتے ہیں اور مطلوب کے کمال قرب کی آرزو رکھتے ہین۔ اس صورت میں ان کے لیے سماع مفید اور حرارت بخش ہوتا ہے۔ تو ایسے حضرات کو ہر وقت سماع کی مدد سے منازل قرب تک عروج میسر آتا ہے۔ تسکین حاصل ہونے کے بعد ان منازل سے نیچے آتے ہیں۔ لیکن ان مقامتِ عروج کا رنگ ساتھ لاتے ہیں اور اس رنگ سے رنگین ہوتے ہین۔ تاہم ان کی یہ یافت عدم یافت کے بعد نہیں ہوتی۔ کیونکہ عدم یافت ان کے حق میں مفقود ہے۔ بلکہ دوام وصل کے ہوتے ہوئے یہ وجد اور یافت منازل قرب تک ترقی کے لیے ہوتی ہے۔ منتہی اور واصل لوگوں کا سماع اسی جنس سے ہے۔ ان لوگوں کو سماع کو ضرورت اس لیے لاحق ہوتی ہے کہ فنا اور بقا کے بعد اگرچہ انہیں جذبہ عطا کر دیا جاتا ہے۔ لیکن ان کی طبیعت کا شدید طور پر سرد ہو جانا جذبے پر غالب آ جاتا ہے اور منازل عروج تک ترقیات کے لیے تنہا جذبہ کفایت نہیں کرتا تو سماع کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔

مشائخ کرام قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کا ایک اور گروہ ہے جن کے نفوس درجہ ولایت تک وصول کے بعد مقام بندگی میں اتر آتے ہیں۔ ان کی ارواح نفس کی مزاحمت کے بغیر اپنے مقام اصلی میں جناب قدس کی طرف متوجہ رہتی ہیں۔ انہیں ہر وقت نفس مطمئنہ کے مقام میں جو مقامِ بندگی میں قرار پذیر اور راسخ ہو چکا ہوتا ہے روح کو مدد پہنچتی رہتی ہے۔ روح کو اس امداد کے ذریعے اپنے مطلوب کے ساتھ مناسبت خاصہ پیدا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ان بزرگوں کو عبادات میں آرام نصیب ہوتا ہے اور حقوق بندگی اور طاعات کے ادا کرنے میں تسکین حاصل ہوتی ہے۔ ان کی طبیعت میں عروج کی طرف رغبت کم ہوتی ہے۔ اور ان کے باطن میں بلندی کی طرف چڑھنے کا شوق بھی قلیل ہوتا ہے۔ ابھی ان کی پیشانی متابعت شریعت سے روشن ہوتی ہے۔ اور اتباع سنت کے سرمہ سے ان کا دیدۂ بصیرت سرمگیں ہوتا ہے۔ اس لیے یہ حضرات تیز نظر ہوتے ہیں اور دوسرے وہ چیز دیکھ لیتے ہیں جسے نزدیک والے دیکھنے سے عاجز ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ عروج کم رکھتے ہیں لیکن نورانی ضرور ہوتے ہیں۔ اور اپنے مقام بندگی میں ہوتے ہوئے نور اصل سے منور ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے اس مذکورہ مقام میں ہوتے ہوئے عظیم شان

Marfat.com

رکھتے ہیں، اور اونچی قدر کے مالک ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کو سماع اور وجد کی کوئی حاجت نہیں۔ عبادات ہی ان کے لیے سماع کا کام کرتی ہیں اور اصل کی نورانیت عروج سے کفایت کر جاتی ہے۔

اہل سماع اور وجد کے مقلدین کی جماعت جو ان بزرگوں کی عظمت شان سے ناواقف ہے، اپنے آپ کو زمرہ عشاق میں تصور کرتی ہے۔ اور ان بزرگوں کو خشک زاہد۔ گویا یہ جامد مقلدین عشق و محبت کو رقص و وجد میں منحصر جانتے ہیں۔ (حالانکہ حقیقتِ حال اس کے خلاف ہے)

منتہی اربابِ طریقت کا ایک اور گروہ ہے جس کو سیر الی اللہ اور بقا باللہ کے راستے طے کرنے کے بعد جذبہ قوی عنایت فرمایا جاتا ہے، اور کارکنانِ قضا و قدر انجذاب کی کنڈی سے قرب و وصال تک کشاں کشاں لے جاتے ہیں۔ اس گروہ میں سردی سرایت اور تاثیر نہیں کر سکتی۔ اور ان کے لیے تسلی ناروا ہے۔ یہ حضرات اپنے عروج میں نادر امور اختیار کرنے کے محتاج نہیں۔ سماع اور رقص کا ان کی خلوت کے تنگ کوچہ میں گزر نہیں ہو سکتا۔ اور وجود و تواجد کو ان سے کچھ سروکار نہیں۔ یہ حضرات ممکن الوصول مرتبہ نہایۃ النہایت تک اس عروج انجذابی کے ذریعے پہنچتے ہیں اور حضور سرور کائنات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات کی متابعت کے وسیلہ سے اس مقام سے جو حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کے ساتھ مخصوص ہے کچھ حصہ پا لیتے ہیں۔ وصول کی یہ قسم طائفہ افراد کے ساتھ مخصوص کے اقطاب بھی اس مقام سے حصہ نہیں پا سکتے۔

اگر محض فضلِ ایزدی جل سلطانہٗ سے اس نہایۃ النہایت تک پہنچنے والے گروہ کو دعوت کے لیے عالم طرف واپس لائیں اور طالبانِ حق کی تربیت ان کے حوالہ کریں تو ان کا نفس مقام بندگی میں نیچے اتر آتا ہے اور اس کی روح نفس کی آمیزش کے بغیر جناب مقدس حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتی ہے۔ یہی گروہ ہے جو کمالات فرویت کا جامع اور تکمیلات قطبیت پر حاوی ہے۔ یہاں قطب سے میری مراد قطب ارشاد، قطب اوتاد نہیں۔ مقامات ظلی کے علوم اور مدارج اصلی کے معارف اس کو میسر ہیں۔ بلکہ جہاں وہ ہے وہاں نہ ظل ہے اور نہ اصل۔ ظل اور اصل سے اسے آگے گزار کے لے گئے ہیں۔ اس طرح کے کامل و مکمل نہایت قلیل الوجود ہیں۔ اگر مدتہائے دراز اور طویل زمانوں کے بعد بھی ایسے شخص کا ظہور ہو تو بہت غنیمت ہے۔ ایک جہاں اس کے فیض سے منور ہوگا۔ اس کی نظر امراض قلبیہ کو شفا بخشتی ہے اور اس کی توجہ اخلاق رویہ اور ناپسندیدہ کو دفع کرتی ہے۔ یہی وہ ہستی ہے جو مدارج عروج کو مکمل کر کے نیچے مقام بندگی میں اُتر آئی ہے۔ اور عبادات کے ساتھ اس نے اور آرام پکڑا ہے۔

مقام عبدیت سے کہ مقاماتِ ولایت میں اس سے اوپر کوئی مقام نہیں اس گروہ میں سے بعض کو منتخب کر کے اس مقام سے مشرف کرتے ہیں۔ اور مرتبہ محبوبیت کے لائق بھی یہی لوگ ہیں۔ تمام کمالات کا جامع تر مرتبہ ولایت ہے اور تمام مقامات پر حاوی درجہ دعوت ہے۔ جو مرتبہ ولایت خاصہ اور نبوت سے بہرہ ور ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس پر یہ مصرع صادق آتا ہے۔

Marfat.com

آنچہ[1] خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اس بات کو ذہن نشین کرلو۔

معلوم ہونا چاہیے کہ مبتدی کے لیے سماع اور وجد مضر ہے اور عروج کے منافی ہے، اگرچہ شرائط سماع کے مطابق ہو۔ سماع کی شرائط کا کچھ بیان اس مکتوب کے آخر میں ان شاء اللہ تحریر کیا جائیگا۔ مبتدی کا وجد بیماری کا شکار ہے اور اس کا حال وبال ہے۔ اس کی حرکت طبعی ہوتی ہے اور خواہش نفسانی سے مخلوط ہوتی ہے۔ اور مبتدی سے میری مراد وہ شخص ہے جو ارباب قلوب میں سے نہ ہو۔ اور ارباب قلوب منتہی اور مبتدی لوگوں کے درمیانی مقام میں ہیں۔ اور منتہی وہ ہے جو فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہو۔ یہی واصل کامل ہوتا ہے۔ اور انتہا کے بہت سے درجات ہیں جو ایک دوسرے کے اوپر ہیں۔ اور وصول کے اس قدر مراتب ہیں جو ابدالآباد تک طے نہیں ہوسکتے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ سماع صرف متوسط اور منتہی حضرات کے ایک طبقے کے لیے نفع مند ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

لیکن جاننا چاہیے کہ تمام ارباب قلوب (متوسط) حضرات کے لیے سماع مفید نہیں۔ بلکہ ان میں سے بھی صرف ان لوگوں کے لیے نفع مند ہے جو دولت جذبہ سے مشرف نہیں اور ریاضات اور مجاہدات شاقہ کے ذریعہ قطع مسافت کرنا چاہتے ہیں۔ سماع اور وجد اس صورت میں ان لوگوں کے لیے ممد و معاون ہے اور اگر ارباب قلوب صاحب جذبہ ہوں تو ان کا سلوک کے راستوں کو طے کرنا جذبہ کی مدد سے ہوتا ہے۔ سماع کی انہیں ضرورت نہیں ہوتی۔

اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جن کے لیے سماع نفع مند ہے وہ بھی شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔ مطلقاً نفع مند نہیں۔ شرائط کے بغیر سماع نقصان دہ چیز ہے۔

ان شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اپنے کامل ہونے کا عقیدہ نہ رکھے۔ اور اگر وہ اپنے کامل ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو تو ترقی سے رکا رہے گا۔ ہاں اس شخص کو بھی سماع کچھ نہ کچھ فائدہ دیتا ہے۔ لیکن تسکین اور اطمینان کے بعد اس مقام سے پھر نیچے آجاتا ہے۔ اور سماع کی دوسری شرائط[1] مستقیم الاحوال اکابر کی کتابوں مثلاً عوارف[2] المعارف وغیرہ میں وضاحت کے ساتھ مذکور ہیں۔

ان شرائط میں سے اکثر آج کل کے سماع سننے والوں میں مفقود ہیں۔ بلکہ اس قسم کا سماع اور رقص جو اس

---

1. جو کمالات سارے حسین الگ الگ رکھتے ہیں تو اکیلا ان سب کا جامع ہے

1. عوارف میں ہے کہ شیخ ابو عبدالرحمٰن سلمی فرماتے ہیں میں نے اپنے دادا سے سنا کہ فرماتے تھے کہ محفل سماع میں شریک ہونے والے کو چاہیے دل زندہ اور نفس مردہ کے ساتھ محفل میں شریک ہو۔ اور جس کا دل مردہ اور نفس زندہ ہو اس کے لیے سماع حلال نہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرمایا ہے کہ آداب سماع میں یہ بات بھی داخل ہے کہ سماع میں شریک ہونے والا وقت، جگہ اور شریک محفل ہونے والوں کی رعایت کرے۔

2. یہ کتاب شیخ الشیوخ شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد بن عبداللہ سہروردی المتوفی ۶۳۲ھ کی تصنیف منیف ہے اور ۶۳ ابواب پر مشتمل ہے۔ علامہ سر سید شریف جرجانی المتوفی ۸۱۶ھ نے اس پر تعلیقات لکھی ہیں ۱۲ کشف الظنون۔

Marfat.com

وقت عام ہے اور اس قسم کا اجتماع جو آج کل مروج ہے' کوئی شک نہیں کہ یہ سراسر مضر اور تربیت باطنی کے بالکل منافی ہے۔ ایسے سماع سے عروج کا خیال کرنا بالکل بے معنی ہے۔ اور اس صورت میں روحانی ترقی متصور نہیں ہو سکتی۔ اس مقام میں سماع سے امداد و اعانت معدوم ہے۔ بلکہ اس کی جگہ ضرر اور منافات موجود ہے۔

تنبیہ: سماع اور رقص اگرچہ بعض منتہی ارباب طریقت کو بھی درکار ہوتا ہے' لیکن ان حضرات کو ابھی مراتب عروج پر پیش ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ اس لحاظ سے متوسط لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اور جب تک ممکن الحصول مراتب عروج مکمل طور پر طے نہ کر لیں' انتہا کی حقیقت ان سے مفقود ہوتی ہے۔ نہایت کہنا سیر الی اللہ کی نہایت کے اعتبار سے ہے۔ اور اس سیر کی نہایت اس اسم تک ہے جو اس سالک کا مظہر ہے۔ اس کے بعد اس اسم اور اس کے متعلقات میں سیر ہوتی ہے اور جب اسم اور اس کے تمام متعلقات جو ارباب طریقت پر منکشف ہوتے ہیں سے گزر کر مسمیٰ حقیقی تک پہنچتا ہے۔ اور وہاں فنا اور بقا سے موصوف ہوتا ہے۔ تو اس وقت منتہی حقیقی بنتا ہے۔ اور فی الحقیقت سیر الی اللہ کی نہایت اسی صورت میں متحقق ہوتی ہے۔ نہایت اول کو جو اسم کی نہایت تک ہے اسے بھی نہایت سیر الی اللہ اعتبار کر لیتے ہیں۔ اور اس فنا اور بقا کے لحاظ سے جو اس مرتبہ میں حاصل ہوتی ہے' اسم ولایت کا اطلاق کر دیتے ہیں۔ اور یہ جو صوفیہ نے کہا ہے کہ سیر الی اللہ کی کوئی نہایت نہیں تو یہ سیر بقا میں ہے اور منازل عروج طے کرنے کے بعد ہے۔ اور سیر فی اللہ کی بے نہایتی کا یہ معنی ہے کہ اس اسم میں سیر واقع ہوتی ہے۔ اور اس اسم میں مندرج تمام شیونات سے تفصیل کے ساتھ موصوف ہوتا ہے' تو اس سیر کی نہایت تک بالکل نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ ہر اسم بے انتہا شیونات پر مشتمل ہوتا ہے۔ لیکن وقت عروج میں (کارکنانِ قضا قدر) اگر چاہتے ہیں تو اس کو آگے گزار کر لے جانا چاہیں تو ممکن ہے کہ ایک ہی قدم میں اس اسم کو طے کر لے اور نہاۃ النہایت تک پہنچ جائے۔ اور اگر وہیں فنا ہو جائے تو زہے سعادت اور بزرگی۔ اور اگر مخلوق کی تربیت کے لیے اسے واپس لائیں تو زہے فضیلت۔ یہ گمان نہ کرنا کہ اس اسم تک پہنچنا آسان کام ہے۔ جان کو ہلاک کرنا پڑتا ہے تب جا کر اس دولت سے مشرف کرتے ہیں...... دیکھئے ارباب طریقت کے گروہ سے کس صاحب نصیب کو اس اعلیٰ درجہ کی نعمت سے سرفراز کرتے ہیں۔

اور اے نارسیدہ سالک! جسے تو تنزیہ اور تقدیس خیال کرتا ہے وہ مقامِ روح سے بھی بہت نیچے ہوتے ہیں۔ وہ تنزیہ جو تیرے خیال میں فوق العرش معلوم ہوتی ہے وہ بھی دائرہ تشبیہ میں داخل ہے۔ اور وہ منزہ مکشوف عالم ارواح میں سے ہے۔ کیونکہ عرش تمام جہات کو محیط اور عالم اجسام کو منتہا ہے۔ عالم ارواح عالم جہات و اجسام سے ماوراء ہے۔ کیونکہ روح لامکانی شے ہے۔ مکان میں نہیں سما سکتی۔ اور روح کو عرش سے اوپر ثابت کرنا تجھے اس وہم میں نہ ڈال دے کہ روح تجھ سے دور ہے اور تیرے اور روح کے درمیان مسافت دراز واقع ہے۔ حقیقت حال اس طرح نہیں' بلکہ روح کے لامکانی ہونے کے باوجود اسے تمام جگہوں سے نسبت برابر ہے۔ ماوراء عرش کہنے کے دوسرے معنی ہیں۔ جب تک تو وہاں نہ پہنچے اس معنی کا ادراک نہیں کر سکتا۔

صوفیہ کا ایک گروہ جو تنزیہ روحی تک پہنچا ہے اور اس فوق العرش پایا ہے' اسی تنزیہ کو تنزیہ الٰہی تصور کر لیا ہے۔

Marfat.com

اور اس مقام کے علوم و معارف کو علوم دقیقہ قرار دیا ہے۔ اور استواء کے راز کو اسی مقام حل کیا ہے۔ حالانکہ حق یہ ہے کہ یہ تو روح کا نور ہے۔ اس فقیر کو بھی اس مقام کے حصول کے وقت اس قسم کا اشتباہ پیدا ہوا تھا۔ لیکن جب عنایت خداوندی جل سلطانہٗ نے اس گرداب سے آگے گزارا تو جان لیا کہ وہ نور روح کا نور ہے، نہ کہ نور الٰہی جل سلطانہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ ط

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم کو اس راہ کی ہدایت نصیب فرمائی۔ اور اگر وہ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پا سکتے۔

اور رُوح چونکہ لامکانی شے ہے اور بے چونی و بے چگونی کی صورت پر پیدا ہوئی ہے، اس لیے اس طرح کے اشتباہ کا محل بن جاتی ہے۔

وَاللّٰهُ يُحِقُّ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِی السَّبِيْلَ ط

اللہ تعالیٰ ہی احقاق حق فرماتا ہے اور سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

اور صوفیائے کرام کا وہ گروہ جو اس نور کو فوق العرش سے لے کر نیچے اترتا ہے اور اس سے بقا پیدا کرتا ہے، اپنے آپ کو تشبیہ اور تنزیہ کا جامع تصور کرتا ہے۔ اور اگر اس نور کو اپنے سے جدا پاتا ہے تو اسے مقام "فرق بعد الجمع" گمان کرتا ہے۔ اس طرح کے مغالطے صوفیہ کو بہت لاحق ہوتے ہیں۔ وہی سبحانہٗ تعالیٰ غلطیوں کے مقامات خبط کے مواقع سے بچانے والا ہے۔

جاننا چاہیے کہ روح اگرچہ عالم کی نسبت بے چون ہے، لیکن حق جل وعلا کی نسبت سے دائرہ چوں میں داخل ہے۔ تو یہ روح گویا عالم چوں اور جناب قدس خداوندی جو حقیقی بے چون ہے کہ درمیان برزخ ہے تو روح دونوں طرف کا رنگ رکھتی ہے، اور دونوں اعتبار اس میں صحیح ہیں۔ برعکس بے چوں حقیقی کے کہ اس تک چون کی بو بھی نہیں پہنچ سکتی۔ پس جب تک روح کے تمام مقامات سے عروج واقع نہ ہوں تب تک اس اسم تک نہیں پہنچ سکتا۔ لہٰذا پہلے تمام طبقات سماوات یہاں تک کہ عرش سے بھی گزرنا چاہیے۔ اور مکمل طور پر لوازم امکان سے باہر آنا چاہیے۔ اس کے بعد عالم ارواح کے مراتب لامکانیت بھی طے کرے، تب جا کر سالک اس اسم تک پہنچتا ہے۔

خواجہ[1] پندارد کہ مردِ واصل است   حاصلِ خواجہ بجز پندار نیست

تو وہ سبحانہ وتعالیٰ وراء الوراء ہے۔ اس عالم خلق سے اوپر عالم امر ہے۔ اور عالم سے اوپر اسماء اور شیونات کے مراتب ہیں۔ ناملاً اور اصالۃً، اجمالاً اور تفصیلاً۔ اور ان مراتب ظلی و اصلی، کونی الٰہی اور اجمالی و تفصیلی سے اوپر مطلوب حقیقی کو تلاش کرنا چاہیے...... دیکھیے کس خوش نصیب کو اس جستجو سے نوازتے ہیں اور کس صاحب دولت کو اس سعادت سے مسرف فرماتے ہیں۔ ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم۔ ہمت بلند رکھنی چاہیے اور

[1] حضرت صاحب کا گمان ہے کہ مطلوب سے واصل ہو چکے ہیں۔ حالانکہ انہیں صرف یہ بے بنیاد گمان ہی حاصل ہے۔ حقیقۃً کچھ بھی انہیں حاصل نہیں۔

Marfat.com

جو کچھ راہ میں ہاتھ آ جائے اسی پر قناعت نہیں کرنی چاہیے۔ اور وراء الوراء میں اپنا مطلوب تلاش کرنا چاہیے۔

کیف[1] الوصول الی سعاد دونہا

قلل الجبال و دونہن خیوف'

تنبیہ آخر: دوام وصل اور استمرار وقت اس شخص کے لیے تسلیم کیا جا سکتا ہے جو فنائے مطلق کے بعد بقاباللہ کے ساتھ موصوف اور اس کا علم حصولی علم حضوری سے تبدیل ہو چکا ہو۔ ہم اس بحث کو زیادہ واضح و روشن طریقہ سے بیان کرتے ہیں۔

جان لے کہ عالم کو جو علم اپنی ذات کے سوا حاصل ہوتا ہے وہ عالم کے ذہن میں حصول صورت کے طریقہ سے ہوتا ہے اسے علم حصولی کہتے ہیں۔ اور جو علم حصول صورت کا محتاج نہیں ہوتا اور وہ عالم کی اپنی ذات کا علم ہے' یہ علم حضور ہے۔ کیونکہ اس میں ذات بنفسہا عالم کے سامنے حاضر ہوتی ہے۔ اور علم حصولی میں جب تک معلوم کی صورت ذہن میں موجود رہتی ہے اس وقت تک عالم معلوم کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ اور جب وہ صورت ذہن سے زائل ہو گئی تو ذہن کی وہ توجہ بھی زائل ہو جاتی ہے پس علم حصولی میں دوام توجہ محال عادی ہے۔ بخلاف علم حضور کے کہ اس میں معلوم سے غفلت غیر مقصود ہے۔ کیونکہ اس کے تحقق کا منشا عالم کی ذات کا حضور ہے۔ اور جب یہ حضور دائمی ہے تو ذات کا علم بھی دائمی ہوگا۔ اپنی ذات سے توجہ کا زوال ممکن نہیں۔ اور بقاباللہ کے مقام میں علم حضور ہوتا ہے جس کا زوال نہیں ہو سکتا۔

یہ گمان نہ کرنا کہ بقاباللہ اس امر سے عبارت ہے کہ تو اپنے آپ کو حق تعالیٰ کا عین پائے' جیسا کہ اس گروہ کے بعض لوگوں نے حق الیقین کی یہی تعبیر کی ہے۔ بات اس طرح نہیں۔ بقاباللہ جو فنائے مطلق کے بعد میسر آتی ہے اس قسم کے علوم سے مناسبت نہیں رکھتی۔ یہ مذکورہ حق الیقین جو بعض نے کہا ہے اس بقا کے مناسب ہے جو جذبہ میں حاصل ہوتا ہے۔ وہ بقا جو ہمارا مقصود ہے' اور ہے ع

ذوق[2] ایں مے نشناسی بخدا تا نچشی

پس استمرار توجہ اور دوام حضور بقاباللہ کی صورت میں موجود رہتی ہے۔ بقاباللہ کے ساتھ موصوف ہونے سے قبل دوام ممکن نہیں۔ اگرچہ بہت سے حضرت کو اس مقام میں پہنچنے سے پہلے اس معنی کا وہم ہوتا ہے۔ خاص کر طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم ہیں۔ اور حق بات وہی ہے جس کی میں نے تحقیق کی ہے' اور درست وہی چیز ہے جس کا مجھے الہام ہوا ہے۔

والیہ تعالیٰ اعلم بالصواب ' واللہ تعالیٰ المرجع والمآب. والحمد للہ رب العالمین اولاً و اخرًا والصلوۃ والسلام علی رسولہ دائمًا سرمدًا○

---

[1] سعاد (معشوقہ) تک وصول کس طرح ممکن ہے جبکہ میرے اور اس کے درمیان پہاڑوں کی بلند چوٹیاں اور نشیب و فراز حائل ہیں۔

[2] بخدا اس شراب کو چکھنے سے پہلے تم نہیں پہچان سکتے۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۲۸۶)

امان اللہ فقیہ کی طرف صادر فرمایا:

اعتقاد صحیح کے بیان میں جو آرائے صائبہ اہل سنت و جماعت کے موافق کتاب و سنت سے ماخوذ ہے۔ اور اس جماعت کا رد جس نے اہل سنت و جماعت کے معتقدات کے خلاف سمجھا ہے۔ یا اہل حق کے خلاف کشف سے معلوم کیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جان لے ارشدک اللّٰہ تعالیٰ والھمک سواء الصّراط[1] کہ سالک کے طریق کی جملہ ضروریات میں ایک اعتقاد صحیح ہے جسے علمائے اہل سنت و جماعت نے کتاب و سنت اور آثار سلف سے استنباط کیا ہے اور کتاب و سنت کو ان معانی پر محمول کرنا جنہیں جمہور علماء اہل حق یعنی اہل سنت و جماعت نے کتاب و سنت سے سمجھا ہے' بھی ضروری ہے۔ اور اگر بالفرض ان معانی مفہومہ کے خلاف کشف والہام سے کوئی چیز ظاہر ہو تو اس کا اعتبار کرنا چاہیے اور ان سے پناہ پکڑنی چاہیے۔

مثلاً آیات و احادیث جن کے ظاہر سے توحید وجودی مفہوم ہوتی ہے۔ اسی طرح احاطہ وسریان اور قرب و معیت ذاتی معلوم ہوتی ہے۔ جب علمائے حق نے ان آیات واحادیث سے یہ معنی نہیں سمجھے تو اگر درمیان راہ سالک پر یہ معانی منکشف ہوں' یا ایک ذات کے سوا کسی کو موجود نہ پائے' یا اسے محیط بالذات اور اس کا قرب ذاتی جانے تو اس وقت اگرچہ غلبہ حال اور سکر وقت کی وجہ سے معذور ہے۔ لیکن چاہیے کہ ہمیشہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے التجا اور تضرع کرے کہ اسے اس گرداب سے باہر نکال کر ان امور کا اس پر انکشاف کرے جو آرائے صائبہ علماء اہل حق کے مطابق ہیں۔ اور ایک بال برابر بھی ان کے معتقدات حقہ کے خلاف ظاہر نہ کرے۔ خلاصہ یہ ہے کہ معانی مفہومہ علماء اہل حق کو کشف کی صداقت کا نشان قرار دے اور اپنے الہام کی کسوٹی ان کے سوا کسی شے کو قرار نہ دے۔ کیونکہ وہ معانی جو ان علمائے حق کے معانی مفہومہ کے خلاف ہوں درجہ اعتبار سے ساقط ہیں۔ کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے معتقدات کا مقتدا کتاب وسنت ہی کو جانتا ہے اور اپنے ردی افہام کی وجہ سے کتاب وسنت سے معانی غیر مطابقہ سمجھ لیتا ہے:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ — اللہ اس کے ساتھ بہت کو گمراہ کرتا ہے اور بہت لوگوں کو ہدایت دیتا ہے

اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ علمائے اہل حق کے سمجھے ہوئے معانی ہی لائق اعتبار ہیں اور اس کے خلاف

[1] اللہ تعالیٰ تجھے سیدھی راہ پر چلنے کی ہدایت اور اس کا الہام فرمائے۔

Marfat.com

معتبر نہیں' اس بنا پر ہے کہ انہوں نے یہ معانی صحابہ اور سلف صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے آثار اور تتبع سے اخذ کیے ہیں اور ان کی ہدایت کے ستاروں کے انور سے حاصل کیے ہیں۔ اس لیے نجات ابدی انہی کے ساتھ مخصوص ہوگئی اور فلاح سرمدی ان کا حصہ قرار پائی:

اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○ | یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں۔ سن لو کہ اللہ کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے۔

اور اگر بعض علماء درستی اعتقاد کے باوجود اعمال میں سستی اور کوتاہیوں کے مرتکب ہیں ان کو دیکھ کر مطلق علماء کا انکار کرنا اور سب کو مطعون کرنا محض بے انصافی اور بے بنیاد مکابرہ ہے۔ بلکہ اکثر ضروریاتِ دین کا انکار ہے۔ کیونکہ ان ضروریات کے ناقل یہی علماء کرام ہیں اور کھرے کھوٹے کی پرکھ کرنے والے یہی حضرات ہیں۔ اگر ان کا نور ہدایت نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے۔ اور اگر وہ درست کو خطا سے الگ نہ کرتے تو ہم گمراہ ہو جاتے۔ یہ علماء ہی ہیں جنہوں نے دین قویم کا کلمہ بلند کرنے میں اپنی ساری قوت صرف کر دی۔ اور بے شمار لوگوں کو صراط مستقیم پر چلایا۔ تو جس نے ان کی پیروی کی' نجات اور فلاح پا گیا۔ اور جو ان کا مخالف ہوا وہ خود بھی گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کا باعث بنا۔

جاننا چاہیے کہ آخر کار صوفیہ کرام کے معتقدات بھی تمام منازل سلوک طے کرنے اور درجات ولایت کی نہایت کے بعد انہیں علماء اہل حق کے معتقدات ہیں۔ غایۃ مافی الباب اتنی بات ہے کہ علمائے کے لیے ان معتقدات کا حصول نقل یا استدلال سے ہے اور صوفیہ کے لیے کشف یا الہام کے ذریعہ۔ اگرچہ بعض صوفیہ کو راہِ سلوک کے درمیان سکر وقت اور غلبۂ حال کے باعث ان معتقدات کے خلاف کچھ امور ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن اگر انہیں ان مقامات سے گزار کر نہایت کار تک نہ پہنچا دیں تو پھر وہ مخالف باتیں بے مقدار ذرات کی طرح اڑ جاتی ہیں۔ اور اگر انہیں نہایت کار تک نہ پہنچائیں تو وہ اسی مخالفت پر قائم رہتے ہیں۔ لیکن امید ہے کہ انہیں اس پر گرفت نہیں کریں گے۔ ایسے صوفیہ کا حکم مجتہد مخطی کا حکم ہے۔ مجتہد نے استنباط میں خطا کی اور ان سے کشف میں خطا واقع ہوگئی۔

اس گروہ کے بعض لوگوں کی مخالف باتوں میں سے ایک تو وحدت وجود کا حکم اور احاطہ اور اقرب اور معیت ذاتی کا قول ہے' جیسا کہ پہلے گزرا۔

دوسری مخالف بات یہ ہے کہ وہ خارج میں ذات واجب عزّ سلطانہٗ سے زائد وجود کے ساتھ صفات سبعہ یا ثمانیہ کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ علمائے اہل سنت و جماعت صفات کو موجود جانتے اور خارج میں ذات تعالیٰ کے وجود سے ان کا زائد وجود تسلیم کرتے ہیں۔ ان صوفیہ میں یہ انکار اس بنا پر پیدا ہوا کہ اس وقت ان کو صفات کے

---

[1] پارہ ۲۸' سورہ مجادلہ۔

Marfat.com

آئینہ میں ذات تعالیٰ وتقدس کا شہود ہوتا ہے۔اور یہ بات سب کے علم میں ہے کہ آئینہ دیکھنے والے کی نظر سے پوشیدہ ہوتا ہے۔پس اس پوشیدگی کی وجہ سے خارج میں صفات کے وجود کو معدوم خیال کرتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ اگر صفات موجود ہوتیں تو مشہود بھی ہوتیں۔لہٰذا جب ان کا شہود نہیں تو ان کا وجود بھی نہیں۔اور اپنے اس فیصلے کے تحت علماء پر وجود صفات تسلیم کرنے کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں بلکہ کفر اور بت پرستی کا حکم لگاتے ہیں۔[1] اعاذ نا اللّٰہ سُبحانہ عن الجراۃ فی الطعن.

اور اگر ان صوفیہ کو اس مقام سے ترقی واقع ہوتی اور ان کا شہود پردہ سے باہر آ جاتا اور صفات کے آئینہ ہونے کی کیفیت زائل ہو جاتی تو صفات کو ذات سے جدا دیکھتے اور صفات کا انکار نہ کرتے۔اور ان کا کام اکابر علماء پر طعن واعتراض تک نہ پہنچتا۔

ان صوفیہ کی علماء اہل حق کے خلاف تیسری بات یہ ہے کہ بعض امور پر ایسا حکم لگاتے ہیں۔جو ایجاب واجب تعالیٰ وتقدس کو مستلزم ہے۔اگر چہ اللہ تعالیٰ پر لفظ ایجاب کا اطلاق نہیں کرتے اور ارادے کا اثبات کرتے ہیں لیکن فی الحقیقت ارادے کی نفی کرتے ہیں۔اور اس حکم میں تمام اہل شرائع کی مخالفت کرتے ہیں۔

صوفیہ کی مخالف باتوں میں سے چوتھی بات یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حق سبحانہٗ قادر ہے۔قادر بمعنی **ان شاء فعل و ان لم یشاء لم یفعل** کے ساتھ یعنی اگر چاہے تو کرے اور اگر نہ چاہے تو نہ کرے۔پہلے قضیہ شرطیہ کو واجب الصدق جانتے ہیں اور دوسرے کو ممتنع الصدق۔اور اسی قول سے ایجاب لازم آتا ہے۔بلکہ یہ قدرت کے اس معنی کا انکار ہے جو اہل ملل کے نزدیک متعین ہیں۔کیونکہ اہل ملل کے نزدیک قدرت بمعنی صحت فعل وترک ہے۔اور ان صوفیہ کے قول سے وجوب فعل اور امتناع ترک لازم آتا ہے۔پس اس معنی کو اہل ملل کے بیان کردہ معنی سے کیا نسبت۔اس مسئلہ میں ان بعض صوفیہ کا مذہب بعینہٖ حکماء کا مذہب ہے۔اور قضیہ اولیٰ کو واجب الصدق اور دوسرے کو ممتنع الصدق تسلیم کرتے ہوئے ارادے کا اثبات کرنا اور اس اثبات کے سامنے آپ کو حکما سے جدا کرنا کچھ سود مند نہیں۔کیونکہ ارادہ دو متساوی چیزوں میں سے ایک کی تخصیص کا نام ہے۔اور جب تساوی نہیں تو ارادہ بھی منتفی ہے۔اور یہاں وجوب اور امتناع کے درمیان تساوی معدوم ہے۔فافہم۔

ان بعض صوفیہ کی مخالف باتوں میں سے پانچوں بات یہ ہے کہ یہ حضرات مسئلہ قضا وقدر کی ایسے طریقہ پر تحقیق کرتے ہیں جس کے ظاہر سے ایجاب لازم آتا ہے۔اور اس بحث میں ان کی عبارتوں سے ایک عبارت یہ ہے۔

الحاکم محکوم و المحکوم حاکم یعنی حاکم محکوم ہے اور محکوم حاکم ہے۔

حق تعالیٰ پر کسی شے کو واجب ماننے سے قطع نظر حق سبحانہ کو کسی کا محکوم کہنا اور اس پر کوئی حاکم مسلط کرنا

---

[1] اللہ سبحانہٗ ہمیں اعتراض کی جرأت سے بچائے۔

Marfat.com

بہت بری بات ہے:

اِنَّھُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْکَرًا الْقَوْلِ وَزُوْرًا ط بیشک یہ لوگ ایک بُری اور جھوٹ بات کہتے ہیں۔

ان صوفیہ کی اس طرح کی مخالف باتیں اور بھی بہت ہیں۔ جیسے رویتِ حق تعالیٰ کو ممکن نہ جاننا مگر صرف تجلی صوری کی صورت میں۔ اور یہ قول حق تعالیٰ کے انکار رویت کو مستلزم ہے۔ اور وہ رویت جیسے تجلی صوری کی شکل میں انہوں نے جائز جانا ہے' حق تعالیٰ سبحانہ' کی رویت نہیں بلکہ وہ شبہ اور مثال کی ایک قسم ہے۔

یَرَا[1] المؤمنون بغیر کیفٍ و ادراک و ضرب من مثالٍ

اور بعض صوفیہ کا یہ قول بھی اہل اسلام کے مخالف ہے کہ کاملین کی ارواح قدیم اور ازلی ہیں۔ ان کا یہ قول سراسر اہل اسلام کے خلاف ہے۔ کیونکہ اہل اسلام کے نزدیک عالم اپنے تمام اجزاء کے ساتھ حادث ہے۔ اور کاملین کی ارواح بھی عالم میں سے ہیں۔ کیونکہ عالم جمیع ماسوی اللہ کا نام ہے۔ فافہم۔

پس سالک کو چاہیے کہ حقیقت کار تک پہنچنے سے قبل کشف والہام کی مخالفت کے باوجود علماء اہل حق کی تقلید کو لازم جانے اور علماء کو محق اور اپنے آپ کو مخطی تصور کرے۔ کیونکہ علماء تقلید انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات سے استناد پکڑتے ہیں جو وحی قطعی سے موید ہیں اور خطا اور غلط سے معصوم ہیں۔ اور سالک کا کشف الہام وحی سے ثابت شدہ احکام سے مخالفت کی صورت میں خطا اور غلط ہے۔ تو اپنے قول کو علماء کے قول پر مقدم رکھنا حقیقت میں نازل شدہ احکام قطعیہ پر مقدم رکھنے کے مترادف ہے۔ اور یہ عین ضلالت اور محض خسارہ ہے۔

نیز جس طرح کتاب وسنت کے مطابق اعتقاد رکھنا ضروری ہے اسی طرح کتاب وسنت پر اس طریقہ کے مطابق جو ائمہ مجتہدین نے ان سے استنباط فرمایا ہے اور ان سے حلال وحرام فرض وواجب اور سنت ومستحب اور مکروہ ومشتبہ احکام پر عمل کرنا اور ان کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے اور مقلد کو اس امر کی اجازت[2] نہیں کہ مجتہد کی رائے کے خلاف از خود ہی کتاب وسنت سے احکام اخذ کرتا پھرے۔ اور ان پر عمل کرے اور عمل میں اپنے مجتہد مذہب میں جس کا تابع ہے قول مختار کو اختیار کرے اور رخصت سے بچتے ہوئے عزیمت پر عمل کرے۔ اور حتی

---

[1] مومن خدا تعالیٰ کو بے کیف اور بلا ادراک اور بغیر مثال کے دیکھیں گے۔

[2] اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ السامی مسئلہ تقلید میں متصلب اور پختہ تھے۔ بعض غیر مقلد حضرات کا یہ کہنا کہ "وہ فرعی مسائل میں بڑی آزادی سے امام شافعی کے ساتھ بعض اہم مسائل مختلف فیہ پر اتفاق فرماتے اور اس کے باوجود وہ حنفی کہلانے میں مسرت محسوس کرتے یہ اس علمی جہاد کا اثر تھا جو حضرت مجدد نے فقہی جمود کے خلاف فرمایا" حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے یہاں بیان کردہ مسلک وعقیدہ کے خلاف ہے۔ حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ نے دوسرے کئی مقامات پر اپنے امام کی تقلید پر زور دیا ہے۔ اس سلسلے میں مکتوب نمبر ۳۱۲ دفتر اوّل کا مطالعہ کرنا چاہیے جس میں آپ نے رفع سبابہ کا مسئلہ بیان فرمایا ہے۔

Marfat.com

الامکان اقوال مجتہدین کے جمع کرنے میں پوری کوشش کرے تاکہ متفق علیہ قول پر عمل واقع ہو۔ مثلاً امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وضو میں نیت کرنا فرض قرار دیتے ہیں تو چاہیے کہ بے نیت وضو نہ کرے۔ اسی طرح امام شافعی وضو میں ترتیب اور پے در پے دھونے کو لازم جانتے ہیں' تو ترتیب اور پے در پے کا خیال رکھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اعضا دھوتے وقت ان کو ملنا فرض جانتے ہیں' تو چاہیے کہ یہ بھی اعضاء کو مل کر دھوئے۔ اسی طرح یہ ائمہ عورت کو چھونے اور ذکر کو ہاتھ لگانے کو وضو ٹوٹنے کا سبب قرار دیتے ہیں' تو چاہیے کہ عورت کو چھونے اور ذکر کو ہاتھ لگانے کی صورت میں میں نیا وضو کرے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

یہ دو اعتقادی اور عملی پر حاصل ہونے کے بعد قرب ایزدی جل شانہ' کے مدارج عروج کی طرف متوجہ اور تاریک اور نورانی راستوں اور منزلوں کے طے کرنے کا طالب بنے۔ لیکن سالک کے ذہن میں یہ بات موجود رہنی چاہیے کہ منازل و مدارج عروج کا طے کرنے کامل مکمل' راہ بین اور راہ دان' راہ نما شیخ مقتدا کی توجہ اور تصرف سے وابستہ ہے۔ جس کی نظر امراض قلبیہ سے شفا بخشتی ہے' اور توجہ اور اخلاق رویہ ناپسندیدہ کو دفع کرتی ہے۔ لہٰذا سالک کو چاہیے کہ پہلے شیخ کامل تلاش کرے۔ اگر محض فضل ایزدی جل شانہ' سے اسے شیخ کامل بتا دیں تو ایسے شیخ کی معرفت پہچان کو نعمت عظمیٰ تصور کرتے ہوئے خود کو اس کے آستانے کا ملازم بنا دے اور مکمل طور پر اس کے تصرفات کا مطیع کر دے۔ شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں:

"یا الٰہی! تو نے اپنے دوستوں کو کیا کر دیا ہے کہ جس نے انہیں شناخت کر لیا' تجھے پا لیا اور جب تک تجھے نہ پایا ان کی شناخت نہ کر سکا۔"

اپنے اختیار کو بالکلیہ شیخ کے اختیار میں گم کر دے اور اپنے آپ کو تمام مرادوں سے خالی کر کے اپنی کمر ہمت اس کی خدمت کے لیے باندھ لے۔ اور جس کام کے متعلق شیخ اسے حکم دے' اپنے لیے سرمایہ سعادت جانتے ہوئے بجا آوری میں پوری کوشش کرے۔ شیخ مقتدا اگر ذکر کو اس کی استعداد کے مناسب پائیگا تو اسے ذکر کی تلقین کرے گا اور توجہ اور مراقبہ مناسب ہو گا تو اس کا اشارہ کرے گا۔ اور اگر صرف صحبت کو ہی کافی جانے گا تو صحبت اختیار کرنے کا حکم دے گا۔ مختصر یہ کہ صحبت شیخ کی موجودگی میں راہ سلوک کی شرائط میں سے کسی شرط کے تحت ذکر کی حاجت نہیں۔ بلکہ جو کچھ طالب صادق کے حال کے مناسب جانے گا اس کا حکم دے گا۔ اور اگر راہ کی شرائط میں سے کسی امر میں اس سے کوتاہی واقع ہو گی تو شیخ کی صحبت اس کی تلافی کرے گی اور اس کی توجہ اس کے نقصان کو پورا کر دے گی۔

اور اگر اس طرح کے شیخ مقتدا کی صحبت کے شرف سے مشرف نہ ہوا تو اگر یہ سالک مرادوں میں سے ہو گا اسے اپنی طرف کھینچ لیں گے اور محض عنایت بے غایت سے اس کے کام کو پورا کر دیں گے۔ اور جو شرط یا ادب درکار ہو گا اسے بتا دیں گے۔ اور منازل سلوک طے کرنے میں بعض اکابر کی روحانیات کو اس کی راہ کے وسائل و

Marfat.com

ذرائع بنادیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عادت کے مطابق راہ سلوک طے کرنے میں بعض اکابر کی روحانیات کو اس کی راہ کے وسائل وذرائع بنادیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عادت کے مطابق راہ سلوک طے کرنے میں مشائخ کی روحانیات کا واسطہ درکار ہوتا ہے۔

اور سالک اگر مریدوں میں سے ہو تو شیخ مقتدا کے وسیلہ کے بغیر اس کا چلنا خطرے سے خالی نہیں۔ شیخ کامل سے ملاقات اور اس کی صحبت نصیب ہونے تک چاہیے کہ طالب صادق حق سبحانہٗ کی بارگاہ میں التجا وزاری کرتا رہے کہ اللہ اُسے شیخ مقتدا سے ملادے۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ راستے کی شرائط کو لازم جانے۔ شرائط مشائخ طریقت کی کتابوں میں بہ تفصیل مذکور ہیں، وہاں سے ملاحظہ کرکے ان کی رعایت کرے۔

راہ طریقت کی شرائط میں سے بڑی شرط نفس کی مخالفت ہے۔ اور یہ مخالفت مقام ورع وتقویٰ کی رعایت کرنے پر موقوف ہے۔ اور یہ مقام ورع وتقویٰ حرام کاموں سے بچنے سے عبارت ہے۔ اور حرام اشیاء سے بچنے کی اس وقت تک کوئی صورت نہیں جب تک سالک فضول مباحات سے اجتناب نہ کرے۔ کیونکہ مباحات کے ارتکاب میں نفس کی لگام ڈھیلی رکھنا مشتبہ امور تک پہنچا دیتا ہے اور مشتبہ حرام کے نزدیک ہے۔ اور اس طرح حرام میں مبتلا ہوجانے کا احتمال بڑا قوی ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

مَنْ حَامَ حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشِکُ اَنْ یَّقَعَ فِیْہِ۔[1] — جو شخص چراگاہ کے اردگرد پھرتا ہے قریب ہے کہ اس کے اندر داخل ہوجائے۔

پس محرمات سے اجتناب فضول مباحات سے اجتناب پر موقوف ہے۔ لہٰذا ورع اور تقویٰ کے حصول کے لیے فضول مباحات سے اجتناب کی رعایت کرنا بھی ضروری ہے۔

ترقی اور عروج ورع اور تقویٰ سے وابستہ ہے۔ اس کا بیان اس طرح ہے کہ اعمال کے دو جزو ہیں: اوامر[1] کو بجالانا اور نواہی[2] سے بچنا۔ اوامر کے بجالانے میں فرشتے بھی انسان کے ساتھ شریک ہیں اور صرف اوامر کے بجالانے سے ترقی واقع ہوتی تو فرشتے بھی ضرور ترقی کرتے۔ اور نواہی سے بچنا فرشتوں میں نہیں۔ کیونکہ وہ فطرتاً گناہوں سے معصوم ہیں، مخالفت کی مجال نہیں رکھتے۔ تاکہ انہیں روکنے کی ضرورت پیش آئے۔ تو اس سے لازم آیا کہ ترقی اس جزو دوم سے وابستہ ہے۔ اور یہ اجتناب سراسر مخالفت نفس کا نام ہے۔ کیونکہ شریعت خواہشات نفسانی کو دور کرنے اور تاریک اور غلط رسوم کو دفع کرنے کے لیے وارد نازل ہوئی ہے۔ اس لیے کہ نفس کی طبیعت کا تقاضا یا حرام کا ارتکاب ہوتا ہے یا فضول کا اختیار کرنا جو انجام کار حرام تک پہنچا دیتا ہے۔ پس حرام اور فضول سے بچانا عین مخالفتِ نفس ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اوامر کی بجا آوری میں بھی نفس کی مخالفت ہے۔ کیونکہ نفس نہیں چاہتا کہ عبادات

---

[1] بخاری ومسلم شریف بروایت نعمان بن بشیر والحدیث طویل وہٰذا اقطعۃ منہ

Marfat.com

میں مشغول ہو۔ لہٰذا اوامر کا بجالانا بھی ترقی کا مستلزم ہے۔ اور ملائکہ میں چونکہ بجا آوری میں بھی مخالفت مفقود ہے' اس لیے وہ ترقی کا باعث نہیں۔ لہٰذا یہ قیاس مع الفارق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ادائے عبادات میں نفس کی عدم رضا اس وجہ سے ہے کہ وہ فراغت کا طالب ہے۔ نہیں چاہتا کہ اپنے آپ کو کسی چیز سے مقید کرے اور یہ فراغت اور بے قید رہنا حرام یا کم از کم فضول میں داخل ہے۔ پس اوامر کے بجالانے میں بھی نفس کی مخالفت اس حرام یا فضول سے اجتناب کی بنا پر ہے۔ نہ صرف ادائے اوامر کی بنا پر جو فرشتوں کو بھی حاصل ہے۔ لہٰذا قیاس بالکل درست ہے۔ اس لیے ہر وہ طریق جس میں نفس کی مخالفت زیادہ ہے' حق جل وعلا تک پہنچانے میں سب طریقوں سے زیادہ قریب ہوگا۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ مخالفتِ نفس کی رعایت میں طریقہ علیہ نقشبندیہ سب سے بڑھا ہوا ہے۔ کیونکہ ان بزرگوں نے عزیمت پر عمل اختیار کیا ہے' اور رخصت سے اجتناب کرتے ہیں۔ اور سب جانتے ہیں کہ عزیمت میں دونوں جزؤں (حرام اور فضول سے اجتناب) کی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ بخلاف رخصت کے کہ اس میں صرف حرام سے اجتناب ہے۔

اگر کہا جائے' ہوسکتا ہے کہ دوسرے طریقوں نے بھی عزیمت کو اختیار کیا ہو تو میں کہتا ہوں کہ اکثر طریقوں میں سماع اور رقص کا جواز تسلیم کیا گیا ہے۔ جس کی نوبت حیلہ ہائے بسیار کے بعد صرف رخصت تک پہنچتی ہے۔ اس میں عزیمت کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے؟ اسی طرح ذکر جہر' کہ اس کا جواز بھی رخصت کی حد تک ہی متصور ہو سکتا ہے۔ نیز دوسرے سلاسل کے مشائخ نے بعض حقانی نیتوں کے تحت نئے نئے امور جاری کیے ہیں جن کی نہایت درستی صرف رخصت تک ہے۔ بخلاف اس سلسلہ علیہ کے اکابر کے کہ یہ ایک بال برابر بھی سنت کی مخالفت جائز نہیں رکھتے۔ اور اپنی طرف سے نئی چیزیں لانا اور پیدا کرنا روا نہیں رکھتے۔

پس نفس کی مخالفت اس طریقہ میں بر وجہ اتم ہے۔ لہٰذا یہی طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے۔ اس لیے طالب کے لیے یہ طریقہ اختیار کرنا اولیٰ اور انسب ہے۔ کیونکہ یہ نہایت ہی قریب ترین راہ ہے اور ان بزرگوں کا مطلب وہ مقصود بھی کمال بلندی پر واقع ہے۔ ان نقشبندی بزرگوں کے متاخرین خلفا کی ایک جماعت نے ان بزرگوں کے طور و اطوار چھوڑ کر بعض نئی باتیں اس طریقہ میں نکال لی ہیں اور سماع اور رقص اور ذکر جہر اختیار کر لیا ہے۔ اس کا منشا اس بزرگ خانوادہ کے اکابر کی نیتوں کی حقیقت تک نہ پہنچنا ہے۔ ان متاخرین کا خیال ہے کہ محدثات اور مبتدعات سے اس طریقہ کی تکمیل و تتمیم کر رہے ہیں۔ نہیں کہ اس طرح یہ اس طریقہ کی تخریب اور اسے ضائع کرنے میں کوشاں ہیں۔ وَاللّٰهُ يُحِقُّ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ط

مکتوب نمبر (۲۸۷)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے برادر حقیقی حقائق آگاہ میاں غلام محمد کی طرف

Marfat.com

صادر فرمایا: جذبہ اور سلوک اور ان معارف کے بیان میں جو ان دو مقاموں کے مناسب ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهۡتَدِیَ لَوۡ لَاۤ اَنۡ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُ رَبِّنَا بِالۡحَقِّ وَ خَتَمَهُمۡ بِاَفۡضَلِهِمۡ وَاَكۡمَلِهِمۡ مُحَمَّدِ نِ الَّذِیۡ جَآءَ بِالصِّدۡقِ صَلَوٰاتُ اللّٰهِ سُبۡحَانَهٗ وَبَرَكَاتُهٗ وَتَحِيَّاتُهٗ عَلَيۡهِ وَعَلٰۤی اٰلِهٖ وَعَلَيۡهِمۡ وَعَلٰی مَنۡ تَابَعَهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ اِلٰی يَوۡمِ الدِّيۡنِ اٰمِيۡن۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی اور ہم ہدایت یافتہ نہ ہو سکتے اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا۔ بیشک اس کے رسول حق لے کر تشریف لائے اور نبیوں کے سلسلے کو ان کے افضل و اکمل نبی حضرت محمد پر جو سچا دین لے کر تشریف لائے ختم فرمایا۔ صلوات اللہ سبحانہٗ و برکاتہٗ وتحیاتہٗ علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم وعلیٰ من تابعہم اجمعین الی یوم الدین آمین

جب یہ بات دیکھنے میں آئی کہ طالبان طریقت کی ہمت اور پستی فطرت اور شیخ کامل مکمل کی صحبت نصیب نہ ہونے کے باعث راہ طویل اور مطلب بلند کو چھوٹے راستے اور پست مقصد میں پڑ کر نیچے لے آئے ہیں۔ اور راستے میں جو بھی حقیر اور معمولی چیز انہیں میسر آئی اسی پر کفایت کر لی اور اسی کو اپنا مقصد گمان کر لیا۔ اور اپنے آپ کو اتنا کچھ حاصل ہونے پر کامل و منتہی خیال کرتے ہوئے منتہی حضرت اور واصلان درگاہ کو ان حالات کے بیان فرمانے پر جو انہیں انجام کار اور نہایت پر جا کر میسر آتے ہیں' اس پست فطرت جماعت نے قوت متخیلہ کے غلبہ کے باعث ان احوال کاملہ کو اپنے احوال ناقصہ سے مطابق کیا ہے۔ یہ تو وہ قصہ ہوا۔ ع

بخواب اندر مگر موشے شتر شد[1]

ان کم ہمت لوگوں نے نہایت گہرے سمندر سے ایک قطرے بلکہ صورت قطرہ اور دریائے عمان سے ایک چھینٹے بلکہ صورت چھینٹے پر قناعت کر لی ہے۔ چون کو بے چون تصور کرتے ہوئے بے چوں کو چھوڑ کر بیچوں کے ساتھ آرام پذیر ہو گئے ہیں۔ مثل کو بے مثل خیال کرتے ہوئے بے مثل ذات کو بھلا کر مثل پر فریفتہ ہو چکے ہیں۔ ان کے برعکس اس جماعت (عوام مسلمین) کے حالات جو تقلید سے بے چون ذات پر ایمان لائے ہیں اور بے مثل ذات کے گرویدہ ہو چکے ہیں' ان ناتمام سلوک والوں اور سراب کے ساتھ آرام پکڑنے والے تشنہ لبوں کے حالات سے کئی مرتبے بہتر ہیں۔ محق اور مبطل اور مصیب کے درمیان بہت فرق ہے۔ ان مطلب نارسیدہ طالبوں پر افسوس جو محدث کو قدیم اور چوں کو بے چوں خیال کرتے ہیں' اگر ان کے کشف غیر صحیح پر انہیں معذور قرار نہ دیا گیا اور اس خطا اور غلطی پر ان کا مواخذہ کیا گیا...... اے اللہ ہمارا مواخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا خطا

[1] خواب میں چوہا اونٹ بنا ہوا نظر آیا۔

Marfat.com

کر بیٹھیں۔

نارسیدہ طالب کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کعبہ جانے کا طالب ہوا اور شوق سے اس تک پہنچنے کی طرف متوجہ ہوا۔ اتفاق سے راستہ میں اسے خانہ کعبہ کی مثل ایک مکان نظر آیا۔ اگرچہ وہ مشابہت صرف صورت میں ہے۔ اس شخص نے خیال کیا کہ یہی مکان کعبہ ہے اور وہاں معتکف ہو گیا۔

اس کے برعکس دوسرا شخص جس نے واصلان کعبہ سے کعبہ کے خواص معلوم کر کے اس کی تصدیق کی ہو تو اس شخص نے اگرچہ طلب کا کوئی قدم بھی کعبے کی طرف نہیں اُٹھایا' لیکن اس نے غیر کعبہ کو کعبہ نہیں سمجھا' اور اپنی تصدیق میں سچا ہے' اس کا حال خطا میں مبتلا ہو جانے والے مذکورہ طالب سے بہتر ہے۔

ہاں اس طالب کا حال جو ابھی مطلب تک نہیں پہنچا' لیکن غیر مطلب کو مطلب بھی نہیں جانا' مقلد محق سے جس نے مطلب کے راستے کی طرف قدم نہیں اٹھایا' بہتر ہے۔ کیونکہ اس نے مطلوب کی درست تصدیق کے ساتھ ساتھ راہ مطلوب کی مسافت کا کچھ حصہ بھی طے کر لیا ہے۔ لہٰذا افضیلت اس کے لیے ثابت ہے۔

اور ان میں سے بھی ایک گروہ نے خیال کمال اور وہمی وصال کی بنا پر اپنے آپ کو شیخی کے مسند اور خلقت کی پیشوائی کی طرف کھینچ لائے ہیں اور اپنے نقصان کے سبب بہت سے کمالات کی استعداد رکھنے والے ذی استعداد لوگوں کی استعداد کو ضائع کر چکے ہیں۔ اور اپنی صحبت کی ٹھنڈک کی شومی کے باعث طالبوں کی طلب کی حرارت کو زائل کر چکے ہیں۔ ضلوا فاضلوا ضاعوا فاضاعوا۔ خود بھی گمراہ تھے اور دوسرے کو بھی گمراہ کیا اور خود بھی ضائع ہوئے اور دوسروں کو بھی ضائع کیا۔

کمال کا یہ تخیل اور وصال کا یہ وہم سلوک نامکمل کردہ مجذوبوں میں بذریعہ جذب نہ پہنچنے والے سالکوں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ اس لیے مبتدی اور منتہی صورت جذب میں شریک ہیں اور بظاہر عشق و محبت میں مساوی ہیں' اگرچہ فی الحقیقت ایک دوسرے سے کچھ مناسبت نہیں رکھتے۔ اور ہر ایک کے حالات ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ابتدا میں جو کچھ بھی ہے علت اور نقص سے خالی نہیں اور عرض پر محمول ہے۔ اور انتہا میں چونکہ حق کے ساتھ ہوتا ہے اس لیے سب کچھ حق کے لیے ہوتا ہے۔ اس بات کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب ذکر کی جائے گی۔ یہ صوری مشابہت اور یہ ظاہری مناسب اس تخیل کا باعث ہے۔

اور جب کہ طریقہ علیہ نقشبندیہ میں جذبہ سلوک پر مقدم ہے' اس طریق کے مجذوبوں کو جو دولت سلوک سے مشرف نہیں ہوئے ہیں۔ اس قسم کا تخیل اور اس طرح کا وہم بہت زیادہ لاحق ہوتا ہے۔ اور ان میں سے ایک جماعت کو کہ مقام جذبہ میں منقلب احوال حاصل ہوتے ہیں اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف جاتے

Marfat.com

ہیں۔ وہ اس انتقال احوال کو منازل سلوک کا قطع کرنا اور سیر الی اللہ کے راستے کو طے کرنا گمان کرتے ہیں۔ اور ان گردشوں کی بنا پر اپنے آپ کو مجذوب سالک تصور کرتے ہیں۔ اس بنا پر دل ست میں یہ بات قرار پذیر ہوئی کہ حقیقت جذبہ وسلوک اور ان دونوں مقاموں کے درمیان فرق کے بیان میں چند فقرے لکھے جائیں۔ نیز وہ خاصیتیں بھی لکھی جائیں جو ایک کو دوسرے سے ممتاز کرتی ہیں۔ اور جذب مبتدی اور جذب منتہی کے درمیان فرق اور مقام تکمیل وارشاد کی حقیقت اور دوسرے علوم جو اس مقام کے مناسب ہیں' احاطہ تحریر میں لائے جائیں۔

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ○ تا کہ اللہ تعالیٰ حق کو ثابت کرے اور باطل کو مٹا دے۔ اگر چہ مجرم لوگوں کو ناپسند ہی ہو۔

تو میں حق تعالیٰ سبحانہٗ کی حسن توفیق سے اس کا بیان شروع کرتا ہوں۔ اور اللہ سبحانہٗ ہی صحیح راہ کی ہدایت کرتا ہے' اور وہی اچھا کارساز اور اچھا وکیل ہے۔

یہ مکتوب دو مقاصد اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ مقصد اوّل ان معارف کے بیان میں جو مقام جذبہ سے تعلق رکھتے ہیں' اور مقصد ثانی معارف سلوک سے متعلق ہے۔ اور خاتمہ ان متفرق علوم و معارف میں ہے جن کا جاننا طالبوں کے لیے کثیر المنفعت ہے۔

مقصد اوّل: جاننا چاہیے کہ سلوک نامکمل کردہ مجذوب اگر چہ جذب قوی رکھتے ہیں۔ اور جس راہ سے بھی ان کو کھینچا جائے' ارباب قلوب کے گروہ میں داخل ہیں۔ سلوک اور تزکیہ نفس کے بغیر مقام قلب سے آگے نہیں گزر سکتے۔ اور نہ مقلب قلب ذات (حق تعالیٰ) تک پہنچ سکتے ہیں۔ ان کا انجذاب انجذاب قلبی ہے۔ ان کی محبت عرضی ہے ذاتی نہیں۔ نیز ان کی محبت غرض پر مبنی ہے۔ اصلی نہیں کیونکہ اس مقام میں نفس روح سے اور ظلمت نور سے ملی ہوئی ہے۔ مکمل طور پر مقام قلب سے نکلنا اور مقلب قلب ذات سے ملنا اور مطلوب کے ساتھ انجذاب روحی پیدا کرنا اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک مطلوب کی طرف توجہ کے لیے روح نفس سے آزاد نہ ہو۔ اور نفس کا رُوح سے جدا ہونا اور مقام بندگی میں نیچے آنا اس علیحدگی کے بغیر متصور نہیں جب تک یہ دونوں حقیقت میں اکٹھے ہیں حقیقت جامعہ قلبیہ اپنی جگہ مضبوط اور قائم ہے۔ اور خالص روحی انجذاب ممکن نہیں۔ اور روح کا نفس سے علیحدہ ہونا منازل سلوک قطع کرنے' سیر الی اللہ کے راستے طے کرنے اور سیر فی اللہ سے موصوف ہونے کے بعد ہوتا ہے۔ بلکہ مقام ''الفرق بعد الجمع'' جو سیر عن اللہ یا بعد سے تعلق رکھتا ہے' کے حصول کے بعد ہی اس کی صورت بنتی ہے۔

ہر گدائے[1] مرد میداں کے شود پشۂ آخر سلیماں کے شود

تو اس سے منتہی کے جذب اور مبتدی کے جذب کے درمیان فرق واضح ہو گیا۔

1 ہر گدا اگر مرد میدان نہیں بن سکتا۔ مچھر آخر سلیمان کا ہم پایہ کیسے ہوسکتا ہے؟

Marfat.com

ان ارباب قلوب مجذوبوں کا شہود پردہ کثرت میں ہے۔ وہ اس معنی کو جانیں یا نہ جانیں' اوران کا شہود اس عالم کثرت میں نہیں۔ مگر صرف عالم ارواح جو لطافت' احاطہ اور سریان میں اپنے موجد سے صورتاً مشابہت رکھتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔

اور اس مناسبت کے سبب رُوح کے شہود کو حق تعالیٰ وتقدس کا شہود سمجھ لیتے ہیں۔ اور احاطہ وسریان اور قرب ومعیت بھی اسی قیاس پر ہے۔ اس لیے کہ سالک کی نگاہ صرف مقام فوق تک عبور کر سکتی ہے مقام فوقِ فوق تک نہیں جا سکتی۔ اور ان کا مقام فوق مقام روح ہے۔ پس ان کی نظر مقام روح سے زیادہ بلند نہیں جا سکتی۔ اور ان کا مشہور روح کے سوا کوئی اور امر نہیں ہوتا۔ روح سے اوپر نظر کا جانا اس پر موقوف ہے کہ سالک مقام روح میں پہنچ جائے۔ محبت اور انجذاب بھی شہود کی طرح ہیں۔ حق سبحانہٗ کا شہود بلکہ جناب قدس خداوندی کی محبت اور اس کی طرف انجذاب فنا کے حاصل ہونے سے وابستہ ہے جسے سیر الی اللہ کی نہایت سے تعبیر کرتے ہیں۔

ہیچکس[1] راتا نہ گردد اوفنا نیست راہ دربار گاہِ کبریا

اس مقام میں شہود کا اطلاق میدانِ عبارت کی تنگی کے باعث ہے۔ ورنہ ان بزرگوں کا کارخانہ متعارف شہود سے وراء الوراء ہے' اور جس طرح ان کا مقصد بے چون وبے چگون ہے ان کا اتصال بھی حق سبحانہٗ کے ساتھ بے چون وبے چگون ہے۔ چون کے لیے بے چون ذات کی طرف کوئی راستہ نہیں۔ لَا یَحْمِلُ[1] عَطَایَا الْمَلِکِ اِلَّا مَطَایَاہُ۔

اتصالے[2] بے تکیف و بے قیاس! ہست رب الناس رابا جانِ ناس

احاطہ' سریان اور اس ذات سبحانہٗ کا قرب ومعیت محققین اربابِ سلوک کے نزدیک جو نہایت کار تک پہنچ چکے ہیں' علمی ہے۔ جیسا کہ علمائے اہل حق شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کا مسلک ہے۔ قرب ذاتی اور اس طرح کی دوسری باتیں ان کے نزدیک بے حاصلی اور دوری میں داخل ہیں۔ خدا تعالیٰ کے لیے قرب ذاتی کے قائل نہیں ہیں۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں:

"جو یہ کہے کہ میں خدا کے نزدیک ہوں وہ دور ہے۔ اور جو اپنے آپ کو دور سمجھے وہ نزدیک ہے"

تصوف یہ ہے۔

وہ علم جو توحید وجودی سے تعلق رکھتا ہے' اس کا منشا انجذاب اور محبت قلبی ہے۔ ارباب قلوب جنہوں نے جذبہ پیدا نہ کیا ہو اور سلوک کے راستے سے منازل طے کر رہے ہوں' یہ علم ان سے مناسبت نہیں رکھتا۔ اسی طرح جو

---

[2] کوئی شخص بھی جب تک فنا کا مقام نہ پائے بارگاہِ کبریا تک راستہ نہیں پا سکتا۔

[1] بادشاہ کی عطاؤں کو اسی کی سواریاں اٹھا سکتی ہیں۔

[2] لوگوں کے رب کا لوگوں کے ساتھ اتصال بے کیف ہے اور قیاس میں نہیں آسکتا۔

Marfat.com

مجذوب سلوک کے ذریعے قلب سے کلیۃً مقلبِ قلب (حق تعالیٰ) کی طرف متوجہ ہیں وہ بھی ان علوم سے برأت کا اظہار اور استغفار کرتے ہیں۔

بعض مجذوب ایسے بھی ہوتے ہیں جو اگرچہ سلوک کے راستے سے آتے ہیں اور منازل طے کرتے ہیں۔ لیکن ان کی نظر مقام مالوف سے قطع نہیں ہوتی، اور رُخ اوپر کی طرف نہیں کرتے۔ اس قسم کے علوم ان کا دامن نہیں چھوڑتے، اور اس گرداب سے باہر نہیں آتے۔ اس لیے مدارج قرب میں عروج اور معارج قدس تک چڑھنے سے قاصر اور لنگڑے ہیں۔

[3] رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ○	اے اللہ! ہمیں ایسی بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی ولی مقرر کر اور اپنے پاس سے ہمارے لیے کوئی مددگار کھڑا کر۔

نہایت مطلب تک پہنچنے کی علامت یہ ہے کہ اس طرح کے علوم سے سالک بیزاری کا اظہار کرے کیونکہ جس قدر تنزیہہ کے ساتھ زیادہ مناسبت پیدا ہوگی عالم کو صانع کے ساتھ زیادہ بے مناسب پائے گا۔ اس وقت عالم کو صانع کا عین جاننا صانع کو عالم کا محیط بالذات گمان کرنا کچھ معنی نہیں رکھتا۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

معرفت: حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرّہ الاقدس نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو ہدایت میں درج کرتے ہیں۔ اس عبارت کے معنی یہ ہیں کہ جو انجذاب و محبت منتہی حضرات کو انتہاء میں جا کر میسر آتی ہے، اس طریقہ میں وہ انجذاب و محبت ابتدا میں درج ہے۔ اس لیے کہ منتہی کا انجذاب انجذاب روحی ہے اور مبتدی کا جذب جذب قلبی۔ اور قلب چونکہ روح اور نفس کے درمیان برزخ ہے۔ اس لیے جذب قلبی کے ضمن میں جذب روحی بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اور تمام جذبات میں اس معنی کے حاصل ہونے کے باوجود اندراج کی یہ تخصیص اس طریقہ کے ساتھ اس بنا پر ہے کہ اس خانوادہ کے اکابر نے اس معنی کے حصول کے لیے ایک طریقہ وضع کیا ہے، اور اس مطلب تک پہنچنے کے لیے ایک راستہ متعین کیا ہے اور دوسروں کو یہ معنی اتفاق سے نصیب ہو جاتا ہے۔ اسے حاصل کرنے کے لیے ان کے پاس کوئی ضابطہ اور قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ نیز ان بزرگوں کی جذبہ کے مقام میں خاص شان ہے جو دوسروں کو میسر نہیں۔ اور اگر ہے بھی تو بہت کم۔ اسی بنا پر اس سلسلہ کے بعض کو اس مقام میں منازل سلوک طے کرنے کے بغیر ہی اربابِ سلوک کی فنا و بقا کے مشابہ ایک فنا و بقا حاصل ہوتی ہے۔ اور مقام تکمیل سے جو

[3] سورۂ نساء پارہ والمحصنات

Marfat.com

مقام سیر عن اللہ باللہ کے مشابہ ہوتا ہے، کچھ حصہ میسر آتا ہے جس کے ساتھ وہ مستعدوں کی تربیت کرتے ہیں...... اس بحث کی پوری تحقیق ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب سپرد قلم کی جائے گی۔

یہاں ایک نکتہ ہے جس کا بیان یوں ہے کہ روح کے لیے بدن کے ساتھ متعلق ہونے سے پہلے اپنے مقصود کی طرف توجہ حاصل تھی۔ جب بدن سے متعلق ہوئی تو وہ توجہ زائل ہو گئی۔ اس بلند سلسلہ کے اکابر نے اس توجہ سابق کے ظہور کے لیے طریقہ وضع فرمایا۔ لیکن جب کہ رُوح بدن سے متعلق ہو تو توجہ قلبی موجود رہتی ہے، جو نفس اور روح دونوں کی توجہ کی جامع ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ توجہ روحی توجہ قلبی میں مندرج ہے۔ لیکن وہ روحی توجہ جو منتہی حضرات کو نصیب ہوتی ہے، روح کو فنا اور حقانی وجود کے ساتھ بقا حاصل کرنے کے بعد ہوتی ہے۔ اور اس بقا کو بقا باللہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور جو روحی توجہ توجہ قلبی کے ضمن میں ہوتی ہے۔ بلکہ روح کی جو توجہ بدن کے ساتھ متعلق ہونے سے پہلے تھی، وہ توجہ سے جو ہستی روح کے ہوتے ہوئے ہے جس کی طرف ابھی فنا کو راستہ نہیں ملا۔ اور رُوح کی ہستی کے ہوتے ہوئے اور اس کی اس توجہ میں جو فنا ہونے کے بعد ہے، بہت فرق ہے۔ پس توجہ قلبی میں درج شدہ توجہ روحی کو نہایت کہنا اس اعتبار سے ہے کہ رُوح ہی کی توجہ ہے جو نہایت میں جا کر باقی رہتی ہے۔ تو نہایت کے بدایت میں درج ہونے سے مراد یہ ہے کہ صورتِ نہایت بدایت میں درج ہے، نہ کہ نہایت کی حقیقت۔ کیونکہ اس کا بدایت میں اندراج محال ہے۔ ممکن ہے صورت کا لفظ اس طریقہ کے طالبین کی ترغیب کے لیے ظاہر نہ کرتے ہوں۔ اور اصل بات وہی ہے جس کی میں نے بعون اللہ تعالیٰ تحقیق کی ہے۔

اور سابقین جن کا انجذاب بلا عمل اور بلا کسب ہے۔ بلکہ وہ توجہ اور حضور سے آئے ہیں، ان کا انجذاب بھی قلبی ہے۔ اور روح کی توجہ سابق کا اثر ہے، جو بدن سے متعلق ہونے کا باوجود بالکل زائل نہیں ہوا۔ توجہ سابق کے ظہور کے لیے کسب و عمل کی ضرورت اس جماعت کے لیے جو بدن سے متعلق ہونے کی وجہ سے توجہ سابق کو بالکل فراموش کر چکے ہیں۔ کسب توجہ سابق پر گویا تنبیہ ہے اور اس گم شدہ دولت کی یاد دہانی ہے۔ لیکن توجہ سابق کو بھلا دینے والے مذکورہ سابقین سے زیادہ لطیف الاستعداد ہیں۔ اس لیے کہ توجہ سابق کا بالکلیہ نسیان بدن کی طرف بالفعل کلی توجہ اور اس میں گم ہونے کی خبر دیتا ہے۔ اور توجہ کا عدم نسیان اس طرح نہیں۔ غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ سابقین میں وہ توجہ عموم و سریان کو کلیۃً ان میں پیدا کر دیتی ہے اور ان کا بدن بھی رُوح کا حکم اختیار کر لیتا ہے۔ جیسا کہ محبوب و مراد لوگوں کی شان ہے۔ لیکن محبوبوں کی سرایت اور سابقین کی سرایت میں ایسا فرق ہے جیسا حقیقت شے اور صورت شے میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس کے جاننے والوں پر ظاہر ہے۔ ہاں محبانِ واصل اور مریدانِ کامل کے لیے بھی اس قسم کے شمول (ایک قسم کی کیفیت) کا تحقق ہوتا ہے، لیکن بجلی کی طرح لحہ بھر کے لیے۔ دائمی نہیں۔ دائمی شمول محبوبوں کا خاصہ ہے۔

معرفت: ارباب قلوب مجذوب جب مقام قلب میں قرار اور پختگی حاصل کرتے ہیں اور معرفت وصحو جو اس مقام

Marfat.com

کے مناسب ہے انہیں میسر آتی ہے تو ان سے بھی طالبوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اور طالبوں کی جماعت کو ان کی صحبت سے انجذاب اور محبت قلبی حاصل ہوتی ہے۔ اگرچہ ان سے کمالات تک نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ وہ ابھی خود حدِ کمال کو نہیں پہنچے ہوتے۔ دوسرے کے لیے حصول کمال کا ذریعہ کیسے بن سکتے ہیں؟ مشہور ہے کہ ناقص سے کامل چیز ظہور میں نہیں آ سکتی۔ ان مجذوبوں سے جو فائدہ بھی پہنچتا ہے' ارباب سلوک کے افادہ سے زیادہ ہوتا ہے۔ اگرچہ ارباب سلوک نہایت سلوک کو پہنچ چکے ہوں اور منتہی حضرات کا جذب اپنے اندر پیدا کر لیں۔ لیکن انہیں مقام قلب میں براستہ سیر عن اللہ باللہ نیچے نہیں لایا گیا۔ کیونکہ عالم کی طرف غیر مرجوع منتہی تکمیل وافادہ کا مرتبہ نہیں رکھتا۔ اس کی عالم سے کچھ مناسبت اور توجہ باقی نہیں رہی تاکہ اس سے فائدہ پہنچ سکے۔

اور شیخ مقتدا کو جو برزخ کہتے ہیں' اس لحاظ سے کہتے ہیں کہ وہ مقامِ برزخیت کے مقام میں جو مقام قلب ہے نیچے آ چکا ہوتا ہے۔ اور روح ونفس دو جہت سے اس نے حصہ وافر لے لیا ہوتا ہے روح کی جہت سے فوق سے استفادہ کرتا ہے اور نفس کی جہت سے اپنے ماتحت کو فائدہ پہنچاتا ہے کیونکہ اس کے لیے حق سبحانہ' اور خلق دونوں کی طرف توجہ جمع ہو چکی ہوتی ہے۔ ان دونوں میں سے کوئی توجہ دوسری کے لیے حجاب اور پردہ نہیں۔ لہٰذا بیک وقت افادہ اور استفادہ اس کے لیے حاصل ہے۔ بعض مشائخ اس برزخیت کو برزخیت بین الخلق والحق کہتے ہیں۔ اور شیخ صاحب برزخ کو جامع بین التشبیہ والتنزیہ قرار دیتے ہیں۔

پوشیدہ نہ رہے کہ اس طرح کہ برزخیت جس کی بنا سکر پر ہے شیخی کے مقام کے لائق نہیں۔ جس کا مبنیٰ صحو پر ہے۔ اس لیے کہ ان کا نفس اس مقام میں انوار روح کے غلبات میں مندرج ہے۔ اور یہی اندراج سکر کا منشا ہے۔ اور قلب کی برزخیت کے مقام میں نفس اور روح ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ اس لیے لامحالہ یہاں سکر کی گنجائش نہیں بلکہ یہاں صحو ہی صحو ہے جو مقام دعوت کے لائق ہے اسے ذہن میں رکھو۔

شیخ کامل کو مقام قلب میں جب نیچے لاتے ہیں' تو وہ برزخیت کی وجہ سے عالم کے ساتھ مناسبت پیدا کر لیتا ہے' اور کمالات کی استعداد رکھنے والوں کے لیے حصول کمالات کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اور مقام قلب میں قرار پذیر مجذوب بھی عالم سے مناسبت رکھتا ہے اور اپنی توجہ ان سے روک کر نہیں رکھتا۔ اور انجذاب اور محبت سے بھی اگرچہ قلبی ہی ہے حصہ رکھتا ہے۔ اس لیے فائدہ پہنچانے کا راستہ اس پر بھی کھلا ہے۔

بلکہ میں کہتا ہوں کہ مجذوب متمکن (مقام قلب میں قرار پذیر) سے فائدہ پہنچنے کی مقدار خلق کی طرف لوٹائے گئے منتہی کے افادہ کی مقدار سے زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن منتہی کی کیفیت افادہ مجذوب کی کیفیت افادہ سے زیادہ ہے۔ اس لیے کہ خلق کی طرف لوٹائے گئے منتہی کو بھی اگرچہ جہاں سے مناسبت پیدا ہو چکی ہے۔ تاہم یہ مناسبت صرف صورت میں ہے ورنہ یہ منتہی حقیقت میں عالم سے جدا ہے' اور اصل کے رنگ سے رنگین اور اس کے ساتھ بقا حاصل کر چکا ہے۔ اور اس مجذوب کو عالم کے ساتھ حقیقۃً مناسبت ہے' اور اس کا شمار عالم کے افراد میں ہے۔ اور

Marfat.com

اسی بقا کے ساتھ باقی ہے جس کے ساتھ عالم باقی ہے۔ اسے لیے لامحالہ طالبین مناسبت حقیقی کی وجہ سے مجذوب سے زیادہ فائدہ حاصل کرتے ہیں اور مخلوق کی طرف برائے دعوت لوٹائے گئے منتہی سے کم۔

لیکن کمالاتِ ولایت کے مراتب کا افادہ منتہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ پس ضروری بات ہے کہ فائدہ پہنچانے میں منتہی کا پہلو راجح ہے۔ نیز منتہی کے لیے فی الحقیقت ہمت اور توجہ نہیں ہے۔ اور مجذوب صاحب ہمت اور صاحب توجہ ہے۔ ہمت اور توجہ سے طالب کا کام آگے لے جاتا ہے' اگرچہ لکمال تک نہیں پہنچا سکتا۔ نیز طالبوں کو مجذوبوں سے نہایت توجہ جو حاصل ہوتی ہے وہی روح کی پہلی توجہ ہے جس کو وہ فراموش کر چکے تھے۔ اور مجذوبوں کی صحبت میں پھر انہیں یاد آئی اور توجہ قلبی کے اندراج کی صورت میں حاصل ہوئی۔ بخلاف اس توجہ کے جو منتہی حضرات کی صحبت میں پیدا ہوتی ہے۔ یہ نئی توجہ ہے جو پہلے بالکل موجود نہ تھی۔ اور یہ فنائے روح بلکہ اس کے وجود حقانی کے ساتھ بقا پر موقوف تھی۔ تو ضروری طور پر توجہ اول بہت ہی سہل الحصول ہے۔ اور دوسری توجہ کا حصول دشوار ہے۔ آسان چیز زیادہ پائی جاتی ہے اور مشکل شے کم۔ یہیں سے یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ جہت جذبہ کے حاصل کرنے میں شیخ مقتدا واسطہ نہیں۔ کیونکہ یہ نسبت طالب کو اول سے ہی حاصل ہو چکی ہوتی ہے۔ نسیان کے باعث طالب کو صرف تنبیہ اور تعلیم کی حاجت تھی۔ لہٰذا اس شیخ کو شیخ تعلیم کہتے ہیں' نہ کہ شیخ تربیت۔

اور جہت سلوک میں منازل سلوک طے کرنے کے لیے شیخ مقتدا کی حاجت اور اس کی تربیت ضروری ہے۔ شیخ مقتدا کو نہیں چاہیے کہ اس قسم کے مجذوب متمکن کو افادہ عام کی اجازت دے اور تکمیل اور پیری کے مقام پر بٹھائے۔ کیونکہ بعض طالب ایسے ہوتے ہیں جن کی استعداد بلند ہوتی ہے اور کمال و تکمیل کی قابلیت اپنے اندر بدرجہ اتم رکھتے ہیں۔ اگر یہ اس مجذوب کی صحبت میں آ پڑے تو احتمال ہے کہ وہ استعداد ضائع ہو جائے اور وہ قابلیت برطرف ہو جائے۔ مثلاً وہ زمین جو زراعت گندم کی پوری قابلیت رکھتی ہو' اگر اعلیٰ بیج اس میں بوئیں گے تو بیج کی استعداد کے اندازہ کے مطابق اچھا پھل دیگی اور اگر اس زمین میں ردی گندم یا چنا بیج دیں گے تو اچھا پھل کیا زمین کی قابلیت ہی سلب ہو کر رہ جائے گی۔

فرضاً اگر شیخ مقتدا اسے اجازت دینے میں مصلحت دیکھے اور فائدہ پہنچانے کا معنی اس میں پائے تو چاہیے کہ اس کے افادے کو بعض قیود کے ساتھ مقید کرے۔ مثلاً یہ کہ اس کے طریق افادہ میں طالب کی مناسبت ظاہر ہو۔ اور یہ کہ اس کی صحبت میں طالب کی استعداد ضائع نہ ہونے پائے۔ اور یہ کہ وہ مجذوب اس سرداری اور اقتداء میں نفس کی سرکشی کا شکار نہ ہو۔ کیونکہ تزکیہ نفس نہ ہونے کے باعث ابھی اس سے خواہش نفسانی زائل نہیں ہوئی۔ اور جب اس مجذوب متمکن کو یہ معلوم ہو جائے کہ طالب اس سے پہنچنے والے فائدہ کی انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ لیکن طالب کی استعداد میں ابھی ترقی کی قابلیت موجود ہے۔ تو اس پر معنی کو ظاہر کر دے اور اسے اپنے پاس سے جانے کی اجازت دیدے تاکہ وہ اپنا کام کسی دوسرے شیخ سے جا کر مکمل کرے۔ اور اپنے منتہی ہونے کا دعویٰ نہ

Marfat.com

کریں۔اور اس حلیہ سے طالبوں کی راہ زنی کے مرتکب نہ ہوں۔اسی طرح کہ اور شرائط جو اُن کے وقت اور حال کے مناسب جانے انہیں بیان کرے۔اور یہ وصیت مکمل کر کے اسے رخصت دے۔

لیکن دعوت وارشاد کی خاطر مخلوق کی طرف لوٹایا گیا منتہی صاحب معرفت افادہ اور تکمیل میں ان قیود کا محتاج نہیں۔کیونکہ اس میں جامعیت کی وجہ سے تمام طرق واستعدادات کے ساتھ مناسبت ہے۔ہر شخص استعداد اور مناسبت کے اندازہ کے مطابق اس سے حصہ پائے گا۔اگرچہ شیوخ اور مقتدا ارباب معرفت کی صحبت میں قوت اور ضعف کی مناسبت جلد یا بدیر فیضیاب ہونے میں فرق ہے۔تاہم اصل افادہ میں تمام مساوی الاقدام ہیں۔

شیخ مقتدا کے لیے افادہ طالب کے وقت جناب حق سبحانہٗ میں التجاء اور اس اشتہاء کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کی پوشیدہ گرفت کے خوف سے اس کی مضبوط رسی کو تھامے رکھے۔اور یہ التجاء نہ صرف اس کام میں بلکہ تمام کاموں اور تمام اوقات میں حق سبحانہٗ نے اس کو عطا فرمادی ہے' ہر وقت اور ہر فعل میں اس سے جدا نہیں ہوسکتی۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ○

مقصد ثانی: اُن امور کے بیان میں سلوک سے تعلق رکھتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ طالب جب سلوک کے راستہ سے فوق کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اگر اس اسم تک جو اس کا رب ہے' پہنچ جائے اور اس میں فانی اور ہلاک ہو جائے تو فنا کا اطلاق اس پر درست ہو جاتا ہے۔اور اس اسم کے ساتھ بقا کے بعد بقا کا اطلاق بھی اس کے لیے مسلم ہو جاتا ہے۔اور فنا اور بقا کے ساتھ ولایت کے مرتبہ اوّل کے ساتھ مشرف ہو جاتا ہے۔لیکن یہاں تفصیل ہے جس کے لیے بات پھیلا کر کرنا ضروری ہے۔

تمہید: ذات تعالیٰ وتقدس سے جو فیض پہنچتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔ایک قسم تو وہ ہے جس کا بندے کی ایجاد' ابقاء تخلیق' ترزیق اور اسے زندگی دینے اور مارنے وغیرہ سے تعلق ہے۔اور دوسری قسم ایمان' معرفت اور مراتب ولایت ونبوت کے کمالات سے تعلق رکھتی ہے۔فیض کی قسم اول صرف واسطہ صفات سے ہے' اور بس۔اور فیض کی دوسری قسم بعض کو صفات کے واسطہ سے اور بعض کو شیونات کے ذریعہ سے پہنچتی ہے۔اور صفات اور شیونات کے درمیان فرق بہت باریک ہے' جو محمدی المشرب اولیاء میں سے بھی بہت کم پر ہی ظاہر ہوتا ہے۔اور یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کسی نے اس کے متعلق گفتگو کی ہو۔خلاصہ فرق یہ ہے کہ صفات تو ذات تعالیٰ وتقدس پر زائد وجود کے ساتھ خارج میں موجود ہیں۔اور شیونات ذات عزّ سلطانہ میں صرف درجہ اعتبار میں ہیں۔

یہ بحث ایک مثال سے واضح اور روشن ہو جاتی ہے۔پانی بالطبع اوپر سے نیچے کو آتا ہے۔یہ طبعی فعل اس میں حیات' علم' قدرت اور ارادہ پیدا کرتا ہے۔کیونکہ ارباب علم اپنے ثقل کے واسطہ سے اپنے علم کے تقاضا کے مطابق اوپر سے نیچے کو آتے ہیں اور فوق کی طرف توجہ نہیں کرتے۔اور علم حیات کے تابع ہے' اور ارادہ علم کے تابع ہے۔اور ارادہ سے قدرت بھی ثابت ہوگئی۔کیونکہ ارادہ احد المقدورین کے ساتھ پانی کی ذات پر صفات زائدہ

Marfat.com

بھی ثابت تسلیم کی جائیں تو وہ زائد وجود کے ساتھ بمنزلہ صفات ہیں۔ پانی کو پہلے اعتبارات کی وجہ سے حی' عالم' قادر اور مرید نہیں کہہ سکتے۔ ان ناموں کے لیے صفات زائدہ کا وجود درکار ہے۔ پس بعض مشائخ کی عبارت میں جو پانی کے لیے مذکورہ ناموں کے اثبات کے لیے واقع ہوا ہے۔ اس کا مبنیٰ شیون اور صفات میں عدم فرق ہے' اسی طرح وجود صفات کی نفی کا حکم بھی عدم فرق پر محمول ہے۔

شیون اور صفات میں دوسرا فرق یہ ہے کہ شیون صاحب شیون کے روبرو ہیں اور صفات کا مقام اس طرح نہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور وہ اولیاء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو آپ کے قدم پر ہیں۔ ان کے لیے فیض ثانی کا وصول شیونات کے واسطہ سے ہے۔ اور باقی انبیاء اور اولیاء صلوات اللہ تعالیٰ و برکاتہ' علیٰ نبینا و علیہم وعلیٰ جمیع اتباعہم کی وہ جماعت جو ان کے قدم پر ہے ان کے لیے اس فیض بلکہ فیض اول کا پہنچنا صفات کے واسطہ سے ہے پس ہم کہتے ہیں جو اسم آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رب اور دوسرے فیض کے پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ وہ شان العلم کا ظل ہے۔ اور یہ شان تمام اجمالی اور تفصیلی شیونات کی جامع ہے۔ اور وہ ظل شان علم کہیے ذات تعالیٰ و تقدس کی قابلیت بلکہ تمام اجمالی اور تفصیلی شیونات کی قابلیت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ یہ قابلیت اگرچہ ذات عز سلطانہٗ اور شان العلم کے درمیان برزخ ہے۔ لیکن جبکہ اس کی ایک جہت بے رنگ ہے۔ اور وہ ذات تعالیٰ و تقدس کی جہت ہے۔ لہٰذا برزخ میں بھی اس کا رنگ پیدا نہیں ہوتا۔ پس وہ برزخ دوسری جہت کے رنگ سے جو کہ شان العلم ہے' رنگین ہے۔ اس لیے ناچار اسے اس ظل شان کا ظل کہا ہے۔ نیز ظل شے دوسرے مرتبہ میں ظہور شے سے عبارت ہے۔ اگرچہ شبہ اور مثال کی صورت ہی میں ہو۔ اور جبکہ برزخ کا حصول طرفین کے حصول کے بعد ہے۔ تو لامحالہ یہ برزخ مکاشفہ کے وقت اس شان کے تحت منکشف ہوتا ہے۔ تو اوّل سے آخر تک اس ظہور کے اعتبار سے ظلیت کا اطلاق مناسب واقع ہوا۔

اور اولیاء اللہ کا ایک گروہ جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم وبارک کے قدم مبارک پر ہے۔ وہ اسماء جو ان کے رب ہیں فیض ثانی کے وصول ہیں' اس قابلیت کے ظلال ہیں۔ اور اس ظل مجمل کے لیے تفاصیل کی طرح ہیں۔ اور باقی انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ' علیٰ نبینا و علیہم کے رب اور بعض کے لیے فیض اول اور ثانی کے وصول کا واسطہ قابلیات کا ذات عز سلطانہٗ کے ساتھ اتصاف ہے صفات موجودہ زائدہ کے ساتھ۔ اور وہ گروہ جو ان کے قدموں پر ہے فیض اول وثانی کے پہنچنے میں ان کے رب صفات ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے فیض اول کے وصول کا واسطہ اور ذریعہ تمام صفات کے ساتھ ذات تعالیٰ و تقدس کی قابلیت اتصاف ہے۔ گویا وہ تمام قابلیتیں جو باقی انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ و برکاتہ' علیٰ نبینا و علیہم کے لیے فیوض کے وسائل کی قابلیات ہیں' اس قابلیت جامع کے ظلال ہیں۔ اور اس جامع مجمل کے لیے بمنزلہ تفاصیل ہیں۔ اور وہ گروہ جو آں سرور علیہ علیہم الصلوٰۃ والتحیۃ کے قدم مبارک پر ہے' ان کے لیے بھی فیض اول کے وصول کے وسائط ایک جدا چیز یعنی صفات ہیں۔ پس محمدی سالک

Marfat.com

کے لیے فیض اول کے وصول کے ذرائع اور وسائل فیض ثانی کے وصول کے وسائط سے جدا ہیں۔ بخلاف دوسروں کے کہ ان کے لیے ایک ہی چیز ہے۔ یعنی صفات۔

جن بعض مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رب کو قابلیتِ اتصاف میں منحصر قرار دیا ہے' ان کے اس قول کا منشا شیون اور صفات کے درمیان عدم فرق بلکہ مقام شیون سے عدم علم ہے۔

وَاللّٰهُ يُحِقُّ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ ط

تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کا رب ربُّ الارباب ہے۔ مقام شیون میں بھی اور خانہ صفات میں بھی۔ اور وہی دونوں قسم کے فیض کے وصول کا واسطہ اور ذریعہ ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت کے مراتب کمالات کے فیض کا وصول ذات ہے بے واسطہ امر زائد۔ کیونکہ شیون عین ذات ہیں۔ ان میں زیادتی کا اعتبار مخترعات عقل میں سے ہے۔ لہٰذا تجلی ذاتی آپ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور آپ کے کامل پیروکار چونکہ آپ کے راستے سے فیض لیتے ہیں' اس لیے انہیں بھی اس مقام سے حصہ ملتا ہے۔ اور دوسروں کے لیے چونکہ صفات کے وسائط درمیان میں ہیں' اور صفات دو وجود زائد کے ساتھ موجود ہیں' اس لیے ایک مضبوط مانع درمیان میں واقع ہوگیا اور تجلی ذاتی ان کے حصے آگئی۔

جاننا چاہیے کہ قابلیت اتصاف اگرچہ ایک اعتبار ہے' تاہم اس کا کوئی وجود زائد نہیں۔ کیونکہ صفات موجود میں ان کی قابلیات موجود نہیں۔ لیکن چونکہ قابلیات ذات وصفات بلکہ شیون وصفات کے درمیان برزخ ہیں' اور برزخ اپنی دونوں طرفوں کا رنگ رکھتا ہے۔ اس بنا پر قابلیات نے بھی صفات کا رنگ پکڑ کر حائل اور مانع ہونے کی حیثیت اختیار کرلی۔

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست
دردِل دیدہ اگر نیم موست بسیار است[1]

اس سے واضح ہوا کہ ذات تعالیٰ وتقدس کا بے پردہ ظہور تجلی شہودی کے منافی نہیں۔ لیکن تجلی وجودی کے منافی ہے۔ لہٰذا آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے لیے مختلف کمالاتِ ولایت کے وصول فیض کی جانب میں کوئی حائل اور حجاب واقع نہ ہوا۔ اور فیض وجودی کے وصول کی جانب میں حائل درمیان میں آیا جسے قابلیت اتصاف سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے اس کا بیان گزرا۔

سوال: یہ نہ کہا جائے کہ جب شیون اور ان کی قابلیت اعتباراتِ عقل میں سے ہیں تو ان کے لیے وجود عقلی ثابت ہوا۔ اور اس سے حجاب علمی لازم آتا ہے۔

غایۃ ما فی الباب اتنی بات ہے کہ صفات کے حجابات خارجی ہیں اور شیون کے علمی۔ اس لیے کہ میں اس

---

[1] دوست کا فراق اگر تھوڑا بھی ہو تو تھوڑا نہیں۔ آنکھ میں آدھا بال بھی پڑا ہو تو بہت ہے۔

Marfat.com

کا جواب یہ دوں گا کہ موجود ذہنی موجود خارجی کے درمیان پردہ نہیں بن سکتا۔ بلکہ موجود خارجی کے لیے پردہ صرف موجود خارجی ہی بن سکتا ہے۔ اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو بعض معارف کے حصول سے حجاب علمی کا درمیان سے ارتفاع ممکن ہے۔ بخلاف حجاب خارجی کے کہ اس کا زوال ممکن نہیں۔

جب یہ مقدمات معلوم ہو گئے تو جان لو کہ سالک اگر محمدی ہے تو اس کی سیر کی منتہا جس کو سیر الی اللہ کہتے ہیں شان کی ظل تک ہے جو اس کا اسم ہے۔ اور اس اسم میں فنا کے بعد فنا فی اللہ سے مشرف ہوتا ہے۔ اور اگر اس اسم کے ساتھ بقا حاصل ہو گئی تو بقا باللہ بھی اسے میسر آ گئی اور اس فنا و بقا کے ساتھ ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور اگر محمدی المشرب نہ ہو تو صفت کی قابلیت یا نفس صفت تک جو اس کا رب ہے پہنچتا ہے۔ اور اگر اس اسم میں فانی ہو گیا تو اس پر فانی فی اللہ کا اطلاق نہیں کر سکتے۔ اسی طرح اس اسم میں بقا کی صورت میں وہ باقی باللہ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اسم اللہ اس مرتبہ سے عبارت ہے جو تمام شیون و صفات کا جامع ہے اور جب شیون ذات پر محض درجہ اعتبار میں زائد ہیں اس لیے وہ درحقیقت عین ذات ہیں اور ایک دوسرے کا بھی عین ہیں۔ لہٰذا ایک اعتبار میں فنا ہونا سب اعتبارات کے ساتھ بقا ہے۔ پس فانی فی اللہ اور باقی باللہ اس صورت میں کہنا درست ہو جاتا ہے۔ بخلاف جانب صفات کے کہ وہ ذات پر زائد وجود کے ساتھ موجود ہیں۔ ان کی مغائرت ذات عز سلطانہٗ اور ایک دوسرے کے ساتھ ایک امر واقعی ہے اعتبار نہیں۔ لہٰذا ایک صفت میں فنا ہونا تمام میں فنا ہونے کو مستلزم نہیں۔ یہی حال بقا کی جانب میں ہے تو اس فانی کو کسی طور پر بھی فانی فی اللہ اور باقی کو باقی باللہ نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ مطلق فانی اور باقی کہہ سکتے ہیں۔ یا کسی صفت کے ساتھ مقید کر کے کہہ سکتے ہیں۔ یعنی صفتِ علم میں فانی یا صفت علم کے ساتھ باقی۔ اس سے صاف ظاہر ہوا کہ محمدیوں کی فنا سب سے اتم اور ان کی بقا سب سے اکمل ہے۔

نیز عروج محمدی چونکہ جانب شیون میں ہے۔ اور شیون کو عالم کے ساتھ کچھ بھی مناسبت نہیں۔ کیونکہ صفات کا ظل ہے نہ کہ شیون کا پس سالک کی ایک شان میں فنا اس کی فنائے مطلق کو مستلزم ہے۔ ایسے طور پر کہ سالک کے وجود کی بقا اور اس کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا۔ اسی طرح بقا کی صورت میں پورے طور پر اس شان کے ساتھ باقی ہو جاتا ہے۔ بخلاف صفت میں فانی کے کہ اس میں پورے طور پر اپنے سے باہر نہیں آتا اور اس کا اثر زائل نہیں ہوتا۔ کیونکہ سالک کا وجود اسی صفت کا اثر اور اس کا ظل ہے۔ پس اصل کا ظہور ظل کے وجود کو بالکل محو کرنے والا نہیں ہوتا۔ اور بقا فنا کے اندازہ کے مطابق ہوتی ہے۔ پس محمدی المشرب صفات بشریت کی طرف رجوع سے مامون اور ردّ کے خوف سے محفوظ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ کلیۃً اپنے سے باہر آ چکا ہوتا ہے اور ذات سبحانہٗ کے ساتھ بقا حاصل کر چکا ہوتا ہے۔ اس مقام میں رجوع محال اور ممنوع ہے۔ بخلاف فنائے صفاتی کی صورت میں کہ یہاں سالک کے وجود کا اثر باقی رہنے کے واسطہ سے رجوع اور عود ممکن ہے۔ مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم

Marfat.com

کے درمیان واصل کے رجوع اور عدم رجوع میں جو اختلاف ہے ہوسکتا ہے۔ کہ اس جگہ سے شروع ہوا ہو۔ حق بات یہ ہے کہ سالک اگر محمدی المشرب ہے تو رجوع سے محفوظ ہے۔ ورنہ خطرہ میں ہے۔

اور اسی طرح ہے وہ اختلاف جو مشائخ کے درمیان سالک کی فنا کے بعد وجود سالک کے اثر کے زوال میں واقع ہوا ہے۔ بعض مشائخ ذات اور صفت کے زوال کے قائل ہیں اور بعض دوسروں نے زوال کو جائز نہیں رکھا۔ اس باب میں بھی حق بات مفصل گفتگو کی متقاضی ہے۔ اگر سالک محمدی المشرب ہے تو عین اور اثر دونوں کو گم کر دیتا ہے۔ اور غیر محمدی المشرب کا اثر زائل نہیں ہوتا کیونکہ صفت جو اس کی اصل ہے باقی ہے۔ اس لیے اس کے ظل کا بالکلیہ زائل ہو جانا ممکن نہیں۔

یہاں ایک دقیق بات ہے۔ جاننا چاہیے کہ ذات اور صفت کے زوال سے مراد زوال شہودی ہے' نہ کہ زوال وجودی۔ کیونکہ زوال وجودی کا قول الحاد اور زندقہ (بے دینی) کو مستلزم ہے۔ اور اس گروہ میں سے ایک جماعت نے زوال وجودی تصور کیا ہے۔ یہ لوگ ممکن کے اثر کے زوال سے دور بھاگے ہیں اور انہوں نے اس کو الحاد اور بے دینی خیال کیا ہے۔ لیکن حق بات وہی ہے جس کو اللہ سبحانہ' کے بتانے سے میں نے تحقیق کی ہے۔

تعجب ہے کہ یہ لوگ زوال وجودی کے قائل ہونے کے ساتھ ساتھ زوال عین کے بھی قائل ہوئے ہیں۔ کیونکہ عین وجود کے زوال کا حکم زوال اثر کے حکم کی طرح الحاد اور زندقہ کو مستلزم ہے۔ الغرض عین اور اثر میں زوال وجودی محال ہے۔ اور زوال شہودی دونوں میں ممکن بلکہ واقع ہے۔ لیکن یہ زوال محمدی المشرب سالک کے ساتھ مخصوص ہے۔ تو محمدی المشرب سالک قلب سے پورے طور پر باہر نکل آتے ہیں اور مقلب قلب (حق تعالیٰ) سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔ یہ حضرات حالات کے اول بدل اور غیر حق کی غلامی سے بالکلیہ آزاد ہوتے ہیں۔ اور دوسروں کو چونکہ آثار کا وجود دامنگیر اور احوال میں ردوبدل ان کا نقد وقت ہوتا ہے۔ اس لیے مقام قلب سے نجات نہیں پا سکتے۔ کیونکہ آثار کا وجود اور احوال میں ردوبدل حقیقت جامعہ قلبیہ کی تنویر کی شاخوں میں سے ہے۔ لہٰذا دوسروں کا شہود ہمیشہ پردہ میں رہتا ہے۔ کیونکہ جس قدر سالک کے وجود کا حصہ باقی رہتا ہے۔ اسی قدر طلوب بھی پردہ میں رہتا ہے۔ اور جبکہ اثر باقی ہے تو پردہ یہی اثر ہے۔

معرفت: اگر سالک غیر متعارف راستہ سے مراتب فوق کے اسم میں سے کسی مرتبہ میں پہنچے جو اس کا رب ہے اور بغیر اس کے کہ اس اسم میں پہنچے بلکہ کسی نیچے کے مرتبہ میں فانی اور ہلاک ہو جائے تو صورت میں بھی فنافی اللہ کہنا درست ہے۔ اور یہی اس مرتبہ کے ساتھ بقا کا حال ہے پس ان اسم کے ساتھ فنافی اللہ کی تحقیق اس وجہ سے ہے کہ تمام فناؤں کے مراتب میں سے یہ پہلا مرتبہ ہے۔

معرفت: سلوک چند قسم ہے۔ بعض کا سلوک تو بے تقدم جذبہ ہے۔ اور بعض دوسرون کے لیے جذبہ سلوک پر مقدم ہے۔ اور ایک جماعت کو منازل سلوک طے کرنے کے دوران جذبہ حاصل ہوتا ہے۔ اور ایک جماعت کو

Marfat.com

منازل سلوک کا طے کرنا تو میسر آتا ہے لیکن جذبہ کی حد تک نہیں پہنچ سکتے۔ جذبے کا سلوک پر مقدم ہونا محبوبوں کا حصہ ہے۔ اور باقی اقسام محبّ لوگوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ محبوں کا سلوک ترتیب و تفصیل کے ساتھ مقامات عشرہ مشہورہ کے طے کرنے سے عبارت ہے۔ اور محبوبوں کے سلوک میں مقامات عشرہ کا خلاصہ میسر آتا ہے۔ وہ ترتیب و تفصیل سے کوئی سروکار نہیں رکھتے۔ وحدت وجود کا علم اور اس کے مانند احاطہ۔ سریان اور معیتِ ذاتیہ جذبہ مقام یا متوسط سے وابستہ ہیں۔ سلوک خاص اور منتہی حضرات کے جذبہ کو اس طرح کے علوم سے کچھ مناسبت نہیں' جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور منتہی حضرت کا حق الیقین بھی توحید وجودی کے ساتھ مناسبت رکھنے والے علوم سے مناسبت نہیں رکھتا۔ ہر وہ مقام جہاں توحید وجودی والوں کے مناسب مقام الیقین کا بیان کیا گیا ہے۔ وہ مبتدی یا متوسط مجذوبوں کا حق الیقین ہے' نہ کہ منتہی حضرات کا حق الیقین۔

معرفت: بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ جب طالب کا کام جذبہ تک پہنچ جاتا ہے تو پھر جذبہ ہی اس کا رہبر بن جاتا ہے۔ یعنی کسی اور رہبر کے واسطے کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ وہی جذبہ اس کے لیے کافی ہوتا ہے۔ اگر اس جذبہ سے مشائخ نے جذبہ سیر فی اللہ مراد لیا ہے تو البتہ یہ کافی ہے۔ لیکن رہبر کا لفظ اس ارادہ سے کے منافی ہے۔ کیونکہ سیر فی اللہ کے بعد کوئی مسافت نہیں جس کے طے کرنے کے لیے رہبر کی ضرورت پیش آئے۔ اسی طرح جذبہ مقدم بھی مراد نہیں جیسا کہ عبارت سے متبادر امفہوم ہوتا ہے۔ تو لازماً انہوں نے جذبہ متوسط ہی مراد لیا ہے۔ لیکن اس کا مطلوب تک وصول کے لیے کافی ہونا علم میں نہیں آتا۔ کیونکہ بہت سے متوسط حضرات اس جذبہ کے حصول کے وقت اوپر کی طرف عروج سے رہ گئے ہیں۔ اور جذبہ کو انہوں نے جذبہ نہایت گمان کرلیا ہے۔ اگر یہ جذبہ کافی ہوتا تو انہیں راہ میں نہ چھوڑتا۔ ہاں جذبہ متقدم چونکہ محبوبوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر کافی ہو جائے تو گنجائش رکھتا ہے۔ محبوبوں کو قلابِ (حلقہ) عنایت کے ساتھ کھینچ کرلے جائیں گے۔ راستہ کے درمیان ہی نہیں چھوڑ دیں گے۔ لیکن یہ کفایت تمام متقدم جذبات کے حق میں بھی ممنوع ہے۔ ہاں وہ جذبہ جو انجام کار سلوک تک لے جاتا ہے' وہ کافی ہے۔ اور اگر سلوک تک نہ پہنچائے تو اس طرح کا صاحب جذبہ بے نصیب مجذوب ہے۔ محبوبوں میں سے نہیں ہے۔

خاتمہ: مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم میں سے ایک گروہ نے کہا ہے کہ تجلی ذاتی شعور سے غافل اور ظاہری حواس کو معطل کر دیتی ہے۔ ان مشائخ میں سے بعض نے اپنے حال سے یوں خبر دی ہے کہ اس تجلی ذاتی کے ظہور کے وقت ایک مدت تک وہ بے حس و حرکت پڑے رہے ہیں۔ اور لوگ انہیں مردہ خیال کرتے تھے۔ اور بعض دوسروں نے تجلی ذات میں کلام کرنے سے روکا ہے' وغیرہ ذالک۔

اس بات کی حقیقت یہ ہے کہ ذات کی یہ تجلی اسماء میں سے ایک اسم کے پردہ میں ہوئی ہے۔ اور بقائے پر وہ صاحب تجلی کے وجود کے اثر کے باقی رہنے کے باعث ہے۔ اور وہ بے شعوری اس باقی ماندہ اثر کی وجہ سے ہے۔ اگر پورے طور پر فنا ہو جاتا اور بقا باللہ سے مشرف ہو جاتا تو وہ تجلی اسے ہرگز بے شعور نہ کرتی۔

Marfat.com

یحرق[1] بالنار من یمس بھا
ومن ھو النار کیف یحرق

پہلا شخص تو آگ کو چھونے والا ہے۔ اُسے تو یہ جلا دیتی اور لاشے کر دیتی ہے۔ اور دوسرا عین آگ ہے۔ تو آگ آگ کو کیسے جلائے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ جو تجلی کسی پردے میں ہوتی ہے وہ ذات کی تجلی نہیں بلکہ تجلی صفات میں داخل ہے۔ تجلی ذات جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے بے پردہ تجلی ہے۔ اور پردے کی علامت بے شعور ہے۔ اور بے شعوری دوری کے باعث ہے۔ اور بے پردگی کی دلیل شعور ہے۔ اور شعور کمال حضور میں ہے۔ ایک بزرگ علیہ الرحمۃ نے اس تجلی بالاصالۃ والا استقلال والے صاحب حال کے متعلق یوں خبر دی ہے۔ جب کہ اس نے کہا

موسیٰ[1] زہوش رفت بیک پرتو جمال
تو عین ذات می نگری در تبسمی!

اور یہی تجلی ذاتی جو بے پردہ ہے محبوبوں کو دائماً حاصل ہے اور محبوں کو صرف ایک لحظہ کے لیے کیونکہ محبوبوں کے اجسام نے ان کے ارواح کا رنگ اختیار کر لیا ہے۔ اُس نسبت نے ان میں بالکلیہ سیرات کر لی ہے۔ اور محبوں میں یہ نسبت بر سبیلِ ندرت ہے۔ اور وہ جو حدیث نبوی علیہ من الصلوات اتمہا و من التحیات اکملہا میں واقع ہوا ہے:

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ ۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص وقت نصیب ہوتا ہے۔

اس میں وقت سے مراد یہ تجلی برقی نہیں۔ کیونکہ یہ تجلی آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے جو تمام محبوبوں کے بادشاہ ہیں' دائمی ہے۔ بلکہ اس وقت سے اس تجلی ذاتی دائمی میں ایک خاص نوع مراد ہے جو بر سبیل قلب آپ کو میسر آتی تھی۔ جیسا کہ اربابِ طریقت پر مخفی نہیں۔

معرفت: مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم حدیث:

لِیْ[2] مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَّا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ وَّ لَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص وقت میسر آتا ہے جس میں کسی فرشتہ مقرب اور نبی مرسل کی گنجائش نہیں۔

میں دو گروہ ہیں۔ ایک جماعت نے وقت سے وقت دائمی مراد لیا ہے۔ اور دوسری جماعت نے ایک خاص اور نادر

---

[1] آگ اسے جلا دیتی ہے جو اسے چھوئے۔ لیکن جو خود ہی آگ ہو وہ کیسے جلے؟

[1] حضرت موسیٰ تو ایک ہی پرتو جمال سے ہوش کھو بیٹھے۔ لیکن آپ عین ذات کو تبسم کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔

[2] یہ حدیث باختلاف سیر رسالہ قشیریہ میں مذکور ہے۔ علاوہ ازیں شمائل ترمذی کی ایک روایت سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ اور صحیح مسلم میں وارد ہے: انی لست کھیئتکم انی ابیت یطعمنی ربی و یسقینی

Marfat.com

وقت مراد لیا ہے۔ لیکن حق بات یہ ہے کہ استمرار اور دوام وقت کے باوجود آپ کو ایک خاص اور نادر وقت بھی میسر آتا تھا۔ جیسا کہ ابھی گزشتہ بیان میں اس کی طرف اشارہ گزرا ہے۔ اور اس حقیر کے نزدیک اس نادر وقت کا میسر آنا نماز میں ہوتا تھا۔ اور شاید آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حدیث

قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ۔ — میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

میں اسی طرح اشارہ فرمایا ہو:

نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اقرب[1] مایکون العبد من الرب فی الصلوة۔ — بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب نماز میں ہوتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

[2] وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ط — سجدہ کر اور نزدیک ہو۔

پس ہر اس وقت میں کہ قرب الٰہی زیادہ حاصل ہوتا ہے اس میں غیر کی گنجائش کی نفی بھی زیادہ ہوتی ہے۔

اور وہ جو بعض مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے فرمایا ہے اور اپنی قوت حال اور استمرار وقت سے یوں خبر دی ہے کہ میرا حال نماز میں غیر نماز کے حال کی طرح ہوتا ہے۔ تو احادیث مذکورہ بلکہ نص مذکور مساوات اور استمرار کی نفی کرتی ہیں۔

جاننا چاہیے کہ استمرارِ وقت تو متحقق ہے۔ گفتگو اس میں ہے کہ استمرارِ وقت کے باوجود حالت نادرہ بھی واقع ہوتی ہے یا نہیں۔ ایک جماعت کو جسے اس نادر وقت پر اطلاع نہیں دی گئی اس کی نفی کے قائل ہیں۔ اور دوسری جماعت کو جسے اس مقام سے حصہ دیا گیا ہے' اس نادر وقت کے معترف ہوئے ہیں۔ اور حق بات یہ ہے کہ جسے بطفیل آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ نماز میں جمعیت عطا کی گئی ہے اور اس دولت قرب سے حصہ دیا گیا ہے' بہت قلیل ہے۔ اللہ سبحانہٗ اپنے کمال کرم سے بحرمت حضرت محمد علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ اس مقام سے ہمیں بھی حصہ عطا کرے۔

معرفت: صفات والے منتہی حضرات علوم و معارف میں مجذوبوں کے زیادہ نزدیک ہیں اور دولتِ شہود میں بھی دونوں ایک رنگ ہیں۔ کیونکہ دونوں اربابِ قلوب سے ہیں۔ غایۃ ما فی الباب اتنی بات ہے کہ اربابِ صفات تفاصیل سے بھی مطلع ہیں۔ اور مجذوب تفاصیل صفات سے مطلع نہیں۔

نیز اربابِ صفات سلوک اور فوق کی طرف عروج کی وجہ سے عروج نا کردہ مجذوبوں سے زیادہ قرب

---

[3] نسائی شریف و مستدرک حاکم۔

[1] مسلم شریف بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مشکوٰۃ شریف۔ [2] پارہ ۳۰ واں۔ سورہ علق

Marfat.com

رکھتے ہیں۔ لیکن اصل کی محبت ان (مجذوبوں) کے دامنگیر ہے۔ اگرچہ پردے درمیان میں حائل ہیں۔ کیا عجب ہے اگر مطابق اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ انسان اپنے محبوب کے ساتھ شمار ہوتا ہے۔ مجذوبوں میں بھی قرب اور معیت اصل کا اعتبار کرلیں۔ پس مجذوب محبت میں محمدیوں کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ کیونکہ حبِّ ذاتی اگرچہ حجابات کے ساتھ ہے مجذوبوں میں بھی پائی جاتی ہے۔

معرفت: اس گروہِ صوفیا کے بعض حضرات کی عبارات میں واقع ہے کہ اقطاب کے لیے تجلی صفات ہے اور افراد کے لیے تجلی ذات۔ یہ بات محلِ غور ہے۔ کیونکہ قطب محمدی المشرب ہوتا ہے۔ اور محمدیوں کے لیے تجلی ذات ہے۔ ہاں اتنی بات ہے کہ اس تجلی میں بہت سا تفاوت ہوتا ہے۔ وہ قرب جو افراد کو حاصل ہے اقطاب کو حاصل نہیں۔ لیکن دونوں کو تجلی ذات سے حصہ ضرور ملا ہوا ہے۔ ہاں اگر ہم یہ کہیں کہ قطب سے مراد قطب ابدال ہے جو حضرت اسرافیل کے قدم پر ہوتا ہے نہ کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم مبارک پر۔

معرفت:

اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ بے مثل اور بے کیف ہے۔ اس نے آدم کی روح کو جو آدم کا خلاصہ ہے' بے مثل و بے کیف پیدا فرمایا۔ تو جس طرح حق سبحانہٗ وتعالیٰ لامکانی ہے' روح بھی لامکانی ہے۔ روح کو بدن کے ساتھ وہی نسبت ہے جو حق تعالیٰ وتقدس کو عالم کے ساتھ ہے۔ کہ نہ عالم میں داخل ہے نہ خارج۔ نہ متصل ہے نہ منفصل۔ قیومت یعنی تدبیر وتصرف کے سوا اور کوئی نسبت مفہوم نہیں ہوتی۔ بدن کے ہر ذرے کا منتظم روح ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ تمام عالم کا قیوم ومدبر ہے۔ بدن کے لیے اللہ تعالیٰ کی قیومیت وتدبیر روح کی قومیت کے واسطہ سے ہے۔ حق تعالیٰ کی طرف سے جو فیض بھی وارد ہوتا ہے' اس فیض کا محل ورود اولاً اور ابتداءً روح ہے۔ پھر روح کے واسطہ سے وہ فیض بدن کو پہنچتا ہے۔ اور جبکہ روح بے چونی اور بے چگونی (بے مثل و بے کیف) کی حالت پر پیدا کیا گیا ہے تو لامحالہ بے چوں و بے چگون حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی اس میں گنجائش ہے۔

لا[1] یسعنی ارضی و لا سمائی و لکن یسعنی قلب عبدی المؤمن۔ میری گنجائش نہ تو میری زمین رکھتی ہے اور نہ میرا آسمان۔ ہاں میری گنجائش میرے بندہ مومن کا قلب رکھتا ہے۔

کیونکہ ارض وسما اس وسعت وفراخی کے باوجود چونکہ دائرہ مکان میں داخل ہیں۔ اور چون وچگون کے داغ سے

[1] اس حدیث کو امام غزالی نے احیاء العلوم میں ذکر کیا ہے۔ اور محدث دیلمی نے اسے مسند الفردوس میں بروایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ذکر کیا ہے۔ حافظ سیوطی نے الدر المنتشرہ میں اس حدیث کی تخریج کی ہے۔

Marfat.com

داغدار ہیں۔ اس لیے لامکانی ذات جو کیت اور مقدار سے مقدس اور پاک ہے کی گنجائش نہیں رکھتے۔ لامکانی شے مکان میں سمانے کی گنجائش نہیں رکھتی۔ اور بے چون چون میں آرام پذیر نہیں ہو سکتی۔ تو لامحالہ عبد مومن کے قلب میں جو لامکانی اور کیت و مقدار سے پاک ہے میں اس کا سمانا ثابت ہو گیا۔ عبد مومن کے قلب کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ غیر مومن کامل کا قلب لامکان کی بلندی سے نیچے آ چکا ہے اور مقدار و کیف کا گرفتار ہو چکا ہے اور اس کا حکم اختیار کر چکا ہے۔ پس اس نزول اور گرفتاری کی بنا پر چونکہ دائرہ مکانی میں داخل ہو چکا ہے اور کیف و شکل کی حالت پیدا کر چکا ہے۔ پس اس نزول اور گرفتاری کی بنا پر چونکہ دائرہ مکانی میں داخل ہو چکا ہے اور کیف و شکل کی حالت پیدا کر چکا ہے اس لیے اس قابلیت کو ضائع کر چکا ہے۔

اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ط — یہ لوگ چار پایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔

اور مشائخ میں سے جس نے بھی اپنے قلب کی وسعت سے خبر دی ہے تو اس کی مراد بھی قلب کی لامکانیت ہے۔ اس لیے مکانی شے اگرچہ کتنی بھی وسیع ہو بہر حال تنگ ہی ہے۔ عرش عظمت و فراخی کے باوجود چونکہ مکانی ہے لامحالہ لامکانی (روح) کے سامنے رائی کے دانہ کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ اس سے بھی کمتر۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ قلب چونکہ انوارِ قدم کی تجلی کا محل بن چکا ہے بلکہ قدیم ذات کے ساتھ بقا حاصل کر چکا ہے اس لیے عرش و مافیہا اگر اس میں آ پڑیں تو بالکل محو و لاشے ہو جائیں اور ان کا کچھ اثر و نشان باقی نہ رہے۔ جیسا کہ سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ نے اس مقام پر فرمایا ہے کہ محدث (فانی) کو جب قدیم کے ساتھ ملایا جائے تو فانی اور محدث کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا۔

یہ ایک یکتا لباس ہے جو صرف روح کے قد پر ہی سیا گیا ہے۔ ملائکہ بھی یہ خصوصیت نہیں رکھتے۔ کیونکہ یہ بھی دائرہ مکان میں داخل ہیں اور چون کے ساتھ متصف ہیں۔ اسی بنا پر انسان رحمان جل سلطانہٗ کا خلیفہ قرار پایا۔ ہاں ہاں! شے کی صورت ہی شے کا خلیفہ بن سکتی ہے۔ جب شے کی صورت پر پیدا نہ کیا گیا ہو تو اس کی خلافت کے لائق نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک خلافت کے لائق نہ ہو امانت کے بوجھ کو نہیں اُٹھا سکتا۔ بادشاہ کی عطاؤں کو اسی کی سواریاں اُٹھا سکتی ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّا[1] عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ	بے شک ہم نے آسمانوں زمینوں اور پہاڑوں پر
وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا	امانت پیش کی تو انہوں نے اسے اُٹھانے سے انکار
وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ	کر دیا اور اس سے ڈر گئے۔ اور انسان نے اس
کَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝	امانت کو اٹھا لیا۔ بیشک وہ بڑا ہی ظالم اور جاہل ہے

یعنی انسان اپنی ذات پر بہت ہی ظلم کرنے والا ہے کہ اپنے وجود اور توابع وجود کا کچھ اثر اور حکم باقی نہیں رہنے دیتا۔

[1] پارہ ۲۲۔ سورۂ احزاب

Marfat.com

اور کثیر الجہل ہے کہ اسے اپنے مقصود سے متعلق کچھ ادراک نہیں' اور نہ ہی علم رکھتا ہے جس کی اپنے مطلوب کی طرف نسبت ہو۔ بلکہ اس مقام میں ادراک سے عاجز رہنا ہی ادراک ہے۔ اور جہالت کا اعتراف معرفت ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت زیادہ ہوگی وہ سب سے زیادہ حیرت میں ہوگا۔

تنبیہ: اگر بعض عبارات میں ایسا لفظ واقع ہو جائے جس سے ذات واجب تعالیٰ کے لیے ظرفیت یا مظروفیت کا وہم پڑتا ہو تو اسے میدان عبارت کی تنگی پر محمول کرنا چاہیے۔ اور کلام کی مراد کو علمائے اہل سنت کی آراء کے مطابق کرنا چاہیے۔

معرفت: عالم چاہے صغیر (انسان) ہو چاہے کبیر (مجموعہ کائنات) سب اسماء اور صفات الٰہیہ تعالیٰ شانہ' کے مظاہر اور اس ذات سبحانہ' کے شیون و کمالات ذاتیہ کے آئینے ہیں۔ اور وہ ذات سبحانہ' و تعالیٰ ایک پوشیدہ خزانہ اور مخفی راز تھی۔ اس نے چاہا کہ خفا سے ظہور میں آئے اور اپنے آپ کو اجمال سے تفصیل کی طرف لائے جہان کو پیدا فرمایا تا کہ اپنے اصل پر دلالت کرتے اور اپنی حقیقت کے لیے علامت اور نشانی بنے۔ پس عالم کو اپنے صانع اور خالق کے ساتھ اس کے سوا اور کچھ نسبت نہیں کہ عالم مخلوق ہے اور اس ذات تعالیٰ و تقدس کے کمالاتِ پوشیدہ پر دلیل ہے۔ اس نسبت کے ماسوا جو حکم بھی لگایا جائے جیسے اتحاد' عینیت' احاطہ اور معیت' سب سُکر وقت اور غلبۂ حال کے باعث ہے۔

مستقیم الاحوال اکابر جنہیں صحو اور ہوش کے پیالہ سے حصہ ملا ہے اس طرح کے علوم سے بیزار اور استغفار کرتے ہیں۔ اگرچہ ان مستقیم الاحوال بزرگوں کو راہِ سلوک کے درمیان یہ علوم حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن بالآخر انہیں ان علوم سے گزار کر آگے لے جاتے ہیں اور علوم شریعت کے مطابق ان پر علوم لدنی وارد فرماتے ہیں۔

اس بحث کی تحقیق کے لیے ہم ایک مثال بیان کرتے ہیں۔ زیرک اور صاحب کمالات عالم جب چاہتا ہے کہ اپنے ذہن میں پوشیدہ کمالات کو میدان ظہور اور اپنے مخفی فنون کو سامنے لائے تو وہ حروف و اصوات کو ایجاد کرتا ہے۔ ان دلالت کرنے والے حروف و اصوات کو خزانہ ذہن میں موجود معانی بلکہ اس عالم موجد کے ساتھ اس کے سوا کچھ نسبت نہیں کہ وہ عالم ان کا موجد ہے۔ اور یہ حروف و اصوات کو اس ایجاد کرنے والے عالم کا عین یا اُن معانی کا عین کہنا بالکل بے معنی ہے۔ اسی طرح احاطے اور معیت کا حکم بھی اس واقعہ میں غیر موجود ہے۔ معانی اپنی اسی سادگی اور تنہائی کی حالت میں ہیں۔ ہاں جبکہ معانی اور صاحبِ معانی اور حروف و اصوات کے درمیان والیت اور مدلولیت کی نسبت محقق اور موجود ہے۔ اس بنا پر بعض معانی زائدہ غیر مطابق واقع تخیل میں آ جاتے ہیں۔ فی الحقیقت وہ عالم اور اس کے ذہن میں موجود معانی اس نسبت زائدہ سے منزہ اور مبرّا ہیں۔ اور یہ حروف و اصوات خارج میں موجود ہیں اور حروف و اصوات محض اوہام و خیالات ہیں۔ پس عالم جو ماسوا اللہ سے عبارت ہے' خارج میں وجود ظلی اور کون تبعی کے ساتھ موجود ہے۔ نہ یہ کہ عالم اوہام و خیالات ہے۔

Marfat.com

یہ مذہب بعینہ سوفسطائی کا مذہب ہے جو عالم کو اوہام وخیالات تصور کرتا ہے۔ عالم کی حقیقت کو ثابت ماننا عالم کو اوہام وخیالات سے نہیں نکال سکتا۔ کیونکہ اس صورت میں تو حقیقت موجود ہوگی نہ کہ عالم۔ کیونکہ عالم اس کی حقیقت مفروضہ سے الگ ایک شے ہے۔

تنبیہ: جہان کا واجب تعالیٰ کے اسماء اور صفات کا مظہر اور آئینہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ صور اسماء اور صفات کا آئینہ ہیں۔ نہ کہ بے واسطہ صور عین صفات اور اسماء کا آئینہ اور مظہر ہیں۔ کیونکہ اس کا اسم بھی مسمّٰی کی طرح کسی آئینے کا محاط نہیں ہوسکتا۔ اور صفت بھی بے مثل موصوف کی مانند کسی مظہر کی قید میں نہیں آسکتی۔

در[1] تنگنائے صورت معنی چگو نہ گنجد

در کلبۂ گدایاں سلطاں چہ کار دارد

معرفت: اگر چہ آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل متبعین کے لیے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی اتباع کی برکت سے تجلی ذات سے جو بالاصالۃ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ ہے' حصہ ملتا ہے۔ اور باقی تمام انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتحیات والتسلیمات کے لیے تجلیات صفات ہیں اور تجلی ذات تجلی صفات سے اشرف اور اعلیٰ ہے۔ لیکن انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتحیات کے لیے تجلیات صفات میں وہ قرب حاصل ہے جو اس امت کے کامل متبعین کے لیے بطریق تبعیت تجلی ذات حاصل ہونے کے باوجود حاصل نہیں۔

مثلاً ایک شخص جمال آفتاب کی محبت میں مدارج عروج کو طے کر کے آفتاب تک پہنچے اور اس کے اور آفتاب کے درمیان سوائے ایک باریک پردہ کے کچھ حائل نہ رہے۔ اور ایک دوسرا شخص ذات آفتاب کی محبت کے باوجود ان مراتب تک عروج سے عاجز ہو' اگر چہ اس کے اور آفتاب کے درمیان باریک سا پردہ بھی حائل نہ ہو' تاہم اس امر میں کچھ شک نہیں کہ شخص اول آفتاب کے زیادہ نزدیک ہے اور اس کے کمالات دقیقہ کو زیادہ جاننے والا ہے۔

پس اس امت کے اولیاء کرام میں باوجود اس امت کے خیر الامم ہونے کے اپنے پیغمبر کے افضل ہونے کے باوجود کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ اگر چہ اس ولی کو اپنے پیغمبر کی متابعت کے واسطہ سے مقام مابہ الافضیلت سے حصہ ملا ہوا ہے۔ فضیلت کلی صرف انبیاء کرام کو حاصل ہے۔ اولیاء کرام طفیلی ہیں۔

اب ہمیں اپنے اس مکتوب کو ان ہی الفاظ پر ختم کرنا چاہیے۔ ہم اس پر اور تمام نعمتوں پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حمد وثنا کرتے ہیں۔

والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ افضل انبیائہ و علی جمیع الانبیاء والمرسلین والملٰئکۃ المقربین و علی الصّدیقین والشھداء والصّالحین ○

---

[1] صورت کے تنگ مقام میں معنی نہیں سما سکتا۔ گداؤں کی کٹیا میں سلطان کا کیا کام۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۲۸۸)

سید انبیاء سارنکپوری کی طرف صادر فرمایا:

نماز نوافل جیسے نماز عاشورا' شب قدر اور شب برات وغیرہ باجماعت ادا کرنے سے روکنے اور منع کرنے کے بیان میں اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تمام تعریفیں اس ربّ العالمین کے لیے جس نے ہمیں سیّد المرسلین کی متابعت سے مشرف فرمایا اور جس نے ہم کو دین میں بدعات سے بچایا۔ اور صلوٰۃ وسلام نازل ہو اس ہستی پر جس نے ضلالت وگمراہی کی بنیادوں کا قلع وقمع فرمایا اور ہدایت کے جھنڈوں کو بلند فرمایا۔ اور آپ کی نیکوکار آل اور پسندیدہ اصحاب پر بھی رحمت وسلامتی کا نزول ہو۔

جاننا چاہیے کہ اس زمانہ کے اکثر عوام وخاص ادائے نوافل کا اہتمام بڑا ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔ اور فرائض کی ادائیگی میں سستیوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور فرائض میں سنن ومستحبات کی بہت کم رعایت کرتے ہیں۔ نوافل کو عزیز جانتے ہیں اور فرائض کو ذلیل وخوار۔ بہت کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ فرائض کو اوقات مستحبہ میں ادا کریں۔ مسنون جماعت کے بڑھانے بلکہ نفس جماعت میں کچھ اہتمام نہیں کرتے اور سستی اور تساہل کے ساتھ فرائض کے ادا کرنے کو غنیمت شمار کرتے ہیں۔ اور عاشورا کے روزے ماہِ رجب کی ستائیسویں رات اور ماہِ مذکور کی اول شب جمعہ میں جس کا نام انہوں نے لیلۃ الرغائب رکھا ہوا ہے' کمال اہتمام کی رعایت کرتے اور کثیر جماعت کے ساتھ نوافل کو باجماعت ادا کرتے ہیں۔ اور اس عمل کو نیک اور مستحسن خیال کرتے ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ یہ شیطانی آرائشوں میں سے ہے' جو برائیوں کو حسنات کی شکل میں دکھاتا ہے۔

(۱) شیخ الاسلام مولانا عصام الدین ہروی حاشیہ شرح وقایہ میں فرماتے ہیں کہ: "نوافل جماعت کے ساتھ ادا کرنا اور فرضوں کی جماعت ترک کرنا ابلیس لعین کے پھیلائے ہوئے جالوں میں سے ہے۔

(۲) جاننا چاہیے کہ نوافل کو پوری دل جمعی اور جماعت کے ساتھ ادا کرنا بدعات مذمومہ مکروہہ میں سے ہے۔ ایسی بدعتوں کے متعلق حضرت رسالت خاتمیت علیہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا نے فرمایا ہے:

مَنْ[1] اَحۡدَثَ فِیۡ دِیۡنِنَا هٰذَا فَهُوَ رَدٌّ۔ جس شخص نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات نکالی تو وہ بات مردود ہے۔

(۳) جاننا چاہیے کہ نوافل باجماعت ادا کرنا بعض فقہی روایات میں مطلقاً مکروہ ہے۔ اور بعض دوسری فقہی

[1] بخاری ومسلم شریف بروایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا باختلاف یسیر۔

Marfat.com

روایات میں یہ کراہت تداعی اور اجتماع کے ساتھ مشروط کی گئی ہے۔پس اگر تداعی کے بغیر ایک دو آدمی مسجد کے کونہ میں نوافل با جماعت ادا کریں تو یہ بلا کراہت جائز ہے۔اور اگر نفلوں کی جماعت میں تین افراد جمع ہو جائیں تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔اور اگر چار افراد شریک ہو جائیں تو بعض روایات کے مطابق باتفاق فقہاء کرام مکروہ ہے۔اور بعض دوسری روایات میں ہے کہ چار افراد کامل کر نوافل با جماعت ادا کرنا زیادہ صحیح یہ ہے کہ مکروہ ہے۔فتاویٰ [2] سراجیہ میں ہے:

کرہ التطوع بالجماعۃ بخلاف التراویح وصلوٰۃ الکسوف۔

نفل نماز با جماعت ادا کرنا مکروہ ہے بخلاف نماز تراویح اور سورج گرہن کی نماز کے (کہ اسے با جماعت ادا کرنا مکروہ نہیں)

(۵) فتاویٰ غیاثیہ میں شیخ [1] الاسلام سرخسی رحمۃ اللہ سبحانہ علیہ فرماتے ہیں:

التطوع بجماعۃ خارج رمضان انما یکرہ اذا کان علی سبیل التداعی اما اذا اقتدی واحد او اثنان لا یکرہ و فی الثلاث اختلاف و فی الاربع یکرہ بلا خلاف۔

غیر رمضان میں نوافل با جماعت ادا کرنا مکروہ ہے جب تداعی کے طور پر ہو۔لیکن اگر ایک مقتدی یا دو ہوں تو مکروہ نہیں۔اور تین میں اختلاف ہے اور چار مقتدیوں کی صورت میں بلا اختلاف مکروہ ہے۔

(۶) فقہ کی مشہور کتاب خلاصہ میں مذکور ہے:

التطوع بالجماعۃ اذا کان علی سبیل التداعی یکرہ اما اذا صلوا بجماعۃ بغیر اذان و اقامہ فی ناحیۃ المسجد لا یکرہ۔

نفلوں کی جماعت جبکہ تداعی کے طور پر ہو تو مکروہ ہے۔لیکن اگر بغیر اذان و اقامت مسجد کے ایک کونے میں با جماعت نفل پڑھ لیں تو مکروہ نہیں۔

(۷) شمس الائمہ حلوانی فرماتے ہیں:

---

[2] یہ فتاویٰ سراج الدین اوشی بن عثمان بن محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف ہے۔مصنف نے اس فتاویٰ میں وہ نوادر مسائل بیان کیے ہیں جو اکثر کتب میں نہیں ملتے۔یہ فتاویٰ بزرگ موصوف نے مقام اوش محرم ۵۶۹ھ میں مکمل فرمایا۔

[1] یعنی محمد بن احمد بن سہل ابو بکر شمس الائمہ السرخسی۔آپ امام علامہ دین کی حجت متکلم مناظر علم اصول کے ماہر اور مسائل میں مجتہد تھے۔عرصہ دراز تک شمس الائمہ الحلوانی کی خدمت میں رہے۔۴۹۰ھ یا ۵۰۰ھ میں وصال فرمایا۔آپ نے اوزجند کی جیل میں پندرہ جلدوں میں مبسوط تصنیف فرمائی۔آپ نے بادشاہ وقت خاقان کو نیکی کی تلقین کی جس کی پاداش میں آپ کو جیل میں قید کر دیا گیا۔سرخس بلاد خراسان میں مشہور اور قدیم شہر ہے۔

Marfat.com

اذا كان سوا الامام ثلاثه لا يكره بالاتفاق و فی الاربع اختلاف ...... والاصح انه مكروه

جب امام کے سوا تین افراد ہوں تو نوافل کی جماعت بالاتفاق مکروہ نہیں۔ اور چار میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ اور صحیح تر یہی ہے کہ مکروہ ہے۔

(۸) فتاویٰ شافیہ میں ہے:

ولا يصلى التطوع بالجماعة الا فی شهر رمضان و ذلک انما يكره اذا كان علی سبيل التداعی يعنی باذان و اقامة اما لو اقتدی و احد و اثنان لا علی سبيل التداعی فلا يكرهُ و اذا اقتدی ثلاثة اختلف المشائخ رحمهم الله تعالىٰ و ان اقتدی اربعة كُرِهَ اتفاقاً۔

کوئی شخص بھی نوافل جماعت کے ساتھ ادا نہ کرے سوائے رمضان شریف کے مہینہ کے۔ اور نوافل با جماعت ادا کرنا مکروہ ہے جبکہ اذان اور اقامت کے ساتھ ان کی جماعت کرائی جائے۔ اور اگر ایک آدمی یا دو آدمی اذان اور اقامت کے بغیر اقتدا کریں تو مکروہ نہیں۔ اور جب تین مقتدی ہوں تو اس میں مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا اختلاف ہے۔ اور اگر مقتدی چار ہو جائیں تو بالاتفاق مکروہ ہے۔

اور اس طرح کی روایات بہت ہیں اور فقہی کتابیں ایسی روایات سے پر ہیں۔ اور اگر کوئی ایسی روایت ملے جس میں تعداد کا ذکر نہ ہو اور مطلقاً جواز ظاہر کرے تو اس بارے میں مقید روایات پر محمول کرنا چاہیے۔ اور مطلق سے مقید مراد لینا چاہیے اور جواز کو دو یا تین افراد میں ہی منحصر جاننا چاہیے۔ اس لیے کہ علمائے حنفیہ اگر چہ اصول میں مطلق کو اپنے اطلاق پر ہی رکھنے کے قائل ہیں اور مقید پر عمل نہیں کرتے۔ لیکن روایات میں انہوں نے مطلق ہی رہنے دیں تو ایسی صورت میں یہ مطلق اس مقید کے قابل اور منافی ہو جائے گا' اگر قوت میں برابر ہو۔ اور قوت میں مساوات ممنوع ہے۔ کیونکہ کراہت کی روایات کثرت کے باوجود مختار اور مفتیٰ بہا ہیں بخلاف اباحت کی روایات کے۔ اور اگر دونوں کی مساوات تسلیم کر لی جائے تو ہم کہیں گے کہ کراہت اور اباحت کی دلیلوں کے تعارض کی صورت میں جانب کراہت کو ترجیح حاصل ہے۔ کیونکہ اسی میں احتیاط کی رعایت ہے۔ جیسا کہ اصول فقہ والوں

۲ یعنی عبدالعزیز بن احمد بن نصر بن صالح البخاری الحنفی الحلوانی المتوفی چار سو اڑتالیس یا انچاس ہجری۔ آپ کے والد ماجد احمد بن نصر رحمۃ اللہ علیہ حلوے کی تجارت کرتے تھے۔ آپ فقراء کو بلا قیمت حلوا دیتے اور فرماتے میرے بچے کے لیے دعا کرو۔ آپ کی سخاوت حسن اعتقاد اور بارگاہ ایزدی میں عجز و زاری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے صاحبزادے حضرت شمس الائمہ کو بہت اونچا مقام عطا فرمایا۔ اور اگر حلوائی شہر کی طرف نسبت ہو تو پھر یہ لفظ حلوائی کی بجائے حلوانی ہوگا۔

کشف الظنون

Marfat.com

کے ہاں یہ امر طے شدہ ہے۔

پس وہ لوگ جو عاشورہ کے دن اور شب برات اور ستائیسویں رجب کی رات میں نماز باجماعت ادا کرتے ہیں کم وبیش دو دو سو اور تین تین سو افراد مسجد میں جمع ہوتے ہیں۔ اور اس نماز اور اجتماع اور جماعت کو نیک خیال کرتے ہیں باتفاق فقہا مکروہ امر کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور مکروہ چیز کو اچھا جاننا بُرے گناہوں میں سے ہے۔ کیونکہ حرام کو مباح جاننا کفر تک کھینچ کر لے جاتا ہے۔ اور مکروہ چیز کو اچھا گمان کرنا اس سے صرف ایک مرتبہ کم ہے......... اس فعل کی بُرائی کو اچھی طرح ذہن میں رکھنا چاہیے۔

نوافل کی جماعت جائز کہنے والوں کی دلیل عدم تداعی ہے۔ ہاں بعض روایت کے مطابق عدم تداعی کراہت کو دور کر دیتی ہے۔ لیکن وہ بھی ایک یا دو مقتدیوں کے ساتھ ہے۔ اور اس میں بھی یہ شرط ہے کہ مسجد کے کسی کونے میں ہو۔ اور اس شرط کے نہ ہونے کی صورت میں جواز کی کوئی صورت نہیں۔

علاوہ ازیں تداعی کا معنی یہ ہے کہ نفل نماز کی ادائیگی کے لیے ایک دوسرے کو بلانا اور آگاہ کرنا۔ اور یہ معنی اس طرح کی جماعتوں میں پایا جاتا ہے۔ کیونکہ قبیلوں کے قبیلے عاشورہ کے دن ایک دوسرے کو بتاتے پھرتے ہیں اور کہتے پھرتے ہیں کہ فلاں شیخ یا فلاں عالم کی مسجد میں چلنا چاہیے اور نفل نماز باجماعت ادا کرنی چاہیے۔ ان لوگوں نے اس فعل کو عادت بنا رکھا ہے۔ اس طرح بتاتے پھرنا اذان اور اقامت کے ساتھ ہی مخصوص رکھیں جیسا کہ بعض روایات میں واقع ہوا ہے۔ اور حقیقۃً اذان اور اقامت ہی مراد لیں تو پھر اس کا جواب وہ ہے جو اوپر گزرا۔ کہ ایسی نماز مذکورہ شرط کے ساتھ ایک یا دو مقتدیوں کے ساتھ خاص ہے۔

جاننا چاہیے کہ نوافل کے ادا کرنے کی بنیاد اخفا اور پوشیدگی پر ہے۔ کیونکہ نفل عبادت ریا اور نمائش کا مقام ہے اور جماعت اخفا اور پوشیدگی کے منافی ہے۔ اور ادائے فرائض میں اظہار اور اعلان مطلوب ہیں۔ کیونکہ فرائض ریا اور نمائش کے شبہ سے مبرا ہے۔ پس انہیں باجماعت ہی ادا کرنا مناسب ہے۔

علاوہ ازیں ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ کثرت اجتماع فتنے کے پیدا ہونے کا مقام ہے۔ اسی لیے نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے بادشاہ وقت یا اس کے نائب کی موجودگی کو شرط قرار دیا گیا ہے تاکہ فتنہ کے پیدا ہونے سے امن رہے۔ اور ان مکروہ جماعتوں میں اس فتنے کو بیدار کرنے کا قوی احتمال ہے۔ لہٰذا اس طرح کا اجتماع شرعاً جائز نہیں بلکہ ممنوع ہے۔ اور حدیث نبوی علیہ من الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا میں وارد ہے۔

اَلْفِتْنَةُ[1] نَائِمَةٌ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اَيْقَظَهَا۔ فتنہ سویا ہوتا ہے۔ اس شخص پر اللہ کی لعنت پڑتی ہے جو اسے جگائے۔

---

[1] علامہ محمد مراد کی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے

Marfat.com

پس اسلام کے والیوں اور ملت کے قاضیوں اور لوگوں کا محاسبہ کرنے والوں پر لازم ہے کہ اس طرح کے اجتماع سے لوگوں کو روکیں اور اس بارے میں لوگوں کو سخت ڈانٹ ڈپٹ کرتے رہیں تا کہ اس بدعت کی بیخ کنی ہو سکے جو فتنے میں مبتلا کرنے والی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی حق کو ثابت کرتا ہے اور وہی سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

مکتوب نمبر (۲۸۹)

مولانا بدرالدین کی طرف صادر فرمایا:

قضاوقدر کے اسرار اور اس کے مناسب امور کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے قضاوقدر کے راز کو اپنے خاص بندوں پر منکشف کر دیا اور سیدھے راستے سے بھٹک جانے کے امکان کی بنا پر عوام سے اس راز کو پوشیدہ رکھا۔ اور صلوٰۃ وسلام نازل ہو اس ذات پر جس نے اس بارے میں حجت اور دلیل کو مکمل کر دیا' اور تباہ ہونے والے نافرمان لوگوں کے حیلوں بہانوں کو کاٹ کر رکھ دیا۔ اور آپ کے نیکوکار اور متقی اہل بیت اور صحابہ پر بھی جو تقدیر پر ایمان لائے اور قضا پر راضی ہوئے۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد جبکہ مسئلہ قضاوقدر کی تحقیق میں لوگ حیرت میں اور گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور ناظرین میں سے اکثر لوگ پر باطل وہم اور بے فائدہ خیالات غالب آ چکے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض بندے جو کچھ اس کے اختیار سے صادر ہوتا ہے اس میں جبر کے قائل ہوئے ہیں۔ اور بعض نے بندے سے جو کچھ صادر ہوتا ہے اس کی خدائے واحد کی طرف نسبت کی نفی کی ہے۔ اور ایک گروہ نے قضاوقدر کے عقیدے میں میانہ روی اختیار کی ہے' اور یہی صراط مستقیم اور مضبوط راستہ ہے۔ اور بے شک میانہ روی کے اس عقیدے کی توفیق فرقہ ناجیہ یعنی اہل سنت والجماعت رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعن اسلافہم واخلافہم کو نصیب ہوئی ہے تو ان اہل سنت والجماعت نے اس بارے میں زیادتی اور کمی کو ترک کیا اور وسط اور درمیانی راستے کو اختیار کیا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت امام جعفر بن محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت فرمایا اور عرض کیا اے رسول اللہ کے بیٹے! کیا اللہ تعالیٰ نے اختیار بندوں کے سپرد کر دیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے عظیم اور برتر ہے کہ ربوبیت کو بندوں کے حوالے کر دے۔ پھر امام ابوحنیفہ نے عرض کی " کیا اللہ تعالیٰ نے بندوں کو مجبور پیدا کیا ہے؟ تو امام جعفر صادق نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بات سے بہت عدل والا ہے کہ وہ بندوں کو پہلے تو پیدا کرے اور پھر انہیں عذاب میں ڈالے۔ پھر امام ابوحنیفہ رضی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اس معاملے میں کی پھر اصل حقیقت کیا ہے؟ تو امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ معاملہ اختیار اور جبر کے درمیان ہے۔ کہ نہ تو انسان بالکلیہ مجبور ہے اور نہ بالکلیہ مختار ہے۔ اور نہ اللہ کی طرف سے انسان پر کوئی جبر ہے۔ اور نہ کوئی بات خواہ مخواہ انسان پر مسلط کی گئی ہے۔"

شاید اس وجہ سے اہل سنت نے فرمایا ہے کہ بندوں کے افعال اختیار یہ خلق اور ایجاد کے لحاظ سے اللہ کی قدرت کے تحت ہیں' اور دوسرے اعتبار سے یعنی کسب اور اکتساب کے تعلق کے اعتبار سے بندوں کی قدرت کے تحت ہیں۔ پسند بندے کی حرکت کو حق تعالیٰ کی قدرت کی طرف نسبت کے اعتبار سے خلق اور ایجاد کہتے ہیں اور بندے کی قدرت کے ساتھ ربط اور تعلق کے اعتبار سے کسب و اکتساب کہتے ہیں۔

لیکن اہل سنت میں سے امام ابوالحسن اشعری اس طرف گئے ہیں کہ بندوں کہ اختیار کو ان کے افعال میں کچھ دخل نہیں' ہاں' اتنی بات ہے کہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ اپنی عادت کے مطابق ان کے اختیار کے پیچھے ان کے فعل کو ایجاد فرما دیتا ہے۔ اس لیے کہ امام ابوالحسن اشعری رحمۃ تعالیٰ علیہ کے نزدیک فانی اور حادث قدرت کی کچھ تاثیر نہیں۔ اور یہ مذہب جبر کی طرف مائل ہے۔ اسی لیے اسے جبر متوسط کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

اور استاذ ابو اسحاق اسفرائنی نے فرمایا ہے کہ اصل فعل اور حصول فعل میں بندے کی قدرت کی دخل ہے۔ اور بندے کا فعل دو قدرتوں سے وجود میں آتا ہے۔ (ایک اللہ کی قدرت اور دوسری بندے کی قدرت)۔ اور اس بزرگ نے دو مختلف جہتوں سے ایک اثر پر دو موثروں کے اجتماع کو جائز قرار دیا ہے۔

اور قاضی ابوبکر الباقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس بات کے قائل ہیں کہ بندے کی قدرت وصف فعل میں بایں طور تاثیر کرتی ہے کہ فعل کو طاعت یا معصیت کے ساتھ موصوف کر دیا جاتا ہے۔

اور اس عبد ضعیف کے نزدیک مختار یہ ہے کہ اصل فعل اور وصف فعل میں بیک وقت بندے کی قدرت کی تاثیر کا دخل ہے۔ اس لیے کہ اصل میں تاثیر کے بغیر وصف میں تاثیر کا کوئی معنیٰ نہیں۔ اس لیے کہ وصف کا اثر اصل پر متفرع ہوتا ہے۔ لیکن وہ اصل فعل کی تاثیر پر ایک زائد تاثیر کا محتاج ہے۔ کیونکہ وصف کا وجود اصل کے وجود پر زائد ہوتا ہے اور بندے کی تاثیر کے قائل ہونے میں کوئی خرابی نہیں۔ اگر چہ یہ بات اشعری کو ناگوار گزرے۔ اس لیے کہ قدرت میں تاثیر بھی اللہ سبحانہٗ کی ایجاد سے ہوتی ہے جس طرح نفس قدرت اللہ تعالیٰ کی ایجاد سے ہے۔ اور تاثیر قدرت کا قائل ہونا ہی درستی کے زیادہ قریب ہے۔

اور اشعری کا مذہب فی الحقیقت دائرہ جبر میں داخل ہے۔ کیونکہ اس کے نزدیک بندے کو کوئی اختیار حاصل نہیں اور نہ ہی اس کے نزدیک بندے کی فانی قدرت کو تاثیر حاصل ہے۔ مگر اتنی بات ہے کہ جبریہ کے نزدیک فعل اختیاری کی نسبت فاعل کی طرف حقیقتاً نہیں بلکہ مجازاً ہوتی ہے۔ اور اشعری کے نزدیک فاعل کی طرف حقیقتاً نسبت ہوتی ہے۔ اگر چہ بندے کے لیے حقیقتاً کچھ اختیار ثابت نہیں اس لیے کہ فعل بندے کی قدرت کی

Marfat.com

طرف حقیقتاً منسوب ہوتا ہے' چاہے یہ قدرت تھوڑی بہت ہی موثر ہو۔ جیسا کہ اشعری کے علاوہ دوسرے اہل سنت کا مذہب ہے۔ یا مدار محض ہو' جیسا کہ اشعری کا مذہب ہے۔ اور اس فرق کے ساتھ اہل حق کا مذہب اہل باطل کے مذہب سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ اور فعل کو فاعل سے حقیقتاً نفی اور مجازی طور پر اس کا بندے کے لیے ثبوت جیسا کہ فرقہ جبریہ کا مذہب ہے' کفر محض اور بدیہی امر کا انکار ہے۔

صاحب تمہید[1] نے فرمایا ہے جبریہ میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ فعل کا صدور بندے سے صرف ظاہراً اور مجازاً ہوتا ہے۔ حقیقتاً اسے کوئی استطاعت اور قدرت حاصل نہیں۔ بلکہ بندہ درخت کی مانند ہے کہ جب اسے ہوا حرکت دیتی ہے تو وہ حرکت میں آتا ہے' بعینہٖ درخت کی طرح بندہ بھی مجبور محض ہے۔ یہ قول کفر ہے' اور جو اس طرح کا اعتقاد رکھے کافر ہے۔

اور صاحب تمہید نے فرقہ جبریہ کا مذہب بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا ہے کہ ان کا یہ قول کہ حقیقۃً بندوں کے اپنے افعال کا وجود ہی نہیں ہے' نہ خیر میں اور نہ شر میں۔ اور جو کچھ بندہ کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے فی الحقیقت اس کا فاعل اللہ ہے۔ اور یہ کفر ہے۔

سوال: اگر تم کہو کہ جب بندے کی قدرت کے لیے افعال میں کچھ تاثیر نہیں اور اسے حقیقۃً کچھ اختیار بھی نہیں۔ تو پھر امام اشعری کے نزدیک بندے کی طرف حقیقۃً افعال کی نسبت کے کیا معنی ہیں؟

جواب: میں کہتا ہوں کہ اگرچہ بندے کی قدرت کو افعال کے صدور میں کچھ تاثیر نہیں' تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے بندے کی قدرت کو وجود افعال کا مدار ضرور قرار دیا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ اپنی عادت جاریہ کے مطابق بندوں کے افعال کی طرف اپنی قدرت اور اختیار صرف کرنے کے متصل بعد افعال کو پیدا کرتا ہے۔ اور قدرتِ بندہ وجود افعال کے لیے علتِ عادیہ بن جاتی ہے۔ تو اس طرح عادتاً صدور افعال میں قدرت کے لیے دخل ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ عادۃً افعال قدرت کے بغیر وجود میں نہیں آ سکتے۔ اگرچہ قدرت کے لیے افعال میں کچھ تاثیر ثابت نہیں۔ تو علت عادیہ کے اعتبار سے حقیقۃً افعال عباد کی نسبت ان کی طرف ہوتی ہے۔ مذہب اشعری کی تصحیح میں یہ انتہائی کوشش ہے۔ لیکن اب بھی اس کلام میں غور وتامل کی گنجائش ہے۔

جاننا چاہیے کہ اہل سنت تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اس امر کے قائل ہیں کہ خیر وشر' کڑوی اور میٹھی (خوشگوار اور ناخوشگوار) تقدیر اللہ تعالیٰ ہی کی رف سے ہے۔ کیونکہ قدر وتقدیر کے معنی احداث اور ایجاد کے ہیں۔ اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ محدث اور موجد صرف اللہ سبحانہ ہی کی ذات مقدس ہے۔ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ وہی ہر شے کا خالق ہے' تو اسی کی عبادت کرو۔

---

[1] یعنی ابوالمعین معمون بن محمد النسفی الحنفی۔ المتوفّٰی ۵۰۸ھ کشف الظنون

Marfat.com

اور معتزلہ اور قدریہ قضا و قدر کے منکر ہیں' اور ان کا گمان ہے کہ افعال عباد صرف بندوں کی قدرت سے وجود میں آتے ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ بندوں کے لیے شر اور برائی کا فیصلہ کرتا' اور پھر ان کو اس پر عذاب دیتا تو یہ اس ذات سبحانہٗ کی طرف سے ظلم اور جور قرار پاتا۔ لیکن یہ شبہ ان لوگوں کی جہالت کے باعث ہے۔ کیونکہ قضائے الٰہی بندے کی قدرت اور اختیار کو سلب نہیں کرتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قضا اس طرح کی ہے کہ بندہ اپنے اختیار سے یہ کام کرے گا یا چھوڑے گا۔ غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ قضا اختیار کو واجب اور لازم کرتی ہے اور یہ چیز اختیار کو ثابت کرتی ہے۔ اختیار کے منافی نہیں۔

نیز ان لوگوں کا یہ قول افعال باری تعالیٰ سے بھی مردود قرار پاتا ہے۔ کیونکہ قضا کے اعتبار سے اللہ سبحانہٗ کا فعل یا تو واجب ہے یا ممتنع۔ اس لیے کہ قضا کا تعلق اگر وجود سے ہوگا تو واجب ہے۔ یا عدم سے تعلق ہوگا تو وہ ممتنع ہوگا۔ تو اگر وجوب فعل بالاختیار اختیار کے منافی ہو تو باری تعالیٰ مختار نہ رہے گا۔ اور یہ کفر ہے۔

اور یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ بندے کے ایجاد فعل میں بندے کی قدرت کے کمزور ہونے کی باوجود اسے مستقل تسلیم کرنا نہایت رکیک بات ہے اور نہایت بے وقوفی اس کا منشا ہے۔ اسی لیے ماوراء النہر کے مشائخ شکر اللہ تعالیٰ سعیہم نے اس مسئلہ میں معتزلہ اور قدریہ کو گمراہ کہنے میں مبالغہ کیا ہے چنانچہ مشائخ ماوراء النہر نے یہاں تک کہا ہے کہ مجوسیوں کا حال ان سے بہتر ہے کہ انہوں نے تو ایک ہی شریک ثابت کیا ہے' اور ان معتزلہ نے لاتعداد شریک ثابت کیے ہیں۔

اور جبریہ فرقے کا گمان یہ ہے کہ بندے کا فعل ہے ہی نہیں۔ بلکہ بندے کی حرکات جمادات کی حرکات کی طرح ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک بندوں کو نہ تو قدرت ہے' نہ ارادہ اور نہ اختیار۔ اور ان کا گمان ہے کہ بندے کو نہ تو نیکی پر ثواب ملتا ہے اور نہ برائی پر عذاب۔ اور کفار اور نافرمان لوگ معذور ہیں۔ ان سے کوئی پوچھ نہ ہوگی۔ کیونکہ سارے افعال اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں' اور بندہ اس بارے میں مجبور ہے۔ جبریہ کا یہ عقیدہ کفر ہے۔

اور یہ لعنتی مرجیہ کہتے ہیں کہ معصیت کوئی ضرر اور نقصان نہیں دیتی۔ اور نافرمان کو سزا نہیں ہوگی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے' آپ نے فرمایا:

لُعِنَتِ[1] الْمُرْجِئَةُ عَلٰى لِسَانِ سَبْعِيْنَ نَبِيًّا۔ مرجیہ فرقہ پر ستر نبیوں نے لعنت کی ہے۔

اور ان لوگوں کا مذہب بالبداہتہ باطل ہے۔ اس لیے کہ اپنے اختیار سے حرکت دینے اور مرض رعشہ سے حرکت پیدا ہونے میں واضح فرق ہے۔ اور ہم یقین سے جانتے ہیں کہ پہلی حرکت بندے کے اختیار سے ہے اور دوسری غیر اختیاری ہے۔ اور نصوص قطعیہ بھی اس مذہب کی نفی کرتی ہیں' جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

1۔ اس حدیث کو امام مناوی نے کنوز الحقائق میں سیوطی نے بحوالہ حاکم تاریخ میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ اور اسی مضمون کی ایک حدیث بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما امام ترمذی نے ترمذی شریف میں ذکر کی ہے۔

Marfat.com

جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ط | یہ جزا ہے ان اعمال کو جو وہ کرتے تھے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول:

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ط | تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے۔

وغیر ذالک.

جاننا چاہیے کہ بہت سے لوگ اپنی کمزور ہمتوں اور ناقص نیتوں کے باعث مختلف حیلے بہانے اور عذر تلاش کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ سے سوال آخرت کو دفع کرتے ہیں۔ تو یہ لوگ اشعری کے مذہب بلکہ جبریہ کے مذہب کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ پھر یہ لوگ کبھی تو یہ کہتے ہیں کہ بندے کو حقیقۃً کچھ اختیار نہیں۔ اور فعل کی اس کی طرف نسبت مجازاً ہے۔ اور کبھی جبر کو مستلزم ضعیف اختیار کے قائل ہوتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ اس مقام میں بعض صوفیہ کے کلام کو سنتے ہیں کہ فاعل صرف ایک ہے۔ اور بندے کے افعال میں اس کی قدرت کا کچھ دخل نہیں۔ اور بندے کی حرکات جمادات کی حرکات کی مانند ہیں۔ بلکہ بندے کی ذات اور صفت کا وجود سراب کی طرح ہے جسے پیاسا آدمی پانی گمان کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اس کے پاس آتا ہے تو کوئی شے نہیں پاتا۔ اور اللہ کی ذات کو اپنے پاس پاتا ہے۔ اور اسی طرح کہ اور باتیں جب سنتے ہیں تو اقوال و افعال میں مداہنتوں اور سستیوں پر جرأت میں وہ اور آگے بڑھ جاتے ہیں۔

تو ہم اس مقام کی تحقیق میں کہتے ہیں' اور اللہ تعالیٰ ہی حقیقت مقصود کو بہتر جانتا ہے کہ اگر بندے کے لیے حقیقتاً اختیار ثابت نہ ہوتا جیسا کہ اشعری کا مذہب ہے' تو اللہ تعالیٰ بندوں کی طرف ظلم کی نسبت نہ کرتا۔ کیونکہ انہیں تو کوئی اختیار ہی نہیں اور نہ ان کی قدرت کے لیے کچھ تاثیر ہے۔ بلکہ وہ قدرت تو اس کے نزدیک مدار محض ہے۔ حالانکہ اللہ سبحانہٗ نے اپنی کتاب مجید میں میں بہت مقامات پر[1] ظلم کی نسبت بندوں کی طرف کی ہے۔ تاثیر کے بغیر قدرت کا محض مدار ہونا اگرچہ فی الجملہ ہی ہو' بندوں سے صدور ظلم کو ثابت نہیں کرتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کا بندوں کو تکلیف یا عذاب دینا بغیر اس کے لیے اختیار ثابت ہو ہرگز ظلم نہیں۔ اس لیے کہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے' اپنے سارے ملک میں جیسے چاہے تصرف کرے۔ لیکن بندوں کی طرف ظلم کی نسبت کرنا ضرور ان کے اختیار کو ثابت کرتا ہے۔ اور اس نسبت میں مجاز کا احتمال متبادر کے خلاف ہے۔ بلا ضرورت اس کا مرتکب نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن ضعف اختیار کا قول تو وہ اس امر سے خالی نہیں کہ یا تو اللہ تعالیٰ کے اختیار کے مقابلے ضعف نسبت مراد ہے۔ اگر یہی مراد ہے تو ہم اسے تسلیم کرتے ہیں اور اس میں کوئی جھگڑا نہیں۔ اسی طرح ضعف بمعنی صدور افعال میں عدم

[1] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ٥ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ط وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ٥ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ٥

Marfat.com

استقلال بھی مسلّم ہے۔ لیکن ضعف کا یہ معنیٰ مسلّم نہیں کہ صدور افعال میں بندے کے اختیار کا کچھ دخل نہیں۔ اور یہ اول مسئلہ ہے۔ جس میں نزاع ہے۔ اور منع کی سند تفصیل کے ساتھ اس سے قبل مذکور ہو چکی ہے۔

یہ بات بھی علم میں ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ان کی طاقت اور استطاعت کے مطابق مکلف بنایا ہے۔ اور ان کے ضعفِ خلقت کے باعث تکلیف میں ان کے لیے آسانی رکھی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا[1]

اللہ تعالیٰ بندوں کے لیے تخفیف اور آسانی کا ارادہ فرماتا ہے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے لیے آسانی کیوں نہ ہو' حالانکہ وہ ذات سبحانہ' حکیم' رؤف اور رحیم ذات ہے۔ اس کی حکمت' نرمی اور رحمت کے یہ لائق نہیں کہ بندے کو اس امر کی تکلیف دے جو اس کی استطاعت سے باہر ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کو بہت بڑی چٹان اُٹھانے کی تکلیف نہیں دی جس کے اٹھانے پر بندہ قادر نہیں۔ بلکہ ایسے امور کی تکلیف دی ہے جو بندے کے لیے بہت آسان ہیں' جیسے نمازیں' جو قیام' رکوع' سجود اور آسان قراءت پر مشتمل ہیں۔ اور یہ سب نہایت ہی آسان کام ہیں۔ اسی طرح روزوں میں بھی بہت سہولت ہے۔ اور زکوٰۃ کی بھی یہی نوعیت ہے۔ چنانچہ چالیسواں حصہ زکوٰۃ مقرر کی گئی ہے' سارا یا نصف مال دینا لازم نہیں کیا گیا' تا کہ بندوں کو گراں اور بھاری محسوس نہ ہو۔

اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی کمال کرم نوازی ہے کہ ہر مامور بہ کا اس کے ادا نہ ہونے کی صورت میں بدل اور عوض مقرر کر دیا۔ چنانچہ وضو کے بدلے تیمم جائز قرار دے دیا گیا۔ اسی طرح یہ حکم بھی دیا کہ جو کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے پر قادر نہ ہو بیٹھ کر نماز پڑھ لے۔ اور جو بیٹھنے پر بھی قادر نہ ہو لیٹ کر نماز ادا کرنے' اور جو رکوع سجود پر قدرت نہ رکھتا ہو اشارہ سے نماز ادا کر لے۔ وغیرہ ذالک۔ جیسا کہ نظر اوصاف واعتبار سے احکام شرعیہ کو دیکھنے والے پر پوشیدہ نہیں۔

تو ایسا شخص دیکھے گا کہ تمام تکلیفات شرعیہ میں نہایت آسانی اور سہولت ہے۔ اور اوراق کے صفحات میں اللہ تعالیٰ کی کمال نرمی کا مطالعہ کرے گا۔ تکلیفاتِ شرعیہ کے آسان ہونے کی گواہی اس سے ملتی ہے کہ عوام زیادہ تکلیفات شرعیہ کی آرزو کرتے ہیں۔ چنانچہ بعض یہ آرزو رکھتے ہیں کہ فرض روزے ایک ماہ سے زیادہ ہونے چاہئیں۔ اور بعض فرض نمازوں میں زیادہ ہونے کے آرزومند ہیں۔ علیٰ ھذا القیاس۔ اور اس تمنا کی وجہ صرف یہ ہی کہ احکام شرعیہ میں نہایت آسانی کو ملحوظ رکھا ہے۔

---

[1] پارہ والمحصنات۔ سورۃ نساء

Marfat.com

بعض حضرات کو احکام شرعیہ کی ادائیگی میں آسانی کا محسوس نہ ہونا ان کی نفسانی تاریکیوں اور طبعی میل کچیل کی وجہ سے ہے۔ نیز نفس امارہ کی خواہش کی وجہ سے جو خدا تعالیٰ سبحانہٗ کی عداوت میں ہر وقت کھڑا رہتا ہے۔ اللہ سبحانہٗ فرماتا ہے:

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ط — مشرکین کے لیے وہ بات سخت ناگوار ہے جس کی طرف آپ ان کو بلاتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ ٥ — اور بیشک نماز عجز اختیار کرنے والوں کے سوا باقی سب پر بھاری ہے۔

تو جس طرح ظاہری مرض کام کرنے میں مشکل پیدا کرتی ہے' بالکل اسی طرح باطنی مرض بھی مشکلات پیدا کرتا ہے اور شرع شریف نفس امارہ اور اس کی بُرائیوں کے نشانات کو مٹانے کے لیے وارد ہوئی ہے۔ تو خواہش نفس اور متابعت شریعت ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ لہٰذا احکام شرعیہ کے بجالانے میں مشکل اور تنگی محسوس کرنا خواہش نفس کے موجود ہونے کی دلیل ہے۔ تو جس قدر شرع پر عمل مشکل محسوس ہوگا اتنی ہی مقدار میں خواہش بھی موجود ہوگی۔ تو جس وقت خواہش نفس بالکلیہ مٹ جائے گی اشکال اور تنگی بھی بالکل ختم ہو جائے گی۔

لیکن بعض صوفیہ کا نفی اختیار یا ضعف اختیار میں گذشتہ کلام کا یہ جواب ہے کہ ان کا کلام اگر احکام شرعیہ کے مطابق نہ ہو تو اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ اس لیے وہ دلیل یا تقلید کی صلاحیت کیسے رکھتا ہے۔ دلیل اور تقلید کے لائق تو علمائے اہل سنت کے اقوال ہیں۔ تو صوفیہ کا جو کلام علمائے اہل سنت کے اقوال کے موافق ہوگا وہ مقبول ہوگا' اور غیر موافق غیر مقبول ہوگا۔

علاوہ ازیں ہم کہتے ہیں کہ مستقیم الاحوال صوفیہ نے شریعت سے بالکل تجاوز نہیں کیا۔ نہ احوال میں نہ اعمال میں اور نہ اقوال ہیں اور نہ ہی علم و معارف میں۔ اور وہ جانتے ہیں کہ شریعت سے تھوڑی سی مخالفت کا باقی رہنا بھی حال میں سقم اور خلل کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اگر حال سچا ہوتا تو شریعت حقہ کے بالکل خلاف نہ ہوتا۔

مختصر یہ کہ شریعت کے خلاف ہونا بے دینی اور الحاد کی دلیل ہے۔ غاية مافي الباب یہ ہے کہ کسی صوفی سے اگر ایسا کلام صادر ہوا جو شریعت کے مخالف ہو جو غلبہ حال اور سکر وقت میں کشف کے باعث ہو تو اس کو معذور قرار دیا جائے گا۔ اور اس کا یہ کشف غیر صحیح ہوگا۔ اور تقلید و پیروی کے لائق نہ ہوگا۔ بلکہ مناسب ہے کہ اس کے کلام کو ظاہری معنی سے پھیرا جائے۔ اس لیے کہ اہل سکر کے کلام کو بہتر معنی پر محمول کیا جاتا ہے اور ظاہری معنی مراد نہیں لیے جاتے۔

یہ ہے جو مجھے اللہ سبحانہٗ کی مدد اور اس کی حسن توفیق سے اس مقام میں میسر آیا ہے۔ والحمد للہ

Marfat.com

وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ.

مکتوب نمبر (۲۹۰)

ملا ہاشم کی طرف صادر فرمایا:

اس طریقہ کے بیان میں جس کے ساتھ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرّہ کو اوائل حال ہی میں مخصوص فرمادیا تھا۔ اور اس پر چلنے کی طالبانِ حق کو توفیق عطا فرمائی۔ اور بلند مرتبہ طریقہ نقشبندیہ کے بیان میں اور نہایت کے بدایت میں درج ہونے کے بیان میں جو اس طریقہ کے لوازم میں سے ہے۔ اور اس حضور کے بیان میں جو اس طریقہ کے اکابر کے نزدیک معتبر ہے اور جسے نسبت نقشبندیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور بعض ان احوال اذواق اور علوم ومعارف کا بیان جو طریقہ نقشبندیہ وغیرہ میں حاصل ہوئے اور ان بزرگوں کے جذبات اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَ اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہِ الطَّیِّبِیۡنَ الطَّاھِرِیۡنَ۔

جاننا چاہیے کہ وہ طریقہ جو نزدیک تر، جلد پہنچانے والا، کتاب وسنت کے زیادہ موافق، زیادہ مضبوط زیادہ محفوظ، زیادہ پختہ، زیادہ سچا، زیادہ رہنمائی فرمانے والا، بہت اونچا، بہت بزرگ، بہت بلند مرتبہ اور بہت کامل ہے۔ وہ صرف بلند طریقہ نقشبندیہ ہے، قدس اللّٰہ ارواحَ اھالیھا و اسرار موالیھا. اس طرح اس طریقے کی یہ تمام بزرگی اور اس سلسلے کے بزرگوں کی یہ بلند شان روشن سنت علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام والتحیۃ کی سنت کی متابعت کی پابندی اور ناپسندیدہ بدعت سے اجتناب کی وجہ سے ہے۔ یہ نقشبندی بزرگ ہی ہیں جو صحابہ کرام علیہم الرضوان من الملک المنان کی طرح ان کے کام کی نہایت ان کی ابتدائی شان میں ہی درج ہو چکی ہے، اور ان کے حضور اور آگاہی نے دوام پیدا کیا ہوا ہے۔ اور درجہ کمال تک پہنچنے کے بعد ان کی آگاہی دوسروں سے فوقیت لے گئی ہے۔

اے برادر! اللہ تعالیٰ تجھے سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اس درویش کو جب اس راستے کی آرزو اور ہوس پیدا ہوئی تو خداوند جلّ وعلا کی مہربانی اس کام کی ہادی بنی اور اسے ولایت پناہ، حقیقت آگاہ، نہایت کو بدائت میں درج کرنے والے طریقے کے ہادی اور درجاتِ ولایت تک پہنچانے والے راستے کے راہنما پسندیدہ دین کی تائید فرمانے والے ہمارے مولیٰ اور امام الشیخ محمد الباقی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کی خدمت میں لے

Marfat.com

گئی۔ جو اکابر حضرات نقشبندیہ کے خانوادہ کے اکابر خلفاء میں سے ہیں۔ اور آپ نے اس درویش کو اسم ذات جلّ سلطانہٗ کا ذکر تعلیم فرمایا۔ اور اپنے معروف طریقے کے مطابق توجہ فرمائی۔ یہاں تک کہ مجھ میں مکمل لذت پیدا ہو گئی اور کامل شوق سے رونا نصیب ہوا۔ اور ایک روز کے بعد بے خودی کی کیفیت جو ان اکابر کے نزدیک معتبر ہے اور غیب کے نام سے موسوم ہے' میسر آ گئی۔

اور اس سے بے خودی میں مَیں نے ایک دریائے مہیب دیکھا اور سارے جہان کی شکلوں اور صورتوں کو میں نے اس دریا میں سائے کی طرح پایا۔ اور یہ بے خودی رفتہ رفتہ مجھ پر غالب آ گئی اور کافی وقت تک رہی۔ کسی دن تو ایک پہر تک رہتی تھی اور کسی دن دو پہر تک۔ اور بعض اوقات اسی کیفیت میں رات پڑ جاتی۔ اور میں نے اپنے اس حال کو جب اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں فنا کی ایک قسم حاصل ہو چکی ہے' اور مجھے ذکر کرنے سے منع فرما دیا۔ اور اس آگاہی کی نگہداشت کا حکم دیا۔

دو روز کے بعد مجھے ان بزرگوں کی معروف اور مصطلح فنا حاصل ہوئی۔ جب میں نے یہ کیفیت بھی آپ کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے فرمایا کیا تو سارے جہان کو ایک اور متصل واحد دیکھتا اور پاتا ہے؟ میں نے عرض کی ہاں۔ تو آپ نے فرمایا کہ صحن فنا میں وہ فنا معتبر ہے جو اس بے شعوری اتصال کی دید کے ساتھ حاصل ہو۔ اسی رات بے شعوری کی صفت کے ساتھ وہ فنا بھی حاصل ہو گئی۔ آپ کی خدمت میں اس کے متعلق بھی عرض کیا اور فنا کے بعد جو حالت حاصل ہوئی وہ بھی عرض کی اور کہا کہ میں اپنے علم کو حق سبحانہٗ کی نسبت علم حضور پاتا ہوں اور وہ اوصاف جو مجھ سے منسوب تھیں' حق سبحانہٗ کے ساتھ منسوب پاتا ہوں۔ اس کے بعد ایک نور ظاہر ہوا جس نے تمام اشیاء کو گھیرا ہوا تھا۔ میں نے اسے حق جاناجلّ وعلا۔ اور اس نور کا رنگ سیاہ تھا۔ میں نے اس کے متعلق عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ حق جلّ وعلا تمہارے مشاہدہ میں آ چکا ہے لیکن نور کے پردہ میں ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ کشادگی اور انبساط جو اس نور میں ظاہر ہوا ذات حق تعالیٰ جلّ شانہٗ کے متعدد اشیاء کے ساتھ جو بلندی اور پستی میں واقع ہیں تعلق کی وجہ سے پھیلا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ تمہیں اس انبساط اور فراخی کی نفی کرنی چاہیے۔

اس کے بعد اس سیاہ نور نے جو پھیلا ہوا تھا سکڑنا اور تنگ ہونا شروع کیا۔ یہاں تک کہ صرف ایک نقطہ رہ گیا۔ آپ نے فرمایا اس نقطے کی بھی نفی کرنی چاہیے اور حیرت کے مقام میں آنا چاہیے۔ میں نے اسی طرح کیا تو وہ موہوم نقطہ بھی درمیان سے زائل ہو گیا' اور معاملہ حیرت کے مقام تک جا پہنچا۔ جہاں حق سبحانہٗ کا شہود خود بخود ہوتا ہے۔ نور کے پردے کا واسطہ درمیان میں نہیں رہتا۔

جب میں نے یہ کیفیت بھی عرض خدمت کی تو آپ نے فرمایا یہی حضور نقشبندی بزرگوں کا حضور ہے اور نسبت نقشبندی اسی حضور سے عبارت ہے۔ اور اس حضور کو حضور سے غیبت بھی کہتے ہیں۔ اور نہایت کے بدائت میں درج ہونے کی صورت اس مقام میں ہوتی ہے۔ اور طالب حق کے لیے اس نسبت کا حضور اس طریقہ میں

Marfat.com

دوسرے سلسلے میں طالب کے پیر سے اذکار واوراد شروع کرنے کی مانند ہے۔ تاکہ طالب اس پر عمل کرے اور اپنے مقصود کا سراغ لگائے۔ ع

قیاس[1] کن زگلستانِ من بہار مرا

اور اس درویش کو یہ نادر الوجود نسبت تعلیم ذکر کے ابتدائے وقت سے دو ماہ اور چند روز کے بعد حاصل ہو گئی۔

اس نسبت کے ساتھ موصوف ہونے کے بعد دوسری فنا جسے فنائے حقیقی کہتے ہیں حاصل ہو گئی۔ اور دل کو اس قدر فراخی اور کشادگی حاصل ہوئی کہ عرش سے لے کر مرکز زمین تک جہان میں جو کچھ ہے' اس کشادگی کے سامنے ایک رائی کی مقدار بھی حاصل نہیں تھی۔ اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو اور عالم کے ہر فرد بلکہ ہر ذرے کو حق جل وجلا دیکھا۔ اس کے بعد عالم کے ہر ذرے کو الگ الگ میں نے اپنا عین دیکھا اور اپنے آپ کو ان تمام چیزوں کا عین پایا۔ یہاں تک کہ میں نے تمام عالم کو ایک ذرے میں گم پایا۔ اس کے بعد اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرے کو اس قدر فراخ اور وسیع دیکھا کہ تمام عالم کو بلکہ اس عالم کے کئی گناہ جہانوں کی اس میں گنجائش ہے۔ بلکہ اپنے آپ کو اور ہر ذرے کو ایک فراخ نور پایا۔ جو ہر ذرے میں سرایت کیے ہوئے ہے اور جہان کی شکلوں اور صورتوں کو اس نور میں مٹ جانے والے اور فنا ہو جانے والا پایا۔ اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرے کو سارے جہان کو قائم رکھنے والا پایا۔ اپنے پیر کی خدمت میں جب میں نے یہ کیفیت بھی عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ توحید میں حق الیقین کا مرتبہ یہی ہے' اور جمع الجمع اسی مقام سے عبارت ہے۔

اس کے بعد عالم کی شکلوں اور صورتوں کو جیسا کہ پہلے حق پاتا تھا اس وقت درجہ وہم میں دیکھا اور ہر ذرے کو کہ میں حق محسوس کرتا تھا' بلا فرق اور بلا تمیز اسی ذرے کو درجہ وہم میں پایا۔ اس سے سخت حیرت لاحق ہوئی۔ اس دوران میں فصوص الحکم کی عبارت جو میں نے والد بزرگوار علیہ الرحمۃ سے سنی تھی یاد آئی کہ صاحب فصوص نے فرمایا ہے۔

اگر تو چاہے تو کہہ سکتا ہے کہ جہان حق سبحانہٗ ہے۔ اور اگر چاہے تو یوں بھی کہہ سکتا ہے کہ جہان مخلوق ہے۔ اور اگر چاہے تو اس طرح کہہ سکتا ہے کہ وہ ایک جہت سے حق ہے اور ایک جہت سے مخلوق ہے۔ اور اگر چاہے تو حیرت کا اظہار کر سکتا ہے۔ کیونکہ دونوں میں کوئی تمیز نہیں ہو سکتی۔

یہ عبارت کسی قدر اس بے قراری کے لیے تسکین کا باعث بن گئی۔ بعد ازاں اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں جا کر عرض حال کی تو آپ نے فرمایا ابھی تک تیرا حضور صاف نہیں ہوا۔ اپنے کام میں مشغول رہ' تاکہ موجودگی

---

[1] میرے باغ میں میری بہار کا اندازہ لگا لو۔

Marfat.com

موہوم سے تمیز ظاہر ہو جائے۔ اور میں نے فصوص کی عبارت کو جو عدم تمیز کو ظاہر کرتی تھی آپ کے سامنے پڑھی تو پیر بزرگوار نے فرمایا کہ شیخ محی الدین عربی نے اس عبارت میں کامل کا حال بیان نہیں فرمایا۔ عدم تمیز بھی بعض اشخاص کی نسبت ثابت ہے۔

حسب الامر میں اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے پیر بزرگوار کی محض توجہ شریف سے دو روز کے بعد موجود اور موہوم کے درمیان فرق ظاہر فرما دیا۔ یہاں تک کہ میں نے موجود حقیقی کو موہوم متخیل سے ممتاز پایا۔ اور صفات اور افعال و آثار جو موہوم سے صادر ہوتے دکھائی دیتے تھے' حق سبحانہٗ سے صادر ہوتے دیکھا۔ اور ان صفات و افعال کو بھی موہوم محض پایا۔ اور خارج میں ایک ذات کے سوا کسی شے کو موجود نہ دیکھا۔ جب یہ حالت بھی خدمت اشرف میں عرض کی تو فرمایا کہ فرق بعد الجمع کا مرتبہ یہی ہے۔ اور کوشش کی انتہا اسی مقام تک ہے۔ اس سے زیادہ جو کچھ کسی کی طبیعت اور استعداد میں رکھ دیا گیا ہے' ظاہر ہوتا ہے۔ اور اسے مرتبے کو مشائخ طریقت نے مقام تکمیل کے نام موسوم کیا ہے۔

جاننا چاہیے کہ اس درویش کو مرتبہ اولیٰ میں جب سُکر سے صحو کی طرف لایا گیا' اور فنا سے بقا کے ساتھ مشرف کیا گیا۔ تو جب اپنے وجود کے ذرات میں سے ہر ذرے کے اندر نظر ڈالتا تھا' سوائے حق کے کچھ نہیں پاتا تھا اور ہر ذرے کو حق تعالیٰ کے شہود کا آئینہ پاتا تھا۔ اس مقام سے مجھے پھر حیرت کی طرف لے گئے۔ جب مجھے اپنے آپ میں لایا گیا تو حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو اپنے وجود کے ذرات میں سے ہر ذرے کے ساتھ پایا۔ اور پہلا مقام اس دوسرے مقام کی نسبت بہت نیچے نظر آیا۔ پھر حیرت کی طرف لے گئے۔ اور جب مجھے ہوش میں لایا گیا تو اس مرتبہ میں حق سبحانہٗ کو میں نے نہ تو عالم کے ساتھ متصل پایا اور منفصل۔ اور نہ عالم میں داخل اور نہ اس سے خارج۔ معیت اور احاطہ و سریان جیسے کہ پہلے پاتا تھا بالکل زائل ہو گئے۔ اس کے باوجود اسی کیفیت کے ساتھ مشاہدہ کرایا گیا۔ بلکہ گویا کہ محسوس کرا دیا گیا۔ اور جہان بھی اس وقت مشہود تھا۔ لیکن حق سبحانہ کے ساتھ اس نسبت مذکور سے کچھ نہیں رکھتا تھا۔

مجھے پھر حیرت کی طرف لے گئے۔ جب ہوش کی طرف لائے تو معلوم ہوا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو عالم کے ساتھ ایک نسبت ہے۔ جو اس نسبت مذکورہ کے علاوہ ہے۔ اور وہ نسبت مجہول الکیفیت ہے۔ وہ بلند ذات میرے مشاہدے میں آئی لیکن مجہول الکیفیت نسبت کے ساتھ۔ پھر حیرت کی طرف لے گئے اور اس مرتبہ میں قبض کی ایک قسم لاحق ہوئی۔ جب پھر مجھے اپنے آپ میں لائے تو وہ بلند ذات اس مجہول الکیفیت نسبت کے بغیر مشہود ہوئی۔ ایسے طور پر کہ عالم کے ساتھ اسے کوئی نسبت نہ تھی۔ نہ معلوم الکیفیت اور نہ مجہول الکیفیت۔ اور اس وقت عالم اسی خصوصیت کے ساتھ مشہود تھا۔ اور اس وقت مجھے ایک خاص علم عنایت ہوا۔ کہ اس علم کے سبب مخلوق اور حق تعالیٰ کے درمیان دونوں شہود حاصل ہونے کے باوجود کوئی مناسبت نہ رہی۔ اور اس وقت میں مجھے معلوم کرایا گیا کہ یہ

Marfat.com

مشہود اس صفت اور اس تنزیہہ کے ساتھ ذات حق سبحانہ' نہیں ہے۔ وہ اس سے بلند ہے۔ بلکہ یہ مشہود اللہ تعالیٰ کے تعلق تکوین کی مثالی صورت ہے جو کوئی تعلقات سے ورا ہے۔ چاہے وہ تعلق معلوم الکیفیت ہو یا مجہول الکیفیت۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت ہی دور ہے۔

کیف[1] الوصول اِلٰی سَعَادَو دونھا
قُلَلُ الْجبَالِ و دُونھن خُیُوف

اے عزیز! اگر قلم کو تفصیلِ احوال اور شرح معارف میں جاری کروں تو معاملہ دراز اور بات لمبی ہو جائے گی۔ خاص کر توحید وجودی کے معارف اور اشیاء کی ظلیت کے علوم اگر بیان میں لائے جائیں تو وہ جماعت جس نے اپنی ساری عمر توحید وجودی حاصل کرنے میں گزاری ہے' یوں معلوم کریں کہ انہوں نے تو بے نہایت دریا سے ایک قطرہ بھی حاصل نہیں کیا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ یہی جماعت اس درویش کو توحید وجودی والوں میں سے شمار نہیں کرتی' بلکہ توحید وجودی کے منکر علماء میں شمار کرتی ہے اور اپنی کوتاہ نظر سے ان لوگوں نے گمان کر رکھا ہے کہ توحید وجودی کے معارف پر ہی اڑے رہنا کمال ہے۔ اور اس مقام سے ترقی کرنا نقص میں داخل ہے۔

بے[2] خردے چندز خود بے خبر عیب پسندند بزعم ہنر

اس جماعت کی اس مسئلے میں دلیل پہلے مشائخ کے وہ اقوال ہیں جو توحید وجودی کے بارے میں واقع ہوئے ہیں۔ حضرت حق سبحانہ' وتعالیٰ اس جماعت کو انصاف کی توفیق عطا کرے' انہوں نے کیسے جان لیا کہ ان مشائخ کو اس مقام سے ترقی نہیں ہوئی' اور وہ اسی مقام پر رُکے رہے ہیں۔ گفتگو معارف توحید وجودی کے نفس حصول میں نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو بالیقین واقع ہے۔ بلکہ گفتگو اس مقام سے آگے ترقی کرنے میں ہے۔ اگر صاحب ترقی کی توحید وجودی کا منکر قرار دیں۔ اور یہ اصطلاح قائم کرلیں تو اس میں کیا جھگڑا ہے۔

ہم پھر اصل بات کی طرف آتے ہیں' اور کہتے ہیں کہ جب تھوڑی چیز زیادہ پر دلالت کرتی ہے اور قطرہ بڑے سمندر کی طرف اشارہ کرتا ہے' تو میں نے اس مسئلے کے بیان میں تھوڑے کلام اور قطرے پر ہی کفایت کی ہے۔

اے برادر! جب حضرت خواجہ نے اس فقیر کو کامل مکمل جانا تو تعلیم طریقہ کی اجازت عطا فرمائی اور طالبوں کی ایک جماعت میرے حوالے کی۔ اس وقت مجھے اپنے کمال و تکمیل میں تردد اور رشک تھا۔ آپ نے فرمایا کہ شک کی کوئی جگہ نہیں۔ کیونکہ مشائخ عظام نے ان ہی مقامات کو مقام کمال و تکمیل فرمایا۔ اگر اس مقام میں بھی تردد اور شک پیدا ہو تو مشائخ کرام کے کامل ہونے میں شک لازم آئے گا۔ حسب الامر میں نے طریقت کی تعلیم دینا شروع کر دی۔ اور طالبوں کے کام میں توجہات دینا شروع کیں۔ چنانچہ ان طالبوں میں بڑے بڑے اثر

---

[1] سعاد (معشوق) کا وصال کیسے ممکن ہے جبکہ اس کے اور میرے درمیان پہاڑوں کی بلند چوٹیاں اور نشیب و فراز حائل ہیں۔
[2] چند بے عقل اپنے آپ سے بے خبر عیب کو ہنر خیال کرتے ہوئے پسندیدہ نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

Marfat.com

محسوس ہوئے۔ حتیٰ کہ ان کا سالہا سال کا کام چند گھڑیوں میں ہو گیا۔ کچھ وقت میں اسی کام میں سرگرم رہا۔ آخرالامر پھر مجھے اپنے نقص کا علم ہوا اور مجھ پر ظاہر کیا گیا کہ تجلی ذاتی برقی جسے اکابر مشائخ نے نہایت کہا ہے' اس راہ میں کچھ بھی ظاہر نہیں ہوئی۔ اور سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ بھی معلوم نہ ہوئی کہ کیا ہے۔ ان کمالات کی طرف چیزیں حاصل کرنے سے چارہ نہ تھا۔ اس وقت اپنے نقص کا علم پختہ ہو گیا۔ اور وہ طالب جو میرے گرد جمع ہو چکے تھے میں ان سب کو اکٹھا کیا اور اپنی کمی ان کے سامنے بیان کی اور ان سے اپنے پاس سے چلے جانے کی درخواست کی۔ لیکن یہ طالبانِ حق میری اس بات کو تواضع اور کسر نفسی پر محمول کرتے ہوئے جو اعتقاد میرے متعلق رکھتے تھے' اس سے نہ پھرے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے بصدقہ اپنے حبیب پاک علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات و التسلیمات وہ احوال عطا فرمادیے جن کی انتظار تھی۔

فصل: جاننا چاہیے' کہ حضرت خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم کے طریقے کا حاصل اور خلاصہ اہل سنت و جماعت کا اعتقاد روشن سنت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی اتباع' اور بدعت اور نفسانی خواہشات سے پرہیز اور حتی الامکان احکام شرعیہ میں عزیمت پر عمل اور رخصت پر عمل کرنے سے پرہیز اور جہت جذبہ میں اوّلاً فنا اور اضمحلال ہے۔ اور اس فنا کو عدم سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور وہ بقا جو اس جہت میں اس فنا کے ثبوت کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ اسے وجود عدم سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی وہ وجود اور بقا جو عدم یعنی فنا پر مرتب ہوتا ہے' اور یہ فنا اور اضمحلال جس سے غائب ہونے کا اتفاق ہوتا ہے' اور بعض کو نہیں ہوتا۔ اس بقا والے کے لیے ممکن ہے' کہ صفات بشریہ کی طرف رجوع کرے۔ اور اخلاق نفسانیہ کی طرف لوٹ آئے۔ بخلاف اس بقا کے جو فنا پر مرتب ہوتی ہے' کہ اس سے لوٹنا جائز نہیں ہے۔

ممکن ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ (بہاؤالدین نقشبند) قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ الاقدس نے اسی معنی کی بنا پر فرمایا ہے۔ کہ وجود عدم وجود بشریت کی طرف لوٹا آتا ہے۔ لیکن وجود فنا وجود بشریت کی طرف ہرگز لوٹ کر نہیں آ سکتا۔ کیونکہ وجود عدم کے ساتھ باقی ہونے والا ابھی راستے میں ہے۔ اور راستے میں لوٹ آنا ممکن ہے۔ اور وجود فنا والا واصل اور منتہی ہو چکا ہے۔ واصل کے لیے رجوع نہیں ہوتا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جو بھی واپس لوٹا وہ راستے میں ہی تھا۔ تب ہی واپس لوٹا۔ اور جو اپنے مقصود تک پہنچ گیا وہ نہیں لوٹتا۔

جاننا چاہیے کہ وجود عدم والا اگرچہ راستے میں ہے۔ لیکن نہایت کے بدایت میں درج ہونے کے مطابق نہایت معاملہ سے بھی آگاہ ہے۔ جو کچھ منتہی کو آخر میں جا کر میسر آتا ہے۔ اس کا خلاصہ اس کو اجمالی طور پر ابھی سے حاصل ہے۔ اور چونکہ یہ نسبت منتہی میں شمول پیدا کر چکی ہے۔ اور اس کا عام اثر اس کی روحانیت اور جسم میں حاصل ہو چکا ہے۔ اور وجود عدم میں اگرچہ کچھ ہی اور بطور اجمال ہی سہی خلاصہ قلب میں بند ہے۔ اس وجہ سے منتہی صاحب تفصیل ہے۔ اور اس کا صفات جسمانیہ کی طرف لوٹ کر آنا ممتنع ہے کیونکہ اس

Marfat.com

نسبت کے مراتب جسمانیہ میں سرایت کرنے سے اسے اس کی صفات سے باہر نکال دیا ہے' اور فانی کر دیا ہے۔ اور یہ فنا خالص عطائے الٰہی ہے۔ اور خالص عطائے الٰہی سے لوٹ جانا اس کی جناب قدس تعالیٰ و تقدس کے لائق نہیں۔ بخلاف وجود عدم والے کے کہ یہ سرایت اس کے حق میں مفقود ہے۔ غایۃ ما فی الباب' جبکہ یہ مراتب قلب کے تابع ہیں۔ تو وہ نسبت بھی بطریق تبعیت ان میں سرایت کر چکی ہے۔ اور تیزی سے روک چکی اور مغلوب کر چکی ہے لیکن فنا اور زوال تک نہیں پہنچا سکی۔ اس بنا پر اس سے رجوع ممکن ہے۔ کیونکہ مغلوب چیز بعض دفعہ بعض عوارض کے پیش آنے اور بعض موانع کے لاحق ہونے کی وجہ سے غالب آ جاتی ہے۔ اور جو چیز بالکل زائل ہو چکی ہو۔ وہ واپس نہیں لوٹ سکتی۔ جیسا کہ پہلے گزرا۔

جاننا چاہیے کہ اس بلند سلسلہ کے بعض مشائخ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم نے مذکورہ فنا اور اضمحلال اور اس پر مرتب ہونے والی بقا پر فنا اور بقا کا اطلاق کیا ہے۔ اور تجلی ذاتی اور شہود ذاتی کا بھی اس مرتبہ میں اثبات فرمایا ہے۔ اور اس بقا والے کو واصل کہا۔ اور ''یادداشت'' کو بھی جو جناب قدس حق سبحانہٗ کی جناب میں دوامِ آگاہی سے عبارت ہے۔ اس جگہ میں حاصل جانا ہے۔ اور یہ سب کچھ نہایت کے بدایت میں درج ہونے کے اعتبار سے ہے۔ ورنہ فنا اور بقا منتہی ہے سوا کسی اور کے لیے نہیں ہے۔ اور منتہی شخص ہی درحقیقت واصل ہے اور تجلی ذاتی اسی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اللہ کے ساتھ دوام حضور بھی منتہی واصل کو ہی نصیب ہے۔ کیونکہ اس کے لیے بالکل رجوع نہیں۔ لیکن پہلا اطلاق بھی مذکورہ اعتبار سے صحیح ہے۔ اور ایک عمدہ وجہ پر مبنی ہے۔ اسی قسم میں سے ہے۔ وہ فنا و بقا اور تجلی ذاتی اور شہود ذاتی اور وصل اور یادداشت جو حضرت خواجہ احرار قدس اللہ تعالیٰ سرہ' الاقدس کی کتاب فقرات میں واقع ہے ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ اس کتاب کا مبنیٰ جو کہ خطوط رسائل کی شکل میں ہے خواجہ احرار کے بعض مخلصین کی عقل و دانش اور معرفت کے مطابق ہے۔ ''لوگوں سے ان کے اندازہ عقل کے مطابق گفتگو کرو'' کی اس میں خاص رعایت کی گئی۔ نیز اس قسم میں سے ہے۔

رسالۂ سلسلۃ الاحرار جو کہ حضرت خواجہ احرار کے کلام کے طریقہ پر واقع ہوا ہے۔ اور با شرح رباعیات ہیں۔ جو ہمارے حضرت خواجہ پسندیدہ دین کی تائید فرمانے والے ہمارے شیخ و مولا محمد الباقی سلمہ اللہ تعالیٰ نے لکھی ہیں۔

اور اس بقا بلکہ ہر بقا جو جہت جذبہ میں پیدا ہوتی ہے' کا رُخ توحید وجودی کی طرف ہے اسی لیے بعض مشائخ نے حق الیقین کو اسی طرح بیان فرمایا ہے۔ جن کا حال توحید وجودی ہوتا ہے۔ اور بعض لوگوں کو اس طرح کے بیان نے اشتباہ میں ڈال دیا کہ اُن کا حق الیقین تجلی صوری سے عبادت ہے۔ اور اس طرح انہوں نے عیب گیری اور طعن و تشنیع شروع کر دی' اور حق بات یہ ہے کہ اُن کا یہ حق الیقین جہت جذبہ میں پیدا ہوا۔ اور یہ معرفت اس مقام کے مناسب ہے۔ تجلی صوری ایک دوسری چیز ہے۔ جیسا کہ ارباب طریقت پر مخفی نہیں ہے' اور کثرت میں

Marfat.com

وحدت کا شہود ایسے طریقہ پر کہ آئینہ بالکل پوشیدہ ہو جائے۔ اور اس ذات باقی کے سوا کوئی چیز مشہود نہ رہے۔ اس مقام کو "یادداشت" کے مناسب جانتے ہوئے یادداشت کا اطلاق اس مرتبہ پر کر دیا۔ اور اس کو تجلی ذاتی اور شہود ذاتی بھی کہتے ہیں۔ اور اس مقام کو مقام احسان کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور اس گم ہونے کو وصل سے تعبیر کرتے ہیں۔ ع

تو[1] درو گم شو وصال ایں است وبس

اور یہ اصطلاح حضرت ناصر الدین خواجہ عبید اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس سلسلہ کے مشائخ متقدمین میں سے کسی نے یہ اصطلاح بیان نہیں فرمائی۔ ع

ہر چہ[2] خوباں کنند خوب آید

آپ کے کلمات قدسی نشان سے یہ ہے کہ ہماری زبان دل کا شیشہ ہے اور دل روح کا آئینہ ہے۔ اور روح حقیقت انسانی کا آئینہ ہے' اور حقیقتِ انسانی حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا آئینہ ہے۔ غیبی حقائق' غیبی ذات سے بڑی دور دراز مسافتیں طے کر کے زبان پر آتے ہیں۔ اور زبان سے صورت لفظی اختیار کر کے حقائق کی استعداد رکھنے والوں کے کانوں تک پہنچتے ہیں۔

خواجہ احرار نے یہ بھی فرمایا ہے' کہ بعض اکابر نے جن کی خدمت میں میں رہا' مجھے دو چیزیں عطا فرمائیں۔ ایک یہ کہ میں جو کچھ لکھوں' وہ نیا ہو' پرانا نہ ہو۔ دوم یہ کہ میں جو کچھ کہوں' حق تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہو' مردود نہ ہو۔ اور ان کلمات قدسیہ سے آپ کی بزرگی اور آپ کے معارف کی بلندیٔ مرتبہ سمجھ میں آتی ہے۔ اور واضح ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ احرار ان باتوں کے کرنے میں درمیان میں نہیں ہیں۔ بلکہ صرف آئینہ ہیں۔ اور اللہ سبحانہٗ اس کی حقیقت حال کو بہتر جانتا ہے۔ اور جو کچھ اللہ کے نزدیک اس بزرگ کو بلند درجہ اور مرتبہ کمال ہے۔ اس کو بھی وہی جانتا ہے۔ آپ مثنوی شریف کے ان اشعار کو اپنے حال کے مناسب پڑھا کرتے تھے۔ مثنوی

ہر کسے[1] از ظن خود شد یار من
از درون من نہ جست اسرار من
سر من از نالۂ من دور نیست
لیک گوش و چشم را ایں نور نیست

---

[1] تو اس میں گم ہو جا۔ بس یہی وصال ہے۔

[2] جو کچھ اچھے لوگ کرتے ہیں۔ وہ اچھا ہوتا ہے۔

[1] ہر شخص اپنے گمان کے مطابق میرا دوست بنا۔ لیکن میرے باطنی اسرار کو نہ پا سکا۔ میرا راز میرے نالے سے دُور نہیں ہے۔ بلکہ نزدیک ہے۔ لیکن ظاہری کان اور آنکھ کو اس کا نور نہیں ہے۔ کہ ظاہری کان اُسے سُن سکے یا ظاہری آنکھ اُسے دیکھ سکے۔

Marfat.com

یہ حقیر ان کے معارف اور حقیقت علوم کا تھوڑا سا ذکر اپنے فہم قاصر کے مطابق اس مکتوب کے آخر میں لکھے گا۔ اور ہر طرح کا اختیار صرف اللہ سبحانہٗ کو ہے۔

اور اگر حق سبحانہٗ اپنی کمالِ مہربانی سے ان بزرگوں میں سے بعض کو جذبہ کے حصول اور اس جہت کے مکمل کرنے کے بعد دولت سلوک سے مشرف فرماتا ہے۔ تو جذبے کی مدد سے مسافت بعیدہ کو جس کا اندازہ پچاس ہزار سال راستہ لگایا گیا ہے۔ اور آیۂ کریمہ:

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ	چڑھتے ہیں فرشتے اور روح اس کی طرف ایسے
كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ؕ	دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔

میں اسی اندازے کی طرف اشارہ ہے۔ یہ پچاس ہزار سال کی مسافت تھوڑی مدت میں طے ہو سکتی ہے اور بندہ فنائی اللہ اور بقاباللہ کی حقیقت تک پہنچ سکتا ہے۔ سلوک کی انتہا سیر الی اللہ کی نہایت تک ہے۔ جسے فنائے مطلق سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کے بعد پھر جذبے کا مقام ہے۔ جسے سیر فی اللہ اور بقاباللہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ سیر الی اللہ اس سیر سے عبارت ہے۔ جو اس میں اسم تک ہوتی ہے۔ جس کا سالک مظہر ہوتا ہے۔ اور سیر فی اللہ اس اسم میں سیر کا نام ہے۔ کیونکہ ہر اسم لاتعداد اسماء کا جامع ہے۔

لہٰذا اس میں سیر بھی بے نہایت ہوگی۔ اور اس درویش کو اس مقام میں خاص معرفت حاصل ہے۔ عنقریب ہی ان شاء اللہ اس کا ذکر ہوگا۔ اور یہ اسم مراتب عروج میں عین ثابتہ کے اوپر ہے اس لیے کہ سالک کی عین ثابتہ اسی اسم کا سایہ اور اس کی صورتِ علمیہ ہے۔ اور وہ جماعت جو فضل ایزدی جل شانہٗ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس اسم سے بھی عروج فرماجاتی ہے۔ اور بے نہایت ترقیات جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ حاصل کرتی ہے۔ شعر

وَمِنْ بَعْدِ هٰذَا مَا يَدِقُّ صِفَاتُهٗ
وَمَا كَتْمُهٗ اَحْظٰى لَدَيْهِ وَاَجْمَلُ

اگر چہ دوسرے سلسلوں کے واصل حضرات جہت ثانی میں ان مشائخ نقشبندیہ کے ساتھ شریک ہیں۔ اور فنائی اللہ و بقاباللہ کے ساتھ موصوف ہیں لیکن وہ مسافت جسے دوسرے سلسلوں کے ارباب سلوک ریاضات اور مجاہدات کے ساتھ طے کرتے ہیں۔ اور زمانہ ہائے دراز کے بعد اس کام کی نہایت تک پہنچتے ہیں۔ اس بزرگ سلسلہ نقشبندیہ کے اکابر دولتِ شہود کی لذت اور مقصود کے ذوق یافت سے اس مسافت کو تھوڑے سے وقت میں طے کر لیتے ہیں۔ اور کعبہ مطلوب تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور مقصود تک پہنچنے کے بعد انہیں بے نہایت ترقیات نصیب ہوتی ہیں۔ کہ دوسرے سلسلوں کے انتہا کو پہنچنے جانے والے ارباب سلوک کو اس ترقی اور قرب سے بہت کم حصہ ملتا

لے سورہ معارج' پارہ تبارک الذی ۱۲

Marfat.com

ہے۔ کیونکہ جذبے کا سلوک پر مقدم ہونا ایک طرح کا معنی محبوبیت چاہتا ہے۔ جب تک کوئی شخص مراد نہ ہو، اُسے جذب عطا نہیں کرتے۔ اور جب اپنی طرف کھینچتے ہیں، تو بہت نزدیک جا پڑتا ہے۔ اور بہت زیادہ قرب پیدا کر لیتا ہے۔ چاہے ہوئے (مطلوب و مراد) اور خود چاہنے والے (طالب و مرید) میں بہت فرق ہے:

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ o — یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔

عشق[2] معشوقان نہان است و ستیر — عشق عاشق باد و صد طبل و نفیر

لیک عشق عاشقان تن زہ کند! — عشق معشوقان خوش و فربہ کند

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ دوسرے سلسلوں کے مراد ارباب طریقت بھی اس ترقی اور قرب میں شریک ہیں۔ کیونکہ جذبہ ان کے سلوک پر بھی مقدم ہے۔ تو اس طریقہ نقشبندیہ کی دوسرے طریقوں پر فضیلت اور زیادتی کس طرح ہوگی۔ اور اس سلسلے کو دوسرے سلسلوں سے قریب ترین راستہ کیوں کہا گیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے، کہ دوسرے طریقے اس معنی کے حصول کے لیے وضع نہیں کیے گئے۔ بلکہ ان میں سے بعض کو بر سبیل اتفاق یہ دولت ہاتھ آ جاتی ہے۔ اور یہ طریقہ وضع ہی اس دولت کے حصول کے لیے کیا گیا ہے۔ اور "یادداشت" جو اس بلند سلسلہ کے اکابر کی عبادت میں واقع ہے۔ ان دونوں جہت و جذبہ و سلوک کے پائے جانے کے بعد سامنے آتی ہے۔ اور اسے نہایت کہنا شہود آگاہی کے مراتب کے نہایت کے اعتبار سے ہے۔ ورنہ مطلق نہایت ہے متادر سے ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ شہود یا تو صورت کے آئینہ یا معنی کے آئینہ میں ہوگا۔ یا صورت و معنیٰ سے باہر ہوگا۔ اس بے پرواہ شہود کو برقی کہتے ہیں۔ یعنی اس شہود کو حصول بجلی کی مانند ہوتا ہے۔ پھر پردے میں روپوش ہو جاتا ہے۔ یہی شہود اگر محض فضل ایزدی جل سلطانہٗ سے دوام پذیر ہو جائے۔ اور مکمل طور پر پردوں کی تنگی سے باہر آ جائے تو اُسے "یادداشت سے" تعبیر کرتے ہیں۔ اور یہی حضور بے غیبت ہے۔ اس لیے کہ جب بھی شہود پردے میں ہوگا غیبت موجود ہوگی۔ جب تک بے پردگی پیدا نہ ہو۔ یادداشت کا نام اس پر اطلاق نہیں کر سکتے۔

یہاں ایک دقیق بات ہے۔ جاننا چاہیے کہ ہر واصل کے باطن کے لیے رجوع نہیں ہوتا۔ اور اس کی آگاہی دائمی ہوتی ہے۔ لیکن اس نسبت کا اس کے بدن میں سیرات کرنا بجلی کی طرح ہوتا ہے۔ بخلاف محبوبوں کے کہ جذبہ ان کے سلوک پر مقدم ہوتا ہے۔ اور یہ سرایت کرنا ان میں دائمی ہوتا ہے۔ اور ان کا بدن باطن کا حکم اختیار

---

[1] اس کے بعد وہ چیز ہے جس کا بیان نہایت دقیق ہے اور ایسی چیز ہے کہ جس کا چھپانا اس کے نزدیک محفوظ تر اور لذیز تر ہے۔

[2] معشوقوں کا عشق مخفی اور پوشیدہ ہوتا ہے، عاشق کا عشق دو سو ڈھول یعنی شہرت اور اعلان سے ہوتا ہے۔ لیکن عشق عاشقوں کے جسم کو تو لاغر اور کمزور کرتا ہے۔ اور معشوقوں کو وہی عشق خوش اور فربہ کرتا ہے۔

Marfat.com

کر چکا ہوتا ہے۔ اور باطن کا کام کرتا ہے۔ جیسا کہ اس کی طرف اشارہ گزر چکا ہے۔ ان کے جسم نرم ہو چکے ہوتے ہیں۔ جس طرح ان کی روحیں نرم ہو چکی ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے ظاہر ان کے باطن کی طرح ہو چکے ہوتے ہیں۔ اور ان کے باطن ان کے ظاہر کی طرح۔

پس لازمی طور پر غیب کے لیے اُن کی آگاہی میں گنجائش نہیں ہوتی۔ لہٰذا یہ نسبت تمام نسبتوں سے فوقیت رکھتی ہے۔ اور اس معنی کی وجہ سے ان حضرات نقشبندیہ کی کتابوں اور رسالوں میں یہ عبارت شائع اور عام ہے۔ کیونکہ نسبت آگاہی سے عبارت ہے۔ اور آگاہی کے مراتب کی نہایت یہ ہے۔ کہ بے پردہ میسر آئے اور ہمیشہ رہے۔ اور اس طریقہ کے مشائخ جو اس نسبت کو اپنے ساتھ مخصوص جانتے ہیں۔ اس دولت کے حصول کے لیے اس طریقے کی وضع کے اعتبار سے ہے۔ جیسا کہ اوپر گزرا۔ ورنہ دوسرے سلسلوں کے اکابر کو بھی اگر میسر آ جائے تو ممکن بلکہ حاصل ہے اکابر اہل اللہ کے پیشوا شیخ ابو سعید ابوالخیر قدس اللہ سرہٗ اس آگاہی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں اور اپنے اُستاد سے اس کی تحقیق فرماتے ہیں۔ جبکہ ان سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ بات دائمی ہوتی ہے۔ اُستاد جواب میں فرماتے ہیں' نہیں؟ شیخ مذکور پھر اس سوال کا تکرار فرماتے ہیں اور وہی جواب پاتے ہیں۔ تیسری مرتبہ پھر وہی سوال کرتے ہیں۔ تو ان کے اُستاد جواب میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ آگاہی دائمی ہو۔ تو بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔ یہ بات سن کر شیخ ابو سعید رقص میں آ گئے۔ اور فرمایا۔ کہ یہ انہیں نوادرات میں سے ہے۔

اور وہ جو میں نے کہا ہے' کہ مطلق نہایت وراء الوراء ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ اس آگاہی کے پائے جانے کے بعد اگر عروج واقع ہو تو حیرت کے بھنور میں پڑ جاتا ہے۔ اور اس آگاہی کو باقی مراتب عروج کی طرح اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ یہ وہی حیرت ہے' جس کا نام حیرت کبریٰ ہے۔ جو اکابر الاکابر کے ساتھ مخصوص ہے۔ جیسا کہ قوم کی کتابوں میں واقع ہو چکا ہے۔ ایک بزرگ اس مقام میں فرماتے ہیں[1]

حُسن تو مرا کرد چناں زیر و زبر!
کز خال و خط زلف توام نیست خبر

ایک دوسرے بزرگ فرماتے ہیں۔[2]

۱۔ عشق بالائے کفر و دیں دیدم · بر تر از شک و از یقیں دیدم
۲۔ کرو دین و یقین و شک ہر چار · ہمہ با عقل ہم نشیں دیدم
۳۔ چوں گزشتم ز عقل صد عالم · چوں بگویم کہ کفر و دین دیدم
۴۔ ہر چہ ہستند زاہ تو اند · سدا سکندری ہمیں دیدم

[1] تیرے حسن نے مجھے اس طرح زیر و زبر کر دیا ہے۔ کہ تیرے خال اور خط اور زلف کی مجھے کوئی خبر نہیں رہی۔
[2] ترجمہ اشعار: ۱۔ میں نے عشق کو کفر اور دین سے بلند و بالا دیکھا۔ اور شک و یقین سے اسے برتر فرمایا۔

Marfat.com

ایک اور بزرگ فرماتا ہے:

لا و ہو زاں سرائے زور بہی
باز گشتند جیب و کیرتہی[1]

اس حیرت کے حاصل ہونے کے بعد مقام معرفت ہے۔ دیکھیں کہ اس دولت سے مشرف فرماتے ہیں۔ اور کفر حقیقی کے بعد ایمان حقیقی کے حصول کے ساتھ، جو مقام حیرت ہے نوازتے ہیں۔

اس بارے میں محققین کا نہایت مطلوب ایمان اور مقام دعوت اور حضرت صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ ہے کہ:

اَدْعُوْ اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ ط[2] — میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور میرے پیروکار کامل بصیرت پر ہیں۔

اسی مقام میں ہے۔

اور وہ سرور دین و دنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ایمان کو طلب کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

[3] اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ اِیْمَانًا صَادِقًا وَ یَقِیْنًا لَیْسَ بَعْدَہٗ کُفْرٌ۔ — اے اللہ مجھے ایمان صادق عطا فرمایا اور ایسا یقین دے جس کے بعد کفر نہ ہو۔

اور آپ کفر حقیقی سے جو مقام حیرت سے ہے پناہ پکڑتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں:

[4] اعوذُ بِکَ مِنَ الْفَقْرِ وَ الْکُفْرِ۔ — اے اللہ میں فقر اور کفر سے تیرے پاس پناہ لیتا ہوں۔

یہ مرتبہ مراتب حق الیقین کی نہایت ہے۔ اس جگہ علم اور عین ایک دوسرے کا حجاب نہیں ہوتے۔

شعر:

ھنیئا لا رباب النعیم نعیمھا
وللعاشق المسکین مایتجرع[1]

اس تحقیق کو ذہن نشین کرلو۔

۲۔ میں نے کفر و دین اور شک اور یقین ان چاروں کو عقل کا ہم نشین دیکھا۔ ۳۔ جبکہ میں سو جہاں سے مصروف رہنے والے عقل سے آگے گزر چکا ہوں تو میں کیسے کہوں کہ میں نے کفر اور دین کو دیکھا ہے (بلکہ مرتبہ عقل سے گزرنے کے بعد نہ کفر دکھائی دیتا ہے اور نہ دین و ایمان)۔ ۴۔ یہ جو کچھ بھی ہے تیرے راستے کی رکاوٹیں ہیں۔ میں تو سدّ (دیوار) سکندری اسے ہی دیکھتا ہوں۔

[1] لا اور ہو (نفی و اثبات اس مبارک سرا سے واپس لوٹ آئے اور ان کا گریبان اور کیسہ خالی تھا۔

[2] پارہ ۱۳۔ سورۃ یوسف۔ [3] ترمذی، طبرانی، بیہقی اور محمد بن نصر مروزی نے اسے روایت کیا۔

[4] بیہقی و حاکم بروایت انس رضی اللہ عنہ۔

[1] ارباب نعمت کو نعمتیں گوارا ہوں اور عاشق مسکین کے لیے وہی ہے جو وہ غم گھونٹ گھونٹ کر کے پی رہا ہے۔

Marfat.com

جان لو اللہ تم کو سیدھی راہ دکھائے۔ کہ ان بزرگوں کا جذبہ دو قسم کا ہے۔ قسم اوّل جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پہنچی ہے۔ اور اس اعتبار سے ان مشائخ نقشبندیہ کا طریقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ اور اس کا حصول طریقہ خاص سے توجہ پر موقوف ہے۔ اور یہ جذبہ تمام موجودات کا قیوم ہے۔ اور فنا و اضمحلال اس میں نصیب ہوتا ہے۔

دوسری نوع وہ ہے کہ اس طریقہ میں اس کے ظہور کا مبداء حضرت خواجہ نقشبند ہیں۔ اور وہ معیت ذاتیہ کے راستے سے ابھرتا ہے۔ اور وہ جذبہ حضرت خواجہ سے ان کے خلیفہ اوّل خواجہ علاؤ الدین[2] کو پہنچا۔

اور چونکہ آپ اپنے وقت کے قطب ارشاد تھے۔ اس لیے آپ نے بھی اس قسم کے جذبہ کے حصول کے لیے ایک طریقہ وضع فرمایا۔ اور وہ طریقہ آپ کے خانوادہ کے خلفاء میں طریقہ علائیہ سے مشہور ہے۔ ان کی عبارت میں واقع ہے کہ تمام طریقوں سے اقرب طریقہ' طریقہ علائیہ ہے اگرچہ اس جذبے کا اصل آغاز حضرت خواجہ نقشبند سے ہے۔ لیکن اس جذبہ کے حصول کے لیے طریقے کا وضع کرنا حضرت خواجہ علاؤ الدین قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہما کے ساتھ مخصوص ہے۔ بلاشبہ یہ طریقہ کثیر البرکتہ ہے۔ اس طریقے کا تھوڑا حصہ بھی دوسروں کے بہت سے طریقوں سے زیادہ منافع ہے۔

اس وقت تک مشائخ خانوادہ علائیہ اور احراریہ اس دولت عظمیٰ سے بہرور ہیں اور طالبوں کی اس راستے سے تربیت کر رہے ہیں۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کو یہ دولت عظمیٰ' مولانا یعقوب[1] چرخی علیہما الرضوان سے جو حضرت خواجہ علاؤ الدین کے خلفاء میں سے ہیں' پہنچی ہے۔

جذبہ کی نوع اوّل جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ اس کے حصول کے لیے ایک

---

[2] آپ کا نام مبارک محمد بن بخاری ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے اپنے ایام زندگی میں ہی بہت سے طالبان حق کی تربیت ان کے سپرد کر دی تھی۔ اور فرماتے تھے کہ علاؤ الدین نے ہمارا کافی بوجھ ہلکا کر دیا ہے۔ سیّد شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ جب تک میں حضرت خواجہ علاؤ الدین رحمۃ اللہ کی خدمت میں نہ پہنچا تھا خدا کی شناخت نہ ہوتی تھی۔ اللہ ہم سب کو حضرت خواجہ عطار کے صدقے اپنی معرفت سے نوازے۔ از مترجم عفی عنہ۔

[1] حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ غزنی کے ایک گاؤں چرخ میں رہتے تھے۔ آپ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین میں سے تھے۔ اور آپ کی وفات کے بعد خواجہ علاؤ الدین قدس سرہٗ کی خدمت میں رہے۔ خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا ہے کہ میں ہرات میں تھا' کہ مجھے مولانا یعقوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ ولایت صنعان کی طرف روانہ ہوا۔ اور سخت محنت و مشقت کے بعد وہاں پہنچا۔ مولانا یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک طالب ایک عزیز (بزرگ) کی صحبت میں آ رہا ہے۔ جب خواجہ عبید اللہ تشریف لائے تو آپ نے ان کے لیے چراغ روشن کیا۔ اور اپنے فیض سے مستفیض فرمایا۔

Marfat.com

علیحدہ طریقہ مقرر ہے۔ اور وقوف[2] عددی کا راستہ ہے۔ اور وہ سلوک جو اس جذبہ کے حصول کے لیے ہوتا ہے۔ وہ بھی دو قسم ہے۔ بلکہ کئی قسم ہے۔ ایک قسم تو وہ ہے۔ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طریقہ سے مقصود تک پہنچے۔ اور حضرت رسالت خاتمیت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ بھی جذبہ کے اس خانہ سے اسی طریقہ سے پہنچے ہیں۔ اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمال اخلاص کی جہت سے جو آپ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رکھتے تھے اور آپ میں فانی تھے۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ وتقدس علیہم اجمعین کے درمیان اس راستے کی خصوصیت کے ساتھ مخصوص ہوئے ہیں۔ اور یہی نسبت جذبہ وسلوک حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اسی خصوصیت کے ساتھ پہنچی۔ اور جب کہ امام جعفر صادق کی والد ماجدہ حضرت صدیق اکبر کی اولاد کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھیں۔ اس بناپر امام جعفر نے ان دونوں جہتوں کے اعتبار سے فرمایا کہ مجھے ابوبکرؓ نے دوبار جنا ہے۔ اور جب کہ حضرت امام جعفر نے اپنے آبائے کرام سے بھی ایک الگ نسبت حاصل کی۔ تو آپ ان دونوں طریقوں کے جامع ہوئے۔ اور اس جذبے کو آپ نے ان کے سکول کے ساتھ جمع فرمادیا۔ اور اس سلوک کے ذریعے مقصود تک پہنچے۔ اور ان دونوں سلوک کے درمیان فرق یہ ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلوک سیر آفاقی سے طے ہوتا ہے۔ اور حضرت صدیق کا سلوک سیر آفاقی سے کوئی خاص تعلق نہیں رکھتا۔ یوں دکھائی دیتا ہے۔ کہ حضرت صدیق اکبر نے جذبہ کے مکان میں سوراخ کیا۔ اور مطلوب تک پہنچے۔ حضرت علی کے سلوک میں معارف حاصل ہوتے ہیں۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلوک میں محبت کا غلبہ ہوتا ہے۔ اسی بناپر لازماً حضرت علیؓ علم کے شہر کے دروازے قرار[1] پائے۔ اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ دوستی اور خُلّت کی قابلیت پیدا کی۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

---

[2] وقوف عددی یہ ہے" کہ عدد وتر کی صورت میں نفی واثبات کا ذکر کیا جائے۔ اس طرح کا ذکر بھی سلسلہ نقشبندیہ میں مشہور ومعروف ہے۔ اور ذکر کرنے والے کو اس کی عجیب خاصیت اور ایک نئے قسم کا اثر محسوس ہوتا ہے۔ وقوف عددی کی صورت یہ ہے۔ کہ پہلے نفی و اثبات کو یعنی لا الہ الا اللہ کو ایک سانس میں ایک بار کہے پھر ایک سانس میں تین بار کہے' پھر ایک سانس میں پانچ بار۔ یہاں تک کہ ایک سانس میں اکیس بار کہے۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ یہاں تک پہنچے کہ ایک سانس میں ایک سو اکیس بار کہے۔ اس وقت دل کی کھڑکی کھل جاتی ہے۔ اور دل نور کے مشاہدہ سے منور ہو جاتا ہے۔ (ملخص از القول الجمیل وضیاء القلوب)

اور رشحات میں وارد ہے۔ کہ وقوف عددی ذکر میں عدد کی رعایت سے عبارت ہے۔ حضرت خواجہ بزرگ نے فرمایا ہے' کہ ذکر قلبی میں عدد کی رعایت دل کو مختلف خیالات سے محفوظ رکھنے کے لیے ہے۔

[1] اس قول میں اس بات کی طرف اشارہ ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انا دار الحکمۃ و علیٌّ بابُھا"۔ یعنی میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کے دروازے۔

Marfat.com

[2] لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا اَحَدًا خَلِیْلًا لَا تَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ خَلِیْلًا۔ اگر میں نے کسی کو اپنا خالص دوست بنانا ہوتا تو ابوبکر صدیق کو بناتا۔

اور حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہت جذبہ کی جامعیت کے اعتبار سے جس کا مبنیٰ محبت ہے۔ اور سلوک آفاقی کی جہت سے جو علوم و معارف کا منشا ہے۔ محبت اور معرفت سے وافر حصہ حاصل کیا۔ اس کے بعد امام موصوف نے اس نسبت مرکبہ کو بطور امانت سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کے [3] سپرد کیا۔

گویا آپ نے امانت کا یہ بوجھ اپنی پشت پر اٹھائے رکھا۔ یہاں تک کہ یہ امانت بتدریج امانت کے اہل تک پہنچائی۔ اور ان کی توجہ کا رُخ اس امانت کے اُٹھانے سے پہلے دوسری جانب تھا۔ اس نسبت کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتے تھے۔ اور اس امانت کے اُٹھانے میں بھی بہت سی حکمتیں ہیں۔ اگرچہ اس نسبت کے اُٹھانے والوں نے اس نسبت سے بہت کم حصہ پایا ہے۔ لیکن اس نسبت کو ان بزرگوں کے انوار سے وافر حصہ ملا ہے۔ مثلاً سکر کی ایک قسم جو اس نسبت میں ملی ہوئی ہے۔ سلطان العارفین بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے انوار کے نشانات میں سے ہے۔ یہ سکر مبتدیوں کو حس سے غائب کر دیتا ہے۔ اور ہوش کو لے جاتا ہے۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ یہ سکر پوشیدہ ہو جاتا ہے اور صحو کے غلبہ کے اعتبار سے وہ نسبت مراتب صحو میں مل جاتی ہے۔ ظاہر میں صحو ہوتا ہے۔ اور باطن میں سکر یہ بیت ان کے حال کے بیان کے مناسب ہے۔

[1] از دروں شو آشناد از بروں بے گانہ وش
ایں چنیں زیبا روش کم مے بود اندر جہاں

علی ھذا القیاس اس نسبت نے ہر بزرگ سے نور حاصل کر کے اس کے اہل تک پہنچا۔ [2] اور وہ عارف

---

[2] بخاری شریف بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس حدیث کو بعض دوسرے محدثین نے بھی روایت کیا ہے۔

[3] نقل صحیح سے یہ بات ثابت ہے۔ کہ شیخ بایزید بسطامی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے وصال شریف کے بعد پیدا ہوئے۔ لہٰذا حضرت شیخ کی یہ تربیت روحانیت اور باطن کے طور پر تھی۔

[1] اندر سے آشنا ہو۔ اور باہر سے بے گانوں کی طرح۔ اس طرح کی بہتر روش جہاں میں بہت کم ہی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔

[2] اور وہ اس طرح کہ یہ نسبت سلطان العارفین سے شیخ ابوالحسن خرقانی تک پہنچی۔ ان سے شیخ ابو علی فارمدی تک اور ان سے بطور امانت حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کو ملی۔ اس کے بعد یہ نسبت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کو حاصل ہوئی جو سلسلہ خواجگان کے سردار ہیں۔ قدس سرہم۔

Marfat.com

ربانی حضرت خواجہ [3] عبدالخالق غجدوانی ہیں۔ جو حضرات خواجگان کے سلسلہ کے ہر حلقہ ہیں۔ قدس اللہ تعالیٰ و تبارک اسرارھم۔ اور اُس وقت میں اس بلند نسبت نے پھر تازگی پائی اور میدان ظہور میں آئی۔ ان کے بعد اس سلسلے میں سلوک آفاقی کا پہلو پھر پوشیدہ ہوگیا۔ اور جذبے کے حصول کے بعد مشائخ کرام دوسرے راستوں پر چل پڑے۔ اور عروج حاصل کیا۔ یہاں تک کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ اقدس عالم ظہور میں جلوہ گر ہوئے۔ تو وہ نسبت اس جذبے اور سلوک آفاقی کے ساتھ پھر ظاہر ہوئی۔ اور ان دونوں جہتوں کی وجہ سے آپ معرفت اور محبت کے کمال کے جامع ہوگئے۔ اس جامعیت کے باوجود جذبے کی ایک دوسری قسم جو معیت کی راہ سے سامنے آتی ہے وہ بھی آپ کو عطا فرمائی گئی۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔ اور آپ کے قائم مقام یعنی حضرت خواجہ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کو بھی آپ کے کمالات سے وافر حصہ ملا۔ اور جذبہ و سلوک آفاقی دونوں دولتوں سے مشرف ہوئے۔ اور مقام قطب ارشاد تک پہنچے۔

اور اسی طرح حضرت خواجہ محمد پارسا [1] نے بھی ان کے کمالات سے مکمل حصہ پایا۔ اور حضرت خواجہ نقشبند نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں حضرت خواجہ محمد پارسا کے حق میں فرمایا۔ کہ جسے مجھے دیکھنے کی رغبت ہو وہ محمد پارسا کو دیکھ لے۔

اور نیز حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ سے منقول ہے۔ کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بہا الدین یعنی خود میرے وجود سے محمد پارسا کا ظہور مقصود ہے۔ اور حضرت خواجہ پارسا کو ان کمالات کے باوجود فردیت کی نسبت مولانا عارف [2] دیک کرانی نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں عطا فرمائی۔ اور نسبت کا بھی غلبہ آپ کے لیے پیر

---

[3] آپ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کے خلفا میں سے ہیں۔ آپ کی جائے ولادت اور مزار شریف غجدوان شریف ہے۔ حضرت خواجہ نے ذکر خفی کی تلقین حضرت خواجہ خضر سے حاصل کی، اور یہ ذکر کرنے پر مامور ہوئے۔ خواجہ یوسف ہمدانی نے اس میں کوئی تبدیلی نہ کی۔ اور فرمایا۔ جیسا آپ کو حکم ہوا ہے۔ ویسا ہی کرتے ہیں۔ اس بلند گروہ کی آٹھ اصطلاحیں حضرت خواجہ عبدالخالق کے کلمات قدسیہ سے ہیں:۔ یعنی (۱) ہوش دردم (۲) نظر بر قدم (۳) سفر در وطن (۴) خلوت در انجمن (۵) یاد کرد (۶) بازگشت (۷) نگاہ داشت (۸) یادداشت۔ آپ مندرجہ بالا باتوں کی وصیت فرمایا کرتے تھے۔ مخلوق سے اس طرح دور بھاگو جس طرح شیر سے دور بھاگتے ہو۔ بے ریش لڑکوں۔ عورتوں۔ بدعتی لوگوں۔ اور دولت مند اور عام لوگوں کی مجلس اختیار نہ کرو۔ (رشحات)

[1] یعنی محمد بن محمود حافظ بخاری، حضرت خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ وہ حق اور وہ امانت جو اس ضعیف کو پہنچا ہے۔ اور جو کچھ میں نے اس راستے میں حاصل کیا ہے۔ سب کچھ تمہیں سپرد کردیا۔ اسے مخلوق خدا تک پہنچانا۔ آپ کا وصال شریف ۸۶۵ ہجری میں ہوا۔ اور آپ کا مزار پُر انوار بلخ شریف میں مرجع خلائق ہے۔

[2] مولانا عارف دیک کرانی حضرت خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے چار خلفاء میں سے دوسرے خلیفہ ہیں آپ کی ولادت اور مزار شریف دیک کراں بستی میں ہے۔ جو بخارہ کے قصبات میں سے دریائے کوہک کے کنارے پر واقع ہے۔ اور وہاں سے بخارا شریف کا شہر نو (۹) فرسنگ ہے۔ حضرت خواجہ امیر کلال فرمایا کرتے تھے کہ میرے ساتھیوں خواجہ بہاؤ الدین نقشبند اور مولانا عارف کی

Marfat.com

بننے اور طالبوں کی تکمیل کرنے سے رکاوٹ بن گیا۔ ورنہ آپ کمال اور تکمیل میں نہایت بلند درجہ رکھتے تھے۔

حضرت خواجہ نقشبند خواجہ پارسا کی شان میں فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر محمد پارسا پیری شروع کر دے تو سارا عالم ان سے روشن ہو جائے۔ مولانا عارف نے فردیت کی یہ نسبت مولانا بہاالدین قشلاقی سے جو آپ کے دادا تھے۔ حاصل کی تھی۔

جاننا چاہیے کہ فردیت کی نسبت کا رخ مکمل طور پر حق سبحانہ' کی طرف ہوتا ہے۔ اور پیر بننے اور مخلوق کو کمال تک پہنچانے اور لوگوں کو دعوت دینے سے کوئی سروکار نہیں رکھتی۔ اور اگر نسوت قطب ارشاد کی نسبت کے ساتھ جو مخلوق کی دعوت اور تکمیل کا مقام ہے جمع ہو جائے۔ تو پھر دیکھنا چاہیے کہ اگر فردیت کی نسبت غالب ہے۔ تو ارشاد اور تکمیل کا پلہ اس صورت میں کمزور ہوگا ورنہ ان دو نسبتوں والا حد اعتدال میں ہوگا۔ اس کا ظاہر مکمل طور پر مخلوق کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور باطن بالکلیہ حق تعالیٰ و تقدس کے ساتھ۔ مخلوق کو خالق کی طرف دعوت دینے کے مقام میں بلند ترین درجہ ان دو نسبتوں والے کے لیے ہے۔ اگرچہ قطبیت ارشاد کی نسبت اکیلی ہی دعوت کے لیے کافی ہے۔ لیکن ان بزرگوں کے لیے اس مقام میں ایک دوسرا ہی مرتبہ ہے۔ ان بزرگوں کی نگاہ دلی امراض کو شفا بخشتی ہے۔ اور ان کی صحبت غیر پسندیدہ عادات و اخلاق کو بالکل دور کر دیتی ہے۔

سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اس دولت عظمیٰ سے سعادت مند اور اس مرتبہ سے مشرف ہو چکے تھے۔ حضرت جنید کو نسبت قطبیت شیخ سری[1] سقطی سے حاصل ہوئی تھی۔ اور فردیّت کی نسبت شیخ محمد قصاب[2] آملی سے۔

آپ قدسی نشان باتوں میں سے یاک بات یہ ہے کہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ میں سرّی کا مرید

طرح دوسرا کوئی نہیں حضرت خواجہ نقشبند مولانا عارف قدس سرہما کے ساتھ سات برس ہے۔ اور مولانا عارف ان کے سات نہایت اکرام اور تعظیم سے پیش آتے تھے۔ مولانا عارف کے کلمات قدسیہ میں سے ہے۔ کہ جو شخص اپنی تدبیر میں گرفتار رہتا ہے۔ اس کے لیے دوزخ تیار ہے۔ اور جو شخص خدائے تعالیٰ کی تقدیر کے مطالعہ میں رہتا ہے اس کے لیے بہشت ہے۔ (رشحات)

[1] آپ کی کنیت ابوالحسین ہے۔ آپ جنید اور تمام بغداد کے بزرگوں کے اُستاذ ہیں۔ اور معروف کرخی کے شاگرد ہیں۔ آپ نے تمیں رمضان ۲۵۳ھ منگل کی صبح اس دنیائے فانی سے رحلت فرمائی۔ حضرت جنید فرماتے ہیں' میں نے سری جتنا کسی کو عبادت کرتے نہیں دیکھا۔ آپ نے ستر سال کی عمر پائی لیکن فوت کے وقت کے سوا کسی نے بھی آپ کو لیٹے ہوئے اور آرام کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حضرت سرّی یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔ لا فی النھار و لا فی اللیل لی فرح لا ابالی اطا لیل ام قصرا ..... یعنی مجھے دن اور رات کے آنے سے کوئی خوشی نہیں ہوتی۔ اور مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ رات بھی ہو یا چھوٹی (نفحات)

[2] آپ دامغان کے رہنے والے تھے۔ اور شیخ ابوالعباس کے شاگرد تھے۔ شیخ ابوالعباس نے آپ کو لوگوں کی مجلس میں بیٹھنے سے منع کیا ہوا تھا۔ کیونکہ آپ کی گفتگو بہت بلند ہوتی تھی۔ سارا دامغان گویا جسم تھا اور آپ اس کی روح تھے۔

Marfat.com

ہوں۔ میں تو محمد قصاب کا مرید ہوں۔ نسبت فردیت کو غالب کر کے آپ نے نسبت قطبیت کو فراموش کر دیا اور اسے نسبت فردیت کے پہلو میں معدوم جانا ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند کے خلفاء کے بعد اس بزرگ خاندان کے چراغ حضرت خواجہ احرار تھے۔ آپ خواجگان کے جذبہ کو مکمل طور پر طے کرنے کے بعد سیر آفاقی کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ اور نام میں آنے یعنی شہرت حاصل کیے بغیر سیر کو اسم تک پہنچایا تھا۔ اور اس میں استہلاک اور فنا پیدا کی۔ اور پھر جذبہ کے گھر میں آئے۔ اور اسی جہت میں آپ نے خاص استہلاک اور اضمحلال پیدا کیا۔ اور اسی جہت میں بقا بھی پائی۔ مختصر یہ کہ آپ اس جہت میں شان عظیم رکھتے تھے۔ اور وہ علوم و معارف جو فنا و بقا میں میسر آتے ہیں۔ آپ کو اسی مقام میسر آگئے۔ اگرچہ دو جہتوں کے تغایر کے واسطے سے علوم میں فرق موجود ہے۔ ان میں سے ایک فرق توحید وجودی کا اثبات اور اس کا عدم ہے۔ اور اسی طرح ان امور کا اثبات ہے۔ جو توحید وجودی کے مناسب ہیں۔ جیسے احاطہ اور سریان اور معیت ذاتی اور کثرت کے بالکلیہ پوشیدہ ہونے کے باوجود وحدت کا کثرت میں شہود اس طرح کے سالک پر کلمہ آنا بالکل لوٹا کر نہ آئے۔ اور اسی طرح کے اور دوسرے امور ہیں۔ بخلاف ان علوم کے جو اس بقا پر مرتب ہوتے ہیں۔ جو فنائے مطلق کے بعد ہے۔ کیونکہ وہ علوم ایسے نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے علوم شریعت حقہ کے علوم کے مطابق ہیں۔ اور یہ علوم حیلوں بہانوں اور تکلفات اور سوالات و جوابات کے محتاج نہیں ہیں۔

مختصر یہ کہ جو بقا جہت جذبہ میں ہے چاہے کسی قسم کا جذبہ ہو سُکر سے باہر نہیں لا سکتی۔ اور صحو میں داخل نہیں کر سکتی۔ لہٰذا کلمہ اَنا کے باقی رہنے کے باوجود باقی پر رجوع نہیں کر سکتی اور اس کی طرف اشارہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جذبہ میں محبت کا غلبہ ہے۔ اور غلبہ محبت کے لیے سُکر لازم ہے پس کسی طرح بھی سُکر اس سے جدا نہیں ہو سکتا۔ اس لیے لازمی طور پر اس کے علوم سُکر آمیز ہوتے ہیں۔ جیسے وحدت الوجود کا قائل ہونا۔ کیونکہ وحدت وجود کا مبنیٰ سُکر اور غلبہ محبت ہے اس طور پر کہ اس کی نظر میں محبوب کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ تو وہ ماسوا کی نفی کا حکم لگاتا ہے۔ اور اگر ایسا شخص صحو کی طرف آتا تو محبوب کا شہود اس کے لیے ماسواء کے شہود کے مانع نہ ہوتا۔ اور وحدت وجود کا حکم نہ لگاتا۔ اور وہ بقا جو فناء مطلق اور نہایت سلوک کے بعد ہوتی ہے۔ صحو کا منشا اور معرفت کا مبداء ہوتی ہے۔ سُکر کا اس جگہ کچھ دخل نہیں۔ علوم و معارف میں سے حالت فنا میں سالک سے جو کچھ گُم ہوا تھا وہی سب کچھ رجوع کر آتا ہے۔ لیکن اصل کے رنگ سے رنگین ہوتا ہے اور بقاء باللہ سے یہی مراد ہے۔ اس لیے لازماً ان کے علوم میں سُکر کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ پس ان کے علوم انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات الی یوم الدین کے علوم کے مطابق ہوتے ہیں۔

اور نیز ایک بزرگ سے میں نے سُنا ہے کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی والدہ ماجدہ کے آباء کرام سے بھی جو عجیب احوال کے مالک اور جذبہ قوی رکھتے تھے نسبت حاصل کی تھی اور بارہ اقطاب کے

Marfat.com

مقام سے بھی کہ دین کی تائید و تقویت ان سے وابستہ ہے۔ اور جو محبت میں بھی عظیم شان رکھتے ہیں، وافر حصہ رکھتے تھے۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کو تائید شریعت اور نصرت دین میں جو خاص مقام حاصل تھا، وہ اسی نسبت کی وجہ سے تھا اور آپ کے احوال گرامی کا کچھ تھوڑا سا ذکر (اسی مکتوب میں) پہلے ہو چکا ہے۔

اس کے بعد ان بزرگوں کے طریقے کا احیاء اور عزیزوں کے آداب کی اشاعت علی الخصوص ممالک ہندوستان میں جہاں کے رہنے والے ان کے کمالات سے بہرہ ور ہیں، ارشاد پناہی معارف آگاہی پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ و مولا محمد الباقی سلمہ اللہ تعالیٰ کے ظہور سے ہوئی۔

اس فقیر نے چاہا کہ آپ کے کمالات کا تھوڑا سا حصہ اس مکتوب میں درج کرے۔ لیکن جب اس بارے میں آپ کی رضا مفہوم نہ ہوئی تو اس باب میں جرأت کرنے سے سُستی کی۔

مکتوب نمبر (۲۹۱)

مولانا عبدالحی کی طرف صادر فرمایا:

توحید وجودی و شہودی اور اس سے متعلقہ معارف کے بیان میں۔

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم. الحمد للّٰہ ربّ العالمین. والصّلٰوۃ والسّلام علٰی سیّد المرسلین وعلٰی اٰلہٖ واصحابہ اجمعین۔

اے عزیز اللہ تعالیٰ تجھے رشد و ہدایت عطا کرے اس بات کو جان کہ اگر گروہ کے لیے توحید وجودی کا منشا مراقبات توحید کی کثرت مشتق اور ممارست اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا سمجھنا اور ورد کرنا ہے تو توحید کی اس قسم کا ظہور قوت خیالی کے غلبہ کے باعث حیلہ اور غور اور تخیل کی وجہ سے ہے کہ اس کے معنی توحید کثرت مزاولت کی وجہ سے متخیلہ میں نقش ہو جاتا ہے اور چونکہ یہ توحید ایجاد موجد سے وجود میں آئی ہے اس بناء پر وہ علت سے خالی نہیں۔ اس توحید والا ارباب احوال میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ ارباب احوال ارباب قلوب ہوتے ہیں حالانکہ وہ اس وقت میں مقام قلب سے کچھ خبر نہیں رکھتا۔ یہ توحید حالی نہیں محض علمی ہے لیکن علم کے بھی اوپر نیچے بہت درجے ہیں۔

اور ایک دوسرے گروہ کی توحید وجودی کا منشا انجذاب اور محبت قلبی ہے جو ابتدا اذکار اللہ کے ساتھ جو معنی توحید کے تخیل سے خالی ہوتے ہیں مشغول رہتے ہیں اور جد و جہد یا حرف عنایت ازلی سے مقام قلب میں پہنچے اور جذب پیدا کیا اس مقام میں اگر ان پر توحید وجودی کا جمال ظاہر ہوتا ہے تو اس کا سبب محبوب کی محبت کا غلبہ ہوگا جس نے ماسوائے محبوب کے ان کی نظر سے پوشیدہ کر دیا اور چھپا لیا۔ اور جبکہ ماسوائے محبوب کو نہیں دیکھتے اور نہیں پاتے۔ تو لازماً محبوب کے سوا کسی کو موجود نہیں جانتے توحید کی یہ قسم قبیلہ احوال سے ہے اور علمت تخیل اور وہم کی ملاوٹ سے پاک اور مبرا ہے۔ اور اگر ارباب قلوب کی اس جماعت کو اس مقام سے عالم کی طرف واپس بھیج

Marfat.com

دیں۔تو اپنے محبوب کو عالم کے ذرّات میں سے ہر ذرّے کے اندر مشاہدہ کرتے ہیں۔اور موجودات کو محبوب کے حسن و جمال کے آئینے اور جلوہ گاہیں جانتے ہیں یہ جماعت اگر محض فضل خداوندی جل شانہ سے مقام قلب سے باہر نکل کر جناب قدس کی طرف جو دلوں کو پھیرنے والی ہے متوجہ ہو جائیں تو یہ توحیدی معرفت جو مقام قلب میں پیدا ہوتی تھی۔زوال پذیر ہو جاتی ہے۔اگرچہ یہ لوگ عروج کی سیڑھیوں سے چڑھتے جاتے ہیں۔تاہم اپنے آپ کو اس معرفت کے ساتھ بہت بے مناسب پاتے ہیں۔ان میں سے ایک جماعت تو اس معرفت والوں پر انکار اور اعتراض کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔جیسے رکن الدین[1] ابوالمکارم شیخ علاء الدولہ سمنانی اور بعض دوسروں کے لئے اس معرفت کے زائل ہونے کے بعد اس کی نفی و اثبات سے کوئی کام نہیں رہتا۔

ان سطور کا لکھنے والا اس معرفت والوں کے انکار سے اجتناب کرتا ہے۔اور ان پر اعتراض کرنے سے اپنے آپ کو دور رکھتا ہے۔انکار اور اعتراض کی اس وقت گنجائش ہوتی ہے جبکہ اس حال والوں کے لیے اس حال کے ظہور میں قصد اور اختیار کا دخل ہو۔ان کے ارادے کے بغیر ہی ان میں یہ معنیٰ ظاہر ہو جاتا ہے۔وہ حال کے مغلوب ہوتے ہیں۔لہٰذا معذور قرار پاتے ہیں۔اور مجبور و معذور پر کوئی رد اور اعتراض نہیں ہو سکتا۔لیکن یہ فقیر انکار سے اجتناب کے باوجود اس قدر جانتا ہے۔کہ اس معرفت سے اوپر بھی ایک دوسری معرفت ہے۔اور اس حال کے اوپر بھی ایک دوسرا حال ہے۔اس مقام میں رچ جانے والے بہت سے کمالات سے روک دیے جاتے ہیں اور بے شمار مقامات سے محروم رہتے ہیں۔اس کم مایہ حقیر کو بغیر اس کے مراقبات اور اذکار کے ضمن میں معنی توحید کے ساتھ مشغول ہو بلکہ محنت اور کوشش کے بغیر محض فضل ایزدی سے افاضت پناہ۔حقائق و معارف آگاہ پسندیدہ دین کی تائید فرمانے والے ہمارے شیخ و مولا محمد الباقی قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس کی ہدایت سے لبریز صحبت میں ذکر سیکھنے اور آپ کی توجہ اور عنایت کے بعد مقام قلب میں لے آئے۔اور معرفت کا دروازہ کھول دیا۔اور اس مقام کے بے شمار علوم و معارف عطا فرمائے۔اور ان معارف کی باریکیوں کو منکشف کیا گیا۔اور ایک مدت تک مجھے اسی مقام میں رکھا گیا۔آخر کار کمال بندہ نوازی سے مجھے مقام قلب سے نکالا گیا۔اس دوران توحید وجودی کی معرفت زوال پذیر ہونا شروع ہوئی۔اور رفتہ رفتہ مکمل طور پر معدوم ہو گئی۔

اپنے حالات کے اظہار سے مقصود یہ ہے کہ پتہ چل جائے کہ اس مضمون کو میں نے کشف اور ذوق کے تحت تحریر کیا ہے۔ظن اور تقلید سے نہیں لکھا۔جاننا چاہیے کہ معارف توحیدی جو بعض اولیاء اللہ سے ظاہر ہوئے

---

[1] آپ اصل میں شاہان سمنان میں سے تھے پندرہ سال کی عمر میں سلطان وقت کی خدمت میں آکر مشغول خدمت ہوئے کسی جنگ کے دوران آپ میں جذبہ پیدا ہوا تو بغداد میں شیخ نور الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے کچھ مدت کے بعد دعوت ارشاد کی اجازت حاصل کی اور خانقاہ کا کیہ میں پندرہ سال کے اندر ایک سو چالیس چلے گئے۔اور دوسرے اوقات میں ایک سو تیس (۱۳۰) چلے کیے۔ستتر (۷۷) سال کی عمر میں بائیس رجب ۷۳۶ ہجری میں سب کو جمعہ کو وصال فرمایا۔

Marfat.com

ہیں۔ابتدائے حال اور مقام قلب میں صادر ہوئے ہیں۔لہٰذا اس راہ سے ان بزرگوں کو کوئی نقص لاحق نہیں ہوتا۔

اس حقیر نے بھی اس وقت معارف توحیدی میں کئی رسالے تحریر فرمائے۔اور جب ان تحریرات کو بعض دوستوں نے ادھر اُدھر منتشر کر دیا۔تو انہیں جمع کرنا مشکل جانتے ہوئے ان رسائل کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔نقص اس وقت لازم ہوتا ہے۔جب کہ اس مقام سے آگے نہ لے جائیں۔

ارباب توحید کا ایک گروہ وہ ہے جس نے اپنے مشہود میں پورے طور پر نیستی اور محو ہونا پیدا کیا ہے۔اور ان کی ہمت یہ ہے' کہ مشہود میں ہمیشہ نیست اور معدوم رہیں اور ان کے لازم وجود کا کچھ اثر ظاہر نہ ہو۔یہ لوگ کلمہ اَنَا کے لوٹنے کو اپنے لیے کفر جانتے ہیں۔اور ان کے نزدیک نہایت کار فنا اور نیستی ہے۔عالم میں شہود حق کو بھی گرفتاری خیال کرتے ہیں۔ان میں سے بعض فرماتے ہیں۔میں ایسا عدم چاہتا ہوں جس کا پھر کبھی وجود نہ ہو۔یہ لوگ محبت کے مقتول ہیں۔اور حدیث قدسی

مَنْ قَتَلْتُه' فَاَنَا دِيَتُه۔ جس کو میں قتل کرتا ہوں' تو اس کا خون بہا میں خود ہوتا ہوں۔

انہیں لوگوں کی شان میں واقع ہے۔یہ لوگ ہمیشہ وجود کے بوجھ تلے دبے رہتے ہیں۔اور ایک لحہ کے لیے بھی آسائش نہیں پاتے کیونکہ آسائش غفلت کی حالت میں ہوتی ہے۔ہمیشہ کی نیستی کی صورت میں غفلت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

شیخ الاسلام[1] ہروی فرماتے ہیں۔جو شخص مجھے ایک گھڑی کے لیے حق سبحانہ' سے غافل کرے امید ہے کہ اس کے گناہوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اور وجود بشریت کے لیے غفلت درکار ہے۔حق سبحانہ' وتعالیٰ نے اپنے کمال کرم سے ان میں سے ہر ایک کو ان امور کی استعداد کے اندازہ کے مطابق جو غفلت پیدا کرنے والے ہیں۔ان کے ظاہر کو ان امور کے ساتھ مشغول کر دیا ہے۔اس بنا پر کسی قدر ان کا باوجود ان سے ہلکا ہو جاتا ہے ایک جماعت کے دل میں سماع اور رقص کی الفت ڈال دی گئی ہے۔اور ایک گروہ کے لیے تصنیف کتب اور علم ومعارف تحریر کرنا شعار بنا دیا گیا ہے۔

---

[1] یعنی حضرت ابواسماعیل خواجہ عبداللہ بن ابی منصور محمد الانصاری۔آپ حضرت ابوایوب صحابی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ مجھے شعرائے عرب کے تین ہزار عربی اشعار یاد ہیں۔اور میں نے تین صد افراد سے حدیث لکھی ہے جو سب کے سب سنی العقیدہ تھے۔ان میں سے کوئی بھی بدعتی اور خود رائے نہیں تھا۔اور مجھے تین ہزار احادیث ایک ایک ہزار اسناد کے ساتھ یاد ہیں۔اور آپ نے فرمایا کہ مجھے ایسی قوت حافظہ عطا کی گئی ہے۔کہ جو کچھ میرے قلم کے نیچے سے گزرتا ہے یاد ہو جاتا ہے۔اور آپ نے فرمایا تصوف میں میرے پیر ومرشد شیخ ابوالحسن خرقانی ہیں اگر میں خرقانی کی زیارت سے مشرف نہ ہوتا۔تو حقیقت کو نہ پا سکتا۔(نفحات ملخصا)

Marfat.com

اور اگر گروہ مباح امور کے ساتھ مشغول کیا گیا ہے۔

عبد اللہ اصطخری کتوں والوں کے ساتھ صحرا میں جا رہا تھا۔ کسی شخص نے کسی بزرگ سے اس کا راز دریافت کیا۔ اس بزرگ نے فرمایا تا کہ ایک سانس کے لیے ہی وجود کے بوجھ سے نجات حاصل کرے اور بعض کو توحید وجودی کے علوم اور شہود وحدت در کثرت کے ساتھ آرام عطا فرمایا۔ تا کہ اس بوجھ سے ایک گھڑی کے لیے ہی آرام پائیں۔ اسی قبیلہ سے ہے وہ توحید جو بعض اکابر مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم سے ظاہر ہوئی ہے۔ ان بزرگوں کی نسبت تنزیہ صرف کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔ عالم اور شہود در عالم سے کوئی سروکار نہیں رکھتی۔ وہ معارف جو ارشاد پناہ معارف دست گاہ ناصر الدین خواجہ عبید اللہ نے توحید وجودی اور شہود وحدت اور در کثرت کے مناسب تحریر فرمائے ہیں، توحید کی اسی قسم اخیر سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کی کتاب فقرات جو بعض علوم توحید وغیرہ پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے علوم کا منشا اور ان معارف سے مقصود اس عالم کے ساتھ انس والفت پیدا کرتا ہے۔ اور اسی طرح ہیں ہمارے خواجہ (محمد الیاس قدس سرہ) کے وہ معارف جو آپ نے کتاب فقرات کے موافق بعض رسائل میں تحریر فرمائے ہیں۔ ان علوم توحید کا منشا نہ جذبہ ہے اور نہ غلبہ محبت اور ان کے مشہود کو عالم کے ساتھ کوئی نسبت نہیں۔ جو کچھ انہیں عالم میں دکھاتے ہیں وہ ان کے مشہود حقیقی کا شبہ اور مثال ہے۔

مثلاً ایک شخص جمال آفتاب کے عشق میں گرفتار ہو اور کمال محبت سے اپنے آپ کو آفتاب میں گم کر لیا ہو۔ اور اپنا کوئی نام ونشان نہ رہنے دیا ہو۔ ایسے شخص کے لیے اگر چاہیں کہ اُسے اپنی طرف واپس لائیں اور اس میں آفتاب کے ماسوا کی اُنست والفت پیدا کریں تا کہ ایک گھڑی کے لیے ہی انوار آفتاب کے غلبہ سے اپنا ایک سانس ہی درست کرے، اور آرام پائے تو اسی آفتاب کو عالم کے آئینوں میں اس پر ظاہر کرتے ہیں۔ اور اس طرح اس عالم کے ساتھ اس کی اُنست اور التفات پیدا کرتے ہیں اور اسے بتاتے ہیں کہ سارا عالم عین آفتاب ہے اور آفتاب کے سوا کوئی چیز بھی موجود نہیں۔ اور کبھی ذرات عالم کے آئینوں میں اسے جمال آفتاب دکھاتے ہیں۔

یہاں کوئی شخص یہ سوال نہ کرے کہ جب نفس الامر میں عالم آفتاب کا عین نہیں ہے تو پھر عالم کو آفتاب ظاہر کرنا خلاف واقع ہوگا۔ اس لیے کہ اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ افراد عالم بعض امور میں آپس میں مشترک ہیں۔ اور بعض امور میں غیر مشترک۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنی کمال قدرت سے بعض ان امور کو جب امتیاز اور عدم اشتراک کا باعث ہیں، بعض حکمتوں اور مصلحتوں کے تحت ان کی نظر سے پوشیدہ کر دیتا ہے۔ اور فقط اجزائے مشترکہ کا ہی مشاہدہ کراتا ہے۔ اس طرح ایک دوسرے کے آپس میں متحد ہونے کا حکم ثابت ہو جاتا ہے۔ تو اس طرح وہ شخص آفتاب کو بھی اس علاقہ سے عالم کا عین پاتا ہے۔ اسی طرح حق سبحانہٗ کی اگرچہ فی الحقیقت عالم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں، لیکن اسمی مشابہت اس اتحاد کو درست کر دیتی ہے۔

مثلاً حق سبحانہٗ وتعالیٰ موجود ہے اور عالم بھی موجود ہے اگرچہ فی الحقیقت ان دونوں وجودوں کے

Marfat.com

درمیان کچھ مناسبت نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ عالم' سمیع' بصیر' حی اور قادر اور مرید ہے اور عالم کے بعض افراد بھی ان صفات کے ساتھ موصوف ہیں۔ اگرچہ واجب تعالیٰ کی صفات اور ممکن کی صفات ایک دوسرے سے جُدا ہیں۔ لیکن چونکہ وجود امکانی کی خصوصیت اور صفات محدثات کے نقائص کو ان کی نگاہ سے (بعض حکمتوں کے تحت) پوشیدہ کردیتے ہیں۔ لہٰذا واجب اور ممکن کے درمیان اگر اتحاد کا حکم کریں تو گنجائش ہے۔

اور توحید کی یہ قسم اخیر اقسام توحید میں سب سے اعلیٰ قسم ہے۔ بلکہ فی الحقیقت اس معرفت والے حال کے مغلوب نہیں ہیں۔ اور اس کا شکر اس معرفت کا باعث نہیں ہوا۔ بلکہ ان پر اس حال کا درود کسی مصلحت کے لیے کیا گیا ہے۔ اور یہ بات ملحوظ و مطلوب ہے کہ اس معرفت کے وسیلہ سے انہیں سکر سے صحو کی طرف لائیں اور تسلی دیں۔ چنانچہ ایک جماعت کو سماع اور رقص اور ایک جماعت کو مباح امور کے ساتھ مشغول کرکے تسلی دیتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ ان مذکورہ گروہوں میں سے بعض کو ان امور کے ساتھ مشغول کرتے ہین جو ان کے مشہود کے مغائر ہوتے ہیں' اور وہ اس طرح تسلی پاتے ہیں۔ بخلاف ان بزرگوں کے کہ جو چیز ان کے مشہود کے مغائر ہوتی ہے یہ اس کی طرف التفات نہیں کرتے اور اس کے تابع نہیں ہوتے۔ اس لیے ناچار عالم کو ان کے مشہود کا عین ظاہر کرتے ہیں۔ یا عالم کے آئینہ میں اس کو جلوہ گر کرتے ہیں۔ تاکہ ایک گھڑی کے لیے اس بوجھ سے آرام پائیں۔

اس آخری قسم توحید کا منشا اس حقیر کو کشف وذوق کے طریقہ سے معلوم نہ تھا۔ صرف پہلی دو وجہوں کو جانتا تھا۔ اس تیسری قسم کا صرف ظن و گمان تھا۔ اسی لیے اِس حقیر نے خطوط اور رسالوں میں ان دو بلکہ صرف دوسری وجہ کو لکھا ہے۔ اور توحید وجودی کو اس میں منحصر کیا ہے۔ لیکن ارشاد پناہی قبلہ گاہی (حضرت خواجہ محمد الباقی قدس سرہٗ) کی رحلت کے بعد آپ کے مزار شریف کی تقریب زیارت کے لیے آفات سے محفوظ شہر دہلی میں آنے کا اتفاق ہوا عید کے دن مزار شریف کی زیارت کے لیے گیا ہوا تھا۔[1] مزار مبارک کی طرف توجہ کے دوران آپ کی روحانیت کی پوری توجہ اس فقیر کی جانب مبذول ہوئی۔ اور کمال غریب نوازی سے اپنی نسبت خاصہ' جو حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کی طرف منسوب تھی' عطا فرمائی۔ فقیر نے جب اس نسبت کو اپنے اندر پایا' تو بالبداہت ان علوم و معارف کی حقیقت کو بطریق ذوق پالیا۔ اور معلوم ہوا کہ ان میں توحید وجودی کا منشاء انجذاب قلبی اور غلبہ محبت نہیں ہے۔ بلکہ اس معرفت سے مقصود اس غلبے کا ہلکا کرنا ہے۔ ایک مدت تک اس معنے کا اظہار مناسب نہیں جانتا تھا۔ لیکن

---

[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بزرگان دین کے نزدیک مزارات اولیاء اللہ پر حصول فیض کے لیے جاتا اور مزارات کی طرف سفر کرنا جائز ہے۔ بعض بے ادب لوگ زیارت قبور اور اولیائے کرام کے فیض کے منکر ہیں۔ صحیح عقیدہ یہی ہے۔ جس کی طرف حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے اشارہ فرمایا ہے۔ اور جس پر آپ خود عامل تھے۔ اللہ تعالیٰ صحیح اعتقاد پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (از مترجم)

Marfat.com

جب بعض رسائل میں صرف پہلی دو وجہوں کا ذکر ہوا۔ تو کم فہم لوگ اس سے وہم میں پڑ گئے کہ اس بیان میں سے ان دو بزرگوں (خواجہ احرار اور خواجہ محمد الباقی قدس سرہما) کی تنقیص لازم آتی ہے۔ کہ ان کا طریقہ ارباب توحید کا طریقہ ہے' تو لوگوں نے اس ذریعہ سے اس فقیر کے حق میں فتنہ انگیزی کی زبان دراز کی۔ یہاں تک کہ اس حقیر کے بعض کم عقیدت مریدوں کے احوال میں سُستی کا باعث بن گئی۔ تو ضرورتاً توحید کی اس قسم کے اظہار میں مصلحت دیکھی اور دلیل کے طور پر اس واقعے (یعنی زیارت قبر پیر و مرشد) کو بطور دلیل ذکر کرنا بھی مناسب جانتے ہوئے تحریر میں لایا۔

ہمارے حضرت خواجہ کے مخلص درویشوں میں سے ایک نے یہ بات نقل کی۔ کہ حضرت خواجہ فرمایا کرتے تھے' کہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ ہم ارباب توحید کی کتابوں کے مطالعہ سے نسبت حاصل کرتے...... حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ مطالعہ کتب سے صرف یہ مقصود ہے کہ ایک گھڑی کے لیے ہی اپنے آپ کو غافل کریں۔ یہ کلام پہلے کلام کی تائید کرتا ہے۔

فضیلت پناہ شیخ عبدالحق نے جو ہمارے حضرت خواجہ کے مخلصین میں ہیں۔ نقل کیا کہ ہمارے حضرت خواجہ نے ایام رحلت سے تھوڑے دن پہلے فرمایا تھا کہ ہمیں یقین سے معلوم ہو چکا ہے کہ توحید (وجودی) تنگ کوچہ ہے۔ شاہراہ دوسری ہے۔ اگرچہ ہم اس سے پہلے بھی جانتے تھے۔ لیکن اس قسم کا یقین ابھی ظہور پذیر ہوا ہے۔ اس بات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آخر کار آپ کا مشرب بھی توحید وجودی سے مناسبت نہیں رکھتا تھا۔ ابتدائے حال میں اگر اس قسم کی توحید ظاہر ہوئی ہو۔ تو کوئی پاک نہیں۔ بہت سے مشائخ کے لیے ابتدا میں اس قسم کی توحید ظاہر ہوئی ہے۔ لیکن آخر کار اس سے باہر نکل آئے ہیں۔

اور بھی جذبہ نقشبندیہ کے مقام میں پہنچنے کے بعد حضرت خواجہ نقشبندیہ کا طریقہ اور حضرت خواجہ احرار کا طریقہ ایک دوسرے سے جُدا ہو جاتا ہے۔ اور علوم و معارف بھی ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں۔ بعد ازاں حضرت خواجہ احرار کی توجہ کا غلبہ اپنے مادری آباؤ اجداد کی نسبت باطنی کے اعتبار سے ہے۔ جو پشت ہا پشت سے بزرگ چلے آئے ہیں۔ اور یہ فنا اور نیستی جس کا اوپر ذکر ہوا۔ ان بزرگوں کی نسبت کے لوازم سے ہے۔ اس حقیر نے ہم عصر لوگوں کی مصلحت کی وجہ سے طالبوں کی تربیت کے لیے حضرت خواجہ نقشبند کا طریقہ اختیار کیا۔ اور آپ کے طریقہ کے علوم و معارف کو جو ظاہر شریعت کے علوم سے بہت زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔ اس خراب زمانے میں۔ جب کہ ارکان شریعت میں پوری سُستی پیدا ہو چکی ہے۔ مناسب دیکھتے ہوئے طالبوں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے اس طریقے کا تعین کیا ہے۔ اگر حق سبحانہٗ طریقہ احراریہ کو اس حقیر کے توسط سے رواج دینا چاہتا تو سارے جہاں کو ان انوار سے منور کر دیتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں بزرگوں کے انوار کامل طور پر اس فقیر کو عطا فرمائے ہیں۔ اور دونوں اکابر کے تکمیل کے طریقوں کو ظاہر کر دیا ہے۔

Marfat.com

ان الفضل بید اللّٰہ یؤتیه من یشآء ۔ والله ذو الفضل العظیمo — یعنی بے شک فضل و کمال اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔

پادشا[1] ہے ست کر عنایت خویش — ہر دو عالم بہ یک گدا بخشد
اگر پادشاہ[2] بردر پیر زن! — بیاید تو اے خواجہ سُبلت مکن

اور مطابق حکم:

وَاَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ ط — لیکن اپنے رب کی نعمت کا اظہار کرو۔

بعض مخفی اسرار کو یہ فقیر جائے ظہور میں لایا۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ طالبان حق کو ان سے بہرہ ور فرمائے۔ اگرچہ یہ فقیر جانتا ہے کہ منکروں کے انکار میں یہی اضافہ ہوگا۔ لیکن مقصود طالبوں کو فائدہ پہنچانا ہے منکر لوگ بحث سے خارج اور مطمح نظر سے باہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اور بہت کو ہدایت ہے۔ ارباب بصیرت پر مخفی ہے۔ کہ مصلحت کے تحت ایک طریقے کو اختیار کرنے سے دوسرے طریقے پر اس کی افضلیت لازم نہیں آتی۔ اور دوسرا سے طریقے میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا۔

دروازہ[1] شہر را توان بست
نتواب دہن مخالفان بست

اور تمام تعریفیں اولاً و آخراً اللہ صاحب انعام واحسان کے لیے ہیں۔ اور صلواۃ والسلام وتحیہ اس کے رسول پر اور اس کی پسندیدہ آل پر اور نیک و کار اصحاب پر ہمیشہ نازل ہوتے رہیں۔

مکتوب نمبر (۲۹۲)

شیخ عبدالحمید بنگالی کی طرف صادر فرمایا:

مریدوں کے ضروری آداب اور بعض کے شبہات دور کرنے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں:

---

[1] خدائے تعالیٰ ایسا بادشاہ ہے کہ اپنی مہربانی سے دونوں جہان ایک گدا کو بخش دیتا ہے۔
[2] اگر بادشاہ ازراہ عنایت بڑھیا کے دروازے پر آ جائے۔ تو اے خواجہ تو حسد سے اپنی ڈاڑھی نہ نوچ ۱۲ منہ
[1] شہر کا دروازہ تو بند ہو سکتا ہے۔ لیکن مخالفوں کا منہ بند نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَدَّبَنَا بِالْاٰدَابِ النَّبَوِیَّةِ وَهَدَانَا بِالْاَخْلَاقِ الْمُصْطَفَوِیَّةِ عَلَیْهِ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَکْمَلُهَا۔

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں آداب نبوی سکھائے۔ اور ہمیں اخلاق واحدنیہ کی ہدایت دی۔ علیہ و علی آلہ الصلوات والتسلیمات

اے عزیز جان لے کہ اس راہ فقیر پر چلنے والے دو حال سے خالی نہیں یا مرید ہیں یا مراد۔ اگر مراد ہوں' تو انہیں مبارک ہو۔ کیونکہ انہیں انجذاب اور محبت کے راستے سے کشاں کشاں لے جائیں گے۔ اور مطلب اعلیٰ تک پہنچادیں گے۔ اور ہر ادب جو درکار ہو بلواسطہ یا بلاواسطہ انہیں سکھادیں گے۔ اور اگر ان سے کوئی لغزش واقع ہوگی تو اس پر انہیں جلدی آگاہ فرمادیں گے۔ اور اگر ان پر گرفت نہیں کریں گے۔ اور اگر انہیں ظاہری پیر کی ضرورت ہوگی۔ تو ان کی کوشش کے بغیر اس دولت تک پہنچادیں گے۔

مختصر یہ کہ عنایت ازلی جل شانہٗ ان بزرگوں کے حال کی کفیل ہے۔ بالواسطہ یا بلاواسطہ ان کے کام کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں جسے چاہتا ہے برگزیدہ بنالیتا ہے۔

اور اگر مرید ہوں گے تو ان کا کام کامل اور کامل کرنے والے پیر کے واسطہ کے بغیر دشوار ہے۔ بلکہ ایسا پیر چاہیے جو جذبہ اور سلوک کی دولت سے مشرف اور فنا و بقا کی سعادت سے بھی سعادت مند ہو چکا ہو۔ اور سیر الی اللہ' سیر فی اللہ' سیر عن اللہ باللہ اور سیر فی الاشیا باللہ کو مکمل طور پر طے کر چکا ہو۔ اور اگر اس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہو اور مرادوں کی تربیت کا پروردہ ہو۔ تو نہایت ہی اکسیر ہے۔ اس کا کلام دوا ہے اور اس کی نظر شفا۔ مردہ دلوں کی زندگی اس کی توجہ شریف سے وابستہ ہے اور پژمردہ جانوں کی تازگی اس کے التفات لطیف کے ساتھ مربوط ہے۔ اور اگر اس طرح کا صاحب دولت پیر میسر نہ آئے۔ تو سالک مجذوب ہی غنیمت ہے۔ اور ناقصوں کی تربیت اس سے بھی ہو جائے گی۔ اور اس کے واسطے سے فنا اور بقا کی دولت تک پہنچ جائیں گے۔

آسماں[1] نسبت بعرش آمد فرود
ورنہ بس عالی ست پیش خاک تود

اور اگر عنایت خداوندی جل سلطانہٗ سے کسی طالب کو اس طرح کے کامل اور کامل کرنے والے پیر تک پہنچادیں تو چاہیے کہ اس کے وجود شریف کو غنیمت جانے۔ اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اس کے سپرد کردے۔ اور اپنی نیک بختی کو اس کی رضامندی کے کاموں میں جانے۔ اور اپنی بدبختی کو اس کی ناراضگی میں خیال کرے۔ مختصر یہ کہ اپنی ہر خواہش کو اس کی رضا کے تابع کردے۔

---

[1] آسمان عرش کی نسبت تو نیچے ہے' لیکن تودہ خاک سے اونچا بہت ہے۔

Marfat.com

حدیث میں نبوی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات اتمہاوا کملہا میں وارد ہے۔

۲ لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ۔ تم میں سے اس وقت تک کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا' جب تک اپنی خواہش نفس کو اس چیز کے تابع نہ کر دے۔ جسے میں لے کر آیا ہوں۔

یہ بات بھی مرید کے ذہن میں رہنی چاہیے کہ آداب صحبت اور شرائط کا لحاظ بھی اس راہ کی ضروریات سے ہے۔ تا کہ فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کا راستہ کھلے۔ اس کے بغیر صحبت کا کوئی نتیجہ نہیں اور نہ مجلس کا کوئی فائدہ ہے۔ بعض آداب اور ضروری شرائط بیان کی جاتی ہیں گوش ہوش سے سنیں۔

اے عزیز! تو جان کہ طالب کو چاہیے کہ اپنے دل کے چہرے کو تمام اطراف سے موڑ کر اپنے پیر کی طرف متوجہ کرے۔ اور پیر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نوافل اور اذکار میں مشغول نہ ہو اور اس کے غیر کی طرف التفات نہ کرے۔ اور اپنے آپ کو کلیۃً اس کی طرف متوجہ کر کے بیٹھے۔ یہاں تک کہ اس کے حکم کے بغیر ذکر بھی بھی مشغول نہ ہو۔ اور فرض وسنت نماز کے علاوہ کوئی نماز اس کی مجلس میں ادا نہ کرے۔

موجودہ بادشاہ کے متعلق منقول ہے۔ کہ اس کا وزیر اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اتفاقاً اس دوران میں وزیر کی توجہ اپنے کپڑوں کی طرف ہو گئی۔ اور اس نے اپنے کپڑے کے کسی بند کو اپنے ہاتھ سے درست کیا۔ اس دوران بادشاہ کی نظر اس پر پڑی دیکھا۔ کہ وزیر اس کی طرف متوجہ نہیں۔ تو ڈانٹ کر کہا کہ میں اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا کہ تو میرا وزیر ہو کر میرے سامنے اپنے کپڑے کے بند کی طرف توجہ کرے۔

غور کرنا چاہیے کہ جب کمینی دنیا کے وسائل کے لیے باریک آداب درکار ہیں۔ تو جو چیزیں (مرشد وغیرہ) خدا تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں۔ ان کے آداب کی رعایت تو بہت کمال طریقہ پر کرنی لازم ہو گی۔ اور جہاں تک ممکن ہو ایسی جگہ نہ کھڑا ہو کہ اس کا سایہ پیر کے کپڑوں پر یا پیر کے سائے پر پڑتا ہو۔ اور پیر کی جانماز پر پاؤں نہ رکھے۔ اور اس کے وضو خانہ میں وضو نہ کرے۔ اور اس کے خاص برتنوں کو اپنے استعمال میں نہ لائے۔ اور اس کے سامنے پانی نہ پیے اور نہ کھانا کھائے اور نہ کسی سے بات کرے۔ بلکہ کسی کی طرف بھی متوجہ نہ ہو۔ اور پیر کی عدم موجودگی میں اُس طرف پاؤں نہ کرے۔ جس طرف پیر ہو اور نہ اس طرف تھوکے۔ اور جو کچھ پیر سے صادر ہوا سے درست جانے۔ اگرچہ بظاہر درست نظر نہ آئے۔ کیونکہ پیر جو کچھ کرتا ہے الہام اور اذن سے کرتا ہے لہٰذا ایسی صورت میں اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔

اور اگر اس کی بعض الہامی صورتوں میں خطا بھی واقع ہو جائے تو خطا الہامی خطا اجتہادی کی طرح ہے کہ اس پر ملامت یا اعتراض جائز نہیں۔ نیز چونکہ اس مرید کو اپنے پیر کے ساتھ محبت پیدا ہو چکی ہے۔ اس لیے محبوب

---

۲ مشکوٰۃ شریف۔

Marfat.com

سے جو کچھ صادر ہو محب کو اچھا ہی نظر آتا ہے۔ لہٰذا اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور تمام کلی و جزئی امور میں اپنے پیر کی اقتداء کرے کیا کھانے میں کیا پینے میں اور کیا سونے اور ہر نیک کام میں نماز کو اپنے پیر کی طرح ادا کرنا چاہیے۔ اور فقہ کو اس کے عمل سے اخذ کرنا چاہیے۔

آں[1] را کہ در سرائے نگاریست فارغ است

از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار

اور پیر کی حرکات و سکنات میں اعتراض کو قطعاً گنجائش نہ دے چاہے رائی کے برابر اعتراض ہو۔ کیوں کہ اعتراض کا نتیجہ محرومی کے سوا کچھ نہیں۔ اور تمام مخلوق میں سب سے زیادہ بے سعادت وہ شخص ہے جو اس گروہ اولیاء اللہ میں عیب نکالے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بلائے عظیم سے نجات دے۔

اور اپنے پیر سے خوارق و کرامات کا مطالبہ نہ کرے۔ اگر چہ یہ طلب دل میں وسوسے اور خطرے کی شکل میں ہو۔ تم نے کبھی سُنا ہے کہ کسی مومن نے اپنے نبی سے معجزہ طلب کیا ہو۔ معجزے طلب کرنیوالے کفار اور منکر لوگ ہیں۔

معجزات[1] از بہر قہر دشمن است

بوئے جنسیت پے دل برون است

موجب ایمان نبا شد معجزات

بوئے جنسیت کند جذب صفات

اگر دل میں کسی کا شُبہ بھی آ جائے تو بلا توقف پیر کی خدمت میں عرض کرے۔ اگر حل نہ ہو تو اپنی کوتاہی تصور کرے۔ پیر پر کوئی عیب نہ لگائے۔ اور جو بھی واقعہ ظاہر ہو پیر سے پوشیدہ نہ رکھے۔ اور واقعات کی تعبیر اس سے دریافت کرے۔ اور جو تعبیر خود طالب پر منکشف ہو وہ بھی عرض کرے۔ اور درستی اور خطا کو اس سے تلاش کرے۔ اور اپنے کشفوں پر ہرگز اعتماد نہ کرے' کیونکہ اس دنیا میں حق باطل کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اور درستی خطا کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ اور بے ضرورت اور بلا اجازت اس سے الگ نہ ہو۔ کیونکہ اپنے لیے پیر کے غیر کو اختیار کرنا عقیدت کے منافی ہے۔ اور اپنی آواز کو اس کی آواز سے بلند نہ کرے۔ اور اُونچی آواز سے اس کے ساتھ گفتگو بھی نہ کرے کہ بے ادبی ہے۔ اور ظاہر و باطن میں فتوح اور کشائش حاصل ہو تو اپنے پیر کے توسط سے جانے اور واقعہ میں دیکھے کہ دوسرے مشائخ سے فیض پہنچا ہے اسے بھی اپنے پیر کی طرف سے جانے۔ اور یہ اعتقاد رکھے کہ جب

[1] جس کے گھر میں معشوق ہو وہ باغ و بوستان کی سیر اور لالہ زار کے تماشے سے فارغ ہے۔

[1] معجزات دشمن کو مغلوب کرنے کے لیے ہیں' اور دل قابو کرنے کے لیے جنسیت کی بُو ہے۔ معجزات ایمان کا باعث نہیں۔ بلکہ جنسیت کی بُو صفات کو جذب کرتی ہے۔

Marfat.com

پیر کمالات و فیوض کا جامع ہے تو پیر کا خاص فیض مرید کی خاص استعداد کے مناسب شیوخ میں سے ایک شیخ کے مناسب کہ افاضہ کی صورت اس سے ظاہر ہوئی ہے' مرید تک پہنچا ہے۔اور پیر کے لطائف میں سے ایک لطیفہ جو اس فیض سے مناسبت رکھتا ہے۔اس شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔مرید کی آزمائش کے طور پر وہ لطیفہ دوسرا شیخ خیال کر لیا گیا ہے۔اور فیض کو اس کی طرف سے جانا ہے یہ عظیم مغالطہ ہے۔حق سبحانہٗ لغزش قدم سے بچائے۔ اور پیر کے ساتھ حسن اعتقاد اور اس کی محبت پر قائم رکھے۔بحرمۃ سیّد البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات۔مختصر یہ کہ "طریقت سب ادب ہے۔" مثل مشہور ہے۔کوئی بے ادب خدا تک نہیں[2] پہنچ سکتا۔اور اگر مرید بعض آداب کی رعایت میں اپنے آپ کو کوتاہ جانے اور ان کی مناسب ادائیگی تک نہ پہنچ سکے۔اور کوشش و سعی کے باوجود عہدہ برآنہ ہو سکے تو اس کیلئے معافی ہے۔لیکن اپنی اس کوتاہی کا اعتراف ضروری ہے۔اور اگر عیاذ باللہ سبحانہٗ آداب کی رعایت نہ کرے۔اور اپنی کوتاہی کا اعتراف بھی نہ کرے تو ایسا مرید ان بزرگوں کی برکات سے محروم رہتا ہے۔

ہر کہ[1] را روے بہ بہبود نہ بود
دیدن روے نبی سود نہ بود

ہاں وہ مرید جو اپنے پیر کی توجہ کی برکت سے فنا و بقا کے مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے۔اور الہام اور فراست کا راستہ اس پر ظاہر ہو جاتا ہے۔اور پیر بھی اسے مسلم رکھے اور اس کے کمال کی گواہی دے۔تو اس مرید کے لیے گنجائش ہے کہ بعض الہامی امور میں اپنے پیر سے خلاف کرے۔اور مقتضائے الہام پر عمل کرے۔اگرچہ اس کے پیر کے نزدیک اس کے خلاف ہی بات ثابت ہو چکی ہو۔کیونکہ ایسا مرید اس وقت حلقہ تقلید سے باہر نکل چکا ہے۔

---

[2] یہی وجہ کہ جو فرقے صحابہ کرام' اہل بیت عظام اور انبیاء و اولیاء کے بے ادب اور گستاخ ہیں۔آج تک ان میں کوئی ولی پیدا نہیں ہوا۔اور نہ قیامت تک ہوگا۔عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ مثنوی میں فرماتے ہیں۔

از خدا خواہیم توفیق ادب! بے ادب محروم گشت از فضل رب
بے ادب تنہا نہ خو را داشت بد! بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد
ہر کہ گستاخی کند اندر طریق گر دو اندر وادیٔ حسرت غریق
ہر چہ آمد برتو از ظلمات و غم آن زبیباکی و گستاخیست ہم

ترجمہ اشعار:۱۔ہم خدا تعالیٰ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں کیونکہ بے ادب انسان اللہ کے فضل سے محروم رہتا ہے۔(۲) بے ادب انسان صرف اپنے آپ کو ہی بُرائی میں مبتلا نہیں کرتا بلکہ سارے جہان میں بے ادبی کے فتنے کی آگ بھڑکا دیتا ہے۔
(۳) جو شخص طریقت میں گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے' وادی حسرت میں ڈوب کر رہ جاتا ہے۔
(۴) تم پر جو تاریکیاں اور غم چھائے رہتے ہیں۔اس کی وجہ تمہاری بے باکی اور گستاخی ہے۔
[1] جسے اپنی بھلائی کا خود خیال نہ ہو وہ اگر نبی کے چہرے کو بھی دیکھ لے تو بے سود ہے۔

Marfat.com

اب اس کے لیے تقلید کرنا خطا ہے۔ تم نہیں دیکھتے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات نے امور اجتہادیہ اور احکام غیر منزلہ میں آنحضرت علیہ السلام سے اختلاف کیا [2] ہے۔ اور بعض اوقات میں صواب جانب اصحاب میں ظاہر ہوا ہے۔ جیسا کہ ارباب علم پر مخفی نہیں۔

پس ثابت ہو گیا کہ مرتبہ کمال تک پہنچنے کے بعد مرید کا اپنے پیر سے اختلاف کرنا جائز ہے اور بے ادبی سے مبرّا اور پاک ہے۔ بلکہ یہاں اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرنا ہی ادب ہے ورنہ نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام جو پورے آداب سیکھ چکے تھے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقلید کے سوا کچھ نہ کرتے۔

ابو یوسف کے لیے مرتبہ اجتہاد پر پہنچنے کے بعد ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید کرنا خطا ہے۔ درستی اپنی رائے کی متابعت میں ہے۔ نہ ابو حنیفہ کی رائے کی متابعت میں۔ امام ابو یوسف کے متعلق یہ قول مشہور ہے کہ میں امام ابو حنیفہ کے ساتھ مسئلہ خلق قرآن میں چھ مہینے جھگڑتا رہا۔ تم نے یہ ضرور سنا ہوگا کہ فن کی تکمیل بہت سے افکار کے ملنے سے ہوتی ہے۔ اگر فن اور علم ایک ہی فکر میں بند رہتا تو اس میں زیادتی اور اضافہ نہ ہوتا۔ علم نحو جو سیبویہ کے زمانہ میں تھا' آج نحویوں کے اختلاف آراء اور بہت سی انظار کے ملنے سے سو گنا زیادہ اور کامل ہو چکا ہے۔ لیکن چونکہ اس علم کی بنا امام سیبویہ نے رکھی ہے۔ لہٰذا بزرگی اور فضیلت اسی کے لیے مسلم ہے۔ فضیلت متقدمین کے لیے ہی ہے۔ اور کمال متاخرین کے لیے:

مثل امتی کمثل المطر لا یُدرٰی اولھم خیر ام اٰخرھم۔	میری امت کی مثال بارش کی سی ہے۔ یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس کا پہلا حصہ بہتر ہے یا آخری حصہ

حدیث نبوی ہے۔ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام۔

تتمّہ

بعض مریدین کے رعِ شبہ کے بیان میں

اے عزیز جان لے کہ صوفیائے کرام نے کہا ہے:

اَلشَّیْخُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ۔ یعنی شیخ زندہ بھی کر سکتا ہے اور مار بھی سکتا ہے۔ ہے۔

زندہ کرنا اور مارنا پیری کے مقام کے لوازمات میں سے ہے۔ لیکن اس احیاء سے روحی احیاء مراد ہے نہ جسمی۔ اس طرح اماتت سے بھی روح کا مارنا ہے' نہ جسم کا۔ اور حیاۃ اور موت سے مراد فنا اور بقا ہے۔ جو مقام

[2] جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت سے واقعات اس پر دلالت کرتے ہیں۔ خاص کر جنگ بدر کا واقعہ۔ لیکن حضور کے ساتھ صحابہ کرام کا اس طرح کا اختلاف محض صورتاً تھا ورنہ صحابہ کرام سے کچھ صادر ہوتا تھا وہ حضور ہی کا فیض اور آپ ہی کی توجہ اور برکت کا نتیجہ تھا۔ (از مترجم عفی عنہ)

Marfat.com

ولایت اور کمال تک پہنچاتا ہے۔ اور شیخ مقتدا باذن اللہ سبحانہ' ان دونوں کا کفیل اور ضامن ہے۔ پس شیخ میں اس کے زندہ کرنے اور مارنے کی قوت کا ہونا ضروری ہے اور یحیی و یمیت کے معنی ہیں' یبقی و یفنی۔ یعنی بقا عطا کرتا ہے اور فانی کرتا ہے۔ جس کو زندہ کرنے اور مارنے کا منصب و مرتبہ شیخی سے کچھ سروکار نہیں۔ شیخ مقتدا کھربا کی طرح ہے۔ جس کسی کو اس سے مناسبت ہوگی وہ حسن و خاشاک کی طرح اس کے پیچھے دوڑتا آئے گا۔ اور اپنا حصہ اس سے پائے گا۔ خوارق اور کرامات مریدوں کو کھینچنے کے لیے نہیں ہیں۔ مرید معنوی مناسبت سے کھنچ کر آتے ہیں۔ اور جو شخص ان بزرگوں سے مناسبت نہیں رکھتا' وہ ان کے کمالات کی دولت سے محروم ہے۔ اگرچہ ہزار معجزے' خوارق اور کرامات دیکھے۔ ابوجہل اور ابولہب کو اس معنی کی دلیل بنانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں فرمایا:

وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا حَتّٰٓی اِذَا جَآءُوْکَ یُجَادِلُوْنَکَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ۝

اور اگر یہ لوگ سب نشانیاں بھی دیکھ لیں تو پھر بھی ایمان نہ لائیں گے۔ یہاں تک کہ جب یہ لوگ آپ کے پاس آئیں گے تو آپ سے جھگڑیں گے۔ منکریوں کہیں گے۔ کہ یہ قرآن تو پہلے لوگوں کے بے اصل قصے کہانیاں ہیں۔

والسلام۔

مکتوب نمبر (۲۹۳)

شیخ محمد چتری کی طرف صادر فرمایا:

ان کے سوالات کے جواب میں جو انہوں نے پوچھے تھے۔ لی مع اللہ وقت ۔ حدیث میں نبوی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام آیا ہے۔ اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ اور انہوں نے پوچھا تھا۔ قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ . حضرت شیخ عبدالقادر نے فرمایا ہے۔ اور بعض دوسروں نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ اس معاملے کی حقیقت کیا ہے۔ اور انہوں نے پوچھا تھا۔ کہ جن اولیا کی گردن پر آپ کا قدم ہے' ان سے مراد ہی اولیا ہیں۔ جو ان کے زمانے میں موجود تھے۔ یا مطلقاً اولیا مراد ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. آپ نے جو صحیفہ شریفہ ارسال فرمایا تھا۔ اس کے موصول ہونے سے یہ فقیر خوش اور مسرور ہوا۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ کہ حق تعالیٰ جل و علیٰ کے دوست دور افتادہ لوگوں کو یاد فرمائیں۔

Marfat.com

آپ کے مکتوب میں درج تھا۔ کہ حضرت رسالت پناہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات نے فرمایا ہے۔

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ۔ یعنی مجھے اللہ کے ساتھ ایک خاص وقت میسر آتا ہے۔

اور حضرت ابوذر غفاری نے بھی ایسا ہی فرمایا۔ اور یہ کہ حضرت میران محی الدین نے فرمایا ہے کہ میرے پاؤں تمام اولیاء کی گردنوں پر ہیں اور کسی دوسرے نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ ان دو لفظوں پر شور وغوغا ہو جاتا ہے۔ مہربانی کر کے لکھا جائے کہ ان دو باتوں کے کیا معنی ہیں اور ان دونوں میں کیا فرق ہے پوری توجہ سے واضح طور پر لکھ کر جو اس غریب کی سمجھ کے قریب ہو۔ ارسال فرمائیں۔

میرے مخدوم اس فقیر نے اپنے رسائل میں لکھا ہے۔ کہ آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے دوام وقت کے باوجود ایک نادر وقت بھی میسر آتا تھا۔ اور وہ وقت ادائے نماز کے دوران میسر آتا تھا:

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ یعنی نماز مومنوں کی معراج ہے۔

آپ نے سُنا ہوگا اور:

اَرِحْنِیْ یَا بِلَالُ۔ یعنی اے بلال مجھے راحت پہنچا۔

اس مطلب کے ثابت کرنے میں معتبر گواہ ہے۔ اور ابوذر غفاری بھی وراثت اور تبعیت کی بنا پر اس دولت سے مشرف ہوئے تھے۔ کیونکہ آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کے لیے آپ کے تمام کمالات سے وراثت اور تبعیت کے طور پر وافر اور پورا حصہ ملتا ہے۔

اور وہ جو حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن [1] پر ہے۔

صاحب عوارف نے جو شیخ ابوالنجیب سہروردی قدس سرہٗ کے مرید اور تربیت یافتہ ہیں اور یہ شیخ ابوالنجیب حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ کے دوستوں اور رازداروں میں سے ہوئے ہیں۔ اس کلمے کو ان کلمات میں شامل کیا ہے جو خود بینی کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور جو مشائخ کرام سے ابتدائے احوال میں سُکر کے باقی ماندہ اثرات کی وجہ سے

---

[1] اور یہ کلمہ فرمانے کے وقت قریب قریب پچاس مشائخ مجلس میں موجود تھے۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ اس وقت خداوند تعالیٰ نے حضور غوث پاک کے دل مبارک پر تجلی فرمائی۔ اور نبی اکرم ﷺ نے فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ متقدمین اور متاخرین اولیائے کرام کی موجودگی میں آپ کو انعام کے طور پر لباس پہنایا۔

[1] شیخ حماد قدس سرہٗ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پیران طریقت میں سے ہوئے ہیں آپ بظاہر کچھ پڑھے ہوئے نہیں تھے۔ لیکن آپ نے معارف اور اسرار کے دروازے کھول دیے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی جوانی کے ایام میں آپ کی صحبت میں رہے۔ ایک دن آپ نہایت ادب سے آپ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جب آپ اُٹھ کر باہر چلے گئے۔ تو شیخ حماد نے فرمایا ایک وقت آئے گا۔ کہ اس عجمی شخص کے قدم اولیاء کی گردنوں پر ہوں گے۔ شیخ حماد نے ۵۲۵ ہجری میں ماہ رمضان شریف میں وصال فرمایا۔

Marfat.com

صادر ہوئے۔ اور نفحات میں شیخ حماد دباس سے منقول ہے۔ جو حضرت شیخ کے شیوخ میں سے ہوئے ہیں۔ کہ انہوں نے بطور فراست فرمایا کہ اس عجمی کا قدم وہ مبارک قدم ہے۔ کہ اس کے وقت کے اولیا کی گردن پر ہوگا۔ اور اس کو خدا کی طرف سے حکم ہوگا۔ کہ یوں کہے میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔ اور یہ شخص یہ کلمات ضرور کہے گا۔ اور سب اولیا اپنی گردن جھکا دیں گے۔

بہرصورت حضرت شیخ اس کلام میں حق بجانب ہیں۔ یہ کلام خواہ سکر کے باقی ماندہ اثرات کی وجہ سے آپ سے صادر ہوا ہو یا اس کلام کے اظہار کا آپ کو خدا طرف سے حکم ہوا ہو۔ بہرصورت اُس وقت کے تمام اولیا آپ کے قدموں کے نیچے تھے۔ لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ یہ حکم اس وقت کے اولیا کے ساتھ مخصوص ہے۔ آپ سے پہلے یا آپ کے بعد کے اولیاء اس حکم سے خارج ہیں جب کہ شیخ حماد کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کا قدم ان کے وقت میں تمام اولیاء کی گردن پر ہوگا۔

نیز ایک غوث نے جو بغداد میں تھے۔ اور حضرت شیخ عبدالقادر اور ابن سقا عبداللہ ان کی زیارت کے لیے گئے تھے۔ بطریق فراست حضرت شیخ کے حق میں فرمایا۔ کہ میں تجھے بغداد میں منبر پر بیٹھا ہوا دیکھتا ہوں۔ اور تو اپنی زبان سے یہ کہہ رہا ہے۔ کہ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ تیرے وقت کے سب اولیا نے اپنی گردنیں تیرے احترام اور اعزاز میں جھکا دی ہیں۔

اس بزرگ کے کلام سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ حکم اس وقت کے اولیا کے ساتھ خاص ہے۔ اس وقت بھی حق سبحانہٗ وتعالیٰ کسی کو چشم بینا عطا فرمائے تو وہ دیکھ سکتا ہے۔ کہ جس طرح اس غوث نے دیکھا کہ اس وقت کے اولیاء کرام کی گردنیں آپ کے قدم مبارک کے نیچے ہیں۔ اور یہ حکم اُس وقت کے اولیاء کرام کے علاوہ کسی اور طرف تجاوز نہیں کرتا۔ اسی طرح غوث پاک قدس سرہٗ سے پہلے اولیاء کرام کو بھی یہ حکم شامل نہیں۔ کیونکہ آپ سے پہلے اولیاء اللہ میں صحابہ کرام بھی داخل ہو جو حضرت شیخ قدس سرہٗ سے یقیناً افضل ہیں۔ اور آپ کے بعد اولیاء میں بھی یہ حکم کیسے جاری ہوسکتا ہے۔ کیونکہ آپ کے بعد اولیاء میں حضرت امام مہدی بھی ہیں۔ جن کے تشریف لانے کی آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بشارت دی ہے۔ اور امت کو آپ کے وجود کی بشارت سے نوازا ہے۔ اور انہیں خلیفہ اللہ فرمایا ہے۔ اسی طرح حضرت عیسےٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کہ حضرت عیسیٰ اولوالعزم سابقین انبیاء میں سے ہیں۔ اور اس شریعت کی متابعت کے واسطہ سے اصحاب خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ملحق ہیں۔ اس امت کے متاخرین کی بزرگی کے باعث ہی شاید آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ "نہیں معلوم کہ اس امت کے پہلے بہتر ہیں یا پچھلے" (رواہ الترمذی)

مختصر یہ کہ حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی ولایت میں شان عظیم ہے۔ اور بلند ترین درجہ حاصل ہے۔ ولایت محمد یہ خاصہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کو لطیفہ کے راستے سے نقطۂ آخر تک پہنچایا ہے۔ اور اس

Marfat.com

دائرہ کے سر حلقہ ہوئے ہیں۔ یہاں سے کوئی یہ وہم نہ کرے کہ جب شیخ قدس سرہٗ ولایت محمدیہ خاصہ کے سر حلقہ ہیں تو سب اولیاء اللہ سے افضل ہوں گے۔ کیونکہ ولایت محمدی علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات تمام ولایتوں سے اوپر ہے۔ اس لیے کہ ہم کہیں گے حضرت شیخ قدس سرہ' اُس ولایت محمدی کے سر حلقہ ہیں جو لطیفہ کے راستہ سے حاصل ہے' جیسا کہ پہلے گزرا نہ کہ مطلق ولایت کے سر حلقہ ہیں۔ تا کہ افضلیت لازم آئے' یا ہم یوں کہتے ہیں کہ مطلق ولایت محمدیہ کا سر حلقہ ہونا افضلیت کو مستلزم نہیں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی دوسرا بطریق تبعیت و وراثت کمالات نبوت میں پیش قدم ہو۔ اور ان کی کمالات کی وجہ سے افضلیت اسے حاصل ہو۔

حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ کے مریدین کی ایک جماعت شیخ قدس سرہٗ کے حق میں بہت غلو کرتی ہے اور محبت میں حد سے بڑھ جاتی ہے جس طرح حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہٗ کے محبّ (شعیہ) حد سے بڑھ گئے ہیں۔ اس جماعت کی گفتگو کے اشارات سے ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ شیخ قدس سرہ' کو تمام پہلے اور ان کے بعد آنے والے سب اولیاء سے افضل قرار دیتے ہیں۔ اور انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے سوا کوئی دوسرا معلوم نہیں جس کو حضرت شیخ سے افضل تسلیم کرتے ہوں۔ یہ محبت میں افراط کی وجہ سے ہے۔

اگر سوال کریں کہ جس قدر خوارق و کرامات حضرت شیخ قدس سرہ سے وجود میں آئے ہیں۔ اور کسی ولی سے ظاہر نہیں ہوئے۔ لہٰذا سب سے شیخ قدس سرہٗ ہی افضل ہونے چاہیں' تو میں کہوں گا کہ ظہور خوارق کی کثرت افضلیت پر دلالت نہیں کرتی۔ ایسا ممکن ہے کہ کسی ولی سے ایک امر خوارق بھی ظاہر نہ ہو۔ لیکن وہ اس ولی سے افضل ہو جس سے کئی خوارق و کرامات کا ظہور ہوا ہو۔

شیخ الشیوخ (شہاب الدین سہروردی) نے مشائخ کی کرامات و خوارق کے بعد فرمایا ہے۔ کہ:

''یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی عطائیں کبھی اولیاء اللہ میں سے ایک گروہ کو ان خوارق کا مکاشفہ کرایا جاتا ہے اور اسے عطا کی جاتی ہیں۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان سب لوگوں سے اوپر وہ شخص ہوتا ہے جس سے ان میں سے کوئی بات بھی ظاہر نہیں ہوئی ہوتی۔ کیونکہ یہ سب چیزیں تقویت یقین کے لیے ہیں اور جسے ویسے ہی یقین عطا کر دیا گیا ہو اُسے اُن میں سے کسی شے کی ضرورت نہیں۔ تو یہ کرامات' جو ہم نے ذکر کی ہیں ذل ذکر الٰہی کے رسوخ اور ذکر ذات کے وجود سے کم درجہ ہیں۔''

کثرت ظہور خوارق کو افضلیت کی دلیل بنانا بالکل ایسے ہے جس طرح کوئی شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کثرت فضائل و مناقب کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پر افضیلت کو دلیل بنائے۔ کیونکہ جس قدر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فضائل و مناقب ظہور پذیر ہوئے ہیں حضرت صدیق اکبر سے نہیں ہوئے۔

اے برادر عزیز! اچھی طرح سُن۔ خوارق عادات دو قسم ہیں۔

نوع اوّل علوم و معارف خُداوند تعالیٰ جل سلطانہٗ ہیں۔ کہ ذات صفات اور افعال واجب تعالیٰ سے تعلق

Marfat.com

رکھتے ہیں۔اور نظر عقل کے دائرہ سے وراء ہیں۔اور متعارف اور معتاد کے خلاف ہیں۔جن کے ساتھ اُس نے اپنے خاص بندوں کو ہی ممتاز فرمایا ہے۔

اور دوسری قسم مخلوقات کی صورتوں کا کشف اور عالم سے تعلق رکھنے والے امور غیبیہ کی خبریں دینا ہے۔

نوع اوّل اہل حق اور ارباب معرفت کے ساتھ خاص ہے۔اور نوع ثانی سچے اور جھوٹے دونوں طرح کے لوگوں کو شامل ہے۔اس لیے کہ اہل استدراج[1] کو بھی نوع ثانی حاصل ہے۔

نوع اوّل خدا جل وعلا کے ہاں بزرگی اور اعتبار رکھتی ہے۔کہ اُسے اس نے اپنے اولیاء کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔اور دشمنوں کو اس میں شریک نہیں کیا۔اور نوع ثانی عام مخلوقات کے نزدیک معتبر ہے۔اور ان کی نظروں میں معزز اور محترم ہے۔یہ چیز اگرچہ اہل استدراج سے ظہور پذیر ہو۔نزدیک ہے کہ عوام نادانی کے باعث ان کی پرستش شروع کر دیں۔اور رطب و یابس میں کہ وہ انہیں اس کے متعلق کہیں اُن کے تابع اور فرماں بردار بن جائیں۔بلکہ یہ محجوب لوگ یعنی عوام نوع اوّل کو خوارق میں سے نہیں جانتے اور کرامات میں سے شمار نہیں کرتے۔کیونکہ ان کے نزدیک خوارق قسم ثانی میں منحصر ہیں۔اور ان محجوبوں کے خیال میں کرامات مخلوقات کی صورتوں کے کشف اور ان کے غیبی چیزوں کی خبریں دینے کے ساتھ مخصوص ہے کتنے بے عقل ہیں۔وہ علم جو حاضر و غائب مخلوقات کے حالات سے تعلق رکھتا ہے۔اس میں کیا شرافت و کرامت ہے۔بلکہ یہ علم تو اس لائق ہے کہ جہل سے تبدیل ہو جائے۔تا کہ مخلوقات اور ان کے حالات سے نسیان حاصل ہو۔واجب تعالیٰ و تقدس کی معرفت ہی شرافت اور کرامت اور اعزاز و احترام کے لائق ہے۔

پری[2] نہفتہ رُخ و دیو در کرشمہ و ناز
بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

اور ہمارے مذکورہ بیان کے قریب ہے وہ جو شیخ الاسلام ہروی اور امام انصاری نے منازل السارین اور اس کے شارح نے کہا ہے کہ وہ میرے نزدیک تجربے سے ثابت ہوا ہے یہ ہے۔کہ اہل معرفت کی فراست اس امر میں ہے۔کہ وہ اس شخص کی تمیز کر سکتے ہیں جو اللہ جل وعلیٰ کے لائق ہے۔اور ان کی جو لائق نہیں۔اور ان اہل استعداد کو پہچانتے ہیں جو اللہ سبحانہٗ کے ساتھ مشغول ہیں۔اور مقام جمع تک پہنچ چکے ہیں۔یہ اہل معرفت کی فراست ہے۔لیکن ان اہل ریاضت کی جو بھوک اور خلوت اور تصفیہ باطن سے ریاضت حاصل کرتے ہیں۔اور جانب حق تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتے یہ ہے کہ صورتیں ان کے سامنے آتی ہیں۔اور غیب کی وہ خبریں دیتے ہیں۔جو مخلوق سے مختص ہیں۔تو یہ لوگ صرف مخلوقات کی ہی خبریں دے سکتے ہیں۔کیونکہ حق سبحانہٗ سے یہ لوگ حجاب میں

---

[1] یعنی وہ خوارق عادت امور جو کافر یا فاسق یا مبتدع سے اس کی غرض کے موافق صادر ہوں۔

[2] پری تو منہ چھپائے ہوئے ہے اور شیطان کرشمہ اور ناز میں ہے۔عقل حیرت سے جل گئی۔

Marfat.com

ہیں۔ باقی رہے اہل معرفت تو چوں کہ ان کی مشغولیت معارف حق تعالیٰ سے ان چیزوں کے ساتھ ہوتی ہے جو ان پروارد ہوتی ہیں۔ اس لیے یہ اللہ ہی کی خبریں دیتے ہیں۔ اور جب کہ اکثر جہان والے اللہ سبحانہٗ سے اعراض کیے ہوئے ہیں۔ اور دنیا سے مشغول ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کے دل صورتوں کے اہل کشف اور مخلوقات کے حالات کو غیبی خبریں دینے والوں کی طرف مائل رہتے ہیں۔ تو یہ لوگ ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ یہ لوگ اہل اللہ اور اس کے خاص بندے ہیں۔ اور اہل حقیقت کے کشف سے اعراض کرتے ہیں۔ اور جو کچھ وہ اللہ سبحانہٗ کے متعلق انہیں بتاتے ہیں۔ اس میں انہیں متہم جانتے نہیں۔ اور یہ اہل دنیا یوں کہتے ہیں۔ کہ اگر یہ لوگ اہل حق ہوتے جس طرح کہ ان کا گمان ہے۔ تو ہمیں ہمارے حالات اور مخلوقات کے حالات سے خبر دیتے ہیں اور جب کہ یہ لوگ مخلوقات کے حالات کے کشف پر قادر نہیں ہیں۔ تو اس سے اعلیٰ امور کے کشف پر کیسے قادر ہو سکتے ہیں اور اس فاسد قیاس کے ذریعے ان کی تکذیب کرتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ صحیح خبروں سے اندھے ہیں اور نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات اہل معرفت کو ملاحظہ خلق سے حفاظت میں لکھا ہے اور اپنا خاص بنایا ہے۔ اور اپنے ماسوا سے ان کی حمایت اور آپ کے بارے میں غیرت کی وجہ سے دور کر رکھا ہے اور اپنا خاص بنایا ہے۔ اور اپنے ماسوا سے ان کی حمایت اور آپ کے بارے میں غیرت کی وجہ سے دور کر رکھا ہے۔ اور اگر یہ لوگ ان میں سے ہوتے جو خلق کے حالات میں مصروف رہتے ہیں۔ تو حق سبحانہ کے لائق نہ ہوتے۔ اور ہم نے اہل حق کو دیکھا ہے کہ اگر صورتوں کے کشف کی طرف تھوڑا سا التفات بھی کرتے ہیں تو اور کچھ پالیتے ہیں کہ دوسرے اس فراست کے ساتھ جسے اہل معرفت ثابت کرنے میں نہیں پا سکتے اور یہ وہ فراست ہے جو حق سُبحانہٗ اور ان چیزوں سے جو اس کے قریب ہیں تعلق رکھتی ہے۔ لیکن ان اہل صفا کی فراست جو خارج ہیں اور مخلوق سے متعلق ہیں۔ تو وہ نہ تو جناب حق سبحانہٗ سے تعلق رکھتی ہے اور نہ حق سبحانہٗ سے قرب رکھنے والی چیزوں سے اور اس فراست میں مسلمان نصاریٰ۔ یہود اور دُوسرے گروہ بھی شریک ہیں۔ کیونکہ اس فراست میں اللہ کے نزدیک کوئی بزرگی نہیں تا کہ اس کے ساتھ اپنے خاص بندوں کو مخصوص فرماتے۔

مکتوب نمبر (۲۹۴)

ظاہری و باطنی علوم و معارف اور اسرار کے جامع مجد الدین مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا:

ان معارف کے بیان میں جو واجب تعالیٰ و تقدس کی صفات ثمانیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے تعینات کے مبادی اور دوسری مخلوق کے تعینات کے مبادی کی تحقیق میں اور جزئیات کے اپنے کُلّی کے ساتھ لاحق ہونا۔ اور ایک کُلّی کے جزئیات کے اس سے منتقل ہو کر

Marfat.com

دوسری کلی کے ساتھ ملنے کے عدم جواز کے بیان میں۔ اور انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے شہود اور تجلی کے فرق میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے توسط کے باوجود ان کے کامل پیرو کاروں کے لیے وصل عریاں کے حصول کے بیان میں۔ اور مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم کی عبارت میں واقع الفاظ محو واضمحلال کی تحقیق اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

واجب تعالیٰ و تقدس کی صفات ثمانیہ' حقیقہ کے ان میں سے پہلی صفت الحیات ہے۔ اور آخری صفت تکوین۔ تین قسم ہیں:

ایک قسم وہ ہے جس کا تعلق عالم کے ساتھ زیادہ ہے۔ اور مخلوق کی طرف نسبت بیشتر سے جیسے التکوین یہیں سے اہل سنت و جماعت کے ایک گروہ نے اس کے وجود کا انکار کیا ہے اور کہا کہ تکوین صفات اضافیہ میں سے ہے۔ لیکن حق بات یہ ہے کہ وہ صفات حقیقہ میں سے ہے۔ جن پر اضافت غالب ہے۔

اور دوسری قسم وہ ہے' جس میں اضافت تو ہے۔ لیکن پہلی قسم سے کم ہے۔ جیسے علم' قدرت' ارادہ' سمع' بصر اور کلام۔

اور تیسری قسم ان سب میں سے اعلیٰ ہے۔ جسے عالم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور اضافت کو بو بھی نہیں رکھتی۔ یہ صفت تمام صفات کی اُم اور اصل ہے۔ اور سب سے ثابت ہے۔ اور اصفت کے سب سے زیادہ قریب صفت العلم ہے۔ جو خاتم الرسل علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات امتہا و اکملہا کا مبداء تعین ہے۔

اور دوسری صفات دوسری مخلوقات کے تعینات کے مبادی ہیں۔ اور جب کہ ہر صفت متعدد تعلقات کے اعتبار سے متعدد جزیات رکھتی ہے۔ جیسے صفت تکوین کہ اس کے لیے متعدد تعلقات کے لحاظ سے تخلیق' ترزیق۔ احیا اور اماتت کی جزیات موجود ہیں۔ یہ جزیات اپنے کلیات کی طرح مخلوقات کے تعینات کے مبادی ہیں اور ہر وہ شخص جس کے تعین کا مبداء کلی ہے اور دوسرے تعینات جن کے مبادی اس کلی کے جزیات ہیں۔ اس شخص کے تابع ہوں گے۔ اور اس کے قدم کے نیچے زندگی بسر کریں گے اسی جگہ سے یہ بات کہتے ہیں کہ فلاں محمد کے زیر قدم ہے۔ اور فلاں عیسےٰ کے زیر قدم اور فلاں موسیٰ کے زیر قدم علیہم الصلوٰۃ والتحیات والتسلیمات اتمہا و اکملہا۔ اور جب کہ ان جزیات کے لیے بطور سلوک ترقی واقع ہوئی ہے۔ اس لیے یہ اپنے کلیات کے ساتھ مل جائیں گی۔ اور جزیات کا شہود کلیات کا شہود قرار پائے گا۔ فرق بالذات اور بالتبع کا رہ جائیگا۔ اور واسطے اور عدم واسطے کا امتیاز ہوگا کیونکہ تابع جو کچھ پاتا ہے اور جو کچھ دیکھتا ہے۔ اصل کے توسط کے بغیر ناممکن ہے ہاں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تابع اپنے قصور کی وجہ سے اصل کو نہیں جانتا۔ لیکن فی الحقیقت تابع اور اس کے شہود کے درمیان اصل اس طریقے سے حایل ہوتا ہے۔ جو شہود کے مانع نہیں ہوتا۔ بلکہ صاف عینک کی طرح شہود کا باعث ہوتا ہے۔ اور جائز نہیں ہے کہ ایک کلی کی جزیات ترقی کریں۔ اور اپنی کلی سے نکل کر دوسری کلی کے نیچے آئیں۔ اور ان کا شہود وہ دوسری کلی بن

Marfat.com

جائے۔ مثلاً جو جماعت حضرت موسیٰ کے زیر قدم ہے۔ انتقال کر کے حضرت عیسیٰ کے زیر قدم آ جائے' یہ نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ محمد کے زیر قدم آ جائیں بلکہ ہمیشہ آپ کے زیر قدم ہی ہیں۔ علیہ وعلیہم وعلیٰ الصلوٰۃ والسلام۔ کیونکہ محمد علیہ السلام کا رب' رب الارباب ہے۔ اور ان تمام کلیات کا اصل ہے۔

پس ان جزئیات کی طرف نسبت اصل الاصل ہوگی اور یہ ترقی گویا اصل الاصل کے ساتھ ہے' نہ کہ اصل کے ساتھ۔ جو ان کی اصل کے مخالف ہے۔ ان کی کلیات اور جزئیات میں اس قدر فرق رہ جائے گا کہ جزی کے لیے دو حائل درمیان میں ہوں گے ایک اپنا اصل۔ جو اس کی کلی ہے۔ اور دوسرا حائل اصل الاصل ہے۔ اور کلی اس کے لیے اصل الاصل کا حجاب ہے اور بس۔ یہاں سے معلوم ہو گیا۔ کہ حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ کا شہود تعینات کے پردے کے بغیر ہے۔ اور دوسروں کا شہود تعینات کے پردے میں ہے۔ کم از کم تعین محمدی کا پردہ تو بیچ میں حائل ہے۔ یہیں سے وہ بات ہے جو کی گئی ہے' کہ تجلی ذات حضرت محمد لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی وآلہ وسلم کا خاصہ ہے۔ اور دوسروں کی تجلی پردہ صفات میں ہے۔ کم از کم الارباب کے پردہ میں جو ربّ محمد ہے ﷺ کہ صفت الحیات کے سوا تمام اسماء اور صفات سے اوپر ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس بیان سے لازم آتا ہے کہ تمام باقی انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات کا شہود مبدأ تعین محمدی کے پردہ میں ہے۔ اور آپ کی اُمت کے وہ اولیا کرام جو بلا واسطہ آپ کے زیر قدم ہیں (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ان کا شہود بھی دوسرے انبیاء کی طرح پردہ رب الارباب میں ہوگا۔ پس انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات اور آپ کی امت کے اولیاء کرام کے درمیان کیا ہوگا۔ تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے اس پردہ حقیقت محمدی میں شہود کے علاوہ ایک دوسرا شہود بھی حاصل ہے۔ جو ان کے تعینات کے مبادی کی راہ سے انہیں میسر ہے۔ اور بالذات اپنی مخصوص عینکیں اپنی بصیرت کی آنکھوں پر رکھ کر غیب الغیب کا مشاہدہ' کرتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ یہ دو شہود اس معنی میں نہیں ہیں کہ دونوں بیک وقت متحقق ہوتے ہیں۔ بلکہ بایں معنی ہیں کہ اگر ترقی کر کے اصل الاصل تک پہنچے تو اس کا شہود پردہ حقیقت محمدی میں ہے۔ جس طرح حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام جو آسمان سے نزول کے بعد اس دولت سے مشرف ہوں گے۔ اور یہ ترقی نہایت مشکل ہے۔ بلکہ محال کے قریب ہے۔ اس کے حصول کے لیے فضل ایزدی جل سلطانہ' درکار ہے۔ اور اس عالم اسباب میں محمد المشرب پیر کی شفقت و مہربانی کی ضرورت ہے۔ اور اگر کسی نے اپنی اصل سے ترقی نہ کی اور اپنی حقیقت سے حقیقۃ الحقائق تک نہ پہنچا تو اس کا شہود اس کی اپنی حقیقت مخصوصہ کے پردہ میں ہے۔

اے بیٹے جان اور آگاہ رہ کر جس طرح حقیقۃ الحقائق کی جانب سے حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کی طرف ایک راستہ ہے۔ کہ منازل کثیرہ طے کرنے کے بعد اس تک وصول میسر آتا ہے۔ اسی طرح تمام حقائق

Marfat.com

کلیات کے راستہ سے بھی حضرت ذات تعالیٰ وتقدس ایک راستہ ہے' جس تک مراحل کثیرہ طے کرنے سے وصول نصیب ہوتا ہے۔ غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ حقیقۃ الحقائق کے راستے وصل عریان میسر آتا ہے۔ لیکن دوسرے طریقوں سے بھی اگرچہ وصل ذات نصیب ہوتا ہے تاہم بلند حقیقۃ الحقائق کے منتہائے اصول سے ایک باریک ترین پردہ جو حقیقت محمدی ہے۔ درمیان میں حائل ہے۔ اگر مضبوط حجاب اور قوی رکاوٹ والا پردہ نہیں ہے۔ بلکہ صرف اسی قدر مانع اور حجاب ہے کہ تجلی ذات کے اطلاق کو روکتا ہے۔ ورنہ باقی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کیلئے بالاصالۃ ذات تعالیٰ سے حصہ حاصل ہے۔ اوران بزرگوں کے کامل پیروکاروں کے لیے بھی ان کی پیروی میں علیہم وعلیٰ اتباعہم الصلوات والتحیات حصہ حاصل ہے۔

سوال: جبکہ صفت الحیاۃ' صفت العلم سے اوپر ہے۔ پس حقیقۃ الحقائق کی راہ سے بھی صفت الحیاۃ کا تعین حائل بن گیا۔ پس وصل عریاں کس طرح ہوگا اور اس کو تجلی ذات کیوں کہتے ہیں؟

جواب: یہ تعین کی طرح ہے۔ کیونکہ مراتب فوق مین مٹ جانا' اور معدوم ولاشے ہو جاتا ہے۔ اور مرتبہ حضرت ذات تعالیٰ میں اس کا کچھ بھی اعتبار نہیں رہتا۔ اگرچہ دوسری صفات کے لیے بھی مرتبہ حضرت ذات تعالیٰ میں کچھ اعتبار نہیں۔ لیکن وہ مرتبہ ذات میں ایسے طور پر نہیں پہنچتیں کہ راستے اور معدوم ہو جائیں۔ بخلاف صفت الحیاۃ کے کہ وہ وہاں پہنچی ہے اور لاشے ہو جاتی ہے۔ اسی لیے حقیقت محمدی کا تعین اور دوسری مخلوقات کے تعینات دائمی ہیں۔ اوران کا زوال مراتب ذات کے کسی مرتبہ میں بھی محال ہے۔ ہاں ایک چیز تک پہنچنا اور شے ہے اور شے میں فانی اور نیست ہو جانا امر دیگر ہے بعض مشائخ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کی عبارت میں جو لفظ محو واضملال واقع ہوا ہے۔ اس سے مراد محو نظری ہے نہ محو عینی یعنی سالک کا تعین اس کی نظر سے زائل ہوا جاتا ہے۔ نہ یہ کہ نفس الامر اور واقع میں محو ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ تو الحاد اور بے دینی کی بات ہے۔

ناقصوں کی ایک جماعت محو واضحلال کا وہم پیدا کرنے والے الفاظ سے محو عینی خیال کیا ہے اور اس طرح بے دینی تک پہنچے ہیں۔ اور عذاب وثواب اخروی کے منکر ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے خیال کرلیا ہے کہ جس طرح وحدت سے کثرت میں آئے ہیں دوبارہ اسی طرح پر کثرت سے وحدت تک چلے جائیں گے۔ اور یہ کثرت اس وحدت میں فانی اور نیست ہو جائے گی۔ اوران بے دینوں میں سے ایک جماعت اسی محو اور مٹ جانے کو قیامت کبریٰ خیال کیا ہے۔ اور حشر ونشر' حساب صراط اور میزان کے منکر ہوئے ہیں۔ خود بھی گمراہ ہوئے اور بہت سے لوگوں کو بھی گمراہ کیا۔

اس فقیر نے اس جماعت کے ایک شخص کو دیکھا ہے جو اپنے مطلب پر حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس اللہ سرہٗ درج ذیل شعر کو بطور دلیل پیش کرتا تھا۔

جامی[1] معاد و مبدأ ما وحدت است وبس | مادر میانہ کثرت موہوم والسلام

[1] اے جامی ہمارا معاد ومبداء صرف وحدت ہے۔ اور ہم اس موہوم کثرت میں ہیں والسلام

Marfat.com

یہ لوگ نہیں جانتے کہ مولانا کی اس بیت سے مراد وحدت کی طرف رجوع نظر اور شہود کے اعتبار سے ہے۔ ایک ذات کے سوا کوئی دوسری چیز ان کا مشہود نہیں ہوتی۔ اور ہر طرح کی کثرت پورے طور پر ان کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ اس سے عینی اور وجودی رجوع ہرگز مراد نہیں۔ شاید ناقص اندھے لوگ کہتے ہیں نہیں جانتے کہ کسی بھی کامل سے عجز، نقص اور احتیاج زائل نہیں ہوا۔ پس وحدت کی طرف رجوع وجودی کے کیا معنی ہیں۔ اور اگر ان لوگوں نے وحدت کی طرف رجوع موت کے بعد خیال کیا ہے۔ تو کافر زندیق ہیں کہ عذاب اُخروی سے انکار کرتے اور دعوت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات اتمہاوا کملہا کا ابطال کرتے ہیں۔

سوال: تو نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے۔ کہ لطیفہ اخفیٰ کا فنا ولایت محمدی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کلام کا کیا معنی ہے؟

جواب: گزشتہ تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ وصل عریان ولایت محمدی کے ساتھ خاص ہے۔ اور دوسروں کے لیے بھی اگرچہ حجابات اُٹھ جاتے ہیں۔ لیکن حقیقت محمدی کے باریک بال کی مانند درمیان میں حائل رہنے سے چارہ نہیں جیسا کہ پہلے گزرا ہے۔ پس لطیفہ اخفیٰ جو مراتب انسانی کی نہایت ہے، کا بلندی کے اندازہ کے مطابق حائل رہنا باقی رہتا ہے۔ لہٰذا اس باقی ماندہ حائل و پردہ کے اعتبار سے فنائے مطلق کا اطلاق درست نہ ہوگا۔ محمدی المشرب کے علاوہ کون ہے جسے اس باقی ماندہ پردے کا وجود دکھائی دے اور ہزاروں محمد المشرب حضرات میں سے ایک کے لیے ہی اگر تیزی نظر پیدا ہو جائے تو غنیمت ہے۔

مختلف طبقات کے مشائخ میں سے اکثر نے صرف روح اور سرتک گفتگو کی ہے۔ ایسے کم ہیں جنہوں نے خفی کے راز کے متعلق لب کشائی کی ہو۔ تو لطیفہ اخفیٰ کے بارے میں کون کچھ کہہ سکتا ہے۔ اور جو لطیفہ اخفیٰ کے دریا میں غوطہ لگا چکا ہو اور اس کے ذرات میں سے یہ ذرّے تک پہنچ کر اطلاع پا چکا ہو۔ کبریت احمر کی مانند ہے۔ یعنی نہایت نایاب ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ فضل عظیم والا ہے۔

سوال: تیرا اعتقاد تو یہ ہے کہ جو کچھ نبی علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے کمالات میں سے حاصل ہے اس کے کامل پیروکاروں کے لیے بھی پیروی کی بنا پر ان کمالات سے حصہ اصل ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ وصل عریان سے بھی حصہ حاصل ہو۔ حالانکہ وہی نبی درمیان میں حائل ہے۔

جواب: وصل عریان میں نبی کا حائل ہونا کچھ نقصان نہیں دیتا۔ کیونکہ یہ وصل تابع ہو کر ہے۔ نہ کہ بالاصالتہ ہے اس بنا پر نبی کا حائل ہونا تابع ہونے کے مفہوم کی مزید تاکید کرنا ہے۔ نہ کہ واسطے کا درمیان سے زائل ہو جانا۔ کیونکہ وہ مقام اصالت کے مناسب ہے۔ پس درمیان میں نبی کا واسطہ بھی ہوتا ہے۔ اور اس کے تابع ہونے کی وجہ سے وصل عریان بھی میسر آتا ہے۔ اسے خوب سمجھو۔

سوال: کیا فرق ہے کہ نبی علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے کامل پیروکاروں کے لیے تو وصل عریان اور تجلی

Marfat.com

ذات کا اطلاق کرتے ہیں۔ اور دوسرے انبیاء صلوات اللہ وتسلیماتہ' علی نبینا وعلیہم کے لیے اس اطلاق کو جائز نہیں رکھے۔ حالاں کہ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دونوں گروہوں کے لیے درمیان میں حائل ہونا ثابت اور موجود ہے۔

جواب: اس اطلاق کا کامل پیروکاروں کے حق میں جائز ہونا تابع ہونے کے اعتبار سے ہے کیونکہ نبی کا واسطہ اس اطلاق کے منافی نہیں۔ جیسا کہ گزر چکا ہے۔ اور دوسرے انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے حق میں اگر یہ اطلاق جائز ہو تو باعتبار اصالت کے ہوگا۔ کیونکہ یہ بزرگ بلاواسطہ منازل طے کر کے حضرت ذات تعالیٰ وتقدس تک پہنچے ہیں۔ اور شک نہیں کہ اصالت کی صورت میں واسطہ کا موجود ہونا اس اطلاق کے منافی ہوگا۔ لہٰذا فرق واضح ہوگا

جاننا چاہیے کہ پہلے انبیاء کرام اور اس امت کے کامل پیروکاروں علی نبینا وعلیہم وعلیٰ امہم الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے درمیان اصالت اور تبعیت کا فرق انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی افضلیت کا موجب ہے۔ کیونکہ اصل مقصود ہوتا ہے۔ اور تابع طفیلی۔ اگرچہ پیروکاروں پر وصل عریان اور تجلی ذات کا اطلاق صحیح ہے۔ اور متبوع حضرات میں یہ اطلاق درست نہیں لیکن طفیلی کی کیا حیثیت کہ مقصودی کے ساتھ مساوات اور برابری رکھائے۔ طفیلی کو مساوات کیسے میسر آ سکتی ہے۔ کیونکہ قرب حق کی دولت اصل کے لیے اتم اور اکمل طریقہ پر ہے۔ اور تابع میں اسم اور رسم کے طور پر۔ لیکن اس قدر ہے کہ یہ مناسبت تشبیہ کو صحیح کر دیتی ہے۔ اور تابع کو متبوع کی مانند کر دیتی ہے۔ اسی لیے خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات نے اپنی امت کے علماء کو بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح قرار دیا۔ پس اس بیان سے لازم آیا کہ اس اُمت کے اولیاء کے لیے تجلی ذات کا حصول انبیاء پر جو تجلی ذات نہیں رکھتے' فضیلت کا وہم پیدا نہیں ہوتا۔ اس کو سمجھو کہ قدموں کے پھسلنے کا مقام ہے۔ اور انصاف سے کام لو۔ کیونکہ اللہ سبحانہٗ نے ان علوم کے ساتھ بصدقہ اپنے حبیب پاک حضرت محمد علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام اس بندے کو مخصوص فرمایا ہے۔

سوال: یہ بات طے شدہ ہے کہ آفرینش کائنات سے مقصود حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی ذات مقدسہ ہے۔ دوسرے سب نفس وجود اور حصول کمالات میں آپ کے طفیل ہیں اور آپ کی پیروی کی وجہ سے درجات علیا تک پہنچتے ہیں۔ اسی بناء پر قیامت کے دن حضرت آدم اور تمام دوسرے علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور تو نے کہا ہے کہ دولت وصول دوسرے انبیاء کو علی نبینا علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات بطریق اصالت ہے نہ بطریق تبعیت۔ اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب: جس طرح حضرت محمد الرسول ﷺ کے لیے حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کی طرف اپنی حقیقت سے ایک راہ ہے اسی طرح دوسرے انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات کے لیے بھی حضرت ذات تعالیٰ شانہٗ کی طرف

Marfat.com

اپنی حقیقتوں سے راہیں ہیں۔اس وصول میں تابع ہونے کا معنی ملحوظ نہیں ہے۔بخلاف امیوں کے کہ انبیاء کی پیروی کے ذریعہ اپنی حقائق کی راہ سے جو ان میں ہر ایک کی استعداد کے مناسب ہے' مطلب تک پہنچتے ہیں۔اُمتیوں کے حق میں اصالت مفقود ہے۔غایۃ مافی الباب جبکہ دوسروں کا وصل اگرچہ باصالت ہو وصل عریانی نہیں ہے۔کیونکہ حقیقت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات ایک باریک بال کی مانند درمیان میں حائل اور مطلوب ہیں۔اس لیے بہرصورت پہلا جو پہنچتا ہے۔وہ اس حقیقت سے متصل ہوتا ہے۔اس کے بعد آپ کے توسط سے دوسروں کو پہنچتا ہے۔اور تبعیت کے معنی ہی توسط کا حصول ہے۔لہٰذا وہ اصالت اس تبعیت کے ساتھ کچھ مخالفت نہیں رکھتی۔اچھی طرح جاننا چاہیے کہ وہ تبعیت جو امتیوں کے متعلق کی گئی ہے اس تبعیت کا غیر ہے جو اصالت کے منافی ہے۔جس طرح پہلے کئی بار مذکورہ ہوا ہے۔لہٰذا دونوں کے درمیان فرق ہو گیا۔

اگر یہ سوال کریں کہ مراتب عروج میں صفۃ الحیٰوۃ سے بھی کاملین کو حصہ ملتا ہے یا نہیں؟ تو میں کہتا ہوں کہ ضرور حصہ ملتا ہے۔

اگر یہ کہیں کہ پہلے ذکر ہوا ہے۔نہایت پر پہنچ کر یہ صفت حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کے لیے لاشے اور نابود ہو جاتی ہے۔اور کاملین کو مقام محو اور لاشے سے کیا حصہ ملتا ہے۔حالاں کہ تو نے کہا ہے کہ حقائق کے تعینات کے لیے عینی نابود ہونا نہیں ہے۔اگر ہے تو صرف نظری ہے کیونکہ اضمحلال (نابود ہونا) عینی کا قول الحاد اور بے دینی تک لے جاتا ہے۔

جواب: اضمحلال عینی کی کیا ضرورت ہے۔اضمحلال نظری ہی کافی ہے۔اگر اس اضمحلال (نیست ہو جانے) میں مختلف مراتب ہیں۔اسے سمجھ لو۔اور اللہ سبحانہٗ ہی حقیقت حال کو بہتر جانتا ہے۔اور ان پر سلامتی کا نزول ہوتا ہے' جو ہدایت کے پیروکار اور متابعت مصطفےٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات اتمہا واکملہا کی پابندی کرتے ہیں۔

مکتوب نمبر (۲۹۵)

حاجی یوسف کشمیری کی طرف صادر فرمایا:

نظر بر قدم' ہوش در دم' سفر در وطن اور خلوت در انجمن کے بیان میں جو اس بلند طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرار مشائخہا کے قواعد مقررہ سے ہے۔

جاننا چاہیے کہ طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرار مشائخہا کے اصول مقررہ میں سے ایک نظر بر قدم ہے۔نظر بر قدم سے یہ مراد نہیں کہ نظر قدم سے تجاوز نہ کرے۔اور قدم سے آگے اُوپر نہ اُٹھے۔کیونکہ یہ چیز خلاف واقع ہے۔بلکہ مراد یہ ہے کہ نظر ہمیشہ سے اوپر رہے۔اور قدم اس کے پیچھے آئے کیونکہ بلند زینوں کے اُوپر چڑھتے وقت پہلے نظر ان بلند زینون پر پڑھتی ہے پھر قدم نظر کے مقام تک پہنچتا ہے۔پھر اس سے اُوپر کے زینہ پر پڑتا

Marfat.com

ہے۔اور قدم نظر کی پیروی میں بلندی کی طرف چڑھتا ہے۔اس کے بعد پھر نظر اس مقام سے اُوپر کو ترقی کرتی ہے۔علیٰ ھٰذا القیاس۔

اور اگر اس سے مراد یہ ہو کہ نظر کو چاہیے کہ اس مقام سے ترقی نہ کرے۔جہاں کے لیے گنجائش نہیں تو یہ بھی غیر واقع ہے۔کیونکہ قدم پورا اٹھانے کے بعد اگر نظر تنہا نہ رہے تو بہت سے مراتب کمال فوت ہو جائیں گے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ:

قدم کی نہایت سالک کی استعداد کے نہایت مراتب تک ہوتی ہے۔بلکہ اُس نبی کی نہایت استعداد تک جس کے قدم پر وہ سالک ہے۔لیکن پہلا قدم باصالت ہوتا ہے اور دوسرا قدم اس نبی کی پیروی میں۔لیکن ان دو استعداد کے مراتب سے اوپر اس کا قدم نہیں جا سکتا۔لیکن نظر جا سکتی ہے۔اور یہ نظر جب تیزی پیدا کرتی ہے' تو اس کا منتہیٰ اس نبی کی نظر کے مراتب کی نہایت ہوتی ہے۔علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات جس کے قدم پر وہ سالک ہے۔کیونکہ کامل پیروکاروں کے لیے اس نبی کے تمام کمالات سے حصہ ملتا ہے۔لیکن مراتب استعداد کی نہایت تک جو سالک کی اصلت وتبعیت ہے' قدم اور نظر آپس میں موافقت رکھتے ہیں۔اس کے بعد قدم کوتاہ ہو جاتا ہے۔ اور اکیلی نظر ہی اوپر کو چڑھتی جاتی ہے۔اور اس نبی نظر کے مراتب نہایت تک ترقی کرتی ہے۔تو معلوم ہو گیا کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی نظر بھی اُن کے اقدام سے اوپر صعود فرماتی ہے۔اور ان بزرگوں کے کامل پیروکاروں کو ان کی نظروں کے مقامات سے حصہ حاصل ہے۔جس طرح ان کے قدموں کے مقامات سے انہیں حصہ ملتا ہے۔اور خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے قدم مبارک کے اوپر مقام رویت ہے۔جس کا دوسروں کے لیے آخرت میں وعدہ ہے۔جو کچھ دوسروں کے لیے اُدھار ہے آپ کے لیے نقد ہے۔آپ کے کامل پیروکاروں کے لیے بھی اس مقام سے حصہ حاصل ہے۔اگرچہ رویت نہیں ہے۔

فریاد[1] حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست ہم قصۂ غریب و حدیث عجیب ہست

ہم پھر اصل بات کی طرف آتے ہیں اور کہتے ہیں اگر مراد یہ ہے کہ قدم کو چاہیے کہ نظر سے پیچھے نہ رہے اس طرح کہ کسی بھی طور پر کسی بھی وقت میں نظر کے مقام تک نہ پہنچے تو یہ ٹھیک ہے۔کیونکہ یہ معنی ترقی کے مانع ہے۔اسی طرح اگر قدم اور نظر سے ظاہری قدم ونظر مراد ہوں تو اس کی بھی گنجائش ہے۔کیونکہ راستے میں چلتے وقت نظر پراگندگی پیدا کرتی ہے۔اور رنگ برنگ محسوسات کے دیکھنے سے انتشار پیدا ہوتا ہے۔اور اگر نظر کو قدم پر ہی روک کر رکھا جائے تو یہ بات دل جمعی کے پیدا ہونے کے بہت قریب ہے۔اور یہ مراد اس دوسرے کلمہ کے معنی کے

---

1. حافظ کی یہ سب فریاد بے ہودہ نہیں ہے۔بلکہ قصہ بھی غریب اور بات بھی عجیب ہے۔

Marfat.com

مناسب ہے۔ جو اس کے ساتھ مذکور ہے۔ اور وہ کلمہ ہے۔ ہوش[1] دردم۔ غایۃ مافی الباب یہ ہے۔ اور کلمہ اس پراگندگی کو دُور کرنے کے لیے ہے۔ جو انسان سے باہر کی چیزوں سے پیدا ہوتی ہے۔ اور کلمہ ثانی اندرونی پراگندگی کو دور کرتا ہے۔ اور تیسرا کلمہ جو ان دو کلموں کے ساتھ ہے۔ سفر در وطن ہے۔ اور یہ انفس میں سیر سے عبارت ہے۔ جو نہایت کے بدایت میں اندراج کے حصول کا منشاء ہے جو اس بلند طریقہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

اگرچہ انفس میں سیر تمام طریقوں میں ہے۔ لیکن سیر آفاقی کے حاصل ہونے کے بعد ہے۔ اور اس طریقہ میں آغاز ہی اس سیر سے ہوتا ہے۔ اور سیر آفاقی اس سیر کے ضمن میں درج ہے۔ اور اس اعتبار سے اگر اس بلند طریقہ میں بدایت کے نہایت میں درج ہونے کے متعلق کہیں تو بھی گنجائش ہے۔

اور چوتھا کلمہ جو ان تین کلمات کے ساتھ ہے۔ کلمہ' خلوت[2] در انجمن ہے۔ جب سفر در وطن میسر ہوتا ہے۔ تو لوگوں میں ہوتے ہوئے بھی خلوت خانہ وطن میں سفر جاری رہتا ہے۔ اور آفاق کی پراگندگی انفس کے حجرے کی طرف راہ نہیں پا سکتی۔ یہ بھی اس صورت میں ہوگا کہ انفس کے حجرے کے دروازے اور سوراخ بند کر دیے ہوں۔ پس چاہیے کہ انجمن میں متکلم اور مخاطب کی پراگندگی نہ ہو۔ اور کسی کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اور یہ تمام حیلے اور تکلفات ابتدائے سیر اور اس کے درمیان میں اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ سیر کی انتہا میں ان چیزوں میں سے کسی کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ایسا شخص عین پراگندگی میں صاحب جمعیت ہوتا ہے۔ اور عین غفلت میں اسے حضور دل کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ یہاں سے کوئی یہ گمان نہ کرے۔ کہ پراگندگی اور عدم پراگندگی منتہی کے حق میں دونوں ہر لحاظ سے برابر ہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ تفرقہ اور عدم تفرقہ اس کی باطنی جمعیت میں برابر ہیں۔ اس کے باوجود اگر ظاہر کو باطن سے جمع کرے اور ظاہر سے بھی پراگندگی کو دور کرے تو زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب ہوگا۔ اللہ سبحانہ' وتعالیٰ نے اپنے نبی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسّلام کو فرمایا:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيلًا ط — اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرو۔ اور سب سے کٹ کر اسی کے مکمل طور پر ہو جاؤ۔

جاننا چاہیے کہ بعض اوقات ظاہری پراگندگی سے انسان بچ نہیں سکتا۔ کیونکہ مخلوق کے حقوق بھی ادا

1 ہوش دردم یہ ہے۔ کہ سالک جو سانس بھی لے چاہیے کہ حضور و آگاہی کے ساتھ ہو اور اس میں غفلت نہ ہو اور ایک سانس سے دوسرے سانس کی طرف منتقل ہونا بھی غفلت سے نہ ہو۔ بلکہ حضور کے ساتھ ہو یہیں سے بزرگ فرماتے ہیں۔ جو شخص سانس کی حفاظت نہ کرے۔ اس کا سانس ضائع اور بے مقصد ہے۔

2 یعنی ظاہراً خلوق کے ساتھ ہو اور باطناً حق سبحانہ کے ساتھ۔ بیت از درون شو آشنا و از برون بیگانہ وش ایں چنیں زیبا وش کم می بود اندر جہاں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یعنی ایسے مرد ہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کر سکتی۔

Marfat.com

کرنے پڑتے ہیں۔ پس ظاہری پراگندگی بھی بعض اوقات اچھی ہوتی ہے۔ لیکن باطنی پراگندگی کسی وقت بھی بہتر نہیں۔ کیونکہ باطن خالص حق سبحانہٗ کے لیے ہے۔ پس بندوں کے تین حصے حق جل شانہٗ کے لیے مسلم ہیں۔ باطن مکمل طور پر اور ظاہر سے نصف اللہ کے لیے ہے' اور ظاہر کا دوسرا نصف مخلوق کے حقوق کی ادائیگی کے لیے ہے۔ اور ان حقوق کے ادا کرنے میں' چونکہ حق سُبحانہٗ کے احکام کی فرمانبرداری ہے۔ لہٰذا یہ دوسرا نصف بھی خدائے تعالیٰ و تقدس کے حق کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ اسی کی طرف سب کام لوٹتے ہیں۔ پس اسی کو عبادت کرو۔ والسّلام۔

مکتوب نمبر (۲۹۶)

حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ تعالیٰ و بقاہٗ کی طرف صادر فرمایا:

واجب تعالیٰ جلّ وعلیٰ کی صفات کے بسیط ہونے اور اشیاء کے ساتھ ان کے تعدد و تعلق کی نفی کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ' وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ ط

اے عزیز جان (اللہ تجھے سعادت مند کرے) کہ واجب تعالیٰ جل سلطانہٗ کی صفات اس کی بلند ذات کی طرح بے مثل اور بے کیف ہیں۔ اور حقیقی بساطت پر ہیں۔ مثلاً ایک ہی انکشاف بسیط ہے۔ کہ تمام ازل و ابد کی معلومات اس ایک انکشاف سے منکشف ہیں۔ اور ایک ہی بسیط قدرت کاملہ ہے۔ کہ اوّلین اور آخرین کے مقدورات اس کے وسیلے سے وجود میں آتے ہیں۔ اور ایک ہی بسیط کلام ہے۔ جس کے ساتھ ازل سے ابد تک کلام فرما رہا ہے۔ اسی طرح باقی صفاتِ حقیقہ بھی ہیں۔ اور وہ تعدد جو معلومات اور مقدورات کے ساتھ تعلق کے اعتبار سے پیدا ہوتا ہے' وہ بھی اس مرتبہ میں مفقود ہے۔ تمام اشیاء حق سبحانہٗ کے علم میں ہیں۔ اور اس کی قدرت کے ماتحت ہیں۔ لیکن صفت علم اور صفت قدرت کو ان اشیاء کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ یہ معرفت عقل کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ فلاسفہ ہرگز اس معنی کو جائز نہیں رکھتے اور محال جانتے ہیں۔ کہ اشیاء حق تعالیٰ جل شانہٗ کے علم میں ہیں اور اس کا علم ان سے تعلق نہیں رکھتا۔ اور اسی طرح اشیا خدائے تعالیٰ کی قدرت کے تحت ہیں۔ لیکن قدرت کا ان سے تعلق نہیں دیکھتے کہ اس مرتبہ میں ازل و ابد آن حاضر کی طرح موجود نہیں۔ بلکہ وہ بھی اس سے زیادہ گنجائش نہیں رکھتے کہ انہیں شے کہ زیادہ قریب اور زیادہ موافق کے سوا اور الفاظ سے تعبیر کیا جا سکے اور ازل و ابد کی موجودات اس آن حاضر میں موجود ہیں۔ اور اس آن حاضر میں زید کو معدوم بھی جانتا ہے۔ اور موجود بھی۔ اور پیٹ میں بھی جانتا ہے۔ اور بچپن کی حالت میں بھی اور جوان بھی جانتا ہے اور بوڑھا بھی اور زندہ بھی جانتا ہے اور مردہ بھی اور برزخ میں بھی جانتا ہے۔ اور حشر و حساب میں بھی۔ اور معلوم ہے کہ آن کو آن موجودات سے کچھ تعلق نہیں۔ کیونکہ اگر

---

۱ پارہ ۲۹ سورۃ مزمل شریف۔

Marfat.com

تعلق پیدا کرے گا، تو آن کی وجہ سے پیدا ہوگا اور اس آن کا نام زمانہ پڑھے گا۔ اور ماضی واستقبال ہو جائے گا۔ پس یہ موجودات اس آن میں ثابت بھی ہیں۔ اور غیر ثابت بھی ہیں۔ تو اگر ایک ایسا بسیط حقیقی انکشاف ثابت کیا جائے۔ جسے معلومات میں سے کسی ایک سے بھی تعلق نہ ہو، اور تمام معلومات اس ایک انکشاف سے معلوم ہو جائیں۔ تو کون سے تعجب کی بات ہے کیونکہ اس مقام میں ضدّین کا جمع ہونا محال نہیں بلکہ ممکن ہے۔ کیونکہ ضدّین کے جمع ہونے کے لیے جمع ہونے کے لیے زمانے اور جہت کا اتحاد شرط ہے۔ اور یہاں زمانے کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ اللہ سبحانہ پر زمانے کا گزر[1] نہیں ہو سکتا۔ اور جہت کا اتحاد بھی مفقود ہے۔ کیونکہ فرق اجمال اور تفصیل کا ہے جس طرح کلمہ کا مرتبہ میں کوئی شخص کے کہ کلمہ اسم بھی ہے، اور فعل وحرف بھی۔ حالاں کہ یہ تینوں ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ تمام کو اس مرتبہ میں آن واحد کے اندر میں متحد دیکھتا ہوں۔ اور میں منصرف کو عین غیر منصرف پاتا ہوں۔ اور مبنی کو عین معرب جانتا ہوں۔ اور وہ شخص یہ بھی کہے کہ اس جامعیت کے باوجود اس کلمے کو ان اقسام میں سے کسی کے ساتھ تعلق نہیں۔ اور وہ ان سے بے نیاز ہے اور عقلمندوں میں سے کوئی شخص بھی اس کا انکار نہیں کرتا۔ اور اسے بعید نہیں جانتا۔ جس مسئلہ میں ہم گفتگو کر رہے ہیں۔

(اور اللہ ہی بلند صفت کا مالک ہے) کیوں بعید جانیں اور اس میں توقف کریں۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اس طرح کی بات کسی نے نہیں کی۔ تو ہم کہیں گے۔ کہ اگر کسی نے نہیں کہی۔ تو کیا ہوا۔ جب کہ یہ بات دوسرے کے قول کے مخالف نہیں اور مرتبہ وجود کے بھی غیر مناسب نہیں۔

خربوزہ[2] بخور بخُرا بفالیز چہ کار

اس معرفت کی توضیح کے لیے مخلوقات میں سے وہ مثال دی جا سکتی ہے۔ جو بیان کرنے والوں نے بیان کی ہے۔ کہ علت کا علم معلول کے علم کو مستلزم ہے۔ اور اس صورت میں بالذات قوت مدرکہ علت کی طرف متوجہ ہے اور علت کے ساتھ تعلق پیدا کیا ہے۔ معلول کا علم علت کے علم کے تابع ہو کر ہے۔ بغیر اس کے کہ معلول کے ساتھ کوئی دوسرا تعلق پیدا کیا جائے لیکن فلاسفہ اس صورت میں بھی علم کے تعلق کے بغیر مرتبہ ثانی میں معلول کو معلومیت جائز نہیں رکھتے۔ اگر چہ وہ تعلق بالذات نہ ہو۔ لیکن اس مثال سے کوئی اور زیادہ قریب مثال معلوم نہیں۔ جو بیان کی جائے۔ مثال سے مقصود مطلوب کی وضاحت ہوتی ہے۔ نہ کہ مطلوب کا اثبات اور اللہ تعالیٰ ہی تمام امور کی حقیقتوں کو جانتا ہے اور صلوٰۃ وسلام نازل ہو۔ اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اور مصطفٰے علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات والتحیات المبارکات اتمہا واکملہا کی متابعت کی پابندی کرے۔

---

[1] کیونکہ ختم ہو جانا اور باقی نہ رہنا زمانے کے مقومات سے ہے۔ اور خدائے تعالیٰ اس سے پاک ہے۔
[2] تم خربوزے کھاؤ، فالیز سے تمہیں کیا کام۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۲۹۷)

مولانا بدر الدین سرہندی کی طرف صادر فرمایا:

حق سبحانہ کے احاطہ و سریان کی تحقیق اور امثلہ کے ساتھ ان کی وضاحت اور مراتب وجوبی و امکانی کے حفظ رعایت کے بیان میں۔

اے عزیز جان کہ حق سبحانہ کا اشیاء کا احاطہ اور اکا ان میں ہونا اس طرح ہے جیسے مجمل مفصل کا احاطہ کرے اور اُس میں سیرایت کرے۔ جیسے کلمہ جو اپنی تمام اقسام یعنی اسم، فعل اور حرف اور اسی طرح اقسام کی اقسام، جیسے ماضی، مضارع، اور امر و نہی، مصدر، اسم فاعل اسم مفعول، مستثنیٰ متصل، اور منقطع حال، تمیز، ثلاثی، رباعی، خماسی اور حروف جارہ اور ناصبہ اور افعال کے مخصوص حروف اور اسماء کے ساتھ مختص حروف اور دونوں پر داخل ہونے والے اور ان کے علاوہ ان اقسام سے حاصل ہونے والی غیر متناہی تقسیمات میں موجود ہے۔ یہ سب اقسام غیر کلمہ نہیں ہیں۔ بلکہ یہ سب اعتبارات ہیں جو کلمہ میں درج ہیں ان اقسام کی تفصیل اور ان کی کلمہ سے تمیز اور بعض اقسام کی بعض نے تمیز میں صرف ایک اعتبار عقلی کا ہی اضافہ ہوا ہے۔ اور خارج میں تو کلمہ ہی موجود ہے۔ اسی لیے حمل درست ہے۔ لیکن مراتب میں سے ہر مرتبہ میں کلمہ کا ایک الگ نام ہے، جو اسی مرتبہ کے ساتھ خاص ہے۔ اور کچھ احکام ہیں جو اسی مرتبہ کے ساتھ مختص ہیں۔ مثلاً اقتران زمانہ کے ساتھ معنی مستقل پر دلالت کرنے والا کلمہ فعل کہلاتا ہے۔ اور اقتران کے بغیر اسم۔ اور معنی مستقل پر نہ دلالت کرنے والا کلمہ حرف کہلاتا ہے۔ اسی طرح زمانہ ماضی سے اقتران رکھنے والا کلمہ فعل ماضی ہے۔ اور جس میں زمانہ حال یا استقبال پایا جائے مضارع کہلاتا ہے۔ اور جس کلمہ میں مشہور نو علتوں میں سے دو علتیں پائی جاتی ہیں وہ غیر منصرف ہے، ورنہ منصرف۔ اور وہ حروف جو جز کا عمل دیتے ہیں جارہ کہلاتے ہیں۔ اور جو نصب کا عمل کرتے ہیں ناصبہ کے نام سے موسوم ہیں۔ تو ایک مرتبہ کے اسم کا اطلاق دوسرے مرتبہ کے اسم پر فعل ماضی کا اطلاق مضارع پر کر دیا جائے، اور منصرف کا غیر منصرف پر۔ اور جارہ کا ناصبہ پر، حالانکہ یہ سب مراتب کلمہ کے ہی ہیں۔ لیکن ان میں سے ایک کا اجراء دوسرے پر سراسر غلطی اور ضلالت ہے۔ اور سیدھی راہ سے دور ہونے کی بات ہے۔ تو ہم کہتے ہیں اور اللہ سبحانہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وجود سُبحانہ کے مراتب تنزل میں سے ہر مرتبہ کا ایک خاص اسم ہے۔ اور کچھ مخصوص احکام ہیں۔ جو صرف اسی مرتبہ کے ساتھ خاص ہیں۔

پس وجود ذاتی اور استغناء ذاتی مرتبہ جمع اور الوہیت کے ساتھ خاص ہیں۔ اور امکان ذاتی اور افتقاء ذاتی مرتبہ کون اور فرق کے ساتھ خاص ہیں۔ اور مرتبہ اولی مرتبہ ربوبیت اور خالقیت ہے اور دوسرا مرتبہ مرتبہ عبودیت اور مخلوقیت ہے تو اگر مرتبے کے اسماء کا اطلاق دوسرے مرتبہ پر کیا جائے، اور ایک مرتبہ کے ساتھ مخصوص احکام کا اجراء دوسرے مرتبہ پر کر دیا جائے تو یہ خالص بے دینی اور محض کفر ہوگا۔ اور تعجب تو بعض ملاحدہ اور زندیق

Marfat.com

لوگوں پر ہے کہ وہ کس طرح مراتب کو آپ میں خلط ملط کر دیتے ہیں۔ اور ایک مرتبہ کے احکام دوسرے مرتبہ پر کر دیتے ہیں تو ممکن کو واجب کی صفات سے موصوف کر دیتے ہیں اور واجب کو ممکن کی صفات سے موصوف کر دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ممکن کی صفات میں آپس میں تمایز ہے۔ باوجودیکہ ممکن ایک ہی مرتبہ ہے۔ اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ان کے احکام میں بھی اختلاف ہے۔ اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ مختلف صفات کا تمایز زائل نہیں ہو سکتا۔ اور نہ احکام میں اختلاف ہے۔ اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ مختلف صفات کا تمایز زائل نہیں ہو سکتا۔ اور نہ احکام میں اختلاف ختم ہو سکتا ہے۔ حالاں کہ یہ سب مرتبہ کونیہ میں متحد ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ بالبداہت جانتے ہیں کہ حرارت اور روشنی دنیا آگ کی صفات مختصہ میں سے ہیں۔ اور ان میں سے کوئی صفت بھی پانی میں نہیں پائی جاتی اور نہ پانی کو ان سے موصوف کر سکتے ہیں۔ اسی طرح صفت برودت یعنی جو اپنی کے ساتھ خاص ہے۔ آگ میں نہیں پائی جا سکتی اور اسی طرح یہ لوگ بالبداہت اپنی بیویوں اور ماؤں میں بھی امتیاز کے قائل ہیں۔ اور ان دونوں کے احکام کے الگ الگ ہونے کا حکم کرتے ہیں۔ اور اللہ سبحانہٗ ہی سیدھے راستے کی ہدایت کرتا ہے۔ اور ہر متبع ہدایت پر سلامتی کا نزول ہو۔

مکتوب نمبر (۲۹۸)

میر سیّد محب اللہ مانک پوری کی طرف صادر فرمایا۔

لطیف عبادت اور مخفی اشارہ کے طور پر نہایت کار تک پہنچنے کے بیان میں۔ اور اس باریک کلام کے راز پر آپ کے دوستوں میں سے مخدوم زادہ کلال علیہ الرحمت والرضوان کے سوا کوئی اور مطلع نہیں ہوا۔

اے عزیز جان لے! اللہ تجھے نیک کرے کہ۔ یہ فقیر مدت دراز سے ظلال (سایوں) میں سیر کرتا تھا۔ اور ظل تک پہنچنے کو عین حصول پاتا تھا۔ حالاں کہ اصل تک وصول میسر ہو چکا ہے۔ ظل کے سوا اور حصول نہیں رکھتا۔ جس طرح شیشہ جو کسی شخص کے ہاتھ میں موجود ہو۔ اس شیشے کے لیے اس شخص کے ظل کے سوا کوئی حصہ نہیں۔ خوب سمجھ لو کہ ہمارا کلام اشارے کے طور پر ہوتا ہے۔ جان لیں کہ بیان طریق کے مناسب عبارت جو رمز و اشارہ کے طور پر تحریر ہوئی تھی۔ اس مقام کے مناسب جانتے ہوئے اس مکتوب میں درج کر دی ہے۔ سمجھ لیں۔

ذکر قلبی پر جو پیر راہ دان سے حاصل کیا ہمیشگی کرنا حضرت رحمان کے فضل سے نصیب ہوتا ہے اور وصل عریاں بھی اس کی مہربانی سے۔ باقی سب گمان وخیال ہے۔ اور سلامتی کا نزول ہو اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اور مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوۃ اتمہا ومن التحیات اکملہا کی متابعت کا پابند ہو۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۲۹۹)

شیخ فرید رانہونی کی طرف صادر فرمایا:

مصیبت کی حالت میں استقامت دکھانے اور صبر و رضا کی تلقین کرنے اور طاعون کی موت کی فضیلت میں' اور اس امر کے بیان میں کہ طاعون کی جگہ سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے۔ اور کفار سے قتال کے دن صفِ جہاد سے بھاگنے کے مانند ہے۔

بعد الحمد والصلوٰۃ و تبلیغ الدعوات۔ عرض خدمت ہے کہ مکتوب شریف پہنچا۔ آپ نے اس مختلف مصائب کرذکر کیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ صبر و تحمل سے کام لینا اور قضا پر راضی رہنا چاہیے۔

من [1] از تو روئے نہ پیچم گرم بیازاری
کہ خوش بود ز عزیزاں تحمل و خواری!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَآ [2] اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْعَنْ کَثِیْرٍ ط — تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے ہے وہ تمہارے اعمال کا نتیجہ ہے۔

نیز اللہ جل حمدہٗ فرماتا ہے:

ظَهَرَ [3] الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا کَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ ط — خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہو گیا۔ لوگوں نے اعمال بد کی وجہ سے۔

ہماری شومیِ اعمال کی وجہ سے اوّل تو چوہے ہلاک ہوئے' جو ہمارے ساتھ زیادہ اختلاط رکھتے ہیں اس کے بعد عورتیں مردوں کی نسبت زیادہ ہلاک ہوئیں کہ نسل کا مدار اور نوع انسان کے وجود کا بقاء ان کے وجود پر ہے اور جو شخص اس وبا میں موت سے بھاگا اور سلامت رہا اس کی زندگی پر خاک پڑے۔ اور جو نہ بھاگا تو اسے مبارک ہو۔ اور شہادت کی بشارت ہے۔

اور شیخ الاسلام ابن حجر علیہ الرحمۃ نے کتاب "بذل الماعون فی فضل الطاعون" میں یہ بات پورے یقین سے کہی ہے کہ طاعون سے مرنے والے سے قبر میں سوال نہ ہوگا۔ کیونکہ معرکہ جہاد میں شہید ہونے کی طرح ہے اور یہ کہ طاعون میں اخلاص سے صبر کرنے والے کو' جو یہ یقین رکھتا ہو کہ مجھے وہی چیز پہنچے گی جو میری تقدیر میں لکھی جا

---

[1] اگر تو مجھے آزار اور تکلیف بھی دے میں تجھ سے منہ نہیں پھیروں گا۔ کیونکہ دوستوں کے ہاتھ سے تکلیف برداشت کرنا اور ان سے خواری اُٹھانا اچھی بات ہے۔

[2] پارہ ۲۵' سورۃ شوریٰ۔ [3] پارہ ۲۱ سورۃ روم

Marfat.com

چکی ہے' جب طاعون کے ایام میں طاعون کے بغیر موت واقع ہوتی ہے' تو وہ بھی فتنہ عذاب قبر میں مبتلا نہ ہوگا۔ کیونکہ ایسا شخص جہاد میں پہرہ دینے والے کی طرح ہے۔

اسی طرح شیخ اجل امام سیوطی نے کتاب ''شرح الصدور بشرح احوال الموتی والقبور'' میں ذکر کیا ہے' اور فرمایا ہے۔ کہ یہ بہت ہی ٹھیک اور درست بات ہے۔ اور اس طرح جو شخص طاعون میں نہ تو بھاگا اور نہ مرا تو وہ غازیوں اور مجاہدوں میں ہے اور صابر اور مصیبت برداشت کرنے والے گروہ میں ہو جاتا ہے۔ ہر شخص کی موت کا وقت مقرر ہے جس میں تقدیم و تاخیر کی گنجائش نہیں۔ اور بھاگنے والوں میں اکثر جو بچ جاتے ہیں تو اُس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی ان کی موت کا وقت نہیں آیا تھا۔ نہ یہ کہ اُن کے بھاگنے نے ان کو موت سے بچا لیا۔ اور اکثر صبر کرنے والے جو طاعون کے مرض کا شکار ہو جاتے ہیں' اپنی موت مقررہ سے مرتے ہیں۔ لہٰذا نہ تو فرار نجات دیتا ہے۔ اور نہ وہاں مقیم رہنا ہلاک کرتا ہے۔ مرض طاعون سے فرار صف جہاد سے بھاگنے کی طرح ہے' اور گناہ کبیرہ ہے۔ یہ خدا تعالیٰ جل سلطانہٗ کے امتحان میں سے ہے کہ بھاگنے والے سلامت رہتے ہیں اور صبر کرنے والے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہتوں کو گمراہ کرتا ہے' اور بہت کو ہدایت دیتا ہے۔

آپ کے صبر و تحمل اور آپ کی مسلمانوں کی امداد و اعانت کے متعلق یہ فقیر سن چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ بچوں کی تربیت اور ان کی اذیت اٹھانے سے دل تنگ نہ ہوں۔ اس پر اجر عظیم کے مرتب ہونے کی اُمید ہے۔ اس سے زیادہ کیا لکھے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۳۰۰)

جامع علوم عقلی و نقلی مجدالدین مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد معصوم سلمہٗ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا۔

باریک اسرار اور نادر معارف کے بیان میں' رمز و اشارہ کی زبان سے۔ اور مقام ''قاب قوسین'' بھی اس مکتوب میں اشارے کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی انسان کامل جب اسماء و صفات کے مراتب کی سیر تفصیلی طے کر کے پوری جامعیت پیدا کرتا ہے۔ اور اللہ جل سلطانہٗ کے اسماء و صفات کے کمالات کا آئینہ بن جاتا ہے اور اس کا عدم ذاتی جو اس کے کمالات کا آئینہ ہے پورے طور پر پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اور ان کمالات کے سوا اس میں کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی' تو اس وقت خاص بقا کے ساتھ جو ان کمالات پر موقوف ہے' مکمل فنا کے حصول کے بعد جو اس کے عدم کے پوشیدہ ہونے کے ساتھ وابستہ ہے' مشرف ہوتا ہے۔ تو ولایت کا اسم اس پر صادق آتا ہے۔ اس کے بعد اگر عنایت ازلی جل سلطانہٗ اس کے شامل ہو' تو ہو سکتا ہے کہ دوبارہ یہ کمالات جن کے ساتھ اس عارف کو بقا حاصل ہوئی ہے۔ حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کے آئینے میں منعکس ہوں' اور ظاہر ہوں۔ اس وقت قاب

Marfat.com

قوسین کا راز ظاہر ہو جاتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ اس مقام میں حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کے آئینے میں کسی شے کا ظہور اس آئینہ میں شے کے لیے نسبت بے کیف کے حصول سے کنایہ ہے۔ نہ یہ کہ وہاں آئینے کی حقیقت موجود ہے' اور شے کا حصول اس میں ہے۔ اور اللہ کے لیے ہے بلند صفت اور جب وہ کمالات جن سے عارف نے بقا حاصل کی ہوتی ہے۔ جناب قدس کے آئینے میں حقیقت اور اصالت کے طریقہ پر منعکس ہوتے ہیں۔ اور ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اور وہاں اس کے لیے مجہول الکیفیت نسبت بھی حاصل ہوتی ہے' تو ضروری طور پر لفظ اَنا جو عارف سے تعلق رکھتا تھا۔ وہاں اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور اپنے آپ کے لیے ان کمالات ظاہرہ کا عین پاتا ہے۔ مقام قوسین میں انا کے عروج کی نہایت اسی مقام تک ہے۔

اے فرزند۔ کہ صورت کا آئینہ جس میں حسن و جمال منعکس ہوتا ہے۔ اگر فرضاً حیات و علم کا آئینہ بن جائے۔ تو اس حسن و جمال کے ظہور سے بھی لذت گیر ہوگا۔ اور کافی حصہ حاصل کرے گا۔ حقیقت کے آئینے میں لذت اور رنج اگرچہ مفقود ہے کیونکہ یہ امکان کی صفات میں سے ہیں۔ لیکن وہ چیز جو اس بلند مرتبہ کے لائق ہے۔ نقص و حدوث کے نشانات سے مبرا ہو کر موجود اور ثابت ہے۔

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہر زہ نیست[1]

ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست

یہ کمالات ظاہرہ جو اس مرتبہ نسبت مجہول الکیفیت میں ظہور پذیر ہوتے ہیں ان کا حکم عالم امر و سر کے ساتھ عالم خلق انسانی کی نسبت کی طرح ہے۔ جس نے اپنے آپ کو پہچانا۔ اس نے اپنے رب کو پہچانا۔ اس مقام میں پالو اور جب ان کمالات ظاہرہ نے' جو حضرت تعالیٰ تقدس کی تفصیل ہیں۔ حضرت اجمال کے ساتھ مجہول الکیفیت نسبت پیدا کر لی۔ اور بے کیف پیوستگی حاصل ہوگئی۔ اور حضرت اجمال کے لیے آئینہ بن گئے۔ تو لازماً حضرت اجمال میں صرف اعتبار اور وہم کے درجہ میں تفصیل بھی ظاہر ہوگئی۔ جو عارف کے عروج انا کا سبب بنی۔ یہ کمال مقام ''اَوْ اَدْنیٰ'' سے وابستہ ہے۔

قلم[2] ایں جا رسید و سر بشکست

یہ ہے نہایت النہایت اور غایت الغایت کا بیان۔ جس کا سمجھنا خواص کے لیے بھی کئی منزل دور ہے۔ عوام بے چاروں کا کیا ذکر۔ اخص خواص میں سے بھی بہت کم ایسے لوگ ہیں۔ جنہیں اس دولت و معرفت کی طرف

1۔ حافظ کی یہ سب فریاد اور زاری بے ہودہ نہیں ہے۔ بلکہ قصہ بھی غریب اور بات بھی عجیب ہے۔

2۔ قلم یہاں تک پہنچا اور سر ٹوٹ گیا۔

Marfat.com

راستہ ملا ہے۔

اگر پادشاہ بر در پیرو زن[1]
بیا ید تو اے خواجہ سبلت مکن!

یہ نہایت ظہورات اور تجلیات کے اعتبار سے ہے۔ جس کے بعد کسی قسم کی تجلی اور ظہور متصور نہیں ہو سکتا

و من[2] بعد ھذا ما یدق صفاتہ
وما کتمہ احظی لدیہ و اجمل

اور سلامتی کا نزول ہو ہر متبع ہدایت پر اور ہر ایسے شخص پر جو مصطفےٰ کی متابعت کا پابند ہو۔ علیہ و علیٰ الہ و علیٰ جمیع الانبیاءِ والمرسلین و علیٰ الہ و ال کلٍ و علی المَلٰئکۃ المقرّبِین الصَّلوات والتسلیمات والتحیاتُ والبرکات اتمھا و اکملُھا و اولاھا و اعلٰھا و اَدْوَمُھا و ابقٰھا و اَتَمُھا و اَشْمَلُھا۔

مکتوب نمبر (۳۰۱)

مولانا امان اللہ کی طرف صادر فرمایا:

قربِ نبوت و قربِ ولایت اور ان راہوں کے بیان میں جو قرب نبوت تک پہنچا دیتی ہیں۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بعد الحمد و الصلوٰۃ۔ میرے فرزند مولانا امان اللہ کو معلوم ہونا چاہیے کہ نبوت قرب الٰہی جل شانہٗ سے عبارت ہے جس میں ظلّیت کا شائبہ تک نہیں۔ اس کے عروج کا رُخ حق جل و علا کی طرف ہوتا ہے اور اس کا نزول کا رُخ مخلوق کی طرف۔ یہ قرب بالاصالۃ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کا حصّہ ہے اور یہ رتبہ عہدہ ان بزرگوں علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اس رتبہ و منصب کو ختم کرنے والے حضرت سید البشر ہیں علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ نزول کے بعد حضرت خاتم الرسل علیہا الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کی متابعت کریں گے۔ غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ پیروکاروں کو بھی حصہ حاصل ہے۔ اور اس مقام کے علوم و معارف اور کمالات سے بطریق وراثت پیروکاروں کا بھی حصہ ملتا ہے۔ ع

خاص کند[1] بندۂ مصلحتِ عام را

[1] اگر بادشاہ بڑھیا کے دروازے پر آئے تو اے خواجہ تو اپنی ڈاڑھی نہ اکھیڑ۔ یعنی رنج نہ کر۔

[2] اس کے بعد وہ چیز ہے جس کا بیان بہت دقیق ہے۔ اور جس کا چھپانا اس کے نزدیک زیادہ لذیذ اور بہتر ہے۔

[1] اللہ تعالیٰ مصلحت عام کی خاطر کسی بندے کو خاص کر لیتا ہے۔

Marfat.com

تو خاتم المرسلین علیہ وآلہ وعلی جمیع الانبیاء والرسل الصلوات والتسلیمات کی بعثت کے بعد طریق وراثت وتبعیت آپ کے پیروکاروں کو کمالات نبوت کا حصول آپ کی خاتمیت کے منافی نہیں وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام لہٰذا شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔

اے عزیز جان لے! (اللہ تعالیٰ تجھے سعادت مند کرے) کہ کمالات نبوت تک پہنچانے والے دو راستے ہیں۔ ایک راستہ تو مقام ولایت کے کمالات مفصل طور پر طے کرنے سے وابستہ ہے۔ اور تجلیات ظلیہ اور معارف سکریہ جو مرتبہ ولایت کے مناسب ہیں' کے حصول پر موقوف ہے۔ ان کمالات کے طے کرنے اور ان تجلیات کے حصول کے بعد کمالات نبوت میں قدم رکھا جا سکتا ہے۔ اس مقام میں اصل تک وصول ہوتا ہے۔ اور ظلیت کی طرف التفات وتوجہ گناہ ہے۔

اور دوسرا راستہ وہ ہے جس میں ان کمالات ولایت کے حصول کے بغیر ہی کمالات نبوت تک وصول میسر آ جاتا ہے۔ اور یہ دوسرا راستہ کشادہ اور فراخ ہے۔ اور وصول کے زیادہ نزدیک ہے۔

اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے صحابہ کرام علیہم وعلیٰ اصحابہم الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ میں سے انبیاء کی وراثت اور تبعیت کے طور پر جو کمالات نبوت تک پہنچا ہے اسی راستے سے پہنچا ہے' الا ماشاء اللہ پہلا راستہ دور دراز اور متعسر الحصول اور مشکل الوصول ہے۔ اولیاء کی ایک جماعت مقام ولایت میں شرف نزول سے مشرف ہوئی ہے۔ انہوں نے ان کمالات کو جو مقام نزول سے تعلق رکھتے ہیں کمالات نبوت خیال کر لیا ہے اور مخلوق کی طرف رُخ کرنے کو جو مقام دعوت کے خصائص سے ہے' مقام نبوت گمان کر لیا ہے بلکہ یہ نزول اس کے عروج کی دونوں ولایتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ مقام ولایت سے اور ایک عروج ونزول ہے جو نبوت سے تعلق رکھتا ہے۔ اور مخلوق کی یہ توجہ اس توجہ بخلق کا غیر ہے جو نبوت کے مناسب ہے۔ اور یہ دعوت اس دعوت کا غیر ہے' جس کو کمالات نبوت سے شمار کیا گیا ہے۔

یہ گمان کرنے والے کیا کریں۔ کیونکہ انہوں نے دائرہ ولایت سے قدم باہر ہی نہیں رکھا۔ اور کمالات نبوت کی حقیقت کو نہیں پا سکے۔ نصف ولایت کو جو اس کی جانب عروج ہے پوری ولایت گمان کر لیا ہے۔ اور اس کے دوسرے نصف کو جو جانب نزول ہے' مقام نبوت تصور کر لیا ہے۔

چوں[1] آں کرمے کہ در سنگے نہان است
زمین و آسمان او ہمان است!!

ممکن ہے کہ کوئی شخص پہلے راستے سے بھی وصول حاصل کرے۔ اور کمالات مفصلہ ولایت ونبوت دونوں کو جمع کر لے۔ اور ان دونوں مقام کے کمالات کے درمیان جیسا کہ چاہیے فرق وتمیز حاصل کرے۔ اور ہر

[1] جس طرح وہ کیڑا جو پتھر میں چھپا ہوا ہے اس کا زمین وآسمان وہی پتھر ہے۔

Marfat.com

ایک کے عروج ونزول کو جدا کرلے۔ اور حکم لگائے کہ نبی کی نبوت اس کی ولایت سے بہتر ہے۔

جاننا چاہیے کہ دوسرے راستے سے وصول کے بعد اگرچہ مقام ولایت کے کمالات مفصلہ حاصل نہیں ہوتے تاہم خلاصہ اور نچوڑ ولایت بطریقہ احسن میسر آجاتا ہے۔ یوں کہنا درست ہے کہ اہل ولایت کمالاتِ ولایت سے پوست اور چھلکا حاصل کرتے ہیں۔ اور یہ واصل اس کا مغز حاصل کرتا ہے۔ ہاں بعض علوم سکر یہ اور ظہورات ظلیہ سے جو ارباب ولایت کو حاصل ہوتے ہیں وہ واصل ان سے کم حصہ حاصل کرتا ہے یہ معنی فضیلت کا سبب نہیں بلکہ اس واصل کو ان علوم وظہورات سے شرم وعار آتی ہے۔ بلکہ وہ تو ان کو گناہ اور سوء ادب جانتا ہے۔ ہاں اصل تک پہنچنے والا واصل اصل کے ظلال سے دور بھاگنا اور استغفار کرتا ہے۔ ظل کے ساتھ گرفتاری اس ظل کے اصل تک نہ پہنچنے کے وقت تک ہے۔ اصل تک وصول کے بعد ظل بے قاعدہ ہوتا ہے۔ اور ظل کی طرف توجہ بے ادبی ہے۔

اے بیٹے! کمالات نبوت کا حصول محض بخشش اور اس کی نوازش ومہربانی پر موقوف ہے۔ کسب وکوشش کو اس دولت عظمیٰ کے حصول میں کچھ دخل نہیں۔

کون سا عمل اور کسب ہے جس کا نتیجہ یہ دولت عظمیٰ ہو۔ اور کونسی ریاضت ومجاہدہ ایسا ہے جو اس اعلیٰ ترین نعمت کا پھل دے۔ بخلاف کمالات ولایت کے' کہ ان کے مبادی اور مقدمات کسی ہیں۔ اور ان کا حصول ریاضت ومجاہدہ سے وابستہ ہے۔ اگرچہ یہ بھی روا ہے کہ کسی کو کسب وعمل کی محنت کے بغیر ہی اس دولت سے واصل کردیں۔ اور فنا وبقا کہ ولایت انہی سے عبارت ہے' بھی وہی ہیں کہ کسب مقدمات کے بعد فضل وکرم سے جسے چاہتے ہیں' اس دولت فنا وبقا سے مشرف فرماتے ہیں۔

اور آں سرور علیہ وعلیٰ جمع الانبیاء والمرسلین وعلی الملائکۃ المقربین وعلیٰ اہل طاعۃ اجمعین الصلوات والتسلیمات کے بعثت سے قبل کے ریاضات ومجاہدات اس دولت کے حصول کے لیے نہ تھے۔ بلکہ ان سے دوسرے منافع اور فوائد منظور نظر تھے۔ جیسے حساب کی کمی۔ بشری لغزشوں کی تلافی' درجات کی بلندی۔ اور فرشتہ مرسل کی صحبت کی رعایت جو کھانے پینے سے پاک ہے۔ اور کثرت سے ظہور خوارق جو مقام نبوت کے مناسب ہیں۔ اور اسی طرح کے اور اغراض ومصالح۔

جاننا چاہیے کہ اس عطا کا حصول انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے لیے بلا واسطہ ہے۔ اور انبیا کرام کے صحابہ علیہم الصلوات والتسلیمات کے حق میں جو تبعیت ووراثت سے اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں' بواسطہ انبیاء سے علیہم الصلوات والتسلیمات ہے۔ انبیاء کرام اور ان کے صحابہ علیہم الصلوات والتسلیمات کے بعد کم ہی کوئی ایسا ہے جو اس دولت سے مشرف ہوا ہو۔ اگرچہ روا ہے کہ کسی اور کو بھی تبعیت ووراثت کے طور پر اس دولت

Marfat.com

تک پہنچا دیں۔

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

میرا گمان ہے کہ اس دولت نے کبار تابعین میں بھی پرتو ڈالا تھا۔ اور اکابر تبع تابعین پر بھی یہ دولت سایہ فگن ہوئی تھی۔ اس کے بعد یہ دولت روپوش ہو گئی۔ یہاں تک کہ آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی بعثت کے بعد دوسرا ہزار آپہنچا۔ اس وقت بھی وہ دولت تبعیت وو راثت کے طور پر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی ہے۔ اور آخر زمانہ کو اوّل زمانے کے مشابہ کر دیا ہے۔

اگر پادشاہ بردر پیر زن
بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

والسّلام علىٰ من اتبع الهدىٰ والتزم متابعه المصطفىٰ عليه وعلىٰ اله الصلوات والتسليمات اتمها واكملها۔

مکتوب نمبر (۳۰۲)

جامع علوم ظاہری و اسرار و معارف باطنی یعنی مخدوم زادہ مجد الدین حضرت خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا۔

تین ولایتوں یعنی ولایت اولیاء' ولایت انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات' اور ولایت ملاء اعلیٰ علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے درمیان فرق کے بیان میں۔ اور اس بیان میں کہ نبوت ولایت سے افضل ہے۔ اور بعض خاص معارف کے بیان میں۔ جو نبوت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اے عزیز جان لے (اللہ تعالیٰ تجھے رشد و ہدایت عطا کرے) کہ ولایت اس قرب الٰہی جل سلطانہٗ سے عبارت ہے۔ جس میں ظلیت کا شائبہ تک نہیں۔ اور پردوں کے حائل ہوئے بغیر اس کے حصول کی صورت نہیں بنتی۔ اور اگر ولایت اولیاء ہے تو البتہ داغ ظلیت سے داغ دار ہے۔ اور انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی ولایت اگرچہ ظلیت سے آچکی ہے۔ تاہم اسماء وصفات کے حجابات کے حائل ہونے کے بغیر متحقق نہیں ہوتی۔ اور ملا اعلیٰ (ملائکہ کرام) علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی ولایت اگر اسماء وصفا کے حجابات سے بلند جا چکی ہے۔ لیکن

۱؎ روح القدس کا فیض اگر دوبارہ مدد کرے تو دوسرے بھی وہ کام کر سکتے ہیں جو حضرت مسیح کرتے تھے۔

۲؎ اگر پادشاہ از راہ عنایت بڑھیا کے دروازے پر تشریف لے آئے تو اے صاحب تو حسد سے اپنی ڈاڑھی نہ اکھیڑ۔

Marfat.com

شیون واعتبارات ذاتیہ کے حجابات اس میں بھی موجود ہیں صرف نبوت ورسالت ہی ایک ایسی چیز ہے جس کی طرف ظلّیت کوراستہ نہیں ملتا۔ اور صفات واعتبارات کے حجابات کوراستے میں ہی چھوڑ دیا ہے۔ لہٰذا لازمی طور پر نبوت ولایت سے افضل ہے۔ اور نبوت کا قرب ذاتی اور اصلی ہے۔ اور جو شخص ان دونوں کی حقیقت پر مطلع نہیں ہوسکا۔ اس نے برعکس کا حکم لگایا ہے۔ اور الٹ بات کا یقین کیا ہے۔ یعنی ولایت کونبوت سے افضل کیا ہے۔ پس وصول تو مرتبہ نبوت میں ہوتا ہے۔ اور حصول مرتبہ ولایت میں۔ کیونکہ حصول ملاحظہ ظلّیت کے بغیر متصور نہیں ہو سکتا۔ بخلاف وصول کے۔ نیز کمال حصول میں دوئی زائل ہوجاتی ہے اور کمال وصول میں دوئی باقی رہتی ہے۔ پس دوئی کا زائل ہوجانا مقام ولایت کے مناسب ہے۔ اور دوئی کا باقی رہنا مقام نبوت کے مناسب ہے اور جب کہ دوئی کا زائل ہونا مقام ولایت کے مناسب ہے۔ ہر وقت سُکر کا طاری رہنا بھی مقام ولایت کے مناسب ہے۔ اور مرتبہ نبوت میں چوں کہ (دوئی کا باقی رہنا) ہے۔ اس لیے صحو وہشیاری بھی اس مرتبہ کے خواص میں سے ہے۔ نیز تجلیات کا حصول خواہ صور واشکال کے لباس میں ہو خواہ الوان وانوار کے پردہ میں۔ سب مقامات ولایت اور اس کے مقدمات ومبادی میں سے ہے۔ بخلاف مرتبہ نبوت کے کہ وہاں اصل تک وصول ہوتا ہے۔ اور ان تجلیات و ظہورات کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی جو اس اصل کا ظل ہیں۔ اسی طرح نبوت کے مبادی ومقدمات کے طے کرنے میں ان تجلیات کی کچھ حاجت نہیں۔ مگر اس صورت میں جب کہ راہ ولایت سے عروج واقع ہو۔ اس وقت ان تجلیات کا حصول بواسطہ ولایت ہے نہ کہ نبوت تک پہنچنے کے راستے کی مسافت طے کرنے کی وجہ سے۔ مختصر یہ کہ تجلیات وظہورات ظلال کی خبر دیتے ہیں۔ اور جو شخص گرفتاری ظلال سے گزر چکا ہے وہ تجلیات سے بھی چھوٹ چکا ہے مَازَاغَ الْبَصَر کا راز یہاں تلاش کرنا چاہیے۔

اے فرزند عشق کی شورش وواویلا۔ محبت کا زور ودبدہ' شوق انگیز نعرے' اور درد آمیز چیخ وپکار وجد تواجد' اور رقص ورقاص سب مقامات ظلال اور ظہورات وتجلیات ظلیہ کے وقت میں ہیں۔ اصل تک پہنچ جانے کے بعد ان امور کا حصول متصور نہیں ہے اس جگہ میں محبت بمعنی ارادہ طاعت ہے۔ جیسا کہ علماء کرام نے فرمایا ہے۔ نہ کوئی زائد معنی جو ذوق وشوق کا منشا ہو۔ جیسا کہ بعض صوفیہ نے گمان کیا ہے۔

اے فرزند عزیز سن! جب کہ مقام ولایت میں دوئی کا زائل ہونا مطلوب ہے۔ اس لیے ناچار اولیاء کرام زوال ارادہ میں کوشش کرتے ہیں۔

شیخ بسطامؒ فرماتے ہیں میرا ارادہ ہے کہ میرا کوئی ارادہ نہ ہو۔ اور مرتبہ نبوت میں چونکہ رفع اثنیت درکار نہیں ہے۔ اس لیے نفس ارادہ کا زوال مطلوب نہیں۔ کیسے مطلوب ہوسکتا ہے۔ جبکہ ارادہ فی حد ذاتہٖ ایک کامل صفت ہے۔ نقص نے اگر اس کی طرف راہ پایا ہے۔ تو وہ متعلق کی کے خبث کے باعث ہے۔ تو چاہیے کہ اس کا متعلق بُرا اور ناپسندیدہ امر نہ ہو۔ بلکہ اس کی تمام مرادیں حق جل وعلا کی پسندیدہ چیزیں ہوں۔

Marfat.com

اسی طرح مقام ولایت میں تمام بشری صفات کی نفی کو کوشش کرتے ہیں۔اور مرتبہ نبوت میں ان صفات کی برائی کے متعلقات کی نفی مطلوب ہوتی ہے۔نہ ان صفات کی نفی جو فی حد ذاتہا کامل ہیں مثلاً صفت علم اپنی ذات کی حد میں صفات کاملہ میں سے ہے۔اگر نقص نے اس کی طرف راہ پایا ہے تو اپنے بُرے متعلق کے راستہ سے پایا ہے۔لہٰذا اس بُرے متعلق کی نفی ضروری ہے نہ کہ اصل اس صفت کی نفی۔علی ھذا القیاس۔تو وہ شخص جو ولایت کے راستے سے مقام ولایت میں آیا ہے۔اس کے لیے دوران راہ میں اصل صفات کی نفی سے چارہ نہیں۔اور واسطہ ولایت کے بغیر اس مقام تک پہنچا ہے۔اسے اصل صفات کی نفی سے کچھ کام نہیں ان صفات کی برائی کے متعلقات کی نفی کرنی چاہیے۔

جاننا چاہیے کہ اس ولایت سے مراد جس کا ابھی ذکر ہوا ہے۔ظلی ولایت ہے۔جسے ولایت صغریٰ اور ولایت اولیاء سے تعبیر کیا جاتا ہے۔انبیاء کی ولایت جو ظل سے گزر چکی ہے۔امر دیگر ہے۔اس مقام میں صفات بشریت کی بُرائی کے متعلقات کی نفی مطلوب ہے نہ اصل ان صفات کی نفی۔اور جب سوء صفات کے متعلقات کی نفی حاصل ہو گئی۔ولایت انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی حاصل ہو گئی۔اس کے بعد جو عروج واقع ہو گا وہ کمالات نبوت سے متعلق ہو گا۔

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ نبوت کے لیے اصل ولایت کا ہونا ضروری ہے۔اس لیے کہ ولایت اس کے مبادی اور مقدمات میں سے ہے۔ہاں کمالات نبوت تک پہنچنے میں ولایت ظلی کی کوئی ضرورت نہیں۔بعض کے لیے تو اتفاق ہو جاتا ہے۔لیکن بعض دوسروں کا اس طرف بالکل گزر نہیں ہوتا۔

خوب سمجھ لو۔اور اس بات میں شک نہیں کہ ان صفات کی بُرائی کے متعلقات کی نفی کی نسبت اصل صفات کی نفی دشوار ہے۔پس کمالات ولایت کی نسبت کمالات نبوت کا حصول آسان تر اور نزدیک تر ہے۔اور آسانی اور قرب کی یہی نسبت ہے جو اصل سے دور پڑے ہوئے امور کی بجائے ہر اس امر میں موجود ہے جو اصل تک پہنچ چکا ہے۔

تم نہیں دیکھتے کہ اصل کیمیا آسان عمل سے میسر آ جاتا ہے اور قریب ترین راستوں سے حاصل ہو جاتا ہے اور جو شخص اصل سے دور پڑا ہوا ہے محنت و مشقت میں پڑا رہتا ہے وہ اپنی ساری عمر کے حاصل کرنے میں فنا کر دیتا ہے۔مگر اس کے باوجود محروم رہتا ہے۔اور محنت شاقہ اور مدت مدید کے بعد جو کچھ حاصل کرتا ہے۔وہ اصل سے صرف مشابہت رکھتا ہے۔اور بسا اوقات ایسا ہو جاتا ہے کہ عارضی شباہت اس سے زائل ہو جاتی ہے اور اپنے اصل کی طرف لوٹ آتا ہے۔اور مکاری اور حیلہ سازی تک نوبت پہنچ جاتی ہے بخلاف اس شخص کے جو اصل سے واصل ہو چکا ہے کہ سہولت اور نزدیکی راہ کے ساتھ ساتھ مکاری اور حیلہ سازی سے امن میں ہے۔

اس راہ سلوک پر چلنے والی ایک جماعت جو ریاضت شاقہ اور مجاہدات شدیدہ کے ذریعہ ظلال میں سے

Marfat.com

ایک ظل تک پہنچتی ہے' اس نے یہ گمان کر لیا ہے کہ مطلب تک پہنچنا ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ پر موقوف ہے۔ نہیں جانتے کہ دوسرا راستہ اس سے زیادہ قریب اور نہایۃ النہایہ تک پہنچانے والا ہے اور وہ برگزیدگی کا راستہ ہے۔ جو صرف فضل و کرم سے وابستہ ہے۔ اور جو راستہ انہوں نے اختیار کیا ہے' انابت کا راستہ ہے۔ جو مجاہدات سے وابستہ ہے۔ مجاہدات کے راستہ سے مطلوب تک پہنچنے والے بہت ہی تھوڑے ہیں۔ مگر اجتبا اور برگزیدگی کے راستہ سے مطلوب تک پہنچنے والے بہت زیادہ ہیں۔ تمام انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات اجتبا کے راستہ سے گئے ہیں۔ اور انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے اصحاب بھی ان کی وراثت و تبعیت کی وجہ سے اجتبا کے راستہ سے واصل ہوئے ہیں ارباب اجتبا کی ریاضتیں نعمت وصول کے ادائے شکر کی خاطر ہیں۔

حضور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے پہلے اور پچھلے ذنوب بخشے ہوئے ہونے کے باوجود اپنی ریاضیات شدیدہ کے متعلق سوال کرنے والے کے جواب میں فرمایا:

اَفَلَا[1] اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا۔ کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ ہوں۔

اور اہل انابت کے مجاہدات حصول وصول کے لیے ہیں۔ دونوں میں بہت فرق ہے۔ اجتبا کا راستہ لے جانے کا راستہ ہے۔ اور راہ انابت خود چلنے کا راستہ ہے۔ لے جانے اور خود جانے میں عظیم فرق ہے۔ لے جانے والے جلدی لے جاتے ہیں' اور بہت دور لے جاتے ہیں۔ اور خود جانے والے دیر سے چلتے ہیں' اور راستے ہیں ہی رہ جاتے ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے ''ما فضلیہا ئیم'' یعنی ہم اللہ کے فضل والے لوگ ہیں۔ ہاں ہاں اگر فضل نہ ہو تو دوسروں کی نہایت ان کی ابتداء میں کیسے درج ہو۔ یہ اللہ کا فضل ہے' جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ فضل عظیم والا ہے۔

ہم پھر اصل بات کی طرف آتے ہیں' اور کہتے ہیں کہ اس فقیر نے ان عرضہ داشتوں میں اپنے پیر بزرگوار کی طرف لکھی ہیں' تحریر کیا ہے کہ تمام مرادیں ختم ہو چکی ہیں۔ لیکن نفس ارادہ اب تک اپنی جگہ قائم ہے۔ ایک مدت کے بعد لکھا کہ وہ ارادہ بھی مرادوں کی طرف زائل اور مرتفع ہو گیا ہے۔ اب جب حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے (اس فقیر کو) انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی وراثت سے مشرف فرمایا' تو معلوم ہوا کہ مقصود اس ارادے کی برائی کے متعلق کا دور ہونا ہے۔ نہ عین اس ارادے کا رفع ہونا۔ یہ ضروری نہیں کہ متعلق سوء کے رفع کے بعد اصل کا رفع اتم اور اکمل طریقہ پر حاصل ہو جائے بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ محض فضل ایزدی سے وہ کچھ میسر آ جائے جس کا سواں حصہ بھی تحمل اور تکلف سے حاصل نہ ہو۔

---

[1] شمائل ترمذی بروایت مغیرہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہما۔ قصیدہ بردہ شریف میں ہے:۔

(۱) ظلمت سنة من احيا اظلامه الى ان اشكت قدماه الضر من ورم

اسد من سغب احشاء و طوى تحت الحجارة كشحا مترف الادم

Marfat.com

اے برادر! مقام ولایت میں دنیا و آخرت سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔ اور آخرت کے ساتھ گرفتاری کو دنیا کے ساتھ گرفتاری کی طرح تصور کرنا چاہیے۔ اور دردِ آخرت کو بھی دردِ دنیا کی طرح اچھا خیال نہیں کرنا چاہیے۔

امام[1] داؤد طائی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ اگر تم سلامتی چاہتے ہو تو دنیا سے الگ ہو جاؤ۔ اور اگر بزرگی کے طالب ہو تو آخرت سے ناامید ہو جاؤ۔

اسی گروہ کا ایک دوسرا بزرگ فرماتا ہے آیۃ کریمہ:۔

مِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرِيۡدُ الدُّنۡيَا وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرِيۡدُ الۡاٰخِرَةَ ط	تم میں سے کچھ دنیا چاہتے اور کچھ آخرت چاہتے ہیں میں اللہ تعالیٰ نے دونوں گروہوں کی شکایت کی ہے۔

مختصر یہ کہ فنا جو حق جل وعلا کے سوا ہر شے کو فراموش کر دینے سے عبارت ہے دنیا و آخرت کو شامل ہے۔ اور فنا و بقا دونوں کے ولایت کے اجزاء ہیں۔ پس ولایت میں نسیان آخرت سے چارہ نہیں۔ اور کمالات نبوت کے مرتبہ میں آخرت کے ساتھ گرفتاری اچھی بات ہے۔ اور آخرت کا درد پسندیدہ اور مقبول امر ہے۔ بلکہ اس مقام میں دردِ دردِ آخرت ہے۔ اور گرفتاری گرفتاری آخرت ہے آیۃ کریمہ:

يَدۡعُوۡنَ[1] رَبَّهُمۡ خَوۡفًا وَّ طَمَعًا ط	وہ اپنے رب کو خوف اور امید کی حالت میں پکارتے ہیں۔

اور آیت کریمہ:

وَيَخۡشَوۡنَ[2] رَبَّهُمۡ وَيَخَافُوۡنَ عَذَابَه ط	اور وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور اس کے عذاب سے سہمے رہتے ہیں۔

اور آیت کریمہ:

اَلَّذِيۡنَ[3] يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَيۡبِ وَهُمۡ مِّنَ السَّاعَةِ مُشۡفِقُوۡنَ ○	وہ لوگ جو اپنے رب سے بے دیکھے ڈرتے ہیں اور انہیں قیامت کا ڈر بھی لگا رہتا ہے۔

---

[1] یعنی حضرت ابو سلیمان داؤد نصر بن الطائی آپ طبقہ اولیٰ میں سے ہیں اور اہل تصوف کے مشائخ و سادات میں اونچے درجے کے بزرگ ہیں۔ آپ اپنے وقت میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور فضل بن عیاض اور ابراہیم بن ادھم کے ہم عصر تھے۔ حبیب راعی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ تمام علوم میں حصہ وافر رکھتے تھے اور فقہ میں فقیہ الفقہاء تھے آپ نے گوشہ نشینی اختیار کی اور امامت سے اعراض فرمایا۔ اور روز دوزخ کا راستہ اختیار کیا۔ آپ کے بے شمار فضائل و مناقب ہیں۔ (نفحات شریف)

[1] سورۃ سجدہ پارہ اُتل ما اوحی (۲۱) [2] سورۃ رعد پارہ ۱۳۔ سورۃ بنی اسرائیل (پارہ ۱۵)

[3] سورۃ الانبیاء پارہ

Marfat.com

اس مقام والوں کا نقد وقت ہے۔ ان کا گریہ و نالہ احوال آخرت یاد کرنے سے ہے۔ اور ان کا درد و اندوہ قیامت کے ہولناک مناظر کو ذہن میں رکھنے کے باعث ہے۔ وہ ہمیشہ فتن قبر سے پناہ پکڑتے ہیں۔ اور عذاب دوزخ سے بھی پناہ تلاش کرتے ہیں اور گریہ درازی میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کے نزدیک حق جل وعلا کا درد درد آخرت ہے۔ اور ان کا شوق و محبت آخرت کا شوق و محبت ہے۔ کیونکہ اگر ملاقات ہے تو اس کا وعدہ بھی آخرت میں ہے۔ اور اگر رضا و خوشنودی ہے تو اس کا کمال بھی آخرت پر موقوف ہے۔ حق جل وعلا دنیا کو دشمن رکھتا ہے۔ اور آخرت اس کی پسندیدہ ہے۔ مبغوضہ (دنیا) مرضیہ (آخرت) کے ساتھ کسی بات میں برابر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ مبغوضہ (ناپسندیدہ چیز) یعنی دنیا اس لائق ہے کہ اس سے منہ پھیر لیا جائے۔ اور پسندیدہ چیز (آخرت) توجہ کے لائق ہے۔ مرضیہ (پسندیدہ یعنی آخرت) سے اعراض کرنا عین سُکر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جس کی طرف بلایا ہے اور جو اُسے پسندیدہ ہے اس کے خلاف ہے۔ آیت کریمہ:

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ط — اللہ تعالیٰ دارلسلام (جنت) کی طرف بلاتا ہے۔

اس معنی کی گواہ ہے۔ خدائے تعالیٰ سُبحانہٗ بڑے مبالغے اور تاکید کے ساتھ آخرت کی ترغیب دیتا ہے۔ آخرت سے اعراض کرنا فی الحقیقت حق جل وعلا کے ساتھ مقابلہ ہے۔ اور اس کی پسندیدہ چیز دور کرنے کے مترادف ہے۔

امام داؤد طائی قدس سرہٗ جب کہ ولایت میں قدم راسخ رکھتے ہیں۔ اس بنا پر ترک آخرت کو کرامت فرما دیا۔ مگر یہ جان سکے کہ اصحاب کرام علیہم الرضوان سب کے سب درد آخرت میں مبتلا تھے۔ اور عذاب آخرت سے ترساں اور لرزاں رہتے تھے۔

ایک روز سیّدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹ پر سوار ہو کر گلی سے گزر رہے تھے۔ کہ قاری نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی:

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝ — بے شک تیرے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا۔ اسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔

تو آپ اس آیت کے سنتے ہی بے ہوش ہو گئے' اور اُونٹ سے بے خود ہو کر زمین پر گر پڑے۔ وہاں سے اُٹھا کر آپ کو گھر لایا گیا۔ اور ایک مدت تک اس درد کی وجہ سے بیمار رہے۔ اور لوگ آپ کی بیمار پُرسی کے لیے آتے تھے۔ ہاں مقام فنا میں حالات کے درمیان دنیا و آخرت سے فراموشی میسر آتی ہے۔ اور آخرت کی گرفتاری کو بندہ دنیا کی گرفتاری کی طرح خیال کرتا ہے۔ لیکن جب شرف بقا سے مشرف ہوتا ہے۔ اور اپنے کام کو انجام تک

Marfat.com

پہنچاتا ہے۔اور نبوت کے کمالات ان پر توڑالتے ہیں۔تو پھر اس کا سارا درد وغم آخرت کے لیے ہوتا ہے۔اور دوزخ سے پناہ پکڑتا ہے۔اور جنت کی آرزو کرتا ہے۔جنت کے درختوں' نہروں اور وہاں کے حور وغلامان کو دنیوی اشیاء سے کچھ نسبت نہیں۔ بلکہ دنیا کی اشیاء آخرت کی اشیاء کی ضد ہیں۔جس طرح غضب ورضا ایک دوسرے کے ضد ہیں۔درخت اور نہریں اور جو کچھ جنت میں ہے' اعمال صالحہ کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا ہے جنت میں درخت نہیں ہیں۔اس میں درخت لگاؤ۔لوگوں نے عرض کیا وہاں کس طرح درخت لگا ہیں۔آپ نے فرمایا' تسبیح' تحمید' تمجید اور تہلیل کے ساتھ۔یعنی کلمہ سبحانہ اللہ کہو۔تا کہ اس کے عوض تمہارے لیے جنت میں ایک پودا لگا دیا جائے۔تو بہشت کے درخت تسبیح کا نتیجہ ہیں۔تنزیہ الٰہی کے کمالات جس طرح اس کلمہ میں حروف واصوات کے لباس میں لپیٹ دیے گئے ہیں۔بہشت میں ان کمالات کو بہشت درخت کے لباس میں چھپا گیا گیا ہے۔علیٰ ھذا القیاس' جو کچھ بہشت میں ہے نیک عمل کا نتیجہ ہے۔اور وجوبی کمالات میں سے جو کچھ قولی اور عملی نیکی کے لباس میں چھپایا گیا ہے۔بہشت میں وہی کمالات لذتوں اور نعمتوں کے پردہ میں ظاہر ہوں گے۔اس لیے لازماً وہاں کا تلذذ اور نعمتیں پسندیدہ اور مقبول ہیں۔اور لقاء ووصول کا وسیلہ ہیں۔

رابعہ بصریہ بے چاری اگر اس راز سے آگاہ ہو جاتی تو بہشت کو جلا دینے کی فکر میں نہ پڑتی اور اسے غیر حق تعالیٰ کے ساتھ گرفتاری قرار نہ دیتی۔بخلاف دنیوی تلذذ اور نعمتوں کے اکہ ان کا منشاء خبث وشرارت ہے۔اور ان کا نتیجہ آخرت میں محرومی ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے بچائے۔یہ دنیوی تلذذ اگر شرعاً مباح ہو تو آخرت میں اس کا محاسبہ درپیش ہے۔اگر اس کی رحمت دستگیری نہ فرمائے' تو افسوس صد افسوس اور اگر شرعاً مباح نہ ہو وعید اور ڈانٹ کا مستحق ہوگا۔

"اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔اور اگر تو تمہاری مغفرت نہ فرمائے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو ضرور ہم لوگ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔"

تو اس دنیوی تلذذ کی آخرت کی لذتوں کے ساتھ کیا نسبت ہے۔دنیوی نعمتوں سے لذت گیر ہونا تو زہر قاتل ہے۔اور آخرت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا نہایت نفع مند تریاق ہے' تو آخرت کا درد یا عوام مومنین کا حصہ ہے۔یا خاص الخاص لوگوں کا۔خواص اس درد سے پرہیز کرتے ہیں۔اور اس کے خلاف میں عزت گمان کرتے ہیں۔ مصرع

آں[1] ایشا نند و من چنینم یا رب

---

[1] یا رب وہ یعنی خواص تو وہ ہیں اور میں اس طرح ہوں۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۳۰۳)

کلمات اذان کے معانی کے بیان میں حاجی یوسف مؤذن کے نام صادر فرمایا:

بعد الحمد والصلوٰۃ' جاننا چاہیے کہ اذان میں سات کلمے ہیں:

(۱) اَللّٰہُ اَکْبَر۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس سے بلند تر ہے کہ اسے کسی عبادت کرنے والے کی عبادت کی حاجت ہو۔ یہ کلمہ اس عظیم الشان معنی کی تاکید کے لیے چار دفعہ تکرار کے ساتھ آیا ہے۔

(۲) اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ یعنی میں گواہی دیتا کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفت کبریائی اور لوگوں کی عبادت سے بے نیاز ہونے کے باوجود عبادت کا مستحق صرف وہی ہے۔

(۳) اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام اللہ سبحانہٗ کے رسول اور اس کی جانب سے طریق عبادت کے مبلغ اور بتانے والے ہیں۔ تو اس واجب تعالیٰ کی ذات کے لائق صرف وہی عبادت ہوگی' جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جہت تبلیغ ورسالت سے ماخوذ ہو۔

(۴) حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ۔

(۵) حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ یہ دو کلمے نمازی کو فلاح اور نجات سے ہمکنار کرنے والی نماز کی طرف بلانے کے لیے ہیں۔

(۶) اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے کہ کسی کی عبادت اس کی جناب قدس کے لائق ہو۔

(۷) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی لامحالہ صرف اللہ تعالیٰ کی مستحق عبادت ہے۔ اگرچہ کسی سے ایسی عبادت نہیں ہوسکتی جو اس کی جناب قدس کے لائق ہو۔

شان نماز کی بزرگی ان کلمات سے معلوم کرنی چاہیے جو نماز سے آگاہ کرنے کے لیے معین کیے ہیں۔

سالے[1] کہ نکوست از بہارش پیداست

اللھم اجعلنی من المصلین المفلحین بحرمۃ سید المرسلین علیہ و علیھم الصلوات والتسلیمات اتمھا و اکملھا.

---

[1] سال کی اچھائی' بہار کی اچھائی کی وجہ سے ہے۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۳۰۴)

مولانا[۲] عبدالحی کی طرف صادر فرمایا

ان اعمال صالحہ کے بیان میں جن سے اللہ تعالیٰ نے اکثر آیات قرآنی میں وعدہ دخول جنت وابستہ کیا ہے اور ادائے شکر اور نماز کے بعض اسرار و معانی کے بیان میں۔

بعد الحمد والصلوٰۃ' اے عزیز اللہ تعالیٰ تجھے سعادت مند کرے۔ جان کہ یہ فقیر ایک مدت تک اس تردّد میں رہا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اکثر آیات قرآنی میں جن اعمال صالحہ کے ساتھ وعدہ دخول جنت مربوط فرمایا ہے۔ وہ تمام اعمال صالحہ میں یا بعض۔ اگر تمام مراد ہیں تو بہت دشوار ہے۔ کیونکہ کم ہی کسی کو تمام اعمال صالحہ کے بجالانے کی توفیق ملتی ہے۔ اور اگر بعض اعمال صالحہ مراد ہیں تو وہ غیر معین اور مجہول ہیں۔ آخر کار محض فضل خداوندی جل سلطانہٗ سے دل میں یہ بات آئی کہ شاید ان اعمال صالحہ سے مراد اسلام کے ارکان خمسہ ہیں جن پر اسلام کی بنیاد ہے۔ امید ہے کہ اگر یہ پانچ ارکان پورے طور پر ادا ہو جائیں' نجات و فلاح حاصل ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ پانچ ارکان اعمال صالحہ بھی ہیں۔ اور سیئات و منکرات سے باز بھی رکھتے ہیں۔

آیت کریمہ:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ	بے شک نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے۔

اس معنی کی گواہ ہے۔ اور جب ان پانچ بنائے اسلام کے ادا کرنے کی توفیق میسر آ گئی۔ تو امید ہے کہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا ہو گیا۔ اور جب شکر ادا ہو گیا' تو عذاب سے نجات حاصل ہو گئی۔

مَا یَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ	اللہ تعالیٰ تمہیں کیوں عذاب دے گا اگر تم شکر گزار بنو۔ اور ایمان لاؤ۔

اس لیے ان پانچ ارکان کی بجا آوری میں جان و دل سے کوشش کرنی چاہیے۔ خاص کر نماز قائم کرنے میں۔ کیونکہ یہ دین کا ستون ہے۔ حتی القدور اس کے کسی مستحب کے چھوڑنے پر بھی راضی نہ ہوں۔ اگر نماز مکمل کر

---

[۲] حضرت مولانا موصوف بلاد اصفہان کے علاقہ شادمان کے باشندے تھے۔ مسکین الطبع اور خاموش مزاج انسان تھے۔ آپ سالہا سال تک آستانہ عالیہ مجددیہ میں رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے بہت سے خوارق دیکھے۔ اور اسرار و رموز کی بہت سی باتیں سنیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے آپ کو تعلیم طریقت کی اجازت دے کر رشد و ہدایت کی خاطر شہر پٹنہ میں بھیجا وہاں آپ نے فرائض تبلیغ با حسن وجوہ انجام دیے۔ (زبدۃ المقامات)

[۱] سورۃ عنکبوت' پارہ ۲۱۔ [۲] سورۃ النساء' پارہ ۵

Marfat.com

لی تو اسلام کا رکن عظیم ہاتھ میں آ گیا۔ اور نجات کے لیے مضبوط رسی ہاتھ آ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

اے عزیز جان لے کہ نماز میں تکبیر اُولیٰ خدا تعالیٰ وتقدس کی عابدوں کی عبادت اور نمازیوں کی نماز سے بے نیازی اور شان کبریائی کی طرف اشارہ ہے۔ اور وہ تکبیریں جو ارکان نماز کے بعد ہیں۔ وہ جناب قدس خداوندی کی عبادت کے بیے ہر رکن کے ادا کرنے کی عدم لیاقت کے رموز واشارات ہیں۔ رکوع کی تسبیح میں جب کہ تکبیر کے معنی ملحوظ تھے اس لیے رکوع کے آخر میں تکبیر کہنے کا حکم نہ فرمایا۔ بخلاف دو سجدوں کے کہ ان کی تسبیحات کے باوجود ان کے اوّل وآخر میں تکبیر کہنے کا فرمایا۔ تا کہ کوئی شخص اس وہم میں نہ پڑے۔ کہ سجدے میں جو نہایت پستی اور بہت عاجزی کرنے سے عبارت ہے۔ اور نہایت تذلل اور انکسار ہے حق عبادت ادا ہو جاتا ہے۔ اور اس وہم کے دور کرنے کے لیے سجدے کی تسبیح میں لفظ اعلیٰ بھی اختیار فرمایا گیا۔ اور تکرار تکبیر بھی مسنون قرار پایا۔ اور چونکہ نماز مومن کی معراج ہے۔ اس لیے نماز کے آخر میں ان کلمات کے پڑھنے کا حکم فرمایا۔ جن کلمات سے حضور نبی اکرم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام شب معراج مشرف ہوئے تھے۔ لہٰذا نمازی کو چاہیے کہ نماز کو اپنا معراج بنائے۔ اور نہایت قرب نماز میں تلاش کرے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اَقْرَبُ[1] مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِی الصَّلٰوۃِ۔	بندے کو اپنے پروردگار کا بہت زیادہ قرب نماز میں نصیب ہوتا ہے۔

اور نمازی چونکہ رب تعالیٰ عزّ وجل شانہٗ سے راز و نیاز میں مصروف ہوتا ہے۔ اور اس بلند ذات کی عظمت وجلال کے مشاہدے میں ہوتا ہے۔ اس لیے ادائے نماز کا وقت وہ مقام ہے۔ کہ اس میں خوف اور ہیبت پیدا ہو۔ اسی لیے نمازی کی تسکین کے لیے نماز کا اختتام دونوں طرف سے فرمایا۔

اور وہ جو حدیث نبوی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام میں آیا ہے کہ نمازی فرض نماز کے بعد سو۱۰۰ دفعہ سبحانہ اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اکبر اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھے[2]۔ فقیر کے علم میں اس کا راز یہ ہے کہ ادائے نماز میں جو کوتاہی اور کمی واقع ہوتی ہے اس کا تدارک تسبیح وتکبیر سے کرنا چاہیے۔ اور نالائقی اور اپنی عبادت کے ناتمام ہونے کا اعتراف کرنا چاہیے۔ اور چوں کہ عبادت کی ادائگی اس بلند ذات کی توفیق سے میسر آئی ہے۔ لہٰذا اس نعمت کا شکر الحمد للہ کے

---

[1] مثلاً ابوداؤد اور نسائی شریف بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

[2] چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو نمازی ہر نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ اور ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۳ بار اللہ اکبر پڑھتا ہے۔ اور یہ ایک کم سو (۱۰۰) تسبیحات ہوئیں۔ اور پورا سو (۱۰۰) کرنے کے لیے ایک بار لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ۔ لہٗ الملک ولہٗ الحمد وہو علی کل شیءٍ قدیر پڑھنا ہے۔ اس کی خطائیں بخش دی جاتی ہیں۔ اگر چہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (مشکوٰۃ شریف بحوالہ مسلم)

Marfat.com

وظیفے سے بجالانا چاہیے۔ اور عبادت کا مستحق اس کے سوا کسی کو نہیں جاننا چاہیے۔

امید ہے کہ جب نماز کی ادائیگی شرائط و آداب کے ساتھ واقع ہوگی۔ اور اس کے بعد کوتاہی کی تلافی اور نعمت توفیق کا شکر اور اس بلند ذات کے غیر کے مستحق عبادت ہونے کی نفی ان کلمات طیبہ کے ذریعہ خلوص قلب کے ساتھ کی جائے گی۔ تو وہ نماز خداوند تعالیٰ جل سلطانہٗ کی بارگاہ میں قبولیت کے لائق ہو جائے گی اور ایسی نماز ادا کرنے والا فلاح پانے والا نمازی قرار پائے گا۔ اے اللہ بحرمت سید المرسلین علیہ وعلیہم وعلی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات مجھے فلاح پانے والے نمازیوں میں سے کر دے۔

مکتوب نمبر (۳۰۵)

میر محب اللہ کی طرف صادر فرمایا۔

نماز کے اسرار اور مقتدی اور عام آدمی کی نماز اور منتہی کی نماز کے فرق اور اس کے مناسب باتوں کے بیان میں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. اللہ تعالیٰ تجھے رشد و ہدایت عطا کرے' جان لے کہ نماز کا ٹھیک ہونا۔ اور اس کا کمال فقیر کے نزدیک فرائض اور واجبات سنن اور مستحبات نماز کا اس طرح بجالانا ہے۔ جس کا بیان فقہ کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ آ چکا ہے۔ ان چار امور کے علاوہ کوئی اور ایسا نہیں جس کا نماز کے کامل ہونے میں دخل ہو۔ نماز میں خشوع اور خضوع بھی انہی چار امور میں درج ہے۔ اور حضور قلب بھی انہی چار امور سے وابستہ ہے۔

ایک گروہ نے ان امور کے صرف علم پر کفایت کی ہے۔ اور عمل میں سستی اور کاہلی میں پڑ کر کمالات نماز سے تھوڑا حصہ حاصل کرتے ہیں۔

اور ایک دوسرا گروہ حق سبحانہٗ کی طرف صرف حضور قلب کا اہتمام کر کے ظاہری اعضاء سے تعلق رکھنے والے مستحبات کا خیال کم کرتے ہیں۔ اور صرف فرائض اور سنن پر اکتفا کرتے ہیں۔ یہ لوگ بھی حقیقت نماز سے آگاہ نہیں ہو سکے۔ کیونکہ نماز کے کمال کو غیر نماز میں تلاش کرتے ہیں۔ کیونکہ حضور قلب کو احکام نماز میں سے شمار[1] نہیں کرتے۔

اور وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ:

لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ[2] نہیں نماز مگر حضور قلب سے۔

---

[1] بلکہ نماز کو صرف حضور قلب میں منحصر قرار دیتے ہیں۔ اور حضور قلب کو کافی جانتے ہوئے واجبات اور مستحبات نماز کو چھوڑ دیتے ہیں۔

Marfat.com

ممکن ہے کہ اس حدیث میں حضورِ قلب سے مراد ان چار امور کا حضورِ قلب مراد ہو۔ تا کہ ان چار امور میں سے کسی امر کے بجالانے میں فتور واقع نہ ہو۔ اس حضورِ قلب کے علاوہ کوئی اور حضور اس وقت فقیر کے ذہن میں نہیں آتا۔

سوال: جبکہ نماز کی درستی اور اس کا کمال ان چار امور کے بجالانے سے وابستہ ہے۔ اور ان چار کے علاوہ کوئی اور چیز کمال نماز میں ملحوظ نہیں' تو پھر منتہی اور مبتدی کی نماز بلکہ عام آدمی کی نماز مین جس میں ان چار چیزوں کو بجالایا گیا ہو۔ کیا فرق ہوگا؟

جواب: فرق عمل کرنے والے کی طرف سے ہے' نہ عمل کی راہ سے۔ ایک عمل کا اجر و ثواب عمل کرنے والوں کے تفاوت سے مختلف ہوتا ہے۔ وہ عمل جو مقبول اور محبوب عامل سے واقع ہوتا ہے۔ اس کا اجر کئی گنا زیادہ ہوتا ہے۔ اس اجر و ثواب سے جو ایسے عامل کے غیر کے کام پر مرتب ہوتا ہے۔ کیونکہ عمل کرنے والا جس قدر عظیم القدر ہوتا ہے۔ اس کا عمل بھی بہت زیادہ اجر و ثواب رکھتا ہے۔ یہیں سے کہنے والوں نے کہا۔ کہ عارف کا نمائشی عمل مرید کے اخلاص والے عمل سے بہتر ہے۔ چہ جائے کہ عارف کا عمل جو اخلاص سے واقع ہو۔ اسی لیے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سہو اور فراموشی کو اپنے صواب اور قصد سے بہتر جانتے ہوئے حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے سہو کی چاہت فرماتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"کاش کہ میں محمد ﷺ کا سہو ہوتا۔"

حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آرزو کرتے ہیں۔ کہ آپؓ مکمل طور پر نبی پاک علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا سہو ہوں۔ تو آپ اپنے تمام اعمال و احوال کو آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے عمل سہو سے کم جانتے ہیں۔ اور پوری آرزو کے ساتھ اپنی تمام نیکیوں کے لیے نبی پاک علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے درجہ سہو کی درخواست کرتے ہیں۔ اور حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل سہو کی مثال یہ ہے۔ کہ ایک دفعہ آپ نے بطور سہو چار رکعت والی فرض نماز میں دو رکعت پر سلام پھیر دیا۔ جیسا کہ روایت[1] میں آچکا ہے۔

پس منتہی کی نماز پر دنیوی نتائج و ثمرات کے باوجود آخرت کا کثیر اجر و ثواب مرتب ہوتا ہے۔ بخلاف مبتدی اور عام آدمی کی نماز کے۔ ع

چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک

یہ فقیر منتہی کی نماز کے خصائص کا تھوڑا سا حصہ ظاہر کرتا ہے۔ اس سے قیاس کر لیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ منتہی شخص نماز میں قرأت قرآن کے وقت اور تسبیحات و تکبیرات کے بجالانے میں اپنی زبان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درخت کی مانند مانتا ہے۔ (جس سے اللہ کی آواز آ رہی تھی) اور اپنے قویٰ اور اعضا کو آلات اور وسائل

---

[1] بخاری اور مسلم شریف میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ واقعہ مذکور ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

Marfat.com

سے زیادہ کچھ نہیں جانتا۔ اور کبھی یوں پاتا ہے کہ ادائے نماز کے وقت باطن اور حقیقت کامل طور پر ظاہر اور صورت سے تعلق کٹ کر عالم غیب سے مل چکا ہے۔ اور غیب سے مجہول الکیفیت نسبت پیدا کر لی ہے۔ اور نماز سے فارغ ہو کر پھر اس طرف رجوع کیا ہے۔

دوسرا جواب: ہم یہ کہتے ہیں کہ مذکور چار امور کامل اور پورے طور پر بجالانا منتہی کا ہی حصہ ہے۔ مبتدی اور عام آدمی اس سے دور ہیں۔ کہ انہیں کامل اور پورے طور پر ان امور کے بجالانے کی توفیق حاصل ہو۔ اگرچہ ممکن اور جائز ہے کہ ایسا ہو جائے۔ کیونکہ خاشعین کے سوا دوسروں کے لیے نماز کا بجالانا بھاری اور مشکل ہے۔ اور ہر متبع ہدایت سلامتی سے سرفراز ہو۔

مکتوب نمبر (۳۰۶)

مولانا صالح کی طرف صادر فرمایا:

حقائق آگاہ معارف دست گاہ مخدوم زادہ کلاں خواجہ محمد صادق علیہ الرحمت والغفران اور مرحوم و مغفور مخدوم زادگان محمد فرخ و محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ علیہم کے بعض مناقب اور کمالات کے بیان میں۔ اور اس مکتوب کے اختتام پر ارباب ولایت کی فنا کا بیان بھی کیا گیا ہے۔ اور یہ امر بھی بیان کیا گیا ہے کہ قرب نبوت میں اس فنا کی کچھ حاجت نہیں۔ اور اس کے مناسب باتوں کے بیان میں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ میرے بھائی ملا صالح نے اہل سرہند کے واقعات سن لیے ہوں گے۔ میرے فرزند کلاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دو چھوٹے بھائیوں محمد فرخ اور محمد عیسیٰ کے ساتھ سفرِ آخرت اختیار کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سبحانہ کا شکر ہے کہ پہلے پس ماندگان کو قوت صبر عطا فرمائی ہے۔ پھر اس حادثے کے اثر کو بالکل ہی ٹھنڈا کر دیا ہے۔ کسی نے بہت خوب کہا ہے۔

من[1] از تو روئے نہ پیچیم گرم بیا زاری
کہ خوش بود عزیزان تحمل و خواری!

میرا فرزند مرحوم اللہ جل وعلیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھا۔ اور رب العالمین کی رحمتوں میں سے ایک رحمت۔ اس نے اس چوبیس (۲۴) سالہ زندگی میں وہ کچھ پایا جو کم ہی کسی نے پایا ہوگا۔ مرتبہ مولویت اور علوم نقلیہ و عقلیہ کی تدریس کو اس حد کمال تک پہنچا دیا تھا۔ کہ اس کے شاگرد بیضاوی اور شرح مواقف اور اسی طرح کی

---

1 میں تجھ سے منہ نہیں پھیروں گا۔ اگرچہ تو مجھے تکلیف ہی پہنچائے۔ کیونکہ دوستوں کا بوجھ اٹھانا اور ان کی طرف سے خواری برداشت کرنا بہت اچھی بات ہے۔

Marfat.com

اور کتابوں کا پوری قدرت سے درس دے سکتے تھے۔ اور معرفت و عرفان کی حکایات اور ان کے شہود اور کشفوں کے قصے اس سے بے نیاز ہیں کہ بیان میں لائے جائیں۔ تمہیں معلوم ہے کہ آٹھ سال کی عمر میں اس پر حال کا ایسا غلبہ ہوا کہ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ اس کے حال کی تسکین کے علاج کے طور پر بازاری کھانے جو مشکوک اور مشتبہ ہوتے ہیں۔ اس کو دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ جو محبت مجھے محمد صادق سے ہے۔ کسی سے نہیں اور اسی طرح اسے جو محبت ہم سے ہے کسی کے ساتھ نہیں اس بات سے اس فرزند مرحوم کی بزرگی کو پانا چاہیے۔ اس نے ولایت موسوی کو نقطہ آخری پر پہنچا دیا تھا۔ اور اس بلند ولایت کے عجائب و غرائب کو بیان کیا کرتا تھا۔ اور ہمیشہ فروتن متواضع خدا کی بارگاہ میں التجا کرنے والا زاری کرنے والا اپنے آپ کو خوار رکھنے والا اور شکستہ دل رہتا تھا۔ اور فرمایا کرتا تھا کہ اولیاء اللہ میں سے ہر ایک نے حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ سے ایک نہ ایک چیز مانگی ہے۔ اور میں نے التجا اور زاری مانگی ہے۔

محمد فرخ کے متعلق کیا لکھے۔ جو گیارہ سال کی عمر میں طالب علم ہو چکا تھا۔ کافیہ پڑھتا تھا۔ اور شعور اور سمجھ کے ساتھ پڑھتا تھا۔ اور ہمیشہ عذاب آخرت سے ترساں اور لرزاں رہتا تھا۔ اور دُعا کیا کرتا تھا۔ کہ بچپن کی عمر میں ہی کمینی دنیا کو الوادع کہہ دے' تا کہ عذاب آخرت سے نجات پائے۔ اور مرض موت میں جو دوست اس کی تیمارداری کرتے تھے۔ انہوں نے اس کے عجائب آخرت سے نجات پائے۔ اور مرض موت میں جو دوست اس کی تیمارداری کرتے تھے۔ انہوں نے اس کے عجائب و غرائب کا مشاہدہ کیا۔ اور آٹھ سال کی عمر میں لوگوں نے محمد عیسیٰ کی کرامات و خوارق جو دیکھیں ان کے متعلق کیا لکھے۔ مختصر یہ کہ یہ تینوں بیٹے نفیس موتی تھے' جو امانت کے طور پر ہمارے حوالے کیے گئے۔ اللہ سبحانہٗ کی حمد اور اس کا احسان ہے' کہ امانت والوں کی امانتوں کو بخوشی اور بلا جبر ہم نے ان کے حوالے کر دیا۔ اے اللہ بحرمت سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات' ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ کر۔

از ہر چہ میرود سخن دوست خوش تر است[1]

یہ بات ذہن میں رکھیں کہ فنا سے مقصود جو حق سبحانہٗ کے ماسوا کی فراموشی سے عبارت ہے' یہ ہے کہ اس بلند ذات کے ماسوا کی محبت اور گرفتاری زائل ہو جائے۔ کیونکہ جب ذوات' صفات اور اشیا کے افعال دید و دانش سے زائل ہو جاتے ہیں۔ تو ان کی محبت اور گرفتاری بھی لازماً رو بہ زوال ہو جاتی ہے اور طریق ولایت میں حق تعالیٰ جل وعلیٰ کے ماسوا کی گرفتاری سے نکلنے کے لیے ماسویٰ کی فراموشی سے چارہ نہیں۔ اور قرب نبوت کے مدارج میں اشیا کی گرفتاری سے نکلنے کے لیے اشیا کے نسیان کی کچھ حاجت نہیں۔ کیونکہ قرب نبوت میں اصل کے ساتھ گرفتاری جو فی نفسہٖ اچھی اور دل پسند ہے اس بات کو باقی نہیں رہنے دیتی کہ اشیا کے ساتھ گرفتاری جو اپنی ذات

[1] دوست کی بات جس طرف سے بھی چلے اچھی لگتی ہے۔

Marfat.com

میں قبیح اور غیر مستحسن ہیں۔ کوئی نام ونشان باقی رہنے دے۔ اشیا سے فراموشی ہو یا نہ ہو۔ اس لیے کہ اشیا کے علم نے اشیا کے ساتھ گرفتاری کی وجہ سے اور جناب قدس خداوند عزّ وجل شانہٗ سے روگردانی کو مستلزم ہونے کی وجہ سے مذمت کی صفت پیدا کر لی تھی۔ اور جب اشیا کے ساتھ گرفتاری نہ رہی تو اشیا کا علم بھی مذموم نہ رہا۔ اشیا کو علم کیسے مذموم ہو سکتا ہے۔ جب کہ سب اشیا حق جل سلطانہٗ کے علم میں بھی ہیں۔ اور اشیا کا علم صفات کاملہ سے ہے۔

سوال: کوئی اگر یہ کہے' کہ جب حق جل وعلیٰ کے ماسویٰ کا علم زائل نہ ہو۔ تو حق جل وعلیٰ کا علم ماسوائے حق جل شانہٗ کے علم کے ساتھ ایک وقت میں کیسے جمع ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اس بلند ذات کے ماسوا کے نسیان اور فراموشی سے چارہ نہیں۔

جواب: ہم کہتے ہیں' کہ جو علم اشیا سے تعلق رکھتے ہے۔ علم حصولی کی جنس سے ہے۔ اور جو علم حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ سے تعلق پیدا کرتا ہے۔ وہ علم حضور کے مشابہ ہے۔ لہٰذا دونوں علم بہ یک وقت جمع ہو سکتے ہیں اور کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ خرابی اس وقت لازم آتی ہے۔ جبکہ دونوں علم حصولی ہوں۔ اور یہ جو ہم نے کہا کہ علم حصولی کی جنس اور علم حصولی کے مشابہ ہے۔ اس لیے کہا ہے کہ وہاں نہ حقیقت حصول ہے اور نہ گنجائش حضور۔ اور حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا علم جو اشیا سے تعلق رکھتی ہے۔ حصولی نہیں ہے۔ اس لیے کہ ممکنات کا اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں حلول اور حصول نہیں ہو سکتا۔ اور اس عارف کا علم اس علم کا پرتو ہے۔ اور جو علم حضرت حق سُبحانہٗ سے متعلق ہے۔ اسے حضور بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ تبارک وتعالیٰ مُدرک سے بھی زیادہ نزدیک ہے۔ علم حضوری اس علم کی نسبت علم حصولی کی طرح ہے یہ نسبت علم حضور کے یہ معرفت عقل وفکر کی نظر سے بلند ہے۔ جس نے نہیں چکھا وہ نہیں جانتا۔ پس ثابت ہو گیا۔ کہ اشیا کا علم حق جل وعلیٰ کے علم کے منافی نہیں۔ پس نسیان اشیا کی کچھ حاجت نہیں۔ بخلاف طریق ولایت کے کہ اشیا سے گرفتاری سے نجات پانا اشیا کے نسیان کے بغیر متصور نہیں ہے۔ کیونکہ ولایت میں ظلال کے ساتھ گرفتاری ہوتی ہے۔ اور ظلال کی گرفتاری کے لیے اس قدر قوت نہیں ہے۔ کہ علم اسیا کے باوجود اشیا کی گرفتاری کو زائل کر سکے۔ لہٰذا اولاً نسیان اشیا سے چارہ نہیں' تا کہ گرفتاری سے نجات ملے۔ یہ وہ معرفت ہے جو اس درویش کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرے کسی بھی اس کا اظہار نہیں فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ط	تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ جس نے ہمیں اُس کی ہدایت دی اور ہم ہدایت نہ پا سکتے۔ اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا' بے شک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ تشریف لائے۔

Marfat.com

مکتوب (۳۰۷)

مولانا عبدالواحد لاہوری کی طرف صادر فرمایا۔

کلمہ طیبہ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کے معنی اور اس سے مناسب باتوں کے بیان میں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

حمد و صلوٰۃ کے بعد جاننا چاہیے۔ کہ عبادت کرنے والا ادائے عبادت کے وقت اپنی عبادت میں حسن و کمال کی جنس میں سے کچھ پاتا ہے۔ وہ سب توفیق خداوندی جل سلطانہ کی طرف لوٹتا ہے اور اس بلند ذات کی حسن تربیت اور اس کا احسان ہے۔ اور اپنی عبادت میں کوتاہی اور ناتمامی کی جنس سے جو کچھ پاتا ہے۔ وہ اس کے نفس کی طرف لوٹتا ہے۔ اور اس کی فطری شرارت سے پیدا ہوا ہے۔ اور اس بلند ذات کی جناب قدس کی طرف نقص و قصور میں سے کوئی چیز نہیں لوٹ سکتی وہاں سب خیر و کمال ہے اسی طرح جہان میں جو حسن و کمال بھی پایا جاتا ہے۔ وہ اس بلند ذات کی جناب قدس کی طرف لوٹتا ہے اور جہان کا شر و نقص دائرہ ممکنات کی طرف عود کرتا ہے۔ جو نیستی میں قدم راسخ رکھتا ہے۔ اور عدم ہر شر و نقص کا منشا ہے۔ کلمہ طیبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ بہت جامع طریقے سے ان دو چیزوں کا بیان فرماتا ہے۔ اور شرور و نقائص سے جو اس بلند ذات کی جناب قدس کے لائق نہیں ہیں۔ کمال تنزیہہ و تقدیس ظاہر کرتا ہے۔ اور اس بلند ذات کی صفات اور اس کے اچھے افعال اور اس کے بڑے بڑے انعامات و احسانات پر شکر کی ادائیگی عبادت حمد کے ساتھ جو ہر شکر کا سردار ہے' کرتا ہے۔

یہیں سے ہے جو حدیث نبوی علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات میں آیا ہے کہ جو شخص اس کلمہ طیبہ کو دن یا رات میں ایک سو بار پڑھتا ہے۔ تو کوئی بھی شخص اس دن یا اس رات میں اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔ مگر صرف وہ شخص جو یہ کلمہ طیبہ پڑھے۔ کیسے برابر ہو سکتا ہے' کیونکہ اس کا ہر عمل و عبادت شکر ہائے خداوند جل سلطانہ میں سے ایک شکر کی ادائیگی ہے۔ جو اس کلمہ طیبہ کے ایک جزو سے ادا ہوتا ہے۔ اور اس کا دوسرا جزو جو اس بلند ذات کی تنزیہہ و تقدیس ظاہر کرتا ہے۔ علیحدہ ہے۔ تو تم پر لازم ہے کہ اس کلمہ طیبہ کو دن اور رات میں سو دفعہ پڑھا کرو۔ اور اللہ سبحانہ ہی توفیق فرمانے والا ہے۔

سوال: حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات میں آیا ہے:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ۔

پاک ہے اللہ اور اس کی حمد ہے۔ تیری مخلوق کی تعداد کی مقدار میں۔ اور ایسی حمد و تسبیح جو اس کی رضا کے مطابق ہو۔ اور عرش کے وزن جتنی ہو۔ اور اس کے کلمات کی مقدار کے برابر ہو۔

(مشکوٰۃ بحوالہ مسلم شریف)

Marfat.com

اور حدیث میں یہ بھی آیا ہے:

سُبْحَانَ اللّٰہِ مِلْءَ الْمِیْزَانِ۔ میں اللہ کی ایسی تسبیح کرتا ہوں' جو میزان کو بھر دے۔

اور یوں بھی آیا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَضْعَافَ مَاحَمِدَہٗ' جَمِیْعُ خَلْقِہٖ۔ اللہ ہی کے لیے تعریفیں ہیں۔اُس سے کئی گنا زیادہ جو اس کی تمام مخلوق نے کی ہیں۔

حالانکہ کہنے والے نے یہ کلمات صرف ایک بار کہے ہوتے ہیں۔ایک سے زیادہ بار نہیں کہے ہوتے' تو اس کو عَدَدَ خَلْقِہٖ کس اعتبار سے کہتے ہیں۔اور رِضَا نَفْسِہٖ کس معنی سے کہا جاتا ہے وَزِنَةَ عَرْشِہٖ کس طرح ہو سکتا ہے۔اور مِدَادَ کَلِمٰتِہٖ کیوں کر درست ہو سکتا ہے۔اور میزان کو کیسے پُر کر سکتا ہے۔اور اَضْعَافَ مَاحَمِدَہٗ' جَمِیْعُ خَلْقِہٖ کس معنی کے مطابق کیا جاتا ہے؟

جواب: ہم کہتے ہیں کہ انسان عالم خلق اور عالم امر کا جامع ہے۔جو کچھ خلق اور امر میں ہے۔وہ انسان میں ہے اور انسان میں اس سے کچھ زائد بھی ہے۔اور وہ اس کی ہیئت وحدانی ہے۔جو خلق و امر کی ترکیب سے پیدا ہوئی ہے۔اور یہ ہیئت وحدانی انسان کے بغیر کسی کو بھی میسر نہیں ہوئی ہے۔اور یہ ہیئت اجنبی قسم کا اُعجوبہ ہے۔اور عجیب قسم کا نمونہ ہے۔لہٰذا جو حمد انسان سے صادر ہوتی ہے۔وہ تمام مخلوق کی حمد سے کئی گناہ زیادہ ہوگی۔اور اسی قیاس پر باقی سوالات کا حل ہے۔تو جمع خلق سے مراد انسان کے ماسوا مخلوق لی جائے گی۔اور اسی قیاس پر باقی سوالات کا حل ہے۔تو جمع خلق سے مراد انسان کے ماسوا مخلوق لی جائے گی۔اور اگر انسان کو بھی داخل کر لیں۔تو ہم کہیں گے۔کہ انسان کامل جس طرح تمام افراد عالم کو اپنے اجزا پاتا ہے۔انسان کو بھی اپنے اجزا پاتا ہے۔اور اپنے آپ کو سب کا کل جانتا ہے۔اس صورت میں اپنی حمد کو اپنی حمد کے کئی گنا زیادہ پاتا ہے اور تمام افراد انسانی کی حمد سے بھی کئی گنا زیادہ پائے گا۔

اور سلامتی کا نزول ہو ہر اس شخص پر جو تبع ہدایت اور مصطفٰے علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوٰۃ اتمہا من التحیات اکملہا کی متابعت کو لازم جانتا ہے۔

مکتوب نمبر (۳۰۸)

مولانا فیض اللہ پانی پتی کی طرف صادر فرمایا:

درج ذیل حدیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والسلام کے معنی کے بیان میں:

Marfat.com

كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ	دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں۔ میزان میں
فِي الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ	بھاری ہیں۔ خدائے رحمٰن کو پیارے ہیں۔
سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ۔	سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔

اللہ تعالیٰ تجھے رشد وہدایت عطا فرمائے۔ جان لے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ دو کلمے ایسے ہیں۔ جو زبان پر ہلکے ہیں۔ میزان میں بھاری ہیں۔ خدائے رحمان کو پیارے ہیں۔

ان کے زبان پر ہلکا ہونے کی وجہ تو ظاہر ہے۔ کہ ان کے حروف تھوڑے ہیں۔ اور ان کے میزان میں بھاری ہونے اور خدائے رحمان کو پیارے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ پہلے کلمے کی جز اوّل (سبحان اللہ) ان تمام چیزوں سے جو اس کی جناب قدس عزّ وجل کے لائق نہیں ہیں۔ سے اس کی بلند ذات کی تنزیہہ اور تقدیس کا فائدہ دیتا ہے۔ اور اس کی جناب کبریا کا صفات نقص اور حدوث وزوال کے نشانات سے پاک ہونا ظاہر کرتا ہے۔ اور اس کلمے کا دوسرا جز اللہ تعالیٰ کی صفات کمال اور شیونات جمال کے ثبوت کا فائدہ دیتا ہے۔ چاہے وہ صفات و شیونات فضائل میں سے ہوں۔ یا فواضل میں سے۔ اور دونوں جزوں میں اضافت کو استغراق کے لیے بنانا۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے لیے تمام تنزیہات اور تقدیسات اور تمام صفات کمال و جمال کے ثبوت کا فائدہ دیتا ہے۔ تو پہلے کلمے کی دونوں جزوں کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ تمام تنزیہات اور تقدیسات اسی ذات سبحانہٗ کی طرف لوٹتی ہیں۔ اور تمام صفات کمال و جمال بھی اسی ذات عزّ وجل کے لیے ثابت ہیں۔ اور دوسرے کلمے کا حاصل یہ ہے کہ تمام تنزیہات اور تقدیسات اللہ ہی کے لیے ہیں۔ اور عظمت اور کبریا کا اثبات میں اسی ذات عزّ وجل کے لیے ہے۔ اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اس بلند ذات سے نقائص کا مسلوب ہونا صرف اس کی عظمت اور کبریائی کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا دونوں کلمے میزان میں بھاری ہوں گے۔ اور خدا کو پیارے ہیں۔

نیز تسبیح توبہ کی چابی بلکہ اس کا نچوڑ اور اس کا خلاصہ ہے۔ جیسا کہ میں بعض مکاتیب میں اس کی تحقیق کر چکا ہوں۔ تو تسبیح گناہوں کو مٹانے اور خطاؤں کے معاف کرنے کا وسیلہ ہے۔ اس بنا پر بھی یہ میزان میں بھاری ہے۔ اور حسنات کے پلے کو جھکانے والی ہے۔ اور خدا کو پیاری ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ معافی اور درگزر کر پسند کرتا ہے۔

نیز جبکہ تسبیح اور حمد کرنے والے نے اس کی جناب قدس کو اس کی شان کے خلاف چیزوں سے منزہ ظاہر کیا۔ اور اس بلند ذات کے لیے صفات کمال و جمال کو ثابت کیا۔ تو کریم اور بہت عطا کرنے والی ذات جل شانہ سے امید ہے کہ وہ بھی تسبیح کرنے والے کو غیر مناسب باتوں سے پاک اور منزہ کر دے۔ اور حمد کرنے والے میں صفاتِ کمال پیدا کر دے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

Marfat.com

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ط نہیں ہے احسان کا بدلہ مگر احسان کرنا۔

تو لازماً یہ دونوں کلمے میزان میں بھاری ہیں۔ کیونکہ ان کے تکرار کے سبب گناہ مٹتے ہیں۔ اور خدائے رحمان کو پیارے ہیں۔ کیونکہ ان کے واسطے سے اچھے اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔ والسلام

مکتوب نمبر (۳۰۹)

مولانا حاجی محمد فرکتی صادر فرمایا:

دن اور رات کے محاسبہ کے بیان میں جیسا کہ وارد ہوا ہے۔ ''اے لوگو اپنا محاسبہ کرو۔ اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ ہو۔''

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ مشائخ کرام قدس اللہ تعالیٰ تعالیٰ اسرارہم کے ایک گروہ نے محاسبے کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ اور رات کو سونے سے کچھ پہلے اپنے اقوال' افعال اور اپنی روزمرّہ کی حرکات و سکنات کا ملاحظہ کرتے ہیں۔ اور تفصیل کے ساتھ ہر ایک کی حقیقت تک پہنچتے ہیں۔ اپنی تقصیرات اور برائیوں کا تدارک توبہ و استغفار اور التجا و تضرع سے کرتے ہیں۔ اور اپنے نیک اعمال و افعال کو توفیق خداوندی کی طرف لوٹاتے ہوئے خداوند تعالیٰ کی حمد اور اس کے شکر میں مصروف ہوتے ہیں۔ اور صاحب فتوحات مکیہ قدس سرہٗ جو محاسبہ کرنے والے گروہ میں سے ہوا ہے' فرماتا ہے۔ کہ میں اپنے محاسبہ میں دوسرے مشائخ سے آگے ہوں۔ اور میں اپنے دل میں آنے والے خیالات اور اپنی نیتوں کا بھی محاسبہ کرتا ہوں۔

اور فقیر کے نزدیک سو دفعہ کلمہ سبحان اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اکبر سونے سے کچھ پہلے اس طرح پڑھ لینا جس طرح مخبر صادق علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات سے ثابت ہے' محاسبے کا حکم رکھتا ہے اور محاسبے کا کام کرتا ہے۔ گویا کلمہ تسبیح کے تکرار سے جو توبہ کی چابی ہے۔ اپنی کوتاہیوں اور خطاؤں سے بندہ عذر خواہی کرتا ہے۔ اور اس بلند ذات کی جناب قدس کی طرف اس کی خطاؤں کے ارتکاب سے جو کچھ لوٹا تھا' اس کی تنزیہہ اور تقدیس کرتا ہے۔ کیونکہ سیئات (برائیوں) کا مرتکب اگر نیکی کے حکم کرنے والے اور برائی سے روکنے والے خدائے پاک کی عظمت اور کبریائی کو ملحوظ خاطر اور اپنی نظر کے سامنے رکھتا تو ہرگز اس بلند ذات کے حکم کی خلاف ورزی میں جلدی نہ کرتا۔ اور جب اس نے اس کے حکم کی خلاف ورزی میں جلدی کی تو معلوم ہوا کہ اس بلند ذات کی امر و نہی اس مرتکب کے نزدیک کچھ شمار و اعتبار نہیں رکھتی۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔ لہٰذا کلمہ تنزیہہ سے اس کوتاہی کی تلافی کرتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ استغفار میں گناہ کا چھپانا ہوتا ہے۔ اور کلمہ تنزیہہ میں گناہ کی بیخ کنی کا مطالبہ ہے لہٰذا استغفار اور کلمہ تنزیہہ (سبحان اللہ) میں بہت فرق ہے۔ یہ عجیب کلمہ ہے کہ اس کے الفاظ بہت ہی کم ہیں' اور اس

Marfat.com

کے معانی در منافع بہت ہی زیادہ ہیں۔

اور کلمہ تحمید (الحمد للہ) کی تکرار سے خداوند تعالیٰ جل سلطانہٗ کی توفیق کا شکر ادا کرتا ہے۔ اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے۔ اور کلمہ تکبیر (اللہ اکبر) میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس بلند ذات کی جناب پاک اس سے بلند تر ہے کہ یہ عذر خواہی اور یہ شکر اس ذات جل شانہ کے شایانِ شان ہو کیونکہ بندے کی عذر خواہی اور اس کا استغفار خود عذر خواہی بہت زیادہ استغفار کا محتاج ہے۔ اور بندے کا شکر کرنا اور حمد کرنا خود اس کی اپنی ذات کی طرف لوٹتا ہے۔

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَo	پاک ہے تیرا رب عزت والا ان باتوں سے جو وہ کرتے ہیں اور تمام مرسلین پر سلامتی کا نزول ہوتا رہے۔ اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کیلئے ہیں۔

محاسبہ کرنے والے حضرات استغفار و شکر پر کفایت کرتے ہیں۔ اور ان کلمات قدسیہ سے استغفار کا کام بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اور شکر کی بجا آوری بھی ہو جاتی ہے۔ اور استغفار و شکر کے ناقص ہونے کے اظہار کا اشارہ بھی میسر آ جاتا ہے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم o و صلی اللہ تعالیٰ سیدنا محمد و علی اٰلہ و صحبہ الطاہرین و سلم و بارک علیہ و علیھم اجمعین o

مکتوب نمبر (۳۱۰)

مولانا محمد ہاشم کی طرف صادر فرمایا:

انسان کی جامعیت اور اس مقام سے متعلق بعض پوشیدہ اسرار اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ انسان میں جو بھی کمالات ہیں سب کے سب مرتبہ وجوب تعالیٰ و تقدس سے مستفاد ہیں۔ اگر علم ہے تو وہ بھی اس مرتبہ کے علم سے مستفاد ہے۔ اگر قدرت ہے تو وہ بھی اس مرتبہ کی قدرت سے ماخوذ ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ لیکن ہر مرتبے کا کمال اس مرتبہ کے اندازہ کے مطابق ہے۔ انسان کا علم واجب تعالیٰ و تقدس کے سامنے مردے کا حکم رکھتا ہے جو زندہ کی نسبت جو حیات ابدی پا چکا ہو لاشے محض ہے۔ اسی طرح انسان کی قدرت واجب تعالیٰ و تقدس کی قدرت کے سامنے عنکبوت کا حکم رکھتی ہے۔ جو اپنے جال سے مکان بنائے اس شخص کے مقابلے میں جس کی ایک پھونک سے سب آسمان زمینیں پہاڑ اور سمندر پارہ پارہ۔ اور ریزہ ریزہ ہو

Marfat.com

جائیں۔ دوسرے کمالات کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔ یہ مذکورہ فرق تنگی عبارت کے باعث بیان کیا جاتا ہے۔ ورنہ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

تو انسان کے کمالات مرتبہ وجوب تعالیٰ و تقدس کے کمالات کی صورت کی مانند ہیں۔ اور ان کمالات نے اس مرتبہ کے کمالات سے مشارکت سے زیادہ کچھ نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ فرمایا گیا:

اِنَّ[1] اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔

اور **من عرف نفسه فقد عرف ربّه** کا معنیٰ بھی اس بیان سے واضح ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جو کچھ نفس انسانی۔ میں ہے اگر چہ صورت ہے لیکن وہی ہے جس کی حقیقت مرتبہ وجوب تعالیٰ و تقدس میں حاصل ہے۔ یہاں سے انسان کی خلافت کا راز معلوم کرلو۔ کیونکہ شے کی صورت شے کا خلیفہ ہوتی ہے۔

اس مقام میں بے دین لوگوں اور خدا کو جسم ماننے والے گروہ نے گمان کیا ہے کہ خدائے عزوجل سلطانہ' صورت انسان پر ہے۔ اور اپنی بے عقلی سے خدائے تعالیٰ کے لیے بھی ان لوگوں نے انسانی قوتیں اور اعضاء ثابت کیے ہیں۔ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ ان گمراہوں نے یہ نہ جانا کہ صورت و مثل کا اطلاق تشبیہ اور تمثیل کے قبیلہ سے ہے۔ بر سبیل تحقیق و تثبیت نہیں کیونکہ اس صورت کی حقیقت ترکیب چاہتی ہے۔ اور تبعض و تجزی کی خواہاں ہے۔ جو منافی وجوب اور مانع قدم ہے۔ متشابہات قرآن بھی ظاہری معنوں پر نہیں بلکہ تاویل پر محمول ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ط اور نہیں جانتا ان کی تاویل کو مگر اللہ۔

یعنی ان متشابہات کی تاویل اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ تو معلوم ہوا کہ متشابہات خدائے جل و علا کے نزدیک بھی تاویل پر محمول ہیں۔ ظاہری معنی پر محمول نہیں۔

اور علمائے راسخین کو بھی اس تاویل کے علم سے حصہ عطا فرماتے ہیں۔ جس طرح علم غیب پر جو اس ذات سبحانہٗ کے ساتھ خاص ہے' خاص رسولوں کو مطلع فرماتا ہے۔ اس تاویل کے متعلق یہ خیال نہ کرنا کہ وہ ید کی قدرت کے ساتھ تاویل کی طرح ہے۔ یا وجہ کی ذات کے ساتھ' تاویل کے مانند ہے۔ اس طرح نہیں ہے۔ بلکہ وہ تاویل اسرار میں سے ہے جس کا علم اخص خواص کو عطا فرماتے ہیں۔

---

[1] اس حدیث کے معنی کی وضاحت کے لیے جلد اوّل کے مکتوب ۹۵ کے حاشیہ کا مطالعہ کریں۔

[1] سورۃ آل عمران' پارہ تلک الرسل۔

[2] چنانچہ جن میں فرمایا گیا: (بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

جاننا چاہیے کہ صاحب فتوحات مکیہ اور اس کے پیروکار کہتے ہیں کہ جس طرح واجب تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کا عین ہیں۔ اسی طرح آپس میں بھی ایک دوسرے کا عین ہیں۔ مثلاً علم جس طرح اس کی ذات کا عین ہے' اس کی قدرت کا بھی عین ہے۔ اور ارادے اور سمع اور بصر کا بھی یہی حال ہے۔ اسی طرح باقی صفات۔ یہ بات فقیر کے نزدیک صواب اور درستی سے دور ہے۔ اس لیے کہ یہ قول صفات زائدہ کی نفی پر مبنی ہے۔ اور صفات زائدہ کی نفی مذہب اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے۔ کیونکہ صفات ثمانیہ (۸) یا سبعہ (۷) ان بزرگوں کی آراء کے مطابق خارج میں موجود ہیں۔ شاید انہیں واجب تعالیٰ کی ذات وصفات کی عینیت کا وہم اس سے پیدا ہوا ہے کہ انہوں نے ذات وصفات واجب تعالیٰ کے مقام کی تغائر وتبائن کو ممکنات کے تغائر وتبائن کی طرح خیال کیا ہے۔ اور جب انہوں نے اُسے ممکنات کی ذات وصفات کے تغائر وتبائن کی طرح نہ پایا اور اس کے (ذات وصفات واجب) تمائز کو اس تمائز کے مشابہ نہ دیکھا تو خواہ مخواہ انہوں نے تغائر وتمائز کی نفی کر دی۔ اور ایک دوسرے کی عینیت کے قائل ہو گئے۔ انہوں نے یہ نہ جانا کہ اُس محل کا تغایر وتبائن واجب تعالیٰ کی ذات وصفات کی طرح

(بقیہ حاشیہ)

عالم الغیب فلا یُظہرُ علی غیبہ احدہ الا من ارتضی من رسول ط

یعنی اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے غیب کا' تو نہیں واقف کرتا اپنے خاص غیب پر کسی کو مگر جسے پسند کرتا ہے۔ رسولوں میں سے۔

سورۃ آل عمران' پارہ لن تنالوا البر میں فرمایا:

وما کان اللّٰہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللّٰہ یجتبی من رُسلہٖ مَن یشاء ط

اللہ کی یہ شان نہیں کہ تم غیب پر مطلع کرے مگر وہ چن لیا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے۔

سورۃ النساء' پارہ والمحصنات میں فرمایا:

و علمک مالم تکن تعلم ط

اور سکھا دیا اللہ نے تجھے اے نبی جو کچھ تو نہ جانتا تھا۔

مختصر یہ کہ یہ مسئلہ متعدد آیات قرآنی اور بے شمار احادیث صحیحہ سے پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام خاص کر نبی اکرم ﷺ یہ عطائے الٰہی غیب جانتے تھے۔ انبیاء کے علم غیب عطائی کا انکار آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ کا انکار ہے۔ اور جن آیات یا احادیث میں غیر خدا کے لیے علم غیب کی نفی کی گئی ہے۔ وہ علم غیب ذاتی اور استقلالی کی نفی ہے۔ عطائی کی نفی نہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ' بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے اس مکتوب میں اور بعض دوسرے مکاتیب میں اس کی تصریح کی ہے۔ اگر اس مسئلہ کی مزید تحقیق و تفصیل مطلوب ہو تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ' کی کتاب الدولۃ المکیہ' خالص الاعتقاد رسالہ انباء المصطفیٰ اور صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الکلمۃ العلیا اور رسالہ نجم الرحمٰن وغیرہ کا مطالعہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کمالات کی تصدیق اور ان کی عظمت و بزرگی کی سعادت سے سب کو سرفراز فرمائے۔ اور ضد و عناد اور بدعقیدگی سے بچائے۔ مترجم غفرلہ۔

Marfat.com

بے مثل و بے کیف ہے۔ اور اس تمائز کو اس تمائز کے ساتھ کچھ نسبت نہیں۔ مگر صرف صورت اور نام میں۔ پس اس مقام میں تباین و تمائز موجود ہے۔ لیکن ہم اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ نہ یہ کہ جس چیز کا ہم ادراک نہ کرسکیں اس کی نفی کردیں۔ اور اہل حق کے مخالف ہوجائیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مکتوب نمبر (۳۱۱)

مظہر فیض الٰہی اور منظر اسرار نامتناہی مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا:

بطور رمز و اشارہ پوشیدہ اسرار نادر حقائق کے بیان میں۔

یہ اسرار حروف مقطعات سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو قرآنی متشابہات ہیں۔ کہ علمائے راسخین کو ان کی تاویل پر آگاہ کیا گیا ہے۔

ہائے دو چشمی است مربّی ما ہم چو الف رب حبیب خُدا
لام مربی خلیل اللہ است میم زتدبیر کلیم آگہ است!

حضرت کلیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاروبار کے مبداء الف کی حقیقت ہے۔ اور اس فقیر کے معاملے کا مبداء بھی وراثت اور تبعیت کے طور پر یہی حقیقت الف ہے۔ لیکن حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا رجوع حقیقت میم کی طرف ہے۔ اور اس فقیر کا رجوع ہائے دو چشمی کی حقیقت کی طرف۔ اس وقت میرا مرجع اور میری پناہ یہی ہا کی حقیقت ہے۔ یہ حقیقت وہی ہے کہ جسے غیب ہویت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور یہ حقیقت رحمت کا خزانہ ہے۔ ایک رحمت جو دنیا میں پھیلائی گئی ہے۔ اور ۹۹ رحمتیں جو آخرت کے لیے بطور ذخیرہ امانت کے طور پر رکھی گئی ہیں۔ ان سب کی یہی حقیقت ہے۔ گویا اس مخزن رحمت کا ایک چشمہ دنیا ہے۔ اور خزانہ رحمت کا دوسرا چشمہ آخرت ہے۔ ارحم الراحمین کی صفت اسی حقیقت سے پھوٹتی ہے۔ آخرت میں صرف جمال کا ظہور ہے۔ جس کی طرف جلال کے شائبے نے بھی راہ نہیں پائی۔ دنیا میں دوستوں کو محنت اور غم کی قسم سے جو بھی دیتے ہیں۔ جلال کی صورت میں جمال کی تربیت ہی ظاہر ہوئی ہے۔ اور دنیا میں دشمنوں کو نعمت اور سرور کی جنس سے جو کچھ دیتے ہیں وہ دراصل جمال کی صورت میں جلال کر ظاہر کیا گیا ہے۔ یہی اللہ جل جلالہ کی خفیہ تدبیر ہے۔ جس کے ساتھ بہت لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہت کم ہدایت کرتا ہے۔

اور حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے کاروبار کا مبداء وہ حقیقت ہے۔ جو الف کی حقیقت سے اوپر ہے۔ اور اسی طرح حضرت خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبداء بھی وہی فوقانی حقیقت ہے۔

---

۱ (۱) دو چشمی ہائے ہماری مربی ہے۔ جس طرح الف حبیب خدا کا مربی ہے۔
(۲) لام حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا مربی ہے۔ اور میم کلیم اللہ کی تدبیر سے آگاہ ہے۔

Marfat.com

غایت مافی الباب یہ ہے کہ حضرت خاتم الرسل کی حقیقت کا مبداء اس حقیقت کا اجمال ہے۔ اور حضرت خلیل کی حقیقت کا مبداء اس حقیقت کی تفصیل ہے۔ علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات اتمہا واکملہا۔ اور حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کا رجوع حقیقت الف کی طرح ہے۔ اور حضرت خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کا رجوع حقیقت لام کی طرح۔ ہاں اجمال کی وحدت کے ساتھ بہت زیادہ مناسبت ہے۔ اس بنا پر لازماً الف کی طرف رجوع میسر آیا۔ جو وحدت کے قریب ہے۔ اور تفصیل کثرت کے ساتھ زیادہ تر مناسب رکھتی ہے۔ اس لیے اس کا رجوع لازماً لام کی طرف ہے۔ جو کثرت کے نزدیک ہے اسی بنا پر انہیں کثرت کے ساتھ مناسبت حاصل ہوئی۔

پس حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام مبتداء میں بھی کثیر البرکت ہیں۔ اور معاد اور مرجع میں بھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام وہ صلوٰۃ اور برکت جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی صلوٰۃ وبرکت کی طرح ہو اللہ سے اس کی درخواست کرتے ہیں۔ اور اللہ کے اسماء میں کہ ان کا رُتبہ رُتبہ صفات سے اوپر ہے۔ حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کا رب اسم مبارک اللہ ہے۔ تعالیٰ شانہٗ اور اس حقیر کا ربّ اسم مبارک الرحمٰن ہے۔ جل وعلا۔ اور جب اس حقیر کو مبدائیت میں حضرت کلیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت ہے تو لازماً حضرت کلیم سے بہت سی برکات اس حقیر کو پہنچتی ہیں۔ اگرچہ اس حقیر کی ولایت موسوی ولایت نہیں ہے۔ تاہم اس ولایت کی برکات سے پُر ہے۔ اور بہت سی ترقیات اس راہ سے حاصل کی ہیں۔ اس حقیر نے اس ولایت سے جو استفادہ کیا ہے۔ اس ولایت کے راہ اجمال سے کیا ہے۔ اور میرے فرزند کلاں (خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ) علیہ الرحمۃ نے اس ولایت سے تفصیلاً استفادہ کیا ہے۔ اس فقیر کی ولایت جو ولایت موسوی سے مستفاد ہے۔ اُس ولایت کے مشابہ ہے جو آلِ فرعون کے رُجلِ مومن کو حاصل تھی۔ اور میرے فرزند علیہ الرحمۃ کی ولایت فرعون کے جادوگروں کی ولایت کے مشابہ ہے۔ جو ایمان لائے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر (۳۱۲)

میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا:

ان کے سوالات کے جواب میں جو انہوں نے پوچھے تھے۔ اور ان میں سے ایک سوال التحیات میں انگلی شہادت اٹھانے کی تحقیق ہے اور اس امر کا بیان ہے کہ اس بارے میں علمائے حنفیہ کا مختار مذہب کیا ہے؟

الحمد للہ ربّ العلمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّد المرسلین و علیٰ اخوانہٖ من الانبیاء والمرسلین والملٰئکۃ المقربین وعلیٰ عباد اللہ الصلحین اجمعین۔

Marfat.com

آپ نے جو مکتوب شریف ملا محمود کے ہاتھ روانہ کیا تھا' موصول ہوا۔ اور بہت خوشی کا باعث ہوا۔

آپ نے پوچھا تھا۔ کہ علما فرماتے ہیں' کہ روضہ متبرکہ مدینہ منورہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی زمین مکہ معظمہ سے زیادہ افضل ہے۔ صورت اور حقیقت کعبہ معظمہ۔ صورت و حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کا مسجود ہونے کے باوجود روضہ متبرکہ کی زمین کیسے افضل ہوسکتی ہے۔ مخدوم گرامی! جو چیز فقیر کے نزدیک ثابت ہے' یہ ہے۔ کہ تمام جگہوں سے افضل جگہ' کعبہ معظمہ ہے۔ اس کے بعد روضہ مقدسہ۔ مدینہ پاک علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ۔ اس کے بعد مکہ شریف کی زمین حرم (اللہ تعالیٰ اسے آفات سے محفوظ رکھے) علمائے نے اگر روضہ متبرکہ کو کعبہ معظمہ سے افضل کہا ہے تو اس سے انکی مراد کعبہ مقدسہ کی زمین کے علاوہ مکہ معظمہ کی زمین ہوگی۔

نیز آپ نے اشارہ سبابہ کے اشارے کے جواز کے متعلق مولانا علم اللہ کا لکھا ہوا رسالہ بھیجا ہے۔ اس بارے میں آپ کی طرف سے کیا حکم ہے؟

مخدوم گرامی! احادیث نبوی علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام' جواز اشارہ سبابہ کے باب میں بہت وارد ہوئی ہیں۔ اور اس باب میں فقہ حنفی کی بھی بعض روایات آئی ہیں۔ جیسا کہ مولانا نے رسالے میں ان کا ذکر کیا ہے۔ اور جب فقہ حنفی کی کتابوں میں اچھی طرح مطالعہ کیا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ جواز اشارہ کی روایت اصول کے غیر اور ظاہر مذہب کے بھی غیر ہیں۔

اور وہ جو امام محمد شیبانی نے کہا ہے' کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انگلی شہادت سے اشارہ کرتے تھے۔ اور ہم بھی اس طرح کرتے ہیں۔ جس طرح حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کرتے تھے"

پھر امام محمد نے فرمایا:

"یہی میرا قول اور ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے"

روایات نوادر میں سے ہے نہ روایات اصول میں سے۔

فتاوہ غرائب میں ہے کہ محیط میں لکھا ہے۔ کیا نمازا اپنے دائیں ہاتھ کی انگشت سبابہ سے اشارہ کرے؟ امام محمد نے اصل (مبسوط) میں اس مسئلے کا ذکر نہیں کیا۔

اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں۔ اشارہ نہ کریں اور بعض کہتے ہیں کہ کریں۔ اور امام محمد نے غیر روایت اصول میں ایک حدیث ذکر کی ہے۔ کہ حضور ﷺ اشارہ کرتے تھے پھر امام محمد نے اس بارے میں فرمایا۔ یہی میرا اور ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔

اور کہا گیا ہے' کہ اشارہ سنت ہے۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ مستحب ہے۔ پھر فتاوئ غریب والے نے فرمایا۔

Marfat.com

یہ وہ ہے جو علما نے ذکر کیا۔ اور صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے۔

اور فتاویٰ سراجیہ میں ہے۔ اور مکروہ ہے کہ نماز میں ''اشھد ان لا الہ الا اللہ'' پر انگشت سبابہ سے اشارہ کریں۔ یہی مختار مذہب ہے۔

اور کبریٰ میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ کیونکہ نماز کی بنا سکون اور وقار پر ہے۔ اور فتاویٰ غیاثیہ میں ہے کہ تشہد کے وقت انگشت سبابہ سے اشارہ نہ کریں۔ یہی مختار ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔

اور جامع الرموز میں ہے۔ نہ تو اشارہ کرے۔ اور نہ گرہ لگائے۔ اور ہمارے اصحاب کا یہی ظاہر اصول ہے۔ جیسا کہ زاہدی میں ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ جیسا کہ مضمرات اور ولوالجی اور خلاصہ وغیرہ میں ہے۔ اور ہمارے اصحاب سے منقول ہے۔ کہ وہ سنت ہے۔ خزانۃ الروایت میں تاتارخانیہ سے ایسا ہی آیا ہے۔ پھر جب تشہد شروع کرے۔ اور کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پر پہنچے تو آیا دائیں ہاتھ کی انگشت سبابہ سے اشارہ کرے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے۔ کچھ کہتے ہیں کہ اشارہ نہ کریں۔ اور کبریٰ میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اشارہ کرے۔ اور غیاثیہ میں ہے اور نہ اشارہ کرے۔ انگشت سبابہ کے ساتھ تشہد کے وقت۔ یہی مختار ہے۔

جب کہ معتبر روایات میں اشارے کی حرمت واقع ہو چکی ہے اور اشارے کے مکروہ ہونے پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ اشارہ اور گرہ لگانے سے علما روکتے ہیں۔ اور اسے اپنے اصحاب کا ظاہر اصول بتاتے ہیں۔ تو ہم مقلدوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ احادیث کے مقتضا کے مطابق عمل کر کے اشارہ کرنے کی جرأت کریں۔ اور اس قدر علما اور مجتہدین کے فتووں کے باوجود ایک حرام اور مکروہ اور ممنوع کام کا ارتکاب[1] کریں۔

حنفیہ میں سے اشارہ سبابہ کا ارتکاب کرنے والا دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو ان علمائے مجتہدین کے لیے جواز اشارہ میں معروف احادیث کا علم تسلیم نہیں کرتا۔ یا ان کو ان احادیث کا عالم جانتا ہے۔ لیکن ان بزرگوں کے لیے ان احادیث کے مطابق عمل جائز تسلیم نہیں کرتا۔ اور یہ خیال کرتا ہے کہ ان بزرگوں نے اپنے خیالات کے مطابق احادیث کے خلاف حرمت اور کراہت کا حکم صادر فرمایا ہے۔ یہ دونوں شقیں فاسد ہیں۔ انہیں وہی فاسد قرار دے گا جو بے وقوف ہو یا ضدی اور ترغیب الصلوٰۃ میں جو لکھا ہے کہ تشہد میں انگلی شہادت اُٹھانا علمائے متقدمین کی سنت ہے۔ لیکن متاخرین علما نے اس سے روکا ہے۔ اس وجہ سے کہ جب رافضیوں نے اس میں غلو کیا تو سنیوں نے ترک کر دیا۔ سُنی پر رافضی ہونے کی تہمت کو دُور کرنے کے لیے اسے ترک کرنا معتبر کتابوں کی روایت

---

[1] حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس بیان سے صاف واضح ہے کہ آپ تقلید میں نہایت پختہ اور راسخ تھے جو لوگ آپ کی طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں۔ کہ آپ مسئلہ تقلید میں راسخ نہیں تھے۔ بلکہ آزادی پسند تھے۔ انہیں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کی اس عبارت کو بار بار پڑھنا چاہیے۔ اور اس الزام سے باز رہنا چاہیے۔

Marfat.com

کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ ہمارے اصحاب کا ظاہر اصول عدم اشارہ اور عدم عقد ہے۔ تو عدم اشارہ علمائے متقدمین کی سنت ہوئی۔ اور وجہ ترک نفی تہمت نہ قرار پائی۔ ان اکابر کے ساتھ ہمارا حسن ظن یہ ہے کہ اس باب میں جب تک ان پر حرمت یا کراہت کی دلیل ظاہر نہیں ہوئی۔ حرمت یا کراہت کا انہوں نے حکم نہیں لگایا۔ جب کہ اشارے کے سنت اور مستحب ہونے کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں:

هٰذَا مَا ذَكَرُوْا وَالصَّحِيْحُ اَنَّ الْاِشَارَةَ حَرَامٌ۔ یعنی یہ وہ ہے جو علما نے بیان کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اشارے کی سنیت اور استحباب کے دلائل ان بزرگوں کے نزدیک درجہ صحت کو نہیں پہنچے۔ بلکہ اس کے خلاف ثابت ہوا ہے۔ غایت مافی الباب ہمیں اس دلیل کا علم نہیں ہے اور یہ معنی اکابر میں کسی عیب کو مستلزم نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص کہے کہ ہم اس دلیل کے خلاف علم رکھتے ہیں۔ تو ہم کہیں گے کہ حلّت وحرمت کے اثبات میں مقلد کا علم معتبر نہیں ہے۔ بلکہ اس باب میں مجتہد کے ظن کا اعتبار ہے۔ مجتہدین کے دلائل کو خانہ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور کہنا بہت جرأت ہے۔ اور اپنے علم کو ان اکابر کے علم پر ترجیح دینا اور اصحاب حنفیہ کے ظاہر اصول کو باطل قرار دینا اور روایات معتبرہ مفتیٰ بہا کو درہم برہم کرنے اور شاذ کہنے کے مترادف ہے یہ اکابر احادیث کو قرب زمانہ نبوی زیادتی علم اور ورع وتقویٰ سے آراستہ ہونے کی وجہ سے ہم دُور افتادوں سے بہتر جانتے تھے۔ اور احادیث کی صحت وسقم اور اُن کے نسخ وعدم نسخ کو ہم سے زیادہ پہچانتے تھے۔ انہیں ضرور کوئی معتبر دلیل ملی ہوگی۔ تب ہی انہوں نے ان احادیث علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مقتضی کے موافق عمل نہیں کیا۔ ہم کم ہم اس قدر سمجھتے ہیں۔ کہ کیفیت اشارہ وعقد کی احادیث کے راوی آپس میں بہت مختلف ہیں۔ اور ان کے کثرت اختلاف نے نفس اشارہ میں ہی اضطراب پیدا کر دیا ہے چنانچہ بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نے اشارہ بغیر گروہ کے فرمایا ہے۔ اور جو عقد کے متعلق کہتے ہیں تو ان میں سے بھی بعض روایت کرتے ہیں۔ کہ ترپن (۵۳) کا عقد تھا۔ اور بعض دوسرے روایت کرتے ہیں کہ تیئس (۲۳) کا عقد تھا۔ اور بعض نے خنصر (چھینگلیا) اور اس کے ساتھ والی انگلی کے بند کرنے اور انگوٹھے کا درمیانی انگلی کے ساتھ حلقہ بنا کر اشارہ سبابہ کی روایت کی۔ اور ایک روایت میں صرف انگوٹھے کو درمیانی اُنگلی پر رکھ دینے کو ہی اشارہ قرار دے دیا گیا۔ اور ایک روایت میں آیا ہے۔ کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھ کر اور بائیں ہاتھ کو دائیں پاؤں پر رکھ کر اشارہ کرتے تھے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ۔ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی پشت پر اور پہنچے کو پہنچے پر اور کلائی کو کلائی پر رکھ کر اشارہ کرتے تھے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ تمام انگلیوں کو بند کر کے اشارہ کرتے تھے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اشارہ انگشت سبابہ کو حرکت دینے کے بغیر ہوتا تھا۔ اور بعض دوسری روایات حرکت کے ساتھ اشارے کا اثبات کرتی

Marfat.com

ہیں۔ نیز بعض روایات میں واقع ہوا ہے۔ کہ تشہد پڑھنے کے وقت اشارہ فرماتے تھے۔ لیکن کس لفظ پر اشارہ فرماتے تھے۔ اس کا کوئی تعین نہیں۔ اور بعض دوسری احادیث میں آیا ہے کہ اشارہ کلمہ شہادت پڑھنے کے وقت ہوتا تھا۔ اور بعض دوسری روایات میں وقت دعا سے مقید کیا گیا ہے۔ جب کہ آپ فرماتے تھے۔

یَامُقَلِّبَ الْقُلُوْب ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ۔ یعنی اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔

اور جب کہ علمائے حنفیہ نے اشارہ کے بجالانے میں راویوں کے اضطراب واختلاف کو دیکھا۔ تو نماز میں ایک زائد فعل خلاف قیاس کو ثابت نہیں کیا۔ کیونکہ نماز کی بنا سکون ووقار پر ہے۔ نیز حتی الامکان انگلیوں کو جانب قبلہ کی طرف رکھنا سنت ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

فَلْیُوَجِّہ مِنْ اَعْضَائِہِ الْقِبْلَۃَ مَا اسْتَطَاعَ۔ نمازی کو چاہیے کہ اپنی استطاعت کے مطابق اپنے اعضا کو قبلے کی طرف پھیر لے۔

اگر یہ کہیں کہ اختلاف اس وقت اضطراب پیدا کرتا ہے۔ جبکہ درمیان میں موافقت ممکن نہ ہو۔ اور اس مسئلہ میں موافقت ممکن ہے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے۔ کہ تمام روایات کو اوقات مختلفہ میں کیا ہو۔ تو ہم جواب میں کہیں گے۔ کہ بہت سی روایت میں لفظ کَانَ واقع ہوا ہے۔ جو غیر مناطقہ کے نزدیک حروف کلیہ میں سے ہے۔ لہٰذا موافقت ممکن نہیں۔

اور وہ جو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ''اگر کوئی حدیث میرے قول کے مخالف پاؤ تو میرے قول کو چھوڑ دو۔ اور حدیث پر عمل کرو۔'' تو اس حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جو حضرت امام کو نہ پہنچی ہو۔ اور اس حدیث کو نہ جاننے کی بنا پر اس کے خلاف حکم فرمایا ہے۔ اور اشارے کی احادیث اس قبیلہ سے نہیں۔ اور مشہور احادیث ہیں۔ اور نہ جاننے کا احتمال نہیں۔

سوال: اگر کہیں کہ علمائے حنفیہ نے جواز اشارہ کا فتویٰ دیا ہے۔ لہٰذا متعارض فتاویٰ کے مطابق جس بات پر بھی عمل کرلیا جائے جائز ہے؟

جواب: ہم کہتے ہیں کہ اگر جواز اور عدم جواز اور حلت وحرمت میں تعارض واقع ہو تو تعارض کی صورت میں ترجیح عدم جواز اور جانب کو ہوتی ہے۔ نیز شیخ ابن ہمام نے رفع یدین کی بحث میں فرمایا ہے۔ کہ رفع اور عدم رفع کی احادیث متعارض ہیں۔ ہم قیاس کے ساتھ عدم رفع کی احادیث کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ نماز کی بنا سکون اور خشوع پر ہے۔ جو بالاجماع مطلوب اور پسندیدہ ہے۔

اور شیخ ابن ہمام پر تعجب ہے کہ اس نے کہا۔ کہ بہت سے مشائخ سے عدم اشارہ منقول ہے۔ لیکن وہ روایت اور روایت کے خلاف ہے' کہ ابن ہمام نے علمائے مجتہدین کی طرف جاہل ہونے کی کس طرح نسبت

Marfat.com

کردی۔ حالاں کہ وہ قیاس سے دلیل لارہے ہیں۔ جو شرع کا چوتھا اصل ہے۔ اور وہ حنفیہ کے نزدیک ظاہر مذہب اور ظاہر روایت ہے۔ حالانکہ اسی شیخ نے قلتین کی حدیث کو راویوں کے کثرتِ اختلاف سے حاصل ہونے والے اضطراب کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

میرے فرزند ارشد محمد سعید اس بات میں ایک رسالہ لکھ رہے ہیں۔ تیار ہونے پر ان شاء اللہ تعالیٰ ارسال کیا جائے گا۔

نیز آپ نے پوچھا تھا' کہ ہمارے طریقہ کے طالب ہر طرف سے جمع ہو چکے ہیں۔ کسی بھی مقام پر جرأت نہیں کی۔ اور کسی سے نہیں کہا۔ کہ سر حلقہ بنیں۔ جو اشارہ ہو۔ اور جسے اُس کام کے مناسب جانئیں تو فرمادیں کہ سر حلقہ جماعت بن جائے تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ کام تمہاری صواب دید کے سپرد ہے۔ استخارہ اور توجہ کے بعد حکم فرمادیں۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى مَنْ لَّدَيْكُمْ۔

مکتوب نمبر (۳۱۳)

خواجہ محمد ہاشم کی طرف صادر فرمایا:

اس کے ان سوالات کے حل میں۔ جو اس نے لکھے تھے:

سوال ۱: کیا صحابہ کرام کے کمالات فنا و بقا اور سلوک و جذبہ کے ساتھ وابستہ تھے یا نہیں؟

سوال ۲: یہ ہے کہ بلند مرتبہ طریقہ نقشبندیہ میں ریاضتوں سے منع کرتے ہیں۔ اور نقصان دہ جانتے ہیں۔ حالانکہ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے ریاضات شاقہ برداشت کیں؟

سوال ۳: یہ طریقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف کیوں منسوب ہے؟

سوال ۴: ایک مکتوب میں آپ نے لکھا ہے کہ طالب کو ولایت موسوی سے ولایت محمدی کی طرف تصرف سے نہیں لایا جا سکتا۔ اور دوسرے مکتوب میں آپ نے فرمایا کہ اے محمد ہاشم میں تمہیں ولایت موسوی سے ولایت محمدی کی طرف لایا ہوں۔ ان دو متضاد باتوں میں کیسے موافقت ہو سکتی ہے؟

سوال ۵: کُرتہ پیش چاک پہننا چاہیے۔ یا وہ کُرتہ جس کا چاک سینے کی طرف نہ ہو۔ بلکہ حلقہ گریبان ہو؟

سوال ۶: نفی و اثبات کی توجہ۔ احدیت کی توجہ کے ساتھ کیسے جمع ہو سکتی ہے؟

سوال ۷: جب نفی و اثبات کا ذکر دل سے کیا جائے۔ تو لا کو اوپر کی طرف کیوں لے جاتے ہیں اور اللہ کو دائیں جانب کیوں لاتے ہیں؟

اور اس مکتوب کے آخر میں پیر کے آداب کی رعایت کا بیان فرمایا ہے۔ اور فرمایا کہ مکتوبات شریف کے اس دفتر اوّل کو اسی مکتوب پر ختم کریں۔ اور تین سو تیرہ کے عدد کی رعایت کریں۔ کیونکہ یہ عدد پیغمبران مرسل علیہم

Marfat.com

الصلوٰۃ والتسلیمات اور اہل بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے عدد کے موافق ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اس مکتوب کے خاتمہ میں مخدوم زادہ کلاں (خواجہ محمد صادق) علیہ الرحمۃ والمغفر ان نے جو عرض داشتیں لکھی ہیں۔ لکھ دیں تا کہ انہیں پڑھنے والے دعا اور فاتحہ میں انہیں بھی یاد رکھیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

بعد الحمد والصلوٰۃ و تبلیغ الدعوات۔ برادرم جناب خواجہ محمد ہاشم پر واضح ہو۔ کہ وہ سوالات جن کے حل کا مطالبہ آپ نے میر سید محب اللہ کے مکتوب میں کیا ہے۔ ان کے جواب میں جو کچھ معلوم تھا لکھ کر بھیج دیا گیا ہے۔

سوال اوّل کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ قرب الٰہی جل سلطانہٗ فنافی اللہ و بقا باللہ اور تمام مقامات جذبہ و سلوک کے طے کرنے کے مطابق ہے۔ صحابہ کرام حضرت خیر الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی ایک ہی صحبت سے اولیائے امت سے افضل ہو گئے۔ آیا انہیں یہ سیر و سلوک اور فنا و بقا اسی ایک صحبت میں میسر آ گیا یا صرف وہ ایک صحبت تمام سیر و سلوک سے افضل تھی۔ دوسرے یہ کہ صحابہ کرام کی فنا و بقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی توجہ اور تصرف کی برکت سے تھی۔ یا صرف اسلام لانے کی وجہ سے۔ نیز انہیں سلوک و جذبہ کا علم حالاً و مقاماً تھا یا نہیں۔ اگر تھا تو اسے کس نام سے تعبیر کرتے تھے۔ اور اگر سلوک و تصوف کا طریقہ نہیں تھا۔ تو پھر اُسے بدعت حسنہ کہنا چاہیے یا نہیں؟

جواب: خواجہ محمد ہاشم جان لیں۔ کہ اس مشکل کا حل صحبت [1] سے وابستہ ہے۔ اور خدمت پر موقوف ہے۔ اس لیے کہ جو بات اس مدت میں کسی نے بیان نہیں کی۔ وہ ایک ہی بار لکھنے سے تمہاری سمجھ میں کیسے آئے گی۔ لیکن چوں کہ آپ نے سوال کیا ہے۔ اس لیے جواب سے چارہ نہیں۔ ضرورتاً اجمال کے طور پر اس کا حل کرتا ہوں۔ کان لگا کر سنیں۔

وہ قرب جو فنا و بقا اور سلوک و جذبہ سے وابستہ ہے، قرب ولایت ہے۔ کہ اولیائے امت اس سے مشرف ہوئے ہیں۔ اور جو قرب صحابہ کرام کو صحبتِ خیر الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام میں میسر آیا، قرب نبوت ہے جو تبعیت اور وراثت کے طور پر انہیں حاصل ہوا۔ اس قرب میں نہ فنا ہے نہ بقا۔ نہ جذبہ ہے اور نہ سلوک۔ اور یہ قرب قرب ولایت سے کئی مرتبے اعلیٰ اور افضل ہے۔ کیونکہ یہ قرب قرب اصالت ہے اور وہ قرب قرب ظلیت دونوں میں بہت فرق ہے۔ لیکن ہر شخص کا فہم اب معرفت کے ادراک تک نہیں پہنچ سکتا۔ نزدیک ہے کہ خواص بھی اس معرفت کے سمجھنے میں عوام کے ساتھ شریک ہوں۔

گر بو علی نوائے قلندر نواختے
صوفی بدے ہر آنکہ بہ عالم قلندر است [2]

---

[1] یعنی مدت دراز تک شیخ کامل مکمل کی صحبت سے مشرف رہنا اور ایسے شیخ کی خدمت بجالانے سے ہی پورے طور پر اس معمہ کا حل معلوم ہو سکتا ہے۔
[2] اگر بو علی قلندرانہ آواز سے نغمہ سرائی کرتا تو جہان میں ہر قلندر صوفی بن جاتا۔

Marfat.com

ہاں اگر قرب نبوت کے کمالات کی بلندی کی طرف قرب ولایت کے راستے سے عروج واقع ہو تو فنا و بقا اور جذبہ وسلوک سے چارہ نہیں۔ کیونکہ یہ اس قرب کے مقدمات اور اسباب ہیں۔ اور اگر اس راہ سے نہ چلے اور شاہرہ قرب نبوت سے گئے ہیں۔ اس لیے وہ جذبہ وسلوک اور فنا و بقا سے سروکار نہیں رکھتے تھے۔ اس معرفت کا بیان میرے اس مکتوب سے جو مولانا امان اللہ کے نام لکھا ہے۔ تلاش کریں۔ اور اس فقیر نے اپنے مکتوبات و رسائل میں جہاں جہاں یہ لکھا ہے' کہ میرا معاملہ سلوک و جذبہ سے وراء اور تجلیات وظہورات سے بھی وراء ہے۔ اس سے یہی قرب مراد ہے۔ میں اپنے خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں تھا کہ اس دولت نے ظہور پایا۔ اس عبارت کے ساتھ حضرت ایشاں کی خدمت میں مَیں نے عرض کیا تھا تو مجھ پر ایک چیز ظاہر ہوئی کہ سیر انفسی اس عمل کی نسبت سیر افاقی کی طرح ہے۔ اس عبارت سے زیادہ اس دولت کی تعبیر کے لیے طاقت نہیں پاتا تھا۔ سالہا سال کے بعد یہ عجیب معاملہ صاف ہوا۔ اور مجمل عبارتوں کے ساتھ تحریر میں لایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ o

پس عبارت فنا و بقا اور جذبہ وسلوک نئی پیدا شدہ اور مشائخ کی ایجاد کردہ چیز ہے۔ مولوی جامی علیہ الرحمۃ نفحات میں لکھتے ہیں۔ کہ سب سے پہلے جس شخص نے فنا و بقا کا لفظ زبان سے نکالا ہے' ابوسعید خراز ہے قدس سرہٗ

سوال دوم کا خلاصہ یہ ہے کہ بلند مرتبہ طریقہ نقشبندیہ میں متابعت سنت کا التزام ہے۔ حالاں کہ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے عجیب ریاضتیں اور شدید قسم کی بھوک برداشت کی۔ اور اس طریقہ میں ریاضتوں سے منع کرتے ہیں۔ بلکہ ریاضتوں کو صورتوں سے تعلق رکھنے والے کشفوں کے ظہور کی وجہ سے مضر جانتے ہیں۔ یہ معاملہ عجیب دکھائی دیتا ہے کہ متابعت سنت میں نقصان کا احتمال کیسے متصور ہو سکتا ہے؟

جواب: اے محبت کے نشانات والے۔ کس نے کہا ہے۔ کہ اس طریقے میں ریاضتیں ممنوع ہیں۔ اور آپ نے کہاں سے سن لیا ہے۔ کہ یہ بزرگ ریاضتوں کو مضر جانتے ہیں۔ اس لیے کہ اس طریقہ میں نسبت کی دوام محافظت' متابعت سنت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کا التزام اور احوال کے پوشیدہ رکھنے میں کوشش' اعتدال کو اختیار کرنا۔ اور خورد ونوش اور لباس وغیرہ میں حد اعتدال کی رعایت' ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ میں سے ہے۔ غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ عوام کالانعام ان امور کو ریاضات میں شمار نہیں کرتے۔ اور مجاہدات میں سے نہیں جانتے۔ ان کے نزدیک ریاضت و مجاہدہ بھوک میں منحصر ہے اور زیادہ بھوکا رہنا ان کی نگاہ میں بہت زیادہ وقعت رکھتا ہے۔ اس لیے کہ ان حیوان نصف لوگوں کے نزدیک کھانا پینا ہی تمام ضروری امور سے زیادہ ضروری ہے۔ اور بڑے مقاصد میں سے ہے۔ تو اس کا چھوڑ دینا ان لوگوں کے نزدیک ریاضت شاقہ اور مجاہدہ شدیدہ متصور ہوتا ہے۔ بخلاف نسبت کی ہمیشہ حفاظت اور متابعت سنت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کی پابندی اور اس طرح کی اور باتوں کی عوام کی نظر میں کوئی قدر و وقعت نہیں۔ اس لیے ان کے ترک کو بُرا جانتے ہوئے ان امور کے حاصل کرنے کو ریاضتیں قرار دیں۔ پس

Marfat.com

اس طریقے کے اکابر پر لازم ہے کہ اپنے احوال کو چھپانے کی کوشش کرتے رہیں۔ اس ریاضت کو ترک کر دیں جو عوام کی نظر میں عظیم القدر ہے۔ اور قبولیت خلق کا باعث اور شہرت کو مستلزم اور اپنے اندر فتنے کو چھپائے ہوئے اور خرابی پیدا کرنے کا باعث ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا ہے:

بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یُشَارَ اِلَیْهِ بِالْاَصَابِعِ فِیْ دِیْنٍ اَوْ دُنْیَا اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ۔

برائی میں سے یہ بات انسان کے لیے کافی ہے کہ انگلیوں سے دین میں یا دنیا میں اس کی طرف کیے جائیں گے۔ مگر وہ جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ (مشکوٰۃ شریف)

فقیر کے نزدیک بہت زیادہ بھوک برداشت کرنا کھانے پینے کی اشیا میں حدِ اعتدال کی رعایت رکھنے کی نسبت زیادہ آسان اور سہل ہے۔ اور یہ فقیر بھی اعتقاد رکھتا ہے کہ حد اعتدال کی رعایت کی ریاضت کثرت جوع کی رعایت سے زیادہ ہے۔

حضرت والد بزرگوار قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں نے علم سلوک میں ایک رسالہ دیکھا ہے جس میں لکھا ہوا تھا۔ کہ کھانے پینے کی اشیا میں اعتدال کی رعایت کرنا اور درمیانی حد کو نگاہ رکھنا مطلوب تک پہنچنے کے لیے کافی ہے۔ اس رعایت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کسی ذکر و فکر کی حاجت نہیں۔ بلاشبہ کھانے پینے اور کپڑوں بلکہ تمام امور میں حد اعتدال اور میانہ روی پر قائم رہنا بہت ہی اچھا ہے۔

نہ[1] چنداں بخور کز دھانت برآید
نہ چنداں کہ از ضعف جانت بر آید

حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چالیس مردوں کی قوت عطا فرمائی تھی اور آپ اس قوت کی وجہ سے سخت بھوک کو برداشت کر لیتے تھے۔ اور صحابہ کرام بھی خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی صحبت کی برکت سے اس بوجھ کو اٹھا لیتے تھے۔ اور ان کے اعمال و افعال میں کس قسم کی سستی اور خلل واقع نہیں ہوتا تھا۔ اس طرح کی شدید بھوک کے باوجود دشمنوں کے خلاف جنگ کرنے کی ایسی قدرت رکھتے تھے۔ کہ پیٹ بھر کر کھانے والے اس کے دسویں حصے کو نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اسی لیے یہ بات تھی۔ کہ صبر کرنیوالے بیس (۲۰) صحابہ دو (۲) سو پر غالب آئے تھے۔

اور غیر صحابہ میں سے بھوک کی مشقت اٹھانے والے نزدیک ہے۔ کہ سنتیں اور مستحبات ادا کرنے سے

[1] نہ اتنا زیادہ کھا کہ منہ سے باہر آنے لگے۔ اور نہ اتنا کم کہ کمزوری سے جان ہی نکل جائے۔
[2] جیسا کہ سورہ انفال میں ہے۔ ترجمہ: اے مومنو! اگر تم میں سے صبر کرنے والے بیس آدمی ہوں گے تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے۔ اور اگر تم میں سے ایک سو ہوں گے تو وہ دو ہزار کافروں پر غالب آئیں گے۔

Marfat.com

بھی عاجز ہیں۔ بلکہ بسا اوقات یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بمشکل ادائے فرائض سے عہدہ برآ ہوں قدرت کے بغیر اس بارے میں صحابہ کرام کی تقلید کرنا دراصل سنتوں اور فرائض کی ادائیگی سے اپنے آپ کو عاجز کرتا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی تقلید میں صوم وصال[1] اختیار فرمایا۔ اور ضعف و کمزوری سے بے اختیار زمین پر گر پڑے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بطور اعتراض فرمایا تم میں سے میری مثل کون ہو سکتا ہے۔ میں رات کو اپنے پروردگار کے پاس ہوتا ہوں۔ کھانا پینا وہاں کھاتا ہوں۔ تو آپ نے قدرت کے بغیر تقلید کرنا اچھا قرار نہ دیا۔

نیز صحابہ کرام حضرت خیر الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی برکت سے کثرت بھوک کے خفیہ نقصانات سے محفوظ اور مامون تھے۔ اور دوسروں کو یہ حفظ وامن میسر نہیں ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ کثرت جوع (بھوک) بے شک صفائی بخش ہے۔ ایک گروہ کو قلب کی صفائی حاصل ہوتی ہے۔ اور دوسرے گروہوں کو نفس کی صفائی۔ قلب کی صفائی۔ ہدایت اور نور میں اضافہ کرتی ہے اور نفس کی صفائی گمراہی اور تاریکی میں اضافہ کرتی ہے۔

فلاسفہ یونان اور ہندوستان کے جوگیوں اور برہمنوں سب کو بھوک کی ریاضت نے صفائی نفس عطا کی۔ اور گمراہی اور نقصان کا راستہ دکھایا۔ بے عقل افلاطون نے اپنی صفائی نفس پر اعتماد کرتے ہوئے خیالی اور کشفی صورتوں کو اپنا پیشوا ٹھہرایا۔ اور خود بینی اختیار کی۔ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو اس وقت خدا کی طرف سے نبی برحق تھے۔ ایمان نہ لایا۔ اور کہنے لگا:

"ہم ہدایت یافتہ قوم ہیں، ہمیں کسی ہادی کی ضرورت نہیں۔"

اگر اس کے نفس کی یہ صفائی ظلمت اور تاریکی میں اضافہ کرنے والی نہ ہوتی تو کشفی خیالی صورتیں اس کے لیے راستے کی رکاوٹ نہ بنتیں اور اُسے مطلب تک پہنچنے سے نہ روکتیں۔ لیکن اس نے اپنی اس صفائی کے گمان میں پڑ کر اپنے آپ کو نورانی تصور کر لیا۔ افلاطون نے یہ نہ جانا۔ کہ یہ صفائی نفس لمّارہ کے باریک چھڑے سے آگے نہیں گزر سکی۔ اور اس کا نفس امارہ اپنی پہلی نجات اور خباثت پر قائم ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوا کہ نجاست غلیظہ پر شکر کا باریک غلاف چڑھ گیا۔

قلب جو اپنی ذات میں پاکیزہ اور نورانی ہے۔ اس کے چہرے پر زنگ اور میل کچیل تاریک نفس کی ہمسائیگی سے بیٹھ گیا۔ تھوڑی سی صفائی سے اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ کر آ سکتا ہے، اور نورانی ہو جاتا ہے بخلاف نفس کے۔ چوں کہ وہ اپنی فطرت اور جبلّت میں خبیث ہے۔ تاریکی اس کی ذاتی صفت ہے۔ جب تک قلب کی ریاست کے تحت بلکہ مطابقت سنت اور اتباع شریعت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ بلکہ محض فضل

[1] صوم وصال یہ ہے کہ بغیر افطار کیے کئی کئی دن مسلسل روزے رکھنا۔ ایسے روزے حضور علیہ السلام کی خصوصیت تھی۔

Marfat.com

خداوندی جل سلطانہٗ سے مزکی اور مطہر نہ ہو۔ اس کا خبث ذاتی دور نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی فلاح و بہبود متصور نہیں ہو سکتی۔ افلاطون نے کمال نادانی کے باعث اپنی صفائی کو جو نفس امارہ سے تعلق رکھتی تھی' صفائی قلب عیسوی کی طرح خیال کیا۔ اس بنا پر خواہ مخواہ اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مہذب اور پاک خیال کر لیا۔ اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی دولت متابعت سے محروم رہا۔ اور نقصان اَبدی کے داغ سے داغدار ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ ہمیں اس بلا سے پناہ میں رکھے۔

اور جب یہ نقصان بھوک کی تہہ میں پوشیدہ ہے تو اس طریقہ کے اکابر قدس اللہ واسرارہم نے ریاضت بھوک کو ترک کر کے کھانے پینے کی چیزوں میں ریاضت اعتدال اور میانہ روی کے مجاہدے کا راستہ دکھایا اور بھوک کے فائدوں کو اس عظیم الخطر نقصان کے احتمال کے باعث ترک کر دیا۔ دوسرے لوگوں نے بھوک کے فوائد کا ملاحظہ کرتے ہوئے اس کے نقصانات سے آنکھ بند کر لی۔ اور بھوک کی ترغیب دینے میں مصروف ہو گئے۔ عقل مندوں کے نزدیک یہ بات طے شدہ ہے۔ کہ نقصان کے احتمال کی خاطر منافع کثیرہ کو چھوڑا جا سکتا ہے۔

اسی گفتگو کے نزدیک ہے وہ بات جو علمائے کرام شَکَرَ اللّٰہُ سَعْیَھُمْ نے فرمائی ہے۔ کہ اگر ایک کام سنت اور بدعت کے درمیان دائرہ ہو تو ادائے سنت سے ترک بدعت بہتر ہے۔ یعنی بدعت میں نقصان کا احتمال ہے۔ اور سنت میں نفع کی توقع۔ تو ضرر کے احتمال کو نفع کو توقع پر ترجیح دیتے ہوئے بدعت کو چھوڑ دینا چاہیے۔ کیونکہ کوئی عجب نہیں کہ ادائے سنت میں کسی اور راستے سے نقصان واقع ہو جائے۔

اس بات کی حقیقت یہ ہے۔ کہ وہ سنت گویا حضور علیہ السلام کے زمانے کے ساتھ خاص ہے۔ جبکہ وقت کی اس تعین کو باریکی اور خفا کے سبب ایک گروہ نے پایا۔ تو اس کی تقلید میں سبقت کرنے لگے۔ اور دوسرے گروہ نے اس تعیین کو جانتے ہوئے اس کی تقلید سے کنارہ کشی اختیار کی۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ.

تیسرے سوال کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اس بلند طریقہ کے اکابر کی کتابوں میں ہے۔ کہ ہماری نسبت حضرت صدیق اکبر سے منسوب ہے۔ بخلاف دوسرے طریقوں کے۔ اگر کوئی مدعی یہ کہے۔ کہ اکثر طریقے امام جعفر صادق تک پہنچتے ہیں۔ اور حضرت امام جعفر صادق حضرت صادق اکبرؓ سے نسبت رکھتے ہیں۔ تو دوسرے سلسلے کیوں حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف منسوب نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امام جعفر' صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی نسبت رکھتے ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی۔ اور حضرت امام میں ان دو بلند نسبتوں کے اجتماع کے باوجود ان میں ہر نسبت جُدا اور ایک دوسرے سے متمیز ہے۔ ایک جماعت نے مناسب صدیقی کے واسطے سے حضرت امام سے نسبت صدیقی اخذ کی ہے۔ اور حضرت صدیق کی طرف منسوب ہوئے ہیں۔ اور ایک دوسری جماعت نسبت امیری (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے واسطہ سے نسبت امیر اخذ کر کے حضرت امیر کی طرف منسوب ہوئی ہے۔

Marfat.com

یہ فقیر ایک تقریب کے سلسلے میں ضلع بنارس میں گیا ہوا تھا۔ جہاں گنگا اور جمنا کا پانی جمع ہوتا ہے۔ اور اس اجتماع کے باوجود محسوس ہوتا ہے۔ کہ گنگا کا پانی الگ ہے۔ اور جمنا کا الگ۔ ایسے طور پر کہ گویا دونوں کے درمیان کوئی چیز حائل ہے۔ کہ ایک کا پانی دوسرے سے خلط ملط نہیں ہوتا۔ جو لوگ دریائے گنگا کے پانی کی جانب واقع ہیں۔ وہ اس جمع شدہ پانی سے دریائے گنگا کا پانی پیتے ہیں۔ اور دوسرے لوگ جو دریائے جمنا کی جانب رہتے ہیں وہ جمنا کا پانی پیتے ہیں۔

سوال: اگر کہیں کہ حضرت خواجہ محمد پارس قدس سرہٗ نے رسالہ قدسیہ میں تحقیق کی ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس طرح حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلی الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ سے تربیت حاصل کی ہے۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبرؓ سے بھی تربیت پائی۔ لہٰذا نسبت حضرت امیر عین حضرت صدیقؓ کی نسبت ہے اور ان دونوں میں کیا فرق کیا جا سکتا ہے؟

جواب: ہم کہتے ہیں۔ کہ اتحاد نسبت کے باوجود جگہوں کے تعدد کی خصوصیات اپنے حال پر ہیں۔ ایک ہی پانی متعدد جگہوں کے واسطے سے الگ الگ خصوصیات پیدا کر لیتا ہے۔ پس جائز ہے۔ کہ ہر ایک کی خصوصیت کی نظر سے ایک ایک طریقہ اس کی طرف منسوب ہو۔

چوتھے سوال کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ تم نے ملا محمد صدیق کی طرف تحریر کردہ مکتوب میں لکھا ہے۔ کہ جو شخص ولایت موسوی کی استعداد رکھتا ہو۔ معلوم نہیں کہ پیر صاحب تصرف اُسے ولایت محمدی کی استعداد کی طرف لے آئے۔ اور درویش زادہ کلاں (خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ) کی طرف تحریر کردہ مکتوب میں آپ نے یہ لکھا ہے کہ میں تمہیں ولایت موسوی سے ولایت محمدی کی طرف سے آیا ہوں۔ ان دونوں باتوں میں موافقت کیسے ہو سکتی ہے؟

جواب: (میں کہتا ہوں) کہ ملا محمد صدیق کے مکتوب میں جو واقع ہوا ہے کہ ولایت موسوی سے ولایت محمدی کی طرف لانا معلوم الوقوع نہیں ہے۔ اُس وقت اس بات کے وقوع کا علم نہیں تھا۔ اس کے بعد جب کہ یہ بات بتا دی گئی۔ اور تغیر و تبدیل پر قدرت دے دی۔ تو لکھا کہ تمہیں اُس ولایت سے اس ولایت کی طرف لایا گیا ہے۔ دونوں باتوں کی تحریر کا زمانہ ایک نہیں ہے۔ تاکہ تناقض متصور ہو۔

سوال پنجم کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اس جگہ کے صوفی پیش چاک کُرتہ پہنتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ سنت یہی ہے۔ اور حضرت میر نعمان کے خادم کُرتے کا چاک بطریق حلقہ بناتے ہیں۔ اس معاملے میں تحقیقی بات کیا ہے؟

جواب: جان لیں کہ اس باب میں ہم بھی تردّد اور شک رکھتے ہیں۔ عرب کے لوگ پیش چاک پیراہن پہنتے ہیں اور اُسے سنت جانتے ہیں۔ اور فقہ حنفیہ کی بعض معتبر کتابوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پیش چاک پیراہن مردوں کو نہیں پہننا چاہیے کہ یہ عورتوں کا لباس ہے۔ امام احمد و ابوداؤد حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں' کہ حضرت پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ:

Marfat.com

لُعِنَ الرَّجُلُ يَلْبَسُ لُبْسَ الْمَرْءَةِ وَ الْمَرْأَةُ تَلْبَسُ لُبْسَ الرَّجُلِ۔

اس مرد پر لعنت ہوتی ہے۔ جو عورت جیسا لباس پہنے۔ اور اس عورت پر لعنت ہوتی ہے جو مرد کا لباس پہنے۔

مطالب المومنین میں ہے کہ۔ ''اور عورت مردوں سے مشابہت پیدا نہ کرے۔ اور نہ ہی مرد عورتوں سے مشابہت کرے کیونکہ دونوں گروہوں پر لعنت ہوئی ہے۔''

معلوم ہوتا ہے کہ پیراہن پیش چاک اہل دین اور اہل علم کا لباس نہیں۔ لہٰذا اسلامی حکومت میں رہنے والے کافروں کے لیے یہ لباس تجویز کیا گیا ہے۔

جامع الرموز میں محیط سے نقل کرتا ہے۔ ''تو ذمی شخص وہ لباس نہ پہنے جو اہل علم اور اہل دین کے ساتھ خاص ہے۔ بلکہ موٹے کھدر کی قمیض پہنے' جس کا چاک سینے پر ہو' جیسا عورتوں کا ہوتا ہے۔''

نیز بعض علما کے قول کے مطابق پیش چاک' قمیض نہیں ہے۔ بلکہ ورع ہے۔ ان کے نزدیک قمیض یہ ہے' جس کا چاک کندھوں کی طرف رکھا گیا ہو۔ جامع الرموز میں عورت کے کفن کے بیان میں ہے (اور ہدایہ میں ہے۔ قمیض کا بدل ورع ہے) اور ان دونوں یہ فرق بتایا گیا ہے۔ کہ ورع کا چاک سینے کی طرف ہوتا ہے۔ اور قمیض کا چاک کندھے کی طرف۔ اور بعض نے دونوں کو ایک ہی قرار دیا ہے۔

فقیر کے نزدیک یہ بات درست دکھائی دیتی ہے' کہ جب مردوں کو عورتوں کے مشابہ لباس پہننے سے منع کیا گیا ہے۔ تو ہم دیکھیں گے' کہ جس علاقے کی عورتیں پیراہن پیش چاک پہنتی ہیں۔ اس علاقے کے مردوں کو' چاہیے کہ عورتوں کی مشابہت ترک کرتے ہوئے گول چاک والا پیراہن پہنیں۔ اور جس علاقے کی عورتیں گول چاک والا پیراہن پہنتی ہیں۔ وہاں کے مرد ضرورت کی بنا پر پیراہن پیش چاک استعمال کریں عرب کی عورتیں گول چاک والا پیراہن پہنتی ہیں۔ اس لیے وہاں کے مرد پیش چاک کا پیراہن پہنتے ہیں اور ماوراء النہر اور ہندوستان کی عورتوں کا لباس پیش چاک پیراہن ہے۔ اس لیے مرد گول حلقے والا پیراہن استعمال کرتی ہیں۔

میاں شیخ عبدالحق دہلوی کہتے تھے۔ کہ میں مکے میں تھا۔ تو شیخ نظام نارنولی کے ایک مُرید کو دیکھا کہ وہ گول حلقے والا پیراہن پہن کر کعبے شریف کا طواف کر رہا تھا۔ اور عربوں کا ایک گروہ اس کے کرتے پر تعجب کر رہا تھا۔ کہ اس نے عورتوں کا کُرتہ پہنا ہوا ہے۔ تو اعتبار عرف و عادت کا ہے۔ اہل عرب کا عمل بھی درست ہے۔ اور ہندوستان اور ماوراء النہر والوں کا عمل بھی درست ہے۔ ہر ایک کے لیے ایک جہت ہے۔ جس کی طرف وہ رُخ کرتا ہے۔

اگر پیش چاک پیراہن کی سُنیت علمائے حنفیہ کے نزدیک ثابت ہوتی تو اس لباس کو ذمّی لوگوں کے لیے جائز قرار نہ دیتے۔ اور اہل دین اور اہل علم سے خاص رکھتے۔ اور چونکہ اس لباس میں عورتیں پیش پیش ہیں۔ اس

Marfat.com

لیے یہاں کے مردوں کا لباس عورتوں کے لباس کے تابع کر دیا گیا۔

چھٹے سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ' کہ اس طریقہ کے طالبوں کی توجہ جبکہ ابتداء سے ہی احدیت صرف کی طرف ہے۔تو چاہیے کہ اس توجہ کے ساتھ نفی اور اثبات جمع نہ ہو۔ کیونکہ نفی کے وقت توجہ غیر کی طرف ہوتی ہے

اس کا جوب یہ ہے' کہ غیر کی طرف توجہ احدیت کی طرف توجہ کی تقویت اور تربیت کے لیے ہے اور غیر کی نفی سے مقصود اغیار کی شرکت کے بغیر اس توجہ کا ہمیشہ کے لیے حاصل ہونا ہے۔ پس غیر کی نفی کی طرف توجہ احدیّت کی طرف توجہ کے منافی نہیں ہے۔احدیت کی طرف توجہ کے منافی توجہ بغیر ہے نہ غیر کی نفی کی طرف توجہ ان دونوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔

ساتویں سوال کا خلاصہ یہ ہے' کہ چاہیے کہ اس طریقے کا مبتدی جو ذکر بھی زبان اور تالو سے کرے' دل بھی وہی کہے۔تو کیا نفی اور اثبات میں دل پورے طور پُر ایسا کہتا ہے یا نہیں؟ اگر پورے طور پر کہتا ہے' تو پھر لا کو اوپر لے جانے اور الہ کو دائیں طرف لانا کیوں ہوتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر دل پورے طور پر کہے تو اس میں کیا نقصان ہے کہ لا کو اُوپر کی طرف لے جائے اور الہ کو دائیں جانب کی طرف پھیرے' اور الا اللہ کو اپنی طرف کھینچے۔ علاوہ ازیں اس طریقہ میں نفی اور اثبات کو خیال میں ادا کرتے ہیں۔ زبان اور تالو کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں تا کہ دل کی موافقت کو اس قول کی شرط قرار دیں۔اور تمہارے یہ آخری دو سوال امام فخر الدین رازی کی تشکیکات کے قبلہ سے ہیں۔ اگر آپ پوری طرح توجہ فرماتے تو یہ اشکال خود بخود دور ہو جائے۔

ایک مقصودی گزارش یہ ہے۔ کہ وہاں کے بعض دوستوں نے لکھا ہے کہ حضرت میر نعمان ان ایام میں طالبوں کے احوال کی طرف کم توجہ فرماتے ہیں۔اور عمارت سازی میں گرفتار ہیں۔اور فتوحات کی آمدن عمارت پر خرچ ہو رہی ہے۔اور فقراء کو کچھ نہیں مل رہا۔ یہ باتیں انہوں نے ایسے طور سے لکھی ہیں۔ کہ ان میں اعتراض کی ملاوٹ معلوم ہوتی ہے۔اور انکار کی بو آتی ہے۔ جان لیں' کہ اس گروہ کا انکار زہر قاتل ہے۔اور ان بزرگوں کے اقوال و افعال پر اعتراض کرنا نہایت زہریلے سانپ کی طرح ہے۔ جو موت ابدی اور ہلاکتِ دائمی تک پہنچا دیتا ہے۔ چہ جائیکہ یہ انکار اور یہ اعتراض اپنے پیر پر کیا جائے۔اور پیر کی تکلیف کا سبب ہے۔اس گروہ کا منکر ان کی دولت سے محروم ہے۔اور ان پر اعتراض کرنے والا ہر وقت نامراد اور خسارے میں ہے۔ جب تک پیر کی تمام حرکات و سکنات مرید کی نظر میں مستحسن اور اچھی نہ دکھائی دیں پیر کے کمالات سے بے بہرہ رہتا ہے۔اور اگر کچھ کمال حاصل بھی کرتا ہے' تو وہ استدراج ہے انجام کار خرابی اور رسوائی ہے۔ مرید اگر پیر کے ساتھ کمال محبت اور اخلاص کے باوجود اپنے اندر پیر پر بال برابر اعتراض کی گنجائش پائے۔تو اُسے اپنی خرابی کے سوا کچھ تصور نہ کرے۔ اور ایسا مرید اپنے پیر کے کمالات سے بے نصیب رہتا ہے۔ بالفرض مرید کو اگر پیر کے افعال میں سے کسی فعل میں

Marfat.com

شبہ پیدا ہو اور دور نہ ہو تو چاہیے کہ اسے ایسے طریقے سے دریافت کرے۔ کہ شائبہ اعتراض سے پاک ہو۔ اور گمان انکار سے مبراء اور اس دنیا میں سچا اور جھوٹا خلط ملط ہے۔ تو اگر کبھی پیر سے کوئی خلاف شریعت کام صادر ہو۔ تو چاہیے کہ اس کام میں مرید پیر کی تقلید نہ کرے۔ اور حتی الامکان اسے حسن ظن سے صحیح معنیٰ پر محمول کرے۔ اور درست ہونے کی وجہ پوچھے اور اگر درستی کی وجہ ظاہر نہ ہو' تو چاہیے کہ اس امتحان سے نکلنے میں حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا اور زاری کرے۔ اور گریہ اور زاری سے پیر کی سلامتی کی درخواست کرے اور اگر مرید کو پیر کے حق میں کسی مباح کام کے اختیار کرنے میں شبہ پیدا ہو تو اس شبہ کا اعتبار نہ کرے۔ جبکہ سب کاموں کے مالک اللہ جل سلطانہٗ نے مباح کام اختیار کرنے سے منع نہیں فرمایا اور اعتراض نہیں کیا۔ تو دوسرے کو کیا حق پہنچتا ہے' کہ اپنے پاس سے اعتراض کرنا شروع کر دے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض مقامات پر ترک اولیٰ اس اولیٰ کام کرنے سے بہتر ہوتا ہے۔ حدیث نبوی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام میں آیا ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ کَمَا یُحِبُّ اَنْ یُّؤْتٰی بِالْعَزِیْمَۃِ ۔ یُحِبُّ اَنْ یُّؤْتٰی بِالرُّخْصَۃِ۔

بے شک اللہ تعالیٰ جس طرح پسند کرتا ہے۔ کہ عزیمت پر عطا فرمایا جائے۔ اس طرح یہ بھی پسند کرتا ہے۔ کہ رخصت پر بھی عطا فرمایا جائے۔

حضرت میر نعمان جب کہ حد سے زیادہ حالت قبض میں ہیں تو ایام قبض میں اگر مریدوں کے حالات کی طرف توجہ نہ کریں۔ اور بعض مباح امور کے ساتھ اپنے آپ کو تسلی دیں' تو اعتراض کی کیا گنجائش ہے۔ قبض کی حالت میں عبداللہ اصطخری اپنی تسلی کے لیے کتے والوں کے ہمراہ جنگل میں شکار کے لیے جاتا تھا اور بعض مشائخ حالت قبض میں اپنے آپ کو سماع اور سریلی آواز سے تسلی دیتے تھے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوٰاتُ وَ التَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا۔

خاتمہ

وہ عرضداشتیں جو حضرت معرفت پناہ مخدوم زادہ کلاں قدس سرہ نے لکھی تھیں:

عرضداشت نمبر ۱:

کمترین غلام محمد صادق کی عرض داشت پیش خدمت ہے کہ اس طرف کے حالات و کوائف آپ کی بلند توجہات کی برکت سے صوری اور معنوی جمعیت کے ساتھ گزر رہے ہیں۔ مدت سے حضرت کے خادموں کی طرف سے منتظر اور پریشان ہے۔ اس عریضہ کی تحریر کے دن میاں بدرالدین پہنچے اور کامل خیر و عافیت سے آگاہ کیا۔ بے حد فرحت اور بے اندازہ مسرت حاصل ہوئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ حَمْدًا کَثِیْرًا۔

Marfat.com

قبلہ گاہ! حافظ بہاء الدین نے تیرھویں رات کو قرآن مجید ختم کیا۔ چودھویں رات سے حافظ موسیٰ نے شروع کیا۔ پانچ پانچ پارے پڑھتا ہے۔ آیندہ شب کو جو اُنیسویں شب ہے ختم کرے گا۔ آخری عشرے میں حافظ بہاء الدین نے ذمہ لیا ہے۔ کہ ختم کرے گا۔ حضرت سلامت! ایک رات حافظ نماز تراویح میں قرآن پاک پڑھ رہا تھا' کہ اچانک ایک بڑا وسیع نور ظاہر ہوا۔ گویا حقیقت قرآنی کا مقام ہے اگر چہ اس کی جرأت نہیں کرسکتا۔ اور معلوم ہوا کہ حقیقت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اس مقام کا اجمال ہے گویا کہ دریائے عظیم کو کوزے میں بند کیا گیا ہے۔ اور یہ مقام حقیقت محمدی کی تفصیل ہے اور اکثر کامل انبیاء اور اولیاء اپنے اندازے کے مطابق اس مقام سے کچھ حصہ حاصل کرتے ہیں۔ اور اس مقام کا پورا حصہ ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہٖ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی اور کے لیے معلوم نہیں ہوتا۔ اور یہ فقیر بھی حصہ پا چکا ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ آپ کی توجہ عالی سے حصہ کامل عطا فرمائے۔ اور اس وقت تک وہ مقام پورے طور پر واضح نہیں ہوا ہے۔ باقی حالات سکون اور دلجمعی سے گزر رہے ہیں۔ اور اس باعظمت مہینے میں بہت برکت معلوم ہوتی ہے۔ میرا بھائی محمد سعید اچھے حالات سے فائز ہے۔ اوقات دلجمعی اور ذکر میں گزار رہا ہے شہر کے دوست بھی پورے ذوق سے حاضر ہوتے ہیں۔ اور یہ فقیر اس وقت تک چار پاروں سے کچھ اوپر حفظ کر چکا ہے۔ عید کے دن تک ظاہراً یہی خیال ہے۔ کہ پانچ پارے یاد کرے گا۔ نیاز اور سلام۔

عرضداشت نمبر ۲:

کمترین غلام محمد صادق کی عرضداشت پیش خدمت ہے' کہ یہاں کے دوستوں کے حالات واطوار شکر کے لائق ہیں۔ آپ کے ذاتِ کعبہ مرادات کی خیریت تمام خادموں اور مخلصوں کے ساتھ مطلوب ومرغوب ہے۔ سرفراز نامہ نامی اور صحیفہ گرامی جو اسماعیل کے ہمراہ آپ نے ارسال فرمایا تھا۔ یہ ناچیز اس کے مطالعہ سے مشرف اور مسرور ہوا۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ قبلہ عالمیاں (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کا سایہ عاطفت بحرمت نبی اُمی اور آپ کی بزرگ آل کے طفیل علیہ من الصلوات اتمہا ومن التسلیمات اکملہا۔ تمام اہل اسلام پر باقی اور پایندہ رکھے۔

قبلہ گاہ! بندہ اپنی خرابی احوال کے متعلق کیا لکھے۔ اپنے اعمال بد پر حسرت وندامت کے سوا اور ماضی و حال کے احوال کو ضائع کرنے کے سوا ہاتھ میں کوئی سرمایہ نہیں رکھتا۔ اور آرزو یہ ہے کہ کوئی لحظہ اور گھڑی بھی اس بلند اور پاک ذات کی رضا کے خلاف نہ گزرے۔ اور یہ چیز میسر نہیں آسکتی۔ مگر اس صورت میں کہ اس بدگار کے خادموں کی مدد دستگیری فرمائے۔

بر کریماں کارہا دشوار نیست

اللہ کی حمد اور اس کا احسان ہے' کہ اس وقت تک آپ کی توجہ شریف کی برکت سے اس طریقے پر جس کا آپ نے حکم فرمایا تھا' استقامت حاصل ہے۔ اور اس میں سُستی کا کم ہی داخل ہے۔ بلکہ روز بروز ترقی اور زیادتی

Marfat.com

کا امیدوار ہے۔

فجر، ظہر اور عصر کے بعد حلقے میں بیٹھتا ہے۔ اور حافظ بہاء الدین جب کام کاج سے فرصت پاتا ہے۔ تو وہ بھی قرآن پاک پڑھتا ہے۔ اور یہ فقیر بعض اوقات حالت قبض میں ہوتا ہے۔ اور بعض دوسرے اوقات میں بسط کی حالت نصیب ہوتی ہے۔ اور قبض و بسط توجہ اور ذوق اور آرام وغیرہ سب بدن سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس سے آگے نہیں بڑھتا۔ اور چھ لطیفے نہ متوجہ ہیں اور نہ غافل۔ اگر متوجہ ہوتے ہیں تو ان کی توجہ علم حضوری کی طرح بلکہ اس کا عین ہے۔ اور توجہ اور ذوق اور اس طرح کی اور چیزیں ظلال میں داخل ہیں۔ اور ظل سے تجاوز نہیں کرتیں۔ اور لطائف پہلے تو بدن کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ اور بصیرت کی نگاہ میں بدن کے سوا اور کوئی چیز معلوم نہیں ہوتی۔ جیسا کہ مکمل خوشی اور سرور والی بارگاہ میں عرض کر چکا ہے۔ اب بدن سے ممتاز دکھائی دیتے ہیں۔ اور یہ فقیر اس مقام کو مقام بقا خیال کرتا ہے اور بقا کے بعد لطائف کی فنا کی ایک قسم رونما ہوئی۔ ایسا معلوم ہوا کہ اس فنا کے بغیر جو بقا کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ کام پورے طور پر میسر نہیں آسکتا۔ اور اس وقت کچھ دن کے کہ حالت قبض میں ہے۔ اور خوشی اور سرور کا معاملہ کم ہے۔ دیکھیں کیا چیز سامنے آتی ہے۔ لیکن اس وقت تک توجہ جہان کی طرف نہیں پہنچی ہے جبکہ عرض حال ضروری تھا۔ تو چند کلمے لکھنے کی جرأت کی۔ قبلہ گاہ! فقیر ہر رات آپ کو خواب میں دیکھتا ہے۔ لاّ ماشاء اللہ، زیادہ کیا لکھے۔ کہ رسمی تکلفات میں داخل ہے۔ نیاز و السلام۔

عرضداشت نمبر ۳:

کمترین غلام محمد صادق کی عرضداشت پیش خدمت ہے کہ یہ حقیر مدت سے قبض اور غم کی حالت میں تھا۔ آخر کار عنایت خداوندی جل سلطانہ، محض آپ کی خاص توجہ سے شامل ہوئی۔ اور ایک عظیم بسط رونما ہوئی۔ اس بسط میں ایسا معلوم ہوا کہ جس طرح پہلے یاد اور توجہ مثال کے طور پر اس جانب سے تھی۔ اب جو کچھ ہے اس بلند اور پاک ذات کی جانب سے ہے۔ اپنے اندر قبول کرنے کی قابلیت کے سوا کچھ نہ پایا۔ اس شیشے کی طرح جس پر سورج طلوع ہوا۔ تو اس طلوع سے بدن اور لطائف میں ہر طرح کی ظلمت اور میل کچیل جل گئی۔ اور ان میں مناسب نور و برکت بھر گئی۔ تو سینہ کھل گیا اور دل وسیع ہو گیا۔ اور بدن نور کی طرح روح اور سر سے بھی جو اس سے پہلے تھے۔ زیادہ روشن اور لطیف ہو گیا۔ اس میں نے لطائف کے درمیان قلب پر تجلی اکمل کو پایا۔ تو جب میں نے دل کی طرف دیکھا، ظاہر ہوا۔ کہ دل میں ایک اور دل ہے۔ اور تجلی اس پر پڑ رہی ہے۔ اور جب میں نے دل کے دل کو دیکھا تو ظاہر ہوا کہ اس میں ایک اور دل ہے۔ اور تجلی اس پر پڑ رہی ہے۔ اور اسی طرح نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔ تو کوئی قلب بسیط ظاہر نہ ہوا۔ مگر اس میں ایک اور دل تھا، لیکن اب وہم پڑتا ہے کہ معاملہ قلب بسیط تک پہنچ گیا ہے۔ لیکن یقینی بات نہیں ہے۔ اور معلوم ہوا کہ اس حالت سے پہلے کے حالات اور حالت کی نسبت سب کے سب

Marfat.com

محض تکلفات تھے۔ اور اس مقام کا نام دل میں کھٹکتا تھا۔ لیکن بے ادبی کے خوف سے نہیں لکھا۔

قبلہ گاہ! بندہ کمترین کے یہ تمام حالات آپ کی توجہ پاک کے اثار کا نتیجہ ہیں۔

گر برتن من زبان شود ہر موئے

یک شکر تو از ہزار نتوانم کرو!

حضرت سلامت! یہ ناچیز آپ کی بلند بارگاہ کے خادموں کی قدم بوسی کا جوشوق رکھتا ہے۔ اس کی شرح بیان کرے۔ شب و روز بلکہ ہر گھڑی میں یہ تصور ہے۔ کہ کون سا ایک وقت اور سعادت مند گھڑی ہوگی۔ کہ یہ مطلب اعلیٰ اور عزیز تر مقصد حاصل ہوگا۔ تمنا اور آرزو کے سوا کوئی چیز تصور میں نہیں۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ باحسن وجوہ اور موافق ترین راستوں سے یہ دولتِ عظمیٰ عطا فرمائے۔ بحرمت النبی و الہ الا مجاد علیہ و علیٰ الہ من الصلوات اتمھا و من التسلیمات اکملھا...... والسّلام۔

اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی حسن توفیق سے مکتوبات شریف کے دفتر اوّل کا اُردو ترجمہ اختتام پذیر ہوا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى وَسَلَّمَ وَبَارَكَ اَفْضَلُ الصَّلَوٰاتِ وَالتَّسْلِيْمَاتِ وَالْبَرَكَاتِ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ وَزِيْنَةِ فَرْشِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ. وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ بِرَحْمَتِهٖ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ٥

گذارش مترجم

بندۂ ناچیز محمد سعید احمد نقشبندی غفر اللہ لہٗ خطیب مسجد حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ناظرین و قارئین کی خدمت میں مخلصانہ عرض کرتا ہے کہ جب اس ترجمے سے استفادہ فرمائیں تو اس ناچیز کے لیے حسن خاتمہ اور نجات آخرت کی دُعا کو فراموش نہ کریں۔ اور ترجمے کی اس حقیر کوشش میں اگر کوئی غلطی اور سقم پائیں تو از راہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح اور درستی کی جائے۔ انسان خطا اور نسیان سے مبرّا نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس ناچیز اور ناشر اور پڑھنے اور استفادہ کرنے والوں کو دنیا اور آخرت میں حضور نبی پاک علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہ کرام اہل بیت عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور حضور غوث پاک امام اولیا حضور داتا گنج بخش اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی اور دوسرے تمام مقبول بندوں قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی رفاقت اور معیت نصیب فرمائے اور اس ترجمے کو ذخیرۂ آخرت اور قبولیت عام کا شرف عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ٥ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥

(ربیع الاول شریف ۹۱ھ۔ مئی ۱۹۷۱ء)

ے میرے بدن کا ہر بال اگر زبان بن جائے تو میں تیرے ہزار شکر سے ایک شکر بھی نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

صُحُفٌ مُّطَهَّرَةٌ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست

آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

یعنی

اُردو ترجمہ

مکتوباتِ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ

دفتر دوئم ---------- حصہ اوّل

تالیف

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح وحواشی وترجمہ

مولانا محمد سعید احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سابق خطیب جامع مسجد داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ ۞ غزنی سٹریٹ اُردو بازار ۞ لاہور

042-7352795 - 7124354

Marfat.com

فہرست کتاب مستطاب مکتوبات امام ربّانی مُجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دفتر دوم حصہ اوّل

مضمون	صفحہ
مقدمہ	
مکتوب نمبر(۱)	
شیخ محی الدین ابن عربی کے مذہب کے بیان میں اور مسئلہ وحدت الوجود میں حضرت شیخ مجدّد قدس سرہٗ کا مسلک مختار	۸۳۵
حق جل وعلا کی مدح وثنا اور مدح حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	......
وجود ہر خیر وکمال کا مبداء ہے اور عدم ہر شرارت ونقص کا منشاء	۸۳۶
علمائے ظواہر نے ممکن کے لئے وجود ثابت کیا ہے۔ یہ معنی واجب تعالیٰ کے ساتھ ممکن کو شریک کرنے کا موجب ہے۔	۸۳۷
اکثر صوفیہ نے ممکن کو واجب کا عین جانا ہے اور کہا ہے۔ کہ کسی چیز میں ذاتی نقص وشرارت نہیں ہے۔	......
اس امر کا بیان کہ شیخ محی الدین اور اس کے نزدیک واجب تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کا عین اور آپس میں بھی ایک دوسرے کا عین ہیں۔ اور وحدت واحدیت میں فرق اور تین اقسام وکثرت خارجی اور تنزلات خمسہ اور حضرات خمسہ کا بیان اور ان علوم کا بیان جنہیں حضرت شیخ خاتم الولایۃ کے ساتھ مخصوص جانتا ہے۔	۸۳۸
حضرت مُجدّد قدس سرہٗ کے نزدیک صفات ثمانیہ خارج میں موجود ہیں۔ اور ایک دوسرے سے متمیز ہیں۔	۸۳۹
شیخ محی الدین اور حضرت مُجدّد قدس سرہٗ کے نزدیک حقائق ممکنات کا بیان	۸۴۰
حضرت شیخ محی الدین اور حضرت مُجدد قدس سرہٗ کے نزدیک عالم کا معنی	۸۴۱
اس سے متعلق سوال وجواب۔ اور قول شیخ اور قول مُجدّد اور علمائے ظواہر کے قول میں فرق اس سے متعلق سوال وجواب	......
مکتوب نمبر(۲)	
اس بیان میں کہ اُس سبحانہٗ کی ذات وصفات کا مرتبہ وجود وجوب کے اعتبار سے اوپر ہے۔	۸۴۳
واجب اللہ تعالیٰ کی صفات سبعہ یا ثمانیہ خارج میں موجود ہیں۔ اور اس قول کی تحقیق اور اشکال کا بیان اور اس کا حل اور شیخ علاؤ الدولۃ کا قول	......
مکتوب نمبر(۳)	
اس بیان میں کہ آفاق وانفس کا معاملہ ظلال میں داخل ہے۔ اور ولایت صُغریٰ اور کُبریٰ کا بیان	۸۴۴
اور تجلی افعال کی حقیقت کا بیان۔ جسے بعض صوفیہ نے قرار دیا ہے۔ کہ وہ ظل فعل حق کا ظل ہے۔ نہ عین فعل ہے۔	
ولایت اولیاء اور ولایت انبیاء کے درمیان	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
تفاوت کا بیان اور خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے قول کی نقل کہ ہم نہایت کو بدایت میں درج کرتے ہیں۔ اور نقشبندیہ کے کمال کا بیان	۸۴۵
وہ سیر جو آفاق و انفس کی سیر کے بعد میسر آتی ہے۔ اقربیت حق تعالیٰ میں سیر ہے۔ اس لئے کہ اس ذات تعالیٰ کا فعل خود ہم سے بھی ہمارے زیادہ نزدیک ہے۔	......
ولایت ظلی اور ولایت اصلی کے درمیان تفاوت کا بیان۔ اور صفت تکوین میں علماء ماتریدیہ اور اشعریہ کے اختلاف کا بیان۔ اور اس باب میں تحقیق حق۔	......
حق تعالیٰ کے فعل کے قدم و حدوث کی تحقیق اور اس باب میں اختلاف کا بیان	۸۴۶
اس امر کا بیان کہ وجوب وجود نسبت و اضافت ہے۔ پس یہ فعل میں پائی جا سکتی ہے اور اس سے متعلق سوال و جواب۔ اور اس باب میں معرفت شریفہ کا بیان۔ جو دین کی اساس اور ذات و صفات کے علم کا خلاصہ ہے۔ جسے کسی نے بیان نہیں کیا۔	۸۴۷
مکتوب نمبر (۴)	
اس بیان میں کہ علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین جسے بعض صوفیہ نے قرار دیا ہے۔ فی الحقیقت علم الیقین کے تین حصوں میں سے دو حصہ ہیں۔ اس کا ایک حصہ ابھی باقی ہے۔ اور اس امر کا بیان کہ ان علوم والا اس ہزار سال کا مُجدد ہے۔	۸۴۹
یہ معارف احاطہ ولایت سے خارج ہیں ارباب ولایت علمائے ظواہر کی طرح ان کے ادراک میں عاجز ہیں۔ اور یہ علوم انوار نبوت سے لئے گئے ہیں۔ جو الف ثانی کی تجدید کے بعد الخ۔	۸۵۰
مجدد وہ ہوتا ہے۔ کہ جو فیوض و برکات بھی اس مدت میں اُمت کو پہنچتی ہیں۔ اس کے واسطہ سے پہنچتی ہیں۔ اگرچہ اقطاب و اوتاد ہوں یا اور بُدلاء و نُجباء ہوں۔	۸۵۱
مکتوب نمبر (۵)	
اس بیان میں کہ حق تعالیٰ کی صفات کے دو اعتبار ہیں۔ (۱) حصول فی انفسہا اور قیام بذات۔ اور دونوں اعتبار خارج میں متمیز ہیں۔	......
مکتوب نمبر (۶)	
بعض مشکل اسرار کے بیان میں۔ اور ہمارے پیغمبر کو ملت ابراہیم علیہما الصلوات والتسلیمات کی اتباع کرنے کی وجہ کا بیان	۸۵۲
میں گمان کرتا ہوں کہ میری پیدائش سے مقصود یہ ہے۔ کہ ولایت محمدیؐ ولایت ابراہیمی سے رنگین ہو جائے۔ اور اس ولایت کا حُسن ملاحت اس ولایت کے جمال صباحت سے مل جائے۔	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
میری پیدائش سے جو مقصود تھا حاصل ہو گیا اور ہزار سالہ مسئول اجابت کے مقام کو پہنچ گیا۔	۸۵۳
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَنِیْ صِلَةً بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ وَمُصْلِحًا بَیْنَ الْفِئَتَیْنِ۔	......
اے فرزند! اس معاملہ کے باوجود جو میری پیدائش کے ساتھ مربوط کیا گیا ہے۔ ایک دوسرا کارخانہ عظیم بھی میرے سپرد کیا گیا ہے۔ مجھے اس عالم رنگ و بو میں پیری مریدی کے لئے نہیں لایا گیا۔	۸۵۴
مکتوب نمبر (۷)	
مراتب پنجگانہ محبوبیت، محبیت، محبت، حب اور رضا کے بیان میں اور ان سے اوپر مرتبہ اور ان میں سے ہر ایک مرتبہ کی الگ الگ پیغمبروں کے ساتھ خصوصیت	......
مقام رضا سے اوپر خاتم الرسل کے سوا کسی کا قدم نہیں جاسکتا۔	۸۵۵
حدیث۔ لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ الخ وَیَا مُحَمَّدُ اَنَا وَ اَنْتَ الخ جائز ہے کہ اس مقام میں جو مقام رضا سے اوپر ہے۔ خادموں میں سے کسی خادم کو طفیلی طور پر اس بارگاہ کا محرم کردیں۔ اور غیر انبیاء کی انبیاء پر افضلیت کا رفع وہم	
مکتوب نمبر (۸)	
اخص خواص کے ایمان غیب اور عوام کے ایمان غیب اور ایمان متوسطاں کے درمیان فرق	۸۵۶
اس بلند ذات کا قرب و معیت اس بلند ذات کی طرح بے چون و بے چگون ہے۔ پس قرب و معیت کا جو معنی ہمارے عقل و فہم میں آتا ہے وہ ذات اس سے منزہ ہے۔ جس سے مذہب مجسمہ میں قدم رکھنے کی نوبت آئے۔ ہم ایمان رکھتے ہیں۔ کہ وہ بلند ذات ہمارے قریب اور ہمارے ساتھ ہے۔ لیکن ہم قرب و معیت کا معنی نہیں جانتے کہ کیا ہے۔	۸۵۷
مکتوب نمبر (۹)	
کلمہ لا الہ الا اللہ کے فضائل کے بیان میں اور مقام تنزیہہ کی تحقیق اور اس کا بیان کہ ایمان بالغیب اس وقت متحقق ہوتا ہے۔ جب معاملہ اقربیت تک پہنچ جاتا ہے۔	۸۵۸
پس جو کچھ ہم پر مکشوف ہوتا ہے۔ سب غیر حق ہے۔ ہماری تراشی ہوئی چیز خواہ ہاتھ سے ہم نے تراشی ہو یا عقل و وہم سے۔ سب حق تعالیٰ کی مخلوق ہے اور عبادت کے لائق نہیں۔	۸۵۹
مکتوب نمبر (۱۰)	
اس بیان میں کہ جو ظہور بھی ہوتا ہے۔ شائبہ ظلیت کے بغیر نہیں ہوتا۔ بخلاف اس ظہور کے جو فوق عرش ہوتا ہے۔ اور جب قلب اپنی نہایت کو پہنچتا ہے۔ تو عرش کے انوار سے روشنی اخذ کرتا ہے۔	۸۶۰
شیخ بسطامی کا قول کہ اگر عرش اور جو کچھ عرش	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
میں ہے۔قلبِ عارف کے ایک کونے میں رکھ دیں تو بھی عارف کو فراخی اور کشادگی قلب کے سبب اس کا کچھ احساس نہیں ہوتا۔اور شیخ مُجدِّد کا اس قول پر استدلال اور حضرت شیخ مجدد قدس سرہٗ کی اس باب میں تحقیق	......
مکتوب نمبر (۱۱)	
فوق عرش ظہور کے کچھ خصائص کے بیان میں۔اور اللہ نور السموات والارض الخ کے معنی تاویل کا بیان۔اور انسان کے بعض کمالات اور جزوارضی کے فضائل کا بیان	۸۶۲
نور وہ چیز ہے۔جس سے اشیاء روشن ہوتی ہیں۔سارے آسمان اور زمین حق تعالیٰ کے ساتھ روشن ہیں۔کیونکہ ذات سبحانہٗ نے انھیں ظلمات عدم سے باہر نکالا ہے۔	۸۶۳
ظہور جامع عرشی مشاہدات و معانیات اور مکاشفات کی متعلق ہے الخ	......
اس امر کا بیان کہ ظہور عرشی میں صفات ذات کا حجاب نہیں ہیں۔اور اس کی ایک مثال سے وضاحت۔اور یہ کہ آخرت میں ذات معہ جمیع صفات مومنوں کو دکھائی دے گی نہ کہ صرف ذات۔	۸۶۴
یہ بات جان لے کہ ظہور عرشی وہم میں نہ ڈالے کہ حضرت حق سبحانہٗ فوق العرش قرار پذیر ہے۔اور یہ کہ مکان اور جہت اس کے لئے ثابت ہو اور اُس کی وضاحت	۸۶۵
قلبِ انسانی کی عرش عظیم کے ساتھ مشابہت کا بیان۔اور اس لمعہ کی تجلی کا عرش کی تجلی سے ہونا	
جاننا چاہیے کہ ظہور عرشی اگرچہ شائبہ ظلیت سے مبرا ہے۔لیکن اس جگہ صفات کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔ الخ	۸۶۶
انسان میں دو ایسی چیزیں پائی جاتی ہیں۔جو عرش میں موجود نہیں ہیں۔اور عالم کبیر کے لئے بھی اُن سے حصہ نہیں۔خصائص انسانی کے متعلق سُن لے کہ اس کا معاملہ الخ	......
انسان کامل کے احدیت مجردہ کا مظہر ہونے کا بیان۔	......
مکتوب نمبر (۱۲)	
اس بیان میں کہ ملک اگرچہ اصل کا مشاہدہ کرتا ہے۔اور انسان کا شہود انفس کے آئینوں میں ہے۔لیکن اس دولت کو انسان میں کالجزء بنایا گیا	......
اور اس کے ساتھ بقا عطا کی گئی ہے۔	۸۶۷
انسان کو یہ دولت جزوارضی کے واسطہ سے میسر ہوتی ہے۔اور قلب جو عرش اللہ بنا ہے۔عنصر خاک کی بدولت ہے جو کل کا جامع ہے۔	۸۶۸
مکتوب نمبر (۱۳)	
اس بیان میں کہ علمائے ظواہر اور صوفیہ اور علمائے راسخین ہر ایک کا کیا حصہ ہے	۸۶۹
مکتوب نمبر (۱۴)	

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
اس استفسار کے جواب میں کہ صاحبِ منصب صاحبِ علم ہوتا ہے یا نہیں۔ اور دوسرا استفسار کہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ اس وقت تک ہاتھ نہیں آتا اور اپنے احوال پر عدم اطلاع کے متعلق استفسار۔	۸۷۰	عُلمائے ظواہر کا (علوم میں) کیا حصّہ ہے۔ پس کتاب کا لُب اور مغز متشابہات ہیں اور محکمات اس لُب کا چھلکا ہیں۔	۸۷۷
مکتوب نمبر (۱۵)		**مکتوب نمبر (۱۹)**	
اس خطیب کی مذمت میں جس نے عید قربان کے خطبہ میں خلفاء راشدین کا نام ترک کر دیا تھا۔	۸۷۱	اتباعِ سنّت اور بدعت سے اجتناب کے بیان میں۔	۸۷۹
مکتوب نمبر (۱۶)		**مکتوب نمبر (۲۰)**	
برزخ صغریٰ کے عجائب کے بیان میں اور مرگِ طاعون کی فضیلت اور کفن مسنون کا بیان اور کفن پر جواب نامہ لکھنے کا حکم۔ اور قمیض کی بجائے پیراہن تبرک کی عطا کرنا اور سنتوں میں چار قُل پڑھنے کا حکم دینا۔	۸۷۴	فضائل نماز نیز اس امر پر ترغیب دینے کے بیان میں کہ نماز کے ارکان، شرائط، آداب اور تعدیلِ ارکان بالکل صحیح ادا کرنے چاہئیں۔	......
مکتوب نمبر (۱۷)		**مکتوب نمبر (۲۱)**	
اس بیان میں کہ اس جہان کی مصیبتیں اگرچہ بظاہر زخم ہیں۔ لیکن فی الحقیقت باعثِ ترقیات ہیں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تین روز طاعون واقع ہوا۔ اس طاعون میں حضرت انسؓ کے تراسی لڑکے اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ کے چالیس لڑکے فوت ہوئے۔	۸۷۶	اس بیان میں کہ حدیث لَا یَسَعُنِیْ الخ میں لفظ قلب سے مراد گوشت کی بوٹی ہے نہ حقیقت جامعہ تاہم مطلقاً بوٹی مراد نہیں بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ سلوک، جذبہ، تمکینِ قلب اور اطمینان نفس کے بعد ہیئت وحدانی پیدا کر چکا ہے۔ اور حقیقتِ جامعہ پر گوشت کی اس بوٹی کی کئی طرح فضیلت۔ اور اس امر کا بیان کہ گوشت کی اس بوٹی کے لئے یہ تمام کمالات، مقام قاب قوسین میں حاصل ہوتے ہیں۔ اور اس کا اَوْ اَدْنٰی کا معاملہ اس سے بھی وراء ہے۔ اور قلب کے اطلاقات کا بیان۔	۸۸۰
مکتوب نمبر (۱۸)		سوال: حدیث قدسی سے تو اس قلب کی وسعت سمجھ میں آتی ہے۔ اور تو اُسے تنگ کہتا ہے۔ اور اس تنگی کا جواب۔	۸۸۲
اس میں کہ علمائے راسخین، صوفیہ اور			

Marfat.com

مضمون	صفحہ
سوال: شایان فضیلت حقیقت جامعہ ہے جو عالم امر سے ہے۔ مُضغہ نے جو عالم خلق سے ہے۔ اور عناصر سے مرکب ہے۔ یہ فضیلت کہاں سے پائی۔ جواب عالم خلق کو عالم امر پر فضیلت	......
اے برادر! اربابِ ولایت کا ہاتھ ان علوم ومعارف کے دامن تک نہیں پہنچ سکتا۔	......
سوال: یہ مضغہ جب یَسَعُنِی قَلْبُ الخ کے شرف سے مشرف ہوگیا۔ تو بے چینی اور اضطراب کیوں ہوتا ہے۔ جواب ظہور اگرچہ اتمیّت چاہتا ہے الخ	۸۸۳
قلب کے ان دو اطلاق میں فرق کرنے والی وجوہ میں سے پنج وجہ کا بیان	۸۸۴
اے برادر! اس مضغہ کو گوشت کا ٹکڑا نہ خیال کرنا۔ بلکہ یہ ایک نفیس جوہر ہے۔	۸۸۵
اور اگر کوئی ناقص یہ کہے کہ ہر انسان ان اجزاء عشرہ سے مرکب ہے تو میں کہوں گا۔	۸۸۶
مکتوب نمبر (۲۲)	
حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہٗ کے طفیل سرہند شریف کے شہر کا اکثر بلاد پر کئی قسم کی فضیلتیں رکھنا۔ اور ایک نور کا مشاہدہ کرنا۔ کہ کسی صفت اور شان کی گرد نے اس راہ کی بُو بھی نہیں پائی۔ اور وہ زمین کچھ عرصہ بعد مخدوم زادہ کلاں خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ کا روضہ مقدسہ بن گیا۔	۸۸۷
مکتوب نمبر (۲۳)	

مضمون	صفحہ
اس بیان میں کہ عُمدہ کام اتباعِ سُنّت اور بدعت سے اجتناب ہے۔ اور سلسلہ نقشبندیہ کو دوسرے سلاسل پر فضیلت صاحبِ شریعت کی اتباع اور عزیمت پر عمل کے واسطہ سے ہے۔	......
اور اس طریقہ نقشبندیہ کی مدح وثنا	۸۸۸
حضرت حق تعالیٰ علمائے وقت کو توفیق عطا فرمائے کہ کسی بدعت کو حسنہ نہ کہیں اور کسی بدعت کے کرنے کا فتویٰ نہ دیں اگرچہ یہ بدعت صبح کی روشنی کی طرح چمکتی ہوئی نظر آئے۔	۸۸۹
مکتوب نمبر (۲۴)	
اس آرزو کے جواب میں تمام ذرات میں مشاہدہ جمال لایزال میسّر ہوئے۔	۸۹۳
مکتوب نمبر (۲۵)	
اس بیان میں کہ ہر عمل جو موافقت شریعت ادا کیا جائے ذکر میں داخل ہے۔ اگرچہ خرید وفروخت ہی ہو۔	......
مکتوب نمبر (۲۶)	
اس بیان میں کہ ذکر کی تلقین الف وب کی تعلیم کی طرح بچوں کیلئے ہوتی ہے۔	۸۹۴
مکتوب نمبر (۲۷)	
جلد ثانی کے مکتوب اوّل میں جو شیخ عبدالعزیز کے نام لکھا گیا ہے۔ اس سے متعلق شیخ موصوف کی تشکیکات کے جواب میں۔	۸۹۵
سوال: اگر حقائق ممکنات کہ صور علمیہ میں	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
عدامت ہیں۔ جو اضداد صفات ہیں تو ان عدمات کا حصول ذات واجب میں لازم آتا ہے۔ اس شُبہ کا عجیب جواب الخ۔	......
سوال: حقائق ممکنات چاہیئے کہ وجودی ہوں نہ عدمی جواب ہاں وجود اور ثبوت علمی رکھتی ہیں۔	
سوال: انبیاء و اولیاء اور تمام افراد انسانی جو ممکنات سے ہیں۔ اگر ان کی حقیقتیں عدمات ہوں تو شرف و کرامت اس زُمرہ علیہ سے زائل اور معدوم ہو جائیگی جواب کیوں مسلوب اور معدوم ہوگی۔	......
سوال: اجماعی بات کو کسی اختراعی بات سے رد نہیں کیا جا سکتا۔	......
ہمہ اُوست کے اختراعی مقولہ کا جواب ہم جانتے ہیں۔	......
مکتوب نمبر (۲۸)	
مولانا محمد صادق کشمیری کے استفسارات کے جواب میں۔	۸۹۷
پہلا استفسار: حق تعالیٰ کی ورائیت کا مقاملہ یہاں تک پہنچا ہوا ہے کہ صفات کا حمل بھی اس پر تکلف دکھائی دیتا ہے۔	......
استفسار دوم: بابا آبریز نے فرمایا کہ جب روز ازل کو اللہ تعالیٰ حضرت آدم کی مٹی گوندھ رہا تھا میں اس مٹی میں پانی ڈال رہا تھا۔ اس قول کی کیا تاویل ہوگی۔ اس کا جواب۔	......
استفسار سوم: کہ جب خواجہ علاؤ الدین	
مولانا نظام الدین خاموش سے ناراض ہوئے تو چاہا کہ ان کی نسبت سلب کرلیں۔ اس کا جواب	۸۹۸
مکتوب نمبر (۲۹)	
اس بیان میں کہ اس دنیا میں بہترین سامان حزن و غم ہے اور اس دسترخوان کی گوارا ترین نعمتیں آلام و مصائب ہیں۔	۸۹۹
مکتوب نمبر (۳۰)	
دو سوالوں کے جواب میں ایک نسبت رابطہ (تصورِ شیخ) اختیار کرنے کے بیان میں اور دوسرے مشغولی لاحق ہونے کے بیان میں۔	۹۰۰
اگر دو چیزوں میں فتور لاحق نہ ہو ایک متابعتِ شریعت دوسرے محبت اور اخلاص اپنے شیخ کے ساتھ۔ تو ہزاروں کدورتوں اور ظلمتوں کے طاری ہونے سے بھی کچھ فکر نہیں۔	۹۰۱
مکتوب نمبر (۳۱)	
وعظ و نصیحت میں	......
مکتوب نمبر (۳۲)	
جمعیت باطن کے متعلق شکایت کے بیان میں	......
مکتوب نمبر (۳۳)	
اس بیان میں کہ محبوب کی شئی انعام و تکلیف ہر حال میں محب کی نگاہ محبوب ہی ہوتی ہے۔ بلکہ اذیت اور تکلیف محبت میں اضافہ کرتی ہے۔ اور حمد کی شکر پر فضیلت	۹۰۲
سوال: تو نے بعض مکتوبات میں لکھا ہے۔	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
کہ مقام رضا مقام محبت سے اوپر ہے اور یہاں تو کہہ رہا ہے۔ کہ یہ مقام محبت مقام رضا سے اوپر ہے۔اور اس مقام کا جواب	۹۰۳
جاننا چاہئے کہ ظاہراً کراہت باطناً رضا کے منافی نہیں اور صورت کی تلخی حقیقت کی حلاوت کے خلاف نہیں۔کیونکہ الخ	۹۰۴
مکتوب نمبر (۳۴)	
اس بیان میں کہ حضرت حق سُبحانہٗ جس طرح عالم میں داخل نہیں، خارج بھی نہیں اور جس طرح منفصل نہیں۔	......
مکتوب نمبر (۳۵)	
توحید کے بارے میں استفسار کے جواب میں اور بطرز خاص عین الیقین کی وضاحت	۹۰۵
یہ نسبت جو تم کو تین ماہ میں میسر ہوگئی ہے۔ دوسرے سلاسل میں اگر دس سال میں بھی اگر میسر آجائے تو اُسے دولت عظمیٰ جانتے ہیں۔	......
متشابہات کی تاویل کا علم معاملات سے کنایات ہیں۔ جو رسولوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔اور امتیوں میں بہت کم کسی کو اس سے حصہ عطا کرتے ہیں۔الخ	۹۰۶
مکتوب نمبر (۳۶)	
امامت کی بحث اور مذہب اہل سُنّت کی حقیقت اور مخالفین کے مذہب کی حقیقت۔اور یہ کہ اہلسنّت اس افراط وتفریط کے درمیان ہیں۔ جو روافض وخوارج نے اختیار کی ہے۔اور اہل بیت آنسرور علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسّلام کی مدح وثنا	......
بیان تفصیل شیخین اور ختنین (حضرت عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی محبت اور رفض وخروج کا بیان۔	۹۰۷
کس طرح یہ گمان کیا جاسکتا ہے۔کہ اہل سُنّت اہل بیت سے محبت نہیں رکھتے حالانکہ ان بزرگوں کے نزدیک اہل بیت کی محبت جزو ایمان ہے اور سلامتی خاتمہ کو اس محبت کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے۔ حضور علیہ السّلام کے صحابہ کرام آپس میں جھگڑوں اور لڑائیوں کے وقت تین گروہ تھے۔اور ہر گروہ نے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا۔	۹۰۹
حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول کہ ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی ہے۔اس باب میں رافضیوں کے غلو کا بیان اور افراط وتفریط کا راستہ اختیار کرنا۔	۹۱۱
روافض کے بارہ فرقے ہیں۔اور سب کے سب پیغمبر علیہ السّلام کے صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں۔اور خلفاء راشدین کو گالی دینا عبادت جانتے ہیں۔اور اپنے آپ پر لفظ رافضی کے اطلاق سے نفرت کرتے ہیں۔اور دوسروں کو روافض تصور کرتے ہیں۔	۹۱۲
اس بحث میں دوجگہ اہل سنّت اور مخالفین کے درمیان بڑا اختلاف ہے۔مقام اوّل یہ ہے کہ اہل سنّت خلفاء اربعہ کی خلافت کی حقیقت کے قائل ہیں۔اور مخالفین اس کا انکار کرتے ہیں۔	۹۱۴

Marfat.com

مضمون	صفحہ
رافضیوں کے طعن کارد' جو وہ ابوہریرہ پر کرتے ہیں۔اور تقیہ کارد' جس کے وہ قائل ہیں۔	۹۱۵
دوسرا مقام یہ ہے۔کہ اہل سنت صحابہ کے مشاجرات ولڑائی جھگڑوں کو نیک معانی پر محمول کرتے ہیں۔اور مخالفین حضرت امیر کے ساتھ جھگڑنے والوں کو کافر کہتے ہیں۔	۹۱۷
جاننا چاہیئے کہ یہ بات لازم نہیں کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ تمام اختلافی امور میں حق پر ہوں۔اور اُن کے مخالفین خطا پر ہوں۔	۹۱۸
قاضی شریح نے امام حسن کی شہادت نسبت نبوت کے واسطہ کی بناء پر منظور نہ کی اور بیٹے کی باپ کے حق میں شہادت جائز قرار نہ دی۔	......
حضرت صدیقہ مجتہدہ مقبولہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں رافضیوں کا طعن وتشنیع کی حماقت کا بیان۔	......
اس سے پہلے فقیر کا طریقہ یہ تھا۔کہ اگر ایصالِ ثواب کے لئے کھانا پکاتا تھا۔تو اس کا ثوب آل عبا کی روحانیت کے ساتھ مخصوص رکھتا تھا۔	......
اگر کوئی شخص امیر کی محبت استقلالاً اور بلا واسطہ رکھے تو وہ بحث سے خارج ہے۔ایسا شخص یہ چاہتا ہے کہ پیغمبر کے واسطہ کے بغیر راستہ اختیار کرے۔اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو چھوڑ کر علی کی طرف آجائے اور یہ بات عین کفر اور زندقہ ہے۔	۹۱۹
حضرت طلحہ وزبیر کے فضائل اور ان پر سے رفعِ طعن	۹۲۰
صحابہ کرام پر جو اکابر دین ہیں۔اعتراض کرنے سے ڈرانا اور خوف دلانا۔	۹۲۰
امام ابو یوسف کے لئے درجہ اجتہاد پر پہنچنے کے بعد امام ابوحنیفہ کی تقلید خطا ہے۔درست یہ ہے۔کہ وہ اپنی رائے کی تقلید کرے۔	۹۲۱
صحابہ کرام نے اجتہادی اُمور میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خلاف کیا ہے۔اور زمانہ نزول وحی کے باوجود ان کے خلاف کرنے پر مذمت نہیں آئی۔	......
اس اختلاف کا بیان جو آنسرور کی مرضِ موت میں قرطاس لانے میں رونما ہوا۔اور اس کی تحقیق اور اس باب میں حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض کا جواب۔	۹۲۲
سوال: حضرت فاروق نے اس وقت فرمایا اَھجر الخ اس سے کیا مراد ہے جواب حضرت فاروق نے شائد اس وقت سمجھا ہو کہ یہ کام الخ۔	......
سوال: جب کہ احکام اجتہادیہ میں خطا کے احتمال کی گنجائش ہے تو آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہونے والے تمام احکام شرعیہ میں وثوق کیسے ہوسکتا ہے۔جواب احکامِ اجتہادیہ دوسرے وقت میں الخ۔	۹۲۳
خاتمہ مکتوب۔تمام اہلبیت کی مدح سرائی میں رضی اللہ عنہم میں	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
مکتوب نمبر (۳۷)	
کلمہ طیبہ کے فضائل میں	۹۲۷
معلوم نہیں کہ کوئی آرزو اس کے سوا باقی ہو کہ یک گوشہ میں الگ بیٹھ کر کلمہ طیبہ کے تکرار سے متلذذ اور محظوظ ہو۔ لیکن کیا کیا جائے کہ تمام آرزوئیں پوری نہیں ہوتیں۔	۹۲۹
مکتوب نمبر (۳۸)	
اس بیان میں کہ اہل اللہ کے باطن کو دنیا کیساتھ رائی برابر تعلق نہیں ہوتا۔ اگرچہ ظاہراً اسبابِ دنیا کیساتھ پراگندہ نظر آتے ہیں۔	......
مکتوب نمبر (۳۹)	
اصحابِ یمین اور اصحابِ شمال اور سابقین کے حالات کے بیان میں۔ جنہوں نے ایک قدم شمال پر۔ اور دوسرا یمین پر رکھا ہوا ہے اور سبقت کا گیند میدانِ اصل کی طرف لے گئے ہیں۔	۹۳۰
سابقین بالاصالۃ انبیاء ہیں۔ اور تابع ہونے کی حیثیت سے جس کو بھی اس دولت سے مشرف کر دیں۔ یہ دولت بیشتر انبیاء کرام کے اکابر اصحاب میں پائی جاتی ہے۔ اور قلیل طور پر غیر اصحاب میں بھی متحقق ہے۔ اور فی الحقیقت یہ شخص بھی گروہ صحابہ میں شمار اور کمالاتِ نبوت سے ملحق ہے۔	
مکتوب نمبر (۴۰)	
اس بیان میں کہ پردوں کا پھٹنا شہود کے اعتبار سے ہے وجود کے اعتبار سے نہیں۔	۹۳۱

مضمون	صفحہ
مکتوب نمبر (۴۱)	
اس بیان میں کہ مراتب نہایۃ النہایۃ میں ایک ایسا مرتبہ سامنے آتا ہے۔ کہ اس مقام کا ہر ذرّہ تمام دائرہ امکان سے کئی گناہ زیادہ دکھائی دیتا ہے۔	۹۳۲
مکتوب نمبر (۴۲)	
صوفیہ کے سیر کو آفاق و انفس میں انحصار کے بیان میں اور ان دو سیروں میں تخلیہ اور تجلیہ کا اثبات اور حضرت مجدد قدس سرہٗ کا اس معنی سے روکنا اور منع کرنا اور نہایۃ النہایۃ کو انفس و آفاق سے باہر ثابت کرنا۔	۹۳۳
جب سالک تصحیح نیت کے بعد الخ	
اگرچہ سیر آفاقی پوری کر چکا ہو اور اس مقام میں بعض حضرات کے احتیاط کا بیان اور عالم مثال میں ہر لطیفے کے لئے ایک نور قرار دینا اور ہر لطیفے کی صفائی کی علامت اور سیر آفاقی کا حاصل	......
صوفیہ کے نزدیک سیر انفسی اور سیر فی اللہ اور بقاباللہ کا بیان اور سیر انفسی کی وجہ تسمیہ اور سیر رجوعی اور سیر فی الاشیاء کا بیان اور اس مقام کی تحقیق۔ اور اس کلام کی تصحیح اور اس طرف اشارہ کہ یہ اطلاقات فقیر پر گراں ہیں۔	۹۳۴
یہ ہے اربابِ ولایت کے سیر و سلوک کا حاصل اور ان کے کمال و تکمیل کا نسخہ جامعہ۔ اور اس باب میں فقیر پر محض فضلِ خداوندی سے جو کچھ ظاہر کیا گیا ہے اور جس پر چلنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اُسے سپردِ قلم	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
کرتا ہے۔	۹۳
اگر چہ ان اکابر کے حقوق بھی اپنے ذمے لازم جانتا ہوں۔ کیونکہ ان کا تربیت یافتہ ہوں۔ لیکن واجب تعالیٰ کے حقوق ان سب کے حقوق سے فائق ہیں۔ اور وہ تعالیٰ بے چوں و بے چگون ہے۔ پس آفاق وانفس سے گزرنا چاہیئے۔ اور اس ذات سبحانہٗ کو انفس وآفاق کے ماوراء میں تلاش کرنا چاہیئے۔	۹۳۶
عجائب کاروبار ہے۔ اگر اپنے مکشوفات یقینیہ بیان کرتا ہوں جو ان کے مکشوفات کے موافق نہیں تو کوئی میری بات پر اعتبار نہیں کریگا اور اگر بیان نہیں کرتا تو حق و باطن میں التباس کا مرتکب ہوں گا۔ اس لئے جو کچھ حق ہے ضرور تا ظاہر کرتا ہوں۔	۹۳۷
دوسروں کی مخالفت سے نہ ڈرنے کا بیان اور اس کی وجہ کا اظہار۔ اور یہ کہ صحت احوال کی علامت یہ ہے۔ کہ کمال پر حصول یقین ہو اور مشائخ کے مقررہ احوال کی تفصیل پر اطلاع کا بیان۔ اور معارف توحید' اتحاد' احاطہ' اور سریان اور بزرگوں کے احسانات اور ان کی نعمتوں کا اقرار	......
علماء کا مسئلہ توحید میں مشائخ کے ساتھ اختلاف نظر واستدلال کے راستے سے ہے۔	......
اور اس فقیر کا اختلاف کشف وشہود کی راہ سے علماء ان اُمور کے قبح کے قائل ہیں اور فقیر بشرط عبور ان کے حُسن کا قائل ہے۔ اور شیخ علاؤ الدولہ کے اختلاف کا بیان۔	۹۳۸

مضمون	صفحہ
سوال: اس صورت میں مشائخ باطل پر ہوں گے اور حق ان کے مکشوف ومشہود کے ماوراء ہوگا۔	......
جواب: باطل اس صورت میں ہے۔ جبکہ وہ کوئی درست محمل نہ رکھتا ہو۔	......
ظاہر بین علماء ان کی حقیقت سے کیا پا سکتے ہیں۔ اور مخالفت صوری کے سوا اور کیا سمجھ سکتے ہیں۔	۹۳۹
مشائخ نے یہ جو کہا ہے۔ کہ سیر آفاقی میں تمام ظلمانی ونورانی پردے اُٹھ جاتے ہیں۔ فقیر کے نزدیک یہ قول مخدوش ہے بلکہ اس کے خلاف ثابت ہوا ہے۔	......
اور وہ طریق جس پر چلنے کے ساتھ اس فقیر کو مشرف کیا گیا ہے ایسا راستہ ہے جو جذبہ وسلوک کا جامعہ ہے۔	......
اس امر کا بیان کہ یہ طریقہ نقشبندیہ ضرور مطلوب تک پہنچاتا ہے اور انبیاء کا شاہراہ ہے۔	۹۴۰
جاننا چاہیئے کہ میرے پیر اور قسم خدا میرے راہنما' جن کے وسیلہ سے میں نے اس راہ میں آنکھ کھولی ہے الخ انہوں نے علو فطرت اور بلند ہمت کے باعث ابتدائے طریقت سیر انفسی کو قرار دیا ہے۔ اور سیر آفاقی کو اس کے ضمن میں طے کرتے ہیں۔ اور ان حضرات کا قول کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے اوپر ہے۔	......
اہل اللہ فنا اور بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں۔ اپنے اندر دیکھتے ہیں اور جو کچھ پہچانتے ہیں۔ اپنے	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
اندر پہنچاتے ہیں۔ ان کی حیرت ان کے اپنے وجود میں ہوتی ہے۔	۹۴۱
جاننا چاہیئے کہ غیریت کی نفی کرنا' اور چیز ہے اور غیریت کا منتفی ہونا امر دیگر۔ اور حضرت خواجہ بزرگ کا قول کہ جو کچھ دیکھا گیا اور سنا گیا۔	۹۴۲
اور وہ جو میں نے کہا ہے کہ ولایت کے لئے جذبہ و سلوک اور آفاق و انفس کے باہر قدم رکھنے کی جگہ نہیں کیونکہ یہ ارکان اربعہ کمالات نبوت کے مبادی ہیں۔ کہ ولایت کے ہاتھ اس بلند درخت تک پہنچ نہیں سکتے۔	......
تجلی برقی کے مقام اور ان بزرگوں کے لئے اس کے دوام کا بیان۔ اور اس سے فوق کے معاملہ کا بیان اور اس کا بیان کہ ان بزرگوں کی ہدایت جذب اور محبت ایسی ہے اور جب کسی صاحب دولت کو غلبہ محبت خداوندی الخ اور کمال محبت کی علامت کامل طریقہ سے شریعت کی بجا آوری ہے۔	......
سیر و سلوک اور جذبہ تصفیہ سے مقصود نفس کی اخلاق ردیہ اور اوصاف رذیلہ سے تطہیر ہے کہ ان تمام اوصاف رذیلہ میں بدتر صفت انفس کے ساتھ گرفتاری ہے۔ الخ	۹۴۳
پس سیر انفسی ضروری ہے۔ اور سیر آفاقی اس کے ضمن میں میسر آجاتی ہے۔	......
جاننا چاہیے کہ انفس کے احوال کو جو آفاق کے شیشوں میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کہ کوئی خواب یا واقعہ کے اندر عالم مثال میں اپنے آپ کو بادشاہ دیکھے۔	۹۴۴
سن پھر سن۔ کہ سیر انفسی میں اسماء وصفات واجبی کا ظہور سالک کے آئینہ میں جو کیا گیا ہے۔ فی الحقیقت وہ ظہور اسماء وصفات کا نہیں۔ بلکہ ظل کا ظہور ہے۔	۹۴۵
اس بیان سے لازم آیا کہ "پیوستن ظلی" "گسستن" پر مقدم ہے۔ ہاں اصل سے اتصال گسستن کے حصول کے بعد ہے۔ پس مشائخ میں سے جنہوں نے پیوستن کو مقدم رکھا ہے الخ	......
شیخ ابوسعید خراز اس مقام میں متوقف ہے چنانچہ وہ کہتا ہے تو جب تک نہیں چھوٹے گا نہیں پائے گا۔ اور جب تک نہیں پائے گا چھوٹے گا نہیں۔	......
میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں پہلے کیا ہے۔	......
مکتوب نمبر (۴۳)	
حضرت ایشاں کے قول ہیں کہ اس بارگاہ میں ذوق یافت ہے یافت نہیں اور اندراج النہایہ فی البدایہ کی تحقیق اور اس طریقہ کی دوسرے طریقوں پر افضلیت کا بیان۔	۹۴۶
سوال: جب کہ منتہی کے لئے یافت مطلوب میسر آگئی تو ذوق یافت سے بے نصیب ہے۔ تو اس نے ذوق یافت کہاں سے پالیا۔ جواب: دولت یافت ظاہر کے احوال باطن کے احوال کے ساتھ اس طرح نسبت رکھتے ہیں۔ جس طرح پچوں کی	......

Marfat.com

مضمون	صفحہ
نسبت بے چوں کے ساتھ۔	......
یہ بزرگ ابتداء میں انتہاء کی چاشنی درج کر دیتے ہیں۔اور نہایت کا کچھ پرتو مبتدی رشید کے باطن میں ڈال دیتے ہیں۔اور قدم اوّل میں ہی جو کچھ وہ اپنے پاس رکھتے ہیں مُرید کے حوصلہ کے مطابق اُسے عطا فرماتے ہیں۔	۹۴۷
اس طریق کے مبتدی کی دوسرے طریقوں کے منتہی حضرات کے ساتھ مساوات کے شُبہ کا ازالہ۔	......
اس طریقہ کے منتہی اور دوسرے طریقوں کے منتہی حضرات کے درمیان فرق کا بیان۔	۹۴۸
دوسرے سلاسل کے متعصب لوگوں کے قول کا جواب کہ ہماری نہایت حق کے ساتھ وصول ہے۔ اُسے تم اپنی ہدایت کہتے ہو تو حق سے آگے کہاں جاؤ گے۔	......
مکتوب نمبر (۴۴)	
وحدت الوجود سے متعلق ایک استفسار کے جواب میں اور اُسے علوم شرعیہ کے ساتھ مطابق کرنے اور اس قول کے معنی میں "اذا اَحَبَّ اللّٰہُ سُبحَانَہٗ عَبدًا لا یضرّہٗ ذَنبٌ"	۹۴۹
سوال:	
صوفیہ وحدت وجود کے قائل ہیں۔اور عُلماء اُسے کفر اور زندقہ جانتے ہیں۔اور دونوں فرقہ ناجیہ میں سے ہیں اس معاملہ کی حقیقت کیا ہے۔	

مضمون	صفحہ
جواب: محبت آثار الخ	۹۵۰
حسین بن منصور کے قول انا الحق کی مراد کا بیان	
پس اس تحقیق سے لازم آیا کہ صوفیہ کے نزدیک اشیاء ظہورات حق ہیں نہ عین حق	......
پس اشیاء حق سے ہیں حق نہیں ہیں لہٰذا ہمہ اوست کا معنی ہمہ از اوست ہوگا۔	......
سوال: صوفیہ اشیاء کو ظہورات کہنے کے ساتھ ساتھ معدوم خارجی جانتے ہیں۔اور خارج میں موجود صرف ایک ذات حق کو مانتے ہیں۔اور علماء اشیاء کو موجوداتِ خارجیہ کہتے ہیں۔پس دونوں کے درمیان نزاع معنوی ثابت ہوگئی۔	......
جواب صوفیہ اگر عالم کو معدوم خارجی جانتے ہیں الخ	۹۵۱
مذہب صوفیہ اور مذہب سوفسطائیہ کے درمیان فرق کا بیان۔	......
سوال: صوفیہ جو وجود وہمی ثابت کرتے ہیں۔اس سے ان کا مقصود یہ ہے کہ یہ وجود ثبات واستقرار کے باوجود نفس الامری نہیں ہے اس کا صرف وہم میں وجود ہے۔اور خیالی نمود کے سوا اس کا کچھ حصہ نہیں۔ اور علماء اشیاء کو خارج میں موجود مانتے ہیں۔وجود نفس امری کے ساتھ لہٰذا نزاع اب بھی باقی ہے۔	
جواب: وجود وہمی اور نمود خیالی الخ	
سوال:	
جب تمام اشیاء کا وجود نفس الامری ہوا تو لازم آیا کہ نفس الامر میں متعدد موجودات ہوں اور نفس الامر	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
میں ایک موجود نہ ہو اور یہ قول وحدت وجود کے منافی ہے۔ جواب: دونوں نفس امری ہیں وحدت وجود بھی اور تعدد وجود بھی الخ۔	٩٥٢
سوال: جب وہم کا لازوال تمام وہم کرنے والوں سے تسلیم کر لیا جائے۔ تو وجود وہمی کس طرح ثابت ہوگا۔ جواب: یہ وہمی وجود محض اختراع وہم سے حاصل نہیں ہوا۔ الخ	......
بلادِ ہندوستان میں شعبدہ بازوں کا قصہ اور قاضی جلال الدین کا حضرت مجدد الف ثانی قدس سرّہٗ کے والد ماجد سے سوال کرنا کہ نفس الامر میں وحدت ہے یا کثرت	٩٥٣
بیان معنی۔ اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبْدًا لَا یَضُرُّہٗ ذَنْبٌ ط	٩٥٤
مکتوب نمبر (۴۵)	
اس بیان میں کہ عالم تمام کا تمام اسماء وصفات واجبی کی جلوہ گاہ ہے۔ بخلاف ممکن کی ذات کے کیونکہ وہ مکمل طور پر اس سے بے نصیب ہے اور تمام کا تمام عرض ہے۔	٩٥٥
سوال: اس تحقیق سے معلوم ہوتا ہے۔ ذات ممکن عین ذات واجب ہے۔ اور ممکن واجب کے ساتھ متحد ہے۔ اور یہ محال ہے۔ کیونکہ یہ قلب حقائق کو مستلزم ہے۔ جواب ذات ممکن الخ۔	٩٥٦
سوال: جب کہ ہر ایک کا اشارہ لفظ آنا سے اپنی ذات کی طرف ہوتا ہے۔ اور وہ ذات واجب کی طرف راجع ہوتا ہے۔ تو اس سے لازم آتا ہے کہ ذات ممکن عین ذات واجب ہو۔ جواب ہاں ہر ایک کا اشارہ الخ	٩٥٧
سوال: ممکن کا ذات واجب کے ساتھ قیام مستلزم قیام حوادث کو ذات واجب کے ساتھ اور یہ امر ممتنع ہے۔ جواب: واجب کے ساتھ قیام حوادث کا امتناع معنی حلول حوادث ہے۔ ذات واجب تعالیٰ میں اور یہ مُحال ہے۔	......
سوال: جب کہ ممکن مکمل طور پر عرض ہے تو اس کے لئے محل کا ہونا ضروری ہے۔ جس کے ساتھ وہ قائم ہو۔ وہ محل کیا چیز ہے ذات واجب تو ہے نہیں۔ اسی طرح ممتنع بھی اس کا محل نہیں بن سکتا۔ اس کا جواب الخ۔	......
ممکن کے واجب کے ساتھ قیام کے سلسلے میں وہ تمثیلیں۔ بغیر اس کے کہ واجب ممکن کا محل بنے۔	٩٥٨
نظام معتزلی نے سارے عالم کو اعراض جانا ہے۔ اور جوہر سے خالی گمان کیا ہے۔ اور صاحب فتوحات مکیہ نے عالم کو اعراض مجتمعہ عین واحد میں جانا ہے۔ اور دو زمانوں میں اس کے عدم بقا کا حکم لگایا ہے۔ اور اس فقیر کے نزدیک یہ معاملہ شہودی ہے وجودی نہیں۔	......
تعدد مثال اور ان کے کئی گنا ہونے کا بیان	٩٥٩
مکتوب نمبر (۴۶)	
کلمہ طیبہ کے فضائل میں جو طریقت' حقیقت	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
اور شریعت کو متضمن ہے' اور اس بیان میں کہ ولائیت کے کمالات کی نبوت کے کمالات کے سامنے کچھ حیثیت نہیں اور یہ کہ ولایت کو شریعت سے چارہ نہیں۔ اور یہ کہ ظاہر ہمیشہ شریعت کا مکلف رہتا ہے۔ اور باطن بھی اس معاملہ کا گرفتار۔	۹۵۹
ولایت کے کمالات اس کلمہ کے جزو اوّل کے ساتھ وابستہ ہیں اور اس کلمہ کا جزو اخیر شریعت کا محصل اور اسے مکمل کرنے والا ہے۔	۹۶۰
میں نے اس کلمہ کے جزو اخیر کو سمندر ناپیدا کنار پایا۔ کہ جزو اوّل اس کے سامنے ایک قطرہ دکھائی دیا۔ اور ایک جماعت نے کج بینی کے باعث ولایت کو نبوت سے افضل جانا ہے۔	......
مخلوق کی طرف انبیاء کی توجہ ہدایت اور ارشاد کی خاطر ہے نہ کہ نفس کیلئے۔ اور یہ توجہ اس توجہ سے بہت افضل ہے جو اپنے نفس کیلئے حق کی طرف ہو۔	......
بعض اوقات ذکر نہ کرنا مستحسن ہوتا ہے۔ اور ذکر غفلت دور کرنے سے عبارت ہے۔ جس طرح بھی میسر آئے اوامر کا بجالانا' اور نواہی شرعیہ سے بچنا سب ذکر میں داخل ہے اور بیان فرق اس ذکر کے درمیان جو اسم اور صفت سے واقع ہوتا ہے اور اس کے درمیان جو اوامر کی بجاآوری اور نواہی سے بچنے کی صورت میں ہوتا ہے۔	......
حضرت خواجہ نقشبند نے فرمایا کہ مولانا زین الدین راہ علم سے خدا تک پہنچا ہے۔	......
اس معاملے کا بیان جو طریقت' حقیقت اور شریعت سے وراء ہے۔	۹۶۲
سوال: ان معارف سے لازم آتا ہے کہ بعض مراتب میں عارف شریعت سے باہر بھی قدم رکھتا ہے اور اس کا جواب	......
سوال: اس بیان سے لازم آیا۔ کہ کمالات نبوت میں بھی باطن حق کے ساتھ اور ظاہر خلق کیساتھ ہوتا ہے اور تو نے اپنے مکتوبات و رسائل میں لکھا ہے کہ مقام نبوت میں رُخ مخلوق کی طرف ہوتا ہے اس کا جواب مقام کی تحقیق	۹۶۳
ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قریب اور محیط ہے اور عالم کے ساتھ ہے۔ لیکن ہم اس کے قریب احاطہ اور معیت کی کیفیت کو نہیں جانتے کہ کس طرح ہے	۹۶۴
مکتوب نمبر (۴۷)	
نصیحت اور تنبیہہ میں	۹۶۵
مکتوب نمبر (۴۸)	
ماتم پُرسی اور مقام رضا کے حصول کی ترغیب میں	......
مکتوب نمبر (۴۹)	
اس بیان میں کہ ماسوا کو بھول جانا اس طریق کا قدم اوّل ہے۔	۹۶۶
مکتوب نمبر (۵۰)	
اس بیان میں کہ شریعت کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت ہے اور ابتدا سے لیکر انتہا تک شریعت	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
کے بغیر چارہ نہیں۔	٩٦٧
اور تمکین قلب' اطمینانِ نفس اور اجزائے قالب کے اعتدال کا بیان	......
صورت شریعت کا معنی اور جو اس مقام میں متحقق ہے وہ ایمان اور اعمال کی صورت ہے نہ ان کی حقیقت اور اس امر کا بیان کہ جنت کی بھی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت اور صورت شریعت کے نتائج کا بیان۔اور ولائیت عامہ اور خاصہ کا بیان	٩٦٧
مقام طریقت' فنا و بقا اور سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ کا بیان اور اطمینان نفس کا مقام اور اس کا کفر اور انکار سے واپس آنا اور اپنے مولا سے راضی ہونا اور قوم کے نزدیک جہاد اکبر سے مراد اور مُجدد صاحب کے نزدیک اس کے مرادی معنی	٩٦٨
قالب کے ساتھ ہمیشہ جہاد کرنے کا بیان اور اُسے باقی رکھنے کے فوائد اور اسلام حقیقی کا مقام اور حقیقتِ اعمال	٩٧٠
جاننا چاہیئے کہ شریعت کی صورت و حقیقت میں فرق نفس کی وجہ سے ہے۔اور جسم کی حیثیت	

مضمون	صفحہ
سے کمالات ولایت اور کمالات نبوت میں فرق	
حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے شیطان کے اسلام کا بیان اور اس امر کا بیان کہ جس طرح شیطان آفاق میں ہے انفس میں بھی ہے۔اور یہ اطمینان اجزائے قالب میں اعتدال کے بعد ہوتا ہے۔	......
سوال: جب قالب کے اجزاء بھی حدِ اعتدال پر آ جاتے ہیں۔اور اطمینان و سرکشی سے باز آ جاتے ہیں۔تو پھر ان کے ساتھ جہاد کی کیا صورت ہوتی ہے اور نفس مطمئنہ کی طرح ان سے جہاد مرتفع ہو جاتا ہے اس کا جواب۔	٩٧١
یہاں کوئی شخص غلطی نہ کرے اور نہ کہے کہ اس مقام میں صورتِ شریعت اور اس کی حقیقت سے بے نیازی ہو جاتی ہے۔اور احکامِ شرعیہ کے بجا لانے کی ضرورت نہیں رہتی۔کیونکہ اس کے جواب میں ہم کہیں گے۔	٩٧٢

=============
===========
=========

تمّت فہرست مکتوبات .... دفتر دوم حصّہ اوّل

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ مُحَمَّدٍ

وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡكَرِیۡمِ ط

اُردو ترجمہ مکتوبات امام ربّانی قدس سِرّہ

دفتر دوم......حصّہ اوّل

اللہ ہی کے لئے ہے بے شمار ایسی حمد و تعریف جو طیب ہو۔ اور جس میں برکت اور جس پر برکت ہو اور ایسی حمد جو ہمارے رب تعالیٰ کو محبوب اور پسند ہو۔ اور اکمل و اتم صلوٰۃ و سلام اس کے حبیب حضرت محمد اور آپ کی آل' آپ کے اصحاب اور آپ کے اہل بیت اور آپ کے کامل وارثوں اور تمام ہدایت کی پیروی کرنے والوں اور تمام انبیاء و مرسلین اور ملائکہ مقربین پر جو اُن کی بلندی شان اور مرتبہ کے لائق ہو۔

اَمَّا بَعۡدُ: یہ وہ مکتوبات ہیں۔ جو علوم غربیہ' معارف عجیبہ' اسرار لطیفہ اور دقائق شریفہ پر مشتمل ہیں۔ عارفوں میں سے کوئی عارف بھی ایسے مضامین نہیں لکھ سکتا۔ اور نہ ہی اولیاء میں سے کسی ولی نے ان کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ یہ علوم و معارف انوار نبوت کے سینہ سے حاصل کئے گئے ہیں۔ اور یہ بلند ہمت والے امام علماء راسخین کے پیشوا' پیغمبروں کی بزرگیوں سے مشرف' ولایت اصلی کے صاحب' اسرارِ الٰہی کے مخزن' قرآنی متشابہات کی باریکیوں کو جاننے والے' رحمانی نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی مجدّد الف ثانی' ہمارے شیخ اور ہمارے امام شیخ احمد فاروقی کے مکتوبات ہیں۔ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ جہاں والوں کے سروں پر آپ کی سلامتی کو تادیر قائم رکھے۔

جب مکتوبات کی جلد اوّل تین سو تیرہ مکتوب کے عدد کو پہنچی۔ تو حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ و سلمہٗ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس جلد کو اسی عدد پر ختم کر دیں کہ یہ عدد پیغمبران مرسل صلوات اللہ تعالیٰ علی نبینا وعلیہم کے عدد کے موافق ہے۔ نیز اہل بدر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عدد کے موافق ہے۔ تبرکاً اور یمناً اسی عدد پر جلد اول کو ختم کیا گیا۔ اس کے بعد دوسرے مکتوبات قدسی آیات جو صادر ہوئے۔ معارف آگاہ' حقائق دستگاہ' مظہر فیض الٰہی' مظہر اسرارِ لامتناہی' ظاہری و باطنی علوم کے جامع' حضرت مخدوم زادہ شیخ مجد الدین خواجہ محمد معصوم اللہ تعالیٰ انہیں سالم اور باقی رکھے اور انہیں اپنی تمناؤں کی نہایت تک پہنچائے اس بات کے باعث ہوئے کہ یہ بعد میں صادر

Marfat.com

ہونے والے مکتوبات بھی جمع ہوں۔ چنانچہ آپ کے اشارہ شریف کے موافق اس درگاہ کا کمترین خاکروب اللہ خالق کائنات کے بندوں میں سے کمترین بندہ عبدالحی بن خواجہ چاکر حصاری (اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخشے اور اس کے عیوب کو چھپائے اور اس کے خاتمہ کو اچھا کرے) ان مکتوبات کے جمع کرنے کے درپے ہوا۔ اور اللہ ہی توفیق عطا کرنے والا اور اسی پر بھروسہ ہے۔

مکتوب نمبر (۱)

شیخ عبدالعزیز جونپوری کی طرف صادر فرمایا۔

مسئلہ وحدت وجود میں شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ کے مذہب کی تحریر کے بیان۔ نیز اس مسئلہ میں حضرت مجدد الف ثانی سلمہٗ اللہ تعالیٰ کے مسلکِ مختار کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ جس نے امکان کو وجود کا شیشہ بنایا اور عدم کا وجود کا مظہر قرار دیا۔ وجوب اور وجود اگرچہ اس ذات سبحانہٗ کے لئے دو صفت کمال ہیں تاہم وہ بلند ذات ان دونوں سے وراء ہے۔ بلکہ تمام اسماء اور صفات اور تمام شیون اور اعتبارات اور ظہور و بطون اور بروز (ظاہر ہونا) و کمون (پوشیدہ ہونا) تجلیات و ظہورات اور ہر ملی ہوئی اور جدا چیز اور مشاہدات و مکاشفات سے اور ہر محسوس اور معقول چیز اور ہر موہوم اور متخیل سے بھی وراء ہے۔ پس وہ سبحانہٗ و تعالیٰ وراء الوراء ہے۔ پھر وراء الوراء پھر وراء پھر وراء الوراء ہے۔[1]

چہ گویم با تو از مرغے نشانہ   کہ با عنقا بود ہم آشیانہ
[2]ز عنقا ہست نامے پیش مردم   ز مرغ بود آں نام ہم گم

تو کسی حمد کرنے والے کی حمد اس کی ذاتِ قدس کی جناب تک نہیں پہنچ سکتی۔ بلکہ تمام حمدوں کی نہایت اس کی عزت کے پردوں سے نیچے ہی رہتی ہے۔ تو وہ خود ہی اپنی ذات کی ثنا کر سکتا ہے۔ اور اپنی ذات کی حمد خود اپنی ذات سے ہی کر سکتا ہے۔ پس وہ سبحانہٗ و تعالیٰ خود ہی حمد کرنے والا ہے اور حمد کیا جاتا ہے۔ اور اس کا ماسوا با مقصد حمد کے ادا کرنے سے عاجز ہے۔ کیوں عاجز نہ ہو۔ حالانکہ اس سبحانہٗ کی حمد سے وہ ہستی بھی عاجز رہی جو قیامت کے روز لواءُ الحمد کو اٹھائے گی۔ اور آدم اور سب لوگ اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور یہ ہستی ظہور میں تمام مخلوق سے افضل اور اکمل ہے اور مرتبے میں سب سے زیادہ قریب ہے۔ اور کمال میں سب سے زیادہ جامع اور جمال میں سب سے بڑھ کر اور حسن و جمال کا اور حسن و کمال کا چاند ہونے میں سب سے مکمل تر ہے اور قدر میں سب سے

---

[1] میں تجھے اس پرندے کا نشان کیا بتاؤں جو عنقا کا ہم آشیانہ ہو۔

[2] عنقا کا کم از کم لوگوں کو نام تو معلوم ہے۔ لیکن میرے پرندے کا نام بھی معلوم نہیں۔

Marfat.com

اونچی اور بزرگی اور شرف میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اور دین کے لحاظ سے سب سے مضبوط تر اور ملت کے اعتبار سے سب زیادہ عادل۔ حسب میں سب سے باعزت نسب میں سب سے اشرف خاندان میں سب سے مشہور تر اگر وہ ہستی نہ ہوتی۔ تو اللہ سبحانہ مخلوق کو پیدا نہ کرتا اور ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔ اور وہ ہستی اس وقت نبوت سے سرفراز ہو چکی تھی۔ جب آدم پانی اور مٹی کی شکل میں تھے۔ اور جب قیامت کا دن ہوگا۔ تو وہ ہستی نبیوں کا امام اور خطیب اور صاحب شفاعت ہوگی وہ ہستی جس نے ارشاد فرمایا" ہم سب سے آخر ہیں لیکن قیامت میں سب سے آگے ہونگے۔ اور مَیں بغیر فخر کے یہ بات کہتا ہوں اور مَیں اللہ کا حبیب ہوں اور نبیوں کے سلسلے کو ختم کرنے والا ہوں اور کوئی فخر نہیں اور جب لوگ قبروں سے اُٹھائے جائیں گے تو میں سب سے پہلے اٹھوں گا اور جب لوگ بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوں گے تو میں اُن کا قائد ہوں گا اور جب لوگوں پر خاموشی اور سکوت چھایا ہوگا۔ تو میں ان کا خطیب ہوں گا اور جب لوگ روک لیے جائیں گے تو میں ان کی شفاعت کروں گا۔ اور جب لوگ مایوس ہوں گے تو میں انہیں خوشخبری دوں گا۔ عزت اور بزرگی اور ہر چیز کی چابیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی۔

اے قافلہ کہ اوست دانم نرسم ایں بسکہ رسد ز دور بانگ جرسم [1]

اللہ سبحانہ کی رحمتیں اور اس کی تسلیمات اور بلند ذات کے فیض کے تحفے اور برکتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور آپ کے بھائیوں یعنی تمام انبیاء اور مرسلین اور تمام مقرب فرشتوں پر اور تمام اہل طاعت پر وہ صلوٰۃ و سلام اور وہ تحفے اور برکتیں جن کے آپ اہل ہیں۔ اور جن کے وہ اہل ہیں نازل ہوتے رہیں جب تک آپ کا ذکر کرنے والے آپ کے ذکر میں مشغول رہیں اور جب تک غفلت والے آپ کے ذکر سے غافل رہیں۔

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات وارسال تحیات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مکتوب گرامی جو اس فقیر کے نام لکھا تھا۔ اخوی اعزی شیخ محمد طاہر نے پہنچایا۔ اور خوش وقت کیا۔ یہ مکتوب چونکہ ارباب کشف وشہود کے حقائق و معارف پر مشتمل تھا۔ فرحت پر فرحت کا موجب ہوا۔ اللہ سبحانہ تمہیں جزاء خیر عطا فرمائے۔

یہ فقیر بھی آپ کے صحیفے کی موافقت میں اس بلند گروہ کے ذوق وشوق کی باتیں درمیان میں لاتے ہوئے چند کلمے لکھ کر آپ کی دردِ سری کا باعث بنتا ہے۔

مخدوم ومحترم یہ بات آپ کے علم شریف میں ہے کہ وجود ہر چیز وکمال کا مبدأ ہے اور عدم ہر نقص و شرارت اور زوال کا منشا ہے۔ پس وجوب واجب تعالیٰ جل سلطانہ کے لئے ثابت ہے۔ اور عدم ممکن کا حصہ۔ تاکہ ہر خیر وکمال واجب تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ اور ہر طرح کا شر ونقص ممکن سے منسوب ہو۔ ممکن کے لئے وجود ثابت کرنا اور خیر وکمال کو اس سے منسوب کرنا فی الحقیقت ممکن کو حق جل سلطانہ کی ملک اور مُلک میں شریک کرنا ہے۔ اور اسی طرح ممکن کو عین واجب تعالیٰ شانہ کہنا نیز ممکن کی صفات اور افعال کو اس بلند ذات کی صفات وافعال کا عین قرار دینا سوء ادب اور کجروی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں ایک کمینے جاروب کش کی جو نقص اور

[1] میں جانتا ہوں کہ جس قافلے میں وہ ہے۔ میں اس میں نہیں پہنچ سکتا۔ یہی کافی ہے کہ دور سے ٹلی کی آواز پہنچتی رہے۔

Marfat.com

خبث ذاتی سے داغدار ہے۔ کہ مجال ہے کہ اپنے آپ کو سلطان عظیم الشان کا عین جانے جو خیرات و کمالات کا منشا ہے۔ اور اپنی بُری صفات اور افعال کو اس کی بہترین صفات اور افعال کا عین جانے جو خیرات و کمالات کا منشا ہے۔ اور اپنی بُری صفات اور افعال کو اس کی بہترین صفات اور افعال کا عین ہونے کا وہم کرے۔ علمائے ظواہر نے ممکن کے لئے وجود ثابت کیا ہے اور واجب تعالیٰ کے وجود اور ممکن کے وجود کو مطلق وجود کے افراد میں سے شمار کیا ہے۔ غایۃ مافی الباب کلی مشکک کے طور پر واجب تعالیٰ کے وجود کو ممکنات کے وجود سے اولیٰ اور اقدم کہا ہے۔ اور یہ معنی ممکن کے واجب کے ان کمالات وفضائل میں جو اس کے وجود سے پیدا ہوئے ہیں۔ میں شریک کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت ہی بلند ہے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے۔

اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي وَالْعَظْمَةُ اِزَارِیْ۔ بڑائی میری چادر اور عظمت میرا تہبند ہے۔

اگر علمائے ظواہر اس باریکی سے آگاہ ہو جاتے تو ہرگز ممکن کے لیے وجود ثابت نہ مانتے۔ اور جو خیر و کمال خدائے جلّ وعلا سے مخصوص ہے۔ وجود کی خصوصیت کے اعتبار سے ممکن کے لئے اس کا اثبات نہ کرتے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا۔ ''اے ہمارے پروردگار! اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر بیٹھیں تو ہمیں نہ پکڑنا۔ (''آیۃ کریمہ'')

اور اکثر صوفیہ خاص کر ان کے متاخرین ممکن کو عین واجب جانتے ہیں اور ممکن کی صفات و افعال کو واجب تعالیٰ کی صفات وافعال کا عین گمان کرتے اور کہتے ہیں۔

ہمسایہ[۱] و ہمنشین ہمرہ ہمہ اوست در دلق گدا و اطلس شہ ہمہ اوست
[۲] در انجمن فرق و نہان خانہ جمع باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

اگرچہ ان بزرگوں نے وجود کو شریک کرنے سے گریز کیا ہے۔ اور دوئی سے دور بھاگے ہیں۔ لیکن غیر وجود کو وجود سمجھ بیٹھے ہیں۔ اور نقائص کو کمالات کہہ دیا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کسی بھی شئی کی ذات میں شرارت اور نقص نہیں ہے۔ اگر ہے تو صرف نسبی اور اضافی ہے۔ زہر قاتل بھی انسان کی نسبت سے زہر قاتل ہے۔ کہ اس کی زندگی ختم کرتا ہے۔ لیکن اس جاندار کی نسبت آب حیات ہے جس میں یہ زہر پیدا ہوتا ہے اور اس کے لئے تریاق نافع ہے۔

اس بارے میں ان بزرگوں کا مقتداء اور پیشوا ان کا کشف وشہود ہے۔ ان بزرگوں پر جو کچھ ظاہر ہوا ہے

---

[۱] مسلم شریف بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حدیث کے باقی الفاظ یہ ہیں ''فمن نازعنی واحدا منہما ادخلتہ النار'' تو جو مجھ سے ان دونوں میں سے ایک کو بھی چھینے گا۔ میں اس کو آگ میں ڈالوں گا۔

[۱] ہمسایہ اور ہمنشین اور ساتھی سب وہی (خدا) ہے۔ گدا اگر گودڑی اور شاہی لباس میں بھی وہی (خدا) ہے۔

[۲] فرق کی انجمن اور نہاں خانہ جمع سب میں اللہ کی قسم وہی ہے پھر اللہ کی قسم سب وہی ہے۔

Marfat.com

وہی ان کے علم میں آیا ہے۔ اے اللہ ہمیں چیزوں کی حقیقتیں اس اصل حالت میں دکھا جیسی کی وہ ہیں۔

اس باب میں جو کچھ اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے یہ فقیر اسے تفصیل سے ظاہر کرتا ہے۔ پہلے شیخ محی الدین ابن عربی جو متاخرین صوفیہ کا امام اور پیشوا ہے۔ کا اس مسئلے میں مذہب بیان کرتا ہے۔ اس کے بعد جو کچھ اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے۔ تحریر میں لاتا ہے۔ تا کہ دونوں مذہبوں کے درمیان مکمل طریقہ سے فرق معلوم ہو جائے اور باریکی اور خفا کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط نہ ہو۔

شیخ محی الدین اور اس کے پیروکار فرماتے ہیں کہ باری تعالیٰ جل وعلا کے اسماء وصفات ذات واجب تعالیٰ وتقدس کا بھی عین ہیں۔ ایک دوسرے کا بھی عین ہیں۔ پس اس مقام میں کسی بھی اسم اور نسان کے اعتبار سے تعدد و تکثر نہیں ہے اور نہ ہی کوئی تمائز اور تبائن ہے۔ غایت ما فی الباب یہ ہے کہ ان اسماء وصفات اور شیون و اعتبارات نے حضرت علم میں تمائز اور تبائن واجمالاً اور تفصیلاً پیدا کیا ہے۔ اگر اجمالی تمیز ہے تو اُسے تعین اوّل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اگر تفصیلی تمیز ہے تو اس کا نام تعین ثانی ہے۔ تعین اوّل کا نام وحدت رکھتے ہیں۔ اور اسے حقیقت محمدی جانتے ہیں۔ اور تعین ثانی کو واحدیت کہتے ہیں۔ اور تمام ممکنات کے حقائق گمان کرتے ہیں۔ اور اِن حقائق ممکنات کو اعیانِ ثابتہ جانتے ہیں۔ اور اِن دو علمی تعینوں یعنی وحدت اور واحدیت کو مرتبہ وجوب میں ثابت کرتے ہیں۔

یہ حضرات کہتے ہیں۔ کہ اِن اعیان ثابتہ نے وجود خارجی کو بُو بھی نہیں پائی۔ اور خارج میں احدیت مجرّدہ کے سوا کچھ بھی موجود نہیں ہے۔ اور یہ کثرت جو خارج میں دکھائی دیتی ہے۔ اعیان ثابتہ کو عکس ہے۔ جو ظاہر وجود جس کے سوا خارج میں کچھ موجود نہیں ہے کے شیشوں میں منعکس ہوا ہے۔ اور خیالی وجود پیدا کیا ہے۔ جس طرح ایک شخص کی صورت آئینے میں منعکس ہو۔ اور اس شیشے میں خیالی وجود پیدا کرے۔ اس عکس کا وجود صرف خیال میں ثابت ہے۔ اور آئینے میں کسی شئی سے حلول نہیں کیا ہے۔ اور اس شیشے میں کوئی چیز منقش نہیں ہوئی۔ اگر انتقاش ہے تو صرف خیال میں ہے۔ جو شیشے کی سطح پر وہم میں آتا ہے۔ اور یہ خیالی اور وہمی شے خداوند جل سلطانہٗ کے فعل سے پیدا ہوئی۔ جو درست اور ٹھیک شکل میں دکھائی دیتی ہے۔ وہم اور خیال کے زوال سے زائل نہیں ہوتی۔ آخرت کا دائمی اور ابدی ثواب وعذاب اسی پر مرتب ہوتا ہے یہ کثرت جو خارج میں دکھائی دیتی ہے۔ تین قسم پر منقسم ہے۔ قسم اوّل تعین روحی ہے اور قسم دوم تعین مثالی اور قسم سوم تعین جسدی جو عالم شہادت سے تعلق رکھتا ہے۔ ان تینوں تعینات کو تعیناتِ خارجیہ کہتے ہیں اور مرتبہ امکان میں ثابت کرتے ہیں۔ تنزلات خمسہ ان ہی پانچ تعینات سے عبارت ہے اور ان تنزلات خمسہ کو حضرات خمس میں بھی کہتے ہیں۔

اور جب علم اور خارج میں سوائے ذات باری تعالیٰ اور سوائے واجب جل سلطانہٗ کی اسماوصفات کے جو عین ذات تعالیٰ وتقدس ہیں۔ ان کے نزدیک اور کوئی چیز ثابت نہیں۔ اور انہوں نے صورتِ علمیہ کو ذی صورت کا

Marfat.com

عین گمان کیا ہے۔ شے کا شبیہ و مثال گمان نہیں کیا۔ نیز اسی طرح اعیانِ ثابتہ کی صورت منعکسہ کو جس نے ظاہر وجود میں نمود پیدا کیا ہے۔ ان صورتوں کا عین تصوّر کیا ہے۔ نہ ان کا شبہ تو لازماً اتحاد کا حکم لگا دیا۔ اور ہمہ اوست کا نعرہ بلند کیا۔

یہ مسئلہ وحدت وجود میں شیخ محی الدین ابن عربی کے مذہب کا اجمالی بیان یہی علوم ہیں۔ اور اسی طرح کے دیگر علوم جنہیں شیخ موصوف خاتم الولایۃ کے ساتھ مخصوص جانتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ خاتم النبوت یہ علوم خاتم الولایۃ سے اخذ کرتا ہے۔ اور فصوص[1] کے شارحین اس قول کی توجیہہ میں تکلفات کرتے ہیں۔

مختصر یہ کہ شیخ موصوف سے پہلے اس گروہ صوفیہ میں سے کسی نے اِن علوم واسرار کیساتھ لب کشائی نہیں کی۔ اور اس بات کو اس طریقہ پر کسی نے بیان نہیں کیا۔ اگرچہ غلباتِ سُکر میں ان سے توحید و اتحاد کی باتیں ظہور میں آئی ہیں۔ اور ''اَنَا الحق'' اور ''سبحانی'' کے الفاظ صادر ہوئے ہیں۔ لیکن یہ حضرات اتحاد کی وجہ سے معلوم نہیں کر سکے اور منشا کو نہیں پا سکے۔ پس شیخ اس گروہ کے متقدمین کی برہان اور اس گروہ کے متاخرین کی حجت اور دلیل بنے ہیں۔ تاہم ابھی تک اس مسئلہ کے بہت سے دقائق پوشیدہ ہیں اور نہ ہی اس باب میں مشکل راز ابھی تک منصۂ شہود پر آئے ہیں۔ البتہ فقیر کو ان کے اظہار کی توفیق ملی ہے۔ اور انک کی تحریر سے مبشر ہوا ہے۔ اللہ ہی حق کو حق ظاہر کرتا ہے۔ اور وہی سیدھے راستے کی ہدائت دیتا ہے۔

مخدوم گرامی! واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کی صفات ثمانیہ جو اہل حق (اہلسنت) شکر اللہ سعیہم کے نزدیک خارج میں موجود ہیں۔ ضرور خارج میں ذات تعالیٰ و تقدس بے چونی اور بے چگونی کی صفت کیساتھ متمیز ہونگی نیز یہ صفات آپس میں بھی بے چونی کی صفت کے ساتھ ایک دوسری متمیز اور جدا ہوں گی۔ بلکہ بے چون تمیز مرتبہ حضرت ذات تعالیٰ و تقدس میں بھی ثابت ہے۔ کیونکہ واجب تعالیٰ مجہول الکیفیہ وسعت کیساتھ واسع ہے۔ اور وہ تمیز جو ہمارے فہم وادراک میں آسکتا ہے۔ اس جناب قدس سے مسلوب ہے۔ کیونکہ بعض ہونا اور جُزو جُزو ہونا وہاں متصور نہیں ہوسکتا اور تحلیل و ترکیب کو حضرت جلّ سلطانہ' میں کچھ دخل نہیں اور حالیت (اس کا کسی میں سرات کرنا) اور محلیت (اس میں کسی کا سرات کرنا) کی بھی وہاں کچھ گنجائش نہیں۔

مختصر یہ کہ ممکن کی صفات واعراض میں سے ہے۔ اس جناب قدس سے مسلوب ہے۔ اس کی طرح کوئی اس کی مثل نہیں۔ نہ ذات میں نہ صفات میں اور نہ افعال میں۔ اس بے چونی تمیز اور اس بے کیف وسعت کے باوجود واجب تعالیٰ جلّ سلطانہ' کے اسماء وصفات خانۂ علم میں بھی تفصیل و تمیز رکھتے ہیں اور منعکس ہوئے ہیں اور ہر اسم وصفت تمیزہ کا مرتبہ عدم میں ایک مقابل اور ایک نقیض ہے۔ مثلاً صفت علم کا مرتبہ عدم میں ایک مقابل اور نقیض ہے۔ جو عدم علم ہے اور جسے جہل سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور صفتِ قدرت کا ایک مقابل ہے یعنی عجز جو قدمِ

[1] فصوص سے شیخ ابن العربی کی مشہور کتاب فصوص الحکم مراد ہے۔

Marfat.com

قدرت کا نام ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اور ان عدمات متقابلہ نے بھی علم واجبی جل شانہٗ میں تفصیل و تمیز پیدا کیا ہوا ہے۔ اور اپنی مقابل صفات و اسماء کا آئینہ بنے ہوئے ہیں۔ اور ان کے عکسوں کے ظہور کے شیشے بنے ہوئے ہیں۔

فقیر کے نزدیک وہ عدمات اسماء و صفات کے ان عکوس کے ساتھ ممکنات کے حقائق ہیں۔ غایۃ مافی الباب اتنی بات ہے۔ کہ وہ عدمات ان ماہیات کے لئے اصول اور مواد کی طرح ہیں۔ اور وہ عکوس ان مواد میں حلول کرنے والی صورتوں کی طرح ہیں۔ پس شیخ محی الدین کے نزدیک ممکنات کی حقیقتیں مرتبہ علم میں وہی متمیز اسماء اور صفات ہیں۔ اور فقیر کے نزدیک ممکنات کی حقیقتیں وہ عدمات ہیں۔ جو اسماء اور صفات کی نقیض ہیں۔ اسماء اور صفات کے اِن عکسوں کے ساتھ جو ان عدمات کے آئینوں میں خانہ علم میں ظاہر ہوئے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ اور قادر مختار جل سلطانہٗ نے جب چاہا کہ ان ملی ہوئی ماہیتوں میں سے وجودِ ظلی کے ساتھ جو حضرت وجود کا پرتو ہین۔ متصف کر کے وموجود خارجی بنا دیا۔ مختصر یہ کہ حضرت وجود سے اس ملی ہوئی ماہیت پر پرتو ڈال کر اُسے خارجی آثار کا مبداء بنا دیا۔ پس ممکن کا وجود علم میں اور خارج میں ممکن کی باقی صفات کی حضرت وجود کا پرتو اور اس کے کمالات کا تابع ہے۔ پس ممکن علم واجب تعالیٰ و تقدس کے علم کا پرتو اور ظل ہے۔ جو اپنے مقابل منعکس ہوا ہے۔ اور ممکن کی قدرت بھی ظل ہے کہ عجز میں جو اسے کا مقابل ہے منعکس ہوا ہے۔ اور اسی طرح ممکن کا وجود حضرت وجود کا ظل ہے۔ جو عدم کے آئینوں میں کہ اسے کے مقابلے میں منعکس ہوا ہے۔

نیا[1] ور دم از خانہ چیزے نخست   تو دادی ہمہ چیز و من چیز تست

لیکن فقیر کے نزدیک شے کا ظل اس کا عین نہیں ہے۔ بلکہ اس کا شبہ اور مثال ہے اور ایک کا ثبوت دوسرے کیلئے ممتنع ہے۔ پس فقیر کے نزدیک ممکن واجب کا عین نہیں ہے۔ اور ممکن اور واجب کا ایک دوسرے پر حمل کرنا ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ ممکن کی حقیقت عدم ہے۔

اور اسماء و صفات کا جو عکس اس عدم میں منعکس ہوا ہے۔ ان اسماء و صفات کا شبہ اور مثل ہے۔ نہ کہ ان صفات کا عین۔ لہذا ہمہ اوست کا مقولہ درست نہیں ہوگا۔ بلکہ ہمہ از وست (درست ہے)۔ کیونکہ جو چیز اپنی ذات میں ممکن ہے۔ وہ عدم ہے۔ اور شرارت' نقص اور خبث کا منشا ہے اور کمالات کی جنس سے جو کچھ ممکن سے پیدا ہوا ہے۔ جیسے وجود اور اس کے توابع۔ وہ سب کا سب اس حضرت ذات جل سلطانہٗ سے اُسے حاصل ہوا ہے۔ اور اس ذات سبحانہٗ کا پرتو ہے۔ اس لئے لازماً وہی ذات سبحانہٗ و تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔ اور اس کے ماسوا سب ظلمت اور تاریکی ہے کیونکہ ظلمت اور تاریکی نہ ہو۔ حالانکہ عدم تمام ظلمتوں سے بڑھ کر ظلمت ہے۔ اس مبحث کی پوری تحقیق جیسی کہ چاہیے۔ اس مکتوب میں تلاش کریں۔ جو میں نے اپنے مرحوم و مغفور فرزن اعظم کے نام تحریر کیا ہے۔ جس میں وجود کی حقیقت کا بیان اور ماہیات ممکنات کی تحقیق سپرد قلم کی ہے۔

---

[1] میں اپنے گھر سے کوئی چیز لے کر نہیں آیا۔ تو نے ہی تمام چیزیں دی ہیں۔ اور میں خود تیری ایک چیز ہوں۔

Marfat.com

پس عالم سارے کا سارا شیخ محی الدین کے نزدیک اسماء اور صفات سے عبارت ہے۔ جنہوں نے خانہ علم میں تمیز پیدا کیا ہے۔ اور خارج میں ظاہر وجود کے آئینے میں نمود اور ظہور حاصل کیا ہے۔ اور فقیر کے نزدیک عالم عدمات سے عبارت ہے۔ کہ واجب تعالیٰ جل سلطانہٗ کے اسماء وصفات خانہ علم میں اس میں منعکس ہوئے ہیں۔ اور خارج میں حق سبحانہٗ کی ایجاد سے وہ عدمات اس عکوس کے ساتھ وجود ظلی کے ساتھ موجود ہیں۔ پس عالم میں خبث ذاتی ثابت ہو گیا۔ اور طبعی شرارت ظاہر ہو گئی۔ اور خیر و کمال سب کا سب جناب قدس جل وعلا کی طرف رجاع ہو گیا۔ آیہ کریمہ:

مَآ اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ ز وَمَآ اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَۃٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ ط[1]

(اے بندے) تجھے جو بھلائی پہنچتی ہے وہ تو اللہ (تعالیٰ) کی طرف سے ہے۔ اور جو تجھے برائی پہنچتی ہے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے۔ واللہ سبحانہٗ اعلم

اس معرفت کی موید ہے۔

تو اس تحقیق سے معلوم ہو گیا۔ کہ عالم خارج میں موجود ہے۔ لیکن ظلی وجود کے ساتھ جس طرح حق سبحانہ خارج میں وجود اصلی کیساتھ موجود ہے۔ بلکہ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے۔ غایۃ مافی الباب یہ ہے۔ کہ یہ خارج بھی وجود وصفات کی طرح اس خارج کا ظل ہے۔ لہٰذا عالم کو حق جل وعلا سلطانہٗ کا عین نہیں کہہ سکتے۔ اور ایک کا حمل دوسرے پر جائز نہ ہوگا۔ ظل شخص کو عین شخص نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ خارج میں دونوں کے درمیان تغایر موجود ہے۔ کیونکہ دو چیزیں آپس میں متغائر ہوتی ہیں۔ اور اگر کوئی شخص ظل شخص کو عین شخص کہے تو وہ بر سبیل تسامح (چشم پوشی) اور مجاز ہوگا۔ جس کا ہماری اس بحث سے کوئی تعلق نہیں۔

کوئی شخص اگر یہ سوال کرے کہ شیخ محی الدین اور اس کے پیروکار۔ بھی عالم کو حق تعالیٰ کا ظل ہی مانتے ہیں تو پھر فرق کیا ہوا۔ اس کا جواب ہم یہ دیں گے کہ وہ اس ظل کے وجود کو وہم میں ہی گمان کرتے ہیں۔ اور اس کے حق میں وجود خارجی کی بُو بھی جائز نہیں مانتے۔ مختصر یہ کہ کثرتِ موہوم کو وحدت موجودہ کے ظل سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور خارج میں صرف اس ایک ذات تعالیٰ کو ہی موجود جانتے ہیں۔ ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ پس اصل پر ظل کے حمل کے منشا اور اس حمل کا نہ ہونا ظل کے لئے وجود خارجی کا اثبات ہوا۔ اور اس وجود کا عدم اثبات وہ لوگ جب کہ ظل کے لئے وجود خارجی ثابت نہیں کرتے۔ اس لئے لازماً اصل پر محمول کرتے ہیں۔ اور یہ فقیر چونکہ ظل کو خارج میں موجود جانتا ہے۔ اس لئے حمل میں جلدی نہیں کرتا۔ ظل سے وجود اصلی کی نفی میں فقیر اور وہ شریک ہیں۔ اور وجودِ ظلی کے اثبات میں بھی متفق ہیں۔ لیکن یہ فقیر وجود ظلی کو خارج میں ثابت تسلیم کرتا ہے۔ اور وہ وجود

[1] سورۃ النساء پارہ ۵ والمحصنٰت۔

Marfat.com

ظلّی کو صرف وہم اور تخیل میں گمان کرتے ہیں۔ اور خارج میں احدیّت مجردّہ کے سوا موجود نہیں جانتے۔ اور صفات ثمانیہ کو بھی جن کا وجود اہل سنت و جماعت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی آراء کے مطابق خارج میں ثابت ہو چکا ہے۔ صرف علم میں ثابت کرتے ہیں۔ ظاہری علماء اور وہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے میانہ روی کی دو طرفوں کو اختیار فرمایا ہے اور ان دونوں کے درمیان حق کا درمیانہ درجہ اس فقیر کو نصیب ہوا ہے۔ اور توفیق ملی ہے۔ اگر وہ لوگ بھی اس خارج کو اس خارج کا ظل پاتے۔ تو عالم کے وجود خارجی کا انکار نہ کرتے اور وہم اور تخیل پر کفایت نہ کرتے۔ اور واجب الوجود کی صفات کے وجود خارجی کا بھی انکار نہ کرتے۔ اور اگر ظاہری علماء بھی اس راز سے آگاہ ہو جاتے۔ تو ہرگز ممکن کے لئے وجود اصلی کا اثبات نہ کرتے۔ اور وجود ظلّی پر اکتفا کرتے۔ اور وہ جو فقیر نے بعض مکتوبات میں لکھا ہے۔ کہ ممکن پر وجود کا اطلاق بطریق حقیقت ہے۔ نہ بطریق مجاز۔ تو یہ بات اس تحقیق کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ ممکن خارج میں وجود ظلّی کے ساتھ بطریق حقیقت موجود ہے۔ نہ وہم اور تخیل کے طور پر۔ جیسا کہ ان کا گمان ہے۔

سوال: صاحب فتوحات مکیہ نے اعیانِ ثابتہ (صور علمیہ) کو وجود اور عدم کے درمیان برزخ کہا ہے۔ پس اس کے طور کے مطابق عدم بھی حقائق ممکنات میں داخل ہے۔ پس اس تحقیق اور اس ..... قول کے درمیان کیا فرق ہو گا؟

جواب: برزخ اس اعتبار سے کہا کہ صور علمیہ کی دو جہتیں ہیں۔ ایک جہت ثبوت علمی کے واسطہ سے وجود سے تعلق رکھتی ہے۔ اور ایک جہت عدم خارجی کے واسطہ سے عدم سے تعلق رکھتی ہے کیونکہ اعیان نے اس کے نزدیک وجود خارجی کی بُو بھی نہیں سونگھی۔ اور وہ عدم جو اس تحقیق میں درج ہوا ہے۔ دوسری حقیقت رکھتا ہے۔ اور اسی طرح وہ جو بعض بزرگوں کی عبارتوں میں جن میں عدم کا اطلاق ممکن پر ہوا ہے۔ اس سے معدوم خارجی مراد ہے۔ نہ وہ عدم جن کی تحقیق مندرجہ بالا عبارت میں ہوئی ہے۔ اور وہ بلند ذات ان اسماء و صفات سے جنہوں نے علم میں تفصیل اور تمیز حاصل کیا ہے۔ اور عدمات کے آئینوں میں منعکس ہو کر حقائق ممکنات قرار پائے ہیں۔ "وراء الوراء" ہے۔ پس عالم کے ساتھ اس ذات سبحانہٗ کی کسی طرح بھی کوئی مناسبت نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق سے بے نیاز ہے۔ اس ذات سبحانہٗ کو عالم کے ساتھ عین اور متحد قرار دینا بلکہ منسوب کرنا اس فقیر پر بہت گراں گزرتا ہے۔

آں[1] ایشانند و من چنیم یارب

سُبۡحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ o وَسَلَامٌ عَلَى الۡمُرۡسَلِيۡنَ o وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ o

وَسَلَامٌ عَلَيۡكُمۡ وَعَلٰى مَنۡ لَّدَيۡكُمۡ ط

[1] یارب وہ تو وہ ہیں اور میں اس طرح ہوں۔

Marfat.com

مکتوب نمبر ۲

میر شمس الدین علی خلخالی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ اس کی بلند ذات کا مرتبہ اور اس ذات سبحانہٗ کی صفات کا مرتبہ وجود اور وجوب کے اعتبار سے اوپر ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ط

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيۡنَ اصۡطَفٰی ۔آپ کا گرامی نامہ جو آپ نے محبت اور اخلاص کے ساتھ ارسال فرمایا تھا۔ پہنچا۔ اور بہت فرحت کا باعث ہوا۔ دینی بھائیوں کی کثرت آخرت میں بہت سی امیدوں کا ذریعہ ہے۔'' اے اللہ ہمارے دینی بھائیوں کو زیادہ کر اور ہمیں اور ان کی سیّد المرسلین علیہ وعلیہم من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی متابعت پر ثابت رکھ۔

از ہر چہ مے رود سخن دوست[۲] خوشتر است

اے محبت کے نشانات والے! واجب تعالیٰ اور واجب الوجود تعالیٰ وتقدس کی سات یا آٹھ صفات مختلف آرا کے مطابق جو صفات حقیقیہ ہیں۔ خارج میں موجود ہیں اور اہل حق شَکَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی سَعۡيَهُمۡ کے سوا مخالف فرقوں میں سے کوئی ایک بھی واجب تعالیٰ جل سلطانہٗ کی صفات کے وجود کا قائل نہیں ہے۔ حتّٰے کہ اہل حق میں سے متاخرین صوفیہ بھی وجود صفات کے منکر ہوئے ہیں اور صفات کی زیادتی کو علم کی طرف لوٹاتے ہوئے کہتے ہیں۔

از روئے تعقل ہمہ غیر اند صفات[۱] باذات تو از روئے تحقق ہمہ عین

اور حق یہ ہے کہ اہل حق کی بات ہی برحق ہے۔ اور نبوت کے سینہ سے حاصل کی ہوئی چیز ہے۔ اور کشف وفراست کے نور سے اس کی تائید ہو چکی ہے۔ غائت مافی الباب اتنی بات ہے کہ صفات کو موجود ماننے کی صورت میں مخالفین جو اعتراض کرتے ہیں۔ وہ بڑا قوی ہے۔ کیونکہ صفات اگر موجود ہوں گی۔ تو خالی نہیں ہیں۔ یا ممکن ہوں گی یا واجب لذاتہٖ۔ امکانِ حدوث اور فنا کو مستلزم ہے۔ کیونکہ اُن کے نزدیک ہر ممکن حادث ہے۔ اور بہت سے واجب لذاتہٖ تسلیم کرنا توحید کے منافی ہے۔ اور نیز امکان کی صورت میں صفات کا ذات تعالیٰ وتقدس سے جواز انفکاک لازم آتا ہے۔ اور یہ معنی واجب تعالیٰ وتقدس کے لئے' جہل اور عجز کے جواز کا موجب ہے۔ اس اشکال کا حل جو اس فقیر پر ظاہر کیا گیا۔ یہ ہے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے۔ نہ کہ وجود

---

[۲] دوست کی بات جس طرف سے بھی سنائی دے۔ بہت اچھی لگتی ہے۔

[۱] تعقل اور علم کی رو سے تمام صفات ذات کا غیر ہیں اور تحقق کی رُو سے سب عین ہیں۔

Marfat.com

کے ساتھ۔ چاہے وجود عین ذات ہو یا ذات سے زائد۔ اور واجب تعالیٰ کی صفات اس کی بلند ذات کے ساتھ موجود ہیں۔ نہ وجود کے ساتھ۔ کیوں کہ وجود کی اس مقام میں گنجائش نہیں۔

شیخ علاؤ الدین نے اس مقام کی طرف اشارہ فرمایا۔ جہاں آپ نے فرمایا۔ کہ ملک ودود (ذاتِ حق) کا عالم، عالم وجود سے اوپر ہے۔ لہٰذا امکان و وجوب کی نسبت بھی اس مقام میں متصور نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ امکان اور وجوب ماہیت اور وجود کے درمیان نسبت کا نام ہے۔ تو جہاں وجود ہی نہ ہو۔ وہاں نہ امکان ہوگا اور نہ وجوب۔ یہ معرفت نظر و فکر کے مقام سے وراء ہے۔ عقل کی رسی میں بندھے ہوئے ہو۔ لوگ اس معرفت کو کیا پا سکتے ہیں۔ اور انکار کے سوا ان کے حصے میں کیا آ سکتا ہے۔ مگر جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ محفوظ رکھے۔

دوسری بات یہ ہے۔ کہ سیادت پناہ میر سید محب اللہ کچھ عرصہ تک یہاں رہے ہیں۔ اب آپ کی طرف آ رہے ہیں۔ ان کی صحبت اور خدمت کو غنیمت جانیں۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى مَنْ لَّدَيْكُمْ۔

مکتوب نمبر (۴)

مخدوم زادہ، حقائق و معارف آگاہ مظہر فیض الٰہی، خواجہ محمد سعید سلمہٗ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ آفاق و انفس (یعنی انسان کی اندرونی اور بیرونی دنیا) کا معاملہ ظلال میں داخل ہے۔ اور ولایت صغریٰ و کبریٰ کا بیان اور کمالات نبوت اور تجلی افعال کی حقیقت جس کے متعلق بعض صوفیہ کے نزدیک قرار پا چکا ہے کہ وہ ظلِ فعل حق کا ظل ہے نہ عین فعل۔ صفات و ذات تعالیٰ تک اس کی کہاں رسائی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ط

جو کچھ آفاق اور انفس کے آئینوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ داغ ظلیت سے داغدار ہے۔ اس لئے وہ نفی کرنے کے لائق ہے۔ تا کہ اصل کا اثبات کیا جا سکے۔ اور جب معاملہ آفاق اور انفس سے آگے گزر گیا۔ تو ظلیت کی قید سے چھوٹ گیا۔ اور تجلی فعل و صفت میں شروع ہونا میسر آ گیا۔ اور معلوم ہو گیا کہ اس قبل جس تجلی نے بھی ظہور کیا تھا۔ آفاقی اور انفسی سیر میں اگر چہ اُسے تجلی ذات ہی خیال کریں۔ سب فعل اور صفت کے ظلال سے تعلق رکھتا تھا۔ نہ کہ نفسِ فعل و صفت کے ساتھ۔ ذات تعالیٰ و تقدس تک پہنچنا کجا۔ اس لئے کہ ظلیت کا دائرہ انفس کی نہایت کے ساتھ منتہی ہو جاتا ہے۔ پس جو کچھ آفاق اور انفس میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس دائرے میں داخل ہے۔ اور صفات بھی اگر چہ حقیقت میں حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کے ظلال ہیں۔ تاہم دائرہ اصل میں داخل ہیں۔ اور اس مرتبے کی ولایت اصلی ہے بخلاف مرتبہ سابق کی ولایت کے۔ جو آفاق اور انفس سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ ظلی

Marfat.com

ولایت ہے۔ دائرہ ظل کے منتہی لوگوں کیلئے تجلی برقی جو مرتبہ اصل سے پیدا ہوتی ہے حاصل ہے۔ جو ایک گھڑی بھر کیلئے آفاق اور انفس کی قید سے آزاد کر دیتی ہے۔ اور وہ جماعت جو دائرہ آفاق اور انفس سے آگے نکل گئی۔ اور ظل سے اصل تک پہنچ گئی۔ یہ تجلی برقی ان کے حق میں دائمی ہے۔ کیونکہ ان بزرگوں کی جائے سکونت اور جائے پناہ دائرہ اصل ہے۔ جس سے تجلی برقی پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ ان بزرگوں کا معاملہ تجلیات اور ظہورات سے اوپر ہے۔ اس لئے کہ ہر تجلی اور ظہور جس مرتبے سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ شائبہ ظلیت سے باہر نہیں ہے۔ اور اصل الاصول کی گرفتاری نے ان کو ظل سے فارغ کر دیا ہے۔ اور یہ لوگ نگاہ کی کجی سے چھوٹ گئے ہیں۔ ولایت ظلی میں جو ولائیت صغریٰ ہے۔ نہایت کمال تجلی برقی کا حاصل ہونا ہے۔ اور یہ تجلی برقی ولائت کبریٰ میں پہلا قدم ہے۔ جو ولائیت انبیاء ہے۔ (علیہم الصلوات والتسلیمات) اور ولائیت صغریٰ ولائیت اولیاء ہے۔ (قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم) یہاں سے ولائیت اولیاء اور ولائیت انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ سبحانہ علیہم کے درمیان فرق معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ اس ولایت کی نہایت اس ولائیت کی ابتدا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی نبوت کے کمالات کے بارے میں کیا لب کشائی کرے۔ جب کہ نبوت کی ابتدا ولایت کی انتہا ہے۔ شاید حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے جمعیت اور وراثت کے طور پر انبیاء علیہم الصلوات والتحیات کی ولائیت سے حصہ پایا تھا اسی بناء پر آپ نے فرمایا کہ ہم نہایت کو ہدایت میں درج کرتے ہیں۔ یہ فقیر اس قدر جانتا ہے۔ کہ نقشبندی نسبت اور حضور جب کمال کو پہنچتا ہے۔ تو ولایت کبریٰ سے مل جاتا ہے۔ اور اس ولایت کے کمالات سے وافر حصہ حاصل کر لیتا ہے۔ بخلاف دوسرے طریقوں کے کہ ان کے کمال کی نہایت تجلی برقی تک ہے۔

جاننا چاہیے۔ کہ جو سیر آفاقی اور انفس کی سیر کے بعد میسر آتی ہے۔ وہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی اقربیت میں سیر ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس بلند ذات کا فعل ہم سے ہمارے زیادہ نزدیک ہے۔ اسی طرح اس بلند ذات کی صفت ہم سے اور اس بلند ذات کے فعل سے ہمارے زیادہ نزدیک ہے۔ اور اس کی بلند ذات ہم سے اور اس ذات سبحانہٗ کا فعل اور اس کی صفت ہمارے زیادہ نزدیک ہے۔ ان مراتب میں سیر اقربیت میں سیر ہے۔ تجلی فعل، تجلی صفت اور تجلی ذات کی حقیقت اسی مقام میں ثابت ہوتی ہے۔ اور وہم کی سلطنت اور دائرہ خیال سے اسی جگہ آ کر نجات حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہم خیال کی سلطنت کے لئے آفاق وانفس کے دائرہ سے باہر حکومت اور تصرف میسر نہیں ہے۔ وہم کی نہایت ظل کی نہایت تک ہے۔ جس جگہ ظل نہیں ہوگا۔ وہاں وہم بھی نہیں ہوگا۔

پس ناچار ولایت ظلی میں وہم سے خلاصی اور نجات موت کے بعد میسر آتی ہے۔ کیونکہ وہم عدم کی طرف رُخ کر لیتا ہے۔ اور ولائیت اصلی میں جو ولایت کبریٰ ہے، وہم وخیال کی قید سے اسی دنیا میں نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ اور وہم کے ہوتے ہوئے بندہ اس کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے۔ جو کچھ پہلے گروہ کو دار آخرت میں حاصل ہوگا۔ اس دوسرے گروہ کو اسی جگہ حاصل ہو جاتا ہے۔ ولائیت ظلی میں اس دنیا کے اندر اپنے وہم وخیال

Marfat.com

سے تراشی ہوئی باتوں کے سوا مطلوب کا حصول نہیں ہوتا۔ اور ولایت اصلی میں مطلوب وہم کی تراش کے نقص سے منزہ اور مبرا ہے۔

شائد مولینا روم قدس سرہٗ حیطہ وہم اور قید خیال سے تنگ آ کر موت کی آرزو کرتا ہے۔ تاکہ مطلوب کو وہم و خیال کے لباس میں سے بالکل برہنہ اپنی آغوش میں کھینچ سکے۔

اور موت کے بارے میں کسی کو اپنے متعلق دعا عافیت سے منع کرتے ہوئے فرماتے ہیں [1]

من شوم عُریاں ز تن و از خیال   تا خرام در نہایات الوصال

یہ بات سنو کہ وہ جو ہم نے کہا ہے۔ کہ آفاق و انفس ہی افعال اور صفات کے ظلال کی تجلیات ہیں۔ نہ نفس افعال و صفات کی تجلیات۔ اس کا بیان یوں ہے۔ کہ تکوین صفات حقیقیہ میں سے ہے جیسا کہ علماء ماتریدیہ کا مذہب ہے۔ (شکر اللہ تعالیٰ سعیہم) صفاتِ اضافیہ میں سے نہیں جیسا کہ شاعرہ کا گمان ہے۔ اس صفت میں دوسری صفت کی نسبت چونکہ رنگ اضافت غالب ہے۔ اس بناء پر انہوں نے اسے صفاتِ اضافیہ میں سے گمان کر لیا۔ لیکن حقیقۃ بات یہ نہیں۔ بلکہ یہ صفت صفاتِ حقیقیہ میں سے ہے۔ جس کے ساتھ رنگِ اضافت کی ملاوٹ ہو چکی ہے۔ اور یہ صفت تکوین جو سب سے نچلی صفت ہے۔ صفات عالیہ کا رنگ رکھتی ہے۔ مثلاً کچھ حصہ علم اور حیات سے رکھتی ہے۔ اور کچھ قدرت و ارادہ سے بھی رکھتی ہے۔ اور اس صفت تکوین کی جزئیات ہیں۔ جو فی الحقیقت اس کے ظلال ہیں۔ جیسے تخلیق، ترزیق، احیاء و اماتت، انعام اور ایلام وغیرہ اور یہ جزئیات افعال میں داخل ہیں۔ جو حقیہ اس صفت کے ظلال ہیں۔ اور صفات حقیقیہ کے دائرہ سے باہر ہیں۔ اور اس فعل کے دو رُخ ہیں ایک رُخ فاعل سے متعلق ہے۔ اور دوسرا مفعول سے۔ اور یہ دونوں جہتیں نظر کشفی میں ایک دوسری سے امتیاز رکھتی ہیں۔ پہلی جہت بلند ہے اور دوسری پست۔ نیز جہت اوّل دیکھنے میں اصل کی طرح ہے۔ اور دوسری جہت اس اصل کے لئے ظل کی طرح دکھائی دیتی ہے۔

نیز پہلی جہت وجوب کا رنگ رکھتی ہے۔ اور دوسری جہت امکان کا رنگ۔ یہ دوسری جہت غیر انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات یعنی اولیاء کرام اور ساری مخلوق کے تعینات کے مبادی ہیں۔

حق جل سلطانہ کا یہ فعل چونکہ دو جہتوں کے اعتبار سے وجوب کا رنگ بھی رکھتا ہے۔ اور امکان کا رنگ بھی اس لئے بہر صورت ممکن ہوگا۔ کیونکہ واجب اور ممکن سے ترکیب پانے والی شئی ممکن ہوتی ہے۔ اور نیز یہ فعل جب کہ جہت فوقانی کے اعتبار سے قدم کی طرف رُخ رکھتا ہے۔ اور جہت تحتانی کے اعتبار سے حدوث میں بھی قدم رکھتا ہے۔ لہٰذا لازماً حادث ہوگا۔ کیونکہ قدیم اور حادث سے مرکب حادث ہوتا ہے۔ اور وہ جماعت جس نے حق

---

[1] میں تن اور خیال سے برہنہ ہو جاؤں۔ تو پھر ہی وصال کی نہائتوں میں ٹہل سکتا ہوں۔

Marfat.com

جل شانہٗ کے فعل کو قدیم کہا ہے۔ وہ جہت اولیٰ کی رُو سے ہے۔ اور جس دوسری جماعت نے اُسے حادث جانا ہے۔ ان کا یہ خیال دوسری جہت کے اعتبار سے ہے۔ پہلی گروہ کی نظر بلند ہے۔ اور دوسرے گروہ کی پست۔ اگر چہ دونوں گروہ اس بارے میں حق سے ہٹ کر دو طرفوں میں ہو گئے ہیں۔ اور حق متوسّط وہ ہے۔ جس کے ساتھ اس فقیر کو ممتاز کیا گیا ہے۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ ط وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ط

اسی طرح کی تحقیق صفات حقیقہ کے متعلق بعض مکاتیب میں بیان ہو چکی ہے۔ وہاں سے مطالعہ کر لیں۔

جاننا چاہیئے۔ کہ فعل میں جہت ثانی خلقِ خاص سے عبارت ہے۔ جس نے زید سے تعلق پکڑا ہوا ہے۔ اور یہ زید کا پیدا کرنا مطلق جزئیاتِ خلق کی گویا ایک جزئی ہے۔ اور یہ خلق خاص جو زید سے متعلق ہے۔ اس کی بھی بہت سی جزئیات ہیں۔ جیسے ذاتِ زید کی پیدائش۔ صفاتِ زید اور افعالِ زید کی پیدائش۔ اس کی بھی بہت سی جزئیات ہیں۔ جیسے ذاتِ زید کی پیدائش۔ صفاتِ زید اور افعالِ زید کی پیدائش۔ اور خلقِ زید کی یہ جزئیاتِ مطلق ذاتِ زید کی جو گویا کلّی ہے۔ ظلال ہیں۔ اور فعلِ زید کی خلق کیلئے بھی ایک ظل اور مظہر ہے۔ اور وہ کسبِ زید ہے جس نے فعل سے تعلق پکڑا ہے۔ زید اس کسب کو اپنے باپ کے گھر سے نہیں لایا۔ بلکہ اس کا کسب خلق حق جل وعلا کا پرتو ہے۔ پس ان معارف سے معلوم ہو گیا کہ ظل کا فعل تکوین ہے۔ اور فعل کی جہت ثانی جہت اُولیٰ کا ظل ہے۔ جیسا کہ تحقیق کی جا چکی ہے۔ اور جہت ثانی کا بھی ایک ظل ہے۔ جسے خلقِ زید کہتے ہیں۔ اور خلقِ زید کا پھر ایک ظل ہے۔ جو خلقِ فعل زید ہے۔ اور اس ظل کا پھر ایک ظل ہے۔ جو کسبِ زید ہے۔ جب یہ علوم تو نے جان لئے تو یہ بھی جان لے۔ کہ سلوک کے وقت سالکوں کو نظر میں مثلاً کسب زید کی نسبت جب زید سے منتفی ہو جاتی ہے۔ اور اس کی اضافت زید سے زائل ہو جاتی۔ تو سالک حضرات ناچار اس فعل کا فاعل حق تعالیٰ وتقدس کا جانتے ہیں۔ بلکہ مخلوق کے افعال متکثرہ متبائنہ کو ایک فاعل کا فعل پاتے ہیں۔ اور اس معنی کے ظہور کو تجلی افعال گمان کرتے ہیں۔

انصاف کرنا چاہیئے کہ یہ تجلی' فعل حق تعالیٰ سبحانہٗ کی تجلی ہے۔ یا اس فعل کے ظلال میں سے کسی ظل کی تجلی ہے۔ جس نے کئی مراتب تنزل کر کے ظلیت کا اسم پایا ہے۔ فعل کی تجلی پر دوسری تجلیات (ذات وصفات کی تجلیات) کو قیاس کرنا چاہیئے۔ کہ ظلال میں سے ایک ظل پر کفایت کرتے ہوئے اصلِ اصل گمان کر لیا ہے۔ اور لوگ اکھروٹ ومنقا (حقیر چیزوں) کے ساتھ آرام پکڑ چکے ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ وجوب وجود چونکہ ایک نسبت واضافت ہے۔ اس لئے اس کا وجود لازماً مرتبہ فعل میں ہی ہوگا۔ اور جب کہ یہ نسبت عالم کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتی۔ بلکہ صانعِ عالم تعالیٰ وتقدس کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس لئے فعل کی وجہ اُولیٰ کے ساتھ جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ مناسب ہے۔

اگر کہیں کہ اس بیان سے لازم آتا ہے۔ کہ وجوب مرتبہ ذات وصفات تعالیٰ وتقدس میں ثابت نہ ہو۔

Marfat.com

اور اس بلند اور پاک ہستی کی ذات وصفات کو واجب نہ کیا جائے۔ پس حضرت ذات اور اس کی صفات سے وجود مسلوب ہوگا۔ جس طرح کہ امکان اور امتناع اس بلند ذات سے مسلوب ہے لہٰذا ایک چوتھی قسم وجوب امکان اور امتناع کے سوا پیدا ہوگئی۔ حالانکہ ان مذکور تین اقسام میں حصر عقلی ثابت ہو چکا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ انحصار ماہیت کے لئے اس کے وجود کی نسبت سے ہے۔ تو جب ماہیت کی وجود کی طرف نسبت ثابت نہیں۔ تو انحصار بھی ثابت نہ ہوا۔ جس طرح کہ ذات واجب تعالیٰ اور اس پاک ذات کی صفات میں ہے۔ اس لئے کہ اس کی بلند ذات بذاتہٖ موجود ہے۔ وجود کے ساتھ موجود نہیں وجود کو عین ذات کہیں یا زائد علی الذات۔ اور اس کی صفات بھی اس کی ذات سُبحانہ کے ساتھ موجود ہیں۔ بغیر اس بات کے کہ ان میں وجود دخل انداز ہو۔ تو اس سُبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات اور صفات اِن تینوں منحصر اقسام سے بلند و بالا ہیں۔ غایۃ مافی الباب اتنی بات ہے۔ کہ جب اس کی بلند ذات اور اس پاک ہستی کی صفات کا مختلف وجوہ اور اعتبارات سے تصوّر اور تعقل کیا جائے۔ کہ اس کی نفس حقیقت کے تصور کا کوئی راستہ نہیں۔ تو اس کی ذات سُبحانہٗ کے لئے وجود تصوّر ظلّی میں وجوب عارض ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس کی بے نیاز ذات کے لئے وہی مناسب اور لائق ہے۔ اور اس سبحانہٗ کی صفات کی وجود ذہنی میں امکان عارض ہوتا ہے۔ جیسا کہ اُن کے لئے مناسب ہے۔ کیونکہ وہ ذات کی طرف محتاج ہیں۔ تو اس بلند ہستی کی ذات اور اس کی صفات اپنی حد ذات میں مرتبہ وجوب اور امکان سے بلکہ مرتبہ وجوب سے بھی اوپر ہیں۔ اور وجود تصوری ظلّی کے اعتبار سے وجوب اس کی بلند ذات کے لئے مناسب ہے۔ اور امکان اس ذات تعالیٰ وتقدّس کی صفات کے مناسب۔ تو اس کی بلند صفات وجود خارجی کی حیثیت سے نہ واجب ہیں اور نہ ممکن۔ بلکہ وہ وجب اور امکان سے اوپر ہیں۔ اور وجود ذہنی کے اعتبار سے ممکن ہیں۔ لیکن اس امکان سے حدوث لازم نہیں آتا۔ کیونکہ وہ امکان ان کی ذوات کے لئے نہیں جیسا کہ ممکنات کے لئے ہے۔ بلکہ صفات کے وجوداتِ ظلّیہ کے لئے ہے۔

اور اس معرفت کے مناسب ہے۔ وہ بات جو اربابِ معقول نے کہی ہے۔ اور کلیت اور جزئیت ماہیت کو وجود ذہنی کی خصوصیت کے اعتبار سے عارض ہوتی ہے۔ لہٰذا وجود خارجی کی حالت میں ماہیت کو ان دونوں کے ساتھ موصوف نہیں کیا جاسکتا۔ پس زید جو خارج میں مثلاً تعقل سے پہلے موجود ہے۔ جزئی نہیں ہے۔ جس طرح وہ کلّی بھی نہیں ہے۔ بلکہ جزئیت اُسے وجود ذہنی ظلّی کے بعد عارض ہوئی ہے بلکہ ہم کہتے ہیں۔ کہ تمام نسبتیں اضافتیں احکام اور اعتبارات جو اس کی بلند ذات پر محمول ہوتے ہیں جیسے اُلوہیت ربوبیت اوّلیت اور ازلیت یعنی وہ تمام چیزیں جو آٹھ موجود صفات کے علاوہ ہیں۔ وہ اس ذات سُبحانہٗ پر تصور اور تعقل کے اعتبار سے صادق آتی ہیں۔ ورنہ ذات مِن حَیثُ ذات کسی صفت کے ساتھ موصوف نہیں۔ اور نہ کسی اسم کے ساتھ موسوم ہے۔ اور نہ کسی حکم کی محکوم ہے۔ پس صاحب شرع نے اس کی ذات پر جن اسماء اور احکام کا اطلاق کیا ہے۔ وہ تناسب اور تشابہ کے

Marfat.com

اعتبار سے ہے۔تا کہ مخلوق کے افہام کے قریب ہو جائے۔اوران کی عقل کے مطابق ان کے ساتھ گفتگو ہو۔جس طرح زید کے لئے جو خارج میں موجود ہے۔بغیر ذہن میں وجود ملاحظہ کرنے کے بیشک وہ تشبیہہ اور تطیر کے لحاظ سے جزئی ہے۔اوران کا زید کے لئے جزئیت کا حکم کرنا ان کے حکم کے ساتھ بہت مناسب اور بہت مشابہ ہے۔کہ وہ کلی ہے۔تو اسی طرح غنی اور بلند ذات پر وجوب کا حکم کرنا۔امکان اور امتناع سے بہت اولیٰ اور مناسب ہے۔ ورنہ اس کی جناب قدس کی طرف نہ وجوب پہنچ سکتا ہے اور نہ وجود۔جس طرح کہ اس کی بلند اور منزہ ذات کے لئے امکان اور امتناع بھی لائق نہیں اس شریف اور پاک معرفت کو سمجھ لے۔

کیونکہ اس کی بلند اور پاکیزہ ذات وصفات کے علم کا خلاصہ ہے۔اور عظیم اور بڑے لوگوں میں سے کسی نے بھی یہ باتیں بیان نہیں کیں۔اس معرفت کے ساتھ اللہ سبحانہ نے اسی بندے کو برگزیدہ فرمایا ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰے

مکتوب نمبر (۴)

سیادت مآب میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ علم الیقین' عین الیقین' حق الیقین' جیسے بعض صوفیہ نے بیان کیا ہے۔یہ تینوں' اقسام فی الحقیقت علم الیقین کے تین اجزاء کے دو جزو ہیں۔اور علم الیقین کا ایک جزو بھی تک باقی ہے۔تو عین الیقین اور حق الیقین تک کیسے پہنچا جا سکتا ہے۔اور اس امر کا بیان کہ ان علوم والا اس ہزار سال کا مجدد ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰے عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ط

مدت ہوئی ہے۔کہ آپ نے اپنے حالات خیر مآل سے مطلع نہیں فرمایا۔اللہ تعالیٰ سے تمہاری سلامتی اور استقامت کی دُعا ہے۔

یہ بات جان لیں۔کہ علم الیقین علاماتِ قدرت کے مشاہدہ سے عبارت ہے۔جن سے یقین علمی کا فائدہ پہنچتا ہے۔یہ شہود فی الحقیقت استدلال ہے اثر سے موثر کی طرف۔پس آفاق وانفس کے آئینوں میں جو کچھ بھی تجلیات اور ظہورات دکھائی دیتے ہیں۔سب اثر سے موثر کی طرف استدلال کے قبیلہ سے ہیں۔اگر چہ ان تجلیات کا تجلیات ذاتیہ نام رکھ لیں۔اور ان ظہورات کو بے کیف کہیں۔اس لئے کہ شے کا کسی آئینے میں ظہور اس شئی کے آثار میں سے کسی اثر کا ظہور ہے۔نہ کہ عین اس شے کا حصول۔اس لئے پوری کی پوری سیر آفاقی اور انفسی علم الیقین کے دائرہ سے قدم باہر نہیں نکال سکتی۔اور اس کا حصہ صرف اثر سے موثر کی طرف استدلال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

Marfat.com

[1] سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ط (آیۃ الکریمہ)

عنقریب ہم انہیں آفاق اور ان کے انفس میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے۔ تا کہ ان پر واضح ہو جائے کہ وہی حق ہے۔

دوسرے صوفیہ نے سیر آفاقی کو علم الیقین سے خیال کیا ہے۔ اور عین الیقین اور حق الیقین کو سیر انفسی میں ثابت کیا ہے اور انفس سے باہر کسی سیر کا ذکر نہیں کیا۔

آں [1] ایشانند من چنینم یارب

(میر محمد لقمان صاحب) یہ جان لیں کہ حق سبحانہ' وتعالیٰ خود بندے سے بھی بندے کے زیادہ نزدیک ہے۔ پس بندے سے حق جل وعلا تک جانب اقربیت میں ایک اور سیر درکار ہے۔ کہ وصول اس سیر کے طے کرنے کے ساتھ وابستہ ہے۔ یہ تیسری سیر بھی فی الحقیقت علم الیقین کو ثابت کرتی ہے۔ یہ اگرچہ دائرہ ظلّیت سے باہر ہے۔ تاہم شائبہ ظلّیت سے پاک اور مبرّا نہیں ہے۔ اس لئے کہ اسماء وصفات واجب جل سلطانہ' فی الحقیقت حضرت ذات تعالت وتقدست کے ظلال ہیں۔ اور جس جگہ بھی ظلّیت کی ملاوٹ ہو وہ آثار وآیات میں داخل ہے۔

پس انہوں نے علم الیقین کی تین سیروں میں سے صرف ایک سیر کو علم الیقین کے ساتھ خاص کیا ہے اور اس کی سیر دوم کو عین الیقین اور حق الیقین کا حاصل کرنے والا قرار دیا ہے۔ اور تیسری سیر کے بارے میں لب کشائی نہیں کی۔ تا کہ علم الیقین کا دائرہ مکمل ہو۔ عین الیقین اور حق الیقین ابھی درپیش ہیں۔

قیاس [1] کن ز گلستانِ من بہار

(اور یہ فقیر) عین الیقین اور حق الیقین کے متعلق کیا عرض کرے۔ اور کچھ عرض کرے بھی تو اُسے کون سمجھے گا۔ اور کون پائے گا اور کیا پائے گا۔ یہ معارف دائرہ ولایت سے خارج ہیں۔ ارباب ولائت علماء ظواہر کی طرح ان کے ادراک سے عاجز ہیں۔ اور ان کے حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ یہ علوم انوارِ نبوت علی اربابہا الصلوۃ والسلام والتحیۃ کے سینہ سے اخذ کئے گئے ہیں۔ جو دوسرے ہزار کے آغاز کے بعد تبعیت ووراثت کے طور تازہ ہوئے۔ اور پوری تازگی کے ساتھ ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ ان علوم ومعارف والا اس ہزار سال کا مُجدّد ہے۔ جیسا کہ اس کے علوم ومعارف میں جو ذات وصفات اور افعال سے تعلق رکھتے۔ اور جو احوال' مواجید' تجلیات اور ظہورات سے متعلق ہیں' دیکھنے والوں پر پوشیدہ نہیں۔ تو صاحبِ نظر لوگ جانتے ہیں کہ یہ معارف اور علوم علماء کے علوم اور اولیاء کے معارف سے وراء ہیں۔ بلکہ ان کے علوم ان علوم کی نسبت چھلکا ئیں۔ اور وہ معارف اس چھلکے کا

---

1. پارہ الیہ یرد' سورہ حم سجدہ'
2. یارب وہ تو اُس طرح ہیں۔ لیکن میں تو اس طرح بھی نہیں۔
1. میرے باغ سے میری بہار کا اندازہ کرلو۔

Marfat.com

منعز ہیں۔اور اللہ سبحانہٗ ہی ہدایت دینے والا ہے۔

اور جان لیں۔کہ ہر سو سال پر ایک مجدّد گزرا ہے۔لیکن سو سال کا مجدّد داور ہے۔اور ہزار سال کا مجدّد داور جس طرح سو اور ہزار میں فرق ہے۔ان دونوں مجدّدوں میں بھی اسی طرح فرق ہے۔بلکہ اس سے زیادہ۔اور مجدّد وہ ہوتا ہے۔کہ فیوض و برکات میں سے جو کچھ اس مدت میں امتیوں کو پہنچتا ہے۔اس کے واسطے سے پہنچتا ہے۔اگر چہ اس وقت کے قطب اور اوتاد ہوں۔اور ابدال و نجبا ہوں۔

خاص[۲] کند بندہ مصلحتِ عام را۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوٰتِ وَالتَّسْلِیْمَاتِ الْعُلٰی وَعَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالْمَلٰئِكَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَعِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ اَجْمَعِیْنَ o

مکتوب نمبر (۵)

میر شمس الدین علی خلخالی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ اس بلند ذات کی صفات کے دو اعتبار ہیں۔اعتبار اوّل ان کا حصول فی انفسہا ہے۔اور دوسرا اُن کا ذات ساتھ قیام ہے۔اور دونوں اعتبار خارج میں متمیز ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

مخدوم محترم! واجب تعالیٰ جلّ سلطانہٗ کی صفات جو موجود ہیں۔اور اس بلند اور پاک ذات کے ساتھ قائم ہیں۔دو اعتبار رکھتی ہیں۔اعتبار اوّل یہ کہ وہ اپنی ذات کی حد میں موجود ہیں۔اور دوسرا اعتبار یہ کہ واجب تعالیٰ و تقدّس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔اعتبار اوّل سے عالم کے ساتھ مناسبت رکھتی ہیں۔اور تعینات کے مبادی ہی ہیں۔اور دوسرے اعتبار سے عالم سے بے نیاز ہیں۔اور عالم اور عالم والوں کی طرف ان کی کچھ توجہ نہیں۔

نیز نظر کشفی میں اعتبار اوّل کے لحاظ سے ذات تعالیٰ و تقدّس سے جُدا دکھائی دیتی ہیں۔اور ذات تعالیٰ و تقدّس کا اثبات ان کے سوا دکھائی دیتا ہے اور دوسرے اعتبار سے اس طرح نہیں ہیں اور نہ ذات سے ان کا الگ ہونا متصور ہو سکتا ہے۔

اور نیز اعتبار اوّل کے لحاظ سے صفات ذات تعالیٰ و تقدّس کا حجاب ہیں۔اور دوسرے اعتبار سے اُن کے حجاب ہونے کی حیثیت نہیں پائی جاتی۔جس طرح سفیدی جو کپڑے کے ساتھ قائم ہے۔کپڑے کے لئے

---

۲ مصلحتِ عام کی خاطر اللہ تعالیٰ کسی بندے کو خاص کر لیتا ہے۔

Marfat.com

حجاب نہیں ہے۔ غایۃ مافی الباب اتنی بات ہے کہ سفیدی حصول نفسی اور حصول قیامی دونوں اعتبار سے کپڑے کی ذات کے لئے حجاب نہیں ہے۔ اگرچہ محسوس سفیدی ہوتی ہے۔ لیکن حجاب ہونے کی صفت نہیں پائی جاتی بخلاف واجب تعالیٰ وتقدس کی صفات کے۔ کہ وہ پہلے اعتبار سے حجاب بنتی ہیں۔ اور دوسرے اعتبار سے حجاب نہیں بنتیں۔ اور ان دونوں اعتباروں میں فرق پایا جاتا ہے۔ اُسے تھوڑا خیال نہ کریں۔ اس فقیر نے جذب قوی اور تیز سیر کے باوجود ان دونوں اعتباروں کے درمیان کی مسافت کو تقریباً پندرہ سال کے عرصے میں طے کیا علمائے متقدمین نے اِن دونوں اعتباروں کے درمیان فرق کا راستہ نہیں پایا۔ اور کہا ہے کہ عرض کا فی نفسہٖ حصول وہی ہے۔ جو جوہر کے ساتھ اس کے قیام کا حصول ہے۔ اور علمائے متاخرین میں سے بعض ان دو دو اعتباروں کے فرق پر مطلع ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے تحقیق کی ہے۔ کہ عرض کا حصول نفسی اور چیز ہے اور حصول قیامی امر دیگر۔ اس لئے کہ عرض کے حق میں کہا جاتا ہے۔ کہ بیشک وہ پایا گیا۔ اور قائم ہوا۔ تو وجود قیام کا غیر ہے۔

متاخرین کی یہ تحقیق جو انہوں نے عرض کے متعلق کی ہے۔ گویا ضرورت مند کے عروج کے لئے ایک زینے اور حاجت کی معرفت کے لئے ایک ذریعے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس سیر وسلوک میں بہت سی کلامی اور فلسفی تحقیقات نے مدد کی ہے۔ اور معارف الٰہی جل شانہ کا واسطہ بنی ہیں۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ
وَاَصْحَابِهٖ مِنَ الصَّلَوٰاتِ اَتَمُّهَا وَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُهَا ؕ

مکتوب نمبر (۶)

علوم عقلیہ ونقلیہ کے جامع، مخدوم زادہ، مجد الدین، خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا:
بعض مخفی اسرار کے بیان میں۔ اور یہیں سے اس کی وجہ بھی سمجھ آتی ہے۔ کہ ہمارے پیغمبر علیہ السّلام کو حضرت ابراہیم علیہا الصلوٰۃ والسّلام کی ملّت کی پیروی کا حکم کیوں دیا گیا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

میرا گمان ہے۔ کہ میری پیدائش سے مقصود یہ ہے۔ کہ ولایت محمدی، ولایت ابراہیمی علیہا الصلوات والتحیات کے رنگ سے رنگین ہو جائے۔ اور اس ولایت کا حسنِ ملاحت اس ولائت کے جمالِ صباحت کے ساتھ مل جائے حدیث شریف میں وارد ہے کہ "میرے بھائی یوسف صبیح ہیں اور میں ملیح ہوں" اور اس رنگ اور ملاوٹ کے ساتھ محبوبیت محمدیہ کا مقام درجہ علیا تک پہنچ جائے۔ شاید کہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام کی ملّت کی اتباع کا حکم اسی دولتِ عظمیٰ کا حصول ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام کی صلوات اور برکات

Marfat.com

کے برابر صلوات اور برکات کی طلب اسی غرض کیلئے ہے۔ ملاحت اور صباحت دونوں صفات کی ملاوٹ کے بغیر اس بلند ذات کے حُسن سے آگاہ کرتے ہیں۔ لیکن حسنِ صفات اور حسنِ افعال آثار سب کا سب کثیر البرکۃ حسنِ صباحت سے حاصل کیا گیا ہے۔ حسنِ ملاحت حضرت اجمال کے زیادہ مناسب ہے۔ گو ملاحت حسنِ مطلق کا مرکز ہے۔ اور صباحت اس مرکز کا دائرہ۔ اور حضرت ذات تعالیٰ و تقدس میں جس طرح وحدتِ محضہ ہے۔ فراخی اور کشادگی بھی ہے۔ لیکن وہ وحدت محضہ اور وسعت نہیں جو ہمارے فہم میں آ سکتی ہے۔ اور نہ ہی وہ اجمال و تفصیل ہمارے ادراک میں آ سکتا ہے۔

لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ ج وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ط	آنکھیں اُس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ اور وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔ اور وہ لطیف اور خبیر ہے۔

بساطت و وسعت جو حضرت ذات تعالیٰ میں ہم ثابت کرتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ ایک عین نہیں ہیں۔ جیسا کہ بعض نے گمان کیا ہے۔ لیکن اِن دونوں کے درمیان فرق و امتیاز جو ان کے اندر اس مرتبہ میں ثابت ہے۔ ہمارے احاطہ ادراک سے خارج۔ اور ہمارے افہام کے دائرہ سے باہر ہے۔ پس ملاحت اور صباحت بھی مرتبہ ذات میں متمیز ہیں۔ اور احکام میں ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ اور کمالات جو ان سے متعلق ہیں۔ وہ بھی ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ اور میری پیدائش سے جو مقصود مجھے معلوم ہے۔ میرے علم میں پورا ہو گیا ہے۔ اور ہزار سالہ تجدید کی دُعا مقبول ہو گئی ہے۔ تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں۔ جس نے مجھے دو سمندروں کے درمیان رابطہ اور دونوں گروہوں کے درمیان صلح کرانے والا بنا دیا۔ ہر حال میں بہت کامل حمد وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ الْاَنَامِ وَعَلٰی اِخْوَانِہِ الْکِرَامِ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمَلَائِکَۃِ الْعِظَامِ ط

اور جب کہ صباحت بھی ملاحت کے رنگ کے ساتھ رنگین ہو چکی ہے۔ اس بناء پر لازماً خلّتِ ابراہیمی کے مقام نے بھی وسعت پیدا کر لی ہے۔ اور محیط نے بھی مرکز کا حکم اختیار کر لیا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ محبت کا مقام مرتبہ ملاحت سے مناسبت رکھتا ہے۔ اور مقامِ خلّت مرتبہ صباحت سے۔ محبت میں محبوبیت صرف صرف حضرت خاتم المرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے۔ اور محبیّت خالص حضرت کلیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور حضرت خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام دوستی اور ہمنشینی کی نسبت رکھتے ہیں۔ محبّ اور محبوب اور ہوتا ہے۔ اور یار و ہمنشین اور۔ ہر ایک الگ نسبت رکھتا ہے۔

اور یہ فقیر چونکہ ولایت محمدی اور ولائیت موسوی علیٰ صاحبہما الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ دونوں کا پروردہ ہے۔ اس مقامِ ملاحت میں اقامت اور سکونت رکھتا ہے۔ اور ولائیت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی

1 سورۃ الانعام پارہ وَاِذَا سَمِعُوْا نمبر 7

Marfat.com

محبت کے غلبہ کی وجہ سے محبوبیت کی نسبت غالب ہے۔اور محبیت کی نسبت مغلوب و مستور۔

اے فرزند! اس معاملے کے باوجود جو میری پیدائش سے وابستہ کیا گیا ہے۔ایک اور عظیم کام میرے سپرد کیا گیا ہے۔ مجھے پیری مریدی کے لئے (دنیا میں) نہیں لایا گیا۔میری پیدائش سے مقصود مخلوق کی تکمیل و ارشاد نہیں۔ایک دوسرا کام اور معاملہ ہے۔(دنیا میں) نہیں لایا گیا۔میری پیدائش سے مقصود مخلوق کی تکمیل وارشاد نہیں۔ایک دوسرا کام اور معاملہ ہے۔جو شخص (مجھ سے) مناسبت رکھتا ہوگا۔وہ اس دوسرے کام کے ضمن میں فیض حاصل کریگا۔اگر مناسبت نہ رکھتا ہوگا تو فیض نہ پا سکے گا۔

اس عظیم کام کی نسبت ارشاد و تکمیل کا کام اس طرح معمولی ہے۔جس طرح راستے میں پڑی ہوئی چیز (جیسے تنکا وغیرہ) انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی دعوت ان کے باطنی معاملات کی نسبت یہی حیثیت رکھتی ہے۔اگرچہ منصب نبوت ختم ہو چکا ہے۔لیکن تبعیت و وراثت کے طور پر نبوت کے کمالات و خصائص سے انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات سے ان کے کامل پیروکاروں کو بھی حصہ ملتا ہے۔

مکتوب نمبر (۷)

مکتوبات شریف کی اس جلد ثانی کے جامع فقیر حقیر عبدالحی کی طرف صادر فرمایا:

مراتب پنجگانہ محبوبیت[۱]، محبیت[۲]، محبت[۳]، حُبّ[۴]، اور رضا[۵]، اور ان سے اوپر مرتبہ کے بیان میں۔نیز اُن سے ہر ایک کی ایک پیغمبر کے ساتھ خصوصیت اور اُن کے مناسب امور کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔ حمد و ثنا اس اللہ کے لئے جس نے ہم پر انعام فرمایا ہمیں دین اسلام کی ہدایت فرمائی۔اور ہم کو اپنے حبیب پاک حضرت محمد مصطفٰے علی وعلیہ آلہ الصلوۃ والسلام کی امت میں بنایا۔

جان لے۔(اللہ تعالیٰ تجھے رشد و ہدایت عطا کرے) کہ محبت ذاتی کے جس کے ساتھ خداوند تعالیٰ و تقدس اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے۔تین اعتبار ہیں۔محبوبیت، محبیت، اور محبت۔محبوبیت ذاتیہ کے کمالات کا ظہور خاتم الرسل علیہ وعلیٰ آلہٖ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے لئے مسلم ہے۔غایت مافی الباب اتنی بات ہے۔کہ جانب محبوبیت میں دو کمال ہیں۔فعلی اور انفعالی۔فعل اصل ہے اور انفعال اس کے تابع۔لیکن انفعال فعل کے لئے علت غائی ہے۔کیونکہ انفعال اگرچہ وجود میں موخر ہے۔تاہم تصور میں مقدم ہے۔

اور کمالات محبیت کا ظہور حضرت کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے۔

اور تیسرا اعتبار کہ نفسِ محبت ہے۔ابو البشر حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اولاً اس مقام میں مشہور ہوئے دوسرے نمبر پر حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اسی مقام پر مشہود ہوئے۔تیسرے نمبر

Marfat.com

پر حضرت نوح بھی اسی مقام میں اسی اعتبار سے دکھائی دیئے۔ حقیقتِ حال اللہ سبحانہٗ کو معلوم ہے۔

اور حضرت ذات تعالیٰ وتقدس جس طرح اپنی ذات کو دوست رکھتی ہے۔ اپنے کمالات اسمائی وصفاتی اور افعال کو بھی دوست رکھتی ہے۔

اور اسماء وصفات کے ساتھ حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کی محبت کا ظہور حضرت خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام میں بروجہ اتم ہے۔ اور اسمائی وصفاتی اور افعالی محبوبیت کا ظہور دوسرے انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات میں متحقق اور موجود ہے۔ جس طرح ان اسماء وصفات وغیرہ کی محبیت کا ان میں ظہور ہے۔ اور جب اسماء وصفات اور افعال کے لئے ظلال بھی ہیں۔ تو ان ظلال کی محبوبیت کا ظہور ان کے اصولوں کے واسطہ سے مراد اور محبوب اولیاء کا حصہ ہے۔ جس طرح ان ظلال محبیت کہ مُریدین اور محبین اولیاء کا حصہ ہے۔ اور محبت ذاتیہ کے مقام سے اوپر حُب کا مقام ہے۔ جو تینوں اعتبارات کا جامع اور اُن کا اجمال ہے۔ اور رضا کا مقام مقامِ محبت وحب سے بھی اوپر ہے۔ کیونکہ رضا کا مرتبہ محبت کے مرتبہ سے اوپر ہے۔ کیونکہ محبت میں اجمالاً اور تفصیلاً نسبت کا وجود ہے۔ اور مقام رضا میں جو حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کے مناسب ہے۔ نسبت حذف ہے۔ اور مقامِ رضا سے آگے کسی کا قدم نہیں بڑھ سکتا۔ مگر خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کا۔ شاید اُسی مقام سے خبر دیتے ہوئے آپ نے فرمایا ہے۔

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّ لَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ۔[1] (حدیث قدسی)

مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص وقت نصیب ہوتا ہے کہ اس وقت میرے ساتھ کوئی مقرب فرشتہ اور کوئی مرسل نبی گنجائش نہیں رکھتا۔

اور ایک حدیث قدسی میں شاید اسی خصوصیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وارد ہوا ہے۔

یَامُحَمَّدُ اَنَا وَاَنْتَ وَمَا سِوَاکَ خَلَقْتُ لِاَجْلِکَ فَقَالَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ وَمَا اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ وَمَا اَنَا وَمَا سِوَاکَ تَرَکْتُ لِاَجْلِکَ (حدیث قدسی)

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اور تو اور جو کچھ تیرے سوا ہے تیرے لئے پیدا کیا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی۔ اے اللہ تو ہی ہے اور میں نہیں ہوں۔ اور جو کچھ تیرے سوا ہے۔ میں نے سب تیرے لئے چھوڑ دیا ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس دنیا میں لوگ کیا پا سکتے ہیں۔ اور آپ کی عظمت و

[1] تاریخ الخمیس للعلامہ البکری

Marfat.com

بزرگی کو اس جہان میں کیا پہچان سکتے ہیں۔ کیونکہ اس دارِ ابتلاء میں سچا اور جھوٹا باہم ملا ہوا ہے۔ (امتیاز نہیں ہوتا) اور حق باطل کے ساتھ مخلوط ہے۔ قیامت کے روز آپ کی عظمت و بزرگی معلوم ہوگی۔ جب آپ پیغمبروں کے امام بنیں گے۔ اور ان کے صاحبِ شفاعت ہوں گے۔ آدم اور آدم کی ساری اولاد سب آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاءِ والمرسلین من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا۔

جائز ہے۔ کہ اس خاص مقام میں کہ مقام رضا سے اوپر ہے۔ خادموں پس خوردہ کھانے والے) میں سے کسی خادم کو وراثت اور تبعیت کے طور پر جگہ دے دیں اور طفیلی کی حیثیت سے اس بارگاہ کا محرم کر دیں۔

بر[2] کریماں کارہا دشوار نیست

یہ معنی غیر انبیاء کی انبیاء پر فضیلت کو مستلزم نہیں۔ علیہم الصلوات والتسلیمات۔ کیونکہ خادم کی مخدوم کے ہم پلہ لوگوں کے ساتھ مساوات کیسے ہو سکتی ہے۔ اور تابع کی متبوع کے ہمسروں کے ساتھ کیا نسبت۔ اصل مقصود ہوتا ہے۔ اور تابع طفیلی زیادہ سے زیادہ فضیلت جزئی تک نوبت پہنچتی ہے۔ اور اس میں کوئی استحالہ نہیں۔ کیونکہ ہر بافندہ اور حجام اپنے پیشے اور حرفت کے لحاظ سے صاحب ہنر دانشمند پر فضیلت رکھتا ہے۔ لیکن اس فضیلت کا کچھ اعتبار نہیں۔ ہمارا کلام اشارات و رموز اور بشارات و خزانے میں۔ اکثر لوگوں کے لئے ان اشارات وغیرہ سے کچھ نہیں۔ مگر یہ کہ وہ حُسنِ ظن سے ان کی تصدیق کریں۔ تو ان کی یہ تصدیق ایسے ثمرات ان کے سامنے رکھ دے۔ جو انہیں نفع دیں۔ واللہ سبحانہ الموفق۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالْمَلٰئِكَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ مِنَ الصَّلٰوتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَكْمَلُهَا ۔

مکتوب نمبر (۸)

خانخاناں کی طرف صادر فرمایا:

اخص خواص عوام اور متوسط لوگوں کے ایمان بالغیب میں فرق کے بیان میں......

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

[1] از ہر چہ مے رود سخن دوست خوشتر است

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔

۲۔ کریم لوگوں کے لئے کوئی کام مشکل نہیں۔

۱۔ دوست کی بات جس طرف سے جاری ہو اچھی لگتی ہے۔

Marfat.com

[1] وَ اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط — جب میرے بندے میرے متعلق تجھ سے دریافت کریں تو میں قریب ہوں۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[2] مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ وَلَا خَمْسَۃٍ اِلَّا ھُوَ سَادِسُھُمْ وَ لَا اَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ وَلَا اَکْثَرَ اِلَّا ھُوَ مَعَھُمْ اَیْنَ مَا کَانُوْا ج — نہیں ہوتی تین افراد کی سرگوشی مگر چوتھا ان کا خدا ہوتا ہے اور نہ پانچ افراد کی سرگوشی مگر چھٹا وہ ہوتا ہے۔ اور نہ اس سے کم اور زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ جہاں بھی وہ ہوں۔

اس بلند ذات کی معیت اور اس کا قرب اس سبحانہ' کی ذات کی طرح بے چون و بے چگون ہے۔ اس لئے کہ چوں کے لئے بے چون تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں۔ لہٰذا قرب و معیت کا جو معنی بھی ہمارے عقل و فہم میں آئے یا ہمارے کشف و شہود سے معلوم ہو۔ وہ بلند ذات اس سے منزہ و مبرا ہے۔ کیونکہ یہ فرقہ مجسمہ میں قدم رکھنے والی بات ہے۔ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ وہ بلند زات ہمارے قریب اور ہمارے ساتھ ہے۔ لیکن ہم قرب و معیت کا معنی نہیں جانتے کہ کیا ہے۔

اس عالم دنیا میں کاملین کا بھی انتہائی اس بلند ہستی کی ذات و صفات کے ساتھ ایمان بالغیب ہے۔

[1] دُور بینِاں بارگاہِ اَلَست — بیش ازین پے نبردہ اند کہ ہست

اخص خواص کا ایمان بالغیب عوام کے ایمان بالغیب کی طرف نہیں۔ کیونکہ عوام نے سماع یا استدلال سے ایمان حاصل کیا ہوتا ہے۔ اور اخص خواص غیب الغیب کے جمال و جلال کے ظلال کے پردوں اور تجلیات و ظہورات کے پردوں کے اندر مطالعہ کر کے ایمان بالغیب حاصل کرتے ہیں۔ اور متوسط لوگ ظلال کو اصل گمان کرتے ہوئے اور تجلیات کو عین متجلیات جانتے ہوئے ایمان شہودی کے ساتھ خوش ہیں۔ اور ان کے حق میں ایمان بالغیب دشمنوں کا حصہ ہے۔

کُلُّ [2] حِزْبٍ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ ط

تکلیف دینے کا ایک سبب یہ ہے۔ کہ مولانا عبدالغفور و مولانا حاجی محمد خاص دوستوں میں سے ہیں۔ ان دونوں پر آپ کی طرف سے جو احسان بھی ہوگا۔ وہ دراصل فقیر پر احسان ہوگا۔

[3] بر کریماں کارہا دشوار نیست — والسّلام

---

[1] سورۃ بقرہ پارہ دوم [2] سورۃ مجادلہ پارہ قدسمع اللہ

[1] بارگاہ الست کے دوربین اس سے زیادہ کچھ سراغ نہیں لگا سکے کہ وہ ہے۔

[2] ہر گروہ جو کچھ اس کے پاس ہے اس پر خوش ہے [3] کریم لوگوں پر کوئی کام دشوار نہیں۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۹)

مُلا محمد عارف ختنی کی طرف صادر فرمایا:

کلمہ طیبہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه کے فضائل اور مقام تنزیہہ کی تحقیق' اور اس امر کے بیان میں کہ ایمان بالغیب اس وقت متحقق ہوتا ہے جب کہ معاملہ اقربیت تک پہنچ جائے۔ کیونکہ وہ معاملہ دائرہ وہم و خیال سے باہر ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔

مولانا محمد عارف ختنی کو چاہیئے کہ پہلے باطل آلہوں کی نفی کرتے ہوئے معبود بحق جل سلطانہ' کا اثبات کرے۔ اور جو کچھ چونی و چند کے داغ سے داغدار ہے۔ اُسے لا کے نیچے لا کر خدائے بے چوں جل شانہ' پر ایمان لائے۔

غیر کی نفی اور حق تعالٰی کے اثبات میں کامل اور جامع ترین عبارت کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ط۔

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں۔ افضل الذکر لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ' کہ سب سے افضل ذکر کلمہ طیبہ کا ذکر ہے۔ اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام والتحیہ نے اللہ سُبحانہ' کی طرف نقل کرتے ہوئے فرمایا۔

لَوْ اَنَّ[1] السَّمٰوٰاتِ السَّبعَ و عامِرَ هُنَّ غَيرِيْ وَالْاَرْضِيْنَ السبعَ و ضِعَن فِيْ كَفَّةٍ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فِيْ كَفَّةٍ لَمَا لَتْ بِهِنَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ	اگر ساتوں آسمان اور میرے سوا ان کو آباد کرنے والی ہر چیز اور ساتوں زمین ایک پلے میں رکھی جائیں اور کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ط دوسرے پلے ہیں۔ تو کلمہ طیبہ والا پلہ بھاری ہو جائیگا۔

کلمہ طیبہ کا پلہ کیوں افضل اور راجح نہ ہو۔ جب کہ اس کا ایک کلمہ تمام ماسوا کی نفی کرتا ہے۔ چاہے آسمان ہوں یا زمین' عرش ہو یا کرسی' لوح ہو یا قلم' عالم ہو یا آدم اور دوسرا آدم اور دوسرا کلمہ معبود بحق جل برہانہ' کو ثابت کرتا ہے۔ کہ وہ تمام آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے۔ اور حق جل وعلا کے ماسوا آفاق و انفس میں سے جو کچھ ہے۔ سب کا سب چونی اور چندی کے داغ سے داغدار ہے۔ پس جو کچھ بھی آفاق و انفس کے آئینوں میں جلوہ گر ہوگا۔ بطریق اولیٰ چونی و چندی سے داغدار ہوگا۔ جو نفی کرنے کے لائق ہے۔ لہٰذا ہمارا معلوم' موہوم' اور ہمارا مشہود محسوس سب چونی اور چگونی کے ساتھ موصوف اور حدوث و امکان کے عیب کے ساتھ معیوب ہے۔ کیونکہ ہمارا معلوم و محسوس ہمارا تراشا ہوا اور ہمارا کسب کیا ہوا ہے۔ وہ تنزیہہ جس کے ساتھ ہمارا علم تعلق رکھتا ہے۔ عین تشبیہ ہے اور وہ

---

[1] شرح سنۃ

Marfat.com

کمال جو ہمارے اندازہ فہم میں آتا ہے عین نقص ہے۔ پس جو کچھ ہم پر متجلی اور مکشوف و مشہود ہوتا ہے۔ سب غیر حق سبحانہ ہے۔ اور وہ بلند ذات وراءُ الوراء ہے۔ حضرت خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۝[1] کیا ان چیزوں کو پوجا کرتے ہو۔ جنہیں تم نے خود تراشا ہے۔ اور اللہ نے تمہیں بھی اور تمہارے اعمال کو بھی پیدا کیا ہے۔

ہمارا تراشا ہوا خواہ ہم نے اُسے ہاتھ سے تراشا ہو یا عقل و وہم سے سب حق سبحانہ کا مخلوق ہے۔ اور لائق عبادت نہیں۔ عبادت کے لائق وہ خدائے تعالیٰ بے چون و بے چگون ہے۔ جس کے دامن ادراک سے ہمارے عقل و وہم کا ہاتھ کوتاہ ہے۔ اور ہمارے کشف اور شہود کی آنکھ سے اس سبحانہ کی عظمت وجلال کے مشاہدہ سے شرمندہ و بدحال ہے۔ لہٰذا اس طرح کے خدائے بے چون و بے چگون جل شانہ کے ساتھ ایمان نہیں آسکتا مگر بطریقہ غیب کیونکہ شہودی ایمان اس بلند ذات کے ساتھ ایمان نہیں۔ بلکہ اپنی تراشی ہوئی چیز کے ساتھ ایمان لانا ہے۔ جو اس کی بلند ذات کی مخلوقات سے بلکہ اس کے غیر کے ساتھ ایمان کو اس کے ساتھ ایمان میں شریک کرنا ہے بلکہ سراسر غیر پر ایمان ہے۔ اللہ سبحانہ ہمیں اس سے بچائے۔

ایمان بالغیب اس وقت میسر آتا ہے۔ جب کہ تیز رفتار وہم کے لئے وہاں گھومنے کی گنجائش نہ رہے اور اس کی کوئی چیز بھی قوتِ خیالیہ میں منقش نہ ہو۔ اور یہ معنی اس کی اقربیت میں متحقق ہوتا ہے۔ جو دائرہ وہم و خیال سے باہر ہے۔ کیونکہ شے جس قدر دور ہوگی۔ وہم کی گردش وہاں زیادہ ہوگی۔ اور سلطنتِ خیال میں بہت جلد داخل ہوگی۔ یہ دولت انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور ایمان بالغیب ان بزرگوں علیہم الصلوات والتسلیمات کا حصہ ہے۔ اور تبعیت و وراثت کے طور پر ان کے علاوہ جس کو چاہیں اس دولت سے مشرف فرمادیں۔

اور وہ ایمان بالغیب جو عام مومنوں کو حاصل ہے۔ دائرہ وہم سے خارج ہیں۔ کیونکہ وراءُ الوراء عوام کے نزدیک بہت دور ہے۔ جو وہم کی جولانگاہ ہے۔ اور ان بزرگوں علیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات کے نزدیک وراءُ الوراء جانب قرب میں ہے کہ وہم کی وہاں کچھ گنجائش نہیں۔ جب تک دنیا قائم ہے اور بندہ مومن دنیا کی زندگی میں موجود ہے۔ ایمان بالغیب سے چھٹکارا نہیں۔ کیونکہ ایمان شہودی یہاں پر غیر معقول ہے۔ اور جب آخرت کی زندگی پرتو انداز ہوگی اور وہم و خیال کی تیزی کو توڑ دے گی۔ تو ایمان شہودی مقبول ہو جائیگا۔ اور بنانے اور تراشنے کے نقص سے مبرا ہو جائیگا۔

میرا گمان ہے۔ کہ جب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ وسلم دنیا میں رویت خداوندی سے مشرف

---

[1] سورۃ والصافات پارہ ومالی ۱۲

Marfat.com

ہوئے۔ اگر ایمان شہودی آپ کے حق میں علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات یہاں ثابت کریں تو اچھی بات ہے۔ اور یہ بنانے اور ترشنے کے نقص سے آزاد ہے۔ کیونکہ جس چیز کا دوسروں کے لیے کل قیامت کو ملنے کا وعدہ ہے۔ آپ کے لئے وہ سب کچھ یہیں دنیا میں حاصل ہے۔ علیہ وعلیٰ آلہ والصلوٰۃ والسلام۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ ط وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ط

جاننا چاہیئے کہ کلمہ نفی کو حضرت خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکمل کر دیا۔ اور شرک کے دروازوں سے کوئی دروازہ ایسا نہ چھوڑا جس کو آپ نے بند نہ کیا ہو۔ اس لئے آپ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے امام قرار پائے۔ اور ان کے پیش رو ہوئے۔ علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات۔ کیونکہ اس دنیا میں نہایت کمال اس نفی کے پورا کرنے کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس لئے کہ کلمہ طیبہ کی جزو اثبات کے کمالات آخرت کی زندگی پر موقوف ہیں۔

غایت مافی الباب اتنی بات ہے۔ کہ جب خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات اسی دنیا میں حق تعالیٰ کے دیدار کی دولت سے مشرف ہوئے۔ تو کلمہ طیبہ کی جزو اثبات سے بھی اسی دنیا میں آپ نے وافر حصہ پا لیا۔ کہا جا سکتا ہے۔ کہ کلمہ اثبات اس جہان کے اندازے کے مطابق آپ کی تشریف آوری سے مکمل ہو گیا۔ علیہ علیٰ آلہ والصلوٰۃ والسلام۔ ہو سکتا ہے کہ اسی معنی کی بناء پر تجلی ذات آپ کے حق میں اسی دنیا میں ثابت کرتے ہیں۔ اور دوسروں کے لئے آخرت کے وعدہ پر موقوف کرتے ہیں۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُهَا ط

مکتوب نمبر (۱۰)

حضرت مجدد قدس سرہٗ نے برادرِ حقیقی خالق آگاہ میاں محمد مودود کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان کہ ظہور عرش کے علاوہ کوئی ظہور بھی شائبہ ظلیت سے خالی نہیں۔ اور جب قلب اپنی نہایت کو پہنچتا ہے تو عرش کے انوار سے کچھ روشنی اخذ کرتا ہے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

شیخ ابو یزید بسطامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ اگر عرش اور جو کچھ عرش میں ہے۔ عارف کے دل کے ایک کونے میں رکھ دیں۔ تو بھی عارف کو دل کی فراخی کے باعث اس کا کچھ احساس نہ ہوگا۔ شیخ جنید اس بات کی تائید کرتے ہیں۔ اور اُسے دلیل سے ثابت کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ حادث جب قدیم سے مل جاتا ہے۔ اور اس کا کچھ اثر نہیں رہتا۔ یعنی عرش اور جو کچھ اس میں ہے۔ سب حادث ہے۔ عارف کا دل جو انوارِ قدم کے ظہور کا

Marfat.com

محل ہے۔ جب اس حادث کا اس دل کے ساتھ اتصال واقع ہوتا ہے۔ تو وہ حادث مضمحل ولاشے ہوجاتا ہے۔ تو محسوس کیسے ہو۔

اکابر صوفیہ پر جاہے۔ وہ سلطان العارفین اور سیّد الطائفہ ہی ہوں۔ ہزار بار تعجب ہے۔ کہ جب یہ اس طرح کہتے ہیں۔ اور عرش مجید کو قلب عارف کے سامنے کچھ حیثیت نہیں دیتے۔ اور عرش کو انوارِ قدم کے ظہورات سے خالی جانتے ہوئے حادث کہتے ہیں۔ اور قلب کو انوارِ قدم کے ظہور کے واسطہ سے قدیم کا نام دیتے ہیں۔ تو دوسروں کے متعلق کیا کہے اور کیا لکھے۔

اس فقیر کے نزدیک جو جذباتِ الٰہی جل سلطانہٗ کا پروردہ ہے۔ یہ کہ قلب عارف جب اپنی استعدادِ خاص کے تقاضا سے نہایۃ النہایہ کو پہنچتا ہے۔ اور کمال حاصل کرتا ہے۔ جس سے بڑھ کر کوئی کمال متصور نہیں ہوسکتا تو اس کی قابلیت پیدا کر لیتا ہے۔ کہ انوارِ عرشی کے بے نہایت انوار میں کسی نور کا ظہور اس پر فائض ہو۔ اور یہ نور ان انور کی نسبت قطرہ ہے۔ دریائے محیط کے مقابلے میں بلکہ اس سے بھی کم۔ عرش وہ ہے۔ جس کو حضرتِ حق سبحانہٗ و تعالیٰ عظیم فرماتا ہے۔ اور استوا کے راز کو اس جگہ ثابت فرماتا ہے عارف کے دِل کو جامعیت کی وجہ سے تشبیہ اور تمثیل کے طور پر عرش اللہ کہہ دیتے ہیں۔ یعنی جس طرح عرش مجید عالم کبیر میں عالم خلق اور عالم امر کے درمیان واسطہ اور خلق اور امر کے دونوں طرف کا جامع ہے۔ اسی طرح عالم صغیر میں قلب بھی عالم خلق اور عالم امر میں برزخ اور واسطہ ہے۔ اور عالمِ صغیر کی دونوں طرفوں خلق اور امر کا جامع ہے۔ پس قلب کو بھی برسبیلِ تشبیہ عرش کہا جاسکتا ہے۔ سنو اور پھر سنو! انوارِ قدم کے ظہور کی وہ قابلیت جو شائبہ ظلیت سے منزہ ہے۔ عرشِ مجید کے ساتھ مخصوص ہے۔ کوئی چیز بھی عالم خلق اور عالم امر اور عالم کبیر اور عالمِ صغیر میں سے اس کی قابلیت نہیں رکھتی۔ ایسے ظہور کی قابلیت صرف عرش میں ہے۔

اور عارف کامل کا قلب جامعیت اور برزخیت کے علاقہ کے واسطے سے ان انوار سے کچھ نہ کچھ روشنی حاصل کرتا ہے۔ اور سمندر سے ایک چلّو اُٹھالیتا ہے۔ عرش اور عارف تام المعرفت کے سوا جہاں بھی ظہور ہے۔ داغِ ظلیت سے داغدار ہے۔ اور اصل سے اس نے کوئی بُو نہیں پائی۔ بایزید سُکر کی وجہ سے اگر ایسا کہے۔ تو اس کے لئے گنجائش ہے۔ لیکن جنید سے جو صحو کا مدعی ہے۔ یہ بات زیب نہیں دیتی۔ یہ حضرات کیا کریں۔ کیونکہ حقیقت معاملہ سے آگاہ نہیں ہیں۔ اور دریائے ظلیت کے گرداب سے ساحل کی طرف نہیں آسکے۔ یہ بات اگرچہ آج اکثر لوگوں کی نگاہ میں بعید دکھائی دیتی ہے۔ لیکن آج کے لئے کل کا دن نزدیک ہے۔ جلدی نہ کریں۔ اللہ کا حکم آرہا ہے۔ تو جلدی نہ کرو۔ وہ سبحانہٗ وتعالیٰ پاک ہے۔ ان سے جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتِ وَالتَّسْلِيمَاتِ الْعُلٰی وَعَلٰی جَمِيعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلَی الْمَلٰئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَعَلٰی سَائِرِ الصَّالِحِيْنَ وَعَلَی الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اَجْمَعِيْنَ ط

Marfat.com

مکتوب نمبر (۱۱)

حقائق و معارف آگاہ مظہر فیضِ الٰہ مخدوم زادہ مجد الدین خواجہ محمد معصوم سلمہ ربہ کی طرف صادر فرمایا:
فوق عرش ظہور کے بعض خصائص کے بیان میں۔ اور آیۃ کریمہ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الٰی آخرہٖ کے معنی تاویل اور انسان کے بعض خاص کمالات اور جزو ارضی کے فضائل اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی نَبِیِّهٖ وَنُسَلِّمُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الْكِرَامِ

عالم کبیر وسعت اور تفصیل کے باوجود چونکہ ہیئت وحدانی نہیں رکھتا۔ اس لئے بسیط حقیقی کے ظہور کی جو نسبتوں اور اعتبارات سے خالی اور تفصیل اور شیون و صفات سے معرا ہے قابلیت نہیں رکھتا۔

عالم کبیر کی اجزاء میں سے سب اعلیٰ حضرت رحمان کا عرش ہے۔ جو ذات جامع الصفات جل سلطانہٗ کے انوار کا محل ہے۔ اور عرش کے ماسوا عالم کبیر میں جس قدر بھی ظہورات ہیں۔ شائبہ ظلیت سے خالی نہیں ہیں۔ اس لئے رب العلمین نے عالم کبیر کے اجزاء میں سے رازِ استوار کیلئے عرشِ مجید کو مخصوص فرمایا۔ جو عالم کبیر کے اجزاء میں سے افضل جزء ہے۔ اس لئے کہ ظلال میں سے کسی ظل کا ظہور فی الحقیقت اس بلند ذات کا ظہور نہیں ہے۔ تاکہ اُسے عبارت استوا سے تعبیر کیا جائے۔ نیز جو ظہور عرش مجید میں ہے۔ اس کو پوشیدگی لاحق نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ دائمی ہے اگرچہ آسمانوں اور زمین کا نور وہی حق تعالیٰ ہے۔ لیکن وہ نور ظلال کے پردوں سے ملا ہوا ہے۔ ظلیت کے واسطہ کے بغیر ظہور نہیں فرمایا ہے۔ اور یہ سب حاصل کردہ ظہورات ظہور عرشی کے انوار ہیں۔ جنہوں نے ظلال میں سے کسی ظل کے پردے میں چھپ کر ظہور فرمایا ہے۔ جس طرح دریائے محیط سے برتنوں کے ذریعے پانی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے اور نفع اٹھاتے ہیں۔ اور جس طرح بڑی مشعل سے چھوٹے چھوٹے چراغ جلاتے ہیں۔ اور ان چھوٹے چھوٹے چراغوں سے اطراف و اکناف کو روشن کرتے ہیں۔ شائد کہ آیۃ کریمہ:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ط اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ط نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ط (سورۃ النور پارہ قد افلح)	اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کا حال ایک طاق کی طرح ہے۔ جس مین ایک چراغ ہو۔ چراغ شیشہ میں ہو۔ شیشہ گویا ایک چمکنے والا ستارہ ہے۔ جو بابرکت درخت سے روشن کیا گیا۔ جس کو زیتون کہتے ہیں۔ وہ نہ جانب مشرق میں اور نہ جانب مغرب میں۔ قریب ہے اس کا تیل روشنی دے اگرچہ اس تک آگ نہ پہنچی ہو۔ روشنی پر روشنی

Marfat.com

میں انہیں معارف کی طرف اشارہ ہو۔ کیونکہ آیت مذکورہ میں تمثیل اس بناء پر اختیار کی گئی تا کہ آسمانوں اور زمین میں اس نور کے ظہور کو بے واسطہ نہ سمجھ لیں اور ظل کو اصل کے ساتھ مشتبہ نہ کر لیں۔ اور نور ظل کو نور اصل سے لیا ہوا اور روشن کیا ہوا جانیں۔

یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ط اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کی مراد پر محمول ہے۔ اور ہم اپنے مکاشفے کے مطابق اس کی تاویل کرتے ہیں۔ تو اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی مدد اور اس کے حسنِ توفیق سے کہتے ہیں۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

نور اسے کہتے ہیں۔ جس سے اشیاء ہوں۔ تمام آسمان اور زمین اسی بلند ذات کے ساتھ روشن ہیں کیونکہ اس سبحانہٗ نے ان کو عدم کی تاریکیوں سے باہر نکالا ہے۔ اور وجود اور تابع وجود کے ظلال کے ساتھ متصف کر کے منور کیا ہے۔ آسمانوں اور زمین کو کہ وہ جس نور سے روشن ہوئے ہیں۔ ایک بڑے طاق کی طرح تصور کرنا چاہیئے۔ اور اس نور کو چراغ کی طرح جاننا چاہیے۔ جو اس طاق میں بطور امانت رکھا گیا۔ اور مشکوٰۃ پر کاف تمثیل کا داخل ہونا اس بناء پر ہے۔ کہ وہ طاق اس چراغ پر مشتمل ہے۔ اور شیشے سے اسماء اور صفات کا ملاحظہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ نور اسماو صفات سے ملا ہوا ہے۔ شیون و اعتبارات سے معرّا نہیں ہے۔ اور صفات عز سلطانہا کا شیشہ حسن وجوب اور جمال قدم کے ساتھ ایک درخشاں ستارے کی طرح ہے۔ اور چراغ جو اس طاق مین رکھا ہوا ہے۔ وہ زیتون کے مبارک درخت سے روشن ہوا ہے۔ اور یہ جامع ظہور عرشی سے کنایہ ہے۔ کہ استواء اس ظہور سے رمز و اشارہ ہے۔ اس لئے کہ دوسرے ظہورات جو آسمانوں اور زمین سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس ظہور جامع کے لئے اجزاء کی مانند ہیں۔ اور جب وہ ظہور جامع لامکانی اور بے جہت ہے۔ انہیں لاشرقیہ اور لاغربیۃ کہا جا سکتا ہے۔ اور یَکَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ اس شجرہ مبارکہ کی صفت مادحہ ہے۔ اور اس درخت ممثل بہٖ کی صفائی اور روشنی کا بیان ہے۔ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یعنی شیشے کا پردہ صفائی اور درخشندگی کی جہت سے نور میں اور زیادہ بڑھ گیا ہے۔ اور اس کے حسن و جمال میں اضافہ ہو گیا ہے۔ کیونکہ صفات کے کمالات ذات تعالیٰ و تقدس کے کمالات کے ساتھ جمع ہو چکے ہیں۔ اور صفات کا حسن ذات تعالیٰ کے حسن کے ساتھ مل گیا ہے۔ کئی گناہ زیادہ نور اور کمال ظہور کے باوجود یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ ہاں۔ مَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ نُوْرًا فَمَالَهٗ مِنْ نُّوْرٍ جسے اللہ روشنی عطا نہ کرے اس کے لئے کچھ روشنی اور نہیں۔

یہ جامع ظہور جو عرش سے متعلق ہے۔ تمام مشاہدات معاینات اور مکاشفات کا منتہیٰ ہے اور تجلی ذات اور تجلی صفات غرض ہر طرح کی تجلیات و ظہورات کی نہایت ہے۔ اس کے بعد معاملہ جہل کے ساتھ قرار پذیر ہو

Marfat.com

آسمانوں اور زمین میں بھی وہی تجلّی پہنچتی ہے۔لیکن ظلال میں سے کسی ظل کے پردے میں ہے۔مگر دِل جو عرش کی طرح ہے۔شائبہ ظلّیت سے مبرّا ہے۔اگر چہ چھوٹے اور بڑے ظہور کے اعتبار سے فرق ہے۔

بقدر آئینہ حسن تو مینماید رُو [1]

پس عرش مجید کے بعد ظیت کے شائبہ کے بغیر تجلّی کامل انسانوں کے دِل کا حصّہ ہے اور دوسروں کو ظلّیت دامن گیر ہے۔

جاننا چاہیے۔کہ ظہور عرشی اگر چہ شائبہ ظلّیت سے مبرّا ہے۔لیکن وہاں صفات ذات تعالیٰ تقدّس کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔اور شیون اور اعتبارات اس بلند ذات میں ثابت ہیں۔اگر چہ اس مرتبہ میں صفات اور شیونات ذات کے لئے حجاب نہیں ہیں۔لیکن دیدودانش میں شریک ہیں۔اور محبت و گرفتاری میں بھی شریک ہیں۔احدیّت مجردہ تعالت و تقدست کے گرفتارانِ محبت کسی امر کی شرکت سے راضی نہیں ہیں۔اور مطابق آیۃ کریمہ:

فَاَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ط سُن لو! کہ دین خالص اللہ ہی کے لئے ہے۔

دین خالص کے خواہاں ہیں۔

صفات کی عدم شرکت درجات کے فرق کے مطابق انسان کی ہیئت وحدانی کا حصّہ ہے۔اور ہیئت وحدانی کا حصّہ انسان کا دِل ہے۔اور جزوارضی کا حصّہ انسان ہے۔اور ان سب سے اوپر انسان کی وہ ہیئت وحدانی ہے۔جو اس کی جزوارضی کی صورت میں سامنے آئی ہے اور اس کا رنگ پکڑا ہے۔مختصر یہ کہ اس معاملہ کا عمدہ حصّہ جزوارضی ہے۔دوسرے امور تحسیناتِ زائدہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔انسان میں دو چیزیں ایسی ہیں۔جو عرش میں اور عالم کبیر کے لئے بھی اِن دو چیزوں سے کوئی حصہ نہیں۔انسان میں ایک تو جزوارضی ہے۔جو عرش میں نہیں ہے۔اور ایک ہیئت وحدانی ہے۔جو عالم کبیر میں نہیں ہے۔اور وہ شعور جو ہیئت وحدانی سے تعلق رکھتا ہے۔نورٌ علی نُور ہے۔جو عالم اصغر (قلب) کے ساتھ مخصوص ہے۔پس انسان ایک اعجوبہ ہے۔جس نے خلافت کی لیاقت کی پیدا کی ہے اور امانت کے بوجھ کو اُٹھایا ہے۔

انسان کے نادر اور عجیب خصائص کے متعلق سن۔کہ اس کا معاملہ یہاں تک پہنچتا ہے۔کہ حضرت احدیّت مجردہ کا آئینہ ہونے کی قابلیت پیدا کر لیتا ہے۔اور صفات و شیونات کے اقتران واتصال کے بغیر ہی ذات احد تعالیٰ شانہٗ کا مظہر بن جاتا ہے۔حالانکہ حضرت ذات تعالیٰ و تقدّس ہر وقت اپنی صفات و شیونات کی جامع ہے۔ذات تعالیٰ کے لئے کسی وقت بھی صفات و شیونات سے علیحدگی نہیں۔

اس کی تفصیل یوں ہے۔کہ انسان کامل جب ذات احدیث تعالیٰ و تقدس کے ماسوا کی گرفتاری سے

---

[1] بقدر آئینہ تیرا حسن دکھائی دیتا ہے۔

Marfat.com

آزاد ہو جاتا ہے۔ تو ذات احد جل سلطانہ کے ساتھ گرفتاری پیدا کر لیتا ہے۔ اور صفات و شیونات میں کچھ بھی اس کا ملحوظ، منظور، مقصود اور مطلوب نہیں ہوتا۔ مطابق اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ "انسان اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ جس سے اس کو محبت ہو" اس کے لئے حضرت احدیت مجرّدہ کے ساتھ ایک مجہول الکیفیۃ اتصال پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ گرفتاری جو اُسے ذاتِ احد جل سلطانہ کے ساتھ حاصل ہوئی تھی۔ ایک بے چون قرب کی نسبت بے چون ذات کے ساتھ اس میں ثابت کر دیتی ہے۔ اس وقت انسان کامل ذات احد کا آئینہ بن جاتا ہے۔ اس حیثیت سے کہ انسان کامل میں صفات و شیونات میں سے کوئی چیز بھی اس میں مشہود اور دکھائی نہیں دیتی۔ بلکہ اس میں احدیت مجرّدہ تعالت و تقدس ست ظاہر اور جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ "سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم"

وہ ذات جو صفات سے ہرگز جدا نہیں ہو سکتی تھی۔ انسان کامل کے شیشہ میں تجرد کی حیثیت سے ظاہر اور جلوہ گر ہو گئی۔ اور حسن ذاتی حسنِ صفاتی سے متمیز اور جدا ہو گیا۔ اس طرح کی آئینہ داری اور مظہریت انسان کامل کے سوا کسی کو میسر نہیں ہوئی ہے۔ اور حضرت ذات تعالیٰ و تقدس، صفات و شیونات کے بغیر انسان کے سوا کسی چیز میں جلوہ گر نہیں ہوا۔

عرشِ مجید عالم کبیر میں حضرات ذات جامع الصفات تعالیٰ و تقدس کا مظہر ہے۔ اور انسان کامل عالم صغیر میں حضرت ذاتِ احد کا جو صرف اعتبارات سے ہے، مظہر ہے۔ یہ آئینہ داری انسان کے عجائبات میں سے ہے۔ اور اللہ سبحانہٗ عطا کرنے والا ہے۔ جو وہ عطا کرے اُسے کوئی روک نہیں سکتا اور جو اللہ روک لے۔ اُسے کوئی عطا نہیں کر سکتا۔

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ الصَّلَوَاتِ وَالتَّحِيَّاتِ الْعُلٰى ط

مکتوب نمبر (۱۲)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے برادرِ حقیقی معارف آگاہ میاں غلام محمد کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ فرشتہ اگرچہ اصل کو دیکھتا ہے۔ اور انسان کا شہود انفس کے آئینہ میں ہے لیکن اس دولت شہود کو انسان میں کالجزء کیا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ اُسے بقا بخشی گئی ہے۔ اور اس کے مناسب اُمور کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

ملائکہ کرام علٰی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام اصل کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور اصل کی طرف متوجہ اور اصل کے ساتھ گرفتاری رکھتے ہیں۔ اور ظلیت کا شائبہ ان کے حق میں مفقود ہے۔ اس دنیا میں کم ہی ایسا ہوتا ہے۔ کہ انسان

Marfat.com

بیچارہ دائرہ ظلیت سے باہر قدم رکھتا ہو۔ اور آفاق والنفس کے آئینوں کے بغیر شہود دائمی پیدا کرتا ہے۔ اصل کے ساتھ وصول کے بعد انوار اصل کے غلبہ کا پرتو اس کے قلب کے آئینہ میں جلوہ گر کر کے اسے عالم کی طرف واپس کر دیتے ہیں۔ اور ناقصوں کی تربیت اس کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ اس رجوع میں اس کی بھی تربیت ہے۔ اور دوسروں کی بھی۔ کیونکہ انوار اصل کا پرتو جو انسان میں جزء کی حیثیت رکھتا ہے۔ مدتِ رجوع میں دوسری اجزاء کو بھی اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے اور اپنے رنگ سے رنگین بنا لیتا ہے۔ جس طرح کہ دوسروں کو نقص سے کمال کی طرف لاتا ہے۔ اور غیب سے شہود کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ اور جب دعوت اور رجوع کی مدت مکمل ہو جاتی ہے۔ اور تحریر اپنی میعادِ معین کو پہنچ جاتی ہے۔ تو اصل کا شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ اور رفیقِ اعلیٰ کی ندا اس کی طبیعت سے بلند ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اور پراگندہ تعلقات سے نجات حاصل کرتے ہوئے سامان غیب سے شہادت کی طرف اٹھا کر لے جاتا ہے۔ اور معاملے کو گوش سے آغوش تک لے آتا ہے۔ اور ''موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے'' یہاں صادق آتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ فرشتہ اگرچہ اصل کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور انسان کا شہود انفس کے آئینہ میں ہے لیکن شہود کی اس دولت کو اس میں جزء کی طرح رکھا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ بقا بخشی گئی ہے اور اس کے ساتھ بقا بخشی گئی ہے اور اس کے ساتھ تحقق کیا گیا ہے۔ بخلاف فرشتہ کے کہ اس میں یہ دولت جزء کی طرح نہیں رکھی گئی۔ وہ باہر سے نظارہ کرتا ہے۔ اور اُسے اس کے ساتھ بقا اور تحقق حاصل نہیں ہوتا۔ اصل کے ساتھ رنگین ہونا جو انسان کو میسر ہوا ہے فرشتہ کو میسر نہیں۔ اور وہ اختصاص جو خاکیوں کو نصیب ہوا ہے۔ قدسیوں کو حاصل نہیں ہو سکا۔ اس لئے کہ اندر رہنے اور باہر رہنے میں فرق ہے۔ اگرچہ اندرونی دولت جزء کی طرح ہے۔ اور بیرونی کل کی طرح۔ لیکن اندر اندر ہے اور باہر باہر۔ ہمارا کلام اشارہ اور بشارت ہے۔ اس لئے خواص بشر خواص ملک سے افضل ہیں۔ اور خواص ملک کے ہوتے ہوئے انہوں نے ہی خلافت کا استحقاق پیدا کیا ہے۔

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ط

از زمین زادہ بر آسمان تافتہ[1] زمین و زمان را پس انداختہ

انسان کو یہ دولت جز و ارضی کے واسطہ سے میسر ہوئی ہے۔ اور قلب جو عرش اللہ بنا ہے۔ اسی عنصر خاص کی وجہ سے بنا ہے۔ جو کل کا جامعہ اور دائرہ امکان کا مرکز ہے۔ ہاں زمین نے پستی اور کمزوری کی وجہ سے ہی یہ سب بلندی اور رفعت پیدا کی ہے۔ اور عاجزی نے اس کے سر کو بلند کیا ہے۔ کیونکہ ''جو اپنے آپ کو اللہ سبحانہٗ کے لئے نیچے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے بلند کرتا ہے۔''

[1] زمین سے پیدا شدہ انسان پر چلا گیا۔ زمین و زبان کو پیچھے چھوڑتے ہوئے۔

Marfat.com

اور جب انسان کامل دعوت اور رجوع کی مدت کے مکمل ہونے کے بعد اور اصل کے رنگ سے رنگین ہونے کے بعد اپنے اصل کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور جناب قدس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ تو اُسے ایک رابطہ اور انبساط میسر آتا ہے۔ یقین ہے کہ دوسرے کو میسر نہیں آسکتا۔ اور جو قرب و مرتبہ اُسے حاصل ہوتا ہے۔ دوسرے کو نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ اصل میں فانی ہو چکا ہے۔ اور اصل کے ساتھ بقا پیدا کر لی ہے اور اصل کے رنگ کے ساتھ رنگین ہو گیا ہے۔ دوسرے کو کیا مجال کہ اُس کے ساتھ برابر ہو سکے۔ اس لئے کہ دوسروں کا رنگین ہونا تجرد و تنزہ کے اعتبار سے اگرچہ اکمل اور اتم ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ باہر سے آیا ہے اس لئے عارضی شے کا حکم رکھتا ہے۔ اور انسان کا رنگین ہونا چونکہ اندر سے تعلق رکھتا ہے اس لئے ذاتی کا حکم رکھتا ہے۔ اور دونوں میں بہت فرق ہے۔ یہ کمال انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ' علیہم اجمعین کے ساتھ مخصوص ہے۔ کہ خواص بشر سے یہی حضرات مراد ہیں۔ اور وراثت وتبعیت کے طور پر جس کو چاہیں۔ اس دولت عظمیٰ کے ساتھ مشرف فرمادیں۔ انبیاء علیہم الصلوات والتحیات کے صحابہ میں یہ دولت ان کی صحبت کی برکت سے پائی جاتی تھی۔ اور غیر اصحاب کرام میں سے جس کو چاہتے ہیں نوازتے ہیں اگرچہ تھوڑے بلکہ بہت ہی تھوڑے ہیں۔

اگر[1] بادشاہ بردرِ پیر زن' بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

اے پروردگار بحرمت سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوات والتحیات والتسلیمات اکملہا واتمہا' ہمارے لئے ہمارے نور کو مکمل فرما۔ اور ہمیں بخش دے۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

مکتوب نمبر (۱۳)

مرزا شمس الدین کی طرف صادر فرمایا:

اس کے خط کے جواب میں۔ اور اس بیان کہ علمائے ظواہر کا حصّہ کیا چیز ہے اور بلند گروہ صوفیہ کا حصّہ کیا۔ اور علمائے راسخین کا جو انبیاء کے وارث ہیں۔ کیا حصہ ہے۔ اور اُس کے مناسب اُمور کے بیان میں۔

بعد الحمد والصلوۃ وتبلیغ الدعوات' فقیر کہتا ہے۔ کہ آپ کا صحیفہ شریف جو آپ نے ازروئے کرم صادر فرمایا ہے۔ اخوی اعزی شیخ محمد طاہر نے پہنچایا۔ اور خوش وقت کیا۔ اس میں درج تھا۔ کہ زمانہ ملاقات کے حاصل ہونے تک ان مکتوبات سے مشرّف اور یاد فرمائیں۔ جو نصیحت کی باتوں پر مشتمل ہوں۔ میرے مخدوم ومکرم "اَلنَّصِیْحَۃُ ھِیَ الدِّیْنُ وَمُتَابَعَتُہٗ" سیّد المرسلین علیہ وعلیہم من الصلوات افضلہا ومن التحیات اکملہا "یعنی نصیحت ہی ہے کہ دین پر چلو اور حضور سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام کی پیروی اختیار کرو۔

---

[1] اگر بادشاہ بڑھیا کے دروازے پر آئے تو اے خواجہ تو حد سے اپنی مونچھیں نہ اُکھیڑے۔

Marfat.com

تصحیح عقائد کے بعد دین و متابعت سے علمائے ظواہر کا حصہ شرائع واحکام کا علم اور اس علم کے تقاضا کے مطابق عمل ہے۔ بلند گروہ صوفیا جو کچھ علماء رکھتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ احوال و مواجید اور علوم و معارف سے بھی حصہ پاتے ہیں۔ اور علمائے راسخین کا حصہ جو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے وارث ہیں۔ علمائے ظواہر کے علم و عمل اور صوفیا کے احوال و مواجید کے علاوہ اسرار و دقائق بھی ہیں۔ جو متشابہات قرآنی میں پائے جاتے ہیں۔ جن کی طرف رمز واشارہ ہو چکا۔ اور بر سبیل تاویل انہیں درج کیا جا چکا ہے پس یہ علمائے راسخین ہی متابعت میں کامل اور وراثت کے ساتھ موصوف ہیں۔ یہ حضرات تبعیت اور وراثت کے طور پر انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی دولت خاص میں شریک ہیں۔ اور بارگاہ کے محرم راز ہیں۔ اس لئے "عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیل" "یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں" کے شرف سے مشرف ہوئے ہیں۔ تو تم پر علماء' عملاً' حالاً اور وجداً سید المرسلین اور حبیب ربّ العالمین علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین والملائکۃ المقربین واہل الطاعۃ اجمعین الصلوات والتحیات کی متابعت ضروری ہے۔ تاکہ حصولِ وراثت کا وسیلہ بنے۔ جو درجات سعادت کی انتہا ہے۔

مکتوب نمبر (۱۴)

مولنا احمد برکی کی طرف صادر فرمایا:

اس کے اس استفسار میں۔ کہ صاحبِ منصب ولی اپنے منصب کا علم رکھتا ہے یا نہیں۔ اور دوسرا استفسار کہ فنافی اللہ اور بقاباللہ اس وقت تک نصیب نہیں ہوا۔ اور اپنے احوال کی عدم اطلاع کے متعلق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ' اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی.

آپ کے دو خط یکے بعد دیگرے موصول ہوئے۔ ہمارے مصائب پر ماتم پُرسی کے متعلق آپ نے لکھا تھا۔ "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ" یاروں اور دوستوں کو فرمائیں کہ ستر ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ کر فرزند مرحوم خواجہ محمد صادق اور اس کی ہمشیرہ مرحومہ اُمِّ کلثوم' کی روح کو بخشیں اور ستر ہزار بار کا ثواب ایک کو بخشیں اور دوسرے ستر ہزار بار کا ثوب دوسرے کی روح کو بخشیں۔ دوستوں سے دُعا اور فاتحہ کی درخواست ہے۔

آپ نے لکھا تھا۔ کہ مکتوبات میں درج ہے کہ صاحب منصب اپنے منصب کا علم رکھتا ہے میرے مخدوم' قطب الاقطاب صاحب علم ہوتا ہے۔ اور مختلف جگہوں کے قطب اس کے اجزاء کی طرح ہیں۔ اور اس کے ہاتھ پاؤں ہوتے ہیں۔ بعض کو اپنے قطب مدار ہونے کا علم ہوتا ہے۔ اور بعض کو نہیں۔ آپ نے لکھا تھا۔ کہ فنافی اللہ اور بقاباللہ اب تک حاصل نہیں ہوئی۔ کیا کیا جائے آپ صحبت میں بہت کم رہے ہیں۔ اور اتنی دیر بھی نہیں ٹھہرے کہ تمہیں تمہارے بعض احوال کے حاصل ہونے کی اطلاع دی جاتی۔ میں اب ہندوستان میں بیٹھا ہوا تمہاری فنا اور

Marfat.com

بقا کو دیکھ رہا ہوں۔ اور یہ دو کمال جن کا تم نے ذکر کیا ہے۔ میں تمہارے اندر اُن کا احساس کر رہا ہوں۔ اور تم اس معنی کا انکار کرتے ہو۔ درمیان میں بڑا فاصلہ حائل ہے۔ جب تک ظاہری ملاقات میسّر نہ ہو۔ مخفی احوال پر مطلع کرنا دشوار ہے۔

مشائخ نے فنا اور بقا میں گفتگو کی ہے۔ جو سب رمزو اشارہ کے طور پر ہے۔ اپنے آپ کے متعلق کیا پا سکتا ہے۔ اور حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہر ایک کو احوال کو علم عطا نہیں فرماتا۔ بلکہ ایک شخص کو احوال کا علم عطا کر کے پیشوا بنا دیتا ہے۔ اور پھر ایک گروہ کو اس کے ساتھ وابستہ کر کے مرتبہ کمال و تکمیل تک پہنچایا ہے۔

خاص کند بندہ[1] مصلحت عام را

کاش کہ شیخ حسن کو چند روز اور نگاہ رکھ کر اس کے بعض احوال پر اطلاع کر کے تمہاری خدمت میں ہم بھیج سکتے۔ تمہارا آنا مشکل ہے۔ تمہارے سمجھ دار اور قابل دوستوں میں سے اگر کوئی آتا۔ اور چند روز یہاں ٹھہرتا اور بات بھی سمجھتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ تاکہ ضروری چیزیں اُسے بتا دی جاتیں۔ مقصود یہ ہے۔ کہ احوال حاصل ہوں۔ احوال پر اطلاع ایک دوسری چیز ہے۔ باقی بوقتِ ملاقات انشاء اللہ تعالیٰ والسلام۔

ایک ضروری نصیحت یہ ہے کہ علوم کے درس و تدریس سے اپنے آپ کو کبھی معاف نہ رکھنا۔ بلکہ تمہارا کام وقت درس میں ڈوبا ہوا ہونا چاہیئے۔ ذکر و فکر کی ہوس نہ کریں۔ رات کی گھڑیاں ذکر و فکر کے لئے بہت ہیں۔ شیخ حسن کو بھی سبق دیتے رہیں۔ اور بیکار نہ چھوڑیں۔ اور جب کہ وہ علاقے علم سے بہت کم حصہ رکھتے ہیں۔ تو وہاں علوم شرعیہ کو زندہ کریں۔ زیادہ بار بار کیا تاکید کروں۔

خواجہ اویس کے مکشوفات کے اوراق موصول ہوئے۔ اکثر جگہیں نظر سے گزریں۔ یہ دراصل حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے بشارتیں ہیں۔ اُمیدوار رہیں تاکہ یہ باتیں قوت سے فعل میں آ جائیں۔

مکتوب نمبر (۱۵)

قصبہ سامانہ کے سادات عظام اور اس قصبہ کے باشندگان اور نامور بزرگوں کے نام صادر فرمایا:
اُس خطیب کی مذمت میں جس نے عید قربان میں خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کا ذکر ترک کر دیا اور اس کے مناسب اُمور کے بیان میں۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی"

بلدہ سامانہ کے سادات عظام اور وہاں کے باشندگان اور نامور بزرگوں کے باعزت خادموں کو تکلیف دینے کا باعث یہ ہے۔ کہ سننے میں آیا ہے۔ کہ اس شہر کے خطیب نے عید قربان کے خطبہ میں خلفاءِ راشدین رضی

[1] مصلحتِ عام کی خاطر اللہ تعالیٰ ایک بندے کو چن لیتا ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر ترک کیا ہے۔ اور ان کے متبرک اسماءِ گرامی نہیں لئے۔ اور یہ بھی سننے میں آیا ہے۔ کہ جب کچھ لوگوں نے اس بارے میں اس سے دریافت کیا تو وہ بھول اور نسیان کا عذر کرنے کی بجائے سرکشی سے پیش آیا ہے۔ اور کہا ہے کہ کیا ہوگیا اگر خلفاءِ راشدین کے نام مذکور نہیں ہوئے نیز یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ وہاں کے اکابر اور باشندگان نے اس بارے میں سُستی کی ہے۔ اور اس بے انصاف خطیب کے ساتھ سختی اور درشتی کے ساتھ پیش نہیں آئے۔

وائے[1] نہ یکبار کہ صد بار وائے

خلفاءِ راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکرِ پاک اگرچہ خطبہ کے شرائط میں سے نہیں ہے۔ لیکن اہلسنت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے شعائر میں سے ضرور ہے۔ ان کے ذکر مبارک کو قصداً اور سرکشی کے ساتھ وہی ترک کریگا۔ جس کا دل مریض اور باطن خبیث ہے۔ اگر ہم یہ فرض بھی کرلیں کہ اس نے تعصب اور عناد سے ترک نہیں کیا۔ تاہم "مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ" (جس نے کسی قوم سے مشابہت پیدا کی وہ انھیں میں شمار ہوگا) کی وعید کا کیا جواب ہوگا اور تہمت کی جگہ سے کیسے خلاصی ملے گی۔ حالانکہ فرمانِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے "اِتَّقُوْا مَوَاضِعَ التُّهَم" تہمت کی جگہ سے بچو۔ اور اگر یہ شخص حضرات شیخین کی تقدیم و تفضیل میں توقف کرتا ہے۔ تو اہل سنت کے طریقے کا تارک ہے۔ اور حضرات ختنین (حضرت علی وعثمان رضی اللہ عنہم) کی محبت میں شک رکھتا ہے۔ تو بھی اہل حق سے خارج اور دُور ہے۔ اور بعید نہیں کہ اس بے حقیقت خطیب نے جو کشمیری ہونے کے ساتھ منسوب ہے۔ اس خبث و پلیدی کو کشمیر کے بدعتیوں، رافضیوں سے اخذ کیا ہو۔ اُسے سمجھانا چاہیئے کہ حضرات شیخین کی افضلیت اجماع صحابہ اور تابعین کے ساتھ ثابت ہو چکی ہے۔ چنانچہ اس اجماع کو اکابر آئمہ کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے۔ ان آئمہ میں سے ایک حضرت امام شافعی ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

شیخ امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

اِنَّ تَفْضِيْلَ اَبِيْ بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرَ عَلٰى بَقِيَّةِ الْاُمَّةِ قَطْعِيٌّ۔	بیشک ابوبکر پھر عمر کا باقی امت پر افضل ہونا قطعی ہے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

وَقَدْ تَوَاتَرَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِيْ خِلَافَتِهٖ وَكرسي فلكمه وَبَيْنَ الجم الغفير من شيعتِهٖ اَنَّ اَبَابكر وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰه عنهمَا افضل امة	بیشک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کے زمانہ خلافت اور کرسی سلطنت میں اور بہت بڑے مجمع کے سامنے اور آپ کے ماننے والوں کے رُوبرو تواتر کے ساتھ یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔

[1] افسوس صد افسوس

Marfat.com

ثُمَّ قَالَ وَرَوَاهُ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نيف و ثمانون نفسا وعد مِنْهُمْ جماعة ثُمَّ قَالَ فقبح اللّٰهُ الرافضة مَا اَجْهَلُهُمْ ط

کہ بے شک حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تمام اُمّت سے افضل ہیں اور اس بات کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی سے کچھ دیر امراء نے نقل کیا ہے۔ اور ان میں سے ایک جماعت کے نام بھی ذکر کئے ہیں۔ پھر انہوں نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ رافضیوں کو ذلیل کرے۔ کتنے جاہل ہیں یہ لوگ۔

اور روایت کیا ہے امام بخاری نے جن کی کتاب اللہ کی کتاب کے بعد سب سے زیادہ صحیح ہے۔ کہ نبی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسّلام کے بعد لوگوں میں سے سب سے بہتر ابوبکر ہیں۔ پھر عمر۔ پھر ایک اور آدمی تو ان کے بیٹے محمد بن حنفیہ نے کہا پھر آپ ہونگے۔ تو حضرت علی نے فرمایا۔ سوائے اس کے نہیں کہ میں تو مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور ان کے علاوہ دوسرے اکابر صحابہ اور تابعین سے اس قسم کی بہت اور مشہور روایات موجود ہیں۔ جن کا انکار نہیں کریگا مگر جاہل یا ضدّی۔

اور اس بے انصاف خطیب سے کہنا چاہیئے۔ کہ ہمیں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے تمام صحابہ کرام کے ساتھ محبت رکھنے کا حکم ہے۔ اور ان سے بُغض رکھنا اور انہیں تکلیف دینا ممنوع ہے۔ آپ کے دونوں داماد (حضرت عثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اکابر صحابہ اور آنسرور علیہ وعلیہم الصّلوٰت والتسلیمات کے رشتہ داروں میں سے ہیں۔ اس لئے محبت اور دوستی کے بہت حقدار ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ط

آپ فرمادیں۔ میں نہیں مانگتا ہوں تم سے اس پر اُجرت مگر دوستی قریبیوں کے ساتھ۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا۔

اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ اَصْحَابِيْ لَاتَتَّخِذُوْهُمْ مِنْ بَعْدِيْ غَرَضًا فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِيْ وَمَنْ اٰذَانِيْ فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ وَمَنْ اٰذَى اللّٰهَ فَيُوْشِكُ اَنْ يَّاْخُذَهٗ۔

میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ اُن کو میرے بعد طعن وتشنیع کا نشانہ نہ بناؤ۔ تو جس نے ان سے محبت کی اس نے میرے ساتھ محبت کی بناء پر ان سے محبت کی اور جس نے اُن سے دشمنی کی تو اس نے میرے ساتھ دشمنی کی بناء پر ان سے دشمنی کی۔ اور جس نے انہیں تکلیف دی بیشک اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی تو قریب ہے کہ اللہ اُسے پکڑے۔

Marfat.com

اس قسم کا بد بُو دار پھول ابتدا سے لیکر اس وقت معلوم نہیں۔ کہ ہندوستان میں کھلا ہو۔ قریب ہے کہ یہ معاملہ پورے شہر سامانہ کو متہم کر دے بلکہ ہندوستان پر سے اعتماد اُٹھ جائے۔ بادشاہ وقت (اللہ سبحانہٗ اُسے دشمنانِ اسلام پر فتح و نصرت عطا کرے) اہلسنت سے ہے۔ اور حنفی مذہب ہے۔ اس کے دور حکومت میں اس طرح کی بدعت کا مرتکب ہونا بڑی دلیری ہے۔ بلکہ فی الحقیقت بادشاہ کے ساتھ مقابلہ ہے۔ اور اولی الامر کی اطاعت سے نکلنے والی بات ہے۔ اس کے باوجود تعجب ہے۔ کہ وہاں کے مخدومانِ عظام اس واقعہ میں اپنے آپ کو بے قصور خیال کرتے ہیں اور سُستی کرتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اہل کتاب کی مذمت کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

لَوْلَا یَنْھٰھُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِھِمُ الْاِثْمَ وَاَکْلِھِمُ السُّحْتَ ط لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ط	کیوں نہیں روکتے ان کو رب والے اور عالم گناہ کی بات کرنے اور حرام کھانے سے البتہ بہت ہی بُرا ہے جو وہ کرتے ہیں۔

نیز اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔

کَانُوْا لَا یَتَنَاھَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ فَعَلُوْہُ لَبِئْسَ مَا کَانُوْ یَفْعَلُوْنَ ط (سورۃ المائدہ پ ۶)	یہ لوگ برائی کرنے والوں کو بُرائی سے نہیں روکتے تھے۔ البتہ بہت ہی بُرا کام کرتے تھے۔

اس قسم کے واقعات کے رونما ہونے کے باوجود غفلت برتنا بد عقیدہ لوگوں کو دلیر کرنے والی بات ہے۔ کہ دین میں رخنہ انداز ہونے کے مترادف ہے۔ یہ بات بھی سُستیوں میں شمار ہوتی ہے۔ کہ مہدی کی جماعت وہاں کھلے بندوں اہل حق کو اپنے باطل مسلک کی طرف دعوت دیتی اور تھوڑی مدت میں ایک دو افراد کو بھیڑیوں کی طرح ریوڑ سے اٹھا لیتے ہیں۔ زیادہ کیا تکلیف دے جبکہ یہ وحشت انگیز خبر سننے میں آئی۔ اور اس نے شورش پیدا کی اور میری رگِ فاروقی کو حرکت دی تو یہ کلمات لکھ دیئے۔ امید ہے کہ معذور قرار دیں گے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ وَالْبَرَکَاتُ۔

مکتوب نمبر (۱۶)

شیخ بدیع الدین سہارنپوری کی طرف صادر فرمایا

اس کے استفسارات کے جواب میں برزخِ صغریٰ کے عجائب و غرائب کے بیان میں اور مرگِ طاعون اور اس کے مناسب اُمور کے بیان میں۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی"

Marfat.com

آپ کا صحیفہ شریف موصول ہوا۔اس میں درج تھا کہ اس علاقہ میں دو بڑے زبردست حادثے رونما ہوئے ہیں۔ایک طاعون کا حادثہ اور دوسرا قحط کا۔اللہ سبحانہ' ہمیں اور تم کو ان بلیات سے بچائے رکھے۔

آپ نے لکھا تھا۔کہ ان فتنوں کے باوجود دن رات عبادت و مراقبہ میں گزرتے ہیں۔اور باطن معمور اور آباد ہے۔اس حال پر اللہ سُبحانہ' کی حمد اور احسان ہے۔جو سوالات آپ کے مکتوب میں درج تھے۔ان کا جواب حسب ذیل ہے۔سنتوں میں اکثر اوقات چار قُل[1] کی تلاوت کرنی چاہیئے۔اور مردوں کیلئے مسنون کفن تین کپڑے ہیں۔دستار قدرِ مسنون سے زائد ہے۔ہم قدر مسنون پر کفائت کرتے ہیں۔اور ہم عہد نامہ[2] نہیں لکھتے۔کیونکہ پلیدیوں کے ساتھ آلودہ ہونے کا احتمال ہے۔اور سند صحیح سے بھی ثابت نہیں۔اور علماءِ ماوراء النہر کا عمل بھی نہیں۔اور مشائخ سے تبرک کے طور پر حاصل شدہ پیراہن کو اگر کفن میں قمیض کی جگہ استعمال میں لائیں تو اس کی گنجائش ہے شہدائے کرام کے کپڑے ہی ان کے کفن ہیں۔اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی تھی۔کہ "مجھے میرے ان دو کپڑوں میں ہی کفن دینا"

برزخ صغریٰ (قبر) جبکہ ایک جہت سے مقاماتِ دینوی میں سے ہے۔اس لئے ترقی کا احتمال رکھتی ہے۔اور عالم قبر کے احوال اشخاص کے تفاوت سے آپس میں بڑا فرق رکھتے ہیں۔

اَلْاَنْبِیَاءُ یُصَلُّوْنَ فِی الْقُبُوْرِ ط انبیاء کرام قبور میں نماز ادا فرماتے ہیں۔

یہ حدیث آپ نے سُنی ہوگی۔

اور ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام شب معراج جب حضرت کلیم علی نبیان علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی قبر مبارک کے نزدیک سے گزرے تو دیکھا کہ آپ قبر میں نماز ادا فرمارہے ہیں۔اور اسی لحظہ میں' جب آپ آسمان پر پہنچے تو حضرت کلیم کو وہاں پایا۔اس جگہ کا معاملہ بڑے عجائب و غرائب رکھتا ہے۔

ان ایام میں جب کہ میرے فرزند اعظم مرحوم کی وفات واقع ہونے کے باعث اس عالم قبر کی طرف توجہ اور نظر کرنے کا اتفاق زیادہ ہوتا ہے۔اس بناء پر بہت سے اسرار مدینہ ظہور پذیر ہوتے ہیں۔کہ اگر ان کا تھوڑا سا حصہ بھی بیان کرے تو کئی فتنوں کا باعث بن جائے۔

اگرچہ عرش مجید جنت کی چھت ہے۔تاہم قبر بھی جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اگرچہ عقل کوتاہ اندیش اس کا تصور کرنے سے عاجز ہے۔وہ دوسری آنکھ ہے۔جو ان عجائبات کا تماشا کرتی ہے۔جس طرح کس طرح کرکے۔اگرچہ صرف ایمان بھی موجب نجات ہے۔لیکن کلمہ طیبہ کی قبولیت اور بلندی عمل صالح کے ساتھ

---

[1] یعنی قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ الخ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ال قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ الخ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ الخ

[2] لیکن درِ مختار میں ہے۔اگر میت کی پیشانی یا اس کے عمامے یا کفن پر عہد نامہ لکھا جائے۔تو امید ہے کہ اللہ اس کی مغفرت فرمائے گا۔

Marfat.com

وابستہ ہے۔اور موت وبا سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے۔جس طرح کفار سے جنگ کے دن مورچے سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے۔اور جو شخص وبا کی زمین میں صبر کے ساتھ رہے۔اور وہیں مرجائے۔شہداء میں سے ہے۔اور فتنہ قبر سے محفوظ ہے۔اور اگر صبر کرے اور نہ مرے تو غازیوں میں سے ہے۔

اِنْ قَالَ لِیْ مُتْ مُتُّ سَمْعًا وَّ طَاعَةً ۔۔۔ وَقُلْتُ لِدَاعِی الْمَوْتِ اَهْلاً وَّمَهْلاً[1]

چند روز سے بلغم اور کھانسی نے نڈھال کر رکھا ہے۔جسمانی ضعف لاحق ہے۔اس مجبوری کے تحت صرف جوابات پر ہی کفائت کی ہے۔والسلام

مکتوب نمبر (۱۷)

مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا:

"اس بیان میں کہ اس عالم کی مصیبتیں اگرچہ بظاہر زخم لگاتی ہیں۔لیکن فی الحقیقت ترقیات کا باعث اور مرہم ہیں۔اور مرضِ طاعون کی فضیلت اور اُس کے مناسب امور کے بیان میں"

بعد الحمد والصلوٰۃ وتبلیغ الدعوات۔فقیر رنج دینے کا باعث بن رہا ہے۔کہ آپ کا مکتوب شریف جو آپ نے دربارہ ماتم پُرسی ہمراہ شیخ مصطفےٰ ارسال کیا تھا۔فقیر اس کے مضمون سے مشرف ہوا۔اِنَّـا لِلّٰـهِ وَاِنَّـا اِلَيْـهِ رَاجِعُوْنَ یہ مصیبتیں بظاہر زخم ہیں۔لیکن فی الحقیقت بعنایت اللہ سبحانہٗ ترقیات اور مرہم ہیں۔وہ نتائج وثمرات جو اس دنیا میں ان پر مرتب ہوتے ہیں۔ان ثمرات ونتائج کا سوواں حصہ ہیں۔جن کی حق تعالیٰ کی عنایات سے آخرت میں توقع اور امید ہے۔

پس فرزندوں کا ہونا عین رحمت ہے۔ان کی زندگی میں منافع اور فوائد ہیں اور ان کی موت پر بھی نتائج و ثمرات مرتب ہوتے ہیں۔

امام اجل محی السنۃ حلیۃ الابرار میں لکھتے ہیں۔کہ حضرت عبداللہ بن زبیر کے زمانہ خلافت میں تین دفعہ طاعون پڑا۔اور اس طاعون میں حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کے خادمِ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے تراسی لڑکے فوت ہوگئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن کے حق میں دعا برکت کی تھی۔اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے چالیس لڑکے فوت ہوگئے۔جب کہ حضرت خیر الانام علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام کے ساتھ یہ معاملہ فرماتے ہیں۔تو ہم گناہ گار کس حساب اور شمار وقطار میں ہیں۔

حدیث میں وارد ہے۔کہ پہلی امتوں کے لئے طاعون عذاب تھا۔اور اس امت کیلئے شہادت کا ذریعہ ہے۔بلاشبہ اس بلا میں بہت سے لوگ مرتے ہیں۔بڑے حضور دِل اور توجہ اِلیٰ الآخرت کی حالت میں مرتے

[1] مجھے اگر کہتا ہے کہ مر جا تو بخوشی مر جاتا ہوں اور داعی موت کا اہلاً وسہلاً کہتے ہوئے استقبال کرتا ہوں۔

Marfat.com

ہیں۔ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ کوئی دوسرا ابھی اس بلا والی جماعت سے لاحق ہو جائے۔ اور دنیا سے آخرت کی طرف سامان اُٹھا لے جائے۔ یہ بلا اس امت میں بظاہر غضب ہے۔ لیکن باطن میں رحمت ہے۔

میاں شیخ طاہر نے نقل کیا تھا۔ کہ لاہور طاعون کے ایّام میں ایک شخص دیکھا گیا۔ کہ جس کو ملائکہ کہتے ہیں۔ جوان ایّام میں نہیں مرے گا۔ حسرت اور افسوس کرے گا۔ ہاں جب بھی ان طاعون سے فوت ہونے والوں کے حالات پر نظر ڈالی جاتی ہے۔ تو احوال غریبہ اور معاملات عجیبہ مشاہدے میں آتے ہیں۔ شاید شہدائے فی سبیل اللہ انھیں خصوصیات سے ممتاز ہوتے ہیں۔

میرے مخدوم! میرے فرزند عزیز (خواجہ محمد صادق) قدس سرہٗ کی وفات اعظم مصائب میں سے ہے۔ معلوم نہیں کہ کوئی شخص اس طرح کی مصیبت میں مبتلا کیا گیا ہو۔ لیکن اس مُصیبت میں جو صبر و شکر حضرت حق سُبحانہ و تعالیٰ سے اس قلب ضعیف کو عطا کیا گیا وہ بڑی نعمتوں اور اعظم انعامات میں سے ہے۔ یہ ناچیز حق سُبحانہ و تعالیٰ سے التجا کرتا ہے کہ اس مصیبت کی جزاء آخرت کیلئے تیار رکھے۔ اور دنیا میں اس کی کچھ بھی جزاء ظاہر نہ ہو۔ اگرچہ فقیر جانتا ہو۔ کہ یہ سوال بھی تنگی سینہ کے باعث ہے۔ ورنہ وہ تعالیٰ واسع المغفرہ ہے۔ اور اللہ ہی کے قبضہ میں دنیا و آخرت ہے۔ اور دوستوں سے بھی درخواست ہے۔ کہ وہ امدا' اعانت' سلامتی خاتمہ کی دُعا کرتے رہیں اور انسانیت کو لازم لغزشوں اور بشریّت کی وجہ سے پیدا ہونے والی کوتاہیوں سے درگزر کریں۔ اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہ بخش۔ اور ہمارے کاموں میں ہماری زیادتیوں کو بھی بخش اور ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور کافر قوم پر ہماری مدد و نصرت فرما۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى

مکتوب نمبر (۱۸)

شیخ جمال ناگوری کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ علماء راسخین کا کیا حصہ ہے۔ اور علماء ظواہر کا کیا۔ اور صوفیہ کا کیا حصہ ہے اور اُس کے التماس کو جواب جو اُس نے کہا تھا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ط

اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ[1] عُلماء انبیاء کے وارث ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا یہ ارشاد ہی علماء عظام کی مدح و ثنا کے لئے کافی ہے۔ علم وراثت علم شریعت ہے جو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کا باقیماندہ ہے۔ اور علم شریعت کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت۔

[1] احمد' ترمذی' ابوداؤد بروایت ابو الدرداء

Marfat.com

صورت وہ ہے جو ظاہری علماء کا حصہ ہے۔ شکر اللہ تعالیٰ سعیہم۔ اور محکمات کتاب وسنت سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس کی حقیقت وہ ہے۔ جو علماء راسخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا حصہ ہے۔ جو کتاب وسنت کے متشابہات ہیں۔ جو کتاب کے مقاصد ہیں۔ امہات حصول نتائج کے لئے وسائل سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ پس کتاب کا لُبّ (مغز) متشابہات ہیں۔ اور محکمات ان کا چھلکا ہیں۔ متشابہات ہی ہیں۔ جو رمز اور اشارہ کے طور پر اصل کو بیان کرتی ہیں۔ اور اس معاملہ کی حقیقت کا نشان بتاتی ہیں۔ علماءِ راسخین نے چھلکے کو مغز کے ساتھ جمع کر لیا ہے۔ اور شریعت کی صورت وحقیقت کے مجموعے کو پا لیا ہے۔ اور ان بزرگوں نے شریعت کو اس شخص کی طرح تصور کیا ہے۔ جس کا پوست اور مغز صورت اور حقیقت ہو۔ شرائع اور احکام کے علم کو انہوں نے صورت شریعت جانا ہے۔ اور حقائق اور اسرار کے علم کو حقیقتِ شریعت کہا ہے۔ اور ایک جماعت نے صورت شریعت میں گرفتاری ہو کر اس کی حقیقت سے انکار کیا ہے۔ اور انہوں نے اپنا پیر اور مقتداء ہدایہ اور بزدوی کے کسی چیز کو قرار نہیں دیا۔ اور ایک دوسری جماعت اگرچہ حقیقت شریعت میں گرفتار ہوئی ہے۔ لیکن چونکہ انہوں نے اس کو شریعت کی حقیقت نہیں جانا۔ بلکہ شریعت کو صورت میں منحصر رکھا ہے۔ اور اُسے پوست خیال کیا ہے۔ اور لُبّ ومغز کو اس کے ماسوا میں تصور کیا ہے۔ تو ناچار اس وجہ سے اس کی حقیقت سے آگاہ نہ ہو سکے۔ اور متشابہات سے کچھ حصہ نہ پا سکے۔ تو علماء راسخین ہی درحقیقت وارث ہیں۔ اللہ سُبحانہٗ ہمیں اور تمہیں ان کے محبین اور ان کے نشانات پر چلنے والوں میں سے کرے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اخوی میاں شیخ نور محمد نے آپ کی طرف سے ظاہر کیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا ہے۔ کہ ہمیں دوسرے سلاسل کے مشائخ سے اجازتیں ہیں۔ اور سلسلہ نقشبندیہ کی جانب سے بھی مَیں اجازت چاہتا ہوں۔

مخدوم ومکرم! پیری ومریدی طریقہ نقشبندیہ طریقہ کے سکھانے اور سیکھنے سے ہے۔ کلاہ اور شجرہ سے نہیں۔ جس طرح کہ دوسرے سلاسل میں متعارف ہے۔ ان بزرگوں کا طریقہ صحبت ہے اور ان کی تربیت انعکاسی ہے۔ اس بناء پر ان کی ہدایت میں دوسروں کی نہایت درج ہے اور اُن کا راستہ بالکل قریب ہے۔ ان کی نظر امراضِ قلبیہ کو شفا دیتی ہے۔ اور اُن کی توجہ باطنی بیماریوں کو دفع کرتی ہے۔

نقشبندیہ[1] عجیب قافلہ سالار اند ... کہ برند ازرہِ پنہاں بحرم قافلہ را

اُمید ہے کہ معذور جانیں گے۔ نیک لوگ عذر قبول کرتے ہیں۔ والسّلام

---

[1] نقشبندی عجیب قافلہ سالار ہیں کہ پوشیدہ پوشیدہ قافلے کو حرم تک پہنچا دیتے ہیں۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۱۹)

میر مُحِبُّ اللہ کی طرف صادر فرمایا:

روشن سنت کی اتباع' ناپسندیدہ بدعت سے اجتناب' اور اس کے مناسب اُمور کے بیان میں

بعد الحمد والصلوٰۃ وتبلیغ الدعوات۔ سیادت اپناہ اخوی واعزّی میر محب اللہ کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ ان حدود کے فقراء کے حالات وکوائف تعریف کے لائق ہیں۔ اللہ سبحانہ سے درخواست ہے کہ وہ تمھیں سلامتی' ثابت قدمی اور استقامت عطا کرے۔

اس مدت میں آپ نے اپنے علاقہ کے حالات کی کیفیت سے مطلع نہیں کیا۔ بُعد ۰ بانت رکاوٹوں میں سے ہے۔

نصیحت بس یہی ہے کہ دینی احکام کا التزام ہو۔ اور حضور سیّد المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم الصَّلوٰۃ والسّلام کی متابعت اختیار کی جائے۔ اور سنت سنیہ کا بجالانا اور ناپسندیدہ بدعت سے اجتناب اختیار کیا جائے۔ اگرچہ بدعت صبح کی روشنی کی طرف دکھائی دیتی ہو۔ کیونکہ بدعت میں فی الحقیقت کوئی نور اور ضیاء نہیں۔ اور بیمار کے لئے اس میں کوئی شفا نہیں۔ اور نہ کسی مرض کے لئے اس میں علاج ہے۔ یہ خوبیاں بدعت میں کیسے پائی جا سکتی ہیں۔ بدعت یا تو رافع سنت ہے یا اس سے خاموش اور بدعت ساکتہ ضروری ہے۔ کہ سنت پر زائد ہو۔ تو اس طرح وہ بھی فی الحقیقت سنت کی رافع ہے۔ کیونکہ نَص پر زیادتی نَص ک نسخ ہے۔ لہٰذا جو بدعت بھی ہو وہ ضرور سُنّت کو مٹاتی ہے۔ اور اس کے مخالف ہوتی ہے۔ لہٰذا بدعت میں کوئی خیر اور حُسن نہیں۔ اور کاش کہ مَیں جان لیتا کہ دین کامل میں پیدا شدہ بدعت کا حُسن کہنے والوں نے کیسے اُسے حسن کہنے کا فیصلہ کرلیا۔ حالانکہ دین کامل ہو چکا۔ اور پسندیدہ اسلام کی نعمت مکمل ہو چکی۔ اور انھیں یہ معلوم نہ ہوسکا کہ دین کے اکمال اور اتمام کے بعد اس میں بدعت کا اجراء اور اس سے رضائے الٰہی کا حاصل ہونا درستی سے دور ہے۔ تو حق کے بعد نہیں مگر گمراہی اور اگر وہ جانتے کہ دین کامل میں کسی محدث (بدعت) کو حسن کہنا اور اس کے عدم کمال کو مستلزم ہے۔ اور نعمت کے نامکمل ہونے سے خبر دیتا ہے۔ تو وہ ایسا کہنے کی جرأت نہ کرتے۔ اے اللہ! ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر بیٹھیں۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى مَنْ لَّدَيْكُمْ

مکتوب نمبر (۲۰)

مولانا محمد طاہر بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

نماز کے فضائل میں اور اس امر کی ترغیب میں کہ اس کے ارکان' شرائط' آداب اور تعدیلِ ارکان کما

Marfat.com

حقوق بجالانے چاہئیں اور اُس کے مناسب اُمور کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی'

آپ کا وہ مکتوب شریف جو آپ نے جونپور کی طرف سے لکھا تھا موصول ہوا۔ چونکہ وہ کمزوری بدن کی خبر پر مشتمل تھا۔ اس لئے بے آرامی کا باعث ہوا۔ فقیر تندرستی کی اطلاع کا منتظر ہے۔ کسی آنے والے کے ذریعے اطلاع کرنا اور اپنے احوال کی کیفیات تحریر کرنا۔

اے محبت کر اطوار والے! جب کہ یہ دنیا دار العمل ہے۔ اور دارِ جزاء دارِ آخرت ہے۔ اس لئے اعمال صالحہ کے بجالانے میں کوشش اور سعی کرنی چاہیے۔ بہترین اعمال اور فاضل ترین عبادات نماز کا قائم کرنا ہے۔ کیونکہ یہ دین کا ستون اور مومن کی معراج ہے۔ اس لئے اس کے ادا کرنے میں پورا پورا اہتمام کرنا چاہیے اور احتیاط کرنی چاہیے کہ اس کے ارکان' شرائط' سُنّتیں' مستحبات پورے پورے ادا ہوں۔ نماز میں اطمینان اور تعدیلِ ارکان کی تکرار کے ساتھ بار بار تاکید کی جاتی ہے۔ اس کا بہت زیادہ خیال رکھیں۔ کیونکہ اکثر لوگوں نے نماز کو ضائع کر رکھا ہے۔ اور تعدیلِ ارکان کو درہم برہم کر چکے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے بہت وعیدیں اور ڈانٹ کے الفاظ وارد ہیں۔ جب نماز درست گئی تو بڑی امید ہے کہ نجات میسر آ جائے کیونکہ دین قائم ہو گیا۔ اور عروج کا معراج اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔

بر شکر غلطید اے صفرائیاں ۔۔۔ از برائے کو رہی سودائیاں [1]

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوات وَالتَّسْلِیْمَاتُ الْعُلٰی

مکتوب نمبر (۲۱)

خواجہ محمد صدیق ملقب بہ ہدایہ کو صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ حدیث قُدسی لایسعنی الخ میں قلب سے مراد گوشت کا ٹکڑا ہے نہ کہ حقیقتِ جامعہ جس کی وسعت سے بعض مشائخ نے خبر دی ہے۔ لیکن گوشت کا وہ ٹکڑا مراد ہے۔ جس نے سلوک و جذبہ' تصفیہ و تزکیہ اور تمکینِ قلب اور اطمینانِ نفس کے بعد اجزاءِ عشرہ سے ترکیب پائی ہے۔ اور ہیئت وحدانی پیدا کی ہے۔ اور گوشت کے اس ٹکڑے کی فضیلت حقیقت جامعہ پر چند وجہ سے ہے۔ اور اس بیان میں یہ تمام کمالات جو اس پارہ گوشت کے لئے ثابت ہیں۔ مقام قاب قوسین میں ہیں۔ اور اَوْ اَدْنیٰ کا معاملہ اس سے بھی وراء ہے۔

---

[1] اے صفراء کے مریضو! شکر پر لوٹ پوٹ ہو جاؤ۔ کیونکہ سودا کے مریض تو آنکھوں سے نابینا ہیں۔ (لہٰذا ان کا حصہ بھی تم ہی ہو)۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ط

آپ نے پوچھا تھا کہ تو نے اپنے مکتوبات و رسائل میں لکھا ہے۔ ظہور قلبی ظہور عرشی کا لمعہ ہے۔ اور فضیلت کلی طرف ظہور عرشی کیلئے ہے اور حدیث قدسی میں آیا ہے۔

لَا يَسَعُنِيْ اَرْضِيْ وَلَا سَمَائِيْ وَلٰكِنْ يَّسَعُنِيْ قَلْبُ عَبْدِيَ الْمُؤْمِنِ ط	نہیں وسعت رکھتے میری' نہ میری زمین اور نہ میرا آسمان۔ بلکہ میری وسعت میرے بندہ مومن کا دل رکھتا ہے۔

اس حدیث سے لازم آتا ہے۔ کہ ظہور قلبی اتم ہے۔ اور فضیلت بھی اسی کے لئے ثابت ہے۔ محبت کے نشانات والے اس سوال کا حل ایک مقدمہ پر مبنی ہے۔ جاننا چاہیئے کہ اربابِ ولائت قلب بول کر اس سے انسان کی حقیقت جامعہ مراد لیتے ہی ہیں۔ جو عالم امر سے ہے۔ اور بزبانِ نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ قلب اس پارۂ گوشت سے عبارت ہے۔ جس کی درستی کے ساتھ بدن کی درستی اور اس کے فساد سے بدن کا فساد وابستہ ہے۔ جیسا کہ حدیث نبوی علیہ وعلیٰ الہ الصلوات والتسلیمات میں وارد ہے۔ کہ۔

اِنَّ فِيْ جَسَدِ ابْنِ اٰدَمَ لَمُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ ط (بخاری شریف)	بیشک انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ جب وہ درست ہوتا ہے۔ تو سارا بدن درست ہوتا ہے۔ اور جب وہ خراب ہوتا ہے تو سارا بدن خراب ہوتا ہے۔ تو سارا بدن خراب ہوتا ہے۔ سُن لو کہ وہ قلب ہے۔

وسعتِ قلب اطلاقِ اوّل کو لازم ہے۔ یہیں سے ہے کہ جنید و بایزید قدس سرہما نے وسعت قلب سے خبر دی ہے۔ اور عرش و مافیہ کو عظمتِ قلب کے سامنے حقیر گمان کیا ہے۔ اور دل کی تنگی اطلاق ثانی کو لازم ہے۔ اس مقام میں قلب اس قدر تنگ ہے کہ جزو لایتجزیٰ کی بھی جو تمام اشیاء سے اصغر اور حقیر چیز ہے۔ اس میں گنجائش نہیں۔ بعض اوقات جب تنگی قلب کو جز لایتجزیٰ کے ساتھ نسبت دی جاتی ہے۔ تو وہ حقیر جُز (جز یتجزیٰ) قلب کے مقابلے میں آسمانوں اور زمینوں کے طبقات کی طرح عظیم دکھائی دیتا ہے۔ یہ معاملہ عقل کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ اسے ذہن میں رکھو۔

جب یہ مقدمہ معلوم ہوگیا۔ تو جان لو کہ وہ ظہور جو حقیقت جامعہ کے ساتھ وابستہ ہے۔ شک نہیں۔ کہ ظہور تام عرشی کی نسبت صرف ایک پرتو ہے۔ اس مقام میں فضیلت کلی صرف عرش کے لئے ہے۔ اور شیخ بایزید اور شیخ جنید جنہوں نے قلب کو سب سے کشادہ اور فراخ کہا ہے۔ اور عرش و مافیہ کو جامعیت قلب کے سامنے حقیر جانا ہے۔ یہ شئی کے نمونے کے شئی کے ساتھ مشتبہ ہونے کے قبیلے سے ہے۔ اور اس اشتباہ کے منشا کو فقیر نے اپنی

Marfat.com

کتابوں اور رسالوں میں بار بار لکھا ہے۔ اور وہ جو حدیث قدسی میں آیا ہے۔ وہ لسانِ انبیاء علیہم الصلوات و التسلیمات کے موافق ہے۔ اور اس قلب سے مراد یہی پارہ گوشت ہے۔ اور شک نہیں کہ ظہورِ اتم یہاں ہے۔ اور اس کی بلند ذات کی احدیت مجرّدہ کا آئینہ بننا اس کے لئے مُسلّم ہے۔ عرش کے لئے اگر چہ ظہور تام سے جو ظہور اصل ہے۔ حصہ وافر حاصل ہے۔ لیکن اس مقام میں صفات کی آمیزش ہے۔ اور جبکہ صفات فی الحقیقت حضرت ذات تعالیٰ و تقدّس کے ظلال ہیں اس بنا' پر وہ ظہور ظلیّت کی ملاوٹ سے پاک اور مبرا نہیں ہوتا۔ یہیں سے ہے کہ عرش کو ظہور انسانی سے جو اصل صرف سے تعلق رکھتا ہے۔ بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔ اور اس معاملے کا مرکز بھی انسان ہے۔

سوال: حدیث قدسی سے تو اس قلب کی وسعت معلوم ہوتی ہے۔ اور تو اُسے تنگ کہہ کر رہا ہے؟

جواب: اس کی تنگی ماسوائے حق' کی اس میں گنجائش نہ ہونے کے اعتبار سے ہے۔ اور اس کی وسعت انوارِ قدم کے ظہور کے اعتبار سے ہے۔ ''بہت تنگ بہت وسیع' سطی بہت ہی بسیط۔ بہت چھوٹا بہت زیادہ''

سوال: فضیلت کے لائق تو حقیقت جامعہ ہے جو عالم امر سے ہے۔ پارہ گوشت نے جو عالم خلق سے ہے۔ اور عناصر سے مرکب ہے۔ یہ فضیلیت کہاں سے پالی؟

جواب: عالم خلق کو عالم امر پر فضیلت ہے۔ لیکن اس فصیلت کے ادراک سے عوام کیا اکثر خواص بھی قاصر ہیں۔ اس معنی کو اس فقیر نے اپنے اس مکتوب میں جو اپنے فرزند مرحوم کے نام بیان طریقہ میں لکھا ہے۔ واضح کیا ہے۔ اگر تردد اور شک باقی رہ جائے۔ تو وہاں سے تسکین کر لیں۔

اس پارۂ گوشت کی حقیقت (مجھ سے) سُن۔ عوام کا یہ پارۂ گوشت تو عناصر اربعہ کی ترکیب سے بنا ہے اور خواص بلکہ اخص خواص کا یہ پارہ گوشت وہ ہے۔ کہ سلوک و جذبہ' تصفیہ اور تزکیہ اور تمکینِ قلب اور اطمینان نفس کے بعد بلکہ محض فضل خداوندی جل سلطانہٗ سے اجزائے عشرہ سے ترکیب پا کر صورت اختیار کی ہے۔ چار جزء تو عناصر اربعہ ہیں۔ ایک جزء نفس مطمئنہ سے اور پانچ عالم امر سے ہیں۔ ان دس اجزاء کی آپس میں تضاد و تباین کے باوجود قدرت کاملہ واجب الوجود تعالیٰ و تقدّس سے ان کے تضاد و تباین کی صورت زائل ہو چکی ہے۔ اور یہ آپس میں جمع ہو چکے ہیں۔ اور ایک ہیئت وحدانی پیدا کر لی ہے۔ اور اس طرح انہوں نے ایک اعجوبہ حاصل کیا ہے۔ اس معاملہ میں جزو اعظم عنصر خاک ہے۔ یہ وحدانی ہیئت بھی جزو ارضی کے رنگ میں ظاہر ہوئی ہے۔ اور خاک کے ساتھ قرار پکڑا ہے۔[1]

خاک شو خاک تا بر و دید گُل　　　　که بجز خاک نیست مظهر گُل

اے برادر! ارباب ولائت کا ہاتھ ان علوم و معارف کے دامن تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ یہ سینہ انوارِ

---

[1] خاک بن خاک' تا کہ پھول اگیں۔ کیونکہ پھول کا مظہر خاک کے سوا اور کوئی چیز نہیں بن سکتی۔

Marfat.com

نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ سے حاصل کئے گئے ہیں۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ ط وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ط

اور وہ دل جس کے لئے اطمینان کا سوال خلیل الرحمٰن علی نبینا وعلیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین وعلی الملائکۃ المقربین الصلوٰۃ والسلام اتمہا واکملہا نے کیا تھا یہی پارۂ گوشت ہے نہ کہ اس کی حقیقتِ جامعہ حضرت خلیل الرحمٰن علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام تمکین سے پیوستہ اور اطمینان نفس تک پہنچ چکے تھے۔ اس لئے کہ یہ تمکین اور یہ اطمینان مرتبہ ولائیت میں جو زینہ نبوت ہے' حاصل ہو جاتا ہے۔ علی الانبیاء الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ۔ شانِ نبوت کے مناسب پارۂ گوشت میں تغیر و تبدّل ہے نہ کہ حقیقت جامعہ۔ کیونکہ وہ تو عوام کا حصہ ہے۔ اور حضرت رسالت خاتمیت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ نے جو ثبات قلب طلب کیا ہے اور کہا۔

اَللّٰھُمَّ یَا مُقَلِّبَ[1] الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی طَاعَتِکَ۔ اے اللہ! دلوں کو پھیرنے والے۔ میرے دل کو اپنی طاعت پر ثبات اور مضبوطی عطا فرما۔

تو اس سے مقصود اس پارہ گوشت کا ثابت ہے۔

اور بعض احادیث میں جو قلب کے تغیر و تبدّل کے متعلق وارد ہوا ہے' امتیوں کے حالات پر نظر کرتے ہوئے وہاں قلب سے معنی عام بھی مراد ہو سکتا ہے۔ جو پارہ گوشت اور حقیقت جامعہ دونوں کو شامل ہے۔

سوال: یہ پارہ گوشت جبکہ یسعنی قلب عبدی المومن کے شرف سے ہو گیا ہو۔ اور حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کے آئینہ بننے کے لائق ہو چکا ہو۔ تو پھر اس میں تقلب و اضطراب کیوں ہوتا ہے۔ اور وہ مزید اطمینان کا کیوں محتاج ہوتا ہے۔

جواب: ظہور اگرچہ اتمیت پیدا کر دیتا ہے۔ اور شیون اور صفات کے شائبہ سے آزاد کر دیتا ہے۔ لیکن جہل و حیرت زیادہ پیدا کرتا ہے۔ اور ناشناسی اور عدم وصول زیادہ تر حاصل کرتا ہے۔ اس لئے بسا اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ اس ظہور اور اس گنجائش کے باوجود کمال جہل و حیرتؔ سے وجود صانع پر' دلیل طلب کرتا ہے۔ اور عوام کی طرح استدلال یا تقلید کے بغیر صانع تعالیٰ کے وجود کا یقین پیدا نہیں کرتا۔ لہٰذا تقلب و اضطراب اس کے حال کے مناسب ہوتا ہے۔ نیز طلب اطمینان ضروری ہوتا ہے۔ اور اس فقیر نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے۔ کہ صاحب یقین عارف کو رجوع کے بعد استدلال کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور اس مقام میں معلوم ہوا کہ ہمیں حصول و وصول کے وقت بھی دلیل کی حاجت ہوتی ہے۔ یہ مقام مرتبہ نبوت کے کمالات کے حال کے مناسب ہے علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ۔ اور وہ مقام مرتبہ ولائت کے حالات کے مناسب ہے۔ اور جب اس قلب والے کو دعوت

[1] ترمذی وابن ماجہ بروایت انس رضی اللہ عنہ۔ مشکوٰۃ۔

Marfat.com

کی طرف رجوع واقع ہوتا ہے۔تو بے قراری و اضطراب دل کا تغیر و تبدل اُسے زیادہ لاحق ہوتا ہے۔جبکہ عین وصول اور حصول کے وقت جہل و حیرت کی وجہ سے دلیل کا محتاج ہے۔تو زمانۂ فرقت میں استدلال کا بطریق اولیٰ زیادہ محتاج ہوگا۔تاکہ استدلال کے ذریعہ کچھ نہ کچھ اطمینان حاصل کرے۔

علاوہ ازیں ہم کہتے ہیں۔کہ وہ دولت جو چند روز کے لئے اس سے پوشیدہ کرلی گئی ہو اور اس کی داغ جُدائی کے ساتھ داغدار ہو چکا ہے۔وہ اس کے لائق ہے۔کہ ہمیشہ بے قراری اور اضطراب میں رہے۔اور ہمیشہ غم و حزن کی حالت میں رہے۔

كَانَ[1] رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ متواصل الحزن دائم الفِكر۔ — رسول اللہ ﷺ ہمیشہ غمناک اور متفکر رہتے تھے۔

اب فقیر بعض وجوہ کو بتاتا ہے۔جو قلب کے ان دو اطلاق میں فرق کرتی ہیں۔گوش ہوش سے سنیں۔

حقیقت جامعہ جو کہ عالم امر سے ہے۔تصفیہ اور تزکیہ کے بعد اُسے تمکین تمام میّسر آجاتی ہے بخلاف پارۂ گوشت کے کہ اس کا اطمینان ادراک حواس سے وابستہ ہے۔جب تک کسی شے کو حواس سے ادراک نہ کرے بے قراری سے باہر نہیں آسکتا۔اسی لئے حضرت خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین والملٰئکۃ المقربین نے اپنے قلب کے اطمینان کا سوال کیا اور عرض کیا۔

رَبِّ[2] اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ط — اے میرے ربّ! مجھے دکھا کہ تو مردے کیسے زندہ کرے گا۔

فرق کرنے والی دوسری وجہ یہ ہے۔کہ حقیقت جامعہ ذکر کا اثر قبول کرتی ہے۔اور جب ذکر تک پہنچتی ہے۔تو ذکر کے ساتھ متحد ہو جاتی ہے۔اور ذکر کے ساتھ قائم ہو جاتی ہے۔اور اس مقام کو صاحب عوارف قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ نے روشن تر مقام کہا ہے۔اور قلب کے اس قیام کو ذکر ذات تعالیٰ سے تعبیر کیا ہے۔بخلاف پارۂ گوشت کے۔کہ ذکر کے لئے اس کی طرف کوئی راہ نہیں۔اس کا اثر پذیر ہونا کجا اور ذکر کے ساتھ قیام کجا۔وہاں بالاصالتہ مذکور کا ظہور ہے۔نہ کہ ظلیت کے ساتھ۔ذکر کے عروج کی نہایت مذکور کی دہلیز تک ہے۔

تیسرا فرق یہ ہے۔کہ حقیقت جامعہ جب نہایۃ النہایۃ تک پہنچتی ہے۔اور ولائیت خاصہ سے حصہ وافر حصہ حاصل کر لیتی ہے۔اگر مطلوب کی آئینہ دار بن جائے۔تو ظاہر اس میں ظلِ مطلوب ہوگا نہ عین مطلوب۔جس طرح ظاہری شیشہ میں کہ اس شخص کی مثال ظاہر ہوتی ہے نہ کہ عین شخص۔بخلاف پارۂ گوشت کے برعکس اس میں جو کچھ ظاہر ہوتا ہے۔عین مطلوب ہے نہ کہ اس کا ظلِ۔اسی لئے حدیث قدسی فرمایا ہے۔

---

1. شمائل ترمذی
2. پارہ تلک الرسل سورۃ البقرۃ

Marfat.com

یَسَعُنِی قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ۔ میں اپنے بندہ مومن کے دل میں سماتا ہوں۔

یہ معاملہ بھی نظر وفکر سے بلند ہے۔اس سے ہرگز حلول اور مکان نہ سمجھ لینا کیونکہ یہ کفر و زندقہ ہے۔ اگر چہ عقل معاش یقین نہیں کر سکتی کہ ایک شئی کا عین دوسری شئی میں ظاہر ہو۔لیکن وہاں حلول اور ٹھہرنا نہ ہو۔ یہ عقل کی نارسائی کے باعث ہے۔اور غائب کا حاضر پر قیاس ہے۔اس لئے تو کوتاہ بین لوگوں سے نہ ہو۔

چوتھا فرق یہ ہے۔کہ حقیقت جامعہ عالم امر سے ہے۔اور پارۂ گوشت عالم خلق سے۔بلکہ عالم خلق وامر دونوں اس کے اجزاء ہیں۔اور خلق اس کا جزو اعظم ہے اور امر اس کا چھوٹا جزو۔ان دونوں جزو کے اجتماع سے اس کی ہیئت وحدانی ایجاد ہوئی ہے۔جو اعجوبہ روزگار بن کر سامنے آئی ہے۔یہ اعجوبہ اگر چہ عالم خلق اور عالم امر سے ایک الگ شے ہے۔اور کسی شے کیساتھ کسی طرح بھی اپنی ہیئت ترکیبی میں مناسبت اور مشابہت نہیں رکھتی۔لیکن شمار عالم خلق میں ہوتی ہے۔اس لئے جزو خاکی اس معاملہ میں ایک عمدہ شے ہے اور خاک کی پستی اس کی رفعت کا باعث بن گئی ہے۔

ان دونوں میں ایک فرق یہ ہے۔کہ حقیقت جامعہ کی وسعت اشیاء کی صورتوں کے اس میں ظہور کے اعتبار سے ہے اور پارۂ گوشت کی وسعت جو اس کی تنگی کے بعد سامنے آتی ہے۔مطلوب کی گنجائش کے اعتبار سے ہے۔جو نا محدود اور غیر متناہی ہے۔اور وہ تنگی اس کی تنگ دہلیز ہے کہ ماسوا کے گھسنے سے رکاوٹ ہے۔حتیٰ کہ ذکر کو بھی نہیں چھوڑتی کہ مذکور کے پردوں میں داخل ہو۔اور شائبہ ظلیت کو بھی باقی نہیں رہنے دیتی کہ اس خانہ مقدس کے گرد گھومے۔

اور نیز اوّل (حقیقت جامعہ) کی فراخی جبکہ چوں کا شائبہ رکھتی ہے۔اس لئے بے چون ذات کے لائق نہیں اور دوسرے کی فراخی سے بیچونی سے بھی حصہ پایا ہے۔اس لئے چون کی اس میں گنجائش نہیں۔عجائب کاروبار ہے۔کہ اسی دل کو دعوت کی طرف رجوع کے بعد ظلمت اور سیاہی طاری ہو جاتی ہے۔یہیں سے ہے کہ حضرت سید البشر علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات نے فرمایا ہے۔

[1] اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ۔ بیشک میرے دل میں بھی پردہ چھا جاتا ہے۔

کہاں تک فرق بیان کرے۔چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اے برادر! اس پارہ گوشت کو معمولی شے خیال نہ کرنا۔بلکہ یہ نہایت قیمتی جوہر ہے۔جس میں عالم خلق کے خزانے اور اسرار ودیعت رکھے گئے ہیں۔اور عالم امر کے دفینے اور مخفی امور بھی اس میں مدفون ہیں۔علاوہ ازیں وہ شے بھی ہے۔جو عالم خلق اور عالم امر میں الگ الگ موجود نہیں۔اور وہ اس کے معاملات خاصہ ہیں۔جو اس کی ہیئت وحدانی کے ساتھ وابستہ ہیں۔پہلے دس اجزاء کو تصفیہ، تزکیہ، جذب وسلوک اور فنا وبقا کے ساتھ پاک اور

[1] "مسلم وابوداؤد"

Marfat.com

ظاہر کرتے ہیں۔اور ماسوا کے تعلقات کی میل سے صاف کرتے ہیں۔ مثلاً دل کو بیقراری سے گذار کر تمکین و اطمینان تک پہنچاتے ہیں۔اور نفس کو بھی امارگی سے اطمینان کی طرف لاتے ہیں۔اور ناری جزو کو سرکشی اور نافرمانی سے روکتے ہیں۔اور خاک کو پستی اور پست فطرتی سے بلندی عطا کرتے ہیں۔علیٰ ہذاالقیاس تمام اجزاء کو افراط اور تفریط سے حدِ اعتدال و توسط میں لے آتے ہیں۔اس کے بعد محض فضل خداوندی سے ان اجزاء کو ترکیب دیکر شخص معین کو بنایا۔اور انسان کامل کی تشکیل کی ہے۔اس شخص کے قلب کو جو اس کا خلاصہ اور اس کے وجود کا مرکز ہے مضغہ سے تعبیر کیا ہے۔یہ ہے مضغہ (پارہ گوشت) کی حقیقت جو باندازہ عبارت بیان کی جاسکتی ہے۔اور اصل اختیار اللہ سبحانہ' کے قبضہ میں ہے۔

اگر کوئی ناقص کہے کہ ہر انسان انہی دس اجزاء سے مرکب ہے اور انہی کی ترکیب سے ہیئت وحدانی رکھتا ہے۔تو اس کا جواب میں یہ دوں گا۔کہ ہاں ہر انسان انہی اجزاء سے مرکب ہے۔لیکن وہ اجزاء پاک اور مطہر نہیں ہوئے ہیں۔اور جذبہ وسلوک کے ذریعہ ماسوا کے تعلقات کی میل سے صاف نہیں ہوئے ہیں۔بخلاف انسان کامل کے اجزاء کے' کہ وہ فنا اور بقا کے ذریعہ پاک اور پاکیزہ ہوچکے ہیں۔جیسا کہ ابھی گذرا ہے۔کہ ہر انسان میں چونکہ یہ اجزاء متبائن اور متمائیز ہیں۔اور ہر چیز کے بھی احکام و احوال' متمائیز ہیں۔اس بناء پر وہ ہرگز ہیئت وحدانی سے حصہ نہیں رکھتا۔اور اگر ہیئت وحدانی رکھتا بھی ہے تو وہ محض اعتبار ہے۔نہ کہ حقیقی۔بخلاف انسان کامل کے اجزاء کے کہ وہ تبائن و تمائیز سے نکل کر آپس میں خلط ملط ہوچکے ہیں۔اور اس کے متمائز احوال و احکام زائل ہو کر ایک شے کا حکم اختیار کر چکے ہیں۔پس لازماً اس میں ہیئت وحدانی حقیقی ہوگی نہ اعتباری۔جس طرح ایک معجون کو مختلف ادویہ سے تیار کرتے ہیں۔اور رگڑ رگڑ تمام اجزاء کو ایک دوسری کے ساتھ ملا کر ہیئت وحدانی ثابت کرتے ہیں اور متبائن احکام سے نکال کر ایک حکم کی طرف لاتے ہیں۔اس نکتے کو سمجھ لو۔وَاللہُ سُبحانہٗ اَعلم'

اے برادر! یہ تمام کمالات جو پارۂ گوشت کے لئے ثابت ہیں۔مقام قوب قوسین بھی ہیں۔کہ ظاہر میں مظہر کے رنگ کا وہم ہوا ہے۔اگرچہ یہاں ظاہر اصل ہے۔نہ کہ اس کا ظلّ جو صورت ہے۔لیکن ظاہر کا شخص آئینہ داری کے رنگ سے پاک اور مبّرا نہیں۔پس قوسین ثابت ہوں گے۔اُس مقام سے اوپر اوْ اَدْنیٰ کا مقام ہے۔کہ ظاہر نے مظہر کا رنگ نہیں پکڑا ہے۔اور کوئی امر زائد بھی اس میں تخیل میں نہیں آتا۔پس قوسین وہاں مفقود ہوں گے۔اور ایک رنگ کے سوا اس جگہ اور کچھ متصور نہ ہوگا۔جو اوْ اَدْنیٰ کے مقام کے مناسب ہو۔اور اس مقام کا معاملہ علیحدہ ہے۔بہت زیادہ کوشش کی ضرورت ہے۔تب جا کر قوسین سے اوْ اَدْنیٰ تک وصول میّسر آسکتا ہے۔اور ہمارا کلام اشارات و رموز اور بشارات اور خزائن ہیں۔

وَاللہ سبحانہ' الملھم وَصلے اللہ تعالیٰ علیٰ سیّدنا مُحمدِ وَ صحبہ وسلم و بارک.

Marfat.com

مکتوب نمبر (۲۲)

مولانا محمد صادق کشمیری کی طرف صادر فرمایا:

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ' کے طفیل شہر سرہند کی اکثر شہروں پر فضیلت کے بیان میں۔ اور اپنی رہائش گاہ میں ایک نور کا مشاہدہ کرنا۔ کہ اس کی شان وصفت کی کسی کو بُو تک نصیب نہیں ہوئی۔ اور وہ زمین کچھ عرصہ بعد مخدوم زادہ کلاں خواجہ محمد صادق قدس سرّہ' کا روضہ مقدسہ بن گئی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اللہ سبحانہ' وتعالیٰ کی عنایت اور بصدقہ اس کے حبیب پاک علیہ وعلیٰ آلہ والصلوٰۃ والسلام والتحیۃ والبرکۃ' بلدۂ سرہند گویا میرے زندہ کرنے کا مقام ہے۔ کہ میرے لئے ایک گہرے کنویں کو پُر کرکے ایک بلند چبوترہ بنایا گیا ہے۔ اور اُسے اکثر بلاد اور جگہوں پر بلندی اور رفعت عطا کی ہے۔ اور ایک نور اس زمین امانت رکھا گیا ہے۔ جو بے صفتی اور بے کیفی کے نور سے اخذ کیا گیا ہے جس طرح بیت اللہ کی مقدس زمین سے نور روشن ودُرخشاں ہے۔

میرے بڑے فرزند کی وفات کے چند ماہ بعد ایک بُلند روشن نور دیکھا گیا۔ کہ کسی صفت وشان نے اس کی بُو کی طرف بھی راستہ نہیں پایا۔ اور وہ کیفیات سے مبرّا اور منزّہ ہے۔ مجھے یہ آرزو پیدا ہوئی کہ وہ زمین میرا مدفن بنے۔ اور وہ نور میری قبر پر روشن ہو۔ اس بات کو میں نے اپنے فرزند اعظم کے سامنے جو صاحب راز تھا' ظاہر کیا۔ اور اس نور اور اس آرزو سے مطلع کیا۔ اتفاق سے میرا بڑا فرزند ہی اس دولت کے ساتھ سبقت لے گیا۔ اور پردۂ خاک میں اس نور سے دریا میں غرق ہوگیا۔

هَنِیْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِیْمِ نَعِیْمُهَا[1]

وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْکِیْنِ مَا یَتَجَرَّعُ

یہ بات بھی اس بلدہ معظمہ کی فضیلت میں سے ہے۔ کہ میرے سب سے بڑے صاحبزادہ جو اکابر اولیاءِ اللہ میں سے ہے۔ یہاں آسودہ خاک ہے۔ اور ایک مدت کے بعد ظاہر ہوا۔ کہ اس جگہ امانت رکھا ہوا نور اس فقیر کے انوار قلبیہ کے نور کا لمعہ ہے۔ جسے یہاں سے لیکر اس زمین میں روشن کیا ہے جس طرح ایک چراغ بڑی مشعل سے روشن کرتے ہیں۔

''آپ فرمادیں سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔''

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

---

[1] نعمت والوں کو نعمتیں گوارا ہوں۔ اور عاشق مسکین کے لئے وہی ہے جو وہ درد وغم کے گھونٹ پی رہا ہے۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۲۳)

مخدوم زادہ خواجہ محمد عبداللہ (اللہ اُسے سالم اور باقی رکھے اور اُسے اُس کی آرزو کی انتہا تک پہنچائے) کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ عمدہ کام روشن سنّت کی اتباع اور ناپسندیدہ بدعت سے اجتناب ہے اور اس امر کے بیان میں کہ طریقہ نقشبندیہ کو دوسرے طریقوں پر فضیلت صاحبِ شریعت علیہ وعلیٰ آلہ والصّلوٰۃ والسّلام والتحیۃ کی اتباع اور عزیمت پر عمل کرنے کی وجہ سے ہے۔ اور اس بلند طریقہ نقشبندیہ کی مدح وثناء اور اُس کے مُناسب اُمور کے بیان میں۔

"بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيۡنَ اصۡطَفٰى" جو نصیحت فرزند عزیز اللہ سُبحانہٗ اُسے مناسب کاموں سے محفوظ رکھے۔ اور دوسرے تمام دوستوں کو کی جاتی ہے۔ وہ روشن سنت علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام والتحیۃ کی اتباعد اور ناپسندیدہ دعوت سے اجتناب ہے۔ اسلام اس زمانہ میں غریب ہو چکا ہے۔ اور مسلمان غریب ہو چکے ہیں۔ اور روز بروز کمزور سے کمزور تر ہوتے جارہے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک وقت وہ آجائے گا۔ کہ زمین پر اللہ کا نام لینے والا نہ رہے۔ "اور قیامت بدترین لوگوں پر قائم ہوگی۔"

سعادت مند وہ ہے۔ جو اس غریب اسلام کے زمانہ میں چھوڑی ہوئی سنتوں میں سے کسی سُنّت کو زندہ کرے اور مروّجہ بدعات میں سے کسی بدعت کو مارے اور ختم کرے۔ یہ وہ وقت ہے کہ حضرت خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصّلوٰۃ والسّلام کی بعثت کو ایک ہزار برس گذر چکا ہے۔ اور قیامت کی علامات ظاہر ہونا شروع ہو چکی ہیں۔ اور زمانہ نبوت کے دور ہونے کے باعث سنّت پوشیدہ ہو چکی ہے۔ اور کذب اور جھوٹ کے عام ہونے کے باعث بدعت جلوہ گر ہو چکی ہے۔ کسی شہباز کی ضرورت ہے۔ جو سنت کی مدد کرے اور بدعت کو شکست دے۔ بدعت کا مروج ہونا دین کی ویرانی کا موجب ہے۔ اور بدعتی کا تعظیم اسلام کا مٹانے کا باعث ہے۔ حدیث

مَنۡ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدۡعَةٍ فَقَدۡ اَعَانَ عَلٰى هَدۡمِ الۡاِسۡلَامِ۔ جس نے بدعتی کی تعظیم کی۔ اس نے اسلام کے گرانے میں مدد کی۔

سُنی ہوگی۔ پوری ہمت اور پورے ارادے کے ساتھ سنتوں میں سے کسی سُنّت کو رواج دینے اور بدعتوں میں سے کسی بدعت کو ختم کرنے کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

ہر وقت خصوصاً آج کل کہ ضعفِ اسلام کا زمانہ ہے۔ نشانات اسلام کا قائم کرنا سُنت کی ترویج اور بدعت کی تخریب سے وابستہ ہے۔ گذشتہ لوگوں نے بدعت میں حسن دیکھا ہوگا۔ تب ہی تو انہوں نے بدعت کی

ا بیہقی فی شعب الایمان۔

Marfat.com

بعض افراد کو مستحسن کیا ہے لیکن یہ فقیر اس مسئلہ میں ان کے ساتھ موافقت نہیں رکھتا اور بدعت کے کسی فرد کو حسنہ نہیں کہتا۔ اور اس میں ظلمت و کدورت کے سوا کچھ احساس نہیں کرتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔ ہر بدعت گمراہی ہے۔

اور یہ فقیر یہ پاتا ہے۔ کہ اسلام کی سلامتی سنّت کے بجالانے کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور اس کی خرابی اور ویرانی بدعت کے ارتکاب میں ہے۔ چاہے جو بدعت بھی ہو۔ یہ فقیر بدعت کو کہی کی طرح جانتا ہے۔ جو اسلام کی بنیاد کو گراتی ہے۔ اور سنّت کو روشن تارے کی طرح پاتا ہوں جو تاریک رات میں ہدایت کا باعث بنتا ہے۔ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ علمائے وقت کو توفیق دے کہ کسی بدعت کو حسنہ نہ کہیں اور کسی بدعت کے ارتکاب کا فتویٰ نہ دیں۔ اگر چہ وہ بدعت ان کی نظر میں سپیدہ صبح کی طرح دکھائی دے کیونکہ شیطانی آرائشوں کو غیر سنّت میں غلبہ عظیم حاصل ہے۔ گذشتہ زمانوں میں جب کہ اسلام قوی تھا۔ بدعت کی تاریکیوں کو برداشت کر سکتا تھا۔ اور شاید کہ نور اسلام کی روشنی میں بعض اشخاص کو بعض تاریکیاں نورانی محسوس ہوئی ہوں۔ اور اس وجہ سے اُن کے حسنہ ہونے کا حکم لگایا ہو۔ اگر چہ فی الحقیقت اس میں کچھ بھی حسن و نورانیت نہیں تھی۔ بخلاف اس وقت کے کہ ضعفِ اسلام کا وقت ہے۔ بدعات کی تاریکیوں کے برداشت کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ اور یہاں متقدمین اور متاخرین کا فتویٰ جاری نہیں ہو سکتا۔ کہ ہر وقت کے احکام علیحدہ ہوتے ہیں۔

اس وقت جہان کثرت سے بدعت کے ظہور کے باعث دریائے ظلمات کی طرح نظر آتا ہے۔ اور اور سنّت کا نور غربت اور قلت کی بناء پر اس تاریک دریا میں جگنو کی طرح دکھائی دیتا ہے اور بدعت کا عمل اس ظلمت کو اور زیادہ کرتا ہے۔ اور سنّت کے نور کو کم کرتا ہے۔ اور سنّت پر عمل اس تاریکی کے کم کرنے اور اس نور کی زیادتی کا باعث ہے۔ تو جو چاہے بدعت کی تاریکی کو زیادہ کرے اور جو چاہے وہ سنّت کے نور کو زیادہ کرے۔ اور جس کا دِل چاہے شیطان کے گروہ کو بڑھائے اور جس کا دل چاہے اللہ کے گروہ کے اضافے کا سبب بنے۔ سُن لو۔ بیشک شیطان کا گروہ ہی خسارے میں ہے۔ سُن لو۔ بیشک اللہ کا گروہ ہی فلاح و نجات پانے والا ہے۔

اور صوفیہ وقت بھی اگر انصاف کریں اور ضعفِ اسلام اور جھوٹ کے عام ہونے کا ملاحظہ کریں۔ تو چاہیے کہ سُنّت کے سوا کسی بات میں اپنے پیروں کی تقلید نہ کریں۔ اور مخترع اُمور کو مشائخ کے عمل کا بہانہ بنا کر اپنی عادت نہ بنائیں۔ اتباع سنت ہی البتہ نجات دہندہ اور خیرات و برکات کی مثمر ہے اور غیر سنت میں تقلید خطر در خطر ہے۔

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ ۔ قاصد پر صرف پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے۔

ہمارے پیروں کو ہماری طرف سے حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ کہ ہم پیچھے آنے

ا۔ مسلم شریف

Marfat.com

والوں کو امور مبتدعہ کے بجالانے کا حکم نہیں دیا۔ اور اپنی تقلید سے ہلاک کن تاریکیوں میں نہیں ڈالا۔ اور متابعت سُنّت کے سوا کوئی راستہ ہمیں نہیں دکھایا گیا۔ اور صاحب شریعت علیہ وعلیٰ آلہ والصّلوٰۃ والسّلام والتحیّۃ کی اتباع اور عزیمت پر عمل کے سوا اور کوئی ہدائت نہیں فرمائی۔ اس بناء پر لازماً ان بزرگوں کا سلسلہ بند ہے۔ اور ان کے وصول کا چبوترہ مرتفع واقع ہوا ہے۔ یہی ہیں جنہوں نے سماع ورقص کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالا ہے۔ اور وجد اور تواجد کو انگلی شہادت سے دو ٹکڑے کر دیا ہے۔ دوسروں کا مکشوف ومشہود ان بزرگوں کے نزدیک ماسوا میں داخل ہے۔ اور اُن کا معلوم ومتخیل نفی کے قابل ہے ان اکابر کا معاملہ دید ودانش سے ماوراء ہے۔ اور معلوم ومتخیل سے بھی ماوراء ہے۔ نیز تجلیات وظہورات اور مکاشفات ومعاینات سے بھی ماوراء ہے۔

دوسروں کا اہتمام اثبات میں ہے۔ اور ان بزرگوں کی ہمت نفی ماسوا میں صرف ہوتی ہے۔ دوسرے کلمہ طیبہ نفی واثبات کا تکرار اس لئے کرتے ہیں تا کہ اثبات کا دائرہ وسعت پیدا کرے۔ اور تمام جہان جو غیریت کے عنوان سے پیدا ہوا ہے۔ کلمہ توحید کے تکرار سے حقیقت کے عنوان سے منکشف ہو جائے اور سب کو حق پائیں۔ اور حق دیکھیں تعالیٰ وتقدس۔ بخلاف ان بزرگوں کے۔ کہ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے تکرار سے ان کا مقصود دائرہ نفی کی وسعت ہے۔ تا کہ جو کچھ مشہود ومکشوف اور معلوم ومتخیل ہو سب لا کے نیچے داخل ہو اور جانب اثبات میں کوئی شے ملحوظ ومنظور نہ ہو۔ اور اگر بر سبیل فرض جانب اثبات میں کوئی چیز ظاہر ہو تو اُسے بھی لا کی طرف لوٹایا جائے۔ اور جانب اثبات میں کلمہ مستثنیٰ کے تکلم کے سوا کچھ حصے میں نہ آئے۔ پس دوسرے طریقوں میں نفی واثبات کا ذکر مبتدیوں کے حال کے مطابق ہے۔ اور ذکر اللہ جو محض کلمہ اثبات ہے۔ اس کے بعد مناسب ہوتا ہے۔ تا کہ اس کلمہ کے تکرار کے ساتھ مثبت' مکشوف' اثبات' استقرار اور استمرار پیدا کرے۔ بخلاف ان اکابر کے طریق کے۔ کہ یہ ان سے برعکس ہے۔ کہ اوّل اثبات ہے۔ اور پھر اس اثبات واستقرار کی نفی ہے پس اسم اللہ کا ذکر اس طریقہ میں ابتداء میں مناسب ہے اور نفی واثبات کی صورت بعد میں بنتی ہے۔

اگر کوئی ناقص سوال کرے کہ اس تقدیر پر اس طریقہ کے اکابر کو مقامِ اثبات سے کچھ حصہ نہ ہوگا۔ اور نفی کے سوا ان کا کچھ بھی نقد وقت نہیں ہوگا۔

جواب: مَیں کہتا ہوں کہ دوسرں کا اثبات ان بزرگوں کو اوائل حال میں مَیسر آ جاتا ہے۔ لیکن وہ بلند ہمتی کے باعث اس طرف متوجہ نہیں ہوتے بلکہ نفی کے لائق خیال کرتے ہوئے اس کی نفی کرتے ہیں اور مطلوب مثبت اس کے وراء الوراء میں جانتے ہیں۔ پس دوسروں کا اثبات بھی ان کو مَیسر ہے اور نفی بھی۔ وہ مقام جو مقام کبریائی کے مناسب ہے انھیں حاصل ہے۔ ہر بے سر انجام انسان ان کا سراغ نہیں لگا سکتا۔ اور ہر بوالہاس ان کے معاملہ کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہو سکتا۔ ان اکابر کے عدم حصول کا شمہ جو اس مقام میں نفسِ حصول ہے۔ بیان کر دیا ہے۔ اگر ان اکابر کے حصول کے متعلق لب کشائی کرے تو خواص بھی عوام سے ملحق ہو جائیں۔ اور مبتدیوں کی طرح الف وباء کا

Marfat.com

سبق اختیار کریں۔ شعر

فریاد[1] حافظ این ہمہ آخر بہرزہ نیست

ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست

ذات تعالیٰ وتقدس کا مراقبہ جو دوسروں نے اختیار کیا ہوا ہے۔ ان کے نزدیک محل اعتبار سے ساقط اور بے حاصل ہے اور مراقبہ کرنے والے کو اس مقام میں ظلال سے ایک ظل کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ "اللہ تعالیٰ بہت بلند ہے۔ ان باتوں سے جو یہ کہتے ہیں" اس کی ذات بلکہ اس کے اسماء وصفات بھی ہمارے احاطہ فکر و مراقبہ سے باہر ہیں۔ اس مقام میں جہل وحیرت کے سوا کچھ حصہ نہیں۔ نہ وہ جہل وحیرت جسے لوگ جہل وحیرت کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ مذموم اور بُرا ہے۔ بلکہ اس مقام کا جہل وحیرت عین معرفت واطمینان ہے۔ نہ وہ معرفت واطمینان ہے۔ نہ وہ وہ معرفت واطمینان جو لوگوں کے فہم میں آسکتا ہے۔ کیونکہ وہ قبیلہ چون سے ہے۔ اور بے چون سے بے نصیب ہے۔ اس مقام میں ہم جو کچھ ثابت کریں گے وہ بے چون ہی ہوگا۔ خواہ اُسے جہل سے تعبیر کریں یا معرفت سے جس نے چکھا نہ ہو نہیں جان سکتا۔

اور نیز ان بزرگوں کی توجہ احدیّت ذات تعالیٰ وتقدس کی طرف ہے۔ اور یہ حضرات اس وصفت سے سوائے ذات تعالیٰ وتقدس کے کچھ نہیں چاہتے۔ اور دوسروں کی طرف ذات سے صفات کی طرف نیچے نہیں آتے اور بلندی سے پستی کی طرف نہیں گرتے۔ عجب کاروبار ہے۔ اس گروہ میں سے ایک جماعت نے ذکر اسم اللہ اختیار کیا ہے۔ اور اس پر اکتفا کرتے ہوئے صفات کی طرف نیچے آتے ہیں۔ اور سمیع، بصیر اور علیم کا ملاحظہ کرتے ہیں۔ اور پھر بر سبیل عروج علیم، بصیر اور سمیع سے اسم اللہ تک جاتے ہیں۔ کیوں صرف اللہ پر کفایت نہیں کرتے۔ اور توجہ کا قبلہ ذات احدیّت تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں بناتے۔

اَلَیْسَ اللّٰہُ[1] بِکَافٍ عَبْدَہٗ ط — کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں۔

نص قاطع ہے۔ اور آیہ کریمہ:

قُلِ[2] اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْهُمْ ط — کہہ اللہ۔ پھر اُن کو چھوڑ دے۔

مختصر یہ کہ اس بلند مرتبہ طریقہ کے بزرگوں کی نظر ہمت بہت بلند واقع ہوئی ہے۔ کسی ریاکار اور رقاص کے ساتھ یہ لوگ نسبت نہیں رکھتے۔ اسی لئے دوسروں کی نہایت ان کی ہدایت میں مندرج ہے۔ اور اس طریقے کا مبتدی دوسرے طریقوں کے منتہی کا حکم رکھتا ہے۔ اور ان سفر ابتدا سے ہی وطن میں مقرر ہو چکا ہے۔ اور خلوت در انجمن ان کو حاصل ہو چکی ہے۔ اور دوام حضور ان کا نقد وقت ہے۔ یہی ہیں کہ طالبوں کی تربیت ان کی بلند صحبت

[1] حافظ کی یہ فریاد بے مقصد نہیں۔ بلکہ قصہ بھی حیران کن اور بات بھی عجیب ہے۔

[1] سورۂ زمر پارہ فمن اظلم [2] سورۂ انعام پارہ واذا سمعوا

Marfat.com

سے وابستہ ہے۔ اور ناقصوں کی تکمیل ان کی توجہ شریف سے متعلق ہے۔ ان کی نظر امراضِ قلب کو شفا بخشتی ہے۔ اور ان کا التفات معنوی بیماریوں کو دور کرتا ہے۔ ان کی ایک توجہ سو چلوں کا کام کرتی ہے۔ اور ان کا ایک التفات سالہا سال کے ریاضات و مجاہدات کے برابر ہے۔

نقشبندیہ[1] عجب قافلہ سالار اند

کہ برند ازراہِ پنہاں بحرم قافلہ را

اے سعادت کے آثار والے! اس بیان میں سے کوئی وہم نہ کرے۔ کہ یہ اوصات و شمائل تو اُس بلند طریقہ نقشبندیہ کے تمام اساتذہ اور تلامذہ کو حاصل ہیں۔ ہرگز یہ بات نہیں بلکہ یہ شمائل و عادات اُس بلند طریقہ کے اکابر کے ساتھ خاص ہیں۔ جنہوں نے کام کو نہایۃ النہایہ تک پہنچا دیا ہوا ہے اور مبتدیانِ رشید نے ان اکابر کے ساتھ نسبت ارادت درست کی ہوئی ہے۔ اور آداب کی رعائت کی ہے۔ نہایت کا ہدائت میں درج ہونا ان کے حق میں ثابت ہے۔

بخلاف اس طریقہ کے اس مبتدی کے جو اس طریقہ کے شیخ ناقص کے ذریعہ پہنچا ہے۔ کہ اس کے حق میں یہ اندراج ثابت نہیں۔ کیونکہ ان کا شیخ بھی نہایت کو نہیں پہنچا ہوا۔ تو مبتدی کے حق میں نہایت کس طرح متصوز ہو سکتی ہے۔

از کوزہ بروں ہماں تراود کہ در دست

کوزہ سے وہی چیز ٹپکتی ہے۔ جو اس میں ہوتی ہے

اے نجابت آثار! ان اکابر کا طریقہ اصحاب کرام علیہم الرضوان کا طریقہ ہے۔ اور یہ نہایت کا بدایت میں اندراج اس اندراج کا اثر ہے۔ جو صحبتِ خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام میں میسر آیا۔ اس لئے کہ آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ والصلوٰۃ والسلام کی اوّل صحبت میں وہ کچھ میسر آ گیا۔ جو بہت کم ہے کہ انتہا میں بھی دوسروں کو میسر ہو۔ اور یہ فیوض و برکات وہی فیوض و برکات ہیں۔ جو زمانہ صحابہ میں ظہور پذیر ہوئے تھے۔ اگر چہ ظاہر میں آخر اوّل سے وسط کی نسبت دُور ہے۔ لیکن فی الحقیقت آخر وسط کی نسبت اوّل سے زیادہ نزدیک ہے۔ اور اس کے رنگ کے ساتھ رنگین ہے۔ متوسط حضرات اُسے باور کریں یا نہ کریں۔ بلکہ متاخرین میں اکثر کے بارے میں معلوم نہیں۔ کہ اس معاملہ کی حقیقت تک پہنچتے ہیں یا کہ نہیں۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابِعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ الصَّلَوٰاتِ وَالتَّسْلِيْمَاتِ الْعُلٰىo

[1] نقشبندی عجب قافلہ سالار ہیں کہ پوشیدہ راستے سے قافلہ کو حرم تک پہنچا دیتے ہیں۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۲۴)

حاجی محمد فرکتی کی طرف صادر فرمایا:

اس کے مکتوب کے جواب میں جس میں اس نے آرزو کی تھی کہ تمام ذرات میں مشاہدہ جمال میسر ہو اور اُس کے مناسب اُور کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ط

آپ کا مراسلہ شریفہ جو آپ نے کمال اخلاص اور محبت کے ساتھ ارسال کیا تھا۔ موصول ہو کر بہت زیادہ فرحت اور خوشی کا موجب ہوا۔ نسبت رابطہ تمہیں ہمیشہ صاحب رابطہ (شیخ) کے ساتھ رکھتی ہے۔ اور فیوض انعکاسی کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس نعمت کا شکر بجالانا چاہیئے۔ اور قبض وبسط دونوں اس راہ میں اُڑنے کے دو بازو ہیں۔ قبض سے دلگیر۔ اور بسط سے مسرور نہ ہوں۔

آپ نے یہ آرزو کی تھی کہ تمام ذرات میں مشاہدہ جمال میسر ہو۔ محبت کے اطوار والے! بندے کو آرزو سے کیا کام۔ اور اس کی آرزو اس کے فہم قاصر کے اندازہ کے مطابق ہوگی۔ جمال لایزال کا ذرات کے آئینے میں مشاہدہ کرنا کوتاہ بینی کے باعث ہے ذرات کی کیا مجال ہے۔ کہ اس جمال کے آئینے بنیں۔ جو کچھ ذرات کے آئینوں میں مشہود ہوتا ہے۔ وہ اس بے نہایت جمال کے ظلال میں سے ایک ظل ہے اس بلند ذات کو وراء الوراء میں تلاش کرنا چاہیئے۔ اور آفاق وانفس کے دائرہ سے باہر ڈھونڈنا چاہیئے۔ اس وقت جو نسبت تم رکھتے ہو وہ تمہاری آرزو سے فوقیت رکھتی ہے۔ لوگوں کی تقلید کر کے پستی کی طرف راغب ہونے کی آرزو ہرگز نہ کریں۔ اور بلندی سے نیچے آنے کی تمنا نہ کریں۔ ان اکابر کا رخانہ بلند ہے۔

اَلْمَسْئُوْلُ مِنَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ جَمْعِیَّتُکُمُ الصُّوْرِیَّۃَ وَالْمَعْنَوِیَّۃَ

والسّلام

مکتوب نمبر (۲۵)

خواجہ محمد شرف الدین حسین کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ جو عمل بھی شریعت غرا کے مطابق کیا جائے ذکر میں داخل ہے۔ اگرچہ خرید و فروخت ہی ہو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ط

آپ کا گرامی نامہ جو آپ نے میرے فرزند عزیز مولانا عبدالرشید اور مولانا جان محمد کے ہمراہ ارسال کیا

Marfat.com

تھا موصول ہوا۔ اور نذر کے روپے بھی موصول ہوئے "جزاکم اللہ سبحانہ ' خیراً" آپ کی صحت کی خبر سے بہت خوشی ہوئی۔ اے فرزند! فرصت و فراغت غنیمت ہے۔ ہمیشہ اپنے اوقات کو ذکر الٰہی جل شانہ میں مصروف رکھنا چاہیئے۔ جو بھی شریعتِ غرا کے مطابق کیا جائے۔ ذکر میں داخل ہے۔ اگرچہ خرید و فروخت ہی ہو۔ پس تمام حرکات و سکنات میں احکام شریعت کی رعائت کرنی چاہیئے۔ تاکہ سب کام ذکر بن جائیں۔ کیونکہ ذکر غفلت دور کرنے سے عبارت ہے۔ اور جب تمام افعال میں اوامر و نواہی کی رعائت ملحوظ رکھی جائے تو امر و نہی کرنے والے سے غافل ہونے سے نجات میسر آ جاتی ہے۔ اور اس بلند ذات کا دوام ذکر حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ دوام ذکر حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی "یادداشت" سے ایک الگ چیز ہے۔ کیوں کہ وہ صرف باطن میں منحصر ہے۔ اور یہ ظاہر میں بھی جاری ہے۔ اگرچہ مشکل ہے۔ اللہ سبحانہ' ہمیں صاحب شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی متابعت نصیب فرمائے۔

مکتوب نمبر (۲۶)

عرفان پناہ مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا:

اس کے اس خط کے جواب میں جس سے جانب داری کی بُو آتی ہے۔ اور اس بیان میں کہ تلقین ذکر بچوں کو الف و بے کی تعلیم کی طرح ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ط

صحیفہ مکرمت (مکتوب گرامی) جو کشمیری قاصد کے ہمراہ کرم کرتے ہوتے آپ نے ارسال کیا تھا۔ اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ جب کہ آپ کی طرف کے حضرات کی خیریت پر مشتمل تھا۔ بہت خوشی و مسرت کا موجب ہوا۔ "جَزَاكُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ خَيْرًا"

اس میں درج تھا کہ مخدوم زادہ کلاں اور خواجہ جمال الدین' میاں شیخ الہداد سے تلقین ذکر کے شرم کے باعث آپ کی خدمت میں نہیں پہنچ سکے۔ مخدوما! اب بھی ان باتوں سے جانب داری کی بُو آتی ہے۔ اور اس طرح اور وضع سے مباینت اور مخالفت مفہوم ہوتی ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ' مخدوم زادہ کلاں (خواجہ عبیداللہ) کو چاہیے تھا کہ اپنے والد بزرگوار کی وصیت کا شرم کرتا۔ نیز اس توجہ افادہ کی بھی شرم کرتا جو حضرت ایشاں (پیر بزرگوار) کی موجودگی میں اُن کے حکم سے کی گئی تھی۔ اور میاں شیخ الہداد کو بھی دعویٰ پیر پرستی کے باوجود چاہیے تھا کہ اس بارے میں دلیری اور جرات نہ کرتا۔ اور ملاحظہ وصیت اور فائدہ پہنچانے میں پہل کرتا۔

جو کچھ تم نے لکھا ہے۔ حق و صواب ہوگا۔ لیکن جو مکتوب مخدوم زادہ کلاں نے برادر عزیز کے ہمراہ ارسال کیا ہے (ہمارے متعلق) کمال تواضع کو متضمن اور انتہائی طلب و شوق پر مشتمل تھا۔ اور اس مکتوب میں ایسی

Marfat.com

عبارات احاطہ تحریر میں لائی ہیں کہ طلب کے جنون کے بغیر ان عبارات کا معرض تحریر میں لانا متصور نہیں۔ اس مکتوب کی تحریر کے بعد شائد تم ہم سے برگشتہ ہونے کی صورت پیدا ہوئی ہے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْهَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ط اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ط	اے ہمارے پروردگار ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرمایا۔ بیشک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔

لیکن فقیر جانتا ہے کہ ان کی یعنی پیر بزرگوار کی وصیت خالی از حکمت نہ ہوگی اور امید ہے کہ اس وصیت کی برکت سے انجام اچھا ہو جائیگا۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ اس قسم کی طلب جس کی تھوڑی سی جھلک ان کے مکتوب سے مفہوم ہوتی تھی یکا یک ختم ہو جائے اور اس کی ضد اس کی جگہ لے لے۔ دوستوں اور ہمدردوں پر یہ بات بڑی گراں گزرتی ہے۔ یہ مقام خاص اہتمام اور توجہ کا متقاضی ہے۔ مسکر ما! اگر (حق تعالیٰ تک وصول کا) کام صرف تلقین سے مکمل و تمام ہو جائے تو مبارک ہے۔ لیکن معاملہ یوں نہیں بلکہ فقیر کے نزدیک ذکر کی تلقین بچوں کو الف و بے کی تعلیم کے مانند ہے۔ اگر صرف اتنی ہی تعلیم ملکہ مولویت پیدا کردے تو کیا مضائقہ ہے۔ تمہارے کرم و التفات سے یہ توقع اور امید ہے کہ طرفداری کے پلے کو چھوڑ دیں گے۔ اور تمام دوستوں کے ساتھ مساوی قسم کی آشنائی رکھیں گے زیادہ کیا مبالغہ کرے۔ والسّلام۔

مکتوب نمبر (۲۷)

مولنا محمد طاہر بدخشی کی طرف ارسال کیا۔

شیخ عبدالعزیز جونپوری کے ان اعتراضات و سوالات کے جواب میں جو اس جلد دوم کے مکتوب اوّل میں درج ہیں۔

بعد الحمد والصلوٰۃ و تبلیغ الدعوات۔ راقم عرض پرداز ہے۔ کہ آپ کا وہ مکتوب جو مدت مدید کے بعد آپ نے ارسال کیا ہے موصول ہو کر بہت فرحت و خوشی کا موجب ہوا۔

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ آپ کو ظاہری اور باطنی جمعیت سے مزین اور آراستہ رکھے۔ فقیر نے اس عرصہ میں آپ کو تین خط لکھے ان میں سے ایک خط آپ کو موصول ہو چکا ہے۔ مسافت بعد کا عذر لاحق ہے اور مشیخت مآب شیخ عبدالعزیز نے جو مکتوب لکھا تھا تمہارے مکتوب کے ہمراہ نیز موصول ہوا اور جو کچھ اس میں درج تھا اس سے پوری طرح مطلع ہوا۔

شیخ عبدالعزیز کے مکتوب میں درج تھا کہ حقائق ممکنات جو صور علمیہ سے عبارت میں اگر عدمات ہوں

Marfat.com

جو صفات کی ضد ہیں تو لازم آتا ہے کہ ان عدمات کا حصول ذات تعالیٰ وتقدس میں ہو حالانکہ وہ سبحانہٗ اس سے منزہ ہے۔ شیخ موصوف کا یہ عجیب شبہ ہے۔ شیخ عبدالعزیز کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت حق سبحانہٗ تمام ادنیٰ اور اعلیٰ اشیاء کو جانتا ہے۔ لیکن ان میں سے کسی بھی چیز کا حصول اس کی بلند ذات میں نہیں ہے اور کسی طرح اُن کا اس کے ساتھ اتصاف نہیں۔ اس صورت میں حصول کہاں سے پیدا ہوتا ہے۔

نیز اس میں یہ بھی درج تھا کہ حقائق ممکنات وجودی اور ثبوتی ہونی چاہئیں نہ کہ عدمی کیونکہ حقائق ممکنات کی ارواح اور نفوس سے عبارت ہے۔ (جواب) ہاں یہ حقائق علمی وجود و ثبوت رکھتی ہیں جو ان کے لئے درکار ہے۔ شیخ صاحب موصوف کو چاہیے کہ یہ اعتراض سب سے پہلے شیخ محی الدین پر کریں جنہوں نے کہا ہے کہ "اعیان نے وجود کی بُو بھی نہیں سونگھی" عجیب معاملہ ہے کہ یہاں حقائق ارواح و نفوس سے عبارت قرار دی گئی ہیں۔ اور اعیان ثابتہ اور معلومات اللہ کو چھوڑ دیا ہے۔

اس مکتوب میں یہ بھی درج تھا کہ انبیاء علیہم الصلوٰات والتسلیمات اور اولیاء علیہم الرضوان اور باقی افراد انسان جو ممکنات میں اگر ان سب کے حقائق عدمات ہوں تو اس بلند گروہ سے شرف وعزت مسلوب و معدوم ہو جاتی ہے۔ (جواب) کیوں مسلوب و معدوم ہو جاتی ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ سے اپنے حسنِ تربیت سے اُن عدمات کو اپنے اسماء وصفات کے آئینے اور عکوس بنا کر نبوت وولائت کے شرف سے مشرف اور اپنے کمالات کے ظلال سے مزین و آراستہ کیا ہے۔ اور اس طرح انہیں معزز و مکرم کر دیا ہے۔ جس طرح انسان کو ایک حقیر قطرہ سے پیدا کر کے بلند درجات تک پہنچایا ہے۔ تعجب ہے کہ انسان کے شرف وعزت کو تو نگاہ میں رکھتے ہیں اور واجب تعالیٰ وتقدس کی تنزیہہ و تقدیس کو ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں اور ہمہ اوست کہتے ہوئے خسیس ورذیل اشیاء کو حق تعالیٰ وتقدس کا عین کہتے ہیں۔ اور اس مقولہ سے پرہیز نہیں کرتے اور انسان کے لئے حقائق عدمیہ کو جائز قرار نہیں دیتے اور اس سے اجتناب کرتے ہیں۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ انہیں توفیق انصاف عطا کرے۔

اس مکتوب میں یہ بھی درج ہے کہ اجماعی بات کو اختراعی چیز سے رد نہیں کیا جا سکتا۔ (جواب) ہم تو مقولہ ہمہ اوست کو اختراع وابداع جانتے ہیں۔ کیونکہ مقولہ ہمہ از اوست علماء کا متفق علیہ ہے۔ صاحب فتوحات پر آج تک ملامت و مذمت کا جو راستہ کھلا ہوا ہے۔ اس ہمہ اوست کے مقولہ کے سبب ہے اور فقیر نے جو معارف لکھے ہیں۔ اُن کا حاصل ہمہ از اوست ہے جو شرع اور عقل میں مقبول و پسندیدہ ہے۔ چہ جائیکہ کشف والہام سے بھی اس کی تائید ہو چکی ہو۔

شیخ موصوف نے اعتراضات کا ذکر کرنے کے بعد مقام شفقت میں آکر لکھا ہے کہ ممکنات کے حقائق اگر ارواح کو قرار دیا جائے تو یہ جمہور کے موافق ہے (پتہ نہیں) شیخ نے جمہور کی کونسی قسم مراد لی ہے۔ کیونکہ آج تک

Marfat.com

سُننے میں نہیں آیا کہ ارواحِ انسانی کو کسی نے حقائق ممکنات قرار دیا ہو شیخ کی یہ گفتگو نہایت تعجب انگیز ہے۔ شیخ موصوف نے خیال کرلیا ہے کہ ہر شخص قیاس و تخمینے سے بات کرتا ہے اور اپنے فکر و تخیل سے باتوں کا جال بُنتا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں۔ جو معارف کشف والہام کے بغیر گفت و نوشت میں آئیں اور شہود و مشاہدہ کے بغیر معرض تحریر و تقریر میں آئیں سراسر بہتان و افتراء ہیں۔ خاص کر جب کہ قوم کے مخالف ہوں۔ معلوم نہیں شیخ کا کیا اعتقاد ہے اور یہ معارف اس نے کہاں سے حاصل کئے ہیں۔

ربنا اغفرلنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا و ثبت اقدامنا و انصرنا علی القوم الکفرین ط

(والسّلام)

مکتوب نمبر (۲۸)

مولینا محمد صادق کشمیری کو اس کے استفسارات کے جواب میں لکھا۔

بعد الحمد والصلوٰۃ وتبلیغ الدعوات۔ عرض گذار ہے کہ آپ کا مکتوب شریف موصول ہوا۔ جب کہ پسندیدہ احوال کو متضمن تھا۔ موجب فرحت ہوا۔

آپ نے لکھا تھا کہ خدا تعالیٰ کے وراء الوراء ہونے کے معاملہ یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ صفات کا ذات واجب تعالیٰ وتقدس پر حمل کرنا تکلف دکھائی دیتا ہے۔ اور ذات سُبحانہٗ کو سب سے وراء جانتا ہے۔ کوشش کریں کہ یہ حمل تکلف سے بھی میسر نہ آئے۔ بلکہ معاملے کو حیرت صرف تک پہنچادے۔

آپ نے دریافت کیا تھا کہ رشحات میں بابا آب زیر رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا جب حق سبحانہ وتعالیٰ روزِ آدم کی مٹی گوندھ رہا تھا۔ میں اُس میں پانی ڈال رہا تھا۔ اس مقولہ کی کیا توجیہہ و تاویل ہے۔ جان لیں کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی مٹی کی خدمات میں جس طرح ملائکہ کرام علی نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حصہ لینے کی اجازت دی گئی اس بزرگ کی روح کو بھی خدمت گاری کی اجازت دی اور پانی ڈالنے کی خدمت اس کے سپرد کی گئی۔ پھر ان کی جسمانی پیدائش کے بعد بلکہ ان کے کامل ہونے کے بعد انہیں اس معنی سے اطلاع دی گئی۔

جائز ہے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ ارواح مجردہ کو ایسی قدرت عطا کرے کہ اُن سے افعال اجسام صادر ہوں اسی قبیلہ سے ہے وہ جو بعض اکابر نے اپنے افعال شاقہ سے خبر دی ہے جو اُن سے اُن کے وجودِ عنصری میں آنے سے زمانہائے دراز پہلے صادر ہوئے۔ ان افعال کا صدور ان کی ارواح مجردہ سے ہوا تھا اور انہیں اس

Marfat.com

معنی پر اطلاع وجود عنصری میں آنے کے بعد حاصل[1] ہوئی۔

ایک گروہ کو اس طرح کے افعال کا صدور تناسخ کے وہم میں مبتلا کر دیتا ہے۔ حاشا دکلا کہ کسی اور جسم نے ان کی روح سے تعلق قائم کیا ہو۔ مجرّد روح ہی ہے جو قدرت خداوندی جل سلطانہٗ سے بدن کا کام کرتی ہے اور کج رو لوگوں کو ضلالت و گمراہی میں ڈال دیتی ہے اس مقام میں گفتگو کی بہت گنجائش ہے۔ اور بہت سی تحقیقات فائض ہوئی ہیں۔ اگر توفیق ملی تو انشاء اللہ تعالیٰ ضبط تحریر میں لائی جائیں گی۔ فی الحال وقت نے مدد نہ کی۔

نیز آپ نے دریافت کیا تھا کہ صاحب رشحات' رشحات میں لکھتا ہے۔ کہ جب خواجہ علاؤ الدین[2] قدس سرہٗ نے مولانا نظام[3] خاموش سے ناراض ہو کر ان سے نسبت سلب کرنے کا ارادہ کیا تو مولانا نے اس وقت آنسرور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسّلام کی روحانیت سے التجا کی اور حضور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسّلام کی طرف سے حضرت خواجہ کو ارشاد ہوا کہ نظام الدین ہمارا ہے۔ کسی کو بھی اس پر تصرّف کی مجال نہیں۔ صاحب رشحات اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتا ہے کہ بڑھاپے میں حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے مولانا سے نسبت سلب کر لی۔ مولانا نے کہا۔ خواجہ نے ہم کو بوڑھا پا کر سب کچھ ہم سے لے لیا۔ اور آخر کار ہم کو مفلس کر دیا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت رسالت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسّلام کسی کو اپنا بنا لیں اور فرمائیں کہ کسی کو اس پر تصرف کی مجال نہیں۔ حضرت خواجہ احرار اس پر کیسے تصرف کر سکتے ہیں۔ (جواب) جان لیں کہ ہمارے خواجہ (باقی باللہ) قدس سرہٗ اس نقل کو پسند نہیں کرتے اور مولانا کے سلب نسبت کے بارے میں توقف کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ مولانا سعد الدین کاشغری کے جو مولانا نظام الدین کے مرید ہیں۔ مولانا عبدالرحمٰن (جامی) وغیرہ بہت سے مرید ہیں اور کسی نے بھی اس نقل کے متعلق لب کشائی نہیں کی۔ اور اس کے رد و قبول کا تذکرہ نہیں کیا۔ مولانا فخر الدین علی (صاحب رشحات نے یہ نقل کہاں سے لکھی ہے۔ اگر اس خبر میں صداقت ہوتی تو تواتر سے منقول ہوتی۔ کیونکہ اس طرح کی نقل کے بہت سے اسباب و ذرائع موجود تھے اور جب کہ تواتر سے منقول نہیں ہوئی بلکہ خبر واحد سے تو معلوم ہو گیا کہ اس کے سچا

---

[1] اولیاء اللہ اور بندگانِ خدا کے تصرّفات کے منکر امام ربانی قدس سرہ کے اس عقیدہ کا غور و انصاف سے مطالعہ فرمائیں۔
حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے ایک دوسرے مقام میں فرمایا ہے۔ میرا گمان ہے کہ پہلے انبیاء کی امتوں کے اولیاء حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے وجودِ عنصری میں تشریف لانے سے قبل انکی روحانیت سے تربیت پا کر ولائت کے مقام پر فائز ہوتے رہے اللہ تعالیٰ بزرگوں کی سچی عقیدت و عظمت عطا کرے اور اس گروہ پاک کیساتھ اُٹھنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ مترجم غفرلہٗ

[2] یعنی خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ آپ حضرت خواجہ بزرگ شاہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ کے مرید تھے۔

[3] مولانا نظام الدین قدس سرہٗ خواجہ علاؤ الدین قدس سرہٗ کے افضل و اکمل اصحاب سے تھے اور مولانا نے خواجہ بزرگ کی زیادت بھی کی تھی۔

Marfat.com

ہونے میں شک وتردد ہے۔ اور صاحب رشحات کی بعض اور روایات بھی صدق وسچائی سے دور ہیں۔ اور اس بلند سلسلہ کے لوگ ان نقول وروایات میں تردد وشک رکھتے ہیں۔ واللہ سبحانہٗ اعلم۔

نیز ہمارے خواجہ (باقی باللہ) قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ مفلس کردینے کا لفظ سلب ایمان پر دلالت کرتا ہے (اللہ سبحانہٗ ہمیں اس سے بچائے) اور سلب ایمان کو جائز قرار دینا بہت مشکل[1] ہے۔

مکتوب نمبر (۲۹)

فضیلت پناہ شیخ عبدالحق[2] دہلوی کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ اس دنیا کا بہترین سامان حزن واندوہ ہے۔ اور اس دسترخوان کی گوارا ترین نعمتیں اَلم ومصیبت ہیں۔

الحمد لِلّٰہ وسلام علی عبادہِ الذین اصطفیٰ۔ مخدوما مکرما! مصائب کے وارد ہونے کے وقت اگرچہ رنج وتکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ لیکن اس میں بہت سی عزت افزائیوں کی امید ہے۔ اس دنیا کا بہترین سامان حزن واندوہ اور اس دسترخوان کی گوارا ترین نعمت الم ومصیبت ہے اِن شکر پاروں کو دوائے تلخ کے باریک غلاف میں لپیٹا گیا ہے اور اس طرح ابتلا وامتحان کا راستہ کھولا گیا ہے۔ سعادت مند لوگ ان کی حلاوت ومٹھاس پر نظر کرتے ہوئے اس تلخی کو شکر کی مانند کھاتے ہیں۔ اور تلخی کو صفراء کے برعکس شیریں محسوس کرتے ہیں۔ دولتمند (صاحب بصیرت) لوگ محبوب کی دردرسانی میں اس قدر حلاوت ولذت پاتے ہیں کہ اُس کے انعام میں وہ لذت متصور نہیں۔ اگرچہ دردرسانی اور انعام دونوں محبوب کی طرف سے ہیں۔ تاہم دردرسانی میں محب کے نفس کے لئے کچھ حصہ نہیں اور انعام میں نفس کی مراد کا حصول بھی ہے۔

هَنِیئًا لِاَرْبَابِ النَّعِیمِ نعیمها[3]۔ اے اللہ ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ کر۔ اور ان کے بعد کسی فتنے میں مبتلا نہ کر۔ آپ کا وجود شریف ضعفِ اسلام کے اس زمانے میں اہل اسلام کے لئے غنیمت ہے۔ اللہ سبحانہٗ تمہیں سلامتی وبقا عطا فرمائے۔ والسلام

---

[1] کیونکہ کسی کا ایمان سلب کرنے کی کوشش ایک ادنیٰ مسلمان سے بھی بُری حرکت ہے۔ اکابر دین سے ایسا واقع ہونا تو بہت ہی بعد از قیاس ہے۔

[2] شیخ وقت مقتدائے زمان عمدۃ المحدثین صاحب المفاخر ابوالمجد حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے اعاظم خلفاء میں سے ہیں۔ اور مشہور مستند تصانیف کے مصنف ہیں۔ محرم الحرام ۹۵۸ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۰۵۲ھ میں وصال فرمایا۔ تاریخ ولادت "شیخ اولیاء" سے اور تاریخ رحلت "فخر العالم" کے لفظ سے نکلتی ہے۔ (مآثر الکرام)

[3] نعمتوں والوں کو نعمتیں گوارا ہوں۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۳۰)

خواجہ محمد اشرف اور حاجی محمد فرکتی کی طرف صادر فرمایا:

ان کے خط کے جواب میں اور ان کے دو سوالوں کے جواب میں ایک نسبت رابطہ (تصور شیخ) اختیار کرنے اور دوسرا اپنے باطنی کام میں سستی کے بارے میں تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم. الحمد اللہ و سلام علی عبادہِ الذین اصطفیٰ۔ صحیفہ گرامی جو دو عزیز اور اشرف بھائیوں نے ارسال کیا ہے موصول ہوا اور کیفیات احوال جو اس میں درج تھیں۔ پوری طرح نہیں معلوم ہوئیں۔ خواجہ محمد اشرف نے نسبتِ رابطہ (تصور شیخ) کے متعلق لکھا ہے۔ کہ اس حد تک غالب آ چکی ہے کہ نماز میں بھی اسے اپنا مسجود جانتا اور دیکھتا ہے۔ اور اگر فرضاً نفی کرے تو منتفی نہیں ہوتا۔ اے محبت کے اطوار والے یہ دولت طالبان حق کی تمنا اور آرزو ہے۔ ہزاروں میں سے شاید ایک کو نصیب ہوتی ہے اس کیفیت اور معاملے والا مرید صاحب استعداد اور تام المناسبت ہے۔ احتمال ہے کہ شیخ مقتدا کی تھوڑی سی صحبت سے اس کے تمام کمالات کو جذب کر لے۔ رابطے (تصور شیخ) کی نفی کی کیا ضرورت ہے کیونکہ وہ مسجود[1] الیہ ہے مسجود[2] لہٗ نہیں ہے۔ محرابوں اور مسجدوں کی نفی کیوں نہیں کرتے۔ اس قسم کا ظہور سعادت مندوں کو میسر آتا ہے۔ تاکہ تمام احوال میں صاحب رابطہ (مرشد کامل) کو اپنا ذریعہ جانیں۔ اور تمام اوقات میں اس کی طرف متوجہ رہیں نہ اس بدنصیب گروہ کی طرف جو اپنے آپ کو (تصور شیخ سے) بے نیاز جانتا ہے۔ اور اپنے قبلہِ توجہ کو اپنے شیخ سے پھیر لیتا ہے۔ اور اپنے معاملے کو خراب اور تباہ کر دیتا ہے۔

دوسرے آپ نے اپنے فرزندوں کی والدہ کی وفات کا لکھا تھا۔ "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" فاتحہ پڑھی گئی اور پڑھنے کی دوران قبولیت کا اثر معلوم ہوا۔

مولانا حاجی محمد نے اظہار کیا تھا کہ قریب دو ماہ کا عرصہ ہو رہا ہے کہ باطنی کام کی مشغولیت میں فتور اور سستی واقع ہو چکی ہے۔ اور وہ ذوق و حلاوت جو پہلے تھا اب نہیں ہے۔ دوستی کے طور طریقوں والے! غم کرنے کی

---

1. سجدے کی جہت 2. جس کو سجدہ کیا جائے اور وہ خدا تعالیٰ ہے۔

3. مسئلہ تصور شیخ کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے اس خط سے واضح ہے۔ اس خط کو غور و توجہ سے بار بار پڑھیے اور اندازہ لگائیے کہ حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ نے تصور شیخ کو کس قدر اہمیت دی ہے اور تصور شیخ کا اعتقاد نہ رکھنے والوں کو بدنصیب قرار دیا ہے۔ مولوی غلام رسول مہر کے بیان کے مطابق سیّد احمد بریلوی مرشد مولوی اسمٰعیل دہلوی مصنف تقویۃ الایمان و صراط مستقیم نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کو صاف کہہ دیا کہ تصور شیخ شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ بدنصیب گروہ کے عقائد سے محفوظ رکھے۔ مترجم غفرلہٗ

Marfat.com

ضرورت نہیں اگر دو چیزوں میں فتور نہ ہو۔ایک صاحب شریعت علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات کی متابعت میں دوسرے اپنے شیخ کی محبت اور اخلاص میں۔اِن دو چیزوں کی موجودگی میں اگر ہزاروں ظلمتیں اور کدورتیں طاری ہوجائیں تو تب بھی ڈر کی بات نہیں آخر اسے ضائع نہیں کریں گے اور اگر عیاذ اًباللہ سبحانہٗ ان دو میں سے کسی ایک میں نقصان پیدا ہوگیا تو خرابی ہی خرابی ہے۔اگر چہ حضور اور جمعیت کی حالت میں رہے کہ یہ استدراج ہے۔آخر کار اس کا انجام خراب ہے۔اور حق سبحانہ وتعالیٰ سے گریہ وزاری کے ساتھ ان دو باتوں پر استقامت وثبات کی دعا کرتے رہیں کیونکہ یہی دو امر مدار کار اور مدار نجات ہیں آپ کو اور باقی تمام بھائیوں کو سلام علیکم خصوصاً صاحب قدیم مولانا عبدالغفور سمرقندی کو۔

مکتوب نمبر (۳۱)

وعظ ونصیحت میں خواجہ اشرف الدین حسین کی طرف صادر فرمایا:

الحمد لِلّٰہ و سلام علی عبادہِ الذین اصطفیٰ۔فرزند عزیز! فرصت غنیمت ہے۔چاہیے کہ بے فائدہ کاموں میں صرف نہ ہو۔بلکہ فرصت کے سارے اوقات حق جل وعلا کی خوشنودی کے کاموں میں صرف ہونے چاہئیں۔نماز پنجگانہ جمعیت وجماعت اور تعدیل ارکان کے ساتھ ادا کرنی چاہیے۔اور نمازِ تہجد کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیں۔اور سحری کے استغفار کو بھی رائیگاں نہ چھوڑیں اور خواب خرگوش سے لذت گیر نہ ہوں۔اور فانی لذتوں پر بھی فریفتہ نہ ہوں۔اور موت اور احوال آخرت کی یاد اپنا نصب العین بنائیں مختصر یہ کہ دنیا سے روگردان اور آخرت کی طرف متوجہ رہیں۔اور دنیا میں بقدرِ ضرورت مشغول ہوں۔اور سارے اوقات تیاری آخرت کے کاموں سے آباد رکھیں۔حاصل کلام یہ کہ دل ماسوا کی گرفتاری سے آزاد ہونا چاہیے۔اور ظاہر احکام شرعیہ سے مزین وآراستہ بننا چاہیے۔ کار ایں[1] ست وغیر ایں ہمہ ہیچ۔

باقی حالات بخیر ہیں۔ والسلام

مکتوب نمبر (۳۲)

مرزا قلیج اللہ کی طرف صادر فرمایا:

اس کے عریضہ کے جواب میں جس میں اس نے اپنی باطنی جمعیت کی شکائت کی تھی اور اس کے مناسب امور کے بیان میں:

بعد الحمد والصلوٰۃ وتبلیغ الدعوات۔عرض کرتا ہے کہ صحیفہ شریفہ جو آپ نے ماتم پرسی کے بارے میں

---

[1] اصل کام صرف یہ ہے کہ باقی سب ہیچ ہے۔

Marfat.com

لکھا تھا۔ موصول ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ' ہم اللہ سبحانہ' کی توفیق سے اس کی قضا پر راضی ہیں تم بھی راضی رہو اور دعا اور فاتحہ کے ذریعہ مدد و معاون بنے رہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ تمہاری خلاصی کی خبر مسرت و فرحت کا باعث ہوئی ہے۔ اور دو تکلیف وہ باتوں میں سے ایک بات سے آرام حاصل ہو گیا۔ اس پر اللہ سبحانہ' ہی کی حمد اور اس کا احسان ہے۔

آپ نے جمعیت باطن کی شکایت تحریر کی ہے۔ ہاں باطن کے ردّ و بدل میں ظاہر کی پراگندگی کا بہت زیادہ داخل ہے۔ جب باطن میں کدورت اور میل کچیل پائیں تو اس کا تدارک توبہ و استغفار سے کریں۔ اور کوئی خوفناک صورت ظاہر ہو تو کلمہ تمجید' لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ سے اسے دفع کریں اور معوذتین (سورہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) کا اس وقت میں تکرار غنیمت ہے۔ باقی حالات لائق تعریف و حمد ہیں۔ ہمیشہ اور ہر حال میں اللہ سبحانہ' ہی کی حمد اور اس کا احسان ہے۔ اور میں اللہ سبحانہ' کے پاس اہل دوزخ کے حال سے پناہ مانگتا ہوں۔ فقیر پر کمزوری بدن کا اثر تھا اس بناء پر تفصیل سے حالات سپرد قلم نہیں کر سکا۔ حضرت حق و سبحانہ' و تعالیٰ ہمیں اور تمہیں شاہراہِ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام والتحیۃ پر چلنے میں استقامت عطا کرے۔ والسّلام

مکتوب نمبر (۳۴)

مولانا محمد صالح کولابی کی طرف صادر فرمایا:

اِس بیان میں کہ محبوب تمام حالات میں محبّ کی نظر میں محبوب ہوتا ہے۔ چاہے انعام فرمائے چاہے درد و تکلیف میں مبتلا کرے۔ بلکہ تھوڑے سے اہل اللہ ایسے بھی ہیں کہ درد رسانی اُن کے لئے انعام سے زیادہ محبت بخش ہے اور حمد کی شکر پر فضیلت کا بیان اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

الحمد للّٰه و سلام علی عِبَادِهِ الَّذِینَ اصطفے' ۔ اخوی اعزی مولانا محمد صالح کو معلوم ہونا چاہیے کہ محبوب محبّ کی نگاہ میں بلکہ واقع میں ہر وقت محبوب ہی ہوتا ہے اور محبوب کے تمام حالات بھی محبوب ہوتے ہیں اگر درد و رنج میں مبتلا کرے تو بھی محبوب ہے اور اگر انعام و مہربانی فرمائے تب بھی محبوب ہے۔ اکثر لوگوں کے نزدیک جو دولت محبت سے مشرف ہو چکے ہیں۔ وقتِ انعام میں محبوب کی محبت زیادہ ہوتی ہے۔ درد و رنج عطا کرنے کی حالت کی نسبت یا دونوں وقت برابر ہوتے ہیں۔ لیکن بہت تھوڑی تعداد میں ایسے اہل اللہ بھی ہیں۔ جن کا معاملہ برعکس ہے۔ اُن کے نزدیک درد رسانی انعام کی نسبت زیادہ محبت بخش ہے۔ اس دولتِ عظمیٰ کا مقدمہ محبوب کے ساتھ حسن ظن ہے۔ حتیٰ کہ اگر محبوب محبّ کے گلے پر چھری چلائے اور اس کے ہر عضو کو دوسرے عضو

Marfat.com

سے جدا کر دے تو بھی محب اس کاروائی کو اپنی عین بہتری جانے گا۔ اور اس میں اپنی بھلائی تصور کریگا اور جب حسن ظن کے حصول کی وجہ سے محبوب کی فعل کی ناپسندیدگی محب کی نظر سے اُٹھ گئی تو محبت ذاتی کی دولت سے جو حبیب رب العالمین علیہ وآلہ الصلوات والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہے اور تمام نسبتوں اور اعتبارات سے معرّا ہے مشرف ہوگیا۔ اور درد و درسانی میں انعام محبوب کی زیادہ لذت و فرحت پائی۔ میرا گمان ہے کہ یہ مقام مقام رضا سے اوپر ہے۔ کیونکہ رضا میں محبوب کے درد رسانی کے فعل کی ناپسندگی کا رفع ہے۔ اور اس میں درد رسانی کے فعل سے لذت گیر ہونا ہے۔ اس لئے کہ محبوب کی جانب سے جس قدر جفا بلند اور زیادہ ہوگی۔ محبّ کی جانب سے فرحت و سرور اور زیادہ ہوگا۔ اور ان دونوں مقاموں میں بہت فرق ہے۔ اور جب کہ محبوب محبّ کی نظر میں بلکہ نفس امر میں ہر وقت اور ہر حال میں محبوب ہے تو لازماً ہر وقت اور ہر حال میں اس کی نظر میں بلکہ واقع اور نفس امر میں محمود اور ممدوح بھی ہوگا اور محب اس کی طرف سے درد رسانی اور انعام کی حالت میں اس کی مدح کرنے والا اور ثنا خواں ہوگا۔ تو اس وقت اس محب صادق کے لئے درست ہوتا ہے کہ وہ صادق اور مصدوق کی حالت میں کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ عَلٰى كُلِّ حَالٍ یعنی سب تعریفیں ہر حال میں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔ اور یہ محبّ خوشی اور تکلیف کی حالت میں حقیقۃً اللہ سبحانہٗ کی حمد کرنے والوں میں سے ہو جاتا ہے۔ شاید حمد کو شکر پر فضیلت اسی جہت سے ہے۔ کیونکہ شکر میں منعم کا انعام ملحوظ ہوتا ہے۔ جو صفت بلکہ فعل کی طرف رجوع کرتا ہے اور حمد میں محمود کا حسن و جمال ملحوظ ہوتا ہے۔ برابر ہے کہ وہ حسن و جمال ذاتی ہو یا وصفی یا فعلی۔ اور برابر ہے کہ اس کی طرف سے انعام ہو یا ایلام (درد رسانی) کیونکہ اللہ سبحانہٗ کا رنج میں ڈالنا بھی اس کے انعام کی طرح اچھا اور پسندیدہ ہوتا ہے۔ اس لئے حمد ثناء میں زیادہ بلیغ و مراتب حسن و جمال میں زیادہ جامع۔ اور خوشی اور غمی کی دونوں حالتوں میں زیادہ بقا رکھتی ہے۔ بخلاف شکر کے کہ وہ حمد کے مقابلہ میں کم درجہ ہونے کے باوجود جلد زائل ہونے والا اور انعام و احسان کے خاتمے کے ساتھ ختم اور معدوم ہو جاتا ہے۔

سوال: تو نے اپنے بعض مکتوبات[1] میں لکھا ہے۔ کہ مقامِ رضا مقامِ محبت اور مقامِ حُب سے اوپر ہے۔ اور اس مکتوب میں لکھا ہے کہ یہ مقامِ محبت مقام رضا سے اوپر ہے۔ ان دو باتوں میں موافقت و مطابقت کیسے ہو سکتی ہے۔

جواب: یہ مقامِ محبت اور مقامِ حُب اس مقامِ محبت و مقامِ حُب سے وراء ہے کیونکہ وہ مقام اجمالاً و تفصیلاً نسبتوں اور اعتبارات پر مشتمل ہے۔ اگرچہ اس محبت کو محبت ذاتی کہتے ہیں۔ اور اس حُب کو حُب ذات تصور کرتے ہیں۔ کیونکہ وصال شیون و اعتبارات سے قطع نظر نہیں ہے بخلاف اس مقام کے کہ یہ نسبتوں اور اعتبارات سے معرّا ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔ اور وہ جو بعض مکتوبات میں درج ہوا ہے۔ کہ مقام رضا سے اوپر کسی کے قدم رکھنے کی جگہ نہیں مگر خاتم الرسل علیہ علیہم وعلیٰ ال کل الصلوات والتسلیمات کے لئے۔ تو دراصل یہ اُس مقام سے عبارت ہے۔ جو حضور علیہ و

[1] یعنی دفتر دوم کے مکتوبات نمبر ۲۱ میں کہ اس مکتوب میں آپ نے فرمایا ہے "مرتبہ رضا فوق مرتبہ محبت ہے" الخ

Marfat.com

علی آلہ الصلوٰۃ والسّلام کے ساتھ خاص ہے۔ واللہ سبحانہٗ اعلم بحقائق الامور کلہا۔

جاننا چاہیے۔ کہ ظاہر میں کسی شے سے ناپسندیدگی کا اظہار کرنا باطن میں رضا اور پسندیدگی کے منافی نہیں اور صورت کی تلخی حقیقت کی حلاوت کی نفی نہیں کرتی۔ اس لئے کہ عارف کامل کے ظاہر اور اس کی صورت کو صفاتِ بشریت پر ہی رہنے دیا گیا ہے تا کہ اس کے کمالات کی پردہ پوشی رہے اور لوگ کیلئے ابتلاء اور آزمائش پیدا کرے اور حق والا باطل والے سے ملا جلا رہے۔ عارف کامل کے ظاہر اور صورت کی اس کے باطن اور حقیقت کے ساتھ ایسی نسبت ہے۔ جیسے اکہرا کپڑا پہننے والے سے نسبت رکھتا ہے اور یہ بات سب کو اچھی طرح معلوم ہے کہ کپڑے کی پہننے والے شخص کے ساتھ کس قدر نسبت ہے (یعنی کپڑا بالکل ایک الگ چیز ہے اور پہننے والا ایک الگ شئی) یہی حال عارف کامل کے ظاہر کا اس کی حقیقت اور باطن کے سامنے ہے۔ عارف کامل کی اس ظاہری صورت کو بصیرت سے اندھے لوگ[ع] بے جان پہاڑ اور اپنی مانند بے حقیقت صورتوں کی طرح خیال کرتے ہیں۔ اسی بناء پر اہل اللہ کے انکار میں مبتلا ہوتے اور محرومی حاصل کرتے ہیں۔ والسّلام علی من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ۔

مکتوب نمبر (۳۴)

نور محمد تہاری کی طرف صادر فرمایا:

اس کے عریضہ کے جواب میں جو اس نے مختلف احوال کے وارد ہونے کے بارے میں لکھا تھا۔

اَلحمدُ لِلّٰہ وَسَلامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ آپ کا مکتوب شریف موصول ہوا۔ آپ نے کثرت سے وارد ہونے والے احوال کے متعلق جو لکھا ہے۔ اس سے پوری طرح آگاہی ہوئی۔ جان لیں کہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ جس طرح عالم میں داخل نہیں اس سے خارج بھی نہیں اور جس طرح عالم سے منفصل نہیں عالم کے ساتھ متصل بھی نہیں۔ وہ بلند ذات موجود ہے۔ لیکن یہ تمام صفات دخول، خروج اور اتصال وانفصال اس سبحانہٗ سے مسلوب ہیں۔ اس پاک ذات کو ان چاروں صفات سے خالی تلاش کرنا چاہئے اور اس بلند ذات کو ان صفات سے باہر پانا چاہیے۔ اگر ان صفات کی کچھ بھی آمیزش موجود ہے تو پھر ظلال ومثال میں گرفتاری پائی جاتی ہے۔ لہٰذا بے چونی وبے چگونی کی صفت کیساتھ جس میں ظلیت کی گرد تک نہ ہو۔ اس بلند ذات کو طلب وتلاش کرنا چاہیے۔ اور اس مرتبہ کے ساتھ بے چینی اور بے کیفی کی اتصال پیدا کرنا چاہیے۔ یہ دولت شیخ کامل مکمل کی

[ع] انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو اپنی مثل جاننے اور رٹ لگانے والے لوگ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے بیان کے مطابق بصیرت سے اندھے ہیں اور ان کے فیض وبرکت سے اپنی اس کور باطنی کو وجہ سے محروم رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو ادب واحترام کی توفیق عطا کرے۔ مترجم غفرلہٗ

Marfat.com

صحبت کا نتیجہ ہے۔ کہنے اور لکھنے سے یہ بات درست نہیں ہوتی۔ اور اگر لکھے تو کون سمجھے گا۔ اور کون پائے گا۔ اپنے کام میں سرگرم رہیں اور ملاقات کے وقت تک احوال کی کیفیات لکھتے رہیں۔

والسّلام

مکتوب نمبر (۳۵)

پیرزادہ خواجہ محمد عبداللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا:

اس کے ان استفسارات کے جواب میں جو اس نے بطرز خاص توحید اور عین الیقین کے متعلق کیے تھے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم۔ بعد الحمد والصلوٰۃ وتبلیغ الدعوات جناب مخدوم زادہ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ آپ کا صحیفہ شریفہ موصول ہوا۔ اس کے مطالعہ سے بہت ہی فرحت حاصل ہوئی۔ اس مکتوب میں نسبت کے شمول اور حضور اور غلبہ کا اندراج کیا تھا۔ یہ حالت بہت نیک اور مبارک ہے۔ یہ دولت جو آپ کو تین ماہ کے عرصہ میں میسر آئی ہے۔ دوسرے سلسلوں میں اگر دس سال میں بھی میسر ہو جائے تو اُسے دولت عظمیٰ اور عظیم کام تصور کرتے ہیں۔ اس نعمت کا شکر بجالانا چاہیے اور جب کہ یہ فقیر جانتا ہے کہ آپ کی فطرت بلند ہے۔ اور اس قسم کے احوال کی تحسین اور مدح سے شائبہ عجب وخود پسندی سے مبراء ہیں۔ اس بنا پر اس نعمت کا اظہار کیا گیا ہے۔

لَئِنْ[1] شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ ط — اگر تم لوگ شکر گزار بنو گے تو میں بالضرور تمہیں زیادہ نعمتیں عطا کروں گا۔

نص قطعی ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ توحید کی ابتداء کا ظہور شروع ہو گیا ہے۔ یہ دولت بھی مبارک ہو۔ اِس نئی وارد ہونے والی نعمت کو ادب سے قبول فرمائیں۔ لیکن اس حال کے غلبہ میں آداب شرعیہ کی خوب رعائت کریں اور حقوق بندگی کما حقہٗ ادا کرتے رہیں۔ اور جان لیں کہ صدق وصحت کی صورت میں یہ شعبدہ محبوب کی محبت کے غلبہ کے باعث ہے کیونکہ محب جو کچھ دیکھتا اور جانتا ہے محبوب کو ہی دیکھتا اور جانتا ہے اور جس سے بھی لذت و ذوق پذیر ہوتا ہے اُسے محبوب کی طرف ہی منسوب کرتا ہے۔ اس صورت میں محبّ کا مشہود کثرت ہے۔ لیکن وحدت کے عنوان میں اس لئے اس مقام میں فنا متحقق نہیں ہوتی۔ کیونکہ شہود واحد کے غلبہ کے واسطہ سے فنا میں شہودِ کثرت بالکل رفع ہو جاتا ہے۔ اس کو بھی کثرتِ ممکنات کے عدم شہود کی نسبت سے فنا کا نام دیدیتے ہیں۔ حقیقی فنا اس وقت متحقق ہوتی ہے۔ جب کہ اسماء وصفات اور شیون واعتبارات کی کثرت بھی مکمل طور پر نظر سے پوشیدہ ہو جائے۔ اور اس بلند ذات کی مجرد احدیت کے سوا کوئی چیز ملحوظ ومنظور نہ رہے۔ سیر الی اللہ کی پوری حقیقت یہاں آ

[1] سورہ ابراہیم۔ پارہ وَمَا اُبَرِّئُ

Marfat.com

کر جلوہ گر ہوتی ہے۔ اور ظلال کی گرفتاری سے بالکلیۃ آزادی کی صورت یہاں پیدا ہوتی ہے اور اس وقت معاملہ اصل اصول سے جانا پڑتا ہے۔ اور دال سے مدلول تک پہنچ جاتا ہے اور علم سے عین اور گوش سے آغوش تک عروج حاصل ہو جاتا ہے اور وصل عریاں متحقق و موجود ہو جاتا ہے اور پھر اسی طرح آگے عروج کرتا چلا جاتا ہے۔ رمز واشارہ کے بغیر اور وہ بھی مبہم طریقہ سے اور سر آستین میں چھپائے اس مقام کے بارے لب کشائی نہیں ہو سکتی۔ مخدوم زادہ ہم سے عین الیقین کی وضاحت طلب کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ عین علم میں سما جائے۔ مشکل کام ہے کیا کرے اور کیا کہے اور اس کی کس طرح وضاحت کرے۔ اور عقل میں لائے۔ امید ہے کہ مخدوم زادہ صاحب ازراہِ کرم معذور قرار دیں گے۔ اور طلب علم سے طلبِ حال کی طرف آئیں گے۔

مخدوم زادہ صاحب نے جو دو سوال کئے ہیں ان کی بلند فطرتی کی خبر دیتے ہیں۔ ایک سوال بطرز خاص عین الیقین کے بیان سے متعلق تھا۔ جیسا کہ مذکور ہوا۔ اور دوسرا سوال متشابہات قرآنی کی تاویل کے بیان سے متعلق تھا۔ جن کا علم علمائے راسخین کا حصہ ہے۔ دوسرے سوال کا جواب پہلے سوال کے جواب سے بھی زیادہ دقیق، زیادہ پوشیدہ اور اور پوشیدہ رکھنے کے لائق ہے اور ظہور و اظہار کے منافی۔

تاویل متشابہات کا علم ان معاملات سے کنایات میں جو رسل علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہیں اور امتیوں میں سے بہت ہی قلیل افراد کو تبعیت اور وراثت کے طور پر اس علم سے حصہ عطا کرتے ہیں۔ اور اس دنیا میں ان امتیوں پر متشابہات کی تاویل کے جمال کا صرف نقاب اٹھاتے ہیں۔ لیکن امید ہے کہ آخرت میں ایک بہت بڑا گروہ تبعیت کے طور پر امتیوں میں سے اس دولت سے بہرہ ور ہوگا۔ اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا میں ان قلیل کے علاوہ بعض دوسروں کو بھی روا ہے کہ اس دولت سے مشرف کریں لیکن حقیقت معاملہ کا علم عطا نہیں کرتے اور تاویل کو منکشف نہیں کرتے۔ بالجملہ جائز ہے کہ متشابہات کی تاویل ان بعض کو حاصل ہو۔ لیکن نہیں جانتا کہ کیا حاصل ہے۔ کیونکہ متشابہات جو معاملات سے کنایات و اشارات ہیں۔ روا ہے کہ معاملہ تو حاصل ہو اور اس معاملہ سے علم حاصل نہ ہو۔ فقیر نے اس معنی کا اپنے خادموں میں بھی مشاہدہ کیا ہے۔ دوسروں کی یہاں کیا رسائی ہو سکتی ہے۔ تمہارے سوال نے اس معاملہ کا امیدوار بنا دیا ہے۔ اے اللہ ہمارے لئے ہمارے نور کو مکمل کر اور ہماری مغفرت فرما۔ بیشک تو ہر شے پر قادر ہے۔ والسلام

مکتوب نمبر (۳۶)

خواجہ محمد تقی کی طرف صادر فرمایا:

امامت کی بحث اور مذہب اہل سنت و جماعت اور مخالفین کے مذاہب کی حقیقت کے بیان میں اور اس بیان میں کہ اہل سنت ہی اعتدال پر ہیں۔ اور اس افراط و تفریط کے بیان میں جو روافض و

Marfat.com

خوارج نے اختیار کی ہے اور حضور ﷺ کے اہل بیت کی مدح وثنا اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم. بعد الحمد و الصلوۃ و تبلیغ الدعوات ۔عرض کرتا ہے کہ درویشوں سے محبت اُن سے ارتباط والفت' اس بلند گروہ کی باتیں غور سے سننے کی رغبت اور پاکیزہ طبقہ کے اوضاع واطوار کے طرف میلان رکھنا خداوند ظل سلطانہ' کی عظیم وجلیل نعمتوں میں سے ہے اور خدا تعالیٰ کی اعظم دولتوں میں سے۔مخبر صادق علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے۔''اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ'' انسان اُن کے ساتھ ہوگا جن سے اُسے محبت تھی''

پس ان کا محبت ان کے ساتھ ہے اور حریم قرب کے حَرم میں ان کا طفیلی ۔توفیق آ ثار سعادت اطوار فرزندی' خواجہ شرف الدین حسین نے ظاہر کیا ہے کہ یہ اوصاف حمیدہ آپ میں پراگندہ تعلقات کے باوجود جمع ہیں اور پسندیدہ معانی بے فائدہ کاموں میں گرفتاری کے باوجود جناب میں موجود ہیں اس میں اللہ سبحانہ' کی حمد اور اس کا احسان ہے۔آپ کی اصلاح اور درستی جماعت عظیم کی صلاح اور درستی ہے اور آپ کی فلاح وکامیابی جمع کثیر کی فلاح وکامیابی کو مستلزم ہے۔خواجہ شرف الدین حسین نے بتایا تھا کہ آپ میری باتوں سے آشنا ہیں اور میرے علوم کو کان لگا کر سننے کی رغبت رکھتے ہیں اور چند کلمات میں آپ کی جناب میں لکھوں تو بہتر ہوگا۔لہٰذا التماس کرنے والے کی بات مانتے ہوئے چند کلمات لکھے گئے ہیں۔

آج کل امامت کی بحث بہت چھڑی ہوئی ہے اور ہر شخص اپنے گمان اور تخمینے سے باتیں کرنے میں مصروف ہے۔اس لئے ضرورت کے مطابق اس بحث سے متعلق چند سطور لکھی گئی ہیں۔اور مذہب اہل سنت و جماعت اور مخالفین کے مذاہب کے حقیقت بیان کی گئی ہے۔

نجات و بزرگی کے نشانات والے! اہل سنت و جماعت کی علامات سے ہے۔شیخین (ابو بکر وعمر) کو فضیلت دینا اور حضور کے دو دامادوں (عثمان وعلی) سے محبت رکھنا۔شیخین کو افضل جاننے کا عقیدہ جب کہ ختنین (عثمان وعلی) کی محبت کے ساتھ جمع ہو تو یہ اہل سنت و جماعت کے خصائص میں سے ہے۔شیخین کو افضل قرار دینے کا عقیدہ صحابہ اور تابعین کے اجماع سے ثابت ہو چکا ہے۔چنانچہ اسے اکابر آئمہ نے نقل کیا ہے۔ان میں سے ایک امام شافعی ہیں۔اور شیخ ابوالحسن اشعری فرماتے ہیں کہ ابو بکر وعمر کا باقی سب امت سے افضل ہونا قطعی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی تواتر سے ثابت ہو چکا ہے کہ آپ نے اپنی خلافت وحکومت کے وقت ایک بہت بڑے گروہ میں فرمایا کہ ابو بکر وعمر اس امت میں سب سے افضل و بہتر ہیں۔جیسا کہ امام ذہبی نے کہا ہے۔

اور امام بخاری نے روائیت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پیغمبر علیہ وعلی آلہ والصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے افضل و بہتر مرد ابو بکر ہیں پھر عمر پھر ایک اور شخص۔اس پر آپ کے صاحبزادے حضرت محمد بن الحنفیہ نے کہ ''ایک اور شخص'' آپ ہیں تو آپ نے فرمایا میں تو مسلمان مردوں میں سے ایک مرد ہوں۔

Marfat.com

مختصر یہ کہ شیخین کی تفضیل کثیر اور معتبر راویوں سے شہرت و تواتر کی حد کو پہنچ چکی ہے۔ اس کا انکار یا از راہِ جہالت ہے یا از راہ تعصب اور عبدالرزاق جو اکابر شیعہ میں سے ہے۔ جب انکار کی مجال و جرأت نہ کر سکا تو بے اختیار تفضیل شیخین کا قائل ہوا۔ اور کہنے لگا۔ جب علی نے شیخین کو اپنے اوپر فضیلت دی ہے تو میں بھی اس کے فضیلت دینے سے اس پر ان کی فضیلت دیتا ہوں۔ اور اگر علی تفضیل شیخین کے قائل نہ ہوتے تو میں بھی ان کی افضیلت کا قائل نہ ہوتا۔ یہ گناہ ہے کہ محبت علی کا دعویٰ کروں اور پھر اس کی مخالفت کروں۔

اور جب زمانہ خلافتِ ختنین (عثمان و علی رضی اللہ عنہما) میں فتنوں کا ظہور اور لوگوں کے امور میں خلل بہت زیادہ پیدا ہو چکا تھا اور اس طرح لوگوں کے دلوں میں بے حد کدورت اور مسلمانوں میں عداوت و کینے کا غلبہ ہو چکا تھا۔ اس ضرورت کے تحت ختنین کی محبت کو بھی اہل سنت و جماعت کے شرائط میں سے شمار کیا جانے لگا تا کہ کوئی جاہل اس راستے سے خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام کے ساتھ بدظنی کا راستہ نہ نکال سکے۔ اور پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بغض و عداوت کی راہ ہموار نہ کرے۔ پس حضرت امیر (علی) رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی محبت اہل سنت و جماعت ہونے کی شرط لازم قرار پائی۔ اور جو شخص اس محبت سے خالی ہے اہل سنت و جماعت سے خارج ہے اور خارجی کے نام سے موسوم ہے اور جس شخص نے محبت امیر میں جانب افراط اختیار کی اور جتنا چاہیے اس سے زیادہ کچھ کا قائل ہوا۔ اور اس محبت میں غلو سے کام لیا اور اصحاب خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے متعلق دشنام طرازی اور طعن و تشنیع کی زبان دراز کی اور صحابہ کرام' تابعین' عظام اور سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریقہ کو چھوڑا اس نے رافضی نام پایا۔ پس اہل سنت و جماعت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بارے میں اس افراط و تفریط سے جو روافض و خوارج نے اختیار کی الگ ہیں۔ اور اعتدال کی راہ چلتے ہیں۔ اور شک نہیں کہ حق افراط و تفریط کے درمیان ہے اور افراط و تفریط دونوں مذموم ہیں۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کہا کہ حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے علی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہے کہ یہود اس کے دشمن ہوئے یہاں تک کہ اس کی والدہ پر بہتان تراشی کی اور نصاریٰ اس کے یہاں تک دوست ہوئے اور اُسے اس حد تک نیچے لے آئے کہ اُس وہ مرتبہ دے دیا جو اس کا نہیں تھا یعنی ابن اللہ قرار دے دیا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا کہ میرے متعلق عقیدے میں دو گروہ ہلاک اور تباہ ہوئے ہیں۔ ایک وہ جو میری محبت میں حد سے بڑھ گیا۔ اور جو کچھ مجھ میں نہیں میرے لئے ثابت کیا اور دوسرا وہ جس نے مجھ سے دشمنی کی اور عداوت کی وجہ سے مجھ پر بہتان تراشی کی۔ تو خوارج کے احوال کو آپ نے یہود سے تشبیہ دی اور نصاریٰ کے حال کو روافض سے کہ دونوں حق وسط سے دور پڑے ہوئے ہیں۔ وہ شخص بہت ہی جاہل ہے جو اہل سنت و جماعت کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے محبوں میں سے نہ جانتا ہو۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی محبت کو شیعوں کے ساتھ

Marfat.com

مخصوص رکھتا ہو۔ حضرت علی کی محبت شیعیت نہیں ہے۔ خلفاء ثلثہ کی شان میں تبرا بازی رفض ہے اور اصحاب کرام سے بیزاری مذموم وقابلِ ملامت ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

لَوْ کَانَ رَفْضاً حُبُّ اٰلِ مُحَمَّدٍ

فَلْیَشْھَدِ الثَّقَلَانِ اَنِّیْ رَافِضٍ

یعنی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت رفض نہیں جیسا کہ لوگوں کا گمان ہے اور اگر اسی محبت کا نام رفض ہے تو پھر اس طرح کا رفض مذموم نہیں ہے۔ اِس لئے رفض (مذموم) دوسروں کی تبرئی بازی کی راہ سے آتا ہے۔ نہ کہ اہل بیت کی محبت کی راہ سے پس رسول اللہ علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے محبّ اہل سنّت ہیں اور فی الحقیقت اہل بیت کا گروہ بھی یہی لوگ ہیں۔ شیعہ جو رسول اللہ علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو اہل بیت کا گروہ تصور کرتے ہیں۔ اگر اہل بیت کی محبت پر ہی اکتفا کریں اور دوسرے صحابہ سے بیزاری کا اظہار نہ کریں اور تمام اصحاب پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم وتوقیر کریں تو یہ درست ہے اور صحابہ کرام کے باہمی اختلافات وتنازعات کو اچھے معانی پر محمول کریں تو اہل سنت میں داخل ہیں اور روافض وخوارج سے باہر ہیں۔ کیونکہ اہل بیت کرام سے محبت نہ رکھنا خروج یعنی خارجی بنتا ہے اور صحابہ سے بیزاری رفض ہے اور تمام اصحاب کرام کی تعظیم وتوقیر کے ساتھ ساتھ اہل بیت سے محبت رکھنا سنیت ہے۔ مختصر یہ کہ رفض وخروج کی بنا اصحاب رسول علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات سے بغض رکھنے پر ہے اور سنیت کی بنا صحابہ رسول علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات سے محبت پر۔ صاحب انصاف عقلمند ہرگز بغض صحابہ کو ان کی حُب پر ترجیح دے سکتا۔ اور پیغمبر علیہ السّلام سے دوستی کی وجہ سے سب کو دوست رکھے گا۔ علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات۔

مَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ وَ مَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ (الحدیث)

جو شخص میرے صحابہ کرام سے محبت رکھتا ہے وہ دراصل مجھ سے محبت رکھنے کی وجہ سے ان سے محبت رکھتا ہے اور جو ان سے بغض وعداوت رکھتا ہے وہ دراصل مجھ سے بغض عداوت کیوجہ سے ایسا کرتا ہے۔

اب ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ اہل سنت کے حق میں عدم محبت اہل بیت کا کس طرح گمان کیا جاسکتا ہے۔ حالانکہ یہ محبت ان بزرگوں کے نزدیک جزو ایمان ہے اور سلامتی خاتمہ کو اس محبت کی پختگی کے ساتھ انہوں نے وابستہ کیا ہے۔

اس فقیر کے والد بزرگوار جو ظاہری اور باطنی علوم کے عالم تھے۔ اکثر اوقات اہل بیت سے محبت رکھنے

1۔ اگر آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا رفض ہے تو جن وانس گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔

Marfat.com

کی ترغیب دیتے رہتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ اس محبت کو سلامتی خاتمہ میں بڑا دخل ہے لہٰذا اس کا بہت خیال رکھنا چاہیے۔ ان کی مرضِ موت میں یہ فقیر حاضر و موجود تھا۔ جب ان کا معاملہ آخر وقت کو پہنچا۔ اس جہان کا شعور و احساس کم رہ گیا تو فقیر نے اس وقت ان کو ان کی بات یاد دلائی۔ اور اس محبت کے متعلق استفسار کیا آپ نے اس بے خودی کے عالم میں فرمایا۔ مَیں اہل بیت کی محبت میں غرق ہوں۔ اس وقت خدائے عزّ وجل کا شکر بجالایا گیا۔ اہل بیت کی محبت اہل اسنت کا سرمایہ ہے۔ مخالفین اہل سنت اس حقیقت سے بے خبر ہیں۔ اور اس متوسط و معتدل محبت سے جاہل ہیں۔ انہوں نے خود ہی جانب افراط اختیار کی ہے۔ پھر اس افراط کے ماوراء کو تفریط گمان کرتے ہوئے خروج کا حکم دے یا ہے۔ اور اُسے خوارج کا مذہب قرار دیدیا ہے۔ انہوں نے یہ نہ جانا کہ افراط و تفریط کے درمیان ایک حد وسط ہے۔ جو مرکزِ حق اور جائے صدق ہے اور یہ اہل سنت ہی کا حصہ قرار پاچکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول کرے۔

تعجب ہے کہ خوارج کو اہل سنت نے قتل کیا اور اہل بیت کے دشمنوں کی بیخ کنی بھی انہوں نے کی ہے۔ اس وقت رافضیوں کا نام ونشان بھی نہ تھا اور اگر تھا بھی تو نہ ہونے کے برابر۔ مگر یہ لوگ اپنے زعم فاسد سے اہل بیت کا محب رفضہ کو تصور کرتے ہیں۔ اور اہل سنت کو روافض کہتے ہیں۔ عجب معاملہ ہے کہ کبھی تو اہل سنت کو خوارج میں سے شمار کرتے ہیں جو افراطِ محبت نہیں رکھتے اور کبھی ان بزرگوں میں نفس محبت کا احساس کرتے ہوئے انھیں روافض سمجھنا شروع کر دیتے ہیں۔ لہٰذا ان رافضیوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے اہل سنت کے اولیاء عظام کو جو اہل بیت کی محبت کا دم بھرتے ہیں در آل محمد علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی حُب کا اظہار کرتے ہیں' روافض میں گمان کرتے ہیں۔ اور اہل سنت میں سے بہت سے علماء کرام کو جو اس محبّت میں افراط سے روکتے ہیں اور حضرات خلفاء ثلٰثہ کی تعظیم و توقیر میں کوشش کرتے ہیں' خارجی جانتے ہیں۔ ان کی نامناسب جرائتوں پر افسوس ہزار افسوس۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس محبت میں افراط و تفریط سے بچائے۔

یہ افراطِ محبت ہی کا نتیجہ ہے کہ خلفاءِ ثلٰثہ وغیر ہم سے بیزاری و نفرت کو حضرت امیر کی محبت کی شرط قرار دیتے ہیں۔ انصاف کرنا چاہیئے کہ یہ کیا محبت ہے جس کے حصول کی شرط پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے جانشینوں سے بیزاری ہو۔ اور اصحاب خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوات والتحیات کو دشنام طرازی اور اُن پر لعن طعن ہو۔ اہل سنّت کا یہی گناہ ہے کہ وہ اہل بیت کی محبت کے ساتھ ساتھ سرور کائنات کے سب صحابہ کرام علیہ وعلیہم الصلوات و التسلیمات کی تعظیم و توقیر بھی بجالاتے ہیں۔ اور صحابہ کرام میں سے کسی کو بھی ان کی باہمی مخالفتوں اور تنازعات کے باوجود بُرائی سے یاد نہیں کرتے۔ اور صحبتِ پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسّلام کی تعظیم اور اُن کے حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسّلام کے ساتھی ہونے کی عزّت کی بناء پر انھیں خواہش اور تعصب سے دور جانتے ہیں۔ حق والے کو حق پر تسلیم کرتے ہیں اور غلط کو غلط کہتے ہیں لیکن اس کی غلطی کو ہوا و ہوس سے دور رکھتے ہیں۔ اور فکر و اجتہاد کے سپرد

Marfat.com

کرتے ہیں۔ روافض اہل سنت سے اس وقت خوش ہوں گے جبکہ اہل سنت بھی ان کی طرح دوسرے صحابہ کرام سے بیزاری دکھائیں اور ان کا اکابر دین سے بدگمان ہو جائیں۔ جس طرح خوارج کی خوشنودی اہل بیت سے عداوت اور آل محمد علیہ وعلیہم الصلوات والبرکات کے ساتھ بُغض رکھنے سے وابستہ ہے۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں ہدایت عطا فرمانے کے بعد ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کر۔ اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما۔ بیشک تُو ہی بہت عطا کرنے والا ہے۔

اکابر اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سعیھم کے نزدیک اصحاب پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات آپس میں لڑائیوں اور جھگڑوں کے وقت تین گروہ تھے۔ ایک جماعت دلیل اور اجتہاد کی روشنی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے حق پر ہونے کا اعتقاد رکھتی تھی۔ دوسری جماعت دلیل و اجتہاد کے ساتھ آپ کے مخالفین کو حق پر تصور کرتی تھی اور تیسری جماعت اس بارے میں متوقف تھی۔ اور اس نے کبھی بھی جانب کو دلیل سے ترجیح نہ دی۔ پس پہلی جماعت پر حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کی مدد و نصرت ضروری تھی کیونکہ وہ ان کے اجتہاد کے موافق درستی پر تھے۔ اور گروہ پر حضرت امیر رضی اللہ عنہٗ کے مخالف گروہ کی نصرت لازم تھی۔ کیونکہ ان کے اجتہاد کا یہی تقاضا تھا اور تیسرے گروہ کیلئے توقف کا راستہ اختیار کرنا ضروری تھا اور کسی ایک جانب کو ترجیح دینا خطا میں داخل تھا۔ پس تینوں گروہوں نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا۔ اور جو کچھ ان پر لازم و ضروری تھا بجالائے۔ لہٰذا ملامت کی کیا گنجائش ہے اور ان پر طعن و تشنیع کہاں مناسب ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں نیز حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے "یہ وہ خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا تو ہمیں چاہیئے کہ اپنی زبانوں کو بھی ان سے پاک رکھیں" اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ ایک کے حق ہونے اور دوسرے کے خطا پر ہونے کے متعلق بھی لب کشائی نہیں کرنی چاہیئے اور سب کو صرف نیکی کے ساتھ یاد کرنا چاہیے۔

اور اسی طرح حدیث نبوی علیہ وعلیہ وعلیٰ آلہ الصلوۃ والسّلام میں آیا ہے۔

[1] اِذَا ذُکِرَ اَصْحَابِیْ فَاَمْسِکُوْا۔ جب میرے اصحاب کا ذکر کرو۔ تو اپنی زبانوں کو بند رکھو۔

یعنی جب میرے صحابہ کا ذکر ہو اور ان کے تنازعات کے تذکرے چھڑیں تو تم احتیاط کرو۔ اور انھیں ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دو۔

لیکن جمہور اہل سنت اس دلیل کی بناء پر جو انھیں معلوم ہوئی ہے اس پر ہیں کہ حق حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی طرف تھا اور آپ کے مخالف خطا پر تھے لیکن یہ خطا چونکہ خطا اجتہادی ہے اس لئے ملامت و طعن سے دو

[1] طبرانی بروایت مسعود ثوبان رضی اللہ عنہا اور ابن عدی بروایت عمر رضی اللہ عنہٗ

Marfat.com

اور تشنیع وتحقیر سے پاک ومبرّا ہے۔ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے منقول ہے کہ ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی ہے وہ نہ کافر ہیں نہ فاسق۔ کیونکہ انھیں تاویل کی گنجائش حاصل ہے جو انھیں کفر وفسق سے بچاتی ہے۔

پس اہل سنت اور شیعہ دونوں حضرات امیر سے لڑنے والوں کو خطا کار کہتے ہیں۔ اور دونوں ہی حضرت امیر رضی اللہ عنہٗ کی حقیقت کے بھی قائل ہیں۔ لیکن اہل سنت لفظ خطا اور وہ بھی تاویل پر مبنی سے زیادہ حضرت امیر سے لڑنے والوں کے حق میں کچھ تجویز نہیں کرتے۔ اور زبان کو طعن وتشنیع سے بچاتے ہیں۔ اور صحبت خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے حق میں حفاظت کرتے ہیں۔ کیونکہ حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔

[2] اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا بَعْدِیْ" — میں تمہیں تاکید کرتا ہوں۔ کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو میرے بعد انہیں نشانہ نہ بنانا۔

یعنی میرے صحابہ کے بارے میں خدا جل سلطانہٗ سے ڈرو۔ خدا جل سلطانہٗ سے ڈرو۔ تاکید کی غرض سے یہ کلمہ آپ نے تکرار سے فرمایا۔ میرے صحابہ کو اپنی ملامت کے تیر کا نشانہ نہ بنانا۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا۔

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ۔ — میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے۔ ہدایت پاؤ گے۔

اور بھی بہت سی احادیث تمام صحابہ کرام کی تعظیم وتوقیر میں وارد ہوئی ہیں۔ پس تمام صحابہ کو معزز ومکرم جاننا چاہیے۔ اور ان کی لغزشوں کو اچھے مطالب پر محمول کرنا چاہیئے۔ یہ ہے اس مسئلہ میں اہل سنّت کا مذہب۔ اور شیعہ اس باب میں غلو کرتے ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے جنگ کرنے والوں کی تکفیر کرتے ہیں اور قسم قسم کی طعن وتشنیع اور مختلف گالیوں سے اپنی زبانوں کو آلودہ کرتے ہیں۔ اگر مقصود حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی جانب حقیقت کا اظہار اور جنگ کرنے والوں کی خطا کا اظہار ہے۔ تو پھر اس مقصد کے لئے اہل سُنّت نے جو موقف اختیار کیا ہے۔ کافی ہے۔ اور وہ حدِ عدالت واعتدال ہے۔ اکابر دین کو گالیاں دینا اور طعن وتشنیع کرنا دیانت اور دینداری سے دُور ہے جیسا کہ رافضیوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ اور اصحاب پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کو گالیاں دینا انہوں نے اپنا دین وایمان قرار دے رکھا ہے۔ عجب دین ہے۔ کہ اصحاب وجانشینان پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کو گالی دینا ان کا جزو اعظم ہے۔

بدعتی گروہ جنہوں نے مختلف بدعات اختیار کی ہیں۔ اور اہل سنت سے جدا ہوئے ہیں۔ ان تمام گروہوں کے درمیان فرقہ خوارج وروافض درست معاملہ اور حق سے دور جا پڑے ہیں۔ وہ گروہ جو اکابر دین کو گالیاں دینا اور طعن کرنا ایمان کا جزوِ اعظم تصور کرتا ہو ایمان سے کیا حصہ رکھے گا۔ روافض کے بارہ فرقے ہیں۔

---

[2] ترمذی شریف

Marfat.com

اور سب کے سب اصحاب پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی تکفیر کرتے اور خلفاء راشدین کو گالی دینا عبادت جانتے ہیں۔ یہ جماعت اپنے اوپر لفظ رفض کے اطلاق سے گریز کرتی ہے۔ اور روافض اپنے سوا اوروں کو قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ روافض کے حق میں احادیث کے اندر بہت وعیدیں وارد ہیں۔ کاش کہ رفض کے معنی سے بھی اجتناب کرتے۔ اور اصحاب پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوات والتحیات سے بیزاری اختیار نہ کرتے۔ ہندوستان کے ہندو اپنے آپ کو ہندو کہتے ہیں۔ اور لفظ کفر سے پرہیز کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو کافر نہیں جانتے۔ اور کفار دارالحرب میں رہنے والوں کو گمان کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے غلط سمجھا ہے۔ دونوں قسمیں کفار ہیں۔ اور حقیقت کفر سے موصوف۔

اِن رافضیوں نے شاید پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کے اہل بیت کو اپنی طرح سمجھ رکھا ہے۔ اور انہیں بھی ابوبکر وعمر کا دشمن خیال کرلیا ہے۔ اور اس گروہ شیعہ نے تقیہ کے مطابق جوان کا مسلک ہے۔ اہل بیت کو بھی منافق اور دھوکا باز گمان کرتے ہیں۔ اور اعتقاد کیا ہوا ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیس سال تقیہ کے طور پر خلفاء ثلثہ سے منافقانہ طریقہ سے ہم پیالہ اور ہم نوالہ رہے ہیں۔ اور ناحق ان کی تعظیم وتوقیر کرتے ہیں۔ عجب معاملہ ہے۔ اگر اہل بیت رسول کی محبت رسول پاک علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات سے محبت کیوجہ سے تو چاہیئے کہ رسول کے دشمنوں سے بھی دشمنی رکھیں۔ اور انہیں گالی اور ان پر لعنت اہل بیت کے دشمنوں کو گالی دینے اور ان پر لعنت سے زیادہ کریں۔ ابوجہل کے بارے میں جو دشمن رسول ہے۔ "علیہ الصلوات والتسلیمات" اور انواع واقسام کے آزار اور بے شمار زیادتیاں آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوۃ والسّلام سے کہیں' اس گروہ شیعہ سے کسی نے نہیں سُنا ہے کہ اُسے گالی دی ہو اور لعنت کی ہو۔ اور اس کی برائیاں بیان کرنے میں لب کشائی کی ہو ابوبکر صدیق کو جو رسول اللہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کو تمام مردوں سے زیادہ پیارے تھے۔ اپنے زعمِ فاسد میں دشمن اہل بیت قرار دے کر اس کی شان میں سَبّ وطعن سے زبان درازی کرتے اور نا مناسب اُمور اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ کیا دیانت اور دینداری ہے۔ خدا جلّ شانہٗ نہ کرے کہ ابوبکر وعمر اور باقی صحابہ کرام اہل بیت رسول علیہ وعلیہم الصلوۃ والسّلام کے دشمن ہوں۔ اور آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بُغض رکھیں کاش کہ یہ اہل بیت کے دشمنوں کو گالیاں دیتے اور اس مذموم فعل کے لئے اکابر صحابہ کرام کے اسماء گرامی منتخب نہ کرتے۔ اور ان بزرگوں سے بدظنی پیدا نہ کرتے۔ اس صورت میں اس باب میں ان کی مخالفت اہل سُنّت سے ختم ہو جاتی۔ کیونکہ اہل سنت بھی اہل بیت کے دشمنوں کے دشمن ہیں۔ اور اُن کی طعن وتشنیع کے قائل ہیں۔

یہ اہل سُنّت کی خوبی ہے۔ کہ شخص معین کو جو انواع کفر میں مبتلا ہو۔ اسلام وتوجہ کے احتمال سے دوزخی نہیں کہتے۔ اور لعنت کا اطلاق اس کے لئے جائز قرار نہیں دیتے۔ کافروں پر عموماً لعنت جائز سمجھتے ہیں لیکن کسی معین کافر پر اس وقت تک لعنت کرنا جائز نہیں رکھتے۔ جب تک اس کا سوءِ خاتمہ دلیل قطعی سے معلوم نہ ہو جائے۔

Marfat.com

اور روافض بے تحاشا حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر لعنت کرتے اور اکابر صحابہ کی گالیوں اور طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ان کو راہِ راست اختیار کرنے کی ہدایت دے۔

اس بحث میں دو مقام پر اہل سُنّت اور مخالفین میں اختلاف عظیم پایا جاتا ہے۔ مقام اوّل یہ ہے۔ اہل سُنّت چاروں خلفاء کی خلافت کے حق اور درست ہونے کے قائل ہیں۔ اور چاروں کو خلفاءِ برحق جانتے ہیں۔ کیونکہ صحیح حدیث میں جو غیب کی خبروں میں سے ہے' آیا ہے[1]

اَلْخِلَافَةُ بَعْدِیْ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً۔ میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی۔

اور یہ مدت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی خلافت کے ساتھ مکمل ہوگئی۔ لہٰذا اِس حدیث کے مصداق چاروں خلیفے ہیں۔ اور اس حدیث کے مطابق ترتیب خلافت بھی برحق قرار پاتی ہے۔ اور مخالفین تین خلفاء کی خلافت کی حقیقت کے منکر ہیں۔ اور ان کی خلافت کو غصب وغلبہ سے منسوب کرتے ہیں۔ اور امامِ برحق صرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو تصور کرتے ہیں۔ اور آپ نے جو تین خلفاء کی بیعت کی۔ اُسے تقیہ پر محمول کرتے ہیں۔ اور خیر الانام علیہ وعلیٰ اصحابہ الصلوٰۃ والسّلام کی آپس کی صحبت و دوستی کو نفاق پر محمول کرتے اور ایک دوسرے کے ساتھ مدارات و نرمی کو فریب اور دھوکا تصور کرتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے گمان میں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ساتھی اُن کے مخالفین کے ساتھ محض منافقانہ طور دوستی اور تعلق رکھتے تھے۔ اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا زبان سے اس کے خلاف ظاہر کرتے تھے۔ اور مخالفین بھی چونکہ اُن کے گمان میں حضرت امیر اور ان کے ساتھیوں کے دشمن تھے۔ اس لئے ان کی آشنائی بھی نفاق پر مبنی تھی۔ اور دشمنی کو دوستی کے رنگ میں ظاہر کرتے تھے پس روافض کے گمان میں تمام صحابہ پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات منافق اور فریبی تھے۔ (معاذ اللہ) اور ان کا ظاہر اُن کے باطن کے برعکس تھا۔ تو چاہیئے کہ ان کے نزدیک اس امّت کے بدترین لوگ صحابہ کرام ہوں۔ اور سب صحبتوں اور مجلسوں میں بدترین حضرت خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسّلام کی صحبت ومجلس ہو۔ کیونکہ یہ نفاق اور فریب وغیرہ جیسے بُرے اخلاق اسی مجلس سے پیدا ہوئے اور چاہیئے کہ تمام زمانوں میں سے بدترین صحابہ کا زمانہ ہو۔ جو نفاق' عداوت' بُغض' اور کینہ سے لبریز تھا حالانکہ حضرت حق سُبحانہٗ وتعالیٰ اپنے کلام مجید میں اُنھیں رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (آپس میں شفیق اور مہربان) فرماتا ہے۔ اللہ سبحانہٗ شیعوں کے بُرے اعتقادات سے بچائے۔

یہ لوگ جب سابقین امّت (صحابہ کرام) کو ان بُرے اخلاق سے متصف کرتے ہیں۔ تو متاخرین امت میں کیا بھلائی اور خیریت پائیں گے۔ اس گروہ نے شاید آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی جو صحبت خیر البشر علیہ وعلیہم والصلوٰۃ والسّلام اور حضور کے صحابہ کرام علیہ وعلیہم الصلوات والسّلام کی افضیلت اور اس امّت کی خیریت وافضلیت میں وارد ہوئی ہیں۔ نہیں دیکھیں یا اگر دیکھیں ہیں تو ان پر ایمان نہیں۔

---

[1] احمد' ترمذی اور ابوداؤد بروائت حضرت سفینہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

قرآن واحادیث صحابہ کرام کی تبلیغ سے ہم تک پہنچی ہیں۔ جب صحابہ کرام مطعون ٹھہرے تو جو دین اُن کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے۔ نیز مطعون اور نا قابلِ اعتماد ہوگا۔ نعوذ باللہ سبحانہٗ "من ذالک" شاید اس گروہ کا مقصود حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کے دین کا ابطال اور آپ کی شریعت کا انکار ہے۔ ظاہر میں رسول پاک علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کے اہل بیت سے اظہار محبت کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں آپ کی شریعت کا ابطال کرتے ہیں۔ کاش کی حضرت علی اور ان کے موافقین کو ہی عیوب سے سالم رہنے دیتے۔ اور تقیہ کے داغ سے جو اہلِ مکر و نفاق کی صفات سے ہے۔ داغ دار نہ کرتے۔ موافقین امیر یا مخالفین امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے گروہ میں جس کی تیس برس آپس میں منافقانہ مجلس وصحبت رہی اور جنہوں نے اتنا طویل عرصہ مکر و فریب سے گذارا' کیا فضیلت واچھائی ان میں ہوگی۔ اور یہ لوگ کس طرح لائق اعتماد قرار پائیں گے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو جو طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔ اُن کے مطعون ہونے سے نصف احکام شرعیہ مطعون ٹھہرتے ہیں۔ کیونکہ علماءِ مجتہدین نے فرمایا ہے۔ کہ احکام سے متعلق جو تین ہزار احادیث وارد ہیں۔ یعنی تین ہزار احکام شرعیہ جو سُنّت سے ثابت ہوئے ہیں۔ اِن تین ہزار میں سے پندرہ سو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ کی روایت سے ثابت ہوئے ہیں۔ پس ابوہریرہ میں طعن نصف احکام شرعیہ میں طعن ہے۔ اور حضرت امام بخاری فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابوہریرہ سے روایت کرنے والے آٹھ سو صحابہ کرام اور تابعین ہیں۔ جن میں ایک ابن عباس ہیں۔ اور ابن عمر بھی ان سے روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح جابر ابن عبداللہ اور انس بن مالک بھی ان سے روائیت کرنے والوں میں ہیں۔ اور حضرت ابوہریرہ پر طعن میں جو حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے یہ لوگ نقل کرتے ہیں۔ سراسر جھوٹ بہتان اور تہمت ہے۔ جیسا کہ علماء نے اس کی تحقیق کی ہے۔

اور حضرت سرور کائنات علیہ وعلیٰ آلہ والصلوٰۃ والسّلام کی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے فہم علم کے بارے حدیث دُعا علماء میں مشہور ومعروف ہے۔

قَالَ اَبُوهُرَيْرَه حَضَرْتُ مَجْلِسًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ يَّبْسُطُ مِنْكُمْ رِدَاءَهٗ حَتّٰى اُفِيْضَ فِيْهِ مَقَالَتِيْ فَيَضُمُّهَا اِلَيْهِ ثُمَّ لَا يَنْسَهَا فَبَسَطْتُ بُرْوَةً كَانَتْ عَلَيَّ فَاَفَاضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهٗ فَضَمَمْتُهَا اِلٰى صَدْرِيْ فَمَا نَسِيْتُ بَعْدَ ذٰلِكَ شَيْئًا۔	حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ایک مجلس شریف میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا تم میں سے کون ہے۔ جو اپنی چادر بچھائے تاکہ میں اس میں اپنی گفتگو (علم) ڈال دوں تو وہ اُسے اپنے ساتھ چمٹالے پھر اُسے کبھی نہ بولے تو میں نے چادر بچھادی۔ جو میرے اوپر تھی۔ تو حضور ﷺ نے اپنا کلام (علم) اس پر بہادیا۔ پھر میں نے اُسے اپنے سینے سے لگالیا۔ اس کے بعد میں کوئی چیز نہیں بھولا۔

Marfat.com

تو محض اپنے گمانِ (فاسد) سے دین کی بزرگ شخصیت کو حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دشمن جاننا اور اس کی شان میں لعن طعن کرنا انصاف سے دور ہے۔ یہ سب محبت میں حد سے بڑھنے کے شگوفے ہیں۔ ایسا کرنے والا نزدیک ہے کہ شاید ایمان کی رسی سے اپنا سر باہر نکال لے۔

اور اگر فرضاً حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں تقیہ جائز بھی رکھا ہے۔ تو یہ لوگ حضرت امیر کے ان اقوال کے متعلق کیا کہیں گے۔ جو افضلیت شیخین میں اُن سے بطریقِ تواتر منقول ہیں۔ اسی طرح آپ کے ان کلمات قدسیہ کے بارے میں کیا کہیں گے۔ جو آپ سے اپنی خلافتِ ومملکت کے زمانے میں خلفاءِ ثلثہ کی حقیقتِ خلاف کے متعلق صادر ہوئے۔ کیونکہ تقیہ یہی ہے۔ کہ اپنی خلافت کی حقیقت چھپائے۔ اور تین خلفاء کی خلافت کا بطلان ظاہر نہ کرے۔ لیکن تینوں خلفاء کی حقیقت ظاہر کرنا اور افضلیت شیخین کا بیان اس تقیہ سے بالکل علیحدہ امر ہے۔ جس کے صدق وصواب کی کوئی صورت نہیں۔ اور تقیہ کی تاویل سے بھی اس کی تردید کی کوئی صورت نہیں۔

اور نیز صحاح کی احادیث جو درجہ شہرت بلکہ متواتر المعنی ہو چکی ہیں۔ اور حضرات خُلفاءِ ثلثہ وغیرہ کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں۔ اور ان میں سے ایک گروہ کی جنّت کی بشارت دی گئی ہے۔ اِن احادیث کا کیا جواب دیں گے۔ کیونکہ حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسّلام کے حق میں تقیہ جائز نہیں۔ اس لئے کہ پیغمبروں پر تبلیغ لازم ہے علیہم الصلوات والتسلیمات۔

اور نیز آیاتِ قرآنی جو اس باب میں نازل ہوئی ہیں۔ تقیّے کی گنجائش نہیں رکھتیں۔ حضرت حق سُبحانہٗ و تعالیٰ اس گروہ کو توفیق انصاف عطا کرے۔

اور اربابِ عقلِ سلیم جانتے ہیں۔ کہ تقیہ بُزدلی کی صفت ہے۔ اسد اللہ (علی) سے اُسے منسوب کرنا نامناسب ہے۔ بشریّت کے تقاضے کے مطابق ایک گھڑی یا دو گھڑی یا ایک دِن یا دو دِن کے لئے تقیّے کی صفت جائز قرار دی جائے۔ تو گنجائش ہے۔ لیکن مسلسل تیس سال بزدلی کی اِس صفت کو اسد اللہ میں ثابت ماننا اور تقیہ پر قائم رکھنا بہت ہی نازیبا ہے۔ اور گناہ صغیرہ پر اصرار کو کبیرہ کہا گیا ہے۔ اربابِ مخالفت اور اصحاب نفاق کی صفات میں سے کسی صفت پر قیام اور اصرار کیسے روا ہوگا۔ کاش اس امر کی قباحت محسوس کریں۔ یہ لوگ شیخین کو افضل قرار دینے کے عقیدے سے بھاگے ہیں۔ جو (ان کے گمان میں) اہانتِ امیر کو مستلزم ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں تقیہ کا عقیدہ اختیار کیا ہے۔ اگر تقیّے کی صفت کی بُرائی کو جو اربابِ نفاق کی صفت سے ہے، سمجھتے تو ہرگز اُسے جائز نہ رکھتے۔ اور دو بلاؤں میں سے آسان تر کو اختیار کرتے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں۔ کہ شیخین کی تقدیم وافضلیت میں حضرت امیر کی کچھ اہانت نہیں۔ کیونکہ حضرت امیر کی خلافت کا برحق ہونا اپنے حال پر قائم ہے۔ اور آپ کا درجہ ولائیت اور رتبہ ہدائت وارشاد بھی بحال رہتا ہے، کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ

Marfat.com

اور تقیّے کے اثبات میں تنقیص وتوہین لازم ہے۔ کیونکہ یہ صفت ارباب نفاق کے خصائص اور اصحاب مکروفریب کے لوازم میں سے ہے۔

دوسرا مقام یہ ہے کہ اہل سنّت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم صحابہ خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے آپس کے اختلافات اور تنازعات کو نیک معانی پر محمول کرتے اور خواہش نفسانی اور تعصب سے دُور جانتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نفوس صحبت خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوات والتحیات میں پاک ہو چکے تھے۔ اور اُن کے سینے عداوت و کینہ سے بھی صاف ہو چکے تھے۔ غائیت مافی الباب اتنی بات ہے۔ کہ ہر ایک کی اپنی ایک رائے اور اجتہاد تھا اور ہر ایک مجتہد کے لئے اپنی رائے کے مطابق عمل پیرا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اس وجہ سے ضرورتاً بعض امور میں مخالفت آراء کے سبب مخالفت ومشاجرت لازم ہوگئی۔ اور ہر ایک کیلئے اپنی رائے کی تقلید درست نظر آئی۔ پس ان کی آپس کی مخالفت حق کی موافقت کے لئے تھی نہ کہ خواہش اور نفس امّارہ کی ہوس کے باعث۔ اور مخالفین حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے لڑنے والوں کی تکفیر کرتے ہیں۔ اور لڑنے والوں کے حق میں انواع واقسام کی طعن وتشنیع جائز جانتے ہیں۔

جب کہ بعض اُمور اجتہادیہ میں صحابہ کرام نے آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ والصلوات والتسلیمات سے اختلاف رائے کیا ہے۔ اور حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسّلام کی رائے مبارک کے خلاف حکم کیا ہے۔ اور ان کا وہ اختلاف مذموم وقابلِ ملامت نہ تھا۔ اور نزول وحی کے باوجود اس سے ممانعت نہ آئی۔ تو حضرت امیر کے ساتھ اُمور اجتہادیہ میں مخالفت کیسے کُفر قرار دی جا سکتی ہے۔ اور حضرت امیر کے مخالف کیوں مطعون اور لائق ملامت ہوں گے۔ حضرت امیر سے جنگ کرنے والا اہل اسلام کا جم غفیر ہے۔ جس میں اکابر صحابہ بھی شامل ہیں۔ ان میں سے بعض وہ ہیں۔ جنہیں جنت کی بشارت مل چکی ہے۔ ان کی تکفیر وتشنیع کوئی آسان کام نہیں بہت بڑی بات ہے۔ جو ان کے مونہوں سے نکل رہی ہے۔ نصف دین اور شریعت کے نزدیک ہے جن کی کی انہوں نے تبلیغ کی ہے۔ اگر وہ مطعون ہوں تو نصف دین سے اعتماد اُٹھ جائے گا۔ اور یہ بزرگ کس طرح طعن وتشنیع کے لائق ہو سکتے ہیں۔ جب کہ ان کی کسی روائیت کو رد نہیں کیا نہ کسی امیر نے نہ کسی وزیر نے۔

صحیح بخاری جو کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب ہے اور شیعہ بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں (فقیر نے احمد تبتی سے جو اکابر شیعہ میں سے ہے سُنا ہے کہ وہ کہتا تھا۔ کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب، کتاب بخاری ہے)۔ اس کتاب میں حضرت امیر کے موافقین کی روایات بھی ہیں۔ اور آپ کے مخالفین کی بھی۔ اور مخالفت اور موافقت کی بناء پر کسی روایت کو مرجوح یا راجح نہیں سمجھا گیا۔ امام بخاری جس طرح حضرت امیر سے روایت کرتے ہیں معاویہ سے بھی روایت کرتے ہیں۔ اگر حضرت معاویہ اور اس کی روایت میں طعن کا شائبہ بھی ہوتا تو امام بخاری ہرگز اس کی روایت اپنی کتاب میں درج نہ کرتے۔ اسی طرح سلف میں جو احادیث کے ناقد گزرے

Marfat.com

ہیں۔ کسی نے بھی اس وجہ سے روایت حدیث میں فرق نہیں کیا ہے۔ اور نہ مخالفت امیر کو منشاءِ طعن بنایا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ ضروری نہیں کہ تمام اُمور خلافیہ میں حضرت امیر حق پر ہوں اور ان کا مخالف خطا پر۔ اگرچہ معاملہ جنگ میں حق حضرت امیر کی طرف تھا۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ زمانہ صحابہ کے اختلافی اُموز میں علماءِ تابعین اور آئمہ مجتہدین نے حضرت امیر کے غیر کا مذہب اختیار کیا ہے۔ اور حضرت امیر کے مذہب کے مطابق فیصلہ نہیں کیا۔ اگر حق جانب امیر کے لئے ہی متعین و مقرر ہوتا تو اس کے مذہب کے خلاف فیصلہ نہ دیتے۔ قاضی شریح جو تابعین میں سے اور صاحبِ اجتہاد ہوئے ہیں۔ مذہب امیر کے مخالف فیصلہ کیا۔ اور حضرت امام حسن علیہ الرضوان کی گواہی اُن کے بیٹا ہونے کی وجہ سے اُن کے حق میں قبول نہ کی۔ اور مجتہدین نے قاضی شریح کے قول کے مطابق عمل کیا ہے۔ اور بیٹے کی شہادت باپ کے حق میں جائز تسلیم نہیں کی۔ اور بہت سے دوسرے مسائل میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ' کے سوا دوسروں کے اقوال اختیار کیے ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ' کی رائے کے مخالف ہیں۔ انصاف سے تحقیق و تفتیش کرنیوالے پر یہ بات پوشیدہ نہ ہوگی۔ (اس بارے میں زیادہ کچھ لکھنے کی گنجائش نہیں کیونکہ) اس کی تفصیل طوالت چاہتی ہے۔ پس خلاصہ کلام یہ ہوا۔ کہ مخالفتِ امیر میں اعتراض کی گنجائش نہیں اور آپ کے مخالف طعن و ملامت کے لائق نہیں۔

حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حبیب ربّ العالمین کی محبوبہ اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی تالبِ قبر مقبول و منظورِ نظر رہیں۔ اور حضرت پیغمبر علیہ السلام نے مرضِ موت کے ایام ان کے حجرہ شریفہ میں گذارے۔ اور ان کی گود میں جان دی۔ اور ان کے حجرہ مطہرہ میں مدفون ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت صدیقہ عالمہ مجتہدہ تھیں۔ اور پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسّلام نے نصف دین کے بیان کو اُن کے حوالے کیا اور صحابہ کرام مشکل احکام میں اُن کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور مشکل مسائل کا حل اُن سے پاتے تھے۔ اس طرح کی صدیقہ مجتہدہ کو حضرت امیر کی مخالفت کی وجہ سے مطعون کرنا۔ اور ناشائستہ چیزوں کو ان کی طرف منسوب کرنا بہت نامناسب اور پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسّلام پر ایمان رکھنے سے دور ہے۔ حضرت امیر اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے داماد ہیں اور آپ کے چچے کے بیٹے ہیں تو حضرت صدیقہ حضور علیہ وعلیٰ جمیع اہل بیتہ الصلوٰۃ والسّلام کی زوجہ مطہرہ اور آپ کی محبوبہ اور مقبول بارگاہِ رسالت علیہ الصلوٰۃ والسّلام ہیں۔

اس سے چند سال پہلے فقیر کی عادت یہ تھی۔ کہ اگر (ایصالِ ثواب کے لئے) کھانا پکاتا تھا۔ تو آلِ عبا کی روحانیت مطہرہ کے لیے مخصوص کرتا تھا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ساتھ (ایصالِ ثواب میں)۔ حضرت امیر' حضرت فاطمہ' اور حضرات امامین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ملاتا تھا۔ ایک رات (یہ فقیر) خواب میں دیکھتا ہے کہ آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسّلام تشریف فرما ہیں۔ فقیر آپ کو سلام عرض کرتا ہے۔ آپ فقیر کی طرف توجہ نہیں کرتے اور چہرہ مبارک فقیر کی جانب کے بجائے دوسری طرف رکھتے ہیں۔ اس دوران میں فقیر سے فرمایا کہ

Marfat.com

میں کھانا عائشہ کے گھر میں کھاتا ہوں۔ جو شخص مجھے کھانا بھیجے' عائشہ کے گھر بھیجے اس وقت معلوم ہوا کہ توجہ شریف مبذول نہ کرنے کا سبب یہ تھا۔ کہ فقیر حضرت صدیقہ کو اس کھانے میں شریک نہیں کرتا تھا۔ اس کے بعد سے حضرت صدیقہ بلکہ آپ کی باقی ازواج مطہرات کو تمام اہل بیت کے ساتھ شریک کرتا اور تمام اہل بیت سے توسّل[1] کرتا ہے۔ پس جو رنج واذیت حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسّلام کو حضرت صدیقہ کی راہ سے پہنچتی ہے۔ وہ اس رنج وایذا' سے زیادہ ہے۔ جو حضرت امیر کی راہ سے آپ کو پہنچتی ہے۔ صاحب انصاف عقلمندوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں۔

ہاں یہ بات اس صورت میں ہے۔ جب کہ حضرت امیر کی محبت وتعظیم حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسّلام کی محبت وتعظیم اور آپ کے واسطہ قرابت کی وجہ سے ہو اور اگر کوئی شخص حضرت امیر کی محبت استقلالاً اختیار کرے۔ اور حضرت پیغمبر علیہ السّلام کی محبت کو دخل نہ دے تو وہ بحث سے خارج ہے اور خطاب کے لائق نہیں۔ ایسے شخص کی غرض دین کا ابطال اور شریعت کی ویرانی ہے۔ ایسا شخص چاہتا ہے کہ بے واسطہ پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسّلام راہ اختیار کرے۔ اور محمد ﷺ کو چھوڑ کر علی کی طرف آ جائے۔ اور یہ عین کفر اور محض بے دینی ہے۔ اور علیؓ ایسے شخص سے بیزار اور اس کے کردار سے دکھ اور تکلیف میں ہے۔

صحابہ پیغمبر سے دوستی۔ آپ کے خسر اور دامادوں سے دوستی' پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات سے دوستی کے واسطہ سے ہے۔ اور ان کی تعظیم وتکریم پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی تعظیم وتکریم کی وجہ سے ہے۔ حضور علیہ وعلیٰ آلہ والصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا ہے۔

مَنْ اَحبھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ ط — جس نے ان (صحابہ) سے محبت کی۔ اس نے میرے ساتھ محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی۔ (حدیث شریف)

اس طرح جو شخص اِن کا دشمن ہے۔ پیغمبر علیہ السلام سے دشمنی کی وجہ سے اُن کا دشمن ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا۔

مَنْ[1] اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ ط — جس نے اُن سے بغض کیا۔ اس نے دراصل میرے ساتھ بغض کی وجہ سے اُن سے بغض کیا۔

یعنی جو محبت میرے صحابہ کرام سے متعلق ہے۔ وہ وہی محبت ہے۔ جو مجھ سے تعلق رکھتی ہے۔ اِسی طرح

---

[1] اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اموات کو کھانے وغیرہ کا ثواب پہنچتا ہے۔ نیز یہ کہ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کا توسّل بھی جائز ہے۔ اس مسئلے میں امام ربانی اور فقہائے اہل سنّت کے مسلک کی تفصیلی معلومات کے لئے ناچیز کی تالیف "مسلک امام ربانی" کا مطالعہ کریں۔

[1] ابن عساکر بروایت ابونضرۃ۔ حافظ سیوطی نے کہا ہے۔ کہ اس روایت کے رجال حدیث ثقہ ہیں۔ اور یہ حدیث متعدد طرق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ تشبیہ المبانی

Marfat.com

ان سے بغض وہی بغض ہے۔ جو مجھ سے تعلق رکھتا ہے۔

طلحہ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اکابر صحابہ اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ان کی شان میں طعن و تشنیع نامناسب ہے۔ ان پر لعنت و ملامت خود لعنت و ملامت کرنیوالے پر لوٹ آتی ہے۔ طلحہ اور زبیر وہی ہیں۔ کہ حضرت فاروق نے اپنے بعد خلافت کا معاملہ چھ افراد کے مشورہ پر چھوڑ دیا اور طلحہ اور زبیر کو بھی ان میں داخل کیا۔ اور آپ نے ایک دوسرے پر ترجیح کی کوئی واضح دلیل نہ پائی۔ اور طلحہ و زبیر نے اپنے اختیار سے اپنا حصہ خلافت چھوڑ دیا۔ اور ہر ایک نے تَرَکْتُ حَظِّیْ کہا (یعنی میں نے اپنا حصہ چھوڑ دیا۔ اور طلحہ وہی ہے۔ جس نے حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی بے ادبی کرنے کے جرم میں اپنے باپ کو قتل کر دیا۔ اور اس کا سر لا کر حضور کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اور قرآن میں اس فعل پر اِس کی ثنا وارد ہوئی ہے۔ اور زبیر وہی ہے۔ کہ مخبرِ صادق علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے قاتل کو دوزخ کی وعید سنائی۔ چنانچہ حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

قَاتِلُ زُبَیْرٍ فِی النَّارِ۔ زبیر کا قاتل دوزخ میں جائیگا۔

حضرت زبیر پر طعن و لعنت کرنے والا بُرائی میں آپ کے قاتل سے کم نہیں۔

تو اے مخاطب! میں تجھے کہتا ہوں۔ کہ اکابرِ دین اور کُبرائے اسلام پر طعن کرنے سے پرہیز کر جنھوں نے کلمہ اسلام بلند کرنے اور سیّد انام علیہ السلام کی مدد و نصرت میں اپنی پوری کوشش صرف کر دی۔ اور رات دِن' پوشیدہ اور ظاہر دین کی تائید کے لئے اپنے اموال خرچ کئے اور حُبِّ رسول کی خاطر اپنے خاندان' اپنے قبیلے' اپنی اولاد' اپنی بیویاں' اپنے وطن' اپنے مکانات' اپنے چشمے' اپنی کھیتی باڑیاں اور اپنے درخت اور نہریں سب کچھ چھوڑ دیا۔ اور رسولِ پاک علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذات کو اپنی ذوات پر ترجیح دی۔ اور اپنے اموال اور اپنی اولاد کی محبت کے مقابلے میں آپ کی محبت کو اختیار کیا۔ اور آپ کی صحبت میں برکات نبوت سے سرفراز ہوئے۔ اور وحی کا مشاہدہ نصیب ہوا۔ اور حضورِ ملائکہ سے بھی مشرف ہوئے۔ اور خوارق و معجزات دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہاں تک کہ ان کا غیب شہادت اور ان کا علم عین بن گیا۔ اور انھیں یقین کی وہ دولت عطا کی گئی جو بعد میں کسی کو نصیب نہ ہو سکی۔ یہاں تک کہ دوسروں کے اُحد پہاڑ جتنے خرچ کیے ہوئے سونے کا ثواب صحابہ کے ایک سیر جو کے ثواب کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس کے نصف ثواب کے برابر ہو سکتا ہے۔ یہی وہ حضرات ہیں۔ جن کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صفت و ثنا کی ہے۔ اور اللہ ان سے راضی ہو چکا۔ اور وہ اللہ سے۔ ایسا ہی ان کا حال تورات میں ہے۔ اور ایسا ہی حال انجیل میں مذکور ہے۔ یہ اس کھیتی کی مانند ہیں جس نے سبز گھاس اُگائی۔ پس اُسے قوی اور طاقتور کیا' پھر وہ موٹی ہوئی پھر وہ اپنے تنے پر کھڑی ہو گئی۔ کسان کو بڑی خوشنما معلوم ہوتی ہے۔ تاکہ اللہ اُن کے ساتھ کافروں کو غیظ و غضب میں مبتلا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صحابہ سے ناراض رہنے والوں کو کفار کہا ہے۔ اس لئے میں بار بار کہتا ہوں کہ صحابہ کرام سے بغض رکھنے سے بالکل اسی طرح بچنا ضروری

Marfat.com

ہے جس طرح کفر سے۔ "واللہ سبحانہُ الموفق"

جس جماعت نے آنسرور علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ اس طرح کی نسبت ہو۔ اور وہ آپ علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات کی بارگاہ میں مقبول ومنظورِ نظر ہوں۔ اگر بعض معاملات میں ایک دوسرے کی مخالفت کریں۔ اور ان کا ایک دوسرے سے تنازعہ ہو جائے۔ اور وہ اپنی رائے اور اجتہاد پر عمل کریں تو طعن اور اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔ بلکہ ایسے مقام میں اختلاف کرنا اور غیر کی رائے کی تقلید نہ کرنا حق وصواب ہے۔ امام ابو یوسف کے لئے درجہ اجتہاد پا لینے کے بعد امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تقلید خطا ہے۔ اور درست و صواب یہ ہے۔ کہ وہ اپنی رائے کی تقلید کریں۔ امام شافعیؒ صحابی کے قول کو اپنی رائے پر مقدم نہیں رکھتے۔ چاہیئے جو صحابی بھی ہو خواہ صدیق اکبر یا حضرت علی ہی ہوں۔ اور اپنی رائے پر عمل کرنے کی درست جانتے ہیں۔ اگر چہ قول صحابی کے مخالف ہی ہو۔ جب مجتہد کے لئے صحابہ کرام کی رائے سے مخالفت کی گنجائش ہے۔ تو اگر صحابہ کرام آپس میں ایک دوسرے سے اختلاف کریں۔ تو کیوں مطعون قرار پائیں گے۔ یا ہم یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ صحابہ کرام نے اُمور اور اجتہادیہ میں آنسرور علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات سے اختلاف کیا ہے۔ اور آنسرور علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات کی رائے مبارک کے خلاف نزولِ وحی کے باوجود حکم کیا ہے۔ لیکن وحی میں ان کی مذمت اور ان کے اختلاف پر مخالفت وارد نہیں ہوئی۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ اگر یہ اختلاف حق جل شانہٗ کو ناپسند اور نامقبول ہوتا۔ تو ضرور اس سے روک دیا جاتا اور اختلاف کرنے والوں کے متعلق وعید نازل ہوتی۔ تم نہیں دیکھتے کہ جو لوگ آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ گفتگو کے دوران آواز بلند کرتے تھے۔ کس سختی کے ساتھ انہیں آواز بلند کرنے سے روکا گیا۔ اور اس فعل پر وعید اور ڈانٹ نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْ لَا تَرْفَعُوْآ اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ط (سورۃ الحجرات پ ۲۶)	اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو۔ اور نہ ان سے چلا کر بات کرو۔ جس طرح ایک دوسرے کے ساتھ تم چلا کر بات کرتے ہو۔ تا کہ تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں۔ اور تمہیں شعور بھی نہ ہو۔

جنگ بدر کے قیدیوں میں اختلاف عظیم واقع ہوا تھا۔ حضرت فاروق اور حضرت سعد بن معاذؓ نے ان قیدیوں کے قتل کا فیصلہ کیا تھا۔ اور دوسرے حضرات نے ان کی رہائی اور فدیے کا فیصلہ کیا۔ اور آنسرور علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی رائے میں بقول انہیں آزاد کرنے اور فدیہ لینے کا حکم تھا۔ اس واقعہ کے علاوہ بھی اختلاف کے بہت سے مواضع ہیں۔

اسی قبیلہ سے ہے وہ اختلاف جو کاغذ کے لانے میں صحابہ کرام کے درمیان رونما ہوا۔ کہ آنسرور علیہ وعلیٰ

Marfat.com

آلہٖ الصلوات والتسلیمات نے مرضِ وصال میں کاغذ طلب فرمایا تھا۔ کہ صحابہ کے لئے آپ کچھ لکھیں ایک گروہ نے کہا کاغذ لانا چاہیئے۔ اور دوسرے گروہ نے کاغذ لانے سے روک دیا۔ حضرت فاروق' روکنے والوں سے تھے۔ اور آپ نے فرمایا حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے طعن و تشنیع کرنے والوں نے اس راہ سے بھی حضرت فاروق پر اعتراض کیا ہے۔ اور طعن و تشنیع کی زبانیں کھولیں ہیں۔ حالانکہ درحقیقت یہ طعن کا کوئی مقام نہیں۔ اس لئے کہ حضرت فاروق جانتے تھے کہ زمانہ وحی منقطع ہوگیا ہے۔ اور احکام سماوی مکمل ہو چکے ہیں۔ اور رائے و اجتہاد کے سوا اثبات' احکام میں اب کوئی گنجائش نہیں۔ اس وقت آنسرور علیہ و علےٰ آلہٖ الصلوٰۃ والسّلام جو کچھ بھی تحریر فرمائیں گے۔ اُمور اجتہادیہ میں سے ہوگا۔ جس میں دوسروں کو بھی فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ ط یعنی اے اہل بصیرت! عبرت پکڑو' کے مطابق شرکت کی اجازت ہے۔ اس طرح آپ نے بہتری اس میں محسوس کی کہ اسقدر درد و تکلیف کی حالت میں آپ کو رنج و تکلیف نہیں دینی چاہیئے۔ اور دوسروں کی رائے اور اجتہاد پر ہی کفایت کرنی چاہیئے۔ حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ یعنی قرآن مجید میں قیاس و استنباط کا ماخذ ہے۔ مجتہدین کے لئے کافی ہے۔ وہ اس سے احکام کو استنباط کرلیں گے۔ کتاب اللہ کے ذکر کی تخصیص اس بناء پر ہو سکتی ہے۔ کہ حضرت فاروق د نے قرائن سے معلوم کرلیا ہوگا۔ کہ جن احکام کو آپ لکھنا چاہتے ہیں۔ ان کا ماخذ کتاب اللہ ہے۔ سُنّت نہیں تاکہ سُنّت کا ذکر بھی کیا جائے۔ پس حضرت فاروق کا کاغذ لانے سے روکنا شفقت و مہربانی کے طور پر تھا۔ کہ آنحضرت کو شدّت تکلیف میں مزید رنج و تکلیف میں نہ ڈالا جائے۔ نیز حضور علیہ و علےٰ آلہٖ الصّلوٰۃ والسّلام کا کاغذ طلب کرنے کا حکم بھی استحسان و استحباب کے طور پر تھا نہ کہ وجوب کے طور پر تاکہ دوسرے استنباط کی زحمت سے آرام میں رہیں۔ اور کاغذ لانے کا حکم وجوب کے طور پر ہوتا تو آپ اپنے حکم کے جاری کرنے میں مبالغہ اور تاکید فرماتے اور صرف اختلاف کی بناء پر اس سے صرف نظر نہ کرتے۔

سوال: حضرت فاروق نے اس وقت کہا تھا۔ اَھَجَرَ اسْتَفْهِمُوْهُ یعنی کیا حضور غلبہ مرض کے باعث کچھ فرما رہے ہیں۔ تحقیق و تفتیش کرو۔ کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ حضرت فاروق کے ان الفاظ کا کیا مطلب ہے؟

جواب: حضرت فاروق نے شائد اس وقت سمجھا ہوگا کہ حضور یہ کلام درد و تکلیف کی وجہ سے بالا قصد و اختیار صادر ہوا ہے۔ جیسا کہ لفظ "اَکْتُبُ" میں لکھتا ہوں' سے وہم ہوتا ہے۔ کیونکہ آنسرور علیہ السلام نے کبھی کچھ نہیں لکھا۔ نیز آپ نے فرمایا "لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ" ہرگز میرے بعد گمراہ نہیں ہوگے جبکہ دین کامل اور نعمت تمام اور رضاءِ مولیٰ اس سے وابستہ ہوچکی۔ اس کے بعد ضلالت و گمراہی کی کیا صورت ہوگی۔ اور ایک ساعت میں آپ کیا لکھیں گے۔ جس سے گمراہی دور ہوگی۔ جو کچھ تئیس ۲۳ سال لکھا جاتا رہا۔ کیا وہ کافی نہیں وہ گمراہی دور نہیں کرتا۔ کہ ایک گھڑی میں شدّتِ مرض کے باوجود کچھ تحریر فرمائیں جو گمراہی دور کرے۔ یہیں سے حضرت فاروق نے سمجھا ہوگا۔ کہ یہ کلام بناء بر بشریّت بے قصد آپ کی زبان مبارک پر جاری ہوا ہے۔ لہٰذا اس کی تحقیق کرو۔ اور از سرنو

Marfat.com

دریافت کرو۔ اور اس دوران اختلافی گفتگو بلند ہوگئی۔ تو حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اُٹھ جاؤ اور آپس میں اختلاف نہ کرو۔ کہ پیغمبر کے سامنے اختلاف ونزاع مستحسن نہیں ہے۔ پھر آپ نے اس سلسلہ میں مزید گفتگو نہ کی۔ اور دوات کاغذ طلب نہ فرمایا۔

جاننا چاہیئے۔ کہ اُمورِ اجتہادیہ میں صحابہ کرام کا آنسرور علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات سے جو اختلاف ہوا۔ اس میں عیاذاً باللہ اگر خواہش نفس اور تعصب کا شائبہ ہوتا تو وہ انھیں اہل ارتداد کے گروہ میں کھینچ کر لے آجاتا۔ اور اہل اسلام کے حلقہ سے باہر پھینک دیتا۔ کیونکہ آنسرور علیہ وعلیہم الصلوات والتحیات سے بے ادبی اور بدسلوکی کفر ہے۔ اَعاذنا اللّٰہ سُبحانہٗ منہ۔ شائد یہ اختلاف فاعتبروا کے حکم کی بجاآوری کے طور پر تھا۔ اس لئے کہ جو شخص درجہ اجتہاد پر فائز ہو۔ اجتہادی امور میں اس کے لئے دُوسرے کی رائے اور اجتہاد کی تقلید کرنا خطا اور ناروا ہے۔ ہاں جن احکام منزلہ میں رائے اور اجتہاد کا کوئی دخل نہیں ہوسکتا۔ ان میں تقلید کے سوا کسی اور شے کی گنجائش نہیں۔ اور ان پر ایمان لانا اور اُنھیں تسلیم کرنا واجب وضروری ہے۔ غایۃ مافی الباب اتنی بات ہے۔ کہ صحابہ کرام تکلفات سے پاک اور آرائش الفاظ وعبارات سے بے نیاز تھے۔ ان کا اہتمام اصلاح باطن کے متعلق ہوتا تھا۔ اور ان کا ظاہر ان کی نظر میں بے وقعت اور غیر ملحوظ تھا۔ اور اس زمانہ میں آداب کی رعایت حقیقت ومعنی کے اعتبار سے ہوتی تھی۔ صورت ولفظ کے اعتبار سے نہیں ہوتی تھی۔ حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی بجاآوری ان کا کام اور آنسرور علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کو ناپسند باتوں سے اجتناب کرنا اُن کا شیوہ تھا۔ انہوں نے اپنے باپ' اپنی مائیں' اپنی اولاد اور اپنی بیویاں سب آنسرور علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات پر قربان کردی تھیں۔ اور کمال اعتقاد واخلاص سے آنسرور علیہ وعلیہم الصلوات والتحیات کے لعاب مبارک کو زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے۔ بلکہ اُسے آبِ حیات کی طرح اُٹھاتے تھے اور حضور علیہ السلام کے فصد کرانے کے بعد آپ کے خون مبارک کو کمال اخلاص سے نوش کرنے کا قصہ مشہور ومعروف ہے۔ اگر کوئی ایسی عبارت جس سے اس جھوٹ اور فریب سے لبریز زمانہ کے لوگوں کے نزدیک بے ادبی کا وہم ہوتا ہو۔ ان بزرگوں سے آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق صادر ہو تو اُسے اچھے معنی پر حمل کرنا چاہیئے۔ اور عبارت کا حاصل اور خلاصہ لینا چاہیئے۔ الفاظ جیسے بھی ہوں ان کا لحاظ واعتبار نہیں کرنا چاہیئے۔ طریق سلامتی یہی ہے۔ واللّٰہ سُبحانہٗ الموفق۔

سوال: جب احکام اجتہادیہ میں احتمال خطا کی گنجائش ہے۔ تو تمام احکام شرعیہ میں وثوق واعتماد جو آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے۔ کس طرح قائم اور باقی رہے گا۔

جواب: احکام اجتہادیہ تھوڑا وقت گزرنے کے بعد آسمان سے نازل شدہ احکام کی حیثیت اختیار کرلیتے تھے۔ کیونکہ خطا پر ٹھہرائے رکھنا انبیاء کے لئے جائز نہیں' علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات پس احکام اجتہادیہ میں مجتہدین کے ثبوت اجتہاد اور اختلاف آرا کے بعد حضرت حق جل وعلا کے پاس سے ایک حکم نازل ہوتا ہے۔ جو

Marfat.com

صواب کو خطا سے جُدا کرتا اور حق والے کو باطل والے سے امتیاز بخشتا ہے۔ پس حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسّلام کے زمانہ میں نزول وحی کے بعد جس سے صواب اور خطا میں تمیز ہوتی ہے۔ احکام اجتہادیہ بھی قطعی الثبوت ہوتے تھے۔ اور ان میں خطا کا احتمال نہیں رہتا تھا۔ لہٰذا حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ کے زمانہ میں نزول وحی کے بعد جس سے صواب اور خطا میں تمیز ہوتی ہے۔ احکام اجتہادیہ بھی قطعی الثبوت ہوتے تھے۔ اور ان میں خطا کا احتمال نہیں رہتا تھا۔ لہٰذا حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسّلام کے زمانہ میں ثابت شدہ تمام احکام قطعی اور خطا کے احتمال سے محفوظ ہیں کیونکہ وہ ابتداء یا انتہاء وحی قطعی سے ثابت ہوئے ہیں۔ ان احکام کے استنباط واجتہاد سے مقصود یہ تھا۔ کہ مجتہدین ومستنبطین کو کرامت وبزرگی کے درجات حاصل ہوں۔ اور مخطی ومصیبت اپنے اپنے درجات کے مطابق ثواب پائیں۔ اس لئے احکام اجتہادیہ میں مجتہدین کے درجات بھی بلند ہوئے اور نزولِ وحی کے بعد ان احکام کی قطعیت بھی ثابت ہوگئی۔ ہاں زمانہ نبوت کے ختم ہونے کے بعد کے احکام اجتہادیہ ظنی ہیں۔ جو مفید عمل تو ہیں لیکن مثبت اعتقاد نہیں ہیں۔ کہ اُن کا منکر کافر قرار پائے۔ ہاں اگر مجتہدین کا اجماع کسی حکم پر منعقد ہوجائے تو وہ مثبت اعتقاد بھی ہوجاتا ہے۔

خاتمہ مکتوب ہذا

اب ہم فضائل اہل بیت رسول علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات والبرکات والتحیات کے بیان کے ذریعہ اس مکتوب کو اچھے خاتمے کے ساتھ ختم کرنا چاہتے ہیں۔

ترجمہ احادیث متفقہ فضائل اہلبیت علیہم الرضوان:

۱۔ عبدالبر نے روائیت کی ہے۔ کہ حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا۔ جس نے علی سے محبت کی۔ اُس نے مجھ سے محبت کی۔ اور جس نے علی سے بغض کیا۔ اس نے مجھ سے بغض کیا۔ اور جس نے علی کو اذیت دی۔ اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت پہنچائی۔

کتاب الاستیعاب

۲۔ حضرت بریدہ سے بروایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ نے مجھے چار افراد سے محبت رکھنے کا حکم دیا اور یہ بھی خبر دی کہ وہ بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔ کہا گیا یارسول اللہ ہمیں ان کے نام بتائیں۔ فرمایا علی ان چار میں سے ہے۔ یہ بات آپ نے تین بار فرمائی۔ اور ابوذر اور مقداد اور سلیمان (فارسی) رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (ترمذی وحاکم اور حاکم نے اس کی تصحیح بھی کی ہے)۔

Marfat.com

۳۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ' سے روایت ہے۔ کہ بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا علی کو دیکھنا عبادت ہے۔ (طبرانی وحاکم باسنادِ حسن)

۴۔ حضرت براء سے بروایت ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا' جب کہ آپ کے کندھے پر حضرت حسن تھے۔ اور آپ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے تھے۔ اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔ (بخاری و مسلم)

۵۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سُنا۔ جب کہ سامنے منبر پر تشریف فرما تھے۔ اور حضرت حسن اُن کے ایک پہلو میں تھے۔ اور آپ ایک بار لوگوں کی طرف دیکھتے اور ایک بار حضرت حسن کی طرف۔ کہ بیشک میرا بیٹا سیّد ہے۔ اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔ (بخاری)

۶۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روائیت ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اس حال میں دیکھا۔ کہ حُسن وِ حسین آپ کی دو رانوں پر تھے۔ تو آپ نے فرمایا۔ میرے یہ بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔ تو بھی ان سے اور جو ان دونوں سے محبت کرے' محبت کر۔ (ترمذی شریف)

۷۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ' سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا۔ آپ کو آپ کو اہل بیت میں سب سے زیادہ کس سے محبت ہے۔ آپ نے فرمایا حسن اور حسین سے۔ (ترمذی شریف)

۸۔ مسور بن مخرمہ سے روایت ہے۔ کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فاطمہؓ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جس نے اسے ناراض کیا۔ اس نے مجھے ناراض کیا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ جو چیز فاطمہ کو ناراض کرتی ہے۔ وہ مجھے بھی ناخوش کرتی ہے۔ اور جو چیز اُسے رنجیدہ کرتی ہے۔ مجھے بھی رنجیدہ کرتی ہے۔ بخاری و مسلم

۹۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' سے روائت ہے۔ کہ بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ' کو فرمایا۔ کہ فاطمہ مجھے تجھ سے زیادہ محبوب ہے۔ اور تُو اس سے زیادہ مجھے عزیز ہے۔ حاکم

۱۰۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ بیشک لوگ حضرت عائشہ کی باری کے دِن ہدیے بھیجنے کا قصد کرتے تھے۔ جس سے ان کا مقصد پیغمبرِ خدا ﷺ کی رضا جوئی ہوتا ہے۔ اور وہ کہتی ہیں۔ کہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات دو گروہوں میں منقسم تھیں۔ ایک گروہ وہ تھا۔ جس میں حضرت عائشہ' حضرت حفصہ' حضرت صفیہ' اور حضرت سودہ تھیں۔ اور دوسرا گروہ حضرت ام سلمہ اور حضور ﷺ کی دوسری ازواج مطہرات کا تھا۔ تو حضرت اُم سلمہ کے گروہ نے حضرت ام سلمہ سے کہا۔ تم رسول اللہ ﷺ سے عرض کرو۔

Marfat.com

کہ آپ لوگوں سے فرمائیں جو شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہدیہ بھیجنا چاہیے۔ وہ وہاں ہی بھیج دیا کرے۔ جہاں حضور تشریف فرما ہوں۔ چنانچہ حضرت ام سلمہ نے یہ بات آپ کی خدمت میں عرض کر دی۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ اے اُمِ سلمٰی مجھے تکلیف نہ دے کیونکہ مجھ پر عائشہ کے کپڑوں (بستر) کے سوا کسی عورت کے کپڑوں میں وحی نازل نہیں ہوتی۔ اُمِ سلمہ نے عرض کی یا رسول اللہ میں آپ کو اذیت پہنچانے سے اللہ سُبحانہٗ کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں۔ پھر انہوں نے حضرت فاطمہ کو بلایا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں روانہ کیا۔ تو حضرت فاطمہ نے جا کر یہ بات عرض کی۔ اس پر آپ نے فرمایا اے میری بیٹی! کیا تو اُسے محبوب نہیں رکھتی۔ جسے میں محبوب رکھتا ہوں۔ آپ نے عرض کیا ہاں۔ تو فرمایا پھر تو بھی عائشہ سے محبت رکھ۔ (بخاری و مسلم شریف)

۱۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں "مجھے رسول اللہ ﷺ کی کسی بیوی پر رشک نہیں آیا۔ سوائے حضرت خدیجہ کے۔ اور میں نے اُنہیں دیکھا بھی نہیں۔ لیکن حضور ان کا اکثر ذکر فرماتے رہتے تھے۔ اور بسا اوقات آپ ایک بکری ذبح فرماتے۔ پھر اس کے گوشت کے ٹکڑے کرتے۔ پھر حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کو بھیجتے تھے۔ تو میں حضور سے بہت دفعہ کہتی کہ شائد دنیا میں خدیجہ کے سوا کوئی عورت ہی نہیں ہوئی۔ تو آپ فرماتے خدیجہ میں یہ خوبیاں تھیں۔ اور اسی سے میرے اولاد ہوئی۔ (بخاری و مسلم شریف)

۱۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے۔ کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ عباس مجھ سے ہے۔ اور میں اس سے۔ (ترمذی شریف)

۱۳۔ ابو سعید سے روائیت ہے۔ بیشک فرمایا رسول اللہ ﷺ نے۔ اللہ اس شخص پر سخت ناراض ہے۔ جس نے میری عترت (اہل بیت) کے بارے میں اذیت پہنچائی۔ (دیلمی شریف)

۱۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت کی۔ کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس نے میرے اہل بیت سے نیک سلوک کیا۔ قیامت کے روز میں اُسے اس پر بدلہ دونگا۔ (ابن عساکر)

۱۵۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے۔ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تم میں سے پل صراط پر زیادہ ثابت قدم وہ ہوگا۔ جو میرا اہل بیت اور میرے صحابہ سے زیادہ محبت رکھتا ہوگا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ (ابن عدی و دیلمی)

الٰہی[1] بحق بنی فاطمہ — کہ بر قولِ ایمان کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول — من دوست و دامانِ آلِ رسول

---

[1] اے اللہ! اولادِ فاطمہ کے طفیل مجھے ایمان پر خاتمہ نصیب کرنا۔ تو میری دُعا رد کر یا قبول میں ہوں میرا ہاتھ ہے اور آلِ رسول کا دامن ہے۔

Marfat.com

وَصَلَّے اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ وَعَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِہٖ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالْمَلٰئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَعَلٰی سَائِرِ عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ اَجْمَعِیْنَ ط

مکتوب نمبر (۳۷)

ان مکتوبات شریفہ کے جامع فقیر حقیر عبدالحی کی طرف صادر فرمایا۔

فضائل کلمہ طیبہ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اس کے مُناسب امور کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط ربِّ جَلّ سُلطانہٗ کے غضب وغصہ کو ٹھنڈا کرنے میں کوئی چیز بھی اس کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ سے زیادہ نافع نہیں۔ جب کہ یہ کلمہ طیبہ دوزخ کی آگ میں پڑنے کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ تو دوسرے غصوں کو جو اس سے کمتر ہیں بطریق اولیٰ ٹھنڈا کرتا۔ اور تسکین دیتا ہے۔ کیوں تسکین نہ دے جب کہ بندہ اس کلمہ طیبہ کے تکرار کے ذریعے ماسوائے حق کی نفی کر کے سب سے مُنہ پھیر کر معبود برحق کو ہی قبلہِ توجہ بناتا ہے۔ غضب کا سبب پراگندہ توجہات تھیں جن میں وہ مبتلا تھا۔ جب پراگندہ توجہات کی بندہ نے نفی کر دی تو اللہ تعالیٰ کا غضب وغصہ بھی جاتا رہا۔ اس معنی کا تو عالم مجاز میں مشاہدہ کر سکتا ہے۔ جب مالک اپنے غلام سے ناراض ہوتا اور اس پر غضب کا اظہار کرتا ہے۔ تو حسنِ فطرت والا غلام اپنے مالک اپنے غلام سے ناراض ہوتا اور اس پر غضب کا اظہار کرتا ہے۔ تو حسن فطرت والا غلام اپنے مالک کے سواء سے توجہ ہٹا کر اپنے آپ کو مالک کی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔ اس وقت مالک کو اپنے مملوک کے حق میں شفقت ورحمت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور غضب وغصہ رفع ہو جاتا ہے اور اس کلمہ طیبہ کو آخرت کے ننانوے ذخیرہ ہائے رحمت کی چابی قرار دیا گیا ہے۔ یہ فقیر یوں محسوس کرتا اور جانتا ہے۔ کہ ظلماتِ کفر اور کدورت شرک سے رفع کرنے میں اس کلمہ طیبہ سے بڑھ کر شفاعت کرنے والی کوئی چیز نہیں۔ جس شخص نے اس کلمہ کی تصدیق کی ہو اور ایمان کا ایک ذرّہ بھی حاصل کر لیا ہو اور پھر رسومِ کفر اور رذائل شرک میں گرفتار ہو چکا ہو۔ تو اُمید ہے۔ کہ اس کلمہ طیبہ کی شفاعت سے عذاب سے باہر اور دائمی عذاب دوزخ سے نجات پا جائے گا۔ جس طرح اس اُمت کے باقی کبیرہ گناہوں کی سزاؤں کے دفع کرنے میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت بہت نفع مند اور کارگر ہے۔ اور یہ جو میں نے کہا ہے "اس امت کے گناہ کبیرہ" اس بناء پر کہا ہے۔ کہ پہلی امتوں میں کبیرہ گناہوں کا ارتکاب بہت کم ہوا ہے۔ بلکہ رسوم اور رذائل شرک کی ملاوٹ وآمیزش بھی کم ہے۔ شفاعت کی محتاج زیادہ تر یہی امت ہے۔ پہلی امتوں کا ایک گروہ کفر پر مُصر تھا۔ اور دوسرے گروہ نے اخلاص سے ایمان قبول کیا اور احکام خداوندی کی بجا آوری کی۔ یہ گناہوں سے بھری ہوئی اُمت ہلاک ہو جاتی۔ اگر کلمہ طیبہ ان کی شفاعت نہ کرتا۔ جس طرح اگر خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات اس اُمت کی شفاعت نہ کرتے اُمَّۃٌ مُذْنِبَۃٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ "یہ گناہ گار اُمت ہے اور رب تعالیٰ بخشنے والا

Marfat.com

ہے۔ جس قدر معافی اور بخشش حق جل وعلا اس اُمت کے لئے کام میں لائے گا۔ معلوم نہیں کہ پہلی اُمتوں کے لئے بھی کام نہ لائے۔ ایک کم سو رحمت شائد اسی پر گناہ کے لئے ذخیرہ کے طور پر رکھی گئی ہے۔

کہ مستحق کرامت گناہگاراں اند[1]

اور جب کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ عفو ومغفرت کو دوست رکھتا ہے۔ اور کوئی مقام اور محل بھی اس پُر تقصیر اُمت کے عفو ومغفرت کے برابر نہیں۔ اس لئے یہ اُمت خیر الامم قرار پائی۔ اور کلمہ طیبہ جو افضل الذکر ہے۔ اس امت کی شفاعت کرنے والا ہے۔ اور ان کی شفاعت کرنے والے پیغمبر کو سید الانبیاء کا خطاب ملا۔ علیہ وعلیہم الصلوات والتحیات'' یہی وہ لوگ ہیں۔ جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ حسنات سے بدل دے گا'' اور اللہ غفور رحیم ہے'' ہاں ارحم الراحمین ایسا ہی ہوتا ہے اور اکرم الاکرمین کی شان یہی ہوتی ہے۔[2]

بر کریماں کارہا دشوار نیست

اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے آسان ہے۔

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ط	اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہ بخش اور ہمارے کام میں ہمارے حد سے بڑھنے کو بھی معاف فرما۔ اور ہمارے قدم مضبوط کر اور کافروں کے خلاف ہماری مدد ونصرت فرما۔

نیز اس کلمہ کے فضائل میں سے سنو۔ رسول اللہ ﷺ وبارک نے فرمایا:

[3] مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ ط	جس نے کلمہ طیبہ کی تصدیق کی۔ جنت میں داخل ہوگا۔

کوتاہ نظر لوگ تعجب کرتے ہیں۔ کہ صرف لا الہ الا اللہ کہنے سے خول جنت کیسے میسر آئیگا۔ یہ لوگ اس کلمہ طیبہ کی برکات سے واقف نہیں۔ اس فقیر کو محسوس ہوا ہے۔ کہ اگر تمام عالم کو صرف اس کلمہ طیبہ کے طفیل بخش دیں اور بہت میں بھیج دیں تو گنجائش رکھتا ہے۔ اور مشاہدے میں اس طرح آتا ہے کہ اگر اس کلمہ مقدسہ کی برکات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تمام عالم پر تقسیم کرتے رہیں۔ سب کو کفایت کرتا اور سب کو سیراب کرتا ہے۔ تو اس کلمہ طیبہ کی برکات کس قدر بڑھ جاتی ہیں۔ جب کہ اس کے ساتھ کلمہ مقدسہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ جمع ہو جائے۔ اور تبلیغ توحید کے ساتھ مل جائے۔ اور رسالت ولایت کی ساتھی بن جائے۔ ان دو کلموں کا مجموعہ ولایت ونبوت کے

---

[1] کیونکہ کہ بخشش کے مستحق گناہ ہی ہوتے ہیں۔

[2] کرم والوں کے لئے کوئی کام مشکل نہیں۔

[3] حاکم بروایت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

Marfat.com

کمالات کا جامع ہے۔ اور ان دو سعادتوں کا پیشوائے راہ ہے۔ یہی کلمہ ہے۔ جو ولائت کو ظلمات ظلال سے پاک کرتا اور نبوت کو درجہ علیا تک پہنچاتا ہے۔ اے اللہ! ہمیں کلمہ طیبہ کی برکات سے محروم نہ کر اور ہمیں اس پر ثابت رکھ۔ اور ہمیں اس کی تصدیق پر موت نصیب فرما۔ اور اس کی تصدیق کرنے والوں کے ساتھ ہمارا حشر فرما۔ اور ہمیں اس کی حرمت اور اس کی تبلیغ کرنے انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات کی حرمت سے جنت میں جانا نصیب فرما۔

نیز جب نظر اور قدم عاجز رہ جاتے ہیں۔ اور ہمت کے پر وہاں نیچے لٹک جاتے ہیں۔ اور معاملہ غیب صرف تک جا پہنچتا ہے۔ اس مقام میں کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے پاؤں کے بغیر نہیں چلا جا سکتا۔ اور اس کلمہ مقدسہ کی آغوش میں بیٹھ کر ہی اُس مسافت کو طے کیا جا سکتا ہے۔ اس مقام میں اس کلمہ طیبہ مقدسہ کو ایک بار پڑھنے والا اس کلمہ طیبہ مقدسہ کی حقیقت کی امداد و اعانت سے اُس مسافت کا ایک قدم طے کرتا ہے۔ اور اپنی ذات سے دُور اور حق جل وعلا کے قریب جا پڑتا ہے۔ اور اس مسافت کا ایک جز و تمام دائرہ امکان سے کئی گناہ زیادہ ہے۔ اس سے اس کلمہ طیبہ کے ذکر کے فضیلت معلوم کی جا سکتی ہے۔ کہ اس کلمہ کے سامنے ساری دنیا کی کچھ حیثیت وقدر و قیمت نہیں ہے۔ کاش کہ ساری دنیا اس کے سامنے اتنی حیثیت ہی رکھتی جتنی ایک قطرے کی دریائے محیط کے سامنے ہوتی ہے۔ اس کلمہ طیبہ کی عظمت کا ظہور پڑھنے والے کے درجات کے مطابق ہوتا ہے۔ جس قدر پڑھنے والے کا درجہ زیادہ ہوگا۔ اس کلمہ مقدسہ کی عظمت کا ظہور بھی زیادہ ہوگا۔

یـزیـدک وَجْهـه حُسْنـا   اذا مـا زدتـه نـظـراً[1]

معلوم نہیں کہ اس دنیا میں کوئی آرزو اس کے برابر ہو کہ ایک کونے میں بیٹھا ہو۔ اور اس کلمہ طیبہ سے لذت گیر اور محظوظ ہوتا رہے۔ لیکن کیا کیا جائے۔ کہ تمام آرزوئیں میسر نہیں۔ اور غفلت اور خلق کے میل جول سے چارہ نہیں۔

اے ہمارے رب! ہمارے نور کو مکمل کر۔ اور ہماری مغفرت فرما۔ بیشک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ٥ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ٥ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥

مکتوب نمبر (۳۸)

حاجی یوسف کشمیری کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ اہل اللہ کے باطن کا دنیا سے رائی برابر تعلق نہیں ہوتا۔ اگرچہ ظاہراً دنیا اور اسباب دنیا سے وابستہ ہوتے ہیں۔ اور اس کے مناسب اُمور کے بیان میں۔

[1] جتنی زیادہ بار تو اس کے چہرے کو دیکھے تجھے اس کا چہرہ زیادہ حسین نظر آئے گا۔

Marfat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

خدائے جل سلطانہٗ کی معرفت اس شخص کے لئے حرام ہے۔ جس کے باطن میں دنیا کی رائی برابر محبت بھی موجود ہو۔ یا اس کے باطن کا اتنی مقدار میں بھی دنیا سے تعلق موجود ہو یا دنیا کی اتنی مقدار بھی اس کے باطن میں گزرے۔ جس طرح اس کا ظاہر کہ باطن سے بمراحل دُور ہے۔ اور آخرت سے دنیا میں آکر افادہ واستفادہ کی مناسبت کی شرط کے حصول کی خاطر لوگوں سے اختلاط پیدا کیا ہوا ہے۔ اس بناء پر اگر دنیا کی بات کرے۔ اور اس کے اسباب سے وابستہ ہو تو اس کی گنجائش ہے۔ اور کوئی بُری چیز نہیں بلکہ اچھی بات ہے۔ تا کہ بندوں کے حقوق بیکار نہ ہوں اور افادہ استفادہ کا راستہ نہ ہو۔ پس ایسے شخص کا باطن اُس کے ظاہر سے بہتر ہے اور جو نما گندم فروش کی طرح ظاہر بین لوگ اُسے اپنی مانند گندم نما جو فروش تصور کرتے ہیں۔ اور اس کے ظاہر کو اُس کے باطن سے بہتر جانتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں۔ یہ بھی ظاہراً دنیا سے بے تعلق لیکن باطناً گرفتارِ دنیا ہے۔

رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ ط وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ ط وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابِعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوتِ وَالتَّسْلِیْمَاتِ الْعُلٰی ط

مکتوب نمبر (۳۹)

سیّد عبدالباقی رنگپوری کی طرف صادر فرمایا:

اصحاب یمن، اصحابِ شمال اور سابقین کے بیان میں جنہوں نے ایک قدم شمال اور دوسرا یمین پر رکھا ہوا ہے۔ اور سبقت کا گیند میدانِ اصل تک لے گئے ہیں۔ اور اس کے مُناسب اُمور کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی،

اللہ تعالیٰ تجھے رشد وہدایت کرے، جان کہ اصحابِ شمال وہ لوگ ہیں۔ جو تاریک پردوں میں ہیں اور اصحابِ یمین نورانی پردوں والے۔ سابقین وہ ہیں جو ان ظلماتی اور نورانی پردوں سے باہر نکلے ہوئے اور ایک قدم شمال پر اور دوسرا یمین پر رکھ کر سبقت کا گیند میدانِ اصل میں لے گئے ہیں۔ اور امکانی اور وجوبی ظلال سے اوپر گذر گئے ہیں۔ اور انہوں نے اسم وصفت اور شان واعتبار سے سوائے ذات تعالیٰ وتقدس کے کچھ نہیں چاہا۔ اصحابِ شمال کفر وشقاوت والے ہیں۔ اور اصحابِ یمین اہلِ اسلام اور اربابِ ولایت ہیں۔ اور بالاصالۃ سابقین انبیاء علیہم الصلوٰات والتسلیمات ہیں۔ تابع ہونے کے اعتبار سے جسے بھی اس دولت سے مشرف کردیں۔ تبعیت کے طور پر یہ دولت زیادہ تر انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات کے اکابر صحابہ میں پائی جاتی ہے۔ اور قلت و نُدرت کے طور پر غیر اصحاب میں بھی متحقق ہے۔ اور فی الحقیقت یہ شخص بھی گروہ صحابہ میں شامل اور کمالات انبیاء علیہم الصلوات والبرکات سے ملحق ہے۔ شاید ایسے ہی شخص کے حق میں حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔

Marfat.com

لاَ یُدْرٰی اَوَّلُھُمْ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُھُمْ۔[1] نہیں معلوم کیا جا سکتا کہ ان کے پہلے بہتر ہیں یا پچھلے

اگرچہ حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا ہے۔

خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ۔[2] سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے۔

کیونکہ اپنے زمانے کو قرون کے اعتبار سے بہتر فرمایا اور آخری زمانے کو اشخاص کے لحاظ سے واللہ سبحانہ اعلم لیکن انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے بعد افضلیت شیخین (ابوبکر و عمر) پر اہل سنت کا اجماع ہے ایسا کوئی نہیں۔ جو ابوبکرؓ پر سبقت لے گیا ہو۔ اس امت کے سابقین کے پیشرو وہ ہیں۔ اور اس امت کے پہلوں کے پہلے بھی آپ ہیں۔ اور حضرت فاروق آپ کے توسل کی بدولت افضلیت سے مشرف ہوئے ہیں۔ اور آپ کے توسط سے دوسروں سے فوقیت لے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ فاروق کو خلیفہ صدیق کہتے ہیں۔ اور خطبے میں آپ کو رسول اللہ کے خلیفے کا خلیفہ کہتے ہیں۔ اس معاملہ کے شاہ سوار حضرتِ صدیق ہیں اور حضرت فاروق ان کے ردیف ہیں۔ کیا اچھا ردیف ہے جو اپنے شاہ سوار سے موافقت کرتا اور اس کے خصوصی اوصاف میں شرکت فرماتا ہے۔

ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ سابقین یمین و شمال کے احکام سے خارج ہیں۔ اور ظلمانی و نورانی معاملات سے اوپر ہیں۔ ان کے اعمال نامے کتاب یمین اور کتابِ شمال سے الگ ہیں۔ اور ان کا محاسبہ اصحابِ یمین و اصحابِ شمال کے محاسبہ کے علاوہ ہے۔ ان کے ساتھ کاروبار علیحدہ اور ان کے ساتھ کرشمہ و ناز جُدا ہے۔ اصحابِ یمین اصحابِ شمال کی طرف ان کے کمالات سے کیا پا سکتے ہیں۔ اور اربابِ ولایت ان کے اسرار سے کیا حاصل کر سکتے ہیں۔ مقطعات قرآنی کے حروف ان کے اسرار کے رموز اور متشابہات فرقانی ان کے مدارج وصول کے خزانے ہیں۔ اصل سے وصول نے انھیں ظل سے فارغ کر دیا ہے۔ اور اربابِ ظلال کو ان کے حریم خاص سے دُور کر دیا ہے۔ مقرب یہی ہیں۔ اور روح و ریحان انہی کا حصہ ہے۔ یہی ہیں جو فزع اکبر (بڑے خوف) سے فکر مند نہ ہوں گے۔ اور قیامت کے دہشت ناک واقعات سے نہیں گھبرائیں گے۔ اے اللہ! ہمیں ان کے دوستوں میں سے کر۔ کیونکہ انسان اس کے ساتھ شمار ہوتا ہے۔ جس سے پیار کرتا ہے۔ بصدقہ سیّد المرسلین علیہ و علیٰ آل کل الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات۔

مکتوب نمبر (۴۰)

مولانا بدرالدین کی طرف صادر فرمایا:

---

[1] ترمذی شریف بروایت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[2] بخاری و مسلم شریف

Marfat.com

اس بیان میں کہ حجابات کا ازالہ شہود کے اعتبار سے ہے نہ کہ وجود کے اعتبار سے۔ اور اُس کے مُناسب اُمور کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی ط

حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کے اسماء وصفات اور شیون واعتبارات کے حجابات کا ازالہ دو قسم ہے ایک ازالہ شہود کے اعتبار سے ہے۔ اور دوسرا وجود کے اعتبار سے۔ ازالہ وجودی محال ہے۔ اور ازالہ شہودی ممکن بلکہ واقع ہے۔ اگرچہ بہت ہی قلیل اور اخص خواص لوگوں کا حصہ ہے۔ اور وہ جو حدیث میں آیا ہے۔[1]

اِنَّ لِلّٰهِ سَبْعِيْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِّنْ نُوْرٍ وَّ ظُلْمَةٍ لَوْ كُشِفَتْ لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ مَا انْتَهٰى اِلَيْهِ بَصَرُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ ط

بیشک اللہ تعالیٰ کے لئے نور اور ظلمات کے ستر ہزار پردے ہیں۔ اگر وہ اُٹھا دیئے جائیں تو اس کے چہرے کے انوار وہاں تک ہر شے کو جلا دیں۔ جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی ہے۔

اس حدیث میں وارد کشف وازالہ سے مراد وجودی کسف وازالہ ہے۔ جو ممتنع ہے۔ اور جو کچھ اس فقیر نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے۔ کہ حضرت ذات تعالیٰ وتقدس سے تمام حجابات کا ازالہ ہو جاتا ہے تو اس ازالہ سے مراد ازالہ شہودی ہے۔ چنانچہ حضرت حق سُبحانہٗ وتعالیٰ کسی شخص کو ایسی بصارت عطا فرماتا ہے۔ جس سے وہ حجابات و پردوں کے پیچھے پوشیدہ چیزیں دیکھتا ہے۔ یہاں حجابات و پردوں کا ازالہ شہود کے اعتبار سے ہے۔ تو اسی طرح یہ بھی۔ یہ تو معلوم ہو گیا کہ جو کچھ فقیر نے لکھا ہے۔ حجابات کے عدم ازالہ کی حدیث کے منافی نہیں۔ کیونکہ حدیث میں ایک دوسرے ازالے کا ذکر ہے اور میری تحریر میں ایک دوسرے کا ازالے کا بیان ہے۔ لہٰذا تم شک کرنے والوں میں سے نہ بنو۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَعَلٰی آلِهِ الصَّلَوٰاتِ وَالتَّسْلِيْمَاتِ الْعُلٰی۔

مکتوب نمبر (۴۱)

شیخ فرید تھانیسری کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ نہایت النہایۃ کے مراتب میں پہنچ کر ایک ایسا مرتبہ سامنے آتا ہے۔ جہاں کا ہر ذرّہ تمام دائرہ امکان سے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے۔ اور اُس کے مناسب اُمور کے بیان میں۔

اللہ سُبحانہ کی عنایت اور بصدقہ اس کے حبیب پاک علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نہایت النہایہ کے مراتب کی طرف عروج کے وقت ایک ایسا مرتبہ سامنے آیا۔ جس مقام کا ہر ذرّہ تمام دائرہ امکان سے کئی گنا زیادہ

Marfat.com

تھا۔ پس اگر اس مقام کے ایک ذرّے کا سلوک طے کر یا جائے۔ تو گویا دائرہ امکان سے کئی گنا زیادہ مسافت طے ہو جاتی ہے۔ تو اس شخص کی ترقی کا کیا عالم ہو گا۔ جو اس مرتبہ کی مسافت طویلہ طے کر چکا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ دائرہ امکان کی وجوب اور اس سے اوپر کے مراتب کے سامنے کچھ حیثیت نہیں۔ کاش۔ کہ دریائے محیط کے سامنے قطرہ کی حیثیت رکھتا۔ تو لازمی بات ہے کہ اپنے پاؤں کی قوت سے کوچہ دوست میں نہیں پہنچ سکتے اور اپنی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے۔ بادشاہ کی عطاؤں کو اُسی کو سواریاں اٹھا سکتی ہیں۔

مکتوب نمبر (۴۲)

خواجہ جمال الدین حسین ولد مرزا حسین الدین احمد کی طرف صادر فرمایا:

صوفیہ کے سیر (باطنی) کو آفاق و انفس میں منحصر کرنے اور ان دو سیروں میں تخلیہ اور تجلیہ ثابت کرنے کے بیان میں اور حضرت ایشاں (حضرت امام ربانی) قدس سرہ الاقدس کا اس معنی کو اس میں تسلیم نہ کرنا اور نہایت النہایہ کو انفس و آفاق سے باہر ثابت کرنا بعنایت اللہ سبحانہ۔ اور اس کے مناسب باتوں کے بیان میں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ط وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ الْكِرَامِ وَاَصْحَابِهِ الْعِظَامِ مِنْ يَوْمِنَا هٰذَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامِ۔

فرزند عزیز! اللہ تعالیٰ تجھے دونوں جہاں میں سعادت مند کرے۔ ہوش کے کانوں سے سُن کہ جب سالک درستی نیت اور آرزوؤں سے نجات پانے کے بعد ذکر الٰہی جل سلطانہ میں مشغول ہوتا ہے۔ اور ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ اختیار کرتا اور تزکیہ حاصل کرتا ہے۔ نیز اوصاف رذیلہ کو اخلاق حسنہ سے تبدیل کرتا ہے اور اُسے توبہ و انابت میسر آتی ہے۔ اور دنیا کی محبت دل سے باہر نکل جاتی ہے۔ اور صبر و توکل اور رضا حاصل ہوتی ہیں۔ اور ان حاصل شدہ باتوں کو تدریج و ترتیب سے عالم مثال میں مشاہدہ کرتا ہے۔ اور اپنے آپ کو کدورت بشریہ اور اس کی بُری صفات سے پاک اور مصفا دیکھتا ہے تو یہی سیر آفاقی ہے۔ جسے وہ اس طرح مکمل طور پر طے کر لیتا ہے۔ اس گروہ صوفیہ میں سے ایک جماعت نے اس مقام میں احتیاط کا راستہ اختیار کیا ہے۔ اور انسان کے سات لطائف میں سے ہر لطیفہ کو عالم مثال میں ان کے مناسب انوار میں سے کسی ایک نور کی صورت میں قرار دیا ہے۔ اور ہر لطیفے کی صفائی کی علامت ان انوار مثالی میں سے کسی نور کے ظہور کو مقرر کیا ہے۔ اور اس سیر کی ابتداء لطیفہ قلب سے کر کے تدریج و ترتیب سے لطیفہ اخفیٰ تک جو منتہائے لطائف ہے پہنچاتی ہے۔ مثلاً صفائی قلب کی علامت سالک کے لئے اس قلب کو نور سرخ کی صورت میں ظاہر ہونا قرار دیا ہے۔ اور صفائے روح کی علامت نور

Marfat.com

زردکی صورت قرار دی ہے۔ علیٰ ہذاالقیاس[1]۔ تو سیر آفاقی کا حاصل یہ ہے۔ کہ سالک اپنے تبدّل اوصاف اور تغیر اخلاق کو عالم مثال کے آئینوں میں مشاہدہ کرتا ہے اور اپنی تاریکیوں اور کدورتوں کا زوال بھی اس عالم میں محسوس کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اُسے اپنی صفائی کا یقین اور اُس کے لئے اپنے تزکیے کے ثبوت کا علم ہو جاتا ہے۔ اور جب سالک ہر گھڑی اپنے احوال واطوار کو عالم مثال میں جو آفاق سے ہے مشاہدہ کرتا ہے۔ اور اس عالم میں اپنے آپ کو ایک ہیئت سے دوسری ہیئت میں منتقل ہوتا دیکھتا ہے۔ تو گویا یہ اس کی آفاق میں سیر ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ سیر فی الحقیقت سالک کے نفس میں سیر ہوتی ہے۔ اور اس کے اوصاف واخلاق میں حرکت کیفی ہے۔ لیکن جب کہ دور بینی کی وجہ سے اس کا مطمح نظر آفاق ہیں نہ کہ انفس۔ اس لئے یہ سیر بھی آفاق سے منسوب ہوگئی۔ مشائخ نے اس کے مکمل ہونے کو جو سیر آفاق سے منسوب ہے۔ سیر الی اللہ کا تمام ومکمل ہونا قرار دیا ہے۔ اور فنا کو اس سیر سے وابستہ کیا ہے۔ اور سلوک کو اس سیر سے تعبیر کیا ہے۔ اس کے بعد جو سیر واقع ہوتا ہے اُسے سیر انفسی کے نام سے موسوم کرتے اور اُسے ہی سیر فی اللہ کہتے ہیں۔ اور بقا باللہ اسی مقام میں ثابت کرتے ہیں۔ اور اس مقام میں جذبے کا حصول سلوک کے بعد جانتے ہیں۔ جب سالک کے لطائف سیر اوّل میں تزکیہ حاصل کر لیتے اور بشری کدورتوں سے نجات پالیتے ہیں۔ تو اس بات کی قابلیت پیدا کر لیتے ہیں۔ کہ اسم جامع کے جو اس کا رب ہے۔ ظلال وعکوس ان لطائف کے آئینوں میں ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور یہ لطائف اُس اسم جامع کی جزئیات کے ظہورات وتجلیات کے وارد ہونے کی جگہ بن جاتے ہیں۔

اس سیر کو سیر انفسی اس پر کہتے ہیں۔ کہ انفس اسما کے ظلال وعکوس کے آئینے بن جاتے ہیں نہ اس بناء پر کہ سالک کی سیر نفس میں ہوتی ہے۔ جیسا کہ سیر آفاقی میں گزرا ہے۔ کہ آئینہ داری کے اعتبار سے اُسے سیر آفاقی کہا گیا ہے۔ نہ یہ کہ سیر آفاق میں واقع ہے۔ اس سیر میں فی الحقیقت اسما کے ظلال کی سیر ہے جو انفس کے آئینوں میں واقع ہوتی ہے۔ لہٰذا اس سیر کو سیر عاشق در معشوق کہا گیا ہے۔

آئینہ صورت از سفر دور ست[1] کاں پذیرائے صورت از نور ست

اس سیر کو سیر فی اللہ اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے۔ کہ مشائخ نے کہا ہے کہ سالک اس سیر میں متخلق باخلاق اللہ ہو جاتا ہے۔ اور ایک عادت سے دوسری عادت کی طرف انتقال کرتا ہے۔ کیونکہ مظہر کو ظاہر کے اوصاف سے تھوڑا بہت حصہ ضرور ملتا ہے۔ تو گویا اللہ تعالیٰ کے اسما میں سیر متحقق ہوگئی۔ یہ ہے اس مقام کی نہایت تحقیق اور اس کلام کی تصحیح۔ صاحب مقام کا حال شاید کیا ہو۔ اور کلام سے متکلم کی مراد بھی کیا ہے۔ کیونکہ ہر شخص اپنے

[1] لطیفہ نفس کا نور سفید لطیفہ سر کا نور سبز لطیفہ خفی کا رنگ نیلگوں اور لطیفہ اخفی کا رنگ سیاہ قرار دیا ہے۔

[1] آئینہ جو صورت قبول کرتا ہے۔ حرکت وسفر کرنے سے دُور ہے۔ بلکہ وہ صورت کو اپنی نورانیت کی وجہ سے قبول کرتا ہے۔

Marfat.com

فہم اور اپنی دریافت کے مطابق بات کرتا ہے۔اور بعض اوقات متکلم کلام سے کچھ معنی مراد لیتا ہے۔اور سننے والا اسی کلام سے کچھ اور سمجھ لیتا ہے۔

مشائخ کرام سیر انفسی کو بے تکلف سیر فی اللہ کہتے ہیں۔اور اُسے بے تحاشا بقا باللہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔اور وصل واتصال کا مقام گمان کرتے ہیں۔اور یہ اطلاعات فقیر پر بڑے گراں گزرتے ہیں۔اس بناء پر ان کی تصحیح وتوجیہہ میں حیلے اور تکلفات کو مرتکب ہونا پڑتا ہے۔ان حیلوں کا کچھ حصہ کلام مشائخ سے ماخوذ ہے۔اور کچھ افاضہ وابہام کی راہ سے آیا ہے۔سیر آفاقی میں گویا اخلاقِ بد سے تخلیہ حاصل ہوا تھا۔اور اس سیر انفسی میں اخلاقِ حمیدہ سے آراستگی ہوتی ہے۔کیونکہ تخلیہ مقام فنا کے مناسب اور اس سیر انفسی کی نہایت معلوم نہیں کر سکے۔اور سالک کی عمر دائمی بھی اگر صرف ہو جائے تو بھی مشائخ نے اس سیر کے ختم نہ ہونے کا حکم کیا ہے۔اور کہا کہ محبوب کے اوصاف وشمائل کی نہایت نہیں۔تو ہمیشہ سالک متخلق کے آئینے میں اس کی صفات میں سے ایک صفت اور اس کے کمالات میں سے کسی نا کسی کمال کا ظہور ہوتا رہے گا۔لہٰذا سیر کا انقطاع کہاں ہوگا۔اور اس کی نہایت تک پہنچنا کیسے درست قرار دیا جا سکتا ہے۔بزرگوں نے فرمایا ہے[1]

گرچہ عمرے تگ زند درخود بود ذرہ گرلیس نیک ور بس بد بود

اور اس فنا و بقا پر جو سیر آفاقی اور انفسی سے حاصل ہوتی ہے۔ولائت کے اسم کا اطلاق کرتے ہیں اور نہایت کمال یہیں تک جانتے ہیں۔اس کے بعد اگر سیر واقع ہو تو وہ ان کے نزدیک سیر رجوع ہے۔جو سیر عن اللہ باللہ سے تعبیر کی جاتی ہے۔اسی طرح سیر چہارم کو جسے سیر فی الاشیاء باللہ کہتے ہیں۔نزول ورجوع سے متعلق جانتے ہیں۔اور ان مشائخ نے ان دو سیروں کو تکمیل وارشاد کے لئے قرار دیا ہے۔جس طرح پہلی دو سیروں میں نفسِ ولائیت کے حصول وکمال کے لئے ہیں۔اور مشائخ کی جماعت نے کہا ہے کہ ستر ہزار پردوں کا ذکر جو حدیث میں آیا ہے کہ:

اِنَّ لِلّٰہِ سَبْعِیْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِّنْ نُّوْرٍ وَّ ظُلْمَۃٍ۔ بیشک اللہ تعالیٰ کے لئے نور وظلمت کے ستر ہزار پردے ہیں۔

تو یہ پردے سیر آفاقی میں ہٹتے ہیں۔کیونکہ لطائف میں سے ہر ہر لطیفہ میں دس دس ہزار پردے دور ہوتے ہیں۔اور جب وہ سیر مکمل ہو جاتی ہے۔تو حجابات بھی سارے کے سارے زائل ہو جاتے ہیں۔اور سالک سیر فی اللہ سے موصوف ہو جاتا اور مقام واصل میں پہنچ جاتا ہے۔یہ ہے ارباب ولائت کے سیر وسلوک کا حاصل اور

---

[1] ذرہ اگرچہ بہت اچھا یا بہت بُرا ہوا۔ساری عمر تگ ودو کرتا رہے تو بھی اپنے اندر ہی رہتا ہے۔

Marfat.com

خلاصہ اور ان کے کمال وتکمیل کا نسخہ جامعہ۔ اور اس باب میں جو کچھ اس فقیر پر محض فضل وکرم خداوندی جَلّ سلطانہٗ سے ظاہر کیا گیا ہے۔ اور جس کے مطابق چلنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اظہارِ نعمت اور شُکرِ عطا کے طور پر فقیر اُسے معرضِ تحریر میں لاتا ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ ط

جان لے۔ اللہ تعالیٰ تجھے نیکی کی توفیق عطا کرے اور سیدھے راستے پر چلائے۔ حضرت حق سُبحانہٗ وتعالیٰ جو بے مثل و بے کیف ہے۔ جس طرح آفاق سے وراء ہے۔ انفس سے بھی وراء ہے۔ اس لئے سیر آفاقی کو سیر الی اللہ کہنے اور سیر انفسی کو سیر فی اللہ کا نام دینے کے کوئی معنی نہیں بلکہ آفاقی اور انفسی دونوں سیریں' سیر الی اللہ میں داخل ہیں۔ سیر فی اللہ وہ سیر ہے۔ جو آفاق وانفس سے کئی منزلیں دور ہے۔ اور ان سب سے وراء الوراء ہے۔

عجب معاملہ ہے۔ سیر فی اللہ کو انہوں نے سیر انفسی قرار دیا ہے۔ اور اس سیر کو بے نہایت کہا ہے۔ اور عمر ابدی کے ساتھ بھی اس کے طے ہونے کو جائز قرار نہیں دیا جیسا کہ ابھی یہ بیان گزرا۔ اور جب انفس آفاق کی طرح دائرہ امکان میں داخل ہیں۔ تو اس تقدیر پر دائرہ امکان کو طے کرنا ممکن نہ ہوگا۔ تو حرمانِ دائمی اور خسارہِ سرمدی لازم ہوگا۔ اور اس صورت میں فنا کبھی متحقق نہ ہوگی۔ اور بقا متصور ہوگی۔ تو وصل واتصال اور قرب وکمال کیسے حاصل ہوگا۔ سُبحان اللہ جب بزرگ پانی کی بجائے سراب پر کفایت کریں اور اِلی اللہ کو فی اللہ گمان کریں۔ اور امکان کو وجوب اور چون کو بے چون سے تعبیر کریں تو چھوٹوں اور پست فطرتوں کا کیا گلہ کرے۔ اور اُن کے متعلق کیا اظہارِ شکایت کرے۔ اُن پر کیا آفت ٹوٹ پڑی۔ انہوں نے کس اعتبار سے انفس کو حق جلّ وَعلا کہہ دیا۔ کہ انفس کی سیر کو حد ونہایت کے ہوتے ہوئے بے نہایت گمان کر لیا۔ سالک کے آئینے میں اسماء وصفات واجبی جلّ سلطانہٗ کے ظہور کو اس سیر انفسی میں انہوں نے جو قرار دیا ہے۔ وہ در اصل اسماء وصفات کے ظلال میں سے ایک ظِل کا ظہور ہے نہ کہ عین اسماء وصفات کا ظہور۔ جیسا کہ اس معنی کی تحقیق اس مکتوب کے آخر میں انشاء اللہ تعالیٰ آئے گی۔ کیا کروں اور کس طرح جناب قدس تعالیٰ وتقدس کے متعلق علم وتمیز رکھنے کے باوجود اس بے ادبی کو جائز رکھوں اور اُس بلند ذات کے ملک میں اس سُبحانہٗ کے غیر کو شریک کروں۔ اگرچہ ان اکابر قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے حقوق اپنے اوپر لازم جانتا ہوں۔ کیونکہ میں کئی طرح سے اُن کا تربیت یافتہ ہوں۔ لیکن حضرت واجب الوجود جلّ سلطانہٗ کے حقوق ان سب کے حقوق سے فائق ہیں اور اس کی تربیت دوسروں کی تربیتوں سے اوپر ہے۔ میں نے اُس بلند ذات کی حُسنِ تربیت سے بھنور سے نجات پائی ہے۔ اور اس بلند ذات کے نالک مقدس میں اس پاک ذات کے غیر کو شریک نہیں کیا۔ سب تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے ہمیں اس راہ پر آنے کی ہدائت عطا فرمائی۔ اور اگر اللہ ہماری دستگیری نہ فرماتا تو ہم ہدایت یافتہ نہ ہوتے۔

وہ بلند ذات بے مثل و بے کیف ہے اور جو چیز چونی وچندی کے داغ سے داغدار ہے' اس کی بلند جناب

Marfat.com

قدس سے دُور ہے۔اس لئے آفاق کے آئینوں اور انفس کی جلوہ گاہوں میں اس پاک ذات کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور جو کچھ ان میں ظاہر ہوتا ہے مظاہر کی طرح مثل و کیف میں سے ہوتا ہے۔پس آفاق انفس سے آگے گزرنا چاہیئے۔اور اس پاک ذات کو آفاق و انفس سے باہر تلاش کرنا چاہیئے۔اور جس طرح دائرہ امکان میں آفاق ہو چاہے انفس اس پاک ذات کی گنجائش نہیں۔اس کے اسماء وصفات کی بھی گنجائش نہیں ہے۔اور جو کچھ وہاں ظاہر ہے بلند اور پاکیزہ اسماء وصفات کے ظلال وعکوس اور ان کا شبہ اور مثال ہے۔ بلکہ اسماء وصفات کی ظلیت و مثالیت بھی آفاق و انفس سے باہر ہے۔یہاں آراستہ کرنے اور قدرت منقش کرنے سے زیادہ کچھ نہیں۔ظہور کس کا اور تجلی کہاں۔اس لئے کہ اس ذات پاک کے اسماء وصفات بھی اس کی بلند ذات کی طرح بے مثل و بے کیف اور بے شبہ اور بے نمونہ ہیں۔جب تک تو آفاق و انفس سے باہر نہیں نکلے گا۔اس بُلند ذات کے اسماء وصفات کی ظلیت کے معنی سے واقف نہ ہوگا۔تو بلند و پاکیزہ اسماء وصفات تک وصول کیسے میسر آ سکتا ہے۔

عجائب کاروبار ہے۔اگر اپنے مکشوفات و معلومات یقینیہ کی بات کروں جو مشائخ کے مذاق کے موافق نہیں۔اور نہ ان کے مکشوفات کے مطابق ہے۔تو کون اعتبار کرے گا۔اور اگر نہ کہوں اور پوشیدہ رکھوں۔تو حق کو باطل کے ساتھ رَلا مِلا دینے کا مرتکب ہوں گا۔اور جس چیز کا حق تعالیٰ وتقدس پر اطلاق جائز نہیں اس کے اطلاق کی گنجائش پیدا ہوگی۔اس لئے ضرورۃً جو حق ہے۔اور اس بُلند ذات کی جناب قدس کے جو کچھ لائق و مناسب ہے۔اس کا اظہار کرتا ہوں۔اور جو کچھ اس سُبحانہٗ وتعالیٰ کی جناب قدس کے نامناسب ہے۔اس کی نفی کرتا ہوں۔ اور دوسرے کے خلاف کرنے کی پرواہ نہیں کرتا۔اور نہ مجھے اس کا کچھ غم ہے۔دوسروں کی مخالفت کا خوف اس وقت ہوتا ہے۔جب کہ مجھے اپنے معاملے میں تذبذب اور اور شک اور اپنے مکشوف میں اشتباہ ہو۔جب کہ سپیدہ صبح کی طرح کام کی حقیقت واضح کرتے ہیں۔اور چودھویں رات کے چاند کی مانند اصل معاملے کو نمایاں کرتے ہیں۔اور ظلال سے مکمل طور پر آگے گذار کر لے جاتے اور شبہ و مثال سے بلند لے جاتے ہیں۔تو اشتباہ کہاں اور تذبذب کیسے رہ سکتا ہے۔

ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے۔کہ صحتِ احوال کی علامت کمال کے حصول کا یقین ہے۔نیز تذبذب و اشتباہ کی صورت کیسے متحقق ہوسکتی ہے۔جب کہ اس بُلند ذات کی عنایت بے نہایت سے ان بزرگون کے احوال مقرّرہ پر تفصیلی اطلاع میسّر آ چکی ہے۔اور توحید و اتحاد اور حاطہ وسریان کے معارف مکشوف ہو چکے ہیں۔اور مکشوف و مشہود کی حقیقت بھی حاصل ہو چکی ہے۔اور اُن کے دقائق علوم و معارف وضاحت سے سمجھ میں آ چکے ہیں۔اور مدّت دراز تک اسی مقام میں رہا ہوں۔اور ان کے قلیل و کثیر یعنی ہر شے سے الا ماشاء اللہ تعالیٰ واقف ہو چکا ہوں۔آخر الامر فضلِ خداوندی جل سلطانہٗ سے ظاہر ہوا کہ یہ سب ظلال کے شعبدے ہیں۔اور

Marfat.com

شبہ ومثال سے گرفتاری ہے۔ مطلوب ان سب سے وراء الوراء اور مقصود ان سب سے ماسوا ہے۔ تو یہ فقیر مجبوراً سب سے رُخ پھیر کر جناب قدس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اور جو کچھ چونی اور چندی کے داغ سے داغدار ہے۔ اس سے پاک ومبرّا ہو گیا۔

''میں نے اپنا رُخ اس ذات کی طرف کر لیا جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ میں ہر باطل مذہب سے الگ ہوتا ہوں۔ اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔''

اگر معاملہ اس طرح نہ ہوتا تو میں مشائخ کے خلاف ہرگز لب کشائی نہ کرتا۔ اور ظن وتخمینے سے ان کی مخالفت نہ کرتا۔ اور اگر یہ خلاف واجب تعالیٰ جل سلطانہٗ کی ذات وصفات سے متعلق نہ ہوتا۔ اور بات اس بلند ذات کی تنزیہہ وتقدیس کے بارے میں نہ ہوتی تو ان اکابر کے مکشوف کے خلاف میری طرف سے کچھ وقوع میں نہ آتا۔ اور نہ ہی ان کے علوم کی مخالفت میں' میں کچھ کہتا۔ کیونکہ میں کمینہ انہی کی دولتوں کے کھلیانوں کا خوشہ چین ہوں اور ان کی نعمتوں کے دستر خوانوں کا پس خوردہ کھانے والا رذیل ہوں۔ میں مکرر اظہار کرتا ہوں کہ مشائخ کرام ہی ہیں جنہوں نے انواع واقسام کی تربیتوں سے میری پرورش کی ہے اور مجھے قسم قسم کے کرام واحسان سے نفع پہنچایا ہے۔ لیکن کیا کیا جائے کہ واجب تعالیٰ جل سلطانہٗ کے حقوق ان کے حقوق' سے فائق ہیں۔ جب بحث اس بلند ہستی کی ذات وصفات کے متعلق چھڑتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس بلند ذات کی جناب قدس کے لائق بعض امور کا اطلاق درست نہیں۔ تو اس مقام میں خاموشی اختیار کرنا۔ اور دوسرے کے خلاف کچھ کہنے سے ڈرنا دین ودیانت سے دُور ہے۔ اور طاعت وبندگی کا مقام اُسے برداشت نہیں۔ کرتا علماء کا مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ سے اُمور خلافیہ میں اختلاف جیسے مسئلہ وحدت وغیرہ نظر واستدلال کی راہ سے ہے۔ اور فقیر کا اختلاف اُن سے کشف وشہود کے راستے سے ہے۔ علماء ان اُمور کے قبح کے قائل ہیں۔ اور بشرط عبور ان کے حُسن کا قائل ہے۔

مسئلہ وحدت وجود میں شیخ علاء الدولہ کا اختلاف علماء کے طور پر مفہوم ہوتا ہے۔ اور ان کی جانب قُبح کی طرف ناظر ہے۔ اگرچہ یہ قبح کشف کے راستے سے آیا ہے۔ کیونکہ صاحب کشف انھیں بُرا نہیں جانتا۔ کیونکہ یہ مسئلہ احوال غریبہ کا متضمن اور معارف عجیبہ پر مشتمل ہے۔ غایۃ مافی الباب اتنی بات ہے کہ اس موطن میں قیام کرنا مستحسن نہیں۔ اور ان احوال ومعارف پر اکتفا کرنا مناسب نہیں۔

سوال: اس صورت میں مشائخ کو باطل پر ماننا پڑے گا۔ اور حق اُن کے مکشوف ومشہود کے ماسوا ہوگا۔

جواب: باطل یہ ہے کہ اس کا صحیح محمل ومعنی نہ ہو سکے۔ اور ہمارے اس مسئلہ میں ان احوال ومعارف کا منشا حق سبحانہٗ کی محبت کا غلبہ اور اس بلند ذات کی محبت کا ایسے طور پر غلبہ ہے۔ جو ان کی نظر بصیرت میں ماسوا کا نام ونشان باقی نہیں چھوڑتا۔ اور غیر وغیریت کے اسم ورسم کو نیست اور لاشے کر دیتا ہے۔ اس وقت ناچار سکر اور غلبۂ حال کے

Marfat.com

باعث ماسوا کو معدوم جانے گا۔ اور حق تعالیٰ کے سوا کسی کو موجود نہ دیکھے گا۔ یہاں باطل کیا چیز ہے اور بطلان کیا۔ یہاں تو حق کا غلبہ اور باطن کا بطلان ہے۔ اور ان بزرگوں نے محبت حق جل وعلا میں اپنے آپ کو اور اپنے علاوہ ہر شے کو بھی ترک کر دیا۔ اور اپنا اور اپنے غیر کا نام ونشان مٹا دیتے ہیں۔ نزدیک ہے کہ باطل ان کے سایہ سے بھی دور بھاگے۔ یہاں سب حق ہے اور حق کیلئے ہے۔ علماء ظاہر بین ان کی حقیقت سے کیا پا سکتے ہیں۔ اور مخالفت کے سوا اور کیا سمجھ سکتے ہیں۔ اور ان کے کمالات سے کیا حاصل کرتے ہیں۔ گفتگو اس میں ہے کہ ان احوال و معارف کے علاوہ کچھ ایسے کمالات بھی ہیں۔ جن کے سامنے یہ احوال و معارف دریائے محیط کے سامنے قطرے کی حیثیت رکھتے ہیں۔

آسمان[1] نسبت بعرش آمد فرود ورنہ بس عالیست پیش خاک تود

ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں۔ اور کہتے کہ حجابات کے زائل ہونے کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے۔ کہ سیر آفاقی میں ظلمانی اور نورانی حجابات مکمل طور پر اُٹھ جاتے ہیں جیسا کہ گذرا فقیر کے نزدیک یہ بات محفل محلِ خدشہ ہے۔ بلکہ اس کے خلاف ثابت ومشہود ہو چکا ہے۔ کہ ظلمانی حجابات کا اُٹھنا تمام مراتب امکان کے طے ہونے سے وابستہ ہے۔ جو سیر آفاقی وانفسی سے میسر آ جاتا ہے۔ لیکن نورانی' حجابات کا اٹھنا واجب تعالیٰ وتقدس کے اسماء وصفات کی سیر سے مربوط ہے۔ یہاں تک کہ اس کی نظر میں نہ اسم باقی رہے نہ صفت۔ نہ شان باقی رہتی ہے نہ اعتبار۔ تو اس وقت اس کے لئے تمام نورانی حجابات اُٹھنے میسر آ جاتے ہیں۔ تو وہ وصل عُریانی سے مشرف ہو جاتا ہے۔ اگر چہ یہ وصل حصول میں بہت کم اور یہ واصل بہت نادر الوجود ہے۔ پس سیر آفاقی میں معلوم نہیں کہ نصف ظلمانی حجابات اُٹھتے ہوں۔ نورانی حجابات کے اُٹھنے کی وہاں کیا صورت ہو سکتی ہے۔ غایۃ مافی الباب اتنی بات ہے کہ ظلمانی حجابات کے مراتب مختلف ہیں۔ جو اشتباہ کا سبب بن جاتے ہیں۔ کیونکہ مثلاً ظلمت میں نفسانی حجابات قلبی حجابات سے اوپر ہیں۔ تو قلیل الظلمۃ شخص اپنے آپ کو نسبتاً نورانیت کے عنوان سے ظاہر کرتا ہے۔ اور ظلمانی حجابات نورانی حجابات کی شکل میں متخیل ہوتے ہیں۔ حالانکہ ظلمانی ظلمانی ہے اور نورانی نورانی۔ تیز نگاہ والا ایک کو دوسرے سے خلط ملط نہیں ہونے دیتا۔ اور اشتباہ کے سبب کو پا لینے کی وجہ سے ظلمت پر نور کا حکم نہیں لگاتا" یہ اللہ کا فضل ہے۔ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ فضل عظیم والا ہے" اور جس طریقے پر اس فقیر کو چلانے سے مشرف کیا گیا ہے۔ ایسا راستہ ہے جو جذبہ وسلوک کا جامع ہے۔ اور وہاں تخلیہ اور تجلیہ آپس میں اکٹھے اور اس مقام میں تصفیہ وتزکیہ آپس میں ملے ہوئے ہیں اور اس میں سیر انفس' سیر آفاق کو متضمن ہے عین تصفیہ میں تزکیہ ہے اور عین تجلیہ میں تخلیہ اور جذبہ سلوک کو فراہم کرتا اور انفس آفاق کو شامل ہیں۔ لیکن تقدم ذاتی تجلیہ اور جذبہ کو شامل

[1] اگر چہ آسمان عرش کی نسبت نیچے ہے۔ لیکن تو وہ خاک کی نسبت بہت بلند ہے۔

Marfat.com

ہے۔اور تصوفیہ کو تزکیہ پر سبقت ذاتی ہے۔اور ملحوظِ نظر انفس ہیں نہ کہ آفاق۔پس لازماً اس طریق میں راہ اقرب ہوگئی۔اور سالک وصول میں نزدیک تر ہوگیا۔بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ طریق یقیناً منزل مقصود تک پہنچانے والا ہے۔اور اس میں عدم وصول کا احتمال مفقود ہے۔حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے استقامت کی درخواست اور فرصت طلب کرنی چاہیئے۔اور وہ جو میں نے کہا ہے۔کہ یہ طریق یقیناً پہنچانے والا ہے۔اس لئے کہا ہے۔کہ اس راہ کا پہلا قدم جذبہ ہے۔جو وصول کی دہلیز ہے اور رُک جانے کے مواقع یا منازل سلوک ہیں یا مقامات جذبات میں جو سلوک کو متضمن نہیں۔اور اس طریق میں دونوں موانع مرتفع ہیں۔کیونکہ سلوک طفیلی ہے۔جو جذبہ کے ضمن میں حاصل ہوتا ہے۔پس یہاں نہ سلوک خالص ہے نہ محض جذبہ تا کہ سدِ راہ بنے۔یہ وہ طریقہ ہے۔جو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی شاہراہ ہے۔یہ بزرگ (انبیاء علیہم السلام) اسی راستے سے اپنے مختلف مراتب کے مطابق منازل وصول تک پہنچے ہیں۔اور انہوں نے آفاق وانفس کو ایک قدم میں طے کیا اور دوسرا قدم آفاق وانفس سے باہر جار کھا ہے اور معاملے کو سلوک اور جذبہ سے اوپر لے گئے۔اس لئے کہ سلوک کی نہایت سیر آفاقی کی نہایت تک ہے۔اور جذبے کی نہایت سیر انفسی کی نہایت تک۔اور جب سیر آفاقی اور انفسی نہایت کو پہنچ گئی۔سلوک وجذبہ کا معاملہ مکمل ہوگیا۔اس کے بعد یہ سُلوک ہے نہ جذبہ۔یہ معنی ہر مجذوب سالک اور ہر سالک مجذوب کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔اس لئے کہ ان کے نزدیک آفاق وانفس کے باہر قدم رکھنے کی کوئی جگہ نہیں۔اگر بالفرض ابدی عمر پائیں۔تو ساری کی ساری سیر انفس میں صرف کردیں گے۔اور پھر بھی اُسے تمام نہ کرسکیں گے۔ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

ذرہ گر بس نیک ور بس بدبود گرچہ عمرے تگ زند در خود بود

جیسا کہ گذرا۔اور ایک دوسرے بزرگ فرماتے ہیں۔کہ ذات کی تجلی متجلی لہٗ کی صورت میں ہی ہوسکتی ہے۔پس متجلی لہٗ نے اپنی صورت کے سواحق کے آئینہ میں کچھ نہیں دیکھا۔اور اس نے حق کو نہیں دیکھا اور نہ ہی ممکن ہے کہ اُسے دیکھ سکے۔

جاننا چاہیئے کہ میرے پیر اور بخدا میرے رہنما جن کے توسّل سے میں نے اس راستے میں آنکھیں کھولی ہیں اور اُن کے توسّط سے طریقت میں لب کشائی کی ہے۔اور طریقت میں الف و با کا سبق انہی سے لیا ہے۔اور مولویت کا ملکہ بھی میں نے انہی کی توجہ شریف سے حاصل کیا ہے۔اگر مجھ میں علم ہے تو انہی کی طفیل اور اگر معرفت ہے تو وہ بھی انہی کے التفات کا اثر ہے۔میں نے اندراج النہایہ فی البدایہ کا طریقہ انہی سے سیکھا ہے۔اور قبولیت کے طریقہ پر نسبتِ انجذاب بھی انہی سے اخذ کی ہے۔اور ان کی ایک نگاہ سے میں نے وہ کچھ دیکھا ہے۔کہ لوگ چالیس دن کے چلہ میں بھی نہیں دیکھ سکتے۔اور اُن کے ایک التفات سے میں نے وہ کچھ پایا کہ

Marfat.com

دوسرے سالہا سال میں بھی حاصل نہیں کر سکتے [1]

آنکہ بہ تبریز یافت یک نظر شمس دین — طعنہ زند بر دہ سخرہ کند بر چلہ

اچھا کہا ہے جس نے کہا ہے۔ [2]

نقشبندیہ عجیب قافلہ سالار اند — کہ برند از راہِ پنہاں بحرم قافلہ را

ان نقشبندی بزرگوں نے علوِ فطرت اور بُلند ہمت کی بناء پر طریقت کی ابتداءِ سیر انفسی سے قرار دی ہے۔ اور سیر آفاقی کو اس کے ضمن میں طے کیا ہے۔ ان بزرگوں کی عبارات میں ''سفر در وطن'' اسی سیر سے کنایہ ہے۔ ان بزرگوں کے طریق میں راہ بہت قریب اور وصول بہت نزدیک ہے۔ اور دوسروں کی سیر کی نہایت ان بزرگوں کی ابتداء ہے۔ اس لئے انہوں نے فرمایا ہے'' ہم نہایت کو ہدائت میں درج کرتے ہیں۔ الغرض تمام طرق مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم جمیعہم کے درمیان ان بزرگوں کا طریقہ بہت بُلند ہے۔ اور یہ کہنا روا ہے کہ دوسروں کی اکثر آگاہیوں سے ان کا حضور اور ان کی آگاہی فائق اور رافع ہے۔ اسی بناء پر انہوں نے فرمایا ہے۔ کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بُلند ہے اور اس نسبت سے مراد ان کی یہی حضور و آگاہی ہے۔ لیکن چونکہ ولایت اولیاء کی قدم گاہ و گذرگاہ آفاق و انفس اور سلوک و جذبہ کے ماوراء اور ماسوا نہیں اس بناء پر مجبوراً ان بزرگوں نے آفاق و انفس سے باہر کی خبر نہیں دی اور جذبہ و سلوک سے اوپر کے متعلق گفتگو نہیں کی۔ یہ بزرگ کمالات ولایت کے اندازہ کے مطابق فرماتے ہیں'' اہل اللہ فنا و بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے اندر دیکھتے ہیں۔ اور جو کچھ سنتے ہیں۔ اور ان کی حیرت اپنے وجود میں ہوتی ہے۔

وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ O — اور تمہارے اندر ہے کیا تم نہیں دیکھتے۔

اللہ سبحانہٗ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ ان بزرگوں نے اگرچہ انفس سے باہر کی خبر نہیں دی۔ تاہم انفس میں گرفتار بھی نہیں ہیں۔ چاہتے ہیں کہ انفس کو بھی آفاق کی طرح لا کے نیچے لائیں اور غیریت کی وجہ سے اس کی بھی نفی کر دیں۔ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرّہٗ فرماتے ہیں'' جو کچھ دیکھا گیا ہے یا سنا گیا یا جانا گیا سب غیر ہے اور کلمہ لا کی حقیقت اس کی نفی کرنی چاہیئے [1]

نقش بند ند و لے بند بہر نقش نیند — ہردم از بو العجبی نقشِ دگر پیش آرند

نقشبند [2] نے ولیک از نقش پاک — نقش ماہم گرچہ پاک از لوح خاک

---

[1] شمس دین نے تبریز میں جو کچھ ایک نگاہ میں پایا۔ وہ دس روزہ خلوت پر طعنہ زن اور چالیس روزہ چلے کا مذاق اڑاتا ہے۔

[2] نقشبندی بزرگ عجیب قافلہ سالار ہیں۔ کہ پوشیدہ راستے سے قافلے کو حرم تک پہنچا دیتے ہیں۔

[1] نقشبند کہلاتے ہیں مگر کسی نقش میں بند نہیں ہیں۔ اپنے کمال اور ابوالعجبی سے ہر ساعت عمدہ نقش پیش کرتے ہیں۔

[2] نقشبند کہلاتے ہیں لیکن ہر نقش سے پاک ہیں۔ اگرچہ ہمارا نقش بھی لوحِ خاک سے پاک ہے۔

Marfat.com

یہاں ایک سرّ ہے جاننا چاہیئے کہ غیریت کی نفی کرنا اور ہے اور غیریّت کے خود بخود منتفی ہو جانا امر دیگر۔ ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ اور میں نے جو کہا ہے۔ کہ ولایت کے لئے جذبہ وسلوک اور آفاق وانفس سے باہر قدم گاہ نہیں۔ اس لئے کہا ہے کہ ولایت کے ان ارکانِ اربعہ سے اوپر کمالاتِ نبوت کے مبادی اور مقدمات ہیں۔ کہ ولایت کے ہاتھ اس بلند و بالا درخت تک نہیں پہنچ سکتے۔ انبیاء علیہم والصلوات والتسلیمات کے اکثر اصحاب اور اصحاب کے علاوہ امتیوں میں سے بہت کم لوگ انبیاء علیہم الصّلوات والتسلیمات والتحیات کی تبعیت و وراثت کے طور پر اس دولت سے مستفید ہوئے ہیں۔ اور جذبہ وسلوک کی شاہراہ کے ذریعے دوری کے منازل طے کر کے وجذبہ سے باد قدم رکھا ہے اور دائرہ ظلال سے مکمل طور پر باہر نکل کر انفس کو آفاق کی طرح پیچھے چھوڑ دیا ہے اور اس مقام میں تجلی برقی ذاتی جو دوسروں کو لحہ کے لئے چمکنے والی بجلی کی طرح نصیب ہوتی ہے۔ ان کو دائمی طور پر حاصل ہے۔ بلکہ اُن بزرگوں کا معاملہ تجلّی سے اوپر ہے چاہے برقی ہو چاہے غیر برقی۔ کیونکہ تجلّی بھی ایک طرح کی ظلیت چاہتی ہے۔ اور ظلیت کا ایک نقطہ بھی ان بزرگوں پر عظیم پہاڑ کی طرح بھاری ہے۔ ان بزرگوں کے کام کی ابتدا جذب و محبت الٰہی جلّ سلطانہٗ سے اور جب خداوند جلّ سلطانہٗ عظم شانہٗ کی عنایت بے نہایت سے یہ محبت ساعت فساعت غلبہ کرتی چلی جاتی ہے۔ اور قوت و تسلّط پیدا کر لیتی ہے۔ تو ناچار ماسوا کی محبت درجہ بدرجہ رُو بزوال ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور اغیار سے گرفتاری کا تعلق بتدریج ہٹتا چلا جاتا ہے۔ اور جب کسی صاحب دولت سے محبتِ خداوندی جلّ سلطانہٗ کے غلبہ کے باعث ماسوا کی محبت بالکل زائل ہو جاتی ہے۔ اور اس کی جگہ جنابِ قدس خداوندی کی محبت و گرفتاری لے لیتی ہے۔ تو لازماً اوصافِ رذائل اور اخلاقِ ردیّہ پورے طور پر اس سے دُور ہو جاتے ہیں۔ اور وہ اخلاقِ حمیدہ سے آراستہ ہو جاتا ہے۔ اور مقامات[1] عشرہ سے موصوف ہو جاتا ہے۔ اور جو کچھ سیر آفاقی سے تعلق رکھتا تھا بے مشقت سلوک وتفصیل اور بے ریاضات ومجاہدات شدیدہ میسر آ جاتا ہے۔ کیونکہ محبت محبوب کی اطاعت کا تقاضا کرتی ہے۔ اور محبت کمال کو پہنچ گئی اطاعت پورے طور پر حاصل ہو گئی۔ اور جب محبوب کی اطاعت بروجہ اتم قوتِ بشری کے اندازہ کے مطابق حاصل ہو گئی تو مقاماتِ عشرہ بھی حاصل ہو گئے۔ نیز اسی سیر محبوبی کے ساتھ جس سیر آفاقی میسّر ہو گئی۔ سیر انفسی بھی انتہا کو پہنچ گئی۔ کیونکہ مخبر صادق علیہ وعلیٰ آلہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا ہے۔

[2] اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ آدمی اس کے ساتھ ہے۔ جس سے اُسے پیار ہے۔

اور جب کہ محبوب آفاق وانفس سے ماوراء ہے۔ محب کو بھی تقاضا معیّت کے مطابق آفاق وانفس سے آگے نکلنا چاہیے۔ اس لئے لازماً سیر انفسی کو بھی پیچھے چھوڑتا ہے۔ اور معیّت کی دولت حاصل کرتا ہے پس یہ بزرگ دولتِ معیّت کی وجہ سے نہ تو آفاق سے سروکار رکھتے ہیں نہ انفس سے۔ بلکہ آفاق وانفس ان کے کاروبار کے تابع

---

[1] یعنی توبہ' صبر' شکر' زہد' توکل' قناعت اور رضا وغیرہ

[2] بخاری ومسلم شریف۔

Marfat.com

ہے۔اور سلوک وجذبہ ان کے معاملے کا طفیلی۔ان بزرگوں کا سرمایہ محبت ہے۔ جسے محبوب کی اطاعت لازم ہے۔ اور محبوب کی اطاعت شریعت کی بجاآوری سے وابستہ ہے۔علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ۔جو اس کا پسندیدہ دین ہے۔لہٰذا کمال محبت کی علامت شریعت کی کمال بجاآوری کو قرار دیا گیا ہے۔اور شریعت کی کامل طور پر بجا آوری علم، عمل اور اخلاص سے وابستہ ہے۔ایسا اخلاص جو تمام اقوال واعمال اور جمیع حرکات وسکنات میں پایا جائے۔جو مخلص بفتح لام کا حصہ ہے۔مخلصین بکسر لام اس امر دشوار کو کیا پا سکتے ہیں "مخلصین بڑے خطرے میں ہیں" کا مقولہ آپ نے سُنا ہوگا۔

اب ہم اصل بات کی طرف آتے اور کہتے ہیں۔کہ سیر وسلوک اور جذبہ وتصفیہ کس مقصود اخلاق ردّیہ اور اوصاف رذیلہ سے نفس کی تطہیر اور پاکیزگی ہے۔کہ ان تمام رذائل اور اخلاق ردیہ کی رئیس اور سردار نفس، اس کی مرادوں اور اس کی خواہشات کے حصول میں گرفتار رہنا ہے۔اس لئے سیر انفسی سے چارہ نہیں اور نہ صفات ذمیمہ سے صفات حمیدہ کی طرف (اس کے بغیر) گذر ہوسکتا ہے۔اور سیر افاقی مقصود سے خارج ہے۔کوئی مفید غرض اس سے متعلق نہیں ہے۔کیونکہ آفاق سے گرفتاری انفس سے گرفتاری کے واسطہ سے ہے اس لئے کہ جس چیز سے بھی انسانی دوستی ہے۔اپنے آپ سے دوستی کی وجہ سے ہے۔اور اگر انسان مال واولاد سے محبت کرتا ہے۔اپنے نفع اور فائدے کے لئے کرتا ہے۔اور جب سیر انفسی میں حق جل وعلا کی محبت کے غلبہ کے باعث اپنی ذات سے دوستی زائل ہوگئی تو اس کے ضمن میں مال واولاد سے دوستی بھی زائل ہوگئی۔پس سیر انفسی تو ضروری ہے اور سیر آفاقی طفیلی طور پر اس کے ضمن میں میسر آجاتی ہے۔اسی لئے انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی سیر انفس میں منحصر تھی۔اور آفاقی طفیلی طور پر ضمن میں طے ہو جاتی تھی۔ہاں سیر افاقی بھی اچھی چیز ہے۔اگر اس کے طے کرنے کی فرصت دیں۔اور رکاوٹوں کے درمیان میں حائل ہونے کے بغیر ہی انجام تک پہنچا دیں۔اور اگر اس کے طے کرنے کی فرصت نہ دیں اور رکاوٹوں میں مبتلا کر دیں تو نزدیک ہے۔کہ سیر آفاقی لایعنی کاموں میں شمار ہو جائے اور حصول مطلوب کے مواقع میں داخل ہو جائے۔سیر انفسی جس قدر طے ہوسکے غنیمت ہے۔کیونکہ یہ بدی سے نیکی کی طرف جانا ہے۔نعمتِ عظیم ہے۔اگر اس سیر کو بندہ انجام تک لے جائے۔اور دائرہ انفس سے باہر ٹہلنا شروع کر دے۔کیا ضرورت ہے کہ (سالک) تلونیات نفس کو آفاق کے آئینہ میں مشاہدہ کرے۔اور اپنے تغیرات کا آفاق میں معائنہ کرے جس طرح اپنے صفائے قلب کو مثلاً آئینہ مثال میں معلوم کرے اور اسی صفائی کو نور سُرخ کی صورت میں بھی دیکھے۔اپنی قوتِ باطن کو کیوں کام میں نہیں لاتا۔اور اس کی صفائی کو اپنی فراست کے سپرد کیوں، نہیں کرتا۔ مثال مشہور ہے۔کہ بارہ سالہ لڑکے کے طبیب کی کیا حاجت ہے۔کیونکہ سالک اپنے وجدان صحیح سے اپنے احوال کی تلونیات کو پالے گا۔اور فراست سے ہی اپنی صحت وسقم کو معلوم کرے گا۔ہاں یہ بات ضرور ہے کہ سیر آفاقی میں علوم ومعارف اور تجلیات وظہورات بہت ہیں۔لیکن ان سب کا رجوع ظلال کی طرف ہے۔اور شبہ ومثال سے تسلی گیر ہونے کی بات ہے۔جب کہ سیر انفسی بھی ظلال سے تعلق رکھتی ہے۔جیسا کہ (میں نے) رسائل ومکاتیب

Marfat.com

میں اس کی تحقیق کی ہے۔ تو چاہیئے کہ سیر آفاقی ظل الظل سے متعلق ہو۔ کیونکہ آفاق انفس کے لئے ظل کی طرح اور اس کے ظہور کا آئینہ ہے۔

جاننا چاہیئے کہ انفس کے احوال کو جو آفاق کے آئینے میں مشاہدہ کرتے اور صفا و تجلیہ کو وہاں سے معلوم کرتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کوئی شخص خواب یا واقعہ میں عالم مثال کے اندر اپنے آپ کو بادشاہ یا قطب بنا ہوا دیکھے۔ فی الحقیقت وہ شخص نہ بادشاہ ہے نہ قطب۔ بادشاہ اور قطب وہ ہیں جو خارج میں ان دو مرتبوں سے مشرّف ہیں۔ غایۃ مافی الباب اتنی بات ہے۔ کہ اس خواب اور اس واقعہ سے دیکھنے والے کے بادشاہ یا قطب بننے کی استعداد معلوم ہوتی ہے۔ سخت جان ماری کی ضرورت ہے تاکہ معاملہ قوت سے فعل اور گوش سے آغوش تک پہنچ سکے۔ اور جس کے بارے میں ہم گفتگو کر رہے ہیں۔ اس میں تزکیہ اور تجلیہ سیرِ انفسی سے وابستہ ہے۔ کیونکہ سیر آفاقی میں جو کچھ دیکھا ہے وہ تزکیہ و تجلیہ کی استعداد و قابلیت ہے پس خارج میں اپنے آپ کو سیر انفسی کے ساتھ مزکیٰ اور مطہر نہیں دیکھ سکتا۔ اور صرف وجدان سے اپنے آپ کو مصفا نہیں پا سکتا۔ فی الحقیقت فنا سے اُسے کچھ حصہ نہیں۔ اور مقامات عشرہ کے ساتھ موصوف ہونے سے بے بہرہ ہے۔ اور اطوار[1] سبعہ سے چھلکے کے سوا اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں آیا۔ پس ناچار سیر انفسی سیر الی اللہ میں داخل ہوگئی اور سیر الی اللہ کا تمام ہونا جو مقام فنا ہے' سیر انفسی کے تمام ہونے کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور سیر فی اللہ کی جو کئی مراحل سیر انفسی کے بعد ہے صورت سامنے آتی ہے۔[2]

كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰى سُعَادَ وَّ دُوْنَهَا قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَهُنَّ حُيُوْفٌ

اسے سعادت کے آثار والے! سیر انفسی میں علمی اور حبّی تعلق جو ذات سالک سے منسوب تھا' زائل ہوگیا۔ اور جو گرفتاری اُسے اپنی ذات سے تھی' اُٹھ گئی تو دوسروں کی گرفتاری بھی اس کی ذات سے گرفتاری' کے زوال کے ضمن زئل ہوگئی۔ کیونکہ دوسروں کے ساتھ گرفتاری اپنی ذات کے ساتھ گرفتاری کے واسطہ سے تھی۔ جیسا کہ اس کی تحقیق اوپر مذکور ہوئی۔ پس یہ بات درست ہوگئی۔ کہ سیر آفاقی سیر انفسی کے ضمن میں طے ہو جاتی ہے۔ اور سالک اس ایک سیر کے ساتھ ہی اپنی ذات کے ساتھ گرفتاری اور دوسروں کی گرفتاری سے نجات پا جاتا ہے۔ تو اس کے اندازے کے مطابق سیر انفسی اور سیر آفاقی کے معنی کی تحقیق درست ہوگئی کیونکہ فی الحقیقت سیر انفس میں ہوتی ہے۔ لیکن وہی سیر آفاق میں بھی ہے۔ اس لئے کہ بتدریج انفس سے تعلقات قطع کرنا انفس میں سیر ہے۔ اور سیر انفسی کے ضمن میں آفاق سے قطع تعلقات کی جو صورت بنتی ہے۔ وہ آفاق میں سیر ہے۔ بخلاف دوسروں کی سیر آفاقی اور سیر انفسی کے۔ کیونکہ وہ تکلف کی محتاج ہے جیسا کہ گذرا۔ ہاں ہاں جہاں حقیقت ہے وہاں تکلف سے آزادی ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ الموفق۔

---

[1] یعنی عالم خلق و امر کے سات لطائف کے حالات۔
[2] سُعاد معشوقہ تک پہنچنا کس طرح ممکن ہے۔ جب کہ اس کے اور میرے درمیان پہاڑوں کی بلند چوٹیاں اور دشوار گذار پگ ڈنڈیاں واقع ہیں۔

Marfat.com

سُن پھر سُن! کہ سیر انفسی میں سالک کے آئینے میں واجب تعالیٰ جل سلطانہ کے اسماء وصفات کا ظہور جو کہا گیا ہے سے تجلیہ بعد از تخلیہ کا خیال کیا گیا ہے وہ فی الحقیقت اسماء وصفات کا ظہور نہیں ہے اور نہ ہی تجلیہ بعد از تخلیہ ہے۔ بلکہ وہ ظہور اسماء وصفات کے ظلال میں سے کسی ظل کا ظہور ہے جو تخلیہ کا سبب ظہور ہے اور تزکیہ اور تصفیہ کو آسان کرنے والا ہے۔

اس کی تفصیل یوں ہے۔ کہ ابتدا حضرت حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ جو مبدائیت کے مُناسب ہے۔ طالب کے آئینے میں اولاً مطلوب کے ظلال میں سے کسی ظل کا ظہور ہوتا ہے۔ تاکہ طالب کی تاریکیوں اور اس کے میل کچیل کو دور کر دیں۔ اور اُسے تزکیہ اور تصفیہ حاصل ہو۔ تاریکیوں کے دُور ہونے اور تزکیہ اور تصفیہ کے حاصل ہونے کے بعد جو مکمل طور پر سیر انفسی سے وابستہ ہے تخلیہ کی صورت بنتی ہے۔ اور تجلیہ کی استعداد پیدا ہوتی ہے واجب تعالیٰ جل سلطانہ کے اسماء وصفات کے ظہور کے قابل ہوتا ہے۔ لہٰذا سیر انفسی سے میں تخلیے کو حاصل کیا جاتا ہے۔ جو تزکیہ وتصفیہ سے وابستہ ہے۔ اور جس تجلیے کا وہم سیر آفاقی میں ہوا تھا۔ وہ تخلیے کی صورت تھی نہ کہ حقیقت تخلیہ تاکہ سیر انفسی میں ہی حصول تخلیہ اور ظہور متصور ہو۔ جیسا کہ مشائخ نے کہا ہے۔ اس بیان سے لازم آیا۔ کہ ظلی وابستگی گستن' (تعلقات توڑنے) پر مقدم ہے۔ جب تک مطلوب کے ظلال میں سے کوئی ظل سالک کے آئینے میں منعکس نہ ہو غیر مطلوب سے قطع تعلقی متصور نہیں ہوتی۔ لیکن اصل سے وابستہ ہونا گستن قطع تعلقی کے بعد ہے۔ لہٰذا مشائخ میں سے جنہوں نے پیوستن کو مقدم رکھا ہے۔ تو اس سے ظلی پیوستگی مراد لینی چاہیئے۔ اور جنہوں نے گستن کو پیوستن پر مقدم کیا ہے۔ تو اس سے اصل سے پیوستگی مراد لی جائے تاکہ فریقین کی نزاع لفظی بن جائے۔

اور شیخ ابو سعید خراز قدس سرہ اس مقام میں متوقف ہے۔ وہ کہتا ہے "تا نر بی نیابی تر ہی ندانم کدام پیش بود" یعنی جب تک قطع تعلقی نہ کرے گا۔ مقصود نہ پائے گا اور جب تک مقصود کو نہ پائے گا۔ غیر سے قطع تعلقی میں کامیاب نہ ہوگا۔ میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے پہلے کس کا وقوع ہوتا ہے معلوم ہوگیا کہ ظل کی یافت تعلقات سے آزاد ہونے کے بعد ہے اور اصل کی یافت آزاد ہونے کے بعد۔ لہٰذا کوئی اشتباہ نہ رہا۔ جس طرح صبح کے وقت طلوع آفتاب سے پہلے سورج کے انوار کے ظلال کا ظہور ہوتا ہے۔ تاکہ عالم کو ظلمات سے خالی کرے اور صفائی عطا کرے ظلمات کے زوال اور صفائی کے حصول کے بعد نفس آفتاب کا طلوع ہوتا ہے۔ اس لئے آفتاب کے ظل کا ظہور ظلمات کے زوال سے پہلے ہے۔ اور نفس آفتاب کا طلوع ظلمات کے زائل ہونے کے بعد ہے۔ بادشاہوں کا جلوہ نما ہونا تخلیہ اور تصفیہ کے بعد مناسب ہوتا ہے۔ اگرچہ تخلیہ اور تصفیہ اُن کے مقدمۃ الجیش کے طلوع کے بغیر متصور نہیں ہے۔ تو حق ظاہر ہوگیا اور جھگڑا ختم ہوگیا اور اشتباہ دور ہوگیا۔

"وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ اَلۡمُلۡہِمُ"

Marfat.com

مکتوب نمبر (۴۳)

مولانا محمد افضل کی طرف صادر فرمایا:

اس معنی کے بیان میں کہ اس بارگاہ میں ذوقِ یافت ہے، یافت نہیں اور اندراج النہایہ فی البدایہ کے معنی میں جو اس بلند طریقہ کا خاصہ ہے اور اس کی دوسرے طریقوں پر افضلیت، اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اس بلند طریقہ کے مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی عبارات میں واقع ہوا ہے۔ کہ اس حضرت جل سلطانہ، میں ذوق یافت ہے نہ کی یافت۔ یہ بات نہایت کی ہدات میں اندراج کے مناسب ہے۔ جو ان بزرگوں کے جذبہ خاص کے مقام کے مناسب ہے۔ اس مقام یا یافت کی حقیقت ہے کیونکہ وہ انتہا کے ساتھ مخصوص ہے۔ لیکن جب کہ نہایت کو ہدایت میں درج کرنے کی چاشنی ان بزرگوں نے اس میں ڈال دی ہے۔ اس لئے ذوقِ یافت یہاں میسر آ جاتا ہے۔ اور جب جذبہ سے معاملہ باہر آتا ہے اور ابتدا سے وسط میں آتا ہے۔ تو ذوقِ یافت بھی یافت کی طرح عدم کی جانب رخ کر لیتا ہے۔ نہ یافت رہتی ہے اور ذوق یافت۔ اور جب کام نہایت تک پہنچتا ہے تو یافت میسر آ جاتی ہے۔ اور ذوق یافت مفقود ہو جاتا ہے۔ اور جب منتہی کے حق میں ذوق یافت مفقود ہے تو التذاذ اور حلاوت بھی اس کے حق میں کمتر ہے۔ منتہی ذوق وحلاوت کو اوّل قدم میں ہی چھوڑ چکا ہے۔ اور آخر کار بے حلاوتی اور بے مزگی کے گوشہ گمنامی چلا جاتا ہے۔[1]

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ مُتَوَاصِلَ الْحُزْنِ دَائِمَ الْفِكْرِ ط	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم و بارک ہمیشہ غمگین اور متفکر رہتے تھے۔

سوال: جب منتہی کو مطلوب کی یافت میسر آ گئی تو ذوق یافت کیوں مفقود ہو گیا۔ اور مبتدی جب کہ یافت سے بے بہرہ ہے تو اُسے ذوقِ یافت کہاں سے میسر آ گیا۔

جواب: یافت کی دولت منتہی کے باطن کے لئے ہے۔ جس نے اپنے ظاہر سے تعلق منقطع کرنے سے مشرف ہوا ہے۔ اور جب اس کے باطن کو اس کے ظاہر سے تعلق بہت کم رہ گیا ہے تو لازماً باطنی نسبت ظاہر میں سرایت نہیں کرتی اور باطنی کی یافت سے ظاہر کو کچھ ذوق ولذت نصیب نہیں ہوتی پس منتہی کے باطن کو مطلوب کی یافت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کے ظاہر کو ذوقِ یافت نہیں ہوتا باقی رہا ذوق باطن کہ یافت اس کا حصہ ہے جب باطن نے

[1] ترمذی شریف۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ کیفیت زیادہ فکر اور جلال الٰہی میں استغراق کے باعث ہوتی تھی ظاہر میں آپ کا اکثر تبسم رہنا تالیف قلب اور شفقت کے طور پر ہوتا تھا۔

Marfat.com

بے چونی سے حصہ پایا ہے۔ تو اس کا وہ ذوق بھی بے چونی کے جہان سے ہوگا۔ اور ظاہر کے درک میں جو سراسر چون ہے' نہیں آئے گا۔ لہذا ایسا اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ ظاہر باطن کے ذوق کی نفی کرتا ہے۔ اور باطن کو بھی اپنی طرح بے حلاوت جانتا ہے۔ کیونکہ چوں کا ذوق اور ہے اور بے چوں کا ذوق اور۔ اور جب کہ منتہی کا ظاہر بھی اس کے باطن' سے بے خبر ہے۔ تو ظاہر بین عوام منتہی کے باطن سے کیا واقف ہونگے۔ اور انکار کے سوا اُن کے حصے میں کیا آئے گا۔ جو ذوق ان کے فہم میں اتا ہے' ظاہر کا ذوق ہے۔ جو عالم چوں سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سماع' رقص' ہاؤ ہو اور بے قراری وغیرہ جو ظاہر کے احوال اور صورت کے اذواق ہیں۔ ان کے نزدیک بڑے نادر الوجود اور عظیم القدر ہین۔ بلکہ بہت ممکن ہے کہ اذواق و مواجید کو انھیں مذکورہ امور میں منحصر جانیں۔ اور ولایت کے کمالات صرف انہی امور کو گمان کریں۔ اللہ سبحان انھیں سیدھی راہ رکھائے۔ ظاہر کے احوال باطنی احوال کی نسبت اس طرح ہیں جس طرح چوں بے چوں کے سامنے۔ تو ثابت ہوگیا کہ منتہی کا باطن یافت بھی رکھتا ہے اور ذوقِ یافت بھی۔ صرف اتنی بات ہے کہ جب وہ ذوق بے چونی کے عالم سے بہرہ ور ہے تو اس کے ظاہر کے ادراک میں نہیں آسکتا۔ بلکہ ظاہر اس ذوق کی نفی کا فیصلہ کرتا ہے۔ اگر چہ یافت باطن کی ظاہر کو اطلاع ہے۔ لیکن اس یافت کے ذوق کو نہیں پا سکتا۔ پس نظر بہ ظاہر کہا جا سکتا ہے۔ کہ منتہی کو یافت میسر ہے لیکن ذوقِ یافت مفقود ہے۔ اور اس بلند طریقہ سے سمجھدار مبتدی کیلئے جو فقدانِ یافت کے باوجود ذوق یافت ثابت کرتے ہیں۔ تو وہ اس وجہ سے ہے کہ بزرگ ابتداء میں انتہا کی چاشنی درج کرتے ہیں۔ انعکاس کے طور پر مبتدی رشید کے باطن میں نہایت کا پرتو ڈالتے ہیں اور جب کہ مبتدی کا ظاہر اس کے باطن سے مرتبط ہے اور اس کے ظاہر و باطن میں قوتِ تعلق ثابت ہے تو لازماً نہایت کا وہ پرتو اور وہ چاشنی ولایت باطن سے مبتدی کے ظاہر کے کی طرف دوڑ آئی ہے۔ اور ظاہر کو اس کے باطن کی طرح رنگین کر دیتی ہے۔ اور یافت کا ذوق بے اختیار اس کے ظاہر میں نمایاں ہو جاتا ہے۔ تو یہ بات درست ہوگئی کہ مبتدی میں حقیقتِ یافت مفقود اور ذوق یافت موجود ہے۔ اس بیان سے اکابر نقشبند قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقہ کی بلندی اور ان کی بلند نسبت کی رفعت معلوم ہوتی ہے۔ اور مریدوں اور طالبوں کے حق میں ان بزرگوں کے حسنِ تربیت اور کمال اہتمام کا پتہ چلتا ہے۔ اور پہلے قدم میں ہی جو کچھ خود رکھتے ہیں طالب صادق مُرید رشید کو حوصلے کے مطابق عطا کر دیتے ہیں۔ اور ربطِ حُبّی کے تعلق کی بناء پر التفات و انعکاس سے اس کی تربیت کرتے ہیں۔

دوسرے سلاسل کے بعض مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کو ان بزرگوں کے صادر شدہ قول یعنی اندراج النھایة فی البدایة میں اشتباہ ہے۔ اور انھیں اس بات کی حقیقت میں شک و تردد ہے۔ اور وہ اس کو جائز قرار نہیں دیتے کہ اس طریقہ کا مبتدی دوسرے طریقوں کے منتہی کے برابر ہو جائے۔ تعجب ہے کہ اس طریقہ کے مبتدی کی دوسرے طریقوں کے منتہی حضرات کے ساتھ مساوات انہوں نے کہاں سے سمجھی ہے۔ نقشبندی بزرگوں نے نہایت کو بدایت میں درج کرنے کی بات سے زیادہ کچھ نہیں کہا۔ اور یہ عبارت مساوات پر دلالت نہیں کرتی

Marfat.com

اور (اس قول سے ان بزرگوں کا) مقصود یہ ہے کہ اس طریقہ میں شیخ منتہی اپنی توجہ و تصرف سے انعکاس کے طور پر اپنی نہایت کی دولت کی چاشنی سے مبتدی رشید کو عطا فرماتا ہے۔ اور اس کی ہدایت میں اپنی نہایت کا نمک ملا دیتا ہے۔ مساوات کی جائے اشتباہ کہاں ہے۔ اور اس کی حقیقت میں شک کی کیا گنجائش ہے۔ اور اندراج بڑی دولت ہے۔ اس طریق کا مبتدی اگرچہ منتہی کا حکم نہیں رکھتا۔ تاہم نہایت کی دولت سے بے نصیب نہ رہے گا۔ اور نمک کا وہ ذرہ اُسے مکمل طور پر ملیح اور نمکین کرے گا بخلاف دوسرے طریقوں کے مبتدیوں کے کہ نہایت سے بہت دور ہیں۔ اور منزلوں اور مسافتوں کے طے کرنے میں زیر بار ہیں۔ افسوس ہزار افسوس اگر انھیں ان منازل کے قطع کرنے کی فرصت نہ دیں اور مسافتوں کے طے کرنے کو ان کے حق میں تجویز نہ کریں۔ اور جب اس طریق کے مبتدی اور دوسرے طریقوں کے مبتدیوں کے درمیان فرق واضح ہو گیا اور اس مبتدی کی فضیلت دوسرے ارباب ہدایت پر ظاہر ہو گئی۔ تو جاننا چاہیئے کہ اس طریق کے منتہیوں اور دوسرے طرق کے منتہیوں میں بھی اس قدر فرق ہے اور اس منتہی کی دوسرے طرق کے منتہیوں پر اسی مقدار میں ثابت ہے۔ بلکہ اس طریقہ عالیہ کی نہایت دوسرے تمام طرق کے مشائخ کی نہایات سے وراء الوراء ہے۔ میری اس بات کا انھیں یقین آئے یا نہ آئے۔ اگر انصاف سے کام لیں گے تو شاید باور کرلیں۔ وہ نہایت جس کی ہدایت نہایت آمیز ہو دوسروں کی نہایات سے البتہ ممتاز ہو گی۔ اور بہر حال باقی تمام نہایتوں کی نہایت ہو گی۔

سالیکہ نکوست از بہارش پیدا است[1]

دوسرے سلاسل کے متعصب لوگوں کی ایک جماعت ہمیں کہتی ہے کہ ہماری نہایت وصول بحق سُبحانہٗ ہے۔ اور تم اُسے اپنی ہدایت کہتے ہو۔ تو حق سے آگے کہاں جاؤ گے۔ اور حق سے آگے تمہاری نہایت کیا چیز ہو گی۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم حق سے حق جل سلطانہٗ کی طرف جاتے ہیں۔ اور شائبہ ظلیت سے بھاگ کر اصل الاصل کی طرف دوڑتے ہیں۔ اور تجلیات سے اعراض کر کے متجلی کو طلب کرتے ہیں اور ظہورات کو پیچھے چھوڑ کر ظاہر کو بطن بطون میں چاہتے ہیں۔ اور جب کہ ابلغیت میں مختلف مراتب ہیں۔ اس لئے ایک الطفیت سے دوسری الطفیت کی طرف جاتے ہیں۔ اور اس دوسری الطفیت سے تیسری الطفیت کی طرف قدم بڑھاتے ہیں۔ اسی طرح آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں جہاں تک اللہ چاہیئے۔ حضرت حق سُبحانہٗ و تعالیٰ اگرچہ بسیط حقیقی ہے۔ لیکن فراخ بھی ہے۔ نہ وہ وسعت جس میں طول و عرض ہو۔ کیونکہ وہ تو نشانات امکان اور علامات حدوث میں سے ہے بلکہ اس بلند ذات کی وسعت اس سُبحانہٗ کی طرح بے چوں و بے چگون ہے۔ اور جو سیر اس وسعت میں واقع ہوتی ہے وہ بھی بے چوں و بے چگون ہے۔ اور جو سیر اس وسعت میں واقع ہوتی ہے وہ بھی بے چوں و بے چگون ہے۔ اور صاحب سیر بھی چونی اور چندی کے باوجود بے چونی اور بے چگونی کی قوت سے ان بے چونی کی منازل کو قطع کرتا ہے اور چوں سے بے چوں میں آجاتا ہے۔ بے سروسامان بے چارے حقیقت معاملہ کو کیا پائیں۔ عالم چوں میں گرفتار

[1] سال کی خوبی اور تازگی اس کی بہار کے دم قدم سے ہے۔

Marfat.com

بے چوں سے کیا خبر دے سکتے ہیں۔ اپنی نارسائی کو اعتراض گمان کرتے ہیں اور اپنی نادانی سے فخر ومباہات کرتے ہیں۔[۲]

بے خرم حد ز خود بے خبر عیب پسند ند بزعم ہنر

اس قدر نہیں سمجھتے کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی نہایت بلکہ خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلمات والتحیات کی نہایت بھی حق سبحانہٗ ہے۔ اور اعتراض کرنے والوں کی نہایت اِن بزرگوں انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی نہایت کے ساتھ متحد نہیں ہے۔ بلکہ دونوں نہایتیں ایک دوسری سے کچھ مناسبت نہیں رکھتیں۔ پس ہوسکتا ہے کہ ایک جماعت کو ایسی نہایت میسر آ چکی ہو جو ان اعتراض کرنے والوں کی نہایت سے وراء ہو۔ لیکن ان بزرگ انبیاء علیہم الصلوات والتحیات کی نہایت سے نیچے ہو۔ تو درست ہو گیا کہ سب کہ نہایت حق سبحانہٗ ہے۔ اور گروہوں کے درمیان ان کے درجات کے مطابق فرق وتفاوت ہے۔ یا ہم یوں کہتے ہیں کہ سب اپنی نہایت وصول بحق جل سلطانہٗ ہی سمجھتے ہیں۔ لیکن بہت سے ایسے ہیں جو حق کے ظلال اور ظہورات کا اُن ظلال وظہورات کے تفاوت کے باوجود حق تعالیٰ وتقدس سمجھ لیتے ہیں۔ پس تمام اربابِ نہایات کی نہائتیں نفس الامر میں وصول بحق تعالیٰ وتقدس نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک کے گمان کے مطابق اس کا منتہا حق سبحانہٗ ہے۔ جس کے ماوراء بھی ظلال اور ظہورات ہیں اور یہ کوئی بعید نہیں اور یہ بات کس طرح انکار واشتباہ کا محل ہو سکتی ہے۔

قاصرے[۱] گر کند ایں طائفہ را طعن قصور حاشَ لِلّٰہ کہ بر آرم بزبان این گلہ را

ہمہ شیر انِ جہان بستہ ایں سلسہ اند رو بہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافِنَا فِیْ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامِنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ط

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی

مکتوب نمبر (۴۴)

محمد صادق ولد محمد مومن کی طرف صادر فرمایا:

اس کے استفسار کے جواب میں اس نے وحدت الوجود کے متعلق کیا تھا۔ اور علوم شرعیہ سے اس کی تطبیق دینا۔ نیز انہوں نے دریافت کیا تھا کہ اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَبْدًا الخ کے کیا معنی ہیں۔ اور اس کے مُناسب اُمور کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ط آپ نے پوچھا تھا کہ صوفیہ وحدت وجود کے

۲ چند بے عقل اپنے آپ سے بخبر اپنے زعم میں عیب کو کمال خیال کرتے ہیں۔

۱ کوئی کوتاہ فکر اس گروہ میں نقص وکمی کا عیب نکالے تو حاشا للّٰہ کہ میں اس گلے کو زباں کر لاؤں۔ جہان کے تمام شیر اس سلسلہ سے منسلک ہیں۔ لومڑی حیلے بہانے سے اس سلسلے کو کیسے درہم برہم کر سکتی ہے۔

Marfat.com

قائل ہیں۔ اور علماء اُسے کفر و زندقہ جانتے ہیں۔ حالانکہ دونوں گروہ فرقہ ناجیہ ہیں۔ اس معاملے کی حقیقت تیرے نزدیک کیا ہے۔ محبت کے آثار والے! اس بحث کی تحقیق فقیر نے اپنے مکتوبات و رسائل میں تفصیل سے لکھ دی ہے۔ اور فریقین کے اختلاف کو نزاع لفظی قرار دیا ہے۔ اس کے باوجود جب آپ نے دریافت کیا ہے تو سوال کا جواب ضرور دینا چاہیے۔ اس لئے ضرورۃً چند کلمات لکھے ہیں۔

جان لیں کہ صوفیہ علیہ میں سے جو وحدتِ وجود کے قائل ہے اور اشیاء کو حق تعالیٰ کا عین دیکھتا ہے اور ہمہ اوست کا حکم لگاتا ہے۔ اس کی مراد یہ نہیں کہ اشیا حق جل وعلا کے ساتھ متحد ہیں اور تنزیہہ تنزل کر کے تشبیہہ ہو گئی ہے۔ اور واجب ممکن بن گیا ہے۔ اور بے چون چون میں آ گیا ہے۔ کیونکہ یہ سب کفر و الحاد اور ضلالت و زندقہ ہے۔ وہاں نہ اتحاد ہے نہ عینیت نہ تنزل ہے نہ تشبیہہ۔ تو وہ سبحانہٗ الآن کما کان ہے۔ تو پاک ہے وہ جو نہ اپنی ذات میں متغیر ہو سکتا ہے نہ صفات میں اور نہ حدوثِ اکوان مین اپنے اسماء کے اندر متغیر ہو سکتا ہے۔ وہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنی اسی صرافتِ اطلاق پر ہے۔ اس نے وجوب کی بلندی سے امکان کی پستی کی طرف میلان نہیں فرمایا۔ بلکہ ہمہ اوست کا معنی ہے کہ اشیا نہیں ہیں اور وہ تعالیٰ وتقدس موجود ہے۔ منصور نے جو انا الحق کہا اس کی مراد یہ نہیں کہ میں حق ہوں اور حق کے ساتھ متحد ہوں کہ یہ معنی کفر ہے اور اس کے قتل کا موجب۔ بلکہ اس کے قول کا معنی ہے۔ میں نہیں ہوں حق سُبحانہٗ موجود ہے۔ صرف اتنی بات ہے کہ صوفیہ اشیاء کو حق تعالیٰ وتقدس کے ظہورات جانتے ہیں اور اس سُبحانہٗ کے اسماء وصفات کا جلوہ گاہ قرار دیتے ہیں بے شائبہ تنزل اور تغیر و تبدل کے گمان کے بغیر۔ جس طرح سایہ شخص سے دراز ہوتا ہے لیکن نہیں کہہ سکتے کہ وہ سایہ اس شخص کے ساتھ متحد ہے اور عینیت کی نسبت رکھتا ہے یا وہ شخص تنزل کر کے سایہ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ بلکہ وہ شخص اپنی اصالت کی صرافت پر ہے۔ اور سایہ اس سے وجود میں آیا ہے۔ بے شائبہ تنزل وتغیر۔ اگرچہ بعض اوقات ایک جماعت کو جس نے اس شخص کے وجود کے ساتھ کمال محبت پیدا کر لی ہوتی ہے۔ ان کی نظر سے سایہ پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اور شخص کے سوا کوئی چیز انہیں مشہود نہیں ہوتی۔ ہو سکتا ہے۔ کہ ایسے لوگ کہیں کہ سایہ شخص کا عین ہے۔ یعنی سایہ معدوم ہے اور شخص موجود ہے۔ اور بس۔

اس تحقیق سے لازم آیا کہ صوفیہ کے نزدیک اشیاء حق تعالیٰ کے ظہورات میں نہ حق جل سلطانہ کا عین پس پس اشیاء حق سے ہیں نہ کہ حق جل شانہٗ ہیں۔ پس ان کے اس کلام ہمہ اوست کا معنی ہمہ از دست ہے جو علماء کرام کا مختار ہے۔ اور علماء کرام اور صوفیہ عظام کثر ہم اللہ سبحانہ الیٰ یوم القیامۃ کے درمیان فی الحقیقت کوئی نزاع ثابت نہیں ہوتی۔ اور دونوں باتوں کا مآل و انجام ایک بن جاتا ہے۔ اس قدر فرق ہے کہ صوفیہ اشیاء کو حق تعالیٰ کے ظہورات کہتے ہیں اور علماء اس لفظ سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ حلول اور اتحاد کے وہم سے بچنے کے لئے۔

سوال: صوفیہ اشیاء کو ظہورات قرار دیتے کے باوجود معدوم خارجی جانتے ہیں۔ اور خارج میں حق سُبحانہٗ کے سوا کسی کو موجود نہیں جانتے۔ اور علماء اشیاء کو موجودات خارجیہ کہتے ہیں۔ لہٰذا فریقین کے درمیان نزاع معنوی

Marfat.com

ثابت ہوگئی۔

جواب: صوفیہ اگرچہ عالم کو معدوم خارجی جانتے ہیں لیکن خارج میں اس کا وہمی وجود ثابت کرتے ہیں اور اُسے اراءۃ خارجی کہتے ہیں۔ اور وہمی خارجی کثرت کا انکار نہیں کرتے۔ اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اس وہمی وجود نے جو خارج میں نمود پیدا کیا ہے۔ اس قسم کے وجودات خارجیہ میں سے نہیں جو وہم کے زوال سے زائل ہو جائے۔ اور قیام واستقرار نہ رکھے۔ بلکہ یہ وہمی وجود اور یہ خیالی نمود چونکہ حق سبحانہٗ کے فعل اور اس بلند ذات کی قدرت کاملہ کے انتقاش سے ہے۔ اس لئے زوال اور خلل سے محفوظ ہے۔ اور اس جہان اور اس جہان کا معاملہ اس سے وابستہ ہے۔ سوفسطائی جو عالم کو اوہام وخیالات جانتا ہے' اشیاء کا زوال وہم کے زوال سے متعلق کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اشیا کا وجود ہمارے اعتقاد کے تابع ہے۔ نفس امر میں وجود وثبوت نہیں رکھتے۔ اگر آسمان کو زمین اعتقاد کریں تو زمین ہے اور زمین ہمارے اعتقاد سے آسمان ہے۔ اور اگر شیریں چیز کو تلخ جانیں تو تلخ ہے۔ اور تلخ ہمارے اعتقاد سے شیریں۔ مختصر یہ کہ یہ بے عقل لوگ صانع مختار جل سلطانہٗ کی ایجاد کا انکار کرتے ہیں اور اشیاء کو اس بلند ذات کے ساتھ قائم نہیں جانتے۔ تو خود بھی گمراہ ہوئے دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

پس صوفیہ اشیاء کے لئے خارج میں وجود وہمی جو قیام واستقرار رکھتا ہے۔ اور وہم کے ارتفاع سے مرتفع نہیں ہوتا' ثابت کرتے ہیں۔ اور اس جہان کو جو دائمی اور ابدی ہے۔ اس وجود سے وابستہ رکھتے ہیں۔ علماء اشیاء کو خارج میں موجود جانتے ہیں۔ اور احکام خارج ابدی اس پر مرتب کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اشیاء کا وجود حق جل وعلا کے پہلو میں ضعیف ونحیف تصور کرتے ہیں۔ اور ممکن کے وجود کو واجب تعالیٰ وتقدس کے وجود کی نسبت نیست جانتے ہیں۔ پس فریقین کے نزدیک اشیاء کا وجود خارج میں ثابت ہوگیا کیونکہ اس دنیا اور آخرت کے احکام اس سے وابستہ ہیں۔ اور وہم وخیال کے ارتفاع سے اس کا زوال نہیں ہوتا۔ تو نزاع ختم ہوگئی اور خلاف دور ہوگیا۔ صرف اتنی بات ہے کہ صوفیہ اُسے وجود وہمی کہتے ہیں۔ اس بناء پر کہ عروج کے وقت اشیاء کا وجود ان کی نظر سے پوشیدہ ہوجاتا ہے۔ اور حق جل وعلا شانہٗ کے وجود کے سوا ان کی نظر میں کچھ نہیں رہتا۔ علماء اس وجود پر وہم کے اطلاق سے پرہیز کرتے ہیں اور وجود وہمی نہیں کہتے۔ تاکہ کوئی کوتاہ نظر اس کے زوال کا اعتقاد نہ کرے۔ اور اس طرح ثواب وعذاب ابدی سے انکار کر بیٹھے۔

سوال: صوفیہ جو اشیاء کا وہمی وجود ثابت کرتے ہیں۔ اس سے ان کا مقصود یہ ہے کہ یہ وجود قیام واستقرار کے باوجود نفس امری نہیں ہے۔ صرف وہم میں ہے اور نمود کے سوا اس کا کچھ حصہ نہیں۔ اور علماء اشیاء کو خارج میں نفس امری وجود کے ساتھ موجود مانتے ہیں لہٰذا نزاع واختلاف باقی رہا۔

جواب: وجود وہمی اور نمود خیالی جب کہ وہم وخیال کے زوال سے زائل نہیں ہوتا تو نفس امری ہوگیا اس لئے کہ اگر تمام وہم کرنے والوں کے وہم کا زوال فرض کرلیں تب بھی یہ وجود ثابت رہتا ہے۔ ان کے زوال سے ہرگز زائل

Marfat.com

نہیں ہوتا۔ اور واقع اور نفس الامر کے یہی معنی ہیں۔ البتہ اس قدر ہے کہ جو نفس الامر ممکن کے وجود میں ثابت کیا جاتا ہے۔ اس نفس الامر کے سامنے جو واجب تعالیٰ کے وجود میں ثابت ہے' لاشئی کا حکم رکھتا ہے۔ اور نزدیک ہے کہ اُسے موہومات اور متخیلات میں سے شمار کیا جائے۔ جس طرح کلی مشکک کے افراد کہ آپس میں بہت زیادہ فرق رکھتے ہیں۔ جس طرح ممکن کا وجود کہ واجب تعالیٰ کے وجود کی نسبت لاشئی کا حکم رکھتا ہے۔ اور نزدیک ہے کہ اُسے عدمات میں شمار کریں۔ لہٰذا فی الحقیقت کوئی نزاع اور اختلاف نہیں۔

سوال: جب سب اشیاء کا وجود نفس الامری ہو گیا تو لازم آیا کہ نفس الامر میں اشیاء متعدد ہوں۔ اور نفس الامر میں ایک موجود نہ ہو۔ اور یہ وحدتِ وجود کے منافی ہے۔ جو صوفیہ وجودیہ کے ہاں طے شدہ امر ہے۔

جواب: دونوں چیزیں نفس امری ہیں۔ وحدتِ وجود بھی نفس امری ہے اور تعدّدِ وجود بھی نفس امری ہے۔ لیکن جب کہ جہت اور اعتبار مختلف ہے۔ اجتماعِ نقیضین کا وہم بھی مرتفع ہے۔ یہ بحث ایک مثال سے واضح ہو جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ زید کی صورت جو آئینے میں دکھائی دیتی ہے۔ درحقیقت آئینے میں کوئی صورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ صورت نہ آئینہ کے حجم میں موجود ہے اور نہ ہی آئینہ کی سطح میں۔ بلکہ آئینہ میں اس صورت کا وجود وہم کے اعتبار سے ہے۔ اور آئینے میں اراۂ خیالی سے زیادہ اس کا ثبوت نہیں ہے۔ لہٰذا اگر کوئی کہے کہ میں نے زید کی صورت آئینے میں دیکھی ہے۔ اسے اس کلام میں عقلاً و شرعاً سچا جانتے اور حق پر گمان کرتے ہیں۔ اور جب کہ قسموں کا مبنیٰ حق پر ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص قسم کھائے اور کہے کہ اللہ کی قسم میں نے زید کی شکل آئینے میں دیکھی ہے۔ تو چاہیئے کہ حانث نہ ہو۔ پس اس صورت میں آئینے میں صورتِ زید کا علوم حصول بھی نفس امری ہے اور تخیل و توہم کے اعتبار سے آئینے میں اس کا حصول بھی نفس امری ہے۔ لیکن پہلا نفس امر خلقاً نفس امر ہے۔ اور یہ دوسرا نفس امر توہم و تخیل کے واسطہ سے عجب معاملہ ہے۔ تو ہم و تخیل کا اعتبار جو نفس امر کے منافی ہے۔ یہاں وہی نفس امر کا محصل بن گیا ہے اس لئے کہ اگر توہم و تخیل کا اعتبار نہ ہوتا تو یہاں نفس امر کا حصول و ثبوت نہ ہوتا۔

دوسری مثال۔ نقطہ جوالہ ہے جس نے توہم و تخیل کے اعتبار سے خارج میں دائرے کی صورت پیدا کر لی ہے۔ یہاں خارج میں دائرے کا عدم حضور بھی نفس امری ہے اور توہم و تخیل کے اعتبار سے خارج میں اس کا حصول بھی نفس امری ہے۔ لیکن دائرے کا عدم حصول مطلقاً نفس امری ہے۔ اور اس کا حصول توہم و تخیل کے لحاظ سے نفس امری ہے تو پہلا مطلق اور دوسرا مقید ہے۔ تو ہماری اس بحث میں وحدتِ وجود مطلق نفس امری ہے۔ اور تعدّدِ وجود توہم و تخیل کے اعتبار سے نفس امری ہوا ہے۔ پس اطلاق و تقیید کے ملاحظہ سے ان دونوں میں نفس الامر میں تناقض نہ رہا اور اجتماعِ نقیضین ثابت نہ ہوا۔

سوال: جب کہ سب وہم کرنے والوں کے وہم کا زوال فرض کر لیا جائے تو وجود وہمی اور نمودِ خیالی کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

جواب: یہ وہمی وجود محض اختراع وہم سے حاصل نہیں ہوا۔ کہ وہم کے زوال سے زائل ہو جائے۔ بلکہ حق تعالیٰ جل وعلا کے فعل سے مرتبہ وہم سے حاصل ہوا۔ اور استحکام پیدا کیا ہے۔ اس بناء پر ناچار وہم کے زوال سے خلل پذیر نہیں ہوتا۔ اور وجود وہمی اس اعتبار سے کہتے ہیں حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اُسے مرتبہ حس و وہم میں اُسے پیدا فرمایا ہے۔ اور جب اس بلند ذات کا فعل خلق ہے تو جس مرتبہ میں بھی ہوگا زوال وخلل سے محفوظ ہے۔ اور حق سُبحانہ و تعالیٰ نے جب اُسے پیدا کیا ہے تو ناچار نفس امری بھی ہوا۔ جس مرتبے میں بھی اُسے پیدا کیا گیا ہو۔ اگر چہ وہ نفس نفس امری نہ ہو صرف اعتبار ہو۔ لیکن اس مرتبے میں اس کی پیدائش نفس امری ہے اور وہ جو میں نے کہا ہے کہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے مرتبہ حس و وہم میں پیدا کیا ہے یعنی اشیاء کو مرتبہ ایجاد میں فرمایا ہے۔ کہ اس مرتبہ کے لئے حصول وثبوت نہیں ہے مگر صرف حس و وہم میں۔ جیسے ایک شعبدہ باز غیر واقع اشیاء کو واقع کی صورت میں ظاہر کرتا ہے۔ اور ایک چیز کو دس چیزیں کر کے دکھاتا ہے حالانکہ ان دس چیزوں کے لئے حسن و وہم کے سوا کوئی ثبوت نہیں اور نفس امر میں صرف ایک ہی چیز موجود ہے۔ اور ان دس چیزوں کو جو ظاہر کیا ہے۔ اگر قدرت کاملہ خداوندی جل سلطانہ سے ثبات واستقرار پیدا کر دیں۔ اور خلل اور جلد زائل ہونے سے محفوظ کر لیں۔ تو وہی دس چیزیں نفس الامری بن جائیں گی۔ تو اس اعتبار سے وہ دس چیزیں نفس امری ہیں بھی اور نہیں بھی۔ لیکن دو اعتبار سے۔ اگر مرتبہ حس و وہم سے قطع نظر کر لی جائے تو معدوم ہیں۔ اور اگر حس و وہم کا لحاظ کیا جائے تو موجود ہیں۔ قصہ مشہور ہے کہ بلادِ ہندوستان میں چند شعبدہ بازوں نے ایک بادشاہ کے سامنے شعبدہ بازی کی۔ اس درمیان میں طلسم و شعبدہ سے باغ اور آم کے درخت لوگوں کے سامنے لائے اور ایک عارضی نمود سے انہیں ظاہر کیا۔ اور انہوں نے اسی مجلس میں یہ بھی دکھایا کہ وہ درخت بڑے ہوئے۔ اور انہیں پھل بھی لگا۔ اور اہلِ مجلس نے ان پھلوں سے کچھ کھائے بھی۔ عین اسی وقت بادشاہ نے ان شعبدہ بازوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ کیونکہ اس نے سنا ہوا تھا کہ اگر ظہور شعبدہ کے بعد شعبدہ باز کو قتل کر دیں تو وہ شعبدہ قدرت خداوندی ظل سلطانہٗ سے اپنی حالت میں موجود رہتا ہے۔ اتفاق سے جب ان شعبدہ بازوں کو قتل کر دیا گیا۔ تو آم کے وہ درخت قدرت خداوندی جل سلطانہٗ سے اسی حالت میں موجود رہے۔ اور میں نے سُنا ہے۔ کہ وہ درخت اس وقت تک موجود ہیں۔ اور لوگ ان کے میوے کھاتے ہیں۔ اور اللہ کی ذات کیلئے یہ کوئی مشکل کام نہیں۔

پس متنازع فیہ صورت میں حضرت حق سُبحانہ وتعالیٰ نے جس کے سوا خارج اور نفس امر میں کوئی موجود نہیں ہے اپنی قدرت کاملہ سے اسمائی اور صفائی کمالات کو ممکنات کی صورتوں کے پردے میں جس و وہم کے مرتبے میں ظاہر کیا ہے۔ اور وجود وہمی اور ثبوت خیالی سے ان کمالات کو اشیاء کے آئینوں میں جلوہ گر کیا ہے یعنی اشیاء کو ان کمالات کے مطابق مرتبہ حس و وہم میں ایجاد فرمایا تو انہوں نے نمودِ وہمی اور ثبوت خیالی پیدا کیا۔ لہٰذا اشیاء کی ہستی نمودِ خیالی کے اعتبار سے ہے۔ لیکن جب کہ حضرتِ حق سُبحانہٗ وتعالیٰ نے اس نمود کو استقرار و ثابت عطا فرمایا

Marfat.com

ہے۔اور اشیاء کی آفرینش میں استواری واستحکام کی رعایت کی ہے۔اور معاملہ ابدی کو ان سے مربوط کیا ہے۔اس بناء پرناچار اشیاء کا وجود وہمی اور ثبوت خیالی نفس الامری ہو چکا ہے اور خلل سے محفوظ ہو گیا ہے۔لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ اشیاء خارج میں نفس الامر کے اعتبار سے موجود ہیں بھی اور نہیں بھی لیکن دو مختلف اعتبار سے جیسا کہ مکرر گزرا۔

اس فقیر کے والد بزرگوار قدس سرّہٗ جو علماءِ محققین میں سے تھے' فرماتے تھے کہ قاضی جلال الدین آگری نے جو تبحر علماء میں سے تھا' مجھ سے پوچھا کہ نفس الامر میں وحدت ہے یا کثرت۔اگر وحدت ہے تو شریعت جس کا مبنیٰ احکام متبائنہ اور متمایزہ ہیں' باطل ہوتی ہے۔اور اگر نفس الامر میں کثرت ہے تو ان صوفیہ کا قول باطل ہوتا ہے جو وحدت وجود کے قائل ہیں۔ہمارے حضرت والد ماجد قدس سرّہٗ نے اس کے جواب میں فرمایا دونوں نفس الامر میں ہیں۔اور اُس سے بیان فرمایا۔فقیر کے ذہن میں نہیں آرہا کہ آپ نے کیا فرمایا تھا۔جو کچھ اس وقت فقیر کے دل میں ڈالا گیا ہے' تحریر کر دیا گیا ہے۔ وَالْاَمْرُ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ

پس جو صوفیہ وحدت وجود کے قائل ہیں' حق پر ہیں اور علماء جو کثرتِ وجود کے معتقد ہیں' وہ بھی حق پر ہیں۔صوفیہ کے حالات کے مناسب وحدت ہے۔اور علماء کے حالات کے مناسب کثرت۔کیونکہ شرائع کی بناء کثرت پر ہے۔اور احکام کا تغایر کثرت سے وابستہ ہے۔اور انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی دعوت اور اُخری تنعیم وتعذیب بھی کثرت سے متعلق ہے۔اور جب حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ مطابق فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ (میں نے چاہا کہ اپنا تعارف کرادوں) کثرت کو چاہتا اور ظہور کو پسند کرتا ہے۔تو اس مرتبہ کو باری رکھنا بھی ضروری ہے۔کیونکہ اس مرتبہ کی تربیت اللہ رب العالمین کی پسندیدہ اور محبوب ہے۔سلطان ذی شان کیلئے نوکر چاکر ہونے چاہئیں اور اس کی عظمت وکبریائی کے لئے خواری محتاجی اور شکستگی درکار ہے۔وحدت وجود کا معاملہ اگرچہ حقیقت کی مانند ہے اور اس کی نسبت کثرت کا معاملہ مجاز کی طرح۔اسی طرح اس عالم کو عالمِ حقیقت کہتے ہیں۔اور اس عالم کو عالمِ مجاز۔لیکن چونکہ ظہورات اس بلند ذات کو پیارے لگتے ہیں۔اور اس نے اشیاء کو بقائے ابدی عطا فرمائی ہے۔اور قدرت کو لباس حکمت میں لایا ہے۔اور اسباب کو اپنے فعل کا روپوش بنایا ہے۔اس بناء پر وہ حقیقت' حقیقت مہجورہ کی طرح ہو گئی ہے۔اور یہ مجاز متعارف ہو چکی ہے۔نقطہ جوالہ اگرچہ حقیقت کی طرح ہے۔اور اس سے پیدا ہونے والا دائرہ مجاز کی طرح۔لیکن وہاں حقیقت مہجور ہے اور جو کچھ متعارف ہے مجاز ہے۔

آپ نے اس قول اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبداً لَا یَضُرُّہٗ ذَنْبٌ کے معنی بھی دریافت کئے تھے۔جان لیں کہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کسی بندے کو دوست رکھتا ہے۔تو گناہ اس سے صادر ہی نہیں ہوتا۔کیونکہ اولیاء حق جل و علا ارتکاب ذنوب سے محفوظ ہیں۔اگرچہ ممکن ہے کہ گناہ ان سے صادر ہو بخلاف انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے کہ وہ گناہ سے معصوم ہیں۔اور ان سے صدورِ گناہ کا جواز بھی مسلوب ہے۔اور جب گناہ اولیاء سے صادر نہیں ہوتا تو یقین ہے۔کہ گناہ ضرر بھی نہیں ہوگا۔پس عدم صدورِ ذنب کی صورت میں لَا یَضُرُّہٗ ذَنْبٌ درست ہے۔

Marfat.com

جیسا کہ اربابِ علم پر پوشیدہ نہیں۔ اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ذنب سے پہلا ذنب مراد ہو جو درجہ ولایت تک وصول سے پہلے صادر ہوا ہو۔

فَاِنَّ الْاِسْلَامَ یَجُبُّ مَا کَانَ قَبْلَہٗ۔ بیشک اسلام ماقبل کی سب باتوں کو مٹا دیتا ہے۔

اور حقیقتِ حال خدا تعالیٰ سبحانہٗ معلوم ہے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا ط اے ہمارے پروردگار! ہمیں یہ پکڑنا۔ اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر بیٹھیں۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ الْعُلٰی۔

مکتوب نمبر (۴۵)

حقائق آگاہ معارف دستگاہ خواجہ حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ سارا جہان واجب جل سلطانہٗ کے اسماء وصفات کا آئینہ ہے۔ بخلاف ذات واجب کے کہ ممکن اس دولت سے بے نصیب ہے۔ اور ممکن کو اپنی ذات کے ساتھ قیام عطا نہیں فرمایا گیا۔ اور وُہ سارے کا سارا عرض ہے۔ اس نے جوہریّت کی ہوا تک نہیں پائی۔ اور اس کے مناسب اُمور کے بیان میں۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی"

مخدوما مکرما!

از ہر چہ میرود سخن دوست خوشتر است

کچھ معارف عجیبہ احاطۂ تحریر میں لائے جاتے ہیں کان لگا کر سنیں۔ اور اخص خواص کا طریق مراقبہ بیان کیا جاتا ہے پوری توجہ مبذول فرمائیں۔ جاننا چاہیئے۔ کہ سارا جہان واجب تعالیٰ وتقدس کے اسماء وصفات کا آئینہ اور مظہر ہے۔ چنانچہ ممکن میں حیات ہے تو واجب تعالیٰ کی حیات کا نمونہ ہے۔ اگر علم ہے تو اس سبحانہٗ کے علم کا آئینہ ہے۔ اور اگر قدرت تو وہ بھی اس بلند ذات کی قدرت کا آئینہ ہے۔ عَلٰی ھٰذَا الْقِیَاسِ اور اس کی بلند ذات کے لئے عالم میں کوئی مظہر وآئینہ نہیں۔ بلکہ اس کی بلند ذات کی عالم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں اور کسی چیز میں اشتراک نہیں۔ اگرچہ وہ مناسبت اسم میں اور وُہ مشارکت صورت میں ہو۔

اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ط بیشک اللہ سب جہانوں سے بے نیاز ہے۔

بخلاف اسماء وصفات کے کہ عالم کے ساتھ اسمی مناسبت رکھتے ہیں اور ظاہری مشارکت ان کے درمیان

Marfat.com

ثابت ہے۔ چنانچہ جس طرح واجب تعالیٰ میں علم ہے ممکن میں بھی علم کی صورت ثابت و موجود ہے۔ اور جس طرح وہاں قدرت ہے یہاں بھی اس قدرے کی صورت موجود ہے بخلاف ذات کے کہ ممکن اس دولت سے بے بہرہ ہے۔ اور اُسے اپنی ذات کے ساتھ قیام عطا نہیں فرمایا گیا۔ بلکہ ممکن کو جب اس بلند ذات کے اسماء وصفات کی صورتوں پر پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے سارے کا سارا عرض ہے۔ اِسے جوہریّت کی بُو تک نہیں پہنچی اور اس کا قیام ذات واجب تعالیٰ و تقدس کے ساتھ ہے اور اربابِ معقول نے جو ممکن کو جوہر عرض کی طرف تقسیم کیا ہے ظاہر بینی کے باعث ہے اور ایک ممکن کا دوسرے ممکن کے ساتھ جو قیام ثابت ہے یہ قیام عرض بعرض کے قبیلہ قیام عرض بجوہر۔ بلکہ فی الحقیقت وہ دونوں عرض ذات واجب تعالیٰ کے ساتھ قائم ہیں۔ جوہریّت ان کے درمیان ثابت نہیں۔ تمام ممکنات کو قائم رکھنے والا وہی تعالیٰ و تقدس ہے۔ پس ممکن کے لئے فی الحقیقت ذات نہیں ہے۔ کہ صفات اس ذات کے ساتھ قائم ہوں۔ بلکہ ذات صرف واجب کے لئے ہے۔ کہ اس بلند ذات کی صفات اور اسی طرح تمام ممکنات اس کے ساتھ قائم ہیں۔ اور ہر شخص جو اشارہ لفظ انا سے اپنی ذات کی طرف کرتا ہے۔ وہ اشارہ فی الحقیقت اس ایک ذات کی طرف رجوع کرتا ہے۔ جس کے ساتھ قائم ہیں۔ اس بات کو اشارہ کرنے والا جانے یا نہ جانے اگرچہ وہ بلند اور ایک ذات کسی اشارہ کی مشارٌ الیہ نہیں اور کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں۔ ان پوشیدہ معارف کو کوتاہ نظر لوگ کہیں توحید وجودی کے ساتھ خلط ملط نہ کر دیں اور انہیں ایک دوسرے کا گریبان تصور نہ کر لیں۔ توحید وجودی والے سوائے ایک بلند اور پاکیزہ ذات کے کچھ موجود نہیں جانتے۔ اور اس بلند ذات کے اسماء وصفات کو بھی اعتبارات علمی گمان کرتے ہیں۔ اور حقائق ممکنات کے متعلق کہتے ہیں۔ کہ ان تک وجود کی بُو نہیں پہنچی۔ اَلْاَعْیَانُ مَا شَمَّتْ رَائِحَۃَ الْوُجُوْدِ یعنی موجودات خارجیہ نے وجود کی بُو نہیں سونگھی۔ یہ ان صوفیہ کا کلام ہے کہ یہ فقیر اس بلند ذات کی صفات کو بھی وجود زائد کے ساتھ موجود مانتا ہے جس طرح علماء اہل حق نے فرمایا ہے۔ اور ممکنات کے لئے بھی جو واجب تعالیٰ کے اسماء وصفات کے آئینے میں وجود ثابت کرتا ہے۔ صرف اتنی بات ہے کہ ممکنات کے لئے بھی جو واجب تعالیٰ کے اسماء وصفات کے آئینے میں وجود ثابت کرتا ہے۔ صرف اتنی بات ہے کہ ممکنات کو اعراض کے سوا جو اپنے ساتھ قیام رکھتے ہیں۔ کچھ نہیں جانتا اور جوہریت جو اپنے ساتھ قیام رکھتی ہے۔ ممکنات میں ثابت نہیں کرتا۔ اور سب کا قیام اس بلند ذات کے ساتھ یقین کے ساتھ تسلیم کرتا ہے۔

سوال: اس تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ذات ممکن ذات واجب تعالیٰ کی عین ہے اور ممکن واجب جل شانہٗ کے ساتھ متحد ہے۔ اور یہ محال ہے کیونکہ یہ قلب حقائق کو مستلزم ہے؟

جواب: ہم کہتے ہیں کہ ذات ممکن یعنی اس کی حقیقت و ماہیت وہی اعراض متعددہ مخصوصہ ہیں جو واجب تعالیٰ کے اسماء وصفات کے آئینے میں۔ اور ان اعراض کے لئے ذات واجب تعالیٰ و تقدس کے ساتھ کسی طرح کی عینیت نہیں ہے۔ اور کسی وجہ سے بھی اتحاد نہیں۔ تاکہ قلب حقائق لازم آئے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ ان اعراض کا اس

Marfat.com

بلند ذات کے ساتھ قیام ہے۔ اور وہی پاک ذات تمام اشیاء کو قائم رکھنے والی ہے۔

سوال: جب ہر ایک کا اشارہ جو وہ لفظ انا سے اپنی ذات کی طرف کرتا ہے۔ ذات واجب تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اس سے لازم آتا ہے۔ کہ ذات ممکن یعنی اس کی ماہیت و حقیقت واجب تعالیٰ کی ذات کا عین ہو۔ کیونکہ ہر ایک کا اشارہ لفظ انا سے اپنی ماہیت و حقیقت کی طرف ہے اور یہ بات قلب حقیقت کا مستلزم ہے اور بعینہ ارباب توحید وجودی والوں کی بات ہے؟

جواب: ہاں لفظ انا سے ہر شخص کا اشارہ اگرچہ اپنی حقیقت کی طرف ہے۔ لیکن اس کی حقیقت جب کہ چند اعراض کا مجموعہ ہے۔ اس لئے اس اشارہ کی قابلیت و استعداد نہیں رکھتی۔ کیونکہ اعراض مستقلاً اور اصالۃً اشارہ حسی کے قابل نہیں۔ اور جب اس کی حقیقت نے اس اشارہ کو قبول نہ کیا تو لازماً وہ اشارہ اس حقیقت کے قائم کرنے والے کی طرف رجوع کر گیا۔ پس ممکن کی ماہیت وہی اعراض مجتمعہ ہیں۔ اگرچہ لفظ انا کا اشارہ اس کی حقیقت کے عدم قابلیّت کے واسطہ سے اس کے قائم کرنے والے کی طرف راجع ہو چکا ہے۔ جو کہ ذاتِ واجب تعالیٰ و تقدس ہے تو قلب حقیقت نہ ہوئی اور ممکن واجب تعالیٰ و تقدس نہ بنا۔ اور یہ بات توحید وجودی والوں کی بات سے الگ ہو گئی۔ عجب معاملہ ہے کہ ممکن کا انا تو واجب کی طرف رجوع کرتا ہے اور ممکن اپنے حال پر ممکن ہی رہتا ہے۔ اور سبحانی اور أنا الحق کا لفظ زبان پر نہیں لاتا۔ بلکہ نہیں لا سکتا۔ کیونکہ صاحب ہوش و تمیز ہے۔

سوال: ممکن کا ذاتِ واجب تعالیٰ کے ساتھ قیام مستلزم ہے۔ حوادث کے قیام کو ذات واجب تعالیٰ کے ساتھ اور یہ ممتنع ہے؟

جواب: حوادث کے قیام کا امتناع بمعنی حلول حوادث ہے ذات واجب تعالیٰ میں۔ اور یہی محال ہے لیکن یہاں قیام بمعنی حلول نہیں۔ بلکہ بمعنی ثبوت و تقرر ہے۔ یعنی ممکن کا ثبوت و تقرر ذات واجب تعالیٰ کے ساتھ ہے۔

سوال: جب کہ ممکن بتمامہٖ عرض ہوا تو اس کے لئے محل کا ہونا ضروری ہے۔ جس کے ساتھ وہ قائم ہو اور وہ محل کیا چیز ہے۔ ذات واجب تعالیٰ تو ہے نہیں۔ اسی طرح ممتنع بھی محل قیام نہیں ہو سکتا؟

جواب: عرض اُسے کہتے ہیں جس کا قیام اپنی ذات کے ساتھ نہ ہو۔ بلکہ غیر کے ساتھ قائم ہو۔ اور جبکہ فلاسفہ نے قیام عرض کے معنی حلول کے سوا اور کچھ نہیں سمجھے۔ تو مجبوراً عرض کے لئے محل کا اثبات کیا ہے اور محل کے بغیر اس کے ثبوت کو محال جانا ہے۔ اور جب قیام کے دوسرے معنی پیدا ہو گئے (جیسا کہ گزرے) تو محل کی کچھ ضرورت نہ رہی۔ یہ بات ہمارے مشاہدے اور حس میں ہے کہ تمام اشیاء کا قیام ذات واجب تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ لیکن کسی قسم کا حلول و محل درمیان میں نہیں۔ فلاسفہ کو اس کا یقین آئے یا نہ آئے۔ ان کا کسی کو شک میں ڈالنا بداہت سے متصادم نہیں ہو سکتا۔ اور ہمارا یقین ان کے شک سے زائل نہیں ہو سکتا۔ ہم اس بحث کو ایک مثال سے واضح کرتے ہیں۔ طلسمات اور سیمیا کے ماہر لوگ اجسام غریبہ اور اعراض عجیبہ کی جنس سے کئی قسم کی چیزیں دکھاتے ہیں۔ اس صورت

Marfat.com

میں سب جانتے ہیں۔ کہ ان اجسام کا اعراض کی طرح اپنے ساتھ قیام نہیں ہے۔ بلکہ ان دونوں کا قیام صاحب طلسم کی ذات کے ساتھ ہے۔ لیکن کسی طرح کا محل ان کے لئے ثابت نہیں۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اس قیام میں حالیت اور محلیت کا شائبہ تک نہیں ہے۔ بلکہ ان کا ثبوت وتقرر حلول کے وہم کے بغیر صاحب طلسم کی ذات کے ساتھ ہے۔ اور ہماری اس گفتگو میں بھی یہی صورت ہے کیونکہ حضرت حق سبحانہ' وتعالیٰ نے اشیاء کو مرتبہ حس ووہم میں پیدا فرمایا۔ اور استواری ومضبوطی ان کی پیدائش میں ملحوظ رکھی۔ اور معاملہ ابدی اور تنعیم وتعذیب سرمدی ان سے وابستہ کیا۔ پس ان اشیاء کا قیام اپنی ذات سے نہیں بلکہ ذات حق سبحانہ' کے ساتھ قائم ہیں بے شائبہ حلول اور بغیر گمان حلول کرنے اور محل بننے کے۔ دوسری مثال پہاڑ یا آسمان کی صورت ہے۔ جو آئینہ میں ظاہر ہوتی ہے۔ احمق کو چاہیئے کہ ان صورتوں کو اجسام گمان کرتے ہوئے جواہر خیال کرے۔ اور ان تماثیل کو جواہر جانتے ہوئے اپنی ذات کے ساتھ قائم جانے۔ اور اگر فرضاً کوئی شخص ان صورتوں کو اعراض جانے اور قائم بغیر تصور کرے اور ان کے عرض ہونے کی وجہ سے ان کے لئے جگہوں کا طالب بنے۔ اور جگہوں کے بغیر ان کے ثبوت کو محال جانے تو ایسا شخص بھی بے وقوف ہے۔ جو لوگوں کی تقلید میں اپنی بداہت کا انکار کرتا ہے۔ کیونکہ تھوڑی سی تمیز رکھنے والا بھی بداہت سے جانتا ہے۔ کہ ان صورتوں کے لئے بالکل جگہیں ثابت نہیں ہیں۔ بلکہ انھیں جگہوں کی ضرورت نہیں ہے۔ اِسی طرح ارباب کشف وشہود کے نزدیک تمام ممکنات ان صورتوں کی طرح ہیں۔ اور تماثیل سے زیادہ کچھ نہیں ہیں۔ صرف اتنی بات ہے کہ حضرت حق سبحانہ' وتعالیٰ نے ان صورتوں اور تماثیل کو اپنی کامل کاریگری سے ایسی استواری اور ایسا استحکام بخشا ہے۔ کہ خلل وزوال سے محفوظ ومصون ہیں۔ اور معاملہ اخروی اور ابدی ان کے ساتھ وابستہ ہے۔ جیسا کہ کئی دفعہ گذر چکا ہے۔

متکلمین سے نظام نے جو معتزلہ علماء میں سے ہے۔ اپنے اٹکل پچو سے عالم کو مجموعہ اعراض جانا اور جواہر سے خالی مانا ہے۔ ہاں کبھی چھوٹے سے بھی سچی بات نکل جاتی ہے۔ جب اس نے کوتاہ نظری کے باعث ان اعراض کا قیام ذات واجب جل سلطانہ' کے ساتھ نہیں جانا ہے۔ اور بناء پر وہ عقلاء کے طعن وتشنیع کا نشانہ بنا ہے۔ کیونکہ عرض کے لئے غیر کے ساتھ قیام کے بغیر چارہ نہیں۔ اور وہ جوہر کے وجود کا قائل نہیں۔ تاکہ اُس کے ساتھ قیام تسلیم کرے اور صوفیہ میں سے صاحب فتوحات مکیہ نے عالم کو عین واحد میں اعراض مجتمعہ قرار دیا ہے۔ اور عین واحد ذات احدیت جل سلطانہ' کو قرار دیا ہے۔ لیکن ان اعراض کو دو زمانوں میں عدم بقا کا حکم لگایا ہے اور کہا ہے کہ عالم ہر آن میں معدوم ہوتا ہے۔ اور اس کی مثل دوسری آن میں پھر وجود میں آتا ہے۔ اور اس فقیر کے نزدیک یہ معاملہ شہودی ہے وجودی نہیں۔ جیسا کہ فقیر نے رباعیات کی شرح کے حواشی میں اس بحث کی تحقیق کی ہے۔

سالک کو احوال کے درمیان میں اس سے قبل کہ اس کی نظر بالکلیہ زائل ہو' ہر آن میں اس طرح دیکھتا ہے کہ عالم معدوم ہوا ہے۔ اور دوسری آن میں محسوس کرتا ہے کہ عالم موجود ہے۔ تیسری آن میں پھر معدوم پاتا

Marfat.com

ہے۔اور چوتھی آن میں پھر موجود ہے۔یہاں تک کہ فنا مطلق سے مشرف ہوتا ہے اور ہمیشہ ماسوا کو معدوم پاتا ہے اس وقت اس کے شہود میں عالم مستمر العدم ہوتا ہے۔اور اسی طرح وسط میں حصولِ بقا اور عالم کی طرف رجوع کرتا ہے۔کبھی عالم اُسے نظر آتا ہے اور کبھی پوشیدہ ہو جاتا ہے۔اور یہاں سے تعدّد امثال کی حالت کا وہم ہوتا ہے۔اور جب عارف معاملہ بقا اور عالم کی طرف رجوع انجام کو پہنچتا ہے۔اور مقامِ تکمیل وارشاد میں قیام فرماتا ہے۔تو عالم اس کی نظر میں آجائے گا۔اور عالم مستمر الوجود ہو جائے گا۔پس یہ معاملہ سالک کے شہود کی طرف رجاع ہو گیا نہ کہ عالم کے وجود کی طرف کیونکہ اس کا وجود ہمیشہ ایک ہی وتیرے پر ہے۔اگر تذبذب ہے تو شہود میں ہے۔ وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ الْمُلْھِمُ لِلصَّوَابِ o

اور اعراض کے لئے دو زمانوں میں عدمِ بقا کا حکم جاری کرنا جیسا کہ بعض متکلمین نے کہا ہے' قابل اعتراض ہے اور ثبوت تک نہیں پہنچا اور جو دلائل اعراض کے عدم بقا کے سلسلے میں پیش کئے جاتے ہیں' سب ناتمام اور نامکمل ہیں۔یہ معارف دقیعہ وہاں کے اکثر یاروں کے لئے گویا سبق ہے۔توجہ کر کے ہر شوق رکھنے والے کو اس کی نقل عنایت کریں۔چونکہ فقیر کو ضعف لاحق تھا۔اس بناء پر دوستوں کو علیحدہ علیحدہ خط نہیں لکھا جاسکا۔اور انہیں معارف پر اکتفا کیا گیا۔

وَالسَّلَامُ عَلیکم وَعَلٰی مَنْ لَّدَیْکُم

مکتوب نمبر (۴۶)

مولانا احمد بنگالی کی طرف صادر فرمایا:

کلمہ طیبہ کے فضائل میں جو طریقت' حقیقت اور شریعت کا جامع ہے۔اور اس میں کہ ولایت کے کمالات کی نبوت کے کمالات کے سامنے کچھ قدر و قیمت نہیں۔اور اس بیان میں کہ ولایت کے لئے شریعت ضروری ہے۔اور ظاہر ہمیشہ شریعت کا مکلف ہے اور باطن اس معاملے کا گرفتار اور اس کے مناسب اور کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط یہ کلمہ طیبہ طریقت' حقیقت اور شریعت کو متضمن ہے سالک جب تک مقام نفی میں ہے۔مقام طریقت میں ہے۔اور جب نفی سے مکمل طور پر فارغ ہو گیا۔اور سب ماسوا اس کی نظر سے پوشیدہ ہو گیا۔تو طریقت کو مکمل کر لیا اور مقام فنا میں پہنچ گیا۔اور جب نفی کے بعد مقامِ اثبات میں آتا ہے۔اور سلوک سے جذبہ میں داخل ہوتا ہے تو مرتبہ حقیقت سے متحقق اور بقا سے موصوف ہو جاتا ہے۔اور اس نفی و اثبات اور طریقت و حقیقت اور اس فنا و بقا اور اس سلوک و جذبہ سے ولایت کا اسم صادق آتا ہے۔اور نفس امارگی سے

Marfat.com

اطمینان میں داخل ہو جاتا ہے اور پاک وطاہر ہو جاتا ہے۔ پس ولایت کے کمالات اس کلمہ طیبہ کے جزوِ اوّل سے وابستہ ہوئے۔ اور یہ جزو نفی و اثبات ہے۔ باقی رہا اس کلمہ مقدسہ کا جزوِ دوم جو حضرت خاتم الرسل علیہ وعلی آلہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی رسالت کا مثبت ہے۔ یہ جزوِ اخیر شریعت کا مُحصِّل اور اُسے مکمل کرنیوالا ہے۔ کیونکہ ابتداء اور درمیان میں جو کچھ حاصل ہوا تھا شریعت کی صورت تھی۔ اور اسم ونشان تھا۔ حقیقتِ شریعت کا حصول اس مقام میں ہوتا ہے۔ جو مرتبہِ ولایت کے حصول کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اور نبوت کے کمالات جو انبیاء علیہم الصلوات والتحیات کی وراثت وتبعیت کے طور پر کامل پیروکاروں کو حاصل ہوتے ہیں۔ اسی مقام میں حاصل ہوتے ہیں۔ طریقت وحقیقت جو ولایت کے حصول کا سبب ہیں۔ حقیقت شریعت اور کمالاتِ نبوت کی تحصیل کے لئے گویا شرائط ہیں۔ ولایت طہارت کی طرح ہے۔ اور شریعت نماز کی طرح۔ طریقت میں گویا نجاسات حقیقیہ کا ازالہ ہے۔ اور حقیقت میں نجاسات حکمیہ کا ازالہ۔ طہارت کاملہ کے بعد احکام شرعیہ کی بجا آوری کے لائق ہوتا ہے۔ اور نماز جو مراتب قرب کی نہایت دین کا ستون اور مومن کی معراج ہے۔ اس کے بعد اس کی ادا کے قابل ہوتا ہے۔ میں نے اس کلمہ مقدسہ کے جزو آخیر کو ایک ناپیدار کنار دریا پایا ہے۔ جس کے سامنے جزوِ اوّل قطرے کی طرح ہے۔ ہاں ہاں کمالاتِ ولایت کی کمالاتِ نبوت کے سامنے کچھ حیثیت نہیں۔ ذرے کی آفتاب کے سامنے کیا حیثیت ہے۔

سُبحان اللہ۔ ایک گروہ نے کج بینی کے باعث ولایت کو نبوّت سے افضل جانا ہے۔ اور شریعت کو جو کہ لُب لُباب چھلکا گمان کیا ہے۔ کیا کریں ان کی نظر صورت شریعت پر بند ہے۔ اور مغز کی بجائے پوست ہی ان کے ہاتھ آیا ہے۔ اور نبوت کو مخلوق کی طرف توجہ کے باعث کم مرتبہ گمان کیا ہے۔ اور اس توجہ کو عوم کی توجہ کی طرح نقاص جانا ہے۔ ولایت کو جس کی توجہ حق جل وعلا کی طرف ہے اس توجہ پر فضیلت دی ہے۔ اور ولائیت کو نبوت سے افضل کیا ہے۔ نہیں جانتے کہ کمالاتِ نبوت بھی عروج میں حق سبحانہ کی طرف رُخ رکھتے ہیں۔ جیسا کہ مرتبہ ولایت میں ان کمالات عروجی کی صورت ہے جو مقام نبوت میں حاصل ہے۔ چنانچہ اس کا کچھ ذکر آگے آئے گا۔ اور وقتِ نزول میں نبوت کا ولائیت کی طرح رُخ خلق کی طرف ہوتا ہے۔ اس قدر فرق ہے کہ ولائت میں بظاہر خلق کی طرف متوجہ ہے اور باطن میں حق سُبحانہٗ کی طرف۔ اور نزول نبوت میں ظاہر و باطن دونوں طرح خلق کی طرف متوجہ ہے۔ اور انھیں مکمل طور پر حق جل شانہٗ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اور یہ نزول ولایت کے نزول سے اتم واکمل ہے۔ جس طرح کہ کتب ورسائل میں اس کی تحقیق کی ہے۔ اور مخلوق کی طرف ان کی یہ توجہ عوام کی توجہ کی طرح نہیں ہے۔ جس طرح کہ ان لوگوں نے گمان کیا ہے۔ بلکہ عوام کی توجہ مخلوق کی طرف ان کے ماسوا میں گرفتاری کی بناء پر ہے۔ اور اخص خواص کی توجہ مخلوق کی طرف گرفتاری کی بناء پر نہیں۔ کیونکہ یہ بزرگوار ماسوا کی گرفتاری اول قدم میں وداع کر چکے ہیں۔ اور اس کی بجائے خالق جل سلطانہٗ کی گرفتاری اختیار کر چکے ہیں۔ بلکہ مخلوق کی طرف ان بزرگوں کی توجہ ہدائیت وارشاد کے لئے ہے۔ تاکہ انھیں خالقِ خلق جل سلطانہٗ کی طرف راہنمائی کریں۔ اور ان

Marfat.com

کے مولیٰ تعالیٰ وتقدس کی رضا مندی کے کاموں کی طرف دلالت کریں۔ اور شک نہیں کہ اس قسم کی توجہ بخلق جس سے مقصود لوگوں کو ماسوا کی غلامی سے نجات دلانا ہو بہت افضل ہے اس توجہ بحق جل وعلا سے جو صرف اپنی ذات کے لئے ہو۔ مثلاً ایک شخص ذکرِ الٰہی میں مصروف ہوتا ہے۔ اس دوران میں وہ ایک نابینا دیکھتا ہے۔ جس کے راستے میں کنواں ہے۔ کہ اگر ایک قدم اُٹھائے گا۔ کنویں میں گر جائے گا۔ اس حالت میں اس شخص کے لئے ذکر میں مصروف رہنا بہتر ہے یا نابینا کو کنویں میں گرنے سے نجات دلانا۔ شک نہیں کہ ذکر میں مصروف سے اس نابینا کو نجات دلانا بہتر ہے۔ کیونکہ وہ بلند ذات اس سے اور اس کے ذکر سے بے نیاز ہے۔ اور نابینا ایک محتاج بندہ ہے۔ اس کی تکلیف دور کرنا ضروری ہے۔ خصوصاً جبکہ اس نجات دلانے کا حکم مل چکا ہو۔ اس وقت اس کا نجات دلانا ذکر ہی ہے کیونکہ حکم کی فرمانبرداری ہے۔ اس کے ذکر میں ایک حق کی ادائیگی ہے جو حق مولیٰ جل شانہٗ ہے۔ اور نجات دلانے میں جو حکم کی بجا آوری کے تحت ہو۔ دو حق کی ادائیگی ہے۔ ایک حق بندہ کا اور ایک حق مولیٰ تعالیٰ کا۔ بلکہ نزدیک ہے کہ اس وقت ذکر میں مصروف رہنا گناہ میں داخل ہو۔ کیونکہ تمام اوقات ذکر کرتے رہنا مستحسن نہیں۔ بعض اوقات ایسے ہیں۔ کہ ان میں ذکر نہ کرنا مستحسن ہے۔ جن ایام میں روزہ رکھنے سے روکا گیا ہے۔ ان میں اور اوقاتِ مکروہ میں روزہ' نماز نہ ادا کرنا۔ روزہ نماز ادا کرنے سے بہتر ہے۔

جاننا چاہئے کہ ذکر غفلت دور کرنے سے عبارت ہے۔ جس طریقے سے بھی میسر آئے۔ نہ یہ کہ ذکر کلمہ نفی واثبات کے تکرار میں بند اور منحصر ہے۔ یا اسمِ ذات تعالیٰ کا تکرار جس طرح لوگوں کا گمان ہے۔ پس جو کچھ احکام کی بجا آوری اور منہیات شرعیہ سے باز رہنے کی صورتیں ہیں۔ سب ذکر میں داخل ہیں۔ بیع وشراء حدودِ شرع کی رعایت کے ساتھ ذکر ہے۔ اسی طرح نکاح وطلاق وغیرہ اس رعایت کے ساتھ ذکر ہیں۔ کیونکہ رعائیت مذکور کے ساتھ ان امور کے کرنے کے وقت حکم دینے والا اور روکنے والا جل سلطانہٗ ان امور کے کرنے والے کا نصب العین ہوتا ہے۔ لہٰذا غفلت کی گنجائش نہیں رہتی۔ ہاں اتنی بات ہے کہ جو ذکر مذکورہ اسم وصفت کے ساتھ واقع ہو جلد تاثیر کرنیوالا اور محبت کرنے والا ہے۔ اور مذکور تک جلد پہنچانے والا ہے بخلاف اس ذکر کے جو اوامر کی فرمانبرداری اور نواہی سے پرہیز کی صورت میں واقع ہوتا ہے۔ کہ ان صفات وخصوصیات سے کم حصہ رکھتا ہے۔ اگر ان صفات سے بھی بعض افراد میں جن کا ذکر اوامر میں بجا آوری اور منہیات شرعیہ سے پرہیز کی صورت ہوتا ہے۔ بر سبیل قلت پایا جاتا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ حضرت مولانا تاج[1] الدین تایبادی قدس سرہٗ

[1] مولانا زین الدین رحمۃ اللہ علیہ ظاہری علوم میں مولانا نظام الدین ہروی کے شاگرد ہیں۔ اتباعِ شریعت اور متابعت سنّت کی برکت سے باطنی علوم کے دروازے آپ پر کھل گئے۔ اور اربابِ ولایت کے احوال ومقاماتِ عالیہ میسّر آئے۔ آپ فی الحقیقت اویسی النسبۃ ہیں۔ شیخ الاسلام احمد النامقی کے زیرِ تربیت رہے۔ مدّت دراز تک آپ کے مزارِ پُر انوار پر خادم کی حیثیت سے مقیم رہے۔ اس دوران میں وہاں ایک ہزار ختم قرآن کیا۔ محرم الحرام ۷۹۱ھ میں جمعرات کے روز دوپہر کے وقت وصال فرمایا۔ نفحات باختصار (سورۃ شوریٰ پارہ اِلیہ یُرَدُّ)

Marfat.com

علم کے راستے خدا جلّ سلطانہٗ تک پہنچتے ہیں۔

نیز جو ذکر اسم و صفت کی شکل میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔ وہ اس ذکر کا ذریعہ بنتا ہے جو حدودِ شرعیہ کی رعایت میں حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے کہ تمام اُمور میں احکامِ شرعیہ کی رعایت شرع شریف برپا کرنے والے کی کامل محبت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اور یہ محبت تام اللہ تعالیٰ کے اسم و صفت کے ذکر سے وابستہ ہے۔ لہٰذا پہلے وہ ذکر چاہیئے تاکہ اس ذکر کی دولت سے مشرّف ہو۔ ہاں عنایتِ الٰہی کا معاملہ جُدا ہے۔ وہاں نہ کوئی شرط ہے اور نہ کسی ذریعے کی حاجت۔

اَللّٰہُ یَجۡتَبِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ط — اللہ برگزیدہ بنالیتا ہے اپنی ذات کے لئے جسے چاہتا ہے۔

ہم اصل بات کی طرف آتے اور کہتے ہیں۔ کہ ان تینوں معاملوں یعنی طریقت‘ حقیقت اور شریعت کے علاوہ ایک اور معاملہ اور ایک الگ کاروبار بھی ہے۔ (وہ اس حد تک اِن سے الگ ہے) کہ یہ کہنا درست ہے کہ ان تین چیزوں کا معاملہ اس معاملہ کے سامنے کچھ اہمیت اور اعتبار نہیں رکھتا۔ کیونکہ اُس صورت کی حقیقت کے مرتبے میں جو کچھ حاصل ہوا تھا اور اثبات (اِلَّا اللہ) سے تعلق رکھتا تھا وہ اس معاملے کی صورت تھی اور یہ معاملہ اس اس صورت کی حقیقت ہے۔ جس طرح شریعت کی صورت کہ ابتداء میں مرتبہ عوام میں حاصل ہوتی ہے۔ اور طریقت و حقیقت کے حصول کے بعد اس صورت شریعت کی حقیقت میسّر آتی ہے۔ اور خیال کرنا چاہیئے۔ کہ وہ معاملہ جس کی صورت حقیقت ہو اور جس کا مقدمہ ولائیت ہو۔ گفتگو میں کیسے آسکتا ہے۔ اور بیان میں کیسے سما سکتا ہے۔ اور اگر بالفرض بیان کیا بھی جائے تو کون سمجھ سکتا اور کیا سمجھ سکتا ہے۔ یہ معاملہ میں جب کہ اصول ہی کم ہیں تو فروع لازماً بہت ہی کم ہونگے۔

سوال: ان معارف سے لازم آتا ہے کہ بعض مراتب میں عارف شریعت سے باہر قدم رکھتا ہے اور شریعت کے ماوراء میں عروج کرتا ہے۔

جواب: شریعت ظاہر کا عمل ہے۔ اور وہ معاملہ اس دنیا میں باطن سے متعلق ہے۔ ظاہر ہمیشہ شریعت کا مکلّف ہے اور باطن اس معاملے کا گرفتار ہے اور جب کہ یہ دنیا دارِ عمل ہے۔ اور باطن کو ظاہری اعمال کی عظیم مدد پہنچتی ہے۔ اور باطنی ترقیات شریعت کی بجا آوری کے ساتھ وابستہ ہیں۔ جو ظاہر سے متعلق ہے۔ لہٰذا تمام اوقات میں اس دنیا کے اندر ظاہر و باطن دونوں کو شریعت کے بغیر چارہ نہیں۔ ظاہر کا کام شریعت کے مطابق عمل ہے اور باطن کا حصہ شریعت کے نتائج و ثمرات ہیں۔ اس لئے شریعت تمام کمالات کا اصل و بنیاد ہے۔ نیز تمام مقامات کی اصل ہے۔ اور شریعت کے ثمرات و نتائج اسی دنیوی زندگی میں ہی منحصر نہیں ہیں۔ بلکہ عالمِ آخرت کے کمالات اور دائمی نعمتیں‘ بھی شریعت کے ثمرات و نتائج ہیں۔ پس شریعت پاک درخت ہے۔ کہ اس کے ثمرات و میوہ جات سے سارا جہان نفع اندوز ہو رہا ہے۔ اور بیشمار فوائد اس سے حاصل کیئے جا رہے ہیں۔

Marfat.com

سوال: اس بیان سے لازم آتا ہے۔ کہ کمالات نبوت میں بھی باطن حق سبحانہٗ کے ساتھ ہوتا ہے اور ظاہر خلق کے ساتھ۔ اور تو نے اپنے رسائل میں لکھا ہے اور ابھی اوپر بھی گذرا ہے۔ کہ مقامِ نبوت میں جو محل دعوت ہے پوری توجہ خلق کی طرف ہوئی ہے۔ دونوں باتوں میں موافقت کی کیا صورت ہے۔

جواب: وہ معاملہ عروج سے تعلق رکھتا ہے۔ اور مقام دعوت نزول سے وابستہ ہے۔ پس عروج کی وقت باطن حق سُبحانہٗ کے ساتھ ہوتا ہے اور ظاہر مخلوق کے ساتھ۔ اسی وجہ سے وہ ان کے حقوق شریعت غرّا کے مطابق ادا کرتا ہے۔ اور نزول کے وقت پورے طور پر خلق کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور پورے طور پر مخلوق کو حق جل وعلا کا راستہ دکھاتا ہے۔ لہٰذا دونوں میں کوئی منافات نہیں۔ اور اس مقام کی تحقیق یہ ہے۔ کہ خلق کی طرف توجہ عین حق سُبحانہٗ کی طرف ہے "تم جس طرف بھی منہ کرو گے اُدھر ہی اللہ کی ذات موجود ہے۔" نہ بایں معنی کہ ممکن عین واجب سُبحانہٗ ہے۔ یا واجب کا آئینہ ہے۔ ممکن حقیر کو کیا طاقت ہے۔ کہ واجب تعالیٰ وتقدس کا عین ہو۔ یا اُس بلند ذات کا آئینہ بن سکے۔ بلکہ ایسا کہنا درست ہے۔ کہ واجب ممکن کا آئینہ ہے۔ اور واجب تعالیٰ میں اشیاء اس طرح متوہم ہوتی ہیں۔ جس طرح اشیاء کی صورتیں ظاہری آئینے میں۔ لیکن جس طرح اشیاء کے لئے آئینے میں حلول یا سریان نہیں اس طرح واجب تعالیٰ کے آئینے میں بھی ان اشیاء کا حلول یا سریان نہیں۔ حلول کیسے متصور ہو سکتا ہے۔ جب کہ مرتبہ مرأت میں صورتوں کا وجود نہیں۔ بلکہ صورتوں کا وجود مرتبہ توہم وتخیل میں ہے۔ اور بس۔ جہاں آئینہ ہے وہاں صورت نہیں اور جہاں صورت ہے وہاں آئینے کے لئے ہزاروں عار ہیں۔ اس لئے کہ صورتوں کے لئے نمود خیالی کے سوا کچھ ثبوت نہیں اور تحقق وہمی کے سوا ان کی کچھ ہستی نہیں۔ اگر مکان رکھتے ہیں درجہ توہم میں رکھتے ہیں اور زمانہ رکھتے ہیں تو وہ بھی مرتبہ تخیل میں۔ لیکن اشیاء کے لئے یہ بے بود نمود خداوند جل سلطانہٗ کی کاریگری سے ہے۔ جو خلل اور فنا ہونے سے محفوظ ہے۔ اور ابدی معاملہ اس سے مربوط۔ اور عذاب وثواب دائمی اس سے وابستہ ہے۔

یہ بات ذہن میں رکھیں کہ ظاہری آئینے میں اولاً صورتیں ملحوظ ہوتی ہیں۔ اور آئینے کے لئے دوسری توجہ درکار ہے۔ اور واجب تعالیٰ کے آئینے میں اولاً ملحوظ وہ آئینہ ہے۔ اور اشیاء کے شہود کے لئے دوسری توجہ درکار ہے اور نیز ظاہری آئینوں میں صورتیں بھی آئینوں کے احکام وآثار کے آئینے ہیں۔ مثلاً اگر آئینے لمبے ہوں گے۔ تو اس میں صورتیں بھی لمبی ظاہر ہوں گی۔ اور آئینوں کی لمبائی کے آئینے بنیں گے۔ اسی طرح اگر آئینے چھوٹے ہوں گے۔ تو وہ چھوٹا پن صورتوں کے آئینوں میں ہوگا۔ بخلاف واجب تعالیٰ کے آئینے میں کہ اشیاء اس کے احکام وآثار کے آئینے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اس مرتبہ علیا میں کوئی حکم واثر نہیں۔ بلکہ وہاں تمام نسبتیں مسلوب ہیں۔ اشیاء کس چیز کے آئینے بنیں اور کس چیز کو ظاہر کریں۔ ہاں مراتب تنزل میں جو اسماء وصفات کے ثبوت کا مقام ہے۔ اگر اشیاء واجب تعالیٰ کے احکام کی صورتوں کے آئینے بنیں تو البتہ گنجائش ہے۔ اس لئے کہ سمع، بصر، علم اور قدرت مثلاً جو اشیاء کے آئینوں میں ظاہر ہیں۔ مرتبہ وجوب کے سمع، بصر وقدرت کی صورتیں ہیں۔ جو ان اشیاء کے آئینے

Marfat.com

ہیں۔ یہ احکامِ مرات کے ہیں۔ جو ظاہری اشیاء کے آئینے میں ظاہر ہوئے ہیں۔

اور وہ جو ہم نے کہا ہے۔ کہ واجب تعالیٰ کے آئینے میں اولاً ملحوظ وہ آئینہ ہے۔ اور شہود اشیاء کے لئے جو صورتوں کی طرح ہیں۔ اس مرات میں توجہ ثانی کی ضرورت ہے تو یہ دراصل ابتداء رجوع کا حال ہے۔ جس میں صورتیں نظر آتی ہیں۔ بعد اس کے کہ وہ صورتیں تمام کی تمام زائل ہو چکی تھیں۔ اور جب رجوع کا معاملہ آخر کو پہنچتا ہے۔ اور اشیاء میں دور دراز سیر واقع ہوتی ہے۔ اور دائرہ امکان کے مرکز میں استقرار میسر آتا ہے تو لازماً شہود غیب سے تبدیل ہو جائے گا۔ اور ایمان شہودی ایمان غیبی ہو جائے گا۔ تا آنکہ معاملۂ دعوت مکمل ہو۔ اور الرحیل کی ندا لگائیں اس وقت غیب نہ رہے گا۔ اور شہود ہی شہود رہ جائے گا۔ لیکن اتنی بات ہے کہ یہ شہود اتم اور اکمل ہوگا۔ اس شہود سے جو رجوع سے پہلے تھے۔ کیونکہ جو شہود آخرت سے تعلق رکھتا ہے اکمل ہے اس شہود سے جو دنیا متعلق ہے۔

هَنِيئًا [1] لِأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِينِ مَا يَتَجَرَّعُ

جاننا چاہیئے۔ کہ تحقیق سابق سے واضح ہو گیا کہ شئی کی صورت کے لئے جو آئینے میں ظاہر ہوتی ہے تخیل کے سوا کہیں ثبوت نہیں۔ حصولِ صورت کے باوجود آئینہ اپنی صرافتِ تجرد پر قائم ہے۔ اس صورت کے بارے میں کہ جا سکتا ہے۔ کہ آئینہ اس کے قریب ہے۔ اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ کہ آئینہ اس صورت کو محیط اور اس صورت کے ساتھ ہے۔ یہ قرب و احاطہ اور معیّت نہ جسم کے جسم کے قرب و احاطہ کے قبیلہ سے ہے یا جوہر کے عرض کے ساتھ ہے وہاں وہ قرب و احاطہ ہے جس کی تصویر سے عقل عاجز اور اس کی کیفیت کے ادراک سے قاصر ہے۔ پس اس صورت میں قرب و معیّت اور احاطہ ثابت ہے۔ لیکن اس کی کیفیت بالکل معلوم نہیں۔ وَ لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى [2]

اسی طرح ہے وہ قرب جو حضرت حق سبحانہٗ کو عالم کے ساتھ حاصل ہے۔ اسی طرح اس بلند ذات کا احاطہ اور معیّت معلوم [3] الانیت اور مجہول الکیفیت ہے۔ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ وہ بلند ذات قریب و محیط اور عالم کے ساتھ ہے۔ لیکن اس بلند ذات کے قرب و احاطہ اور معیّت کی کیفیت ہم نہیں جانتے کہ کیسی ہے۔ کیونکہ یہ صفات اشیاء کی صفات سے جدا اور امکان و حدوث کے نشانات سے علیحدہ ہیں۔ تاہم اس کی نظر و تشبیہ عالم مجاز میں جو حقیقت کا پُل ہے۔ بیان کی گئی ہے۔ اور آئینہ و صورت کے ذریعے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ تا کہ تیز بین لوگ اس بلند ذات کے عنایت سے مجاز کے واسطے سے حقیقت کا سراغ لگائیں۔ اور صورت سے معنی کی طرف رغبت کریں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

---

1. اربابِ نعمت کو نعمتیں گوارا ہوں۔ عاشق مسکین کے لئے تو وہی (غم واندوہ) ہے جو گھونٹ گھونٹ کر کے پی رہا ہے۔

2. اور اللہ ہی بلند صفات والا ہے۔ سورۃ النحل پارہ ۱۴

3. یعنی اس احاطہ اور معیت کا وجود معلوم ہے لیکن اس کی کیفیت معلوم نہیں۔

Marfat.com

مکتوب نمبر (۴۷)

نصیحت وتنبیہ میں خواجہ محمد قاسم بدخشی کی طرف صادر فرمایا:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط بعد الحمد والصلوٰۃ وتبلیغ الدعوات۔ عرض کرتا ہے۔ اللہ سبحانہٗ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔ کہ اس بھائی کے کلمہ وکلام سے طلب کی حرارت معلوم ہوتی ہے۔ اور جمعیت کی بُو آتی ہے۔ بیشک یہ دولتِ قربِ صحبت کا اثر ہے۔ بے فائدہ اُمور کی گرفتاری نے تمہیں نہ چھوڑا۔ کہ ایک ہفتہ ہی صحبت میں رہو۔ معلوم نہیں تمہاری صحبت کے کل دس دِن ہوں۔ خدائے جلّ سلطانہٗ سے شرم کرنی چاہیئے۔ کہ ہزاروں میں سے صرف ایک دن بھی خدائے عزّ وجل کے لئے منتخب نہیں کرتے۔ اور اِدھر اُدھر کے تعلقات سے اپنے آپ کو جمع نہیں کرتے۔ تم پر حجت قائم ہوچکی ہے۔ اور تم اپنے وجدان سے جان چکے ہو کہ اس صحبت کی ایک گھڑی ریاضت و مجاہدہ کے چلوں سے بہتر ہے۔ اس کے باوجود اس صحبت سے گریز کر رہے ہو۔ اور حیلوں اور بہانوں سے اپنے آپ کو دور رکھتے ہو۔ تمہاری استعداد کا جوہر نفیس ہے۔ لیکن کیا فائدہ اگر قوت سے فعل میں نہ آئے۔ تمہاری استعداد بلند ہے لیکن ہمت پست ہے۔ بچوں کی طرح نفیس موتیوں کو چھوڑ کر خسیس خزف ریزوں (ٹھیکریوں) کے ساتھ آلام پذیر ہو۔

بوقتِ صبح شود ہمچو روز معلومت ۔۔۔۔ کہ باکہ باختہ عشق در شب دیجور[1]

اب بھی کچھ نہیں گیا۔ اپنے اصل کام کی فکر کرنی چاہیئے۔ اور اکام "طریقت" کا عمدہ پہلو ارباب جمعیت کی صحبت ہے۔ اور اگر یہ دولت میسر نہ ہو تو اپنے اوقات کو ذکرِ الٰہی جل شانہٗ میں جو صاحب دولت سے سیکھا گیا ہو۔ مشغول رکھنا چاہیئے۔ اور جو کچھ ذکر کے منافی ہے۔ اس سے اجتناب کرنا چاہیئے اور شرع شریف کے حلال و حرام میں بہت احتیاط کرنی چاہیئے۔ اور اس بارے میں سستی سے بچنا چاہیئے اور نماز باجماعت پابندی سے ادا کریں اور تعدیلِ ارکان میں بہت کوشش کریں اور اس بات کا دھیان دیکھیں کہ نماز اوقات مستحبہ میں ادا ہو۔

رَبَّنَا اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا وَاغۡفِرۡ لَنَا ط اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ط

مکتوب نمبر (۴۸)

ماتم پرسی اور مقام رضا کے حصول کی ترغیب میں خواجہ محمد طالب بدخشی کی طرف صادر فرمایا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی ط

خواجہ محمد طالب! ہمیشہ مطلوب کے خواہاں رہیں۔ آنکھوں کی ٹھنڈک محمد صدیق کی خبر وفات آپ نے

---

[1] تجھے صبح کو روز روشن کی طرح معلوم ہو جائے گا۔ کہ شب تاریک میں تو کس سے عشق بازی کرتا رہا ہے۔

Marfat.com

تحریر کی ہے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ برادرِ عزیز! حضرت حق سُبحانہٗ وتعالیٰ ایمان والوں کے نزدیک سب سے زیادہ عزیز اور محبوب ہے۔ چاہے اموال ہوں چاہے انفس۔ اور زندہ کرنا اور مارنا اس بلند ذات کا فعل ہے۔ جس میں دوسرے کا دخل نہیں ہے۔ تو لازماً اس بلند ذات کا فعل بھی عزیز تر اور بلند تر ہوگا۔ بلکہ یہ ایک ایسا موقعہ ہے کہ محبوں کو محبوبوں کے فعل سے لذت گیر اور خوشی محسوس کرنی چاہیئے۔ صبر کی کس بناء پر تلقین کرے کیونکہ اس میں ناپسندیدگی کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ اور مرتبہ رضا بھی اگرچہ رغبت وسرور کی خبر دیتا ہے۔ تاہم مرتبہ التذ اذ ایک الگ ہی شئی ہے۔

عشق آن شعلہ ست کوچوں برفروخت ہر چہ معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لا در قتلِ غیر حق براند درنگرزاں پس کہ بعد لاچہ ماند
ماند۔ اِلاّ اللہ باقی جملہ سوخت شاد باش اے عشق شرکت سوز رفت

والسّلام علیٰ من اتبع الھُدیٰ

مکتوب نمبر (۴۹)

خواجہ گدا کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ غیرحق کو فراموش کر دینا اس راہ میں قدم اوّل ہے۔ کوشش کریں کہ اس ایک قدم میں تو کوتاہی نہ ہو۔

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی نَبِیِّھِمْ وَنُسَلِّمُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الْکِرَامِ۔ مکرّمی! عقائد کی درستی اور احکامِ شرعیہ کی بجا آوری کے بعد اپنے آپ کو بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہمیشہ ذکرِ الٰہی میں مصروف رکھیں۔ چاہیئے کہ اس ذکر کا غلبہ اس قدر ہو کہ باطن میں غیر مذکور کا گذر نہ رہے۔ اور ماسوا سے تعلق حسّی اور علمی کو زائل کر دے۔ اس وقت قلب کو ماسوا سے فراموشی حاصل ہوتی ہے۔ وہ غیر کے دید ودانش سے فارغ ہو جاتا ہے۔ اگر تکلف وکوشش سے بھی اُسے یاد دلائیں تو اس کی یاد میں نہیں آتیں اور نہ ہی ان کو پہچانتا ہے اور ہمیشہ مطلوب میں فانی اور مستغرق رہتا ہے۔ جب معاملہ یہاں تک پہنچ آتا ہے۔ تو اب اس راہ کو ایک قدم طے کرتا ہے۔ کوشش

۱۔ عشق وہ شعلہ ہے کہ جب جل اُٹھتا ہے تو معشوق کے سوا ہر چیز کو جلا دیتا ہے۔

۲۔ اس نے لا کی تلوار غیرحق کے قتل کرنے میں چلائی تو دیکھو کہ لا کے بعد پیچھے کیا رہ گیا۔

۳۔ باقی صرف اِلاّ اللہ رہا اس کے سوا کے سوا سب کچھ جل گیا۔ اے شرکت کے خس وخاشاک کو مکمل طور پر جلا دینے والے عشق تو شاد اور خوش رہ۔

Marfat.com

کریں کہ اس ایک قدم کے اُٹھانے میں تو کوتاہی نہ ہو۔ اور دیدہ ودانش میں غیر کے گرفتار نہ رہیں ۔

گوئے توفیق و سعادت درمیان افگندہ اند کس بمیدان در نمے آئد سواراں راچہ شد

توفیق وسعادت کا گیند درمیان میں ڈال دیا گیا ہے۔ لیکن کوئی میدان میں نہیں آتا۔ سواروں کو کیا ہو گیا ہے۔ بظاہر تمہارے تعلقات کم دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن آپ شوقِ تعلق سے اپنے آپ کو اربابِ تعلق کے ساتھ جمع رکھتے ہیں۔ "جو شخص اپنے نقصان میں خود راضی ہو۔ وہ شفقت کا مستحق نہیں ہوتا" طے شدہ مسئلہ ہے۔

والسّلام

مکتوب نمبر (۵۰)

میرزا شمس الدین کی طرف صادر فرمایا:

اس بیان میں کہ شریعت کی ایک صورت ہے۔ اور ایک حقیقت۔ اور اس بیان میں کہ از ابتداء تا انتہاء شریعت کے بغیر چارہ نہیں۔ اور قلب کی تمکین' نفس کے اطمینان اور اجزاءِ قلب کے بیان میں جو مرتبہ نبوت میں ہے اور جو باتیں اس کے مناسب ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سلام عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ط شریعت کی ایک صورت ہے اور اس کی ایک حقیقت۔ صورتِ شریعت ایمان باللہ وبالرسول اور ان تمام احکام پر ایمان رکھنے کے بعد احکامِ شرعیہ کے بجالانے سے عبارت ہے۔ جب کہ نفسِ امّارہ کی مزاحمت اور اس کی سرکشی اور بغاوت جو اس کی سرشت میں رکھی گئی ہے' موجود ہو۔ اس مقام میں اگر ایمان ہے تو صرف اس کی صورت ہے۔ اور اگر نماز ہے تو وہ بھی صورتِ نماز۔ اور اگر روزہ ہے تو وہ بھی صرف صورتِ روزہ۔ علیٰ ہذا القیاس' دوسرے تمام احکام۔ اس لئے کہ وجودِ انسان میں نفس جو ایک عمدہ جزو ہے۔ اور قول انا سے ہر ایک فرد کا مشارٌ الیہ بھی یہی نفس ہے۔ ابھی تک اپنے کفر وانکار پر قائم ہے۔ لہٰذا اس حالت میں حقیقت ایمان اور اعمال صالحہ کی حقیقت کس طرح متصور ہو سکتی ہے۔ اور یہ خدا تعالیٰ جلّ شانہٗ کی رحمت ہے کہ صرف صورت کو قبول فرما کر دخولِ جنت کی بشارت دی ہے۔ جو خدا تعالیٰ کا مقام رضا ہے۔ اور یہ بھی اس کا احسان ہے۔ کہ نفسِ ایمان میں صرف تصدیق بالقلب کے ساتھ کفایت فرمائی۔ اور نفس کے اذعان وایقان کے ساتھ مکلّف نہیں فرمایا۔ ہاں یہ بات ضرور ہے۔ کہ جنت کی بھی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت۔ اصحاب صورت' صورتِ جنت سے لطف اندوز ہوں گے۔ اور اربابِ حقیقت' حقیقتِ جنت سے۔ اصحابِ صورت اور اربابِ صورتِ جنت کا میوہ تناول فرمائیں گے۔ صاحبِ صورت اس سے ایک قسم کی لذّت پائے گا۔ اور صاحبِ حقیقت دوسری قسم کی لذت۔ ازواج مطہرات امہات المومنین آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسّلام کے ساتھ ایک ہی جنت میں ہونگی۔ اور ایک ہی پھل تناول فرمائیں گے۔ لیکن ہر ایک کے لئے لذّت ونعمت کی الگ

Marfat.com

الگ کیفیت ہوگی۔اور اگر علیحدہ نہ ہوتو ہمارے پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام بنی آدم پر امہات المومنین کی افضیلت لازم آتی ہے۔نیز لازم آتا ہے کہ جو شخص افضل ہو اس کی زوجہ بھی اس سے افضل ہو۔کیونکہ بیوی خاوند کے ساتھ زندگی گزارتی ہے۔یہ صورتِ شریعت بشرطِ استقامت فلاح کی موجب اور نجات اُخروی کو مستلزم ہے۔اور دخولِ جنت کی مصحح ہے۔جیسا کہ ابھی گزرا۔اور جب ایک شخص نے صورتِ شریعت درست کر لی تو ولایت عامہ حاصل ہوگئی۔

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ط یعنی اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے۔

اور اس وقت اللہ تعالیٰ کی عنایت ومہربانی سے سالک اس امر کی استعداد پیدا کر لیتا ہے۔کہ طریقت میں قدم رکھے اور ولایت خاصہ کی طرف رُخ کرے اور بتدریج نفس کو امارگی سے اطمینان کی طرف کھینچے۔لیکن یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اس ولایت خاصہ کے ساتھ منازل وصول طے کرنا بھی اعمالِ شریعت کے ساتھ وابستہ ہے۔کیونکہ ذکر الٰہی جل شانہ جو اس راہ مین عمدہ چیز ہے۔ماموراتِ شرعیہ میں سے ہے۔اور ممنوعاتِ شرعیہ سے اجتناب بھی اس راہ کی ضروریات سے ہے۔اور ادائے فرض اللہ تعالیٰ کے نزدیک کرنیوالی چیز ہے۔اور پیر راہ بین اور رہنما جو وسیلہ اور ذریعہ بنے' بھی مامور شرعی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

[1] وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ ط اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کریں۔

بہر صورت شریعت کے بغیر چارہ نہیں۔صورتِ شریعت ہو' چاہے حقیقتِ شریعت۔کیونکہ ولایت ونبوت کے تمام کمالات کے بنیادی ارکان احکام شرعیہ ہیں۔ولایت کے کمالات صورتِ شریعت کے نتائج ہیں۔اور کمالاتِ نبوت حقیقتِ شریعت کے ثمرات۔جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ابھی آئے گا۔ولایت کے مقدمہ حقیقت ہے جہاں مطلوب کے ماسوا کی نفی اور مقصود کے غیر وغیریّت کو دور کرنا ہوتا ہے اور جب خداوند جل شانہٗ کے فضل سے غیر حق اللہ تعالیٰ کلّی طور پر نظر سے ہٹ گیا۔اور دید میں اغیار کا نام ونشان باقی نہ رہا۔تو فنا حاصل ہوگئی۔اور مقامِ طریقت اپنے انجام کو پہنچ گیا۔اور سیر الی اللہ مکمل ہوگئی۔اس کے بعد مقام اثبات کا آغاز ہوتا ہے۔جو سیر فی اللہ سے عبارت ہے۔اور یہی مقام بقا ہے۔جسے مقامِ حقیقت کہتے ہیں اور یہی ولایت کا مقصد اعلیٰ ہے۔اس طریقت وحقیقت سے جو فنا اور بقا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔سالک پر ولایت کا نام صادق آتا ہے۔اور نفس سرکش نفس مطمئنہ بن جاتا ہے۔اور اپنے کفر وانکار سے باز آجاتا ہے۔اور اپنے مولیٰ جل سلطانہٗ سے راضی ہو جاتا ہے۔اور مولیٰ

[1] سورہ مائدہ پارہ لَا یُحِبُّ اللّٰہُ۔یاد رہے کہ بعض بے ادب اس آیت میں "الوسیلہ" سے صرف اعمال صالحہ مراد لیتے ہیں۔اور اہل اللہ کی ذوات مقدسہ کے وسیلہ ہونے کا انکار کرتے ہیں۔بلکہ ذوات مقدسہ کو وسیلہ قرار دینے کو غلط کہتے ہیں۔حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کی اس تفسیر سے واضح ہے۔کہ بے ادب لوگوں کو مؤقف غلط ہے۔اور اعمال صالحہ کی طرح اہل اللہ بھی وسیلہ اور ذریعہ ہیں۔ازمترجمہ غفرلہٗ

Marfat.com

تعالیٰ بھی اس سے راضی ہو جاتا ہے۔اور اس کی سرشت میں احکام شریعت سے جو نفرت پائی جاتی تھی۔زائل ہو جاتی ہے۔

بزرگانِ دین فرماتے ہیں۔کہ اگرچہ نفس مقامِ اطمینان میں پہنچ جاتا ہے۔تاہم اپنی سرکشی سے باز نہیں آتا۔[1]

ہر چند کہ مطمئنہ گردد ہرگز صفات خود نگردد

اور جہادِ اکبر جس کا ذکر حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے حدیث رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ[2] اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ۔ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف واپس آئے' میں کیا ہے۔اس سے مراد یہی نفس سے جہاد ہے۔

اور جو کچھ فقیر کے کشف میں آیا ہے۔اور اپنے وجدان سے پایا ہے۔مشائخ کے اس بیان مشہور کے خلاف ہے۔یہ فقیر حصول اطمینان کے بعد نفس میں کسی قسم کی سرکشی اور بغاوت نہیں پاتا۔اور نفس کو فرمانبرداری کے مقام میں قیام پذیر دیکھتا ہے۔بلکہ نفس مطمئنہ کو مضبوط دل کی طرح جو غیر حق کو فراموش کر چکا ہوا پاتا ہے۔جو غیر اور غیریّت کی دید و دانش سے گذر چکا ہوتا ہے۔اور جاہ و ریاست کی محبت اور لذّت و تکلیف سے چھوٹ چکا ہوتا ہے۔مخالفت کہاں رہی۔اور سرکشی کس نے کرنی ہے۔یعنی مقامِ اطمینان میں پہنچ کر نفس تمام خرابیوں سے پاک ہو جاتا ہے۔حصولِ اطمینان سے پہلے اگر بال برابر بھی فرق پڑے تو سرکشی اور بغاوت کے متعلق مشائخ جو کچھ فرماتے ہیں۔اس کی گنجائش ہے۔لیکن حصولِ اطمینان کے بعد مخالفت اور سرکشی کی کوئی گنجائش نہیں۔اس باب میں اس فقیر نے اگرچہ بڑی تیز اور گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے۔اور اس معمّا کے اندر دور گیا ہے۔کہ یہ بات قوم کی طے شدہ بات کے خلاف ہے۔لیکن اللہ سُبحانہٗ کی عنایت سے نفس مطمئنہ میں بال برابر بھی مخالفت اور سرکشی نہیں پائی۔اور ہلاک اور نیست و جانے کے سوا اس میں اور کوئی چیز نہیں دیکھی۔نفس جب اپنے آپ کو اپنے مولیٰ جل سلطانہٗ و تعالیٰ پر قربان کر دے۔تو پھر مخالفت کی کیا گنجائش رہتی ہے۔اور جب نفس حق سُبحانہٗ و تعالیٰ سے راضی ہو گیا۔اور حضرت حق سُبحانہٗ و تعالیٰ اس سے راضی ہو گیا۔تو سرکشی کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔کیونکہ یہ بات رضا کے منافی ہے۔جو چیز حق جل شانہٗ کے پسندیدہ ہوگی۔وہ ہرگز ناپسندیدہ نہیں ہو سکتی۔اور فقیر کے نزدیک وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ۔جہادِ اکبر سے مراد ہو سکتی ہے۔کہ بدن عنصری سے جہاد ہو جو مختلف طبائع سے مرکب

---

[1] نفس اگرچہ مطمئنہ ہو جاتا ہے۔لیکن پھر بھی اپنی صفات سے باز نہیں آتا۔

[2] اس حدیث کو شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف میں اور امام غزالی نے احیاء العلوم میں ذکر کیا ہے۔اور عراقی نے بروائیت جابر بیہقی کی طرف منسوب کیا ہے۔نیز خطیب بغدادی نے بھی اپنی تاریخ میں بروایت جابر اس حدیث کی روائت کی ہے۔اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اس جہاد کی تفسیر مجاہدہ قلب اور خواہشات نفسانی کے خلاف مجاہدہ سے کی ہے۔

Marfat.com

ہے۔اور اس کی ہر طبیعت ایک امر کی خواہاں ہے اور دوسرے امر سے دور ہونا چاہتی ہے۔اگر شہوانی قوت ہے تو وہ بھی بدن عنصری سے پیدا ہوتی ہے۔اور قوتِ غضبیہ ہے۔تو وہ بھی یہیں سے ظاہر ہوتی ہے۔تم نہیں دیکھتے کہ باقی حیوانات جو نفسِ ناطقہ نہیں رکھتے۔یہ کمینی صفات ان میں موجود ہیں۔اور شہوتِ غضب' غلبہ حرص اور لالچ سے موصوف ہیں۔یہ جہاد ہمیشہ برپا ہے۔نفس کا اطمینان اس جہاد سے تسکین نہیں بخشتا۔اور جنگ کی مضبوطی اس جنگ کو دور نہیں کرتی۔اس جہاد کے باقی رکھنے میں بہت سے فوائد ہیں۔کیونکہ یہ بدن عنصری کے تنقیہ و تطہیر کو شامل ہے۔تا کہ اگلی دنیا کے کمالات اور معاملہ آخرت بالاصالت اس کے ساتھ وابستہ ہوں۔کیونکہ اس دنیا کے کمالات جسم کے تابع ہیں۔اور قالب متبوع ہے وہاں کام برعکس ہے کہ قلب تابع ہے اور بدن عنصری متبوع۔اور جب اس دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔اور وہ جہان پرتو انداز ہوگا۔تو جہاد اور یہ لڑائی ختم ہو جائے گی۔اور جب اللہ سُبحانہٗ کے فضل سے نفس مقام اطمینان میں آ گیا۔اور خدائے جل شانہٗ کے حکم کا فرمانبردار بن گیا۔تو اسلام حقیقی میسّر آ گیا۔اور حقیقتِ ایمان' کی صورت جلوہ گر ہو گئی۔اِس کے بعد وہ جو عمل بھی کرے گا۔حقیقتِ شریعت ہی ہوگا۔اگر نماز ادا ہوگی۔تو وہ بھی حقیقت نماز ہوگی۔اور اگر روزہ ہے تو وہ بھی حقیقتِ روزہ۔اور اگر حج ہوگا تو وہ بھی حقیقتِ حج۔اس قیاس پر باقی تمام واحکامِ شرعیہ۔پس طریقت و حقیقت شریعت کی صورت و حقیقت کے درمیان واقع ہیں۔سالک جب تک ولایت خاصہ سے مشرف نہیں ہوتا۔اسلام مجازی سے اسلام حقیقی تک نہیں پہنچتا۔اور جب محض فضلِ خداوندی جل سلطانہ سے حقیقت شریعت سے آراستہ ہوا۔اور اسلام حقیقی میسّر ہوا۔تو اب اس قابو ہوا کہ نبوت کے کمالات سے انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی وراثت تبعیت میں پورا بہرہ ور اور کامل حصہ پاتا ہے۔چنانچہ صورتِ شریعت کمالات ولائت کے لئے پاک درخت کی طرح ہے۔کمالات ولائت حقیقتِ شریعت کے گویا ثمرات ہیں۔اور حقیقتِ شریعت بھی کمالات نبوت کے لئے گویا شجرہ مبارکہ ہے۔اور یہ کمالات اس کے ثمرات کی طرح ہیں۔اور جب کمالات ولائیت صورت کے ثمرات ہیں۔اور کمالاتِ نبوت حقیقت کے ثمرات۔تو لازماً کمالاتِ ولایت کمالاتِ نبوت کے لئے صورتوں کی طرح ہیں۔اور نبوت کے کمالات ان صورتوں کے حقائق۔

جاننا چاہیئے۔کہ صورت شریعت اور حقیقتِ شریعت کے درمیان فرق نفس کے راستے سے آیا تھا۔کہ درجہ صورت میں نفس امّارہ سرکشی کی حالت میں اور اپنے انکار پر تھا۔اور حقیقت کے درجہ میں نفس مطمئنہ اور مسلمان ہو جاتا ہے۔اسی طرح کمالاتِ ولائیت کے درمیان جو صورتوں کی طرح ہیں۔اور کمالاتِ نبوت کے درمیان جو حقائق کی طرح ہیں فرق جسم عنصری کی طرف سے ہے۔مقامِ ولائیت میں جسم عنصری کے اجزاء بغاوت و سرکشی سے باز آ جاتے ہیں۔مثلاً جسم عنصری کا جزو ناری اطمینانِ نفس کی وجہ سے اپنے بہتر اور بڑا ہونے کی دعوی سے باز آ جاتا ہے۔اور خاکی جزو اپنی عاجزی اور کمینگی سے پشیمان نہیں ہوتا۔اسی طرح باقی اجزاء اور کمالاتِ نبوت کے مقام

Marfat.com

میں بدن کے اجزاء اعتدال پر آ جاتے ہیں۔اور افراط و تفریط سے نجات پا جاتے ہیں۔اسی بناء پر ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ السّلام نے فرمایا۔اَسْلَمَ شیطانِیْ۔یعنی میرا شیطان مسلمان ہو چکا ہے۔شیطان جس طرح آفاق میں ہے۔انفس میں بھی ہے۔اور وہ ناری جزو ہے۔جو اپنے بہتر ہونے کا مدعی اور اپنی بڑائی اور بلندی کا خواہاں ہے۔جو صفاتِ رذیلہ میں سے بدترین صفت ہے۔اور اس کا اسلام لے آنا اس کی ان بُری صفات کے ازالے سے کنایہ ہے۔پس کمالاتِ نبوت میں اطمینان قلب بھی ہے۔اور اطمینان نفس بھی۔اور اجزائے قالب کا اعتدال بھی۔اور ولایت میں بس یہی اطمینانِ قلب ہے۔اور اطمینان نفس بھی۔اور اجزائے قالب کا اعتدال بھی۔اور ولایت میں بس یہی اطمینانِ قلب ہے۔اور زیادہ سے زیادہ اطمینانِ نفس۔اور وہ جو میں نے کہا ہے کہ زیادہ سے زیادہ اطمینانِ نفس۔اس بناء پر کہا۔کہ نفس کو اطمینانِ کامل اور بے تکلف طور پر اجزائے قالب کے بعد حاصل ہوتا ہے۔اس لئے اربابِ ولایت نے اجزائے قالب کے عدم اعتدال کے واسطہ سے نفس مطمئنہ کا رجوع صفاتِ بشریّت کی طرف جائز قرار دیا ہے۔جیسا کہ اوپر گذرا۔اور جو اطمینان اجزائے قالب کے اعتدال کے بعد نفس کو حاصل ہوتا ہے وہ صفاتِ رذیلہ کی طرف رجوع سے پاک اور مبرا ہے۔پس نفس کے رذائل کی طرف رجوع کرنے اور رجوع نہ کرنے کا اختلاف مقامات و افکار کے اختلاف پر مبنی ہے۔ہر ایک نے اپنے مقام سے خبر دی ہے۔اور اپنی دانست کے مطابق بات کی ہے۔

سوال: جب کہ قالب کی اجزاء بھی حدِ اعتدال پر آ جاتی ہے۔اور بغاوت اور سرکشی سے رُک جاتی ہیں۔تو پھر ان کے ساتھ جہاد کی کیا صورت ہوتی ہے۔اور نفس مطمئنہ کی طرح ان کے ساتھ جہاد کرنے کا سلسلہ بھی زائل ہو جاتا ہے۔

جواب: نفس مطمئنہ اور ان اجزاء کے درمیان فرق ہے۔کیونکہ نفس مطمئنہ ہلاکت اور نیستی کی صفت رکھتا ہے۔اور عالم امر سے ملحق ہے۔جو کمال نیستی اور سکر سے موصوف ہے۔اور یہ اجزاء احکام شرعیہ کی بجا آوری کے واسطہ سے جن کی بناء صحو پر ہے۔نیستی اور سکر سے مناسبت نہیں رکھتی۔اور فانی میں اس مخالفت کی گنجائش نہیں ہے۔اور جو صحو کی حالت میں ہو۔وہ بعض مصالح اور منافع کی بناء پر صورت کے بعض امور میں اگر مخالفت کرے تو گنجائش ہے۔امید ہے کہ یہ مخالفت فضلِ خداوندی جل سلطانہٗ سے ترکِ استحباب سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اور کراہت تنزیہہ سے نیچے نہیں جائے گی۔اس لئے اعتدال اجزاء کے باوجود مرتبہ قالب میں جہاد متصور ہے اور نفس مطمئنہ کے درجے میں جہاد جائز ہے۔اس بحث کی تحقیق مکتوبات کی جلد اوّل کے اس مکتوب میں تفصیل سے تحریر ہو چکی ہے۔جو اپنے بڑے فرزند مرحوم کے نام بیان طریقہ میں لکھا ہے۔اگر کچھ پوشیدگی باقی رہ گئی ہو تو اس کی طرف رجوع کریں۔اور اگر محض فضلِ خداوندی جل سلطانہٗ سے کمالاتِ نبوت جو حقیقت شریعت نتائج و ثمرات ہیں بھی اختتام کو پہنچ جائیں۔اور وہاں ترقیاتِ اعمال کے ساتھ وابستہ نہ رہیں۔تو اس مقام میں معاملہ حضرت رحمان جل سلطانہٗ کے محض فضل و احسان سے وابستہ ہے۔اعتقاد کا وہاں کوئی اثر نہیں۔اور علم و عمل کا وہاں کوئی فیصلہ جاری نہیں ہوتا۔بلکہ

Marfat.com

وہاں فضل و فضل اور کرم در کرم ہے۔ یہ مقام سابق مقامات کی نسبت سے بہت بلند ہے۔ اور بڑا وسیع اور فراخ ہے۔ اور جو نورانیت یہ مقام رکھتا ہے۔ مقام سابق میں اس کا اثر بھی نہیں تھا۔ یہ مقام اصالتہ انبیاءِ اُولی العزم علیہم الصّلوات والتسلیمات کے لئے مخصوص ہے۔ اور ان کی فرمانبرداری میں' جسے چاہیں اُسے نوازدیں۔ اور وراثت کے طور پر جسے چاہیں اس سے مشرّف فرمادیں۔ !

باکریماں کارہا دشوار نیست

یہاں کوئی شخص غلطی نہ کھائے اور یہ نہ ہے۔ کہ اس مقام میں صورت شریعت اور حقیقتِ شریعت سے بے نیازی حاصل ہو جاتی ہے۔ اور احکام شرعیہ کے بجالانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ شریعت اس کام کی اصل اور اس معاملہ کی بنیاد ہے۔ درخت چاہے کتنا ہی اونچا اور بلندی میں چلا جائے۔ اور دیوار چاہے کتنی ہی بلندی میں چلی جائے۔ اور محلات بلند اس پر تعمیر کئے جائیں۔ اصل اور بنیاد سے بے نیازی نہیں ہو سکتی۔ اور اس کی ضرورت سے وہ بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ مثلاً ایک بلند مقام چاہے کتنی بھی بلندی پیدا کرلے۔ اور پستی سے دور چلا جائے۔ نیچے والے مکان سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اور نیچے والے مکان سے اس کی محتاجی زائل نہیں ہو سکتی۔ اور اگر فرض کے طور پر نیچے والے مکان میں خرابی پیدا ہو۔ تو وہ خرابی اوپر کے کمرے میں بھی اثر کرے گی۔ اور نیچے والے کا زوال اوپر والے کے زوال کا باعث بنے گا۔ پس شریعت ہر وقت اور ہر حال میں درکار ہے۔ اور اس کے احکام کی بجا آوری کے سب محتاج ہیں۔ اور جب خدائے تعالیٰ جل شانہٗ کی مہربانی سے معاملہ اس مقام سے اور بلند ہوتا ہے۔ اور کام فضل سے محبت کی طرف رخ کرتا ہے۔ تو ایک اور مقام سامنے آتا ہے۔ جو بہت بلند ہے۔ اور اصالتہً خاتم الرّسل علیہ و علیہم وعلیٰ آلِ کلِ الصّلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات کے لئے مخصوص ہے۔ فرمانبرداری اور وراثت کے طور پر جسے چاہیں۔ اس دولت سے مشرّف فرمادیں۔ وہ بلند ترین محل جو غایت بلندی کے باعث چھوٹا نظر آتا ہے۔ حضرت صدیق کے لئے اس مقام میں وراثت کے طور پر صاف تک داخل پاتا ہے۔ اور حضرت فاروق بھی اس دولت سے مستفید ہیں۔ امہات المومنین میں سے حضرت خدیجہ اور حضرت صدیقہ کو بھی حضور علیہ وعلیٰ آلہِ واصحابہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ساتھ علاقہ زوجیت کی بناء پر اس مقام میں دیکھتا ہے۔ اور اصل معاملہ اللہ سُبحانہٗ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما۔ اور ہمارے لئے ہمارے کام میں نیکی اور آسانی مہیا فرما۔

میرے عزیز بھائی معارف آگاہ شیخ عبدالحی نے جب کہ سال ہا سال صحبت میں گزارے ہیں۔ اور اب اپنے وطن کو روانہ ہوا ہے۔ اور وہ مقام اور علاقہ ان کی جناب سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے ضرورتاً یہ چند سطریں لکھی ہیں۔ اور مشارٌ الیہ کے حالات سے اطلاع دی ہے۔ اہل کا وجود جہاں بھی ہوں غنیمت ہے۔ اور وہاں کے رہنے

! کریم لوگوں کے لئے کوئی مشکل کام نہیں۔

Marfat.com

والوں کے لئے خوشخبری ہے۔ تو مبارک ہو اُسے جس نے اُسے پہچان لیا۔ اور اسی مقام میں میرے برادر عزیز شیخ نور محمد بھی اقامت پذیر ہیں۔ اور فکر و نامرادی میں اپنا وقت گزار رہے ہیں۔ وہ مقام جائے رشک ہے۔ جہاں اس طرح کے دو اہل اللہ ہوں۔ اور دو مبارک ستارے یکجا موجود ہوں۔ والسلام

خدائے تعالیٰ کی مدد اور اس کی حسنِ توفیق سے مکتوبات شریف کے چھٹے حصے اور دفتر دوم کے پہلے حصے کا اردو ترجمہ اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ اصل کتاب کی طرح اس ترجمے کو بھی شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ اور مترجم کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ پڑھنے والوں سے التماس ہے۔ کہ مترجم گناہگار کو اپنی دعواتِ صالحہ میں یاد رکھیں۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَ نُوْرِ عَرْشِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ط

محمد سعید احمد نقشبندی غفرلہٗ

خطیب و امام مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لاہور پاکستان

مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۷۲ء بروز جمعرات بمطابق

۶ صفر المظفر ۱۳۹۲ ہجری

Marfat.com

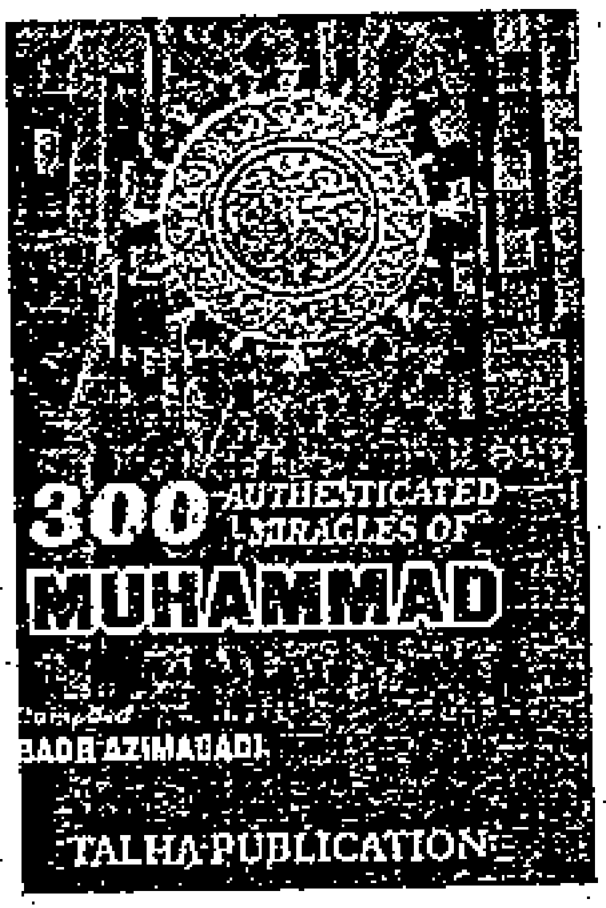

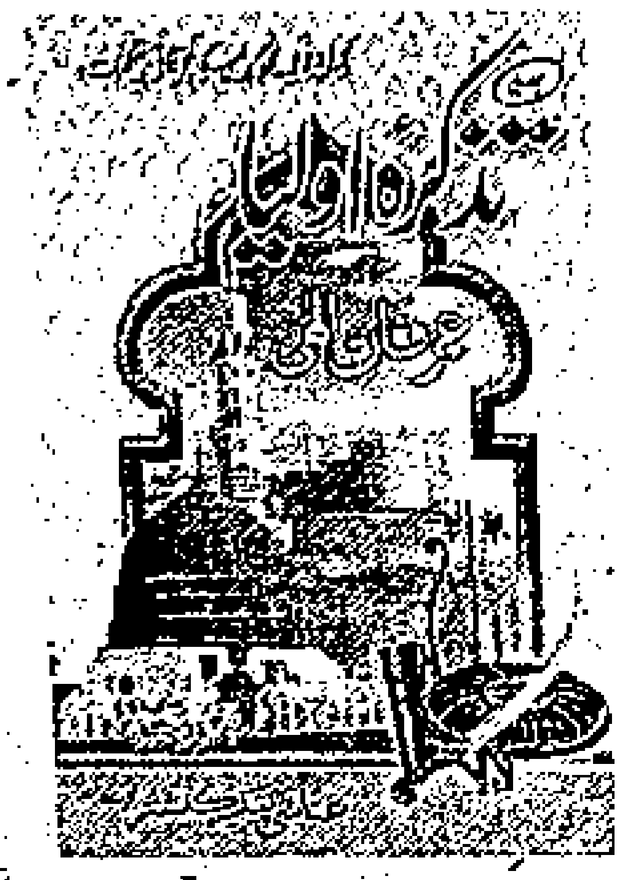

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ
اُردو بازار ○ لاہور
042-7352795 - 7124354

Marfat.com

وما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا

اور رسول تم کو جو (احکام) دیں ان کو قبول کرو اور جن کاموں سے تم کو منع کریں اُن سے باز رہو

صحیح مسلم شریف (مترجم)

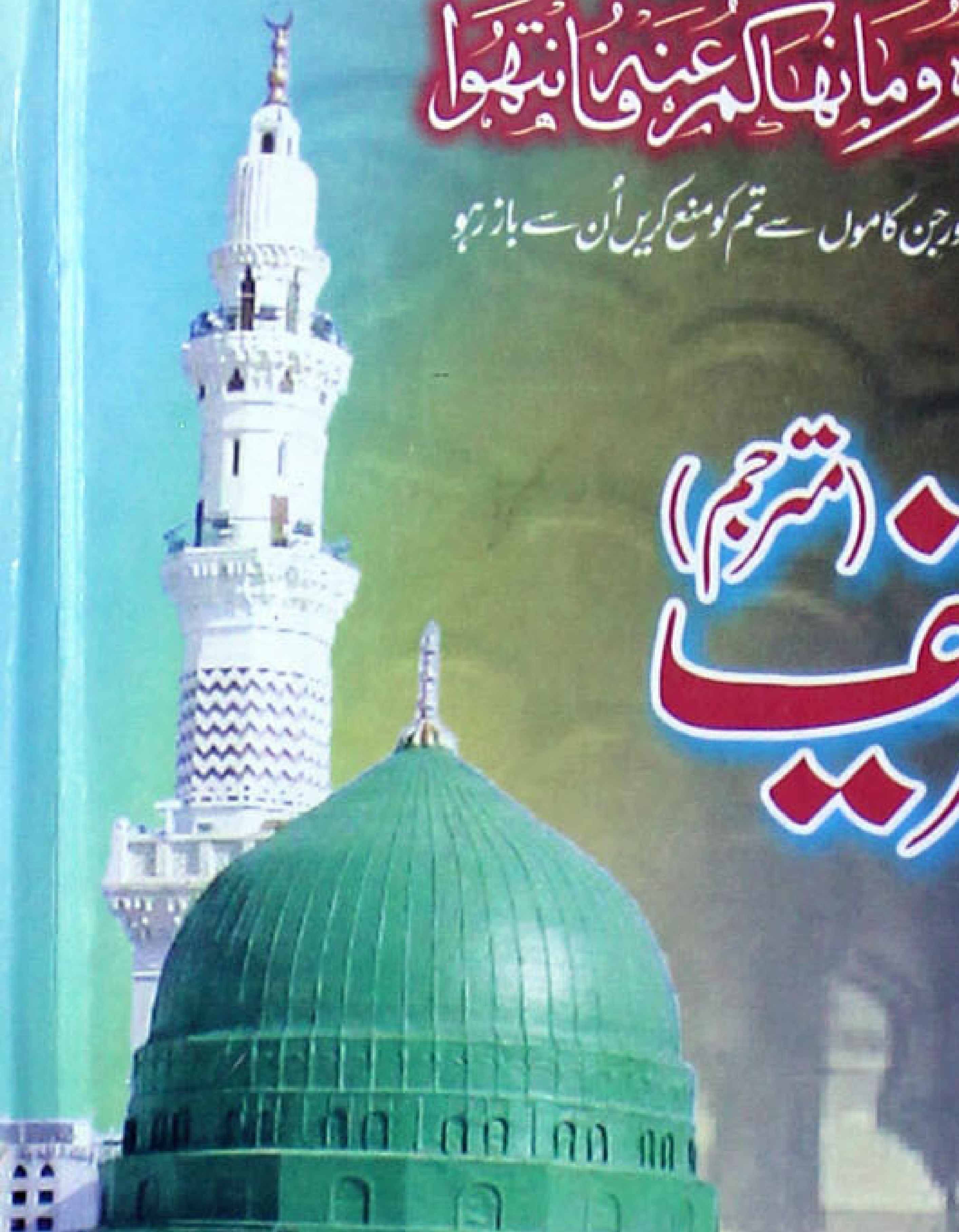

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کا روح پرور اور ایمان افروز ذخیرہ

مصنف

للامام ابی الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ

مترجم علامہ مولانا مفتی محمد صدیق ہزاروی برکاتہم العالیہ

یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ

اردو بازار ○ لاہور

042-7352795 - 7124354

پروگریسو بکس